سرزمین سندھ سے تعلق رکھنے والے تین سو (۳۰۰)
سے زائد علماء ومشائخ کی علمی اور ادبی خدمات کا
عظیم الشان گلدستہ

انوارِ علمائے اہلسنت سندھ

تحقیق و ترتیب
صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی ایم اے

ترتیب و تہذیب
محمد عبدالکریم قادری رضوی

باب السلام سندھ سے تعلق رکھنے والے تین سو زائد علمائے اہلسنّت کی
علمی و ادبی خدمات کا مجموعہ

انوار علمائے اہلسنّت سندھ

○

تحقیق و ترتیب

صاحبزادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی ایم اے

○

ترتیب و تہذیب

محمد عبدالکریم قادری رضوی

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور
042-7248657 0321/0300-9467047
Email : zaviapublishers@yahoo.com



2006

باراول ____ ۱۰۰۰

ہدیہ ____ [redacted] روپے

زیر اہتمام

نجابت علی تارڑ

اشتراک عمل:

محمد عبدالکریم قادری رضوی (سبزواری پبلشرز کراچی) 0300-2677421



مکتبہ قادریہ نزد چوک میلادِ مصطفیٰ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

احمد بک، کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن بیسمنٹ دی بنک آف پنجاب راولپنڈی 0300-5829668

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ راولپنڈی 0300-9141712

مکتبہ المجاہد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف 048-6691763

حنفیہ پاک پبلی کیشنز نزد بسم اللہ مسجد کھارادار کراچی

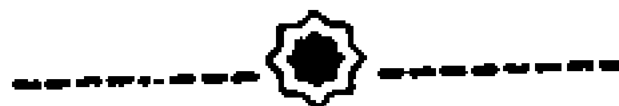
مکتبہ فیضانِ مشتاق کھارادار کراچی 033-3121792

منہاج القرآن اسلامک سیل سنٹر ضیاء مارکیٹ سرگودھا 0483-721630

مکتبہ ضیاء العلوم مین صدر بازار راولپنڈی 051-5585695

عطار اسلامی کتب خانہ بازار کلاں نزد دو دروازہ سیالکوٹ 051-4588503

فہرست اسماءِ گرامی



انتساب

کتاب مستطاب ''انوار علماء اہل سنت (سندھ)''

محبی عزیز القدر مولانا الحاج حافظ محمد عبدالکریم قادری رضوی اویسی فیضی، بانی سبزواری پبلشرز، کراچی

کے نام منسوب کرتا ہوں

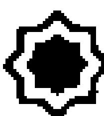
ان کی لگن دلچسپی کوشش وکاوش کے باعث کتابت، تصحیح اور طباعت کے کٹھن مراحل طے کرکے یہ تاریخی خزانہ اشاعت کے زیور سے آراستہ ہوا۔ ورنہ بے قدری کے عالم میں دیگر کتب کی طرح نہ جانے کب تک مسودہ انتظار اشاعت میں رہتا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید کام کے لئے متحرک بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کس کے ذکر سے روشن ہے گفتگو کا چراغ
یہ کس کے عشق سے باقی ہے داستاں کا وجود

سید محمد زین العابدین راشدی غفرلہ

۱۷، شوال المکرم ۱۴۲۶ھ

20-11-2005



حرفِ آغاز

از: مولانا حافظ محمد عبدالکریم قادری رضوی اویسی فیضی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

علمائے اہلسنت وارث علم رسول ہیں۔ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہ میں اشاعت اسلام کیلئے انبیاء کے نائب ہیں۔ وہ اپنے مقام و رتبہ کے اعتبار سے بہترین خلائق کہلائے۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے دین کا مقام بیان فرماتا ہے کہ انھیں معرفت الٰہی سب سے زیادہ عطا ہوئی۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

علمائے دین نے علوم قرآنی و حدیث نبوی ﷺ کی ترویج و اشاعت سے کائنات ارضی پر بسنے والوں کے سینوں کو منور کرنے میں عمریں وقف کر دیں۔ ان کی تمام زندگیاں قال اللہ و قال الرسول میں گزر گئیں۔ وہ وحی الٰہی کے مقاصد کو لے کر اٹھے اور مشرق و مغرب پر چھا گئے۔ وہ سنت رسول کو دامن محبت میں سمیٹ کر بڑھے تو آسمانی وسعتوں پر حاوی ہو گئے۔ وہ اصحاب صفہ تھے۔ معلم اخلاق بنے۔ وہ راوی حدیث تھے تو استاد جہاں کہلائے۔ وہ دولت علم کو کائنات ارضی کے گوشہ گوشہ میں پھیلاتے رہے اور بلا امتیاز مذہب و ملت انسانوں کی جھولیاں بھرتے گئے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے کبھی زادِ راہ کی جستجو کی نہ بحر و بر کی پہنائیوں سے شکستہ پا ہوئے۔ وہ جہالت کے تاریک پردوں کو ہٹاتے گئے اور ظلمات کو نور سے اڑاتے گئے۔ یہ اہل علم کا وہ کاروان تھا جو زندگی کی دشوار راہوں پر چلتا رہا اور اپنے گرد و پیش کو علمی ضیاؤں سے منور کرتا رہا۔ آج ہم ان نفوس قدسیہ کے حالات زندگی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جنہوں نے سندھ کی دھرتی میں احیاء دین و سنت اور علوم دینیہ کی اشاعت کو جاری رکھنے کے لئے محدود وسائل کے باوجود بلا معاوضہ اور بغیر کسی تشہیر کے شبانہ روز کام کیا خصوصیت سے ہم زمانہ بعید کے علماء اہلسنت کے دینی، علمی فکری کارناموں کو آپ کے گوشۂ چشم تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عدم دلچسپی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان علماء کرام کی حیثیت کو معاشرتی زندگی سے ہٹا کر قوم کے سامنے انھیں حقیر بنانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ تاریخی ادب سے ان کے حالات کو نظر انداز کیا جاتا رہا اگرچہ زمانہ اپنی مذموم کوششوں میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوا مگر ان علماء اہلسنت نے عظمت اسلام کے پرچم کو ہمیشہ بلند رکھا اور روشنی کا مینار بن کر اپنا نور پھیلاتے رہے۔ ان کا یہی کردار ہماری اس کاوش کا محرک بنا۔

تاریخی کارنامہ

قیام پاکستان کے بعد بعض عناصروں نے حکومت کی سرپرستی میں زبان کی بناء پر تقسیم رکھی اندرون سندھ جب علماء پر کام کیا تو نئے سندھی علماء کو فراموش کر دیا اور جب کراچی میں کام ہوا تو زمین کے اصل وارثوں کو نظر انداز کر دیا لیکن ممتاز اسکالر صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی نے اس مقالہ میں سب کو شامل کر دیا ہے لسانی تقسیم کو کوئی اہمیت نہیں دی موجودہ بھارت میں جنم لینے والے اور عملی کردار یہاں کراچی میں ادا کرنیوالے علماء کے اس قدر تفصیلی حالات دیئے ہیں کہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آئیں گے بلکہ آپ نے جس طرح محنت اور خلوص سے تاریخ پر کام کیا ہے یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

اندرون سندھ کے علماء و مشائخ کے حالات مع دینی خدمات پر پہلی بار آپ نے اردو میں کام کر کے ان کو بیرون سندھ متعارف کرایا ہے جس کے مطالعہ سے یقیناً معلومات میں اضافہ ہوگا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دونوں طبقات پر کام کر کے ایک دوسرے کو قریب لانے ایک دوسرے کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا اور بہتر نتائج مرتب ہوں گے۔

قرآن مجید کا اولین سندھی ترجمہ کرنے والے نقشبندی بزرگ قاضی عزیز اللہ ٹمیاروی (۲) تفسیر جلالین کی طرز پر " تفسیر فاضلین " کے صاحب علامہ سید محمد فاضل شاہ کاظمی (۳) کراچی میں امام احمد رضا بریلوی کے میزبان رئیس العلماء علامہ عبدالکریم درس (۴) درس نظامی کے سندھی مترجم علامہ غلام حسین (۴) مدبرج النبوۃ کے منظوم سندھی مترجم علامہ دین محمد بلوچ (۵) وہ علماء و مشائخ جنہوں نے حسام الحرمین کی تصدیق و توثیق میں فتاویٰ جاری فرمائے (اور یہ فتاویٰ مبارکہ الصوارم الہندیہ میں محفوظ ہیں) ان کی سوانح حیات ہمارے سامنے آرہی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان شخصیات پر پہلی بار کام کیا گیا ہے۔

تھر سندھ کا پسماندہ علاقہ ہے ہم نے سمجھا دنیا کی آرائش کی طرح علم سے بھی آزاد ہوگا لیکن انوار علماء اہلسنت کے مطالعہ سے ہمارا خیال غلط ثابت ہوا وہاں بڑے بڑے علماء و فضلاء نے جنم لیا ہے، یہ بھی معلوم چلا کہ ابوالحسن کے نام سے ایک نہیں بلکہ پانچ علماء و مشائخ سندھ میں گذرے ہیں۔ دوران مطالعہ قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم پر بھی دسترست رکھنے والی شخصیات (۱) علامہ عبدالعلیم صدیقی (۲) علامہ ظہور الحسن درس (۳) علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی (حیدرآباد) (۴) ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی (صاحب تفسیر فیوض القرآن) (۵) علامہ پروفیسر حامد حسن قادری اکبر آبادی (۶) علامہ شاہ احمد نورانی (۷) مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری بانی المرکز الاسلامی کراچی وغیرہ بھی سامنے آتی ہیں۔

اس عظیم الشان علمی و ادبی گلدستہ کی تیاری میں ہمیں کئی بار جوئے شیر لانے کے صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ حالات جمع کرنے کے لئے دشت نوردی سے لے کر کوچہ رسوائی کی عظمتوں سے گذرنا

پڑا۔ سینکڑوں کتب کی ورق گردانی سے کچھ نہ ملا تو نقش کف پا کی لکیریں پڑھنے سے بھی گریز نہ کیا گیا چنانچہ قابل صد مبارکباد ہیں محقق اہل سنت، مورخ سندھ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی جن کی شب و روز کی مسلسل محنت و کاوشیں اور تین بار سندھ کا دورہ جس میں ہر ہر گاؤں، ہر ہر علاقہ میں جا کر سندھ سے تعلق رکھنے والے مرحوم علماء اہلسنت کے کوائف جمع کیے اور اس کی روشنی میں ان حضرات کی سوانح مرتب کی گئی اور آج تقریباً دس سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد یہ تحقیقی کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

انوار علمائے اہلسنت (سندھ) کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مجموعہ میں بے شمار وہ شخصیات بھی اجاگر کی گئی ہیں جنھیں بعد وصال فراموش کر دیا گیا تھا اور لوگ ان کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔ آج پہلی باران کی سوانح حیات زیور طبع سے آراستہ آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ احقر اس کتاب کی تکمیل کے لئے ان تمام حضرات کا سپاس گذار ہے بالخصوص حضرت مولانا محمد جمیل احمد نعیمی ضیائی صاحب مدظلہ العالی، الحاج محمد نوید رضا قادری صاحب، الحاج محمد اشرف قادری صاحب (سکھر والے) محمد زبیر گاڈیت صاحب، الحاج عبدالستار قادری صاحب، محمد علی قادری صاحب، محمد شعیب قادری (کمپوزر) محمد عاطف منہاج صاحب اور صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی صاحب۔ (جزاك الله خيرا)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت راشدی صاحب قبلہ کی اور احقر کی اس پیش کش کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے ہر ہر معاون کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال کرے جن جن علمائے اہلسنت کے حالات اس گلدستہ میں سجائے گئے ہیں ان کے خصوصی فیضان سے خاص حصہ عطا فرمائے اور ان تمام بزرگوں کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے اور ہمیں مزید اس طرح کے علمی کام جاری رکھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور تکمیل کے لئے غیب سے انتظام و انصرام فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

طالب دعا:

محمد عبدالکریم قادری رضوی اویسی فیضی

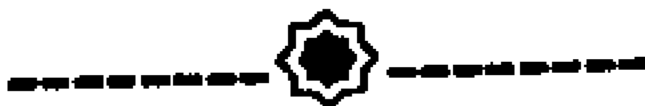
(ناظم سبزواری پبلشرز و خطیب و امام جامع مسجد مدنی F،526-A عابدہ آباد، سائٹ کراچی

0300-2677421

۲۹، ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

۹، مئی 2005 بروز پیر

بوقت 2:45 دوپہر



خوشبو

نامور اسکالر و دانشور محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

(سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم، حکومت سندھ)

بسم اللہ الرَّحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

صاحبزادہ پیر سید محمد زین العابدین شاہ راشدی زیدہ مجدہ اہل سنت و جماعت کی خدمت کا سچا جذبہ رکھتے ہیں، ان کو دیکھ کر اور ان سے مل کر خوشی ہوتی ہے، ان کا اخلاص قابل تقلید ہے۔ کام اخلاص سے بنتے ہیں اور ریا سے بگڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاص کی دولت سے نوازا ہے۔ خود بھی لکھتے ہیں اور متعدد کتابیں شائع کر چکے ہیں اور دوسروں سے بھی لکھواتے ہیں، دل میں خلوص ہے اس لئے کامیاب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ کامیاب رکھے۔ آمین

"انوار علماء اہل سنت" علماء اہل سنت و جماعت کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ یہ صوبہ سندھ سے متعلق تمام سلاسل طریقت کے علماء و مشائخ کرام کا تذکرہ ہے جو بڑی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں بعض شخصیات وہ بھی ہیں کہ اگر ان کا ذکر نہ کیا جاتا اور ان کے حالات نہ لکھے جاتے تو شاید ان کے نام بھی نئی نسل کو یاد نہیں رہتے۔ اقبال نے سچ کہا ہے

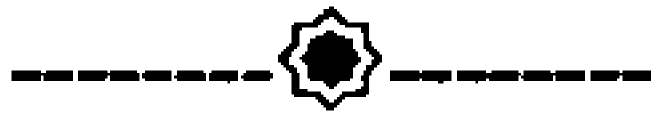
ضبط کن تاریخ پائندہ شو
از نفس پائے امید و زندہ شو

بے شک جن علماء و مشائخ کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ امت مسلمہ کی زندگی ہیں، زندہ قومیں اپنے مشاہیر سے پہچانی جاتی ہیں۔ ذکر نہ کیا جائے تو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ کام ہی نہیں کیا گیا، چنانچہ اہل سنت و جماعت کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کی گئی حالانکہ ہمارے مشاہیر نے بڑا علمی اثاثہ ہمارے لئے چھوڑا ہے، ہم نے قدر نہ کی، ان کے اثاثے کی، دیکھ بھال تو کیا کرتے ان کے نام کو بھی زندہ نہ رکھا۔ افسوس

آنچہ ما کردیم برخود ہیچ نابینا نہ کرد

الحمد للہ! گزشتہ تیس چالیس برس سے کام ہو رہا ہے، مشاہیر کے نام بھی سامنے آ رہے ہیں اور ان کی خدمات بھی۔ "انوار علماء اہل سنت" بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ فاضل مؤلف صاحبزادہ پیر سید محمد زین العابدین شاہ زید مجدہ نے ملت اسلامیہ پر بالعموم اور سندھ کے باسیوں پر بالخصوص احسان کیا کہ علماء و مشائخ عظام کے احوال قلم بند کئے اور ان کو زندہ کیا جن کے نام اہل سنت کی یادوں سے مٹتے جا رہے تھے۔ انہوں نے کتاب کی ترتیب و تدوین میں کتنی مشقت اٹھائی اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے در در کی خاک چھان کر بھولی ہوئی شخصیات کے احوال معلوم کئے ہوں۔ ان کی محنت قابل تحسین و آفرین ہے۔ مولی تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کے قلم کو رواں دواں رکھے۔ آمین!

۱۷، رجب المرجب ۱۴۲۳ھ	احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
۲۵، ستمبر ۲۰۰۲ء	کراچی (سندھ)



اہل سنت و جماعت میں بیداری کی لہر

از: ادیب اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری دامت برکاتہم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی مثال ایک سادہ کاغذ کی ہوتی ہے، بعد میں اس پر مختلف رنگ چڑھائے جاتے ہیں، کسی پر دین کا رنگ چڑھایا جاتا ہے اور کسی پر دنیا کا، کسی پر شرک و کفر کی چھاپ لگائی جاتی ہے اور کسی پر لادینیت کی، حدیث شریف میں ہے:

"پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی"۔

(اسمٰعیل بن محمد عجلونی، محدث: کشف الخفاء بحوالہ صحیحین ج ۲، ص ۱۲۵)

اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انسان کے سنوارنے اور بگاڑنے میں تعلیم کا بنیادی دخل ہے، جس طرح اولاد کے لئے خوراک، لباس اور رہائش کا انتظام کرنا والدین اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اس کی دینی اور دنیاوی تعلیم کا انتظام کرنا بھی والدین اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ تعلیم کیلئے صرف کتاب کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے استاد اور مربی کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کتاب کی تعلیمات کا ماہر اور حامل ہی نہیں بہترین نمونہ بھی ہو، اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ جاریہ ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جہاں ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں وہاں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام بھی مبعوث فرمائے، قرآن پاک نازل کیا اور اس کی تعلیم و تفسیر کیلئے اپنے حبیب کریم نبی آخر الزمان ﷺ کو بھیجا، ارشاد ربانی ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ (المائدۃ:۱۵)

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"۔

کتاب مبین سے مراد قرآن پاک ہے تو نور سے مراد نور الانوار، سر الاسرار النبی المختار محمد مصطفیٰ حبیب کبریا ﷺ ہیں۔

قرآن و حدیث میں شخصیات کے تذکرے موجود ہیں اچھی شخصیات کے بھی مثلاً سیدنا آدم، سیدنا نوح، سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ، سیدنا عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور بری شخصیات مثلاً ابلیس لعین، فرعون، ہامان، نمرود، ابولہب وغیرہم تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے درس عبرت ہو اور

انہیں معلوم ہو کہ ہمیں کن کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ۔ (الشوریٰ:۷)

"ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں"۔

پھر نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، حدیث کی کتابوں میں ضمناً بیان کی گئی، بہت سے حضرات نے سیرت طیبہ پر مستقل کتابیں لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کے تذکرے لکھے گئے کیوں کہ یہ حضرات قیامت تک کے لوگوں کے لئے مثالی شخصیات ہیں، پھر احادیث کی صحت، ضعف اور موضوعیت معلوم کرنے کے لئے اسماء رجال کی کتابیں معرض وجود میں آئیں اور تذکروں کے اتنے انبار لگ گئے کہ دنیا کی کسی قوم کے پاس ان کی مثال نہیں ہے۔ کچھ حضرات نے تاریخ کی کتابوں میں شاہان وقت کے ساتھ ساتھ علماء، اصفیاء اور دیگر شعبوں کی نمایاں شخصیات کا بھی تذکرہ کیا، کچھ حضرات نے ایک ایک صدی کے علماء کا تذکرہ مرتب کیا، غرض یہ مسلمانوں کا محبوب اور بامقصد مشغلہ رہا ہے۔

پاک و ہند میں اسلام کا نور پہلے پہل تاجروں کے ذریعے پہنچا، پھر مجاہد اسلام حضرت محمد بن قاسم

ا۔ اسلام، سندھ میں حضرت محمد بن قاسم کے وقت میں نہیں پہنچا بلکہ دور اول میں پہنچا ہے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے مبارک دور میں اسلام سرزمین سندھ پر پہنچ چکا تھا۔ البتہ فاتح سندھ مجاہد اسلام محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے دور میں اسلام کا غلبہ ہوا ہے۔ امام اہل سنت، محدث کبیر، بارہویں صدی کے مجدد، عاشق خیر الوریٰ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ اپنی مشہور تالیف بیاض ہاشمی میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے دو روایتیں سندھ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔

1- محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو وفد ایک سندھ سے دوسرا افریقہ سے ایک ہی دن میرے پاس پہنچا جنہوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔

محدثین کے اصول کے مطابق یہ روایت "مرسل" ہے، جس میں صحابی کا نام نہیں ہے۔ محمد، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں جن کو اپنی والدہ کی نسبت سے محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے۔

2- رسول اکرم ﷺ نے اپنے پانچ صحابہ کرام کا (وفد) اپنے مکتوب مبارک کے ساتھ سندھ کے لوگوں کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ جب وہ سندھ میں قلعہ نیرون (حیدرآباد) کے پاس پہنچے تو سندھ کے کچھ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صحابہ کرام اپنے سندھی میزبانوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ جب کہ تین صحابہ کرام سندھ میں ٹھہر گئے ان کی تبلیغ سے بہت سے سندھیوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کا وصال بھی سندھ میں ہوا اور ان کے مزارات مقدسہ بھی سندھ میں باعث خیر و برکت ہیں۔ (مقدمہ نور القرآن۔ تحفۃ الزائرین ص ۱۰۔ ماہنامہ اظہار کراچی سیرت نمبر دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۳۰)

ایک قدیم مورخ ابن قتیبہ کے مطابق محمد کی والدہ کا تعلق سندھ سے تھا۔ وہ قبیلہ بنو حنیف میں رہتی تھیں اس لئے انہیں حنیفہ کہا جاتا ہے۔ وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

کچھ مزارات مقدسہ ٹھٹھہ اور مکلی کے قبرستان میں بھی ہیں۔ جن کی پرانے لوگ نشاندہی کرتے ہیں اور یہ ناچیز بھی ان کی حاضری دینے کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ ان میں ایک حضرت عبداللہ بن ہندیل ہندلی صحابی ہیں جن کا مزار اقدس مرزا عیسیٰ ترخان کے مزار سے مشرق کی جانب دو تین فٹ کے فاصلے پر ہے اس طرح قصبہ گجو جو ٹھٹھہ سے دس میل پر واقع ہے وہاں بھی شیخ ابو تراب ربیع بن صبیح تبع تابعی المعروف حاجی ترابی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے صحن میں کچھ بوسیدہ قبروں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ (تحفۃ الزائرین ص ۱۳) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے پہنچا جو تین ہزار مجاہدین کے ساتھ راجہ داہر کے ہاں قید چند مردوں اور عورتوں کو رہا کروانے کیلئے آئے تھے اور صرف سندھ ہی نہیں ملتان تک اسلام کا پرچم لہرا گئے،[1] اسی لئے سندھ کو باب الاسلام کہا۔

اسی لئے سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک سرزمین پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کا سہرا، صوفیاء کرام، علماء اسلام اور شاہان مسلمین کے سر بندھتا ہے اور اس خطے میں اسلام کی جڑیں جو گہری ہیں تو یہ اولیاء کرام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ چپے چپے پر آپ کو اولیاء کرام کے مزارات ملیں گے جہاں صرف دن کے وقت نہیں رات کو بھی اجالا رہتا ہے اور اہل محبت حاضر ہو کر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کے دینی اور اسلامی احسانات کا اعتراف کرتے ہیں۔

اسی لئے سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک سرزمین پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کا سہرا، صوفیاء کرام، علماء اسلام اور شاہان مسلمین کے سر بندھتا ہے اور اس خطے میں اسلام کی جڑیں جو گہری ہیں تو یہ اولیاء کرام کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ چپے چپے پر آپ کو اولیاء کرام کے مزارات ملیں گے جہاں صرف دن کے وقت نہیں رات کو بھی اجالا رہتا ہے اور اہل محبت حاضر ہو کر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کے دینی اور اسلامی احسانات کا اعتراف کرتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ زندہ قومیں اپنے محسنوں کو یاد رکھتی ہیں، ان کی تابندہ زندگیوں سے کسب ضیاء کرتی ہیں، ان کی قربانیوں، سرفروشیوں اور جد و جہد کا مطالعہ کر کے اپنی کوتاہیوں کو نوٹ کرتی ہیں اور ان کے ازالے کی کوشش کرتی ہیں، بزرگوں کے مزارات کی حفاظت، ان کے نام پر ادارے، لائبریریاں اور تنظیمیں قائم کرنا، ان کی سوانح حیات لکھنا، ان کی تصانیف کی اشاعت جاری رکھنا، ان کے آثار اور ذاتی لائبریریوں کو محفوظ کرنا، یہ سب کیا ہے؟ یہ ان بزرگوں کے پیغام کو پھیلانے اور مشن کو آگے بڑھانے ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا سرمایہ بزرگوں بلکہ مجذوبوں کے مزارات پر خرچ ہو رہا ہے، قوالوں اور نعت خوانوں پر نوٹوں کی بارش کی جاتی ہے، ہمیں اس سے غرض نہیں کہ ان حضرات کی وضع قطع شرعی ہے یا نہیں، وہ نماز روزے کے بھی پابند ہیں یا نہیں، ہم صرف صورت اور صوت (آواز) کو دیکھتے ہیں، ہم ڈھنگ اور آہنگ کو دیکھتے ہیں، ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ نعت کے نام پر پڑھا جانے والا کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اختصار کے پیش نظر یہ وضاحت کرنی تھی کہ برصغیر میں سب سے اول اسلام سندھ میں آیا اور وہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بذریعہ صحابہ کرام کے نہ کہ کسی تاجر و بیوپاری کے۔ تفصیل کا یہ مقام نہیں کسی اور مقام پر بات کریں گے۔

ا۔ یاد رہے ان دنوں کا سندھ آج والا صوبہ تصور نہ کیا جائے بلکہ آج کے سندھ بلوچستان، پنجاب کا شمالی حصہ اٹک تک اس کی وسعت تھی، راشدی

شریعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہم آہنگ ہے یا نہیں؟ ہمارے سامنے "خدا ہے محمد۔ محمد خدا ہے" جیسے غیر شرعی کلمات کہے جاتے ہیں تو ہم جھوم جھوم جاتے ہیں اور سبحان اللہ! ماشاء اللہ! کہہ کر داد بھی دیتے ہیں، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کے نام بیسیوں دیگیں اور رنگا رنگ کھانے اور پھل مہیا کیے جاتے ہیں اور غرباء کو نہیں مالدار دوستوں کو کھلا کر ہم مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم جنت کے مستحق ہو گئے ہیں، ہم یہ نہیں سوچتے کہ ان تقریبات سے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا ہوا ہے؟ کتنا خوف خدا بیدار ہوا ہے؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کا کتنا جذبہ پیدا ہوا ہے؟ خدارا سوچئے اور کوشش کیجئے کہ ہمارے اندر کوئی صالح تبدیلی پیدا ہو، ہم ایسے کام کریں جن سے خواہش نفس کی تسکین نہ ہو بلکہ رب کریم راضی ہو اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو۔

اس کے برعکس اگر ہمیں دینی دار العلوم قائم کرنے، یا اس کے ساتھ تعاون کرنے کی اپیل کی جائے، یا لٹریچر فری تقسیم کرنے والے کسی ادارے کی امداد کی درخواست کی جائے۔ یا کسی بزرگ عالم کی علمی و تحقیقی کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں گزارش کی جائے، یا لائبریری قائم کرنے کا مشورہ دیا جائے تو ہم پر انقباض کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ہماری جیب سے پانچ دس روپے سے زیادہ نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

سوچئے! کیا ہمارا مزاج علمی ہے؟ یا ہم جذبات کے سہارے جینے کو ہی اصل حیات سمجھتے ہیں؟ اغیار کی عربی کتابیں دس دس، بیس بیس جلدوں میں شائع ہو رہی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر مقبولیت حاصل کر رہی ہیں جب کہ ہمارے ہاں عربی زبان میں ایک جلد کی کتاب کا شائع کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اور اگر کوئی چھاپ ہی دے تو کوئی اسے خریدنے اور پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

ہمارے بارے میں اغیار کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ "یہ جاہلوں کی جماعت ہے" "یہ سب جاہل ہیں" آخر اس پروپیگنڈے کی وجہ کیا ہے؟ یہ وجہ نہیں کہ ہمارے علماء نے کچھ لکھا نہیں، انہوں نے لکھا اور بہت کچھ لکھا، مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں لکھا لیکن بعد میں آنے والوں نے اپنے بزرگوں کے علمی اثاثے کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی، مکتبوں کی اہمیت کو نہیں پہچانا اور لائبریری کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، ڈاکٹر اقبال نے کس دکھ سے کہا تھا؟

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں جا کے یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے اجتماعی طور پر اپنے اسلاف کے تذکرے مرتب کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اپنے پیر صاحب یا استاد صاحب کا تذکرہ چھاپ دیا اور بس! حالانکہ شخص واحد کے تذکرے کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو دو چار سو شخصیات کے تذکرے کی ہوتی ہے۔

ہمیں جماعتی سطح پر اس مسئلے پر غور کرنا چاہئے کہ پاک و ہند کے علماء و مشائخ کا بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص عالم عرب میں جو تعارف ہے وہ مولانا عبدالحی لکھنوی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو (والد ابوالحسن علی ندوی) کی کتاب "نزھۃ الخواطر" عربی کے ذریعے ہے، جو کچھ عرصہ قبل بیروت سے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اسے پڑھنے والا غیر جانب دار آدمی بھی حیران رہ جاتا ہے مثلاً درج ذیل لوگوں کا تذکرہ اس کی آٹھویں جلد میں موجود ہے۔

1- مرزا غلام احمد قادیانی نزھۃ الخواطر (طبع حیدر آباد دکن) ج ۸ ص ۳۴۰

2- حکیم نورالدین بھیروی (مرزائے قادیانی کا نفس ناطقہ) ص ۵۰۷

3- سید ناصرالدین لکھنوی (مجتہد شیعہ) ص ۴۸۸

4- حکیم مہدی شیعی لکھنوی ص ۴۸۳

5- محمد شاہ آغا خان گجراتی (فرقہ آغا خانیہ کا امام) ص ۴۳۲

لیکن اس میں ذکر نہیں ہے تو حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کا نہیں ہے، جنہوں نے جھوٹی نبوت کے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعویٰ پاش پاش کر دیا تھا، اس جلد میں صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت ۱۷ حصے و محشی شرح معانی الآثار) اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، جنرل سیکریٹری صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، سرپرست حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری (جنہوں نے صحیح بہاری کے نام سے چھ جلدوں میں کتاب لکھی تھی جس کی ایک جلد میں تقریباً دس ہزار حدیثیں ہیں) اور اہل سنت کے سینکڑوں افاضل اور مشائخ کا تذکرہ نہیں ہے۔

ایک دفعہ مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی "نزھۃ الخواطر" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

"اپنے چھوٹے چھوٹے علماء کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور ہمارے بڑے بڑے علماء کو اس طرح نظر انداز کیا ہے کہ ان کا نام تک نہیں لیا"۔

اور اگر علماء اہل سنت کا تذکرہ کیا بھی ہے تو طنز اور چوٹ کئے بغیر نہیں رہنے دیا، مثلاً محدث جلیل حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا ہے تو اس کے آخر میں لکھا ہے:

"سنن نسائی اور شرح معانی الآثار امام طحاوی پر ان کے متفرق حواشی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کا علم حدیث میں سرمایہ معمولی تھا"۔ (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۱۷)

امام احمد رضا بریلوی جن کی جلالت علمی کا اعتراف عرب و عجم کے علماء نے کیا ہے، انہیں خراج

تحسین پیش کرتے ہوئے جہاں یہ کہا کہ "فقہ اور اس کی جزئیات پر جتنا عبور ان کو تھا شاید ہی کسی دوسرے کو ہو" اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ وہ حدیث اور تفسیر کا معمولی سرمایہ رکھتے تھے۔ "قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر" (نزهة الخواطر ج ۸ ص ۴۴)

حیرت ہوتی ہے کہ ندوۃ العلماء لکھنو کے ارباب بست وکشاد یہ پروپیگنڈا کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ہم فرقہ واریت سے ماوراء ہیں، اس کے باوجود تنگ نظری کا یہ عالم؟ فیا للعجب

آج سے اٹھائیس سال پہلے ۱۹۷۶ء میں راقم کی کتاب "تذکرہ اکابر اہل سنت" جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے شائع ہوئی تھی، اس میں پاکستان کے ۷۸ اعلماء و مشائخ کا تذکرہ تھا جو اس وقت رحلت فرما گئے تھے۔

الحمد للہ! گزشتہ ربع صدی میں اہل سنت و جماعت میں تصنیف و تالیف اور اشاعت کے کام میں سرگرمی پیدا ہوئی ہے، خصوصاً تذکرہ نگاری کو فروغ ملا ہے۔

مثلاً درج ذیل کتب تذکرہ منظر عام پر آئیں۔

1- **الیواقیت المهریة:** حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی صاحب (چشتیاں شریف) نے علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الثورة الهندية" پر عربی میں حواشی لکھے اور بہت سارے علماء کے تذکرے بھی محفوظ کر دئے، یہ کتاب جون ۱۹۶۴ میں شائع ہوئی۔

2- **تذکرہ علماء اہل سنت:** مولانا محمود احمد قادری مدظلہ نے پاک و ہند کے علماء کا مختصر تذکرہ لکھا جو ۱۹۷۲ء میں کانپور سے شائع ہوا۔

3- **فقہ اسلامی:** مولانا عبدالاول جونپوری کی تصنیف "مفيد المفتي" کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر مصنف کے زمانے تک کے فقہائے احناف کا تذکرہ، جب کہ اصل کتاب میں کتب احناف کا تعارف دیا گیا ہے، سید ارشاد احمد عارف نے اس کے پاکستانی ایڈیشن میں ایک ضمیمہ شامل کیا جس میں چودہویں صدی کے علماء احناف کا مختصر مختصر تذکرہ ہے، جب کہ آخر میں ان علماء کا ایک ایک سطر میں تعارف دیا گیا ہے جو اس وقت حیات تھے، ۱۴۰۱ھ میں یہ کتاب مکتبہ غوثیہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان نے شائع کی اور اب فرید بک اسٹال، لاہور نے بھی شائع کر دی ہے۔

4- **تذکرہ علماء اہل سنت، لاہور:** مکتبہ نبویہ، لاہور کے مالک جناب پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے لکھی اور شائع کی۔

5- **اکابر تحریک پاکستان (دو جلد):** مؤرخ اہل سنت جناب محمد صادق قصوری نے لکھی اور نوری

84925

کتب خانہ، لاہور نے شائع کی۔

6- **تذکرہ علماء ومشائخ سرحد (دو جلد):** پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی مدظلہ العالی نے لکھی اور پشاور سے شائع ہوئی۔

7- **تجلیات مہر انور:** مرزائے قادیانی کے تابوت میں آخری کیل گاڑنے والے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مریدین اور خلفاء کا تذکرہ مولانا شاہ حسین گردیزی مہتمم جامعہ مہریہ، گلشن اقبال، کراچی نے مرتب کیا اور شائع کیا، تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

8- **علماء حق اور فتنہ مرزائیت:** ۳۸۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب نوجوان فاضل صادق علی زاہد نے ترتیب دی اور گنبد خضرا پبلی کیشنز، لاہور نے حال ہی میں شائع کی ہے۔

9- **مشائخ نقشبند:** فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ نور اسلام، شرقپور کا نمبر جو تین جلدوں میں شائع ہوا۔

10- **تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ:** مولانا عبدالمجتبٰی رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور ہندوستان پاکستان دونوں جگہ شائع ہوا۔

11- **باغی ہندوستان:** علامہ فضل حق خیر آبادی اور سلسلہ خیر آبادی سے منسلک علماء کا تذکرہ جس میں علامہ کا عربی رسالہ "الثورة الهندية" اور علامہ ہی کے قصائد فتنة الهند اردو ترجمہ کے ساتھ شامل ہیں، یہ کتاب مکتبہ قادریہ، لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کی۔

12- **خلفائے اعلیٰ حضرت:** یہ کتاب جناب محمد صادق قصوری اور پروفیسر مجید اللہ قادری کی مشترکہ کوشش سے تیار ہوئی اور ۱۹۹۲ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے شائع کی۔ شخصی تذکرے اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اس کے باوجود ضرورت تھی کہ کوئی فاضل کمر ہمت باندھتا اور پاکستان کے چاروں صوبوں کے علماء ومشائخ کے حالات اور تذکرے ڈھونڈ کر جمع کرتا، کیوں کہ بہت سے اہل علم ومعرفت وہ ہیں جن کا تذکرہ کہیں محفوظ نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کریم نے سندھ کے عظیم خاندان "سادات راشدیہ" کے فرزند جلیل حضرت مولانا پیر سید محمد زین العابدین راشدی کثر الله تعالیٰ امثاله (اللہ تعالیٰ ان جیسے بہت سے علماء پیدا فرمائے) کو توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے "انوار علماء اہل سنت" کے نام سے تذکرہ لکھنے کا پروگرام بنایا، مولانا حافظ عبدالکریم قادری رضوی نے مجھے پہلی جلد کی فہرست بھجوائی ہے اور تقاضا کیا ہے کہ میں اس پر مقدمہ لکھوں اس میں صوبہ سندھ کے ایک سو ستر (۱۷۰) علماء اور مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور یہ جلد آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہوگی۔ ان شاء الله تعالیٰ

علامہ راشدی نوجوان فاضل ہیں اور قلم و قرطاس کی اہمیت اور وقت کی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ ہیں، پہلے لاڑکانہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے گزشتہ سال یکم رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو شادمان ٹاؤن، کراچی منتقل ہو گئے ہیں، جہاں بھی رہے قلم کے ساتھ رشتہ برقرار رکھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اردو میں اکیس اور سندھی زبان میں چوبیس تصانیف کے مصنف ہیں جن میں سے کچھ چھپ چکی ہیں اور کچھ منتظر اشاعت ہیں، وہ صرف صاحب علم و قلم ہی نہیں بلکہ حق و صداقت کے علم بردار مسلک اہل سنت کے لئے سراپا درد ہیں اور یہ وہ اوصاف ہیں جو انہیں اکثر علماء سے ممتاز کرتے ہیں۔

الحمدللہ! راقم کے تین تذکرے چھپ چکے ہیں، چوتھا زیر ترتیب ہے، اس لئے مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ زعمائے اہل سنت کے حالات و سوانح جمع کرنا خصوصاً ان حضرات کے جو دنیا سے رحلت فرما گئے ہوں جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے، ہمارے ہاں جمود اتنا گہرا ہے کہ توڑے نہیں ٹوٹتا، گزشتہ چند برسوں میں اگرچہ برف کافی پگھلی ہے تاہم آپ کو ہر طرف گلیشیر فراوانی سے مل جائیں گے۔ ان حالات میں علامہ راشدی کا صرف صوبہ سندھ کے علماء و مشائخ کے بارے میں آٹھ سو صفحات پر مشتمل تذکرہ مرتب کر دینا یقیناً قابل دید و داد ہے اور اس کام کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔

سید راشدی کو اپنے دور کے عظیم عالم و عارف اور مجاہد اسلام حضرت مولانا علامہ مفتی محمد قاسم مشوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کا شرف حاصل ہے، جب ۱۴، رجب ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں آپ کی شادی حیدرآباد دکن کے حسینی سادات کے چشم و چراغ سید احمد علی شاہ مرحوم (بن سید ہاشم علی بن سید سرفراز علی بن سید یوسف علی مدفون چمن قادریہ حیدرآباد دکن) کی صاحبزادی سے ہوئی تو آپ کے پیرخانہ کے صاحبزادے حضرت مولانا منیر احمد صاحب مشوری مدظلہ نے نکاح پڑھایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۰، شوال ۱۵، جنوری ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ کو صاحبزادہ عطا فرمایا جس کا نام سید محمد عطاء المصطفیٰ راشدی رکھا گیا اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اسلاف کا صحیح جانشین اور نمونہ بنائے۔ آمین

شاہ صاحب کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

1- سوانح امام المسلمین: حضرت امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات سندھی زبان میں لکھی، جسے السادات اکیڈمی، لاڑکانہ نے ۲۰۰۱ء کو شائع کیا۔

2- قلم جو بادشاہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں سندھی میں لکھی جو انجمن پیغام رضا، حیدرآباد نے جون ۱۹۹۴ء کو شائع کی۔

3- روشن صبح (سندھی): ردشیعہ میں اصلاحی کتاب مارچ ۲۰۰۰ء میں السادات اکیڈمی لاڑکانہ

کے زیرِ اہتمام طبع ہوئی۔

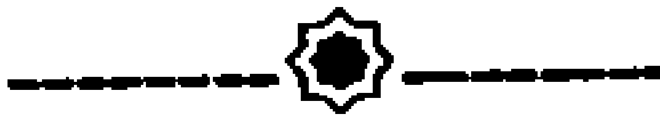
4- جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں: تیس سالہ اخباری تراشوں اور بیانات کا مجموعہ فروری ۲۰۰۲ء میں کراچی سے شائع ہوا۔

5- قاسم ولایت: ۲۹۰ صفحات پر مشتمل اپنے پیر و مرشد حضرت قاسم ولایت، فقیہ الاعظم خواجہ محمد قاسم محدث مشوری قدس سرہ الاقدس کی سوانح و زندگی وغیرہ۔

غرض یہ کہ انہوں نے اپنی زندگی بھرپور علمی، تحقیقی اور تبلیغی کاموں کے لئے وقف کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت اور مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔ کتنا اچھا ہوا گر سید صاحب صرف سندھی زبان میں لکھیں، کیوں کہ ہمارے ہاں سندھی میں لکھنے والے بہت کم علماء ہیں، البتہ جو کچھ سندھی میں لکھیں اس کا اردو ترجمہ کسی فاضل سے کروا کر شائع کر دیں۔

۱۹، رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۵، نومبر ۲۰۰۲ء — لاہور



دریائے اہل سنت کی موجوں کی تصویر

از: محترم جناب پروفیسر شاہ انجم بخاری صاحب

(ایڈیٹر "المصداق" حیدرآباد سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

"انوار علماء اہل سنت" صاحبزادہ سید محمد زین العابدین صاحب کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ ہمیں ان کا واقعی شکر گزار ہونا چاہئے جن کی برسوں کی محنت، جستجو، شوق اور لگن نے نسل نو کی آگاہی کے لئے ایسا مفید تذکرہ مرتب کر دیا ہے جس کے مطالعے سے آنے والی نسلیں نہ صرف فیض یاب ہوں گی بلکہ بجا طور پر فخر کر سکیں گی۔

صاحبزادہ صاحب وادی علم و عمل میں نو وارد نہیں ہیں، تین درجن سے زائد کتب مفیدہ کے مصنف، مؤلف اور مرتب بھی ہیں۔ بے شمار مقالات و مضامین آپ کے قلم سے نکل کر خلق خدا کے دلوں میں گھر کر چکے ہیں۔ موصوف بے قرار طبیعت کے مالک ہیں، ان کی ہر گھڑی نفاذ اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے سوچتے گزرتی ہے۔ انہیں صرف زندوں ہی کی فکر نہیں بلکہ یہ اغیار کے قبضے سے مزارات کو بھی نجات دلوانا چاہتے ہیں۔ صرف انگریز بہادر ہی کو لعن طعن نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں میں چھپی کالی بھیڑوں کو بھی کوستے رہتے ہیں۔ قلم کا بانس بنا کر ذہنوں میں لگے بدعقیدگی کے جالے صاف کرنا تو آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ کبھی آپ لوگوں کی عینکیں بدلتے بھی نظر آتے ہیں۔ جی ہاں، تعصب کی عینک اتروا کر اپنی تحقیق کی عینک لگانے کا مشورہ ہی نہیں دیتے بلکہ اکثر فراہم کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کا ایک پہلو تو رہا جاتا ہے یعنی "روحانی معالج" کی حیثیت سے بھی آپ کی شہرت لاڑکانہ سے کراچی تک پھیلتی جا رہی ہے جس کے لئے آپ "روحانی ہمدرد دواخانہ" بھی چلاتے ہیں، بے شمار روحانی امراض خبیثہ میں مبتلا افراد آپ کے پاس آتے ہیں۔ ان کے علاج کے لئے آپ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور یقیناً ان امراض کو پھونک ہی ڈالتے ہوں گے۔

"انوار علمائے اہل سنت" میں ۲۰۰ سے زائد اہم علمی و روحانی شخصیات کا احوال قلم بند ہوا ہے، جو ایک قابل لحاظ تعداد ہے۔ یہ دریائے اہل سنت کی ان موجوں کی تصویریں ہیں جو صاحب زادہ صاحب

کے قلم نے اپنے ہنر سے محفوظ کر لیں ہیں وگرنہ وقت کی ریت میں جذب ہونے کے بعد ان کا نشان بتا دینا بھی یقیناً مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے اسلاف کی سینکڑوں تصانیف کا حال ہوا ہے۔ پھر یہ ظلم بھی کچھ کم نہیں کہ ہمارے ہی بزرگوں سے جعلی کتابیں منسوب کر کے ایک طرف تو ان کی نیک نامیوں سے اپنے کرتوت چھپانے کی ناکام کوشش کرنا اور دوسری طرف ان بزرگوں کے اخلاف کو وہی گھڑی گئی کتابیں دکھا دکھا کر صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی سعی پیہم کرنا۔

مگر صاحبزادہ صاحب جیسے "جاگنے والے" جب "رکھوالی" کی ذمہ داریوں کو اس طور پر نبھانے لگیں تو ہم جیسے سونے والوں کو جاگتے ہی بنتی ہے۔ اپنی گوناگوں خوبیوں کے حامل اس تذکرے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں حیدرآباد (سندھ) کے بعض علماء کرام پر غالباً پہلی بار قلم اٹھایا گیا ہے مثلاً: علامہ قاضی سید اسد اللہ شاہ فدا، مولانا سید غلام محمد شاہ گدا، مولانا قاضی فتح محمد نظامانی، مفسرِ قرآن سید محمد فاضل شاہ کاظمی، علامہ محمد حسن قریشی علامہ پیر غلام مجدد سرہندی (ماتلی) وغیرہ کے حالات پہلی بار اس ناچیز کے مطالعے میں آرہے ہیں۔ بعض اہلِ علم کے نایاب تذکرے بھی اس گلدستے میں نظر آتے ہیں مثلاً:

مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی، مولانا پروفیسر منتخب الحق قادری، علامہ محمد ایوب دہلوی، قاضی زین العابدین دہلوی، علامہ مولانا عبدالکریم درس، علامہ امیر احمد جودھپوری، مولانا سید خالد فاخری الہ آبادی مفتی سید غلام محی الدین نعیمی، ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی، مورخ اعجاز الحق قدوسی، بلبل ہندوستان خواجہ اکبر وارثی میرٹھی، مولانا ہادی حسن نعیمی وغیرہ کے حالات اسی ذیل میں آتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کی عربی تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر آٹھ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں تقریظ لکھنے والی شخصیت مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹیاروی اور امام احمد رضا سے استفتاء کرنے والی سندھ کی عظیم علمی شخصیت علامہ سید محسن علی شاہ بخاری (میاں جو گوٹھ ضلع شکارپور) کے حالات زندگی بھی اس کتاب میں پہلی بار منظر پر آرہے ہیں یہ انکشاف بھی پہلی بار ہو رہا ہے کہ پیر غلام مجدد سرہندی کے نام سے دو بزرگ گذرے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے بڑی کوشش سے اس تذکرے کا لوازمہ جمع کیا ہے۔ اس تذکرے میں ہر نوعیت کے نایاب و دستیاب مواد سے مدد لی گئی ہے۔ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف سے بھی مسالا حاصل کیا گیا ہے اور خاندانی روایات کو بھی لیا گیا ہے۔

درحقیقت یہ ایک بہت بڑا کام ہے اصولاً تو ہر شخصیت کی سوانح اور خدمات پر علیحدہ اور جامع تحقیقی مقالہ لکھا جانا چاہیئے، مگر افسوس! اب تک ایسا نہیں ہوا۔ صاحبزادہ صاحب نے ضروری مسالا فراہم

کر دیا ہے، اب ہمارا فرض ہے کہ ایک ایک شخصیت پر تحقیقی کام کا آغاز کیا جائے۔ یہ کام جہاں دینی مدارس کی اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ سے لیا جاسکتا ہے وہیں ہماری یونیورسٹیوں میں بھی ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کے لئے تحقیقی مقالات لکھوائے جاسکتے ہیں۔ بلاشبہ صاحبزادہ صاحب کی یہ سعی لائق مشکور ہے، آپ نے اتنا مسالا فراہم کر دیا ہے جس سے ٹھوس علمی اور تحقیقی بنیادوں پر کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے حافظ محمد عبدالکریم صاحب جیسے جواں حوصلہ، خوش عقیدہ، پرُ جوش اور دھن کے پکے افراد کی ایسی ٹیم تیار کر لی ہے جو ان شاء اللہ مستقبل قریب میں ہماری توقعات سے بھی کہیں بڑھ کر خدمت دین وملت انجام دے گی۔

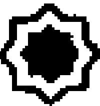
اللہ تعالیٰ ان سبھی کو دین ودنیا میں کامرانیوں سے ہم کنار فرمائے۔ آمین

۱۳، جنوری ۲۰۰۴ء

ناچیز

شاہ انجم بخاری

حیدر آباد سندھ



جلال و جمال

محترم پروفیسر انوار احمد صاحب زئی ایم اے
(ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم صوبہ سندھ)

فن تحقیق، مسلمانوں کی میراث ہے۔ اہل مغرب اپنی سطحی نوعیت کی شعبہ جاتی ترقیوں کا کتنا ہی چرچا کریں، مگر فن روایت وفن درایت کے اصولوں پر استوار اسماء الرجال کا کمال ایسا نقطۂ عروج ہے جہاں تک پہنچنا سوائے مسلمانوں کے کسی کا یارا نہیں۔ اسی فن کے وارث علماء کرام ہیں۔ جہاں اسماء الرجال کے فن کے ذریعے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو زندگی برتنے کے لئے قرآن پاک کے ساتھ بنیاد کی حیثیت حاصل ہے وہاں یہ علم اپنی عملی شکل وصورت میں علماء کرام کی زندگی کا محور نظر آتا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے علمائے حق کی زندگیوں اوران کی خدمات وافکار پر مشتمل کتاب کی تدوین بجائے خود اتنا بڑا کام ہے کہ اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "انوار علماء اہل سنت" ایک ایسی تصنیف بن گئی ہے جس میں جلال بھی ہے اور جمال بھی۔ جلال ان نابغۂ روزگار شخصیت کے کمال کا ہے جنہوں نے اپنی حیات کو ترویج دین اور تہذیب ذات کے لئے وقف کردیا اور جمال ان حضرات کے مُصفّیٰ اور مُجلّیٰ کردار سے عبارت ہے جس میں ایثار، قربانی، خدمت انسانی کے ساتھ علم سے محبت، علم کے پھیلانے کے لئے دور دراز کے سفر حالات سے نبرد آزمائی، دشمنان اسلام سے پنجہ کشی، تصنیف وتالیف، تدریس وتحقیق، تربیت وتطہیر کی ساری منازل جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ اس دور ابتلاء وانتشار میں اپنی سمتوں کو راست اور منزلوں کو راسخ کرنے کے لئے ہمیں ایک رہنما کتاب کی اشد ضرورت محسوس ہورہی تھی۔ زیر نظر کتاب اسی ضرورت کو کما حقہ، پورا کررہی ہے۔

اسی کتاب کے سرسری مطالعے ہی سے واضح ہوجاتا ہے کہ مدون (علامہ راشدی) نے اس کی تدوین میں کتنے دکھ جھیلے اور زخم کھائے ہیں۔ اتنے وقیع نام، ان کے پھیلے ہوئے متنوع کام، ان کے تلامذی سلسلے، ان کے مسالک کے رابطے، ان کے اداروں کے روابط، ان کے معمولات کی نزاکتیں، ان کی خدمات، ان کی قربانیاں، ان کے کارہائے نمایاں، ان کی علمی فتوحات، ان کی روحانی بلندیوں، ان کے کردار کی رونقیں اور ان کے ایمان کی پختگی وارتکاز، سب عنوانات ایسے ہیں جن پر لکھنے کے لئے عمریں درکار ہوتی ہیں، مگر یہ سارا کام، فرد واحد نے کرکے دکھا دیا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مدون

(علامہ راشدی) نے یہ کام کر کے اپنی ذات کو انجمن یا ادارہ تسلیم کروالیا ہے۔ جہاں تک اس کتاب سے استفادہ کا معاملہ ہے میں کہتا ہوں کہ دفترِ معنی ہے، گنجینہ روحانی ہے، جس کا جتنا ظرف ہوگا، اسے اس کتاب سے اتنا ہی حض پہنچے گا اور جس کا ایمان درج ذیل شعر پر ہو، اسے تو ساری دنیا کے علوم سے زیادہ اس کاوش میں مزا آئے گا۔ شعر اقبال کا ہے اور یہ ہے:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

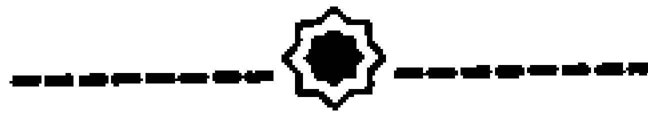
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

۲۷، شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

۳، نومبر ۲۰۰۲ء بروز اتوار

احقر:

انوار احمد زئی (کراچی)



تقدیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم و اٰلہٖ وصحبہ وعلماء ملتہ وسلم

صحبت اہل صفا نور و حضور و سرُور　　　سرخوش و پرسوز ہے لالہ لب آبجوا

(اقبال)

علماءِ حق اہل سنت و جماعت، انبیاءِ کرام علیہم السلام کے وارث، علوم کا گنجینہ، فیض کا خزینہ اور امت مصطفویہ کے پیشوا اور رہنما ہیں۔ علماء، اسلام کا قابل فخر سرمایہ ہیں، اور روشنی کے مینار ہیں۔ جن کے ذریعے عالم میں علم کی روشنی پھیل رہی ہے۔ کفر، جہالت اور بدعت کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں۔ علماء نے ہمیشہ حق کا بول بالا کیا ہے، ابطال باطل ان کی گھٹی میں ملا ہوا ہے، معاشرہ کی اصلاح و فلاح میں ہمیشہ قائدانہ کردار ادا کیا۔ علماء حکیم ہیں انہوں نے قوم کا مرض جان لیا کہ قوم کے قلوب بیمار ہیں، ان کی شفاء "عشق مصطفیٰ ﷺ" میں ہے۔ انہوں نے امت مصطفویہ کو عشق مصطفیٰ سے سیراب کیا۔ انہوں نے ناموس رسالت کی خاطر جان دینے کا درس دیا کہ جان جائے تو جائے لیکن ناموس رسالت پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

غلامانِ محمد ﷺ جان دینے سے گھبرایا نہیں کرتے
سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے

مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے علماء اہل سنت نے اس کا محاسبہ کیا، کفر کا فتویٰ جاری کیا، مناظرے کے لئے سرعام چیلنج دیا اور اس کی ردوتردید میں بے شمار کتب و رسائل لکھ کر شائع کیں۔ تحریک پاکستان میں اہم اور قائدانہ کردار ادا کیا، قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کے لئے جان توڑ کوشش کرتے رہے، ہر مشکل موڑ پر پاکستانی قوم کی رہنمائی فرمائی۔ اس کے علاوہ تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت میں علماء اہل سنت نے جان کی بازی لگادی، گولیاں گالیاں کھائیں، جیل کی کال کوٹھریوں میں قید و بند ہوئے، لاٹھیاں کھائی، اذیتیں جھیلی، سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کی، لیکن اپنے موقف سے نہ ہٹے، نہ بکے، پیارے مصطفیٰ ﷺ سے کئے ہوئے وعدے سے وفاداری کی، اور تحریک کو تمام صعوبتوں کے باوجود جاری رکھا۔

آخر ۱۹۷۴ء کو قانونی طور پر مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں پارلیمنٹ ہاؤس (قومی اسمبلی) سے قادیانی مرزائی احمدی لاہوری کو کافر قرار دلا کر چین کا سانس لیا۔

نہ ہو جو عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے
غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے

علماء اہلسنت نے ناموس رسالت کے ساتھ ساتھ عظمت خلفائے راشدین، حب اہل بیت، احترام صحابہ اور تعظیم اولیاء اللہ کا درس دیا۔ علماء نے نامساعد حالت کے باوجود حالات کی پرواہ کیئے بغیر درس وتدریس، تقریر وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت و مذہب حنفیہ کی نشر و اشاعت، ترویج وطباعت کا کام بغیر کسی دنیوی غرض کے فقط اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودگی کی خاطر سرانجام دیا۔ ان کی بدولت ہزاروں انسان گمراہی سے دامن بچا کر راہ راست پر آ رہے ہیں۔ جہالت کے تاریک اندھیرے میں علم کی روشنی پھیلائی، بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھایا، بدعت و گمراہی کا قلع قمعہ کیا۔ علم کی روشنی پھیلانے میں ان کی بے مثال جدوجہد، لازوال کارنامے اور عظیم قربانیاں ہیں۔ آج جو دین کی روشنی نظر آ رہی ہے یہ سب ان بوریہ نشین علمائے حق کا صدقہ ہے جنہیں آج انتہا پسند اور بنیاد پرست کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ انہوں نے دین کا کام ایک مشن کے طور پر سرانجام دیا۔ توکل اور للّٰہیت ان کا خاصا تھا، تنگدستی کے باوجود دست دراز نہ کیا، فاقہ کشی میں بھی اپنے خون و پسینہ سے دین کی شمع کو روشن رکھا۔ ان کی خلوص بھری زندگی ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے علماء حق کے فضائل وکمالات میں درج ذیل مضمون قلم بند فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

لَیۡسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ لَّمۡ یَعۡرِفۡ لِعَالِمِنَا حَقَّهٗ۔

''یعنی جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے''۔

مندرجہ بالا حدیث کو حضرت امام احمد بن حنبل، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

پھر اگر وہ ان عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے تب تو وہ صریحاً کافر ہے اور علم کی وجہ سے تو ان کا ادب فرض مانتا ہے۔ لیکن دنیا کی کسی اور خصومت اور معاملے کے سبب ان کو برا کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے تو ایسا شخص سخت فاسق اور فاجر ہے اور بغیر کسی سبب رنج کے ان کو برا کہتا ہے تو ایسا شخص مریض القلب اور خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے کہ کہیں مرنے کے وقت وہ کافر ہو کے نہ مرے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے:

من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر۔

یعنی، جس نے کسی عالم سے بغیر کسی سبب کے بغض رکھا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے جیسا کہ امام طبرانی نے سنن کبیر میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت لائے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق۔

''یعنی ان علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق''۔ (فتاویٰ رضویہ)

علمائے حق جو دین کے سچے حامی، شریعت مصطفویہ کے صحیح ناشر، اور اسلام کے داعی ہیں۔ وہ خود دین پر چلتے ہیں اور دوسروں کو چلاتے ہیں۔ مخلوق کو شیطان کے دجل و فریب سے بچاتے ہیں۔ ایسے علمائے حق، کلمات خداوندی میں، وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْن۔ (پ حٰم السجدۃ: ۳۳) کے مصداق ہیں۔ جو جہاد بالقلم، جہاد باللسان اور جہاد بالنفس کے محاسن سے آراستہ، علوم دینیہ (معارف قرآنیہ، نکات حدیثیہ، اور فقہی مسائل وغیرہ) کے صرف عالم ہی نہیں بلکہ ناشر و مبلغ بھی ہیں جن کی زندگی کے ہر لمحہ سے بجا طور پر ہم درس عمل، اصلاح احوال، اخلاق کی پاکیزگی، نیت کی ستھرائی اور عمل میں جدوجہد کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔ (رفیق علم ۱۹۹۷ء)

اللہ کریم نے قرآن کریم میں فرمایا: سچوں کے ساتھ رہیں۔ (التوبۃ: ۱۱۹) اور تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للعلی قاری) یعنی صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

کون سچے؟ وہ جو ایمان کے سچے، عقیدے کے سچے، قول و فعل کے سچے، سیرت کے سچے، کردار کے سچے، ایسے سچوں کو ''صالحین'' کہا جاتا ہے۔ یعنی صالحین کے ساتھ رہیں اور صالحین کی صحبت سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذکر کے وقت رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔ نزول رحمت سے گناہ مٹ جاتے ہیں، قلوب صاف ہوتے ہیں، سینے شفاف ہوتے ہیں اور آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب صالحین کی صحبت سراپا نیکی ہے جن کی صحبت بافیض نسبت باکمال سے انسان میں انقلاب رونما ہو جائے، سوچ میں انقلاب، فکر و خیال میں انقلاب اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سیرت مصطفویہ کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور یہی زندگی کا مقصد ہے کہ نفس شریر مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔

ان صالحین کے عدم دستیابی کی صورت میں ان کی سیرت، اقوال زرین، ملفوظات و تعلیمات و حالات ان کی صحبت سے کم نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: ذکر خیر کم نہیں وصل یار سے۔

یارہ پرین وت، یا کجھ پرین جی پچار
تھین کان دار شل قادر کھن کی نہ کری (شاہ)

علماء "شعائر اللہ" (اللہ تعالیٰ کی نشانیاں) ہیں۔ ان نشانیوں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض منصبی بنتا ہے۔ علماء، حضور ﷺ کے (علم) کے وارث ہیں، ان وارثوں کی تعظیم وتوقیر، صحبت وخدمت کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ علماء، قرآن حکیم کے شارح ہیں، دین اسلام کے ستون ہیں، علماء، اُمت مصطفویہ کے رہبر ورہنما ہیں۔ اسی لئے ان سے تعلق کو مستحکم ومضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم بھی اسی لئے چاہتے ہیں کہ ان حق کے میناروں کے حالات وواقعات کو قارئین کی نذر کریں، ان کی علمی وفکری نشست کو محفوظ کریں تاکہ رحمت الٰہی کے حصول کے ہم بھی مستحق ٹھہریں۔

مصر کے نامور دانشور محمد حسین ہیکل رقمطراز ہیں: ماضی سے باخبر ہونا نہایت ضروری ہے۔ ماضی ہی وہ اصل ذریعہ ہے جن سے ہم حال کی تشخیص اور مستقبل کی تدبیر کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

(سیرت عمر فاروق ص ۲۸)

اسی لئے احقر نے "سندھ کے دو مسلک" میں علماء حق کی وہابیت دیوبندیت وغیر مقلدیت کے خلاف تاریخی جدوجہد کو مختصر مگر جامع بیان کیا۔ دوسری کوشش "سندھ میں اہل سنت اور شیعیت ایک جائزہ" (بشمولہ کتاب روشن صبح مطبوعہ لاڑکانہ) ہے، جس میں علماء حق کی روافض کے خلاف تاریخی جدوجہد کی ایک مختصر تاریخ رقم کی۔

سندھ کی دینی تاریخ کے حوالہ سے تیسری کوشش وکاوش "انوار علمائے اہلسنت" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ سندھ کے اکابر واصاغر علماء اہل سنتؒ کی سیرت وسوانح، حالات وواقعات پر مشتمل یہ پہلا مجموعہ ہے۔ اس سے قبل اہل سنت کی جانب سے اس طرح کی کوشش نہ کی گئی، اس لئے مخالفین کو موقع مل گیا انہوں نے ہمارے بزرگوں کے حالات کو بگاڑ کر پیش کیا، ان پر الزامات اتہامات لگا کر دیانت وشرافت کی چادر کو تار تار کردیا۔

مولوی دین محمد وفائی نے "تذکرہ" میں علماء اہل سنت کے آپس کے اختلافات کو خوب اُچھالا ہے، اس لئے اختلافات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ اصل حقائق سامنے آسکیں۔

اختلافات کیا ہیں؟ اختلافات کی دو قسم ہوتی ہیں۔

1- اعتقادی ونظریاتی واُصولی اختلاف۔ جیسے حق وباطل کے درمیاں، اہل سنت بریلوی کے (نئے فرقے) وہابی دیوبندیوں کے ساتھ، اہل سنت کے اہل حدیث غیر مقلدین کے ساتھ، اہل سنت کے شیعہ روافض کے ساتھ، اہل سنت کے قادیانی مرتدین کے ساتھ، اہل سنت کے مودودی کی جماعت اسلامی کے ساتھ، اہل سنت کے منکرین حدیث کے ساتھ، یعنی منکرین رسالت کے مختلف گروہوں کے ساتھ جو بھی اختلافات ہیں یہ اصولی واعتقادی ہیں، فروعی ہرگز ہرگز نہیں

ہیں۔ان اختلافات کو ظاہر کرنے میں حق کی امداد اور باطل کی تردید کرنا ایمان کی حفاظت ہے۔

2- دوسرے اختلاف ہیں علمی/فقہی یا تحقیقی نوعیت کے ایک عالم کے فروعی مسائل میں دوسرے عالم کی تحقیق سے اختلاف۔جیسے کالج/یونیورسٹی کے پروفیسر کی دوسرے پروفیسر کی تھیوری/تحقیق سے اختلاف، یہ علمی اختلاف، اُمت کے لئے رحمت ہیں۔زحمت نہیں، جب کہ ادب و تعظیم کو پیش نظر رکھا جائے اور ایک دوسرے کی تذلیل و توہین نہ کی جائے اس سے ترقی و تحقیق کی انیق راہیں کھلتی ہیں۔

ان دونوں اختلافات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔باطل کے خلاف اختلاف الگ چیز ہے اور اپنے ہی مسلک کے عالم کی رائے سے اختلاف الگ چیز ہے۔اس چیز کو سمجھنا چاہئے!!! اب میں اصل موضوع کی جانب آتا ہوں کہ مولوی دین محمد وفائی (ایڈیٹر ماہنامہ توحید کراچی) نے علمائے اہل سنت کے پاس علم کی تحصیل کی، لیکن طبیعت میں ٹھہراؤ نہیں تھا، اس لئے دیوبند کے مبلغ کانگریس کے ترجمان عبید اللہ سندھی کی صحبت میں پکے وہابی بن گئے۔لیکن ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں دیوبندیت سے ترقی کر کے اہل حدیث غیر مقلد بن گئے تھے۔علماء سندھ پر "تذکرہ مشاہیر سندھ" (۳ جلدیں) نامی کتاب لکھی۔کتاب تعصب کا شکار ہے، علماء حق کی اصل تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔بار بار علماء کے علمی اختلافات کو اچھال کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں جیسا کہ علماء کا کام ہی جھگڑا کرنا ہے۔حالانکہ علمی تحقیقی فیلڈ میں اختلاف کرنا کوئی معیوب سی چیز نہیں ہے بلکہ ذہنی ارتقاء کی دلیل ہے۔ سائنس کے ہر شعبے میں کالج کے پروفیسروں کی تحقیقات ایک جیسی نہیں ہوتی ہے۔

جیسا حرکت زمین کا نظریہ فیثا غورث کا ہے۔جس کی تائید ریاضیات کے ماہر پروفیسر کاپرنیکس نے کی اور یہ نظریہ پھر سے زندہ ہوا۔۱۸۸۰ء میں پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن نے ایک تجربہ کیا، جس سے اس نظریہ کا رد ہوتا تھا لیکن انہوں نے پھر اس کی ایسی توجیہہ کی جس سے یہ نظریہ ثابت ہو گیا۔مگر بقول سید محمد تقی (کراچی) یہ سائنس کی تاریخ کی سب سے زیادہ غیر عقلی توجیہہ تھی (اخبار جنگ کراچی)۔اب تو ایک سو سے زیادہ آئین اسٹائن کے ناقدین پیدا ہو چکے ہیں۔دور جدید کے سائنس دان پروفیسر وائن برگ نے اپنی کتاب The First Three Minutes (مطبوعہ گلاسکو ۱۹۸۱ء) میں ایک ایسے تجربے کا ذکر کیا ہے جس سے نظریہ حرکت زمین کا بطلان ہوتا ہے۔(محدث بریلوی ص ۱۰۹)

سائنس کے حوالہ سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اصل بات یہ ہے کہ وفائی صاحب سے وفا مشکل ہے وہ تذکرہ میں اہل سنت و جماعت کے پیشوا شمس العارفین حضرت سید رشید الدین شاہ راشدی

کو وہابی (اس موضوع پر ایک مقالہ "پیر صاحب بیعت والے کا مسلک مبارک" سندھی میں چھپ چکا ہے) اور انگریز کے وفادار غلام مرزا قلیچ بیگ عقیدتا شیعہ تھے اس کو سنی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (جس کی تردید فقیر نے روشن صبح (سندھی میں کی ہے) یہی رنگ پوری کتاب میں موجود ہے، حق و باطل کے درمیان حد فاصل کی کوئی احتیاط نہیں رکھی گئی۔ اور کسی بزرگ کو حنفی کے ساتھ اہل حدیث غیر مقلد تک لکھ دیا حالانکہ حنفی، غیر مقلد نہ ہوگا اور غیر مقلد، حنفی نہیں ہوگا۔ یہ تو سراسر منافقت ہے اور یہی ان کا اپنا رنگ ہے جو کہ ان کے قلم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اسی بے وفا آزاد قلم نے قطب دوران حضرت سید محمد امام الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا: اگرچہ عملی زندگی فقہ حنفی کے مطابق تھی مگر میلان اہل حدیث کی طرف تھا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص، تذکرہ اولیائے سندھ ص۹۲ علمی کتاب گھر کراچی) بعد والوں نے آنکھیں بند کر کے بے وفا کی وفا پر یقین کر کے تذکرہ سے حوالہ لے لیا، جس کے سبب مزید غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

اگر حضرت قبلہ کا اہل حدیث کی جانب میلان ہوتا تو پھر امام اہل محبت، فخر احناف، غوث الزمان فقیہ اعظم بحر العلوم شیخ الشیوخ حضرت خواجہ علامہ مفتی محمد قاسم المشوری قدس سرہ العزیز کس طرح بیعت، سالہا سال صحبت اور بعد میں خلافت کیسے حاصل کرتے؟ سوچئے بار بار!!!

معلوم ہوا کہ وفائی صاحب نے تاریخ دیانت و تحقیق سے لکھنے کی بجائے تاریخ میں بگاڑ کا فریضہ انجام دیا۔ یہ ہماری بدنصیبی کہیں یا غفلت کہ قیام پاکستان کے بعد سندھ یونیورسٹی، سندھی ادبی بورڈ، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ و دیگر سرکاری با اثر علمی و اشاعتی اداروں پر قیام پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مخالف کانگریسی مزاج کے لوگ قابض رہے۔ اور ہمارے لوگ پاکستان بنانے کے بعد خانقاہ و درسگاہ تک محدود ہو گئے، جس کے لئے مخالفین کو راستہ صاف نظر آیا اس لئے انہوں نے ہر حربہ ہمارے خلاف استعمال کیا۔ سندھ میں مولوی قاسم نانوتوی کے ترجمان اور عبید اللہ سندھی کے تربیت یافتہ مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی دیوبندی (سندھ یونیورسٹی جامشورو میں عربی شعبہ کے سابق سربراہ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد کے چیئرمین اور کئی عہدوں پر فائز رہے) ہیں، انہوں نے وفائی کے کام کو آگے بڑھایا۔ جن لوگوں نے ان کی نگرانی میں پی، ایچ، ڈی کے لئے مقالے لکھے، ان کا حال بھی کچھ مختلف نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر جمن ٹالپر صاحب نے قاسمی صاحب کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا جو کہ بعد میں "سندھ جا اسلامی درسگاہ" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ اس کا بھی وہ ہی رنگ جو تذکرہ مشاہیر سندھ کا ہے اور بعض مقام پر قاسمی صاحب کی ذاتی ڈائری معلوم ہوتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں ان کی تحقیق کی ایک جھلک حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری شیخ الحدیث دار العلوم

امجدیہ کراچی کا نام "مولانا غلام مصطفیٰ" لکھا ہے (عبد نہ لکھنا ان کے متعصب ہونے کی دلیل ہے)۔ مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کا نام "مولانا خلیل الرحمٰن"، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی بانی و مہتمم مرکزی دارالعلوم امجدیہ کراچی کا نام "مولانا ظفر علی، علامہ مفتی محمد حسین قادری شیخ الحدیث و بانی مرکزی دارالعلوم غوثیہ رضویہ سکھر کا نام مولانا محمد حسین، مفکر اسلام جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کا نام "شجاعت علی" لکھا۔

ان علمی و عالمی شخصیات کے علمی مقام کو اجاگر نہ کرنا ایک غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے ورنہ نام میں ردوبدل کا کیا سبب ہوسکتا ہے؟ ڈاکٹریٹ کے مقالے کی دیانت کا یہ حال ہے تو اس قبیل کا دیگر لٹریچر اس سے بعید نہ ہوگا۔

مولوی عبدالوہاب چاچڑ دیوبندی نے ماہنامہ شریعت (سندھی) سکھر کا "سوانح نمبر" ۱۹۸۱ء کو نکالا، اس میں بھی وہ ہی رنگ ہے۔ علمائے اہل سنت پر جب اغیار قلم اٹھائیں گے تو صاف صاف کیسے لکھیں گے، اپنی طرف سے کیچڑ اچھالنے کی ضرور کوشش کریں گے اور ایسا کرتے رہے ہیں۔

اس کی دیانت کی جھلک دکھانے کے لئے صرف ایک حوالہ نذر قارئیں ہے، امام اہل سنت، عاشق خیر الوریٰ حضرت علامہ عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ الاقدس کو "وہمی" لکھا ہے۔

کراچی کے ڈاکٹر وفا راشدی بنگالی (یہ بنگالی نژاد اپنے کو راشدی لکھتا ہے) غلام مصطفیٰ قاسمی دیوبندی کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں، اس لئے ان کی آنکھوں پر "دیوبندی عینک" چڑھی رہتی ہے۔ اسی لئے پیشوائے سلسلہ قادریہ، تاجدار طریقت، شیخ الشیوخ، حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی اول المعروف پیر صاحب تجر دھنی قدس سرہ (صاحب ملفوظات خزانة المعرفة) ابن امام العارفین، غوث العالمین، محبوب رب العالمین، شیخ اعظم سندھ و ہند حضرت سید محمد راشد المعروف پیر صاحب روضے دھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار مقدس راشدیہ پیران پگارہ (پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس، سندھ) کے متعلق لکھا کہ "سید صبغت اللہ راشدی پیر صاحب پگارہ اول سید احمد رائے بریلوی وہابی کا ہم مسلک تھا"۔ (نقش مہران ص ۲۰۳، تذکرہ علماء سندھ ص، اکابر قادریہ ص ۲۴۴ مطبوعہ قادری مسجد سولجر بازار کراچی۔ صوفیائے سندھ ص) اس مفروضہ کا جواب عرصہ قبل حکیم اہل سنت حضرت علامہ محمد رمضان علی قادری صاحب پوری تفصیل سے "تاریخ وہابیہ" میں تحریر فرما چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس مفروضہ کو نقل کرنے سے کیا فائدہ؟ حال ہی میں ایک ڈاکٹریٹ کا مقالہ بعنوان "سندھ کے اکابر قادریہ کی علمی و دینی خدمات" کے حوالہ سے شائع ہوا ہے، جس میں یہ مفروضہ ڈاکٹر وفا کے حوالہ سے بغیر سوچے سمجھے شامل کیا گیا ہے۔ یہ ہے آج کل کی ڈاکٹریٹ کے مقالات کا حال۔

تذکرہ علمائے سندھ کے ٹائیٹل پر عبید اللہ سندھی کی تصویر دی گئی ہے (عبید اللہ سندھی کے مسلک کو "سندھ کے دو مسلک اور امروٹی کے اصلی روپ" میں واضح کر چکا ہوں) اور یہ کتاب بھی ڈاکٹر وفا صاحب کی بے وفائی کا بین ثبوت ہے۔ تذکرہ سندھ کے علماء کا اور تصویر عبید اللہ کی، یہ ہے وہابی ذہنیت کے کرشمے۔ اہل سنت و جماعت کے خلاف غلط بیانی کی ایک مختصر جھلک پیش کرنے کے بعد اپنا مضمون سمیٹنا چاہتا ہوں۔

اردو میں علماء اہل سنت پاکستان کی دینی علمی اور ملی خدمات جلیلہ پر یہ پہلی کوشش نہیں بلکہ اس سے پہلے مجموعہ کی صورت میں کافی کام ہو چکا ہے۔ مثلاً: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور (علامہ اقبال احمد فاروقی) تذکرہ علماء اہل سنت (مولانا محمود احمد قادری کانپوری انڈیا) تعارف علماء اہل سنت (مولانا محمد صدیق ہزاروی) تذکرہ اکابر اہل سنت، تذکرہ ابرار ملت، عظمتوں کے پاسبان (علامہ عبدالحکیم شرف قادری) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس (مولانا جلال الدین قادری گجراتی) اکابر تحریک پاکستان، تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، تحریک پاکستان اور علمائے کرام۔ (میاں محمد صادق قصوری) انفرادی کتابوں کی الگ طویل فہرست ہے۔ جیسے ہفت روزہ الہام بہاولپور کا "علامہ فضل حق شہید خیرآبادی نمبر" وغیرہ وغیرہ۔

لیکن فقیر نے اس مجموعہ میں فقط سندھ کے حوالہ سے کام کیا ہے۔ کراچی تا کنگری اور کارونجھر تا کینجھر تک سندھ باب الاسلام کے اہل علم کے حالات کو جمع کیا ہے۔ جن میں خطیب مقرر شعلہ بیان، مدرس یگانہ، مصنف محقق، مناظر، عالم باعمل، صوفی باصفا، فقیہ باریک بین، مفسر قرآن، محدث حدیث، عابد شب خیز، صائم الدھر، قائم اللیل، اعلی منتظم و مہتمم، اور رقیق القلب شاعر بھی کچھ موجود ہیں۔

مرحوم علماء اہل سنت کے حالات زندگی حاصل کرنے کے لئے کن دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرنا پڑا اس کا اندازہ وہ کر سکتے ہیں جن کا کبھی کسی موضوع پر لکھنے سے واسطہ پڑا ہوگا۔ حصول مواد کے لئے برسوں بے شمار کتابوں، ادبی رسائل اور اخبارات کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ سندھ کا سفر کیا، در در کی خاک چھاننی پڑی۔ علماء ادباء و دانشور حضرات اور علماء کے خلف سے خط و کتابت اور فون پر بات کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا، ایک مست کی طرح دن رات کام کیا جہاں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی وہاں پہنچ جاتا کسی کا بھی پتہ ملتے ہی فوراً تحریری رابطہ کیا، بعض اوقات ایک سوانح کے حصول کے لئے بے شمار خطوط مختلف حضرات کو لکھے گئے کہ کہیں نہ کہیں سے سراغ مل جائے، لیکن حصول مواد ممکن نہ ہو سکا۔

بعض حضرات کو ایک سوانح کو مکمل کرانے کیلئے بار بار استفساری خطوط لکھے گئے، اکثر سستی اور عدم دلچسپی کے نظارے ہوئے اور عدم معلومات کے بھی، بعض کو باپ دادا کی سوانح کا نہ ادراک ہے اور نہ احساس۔ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنہوں نے اس ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس تاریخی

کام میں تعاون کیا۔

حتی الامکان یہ کوشش پیش نظر رہی ہے کہ مرحومین کے کوائف مستند ومعتبر ذرائع سے حاصل کئے جائیں اس سلسلہ میں تمام ممکن ذرائع کو بروئے کار لایا گیا۔

اس کے باوجود کہیں خامی وکمی بیشی نظر آئے تو از راہ کرم اس کی نشاندہی فرمائیں۔ جن علمائے اہل سنت کا ذکر خیر اس جلد میں رہ گیا ہے یا تفصیلی نہ آسکا ہے تو ان کے محبین و مخلصین سے گذارش ہے کہ وہ اولین فرصت میں مواد کے حصول میں معاونت فرمائیں تا کہ دوسری جلد آسانی سے تیار کرسکیں اور جلد ثانی کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکیں۔

یہ علماء اہل سنت کی نیمروز آفتاب کی طرح روشن تاریخ ہے، یہ ہماری تاریخ ہے، یہ ہم سب اہل سنت وجماعت کی تاریخ ہے۔ اس لئے ہم سب کو مل کر کام کرنا ہوگا۔

فقیر راقم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہے یہ تو قارئین ہی صحیح فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ لیکن:

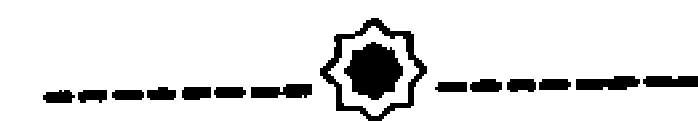
میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر ۔۔۔ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے محبوب حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے فقیر ناچیز کی کوشش وسعی کو اپنے حضور میں قبول فرمائے آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ

یکم رجب المرجب ۱۴۲۳ھ ۔۔۔ صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی غفرلہ الہادی

۸، ستمبر ۲۰۰۲ء ۔۔۔ (کراچی)

نوٹ: ستمبر ۲۰۰۲ء کے بعد بھی اشاعت تک حصول مواد کی کوشش جاری رہی اس لئے آخری مرحلہ تک مواد کو شامل کرتے رہے ہیں۔



قطعہ تاریخ اشاعت

از: صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی (ایم اے۔ موہنیاں شریف ضلع گجرات)

انوار علمائے معظم اہل سنت

۲۰۰۶ء

مقبول التواریخ

۱۴۲۶ھ

پیر زین العابدین سرمایہ اہل وفا
زبدۂ اہل بصیرت صاحب فہم و ذکا

آپ کو حق سے ودیعت خوبیاں ہیں بے بہا
عظمت و ناموس قرطاس و قلم سے آشنا

عہد نو میں آپ ہیں خاصان حق کی یادگار
• رنگ نمایاں آپ کی سیرت میں ہے اسلاف کا

آپ کی تالیف ہے یہ بے نظیر و لاجواب
فائدہ اس سے اٹھائے گا ہر اک شیخ و فتا

ان نفوس قدسیہ کا ہے یہ ذکر جانفزا
خدمت دیں میں رہے مصروف جو صبح و مسا

ان کے ہاتھوں میں تھا قرآں اور زباں پر تھی حدیث
ان کے سینوں میں تھی تاباں شمع عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سرزمین سندھ نے پایا ان کے قدموں سے شرف
جن کو فرمایا گیا ہے وارثان انبیاء

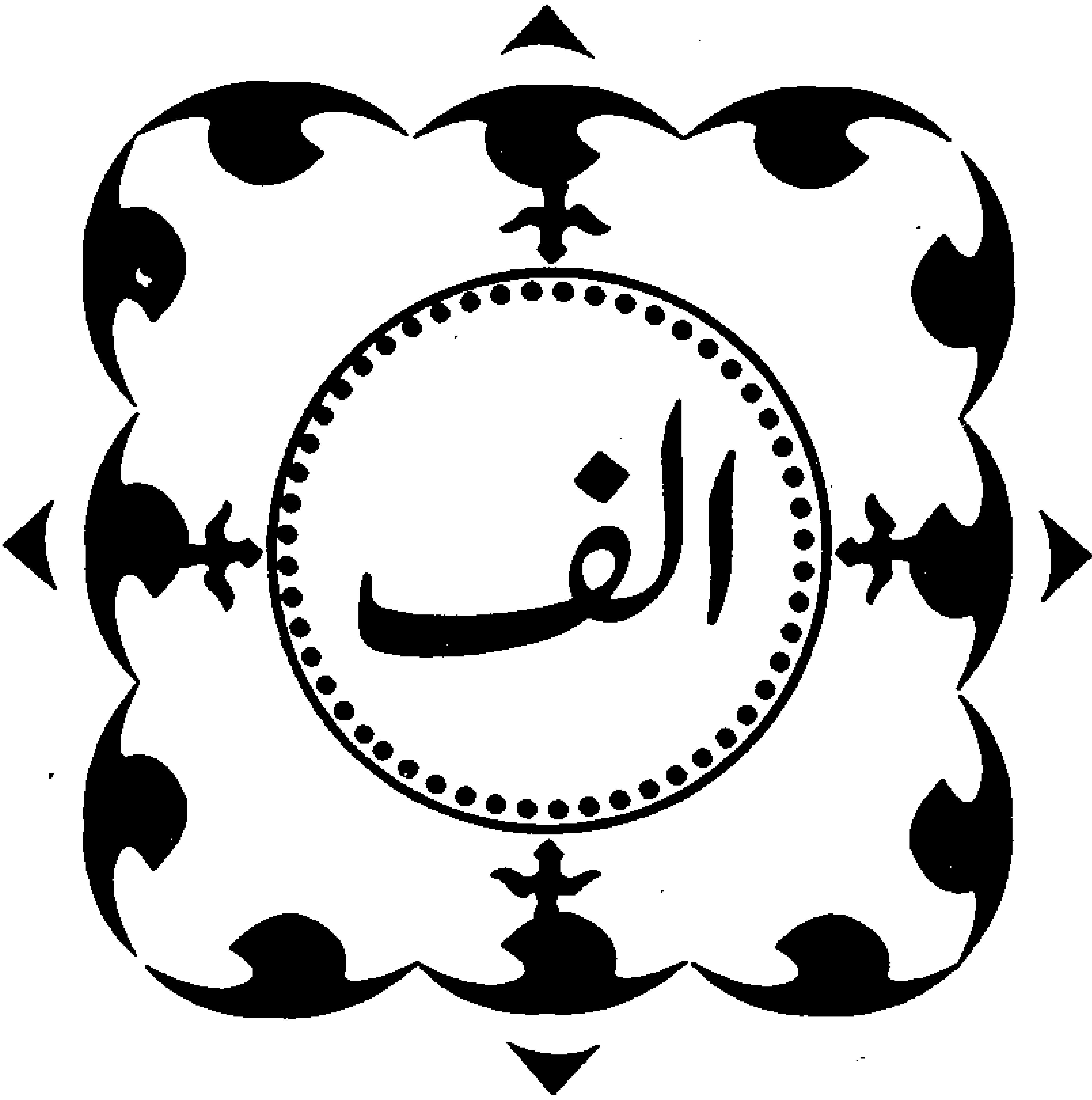
مٹ سکیں گے نہ جہاں سے ان کے لافانی نقوش
ان کی یادوں کا رہے گا تا ابد روشن دیا

آپ کی کاوش ہے یہ تاریخ میں اک سنگ میل
لفظ ہے ہر ایک اس کا دلنشین و دلکشا

کوزے میں بند کر دیا تاریخ کا ایک زریں باب
دیکھ کر اس کو کہیں گے اہل ایماں مرحبا!

جستجو فیض الامین کو تھی سن تدوین کی
غیب سے آئی صدا "شیریں کتاب پرضیاء"

۲۰۰۶ء


الف

محدث کبیر علامہ ابوالحسن کبیر ٹھٹوی المعروف علامہ سندھی

محمد نام، ابوالحسن کنیت، نور الدین لقب، المعروف علامہ سندھی، محمد بن عبدالہادی سندھی ٹھٹوی ثم مدنی حنفی۔ ٹھٹھہ (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ٹھٹھہ میں ہی تعلیم و تربیت ہوئی، ٹھٹھہ کے علماء و فضلاء سے علوم کی تحصیل کی، تکمیل علوم کے بعد ٹھٹھہ میں تدریس کا شغل اختیار کیا اور جلد طلبہ کا مرجع بن گئے اور محققین علماء میں شمار ہونے لگے۔ پھر حجاز مقدس کا سفر کیا اور وہاں شیوخ حرم سے احادیث مبارکہ کا سماع کیا۔ محدث حرم علامہ ابراہیم کردی کورانی، شیخ محمد بن عبدالرسول برزنجی مدنی (ان کی کتاب **الاشاعة لاشراط الساعة** کا اردو ترجمہ "قیامت کی نشانیاں" کے نام سے شیخ القرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری نے کیا اور بزم اویسیہ رضویہ پبلشرز کراچی نے ۲۰۰۴ء میں اشاعت کا اہتمام کیا ہے) اور شیخ عبداللہ بن سالم وغیرہ سے استفادہ کیا اور سند لی۔ دو برس تک حرم مکہ میں مجاورت اور قیام کے بعد مدینہ منورہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔ (فوائد جامعہ ص ۲۱۶ مطبوعہ ۱۹۶۴ء)

درس و تدریس: حرم نبوی میں حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس دینا شروع کیا۔ علم و فضل اور فہم و فراست کے ساتھ زہد و ورع، صلاح و تقویٰ، اتباع سنت اور اخلاص کی صفات سے بھی متصف تھے۔ حرم نبوی میں بھی ان کی ذات سے طلبہ کو بڑا فائدہ ہوا۔ (ایضاً) علامہ سندھی نے حرم نبوی میں موطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، صحاح ستہ، تفسیر بیضاوی اور فقہ حنفیہ میں ہدایہ شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

مخدوم امیر احمد رقمطراز ہیں: علامہ سندھی نے مدینہ منورہ میں "**مدرسة الشفا**" قائم کیا تھا جو کہ آج بھی قائم ہے اور ترکی کے اوقاف میں شامل ہے۔ (الرحیم جولائی ۱۹۶۳ء ص ۳۲)

نجدیوں وہابیوں کو شفا لفظ میں شرک و بدعت نظر آنے لگی۔ اس لئے دینی درسگاہ کو تباہ و برباد کر کے اپنے ملحد ہونے کا اعلان کیا۔

مدرسہ کو "**مدرسة الشفا**" کہنے کی کیا وجہ تھی اس سلسلہ میں دو روایات ہیں:

1- ایک روایت کے مطابق اس مدرسہ میں عاشق خیر الانام امام قاضی عیاض مالکی اندلسی قدس سرہ (متوفی ۵۴۴ھ) کی مشہور کتاب **الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ** (اس کا نہایت فصیح و بلیغ اردو ترجمہ مولانا عبدالحکیم اختر مجددی نے کیا ہے) جو کہ حضور پاک صاحب لولاک ﷺ

کے خصائص فضائل معجزات و کمالات پر مشتمل ہے۔اس کا علامہ سندھی بڑے اہتمام سے درس دیا کرتے تھے۔

2- دوسری روایت کے مطابق فوج کا ایک سالار جو کہ لاعلاج مرض میں مبتلا تھا، علامہ سندھی کی جانب رجوع ہوا۔علامہ کی مقبول دعا کے سبب انہیں کامل شفا ملی اور وہ تندرست ہو گیا۔بعد میں اس سالار نے علامہ کیلئے مدرسہ تعمیر کروایا جو کہ "مدرسة الشفا" کے نام سے مشہور ہوا۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ) اس سے معلوم ہوا کہ علامہ سندھی مستجاب الدعوات کامل ولی اللہ تھے۔

تصنیف و تالیف: علامہ سندھی نے (۱-۶) "حواشی علی الصحاح السة" یعنی حدیث کی مشہور چھ کتابوں پر عربی میں حواشی (یعنی مختصر و جامع شرح) لکھی۔البتہ جامع ترمذی پر حواشی مکمل نہ ہو سکی۔سنن ابن ماجہ پر حواشی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

بخاری اور سنن ابن ماجہ مکرر طبع ہوئے ہیں۔سنن نسائی پر حواشی ہندو پاک اور مصر سے شائع ہوئی ہے۔صحیح مسلم پر حواشی جو کہ بالکل مختصر ہے ملتان سے شائع ہوئی ہے۔سنن ابی داؤد کا حاشیہ جس کا نام "فتح الودود شرح سنن ابی داؤد" ہے اب تک شائع نہیں ہوئی اس کا ایک قلمی نسخہ درگاہ شریف پیر جو جھنڈہ (ضلع حیدر آباد) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

7- حاشیہ علیٰ مسند الامام احمد: اس کا رُبع اول شیخ عبدالحیٔ کتانی صاحب فہرس الفھارس کے پاس موجود تھا۔

8- حاشیہ علی تفسیر البیضاوی: اس کا قلمی نسخہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد میں تھا۔

9- البدر المنیر شرح فتح القدیر (اور فتح القدیر شرح ہے ہدایہ شریف کی)۔یہ کتاب کتاب النکاح تک ہے۔ایک قلمی نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ اور ایک اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں تھا۔

10- حاشیہ علیٰ کتاب الاذکار للامام النووی

11- حاشیہ علی الزھراوین لملا علی القاری المکی

12- تفسیر لطیف

13- حاشیہ علی الجلالین

14- حاشیہ علیٰ شرح جمع الجوامع لابن القاسم: اس حواشی کا نام "الایات البینات" ہے۔

15- الفیوضات النبویہ فی حل المغازی البرکویہ: اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ہے۔

16- حاشیہ علیٰ شرح النخبة الفکر

17- منهل الهدايت شرح معدن الصلوٰة وغیرہ

تلامذہ: مشرق ومغرب میں آپ کے تلامذہ کا طویل سلسلہ ہے۔اس فہرست طویل میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہے:

1- مخدوم علامہ محمد حیات سندھی محدث مدنی

عادات وخصائل: یہاں بعض مورخینؒ کے تاثرات نقل کرتے ہیں جن سے آپ کی شخصیت کے مزید پہلو روشن واجاگر ہوں گے، آپ کے علم وفضل عادات وخصائل کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

1- مورخ ابوالفضل محمد خلیل مرادی نے "سلك الدرر في اعيان القرن الثاني عشر" مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ میں علامہ سندھی کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

"محمد بن عبدالهادى السندى الاصل المولد الحنفى نزيل المدينة المنوره الشيخ الامام العالم العامل العلامة المحقق المدقق التحرير الفهامة ابو الحسن نور الدينَ"۔

پھر لکھا ہے:

"موصوف نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور اسی کو وطن بنالیا اور یہیں بہت سے شیوخ جیسے سید محمد برزنجی، ملا ابراہیم کورانی وغیرہ سے استفادہ کیا اور حرم شریف میں درس دیا۔فضیلت، ذکاوت اور نیکی میں شہرت پائی...... موصوف جلیل القدر شیخ تھے۔حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، معانی، منطق اور عربیت وغیرہ میں ماہر اور محقق تھے۔ان سے بہت سے شیوخ نے استفادہ کیا۔جن میں شیخ محمد حیات سندھی مشہور ہیں۔موصوف عالم، عامل، متقی اور زاہد تھے"۔(سلک الدرر......ص ۶۶ ج ۴)

2- علامہ عبدالرحمٰن جبرتی حنفی (متوفی ۱۲۳۷ھ) "عجائب الآثار في التراجم و الاخبار" میں رقمطراز ہیں:

علامہ صاحب فنون ابوالحسن.......... نے حدیث بابلی اور محدثین واردین حرم سے سنیں۔

(عجائب الآثار ج ۱ ص ۸۵)

3- امام یمن وحجاز علامہ شیخ محمد عابد سندھی محدث مدنی حنفی قدس سرہ (متوفی ۱۲۵۷ھ) فرماتے ہیں:

"موصوف عالم باضابطہ اور ہرفن تھے، تمام علوم کے جامع تھے، منطوق اور مفہوم میں غور وخوض کیا تھا۔خاص طور سے علم حدیث میں اور اس میں تو انتہا کو پہنچے ہوئے تھے"۔

4- حافظ سید عبدالحئی الکتانی "فهرس الفهارس" میں لکھتے ہیں:

نور الدين محمد بن عبدالهادى التتوى المدنى هو محدث المدينة المنوره واحد

من خدم السنة من المتاخرین خدمة لایستهال بها"۔(فہرس الفهارس ج ۱ص ۱۰۳ مطبوعہ)

5- مولانا عبدالرشید نعمانی اپنے تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں:

"علامہ سندھی کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو، عربیت، معانی، منطق، تمام علوم میں تبحر کا درجہ حاصل تھا اور وہ ان سب فنون میں محققانہ امتیاز رکھتے تھے خاص طور پر فقہ و حدیث میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ علامہ سندھی کی متعدد تصانیف اب چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہیں، جن سے ان کی جلالت علمی کا آج بھی اہل علم کو اندازہ ہو سکتا ہے۔

صحاح ستہ پر حافظ سیوطی نے بھی تعلیقات لکھی ہیں اور علامہ سندھی نے بھی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ان دونوں حضرات کے حواشی طبع ہو چکے ہیں دونوں کا موازنہ کر لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ سیوطی کے یہاں غرر نقول موجود ہیں اور علامہ سندھی نے خود ان کی شروح سے کافی فائدہ اٹھایا ہے لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہاں نقل سے نہیں بلکہ عقل سے کام پڑتا ہے اور فہم مراد اور توضیح مطالب کی باری آتی ہے وہاں کس کا پلہ بھاری ہے...... اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ سیوطی اگر وسعت نظر میں تیز رہے ہوئے ہیں تو علامہ سندھی وقت نظر میں فائق ہیں۔ جہاں دوسرے شارحین توجیہ سے عاجز ہوتے ہیں وہاں علامہ سندھی بہترین توجیہ پیش کر دیتے ہیں۔ سیوطی کو سات علوم میں اجتہاد کا دعویٰ تھا منجملہ ان کے نحو و عربیت بھی ہیں لیکن نسائی کے دونوں حاشیے اس بات کے شاہد ہیں کہ متعدد مقامات پر حافظ سیوطی نے تحلیل صرفی یا ترکیب نحوی یا وجوہ معانی کے لحاظ سے کسی ایک خاص توجیہ کی صحت سے انکار کیا اور ہمارے علامہ سندھی نے اسی خاص توجیہ کو صرف یا نحو یا علم معانی کی روشنی میں مدلل و مبرہن کر دیا۔

سنن نسائی کے تراجم و ابواب پر جس طرح علامہ سندھی نے کلام کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ کے زوائد پر حافظ بوصیری کی تحقیقات کو نقل کر کے حافظ سیوطی کے مقابلہ میں انہوں نے اپنی شرح کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔

علم حدیث پر علامہ سندھی نے خاص توجہ کی ہے اور اس فن میں انہوں نے بڑی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ برصغیر (پاک و ہند و بنگال) میں یہی ایک بزرگ ایسے ہیں جن کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں پر (عربی میں) شرح لکھنے کا فخر حاصل ہے۔ ان کی جلالت قدر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء کو ہے۔ شیخ اسماعیل بن محمد سعید نے جب اپنے مشہور شاگرد مفتی کو علم حدیث کی سند دی تو علامہ سندھی کے متعلق لکھا:

"کان احد الحافظ المحققین و الجهابذة المدققین"۔

کتب مذکورہ کے متون احادیث پر ان کی بڑی گہری نظر ہے، وہ شرح حدیث کے امام ہیں اور خوب سے خوب توجیہ اور عمدہ سے عمدہ نکتے بیان کرتے ہیں۔

[مقالہ: امام ابوالحسن کبیر سندھی، تحقیق: عبدالرشید نعمانی، جو پاکستان ہسٹری کانفرنس کے گیارہویں سالانہ اجلاس ۱۹۶۱ء میں پڑھا گیا]

مقامِ عبرت: مجھے یہاں کچھ کہنا ہے، دل کے کان لگا کر سنیئے، اگر پسند آئے تو عمل کریں ورنہ جبر نہیں لیکن مقام عبرت ضرور ہے۔ نئے پرانے سندھی حضرات قیام پاکستان کو پچاس سال کامل گذرنے کے باوجود آج بھی ہندوستانی علماء پر کام کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ان کے نام پر ادارے چلا رہے ہیں، یہ عمل معیوب نہیں "شاہ ولی اللہ کے فلسفہ" کا ڈھنڈورا پیٹنا برا نہیں۔ لیکن غالباً یہ معلوم نہیں کہ جس علاقہ (سندھ) میں وہ سکونت پذیر ہیں وہاں کس پایہ کے گوہر نایاب آنکھوں سے اوجھل و پوشیدہ ہیں۔ ان مقامی علماء کے ساتھ ناانصافی ضرور ہے۔ اپنے گوہر نایاب کو فراموش کر کے ساری وابستگی ہندوستان کے ساتھ رکھنا حق انصاف نہیں۔ ہم انصاف چاہتے ہیں۔ وہاں کے علماء پر کام کرنا وہاں کے مسلمانوں کا کام ہے، یہاں کے علماء پر کام کرنا، انہیں کے نام سے ادارے قائم کرنا یہاں کے مسلمانوں کا کام ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے ہمیں اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانا چاہئے۔ ٹھنڈے دل سے ذرا سوچئے کہ کبھی کسی ہندوستانی نے یہاں کے کسی سندھی عالم پر کام کیا ہے یا کسی نے دہلی میں یہ زحمت گوارا کی کہ "مخدوم ابوالحسن کبیر ٹھٹوی" کے نام سے تحقیقی ادارہ قائم کرے۔ نہیں بالکل نہیں۔ للہ غور کیجئے!

اعجاز الحق قدوسی، عبدالرشید نعمانی، ڈاکٹر وفا بنگالی، ڈاکٹر محمد زبیر، حکیم محمد رمضان قادری، پروفیسر آفاق صدیقی، سمیع الوری، اختر رضوی، الیاس عشقی، راشد برہان پوری، شاہد کاظمی، خالد اطہر، آغا سلیم، ڈاکٹر نجم الاسلام، وغیرہ نئے سندھی ہونے کے باجود انھوں نے سندھ کی شخصیات پر کام کر کے اچھی رسم ڈالی ہے۔ اسی نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

وصال: مخدوم ابوالحسن کبیر ٹھٹھوی المعروف علامہ سندھی کے سن انتقال میں اختلاف ہے۔ لیکن آپ کے شاگرد رشید علامہ محمد حیات سندھی، حافظ سید عبدالحیٔ کتانی اور صاحب الیانع الجنی کا خیال ہے کہ ۱۱۳۹ھ/ ۱۷۲۶ء کو انتقال ہوا۔ حرم نبوی میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور مدینہ منورہ کے عظیم تاریخی و مذہبی قبرستان جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ (فوائد جامعہ ص ۲۰۰)

--------۞--------

حضرت مخدوم ابوالحسن ڈاہری نقشبندی

آپ کی عظیم شخصیت پر "تذکرہ اولیائے سندھ" نے صرف چھ سطر کا مضمون دیا ہے اور بعض کتابوں میں تو تحقیق سے صرف نظر کیا گیا ہے لیکن ڈاکٹر حافظ غلام محمد ڈاہری صاحب کا اللہ تعالیٰ بھلا

کرے کہ انہوں نے مخدوم صاحب کی کتاب "سراج المصلی" پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور آپ کی سوانح حیات پر تحقیق کی ہے ہم یہاں ان کی تحقیق کا خلاصہ مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

ثانی غزالی، جلیل القدر ولی، عارف حقانی، عالم ربانی، حضرت علامہ مخدوم ابوالحسن بن بادل ڈاہری ضلع نوابشاہ تحصیل دولت پور کے ایک گوٹھ میں تقریباً ۱۱۱۶ھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مخدوم ابوالحسن ڈاہری نے ابتدائی تعلیم غالباً اپنے گوٹھ پرانی کھار جانی تحصیل دولت پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم ہالانی شہر (تحصیل کنڈیارو) میں حضرت علامہ ابوبکر کی خدمت میں حاصل کی۔ اس کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں کٹیانہ، سورت، گجرات اور احمد آباد کے علماء کرام کے ہاں تعلیم و تربیت حاصل کی اور مولانا نورالدین احمد آبادی اور مولانا مرزا محمد خلیل بدخشانی جیسے علماء محققین سے تحصیل کی۔ امام اہلسنت، بارہویں صدی کے مجدد، افتخار ملت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مخدوم محمد حیات سندھی مدنی، مخدوم محمد قائم ٹھٹوی اور علامہ سید محمد ہاشم گجراتی وغیرہ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ استفادہ کیا۔ جس کا تذکرہ آپ نے اپنی تصانیف جمیلہ سراج المصلی، کشکول نامہ، رفع الفریۃ، والمریۃ اور ینابیع الحیواۃ الابدیہ میں کیا ہے۔

بیعت و خلافت: مخدوم ابوالحسن ڈاہری اپنی کتاب ینابیع الحیواۃ الابدیۃ، فارسی، قلمی، جلد ۲ باب ۳ فصل ۸ ص ۴۳ پر اپنے پیرو مرشد کا اسم گرامی حضرت عبدالرسول صدیقی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان) بتایا ہے۔ مرشد کریم کی طرف سے جو سند خلافت عطا ہوئی اس سند کو یوں درج فرمایا ہے: مخدوم ابوالحسن ڈاہری عن حضرت عبدالرسول صدیقی احمد آبادی عن حضرت شاہ فتح اللہ عن حضرت خواجہ محمد معصوم عن و ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ النورانی سرہند شریف (انڈیا) رحمہم اللہ تعالیٰ اس سے معلوم ہوا کہ آپ طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ رکھتے تھے۔

مخدوم ابوالحسن ڈاہری عاشق رسول مقبول، شب خیز عابد، کامل ولی اللہ، محدث عصر، فقیہ لاثانی اور عارف یگانہ تھے۔

سفر حرمین شریفین: مخدوم ابوالحسن ڈاہری علم ظاہری پڑھنے کے بعد اپنے استاد محترم مولانا نورالدین احمد آبادی کے ساتھ ۱۱۴۳ھ میں حج بیت اللہ اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

شادی اور اولاد: مخدوم ابوالحسن ڈاہری نے اپنے خاندان میں شادی کی۔ اس کیبطن سے ایک بیٹا تولد ہوا، آپ کو اپنے مرشد سے بے حد محبت تھی اس لئے مرشد کا نام "عبدالرسول" بیٹے کے لئے تجویز کیا۔ میاں عبدالرسول کو ایک بیٹا مسمّی محمد پریل اور ایک بیٹی مائی مریم تولد ہوئیں۔

مائی مریم کی شادی سن شہر (ضلع دادو) کے قاضی خاندان کے مشہور و معروف عالم حکیم قاضی عبدالغنی ڈاہری (۱۹۰۳ء) اور مولانا قاضی عبدالکریم ڈاہری کے والد محترم قاضی نعمت اللہ بن ابوالمعالی ڈاہری سے منعقد ہوئی۔

ابوالحسن اور مخادیم سندھ: "ابوالحسن" کے نام سے سندھ میں تقریباً چھ جلیل القدر علماء گذرے ہیں، جن کی وضاحت درج ذیل ہے۔

1- ابوالحسن محمد بن عبداللہ سندھی بصری: یہ سندھی عالم بصرہ میں رہتے تھے اور تیسری صدی ہجری کے محدث ہو گزرے ہیں۔

2- ابوالحسن بکھری: علامہ ملاعلی قاری مکی کے استاد شیخ علی متقی ہندی کے بھی استاد تھے۔

3- ابوالحسن بن عبدالعزیز ٹھٹوی: جس نے سندھی زبان میں مسائل نماز کے موضوع پر پہلی کتاب "مقدمة الصلوة" رقم کی جو کہ "ابوالحسن کی سندھی" کے نام سے شہرت رکھتی ہے اور آپ کا مزار مکلی ٹھٹھہ کے قدیم قبرستان میں واقع ہے۔

4- ابوالحسن کبیر محمد بن عبدالہادی ٹھٹوی ثم مدنی: نامور شارح صحاح ستہ

5- ابوالحسن صغیر غلام حسین سندھی مدنی: عربی زبان میں انباء الانباء فی حیوة الانبیاء اور اصول حدیث کی کتاب شرح نخبة الفکر کا شرح "بهجة النظر" آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

6- ابوالحسن ڈاہری: آپ کی کتاب ینابیع سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابوالحسن آپ کی کنیت نہیں نام ہے۔

تصنیف و تالیف: مخدوم ابوالحسن ڈاہری کی تصانیف بہت سی ہوں گی لیکن جن کا علم ہو سکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1- ینابیع الحیاة الابدیه فی طریق الطلاب النقشبندیه (فارسی) تین جلدوں پر مشتمل ہے جو کہ ۱۱۵۶ھ کی تحریر کردہ ہے۔ حدیث، فقہ، تصوف اور علم اخلاق پر مشتمل اور بعض کے خیال کے مطابق امام غزالی کی کتاب "کیمیائے سعادت" سے بہت بہتر ہے۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ)

2- سراج المصلی (فارسی منظوم): فقہ حنفیہ کے مطابق مسائل نماز پر مشتمل ہے جس میں ۶۳۸۸ ابیات ہیں۔

3- رفع الفریة و المریة (عربی): فقہ حنفیہ کے مطابق خرید و فروخت اور قرض کے متعلق سوال و جواب کی صورت میں ہے۔ اور سوالات کی تعداد ۴۳ ہیں۔

4- کشکول نامہ (فارسی منظوم) یہ رسالہ تصوف کے موضوع پر ہے اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ نے دوبارہ شائع کیا ہے۔

5- نبراس تصاریف فارسیہ۔ فارسی گرامر کے متعلق ایک رسالہ ہے ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے سندھی ترجمہ کیا ہے اور مخدوم ابوالحسن ڈاہری اکیڈمی دوڑ ضلع نوابشاہ نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے۔

6- رسالہ در نور محمدی ﷺ (فارسی) نبی کریم ﷺ کی نورانیت سے متعلق ہے اور مولانا محمد ادریس ڈاہری نے سندھی ترجمہ کیا ہے۔

7- البدعة المرعية للوزن الشرعية (منظوم فارسی) موضوع فقہ

8- تبیان انبیہ فارسیہ : فارسی گرامر سے متعلق ہے۔

9- خطبہ سندھی: جمعہ وعیدین کے خطبات مخدوم صاحب کی تصنیف ہے جو کہ سندھی ابیات پر مشتمل ہے۔

نوٹ: اس کا مطلب آپ کی تحقیق کے مطابق جمعہ کا خطبہ عربی کے علاوہ عجمی زبانوں سندھی، اردو، بلوچی، سرائیکی، پنجابی، بنگالی، گجراتی وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے۔

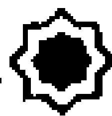
وصال: مخدوم ابوالحسن ڈاہری نے ۱۲، ربیع الاول شریف ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء کو وصال کیا۔
"تاریخ بلوچ" کے مصنف اور شاعر میاں عبدالمجید جوکھیہ "مجیدی" جو کہ میر فتح علی خان ٹالپر کے عہد کے نامور شاعر تھے اس نے آپ کی وفات پر فارسی میں قطعہ تاریخ رقم کی۔

ہاتف از تاریخ او گفتہ بمن
جائے جنت اوست کہ اوچون بوالحسن
ہست ایں ابیات از "عبدالمجید"
حق دھد توفیق بر خیرش مزید

۱۱۸۱ھ

مخدوم ابوالحسن ڈاہری رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف موجودہ دوڑ اسٹیشن (ضلع نواب شاہ، سندھ) کے قریب ڈاہری قوم کے ایک گوٹھ میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف پر عالیشان گنبد قائم ہے جو کہ آپ کے بیٹے یا پوتے نے تعمیر کروایا تھا۔ (ماخوذ: نبراس تصاریف فارسیہ مترجم سندھی)

نوٹ: مخدوم ابوالحسن کی تصنیف "ینابیع الحیواۃ الابدیہ" کے ابتدائی حصہ پر کام کر کے ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیر الدین سابق چیئر مین شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی جامشورو نے ۱۹۷۱ء کو ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتہ مرحوم کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری نے مخدوم ابوالحسن ڈاہری کی کتاب سراج المصلی پر ریسرچ کر کے ۱۹۹۳ء کو سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔



اسد ملت قاضی سید اسد اللہ شاہ "فدا"

خطیب اسلام مولانا قاضی سید اسد اللہ بن سید اللہ بخش شاہ ۱۵، شعبان المعظم (شب برأت) ۱۲۸۵ھ کے بابرکت دن گوٹھ ٹکھڑ (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم حافظ محمد یوسف کے پاس حاصل کی۔ اس کے بعد صرف نو (۹) ماہ کی قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کی سعادت حاصل کی۔ جس سے آپ کی ذہانت ذکاوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے حیدرآباد شہر کی جامع مسجد مائی خیری میں رجوع کیا۔ جہاں جامع العلوم والفنون استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد حسن قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات حاصل کی۔ درس نظامی مکمل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

علم طب کی تحصیل نامور حکیم سید میران محمد شاہ اول ٹکھڑ والے سے کی۔

بیعت: شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی مجددی قدس سرہ سے آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں دست بیعت ہوئے اور ساتھ میں (صوفیانہ کتب) مکتوبات امام ربانی، مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی اور کتاب عروۃ الوثقیٰ کا درس بھی لیا۔

علم طب: آپ نے سید میران محمد شاہ اول سے طب سیکھی اور ٹکھڑ میں دواخانہ قائم کیا جہاں سے بے شمار مریض شفایاب ہوئے۔ آپ کی دوا کے متعلق "زود اثر اور کم قیمت" مشہور تھا اور غریب لوگوں کو مفت میں دوا دیتے تھے۔

کتب خانہ: آپ کا کتب خانہ نہایت وسیع تھا، جس میں تقریباً پانچ چھ ہزار کی تعداد میں معلومات افزا نایاب کتابیں اور قلمی ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن اولاد کی غفلت وعدم دلچسپی کے سبب وہ علمی ذخیرہ ضائع ہوگیا۔

حیدرآباد کے قاضی: انگریز کے دور میں عوام الناس نے آپ کو حیدرآباد شہر کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے ہاری، مزدور، غریب، مظلوم و مجبور کی دادرسی کی اور انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے۔

خطابت: آپ میں قدرت نے کئی خوبیاں ودیعت کر رکھی تھیں، اچھے مقرر، حاذق حکیم، اعلیٰ پایہ کے عالم دین، بہترین نثر نگار اعلاء کلمۃ الحق حق بلند کرنے والے صحافی، قادر کلام شاعر، انصاف پسند قاضی اور سچے عاشق رسول تھے۔ آپ وہابیت، شیعیت، بدعت اور انگریز کے رد میں کھلے عام بھرے مجمع میں بے دھڑک تقریر کرتے تھے۔ "تحریک خلافت" میں نہایت سرگرم تھے اس لئے

ہندوستان بھر میں دھواں دھار تقاریر کیں۔

پیر غلام مجدد سرہندی مٹیاروی بتاتے تھے کہ جب شاہ صاحب انگریز کے خلاف ان کے ظلم وتشدد کا بیان کرتے تو جوش کے سبب ان کا پورا چہرہ سرخ ہوتا تھا۔ اور سامعین پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ وہ بھی انگریز کے خلاف جوش میں آجاتے تھے۔

صحافت: شاہ صاحب نے ۱۹۰۶ء کو ایک مجلّہ "بھار اخلاق" بزبان سندھی میں جاری کیا۔ جس میں قرآن، سنت، تصوف، فقہ واخلاقیات کے علاوہ شاعری وحکمت کے متعلق شاہ صاحب اور دیگر اہل علم وقلم وشعراء کے مضامین وشاعری شائع ہوتی تھی۔ آپ نے نوجوان شعراء کی خوب ہمت افزائی کی۔ آپ شعر کا ایک مصرعہ دے دیتے تھے پھر اگلے شمارے میں اسی طرح پر موصول ہونے والی شاعری کو شائع فرمادیتے تھے۔ اس طرح آپ نے شاعری کی بھی آبیاری کی۔

شاعری: ایک اندازے سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے تقریباً تیرہ، چودہ سال کی عمر میں شعر کہا ہے۔ "انیس المریدین" میں آپ کے ابتدائی دور کا فارسی کلام درج ہے۔ تمام شاعری محفوظ نہیں البتہ عربی، فارسی، سندھی میں شاعری کا نمونہ دستیاب ہے جو کہ "تذکرہ شعراء ٹھٹھہ" کے مؤلف نے محفوظ کیا ہے، ورنہ یہ نمونہ بھی ضائع ہو جاتا۔ تخلص "فدا" کلام اکثر نعتیہ ہے۔ حمد، نعت، مولود، مناجات، غزل، منقبت کے علاوہ آپ کو "مادہ تاریخ" کہنے میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ اس فن میں آپ اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا قدسی کی مشہور فارسی نعت کے ہر دو سطور کے بعد دو سطور پر مشتمل منظوم سندھی ترجمہ (جسے مخمس کہتے ہیں) کیا۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آپ کی شاعری میں درد وسوز ہے، حب رسول بنیادی نکتہ ہے اور شاعری میں اہل سنت و جماعت کے عقائد نظریات ومعمولات کو بھی خوب اجاگر کیا ہے۔

انتخاب کلام بزبان سندھی

کیر مٹ تھنجو بیو آہ رسول عربی
بی وضو نام وٹٹ آھی سندئی بی ادبی
نور کان تھنجی زمین تو ٹی فلک تیا معمور
ماہ شق، مھر تیو ششدر ء پریشان ھرحور

یا نبی نور سندئی نور کان رب جی پیدا
موکلی تو کی خدا پاٹ متئی تیو شیدا

☆☆☆☆

محمد ﷺ باعث ایجاد عالم خلقیو خالق
محمد ﷺ کشور لولاک جو مالک ادا آھی

☆☆☆☆

محمد ﷺ جی مھابی عفو تیو عصیان آدم جو
محمد ﷺ نوحؑ جو طوفان مہ تیو ناخدا آھی

☆☆☆☆

مدت کان اھا آھی تمنا تی "فدا" جی
دل کان نہ وجی منھنجی تمناء مدینہ

عادات وخصائل: آپ کی طبیعت میں جوش وسادگی تھی۔لباس سادہ لیکن شریعت مطہرہ کے مطابق، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، ذہین فطین، پیکر اخلاق، غریب پرور، سچے عاشق رسول ﷺ، وہابیت کے سخت مخالف تھے۔اصلاح معاشرہ کی فکر دامن گیر تھی، علم وادب کے خوگر، علم وحکمت کے گوہر، باہمت وجرأت مند اور حق گو عالم دین تھے۔

تصنیف وتالیف: آپ نے تصنیف وتقریر کا کام نہایت دلچسپی سے کیا، بھار اخلاق کے مضامین شمار کئے جائیں تو ایک کتاب بن سکتی ہے۔لیکن ہائے بے قدری کہ علم کی قدر نہ رہی، انگریز قابض ہونے کے بعد لوگ انگریزی پڑھنے کے چکر میں لگ گئے، ان کی عدم دلچسپی کے سبب علم و ادب کا بہت بڑا نقصان ہوا۔علامہ فدا کا تحریری سرمایہ تقریباً ضائع ہوگیا۔ان کے پوتے ڈاکٹر اسد نے جب علم وادب کی دنیا میں قدم رکھا تو دیکھا تو شاہ صاحب (داداجان) کا علمی سرمایہ اپنوں کی غفلت کے سبب ضائع ہو چکا تھا۔ بڑی کوشش کے بعد جو کچھ انہیں ملا اسے غنیمت جان کر تذکرہ میں محفوظ کرلیا۔ حقیقت میں انہوں نے علم وادب کی دنیا میں بہت کام کیا۔بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

- الفتوحات الربانیہ فی الاثبات الخلافة للدولة العثمانیہ۔موضوع نام سے ظاہر ہے۔
- فتح الھادیٰ فی رد گمنام حیدر آبادی۔انگریز کے عہد میں عیسائی مشینری بہت تیزی سے کام کرتی تھیں، برطانیہ سے عیسائی مبلغ مدعو کئے جاتے تھے جو کہ سندھ میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کے لئے اسلام پر طرح طرح کے بے ہودہ

اعتراضات کرتے تھے۔ اس رسالہ میں حیدرآباد کے عیسائی مبلغ کے اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات ہیں۔

الانتصار فی جواب الاشتہار۔ قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹیاروی کی کتاب "کواکب السعاداۃ فی شرح مناقب سادات" (سندھی) کی حمایت میں جذباتی تحریر لکھی۔

❁ دیوان فدا۔ ضائع ہوگیا۔ ❁ ہدیہ اسدیہ۔ (۳ حصے)

۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں شاہ صاحب نے اپنے خرچ پر شائع کر کے مسلمانوں میں مفت تقسیم کی۔ غالباً یہ سندھی زبان میں ہے۔ مؤلف تذکرہ ڈاکٹر سید اسد صاحب نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ کے متعلق نہایت اچھے اور عالمانہ انداز میں بتایا ہے"۔

فقیر نے علماء کرام سے سن رکھا تھا کہ شاہ صاحب کی مذکورہ کتاب اثبات علم غیب میں عمدہ کتاب ہے جب کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے متعلق بات کو گول کر دیا جس سے مقصد واضح نہ ہوسکا۔ لیکن اصل کتاب تلاش و جستجو کے باوجود دستیاب نہ ہوسکی۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے متعلق جو تبصرہ کیا ہے اس سے تمام شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ اس سے کتاب کا موضوع متعین ہوتا ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اور شاہ صاحب کے عقائد و نظریات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

"علم غیب رسول (ﷺ) کی وسعت بابت مفصل دلائل قاضی اسد اللہ شاہ کی کتاب "ہدیہ اسدیہ" میں دیکھئے۔ اگرچہ آخر میں قاضی صاحب نجدی فرقے کے (سیاسی طور پر، تحریک خلافت ۱۹۲۰ء کے دور میں) فریب میں آچکے تھے۔ مگر علم غیب رسول بہ نسبت ان کا عقیدہ تبدیل نہ ہوا۔ اس لئے اہل سندھ کے لئے یہ کتاب (ہدیہ اسدیہ) مفید ہے۔"

(البلاغ المبین فی رد المکتوب المسمٰی باامام مبین ص ۱۳۰ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ)

اس سے ثابت ہوا کہ شاہ صاحب نے اس کتاب میں حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کو دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے اور وہابی نظریہ کی مٹی پلید کر دی ہے۔

لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ مؤلف تذکرہ ڈاکٹر اسد نے اصل مسئلہ واضح کیوں نہیں کیا؟ صاف صاف بات کیوں نہیں کہی؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر سید اسد نظریاتی طور پر دیوبندیوں کا حامی ہے اور اس طبقے میں اٹھنا بیٹھنا رہا ہے، اس لئے اصل مسئلہ واضح کرتے ہوئے ان کے اپنے نظریات پر زد پڑتی تھی۔ یا پھر ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اصل کتاب ان کے مطالعہ میں نہ آسکی ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا

ہے۔اصل کتاب کے متعلق جو وضاحت ہمیں مل سکی ہم نے درج کردی تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ کتاب مذکور کس موضوع پر لکھی گئی تھی۔

اولاد: تذکرہ کے مؤلف نے آپ کی اولاد کی تفصیل نہیں لکھی ہے، لیکن مطالعہ سے ایک بیٹے کا پتہ چلا ہے جس کا نام سید اللہ بخش شاہ (متوفی ۱۹۵۳ء) تھا اور اس کے دو بیٹے تھے۔

1- سید محمد حافظ شاہ "حافظ" 2- ڈاکٹر سید اسد اللہ "اسد" مؤلف تذکرہ وغیرہ

تلامذہ: آپ کے درس وتدریس اور تلامذہ کی تفصیل سے فقیر آگاہ نہ ہوسکا۔بعض نام تذکرہ کے مطالعہ کے دوران سامنے آئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

- حافظ محمد ہارون "نگیر" بن مولانا حافظ محمد یوسف ٹکھڑ
- نامور شاعر حافظ محمد عبداللہ "بسمل" بن مولانا حافظ محمد یوسف ٹکھڑ
- پیر محمد اسماعیل جان "روشن" سرہندی گلزار خلیل عمرکوٹ
- سید میران محمد شاہ "میر" "مجبور" ٹکھڑ

وصال: علامہ قاضی سید اسد اللہ شاہ فدا نے ۲۷، رجب المرجب ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو ۵۹ سال کی عمر میں ٹکھڑ میں انتقال کیا، وہیں آپ کی مزار شریف ہے۔آپ کی ولادت شب برأت (۱۵ شعبان) میں اور وصال شب معراج (۲۷ رجب) میں یعنی دونوں راتیں بابرکت جو کہ آپ کی بزرگی پر دلالت کرتی ہیں۔(اکثر مواد ماخوذ: تذکرہ شعرائے ٹکھڑ مطبوعہ ۱۹۵۹ء)

--------۞--------

علامہ سید امیر محمد شاہ الحسینی

استاذالعلماء حضرت مولانا الحاج مفتی سید امیر محمد شاہ الحسینی اپنے وقت کے اہل دل، صوفی اور عالم دین ہوئے ہیں۔سید امیر محمد بن سید سودھل شاہ بن سید ودیدھل شاہ کی ولادت گوٹھ امینانی شریف (ضلع دادو) میں ۱۰۔۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: قرآن حکیم آخوند میاں الہندوتنیو سے پڑھا۔اس کے بعد گوٹھ "پرھیاڑن" میں مولانا محمد عارف کے پاس فارسی کی تعلیم مکمل کی۔عربی پڑھنے کے لئے "دری دیرو" کے قریب مولانا عبدالواحد جلبانی کے ہاں آئے لیکن یہاں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکے۔بالآخر ہمایون شریف اسٹیشن کے قریب گوٹھ "میاں جو پٹ" میں صدر المدرسین علامہ محمد ہاشم انصاری نوابشاہی کے پاس سلسلہ تعلیم شروع کیا۔مولانا مذکور دادو میں آکر رہنے لگے تو سید امیر محمد شاہ بھی استاد محترم کے ساتھ

یہاں دادو میں جیون شاہ والی مسجد میں رہ کر نصاب مکمل کیا اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ امینانی شریف میں مدرسہ عین العلوم قائم کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور آخر عمر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھ کر علم کا نور عام کیا۔ اس دار العلوم سے بہت سارے علماء فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: حضرت خواجہ عمر جان فاروقی نقشبندی قدس سرہ (خانقاہ چشمہ شریف، کوئٹہ) کے خلیفہ اجل حضرت علامہ مولانا خادم حسین جتوئی نور اللہ مرقدہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔ شاہ صاحب اور آپ کے استاد محترم علامہ محمد ہاشم نوابشاہی دونوں علامہ جتوئی کے مرید بافیض تھے اور دونوں نے کبریٰ کی کتب بھی انہی سے پڑھی تھی۔

تصنیف وتالیف: شب و روز تدریس میں مصروفیت کے سبب تصنیف کی جانب وقت کم ملا۔ بہرحال آپ نے وقت بوقت جو فتاویٰ جاری فرمائے وہ فتاویٰ ایک مجموعہ کی صورت میں جمع ہیں لیکن وہ مجموعہ ابھی تک شائع نہیں ہوسکا اور اس کو فتاویٰ امیریہ کا نام دیا گیا ہے۔

- فتاویٰ امیریہ (قلمی)

حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن نے شیعیت کے عقائد باطلہ کے خلاف ایک مدلل کتاب "الحقیقة الصحیحة فی اصول التشیعة" تحریر فرما کر شائع کی۔ اس پر شاہ صاحب کی زوردار تقریظ رقم ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب روشن صبح ص ۱۲۴)

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔ مولانا عبدالرحیم لغاری (مورو) نے اپنے تفصیلی مضمون میں آپ کے پچاس شاگردوں کے اسماء درج کئے ہیں ان میں سے بعض نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا فیض محمد بھرگڑی ساکن نزد سیتا مدفون جنة البقیع
- مولانا محمد امین جلبانی ساکن نزد خدا آباد
- مولانا محمد صادق گلال
- مولانا حاجی محمد قریشی اکترو ائی گوٹھ اکترو نزد بوبک تحصیل سیوہن شریف
- مولانا عبداللہ شاہ ضلع ملتان ۱۳۵۰ھ میں دستار فضیلت حاصل کی۔
- مولانا حاجی محمد قاسم پیرزادہ گوٹھ مڈ تحصیل دادو
- مفتی محمد داؤد بگھیو بھان پوتہ تحصیل مورو (والد مولانا نالے مٹھا بگھیو)
- مولانا محمد رمضان شاہانی کا چھو تحصیل جوہی

- مولانا محمد ابراہیم بختیار پوری ابن نامور کاتب مولانا محمد عمر بختیار پوری
- مولانا سید محمد چھٹل شاہ لکیاری مدرسہ خیر العلوم خیر پور ناتھن شاہ
- مولانا غلام نبی جان سرہندی ابن حضرت آغا عبداللہ سرہندی ٹنڈو سائینداد
- مولانا محمد رفیق خارانی خوشنویس مرحوم سابق امام کلیکٹری مسجد لاڑکانہ
- مولانا نور احمد سومرو گوٹھ دیہات تحصیل کنڈیارو
- مولانا محمد عثمان میمن جامع مسجد تاج مورو
- مولانا تاج محمد بگھیو مدرس مدرسہ رحمانیہ تاج مسجد مورو
- مولانا اللہ بچایو کھوسہ (علامہ مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ جوہی کے پوتہ تھے)

سفر حرمین شریفین: آپ نے تین حج درج ذیل ترتیب سے ادا کئے اول ۱۳۳۷ھ، دوئم ۱۳۵۱ھ، سوئم ۱۳۶۶ھ۔

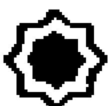
عادات و خصائل: زندگی درس و تدریس میں بسر کی، دن رات تعلیم کے فروغ میں صرف کئے۔ طلباء پر مہربان تھے اسی لئے کثیر تعداد میں طلباء نے اکتساب فیض کیا۔ سادہ طبیعت، پرہیزگار، شب بیدار، خلق میں بے نظیر، فیاض، سخی، مہمان نواز، پابند شریعت، سنت کے عامل، تواضع و کسر نفسی کا نمونہ تھے۔

کتب خانہ: آپ نے عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں نادر و نایاب مطبوعہ و قلمی کتب کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔

اولاد: آپ نے چار شادیاں کی۔ تیسری بیوی سے ایک بیٹی تولد ہوئی جس کا عقد مسنونہ اپنے بھتیجے سید ناظم شاہ سے کیا۔ چوتھی بیوی سے چار بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ چار میں سے دو بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دو بیٹے 1- سید بشیر احمد شاہ 2- سید نذیر احمد شاہ، صاحب اولاد ہیں۔ بیٹی، اپنے چچا زاد بھائی سید مصری شاہ کے بیٹے پنجل شاہ کے عقد میں آئی۔

وصال: آپ نے زندگی دین کی خدمت و ترقی میں گذار کر۔ ۲۹، شوال ۱۳۷۹ھ بمطابق ۲۶، اپریل ۱۹۶۰ء شب منگل بوقت نماز عشاء ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اینانی شریف (نزد خدا آباد تاریخی قدیمی مسجد، مین روڈ ضلع دادو) کے مدرسہ کے متصل مسجد شریف کے احاطہ میں مزار شریف واقع ہے۔

[مولانا عبدالرحیم لغاری (مورو) کے تفصیلی مضمون کے مطبوعہ الرحیم حیدر آباد ۱۹۶۸ء سے ماخوذ ہے اس مضمون کی نقل جناب بشیر احمد صاحب بیسانی نوابشاہی نے فراہم کی]



حضرت مولانا پیر سید احمد خالد شامی

سید احمد بن سید خالد طرابلس (شام) میں تولد ہوئے۔ والدہ محترمہ کا تعلق کُرد گھرانے سے تھا اور ان کا سلسلہ نسب شاہ بربر سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے ماموں محترم ملک شام میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ مولانا نجم الدین صاحب بتاتے ہیں کہ: مفتی اعظم شام علامہ سید محمد امین بن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (صاحب ردالمحتار) مولانا سید احمد خالد شامی کے نانا کے بھائی تھے۔ (انٹرویو الراشد صفر ۱۳۹۷ھ)

مولانا سید احمد خالد شامی عالمی مبلغ اہل سنت تھے، جہاں بھی پہنچے شریعت و طریقت کی تبلیغ کی، بے شمار نفوس ان کی صحبت سے مستفیض ہو کر مسلک حقہ پر کاربند ہو کر نیکیاں کماتے رہے۔ مولانا کو سندھ سے ایک خاص لگن تھی یہاں ان کا حلقہ بھی وسیع تھا۔ خلیفہ احمد یار خان پٹھان نے ان کا تذکرہ لکھا جو کہ شہدادکوٹ (سندھ) میں مدفون ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے تحصیل علم کے بارے میں خود فرمایا: میں نے ظاہری علوم کمسنی میں ہی حاصل کر لئے تھے اور باطنی علوم کی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت سید خالد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت مجھے تمام علوم حاصل ہو گئے اور میری دستار بندی کا وقت آیا تو میرے والد بزرگوار نے بڑے جلسے کا اہتمام کیا، جس میں قرب و جوار کے تمام علمائے کرام اور اکثر صاحب دل بزرگ تشریف لائے اور جب رسم دستار فضیلت مکمل ہو چکی تو تمام بزرگوں نے میرے والد محترم کو مبارکباد دی۔ تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور پھر اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس واقعے سے جلسہ میں شامل تمام افراد پریشان ہوئے اور اکثر احباب نے ان سے رونے کا سبب دریافت کیا اور کہا کہ آج تو آپ کو خوش ہونا چاہئے کہ اتنی کمسنی میں آپ کے فرزند کو کمال حاصل ہوا۔ جس کی مثال اس دور میں ملنا محال ہے۔ آپ کے والد محترم نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا کہ آپ حضرات کا فرمانا بجا ہے کہ آج مجھے خوش ہونا چاہئے اور میں خوش ہوں۔

مگر ایک دوسری حقیقت ہے جسے آپ لوگ شاید نہیں جانتے اور مجھے مجبوراً ظاہر کرنی پڑ رہی ہے۔ وہ یہ کہ آج سے میری نسل منقطع ہو گئی ہے اور اس فرزند کے بعد میری نسل ختم ہے کیوں کہ یہ فرزند زندگی بھر شادی نہیں کرے گا مجرد رہے گا۔ خداوند کریم اسے استقامت عطا فرمائے اور اپنے رحم و کرم سے اس کو تمام خطرات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اس کے بعد اپنے بیٹے کو آغوش میں لے لیا اور بہت دیر تک خداوند کریم کے حضور دعائیں کرتے رہے اور پھر کچھ دیر کے بعد بیٹے کو علیحدہ کر کے فرمایا: "مبارک ہو کہ خداوند کریم نے تمہیں قبول فرمایا"۔

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی علوم لدنی سے سرفراز تھے اور پیدائشی ولی تھے، آپ کی بیعت

بیعت: کے متعلق کتاب میں وضاحت نہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد سے بیعت اور ان کے جانشین جسمانی اور روحانی تھے۔

درس و تدریس: ایک دن آپ نے علم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ علم وہ چیز ہے جو انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیتا ہے اور پھر اس ضمن میں ایک واقعہ سنایا کہ جب میں ہندوستان آیا تو پہلے شہر پانی پت میں گیا۔ میرے ساتھ میرا ایک ملازم شیدی تھا۔ وہاں ہم ایک بڑی درسگاہ میں گئے دیکھا کہ صدر مدرس طلباء کو پڑھا رہے ہیں میں نے سلام مسنون کیا مگر مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں وہیں بیٹھ گیا جہاں طلباء کی جوتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس ذلت پر میرے ساتھی کو بہت غصہ آیا لیکن میں نے اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ مولوی صاحب تقریباً ایک گھنٹہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس دوران ایک طالب علم نے ان مولوی صاحب سے کوئی سوال سمجھنے کی کوشش کی مگر وہ سمجھا نہ سکے اس لئے بات کو ٹال دیا۔ جب وہ طالب علم چلا گیا تو مولوی صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور میرا تعارف کرنے کے لئے معمولی الفاظ استعمال کرتے ہوئے پوچھا کہ: "عرب صاحب خوش ہو کیسے آئے ہو"۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے، آپ کے دیدار کے لئے آیا ہوں۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ کچھ پڑھے ہوئے بھی ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا، اس کے بعد مولوی صاحب تمام علوم کے نام لے کر پوچھتے رہے کہ فلاں فلاں علم پڑھا، میں جواب دیتا رہا کہ ہاں تھوڑا تھوڑا پڑھا ہے۔ پھر مولوی صاحب نے پوچھا کہ ابھی ایک طالب علم جو ہم سے بحث کر رہا تھا آپ اسے سمجھا سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ بفضل خدا اچھی طرح سمجھا سکتا ہوں۔ اگر آپ فرمائیں تو فلسفہ و منطق کے اصول سے یا قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کو بخوبی حل کر سکتا ہوں۔ اتنے میں مدرسہ کے دیگر مدرسین اور طالب علم بھی جمع ہو گئے۔ میں نے اٹھ کر قرآن حکیم کی وہ آیت تلاوت کی جو اس بحث کو ختم کرنے والی تھی۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھ کو تعظیم دے کر اپنے پاس آنے کے لئے فرمایا اور خود مؤدب کھڑے ہو گئے۔ اس کے جواب میں میں نے مولوی صاحب کو لاپرواہی برتنے کے بارے میں سخت الفاظ کہے اور اٹھ کر مسجد سے باہر جانے لگا کہ مولوی صاحب آ کر میرے قدموں میں گر گئے اور معافی کے خواستگار ہوئے اور مجھے لے جا کر اپنی مسند خاص پر بٹھایا اور خود میرے سامنے دو زانو باادب بیٹھے رہے پھر اسی مولوی صاحب نے چھ ماہ تک مجھ سے تعلیم حاصل کی۔

سفرِ حرمین شریفین: والد محترم کی وفات حسرت آیات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ کا بھی وصال ہو گیا۔ والدین کی مفارقت کا انہیں بہت صدمہ تھا تاہم کچھ عرصہ کے بعد آپ نے زیارت حرمین شریفین کے لئے سفر حج کا ارادہ کیا اور حج کی سعادت سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضور پر نور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری و زیارت کی سعادت سے لطف اندوز اور روحانی بالیدگی پائی۔

تبلیغی دورہ: علامہ شامی حج کرنے کے بعد واپس اپنے وطن طرابلس نہیں گئے بلکہ دنیا کے سفر پر چل نکلے اور عربستان، مصر، ترکی، ایران اور افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے۔ دوران سفر ہر جگہ علماء و مشائخ طریقت سے ملتے رہے۔ ترکستان میں عبدالحمید شاہ ترک کے مہمان رہے۔ مصر میں جامعۃ الازہر (قاہرہ) کے علماء سے ملاقاتیں کیں۔ ایران میں جید علماء سے ملے ان کے نام اکثر آپ لیا کرتے تھے۔

آپ نے مسقط کے قیام کا ایک واقعہ سنایا کہ میں وہاں کے ایک رئیس حاکم کا مہمان تھا جو کہ "شیعہ مذہب" کا پیروکار تھا۔ بڑے بڑے مجتہد وہاں اکٹھے تھے۔ یہ لوگ سیدوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ مجھ سے بھی انہوں نے ملاقات کی اور علمی گفتگو رہی خدا کے فضل سے مجھے علمی لحاظ سے بھی انہوں نے بہتر پایا اور سید ہونے کی بنا پر بھی عزت کی اور یہ گمان کرنے لگے کہ شاید میں بھی شیعہ ہوں۔

آخر انہوں نے میرے مذہب کے بارے میں جستجو شروع کر دی مگر میں بات ٹال دیتا اور کوئی دوسرا موضوع چھیڑ دیتا۔ ایک روز دربار میں بہت سے مجتہد جمع تھے اور میرا میزبان رئیس بھی وہاں موجود تھا۔ وہاں ایک بحث جو ایک گھنٹہ تک جاری رہی میں نے انہیں قائل کر لیا اور پھر کھڑے ہو کر رسول خدا ﷺ کی شان بیان کی اور اس کے بعد اپنا عقیدہ ظاہر کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعریف وتوصیف بیان کی۔ بس پھر کیا تھا کہ انہوں نے تلواریں میان سے نکال لیں اور مجھ پر حملہ آور ہوئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ ان کا رئیس اٹھ کر درمیان میں آ گیا اور مجھے بچا لیا اور سب مجمع کو چلے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد وہ رئیس مجھے اپنی قیام گاہ میں لے گیا اور کہا کہ یا ابن رسول اللہ! آپ کو خوف نہ ہوا کہ آپ نے ان لوگوں کے سامنے صحابہ کی تعریف کر دی۔ میں نے جواب میں کہا: "حق ظاہر کرنے میں خوف کیا آخر حق حق ہوتا ہے"۔ وہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس روز اس نے کسی اور سے ملاقات نہ کی بلکہ منع کر دیا کہ آج کوئی ملنے نہ آئے اور اسی روز رات کو اس نے چار سوار بطور محافظ ہمراہ دے کر اور کچھ تحائف دے کر مجھے رخصت کیا اور کہا کہ اب آپ کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ان چاروں محافظوں کو تاکید کی کہ خبردار! میرے مہمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، وہ محافظ

مجھے خطرے کی حدود سے باہر تک چھوڑ کر واپس ہوئے۔

علامہ شامی نے ہندوستان میں پانی پت، علی گڑھ، آگرہ، لکھنؤ، بریلی شریف، اجمیر شریف، پیلی بھیت، رامپور، ٹونک، بھوپال، کاشی، بنارس، بمبئی، کلکتہ، رنگون، حیدرآباد دکن، کشمیر، لاہور اور سندھ و بلوچستان کی خوب سیاحت کی۔ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی گئے ہیں ہندوستان کا کونہ کونہ اور چپہ چپہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے مفتخر ہوا ہے۔ کشمیر میں قیام دو سال رہا۔ سندھ میں آپ نے اکثر علماء اور بزرگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ہندوستان میں بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے بھی ملاقات کی۔ لکھنؤ، حیدرآباد دکن، مدراس اور جونا گڑھ کے اکثر علماء اور حکماء سے ملے اور اکثر علماء، نواب اور رئیس آپ سے بیعت ہوئے، جن کے نام تحریر کئے جائیں تو الگ ایک ضخیم کتاب بن جائے۔

گستاخ رسول سے نفرت: ایک بار آپ سندھ میں تھے کہ کسی بدنصیب نے حضور پرنور نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کردی۔ آپ جلال میں آ گئے۔ اس قدر طیش میں آئے کہ کسی کو بھی آپ کے سامنے بولنے کی مجال نہیں تھی۔ حتیٰ کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ آپ اسی حالت میں اٹھے اور وضو کرنے لگے۔ قریب ہی قاضی عزیز اللہ ھکڑو (ساکن بٹھی بہرام تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ) کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ حضور اتنے خفا ہو گئے ہیں ہم نے یہ نئی بات دیکھی ہے۔ درویش میں اتنا غصہ تو نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے (دل کی بات جان لی) وضو کرتے ہوئے قاضی صاحب سے فرمایا: " قاضی صاحب! ہم شان رسول ﷺ میں گستاخی کا کوئی لفظ نہیں سن سکتے۔ اس لئے ہم اپنی عقیدت اور طبیعت سے مجبور ہیں"۔ یہ سن کر قاضی صاحب حیرت میں پڑ گئے اور خاموش ہو گئے۔ (تذکرہ شامی ص ۸۱)

علماء سندھ کی عقیدت: علامہ شامی کے خلیفہ احمد یار خان رقمطراز ہیں: حضرت خواجہ غلام صدیق اور ان کے بڑے بھائی استاد العلماء حضرت مولانا گل محمد شہداد کوٹی آپ سے بہت متاثر تھے۔ خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی سندھ کے معروف بزرگ اور صاحب کرامت شخصیت ہیں۔ آپ کے علم اور بزرگی کی بڑی شہرت ہے۔ اب بھی آپ کا مزار شہداد کوٹ (لاڑکانہ) میں مرکز فیوضات اور مرجع خلائق ہے۔ انہیں حضرت شامی سے بے حد محبت تھی ان سے حضرت شامی نے سندھ کے دیگر بزرگوں سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے حضور شامی کو حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی کے بارے میں بتایا اور ایک تعارفی خط علامہ ہمایونی صاحب کے نام تحریر فرمایا جس میں شامی صاحب کے بارے میں اپنے حسن اعتقاد کا اظہار کیا۔ علامہ ہمایونی نہ صرف عالم، حکیم، فقیہ اور مفتی تھے بلکہ سندھ کے معروف صوفیہ میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے۔ (تذکرہ شامی ص ٦)

سندھ میں مریدین: آپ کے مریدین لاکھوں میں تھے، پیرانِ عظام، علماء کرام، نواب، ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، بیرسٹر اور اہل علم و فضل کی کثیر تعداد حلقہ ارادت میں تھی۔ نواب آف جونا گڑھ، نواب مہابت خان جی بہادر، نواب بالاسندر، نظام میر عثمان علی خان والی دکن وغیرہ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔

نامور حکیم محمد اجمل خان دہلوی آپ کے عقیدت مندوں میں تھا۔ مولانا شوکت علی و مولانا محمد علی جوہر دعا کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

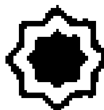
آپ کے مریدین میں سے سندھ کی نامور شخصیات درج ذیل ہیں:۔

- پیر سید تراب علی شاہ راشدی قمبر علی خان ضلع لاڑکانہ
- حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ راشدی گوٹھ ریلن نزد لاڑکانہ مدفون ملیر کراچی
- حکیم پیر سید علی قطب شاہ راشدی بن عبدالغفار شاہ
- پیر سید علی انور شاہ راشدی درگاہ پیر جو گوٹھ قمبر روڈ لاڑکانہ
- پیر سید میر مصطفیٰ شاہ راشدی بن سید علی انور شاہ قمبر روڈ
- پیر سید فتح الدین شاہ راشدی درگاہ ٹھلاء شریف
- پیر سید ہدایت اللہ شاہ راشدی (والد سید نبی بخش شاہ راشدی آف کنگری)
- مولانا پیر سید نجی اللہ شاہ راشدی نزد دوگن
- مولانا قاضی عزیز اللہ بکڑو ضلع لاڑکانہ

خلیفہ احمد یار رقمطراز ہیں: " کسی کو آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ حضرت قبلہ کے احوال قلم بند کرتا۔ اس سلسلے میں پیر سید عبدالغفار شاہ قابل مبارک باد ہیں جنہوں نے مجھ ناچیز (احمد یار) کو حضور کے حالات قلم بند کرنے پر مجبور کیا اور یہ سعادت میرے حصے میں آئی۔ پیر سید عبدالغفار شاہ راشدی نے اپنے پیر و مرشد کی وہ خدمت کی ہے جو ہر مرید پر فرض ہے۔"

وصال: علامہ شامی آخر عمر میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "۱۹۳۳ء کا سال آپ کے لئے تکلیف دہ ہوگا"۔ اس پیشگوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۷، ستمبر ۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ بروز بدھ بمبئی شہر (انڈیا) میں آپ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ بمبئی میں آپ کو پریل کے ہسپتال کے قریب چھوٹی واڑھ کے گورستان میں سپرد خاک کیا گیا، جہاں بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں۔

(ماخوذ: تذکرہ سید احمد خالد شامی، مطبوعہ ۱۹۹۹ء)

----------------

حضرت علامہ مخدوم اللہ بخش عباسی

گوٹھ کھہڑا کے عباسی مخادیم خاندان کے چشم و چراغ علامہ مخدوم عطا محمد عرف اللہ بخش عباسی کا سلسلہ نسب کھہڑا کے مشہور و معروف ولی اللہ، عارف باللہ، فاضل یگانہ، عالم ربانی حضرت علامہ مخدوم عبدالرحمٰن شہید (سن ۱۱۴۵ھ) سے یوں مل رہا ہے: مخدوم عطا محمد بن مخدوم محمد عاقل عرف پیر محمد بن مخدوم عبدالخالق بن مخدوم محمد عاقل بن مخدوم احمدی بن مخدوم عبدالرحمٰن شہید رحمہم اللہ تعالیٰ

مخدوم اللہ بخش کی ولادت درگاہ مخادیم کھہڑا تحصیل گمبٹ خیر پور ریاست (سندھ) میں ہوئی۔ تاریخ ماہ وسن کا علم نہ ہوسکا۔ بچپن میں والد کا سایہ اٹھ گیا اور ساری ملکیت پر بھائی دین محمد عباسی قابض ہو گئے۔ اس لئے مخدوم اللہ بخش نے بچپن میں سخت تکالیف اٹھائیں، معاشی مسئلہ نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد مخدوم محمد عاقل نے شکارپور کے مشہور پٹھان خاندان کے تخی مرد مدد خان کے خاندان میں سے شادی کی تھی۔ اس خاتون کے بطن سے مخدوم اللہ بخش آپ کو آخری عمر میں تولد ہوئے۔ مخدوم محمد عاقل کے انتقال کے بعد مخدوم اللہ بخش کا پالنا پڑھانا اور نگہداشت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ کے ذمہ تھی۔ جنہوں نے جوانی شہزادیوں کی طرح گذاری تھی لیکن یہاں شوہر کے انتقال کے بعد بڑے بیٹے کے ظلم وستم کی نشان بنی رہی۔ بقیہ زندگی سخت تکالیف فقر وفاقہ میں گذری لیکن اس کے باوجود بیٹے کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل نہ رہی۔

مخدوم اللہ بخش نے شروع میں درگاہ شریف مخادیم کھہڑا میں استاد العلماء حضرت مولانا غلام محمد مہیسر (کمال دیرے والے) کے ہاں تعلیم حاصل کی جو کہ ان دنوں وہاں مدرس مقرر تھے۔ بڑے بھائی دین محمد کے نہ چاہنے کے باوجود مولانا صاحب نے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے دوسرے گوٹھ میں جا کر دین محمد سے چھپ کر مخدوم اللہ بخش کو تعلیم دیتے رہے۔ فقر وفاقہ، خاندانی اذیت و تکالیف کے سبب مخدوم اللہ بخش کا ذہن بہت متاثر ہوا اس لئے ایک روز کھہڑا سے درگاہ بھرچونڈی شریف (ڈھرکی) پیدل گئے اور حضرت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سارا ماجرا سنا کر دعا کی درخواست کی۔ حضرت حافظ صاحب نہایت شفقت و پیار سے پیش آئے اور دعا و توجہ سے نوازا۔

مخدوم اللہ بخش کے استاد حضرت علامہ غلام محمد مہیسر نے فرمایا کہ اس دعا کے بعد مخدوم اللہ بخش کے ذہن کی یہ کیفیت تھی کہ نصابی کتابوں میں جو بھی کتاب سامنے کھولتے ایسا محسوس ہوتا گویا کہ وہ کتاب پہلے سے پڑھی ہوئی ہو۔ بہر حال مولانا مخدوم اللہ بخش جلد تیز رفتاری سے مروجہ درسی نصاب مکمل کر کے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

ملازمت: بعد فراغت معاشی مسئلہ حل کرنے کے لئے ملازمت کیلئے سرگرداں رہے۔ درگاہ جیلانیہ رانی پور کے سجادہ نشین حضرت پیر سید ابو محمد صالح شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس منشی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد خیر پور ریاست کے وزیر اعظم سردار محمد یعقوب خان کے حاضر منشی (Personal Assistant) مقرر ہوئے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ آپ کی علمی شہرت خیر پور ریاست میں ہونے لگی۔ اور جلد ہی ریاست کے قانون کا امتحان (Higher Examination) پاس کیا۔ اس کے بعد آپ کو تحصیل فیض گنج کا ہیڈ منشی مقرر کیا گیا۔ قانونی مہارت سے متاثر ہو کر اس وقت کے وزیر شیخ صادق علی نے انہیں خیر پور کا ریذیڈنٹ مجسٹریٹ مقرر کیا۔ خیر پور کے مختلف مقامات پر ریذیڈنٹ مقرر ہونے کے بعد دکن رلیف ایکٹ کے مطابق ساری ریاست کے رلیف جج مقرر ہوئے۔ آخر میں میر امام بخش خان ٹالپر کے اسرار پر میر صاحب کے خصوصی میر منشی مقرر ہوئے، جس کے سبب ہمیشہ میر صاحب کے ساتھ گشت میں رہتے تھے۔

تصنیف وتالیف: مخدوم اللہ بخش اگرچہ ساری زندگی نہایت اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ اس لئے عہدوں کی ذمہ داری کے سبب تصنیف وتالیف کا وقت کہاں؟ لیکن اس کے باوجود تھوڑا سا وقت نکال لیتے تھے اور تصنیف وتالیف سے غافل نہ رہے۔ سفر وحجر میں تحریری کام جاری رکھا۔ جو کتابیں دستیاب ہیں ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

- تفسیر تسہیل القرآن (سندھی) تفسیر کے صرف چار پارے مکمل کر سکے۔ تین پارے شیخ علی محمد نومسلم نے آپ کی زندگی میں شائع کر دئے تھے۔ چوتھا پارہ "لن تنالو البر" ابھی تک قلمی صورت میں ہے۔
- علم غیب رسول ﷺ کے اثبات سے متعلق ایک رسالہ پیر طریقت شمس العلماء حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ کوٹ دھنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ) کے حکم کے مطابق تحریر کیا۔ یہ سندھی زبان میں اپنے موضوع پر نہایت علمی وتحقیقی مقالہ ہے۔
  مخدوم عبدالرحمٰن شہید اکیڈمی کھہڑا کے اراکین کو اللہ تعالیٰ ہمت عطا فرمائے تا کہ وہ اس رسالہ نایاب کی اشاعت کا اہتمام کر سکیں۔
- **فوز الاخلاف به فیض الاسلاف** عرف تذکرہ مخادیم کھہڑا (فارسی) سندھی ترجمہ مطبوعہ ہے۔
- منطق کی مشہور کتاب "ایساغوجی" کی فارسی میں شرح رقم فرمائی۔
- فتاویٰ عطا محمد:

عربی فارسی اور سندھی میں علمی مسائل پر تحقیقی فتاویٰ ورسائل تحریر فرمائے جو کہ ایک طرف ادبی

شہہ پارے ہیں اور دوسری طرف روزمرہ مسائل کے بارے میں جامع و مانع تحقیق ہے۔

شاعری: مخدوم اللہ بخش فارسی اردو اور سندھی زبان کے قادر الکلام شاعر و ادیب تھے۔ اپنے دور میں خیرپور ریاست کے امیر الشعرائ تھے۔ تخلص "عاصی" اختیار کیا۔ نعت، غزل نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کہے ہیں وہ سندھی، فارسی میں ہے۔ آپ نے ایک نعتیہ غزل لکھی جس میں فارسی، سندھی، اردو اور عربی چار زبانیں استعمال میں لائے ہیں۔ مخدوم امیر احمد مرحوم نے اپنے مضمون میں مخدوم اللہ بخش کی شاعری کا نمونہ پیش کیا ہے۔

رافضی مجتہد سے مناظرہ: ایک بار میر فیض محمد خان ٹالپر کے دربار قلعہ کوٹ ڈجی (ضلع خیرپور) میں ایران سے ایک مجتہد صاحب آئے۔ اس کی چرب زبانی سن کر میر صاحب کو مناظرہ کا خیال پیدا ہوا۔ اس لئے مخدوم اللہ بخش کو خیرپور سے بلوا کر ایک محفل کا اہتمام کیا گیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا: میر صاحب! مناظرہ سے انکار نہیں لیکن امین کون ہوگا؟ میر صاحب نے اپنے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا "میں" ہوں گا۔ بالآخر مجتہد صاحب نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کے عدم جواز پر بات کرنا چاہی۔ اسی موضوع سے متعلق دونوں کی آپس میں بات چیت ہوئی۔ مخدوم صاحب نے اپنے موقوف کی دلیل میں قرآن پاک کی آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ (پارہ ۲۸، المجادلۃ، آیت ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

پڑھ کر خلفائے ثلاثہ کے ایمان اسلام پر اثبات میں فارسی زبان میں وہ مدلل و مفصل تقریر کی کہ خود میر صاحب جھوم رہے تھے اور زبان سے مرحبا مرحبا کہہ رہے تھے۔ جب مجتہد صاحب کی باری آئی تو فرمانے لگے: میں اپنی کتابیں سکھر رکھ کر آیا ہوں اجازت دیں تو وہاں سے لے کر آؤں پھر مناظرہ کریں گے۔

اسی وقت میر صاحب کی زبان سے بے ساختہ نکلا: "مجتہد صاحب! علم ہماں است کہ در جلد خویش علم ہماں نیست کہ در جلد میش"۔

حکمت: طب یونان کا علم باقاعدہ کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا۔ لیکن شکارپور کے نامور حاذق حکیم عالم و شاعر میر علی نواز علوی کی صحبت اور اپنے وسیع مطالعہ کی بنا پر علم طب میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔ ہر سال موسم گرما میں چھٹیاں لیکر شکارپور جاتے اور میر علی نواز کے مہمان بنتے اور دو تین ہفتہ قیام کرتے تھے۔

عادات وخصائل: مخدوم اللہ بخش عباسی نہایت بلند اخلاق، خوش طبع، شیرین زباں، مجلس کے میر، حافظہ کے ذہین و ذکاء تھے۔ یہاں تک عربی فارسی کتابوں کی عبارتیں بھی انہیں ازبر تھیں۔ عربی فارسی ادب، تفسیر حدیث، فقہ اور دیگر مروجہ علوم کے ماہر اور ان پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ صلہ رحمی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ بہترین خوشنویس تھے، خوش بیاں واعظ تھے، درگاہ مخادیم کھہڑا کی جامع مسجد شریف میں ہر جمعہ کو وعظ کیا کرتے تھے اور آپ کا وعظ دور دراز علاقوں سے لوگ سننے آتے تھے۔

شادی واولاد: مخدوم اللہ بخش نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی والدہ محترمہ نے اپنے خاندان میں سے کرائی تھی جس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری شادی حضرت ابو محمد صالح شاہ جیلانی نے اپنی مریدنی سے کرائی۔ اس کے بطن سے دو بیٹیاں تولد ہوئیں ایک لڑکی آپ کی زندگی میں انتقال کرگئی اور دوسری لڑکی صاحب اولاد ہے۔

احباب بزرگ وہمعصر: حافظ الملت حضرت حافظ محمد صدیق قادری قدس سرہ بانی درگاہ بھرچونڈی شریف کے آپ نہایت عقیدت مند ومعتقد خاص تھے۔ جن کی دعائیں آپ کے علم وفضل وکامیاب زندگی میں شامل حال رہیں۔

- علامۃ الزمان، مفتی اعظم ہندو پاک علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ سے نہایت عقیدت ومحبت رکھتے تھے، جو کہ صاحب الحضوری بزرگ تھے۔
- حضرت شمس العلماء پیر سید شاہ مردان شاہ اول پیر صاحب پگارہ سے بھی نہایت عقیدت رکھتے تھے۔
- مولانا حکیم میر علی نواز علوی — سجادہ نشین درگاہ علویہ ہاتھی گیٹ شکارپور
- مولانا سید شہاب الدین شاہ لکیاری — ہالانی
- پیر رفیع الدین سرہندی — شکارپور
- استاد الشعراء رئیس شمس الدین بلبل — میہڑ
- پیر سید معشوق علی شاہ معشوق راشدی وغیرہ

وصال: حضرت مخدوم اللہ بخش عباسی نے ۲، رجب المرجب ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء کو وصال کیا۔ درگاہ مخادیم کھہڑا (ضلع خیرپور میرس) کی جامع مسجد شریف کے احاطہ میں مزار مرجع خلائق ہے۔

(سہ ماہی مہران جا مشہور وسوانح نمبر ۱۹۵۷ء)



حضرت مولانا احمد یار مہر

حضرت مولانا عبدالغفار مہر، استاد الاساتذہ حضرت علامہ خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا عبدالغفار کے وصال پر مولانا بہاءالدین بھائی نے قطعہ تاریخ وصال کہا۔

حضرت مولانا احمد یار قادری بن مولانا عبدالغفار مہر درگاہ شریف خان گڑھ (تحصیل گھوٹکی سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: خان گڑھ میں والد ماجد کی درسگاہ میں انہی کی نگرانی میں دینی تعلیم و تربیت حاصل کی۔

بیعت: مولانا احمد یار پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں جنید وقت حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بانی درگاہ بھرچونڈی شریف کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔ مرشد کریم سے بے پناہ محبت کے سبب مختصر سی مدت میں منازل طے کی۔ ۴۰ سال کی عمر میں والد گرامی مولانا عبدالغفار انتقال کر گئے تھے۔ (تذکرہ شعراء سکھر ص ۱۶۸)

والد گرامی قدر کے انتقال کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے بے شمار نفوس آپ سے مرید ہو کر فیض یاب ہوئے۔

تصنیف و تالیف: عارف کامل حضرت مولانا احمد یار قادری نے مشکوٰۃ شریف کا سندھی ترجمہ اور حاشیہ "مـراة التشـريـح" ۷ جلدوں میں اپنے احباب علماء سے تیار کروایا۔ یہ سندھی شرح

۵۰۰ کی تعداد میں عباسی پریس (عباسی کتب خانہ جھونا مارکیٹ کراچی) سے مولانا شیر محمد گلال نے ۵، ذوالقعدہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء یعنی مولانا احمد یار کی وفات سے دو سال قبل شائع کیا۔ اس پر مولانا احمد یار نے خود حاشیہ تحریر کیا۔

مطبوعہ مشکوٰۃ شریف مترجم کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے: "حسب الحکم حضرت پیر روشن ضمیر جناب حضرت هـادينـا مـرشـدنـا مولانـا مطلوب الاحد، محبوب الصمد، حضرت احمد سجادہ نشین درگاہ عالیجاہ حضرت خان گڑھ شریف دام الله بر كاتهم و حياتهم"۔ (بحوالہ شریعت سوانح نمبر)

شاعری: مولانا احمد یار سندھی زبان کے بلند پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کا کلام رسائل کی صورت میں شائع ہوا ہے۔ آپ کا کلام سہ حرفیاں، مناجات، مداح، مولود، نعت، غزل، منقبت اور کافی پر مشتمل ہے۔ ادبی اور فنی لحاظ سے آپ کے کلام کا درجہ بلند ہے۔ بعض غزلیات میں فارسی اور سندھی

مصرعہ کا حسین امتزاج پیش کیا ہے۔ (تذکرہ شعرائے سکھر)

سیر و سیاحت: حضرت مولانا احمد یار نے ہندو پاک کے نامور بزرگان دین کی مزارات مقدسہ پر حاضری کیلئے سفر کیا۔

شادی و اولاد: حضرت حافظ محمد صدیق قادری نے اپنے مرید امیر حسن میمن کی صاحبزادی رحیم خاتون سے مرید صادق مولانا احمد یار کی شادی کرائی اور خود ہی خطبہ نکاح پڑھایا۔ مولانا کو اہلیہ کے بطن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ (عظیم سندھی انسان ص ۲۸۷)

وصال: مولانا احمد یار نے ۲۳، شوال المکرّم ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۴ء کو درگاہ شریف خان گڑھ (گھوٹکی) میں ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وہیں مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے جس میں مریدین و معتقدین شرکت کرتے ہیں۔ آپ کے وصال پر حضرت مولانا بھائی کے صاحبزادوں (مولانا عبدالرحمٰن ضیائی اور مولانا محمد اعظم سراجی) نے قطعہ تاریخ وصال کہا۔ یہاں مولانا ضیائی کا قطعہ درج کیا جارہا ہے:

عالم علم و صاحب عرفان	بکمال الیقین بصد ایقان
نیر اعظم سپہر کمال	بدر روشن کن جہان جمال
حامی سنت رسول خدا	ماحی شرک و کفر و بدعتہا
ظاہرش گرچہ صورت انسان	باطنش جملہ معنی رحمٰن
حاسدش گرچہ از حسدے دید	بہر خود از حسد بلا و مزید
دید او راکسے کہ دیدہ ور است	نہ کہ اعمی و ناقص النظر است
شپرہ جوید آفتاب سیاہ	نور خورشید رامگرچہ گناہ
رند و مخمور بادۂ عرفان	خضر رہ بہر راہ گم شدگان
از شریعت طریقتش ظاہر	و از حقیقت بمعرفت ماہر
مثبت قول حق بصد برہان	از کلامش عیان بدیع و بیان
در جمیع اُمور صبح و شام	مستقل طبع و ثابت الاقدام
درہمہ حال صاحب تحقیق	بہمہ کاروبار ہا صدیق
مرد حق شیر بیشۂ توحید	اعظم القدر صاحب التفرید
مرد مولا و شیر حق احمد	سرہ مکتوم بیچگون احد
بانگ رحلت بگوش اوچ و رسید	گفت لبیک بارہا بمزید

بیست ہم سوم از مہ شوال
شب سہ شنبہ بود کان خوشحال
رخت رحلت کشید در جنت
بخوشی آرمید در جنت

۱۳۵۴ھ

چونکہ بود اوفنا بذات و صفات
سال وصلش بخوان فنا فی الذات
بار دیگر بخوان بقرب اُنس
ہادی عندلیب باغ قدس

۱۱۱ ۱۳۴۲

اے "ضیائی" دعائے خیر بخوان
بادخوش زیر سایۂ یزدان

[ماخوذ: بیاض منتخب غزلیات فارسی (قلمی) از: مولانا عبدالرحمٰن ضیائی، ملکیت پروفیسر محمد پنھل ڈہر صاحب ڈہرکی۔ یہ قطعہ پہلی بار زیور اشاعت سے آراستہ ہو رہا ہے، فقیر راشدی، ڈہر صاحب کا مشکور ہے]

قاضی ابوالخیر ٹھٹھوی

فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین میں سے دوسرے سندھی عالم وفقیہ مولانا قاضی ابوالخیر بن علامہ مخدوم فضل اللہ ٹھٹھوی ہیں۔ یہ بزرگ بھی سندھ کے مشہور مردم خیز اور تاریخی شہر ٹھٹھہ کے باشندے تھے۔

ٹھٹھہ کے مشہور عالم وعارف علامہ فضل اللہ کے متعلق صاحب تحفۃ الکرام رقمطراز ہیں:

"جامع فضائل قدسیہ حاوی معارف انسیہ محل زیور ورع وتقویٰ بودہ ہموارہ بدرس علامہ اشتغال درزیدی"۔ (تحفۃ الکرام قلمی ص ۶۲۰)

ترجمہ جامع فضائل، ماہر علوم انسانی، تقویٰ و پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ تھے اور ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔

تاریخ معصومی ص ۲۱۷ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ اور ماثر رحیمی ص ۳۲۸ مطبوعہ بنگال میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ اسی طرح ان کی تعریف کی گئی ہے۔

آپ کے فرزندار جمندی مخدوم ابوالخیر کے متعلق صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں:

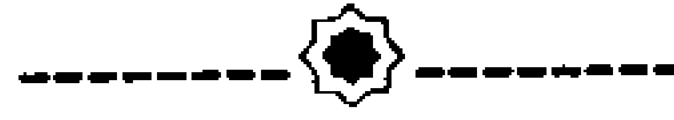
"درزمانہ خویش طالب علم کامل برآمدہ درفتاویٰ عالمگیری شریک استنباط مسائل شد"۔

(تحفۃ الکرام قلمی ص ۶۲۰)

ترجمہ: اپنے دور میں ایک کامل طالب علم پیدا ہوئے۔ فتاویٰ عالمگیری کے ترتیب مسائل میں شریک رہے۔

قاضی ابوالخیر کے صاحبزادے ملا اسحاق بقول تحفۃ الکرام "جامع کمالات" تھے۔ ان کا ایک بیٹا کمال الدین ہوا جس کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(ماخوذ: مقالات راشدی ص ۳۴ سید حسام الدین راشدی مطبوعہ جامعہ کراچی)



مولانا پیر امیر احمد انصاری جودھپوری

واعظ اسلام مقبول عوام مولانا پیر امیر احمد انصاری المعروف مولانا جودھپوری بن پیر محمد صدیق ۱۹۲۰ء کو بھارت کے صوبہ راجستھان (مارواڑ) کے شہر جودھپور میں تولد ہوئے۔

آپ کا خاندان سمرقند (روس) سے نقل مکانی کر کے افغانستان آیا اور وہاں سے صوبہ پنجاب (انڈیا) میں داخل ہوا اور ویروال امرتسر کے محلہ افغان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں آپ کے جدامجد حضرت اعظم الدین انصاری بن شیخ رحیم داد انصاری نے قیام فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد حج کے لئے سفر اختیار کیا وہاں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے بعد بندرگاہ جدہ پہنچ کر بمبئی (انڈیا) تشریف لائے، کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد سرزمین مارواڑ میں داخل ہوئے، وہ مہاراجہ سیری مان سنگھ کا زمانہ تھا۔ آپ نے جودھپور میں مستقل رہائش اختیار کی یہاں آپ کو دو فرزند تولد ہوئے۔

1- عبدالسبحان انصاری 2- پیر طریقت مولانا الحاج عبدالرحمٰن انصاری

حضرت پیر اعظم الدین انصاری، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف پیر پٹھان قدس سرہ (المتوفی ۱۲۶۷ھ) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ (خانقاہ تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان) میں دست بیعت ہوئے اور صاحب مجاز خلیفہ بھی تھے۔

مولانا جودھپوری کا پیر اعظم الدین سے سلسلہ نسب یوں ملتا ہے: مولانا امیر احمد بن پیر محمد صدیق بن مولانا مفتی فتح محمد بن مولانا پیر عبدالرحمٰن بن حضرت اعظم الدین انصاری۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا آپ کا خاندان علمی اور روحانی خاندان تھا۔

تعلیم و تربیت: ۱۲ بارہ سال کی عمر میں حصول علم کے لئے اجمیر شریف (صوبہ راجستھان) کا سفر اختیار کیا اور "مدرسہ رحمانیہ" میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد جودھپور واپس تشریف لے آئے۔

یعنی تعلیم کا دورانیہ نو (۹) سال ہے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ میں اپنے والد حضرت پیر محمد صدیق جودھپوری سے بیعت اور جانشین تھے۔

تحریک پاکستان: ۱۹۴۳ء کو کراچی شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ عام میں شرکت کیلئے سر عبداللہ ہارون کے فرزند یوسف ہارون (جو کہ بعد میں پاکستان کے گورنر بھی رہے) کی خصوصی دعوت پر جودھپور ریاست کے مقبول عوام خطیب اور اہل سنت و جماعت کے نامور عالم دین مولانا امیر احمد نے اپنے والد پیر محمد صدیق اور چھوٹے بھائی ظہور احمد انصاری کے ہمراہ جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔ جلسہ میں قائداعظم محمد علی جناح، نواب زادہ لیاقت علی خان، بہار یار جنگ، یوسف ہارون اور دیگر زعماء نے شرکت کی۔ مولانا جودھپوری نے اپنی شعلہ بیانی سے وہ جوہر دکھائے کہ مجمع میں ایک نیا جوش و جذبہ پیدا ہو گیا اور جلسہ گاہ تکبیر و رسالت کے نعروں سے گونج اٹھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر مولانا جودھپوری کی تقریر کی تعریف کی۔ یوسف ہارون نے مولانا مع ان کے والد و برادر کو بھیم پورہ میں واقع ہری مسجد کے سامنے ایک مکان میں ٹھہرایا۔ چند دن کراچی میں قیام کرنے کے بعد واپس جودھپور روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچنے کے چند دن بعد جودھپور شہر میں قحط پڑ گیا اور گندم کی شدید قلت پیدا ہو گئی۔ اس موقعہ پر "ریاست جودھپور" کے راجہ کی جانب سے سندھ سے گندم منگوانے کے لئے ایک وفد کراچی آیا، اس سرکاری وفد میں مولانا جودھپوری بھی شامل تھے۔ وفد یہاں سے بھاری مقدار میں گندم لے کر واپس جودھپور آ گیا۔

اس سے واضح ہوا کہ مولانا ریاست جودھپور میں دینی تبلیغ کے علاوہ سیاسی، سماجی، رفاہی اور فلاحی خدمات کے حوالے سے بھی شہرت رکھتے تھے۔

ظہور احمد جودھپوری بتاتے ہیں کہ مولانا جودھپوری نے تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا اور پورے راجستھان (مارواڑ) صوبہ میں چھوٹے بڑے جلسے برپا کر کے تحریک پاکستان کو تیز سے تیز کر دیا۔ بالآخر قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت، علماء و مشائخ اہل سنت کی پرخلوص جدوجہد اور برصغیر کے مسلمانوں کی انتھک کوششوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔

پاکستان میں قیام: قیام پاکستان کے بعد مولانا جودھپوری اپنے والد محترم اور بھائیوں کے ہمراہ جودھپور سے کراچی (پاکستان) نقل مکانی کر کے آ گئے اور کراچی کے علاقہ کھانچی پاڑہ (رنچھوڑ لائن) میں کاکا اسٹریٹ میں واقع جام نگر میمن جماعت بلڈنگ میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد نزد رحمت مسجد بھیم پورہ میں "امیر منزل" میں مستقل رہائش اختیار کی۔ لیکن بعد میں

پوتوں نے امیر منزل کو فروخت کر دیا۔

خطابت وامامت: بعد فراغت مولانا نے جودھپور میں موچیوں کی جامع مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ جہاں ہر جمعہ کو وعظ ونصیحت سننے کے لئے جودھپور شہر کے گرد ونواح کے لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے تھے۔آپ صوبہ راجستھان کے مقبول عام خطیب تھے،صوبہ میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔

قیام کراچی کے دوران چند دنوں میں آپ کی شہرت پورے کراچی میں ہونے لگی اور لوگ دور دور سے آپ کو دعوت دینے ،اپنے جلسوں میں مدعو کرنے کے لئے آنے لگے اور آخروہ دن بھی بہت جلد آیا جب آپ جلسہ کی کامیابی کی سند ہونے لگے۔وہ جلسے کامیاب ہو جاتے ،عوام الناس سے کچھا کھچ بھر جاتے جس میں مولانا جودھپوری کا شعلہ نوا خطاب ہوتا تھا۔کراچی میں گلی گلی،قریہ قریہ،بستی بستی مولانا جودھپوری نے عید میلا د النبی ﷺ اور محرم الحرام کے جلسوں میں وعظ کیا۔

جامع مسجد رحمت (بھیم پورہ) ترک مسجد (کھجور مازار، لی مارکیٹ) ابراہیمی جامع مسجد (کلری لیاری)صابری جامع مسجد (رنچھوڑ لائن)وغیرہ مساجد میں امامت وخطابت کی خدمت بخوبی سرانجام دی۔

آپؒ نے ایک شادی کی جس سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: 1- اداکار شبیر احمد مرحوم 2- نذیر احمد مرحوم
3- اقبال احمد مرحوم 4- طفیل احمد انصاری مرحوم

اکثر علماء کی اولاد میں سے ایک بھی فرزند کا عالم دین نہ بننا، کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔

1- یا تو عالم صاحب دینی مصروفیات کی بناپر بچوں کو صحیح وقت نہ دے سکے۔
2- دینی تربیت نہیں دی یعنی وہ خود اپنے بیٹے کو عالم دین بنانا نہیں چاہتے تھے۔
3- اولاد والد کی شخصیت سے متاثر نہ ہو سکی۔
4- والد کی فقر وفاقہ کی زندگی سے بددل ہو کر دنیا کی رنگینی میں کھو گئے۔

مذکورہ اسباب میں سے کوئی سبب ہو سکتا ہے۔

تقریظ: خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے کتاب "ذکر جمیل" تحریر فرمائی تو اس وقت کے مقتدر عالم وخطیب مولانا جودھپوری سے تقریظ لکھوائی، یہاں اس تقریظ کا خلاصہ مولانا کی تحریر کا نمونہ تبرکاً پیش کرنے سے قبل مولانا جودھپوری کا نام مولانا اوکاڑوی کے قلم سے، " حضرت علامہ مولانا پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری دامت برکاتھم العالیہ "۔مولانا جودھپوری لکھتے ہیں:

" مولانا صاحب موصوف نے کتاب ذکر جمیل لکھ کر ماشاء اللہ بہت بڑا دینی اور زبردست تبلیغی

کارنامہ انجام دیا ہے۔ سید الموجودات، اشرف البریات، نور من نور اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال، عادات و خصائل اور آپ کے معجزات باکمال کو ایسی خوبصورتی اور بالغ نظری کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے کہ دل پھڑک گیا۔ جزاك الله و بارك الله

اللہ کرے زور قلم اور ہو زیادہ

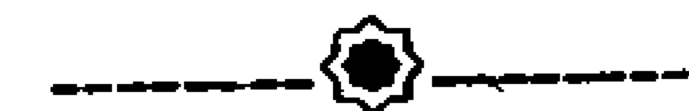
بعض اختلافی مسائل پر بھی بڑی خوبی کے ساتھ عالمانہ اور فاضلانہ بحث کر کے ہر عقدہ کو بڑے پیارے انداز میں حل فرما دیا ہے اور مخالفین کے باطل عقائد اور پرانے اعتراضات کے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مدلل و مسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرما دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پرزور دلائل بعض سادہ لوح مسلمانوں کی تمام غلط فہمیوں کو بدرجہ احسن دور کر دیں گے۔" ....۱۲، اگست ۱۹۶۱ء (الذکر الجمیل ص ۳۴۴، مطبوعہ کراچی، لاہور)

وصال: مولانا جودھپوری کے مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی سے گہرے مراسم تھے اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و ترویج اور تحریک پاکستان کیلئے اکٹھے کام کیا۔ جب علامہ بدایونی جمعیت علمائے پاکستان کے صدر بنے تو آپ کو جنرل سیکریٹری بنایا گیا تھا لیکن بعد میں آپ نے بعض وجوہات کی بناپر استعفیٰ پیش کر دیا۔

ان کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا اسپنسر آئی ہسپتال لی مارکیٹ میں آپریشن کرایا۔ آپریشن کے بعد اچانک ان کو دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے ۲۵، اپریل ۱۹۷۰ء بمطابق صفر المظفر ۱۳۹۰ھ کو پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور کراچی کے قدیم و مشہور میوہ شاہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

بھارت کے صوبہ راجستھان کے شہر "پالی" میں آپ کے برادر نسبتی مولانا پیر عزیز احمد انصاری اور ان کے فرزند مولانا سعید احمد انصاری رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں البتہ پاکستان میں آپ کے خاندان میں اس وقت تو یہ سلسلہ تبلیغ موقوف ہے۔ دعا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) مولانا مرحوم کی اولاد میں پھر دین کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ آمین

[شکیل احمد قریشی، چوہدری محمد حسین جودھپوری گھانچی پاڑہ (رنچھوڑ لائن) کی کوشش سے مولانا جودھپوری کے برادر خورد محترم ظہور احمد انصاری سے فقیر راشدی کی ملاقات ہوئی اور ان کے بیٹے سماجی کارکن مقصود احمد انصاری نے حالات مہیا کیے، فقیر تمام معاونین کا مشکور ہے]



مخدوم امیر احمد عباسی

مخدوم امیر احمد کا تعلق ضلع خیر پور میرس کے گوٹھ کھہڑا کے مشہور "مخدوم خاندان" سے تھا جس نے وادی مہران میں اسلامی احکام کے نفاذ میں مثالی خدمات انجام دی تھیں۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے جا کر ملتا ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ، حضرت محمد ابراہیم تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں بغداد شریف کے بادشاہ معتصم باللہ عباسی کے عہد میں انہی کے حکم سے اسلام وسنیت کی تبلیغ کے لئے سندھ میں تشریف فرما ہوئے، ان دنوں سندھ، عباسیہ حکومت سے وابستہ تھی۔ حضرت محمد ابراہیم نے حیدر آباد کے شمال میں ایک ٹیلہ پر قیام کیا اور تبلیغ دین کے اہم فریضہ میں مشغول رہے اور ۳۴۸ھ کو انتقال کیا۔ ابراہیم کی اولاد میں سے ایک بزرگ اسد اللہ جس کو "مخدوم الملک" کہا جاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں سندھ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے اور سندھ کا دورہ کرتے ہوئے خیر پور میرس کے قریب ایک گوٹھ "پری" میں پہنچے اور وہیں قیام کیا۔ مخدوم قاضی اسد اللہ نے پری میں مسجد شریف تعمیر کروائی اور وہیں ۹۶۶ھ کو انتقال کیا۔

مخدوم اسد اللہ کے پر پوتے مخدوم عبدالخالق نے پری سے منتقل ہو کر "کھہڑا" میں قیام کیا۔ اس کے بعد اس خاندان نے وہیں کھہڑا میں مستقل قیام کیا اور آج تک " درگاہ مخادیم" مشہور و معروف ہے۔ (مضمون نگار مخدوم امیر احمد، سہ ماہی مہران ۱۹۵۷ء)

مخدوم امیر احمد کا سلسلہ نسب یوں ہے: امیر احمد بن مخدوم احمدی بن مخدوم عصمت اللہ بن مخدوم احمدی بن مخدوم محمد عاقل بن مخدوم احمدی بن مخدوم عبدالرحمٰن شہید۔ مخدوم امیر احمد ۱۹۰۱ء کو گوٹھ کھہڑا (تحصیل گمبٹ ضلع خیر پور میرس) میں مخادیم کی حویلی میں تولد ہوئے۔ بچپن میں والد انتقال کر گئے اس لئے یتیم تھے والدہ ماجدہ کی تربیت اور ماموں جان علامہ مفتی مخدوم اللہ بخش "عاصی" کے سایہ عاطفت میں تعلیم حاصل کی۔ مخدوم امیر احمد بارہ برس کے تھے کہ ان کے ماموں جان بھی انتقال کر گئے۔ بچپن میں فاقہ کشی اور خاندانی اذیت کا شکار رہے۔

تعلیم وتربیت: ۱۹۱۲ء کو سندھی اسکول میں داخل ہوئے، ۱۹۱۶ء کو چوتھی جماعت پوزیشن سے پاس کی جس کے سبب ریاست خیر پور کے حکم تحت سرکاری خرچ پر ناز ہائی اسکول خیر پور میرس میں بڑے اعزاز کے ساتھ داخل ہوئے۔ ہائی اسکول میں فقط ایک ہفتہ گذرا تھا کہ والدہ ماجدہ نے وہاں سے اپنے پاس بلوالیا اور اپنی نگرانی میں دینی تعلیم دلوانے کے لئے حافظ محمد سلیمان کے پاس

قرآن مجید حفظ کے لئے بٹھایا۔ دو پارے یاد ہوئے پھر وہاں سے بھی اٹھوا کر مولانا بخش علی (ساکن ننڈو شہباز ضلع دادو) کے پاس بٹھا دیا جو کہ مخادیم کے مدرسہ میں مدرس تھے تین ماہ تک مولانا کے پاس فارسی پڑھتے رہے لیکن اچانک استاد صاحب انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اس کی جگہ پر علامہ مولانا محمد ہاشم انصاری نوابشاہی مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے مولانا محمد ہاشم کے پاس تعلیم جاری رکھی فارسی نصاب آٹھ ماہ میں مکمل کیا اور عربی نصاب فقط چار سال میں پورا کیا اور فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت مخدوم امیر احمد نے اپنے آبائی "مدرسہ مخدومیہ" میں تقریباً دو سال درس دیا۔ خاندانی رقابت کے سبب درگاہ مخادیم کو خدا حافظ کہہ کر منتقل ہو گئے۔ ۱۹۲۶ء میں نوشہرو فیروز میں مشہور حکیم قاضی میاں احمدی کے تعاون و امداد سے قاضی مسجد میں مدرسہ قائم کیا جہاں چھ برس تک درس دیا۔ انہی دنوں قرآن پاک حفظ کرنے کا ارادہ ہوا اور بفضلہ تعالیٰ آٹھ ماہ میں حفظ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ جس سے آپ کی ذہانت وذکاوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مسٹر انصاری کی کوشش سے ۱۲، مئی ۱۹۳۲ء کو نوشہرو فیروز کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں پہلے عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ (ان دنوں اسی اسکول میں ملک کے نامور اسکالر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ زیر تعلیم تھے)۔

۱۹۳۸ء کو نوابشاہ کے لوکل بورڈ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر حاجی مہر علی خواجہ کی کوشش وتوجہ کے سبب مخدوم امیر احمد نے نوشہرو فیروز کو الوداع کہہ کر نوابشاہ لوکلبورڈ ای۔ وی اسکول میں عربی استاد مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے اسکول کی تعمیر وترقی میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

۱۹۴۴ء کو حیدر آباد سندھ میں سندھ کے مشہور ماہر تعلیم اور عربی کے ممتاز اسکالر ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ (جو اس وقت ڈائریکٹر تعلیمات سندھ تھے) اور خطیب اسلام علامہ سید علی اکبر شاہ (میہڑ والے) کی کوششوں سے "جامعہ عربیہ سندھ" (سندھ عربک یونیورسٹی) کی داغ بیل ڈالی گئی تو ۱۹۴۵ء میں مولانا مخدوم امیر احمد کو جوہر قابل سمجھ کر شعبہ عربی کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۶ء میں جامعہ عربیہ کے پہلے پرنسپل بنائے گئے اور ۱۹۵۳ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ نامساعد حالات کے باعث جامعہ عربیہ کا منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ کے انتقال کے بعد جامعہ عربیہ کا تعلیمی معیار جو کالج کے معیار تک پہنچا تھا گھٹ کر ہائی اسکول تک رہ گیا۔ آج یہ درسگاہ ہائی اسکول کی شکل میں موجود ہے۔

۱۹۵۳ء کو نامور اسکالر آئی آئی قاضی (وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جامشورو) نے پنجاب، الہ آباد اور ناگپور یونیورسٹیوں کی طرز پر سندھ یونیورسٹی سے ملحق ایک علوم شرقیہ کالج کی بنیاد ڈالی تو ان کی نظر انتخاب مخدوم امیر احمد پر پڑی۔ علامہ آئی آئی قاضی نے انہیں "سندھ اورینٹل کالج" کا پہلا پرنسپل مقرر کیا اور تا حیات پرنسپل رہے۔ ۵۱۔۱۹۵۲ء اور ۵۲۔۱۹۵۳ء میں مسلم گرلس کالج میں پارٹ ٹائم میں

بی۔اے آرٹس کی کلاس کے لئے عربی کے استاد مقرر ہوئے۔

۱۹۵۵ء میں آپ کی کوششوں سے "اسلامیہ ماڈرن ہائی اسکول" قائم ہوا۔جس کے آپ جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔اس کے علاوہ حمایت الاسلام ہائی اسکول و کالج حیدرآباد کے قیام میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔حمایت الاسلام ایسوسی ایشن کے بھی سرگرم کارکن رہے۔

علمی مقام: ڈاکٹر بلوچ صاحب رقمطراز ہیں:۔مخدوم صاحب کا سندھ کے چوٹی کے علماء اور ادباء میں شمار ہوتا تھا۔عربی لغت و ادب میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ان کے پلہ کا شاید ہی کوئی دوسرا سندھی عالم ہو۔بندہ راقم جوناگڑھ میں زیرِ تعلیم تھا ان دنوں انٹر آرٹس کے عربی کورس میں "ابن دُرید" کا مشہور قصیدہ (جو "مقصورہ ابن دُرید" کے نام سے مشہور ہے) تھا۔یہ قصیدہ نہ صرف کلاسیکل رنگ میں تحریر ہے بلکہ نہایت مشکل عربی الفاظ، محاورے اور استعاروں پر مشتمل ہے۔ابن درید عربی لغت کے امام مانے جاتے ہیں۔ویکشن میں گھر آ گیا اور نوابشاہ جاکر مخدوم صاحب کی خدمات حاصل کی اور ان سے "مقصورہ" پڑھنا چاہا دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سیدھے سادے مکتب کے استاد، کالج کی مشکل کتاب کیسے پڑھا سکتے ہیں لیکن جب درس لیا تو سارے وہم و گمان ختم ہو گئے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مخدوم صاحب نے بلاکسی تکلیف کے پورا مقصورہ لفظ بلفظ مجھے سمجھایا۔ میرے پاس کتاب کا ایک نسخہ ہوا کرتا تھا جو کہ میرے سامنے ہوتا اور مخدوم صاحب سامنے بیٹھتے تھے اس طرح ان کی طرف کتاب الٹی ہوتی تھی اس کے باوجود بڑے اطمینان اور سکون سے پڑھاتے تھے۔

اعزازات: سندھ یونیورسٹی کی سینٹ کے ممبر — سندھ یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کے ممبر
سندھ طبیہ کالج کی مجلس عاملہ کے ممبر

۱۹۵۶ءکو سندھ یونیورسٹی کی جانب سے اعزازی طور پر یونیورسٹی کے بی اے اور ایم اے کے طلباء کو عربی پڑھاتے تھے۔

آپ نے مخدوم ٹھٹوی کی کتاب "بذل القوۃ" پر کام کیا جس کے سبب سندھ یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ (پی۔ایچ۔ڈی) کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن ان کی وفات کی وجہ سے اس فیصلہ پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔

سفرِ حرمین شریفین: آپ نے ۱۹۵۲ء میں مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت سے لطف اندوز ہوئے۔

تلامذہ: طلباء کی طویل فہرست میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:
❁ نامور اسکالر و دانشور ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ — حیدرآباد

- مولانا پیر فضل احمد سرہندی — شکار پور
- مولانا عبدالحق شکار پوری
- حکیم قاضی عبدالہادی نوشہرائی — نوشہرو فیروز
- مولانا محمد صادق برڑو — ٹھاروشاہ
- مولانا محمد داؤد بگھیو — تحصیل مورو

تصنیف وتالیف: قیام حیدرآباد کے بعد آپ نے سندھی ادب کے اکثر حلقوں میں حصہ لیا۔ شاہ عبداللطیف یادگار مخزن اور دیگر علمی ادبی رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوئے تھے۔ اورینٹل کالج کی مخزن آپ کی نگرانی میں شائع ہوتی تھی۔ (سہ ماہی مہران ۱۹۵۷ء سوانح نمبر)

- بذل القوة فی حوادث سنی النبوة: علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کی عربی تصنیف پر کام کیا اور ایک طویل مقدمہ سپرد قلم فرمایا جو کہ آپ کی محنت شاقہ اور تحقیق کا شاہکار ہے۔ سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے انہیں پہلی بار ۱۹۶۶ء کو شائع کیا۔ حال ہی میں اس کتاب کا اردو ترجمہ محترم مفتی محمد علیم الدین نقشبندی نے بڑی محنت وعرق ریزی سے کیا ہے جسے ادارہ مظہر علم لاہور نے "سیرت سید الانبیاء" کے نام سے ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / جون ۲۰۰۰ء کو شائع کیا ہے۔
- حیاة القاری فی اطراف صحیح البخاری:۔ یہ کتاب بھی امام اہل محبت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کی عربی تصنیف ہے۔ مخدوم امیر احمد نے اس کے قدیم مخطوطے کو ۱۹۵۲ء میں ایک مبسوط مقدمے اور تصحیح وحواشی کے ساتھ بھرپور کام کیا۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔
- تاریخ معصومی (سندھی) میر معصوم فاضل بکھری کی تاریخ سندھ پر تصنیف ہے جو کہ فارسی میں تھی اور مخدوم امیر احمد نے پہلی بار اس کا سندھی ترجمہ کیا اور سندھی ادبی بورڈ کی جانب سے ۱۹۵۳ء کو شائع ہوئی۔
- تحفۃ الکرام (سندھی) تاریخ سندھ سے متعلق مورخ میر علی شیر قانع ٹھٹوی کی فارسی میں تصنیف ہے۔ مخدوم صاحب نے اس کا سندھی ترجمہ وضروری حواشی ودیباچہ تحریر کیا جو کہ ۱۹۵۷ء کو سندھی ادبی بورڈ کے زیراہتمام پہلی بار شائع ہوا۔ طبع ثانی ۱۹۷۸ء طبع ثالث ۱۹۸۹ء کو منظر پر آیا۔
- فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ (منہاج الملک کی عربی تصنیف کا فارسی ترجمہ علی بن حامد ابوبکر کوفی نے ۶۱۳ھ کو کیا تھا) فارسی نسخے کا سندھی ترجمہ مخدوم امیر احمد نے کیا۔ جو کہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو کے زیراہتمام پہلی بار ۱۹۵۴ء کو شائع ہوا۔
- سیرت طیبہ

۞ الدین الکامل (سندھی) یہ کتاب دین اسلام کے ضروری احکام و مسائل پر مشتمل ہے اسکولوں و کالجوں کے نصاب میں شامل تھا۔

۞ سرزمین سندھ میں علم حدیث (اردو) یہ علمی و تاریخی مقالہ مخدوم صاحب کی تصنیف ہے۔ مخدوم صاحب نے اس گراں مایہ تصنیف کا ایک حصہ مقالے کی صورت میں کل پاکستان تعلیمات کانفرنس حیدرآباد (سندھ) میں منعقدہ ۱۹۶۳ء کو پڑھا تھا۔ موصوف اس وقت سندھ اورینٹل کالج حیدرآباد کے پرنسپل اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر تھے۔ ابھی تک یہ علمی خزانہ کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا البتہ اس کے بعض حصے دو قسطوں میں ماہنامہ الرحیم حیدرآباد بابت جولائی/اگست ۱۹۶۳ء کے دو شماروں میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

۞ مخدوم امیر احمد نے "رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی" منظوم سندھی کا اردو نثر میں ترجمہ سندھ یونیورسٹی کی فرمائش پر کیا تھا۔ ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ اردو میں کلام لطیف کی عمدہ شرح بھی شامل ہے۔ کلام لطیف کا یہ اردو ترجمہ اب تک شائع نہ ہو سکا۔ اس کا اصل قلمی نسخہ مخدوم امیر احمد کے بیٹے مولانا مخدوم غلام احمد کے پاس محفوظ تھا۔

۞ آشکارا (فارسی) سچل سرمست کے کلام کو ترتیب دے کر چھپوایا۔ نوائے وقت پریس لاہور

۞ امام مشوری قدس سرہ کی سندھی تصنیف "فصل الخطاب فی لزوم الستر والحجاب" پر مخدوم امیر احمد نے عورت کے پردے کی حمایت میں زوردار تقریظ سندھی میں رقم کی تھی۔ مطبوعہ مشوری شریف ۱۹۹۰ء

کتب خانہ: آپ کے اورینٹل کالج کے کتب خانے میں مختلف علوم وفنون اور قدیم و جدید کتب رسائل اور قلمی مخطوطات کا عمدہ ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ (مہران نقش ص ۲۲۸)

اولاد:

اولاد میں مولانا مخدوم غلام احمد کا نام مشہور ہے۔

وصال: مخدوم امیر احمد نے پوری زندگی جہد مسلسل میں صرف کی اور لازوال خدمات انجام دینے کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۹۱ھ بمطابق ۲۶، فروری ۱۹۷۱ء کو حیدرآباد (سندھ) میں انتقال کیا اور درگاہ شریف مخادیم کھہڑا کے قدیم خاندانی قبرستان (ضلع خیرپور میرس سندھ) میں آخری آرامگاہ واقع ہے۔



علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی

رئیس المتکلمین علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی بن شیخ عبدالرحمٰن محلہ کوچہ قابل عطار دہلی (بھارت) میں ۱۸۸۸ء کو تولد ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن دہلی میں تجارت کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے حاصل کی۔ اس کے بعد قرآن حکیم حفظ کی لازوال دولت سے سرفراز ہوئے۔ بعدازاں وقت کے مشاہیر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہوسکی، البتہ ملا واحدی کی خودنوش کتاب "دلی جو ایک شہر تھا" سے معلوم ہوا کہ انہوں نے عظیم ریاضی دان علامہ مولانا محمد اسحاق رامپوری سے بھی استفادہ کیا تھا۔ بہرحال مختلف علماء کرام سے درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

علامہ موصوف کتاب وسنت کے ساتھ منطق وفلسفہ میں کمال درجے کے عالم وفاضل تھے، صاحب تصنیف، قادرالکلام خطیب اور متوکل صوفی تھے۔ بلا کے ذہین فطین، طبع اخذ اور مزاج نقاد تھا۔

بیعت: آپ فرماتے تھے کہ میں نے حضرخواجہ غریب نواز سید معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ الاقدس سے روحانی طور پر بیعت کر لی ہے، اس سے فیضیاب ہوں۔ دہلی میں ایک درویش رہتے تھے مولانا نے ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر ان کی خوب خدمت انجام دی۔ ان سے بھی فیضیاب ہوئے (بروایت محمد زین العابدین)

شادی واولاد: آپ نے دہلی میں عجائب خانم خاتون سے شادی کی جس سے 8 لڑکے اور 8 لڑکیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے بعض بچے بچپن میں فوت ہوگئے۔

1- محمد خالد مرحوم 2- محمد خضر مرحوم 3- محمد رفیع مرحوم
4- محمد یامین مرحوم 5- محمد صالحین مرحوم 6- محمد زین العابدین
7- محمد فیروز مرحوم

دامادوں کے نام:
1- محمد الدین پراچہ (پراچہ ہاؤس اردو بازار کراچی)
2- محمد فرید (مالک فریسکو بیکرز، فریسکو چوک برنس روڈ کراچی)
3- سرفراز خان 4- امیر حسن
5- عبدالحمید 6- معراج محمد

حلقہ احباب: مولانا سید ناصر جلالی دہلوی، مولانا سید عبدالسلام باندوی، مولانا سید منتخب الحق قادری، مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا امیر احمد انصاری جودھپوری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا

محمد شفیع اوکاڑوی وغیرہ وغیرہ۔

معتقدین: آپ کی صحبت میں بیٹھنے، درس میں شرکت کرنیوالے، استفادہ کرنیوالے خوشہ چین، معتقدین ومحبین کی فہرست طویل ہے۔ آپ کے درس میں اہل علم فاضل اور نامور شخصیات شرکت کرتی تھیں۔ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

نامور دانشور ملا واحدی (کراچی)، حکیم محمد سعید بانی ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی، محترم سخی سید شوکت علی دہلوی مرحوم بانی مکتبہ رازی کراچی، مولانا عزیز الحق عزیز ڈپٹی سیکریٹری حکومت پاکستان (کراچی)، محمود احمد خان ریٹائرڈ الیکشن کمشنر سندھ (کراچی) نے آپ کی کتاب ختم نبوت کا انگلش ترجمہ کیا جسے مکتبہ رازی نے آب وتاب سے شائع کیا، حکیم فاروقی، ہندوستانی دواخانہ گارڈن، حکیم حافظ محمد محسن الدین احمد صاحب بقائی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ/شمالی ناظم آباد کراچی، خان بہادر شیخ حبیب الرحمٰن، حاجی محمد صالح دہلوی، دلی کے مشہور پنجابی سوداگر حاجی شیخ محمد خلیل سوت والے (کھارادر) ڈاکٹر رفیع الدین، اسد ملتانی سیکریٹری حکومت پاکستان (کراچی) اسلم ملتانی، حاجی محمد صدیق طبی سینٹر نیو چالی کراچی وغیرہ

سفر حرمین شریفین: آپ نے ۱۹۶۶ء کو حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کیا اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت ابدی حاصل کی اور نہایت عقیدت واحترام سے درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا یاد رہے کہ آپ کو حج کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔

خطابت: آپ ہر اتوار کو درس دیا کرتے تھے ایک اتوار کو حکیم حافظ محمد سعید دہلوی شہید (بانی ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی) کے گھر شکار پور کالونی نزد مزائد پر دوسرے اتوار کو اسد ملتانی (سیکریٹری حکومت پاکستان) کی کوٹھی 10 ڈی گاردن روڈ، کراچی پر جس میں قرآن وحدیث کے ساتھ فلسفہ ومنطق پر سیر حاصل بحث ہوا کرتی تھی درس قرآن ہوا کرتا تھا جس میں قرآن حکیم کی تفسیر تشریح اور علمی نکات بیان کئے جاتے تھے۔ ان دروس میں حاضرین کو کوئی بھی سوال دریافت کرنے کی کھلی اجازت ہوا کرتی تھی۔

ان تقاریر کی آڈیو کیسٹ کا خزانہ ہمدرد لائبریری بیت الحکمت میں محفوظ ہے اس کے علاوہ بھی مختلف حضرات مثلاً حاجی محمد صدیق (الیوسف چیمبر شاہراہ لیاقت کراچی) الحاج سید شوکت علی دہلوی مرحوم (کراچی) اور حکیم محمد عبداللہ قادری (کراچی) وغیرہ کے پاس محفوظ ہیں۔

خطابت کی جھلکیاں: رئیس المتکلمین علامہ حافظ ایوب دہلوی محفل درس میں فرماتے ہیں: ہر اس مجلس میں جانا چاہئے کہ جہاں نبی کی تعظیم کی جارہی ہو اور اس مجلس میں نہیں جانا چاہئے جہاں نبی کی بے ادبی ہو رہی ہو۔ حرام ہے گناہ ہے۔ یا رسول اللہ میں کیا جھگڑا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایسے بزرگ ہیں جن کو سب مانتے ہیں۔ دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلد تینوں متفق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجهك المنير و قد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه — بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

شاہ عبدالعزیز ایسے بزرگ ہیں کہ (میری نظر میں) سارے عالم میں ان کے برابر کا کوئی عالم نہیں تھا۔ جب انہوں نے "یا" کہہ کر پکارا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہمارے استادوں کا سلسلہ ان سے (شاہ عبدالعزیز سے) ملتا ہے۔ مذہبی چیزوں میں ائمہ اربعہ کو بزرگ جانتا ہوں اور "حنفی مذہب" کا پیرو ہوں۔ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو افضل کہتا ہے۔ میں بھی اپنے مذہب کو افضل کہتا ہوں۔ (مقالات ایوبی جلد اول ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ رازی کراچی سن ندارد)

"چند اہل حدیث (غیر مقلد) درس میں بیٹھا کرتے تھے (ایک روز) میں نے رد کر دیا۔ تو وہ مجھ سے ناراض ہو گئے، ہو جاؤ۔ غیر مقلدی غلط چیز ہے۔ اس سے بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ چاروں امام حق پر ہیں، ان کی تقلید جو نہیں کرے گا تو گمراہ ہوگا"۔ (ایضاً ص ۲۶۰)

"قیامت تک جتنے اولیاء اللہ ہیں ان کے مجموعے سے ایک ادنیٰ صحابی کو افضل مانتا ہوں، یہ میرا عقیدہ ہے۔ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی مانتا ہوں۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں سمجھتا اور جو بات مانتا ہوں اس کے لئے دلیل ہوتی ہے"۔ (ایضاً ص ۲۹۳)

"مجتہد اگر غلطی کرے گا تو اس کو ایک انعام ملے گا، اگر ٹھیک کرے گا تو دو انعام ملیں گے۔ چاروں امام حق پر ہیں، تمام مجتہدین حق پر ہیں۔ تمام اولیاء اللہ اور ارباب کشف حق پر ہیں، یہ میرا عقیدہ ہے"۔ (ایضاً ص ۲۹۵)

سوال: ختم نبوت کے دور میں نبوت کا امکان ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں ہے۔ ختم نبوت اور عدم ختم نبوت میں اجتماع النقیضین ہے، جس طرح جسم کے متحرک ہونے کے وقت جسم کا ساکن ہونا محال ہے۔ بالکل اسی طرح ختم نبوت کے وقت امکان نبوت محال ہے۔ نیز اگر ختم کے اوقات میں امکان عدم ختم یعنی امکان نبوت ہوگا اور ہر ممکن کے واقع ہونے کا فرض جائز اور صحیح ہے تو اس ممکن کے واقع ہونے کو فرض کیا جائے گا تو ختم ختم نہیں رہے گا اور ختم کا ختم نہ ہونا قطعاً محال ہے۔ لہٰذا اس وقوع کا فرض کرنا محال ہے اور دوران ختم نبوت میں نبوت محال ہے............(رسالہ ختم نبوت ص ۱۰)

سوال: خاتم النبیین کے معنی صرف ختم نبوت کے ہیں یا کچھ اور بھی؟

جواب: صرف ختم نبوت کے ہیں۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت ختم کردی اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یعنی کوئی سچا مدعی نبوت پیدا ہی نہیں ہوگا۔

ثبوت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" یا یہ نہیں فرمایا؟ اگر یہ کہتے ہو کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور یہی فرمایا اور یہی حق ہے تو مدعی ثابت ہوگیا یعنی حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو بتاؤ کہ تمام مسلمانوں نے تیرہ سو برس سے یہ عقیدہ کیوں اپنایا؟ اور بلا اختلاف اپنایا (یعنی آگے کوئی نبی ہوسکتا تھا تو پھر تمام مسلمانوں نے بلا اختلاف اس غلط عقیدہ کو کیوں اپنایا؟) جس وقت یہ عقیدہ پیدا ہوا تھا اسی وقت اس سے اختلاف کیوں نہیں کیا گیا۔ حالانکہ کوئی معمولی سی بھی نئی بات پیدا ہوتی ہے تو اختلاف ہوتا ہے اور گذشتہ دوروں میں ہوتا رہا ہے جیسا کہ اس وقت اختلاف ہوا۔ اسی طرح جب بھی یہ مسئلہ قوم کے سامنے آتا تو اختلاف ہوتا۔ یعنی حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا تو پھر قوم نے یہ کیوں کہا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہوگا اور جس وقت یہ آواز اٹھی تھی اس وقت اختلاف کیوں نہیں ہوا؟ ساری قوم نے اس پر اتفاق کرلیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا..............

اگر ساری قوم صادق ہے اور سچی ہے اور یہی بات سچی اور حق ہے کہ ساری قوم متفقہ طور پر ختم نبوت کی قائل ہے تو پھر منکر ختم نبوت اور قادیانی جھوٹا ہے اور یہ بیان قادیانیت کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ (ختم نبوت ص ۱۲)

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا عقل میں نہیں آتا۔

جواب: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ کے پیدا ہونا عقل میں آتا ہے۔ جس شخص کی ابتدا خرق عادت ہو اور تمام زندگی خرق عادت ہو، اس کا انجام کیوں نہ خرق عادت ہو۔ غور کرو۔ (ختم نبوت ص ۱۷)

سوال: اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (پارہ ۱۷، سورۂ حج، آیت ۷۵)

اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چنتا ہے یا چنتا رہے گا یا چنے گا۔ یہاں مضارع کا صیغہ ہے جو حال، استقبال دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت کا انتخاب حال اور مستقبل میں ہوتا رہے گا۔

جواب: یہ يَصْطَفِىْ کا صیغہ مضارع ہی کا ہے مگر اصطفیٰ کے معنی میں ہے جس طرح قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ (پارہ ۷، سورہ مائدہ، آیت ۱۱۶) اور جب اللہ تعالیٰ کہے گا اے عیسیٰ! کیا تو نے کہا تھا۔ یہاں قال کا صیغہ ماضی کا ہے مگر مستقبل کے معنی میں ہے۔ اسی طرح مستقبل کا صیغہ حال

اور ماضی میں مستعمل ہے۔

سوال: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (پارہ ۴، سورۃ ال عمران، آیت ۱۴۴)
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے کے تمام رسول گذر گئے یعنی وفات پا گئے۔

جواب: یہ معنی جب صحیح ہوں گے کہ خَلَتْ کے معنی مَاتَتْ کے ہوں اور رسل سے تمام رسول مراد ہوں اور کوئی رسول مستثنیٰ نہ ہو۔ حالانکہ خَلَتْ کے معنی مَاتَتْ کے نہیں ہیں۔ بلکہ مَضَتْ کے ہیں یعنی ان کا دور اور زمانہ گذر گیا۔ اور اگر خَلَتْ کے معنی مَاتَتْ کے ہوں گے تو قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۶) کے معنی یہ ہوں گے کہ تحقیق ان سے پہلے واقعات عقوبت مر گئے اور فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ (پارہ ۲۹، سورۃ الحاقہ، آیت ۲۴) کے معنی گذشتہ ایام کی بجائے مردے ایام ہوں گے۔ خلت کے معنی ماتت کے نہیں ہیں۔ اس طرح رسل سے مراد تمام رسول نہیں ہیں۔ جس طرح وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۳۸) ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں کو بھیجا اور ان کو بی بیاں اور اولادیں دیں حالانکہ یحییٰ علیہ السلام کو بیوی اور اولاد نہیں دی کیوں کہ ان کی تعریف میں فرمایا حَصُوْرًا (پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۹) یعنی عورتوں سے بچنے اور پرہیز کرنے والا"۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، سچا ہے تو یہ دعویٰ کہ وہ حیات ہیں زندہ ہیں قطعی جھوٹا ہو گیا۔ یعنی اگر قادیانی سچا ہے تو ساری قوم جھوٹی ہے اور اگر ساری قوم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اگر سب جھوٹے ہیں تو یہ مذہب اسلام ہی ختم ہوا۔ اور ان سب جھوٹوں نے قرآن نقل کیا ہے تو قرآن بھی غیر معتبر ہوا۔ اور اسی قرآن سے اصلی مسیح ثابت ہے۔ وہ اصل مسیح بھی ختم ہوا۔ اب مسیح موعود کی کیا ضرورت باقی رہ گئی جب کہ اصلی مسیح ختم ہو گیا جو قرآن سے ثابت ہے اور قرآن ان تمام جھوٹوں سے ثابت ہے اور اگر ساری قوم سچی ہے اور یہی حق ہے تو قطعاً قادیانی منکر حیات مسیح جھوٹا ہو گیا اور یہ بیان قادیانی اور انکار حیات مسیح کو ختم کر دیتا ہے۔ (رسالہ ختم نبوت ص ۱۸)

تصنیف وتالیف: آپ کے علمی دروس کو آپ کے محبین ومتوسلین نے آڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا تھا جس سے نقل کر کے کتابیں تیار کر کے آپ کی زندگی میں اور اس کے بعد شائع کر کے مفت تقسیم کی گئیں۔ ریٹائرڈ پروفیسر محمد نعیم (کالا بورڈ، ملیر) علامہ موصوف کے دروس میں اکثر شرکت فرماتے تھے انہوں نے ایک ملاقات میں راقم فقیر کو بتایا کہ وہ تاجرانہ بنیاد پر کتاب شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وسائل ہیں تو شائع کر کے مفت تقسیم کریں اس سلسلہ میں وہ چندہ جمع کرنے کے حق میں بھی نہیں تھے۔ ان کا اللہ عزوجل کی ذات پر کامل بھروسہ تھا وہ فرماتے تھے جس کام کا ہونا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا، وہ کامل متوکل تھے۔ آپ کی بعض کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

1- تفسیر ایوبی: حصہ اول جس میں اعوذ، بسم اللہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر۔ حصہ دوم میں سورہ بقرہ رکوع اول کی تفسیر سوا چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ مکتبہ رازی شارع محمد بن قاسم روڈ کراچی

2- فتنہ انکار حدیث:۔ فرقہ پرویزی کے (بانی غلام احمد پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوع اسلام لاہور) کے رد میں لکھی گئی۔ مولانا نے نہایت مدلل اور معقول جواب دیئے ہیں۔ مکتبہ نے اردو، انگریزی، عربی اور فرنچ میں شائع کیا۔ اس کا ایک ایڈیشن اے بی المعاشی برادرز آئل انڈسٹریز کراچی نے شائع کیا ہے۔

3- ختم نبوت: قادیانیت کے رد میں شاہکار رسالہ ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی کثیر تعداد میں شائع ہوا اور فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ چھپ کر ہزاروں کی تعداد میں افریقہ میں مفت تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مکتبہ نے عربی میں شائع کیا۔ صدیقی ٹرسٹ کراچی نے ثمرۃ الکون کو ۱۹۸۲ء میں اور فتنہ انکار الحدیث (عربی) کو ۱۹۸۳ء میں دو دو ہزار ایڈیشن شائع کئے۔

4- مقصود کائنات: اس کا ماحصل یہ ہے کہ مقصود کائنات حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ذات گرامی قدر ہے۔ مکتبہ رازی نے اس رسالہ کا ترجمہ عربی میں ثمرۃ الکون کے نام سے شائع کیا۔

5- مقالات ایوبی: (۳ جلدیں) مطبوعہ مکتبہ رازی، ۱۵ شہاب مینشن محمد بن قاسم روڈ کراچی

6- تحقیق الکلام 7- مسئلہ جبر وقدر

8- منکر حدیث اور قربانی

فقیر نے علامہ ایوب کی کتب کی اشاعت کا جو جائزہ پیش کیا ہے اس سے بخوبی علامہ کی تالیفات کی عوام الناس میں مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ وقت کا تقاضا و ضرورت ہے کہ علامہ کی تین سو کیسٹ میں جو تقاریر مختلف علوم و فنون پر مشتمل پھیلی ہوئی ہیں انہیں کاغذ پر منتقل کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔

عادات وخصائل: رازی زماں علامہ ایوب کے قریبی، صحبت یافتہ سید صاحب جناب الحاج شوکت علی دہلوی ثم کراچی نے آپ کی تصویر کو اپنے قلم سے یوں کھینچا ہے، موصوف رقمطراز ہیں:

"بلند اور کشادہ پیشانی، بڑی بڑی روشن اور مقناطیسی کشش رکھنے والی آنکھیں، خوبصورت داڑھی، رنگت ملیح، صورت میں دلکشی، چہرے پر فکر و تحقیق اور ذہانت و فراست کے انوار، موزوں قد، رعب و دبدبہ اور جلال و جمال سے آراستہ، لیکن بہت معمولی لباس کرتہ کا گریبان کھلا ہوا، سر پر دو پلی ٹوپی، پاؤں میں ادھوڑی استر کی جوتی، کثرت سے پان کھانے کے باعث دانت اور ہونٹ رنگین اور

کپڑوں پر جگہ جگہ پیک کے دھبے یہ حلیہ ہے اس ہستی کا جسے مولانا ایوب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
دلی کے رہنے والے، دلی کی زبان بولنے والے، معقولات کے بادشاہ، فلسفہ کے امام اور فکر و تحقیق میں اپنی مثال آپ، قرآن پاک پر بے پایاں عبور حاصل تھا جب رموز قرآن بیان کرتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آبشار گر رہی ہے اور تسلسل روانی، زور بیاں میں کہیں بھی جھول نہیں آتا تھا۔ تکلف بناوٹ سے پاک، بے نیازی اور ساتھ ہی ساتھ محبت و مروت اور خدا ترسی کی صفات سے زندگی مرصع تھی"۔ (پیش لفظ)

مولانا پیشے کے حوالے سے کپڑے کی تجارت کرتے تھے دن بھر خالقدینا ہال کے سامنے کپڑے کی مارکیٹ ایم اے جناح روڈ کراچی میں لٹھا کی دوکان پر بیٹھتے تھے۔ کسی مسجد میں امامت وخطابت ان کا معمول نہیں تھا، وہ کسی دارالعلوم سے بھی منسلک نہیں تھے۔ ان کی الگ تھلگ دنیا تھی، اپنی دنیا میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے۔ وہ دین کی خدمت فی سبیل اللہ کرتے تھے اور اسی پر یقین رکھتے تھے، وہ فیس مقرر کر کے کسی جلسہ میں جانے کو بہت برا سمجھتے تھے اسی لئے تقریبات میں تقریباً نہیں جاتے تھے۔ اپنی تشہیر کو سخت ناپسند کرتے تھے، غالباً اس لئے آپ کی کسی کتاب میں بھی سوانح منسلک نہیں ہے۔ وہ گم نامی و گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے تھے، وہ سیدھے سادے، بے نفس، سادہ مزاج، صاف گو عظیم انسان تھے۔ وہ لباس سے نہیں پہچانے جاتے تھے کہ یہ وہ عالم ہیں جس کی نظیر نہیں۔ معمولی سا لباس زیب تن فرماتے گدری میں لعل کے مصداق معلوم ہوتے۔

پروفیسر نعیم صاحب نے بتایا کہ وہ فرماتے تھے تم لوگ درس میں آتے تو ہو لیکن اس کی تشہیر کبھی نہیں کرنا۔ وہ اس چیز پر سب سے عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے جنہیں درس میں آنا نصیب ہے وہ ضرور آ کر رہے گا اس لئے تشہیر نمائش کی ضرورت نہیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اشتہارات میں ان کا نام نمایاں اور القابات سے شائع ہو، اس لئے کسی جلسہ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

صاحبزادہ محمد زین العابدین صاحب نے بتایا کہ وہ سادات کرام کا نہایت احترام کرتے تھے۔ سادات پر زکوٰۃ کو حرام سمجھتے تھے۔ جھوٹ سے نفرت رکھتے تھے اور حق سچ کا ساتھ دیتے تھے۔ ایک صاحب کے ان کی طرف ۹ ہزار روپے تھے لیکن وہ پاکستان آ کر بھول گئے لیکن مولانا نے قیام پاکستان کے بعد انہیں یاد دلا کر پوری رقم واپس لوٹا دی۔ ایک بار ایک صاب دوکان پر حاضر ہوئے وہ ان سے کہنے لگے بلینک چیک لے لیں اور یہ لکھ کر دیں کہ عیسائیت قادیانیت پرویزیت اور غیر مقلدیت کا رد نہیں کریں گے لیکن اس مرد خدا نے سختی سے دوٹوک الفاظ میں وہ پیشکش ٹھکرا دی۔ وہ کہتے تھے کہ میں دربار رسالت میں بک چکا ہوں اب کوئی میری بولی نہیں لگا سکتا وہ بکنے جھکنے اور دبنے والے انسان نہیں تھے بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام اور دین اسلام کے مخلص سپاہی تھے۔

وہ سخی تھے راہ خدا میں لٹانا جانتے تھے۔ سارے دن کی کمائی میں سے گھر کا خرچہ نکال کر بقیہ رقم اہل ضرورت سفید پوش محتاجوں اور بیوہ خواتین پر خرچ کر دیتے تھے۔

مولانا مرحوم کتب خانہ و کتب بینی کی حاجت سے آزاد تھے۔ انہیں رب کریم نے وہبی علم عطا فرمایا تھا۔ وہ نہ لکھتے تھے، نہ پڑھتے تھے۔ ان کے معمولات اس طرح تھے کہ روزانہ فجر پڑھ کر ناشتہ کرتے، اس کے بعد کھارادر سے بس میں بیٹھ کر برنس روڈ آتے گوشت سبزی وغیرہ خرید کر لائیں میں لگے ہوئے فقیروں کو خیرات دیتے ہوئے واپس گھر آتے پھر وہاں سے بس میں بیٹھ کر لائٹ ہاؤس دوکان پر چلے جاتے حلال روزی کماتے۔ شام گھر واپس ہوتے عشاء کے بعد سو جاتے۔ یہ ہیں ان کے معمولات زندگی ان کے فیض یافتہ شاگرد ملا واحدی لکھتے ہیں:

افسوس انہیں لکھنے کی مشق نہیں تھی۔ وہی زبان جو تقریر میں استعمال کرتے تھے تحریر میں استعمال کر سکتے تو بلا مبالغہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حیات جاوید پا لیتے۔ مجھے چودہویں صدی ہجری کے عظیم ترین علماء و مشائخ سے شرف نیاز مندی حاصل رہا۔ میں نے علم کے سمندر غوطہ خور عالم اور غزالی صفت درویش مولانا ایوب دہلوی جیسا نہیں پایا۔

[مولانا ایوب جنہوں نے دین کی تجارت کبھی نہیں کی: مضمون نگار: ملا واحدی، روزنامہ جنگ کراچی ۲۰، دسمبر ۱۹۶۹ء]

تاثرات: نامور قانون دان و اسکالر اے۔ کے بروہی مرحوم آپ کے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

"ان کے قرآن شریف کے اس عمیق مطالعے اور اسلام کی روح کی سوجھ بوجھ سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کی آئندہ نسل کے لئے ان کے خیالات کا گہرا مطالعہ قرآن شریف کو صحیح سمجھنے اور پیغمبر اسلام کے ارشادات کی اہمیت کو بخوبی سمجھنے میں کافی حد تک مدد و معاون ثابت ہوں گے"۔ (مقالات ایوبی جلد اول)

2- نامور اسکالر ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

"علامہ حافظ محمد ایوب صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت میں جن اہل علم کو حاضری کا موقع ملتا تھا وہ ان کے تبحر علمی کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ علامہ موصوف کو علوم معقول و منقول میں حیرت انگیز دستگاہ تھی، اس زمانے میں ایسے علماء جو علم کلام میں اس درجہ امتیازی قابلیت کے حامل ہوں نظر نہیں آتے۔

منطق و فلسفہ اور قرآن و حدیث کے علوم کا ایسا امتزاج دوسروں کی تصانیف میں مشکل سے ملتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مولانا کا علم اس قدر حاضر تھا کہ ان کی تقریر معانی و معارف سے لبریز ہوتی تھی۔

وہ بے تکان مسلسل ایسی علمی تقریر کرتے تھے کہ دوسروں کو عرق ریزی اور مطالعے کے بعد بھی تحریر تک میں وہ بات پیدا کرنی دشوار ہے۔ ان کے برجستہ ارشادات، نکات وحقائق کا خزینہ ہوتے تھے۔
(رسالہ مقصود کائنات)

3- قائداعظم اکیڈمی کے ریسرچ اسکالر خواجہ رضی حیدر صاحب علامہ موصوف کی علمیت کے معترف اوران کی خودداری وصاف گوئی وسادگی کے گیت گاتے رہتے ہیں۔

4- محترم حاتم وقت سید شوکت علی مرحوم (والد سید فصاحت علی) نے اپنی تمام ریٹائرڈ منٹ سے مولانا ایوب مرحوم کی کیسٹ سے تقاریر علمی کاغذ پر نقل کروا کے کتابیں ترتیب دے کر ملک و بیرون ملک میں مفت تقسیم فرمائیں۔ اس کام کے لئے اہل علم کا بورڈ اور مکتبہ رازی کو قائم فرما کر ایک اہم ومنفرد خدمت دین سرانجام دیں تھیں۔ آپ کی اشاعت سے اہل علم ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں گے اور اہل درد آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ آپ کا عمل اہل ثروت مخیر حضرات کے لئے ایک نمونہ ہے۔

وصال: رازی زمان علامۃ الدوان مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی نے ۴ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۳، دسمبر ۱۹۶۹ء بروز پیر ۸۱ سال کی عمر کو کراچی میں انتقال کیا۔

آپ کا مزار دھوبی گھاٹ کے متصل یوسف پورہ لیاری کے قبرستان میں ہے جو کہ دہلی کی قوم سوداگران کی ملکیت ہے۔

[سید فصاحت علی صاحب نے علامہ مرحوم کی بعض دستیاب کتابیں مہیا کی اور صوفی اقبال ربانی صاحب کی پرخلوص کوشش سے علامہ مرحوم کے صاحبزادے محمد زین العابدین صاحب سے فریسکو چوک کے قریب ایک سادہ ویرانے فلیٹ میں بالمشافہ ملاقات ہوئی۔ دوسری ملاقات میں انہوں نے اپنے والد محترم کے متعلق سوانح لکھوائی اور ملا واحدی کے مطبوعہ مضمون والا اخبار کا تراشہ مرحمت فرمایا۔ فقیر تمام معاونین کا مشکور ہے]

مولانا حافظ اللہ بخش

مولانا حافظ اللہ بخش بن حاجی خان سیٹھر گوٹھ شھمیر دیرو تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز میں تولد ہوئے۔ یہ وہ سال تھا جس سال دادو ریلوے لائن کی ابتدا ہوئی تھی۔ بعد میں آپ کے والدین گوٹھ شھمیر کی رہائش ترک کر کے گوٹھ بگو دڑو تحصیل بھریا سٹی میں سکونت اختیار کی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم پرائمری سندھی اسکول بگوڈڑو سے حاصل کی اس کے بعد نور پور ضلع دادو میں قرآن حکیم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہاں سے سیدھے ہمایون شریف آئے مدرسہ میں داخلہ حاصل کی اور بحر العلوم مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں رہ کر علوم عقلیہ ونقلیہ میں فراغت پائی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اس کے بعد مولانا محمد صالح بھٹی گوٹھ دھنگو نزد بھریا روڈ اسٹیشن کی صحبت اختیار کر کے علم جفر، رمل اور عملیات کی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ راجپوتانہ، بمبئی، بنگال اور حیدرآباد دکن جیسے دور دراز علاقوں کا سفر اختیار کیا، وہاں کے نامور جادوگروں اور طلسماتی لوگوں کی صحبت اختیار کی۔

(زمانہ طالب علمی میں شوق علم کے تحت جادوگری وطلسمات وغیرہ سیکھے لیکن قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عملی زندگی میں درس وتدریس سے وابستہ رہے اور جادوگری سے کوئی دلچسپی نہیں رکھی۔ واللہ ورسولہ اعلم، راشدی غفرلہ الہادی)

بیعت: حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں دست بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: تعلیم وتربیت اور علم وہنر حاصل کرنے کے بعد درس وتدریس سے وابستہ رہے اور سندھ کے مختلف مدارس میں تاحیات تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

گوٹھ دیہات تحصیل کنڈیارو میں دو سال، جام نور اللہ گوٹھ نزد کنڈیارو میں آٹھ سال، رئیس حاجی دلاور خان دھراج کے اصرار پر ان کے مدرسہ گوٹھ محبت دیرو جتوئی میں، درگاہ شریف راشدیہ پیر جو گوٹھ میں حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول پیر صاحب پگارہ پنجم کے صاحبزادگان کو، گوٹھ بیالیس داد تحصیل نوابشاہ میں حاجی سید امام علی شاہ کے صاحبزادگان سید خاکی شاہ، سید کرم شاہ کے علاوہ کلوئی، جمالی، منگی، زرداری اور چانڈیہ خاندان کے افراد کو تعلیم دی۔

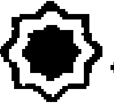
گوٹھ حاجی باجھی خان زرداری میں ایک سال، گوٹھ سرائی خیر محمد جھتیال لب دریا، تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ میں چالیس سال سے زائد عرصہ درس وتدریس میں بسر کیا۔ اس کے بعد ضعف ونقاہت کے سبب بقیہ زندگی اپنے گھر بسر کرنے کا فیصلہ کر کے اپنے گھر گوٹھ بگوڈڑو تحصیل کنڈیارو واپس ہوئے۔ لیکن تلامذہ قدیم کے اصرار پیہم کے سبب گوٹھ میرو خان سیال نزد محراب پور اسٹیشن میں امامت کے فرائض انجام دیئے، جہاں فالج کا اٹیک ہوا اور اپنے گھر واپس ہوئے اور تین سال افاقہ وعلالت میں بسر کر کے انتقال کیا۔

شادی واولاد: آپ نے ۱۳۲۴ھ کو شادی کی۔ جس سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے ایک بیٹا اور چار بیٹیوں کا آپ کی زندگی میں انتقال ہو گیا۔ تین بیٹے اس وقت بقید حیات ہیں۔ 1- میاں عبدالباقی 2- عبدالہادی 3- عبدالباری

شاعری: مولانا شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ حمد، نعت، مولود، منقبت اور غزل وغیرہ صنف میں شاعری دستیاب ہے۔

وصال: مولانا حافظ الحاج اللہ بخش نے ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۵ء کو بروز پیر بوقت صبح ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گوٹھ بگوڈر و تحصیل بھریاسٹی میں مسجد شریف کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

[میاں امام بخش حنفی قادری تحصیل فیض گنج کی تحریک پر میاں عبدالباقی صاحب نے اپنے والد کی سوانح تحریر کر کے موصوف تک پہنچائی اور حنفی صاحب نے فقیر کو ارسال کی اور فقیر نے مضمون تیار کیا، دونوں حضرات کا مشکور وممنون ہوں]

----------------

حکیم قاری احمد پیلی بھیتی

مولانا قاری احمد ۱۹۱۱ء کو گنج مراد آباد، ضلع اوناوا، انڈیا اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی تھا جو اپنے دور کے ممتاز محدث مولانا وصی احمد محدث سورتی (بانی مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت) کے صاحبزادے اور امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے شاگرد وخلیفہ تھے۔ قاری احمد کی والدہ محترمہ تیرہویں صدی کے ولی کامل حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی نواسی اور ممتاز عالم دین مولانا عبدالکریم گنج مراد آبادی کی صاحبزادی تھیں۔ قاری احمد کے والد مولانا عبد الاحد کو ان کے مخصوص انداز خطابت اور شعلہ بیانی کی وجہ سے امام احمد رضا بریلوی نے "سلطان الواعظین" کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔

تعلیم وتربیت: حکیم قاری احمد نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت میں مولانا عبدالحیٔ پیلی بھیتی خلف الرشید مولانا عبداللطیف سورتی اور ابوالمساکین مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی سے حاصل کی۔ گولڑا شریف میں قیام کے دوران سرزمین پنجاب کے نامور قاری مولانا غلام رسول سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ رامپور کے مدرسہ عالیہ میں مولانا افضال الحق سے صرف ونحو مکمل کیا۔ ۱۹۳۲ء کو مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ مدرسہ امینیہ میں قیام کے دوران آپ نے مختلف علوم وفنون میں مولانا احمد سعید دہلوی،

مولانا ضیاء الحق اور مولانا عبدالغفور سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۹۳۶ء میں طبیہ کالج لکھنو سے حکمت کی سند حاصل کی اور پھر اپنے آبائی شہر پیلی بھیت میں طبابت کا آغاز کیا۔

بیعت: دوران تعلیم ۱۹۲۷ء کو گولڑا شریف کا سفر اختیار کیا اور حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ جیلانی چشتی (گولڑا شریف) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سعادت بیعت حاصل کی۔

سیاسی خدمات: قاری احمد مذہب و سیاست کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے اس لئے پیلی بھیت میں مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لئے مقدور بھر کوششیں کیں۔ سٹی مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو کر گرانقدر خدمات انجام دیں۔ قائداعظم محمد علی جناح جب ۱۹۳۹ء میں علی گڑھ سے واپسی پر مسلم لیگ کے تنظیمی دورے پر بریلی شریف تشریف لائے تو مولانا قاری احمد صدہا کارکنوں کا ایک جلوس لے کر پیلی بھیت سے بریلی شریف پہنچے اور قائداعظم کے پر جوش استقبال میں حصہ لیا۔ قائداعظم کی بریلی آمد کی تفصیلات آپ نے اپنی کتاب "تاریخ پاک و ہند ص ۳۹۵" میں درج کی ہیں۔

۱۹۳۹ء کے اواخر میں کانگریس حکومت کے خاتمہ پر مسلمانان ہند نے قائداعظم کی اپیل پر نہایت جوش و خروش کے ساتھ یوم نجات منایا۔ پیلی بھیت میں یوم نجات کے موقعہ پر قاری احمد نے ایک طویل جلوس نکالا اور جلسہ منعقد کیا۔ نتیجتاً گرفتار ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد قاری احمد کراچی شفٹ ہو کر آئے۔ مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی سے دیرینہ مراسم کی بناپر "جمعیت علماء پاکستان" کی سرگرمیوں میں پر جوش حصہ لیا۔ ۱۹۴۹ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس میں جمعیت کے مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے اور قرارداد مقاصد کی تائید کی۔

تصنیف و تالیف: ۱۹۵۰ء میں کراچی سے جاری ہونے والے ایک مذہبی ماہنامہ "الاسلام" کے نائب مدیر مقرر ہوئے اور مذہبی و تاریخی موضوعات پر مختلف مضامین قلم بند کئے۔

۱۹۵۳ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور "مشاہدات حرمین" کے نام سے سفر نامہ حج تحریر کیا جو قیام پاکستان کے بعد کراچی سے شائع ہونے والا پہلا سفر نامہ حج تھا۔ کراچی کے اہل محبت عوام نے اونٹ گاڑیوں کے جلوس کی صورت میں کراچی بندرگاہ پر آپ کو حج کے لئے الوداع کہا۔ ۱۹۵۵ء میں قرآن محل کراچی کے مالک محمد سعید کی فرمائش پر ماہنامہ "پیام حق" کی ادارت سنبھال لی اور خاموشی کے ساتھ اس حیثیت سے تادم مرگ کام کرتے رہے۔ (اکابر تحریک پاکستان) ایک درجن سے زائد کتابوں پر مبسوط مقدمے تحریر فرمائے۔ ان کتابوں میں مسند امام اعظم، ابن تیمیہ کی سیاعت شرعیہ، ابن خلدون کی سیرت الانبیاء، امام ابن جزری کی حصن حصین، مولانا امجد علی کی اصول حدیث اور مفتی انتظام اللہ شہابی کی مجالس المومنین وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا نے مذہبی و

تاریخی موضوعات پر تقریباً بائیس کتابیں تحریر کیں۔ مثلاً:

1- بخاری شریف جلد اول کا ترجمہ

2- اکمال فی اسماء الرجال از شیخ ولی الدین الخطیب صاحب مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ

3- مشاہدات حرمین 4- تاریخ روہیکھنڈ 5- قادیانی فتنہ کا ارتداد

6- علماء تابعین

7- تاریخ ہندو پاک مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل اردو بازار کراچی غالباً ۱۹۷۶ء

8- تاریخ مسلمانان عالم

9- سوانح حیات حضرت لعل شہباز قلندر (پوری کتاب کو عالم فقری نے "اولیائے پاکستان" میں شامل کردیا ہے)

10- سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی از: الحاج مانامیاں پیلی بھیتی۔ آپ نے مرتبہ فرما کر شائع کی۔

سورتی دواخانہ: تصنیف و تالیف کے علاوہ قاری احمد ایک اچھے طبیب و خطیب تھے۔ کراچی کے علاقہ کاغذی بازار میٹھادر، صدر ٹاؤن میں "سورتی دواخانہ" کے نام سے پابندی کے ساتھ گذشتہ ۲۵ سال سے مطب کررہے تھے جو مولانا کا ذریعہ معاش تھا۔ بادامی مسجد میٹھادر، ترک مسجد لی مارکیٹ، اور رحمت مسجد بھیم پورہ سے آپ بحیثیت خطیب وابستہ رہے۔

اولاد: آپ کو تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سب سے بڑے بیٹے محترم جناب خواجہ رضی حیدر صاحب نے آپ کی علمی مسند کو سنبھالا ہے۔ اور کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں اور منجھے ہوئے قلمکار ہیں۔

وصال: مولانا قاری احمد نے ۱۳، جمادی الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۴، مئی ۱۹۷۶ء کو اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔



شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد قادری

عاشق مدینہ حضرت مولانا علامہ افتخار احمد بن سکندر خان پٹھان ۱۹۵۴ء میں گاؤں کاٹلنگ قصبہ کڑکنی (ضلع مردان صوبہ سرحد) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: گاؤں کاٹلنگ کی مسجد ماموتی میں پیر آف مانکی شریف کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کے پاس ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ۰۷۔۱۹۶۹ء میں

دارالعلوم امجدیہ کراچی تشریف لائے اور یہاں باقاعدہ درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۸۰ء میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری، پروفیسر علامہ منتخب الحق قادری، علامہ مفتی وقار الدین قادری، مولانا قاری مصلح الدین صدیقی، علامہ مفتی نصر اللہ خان افغانی اور مولانا محمد اسماعیل میمن رضوی وغیرہ کے نام لئے جاتے ہیں۔

درس وتدریس: بعد فراغت ۱۹۸۱ء میں اسی مدرسہ مادر علمی میں مدرس مقرر ہوئے۔ محنت شوق اور لگن سے درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ اپنی حاضر دماغی، ذکاوت، قابلیت اور حسن اخلاق کے سبب طلباء وعلماء میں مقبول تھے۔ اساتذہ کے ادیب اور طلباء پر شفیق تھے۔ آپ نے ذہانت و مہارت تامہ سے اپنا لوہا منوایا کہ ۱۹۹۵ء میں مہتمم دارالعلوم امجدیہ مفتی ظفر علی نعمانی نے آپ کو دارالعلوم کا "شیخ الحدیث" منتخب کیا۔

آپ کے شاگرد امین قادری نے آپ سے پوچھا: آپ نے سب سے پہلے بحیثیت مدرس کونسی کتاب پڑھائی؟ فرمایا: رسالہ قاضی مبارک (منطق میں مشکل ترین کتاب ہے جو آج کل عمومی طور پر مدارس میں نہیں پڑھائی جاتی)۔ اس سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

امامت وخطابت: فارغ التحصیل کے بعد آپ کے استاد محترم مفتی وقار الدین قادری نے پٹھانوں کی آبادی میں ایک چھوٹی سی مدینہ مسجد (پرانی سبزی منڈی کراچی) میں آپ کو امام وخطیب مقرر کیا۔ آپ استاد کے حکم کے مطابق تاحیات اسی مسجد میں خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ خود بھی پٹھان تھے اس لئے یہاں انہیں کام کرنا آسان تھا۔ آپ پشتو میں تقریر فرماتے عوام الناس کی اصلاح عقائد واعمال پر خصوصی توجہ دی روزانہ بعد نماز عشاء اور بعد نماز فجر درس قرآن و درس حدیث جاری کیا جو کہ تاحیات جاری رہا۔

بیعت وخلافت: قطب مدینہ شیخ طریقت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خان بریلوی اور حضرت شیخ ڈاکٹر محمد علوی مالکی شیخ طریقت وشیخ الحدیث مکہ معظمہ (مصنف: ذخائر محمدیہ) سے خلافتیں عطا ہوئیں۔

عادات وخصائل: آپ انتہائی ذکی اور بہت ہی محنت کرنے والے تھے، قدرت نے قوت حافظ جیسی بے بہا نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ رات دیر تک مطالعہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ مدرسہ کی لائٹ اپنے مقررہ وقت پر بند کر دی جاتی اور آپ باہر سڑک پر۔ سرکاری لائٹ کے نیچے

فٹ پاتھ پر بیٹھ کر مطالعہ فرماتے تھے۔ اس سے آپ کے شوق مطالعہ اور جذبہ دین کا پتہ چلتا ہے۔

آپ منکسر المـــزاج اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ ہر ایک ملنے والے سے پرتپاک طور پر ملاقات فرماتے تھے۔ حسن اور اخلاق کے مجسمہ تھے۔ دورہ حدیث کے طلباء کو عالم ہی سمجھتے اور فرماتے تھے کہ تم عالم دین ہو اپنے مقام کو پہچانوں اور اپنی ذمہ داری کو خوب نبھاؤ۔ قرآن شریف کی روزانہ تلاوت ان کا معمول تھا اور رمضان المبارک میں ۱۰ تا ۲۰ ختم قرآن کرتے اور پوری بخاری شریف کا ایک ختم کرتے تھے۔ عشق رسول اللہ ﷺ کی دولت سے مالا مال تھے۔ دین سے انتہائی مخلص تھے۔

سفرِ حرمین شریفین: مولانا افتخار احمد کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدس کا بہت اشتیاق تھا، زندگی بھر اس مقدس سفر کے لئے دعائیں لیتے رہے۔ اشتیاق وشوق دن بدن بڑھتا ہی جارہا تھا۔ آخر آپ کی قسمت نے انگڑائی لی اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ رفیق سفر شاگرد رشید اور رشتہ دار مولانا محمد اسحاق قادری صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ وہ بتاتے ہیں کراچی میں آپ کی طبیعت بہت خراب تھی مگر مکہ معظّمہ میں طبیعت ایسی صحیح ہوگئی جیسے آپ بیمار تھے ہی نہیں۔ احسن طریقے سے حج ادا کیا سارے ارکان ادا فرمائے۔ اس سال ۹ ذوالحجہ جمعۃ المبارک کو تھی، جس کو " حج اکبر " سے موسوم کرتے ہیں۔

حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی یہاں محبوب پاک کے قدموں میں گنبد خضرا کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں طبیعت بہت ہی زیادہ اچھی بہتر ہوگئی۔ حسب معمول ظہر کی نماز کے بعد آرام کرتے تھے اور یہی معمول کراچی میں بھی تھا۔ لیکن ہفتہ کے روز ظہر کے بعد ہوٹل کی طرف تشریف لے گئے پھر مولانا اسحاق سے کہنے لگے مجھے پھر روضہ اقدس لے چلو۔ عرض کی قبلہ! ابھی تو آرہے ہیں عصر میں جائیں گے تھوڑی دیر آرام کر لیتے ہیں۔ فرمایا: آرام بہت کرلیا، جلدی لے چلو۔ مسجد نبوی میں پہنچے۔ مولانا اسحاق صاحب رقمطراز ہیں: مجھے فرمانے لگے مجھے ریاض الجنۃ لے چلو، مجھے منبر رسول کے پاس لے چلو، اس وقت میں نے حضرت کی عجیب کیفیت دیکھی صرف عاشق کو نہیں ایک عشق کو میں نے اپنی نگاہوں سے دیکھا منبر رسول کے پاس پہنچنے کے بعد اس کے بوسے لئے رورو کر گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافیاں مانگنے لگے پھر اللہ کے محبوب ﷺ کے مزار پرانوار پر حاضری دی وہاں خوب درودو سلام پڑھا اور دعائیں مانگیں اور باب البقیع سے جب نکلے تو سامنے گنبد خضریٰ کو دیکھا سخت دھوپ میں اس کھلے صحن میں کھڑے ہوئے گنبد خضرا کو دیکھنے لگے شہادت کی انگلی اٹھائی اور ایمان مفصل وایمان مجمل، کلمہ شہادت اور رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں قرآن مقدس کی آیات کریمہ مثلاً: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا

رَّحِیْماً (النساء:٦٤) ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔) کی تلاوت کی آخر میں اُنگلی ہلا ہلا کر عرض کی اے سبز گنبد کے مکیں آقا! اے قلب عاشقان کے تسکین آقا! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَـاءُوْكَ ہے گواہ   پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

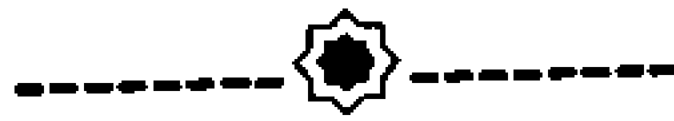
میں نے عرض کی حضرت دھوپ ہے یہ کلمات طیبات سایہ میں کھڑے ہو کر تلاوت کریں لیکن وہ نہ مانے پھر میں ان کو اسرار سے باب بلال سے مسجد نبوی میں لے گیا ان کے معمول کے مطابق میں نے عرض کی حضرت چلیں کافی وقت ہو گیا ہے آپ کے آرام کا وقت ہے چل کر آرام فرمالیں، رات میں بھی جلدی اٹھ جاتے ہیں۔ فرمانے لگے آرام بہت کر لئے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا لیکن وہ نہ مانے اور فرمانے لگے عصر کے بعد چلیں گے پھر کچھ دیر بعد بیٹھ کر تلاوت میں مصروف ہو گئے، عصر کے بعد جب باب بلال سے نکل چلے سامنے کھلے صحن میں گنبد خضریٰ کے پاس محبوب رب العالمین کے مبارک قدموں میں اچانک گر پڑے کچھ ہی دیر بعد حدود حرم ہی میں جسم سے روح نکل گئی۔

یاالٰہی! ایسی ساعت بھی میسر ہو کبھی
جان رہ جائے نکل کر سبز گنبد دیکھ کر

وصال: بروز ہفتہ ۲۲، ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۰، اپریل ۱۹۹۹ء حرم نبوی میں ۴۵ سال کی عمر میں انتقال کیا اور دوسرے روز اتوار کو بعد نماز فجر جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔

(رفیق علم ۱۴۲۰ھ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے



مولانا مفتی احمد علی قاسمی

مولانا مفتی احمد علی بن محمد عرس دایو گوٹھ ٹھوڑی (نزد راھو جاوایا خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے کیا اس کے بعد عالم ربانی حضرت علامہ مفتی دین محمد گشکوری بلوچ کے مدرسہ میں داخل ہو کر مروجہ نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ فقیہ الاعظم، بحر العلوم والفیوض، تاج العارفین حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

مدرسہ کا قیام: بعد فراغت اپنے آبائی گوٹھ واپس ہوئے اور مدرسہ قائم فرما کر پوری زندگی بغیر کسی دنیوی فوائد کے فقط توکل پر درس وتدریس کا عمل جاری رکھا۔

آپ صف اول کے مدرس تھے۔ اول تا آخر تمام نصابی کتب خود پڑھایا کرتے تھے۔ فن تدریس میں مانے ہوئے استاد تھے۔ مشکل لاینحل مسائل کو چٹکیوں میں حل فرماتے تھے۔ دوران تقریر طلباء کو نوٹ لکھواتے تھے تا کہ ان میں لکھنے کی صلاحیت اجاگر ہو، اس کے علاوہ فن خوش نویسی پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

عادات وخصائل: مولانا سادگی پسند، شریعت پاک کے پابند، پرہیزگار، اخلاق واخلاص کی تصویر، عاشق رسول، بے لوث مبلغ اسلام، حق گو خطیب اور بے ریا مقرر تھے۔ جاگیرداروں وڈیروں کے برے کرتوتوں پر دلیری سے تنقید کرنے والے مجاہد، کسانوں مزدوروں کے ہمدرد اور ان کے حقوق کے لئے لڑنے والے شیر، بغیر تنخواہ کے روکھی سوکھی پر قناعت کرنے والے مدرس اور بے مثال متوکل تھے۔ طلباء پر اس قدر شفیق کہ جب وہ چھٹیاں گذارنے اپنے گھروں کو جاتے تو روتے ہوئے انہیں رخصت کرتے اور جب چھٹیاں گذار کر واپس ہوتے تو آپ گوٹھ سے باہر نکل کر اسٹاپ پر شاگردوں کا استقبال کرتے جیسے معزز مہمانوں کا استقبال کیا جاتا ہے۔

شروع میں تقریر سے دلچسپی نہیں تھی لیکن بعد میں عقائد واعمال کی اصلاح کی غرض سے ہر جمعہ کو مدلل خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

گورنمنٹ نے جو بعد میں کچھ عرصہ سے علماء کو اسکول میں عربی ٹیچر وغیرہ بھرتی کرنے لگی ہے، آپ اس عمل کو چند وجوہات کی بناء پر پسند نہیں کرتے تھے۔ مثلاً:

1- علماء سے توکل ختم ہو جائے گا۔

2- علماء پر انگریزی ماحول کا اثر ہو گا کہ عمامہ اتار دیں گے۔

3- صبح کا ٹائم درس وتدریس کا ہے لیکن اس وقت اسکول میں ہونے کی بنا پر درس وتدریس کی خدمت نہ ہو سکے گی وغیرہ وغیرہ۔

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ہر چیز دیسی پسند کرتے تھے، انگریزی تہذیب کے ساتھ ان کی ہر مصنوعات کو ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ انگیزی علاج (ایلو پیتھک) کو بھی ناپسند کرتے تھے اور زندگی میں کبھی

بھی ٹیبلیٹ، کیپسول اور انجکشن استعمال نہیں کیا۔ آپ کی زندگی تقویٰ اور سادگی سے عبارت تھی، اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا سادہ تھا۔ صفائی ستھرائی کو نہایت پسند کرتے تھے۔

آپ کا کتب خانہ بھی نہایت وسیع تھا جس میں آپ کے استاد محترم کا ذخیرہ کتب بھی شامل تھا، آپ نے مطبوعہ اور قلمی کتب کا خزانہ محفوظ کیا ہوا تھا۔ یقیناً آپ کی زندگی پر آپ کے مرشد کریم اور استاد محترم کی صحبت کا گہرا اثر تھا۔

مناظرہ: آپ نے تدریس کے علاوہ فتاویٰ نویسی، تحریر، تقریر اور اعلیٰ عملی کردار کے ذریعے اسلام وسنیت کی خوب تبلیغ کی۔ آپ اپنی تقاریر کے ذریعے عوام الناس کو مذاہب باطلہ شیعہ اور وہابیہ وغیرہ کے گمراہ کن عقائد ونظریات سے آگاہ کرنا اپنا دینی واخلاقی فریضہ سمجھا کرتے تھے۔ آپ نے اس خدمت کو بخوبی انجام دیا۔ آپ نے بارہا فرقہ باطلہ کے مناظرین کو میدان عمل میں آنے کی دعوت دی لیکن شیر اہل سنت کے سامنے آنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی تھی۔

ایک بار وہابیوں کے مشہور مناظر مولوی محمد علی راہو جو، دیوبندی سے آپ کا حضور اکرم ﷺ کے نور و بشر اور علم غیب کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر کو وہ رسوائے زمانہ شکست ملی کہ ہوش و ہواس کے طوطے اڑ گئے تھے۔ اس کے بعد کسی اور نے اور خود دیوبندی مناظر محمد علی نے مناظرہ میں آنے کی ہمت نہیں کی۔ اس کے علاوہ آپ نے تحریری مناظرے بھی کیے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، علم دین پر کامل دسترس رکھتے تھے، اعلیٰ ذہانت، حاضر جوابی، متکلم، حق گوئی و بے باکی اور عالمانہ دبدبہ سے مخالف پر چھا جاتے تھے۔

تصنیف وتالیف: آپ تحریر کی اہمیت وضرورت سے بخوبی واقف تھے، اس لئے اس شعبہ میں بھی گرانقدر خدمات انجام دی۔

- فتاویٰ احمدیہ: آپ فتویٰ نویسی کے فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علم میراث میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے استفتاء کی کثرت کی وجہ سے بے شمار فتاویٰ تحریر فرمائے تھے۔ آج اس کی ترتیب وتدوین کی ضرورت ہے۔
- مختلف درسی کتب پر حواشی تحریر فرمائے۔
- مولوی محمد علی دیوبندی کے رسالہ ضیاء الھدیٰ کا رد بلیغ تحریر کیا۔
- کلہاڑی (سندھی) یہ بھی مولوی محمد علی دیوبندی کے رسالہ کے رد میں ہے۔

تلامذہ: آپ نے شاگردوں کی جماعت تیار کر کے کاچھے جیسے پسماندہ علاقہ میں علم کے چراغ روشن کیے۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی محمد ہاشم قاسمی صدر مدرس جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ عالیہ مشوری شریف
- مولانا محمد قاسم قاسمی خطیب وامام جامع مسجد مدینہ سیوہن شریف
- مولانا عبدالمجید جلالی گوٹھ دین محمد شاہانی
- مولانا عبدالعزیز منگی پیش امام پولیس ہیڈکوارٹر مسجد دادو
- مولانا محمد صالح پھنور خیرپور ناتھن شاہ
- مولانا بشیر احمد چانڈیو
- مولانا غلام رسول کھوسہ بلوچ
- مولانا منظور احمد برڑو

اولاد:

آپ کو ایک بیٹی اور دو بیٹے 1- حکیم عبدالقادر 2- مولوی پیر بخش دایو تولد ہوئے۔

وصال:

مولانا مفتی احمد علی قاسمی نے ۲۱، رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹۶۶ء کو انتقال کیا۔

آخری آرامگاہ استاد محترم مفتی دین محمد بلوچ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں مشہور صوفی بزرگ میاں نصیر محمد کلہوڑو (نزد ککڑ، وایا خیرپور ناتھن شاہ ضلع دادو) کے قبرستان میں واقع ہے۔

(مولانا مختار احمد قاسمی خطیب نورانی مسجد دادو نے مذکورہ مواد بھجوایا جس کے لئے فقیر مشکور ہے)

مولانا اقبال حسین نعیمی

مولانا اقبال حسین نعیمی بن ڈاکٹر فدا حسین پٹھان ایک اندازے کے مطابق ۱۹۳۲ء کو بریلی شریف (یوپی، بھارت) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: میٹرک بریلی شریف سے پاس کی۔ ان دنوں تحریک پاکستان زوروں پر تھی بالآخر پاکستان وجود میں آیا اور آپ کا خاندان کراچی پاکستان شفٹ ہوکر آیا۔ کراچی میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے قائم کردہ مدرسہ مخزن عربیہ بحرالعلوم نزد آرام باغ سے تعلیم مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ یہاں تاج العلماء کے علاوہ آپ کے شاگرد رشد مولانا عبدالباری برمی سے صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی تھی۔

بیعت: حضرت مولانا پیر عبدالعزیز کھلنوی (بنگلہ دیش) سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔ حضرت عبدالعزیز، حضرت ابوالخیر دہلوی مجددی قدس سرہ سے دست بیعت تھے۔

عادات وخصائل: مولانا، امامت وخطابت، پی آئی اے میں ملازمت، دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کا انتظام وانصرام، ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف سندھ اور نکاح رجسٹرار کی طرح کئی مناصب پر فائز رہے۔

اس کے علاوہ دارالعلوم نعیمیہ اور جامع مسجد نعیمیہ کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شروع سے دارالعلوم کے رکن ومعاون رہے۔ مولانا اچھے انسان، بہترین دوست اور شفیق استاد تھے۔ مروت ومحبت کے عمل سے سرشار تھے۔ آخری عمر میں نعت خوانی اور حسن قرأت کی محافل میں شرکت اور خود بھی اہتمام کر کے محافل برپا کرتے تھے۔

سفر حرمین شریفین:

۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۸۸ء میں نجف اشرف، کربلا معلّٰی اور بغداد شریف میں مزارات مقدسہ کی حاضری دی اس کے بعد انگلینڈ کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۹۸۲ء میں سری لنکا اور ایران کا دورہ کیا۔

ان تمام سفر میں مولانا الحاج جمیل احمد نعیمی صاحب (کراچی) ان کے رفیق سفر تھے۔ وہ ... ہیں کہ بلاخوف تردد کہہ سکتا ہوں کہ اس احقر نے موصوف کو ایک اچھا رفیق سفر پایا اور یہ بھی کہ مرحو سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں معمولات کا پابند دیکھا۔

اولاد:

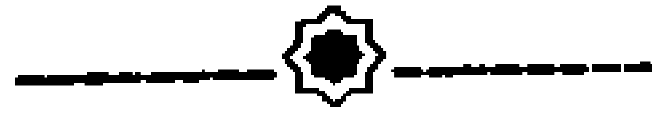
آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار لڑکیاں اور دو لڑکے 1- جمال اقبال 2- کمال اقبال عطا فرمائے۔

تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں موصوف کی کوئی تحریر سامنے نہیں آئی البتہ "تذکرہ اولیائے سندھ مطبوعہ علمی کتاب گھر کراچی، ان کے نام سے ضرور شائع ہوتی رہی ہے لیکن حقیقتہً میں وہ ان کی تخلیق وتحقیق نہیں بلکہ کتاب کا سیاق وسباق لب ولہجہ اور انداز بیاں خود اصل مصنف کی نشاندہی کر رہا ہے۔

وصال: مولانا الحاج اقبال حسین نعیمی کے دو تین ماہ بیماری اور امتحان میں گذرے۔ بیماری و تکلیف کے باوجود سب سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ صبر وشکر کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ایک روز مرض کی شدت کی وجہ سے ان کے صاحبزادے، ضیاء الدین ہسپتال (کراچی) لے گئے، للہٰذ ۲۱، ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ/ ۶، مارچ ۲۰۰۲ء بروز بدھ بوقت اذان فجر ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

نماز جنازہ اسی روز بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ فیڈرل بی ایریا دستگیر سوسائٹی بلاک ۱۴ میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی اقتداء میں ادا ہوئی اور سخی حسن قبرستان (نارتھ ناظم آباد) میں تدفین ہوئی۔

(محترم مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب نے مواد فراہم کیا فقیر نہایت مشکور ہے)

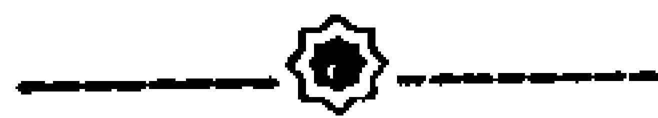


مولانا ابوطیب محمد بن عبدالقادر نقشبندی

مولانا ابوطیب محمد بن عبدالقادر نقشبندی، سندھ میں پیدا ہوئے، مقامی علماء سے تعلیم پانے کے بعد مدینہ منورہ جا بسے، جہاں شیخ الاسلام حسن عجیمی حنفی قدس سرہ (متوفی ۱۷۰۲ء) وغیرہ علماء سے علم اخذ کیا، پھر عرب وعجم کے اکابر علماء نے مولانا طیب سے تعلیم پائی، حتیٰ کہ آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء کو وفات پائی۔

علم حدیث وفقہ میں چند تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ص ۶۸۹ مطبوعہ بحوالہ مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء ص ۷۴ مطبوعہ)



صوفی ایاز خان نیازی

مجاہد تحریک ختم نبوت جناب صوفی ایاز خان نیازی بن شاہنواز خان نیازی ۱۵، جون ۱۹۱۳ء کو قصبہ بوری خیل ضلع میانوالی (پنجاب) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد زمیندار تھے اور مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم بوری خیل کی مسجد کے مکتب سے حاصل کی اس کے بعد علماء اہل سنت کی رفاقت، مرشد پاک کی صحبت اور دینی کتابوں کے مطالعہ نے شعور اور معلومات میں وسعت پیدا کی۔

بیعت: آپ ۱۹۳۱ء کو حضرت پیر سید محمد امین شاہ صاحب (دندہ شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں دست بیعت ہوئے۔ شاہ صاحب کا سلسلہ طریقت حضرت بحر عشق خواجہ غلام فرید قدس سرہ (کوٹ مٹھن شریف ضلع رحیم یار خان) سے ملتا ہے۔ (بروایت جناب امان اللہ خان نیازی، کراچی)

اولاد: آپ کے بڑے صاحبزادے امان اللہ خان نیازی (لیاری، کراچی) دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سفرِ حرمین شریفین: آپ نے ۱۹۶۷ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

دینی وسیاسی خدمات: صوفی صاحب نے پوری زندگی دین اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی، دینی و سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے ایک نڈر بے باک اور ولولہ انگیز سپاہی کی طرح تاحیات خدمات جاری رکھیں۔ لیکن ان کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ پاکستان سے پہلے علماء ومشائخ اہل سنت کی زیر قیادت تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۸ء کو جہاد کشمیر میں حصہ لیا اور ۱۹۵۳ء کو تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے پابند سلاسل ہوئے۔ تقریباً ۲۵ سال تک عالمی مجلس ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ ۱۹۷۴ء کو تحریک ختم نبوت میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ موثر جدو جہد کی۔ تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے تشدد کا نشانہ بنائے گئے مگر آخر دم تک عقیدہ ختم نبوت ان کا مشن رہا جو کہ ان کے قلب ونظر میں سمایا ہوا تھا۔

• ۱۹۷۰ء کو علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور علامہ سید سعادت علی قادری کی ہمت دلانے پر ایک مرتبہ علاقہ بکرا پیڑی لیاری کراچی سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا تھا۔

• ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے سوشلزم کے خلاف ملک بھر کا دورہ کیا۔

عادات وخصائل: صوفی صاحب ظاہر وباطن میں پاکباز، پیکر جلال و جمال تھے۔ زمانہ طالب علمی سے عالم شباب اور بڑھاپے تک ان کے نظریات میں پختگی اور تسلسل قائم رہا۔ سخی، مہمان نواز اور کفایت شعار تھے، یہی وجہ تھی کہ کبھی تنگدست نہ ہوئے۔ موصوف کی شخصیت بڑی باغ و بہار شگفتہ اور دل کش تھی ان کی مجلس میں اکتاہٹ کا گذر ہی نہ تھا۔ وہ بڑے حاضر جواب اور خوش کلام تھے۔

خطابت: وہ کسی مسجد کے امام وخطیب نہ تھے لیکن جمعیت علماء پاکستان اور فدائیان ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر ملک بھر میں فرنگیوں کے فرسودہ نظام، جاگیر داری، سوشلزم، حکمرانوں کی غلط پالیسیوں، لوٹ کھسوٹ اور قادیانیت کے خلاف حق گو خطیب کی طرح گرجتے رہے۔ وہ اپنے خطاب میں ایسے دل کش اسلوب بیان کرتے تھے کہ جوان پر شروع ہو کر ان پر ختم ہو گئے اور ان کی دل آویز خطابت نے سینکڑوں انسانوں کو دین سے قریب کیا اور شاید ملک کا کوئی گوشہ ایسا ہو گا جہاں آپ کی دل کش آواز نہ گونجی ہو۔

تصنیف وتالیف: آپ نے تمام سیاسی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ختم نبوت کے منکر، اسلام دشمن، ملک دشمن، مرتد لعین قادیانیوں کے خلاف بھرپور کام کیا اس سلسلہ میں

نہایت ضروری رسائل و مضامین بھی تحریر فرمائے اور آپ کی سرپرستی میں مولانا مفتی محمد امین قادری صاحب ختم نبوت کے موضوع پر ایک عظیم تاریخی کتاب کی تیاری میں مصروف ہیں، آپ کے تحریر کردہ کتابچے کے نام درج ذیل ہیں:

- قادیانیت کا فکری پس منظر
- مرزا غلام قادیانی انگریزوں کا خود کاشتہ پودا

فدائیانِ ختم نبوت تنظیم کا قیام: مرزائیت قادیانیت کے خلاف علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمات کو اجاگر کرنے، مرتد فرقے کا عالمی سطح پر محاسبہ و مقابلہ کرنے اور ختم نبوت کا پرچار کرنے کے لئے حضرت صوفی ایاز خان نیازی نے مخلص احباب کے ساتھ مل کر ایک تنظیم "فدائیانِ ختم نبوت" کی بنیاد میں کراچی میں رکھی۔ جس کا اس وقت مرکزی دفتر دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی میں واقع ہے۔

مجاہد بے ریا جس نے بنا ڈالی "فدایان" کی
وہ صوفی باصفا ایاز خان ختم نبوت کا

(صلاح الدین سعیدی)

وصال: جناب صوفی ایاز خان نیازی نے ۲۴، ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۵، جون ۲۰۰۳ء بروز بدھ بوقت تقریباً دس بجے دن انتقال کیا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد عالی شان بکرا پیڑی لیاری میں قائد اہلسنّت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی القادری کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نعت خوانی درود خوانی قصیدہ خوانی (بردہ شریف) کے ورد کے دوران میوہ شاہ قبرستان (لیاری) میں ان کی تدفین ہوئی۔

[زبانی روایات کے علاوہ مولانا محمد بشیر القادری صاحب کے مرتب کردہ پمفلٹ "سوانح عمری" سے ماخوذ ہے]

ملک الشعراء خواجہ اکبر وارثی میرٹھی

مقبولیت کی بلندی کو چھونے والی شخصیت مولانا خواجہ اکبر خان وارثی بن نظام علی خان نظامی بن امام علی خان موضع بجولی تھانہ کھرکھودا تحصیل ہاپڑ ضلع میرٹھ (بھارت) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: جس طرح انہوں نے اپنے کلام میں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کی شرح وتشریح کی ہے اور مسلک اہل سنت و جماعت کے عقائد نظریات و معمولات کو بیان کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے وقت کے مشاہیر علماء کرام سے علوم دینیہ میں تحصیل کی ہوگی۔

اپنی دعوی کو ثابت کرنے کے لئے بعض نامور محققین کی آراء کو بطور دلیل پیش کرتا ہوں:

نعتیہ ادب کے پہلے اسکالر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اپنے تحقیقی مقالے میں لکھا ہے:

" گو عربی اور فارسی میں تجربہ رکھتے ہیں اور ان زبانوں میں بھی نعت لکھتے ہیں لیکن اردو میں سلاست اور روانی کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔"

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں لکھتے ہیں:

"اکبر میرٹھی عالم باعمل تھے۔ خلوص اور عقیدت کے گرانمایہ اوصاف سے متصف ہونے کی وجہ سے ان کے کلام میں تڑپ، بے قراری، درد اور سوز و گداز ہر جگہ موجزن ہے۔ عربی اور فارسی کے معتبر عالم ہونے کے باوجود ان کی نعتیں سلاست، روانی، بندش کی چشتی، صفائی، سادگی اور شیرنی میں آپ اپنی مثال ہیں۔ ان کی نعتیں تکلف اور تصنع سے پاک ہیں۔" (اردو شاعری میں نعت بحوالہ شعرائے میرٹھ)

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ وارثیہ میں حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۰۴ء) دیوہ شریف (ضلع بارہ بنکی، یوپی، انڈیا) سے بیعت ہوئے۔

اولاد: آپ کو اکلوتا بیٹا حکیم وجاہت علی وارثی (مدفون کراچی) تولد ہوا جو کہ صاحب اولاد ہے۔ ان کی رہائش گاہ پر لیاقت آباد چکر لگائے لیکن حکیم صاحب مرحوم کی اولاد کو بے ذوق پایا۔

تصنیف و تالیف: اکبر وارثی مرحوم کے کلام کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ اس دور میں کسی کے کلام کو حاصل نہ تھی۔ ان کے "میلاد اکبر" کو بہت بڑی مقبولیت حاصل تھی۔

ہندوستان

کے شہروں کی طرح دیہات میں بھی بڑی عقیدت و محبت سے پڑھا جاتا تھا۔ مرد و زن کو کتاب حفظ تھی گھر گھر میں بچوں کو یاد کروائی جاتی گھر گھر میلاد اکبر سے درس ہوتے تھے، ایک کتاب کھول کر پڑھنے لگتا، حاضرین مجلس غور و حوض سے سماعت فرماتے۔ اس طرح میلاد اکبر نے مصلح مبلغ کی طرح گھر گھر اسلام و سنیت کی تبلیغ کا باحسن و خوبی سے فریضہ انجام دیا۔ میلاد اکبر نے گھر گھر حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ روشن کئے۔ یہ مقبولیت عامہ محبوبیت کی دلیل ہے، جس کو عوام الناس نے دل میں بسالیا آنکھوں پر اٹھالیا اس سے واضح ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر وارثی کو اپنا محبوب بنالیا تھا تبھی تو یہ عقیدت و محبت کے نظارے ہونے لگے تھے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے سب کو اتفاق ہوگا کہ خواجہ اکبر وارثی کی شہرت کے پس پشت اخبارات، رسائل، جرائد، خصوصی شمارے، سیمینار اور کانفرنس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ بغیر کوشش و کاوش انسانی کے انہیں رب کریم نے مقبولیت کی بلندی کو پہنچادیا تھا۔ (راشدی غفرلہ)

(۱) میلادِ اکبر کا سن تصنیف ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء ہے۔ جس کا اظہار مولانا حافظ محمد خلیل الدین حافظ رئیس و آنریری مجسٹریٹ نے اپنے قطعہ تاریخ میں کیا ہے جو بطور تقریظ لکھا گیا تھا:

چھاپ دو حافظ کی بھی تاریخ طبع
اب چھپی روداد میلاد حضور

۱۳۳۷ھ

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اپنی کتاب "اردو میں نعتیہ شاعری" میں آپ کی تصانیف کے ضمن میں درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے:

2- باغ کلام اکبر یعنی اصلی دیوان اکبر حصہ اول ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء مطبوعہ علی بھائی شرف علی اینڈ کمپنی لمیٹڈ بمبئی سن ندارد

3- ریاض اکبر معہ کیفیت چمن وارث (۳ حصے) ایضا............سن ندارد

4- گلشن وارث یعنی گلزار اکبر ۱۳۶۲ھ ایضا............سن ندارد

5- نہال روضہ اکبر 6- گلستان اکبر 7- کلیات

8- ہدیہ اعظم 9- جنت کی کلی 10- جنت کے پھول

11- عراج مجلیٰ بار پنجم شیخ احمد حسن وذکر الرحمٰن تاجران کتب دہلی ۱۹۲۰ء (بحوالہ اردو میں میلاد النبی ص ۲۰۶)

12- تاریخ اسلام۔ وغیرہ

تلامذہ: حضرت اکبر وارثی کا حلقہ تلامذہ بھی وسیع تھا۔ آپ کے شاگردوں میں شاہنامہ اسلام اور پاکستان کے قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری مرحوم بھی ہیں۔ حفیظ، استاد کو اس طرح دعا دے رہے ہیں:

"حفیظ" استاد "اکبر" کو دعا دو
انہیں کے دم سے تم نغمہ سرا ہو

ان کے علاوہ بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1- منشی محمد زکریا ذاکر رامپوری 2- منشی محمد عیسیٰ الہٰ آبادی

3- منشی مشتاق حسین مشتاق 4- منشی محمد عبدالوحید وحید

5- حافظ عزیز الدین حافظ وغیرہ وغیرہ۔ (تذکرہ شعرائے میرٹھ)

شاعری:

آپ کی لازوال اور امر شاعری میں سے تبرکاً چند نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں:

ثانی ترا کونین کے کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے
ہو جلوہ محبوب کے کیا ماہ مقابل
اس چاند کے دھبّہ، رُخِ انور میں نہیں ہے

خواجہ کی ایک اور نعت ہدیہ قارئین ہے:

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک مہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے
ہمیں دامِ غم سے چھڑا گئے ہمیں معصیت سے بچا گئے
وہ نبی محمد مصطفیٰ کہ جو سوئے عرش عُلیٰ گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں، یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے
کہیں حسن بن کے قبول میں، کہیں رنگ بن کے وہ پھول میں
کہیں نور بن کے رسول میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے
ہو درود تم پہ ہزار بار، مرے رہنما، مرے ناخدا
مرا پار بیڑا لگا گئے، مری ڈوبی کشتی ترا گئے
تری جھوٹی کھونٹی بچی کچھی، جو ملی تو اکبر وارثی
وہ بھرے نشے کی ترنگ میں کہ کہیں کہیں کی سنا گئے

(مجموعہ نعت حصہ اول)

محفل میلاد:

اکبر وارثی مرحوم میلاد خوان و نعت گو شاعر کے حوالے سے ہندوستان میں شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے قریہ قریہ، نگر نگر، بستی بستی، گھر گھر محفل میلاد برپا کر کے عوام الناس کے قلوب و اذہان میں حب رسول ﷺ کی شمع کو روشن کیا۔

یا نبی سلام علیک	یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک	صلوٰۃ اللّٰہ علیک

کی صدائے دلنواز بلند کی۔ مسلمان گھر گھر میں اختتام محفل میلاد/ نعت پر قیام فرماتے اور حضور پاک ﷺ کے دربار معلیٰ میں صلوٰۃ وسلام کے گجرے پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں: "اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گیا، نہ سنا گیا۔ پاک وہند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو جس کیکان اس سے آشنا نہ ہوں...... درود وسلام کے عنوان سے اردو میں درجنوں نظمیں لکھی گئی ہیں۔ خود اکبر وارثی کے سلام کی تقلید میں سینکڑوں سلام منظر عام پر آئے لیکن سادگی وصفائی، اثر و تاثیر اور قبول عام کے لحاظ سے کوئی بھی اکبر کے کلام کو نہیں پہنچا۔

(اردو کی نعتیہ شاعری بحوالہ تذکرہ شعرائے میرٹھ ص ۲۵۳)

وصال: حضرت خواجہ اکبر وارثی نے ۶، رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۰، مئی ۱۹۵۳ء بروز بدھ لیاقت آباد کراچی میں انتقال کیا اور میوہ شاہ قبرستان (لیاری) میں مدفون ہوئے۔

(حوالہ جات کے علاوہ مواد مجلّہ لیلۃ النعت ۱۹۹۴ء سے ماخوذ ہے)

مولانا حکیم احمد الدین چشتی

عالم، حکیم، شاعر، مدرس و اعلیٰ منتظم جناب احمد الدین بن مولانا غلام حسین بن قاضی محمد احسن ۲، رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ/ ۸، جولائی ۱۸۵۲ء کو موضع بولہ تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم (پنجاب) میں تولد ہوئے۔ تاریخی نام "چراغ دین" (۱۲۶۸ھ) تجویز ہوا۔ بعد میں آبائی گاؤں بولہ سے منتقل ہوکر چکوال شہر میں مقیم ہو گئے۔

تعلیم وتربیت: اپنے والد ماجد سے تمام مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ ۱۸۷۲ء کو (یعنی بیس سال ۲۰ کی عمر میں) انگریز حکومت نے علماء کا انٹرویو لیا، جس میں اول آنے پر آپ کو پچاس روپے (۵۰) نقد اور پندرہ روپے ماہانہ کا وظیفہ مقرر کیا تا کہ اورینٹل کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں لیکن آپ کالج پہنچ کر واپس آگئے کیوں کہ وہاں کا معیار تعلیم بہت پست تھا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۲۹۸ھ کو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا، وہاں مشہور ہندوستانی عالم، فاتح عیسائیت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی قدس سرہ (جو کہ آپ کے والد ماجد کے بھی استاد تھے) کے پاس ایک سال رہ کر حدیث، قرأت، ہیئت، ربع مجیب اور ربع مقنطرہ وغیرہ علوم وہاں کے جید اساتذہ سے حاصل کر کے تعلیم وتدریس کی اعلیٰ سندیں حاصل کر کے واپس ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے عالم اسلام کے عظیم عالم، شیخ الاسلام حضرت شیخ زینی

دحلان شافعی مکی قدس سرہ مؤلف "الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیه" سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔

بیعت خلافت: ۱۲۸۰ھ کو والد ماجد کے ہمراہ شیخ طریقت فخر اہل سنت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ (سیال شریف ضلع سرگودھا) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۳۱۰ھ کو بلاد مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کیا اور بغداد شریف میں حضرت نقیب سلمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

مدرسہ مظہر العلوم کا بانی کون؟: کھڈہ مارکیٹ لیاری کراچی کے دارالعلوم مظہر العلوم کا بانی کون اور قبضہ کس کا؟ کے متعلق درج ذیل مضمون میں اختصار کے ساتھ دلائل درج کئے جارہے ہیں تاکہ تاریخ کے طالب علم پر اصل حقائق واضح ہوں۔ مولانا شرف صاحب لکھتے ہیں: "مولانا احمد دین چکوالی ۱۲۹۸ھ کو حرمین شریفین سے اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کر کے واپسی پر کراچی کے محلہ کھڈہ میں مولانا عبداللہ کے پاس کچھ عرصہ قیام کیا اور وہاں ایک دینی مدرسہ مظہر العلوم قائم کیا جو آج بھی موجود ہے"۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۴۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

مولانا عبداللہ سنی حنفی صحیح العقیدہ تھے، مولانا احمد دین کے دوست اور ایک روایت کے مطابق شاگرد بھی تھے اور کراچی کے مشہور قاری حافظ غلام رسول قادری (متوفی ۱۳۹۱ھ) کی نماز جنازہ جہانگیر پارک صدر میں مولانا عبداللہ نے پڑھائی تھی جس میں اہل سنت کے بہت سارے علماء و مشائخ بھی شریک تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ کسی دیوبندی یا وہابی سے اہل سنت کے عالم و پیر کے جنازے کی امامت جانتے بوجھتے کرائی جائے۔ معلوم یہ ہوا کہ حضرت مولانا عبداللہ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ کے صاحبزادے اہل سنت سے منحرف ہو کر دیوبندی ہو گئے۔ (سہ ماہی محراب و ممبر خاص نمبر کراچی) معلوم ہوا حضرت مولانا عبداللہ کا لڑکا "مولوی محمد صادق" نے والد ماجد کے عقیدے و نظریے سے غداری کر کے دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کر کے پکے دیوبندی وہابی بنے، سندھ واپس آکر دیوبندیت کانگریسیت سے شہرت حاصل کی متحدہ قومیت (ہندو مسلم اتحاد) کے مبلغ بنے، تحریک ہجرت و کانگریس میں بھرپور کام کیا۔ اس طرح اہل سنت کے مدرسہ پر وہابیت کا نہ فقط قبضہ ہوا بلکہ آج تک مرکز بنا ہوا ہے۔ مولوی صادق کی نسبت سے مدرسہ سے پرچہ "الصادق" آج تک جاری ہے۔

مدرسہ کس سن میں قائم ہوا؟ مولانا احمد الدین نے مدرسہ مظہر العلوم کے قیام پر بزبان فارسی ایک طویل نظم بھی لکھی تھی جس میں بعض مصرعے عربی زبان میں بھی ہیں اس کا عنوان ہے "وما هی الاذکر للمسلمین" (۱۳۰۴ھ) یہ نظم الصادق میں شائع ہوئی۔ چند مصرعے درج ذیل ہیں:

بعد از تحمید صلوٰۃ و سلام ‏— یاد لائح برضمیر خاص و عام
کاندرین حین از عنایات کریم ‏— قد جریٰ ینبوع فیض مستدام
از پئے احیاء دین مصطفیٰ ‏— کس نماندہ غیر نام اندر انام
در کراچی بندر از جھد اتم ‏— مدرسہ جاری شدہ با انتظام

آخری مصرعے:

چونکہ ہست این مظہر جود و علوم ‏— اسم و تاریخش ھمہ گیر ای ہمام
محض بہر اطلاع اہل دین ‏— این سطور چند کردم ارتسام
گرچہ خاطر گوئدم ھل من مزید ‏— لیک اکنوں بہ کہ سازم اختتام
صد صلوٰۃ و صد تحیات و سلام ‏— بر رسول آل و اصحاب کرام

(الصادق روئیداد،۷۰۔۱۳۷۱ھ ص ۱۴۰)

معلوم ہوا کہ مولانا احمد دین چکوالی نے مدرسہ مظہر العلوم ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کو قائم کیا تھا۔ مولانا عبداللہ نے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء کو انتقال کیا۔ مولوی صادق ۱۲۹۱ھ کو پیدا ہوا۔ مدرسہ مظہر العلوم میں حضرت مولانا احمد دین چکوالی سے چند سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم دیوبند چلا گیا جہاں سے ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء کو سند فراغت حاصل کرکے واپس کراچی آیا اور مظہر العلوم کھڈہ میں ۲ روپے مشاہرہ پر مدرس مقرر ہوا اور والد صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ کا پہلا وہابی مہتمم ہوا اس کے بعد کھل کر وہابیت کی تبلیغ کی۔ عبیداللہ سندھی اور دین محمد وفائی، حکیم فتح محمد سیوہانی کی رفاقت میں مظہر العلوم کانگریس کا مرکز بنایا گیا۔ بعد ازاں لواری شریف (ضلع بدین) کی خانقاہ کے خلاف چلنے والی تحریک کا مرکز ومحور یہی مدرسہ تھا۔ مولوی محمد صادق نے لواری شریف کے مشائخ کے خلاف غلط پروپیگنڈا کا ایک سلسلہ چلایا کتابچے و کتابیں لکھ کر چھپوائیں اور کانگریس و دیوبندی نظریہ رکھنے والے سندھی اخبارات میں مسلسل مضامین چھپوا کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

ایک اور اہم انکشاف یہ سامنے آیا کہ ۱۹۰۷ء کو مدرسہ مظہر العلوم میں "دارالافتاء" کا شعبہ قائم کیا گیا تھا، جس کے صدر مفتی مولانا عبداللہ مرحوم تھے اور اس کے نائب مفتی حضرت علامہ عبدالکریم درس تھے جب کہ کراچی کے متعدد مفتی صاحبان مولانا محمد صدیق، مولانا عبدالحق ہالائی، مولانا احمد بخاری وغیرہ اس کے باضابطہ ممبر تھے۔ (الصادق ۱۹۸۲ء ص ۴۸)

تاریخ گواہ ہے یہ اس دور کی کہانی ہے جب کہ کراچی میں وہابیت کا نام ونشان بھی نہ تھا اور مظہر العلوم اہل سنت و جماعت احناف کی درسگاہ تھی اور علماء اہل سنت کی محنت شاقہ سے ترقی کی جانب رواں

تھی اور دار الافتاء عوام الناس کی خدمت میں پیش پیش تھا۔ لیکن شومی قسمت دیکھئے کہ اپنا مرکز ۱۹۱۴ء کے بعد مخالفین کے قبضہ میں آ گیا اور ان کے پلیٹ فارم کے طور پر استعمال ہوا۔

درس و تدریس: مدرسہ مظہر العلوم میں مسند تدریس پر رونق افروز ہو کر طالبان علم کو سیراب کرتے رہے اس کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے اور جالی والی مسجد چکوال میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کی شہرت دور دراز تک پہنچی، خاص طور پر مثنوی شریف، ربع مجیب اور ربع مقنطرہ وغیرہ علوم پڑھنے کے لئے دور دراز سے علماء حاضر ہوتے اور شرف تلمذ حاصل کرتے۔

تلامذہ: آپ کی جماعت تلامذہ میں سے بعض نام درج ذیل ہیں:

1- قدوة المحققين مولانا غلام محمود پپلانوی (محشی تکمله و مصنف نجم الرحمن)

2- حضرت مولانا عبداللہ کھڈہ، کراچی

3- مولوی محمد صادق دیوبندی کانگریسی کھڈہ، کراچی

حکمت: آپ نے علم طب بھی پڑھا اور اس میں بھی کمال حاصل کیا، کئی لاعلاج مریض آپ کے علاج سے شفایاب ہوئے۔

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔

1- مولانا حافظ علاء الدین ۲۱ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔

2- مولانا حافظ قاضی ضیاء الدین ایم۔ اے، بی ایڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر اسکولز، صحیح العقیدہ سنی تھے، ملازمت کے دوران ایک حادثہ کا شکار ہو گئے۔

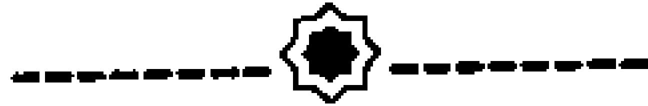
شاعری: تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا، عربی فارسی اور اردو میں مشق سخن فرماتے تھے۔ مدرسہ مظہر العلوم کے قیام پر تاریخی طویل فارسی میں نظم لکھی اور اپنے استاد گرامی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی وفات پر قطعہ تاریخ وصال کہا جو کہ محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی شاعری کاوش غالباً ضائع ہو چکی ہے۔

حافظ قرآن: آپ پہلے حافظ قرآن نہ تھے بعد میں شوق پیدا ہوا تو قرآن کریم حفظ کر کے تراویح میں سنایا کرتے تھے۔

وصال: استاد العلماء مولانا احمد الدین چشتی نے ۲۸، ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ/ ۸، مئی ۱۹۲۹ء کو صبح صادق سے کچھ پہلے صرف ایک دن کی علالت کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے اور چکوال میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

(ماخوذ: تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور۔ امام احمد رضا اور علماء سندھ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء اور تفصیل کے لئے

دیکھئے: "فوز المقال فی خلفاء پیر سیال" مطبوعہ سیال شریف ضلع سرگودھا)



محسنِ سندھ مولانا اعجاز الحق قدوسی

مولانا اعجاز الحق قدوسی جولائی ۱۹۰۵ء کو جالندھر (پنجاب، انڈیا) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد پروفیسر ظہور الحق ایچی سن کالج لاہور میں انگریزی کے استاد تھے۔ برِاعظم پاک و ہند کے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ آپ کے بڑے بھائی اظہار الحق قدوسی نے آزادی ہند فوج کے قیام اور تحریک پاکستان میں اہم اور فعال کردار ادا کیا۔ (انسائیکلوپیڈیا) آپ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ (متوفی ۹۴۴ھ خانقاہ قدوسیہ گنگوہ ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا) کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت گنگوہی نے چوراسی ۸۴ سال کی عمر پائی آپ کی عمر کا بڑا حصہ ریاضتوں، مجاہدوں، عبادت الٰہی، رشد و ہدایت اور مریدوں کی اصلاح و تربیت میں گذرا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: "شیخ عبدالقدوس اور ان کی تعلیمات")

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اس زمانے کے رواج کے مطابق اپنے ننھیال قصبہ انبھٹہ ضلع سہارن پور میں مولانا شفیق احمد انبیٹوی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ تک مدرسہ مجددیہ سرہند شریف میں تعلیم پاتے رہے اور پھر علوم شرقیہ کی تکمیل ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارن پور سے کی۔ مولانا اسد اللہ رامپوری، مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری، مولانا ثابت علی، مولانا منظور احمد وغیرہ سے استفادہ کیا۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت حکیم قمیش احمد کیفؔ قدوسی (متوفی ۱۹۶۱ء) سجادہ نشین درگاہ شریف شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ (متوفی سن ۹۴۴ھ) سے بیعت ہوئے۔

تصنیف و تالیف: ۱۹۵۱ء کو ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور کراچی (لیاقت آباد) میں مستقل سکونت اختیار کی۔ عمر کا بڑا حصہ علمی اداروں مثلاً سندھی ادبی بورڈ، انجمن ترقی اردو اور اردو ترقی بورڈ کی ملازمت میں گذارا۔ لیکن ملازمت کے ساتھ ساتھ نجی زندگی میں ایسے شاندار علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیئے جو بڑے بڑے ادارے انجام نہ دے سکے۔ آپ کا اصل فن تاریخ اور تذکرہ نگاری ہے۔ اس حوالے سے بہت کام کیا، لیکن ان سے بعض مقامات پر صریح غلطیاں بھی ہوئی ہیں صحیح العقیدہ اہلسنّت ہونے کے باوجود بالاکوٹ کے لٹیروں کی مدح سرائی کی ہے اور اسی طرح دیگر بدمذاہب کی بھی بعض مقامات پر دینی سیاسی ناکامیوں سے صرف نظر کیا ہے۔ ان کی صوفیانہ زندگی اور درویش

مزاج کے پیش نظر حسن ظن رکھتا ہوں کہ ادبی دنیا میں ضم ہونے کے سبب اصل حقائق واضح نہ ہونے کی بنا پر یار لوگوں کی روایات کو بغیر تحقیق کے نقل کیا ہوگا آپ کی قلمی کاوش کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

- تذکرہ صوفیائے سندھ: اردو اکیڈمی سندھ، کراچی طبع اول نومبر ۱۹۵۹ء
- تذکرہ صوفیائے پنجاب
- تذکرہ صوفیائے سرحد
- تذکرہ صوفیائے بنگال
- شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات مطبوعہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۱ء
- توزک جہانگیری کا اردو ترجمہ و حواشی (۲ جلدیں)
- تاریخ سندھ (۳ جلدیں) اردو سائنس بورڈ لاہور طبع اول ۱۹۸۴ء
- اقبال اور علمائے پاک و ہند
- تاریخ مغربی پاکستان
- سندھ کی تاریخی کہانیاں جنرل پبلشنگ ہاؤس ایم۔ اے جناح روڈ کراچی ۱۹۵۷ء
- رسول پاک کی صاحبزادیاں
- اقبال کے محبوب صوفیائے کرام
- برصغیر پاک و ہند کے علماء حق پرست
- میری زندگی کے پچھتر سال: (غیر مطبوعہ) آپ نے اپنی خودنوشت قلم بند کی ہے۔
- سیر الاولیاء (مترجم) اردو سائنس بورڈ لاہور
- سندھ کے فارسی گو شعراء
- مسلمان بیبیاں مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

(ماخوذ: انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا تالیف، سید قاسم محمود، مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی، مارچ ۱۹۹۸ء)

- سراپائے رسول ﷺ
- پاک بیبیاں
- سیرت بتول
- ہمارے نبی ﷺ کے صحابہ کرام
- خلفائے راشدین کی صاحبزادیاں
- رسول اللہ کے دو محبوب
- سیرت امام حسن رضی اللہ عنہ
- عہد رسالت کے دو بچے
- درسگاہ رسول ﷺ کے دو طالب علم

قدوسی مرحوم اپنی شبانہ روز کاوش کے متعلق رقمطراز ہیں: ''میں نے اپنی بساط کے مطابق اٹھارہ (۱۸) سال تک پاکستان کے مختلف موضوعات پر کام کیا ہے۔ ان تصانیف میں میرا سب سے بڑا مقصد یہ رہا ہے کہ پاکستان کے ہر خطے کے رہنے بسنے والوں میں ربط و ہم آہنگی اور جذبات خیر سگالی کو فروغ ہو اور ان کتابوں کے ذریعے سے پاکستان کے اتحاد و سالمیت کے جذبے کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کیا جائے، تاریخ سندھ کی یہ جلد بھی اسی سلسلے اور مقصد کی ایک کڑی ہے۔''

(تاریخ سندھ جلد ۲، مطبوعہ لاہور، طبع اول ۱۹۷۴ء)

لیکن انہوں نے ۱۹۵۲ء سے لے کرتا وصال تقریباً چالیس سال تصنیفی وتالیفی کام کیا ہے۔ سندھ کے نامور مورخ ودانشور سید حسام الدین راشدی مرحوم قدوسی کے متعلق رقمطراز ہیں:

"مولانا اعجاز الحق قدوسی ۱۹۵۲ء میں ہمارے ادارے سندھی ادبی بورڈ میں مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب چونکہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی سن ۹۴۴ھ) کے جلیل القدر خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ایک بہت بڑا علمی پس منظران کی پشت پر ہے...... تصوف چونکہ ان کا خاندانی ورثہ ہے اور ذاتی طور پر وہ خود بھی اسی طرف میلان رکھتے ہیں اس لئے اس ذوق کی تسکین کے لئے انہوں نے "تذکرہ صوفیائے سندھ" کو بڑی کاوش، تحقیق اور تلاش سے مرتب کیا ہے"۔

(تذکرہ صوفیائے سندھ)

جناب سید الطاف علی بریلوی (کراچی) اپنے تاثرات میں رقمطراز ہیں:

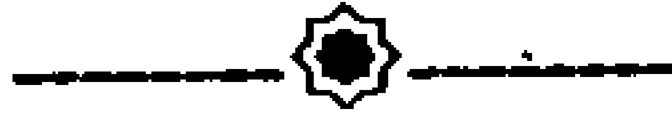
"وہ دیوانہ وار صبح سے شام تک حصول علم میں لگے رہتے ہیں۔ وہ سچے آدمی ہیں، بات کریں گے تو پھول جھڑیں گے، خوش خلقی، وضع داری اور شرافت ان کا چلن ہے۔ وہ پیدائش سے لے کر اب تک صرف طالب علم ہیں اور اسی خصوصیت نے ان کے ذہنی ارتقاء کو کسی منزل پر بھی آگے بڑھنے سے نہیں روکا۔ ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری، جیب خالی، پیٹ خالی لیکن علم کی لگن میں ایسے مگن کہ کسی بات کا ہوش نہیں، قناعت مزاج اور توکل تکیہ، مجسم علم، جوڑتوڑ سے متنفر، سیاست کے پیچوں سے دور۔

۱۹۲۸ء میں حیدرآباد دکن چلے گئے اور وہاں ۱۹۵۱ء تک محکمہ امور مذہبی سے وابستہ رہے۔ یہیں ۱۹۳۲ء میں انہوں نے اپنی سب سے پہلی کتاب "مسلمان بیبیاں" کے نام سے لکھی جسے مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے شائع کیا، اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کتاب کی مقبولیت کے بعد انہوں نے اسی طرح کی کتابیں سراپائے رسول، رسول پاک کی صاحبزادیاں، پاک بیبیاں، سیرت بتول، عہد رسالت کے دو بچے، درس گاہ رسول کے دو طالب علم، ہمارے نبی کے صحابہ، خلفائے راشدین کی صاحبزادیاں، رسول اللہ کے دو محبوب، سیرت امام حسن، جیسی مقبول عام کتابیں لکھیں، یہ سب کتابیں تاریخی اعتبار سے ایک خاص ندرت لئے ہوئے ہیں۔ آج کل مولانا اعجاز الحق قدوسی برصغیر ہندو پاک کی تاریخ تصوف کے مختلف گوشوں پر کام کر رہے ہیں"۔

(شیخ عبدالقدوس گنگوہی اوران کی تعلیمات ص ۱۵)

وصال: مولانا اعجاز الحق قدوسی نے ۹، جمادی الآخر ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹، فروری ۱۹۸۶ء بروز بدھ ۸۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ لیاقت آباد میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور پاپوش نگر (ناظم آباد، کراچی) کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[محترم شہریار قدوسی صاحب نے قدوسی مرحوم کی تصنیف شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات کے مطالعے کا موقع فراہم کیا جس کے باعث مضمون تیار کرنے میں آسانی رہی فقیر راشدی ان کا مشکور ہے]



ادیب اہل سنت ادیب رائے پوری

ممتاز نعت گو شاعر و محقق جناب سید حسین علی المعروف ادیب رائے پوری بن حکیم سید یعقوب علی بھارت (مدھیہ پردیش) کے شہر رائے پور (سی۔پی) میں ۱۹۲۸ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم رائے پور میں ہوئی۔ فارسی آپ کے گھر کی زبان تھی اور خاندانی پیشہ طب تھا۔ اس لئے بچپن سے ہی فارسی سے گہرا تعلق رہا۔ فارسی زبان کے دو قابل قدر نام مولانا عبدالرحمٰن الہ آبادی اور ماسٹر شیو پرشاد سے آپ نے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو دہلی کے عظیم شاعر حضرت بے خود دہلوی کے شاگرد رشید حضرت فدا خالدی دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ وہ ایم اے (اردو) تھے۔ اس کے علاوہ علماء اہل سنت کی صحبت سے کبھی روگردانی نہیں کی ہمیشہ ان کی صحبت میں رہ کر استفادہ کرتے رہے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت پیر محمد آفاق سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت تھے۔ حضرت آفاق کا مزار مبارک دلی سے قریب ایک مقام "رٹول" میں ہے۔ جہاں کے آم "انور رٹول" مشہور ہیں۔

پاکستان آمد: سرزمین پاک پر آپ کی آمد کی تاریخ بھی یادگار ہے۔ قیام پاکستان سے صرف ایک رات قبل یعنی ۱۳، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان تشریف لائے اور کراچی (سندھ) میں مستقل سکونت اختیار کی۔

نعتیہ خدمات: جہان حمد و نعت کی خوش نصیب شخصیت ادیب رائے پوری کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے علاوہ نعت خوانی اور فروغ نعت کیلئے شاندار و یادگار نعتیہ خدمات انجام دی ہیں۔ یہ نعتیہ خدمات ان خطوط پر استوار ہیں جنہیں ہر زمانے اور ہر دور میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

ماہنامہ نوائے نعت کراچی: ادیب رائے پوری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے نعتیہ ادب کے سلسلہ میں سب سے پہلا "ماہنامہ نوائے نعت" کراچی سے ۱۹۸۰ء

کو جاری کیا۔ آپ کی ادارت میں اس ماہنامہ نے مختلف مدارج طے کرتے ہوئے ۸ سال مکمل کیے۔ اپنوں کی لاتعلقی و عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ ماہنامہ بند ہو گیا۔

پاکستان نعت کونسل: ۱۹۷۰ء کو پاکستان نعت کونسل کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے تحت عظیم الشان نعتیہ خدمات انجام دی گئیں۔ یادگار تقریبات کا اہتمام ہوتا رہا۔ اس ادارے کے زیر اہتمام ہونے والی تقریبات نے وطن عزیز میں فروغ نعت کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۰ء سے قبل کونسل کو جناب قمر الدین احمد انجم (مرحوم) کے سپرد کر دیا گیا۔

پاکستان نعت اکیڈمی کا قیام: ۱۹۸۰ء کو "پاکستان نعت اکیڈمی" کے نام سے ایک نئے ادارہ کی بنیاد رکھی گئی۔ پاکستان نعت اکیڈمی کے بانی و صدر ادیب رائے پوری نے اس اکیڈمی کے تحت برصغیر (پاک و ہند و بنگلہ دیش) کی تاریخ میں سب سے پہلی "عالمی نعت کانفرنس" ۱۹۸۲ء کو کراچی میں منعقد کی گئی۔ اپنی نوعیت کے حوالے سے ہونی والی اس منفرد کانفرنس میں امریکہ، یورپ مشرق وسطی، ساؤتھ ایشیاء، افریقہ اور برصغیر کی معروف شخصیات نے شرکت کی۔

۱۹۸۴ء کو پاکستان نعت اکیڈمی کے زیر اہتمام برطانیہ کے تین شہروں لندن، برمنگھم اور بریڈفورڈ میں عالمی نعت کانفرنس کے تین یادگار اجتماعات منعقد کیے گئے۔ اس کے علاوہ دسمبر ۱۹۸۴ء ہی میں ویسٹ انڈیز کے شہر "ٹرینی ڈاڈ" میں "نعت کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ اس شہر کی پہلی نعت کانفرنس تھی جسے خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔

سلور جوبلی ایوارڈ ۱۹۹۲ء، برصغیر میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی نعتیہ ایوارڈ تقریب تھی۔ جس میں ایک سو ایوارڈ تقسیم کیے گئے۔ پہلی مرتبہ کسی ایک چھت کے نیچے دنیائے نعت کے تقریباً تمام ملکی و غیر ملکی اور سرکردہ حضرات موجود تھے۔ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی دوسری تقریب ایسی منعقد ہو سکی۔ برصغیر میں نعت کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والی شخصیات نے شرکت کی۔ شعراء کرام، نعت خواں حضرات، ریڈیو، ٹی وی کے پروڈیوسرز، مختلف انجمنوں کے صدور و سربراہ اور دیگر معززین کو چیئرمین سینٹ آف پاکستان جناب وسیم سجاد صاحب نے انعامات تقسیم کیے۔ دنیائے نعت میں ادیب رائے پوری کی اس نمایاں نعتیہ خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

نعتیہ شاعری: شعری تازگی، توانا لہجہ، موثر انداز، وسیع مطالعہ اور قدیم و جدید اسالیب پر گرفت آپ کی شاعری کے بنیادی ماخذ ہیں۔ آپ کے کلام کو شعر و ادب کے حلقوں میں بے انتہا پسند کیا جاتا ہے۔ آپ کی زیادہ تر نعتیں مقبولیت کے مقام پر فائز ہیں۔ ادیب ایک پختہ گو اور کہنہ مشق نعت گو شاعر کی حیثیت رکھتے تھے۔ نمونہ کلام پیش خدمت ہے:

تیرے ذکر سے مری آبرو تیری شان جل جلالہ
تو میرے کلام کا رنگ و بو تیری شان جل جلالہ

....

ہزار سال دعا میں رہے، مگر محروم
جو درمیان محمد کو واسطہ نہ کرے
وہی ہے دامن رحمت میں سرور دیں کے
جو ان کی عید منانے پہ منہ برا نہ کرے

....

اے ماہ کامل حسن تمام
خیر البشر پہ لاکھوں سلام
خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
عرش بریں تک چرچا ترا
شمس و قمر ہیں صدقہ ترا

....

رحمت کا در کھلا ہے دربار مصطفیٰ میں
بن مانگے مل رہا ہے دربار مصطفیٰ میں
سینہ پہ ہاتھ رکھ کر میں دل کو ڈھونڈتا ہوں
دل مجھ کو ڈھونڈتا ہے، دربار مصطفیٰ میں

....

آج اشک میرے نعت سنائیں تو عجب کیا
سن کر وہ مجھے پاس بلائیں تو عجب کیا
دیدار کے قابل تو نہیں چشم تمنا
لیکن وہ کبھی خواب میں آئیں تو عجب کیا
نہ زاد سفر ہے نہ کوئی کام بھلے ہیں
پھر بھی مجھے سرکار بلائیں تو عجب کیا
حاصل جنہیں آقا کی غلامی کا شرف ہے
ٹھوکر سے وہ مردوں کو جلائیں تو عجب کیا

وہ حسن دو عالم ہیں ادیب ان کے قدم سے
صحرا میں اگر پھول کھل آئیں تو عجب کیا

....

فاصلوں کو خدارا مٹا دو
رخ سے پردہ اب اپنے اٹھا دو
جالیوں پر نگاہیں جمی ہیں
وجد میں آئے گا سارا عالم
جب پکاریں گے یا غوث اعظم
وہ نکل آئیں گے جالیوں سے
اور قدموں پہ گر جائیں گے ہم
پھر کہیں گے کہ بگڑی بنا دو
جالیوں پر نگاہیں جمی ہیں

....

تصنیف وتالیف: آپ نے تصنیف وتحقیق کے حوالے سے بھی گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

اس قدم کے نشاں:

آپ کا سب سے پہلا مجموعہ نعت ہے۔۱۹۷۷ء کو آپ نے خود شائع کیا۔

مدینہ منورہ کی حاضری کے موقع پر جب ادیب نے یہ کتاب حضرت قطب مدینہ کی خدمت میں پیش کی تو انھوں نے فرمایا نعت گوئی ایک مقدس فن ہے جس سے وہی شاعر حقیقی طور پر عہدہ برآ ہوسکتا ہے جس کے دل میں عشق رسالت مآب کارفرما ہو......ایمان......سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے جب تک دل میں ایمان کی روشنی نہ ہو، طبیعت اس طرف مائل نہیں ہوسکتی۔

وہ لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں، جو اس وقت مشعل نعت ہاتھوں میں اٹھائے تاریکیوں کو روشنیوں میں بدل رہے ہیں۔الحاد، بے دینی اور بے یقینی نے روحانی اقدار پر قبضہ جما رکھا ہے، اس شر کا مقابلہ کرنے کے لئے شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلو، اور حب رسول کی تبلیغ، وقت کا سب سے اہم تقاضہ ہے۔

عزیز ادیب رائے پوری سلمہ اس فریضہ کو نہایت عقیدت، جذبے اور محبت سے انجام دے رہے

ہیں۔ مجھے جس قدر بھی ان کا کلام دیکھنے اور سننے کا موقعہ ملا، اس میں والہانہ عقیدت، ذوق وشق، سوز و گداز، اور جذبات کی گہرائی پائی جاتی ہے، وہ اپنے ان پاکیزہ جذبات کے ساتھ ساتھ زبان و بیان پر پوری دسترس رکھتے ہیں، اور شعری محاسن سے بھی خوب واقف ہیں۔

میری دعا ہے کہ مولائے کریم از طفیل سید کونین، صاحب قاب قوسین ادیب کے ذوق وشوق میں ترقی عطا فرمائے اور ان کا کلام مقبول بارگاہ رسالت مآب ہو...... آمین ثم آمین

تصور کمال محبت:

دوسرا مجموعہ نعت جو کہ ۱۹۷۹ء کو شائع ہوا۔

مدارج النعت: اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عہد حاضر تک نعت کا تدریجی ارتقاء ہے۔ جس میں قرآن حکیم کے علاوہ دیگر کتب سماوی کے حوالوں نے موضوع کی اہمیت کو چار چاند کر دیا ہے۔ عبرانی زبان کے نمونے، چینی زبان کے وہ نایاب نمونے جواب تک نظر سے نہیں گذرے اور دیگر معلومات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۸۶ء کو شائع ہوئی۔

مشکوٰۃ النعت: ادیب کی یہ دوسری علمی و تحقیقی کاوش ہے جس میں عربی کی نعتیہ شاعری کا تاریخی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور یہ ۱۹۹۳ء کو اشاعت پذیر ہوئی۔

درود تاج (تحقیق و تشریح): نام سے موضوع ظاہر ہے۔ یہ ضخیم کتاب ۱۹۹۷ء کو کراچی سے شائع ہوئی۔

مقصود کائنات: آپ کا تیسرا نعتیہ کلام ہے۔ اس میں نئے کلام کے علاوہ ادیب کے اس سے پہلے شائع ہونیوالے دو نعتیہ شعری مجموعے "اس قدم کے نشاں" اور "تصور کمال محبت" کا بھی تمام تر کلام موجود ہے۔

- نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید (تنقیدی کتاب) مطبوعہ ۱۹۹۹ء
- موج اضطراب قرآنی مضامین کا انتخاب ۲۰۰۴ء
- اردو زباں وادب کا ارتقاء تصوف کی روشنی میں
- مرزا غالب کی نعتیہ شاعری
- مقالات ادیب رائے پوری (مختلف موضوعات پر فکر انگیز مضامین)
- ستاروں سے آگے جہاں (نعتیہ اسٹیج ڈرامہ)
- خاک آلودہ ستارے (ظلم و جبر کے خلاف قلمی بغاوت)

سفرِ حرمین شریفین:

آپ نے کئی بار حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی۔

شادی واولاد:

شادی ہوئی مگر کوئی اولاد تولد نہیں ہوئی۔

وصال: ممتاز نعت گوشاعر حضرت سید حسین علی المعروف ادیب رائے پوری مختصر علالت کے بعد یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۶، اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ ۷۶ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے وصال فرماگئے۔ حضرت مولانا پیر ممتاز احمد صابری (ڈیفنس، کراچی) نے اسی روز بعد نماز ظہر نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ اپنے خاندانی قبروں کے برابر میوہ شاہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

(ماخوذ: ارمغان ادیب (انتخاب کلام) مرتبہ شہزاد احمد مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۲ء)

مفتی محمد امین قادری

مولانا مفتی محمد امین بن محمد حسین محمد ابراہیم واڈی والا ۲۲، رجب المرجب ۱۳۹۲ھ بمطابق ۷، نومبر ۱۹۷۲ء کو کھارادر کراچی میں تولد ہوئے۔ آپ کا نسبی تعلق کتیانہ میمن جماعت سے ہے۔

تعلیم وتربیت: میٹرک کتیانہ میمن اسکول لکری گراؤنڈ کھارادر سے کی، بی کام سندھ مسلم کامرس کالج کراچی اور ایم۔ اے اسلامیات کراچی یونیورسٹی سے کیا۔ دعوت اسلامی کے ماحول نے متاثر کیا تو اس میں شامل ہوگئے پھر دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا تو مولانا محمد جاوید میمن مینگھرانی سے ابتداء کی پھر نور مسجد کاغذی بازار میں مولانا محمد عثمان برکاتی سے رات میں تعلیمی سفر جاری رکھا۔ اکثر کتابیں وہیں پڑھیں اس کے بعد دارالعلوم امجدیہ کراچی سے شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد قادری سے ۱۹۹۷ء کو دورہ حدیث شریف کیا۔ اس طرح آپ نے سات سال کے قلیل عرصہ میں درس نظامی مکمل کیا۔ ۱۹۹۸ء کو دارالعلوم امجدیہ میں علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی (مبارکپور)، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی اور امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری اور دیگر صدہا علماء حضرات کی موجودگی میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ (ماہنامہ تحفظ کراچی، فروری ۲۰۰۶ء)

بیعت: آپ ۱۹۸۵ء کو جامع مسجد گلزار حبیب میں سلسلہ قادریہ عطاریہ میں امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس عطار قادری سے دست بیعت ہوئے۔ شیخ العرب و العجم محمد بن علوی مالکی

مکی، شیخ زکریا بخاری مدنی، شیخ ابوبکر صدیق الجزائری، شیخ حبیب العالی یمنی کے علاوہ ہندو پاک کے کئی علماء ومشائخ نے خلافتیں سندیں اور اوراد و وظائف کی اجازتیں عطا فرمائیں۔ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے عقیدت رکھتے تھے۔

درس وتدریس: دوران تعلیم ہی رات میں تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ نور مسجد (کاغذی بازار) سے تدریس کا آغاز کیا، بعد میں انوار مدینہ مسجد، اسماعیل گیگا مسجد اور آرائیں مسجد (جمشید روڈ) میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، اس کے علاوہ آپ نے دارالعلوم غوثیہ فاروق آباد پرانی سبزی منڈی کراچی میں کئی سال تک تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

امامت وخطابت: اپنے گھر کے قریب جامع مسجد اسماعیل گیگا جمشید روڈ کراچی میں جمعہ کو خطبات فرماتے تھے۔ مرکز فیضان مدینہ پرانی سبزی منڈی میں کئی مرتبہ اور دعوت اسلامی کے سالانہ مرکزی اجتماع ملتان شریف میں درس قرآن وحدیث دیا۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے تین بار حج بیت اللہ اور کئی بار عمرے کی سعادت حاصل کی، اس طرح کئی بار روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۹۰ء میں علامہ مفتی وقار الدین قادری (رئیس الافتاء دارالعلوم امجدیہ کراچی) کی رفاقت میں بغداد شریف، کربلا معلیٰ اور نجف اشرف میں مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ، سید التابعین سند الکاملین امام اعظم ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ اور سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مع دیگر مزارات مقدسہ پر حاضری کی سعادت اور انوار وبرکات کی دولت سے مشرف ہوئے۔

تصنیف وتالیف: آپ نے امجدیہ میں دوران تعلیم سالنامہ "رفیق علم" کا اجراء کروایا۔ امجدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر "رفیق علم کا گولڈن جوبلی" نمبر شائع کروانے میں بھی کامیاب ہوئے۔

- وفا کے پیکر (تحریک پاکستان میں علمائے اہل سنت کا کردار)
- عقیدہ ختم نبوت۔

آپ کی زندگی کا اہم منفرد اور دلچسپ کارنامہ ہے۔ ختم نبوت کے حوالے سے تقریباً ایک صدی کے تناظر میں علمائے ومشائخ اہل سنت احناف نے جو گراں قدر کام کیا ہے۔ افسوس! اس کی پذیرائی نہیں ہوسکی؟ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ علمائے حق نے لوجہ اللہ کام کیا تھا، انہیں پذیرائی شہرت سے کیا غرض؟ لیکن ان کی عظیم کاوش دماغ سوزی پر مشتمل مقالات کی حفاظت واشاعت وقت کی اہم ضرورت

ہے، لہٰذا مفتی ابو علقمہ محمد امین نے ان نادر و نایاب کتب و رسائل کو جمع و تدوین کا منفرد کام سرانجام دیا۔
اب تک چھ جلدیں تقریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں جن کی کمپوزنگ کا کام جاری ہے۔
نیز مزید چودہ جلدوں پر مشتمل کام پھیلا ہوا ہے جس کی تدوین کا کام باقی ہے اس طرح کل بیس (۲۰) جلدیں ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ وہ عظیم و منفرد کام ہے جو کہ مفتی امین کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، جب کام سامنے آئے گا تو آپ کی محنت شاقہ، کھوجنا، تلاش، جستجو، ذوق و شوق کا اندازہ ہوگا کہ آپ نے کہاں کہاں اور کس قدر مسافت کے سفر اختیار کیے، کن کن لائبریریوں میں راتیں جاگ کر اجالا کیا، کن کن شخصیات سے رابطہ کر کے خانہ تلاشی کا کام کیا، قلمی و بیاض سے کیسی کیسی تحریری برآمد کیں۔

بہر حال جس قدر اہم ہے اسی قدر مشکل بھی ہے جس نے اس قسم کا تحقیقی نوعیت کا کام کیا ہوگا، اسی کو قدر ہوگی۔ فقیر کی دعا ہے کہ کام کی قدر ہو، قدر دان کے ہاتھوں میں آئے، محمد امین ثانی کی ضرورت ہے تاکہ بخیر و احسن اختتام پذیر ہو۔

- ختم نبوت پر ایک خوبصورت و مدلل پوسٹر بھی ترتیب دیا تھا جو کہ ہر سال شائع ہو کر ملک بھر میں تقسیم ہوتا ہے۔

بیس روزہ دورہ ختم نبوت: مفتی محمد امین قادری نے اس دورہ کا اہتمام دارالعلوم امجدیہ کراچی میں کیا اور تدریس کے فرائض شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مفتی محمد منظور احمد فیضی مدظلہ العالی نے مکمل کیے۔ اس کی مکمل ریکارڈنگ بھی محفوظ ہے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کے بعض اسماء درج ذیل ہیں:

- حاجی محمد عمران عطاری — نگران مرکزی مجلس شوریٰ دعوت اسلامی ورلڈ
- حاجی محمد بشیر میمن عطاری — بانی و چیئرمین سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل
- حاجی احمد عبید رضا — فرزند مولانا محمد الیاس عطار قادری
- مولانا محمد انیس برکاتی (رنگیلا) — مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ، کراچی
- مولانا حافظ محمد سہیل رضا امجدی — مدرس و مقرر کیو ٹی وی، لبیک ٹی وی و دیگر پرائیویٹ چینل
- مولانا محمد یونس قادری فیضی — سابق خطیب جامع مسجد سید معصوم شاہ بخاری کھارادر کراچی
- مولانا حافظ محمد حنیف میمن قادری — خطیب و امام جامع مسجد کنز الایمان ورئیس دارالافتاء اہلسنت کراچی

شادی و اولاد: آپ نے ایک شادی کی جس سے ایک بیٹی تولد ہوئی جو کہ اس وقت ڈھائی سال کی ہے اور آپ کے وصال کے پندرہ دن کے بعد آپ کے گھر ایک بیٹے کی ولادت ہوئی

جس کا نام محمد علقمہ رکھا گیا ہے۔

وصال: مولانا ابو علقمہ محمد امین دین کے کام میں اس قدر مصروف و مشغول رہے کہ انہیں فکر ہی نہ رہی یہاں تک کہ ایک سال سے انہیں شوگر کا مرض لاحق تھا، لیکن انہیں اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ ہفتہ کو معمولی بخار ہوا، اتوار کو شدت اختیار کر گیا جس کی وجہ سے انہیں ہسپتال لے جایا گیا۔ آپ نے آخری کلمات اپنی زبان سے ماسوای اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں) اور سبحان اللہ ادا کئے اور قوما (بے ہوشی) میں چلے گئے۔ آئی سی یو میں بے ہوشی کی حالت میں آپ کی زبان تالو سے لگی ہوئی تھی اور دیکھنے والے لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ جیسے اللہ اللہ کہہ رہے ہوں۔ دو دن بلڈ پریشر شوگر اور بخار کی کیفیت رہی۔ ۱۸، ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۰، دسمبر ۲۰۰۵ء شب بدھ نماز مغرب کے وقت فقط چھتیس (۳۶) سال کی عمر میں انتقال کیا، اسی رات بارہ بجے دار العلوم امجدیہ والے مین روڈ پر نماز جنازہ شیخ الحدیث علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی (مبارکپور، انڈیا) کی امامت میں ادا ہوئی۔ میوہ شاہ قبرستان میں مفتی قاری محبوب رضا قادری کے دائیں پہلو میں تدفین ہوئی۔ جناب مولانا ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے مادہ ہائے سن وصال ہجری و عیسوی دونوں میں استخراج فرمائے۔

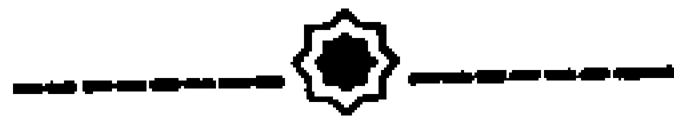
۱۴۲۶ھ

(۱) مزار مفتی محمد امین میمن قادری (۲) یا نافع، ادخلہ فی الجنۃ

۲۰۰۵ء

(۱) نویس بیان جدوجہد پاسبانان عقیدہ ختم نبوت (۲) مجاہد، جامع جدوجہد پاس بانی عقیدت ختم نبوت

[آپ کے چہلم پر تقسیم کردہ کتابچہ "شاہین عقیدہ ختم نبوت" سے اور دیگر ذرائع سے مضمون ماخوذ ہے]



شیخ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی

حضرت ابو محمد سید احمد اشرف اشرفی جیلانی بن حضرت سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ محلہ چوڑی والاں دہلی (انڈیا) میں ۷ المحرم الحرام ۱۳۵۰ھ/ ۵ جون ۱۹۳۱ء بروز جمعہ تولد ہوئے۔ ستائیسویں پشت میں سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی قدس سرہٗ العزیز کی اولاد میں سے ہیں۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم والد محترم و والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ حضرت حافظ بھورے سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی سے درسِ نظامی سے فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت: اپنے والد محترم حضرت سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ میں دست بیعت ہوئے۔ حضرت نے اپنے لختِ جگر کو خلافت اشرفیہ اور تمام سلاسل طریقت کی خلافت سے نوازا اور خرقہ کلاہ اشرفی پہنایا۔ ان کے علاوہ حضرت مخدوم المشائخ سید محمد مختار اشرف اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت اشرفیہ سے نوازا۔

تحریکِ پاکستان: خاندان اشرفی نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وجہ سے ہندوؤں بلوائیوں نے دہلی کے قطب روڈ پر آپ کے چچا سید سلطان اشرف کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا اور اس وقت مسلمان علاقوں پر ہندوؤں کا تشدد بڑھنے لگا تو آپ کا خاندان دہلی سے نقل مکانی کر کے پاکستان آ گیا۔ آپ نے پہلے لاہور پھر کراچی میں مستقل قیام فرمایا۔ تقریباً چار سال کم وبیش ملٹری ہسپتال میں مہاجرین کے ساتھ قیام فرمایا۔ پھر مسکن سادات فردوس کالونی میں مقیم ہو گئے۔ خانقاہ اشرفیہ قائم کر کے رُشد وہدایت کا سلسلہ والد صاحب کے ہمراہ جاری تھا کہ والد ماجد علیل ہو گئے اور تمام ذمہ داری اپنے جانشین یعنی آپ کے سپرد فرما دی۔ حضرت طاہر اشرف نے باقاعدہ علماء ومشائخ کی موجودگی میں آپ کو اپنا جانشین بنایا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ ان کے والد خلیفہ تھے۔

مجاہدات: آپ نے اپنے پیر ومرشد حضرت سید طاہر اشرف کی زیرِ نگرانی صرف ''اللہ الصمد'' کے ستر (۷۰) چلّے مکمل کیے۔ اس کے علاوہ حزب البحر، سورہ مزمّل، دعائے سیفی، دعائے حیدری اور سورۂ اخلاص کے چلّے بھی کیے۔

سفرِ حرمین شریفین: جب تک صحت نے ساتھ دیا آپ نے ہر سال حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ اس طرح سترہ بار (۱۷) حج بیت اللہ و مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

تصنیف وتالیف: آپ کو لکھنے پڑھنے سے شغف رہا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء کو ایک علمی، روحانی اور ادبی مجلّہ بنام ''ماہنامہ الاشرف کراچی'' کا اجراء فرمایا جو کہ گزشتہ ۲۶ سال سے اہل سنت و جماعت اور سلسلہ اشرفیہ کی ترویج واشاعت میں مصروف ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل کتابچے/ پمفلٹ آپ کی یادگار ہیں۔

- روضۃ المحدثین
- حیات وافکار حضرت مخدوم سمنانی
- حضرت قطب ربانی علمائے اہلسنّت کی نظر میں
- بے نمازی کی سزا
- فضائلِ رمضان
- اظہارِ حقیقت
- اظہارِ حقیقت
- فضائل عیدین

- صراطِ مستقیم
- روحانی تربیت کورس
- نماز مترجم
- معافی بخشش کرنے کا مسنون
- مقبول دعائیں
- وظائف اشرفیہ
- سوانح داتا گنج بخش
- تذکرہ مشائخ اشرفیہ
- حیات وافکار اشرفی میاں
- حیات قطب ربانی، وغیرہ وغیرہ

آپ کے خلفاء کرام میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

خلفاء:
- خطیب اسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی (انڈیا)
- شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)
- مناظر اہل سنت علامہ عبدالتواب صدیقی (لاہور)
- مناظر اہل سنت علامہ سعید احمد اسعد (فیصل آباد)
- علامہ پیر سید منور علی شاہ جیلانی (پیر آف نورائی شریف حیدرآباد سندھ)
- علامہ عبدالرشید اسماعیل اشرفی (منور مبیق افریقہ)
- علامہ محمد عباس قادری اشرفی (صدر سنّی جمعیت علماء ساؤتھ افریقہ)

خدمات: آپ نے پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک مثلاً ہالینڈ، جرمنی، فرانس، بیلجیم، بنگلہ دیش، ہندوستان، متحدہ عرب امارات وغیرہ کے متعدد بار تبلیغی وروحانی دورے کیے، ذکر وفکر کے حلقے برپا کیے، علماء اہلسنّت کو مدعو کر کے جلسے انعقاد کیے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل مراکز بھی قائم فرمائے۔

1- مرکز اشرفیہ روٹرڈیم (ہالینڈ)
2- مرکز اشرفیہ ڈربن (ساؤتھ افریقہ)
3- مرکز اشرفیہ موزمبیق
4- مرکز اشرفیہ (ملتان کینٹ)
5- مرکز اشرفیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد

آپ کی اس سعی بلیغ سے غیر مسلم مسلمان ہو کر آپ سے سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت ہوئے۔ فسق وفجار میں گرفتار مسلمان آپ کی صحبت سے مثالی انسان بنے۔ اس طرح اسلام وسنیت کی خوب خدمت ہوئی۔

قاتلانہ حملے: ۱۹۷۴ء کو آپ پر درگاہ اشرفیہ فردوس کالونی کراچی میں قاتلانہ حملہ ہوا جس میں آپ شدید زخمی ہوگئے۔ ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور سر پر چوٹ آئی۔ اس کے علاوہ پان میں زہر دیا گیا جس سے آپ کو شدید تکلیف اٹھانی پڑی۔ سفلی علم کے ذریعے بھی آپ کو جان سے مارنے کی کوشش کی گئی لیکن دشمنوں کے ان تمام حملوں کا آپ نے بہادری وجوانمردی سے مقابلہ کیا۔ آپ کو قتل کی

دھمکیاں بھی دی گئیں۔ لیکن آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی اور نہ ہی رشد و ہدایت کا سلسلہ رُکا۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے اور اپنے معمولات و مشغولیت میں مصروف و مشغول رہے۔

شادی واولاد: آپ کو آٹھ بیٹیاں اور پانچ بیٹے تولد ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے جدید وقدیم علوم سے سرفراز ہیں اور صاحبزادیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں۔

1- ڈاکٹر مولانا حافظ سید محمد اشرف اشرفی جیلانی ایم اے، پی ایچ ڈی، سجادہ نشین، ایڈیٹر الاشرف

2- حکیم مولانا سید اشرف اشرفی جیلانی

3- سید اعراف اشرف اشرفی

4- سید مصطفیٰ اشرف اشرفی

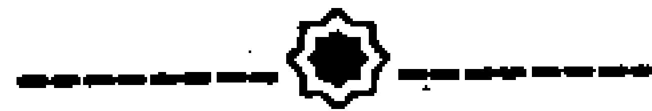
5- حافظ سید جمال اشرف اشرفی

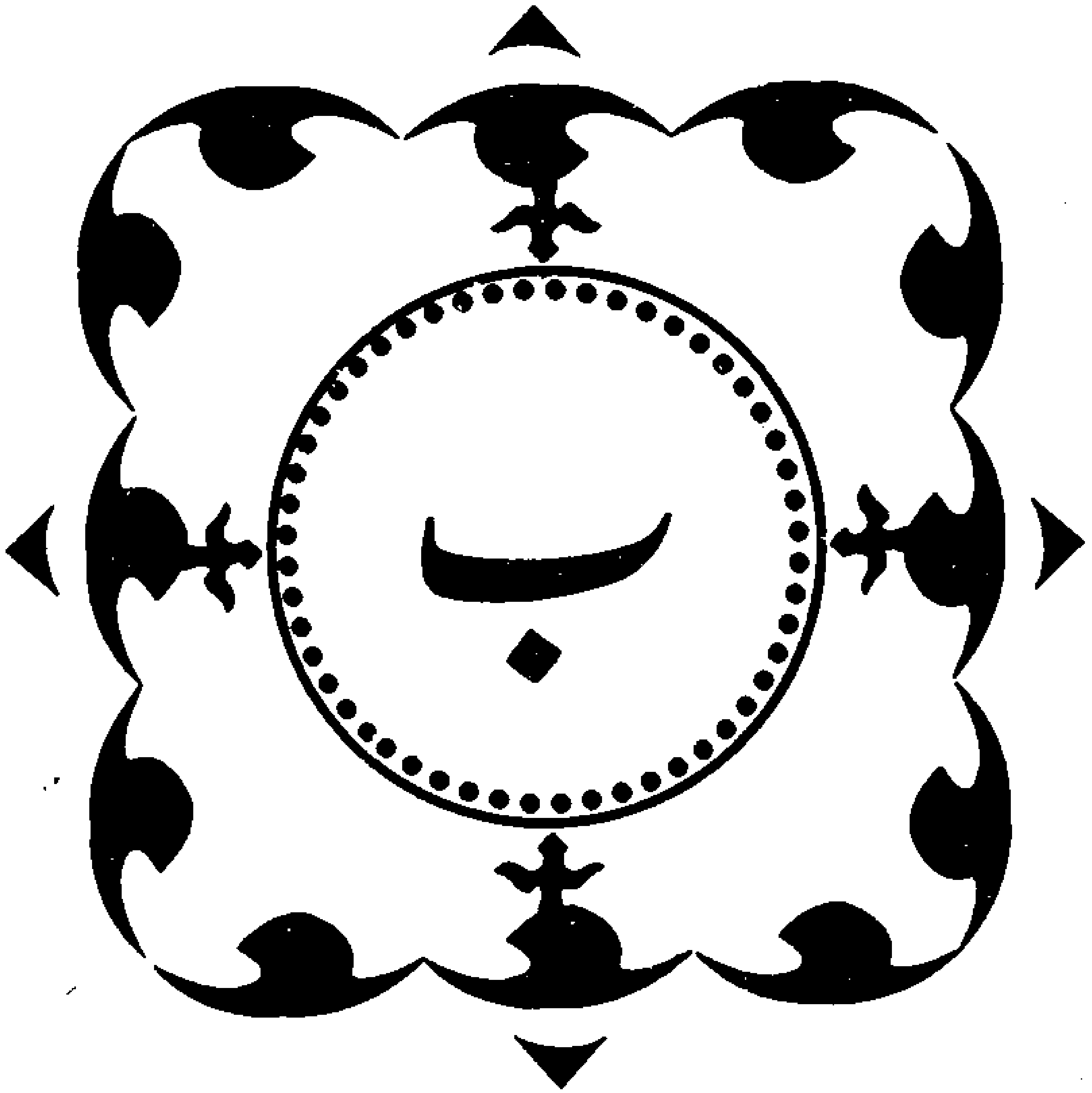
وصال: حضرت سید ابو محمد احمد اشرف اشرفی ۱۴ ذیقعد ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء شب ہفتہ رات سوا ایک بجے انتقال کیا۔ بروز ہفتہ بعد نماز ظہر امیر حمزہ مسجد شریف کے پارک میں آپ کی نمازِ جنازہ ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی جیلانی (جانشین) کی امامت میں ادا ہوئی۔ آپ کو درگاہِ عالیہ اشرفیہ، اشرف آباد، فردوس کالونی، گولی مار ناظم آباد کراچی میں اپنے پیرو مرشد و والد گرامی کے پہلو میں سپردِ خدا کیا گیا۔

جناب مولانا ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی خطیب گلزار حبیب جامع مسجد سولجر بازار کراچی نے مادۂ سن وصال کہے۔ ان میں سے دو مادے درج ذیل ہیں ایک سے سن ہجری تو ایک سے سن عیسوی برآمد ہوتے ہیں۔

- مُحبِ اللہ، رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ: ۱۴۲۶ھ
- محبّ حبیب یکتا، مخدوم سید احمد اشرف جیلانی: ۲۰۰۵ء

[اس مضمون کی تیاری میں ماہنامہ الاشرف کراچی کے خصوصی شمارہ ''اشرف المشائخ نمبر'' محرم الحرام ۱۴۲۷ھ/فروری ۲۰۰۶ء سے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا۔]




ب

مخدوم بلال باغبانی

علامۃ الزمان، شیخ کبیر، عارف باللہ مخدوم محمد بلال بن مخدوم محمد حسن بن مخدوم محمد ادریس سموں۔ ۴، ربیع الاول ۸۵۶ھ/ ۱۶، جون ۱۴۵۱ء کولسبیلہ میں تولد ہوئے۔

مخدوم ادریس، سندھ کے مشہور ومقبول حاکم جام نظام الدین ثانی کے بھائی تھے، جس نے سندھ پر تقریباً پچاس سال حکومت کی۔ اسی دور میں مخدوم ادریس لسبیلہ (موجودہ بلوچستان) کے حاکم تھے۔ مخدوم حسن بن مخدوم ادریس اپنے والد کے بعد لسبیلہ کے حاکم ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخدوم بلال کا نسبی تعلق سندھ کے جام سمہ حکمران گھرانے سے تھا۔ مخدوم صاحب کی تاریخ ماہ سال ولادت تاریخی کتب میں محفوظ نہیں۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کے تحقیقی مضمون مطبوعہ مہران سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء میں بھی درج نہیں، نہ معلوم یہ تاریخیں میمن عبدالغفور سندھی مرحوم کو کہاں سے دستیاب ہوئیں۔ خدا بھلا کرے مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹمیاروی کا کہ انہوں نے کسی قلمی کتاب سے مخدوم صاحب کے حالات اپنے بیاض میں نقل کئے ورنہ تاریخی کتب میں تفصیلات ندارد فقط دو تین سطروں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (راشدی)

تعلیم وتربیت: ایام طفلی سے آپ کو تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے حصول علم کے سلسلہ میں اپنا شہر چھوڑ کر گوٹھ ٹلٹی (تحصیل سیوہن شریف) پہنچے۔ جہاں اس دور میں حضرت مولانا سید نور حسین شاہ بخاری ٹھٹھوی کی دینی درسگاہ کا شہرہ تھا اس میں داخلہ لے کر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور غالباً وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

(مخدوم بلال باغبانی (سندھی) میمن عبدالغفور سندھی مطبوعہ لاڑکانہ ۱۹۸۲ء)

پروفیسر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی لکھتے ہیں: آپ نے ابتدائی تعلیم ٹھٹھہ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم گوٹھ ٹلٹی (تحصیل سیوہن) میں مخدوم عمر سے حاصل کی۔ اور شادی بھی ٹلٹی میں کی۔

(مخدوم بلال مضمون نویس: ڈاکٹر عبدالمجید سندھی، مہران جنوری ۱۹۶۲ء سالگرہ نمبر)

مخدوم بلال علوم ظاہری میں بڑا بلند مرتبہ رکھتے تھے اور لوگ ان کے تبحر علمی سے استفادہ کرتے تھے، میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے:

"از اجلہ عارفان، واصل بحق در علم ظاہر شانے عظیم داشتہ" (تحفۃ الکرام)

میر معصوم بکھری (سکھر والے) نے لکھا ہے:

"درواز ی تقوی و زہد شبیہ و نظیر نداشتہ در علم حدیث و تفسیر مہارت تامہ داشتہ و صاحب مقامات ارجمند بود"۔

(تاریخ معصومی بحوالہ تذکرہ صوفیائے سندھ)

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کبرویہ میں دست بیعت ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کن بزرگ سے بیعت تھے؟ اور کبرویہ سلسلہ سندھ میں کس بزرگ کے ذریعے پہنچا۔ پیغام لطیف (کتاب) میں ہے کہ کبریہ سلسلہ میں مخدوم صاحب کے علاوہ لواری شریف کے بزرگوں کے بڑے بھی منسلک تھے"۔ (مخدوم بلال، میمن عبدالمجید سندھی، اخبار مہران سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء)

اس کی وضاحت ڈاکٹر گر بخشانی کے بیان سے ہوتی ہے کہ وہ لکھتے ہیں:

"شیخ حاجی عبداللطیف متوفی ۱۱۴۹ھ (درگاہ لواری شریف کے بانی سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان صدیقی کے والد نے آباء واجداد کا سلسلہ طریقت سہرودیہ کو چھوڑ کر) نقشبندی طریقہ اپنایا۔" (لواری جا لال ص ۳۹)

وحدت وجود کے مبلغ ،صوفی بزرگ، شاعر ہفت زبان حافظ عبدالوہاب قادری المعروف سچل سرمت رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بڑے بزرگ سہروردی طریقت رکھتے تھے۔ (مقالات قاسمی ص ۱۳۷)

مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق ٹیاروی کے "بیاض" (قلمی) سے صاحب "تذکرہ مشاہیر سندھ" نے آپ کا سلسلہ طریقت سہروردیہ کبرویہ نقل کیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

- حضرت مخدوم بلال
- حضرت شیخ دوست علی سیوہانی
- حضرت شیخ سید شمس الدین علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ
- حضرت شیخ شمس الدین مزوقانی ۷۶۶ھ
- حضرت شیخ ابوالمکارم علاؤالدین سمنانی ۲۲، رجب ۷۳۶ھ
- حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائنی ۱۴ جمادی الاول ۶۹۵ھ
- حضرت شیخ جمال الدین احمد جوزقانی ۶۶۹ھ
- حضرت شیخ رضی الدین علی لالہ غزنوی ۳، ربیع الاول ۶۴۲ھ
- حضرت شیخ مجدالدین بغدادی ۶۱۷ھ
- حضرت شیخ نجم الدین احمد بن عمر کبریٰ خوارزمی (جو کہ تاتاریوں کی جنگ میں ۱۰، جمادی الاول ۶۱۶ھ کو شہید ہوئے)

یہ سلسلہ آگے جاکر امام الاولیاء حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔
(تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۶۵)

شیخ نجم الدین کبریٰ، سہروردیہ سلسلہ کے بانی حضرت شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ کے

بڑے خلیفہ حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت ابو نجیب کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ روز بہان کبیر مصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض پایا، وہ اصل میں گاذرون کے تھے لیکن قیام مصر میں تھا۔ حضرت شیخ کبیر نے شیخ نجم الدین کو اپنا داماد بنا کر بیٹا بنایا۔

(سیرت بہاء الدین زکریا۔ مہران سالگرہ نمبر)

شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ سے ایک جہاں مستفیض ہوا، کثیر تعداد میں مخلوق خدا نے ان سے ہدایت پائی۔ مفسر قرآن امام فخر الدین رازی صاحب "تفسیر کبیر" آپ کے مرید تھے اور انھوں نے بھی آپ سے فیض پایا۔

کرامت: ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا ذوق و شوق تھا، ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے، تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ ساری عمر آپ نماز و روزے میں مصروف رہے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں کی یہ کیفیت تھی کہ رات کو آپ پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے طشت میں بیٹھ کر ذکر و شغل کرتے، ذکر و شغل کی وجہ سے پانی میں ایک جوش پیدا ہوتا اور پانی چکی کی طرح گھومنے لگتا اور پانی میں یہ جوش اس وقت تک باقی رہتا تھا تاوقتیکہ صبح کو وہ پانی دریا میں نہ ڈال دیا جاتا۔"

(تحفۃ الکرام جلد ۳ ص ۳۵۹ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء، تذکرہ صوفیائے سندھ)

شہباز قلندر سے عقیدت: حضرت مخدوم بلال گذشتہ بزرگوں سے غیر معمولی عقیدت رکھتے اور ان کے مزار پر حاضری و زیارت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے:

ایک بار آپ، سلطان العارفین، شہباز ولایت، حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کی زیارت کے لئے کشتی میں بیٹھ کر سیوہن تشریف لے جا رہے تھے، کشتی کا ملاح جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے گالی گلوچ و خرافات بکنے میں مصروف تھا۔ لوگ اس کی یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے تنگ آ کر بار بار اس کو روکتے تھے مگر وہ کسی کی نہ سنتا تھا اور برابر اپنی بکواس میں لگا ہوا تھا، جب معاملہ حد سے بڑھا اور وہ کسی طرح خاموش نہ ہوا تو مخدوم بلال اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنی ٹوپی مبارکہ ملاح کے سر پر رکھ دی ٹوپی مبارک کا سر پر رکھنا ہی تھا کہ ایک عجیب و غریب تبدیلی ملاح میں پیدا ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہی ملاح جو طرح طرح کی بکواس کر رہا تھا ٹوپی کے سر پر رکھتے ہی یکا یک قرآنی آیات کے معارف اور احادیث نبوی کی توضیحات کرنے لگا، کشتی میں بیٹھنے والا ہر فرد اس تبدیلی پر حیران تھا۔ یہاں تک کہ سفر پورا ہو گیا، کشتی سے اترتے وقت مخدوم صاحب نے اپنی ٹوپی اس کے سر پر سے اتار لی، ملاح کی پھر وہی حالت عود کر آئی، حسب عادت پھر وہ اپنی بکواس میں مصروف ہو گیا۔

(تحفۃ الکرام جلد ۳ ص ۱۴۱، تاریخ معصومی (سندھی) ص ۲۳۶ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۳ء، تذکرہ صوفیائے سندھ مؤلف اعجاز الحق قدوسی)

شاعری: تاریخی شواہد سے معلوم ہو رہا ہے کہ مخدوم صاحب شاعری میں بھی ملکہ رکھتے تھے لیکن افسوس کہ تفصیلی حالات و شاعری محفوظ نہیں لہٰذا ان کی ایک رباعی صاحب مقالات الشعراء نے نقل کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تصوف کے دقیق نکات کو انتہائی دل آویزی و دلکشی کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:

در راہ خدا ازسر قدم باید ساخت
سرمایہ اختیار خود می باید باخت
کفرست بخود نمائی برون بجھاں
از خویش بروں شدہ سویش می باید تاخت

(مقالات الشعراء (فارسی)

ترجمہ: راہ خدا میں عاجزی و خاکساری اختیار کرنا چاہیے۔ اپنی مرضی اور اختیار کو ترجیح نہیں دینا چاہیے۔
خودنمائی دکھاوا کرنا اس جہاں میں (اللہ والوں کے لئے) کفر (حرام) ہے۔
اپنے نفس کی شرارت کو ختم کر کے (اصلاح نفس کے بعد) اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہیے۔ یعنی انا کا خاتمہ، نفس کی اصلاح، نیت صاف اور عاجزی للھیت سے جو نیک کام کئے جائیں تو اس کا اجر بھی ملے گا۔

خلفاء: اپنے دور میں حضرت مخدوم بلال کا سندھ میں علمی و روحانی اثر تھا۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ حاکم سے لے کر عام رعایا اور تمام علماء و مشائخ آپ کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہزاروں لوگ آپ سے دست بیعت ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ بے شمار انسانوں نے فیض پایا۔ آپ کو اپنے دور میں اس قدر شہرت تھی کہ دہلی کے مورخ مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی دہلوی مصنف "سیر العارفین" آپ کی زیارت کیلئے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے اور انہوں نے اس ملاقات کا تذکرہ خود سیر العارفین میں کیا ہے۔

(سیر العارفین مترجم، پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم ص ۱۷۴)

جس قدر فیض عام ہوگا خلفاء بھی اس قدر زیادہ ہوں گے۔ آپ کے بعض خلفاء کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1- حضرت مولانا سید حیدر شاہ سنائی متوفی ۹۳۷ھ درگاہ شریف حیدریہ ین اسٹیشن تحصیل سیوہن

2- حضرت مخدوم ساہڑ لنجار: درگاہ شریف انٹر پور اسٹیشن تحصیل سیوہن شریف

مخدوم ساہڑ بہت بڑے کامل اکمل بزرگ ہوئے ہیں وہ کامل مرشد کی شناخت کے سلسلے میں فرماتے:
میں نے مرشد سے سنا ہے کہ جس شخص میں تین نشانیاں ہوں اس کے مرید ہو کر ضرور فائدہ حاصل کریں:

1-اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد آئے۔
2-اس کی گفتگو آپ کے دل پر اثر کرے۔
3-ان کی محفل سے اٹھنے کو دل نہ چاہے۔ (تحفۃ الکرام ص ۵۴، مہران سالگرہ نمبر)

3- عالم ربانی مخدوم رکن الدین ٹھٹھوی ۹۴۹ھ مکلی شریف ٹھٹھہ میں مزار شریف واقع ہے۔

4- عارف باللہ حضرت مخدوم حسن بلالی:

5- حضرت مخدوم سعد عرف ساند: سکرنڈ ضلع نواب شاہ

6- حضرت مخدوم ہنگورو: نزد مورو ضلع نوشہرو فیروز

آپ کے تلامذہ کی جماعت میں سے ایک نام دستیاب ہوا ہے:

تلامذہ: ۞ مولانا قاضی الہ دتہ سیوہانی

جو کہ شہ حسن ارغون بن شہ بیگ ارغون حاکم سندھ اور "تاریخ معصومی" کے مصنف میر محمد معصوم شاہ بکھری بن سید صفائی کے استاد تھے۔ (مخدوم بلال باغبانی ص ۲۳ عبدالغفور سندھی)

وصال: حضرت مخدوم بلال کی شہادت سیاسی انتقام تھا۔ مخدوم کے ابتدائی دور میں جام نظام الدین ثانی عرف نندو کی حکومت تھی۔ سندھ کے لئے جام ثانی کا دور امن وشانتی، عدل وانصاف اور اشاعت علم کے حوالے سے بہترین ادوار میں شمار ہوتا ہے۔ ان دنوں سندھ کی اراضی بھی وسیع تھی بلوچستان کا کچھ حصہ، ملتان اور بہاولپور کا کچھ حصہ، لسبیلہ اور کچھ کا کچھ حصہ سندھ حکومت میں شامل تھا۔ اس سے سندھ کی وسعت کا انداز لگایا جاسکتا ہے۔ اس سنہری دور میں ٹھٹھہ کی نئے سرے سے دوبارہ تعمیر ہوئی، علم وفضل کا دور دورہ تھا، مدارس دینیہ ترقی پذیر تھے۔ صنعت کاری کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔

ٹھٹھہ کے علاوہ بکھر، روہڑی، نصرپور، مٹیاری، دربیلو، پاٹ، باغبان، سیوہن اور سن اسلامی تہذیب اور علم وادب کے اہم مراکز تھے۔ جام ثانی کے دور میں قندھار (افغانستان) سے شہ بیگ ارغون نے سندھ میں داخل ہوکر ڈاکوؤں کی طرح لوٹ مار کی۔ جام صاحب نے بہادر سپاہ پر مشتمل ایک بڑا لشکر بھیج دیا۔ سیوی (ضلع سکھر) کے قلعہ کے پاس فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں شہ بیگ کا بھائی قتل ہوا اور دیگر سپاہی ڈر کے بھاگ گئے۔ جام ثانی کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے جام فیروز صغیر سنی میں سندھ کے حاکم ہوئے۔ صغیر سنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قریبی رشتہ دار جام صلاح الدین اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے مختلف سازشیں بن رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت کمزور ہوگئی۔ جام ثانی کے وزیر "دریا خان" اپنی حکمت ودانش سے حکومت کو چلا رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی فیروز بڑے ہوئے سازشی ٹولہ نے اس کے اور دریا خان کے درمیان ناراضگی پیدا کردی جس کی وجہ سے دریا خان استعفیٰ دے کر اپنے گوٹھ چلے گئے۔

سازشی ٹولہ شہ بیگ سے ملے ہوئے تھے شاید انہیں کی غلط صحبت کی وجہ سے شاہ فیروز شراب و کباب کا متوالہ ہوگیا۔ موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۹۲۶ء کو ٹھٹھہ پر حملہ کیا یہ سن کر جام فیروز، دریا خاں کے پاس خود جا کر منوا کر لائے۔ دریا خان لشکر کے ساتھ میدان میں آئے لیکن کمزور حکومت کے سپاہی بھی کمزور ہو جاتے ہیں لہٰذا جام فیروز کو اپنی عیاشیوں خوش گپیوں کے سبب شکست ملی۔ (تاریخ سندھ قدسی)

دریا خان قتل ہوئے جام فیروز ٹھٹھہ چھوڑ کر بھاگ گئے بہرحال فیروز نے سندھ کا ایک حصہ شہ بیگ کو دے کر اپنی جان بچالی۔ شہ بیگ نے قبضہ جمانے کے بعد ۱۱ محرم الحرام تا ۲۰ محرم تک ٹھٹھہ میں رہ کر ٹھٹھہ کو تہس نہس کیا۔ اسلامی مرکز ٹھٹھہ میں قتل عام کیا اور شہریوں کو خوب لوٹا۔

(تاریخ معصومی بحوالہ مخدوم بلال سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء)

افسوسناک المیہ یہ ہے کہ موجودہ پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں انگریز سے برسوں پہلے ہماری دھرتی پر ظالمانہ قبضہ جمانے اور ڈاکوؤں کی طرح لوٹنے والے، اسلامی مراکز کو تباہ کرنے والے، اسلامی تاریخی ورثہ کو جلانے والے، فقط اپنے دبدبہ اور اپنی سلطنت کو وسیع دکھانے اور اپنی نفسانی غرضوں کو پورا کرنے کی خاطر مسلمان ریاستوں پر خونی حملہ کرنے والے شہروں کو تاراج کرنے والے غیر نہیں تھے بلکہ اپنے نام نہاد سرکش مسلمان حکمران ہی ہیں، ان میں ایک شہ بیگ بھی تھا۔ (راشدی)

شہ بیگ ٹھٹھہ پر قبضہ کرنے کے بعد ٹلٹی پہنچا ٹلتی میں کوئی مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن حضرت مخدوم بلال کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے بعض لوگ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے اور یہ رپورٹ شہ بیگ کو پہنچائی گئی۔ (تاریخ معصومی)

اور یقیناً ان باتوں نے شہ بیگ کے وجود میں آگ لگائی ہوگی۔

بہرحال بعض سامنے آنے والوں کو لشکر بیگ نے بے دردی سے شہید کر دیا اور ٹلٹی قلعہ پر قبضہ جما لیا طویل اقتباس دینے کی وجہ یہ ہے کہ مخدوم بلال کی شہادت کے دو سبب سامنے آتے ہیں:

1- شاہی خاندان جام صاحب سے مخدوم صاحب کی قریبی رشتہ داری

2- ٹلٹی پر قبضہ کے دوران وہاں کے لڑنے والوں کے سپہ سالار حقیقت میں حضرت مخدوم تھے۔

لہٰذا شہ بیگ اپنے دشمن کو پہلے سخت ذہنی تکلیف واذیت دینا چاہی، اس کے بعد قتل کا منصوبہ بنایا۔

بھاری جرمانہ بھی حضرت مخدوم اور ان کے خلفاء نے ادا کئے جنہیں غنڈا ٹیکس کہا جا سکتا ہے اس کے باوجود بیگ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا بالآخر ایک روز بیگ نے درباری مولویوں سے حضرت مخدوم کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری کرا کے ۹۲۹ھ کو حضرت مخدوم بلال کو تیل کی چکی میں ڈال کر سخت تکلیف دے کر شہید کیا گیا۔

(تاریخ معصومی، مخدوم بلال مہران سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء)

مولانا مشتاق مٹیاروی کے نوٹ بک مطابق آپ نے یکم محرم الحرام ۹۲۹ھ/ ۱۵۲۲ء کو شہادت کا

جام نوش کیا اور آپ کا سالانہ عرس بھی یکم محرم کو ہوتا ہے جس سے مذکورہ تاریخ کو تقویت ملتی ہے۔

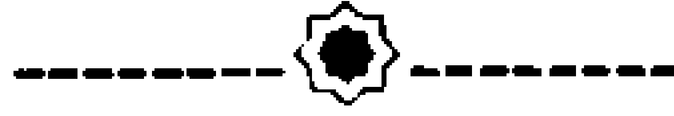
آپ نے جان تو دے دی لیکن ظالم حاکم کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا، اس کا درباری بننا منظور نہیں کیا، حقیقت میں ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے۔ یہی سبق تاریخ کربلا سے ملتا ہے، جس پر ہر دور میں علمائے حق اہل سنت، مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے دور میں عمل کر کے دکھایا ہے۔ اس طرح تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

باغبان میں شہید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے لیکن اب یہ علاقہ آپ کے نام سے موسوم ہے۔ ضلع دادو کے قریب آپ کی عظیم الشان خانقاہ ہے۔ چند سال پہلے درگاہ شریف از سر نو تعمیر کیا گیا۔ ہے اور جامع مسجد بلال وہی ہے جو کہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء کو رئیس محبوب خان وگن نے اس دور میں ایک لاکھ روپے میں بنوائی تھی۔ (مخدوم بلال باغبانی) آج بھی درگاہ شریف مرجع خلائق ہے ہر وقت لوگوں کا مجمع نظر آتا ہے۔ زائرین تلاوت قرآن حکیم ذکر شریف اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہوتے ہیں۔ کئی عرصہ تک سالانہ عرس میں فقیر راقم الحروف راشدی نے شرکت کی سعادت حاصل کی، سالانہ عرس مبارک مسجد شریف کے وسیع وعریض صحن میں منعقد ہوتا ہے اور تمام بدعات وخرافات سے پاک ہوتا ہے۔ ساری رات مدح خوانی نعت خوانی اور علماء اہل سنت کے خطابت ہوتے ہیں۔ مثلاً: مناظر اسلام مفتی عبدالرحیم سکندری، مفسر قرآن مولانا محمد ادریس ڈاہری، خطیب اہل سنت مولانا نانا لے مٹھو بگھیو مرحوم وغیرہ

مولانا مشتاق مٹیاروی (متوفی ۱۹۴۵ء) تقریباً ستر اسی سال قبل آپ کی شان میں بزبان فارسی منقبت کہی ہے وہ درج ذیل ہے:

شہنشہ باغبان مخدوم مشفق — غریق بحر عرفان پائے تا فرق
بلال ابن الحسن سلطان سمہ — بتائیدات سبحانی موفق
چو بہرہ اشتر، ما اوذیت، موہوب — نمودہ اش قتل قوم چغدہ ناحق
شدہ چغدہ، چو چغدان، چغد ویران — وھو حی مع الشہداء یرزق
بعزہ ماہ عاشورا مکرم — شہادت شد نصیبش قدرت حق
چو پرسیدم زہاتف وصف سالش — جوابم داد خوش دان خاصۂ حق
اگر جوئی تو تاریخ وصالش — بجو از لفظ خوش آں خاصہ حق
ازاں منظوم شد تاریخ مذکور
کہ آرد ذکر صالح رحمت حق

توجہ فرمائیں: آخر میں تاریخ کو درست رکھنے کی غرض سے گذارش ہے کہ درگاہ شیخ جمالی واقع مکلی ٹھٹھہ کے صحن میں مدفون مخدوم بلال اور ہمارے ممدوح بزرگ مخدوم بلال باغبانی دو الگ الگ بزرگ ہیں ایک نہیں ہیں۔ مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ مولانا اعجاز الحق قدوسی کو سخت مغالطہ ہوا ہے، انہوں نے دونوں کو ایک ہی شمار کیا ہے۔



علامہ مخدوم بصر الدین صدیقی

نامور بزرگ حضرت علامہ مخدوم بصر الدین صدیقی "سیوہن شریف" کے صدیقی خاندان کے نامور عالم گذرے ہیں۔ مخدوم بصر الدین کا اصل نام رکن الدین تھا لیکن شہرت بصر الدین سے حاصل ہوئی۔ جد بزرگوار مخدوم محمد حسن صدیقی (وفات ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء) اپنے وقت کے عالم عارف و کامل بزرگ تھے۔ اس خاندان ذی وقار میں بے شمار علماء، فضلاء، مشائخ، ادبا، حکماء اور شعرا نے جنم لیا ہے۔ "مغل حکومت" میں اس خاندان کے بعض علماء قاضی اور قاضی القضاء (چیف جسٹس) کے مناصب جلیلہ پر فائز تھے جو کہ اپنے دور میں شرعی و فقہی مسائل سے متعلق فتاویٰ جاری فرماتے اور فیصلہ صادر فرماتے تھے۔ کلہوڑا اور تالپوروں کے عہد میں بھی انہی مناصب پر فائز رہے۔

مخدوم بصر الدین کی ۲۹، رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۷، ستمبر ۱۸۶۳ء کو قلندر کی نگری سیوہن شریف (ضلع دادو) میں ولادت ہوئی۔ خلیفہ حکیم غلام محی الدین عباسی آپ کے ماموں اور ان کے بیٹے حکیم فتح محمد صغیر سیوہانی (۱۸۸۲ء۔۱۹۴۲ء) آپ کے ماموں زاد بھائی تھے (لیکن فتح سیوہانی کے عقائد تبدیل ہو گئے تھے، خلافت کے دور میں وہ امروٹی گروپ کا قریبی اور دین محمد وفائی جیسے نامور و کٹر وہابی کا دست راز بن گیا تھا)

تعلیم و تربیت: مخدوم بصر الدین نے ابتدائی فارسی و عربی کی تعلیم سیوہن شریف میں حاصل کی۔ مزید تعلیم اپنے چچازاد بھائی علامۃ الزمان حضرت مخدوم حسن اللہ صدیقی (۱۸۵۰ء۔۱۹۲۰ء) کی خدمت عالیہ میں رہ کر پاٹ شریف کی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

مخدوم صاحب کے والد احمد صدیقی کراچی میں گورنمنٹ ملازم تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کو انگریزی تعلیم دلانے کے لئے "سندھ مدرسۃ الاسلام" کراچی میں داخل کرایا۔ جہاں سے مخدوم بصر الدین صدیقی نے قانون کی ڈگری اعلیٰ اعزاز سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کے والد نے آپ کو سرکاری نوکری دلا دی لیکن آپ کا دل مطمئن نہ تھا اس لئے جلد ہی ملازمت سے سبکدوش ہو کر سیوہن

شریف واپس آئے اور یادالٰہی میں مصروف ہوگئے۔

درس وتدریس: مخدوم صاحب کچھ عرصہ درس وتدریس سے منسلک رہے۔ کئی دینی وطبی طلباء نے استفادہ کیا۔ ان میں سے آپ کے نواسہ حکیم محمد حسن بن حکیم محمد نصیرالدین صدیقی نامور حکیم و عالم تھے (وفات ۱۹۵۶ء) جن کا قائم کردہ دواخانہ آج بھی انسانیت کی خدمت میں پیش پیش ہے۔

تصنیف وتالیف: مخدوم صاحب قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، تصوف، تاریخ، جفر، نجوم اور کیمیا کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست پر بھی بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے کئی کتابوں پر حاشیہ رقم کئے۔ ایسی قلمی کتب سیوہن میں حکیم محمد مراد صدیقی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے ابن سینا کی کتاب القانون (عربی) الجزء الاول، الثانی والثالث پر حاشیہ تحریر ہے جوکہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا خط ایسا نفیس ہے جیسے موتی چمک رہے ہیں۔ آپ کی تحریر کا عکس سندھی ادبی بورڈ جامشورو کے مجلہ "مہران" مطبوعہ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ہے۔

مخدوم صاحب نے عربی میں بھی کئی کتب تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے "البصائر" نامی کتاب نہایت مشہور ہے جس میں کئی مسائل پر تسلی بخش کلام کیا گیا ہے۔ نام سے معلوم ہورہا ہے کہ عقائد کے موضوع پر ہوگی، خدا کرے اشاعت کی راہ ہموار ہو۔

حکمت: مخدوم بصر الدین خاندانی حاذق حکیم تھے۔ ننھیال اور ددھیال کی طرف سے پشت ہا پشت حکیم گذرے ہیں۔ آپ کے دادا جان حکیم مخدوم محمد حسن نے طب کے موضوع پر آزمودہ مجرب نسخہ جات پر مشتمل ایک اہم کتاب "سدیدی" تالیف کی تھی۔ ان کے علاوہ بھی مخدوم صاحب کے پاس خاندانی آزمودہ نسخہ جات تھے۔ اور عوام الناس کا علاج اپنے آزمودہ نسخہ جات سے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی اس لئے سیکڑوں لوگ مستفیض ہوتے۔

شاعری: مخدوم بصر الدین صدیقی عالم عارف اور شاعر تھے۔ آپ کی شاعری حمد، نعت، مولود و مداح پر مشتمل ہے۔ آپ کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا گنجینہ تھا۔ شاعری میں "بصر الدین" تخلص اپنایا ہے۔

عادات وخصائل: مخدوم بصر الدین انتہائی ذہین اور قوی حافظہ شخصیت تھے۔ آخر عمر تک حوالہ میں کتابوں کے نام، مصنف کا نام اور باب وصفحہ وغیرہ بتادیتے تھے۔ حسن اخلاق، سادگی پسند، درویش طبیعت، پرہیزگار، خلیق، سخی، رحم دل اور گوشہ نشین تھے۔ کھانا دن میں صرف ایک بار تناول فرماتے، خاموش طبیعت، اکثر مجاہدہ، عبادت وریاضت اور مطالعہ کتب میں وقت صرف کرتے تھے۔

سفید لباس زیب تن، سر پر عمامہ، ہاتھ میں عصا، رنگ گندمی، داڑھی سنت مبارکہ کے مطابق اور چہرہ پرنور تھا۔

آپ مستجاب الدعوات تھے لاڑکانہ، شکارپور اور جیکب آباد اضلاع سے رئیس، جاگیردار، زمیندار، وڈیرے، آفیسر، علماء وعوام زیارت دعا و دوا کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ انسانیت کی خدمت میں پیش پیش تھے۔ ۱۹۲۴ء میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا، فصلیں تباہ ہو رہی تھیں، جانور پیاس سے مر رہے تھے۔ مخدوم صاحب لاڑکانہ تشریف لائے تو شہر کے لوگوں کے اصرار پر (لاڑکانہ میں جہاں آج چانڈکا ہسپتال ہے) نماز باران (استسقاء) پڑھانے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہونے لگی اور بارش مسلسل چار روز برستی رہی۔

۱۹۳۵ء میں مخدوم صاحب چانڈیہ قوم کے سردار نواب غیبی خان چانڈیو کے بنگلہ (شہر لاڑکانہ) میں مہمان تھے۔ ان دنوں بھی سخت قحط تھا۔ باران نماز کے لئے لوگ جمع تھے۔ مولوی احمد عرف مولوی ٹھوڑ ہونے نماز پڑھائی اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ دراز کئے اسی وقت دعا قبول ہوئی اور بارش برسنا شروع ہوئی چند گھڑیوں میں شہر کی گلیوں کوچوں میں پانی جمع ہو گیا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور بارگاہ صمدیت میں مقبول تھے، اس لئے آپ کی دعا قبول ہوتی دعا مانگنے، تعویذ دینے سے لوگوں کو زمین و آسمان کی آفات بلیات و مشکلات سے چھٹکارا مل جاتا تھا۔ اس لئے جوق در جوق لوگ آپ کی طرف ہر مسئلہ دینی و دنیاوی و روحانی میں رجوع کرتے تھے۔

ردِ وہابیت: دیوبندی و اہل حدیث (غیر مقلد) گستاخ رسول ہیں، وہابی مولویوں نے امام الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں اپنی کتابوں میں لکھ کر شائع کی، علماء اہل سنت کی نشاندہی کے باوجود توبہ سے گریز کیا اور اشاعت بھی برقرار رکھی۔ یہی سبب تھا کہ علماء حرمین شریفین نے اکابر علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ جاری فرمایا جو کہ "حسام الحرمین" کتاب میں محفوظ ہے اور اس کی حمایت میں برصغیر پاک و ہند کے اکابر علماء اہل سنت نے بھی فتاویٰ مبارکہ جاری فرمائیں وہ فتاویٰ "الصوارم الہندیہ" میں محفوظ ہیں۔

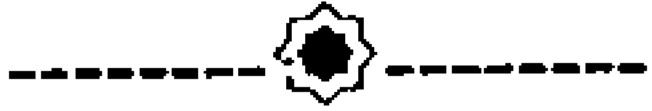
مخدوم بصر الدین وہابیوں کی گستاخیوں کے سبب ان سے سخت نفرت رکھتے تھے اسی نفرت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے الصوارم الہندیہ (طبع اول مکتبہ فریدیہ ساہیوال) پر تصدیق فرمائی۔

اولاد: آپ کو نرینہ اولاد میں صرف ایک بیٹا حکیم فخر الدین صدیقی تولد ہوا جس کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

1- میاں محمد (وفات لندن مدفون سیوہن) 2- میاں احمد (مجذوب مدفون سیوہن)

3- میاں سیف الدین (ریٹائرڈ سیشن جج کراچی) والد ڈاکٹر محمد سلیم صدیقی (کراچی)۔

وصال: مخدوم بصر الدین صدیقی نے ۵۷ برس کی عمر پائی۔ ۸، ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱، جنوری ۱۹۳۸ء منگل کی نصف شب محلہ قاضی سیوہن شریف میں انتقال کیا۔ آپ کی مزار شریف آبائی قبرستان نزد درگاہ حضرت چھُوامرانی سیوہن شریف (ضلع دادو) میں مرجع خلائق ہے جہاں آپ کے عقیدت مند و معتقدین حاضری و فاتحہ کے لئے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ (ماہنامہ السند، جنوری ۲۰۰۲ء)



ملك الشعراء حضرت مولانا بہاءالدین بھائی

ایران کے "بھائی" "بہاؤالدین" "عاملی" تھے اور سندھ کے "بھائی" "مولانا بہاؤالدین بن جلال الدین پتافی بلوچ تھے۔ مولانا بہاؤالدین بھائی گوٹھ نصیر کوٹھی نزد گھوٹکی (سندھ) میں ۱۲۳۹ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے گوٹھ میں مولانا سید علی اکبر شاہ کے مدرسہ میں جو کہ جامع مسجد میں قائم تھا وہاں سے فارسی اور عربی علوم میں تکمیل کی۔

درس و تدریس: گوٹھ کی جامع مسجد مادرِ علمی سے درس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد کندھ کوٹ کے قریب گوٹھ ہیبت شہید (نزد غوث پور) میں سید رمضان شاہ صاحب کی کوشش سے قائم کردہ مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے کافی عرصہ وہیں درس دیا۔ اس کے بعد رئیس مٹھا خان لغاری (نزد داد لغاری) کی دعوت پر ان کے گوٹھ میں تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ اس کے علاوہ گوٹھ داد لغاری (میر پور ماتھیلو) سے پانچ میل مشرق کی جانب "گوٹھ مولوی بہاؤالدین" نام سے اپنا گوٹھ قائم کیا۔ جہاں آخر عمر تک درس دیتے رہے۔ مطلب یہ کہ مولانا صاحب ساری زندگی پڑھاتے رہے علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔

بیعت: حضرت مولانا بہاؤالدین بھائی پتافی نے وقت کے نامور صوفی بزرگ شیخ طریقت حضرت خواجہ غلام فرید فاروقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ درگاہ چاچڑاں شریف (ضلع رحیم خان) کے دست اقدس پر بیعت تھے۔ (مہران سوانح نمبر)

مناظرہ بہاولپور: شوال ۱۳۰۶ھ میں جب مناظر اسلام حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری صدیقی نے براہین قاطعہ (مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ثم سہارنپوری) کی گستاخانہ عبادات پر گرفت کی اور مولوی خلیل سے مناظرہ ہوا تو صدر مناظرہ، نواب محمد صادق عباسی والی بہاولپور ریاست کے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ چاچڑاں شریف (کوٹ مٹھن) تھے۔ حکم (صدر) مناظرہ نے لکھ دیا کہ دیوبندی علماء کے عقائد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں جو برصغیر میں خلفشار کا

باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلے کے بعد نواب صاحب مرحوم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی (مدرس اول جامعہ عباسیہ بہاولپور) کو ریاست سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا۔
(تفصیل کیلئے دیکھیے: تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل از: علامہ غلام دستگیر قصوری مطبوعہ لاہور)
مناظرہ کا یہاں درج کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مولانا بھائی کے پیرو مرشد خواجہ صاحب صرف صوفی بزرگ نہ تھے بلکہ دیوبندیت وہابیت غیر مقلدیت کے سخت مخالف بھی تھے۔

تصانیف: حضرت مولانا بہاؤ الدین بھائی کی ۱۸ تصانیف فارسی زبان میں اور چار سندھی میں ہیں۔ اکثر کتابیں ریاست بہاولپور کے نواب اور وزراء کی توجہ سے بہاولپور کی سرکاری پریس سے شائع ہوئیں۔

فارسی:

- بدر العروض (جولائی ۱۹۰۳ء)
- تذکرۃ القوافی (فن عروض میں خاص طور پر "قافیہ" پر ہے)
- یادِ حکم (مثنوی)
- خوردو خواب (مثنوی)
- مثنوی
- دیوان نعتیہ (درنعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ ۱۹۰۴ء)
- دیوان بھائی
- تنبیہ نجدی (وہابیت کی تردید میں ہے، مطبوعہ لیکن ناپید ہے قلمی نسخہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا)
- سرمایہ اخلاق حسن (ترجمہ منظوم صد پند سودمند لقمان حکیم مطبوعہ ۱۹۰۴ء)
- ماشھیدان (صیرفی کی مشہور ترجیع بند نظم "ما مقیمان کوی دلداریم" کے تتبع پر)
- مناجات قاضی حاجات (رباعیات)
- کریما بھائی
- مراس العلوم یعنی در منظوم (در مفردات فوائد حروف الف با واستعمال این حرف از روی لغت)
- مجمع القواعد (فارسی، علم بدیع و معانی)
- داستان عاشقانہ (مطبوعہ اکتوبر ۱۹۲۰ء)
- مرأۃ الخیال (مطبع راشدیہ)
- چہل احادیث منظومہ (مطبع بھائیہ (دستی پریس) گوٹھ "فقہ آباد" (گوٹھ سلطان کا نام تبدیل کر

کے فقہ آباد رکھا گیا تھا)

سندھی:

- تنبیہ الکاھلین (قلمی) (نصیحت اور نماز کے مسائل پر)
- بلال نامہ (دستی پریس)
- اونٹنی نامہ (معجزہ نبی اکرم ﷺ)
- مجموعہ خطبات (جمع وعیدین کے خطبات)

فہرست کتب سے معلوم ہوا کہ شعر و نظم میں بھائی صاحب نے کافی کام کیا تھا، وہ شاعری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور اپنے وقت میں ان کا نامور اساتذہ میں شمار ہوتا تھا۔

شاعری: پیر طریقت حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ سوئم تخت دَنی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ راشدیہ پیر جو گوٹھ نے مولانا بھائی کو خوب نوازا۔ البتہ بھائی کی جناب پیر صاحب سے ملاقات اس وقت ہوئی جب پیر صاحب عمر کے آخری حصہ میں تھے۔

ایک بار مولانا بھائی نے پیر صاحب کے حضور میں ایک غزل پیش کی، اس کے درج ذیل مصرع پر پیر صاحب بہت محظوظ ہوئے۔

بشمشیر محبت سر بُریدم ہستۂ خودرا
شہید تیغ عشقم پیر ہن برتن کفن دارم

اس کے بعد مولانا بھائی نے دوسری غزل پیش کی۔ جس کا مصرعہ تھا:

قرب حق شد منزل ما عشق جان جان ماست
ماشہ ملک دل و عرش عظیم ایوان ماست

یہ غزل سنتے ہی پیر صاحب بہت مسرور ہوئے پیر صاحب خود بھی فارسی کے بلند پایہ اور صاحب دیوان شاعر تھے، آپ نے مولانا بھائی کو انعام میں اپنا ہاتھی پالکی کے ساتھ عنایت فرمایا۔ مولانا بھائی نے ہاتھی لینے سے انکار کیا اور عرض کیا حضور! میں فقیر ہوں ہاتھی پالنا امیروں بادشاہوں کا کام ہے۔ اس پر پیر صاحب نے فرمایا: ہم دی ہوئی چیز واپس نہیں لیتے۔ آپ ایسا کریں ہاتھی نواب (بہاولپور) کو تحفہ میں دے دیں تا کہ یہ آپ کی اولاد کے لئے یادگار رہے کہ یہ صاحب مولانا بھائی کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے نواب صاحب کو تحفہ میں ہاتھی دیا تھا۔

اولاد:
1- مولانا محمد یوسف پٹانی (فارسی کے بڑے عالم)
2- جلال الدین

3- مولانا محمد بخش خیالی، صاحب "کریما خیالی" مطبوعہ ۱۹۱۰ء بہاولپور

4- ماسٹر احمد دین

5- مولانا محمد اعظم "سراجی" (فارسی کے عالم وشاعر تھے)

6- مولانا عبدالرحمٰن "ضیائی" (ممتاز عالم دین وشاعر)

وصال: حضرت مولانا بہاؤالدین بھائی رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۱ سال کی عمر میں ۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو انتقال کیا۔ اور گوٹھ مولوی بہاؤالدین (میر پور ماتھیلو) میں زندگی کے آخری دن بسر کیے وہیں انتقال کیا اور وہیں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔ (سوانح مہران ۱۹۵۷ء)



مولانا سید بچل شاہ جیلانی

مولانا پیر سید بچل شاہ عرف محمد بخش شاہ بن پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی (رحلت ۱۳۶۳ھ) درگاہ عالیہ جیلانیہ قادریہ نورائی شریف (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے تعلیم وتربیت نورائی شریف میں حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں، قرآن پاک کی تعلیم مسجد جیلانی کے متصل مکتب میں حاصل کی۔ درج ذیل علماء اہل سنت کے ہاں درس نظامی کی تکمیل کی، ان علماء کو آپ کے والد ماجد نے درگاہ نورانی شریف پر آپ کی تعلیم کے لئے مختلف ادوار میں مدرس مقرر کیا تھا۔

- حضرت مولانا سید محمد شاہ مصطفائی ساکن آمری ضلع دادو (والد سید ظفر کاظمی حیدرآباد)
- حضرت مولانا محمد فاضل ساکن ٹمیاری ضلع حیدرآباد
- حضرت مولانا حاجی محمد قریشی ساکن گوٹھ اکترو نزد بوبک تحصیل سیوہن
- حضرت مولانا نور محمد بلوچ ساکن جوہی ضلع دادو
- حضرت مولانا علی محمد درس (ساکن ماتلی ضلع بدین) کے پاس دورہ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ اپنے والد ماجد، حضرت الحاج پیر سید عبدالقادر شاہ عرف حاجی شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ان کے جسمانی وروحانی جانشین تھے۔

عادات وخصائل: آپ عالم باعمل، شریعت مطہرہ کے سخت پابند تھے۔ وہ دعوت قبول نہیں فرماتے جس میں غیر شرعی حرکات کا مظاہرہ ہوتا مثلاً: ڈھولک، ساز، ناچ گانے موسیقی وغیرہ۔ ریڈیو وٹیپ سے گانے باجے سننے کو ناپسند فرماتے تھے، ٹی وی کے سراپا مخالف تھے، آپ کی

زندگی تک آپ کے گوٹھ میں ٹی وی نے اپنے منحوس قدم نہیں رکھے تھے۔ فوٹو بازی سے بھی اجتناب فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی جو تصویر کھینچی جاتی وہ تصویر ضائع ہو جاتی تھی اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ممنوعات محرمات بلکہ مشتبہات اور مشکوک اشیاء سے بھی سخت پرہیز فرماتے تھے، سود کے خوف سے بینک میں اکاؤنٹ نہیں کھلوایا اور زرعی بینک سے قرض نہیں لیا۔ جس زمانہ میں حج کرنے گئے ان دنوں پاسپورٹ میں تصویر لازمی نہیں تھی، بعد میں تصویر لازمی قرار دی گئی تو دوبارہ حرمین شریفین صرف تصویر کی خاطر نہیں گئے۔ سادگی آپ کا شعار، حق گوئی نشان، شجاعت آپ کی شناخت اور اخلاق کریمہ آپ کی روش تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور و دستور اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی پالیسی کے سخت مخالف تھے۔ سوشلزم کمیونزم اور قوم پرست کا مریدوں کو اسلام دشمن پالیسیوں کے سبب سخت ناپسند کرتے تھے۔ جو بھی اسلام و اہل سنت کی راہ سے بھٹک گیا ان کو گمراہ و بے دین سمجھتے تھے۔

سفرِ حرمین شریفین: آپ نے قیام پاکستان سے دو سال قبل یعنی ۱۹۴۵ء میں اپنے اہل خانہ اور دیگر خاندان کے افراد کے ساتھ ایک قافلہ کی صورت میں جو کہ ۶۰ افراد پر مشتمل تھا، حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ میں حضور پر نور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری سے بہرہ اندوز ہوئے اور درود و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

امامت و خطابت: آپ اہل سنت و جماعت کے بے بدل خطیب تھے۔ پوری زندگی جامع مسجد جیلانی درگاہ نورائی شریف میں فی سبیل اللہ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آواز میں اثر اور شخصیت میں کشش تھی۔ آپ نے احقاق حق و ابطال باطل کا حق ادا فرمایا۔ خطاب میں عقائد اہل سنت و مسائل حنفیہ بیان فرماتے، اصلاح معاشرہ کے علاوہ باطل عقائد و مذاہب مثلاً وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، مودودیت اور قادیانیت و شیعیت وغیرہ کا واشگاف الفاظ میں رد شدید فرماتے تھے۔ آپ وڈیروں سرداروں، زمینداروں سے ڈرنے، دبنے والے نہیں تھے بلکہ دلیر سید تھے اور سید ہوتا بھی بہادر ہے۔

تصنیف و تالیف: پیری مریدی، وعظ و تلقین، تبلیغ و نصیحت اور زمینداری کے سبب تصنیف و تالیف اور درس تدریس کا باقاعدگی سے موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے صرف ایک تحریر سامنے آئی ہے جو کہ فتویٰ کی صورت میں ہے اور مسجد ضرار سے متعلق ہے۔

1- مسجد ضرار۔ آپ کا تحریر کردہ فتویٰ ۲۵ یا ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس پر ۲۰ یا ۲۵ جید نامور مفتیان کرام و علماء اہل سنت کی تصدیقات و دستخط ثبت ہیں۔

شادی واولاد: مولانا پیر سید محمد بخش شاہ جیلانی کی پہلی شادی تقریباً ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء میں آمری (ضلع دادو) کے حضرت سید حسن علی شاہ لکیاری کی اکلوتی بیٹی سیدہ وصل سے ہوئی۔ ان کے بطن سے ۴ بیٹے، ۲ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی اپنے خاندان میں سید قمر علی شاہ جیلانی کی بیٹی امام زادی سے تقریباً ۱۹۴۱ء میں انعقاد پذیر ہوئی۔ دوسری بیوی سے ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ دس بیٹوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

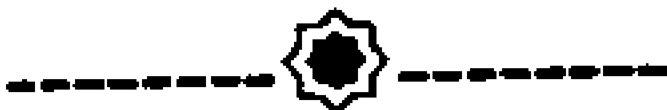
- سید مظہر علی شاہ جیلانی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔
- سید حسن علی شاہ نے دو سال کی عمر میں انتقال کیا۔
- سید زمان شاہ چار سال کی عمر میں انتقال کیا۔
- سید افضال حسین شاہ۔ سید زین العابدین شاہ جیلانی کے داماد تھے
- سید ارشاد حسین شاہ
- الحاج سید سرتاج حسین شاہ
- سید اکمل حسین شاہ
- سید اجمل حسین شاہ
- مولانا سید منور علی شاہ جیلانی
- سید اشتیاق حسین شاہ

وصال: حضرت سید بچل شاہ جیلانی کو تقریباً ۱۵۔۲۰ سال سے گھٹنے میں درد اور عارضہ قلب کی شکایت تھی، لیکن پھر بھی اللہ رب العالمین کی رضا پر راضی رہے، کبھی بھی شکوہ شکایت نہیں کی۔ عبادت، ریاضت اور صبر و شکر سے زندگی بسر کی اور ۱۲، ربیع الاول شریف بروز پیر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۳ء سیوہن شریف (ضلع دادو) میں لال باغ کے قریب ملاح قوم کے گوٹھ میں مریدین کے یہاں عین نماز فجر میں دوران امامت ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

جنازہ درگاہ نورائی شریف لایا گیا، کھلے میدان میں نماز جنازہ حافظ اللہ بخش پنجابی (ماتلی) کی امامت میں ادا کی گئی۔ آپ کا مزار شریف درگاہ جیلانی نورائی شریف (ضلع حیدرآباد) میں مرجع خلائق ہے۔ نامور شاعر محمد خان غنی نے "وائے مغفور جہاں" (۱۳۹۳ھ) سے تاریخ وصال کہی۔

حضرت مولانا سید منور علی شاہ جیلانی مدظلہ آپ کے صاحبزادے، علمی و روحانی جانشین ہیں۔ کراچی میں خطیب و مدرس، ٹنڈو محمد خان میں مدرسہ المرکز الاسلامی کے بانی ہیں اور درگاہ نورائی کی جیلانی مسجد کی تعمیر و توسیع کی خدمت کے علاوہ آج کل تحریری خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

(ماخوذ: اخبار المسلک و العنبر مطبوعہ ۲۰۰۲ء)



مولانا بشارت علی خان آفریدی

مولانا بشارت علی خان آفریدی ارمانؔ قادری بن مولوی امداد حسین خان بن اکبر آباد (انڈیا) میں ۱۹۰۱ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ خود لکھتے ہیں: "فارغ التحصیل ہو چکا تھا"۔ (حیات قُدسی) اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ آپ فارغ التحصیل عالم تھے لیکن تفصیلات کا علم آپ کی تعلیم یافتہ اولاد کو بھی نہیں ہے۔ آپ کی علمیت شاعری اور حیات قدسی (تصنیف) سے آشکارا ہے۔

قادر الکلام شاعر علامہ سیماب اکبر آبادی ثم کراچی آپ کے شاعری میں استاد تھے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں قدوۃ السالکین حضرت مولانا بہاؤ الدین بنگلوری رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف غوثیہ مرشد آباد (انڈیا) سے اپنے والد محترم کے ہمراہ دست بیعت ہوئے۔ آپ کو اپنے مرشد سے والہانہ محبت تھی اور یہ محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے ان کے حالات سے متعلق کتاب "حیات قدسی" تحریر فرمائی۔

حضرت بہاء الدین، سلطان میسور ٹیپو سلطان شہید کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سلسلہ قادریہ میں دربار قادریہ بغداد شریف (عراق) کے سجادہ نشین حضرت پیر سید مصطفیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف رکھتے تھے۔

شادی و اولاد: انہوں نے آگرہ (اکبر آباد) میں آمنہ بیگم (متوفی ۱۹۸۰ء) سے شادی کی۔ جس سے درج ذیل اولاد تولد ہوئی۔

2- عائشہ صدیقہ مرحومہ	2- محفوظ حسین خان مرحوم
3- تحمل حسین مرحوم
4- تفضل حسین خان سابق وائس پریذیڈنٹ حبیب بنک لمیٹڈ (گلشن اقبال کراچی)
5- نفیسہ طاہرہ (شریف آباد)
6- ڈاکٹر صدیقہ ارمان سابق چیئرپرسن شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی
7- مزمل آفریدی	8- ملک خالد فریدی (امریکہ)
9- عفیفہ خاتون ایم۔ اے (متوفی ۲۰۰۳ء) (بروایت ڈاکٹر صدیقہ صاحبہ)

تصنیف و تالیف: درج ذیل کتب ان کی یادگار ہیں:

❁ حیات قدسی: اپنے پیر و مرشد حضرت بہاؤ الدین قادری کے حالات و

واقعات تحریر کئے لیکن آغاز میں پیری مریدی، خانقاہ، عرس، قدم بوسی، تبرکات وغیرہ کو دلائل علمیہ سے ثابت کیا ہے۔ جس سے موصوف کی علمیت واضح ہوتی ہے۔ کراچی سے ۱۹۹۹ء کو آپ کے بیٹے تفضل حسین خان آفریدی نے کتاب شائع کی۔

- ارمان نبی ﷺ (نعتیہ مجموعہ) — مطبوعہ سیرت پبلشرز امروہہ انڈیا ۱۹۵۵ء
- سروش سدرہ (نعتیہ مجموعہ) — شمیم بک ایجنسی نیو کراچی ۱۹۸۶ء
- صد خلش (غزلیات) — کراچی ۱۹۸۷ء
- بادہ امروز (نظمیں) — مرتبہ: ڈاکٹر صدیقہ ارمان کراچی ۱۹۸۹ء

درس وتدریس: بعد فراغت آپ نے شعیب محمدیہ کالج آگرہ میں بحیثیت لیکچرار ملازمت اختیار کی۔ اور قیام پاکستان تک درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ ۱۹۵۸ء کو پاکستان (کراچی) تشریف لائے اور تاحیات کراچی میں ہی رہے۔

خطابت: کراچی میں وہ پرجوش خطیب وشاعر کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے۔ میلاد النبی ﷺ معراج النبی ﷺ گیارہویں شریف، اور بزرگان دین کے اعراس کے موقعہ پر آپ کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا۔ ریڈیو پاکستان کراچی سے بھی خطاب کرتے تھے نیز مشاعرہ کی محافل میں بھی تندی سے شرکت فرمایا کرتے تھے۔

شاعری: وہ شاعر تھے۔ حمد، نعت، منقبت، سلام، غزل تضمین وغیرہ اصناف پر شاعری کی۔ جن دنوں دارالعلوم امجدیہ کراچی میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا ان دنوں مولانا آفریدی کی خصوصی شرکت ہوا کرتی تھی۔

پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب (سابق صدر شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی) آپ کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "فنی طور پر مولانا بشارت علی خان قادری کی بیشتر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں اگرچہ انہوں نے مخمس اور مسدس بھی لکھے ہیں اور دوسری اصناف کے ذریعے بھی اپنا اظہار کیا ہے۔ جناب ارمان کی نعتوں کے مطالعہ کے بارے میں شرح صدر کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ تک رسائی حاصل کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔ اپنی نعتوں میں کہیں کہیں وہ اس وادی میں بھی پہنچ گئے ہیں کہ احمد اور احد کے فرق کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اللہ کی شان رحیمی سے امید یہی ہے کہ اسے اس لغزش مستانہ پر پیار آیا ہوگا"۔ (سروش سدرہ، پیش لفظ)

پروفیسر ڈاکٹر صدیقہ لکھتی ہیں: ارمان صاحب کی منقبتیں ان کے عقائد ونظریات کی بہترین غماز

ہیں۔ اولیاء اتقیاء اور درویشوں کی زندگی کو انہوں نے حیات مثالی کے طور پر یقین کیا اور اس طرز عمل کو ہی مصائب و مصائب کا نجات دہندہ تصور کیا۔ چنانچہ خود بھی ہمیشہ اس راہ کے متلاشی رہے اور آلائش دنیا سے حتی المقدور خود کو گریزاں بھی رکھا اور اسی کو وسیلہ عرفان جانا۔

عجب انسان ہے ارمانؔ بھی اللہ رے استغناء
کہ ہے دنیا میں اور آلودہ دنیا نہیں ہوتا

....

کونین کے والی اُمْدُدْنِیْ
دارین کے حامی اُمْدُدْنِیْ
امراض کے شافی اُمْدُدْنِیْ
نعمات کے مُعْطِیْ اُمْدُدْنِیْ
یا شیخ اَغِثْنِیْ، امددنی، یا شیخ اغثنی اُمْدُدْنِیْ
للہ اَغِثْنِیْ امددنی یاغوث الاعظم اُمْدُدْنِیْ

حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان نوریؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر بھی ارمان نے منقبت لکھی تھی۔

تحریک پاکستان: وہ تحریک پاکستان کے بھی سپاہی تھے۔ علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے جدوجہد آزادی میں سرگرم رہے۔ انہوں نے "شہیدوں کا کفن"، "شہادت" اور "آزادی" جیسی نظمیں لکھ کر مسلمانوں کو قیام پاکستان کے لئے متحرک کیا اور قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کے لئے بھی کام کیا۔

سرحشر آدمیت آئے گی یہ پیرہن پہنے
اٹھے گی روح آزادی شہیدوں کا کفن پہنے

....

اک سانس میں پہنچاتی ہے یہ قربت حق میں
اونچی ہے سماوات سے بھی بام شہادت

....

یہ آزادی ہے جس میں خون کی بھرمار ہو جائے
یہ آزادی ہے جس میں زندگی دشوار ہو جائے
یہ آزادی ہے جس میں جان اک آزاد ہو جائے
یہ آزادی ہے جس میں سانس خود تلوار ہو جائے

"ایک ہندو پرست سے" نظم میں کانگریسی مسلمانوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اے کہ ہے ہندو کی چپل تیرا بام افتخار
اے سگ کوئے بنارس کانگریس کے فضلہ خوار
یہ تری ملت فروشی، یہ ترا جذب رکیک
حریت کے نام پر تو مانگتا پھرتا ہے بھیک
رات دن ہندو پرستی کی چھری ہے بدمال
کھینچتا ہے قوم مسلم کے تن زندہ کی کھال
قوم کا سارا لہو پی کر بھی دبلا ہی رہا
کانگریس کے در کی مٹی تو نے چاٹی عمر بھر
دیکھ خون حرمت اسلام درپے ہے ترے
تیری خونخواری کسی دن ذبح کر دے گی تجھے

آپ نے ایک نظم قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ۱۸، مارچ ۱۹۴۷ء کو ایس۔ایم۔او کالج آگرہ میں سالانہ تقریب کی صدارت کے موقعہ پر سپاس نامہ کے طور پر پیش کی۔

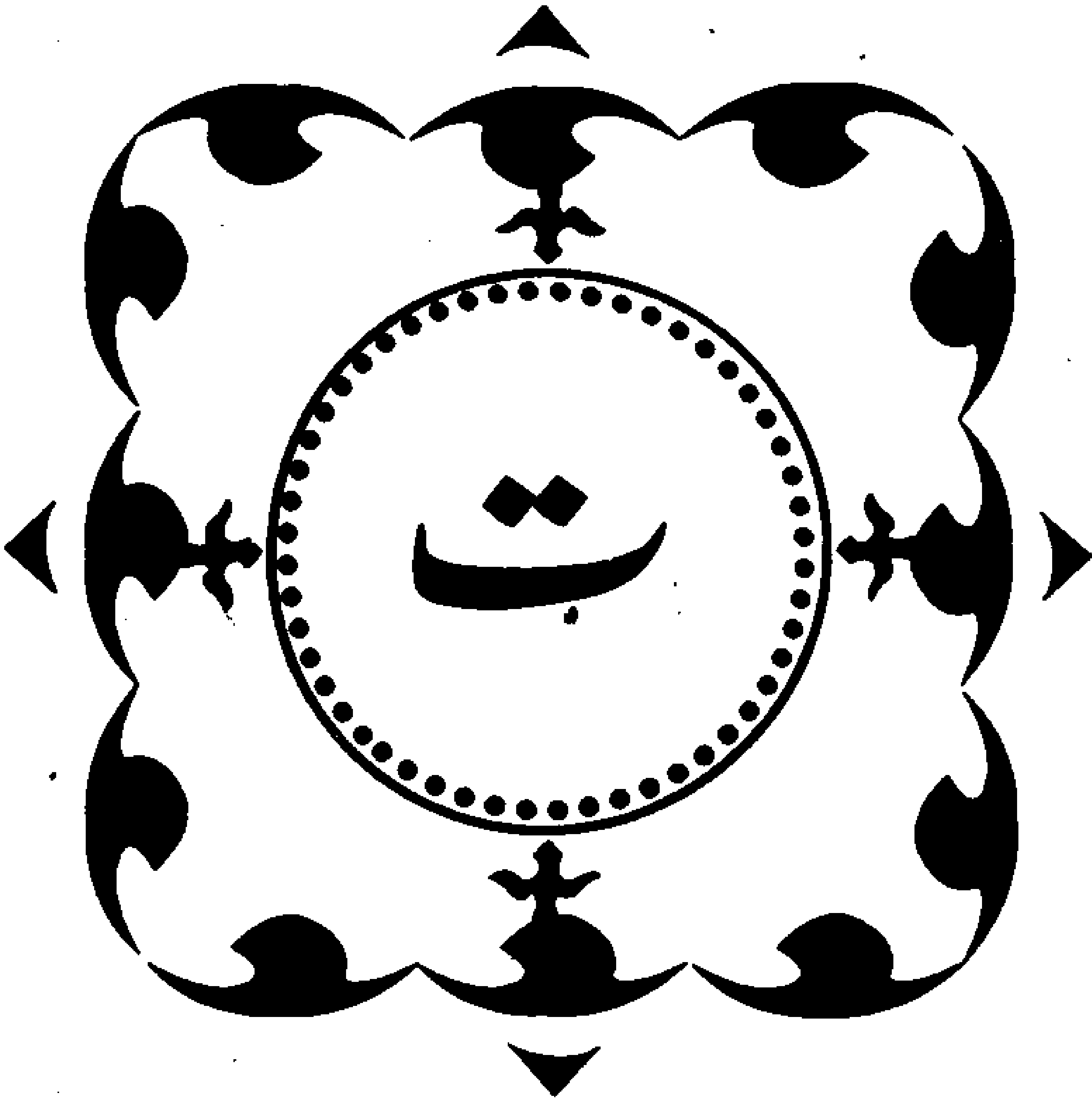
قائد نامدار آئے ہیں رہبر ذی وقار آئے ہیں
درد رکھتے ہیں دل میں ملت کا ہمدم و غم گسار آئے ہیں......

اور یہ نظم آج بھی مزار قائد کے نیچے والے میوزیم میں "نوادرات قائد" کے ساتھ آویزاں ہے۔
انتقال سے پہلے انہوں نے کراچی کے حالات، لسانی فسادات کے پیش نظر "ہوشیار" نظم لکھی:

اب تراشے جا رہے ہیں نسل و قومیت کے بت
آج پھر شیطان پجوائے گا عصبیت کے بت
سومنا تھی، رام راجی، داہری سیرت کے بت
اور تفریق لسان و رنگ کی لعنت کے بت......
ارض پاکستان! ان غارت گروں سے ہوشیار
ہوشیار اے قوم! شوریدہ سروں سے ہوشیار

وصال: مولانا بشارت علی خان ارمان قادری نے ۲، شوال المکرم ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۱، جون ۱۹۸۵ء کو ۸۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی نے غالباً نماز جنازہ کی اقتداء فرمائی اور حسن اسکوائر (گلشن اقبال) کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[پروفیسر ڈاکٹر صدیقہ ارمان صاحبہ کا ممنون ہوں کہ اپنے والد گرامی قدر کی کتابیں مہیا کیں۔ جس سے حالات زندگی تحریر کرنے میں آسانی ہوئی]


ت

شیخ الحدیث مولانا تقدس علی خان

حضرت مولانا الحاج تقدس علی خان بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی کے چچا زاد بھائی الحاج سردار ولی خان (مدفون پیر جو گوٹھ) کے فرزند ارجمند تھے۔ رجب المرجب ۱۳۲۵ھ بمطابق اگست ۱۹۰۷ء میں خانقاہ رضویہ قادریہ محلہ سوداگراں بریلی شریف (یوپی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔ مولانا حسنین رضا خان نے آپ کا تاریخی نام "تقدس علی خان" (۱۳۲۵ھ) رکھا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ رامپور) اور ان کے صاحبزادے مولانا نور حسین سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خان (ابن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی مؤلف ذوق نعت) سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم حضرت مولانا رحم الٰہی، مولانا عبدالمنان، مولانا عبدالعزیز اور صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) سے حاصل کی اور تکمیل حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی سے کی، انہوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ ردالمحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے آپ نے "شرح جامی" کا خطبہ پڑھا۔

بعد میں محدث اعظم حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد فیصل آبادی اور دیگر بہت سے اکابر علماء نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بالواسطہ شرف تلمیذ حاصل کرنے کے لئے اسی خطبہ کا درس آپ سے لیا۔

۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے آپ درس نظامی سے فارغ التحصیل ہو کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ دوران تعلیم ہی اس دارالعلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور آپ کی نگرانی میں مشہور علماء کی دستار فضیلت ہوئی۔

بیعت و خلافت: مولانا تقدس علی خان ۱۳۳۲ھ میں امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے جب کہ آپ کی عمر صرف سات سال تھی۔ مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خاندان قادریہ کے اوراد و وظائف کی اجازت دے کر اپنا مجاز فرمایا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ نیز اپنے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ لے کر مصافحہ فرماتے ہوئے "حدیث مصافحہ" سنائی جو کہ سات واسطوں سے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ قطب مدینہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی قادری قدس سرہ نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

سفرِ حرمین شریفین: ۱۳۶۷ھ میں آپ نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلا معلیٰ و نجف الاشرف، میں مزارات مقدسہ پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء میں پہلا حج ہندوستان سے کیا پھر پاکستان سے ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں دوسری اور ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں تیسری مرتبہ حج کیا۔ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء سے تا وصال آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک میں عمرہ و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

درس تدریس: تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس شروع کی اور اس کا مادہ "تدریس تقدس علی" (۱۳۴۸ھ) استخراج کیا گیا۔ یہاں بے شمار علماء آپ سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن بھی رہے اور الہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع کرایا۔ ۲۵ سال کا عرصہ بریلی شریف میں پڑھانے کے بعد آپ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء میں کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے اور دارالعلوم امجدیہ میں قیام پذیر رہے۔

۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء میں مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پگارا (صدر پاکستان مسلم لیگ اور سجادہ نشین درگاہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ) کے اتالیق کی حیثیت سے درگاہ شریف پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس، سندھ) تشریف لے گئے۔ ۵، مئی ۱۹۵۲ء کو پیر صاحب پگارا نے درگاہ شریف راشدیہ پیران پاگارہ کے متصل صاحب آستانہ کے نام مقدس امام العارفین، غوث العالمین، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، محی السنة، ماحی البدعة، شیخ الشیوخ، سند الکاملین حضرت خواجہ سید محمد راشد شاہ المعروف حضرت پیر صاحب روزے دھنی قدس سرہ الاقدس (رحلت ۱۲۳۴ھ) سے منسوب "جامعہ راشدیہ" کا افتتاح کیا۔ (جو کہ دربار مقدس پر برسوں سے قائم تھا لیکن انگریز نے جب سندھ پر قابض ہوئے تو اس دربار مقدس کے مریدین کو نشانہ بنایا جو کہ سندھ میں لاکھوں کی تعداد میں بستے ہیں اور تاریخ میں "حر تحریک" کی خدمات اور روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اس تحریک نے انگریز سے جہاد کیا تو انگریز نے اس درگاہ مقدس کو زبردست نقصان پہنچایا درگاہ و مدرسہ کو سیل کیا موجودہ پیر صاحب پاگارہ اور ان کے بھائی جو کہ ان دنوں چھوٹے بچے تھے کو روپوش کر کے انگلستان لے گئے اور ان کے والد ماجد امام انقلاب، بطل حریت، شمشیر بے نیام، شیخ طریقت حضرت پیر سید محمد صبغت اللہ شاہ راشدی قدس سرہ کو رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر حر تحریک کے جانباز سرفروشوں سے ڈرتے ڈرتے

شہید کر دیا) جس کے پہلے شیخ الجامعہ پیکر تقدس حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رضوی مقرر ہوئے اور تاحیات اسی منصب جلیل پر فائز رہے۔ آپ نے ساٹھ سال تک تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور ایک عالم کو سیراب کیا۔

تلامذہ: آپ کے بکثرت تلامذہ ملک و بیرون ملک کالجوں یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و مساجد میں دین اسلام مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی تبلیغ ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- برادر اصغر مفتی اعجاز ولی خان بریلوی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور
- مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف (انڈیا)
- مولانا مفتی سید محمد افضل حسین قادری سابق شیخ الحدیث جامعہ قادریہ فیصل آباد
- مفکر اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مہتمم جامعہ نظام الدین اولیاء دہلی
- مولانا اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم جودھپور (انڈیا)
- مولانا رجب علی مفتی نان پارہ ریاست (انڈیا)
- حضرت مولانا قاضی دوست محمد صدیقی المعروف مولانا بلبل سندھ لاڑکانہ
- مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی خطیب مانچسٹر (انگلینڈ)
- حضرت مولانا محمد صالح قادری سابق مہتمم جامعہ راشدیہ درگاہ شریف
- مناظر اسلام مفتی عبدالرحیم سکندری مہتمم مدرسہ صبغۃ الھدیٰ شاہ پور چاکر سندھ
- مفتی محمد رحیم سکندری مہتمم جامعہ راشدیہ (مترجم: کنزالایمان سندھی)
- مولانا مفتی در محمد سکندری شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ سندھ
- مفتی غلام قادر سکندری سابق مدرس جامعہ راشدیہ
- استاذ العلماء مولانا صوفی علی شیر سکندری مہتمم مدرسہ حزب الاسلام تلو بھانڈو
- مولانا مفتی عبدالحمید مرحوم سابق خطیب جامع مسجد نواب شاہ سندھ
- مناظر اہل سنت مولانا محمد قاسم مصطفائی مہتمم مدرسہ انوار مصطفیٰ میرپور ماتھیلو سندھ

خطابت: آپ نے مدینہ مسجد پیر جو گوٹھ (ضلع خیرپور میرس سندھ) میں چوبیس (۲۴) سال خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد پیر جو گوٹھ کی بازار میں "مسجد رضا" تعمیر کروائی اور پھر عمر بھر اسی مسجد شریف میں ذمہ داری نبھاتے رہے۔

سیاسی خدمات: آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا، مراد آبادسنی کانفرنس (منعقدہ ۴، اکتوبر ۱۹۳۹ء) میں آپ نے شرکت کی۔ اس موقع پر حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی اور مولانا سید فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) نے اپنے خطابات میں دو قومی نظریہ کی اہمیت وافادیت واضح کی۔ (سنی کانفرنس ص ۹ کراچی) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء) میں آپ اپنے برادر اصغر مولانا مفتی اعجاز ولی خان کے ہمراہ شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں برصغیر کے دو ہزار سے زائد علماء ومشائخ اور لاکھوں عوام اہل سنت نے فیصلہ دیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اور اگر قائداعظم محمد علی جناح اس تحریک سے دست بردار بھی ہو گئے تو علماء ومشائخ اس کی باگ دوڑ سنبھال کر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچائیں گے۔

تصنیف وتالیف: علامہ تقدس علی خان کو درس وتدریس سے عشق تھا اور عشق کی آبیاری میں دن رات طلباء کی تعلیم وتربیت پر توجہ دی۔ اس لئے تصنیف وتالیف کے لئے وقت کم ملا۔ آپ کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئی یا ضائع ہو گئیں۔ پاکستان آنے کے بعد بعض کتب پر تقاریظ وتصدیقات کی، چنانچہ حجتہ الاسلام حضرت امام محمد غزالی قدس سرہ کی تزکیہ نفس کے موضوع پر بلند پایہ کتاب کا بلند پایہ اردو ترجمہ کیا۔

۞ مکاشفۃ القلوب از: امام غزالی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹۷۶ء

عادات وخصائل: محترم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ ۱۹۷۳ء کے لگ بھگ فقیر کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ پر مشتمل حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" کی سخت ضرورت تھی، معلوم ہوا کہ ایک مطبوعہ پرانا نسخہ حضرت علامہ صاحب کے پاس ہے۔ فقیر نے خط لکھا، چند روز کے بعد غریب خانے پر ایک سادہ لباس بزرگ تشریف لائے، ایک گھنٹے مکان تلاش کرتے رہے۔ پسینہ پسینہ ہو گئے ان بزرگ نے جب اپنا تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ یہی بزرگ حضرت علامہ تقدس علی خان تھے، فقیر نادم و شرمسار ہوا کہ حضرت علامہ کتاب لے کر خود غریب خانے پر تشریف لائے اور فقیر کو سرفراز فرمایا۔ یہ تھی ان کی بے مثال شفقت اور علم پروری۔ (آج یہ چیز علماء میں عنقا نظر آ رہی ہے)

حضرت علامہ سے یہ پہلی ملاقات تھی اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت نے از راہ کرم امام احمد رضا کے چالیس پچاس مطبوعہ رسائل بھی مستعار عنایت فرمائے اور ایک قدیم مطبوعہ نسخہ "دوامع الحمیر" کا بھی عطا فرمایا، یہ نہایت اہم تاریخی اور سیاسی دستاویز ہے جس سے علماء اہل

سنت کی مساعی جمیلہ کی تفصیلات کا علم ہوتا ہے"۔

ان نایاب رسائل کے حصول کے بعد پروفیسر صاحب کو رضویت پر کام کرنے میں آسانیاں اور معلومات میں وسعت ہوئی۔

حضرت علامہ بڑے مدبر اور متحمل مزاج تھے، ایک کرم فرما کی شادی میں تشریف لائے، فقیر بھی موجود تھا، از دہام کی وجہ سے صاحب خانہ عاجز ہو گئے اور تین بجے سہ پہر تک کھانا پیش نہ کیا جا سکا۔ مگر حضرت علامہ نے کچھ نہ فرمایا بلکہ مجلس علماء میں اپنی خوش طبعی سے سب کے دل خوش کرتے رہے۔

آپ نے ایک ملاقات میں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو بتایا کہ امام احمد رضا نے ایک رسالہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی پر بھی لکھا تھا، جس کا عنوان تھا، "**اطائب الهتماني في مجدد الف ثاني**" (۱۳۲۵ھ)، علامہ محمد صدیق ہزاروی ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:۔ بظاہر ان کا قد چھوٹا تھا لیکن وہ کتنی قدر آور شخصیت تھے کہ بڑے بڑے سرو قد ان کے سامنے سر نیاز خم کر دیتے تھے، علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خوش خلقی و ملنساری، سادہ مزاج اور سادگی پسند جیسی صفات عالیہ سے ان کی زندگی مزین تھیں۔ مولانا حامد رضا بریلوی آپ کے ماموں، استاد، سسر اور مرشد کریم تھے۔

وصال: حضرت علامہ تقدس علی خان کی ۲۱، فروری ۱۹۸۸ء بمطابق ۲، رجب ۱۴۰۸ھ بروز اتوار ۸۱ سال کی عمر میں پیر جو گوٹھ میں طبیعت ناساز ہوئی، رات کی گاڑی سے کراچی روانہ ہوئے، اگلے روز صبح سات بجے کراچی پہنچے، ہسپتال میں طبی امداد دی گئی، مگر افاقہ نہ ہوا، گردوں نے کام کرنا بند کر دیا پونے بارہ بجے مدینہ منورہ کی کھجور تناول فرمائی، آب زم زم شریف نوش فرمایا، لب پر ذکر شریف جاری تھا اپنے ایک ارادت مند سے فرمایا" سورہ یسین شریف سناؤ"۔ سورہ یسین شریف سنائی جا رہی تھی، جب سورت ختم ہوئی تو کلمہ شریف پڑھا، اپنے ایک عقیدت مند ڈاکٹر عبدالغفار صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے بارہ بج کر دس منٹ پر عازم خلد بریں ہوئے۔

غسل و کفن کے بعد عصر کی نماز کے بعد جنازہ آرام باغ لے جایا گیا اور نماز مغرب کے بعد مولانا مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی) نے نماز جنازہ پڑھائی۔

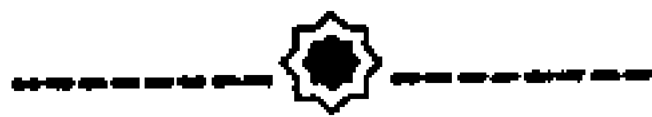
اگلے روز (۲۳ فروری) صبح پونے چھ بجے جسد اطہر پیر جو گوٹھ لے کر پہنچے، سوا نو بجے حضرت علامہ مفتی محمد رحیم سکندری نے حضرت قبلہ عالم امام العارفین قدس سرہ کے روضہ مبارک کے زیر سایہ نماز جنازہ کی امامت فرمائی، ساڑھے دس بجے اپنے والد ماجد کے پہلو میں محو خواب ابدی ہوئے۔

(ماخوذ: پیکر تقدس رضا اکیڈمی لاہور)

نامور تاریخ گو شاعر جناب ابو الطاہر فدا حسین فدؔا (لاہور) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

ہوئے دار فانی سے رخصت ہیں آہ!
تقدس علی خان میرے محترم!
جدا ہو کے خویش و اقارب سے اپنے
ہوئے عازم سوئے ملک عدم
اتالیق، مرداں شہ ذی وقار
تھے مفتی، محدث وہ مشہور عالم
ہیں سب معترف ان کے ارباب دانش
ہوں اہل عرب یا کہ اہل عجم
کرم پیر پیراں کا ہے ہمدمو!
رہا ان پہ تا زندگی دم بدم
دعا ہے سر حشر حامی ہوں انُ کے
شہ انبیاء، تاجدار حرم
سن وصل ان کا "فدا" برمحل
"تقدس علی خلد" میں کر رقم

۱۴۰۸ھ



مولانا سید تراب علی شاہ راشدی

مولانا پیر سید تراب علی شاہ سندھ کے نامور علمی و روحانی خانوادہ "خاندان سادات راشدیہ" کے چشم و چراغ تھے۔ تحریک خلافت کے دور میں برصغیر پاک و ہند میں شہرت پائی۔ تحصیل قمبر (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ علی خان میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: تراب علی شاہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے شہداد کوٹ کارخ کیا۔ جہاں غوث الزمان، سند الفقہاء، حضرت علامہ مفتی خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ الاقدس کی درسگاہ میں داخلہ لیا اور درسی کتب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

شادی: بعد فراغت حضرت خواجہ صاحب نے اپنی صاحبزادی کی شادی، شاہ صاحب سے کرا کر حب اہل بیت کا عملی ثبوت دیا۔ اس طرح پیر تراب علی شاہ حضرت خواجہ کے شاگرد کے ساتھ داماد

بھی بن گئے۔

بیعت: پیر تراب علی شاہ، شیخ طریقت حضرت علامہ سید احمد خالد شامی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون بمبئی) کے دست بیعت ہوئے۔ اور آپ ہی کی کوشش و کشش کی وجہ سے علامہ شامی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں سندھ تشریف لائے۔ اس طرح سندھ کے کئی علماء و سادات علامہ شامی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

لباس و سیرت: شاہ صاحب کے عادات و اطوار اسلامی تہذیب کے مطابق تھے۔ انتہائی سادگی، محبت و اخلاص کے پیکر، اخلاق مصطفوی سے آراستہ، سخی، مہمان نواز، اور ہر وقت مہمان خانہ میں آمد و رفت رہتی تھی۔ نامور صحافی، سیاستدان اور سابق وزیر و سفیر سید علی محمد راشدی اپنی مشہور کتاب میں آپ کی سیرت و لباس کے متعلق رقمطراز ہیں:

کھدر کی قمیض، تہبند، بغل میں تھیلہ جس میں قرآن مجید و دلائل الخیرات شریف، ہاتھ میں عصا یا کلہاڑی، پاؤں میں بلوچستانی جوتہ، یہ تھا شاہ صاحب کا ظاہری لباس اس کے باوجود انہیں دیکھنے کے لئے ہجوم کے قلوب تڑپتے تھے۔ ایک بار ملنے والے ہمیشہ ان کے ہو کر رہے اور بعض تو ہمیشہ کے لئے ان کے پاس ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ (اھی ڈینھن اھی شینھن)

مدرسہ ارشاد العلوم کا قیام: پیر سید تراب علی شاہ راشدی نے تحصیل قمبر کے گوٹھ کور سلیمان میں مدرسہ دار الفیض کے قیام کے بعد اپنے گوٹھ علی خان میں مدرسہ ارشاد العلوم کی بنیاد رکھی۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۴۳۰)

صحافت: شاہ صاحب زیادہ وقت دینی کتب کے مطالعہ میں گذارتے تھے۔ اچھے مضمون نویس تھے اور صحافت سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے "الراشد" نام سے مجلہ جاری کیا جو کہ گوناگوں مصروفیات کے سبب زیادہ عرصہ چل نہ سکا۔

سیاست: تحریک خلافت (۲۰-۱۹۱۹ء) کے دور میں مولوی ابوالکلام آزاد جیسے چرب زبان، گاندھی جیسا مکار اور محمد علی جوہر جیسے جذباتی مقرر میدان عمل میں تھے۔ ایسے عالم میں درویش صفت مولوی حضرات، فقیر صفت پیر صاحبان، مذہب کے نام پر ان کی میٹھی میٹھی باتوں میں آ گئے۔ علماء و مشائخ کو دیکھ کر عوام نے بھی گرم جوشی کا اظہار کیا۔ خلافت کو بحال کرانا دکھاوا تھا، اصل میں گاندھی کی قیامت کا اقرار و اعلان تھا۔ گاندھی مکار نے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا سبق اپنے مولویوں کو پڑھایا۔ یہی خلافتی حضرات انگریز دشمنی کے زبردست مظاہرے کرنے لگے، "خلافت عثمانیہ" کے قیام کے لئے گاندھی کی قیادت میں لوگوں کو جمع کرنے لگے، ہندو مسلم اتحاد کا پیغام گھر گھر پہنچانے لگے۔ خلافتی مسلمان لیڈر جوش میں تھے، ان کا ہوش اڑ چکا تھا اس لئے انہیں آستین کا سانپ نظر نہیں آ رہا تھا۔

خلافتی لیڈروں نے مسلمانوں کو سندھ سے افغانستان ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ یہ ہجرت ہندو لیڈر کی قیادت میں ہو رہی تھی لیکن پھر بھی تعجب ہے کہ ہجرت کرنے والوں میں ایک بھی ہندو نہیں تھا۔ جنہوں نے ہجرت کی وہ روٹی کے لئے بھی ترستے تڑپتے رہے۔ مسلم لیڈروں نے جوشیلے بیانوں کے ذریعے مسلمانوں کی معیشت تباہ کر ڈالی۔ حیرت کی بات ہے آج ان تحریکوں پر فخر کیا جا رہا ہے۔

ایسے دور میں بریلی شریف سے امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی نے آواز حق بلند کیا کہ ایک کافر سے دشمنی، دوسرے کافر سے دوستی کس اصول مسلمہ کے تحت ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ دونوں کافروں (ہندو و انگریز) سے دشمنی کی جاتی۔ کیا گاندھی مکار تمہیں خلافت عثمانیہ بحال کرنے میں مددگار ثابت ہوگا؟

فاضل بریلوی (نور اللہ مرقدہ) کی للکار پر ہوش ٹھکانے لگے، بصیرت والوں کی آنکھیں کھلیں بلکہ سینے چاک ہوئے اور اپنی فاش سیاسی غلطیاں تسلیم کرنے لگے، علماء حضرات اور پیر صاحبان بحر ظلمات سے اس طرح نکلے جس طرح کوئی گہری نیند سے چونک جاتا ہے۔ اور سوچنے لگے کہ چرب زبانی، جذبات اور مکاری کے سبب ہم کیا سے کیا کر گذرے۔ توبہ توبہ کیا زمانہ تھا نہ معلوم کتنوں کے گھر اُجڑے۔

فاضل بریلوی کے فلسفہ کو سمجھ کر محمد علی جناح (قائد اعظم) اور علامہ اقبال (مصور پاکستان) ہندو مسلم اتحاد کے پرفریب جال سے باہر آئے، مسلمانوں کی قیادت کی مسلمانوں کے جداگانہ پلیٹ فارم پر انہیں متحد و منظم کیا۔ مسلسل جدوجہد سے تحریک پاکستان چلائی جس کا نتیجہ قیام پاکستان کی صورت میں سامنے ہے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ "پاکستان کی پہلی اینٹ امام احمد رضا بریلوی نے رکھی تھی"۔

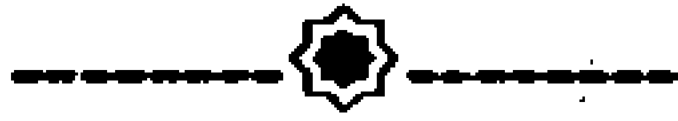
سیاست وادی خارزار ہے اس کو سمجھنے کے لئے صرف عالم و پیر ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین کی نعمت خداوندی و تائید یزدانی بھی ساتھ ہو۔

بہر حال ہم اصل موضوع کی جانب واپس لوٹتے ہیں، تحریک خلافت کو سمجھنے کے لئے اصل حقائق تلخ سہی لیکن بیان کر دیئے۔ حضرت شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھا، تحریک خلافت میں کام کیا۔ آپ کی کوششوں سے ۱۹۲۰ء میں لاڑکانہ میں آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور جیکب آباد میں بھی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے بعد خلافت تحریک کے پلیٹ فارم سے تحریک ہجرت چلائی گئی۔ سندھ کے ہزاروں مسلمان اپنی جائدادیں زمینیں اور ساز و سامان کوڑیوں میں بیچ کر ہجرت کے لئے روانہ ہوئے۔ خلافتی لیڈروں نے ۱۹۲۰ء میں لاڑکانہ سے ایک اسپیشل ٹرین افغانستان بھجوائی۔ پیر تراب علی شاہ اسپیشل ٹرین کو تیار کرنے میں نہایت سرگرم رہے اور قافلہ کو رخصت کرنے کے لئے لاڑکانہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ افغان حکومت نے بے وفائی کی یا دیگر الفاظ میں عقلمندی دکھائی کہ ہزاروں مسلمان واپسی پر اپنی سندھ میں روٹی کے لئے محتاج، اپنے دیس میں بے گھر ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ان حالات نے پیر تراب علی شاہ کو دلی صدمہ دیا۔ سیاسی غلطی پر ندامت ہوئی دل شکستہ ہو کر سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی اور فرمایا: "سیاست ہمارے بس کا کام نہیں" اس لئے دینی وفلاحی کام میں مصروف رہے۔ اس کے ساتھ رشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

وصال:

حضرت پیر سید تراب علی شاہ راشدی نے ۱۹۳۸ء/ ۱۳۵۷ھ کو انتقال کیا۔



مولانا میاں تاج محمد مہر قادری

فقیر باصفا مرید باکمال مولانا میاں تاج محمد صاحب مہر گوٹھ عامل (نزد چک، تحصیل لکھی، ضلع شکارپور) میں تولد ہوئے۔ اپنے بھائیوں سے اختلاف کی بنیاد پر اپنے بڑے بھائی میاں محمد مبارک کے ساتھ عامل گوٹھ سے منتقل ہو کر ایک گوٹھ کو قائم کیا جو کہ "میاں جو گوٹھ" کے نام سے مشہور ہوا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے "میاں جو گوٹھ" (ضلع شکارپور سندھ) میں استاد العلماء حضرت مولانا عبدالحکیم پنہیار قادری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت پیر سید موسیٰ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی والے کے مرید باوفا تھے) سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس کے بعد میاں صاحب حصول علم میں ملتان شریف گئے، وہاں علامہ قاضی نور احمد صاحب بلکانی والے کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا مدرسہ، حضرت حامد محمود مخدوم سید محمد راجن رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف کے قریب دریائے سندھ پر قائم تھا۔ وہیں درسی نصاب مکمل کیا۔

اویسی فیض: دوران تعلیم آپ کے سر میں شدید درد ہوا۔ بہتیرے علاج معالجہ کیا لیکن بے سود حالانکہ خود حضرت قاضی نور احمد صاحب ایک حاذق حکیم تھے لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اتفاقاً سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قادری قدس سرہ (جھنگ پنجاب) کا ایک فقیر وہاں مدرسہ میں مہمان آکر ٹھہرا۔ فقیر نے فرمایا: مولوی صاحب! آپ کا یہ درد کسی بیماری یا مادہ کے سبب نہیں کہ حکیموں کا علاج کارگر ہو۔ یہ ہمارے مرشد کریم حضرت سلطان العارفین کے تصرف وکشش کے سبب ہے۔ اس لئے آپ حضرت کی خانقاہ مقدس پر حاضری دیں انشاء اللہ تعالیٰ مزار شریف کی زیارت کرتے ہی آپ کا دردسر ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا صاحب زیارت کرتے ہی شفایاب ہو گئے اور ڈھائی سال تک مزار شریف پر معتکف رہے اور فیض حاصل کرتے رہے۔ اس طرح آپ اویسی قادری ہوئے۔

آپ ایک مقبول درگاہ الٰہی اور صاحب الحضوری بزرگ تھے۔

مرشد کریم سے عشق: ایک بار بچے راستے میں کھڑے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ مولانا صاحب اپنے مرشد کے نام پر کام کردیتے ہیں، اس لئے کہ انہیں اپنے مرشد سے عشق ہے، اس لئے مرشد کے نام پر انکار نہیں کرسکتے۔ بچوں نے بغرض تماشہ مولانا صاحب سے کہا۔ مولانا صاحب! اپنے مرشد کے نام پر اس تالاب میں ایک غوطہ لگائیں۔ مولانا صاحب مرشد کا نام سن کر سراپا احترام بن گئے، ایندھن کا گٹھا سر سے اتار کر نیچے رکھا اور نہر میں غوطہ لگایا۔ جب ایک بار غوطہ لگا چکے تو پھر بچوں نے مرشد کا واسطہ دیا کہ ایک بار اور غوطہ لگائیں۔ مرشد کے نام پر مولانا صاحب نے نہ جانے کتنی بار غوطہ لگا چکے۔ بچے کھیل تماشہ سمجھ رہے تھے۔ ادھر آپ عشق کے امتحان میں کامیاب نکلے ادھر ایک صاحب نہر پر آنکلے۔ انہوں نے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا اور مولانا صاحب کو باہر نکالا اور ان کے کپڑے نچوڑے اور ان کا گٹھا اور ریوڑ ان کے مکان پر پہنچا دیا۔ سبحان اللہ!

میں مدار جاں سے گزر سکا تو تری کشش کے طفیل میں
یہ ترے کرم کا کمال تھا کہ حصار ذات کو ڈھا دیا

سخاوت: مولانا تاج محمد صاحب ذریعہ معاش کے لئے ریوڑ پالا کرتے تھے۔ ان کا تھوڑا سا دودھ بیچ کر روٹی کے واسطے غلہ خرید لیتے اور باقی دودھ راہ خدا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اس ریوڑ کو عموماً بذات خود چراتے تھے اور جب بھیڑیں چرا کر واپس آتے تو ایندھن کا گٹھا سر پر اٹھا کر لاتے تھے۔

مرشد زادے کا ادب: سلطان حامد (مؤلف مناقب سلطانی) لکھتے ہیں کہ میرے جد امجد نے میرے والد ماجد سے فرمایا۔ بیٹا! اتنے فقیر اور اونٹ لے کر آستانہ گاؤں جاؤ، وہاں سے باگڑ کی لمبی لکڑیاں لاؤ۔ کیوں کہ فلاں کنویں میں پانی کم ہوگیا ہے اس میں کوٹھی بنائی جائے گی۔ آپ نے حکم بجالاتے ہوئے ویسا ہی کیا۔ جب باگڑ کی لکڑیاں دریافت کی تو معلوم ہوا کہ فلاں کنویں میں لکڑیاں فالتو پڑی ہیں انہیں کھینچ کر نکال لو۔ جب ہم اس کنویں پر پہنچے تو غوطہ لگا کر چار لکڑیوں کو چار رسوں سے باندھا۔ جب پانی کی سطح پر آئیں تو ان رسوں کو باہر کے درختوں سے باندھ دیا تاکہ ایک ایک کر کے نکال لی جائے۔ اس کام میں شام ہوگئی۔ چونکہ جلدی تھی اس لئے انہوں نے مولانا تاج محمد کو کہا کہ جلدی آؤ اور اس چوتھی لکڑی کو اچھی طرح کھینچے رہو۔ انہیں خیال تھا کہ جب باقی کے تین رسے باندھ لئے جائیں گے تو پھر اس چوتھے کو بھی باندھ لیا جائے گا۔ اور رات اپنے اپنے مکانوں میں بسر کر کے صبح ان لکڑیوں کو نکال کر اونٹوں پر لاد دیا جائے گا۔ اور اس طرح پھر دوسرے روز کنویں میں اترنا نہیں پڑے گا۔ وہ تمام فارغ ہو کر سوار ہوئے، ساتھیوں کے ہمراہ اپنی منزل کو پہنچے۔ وہاں جا کر مولانا

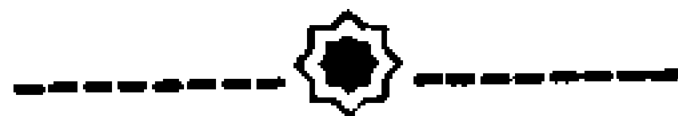
تاج محمد یاد آئے جو کہ ساتھیوں کے ساتھ نہ تھے۔

والد صاحب اسی وقت گھوڑا دوڑایا اور کنویں پر جا کر دیکھا کہ تاج محمد دونوں ہاتھوں سے رسی کو اچھی طرح پکڑے جوں کے توں کھڑے ہیں۔ اور آنکھیں مراقبہ کے لئے بند ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر اس کے ہاتھ سے رسی لی اور درخت سے باندھی اور اسے ساتھ لے لیا اور راستہ میں پوچھا: تاج محمد! رسی کو درخت سے کیوں نہیں باندھا۔ اس نے کہا، مجھے رسی تھام کر کھڑے رہنے کا حکم تھا میں کیوں کر حکم عدول کر سکتا تھا۔ سبحان اللہ!

میاں تاج محمد نے ایک ظالم شخص کو ایک ہی نگاہ سے دربار الٰہی کا خاص بندہ اور صاحب حضوری بنا دیا۔ پھر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ پورے چھ مہینے مسجد شریف میں ایک ہی استغراق میں مراقبہ کئے بیٹھے رہے کہ اس کا سر سینے سے نہ اٹھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں آتا اسے ایک ہی نگاہ سے دریائے توحید میں مستغرق فرما دیتے تھے۔

وصال: میاں تاج محمد مہر نے ۲۷، جمادی الاول ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء کو وصال کیا۔ ساری زندگی خلق خدا کو فیض پہنچایا۔ آپ کا مزار میاں جو گوٹھ ضلع شکار پور میں مرجع خلائق ہے، سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے۔ میاں عبدالحیٔ مہر ساتویں سجادہ نشین ہیں۔

(ماخوذ: مناقب سلطانی طبع قدیم۔ خصوصی پمفلٹ مختصر حالات زندگی مطبوعہ میاں جو گوٹھ ۱۹۹۳ء)



شیخ الادب مولانا تاج محمد آریجوی

حضرت مولانا تاج محمد بن میر خان کھوکھر گوٹھ خیر محمد آریجہ (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۹۰۴ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم خلیفہ اللہ رکھیہ میر بحر اور خلیفہ خدا بخش میر بحر سے حاصل کی۔ تحصیل قمبر (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ ٹھوڑھو میں مولانا کریم داد چانڈیو کے پاس فارسی کا آغاز کیا۔

اس کے بعد سندھ کی عظیم دینی درسگاہ "دارالفیض" گوٹھ سونہ جتوئی (ضلع لاڑکانہ) میں باقاعدہ داخلہ لے کر تعلیم کا آغاز کیا۔ وہیں درس نظامی کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

علم منطق کبریٰ، فلسفہ، حکمت اور علم ادب کے حصول کے لئے لاہور کی نامور دینی وقدیم درسگاہ دارالعلوم نعمانیہ میں داخلہ لیا۔ بعد ازاں دیگر وزیر آباد (گجرات) اور ضلع گجرات (پنجاب) کے گوٹھ کٹھالہ شیخان، ضلع شاہ پور کے گوٹھ بکھر بار میں نامور حکیم مولانا عبدالرسول کے پاس میزان طب، طب

اکبر، قانونچہ، موجز نفیسی اور شرح اسباب جیسی طبی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد گھر واپس لوٹے۔

مدرسہ کا قیام: بعد فراغت اپنے گوٹھ خیر محمد آریجہ میں ۱۴، شوال المعظم ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۳۰ء کو "مدرسہ شمس العلوم" کی بنیاد رکھی، ایک استاد کو مدرس مقرر کر کے خود حصول علم کیلئے پنجاب کا رخ کیا، وہیں سے بعد فراغت مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

حرمین شریفین کا سفر: مولانا تاج محمد نے حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی نیت سے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ حج و زیارت کے بعد مدینہ منورہ میں علامہ عبدالرؤف مدنی ازہری، علامہ عبدالعزیز جرمونی اور علامہ عمر حمدان (صدر مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ) سے صحاح ستہ کا درس لیا۔ اور علامہ عبدالباقی لکھنوی مہاجر مدنی سے علمی سندیں حاصل کی۔ شیخ القراء قاری حسن شاعر مدنی سے علم تجوید حاصل کیا اور مکہ مکرمہ میں بھی قاری محمد اسحاق (مدیر مدرسہ عثمانیہ) قاری امین کتبی (مدیر مدرسہ الفلاح) اور قاری احمد حجازی سے بھی تجوید کی تعلیم حاصل کی۔

بیعت و خلافت: علامہ تاج محمد نے دوران حج مسجد الحرام کے صحن میں حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی قریشی (خانقاہ اتمانزئی شریف تحصیل چارسدہ ضلع پشاور) کی زیارت سے باریاب ہوئے۔ مولانا، پیر صاحب سے بہت متاثر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔

پیر صاحب نے مولانا کو خلافت اور اوراد و وظائف کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

عقیدت: مولانا کو حضور قبلہ عالم، امام العارفین، تیرہویں صدی کے مجدد، حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف راشدیہ کنگری) سے دلی عقیدت و محبت تھی۔ اسی عقیدت نے رنگ دکھایا کہ مولانا نے ایک کتاب مسمّٰی "فیض پیر سائیں روضے دھنی" مرتب فرمائی۔

اس کتاب میں مولانا نے کامل مرشد کے لئے سات شرائط کا بیان کیا ہے اور ہر ایک شرط کو قرآن وسنت کے دلائل سے مزین کیا ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ سات شرائط حضرت پیر سائیں امام العارفین روضے دھنی بادشاہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سجادہ نشین پیران پگارہ تا امام انقلاب، بانی حر تحریک، حضرت پیر سید محمد صبغت اللہ شاہ راشدی شہید قدس سرہ تک تمام میں پائے جاتے ہیں۔

جامعہ ازہر مصر کا علمی دورہ: مولانا تاج محمد نے علمی دورہ کے لئے مصر کا سفر اختیار کیا اور قاہرہ کی بین الاقوامی درسگاہ "جامعۃ الازہر" میں چھ ماہ علمی دورہ کیا۔ وہاں بھی اپنی اعلیٰ ذہانت کے نقش چھوڑے ہیں، جامعہ کے منتظمین آپ سے بہت متاثر ہوئے اور معلم کی حیثیت سے خدمات حاصل کرنا چاہیں لیکن آپ نے معذرت کر لی اور وطن واپس آگئے۔

سیاسی بصیرت: علامہ تاج محمد نے عملی سیاست میں حصہ تو نہیں لیا، لیکن وقت بوقت پاکستان کے حکمرانوں تک اللہ اور ان کے پیارے رسول ﷺ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ مولانا نے "جماعت نورالاسلام" کے نام سے ایک تنظیم بنا رکھی تھی جس کے وہ صدر تھے۔ جس کے تحت ۵، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں بانی پاکستان سے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ ۱۴، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکریٹری کی جانب سے مولانا کو جواب موصول ہوا، جس میں اطمینان دلایا گیا، اسی طرح گورنر جنرل ناظم الدین کے نام بھی مولانا نے تفصیلی خط تحریر کیا، جس میں ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا۔ اس تفصیلی خط میں ارکان اسلام کے قیام کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی، چوری کی سزا، قصاص کو جاری کرنا، بے حیائی و عریانیت کا سدباب اور شراب، جوا، رشوت کے مکمل خاتمہ کا بھی مطالبہ کیا گیا۔

اس خط کے آخر میں مولانا تاج محمد رضائی رقمطراز ہیں:

"جب تک مذکورہ باتوں پر عمل نہ ہوگا تب تک پاکستان اسم با مسمّٰی نہ ہوگا یعنی اس کے قیام کا اصل مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔"

یہ خط خوشخطی اور ڈیزائن کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے، مولانا نے اپنے قلم سے خوشخط بنایا (کتابت کی) اور ۶، صفر المظفر ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء کو چھپوا کر عام کیا۔

اس طرح قیام پاکستان کے بعد مولانا تاج محمد پہلے سنی عالم ہیں، جنھوں نے بانی پاکستان سے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا سب سے پہلے مطالبہ کیا۔

شاعری: مولانا کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ عربی، فارسی، سندھی اور اردو میں آپ کا نعتیہ کلام دستیاب ہے۔ آپ نے "رضائی" تخلص استعمال کیا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کی جمع و ترتیب کا کام باقی ہے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی فہرست میں نامور علماء کے اسماء درج ذیل ہیں:

1- مولانا مفتی محمد صالح نعیمی بھٹو مرحوم بانی مدرسہ نعیمیہ لاڑکانہ
2- مولانا عبدالصمد میتلو مرحوم سابق مدرس جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ
3- مولانا عبدالرحمٰن سہڑو مرحوم (تحصیل ڈوکری) سابق مدرس درگاہ ہمایون شریف
4- مولانا محمد قاسم کلہوڑو (تحصیل قمبر) صدر مدرس مدرسہ عطائیہ نصیر آباد ضلع لاڑکانہ
5- مولانا مفتی الھہ ڈنہ جمارانی سابق مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ

6- مولانا محمد اسحاق چنہ مرحوم سابق خطیب جامع مسجد پولیس ہیڈ کوارٹر لاڑکانہ

تصنیف وتالیف: مولانا تاج محمد آریجوی کو تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی اس لئے درج ذیل کتابیں تحریر کی، لیکن اکثر کتابیں ابھی تک قلمی صورت میں ان کے ورثاء کے پاس ہیں:

1- تحفہ حسینی۔ اس وقت کے کلیکٹر (آج کے ڈی سی) سید الطاف ترمذی کے استفسار پر سندھ کے اہم موضوع کاروکاری پر تحریر کیا۔ طباعت کی تاریخ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء ہے۔

2- کواکب درية در نظم فارسی رساله جزريه (قلمی) تجوید و قرأت پر ۱۳۷۱ھ میں تحریر کیا۔

3- سیف الرسول (عربی، قلمی)

4- نور البصر (سندھی، قلمی) استمداد کے موضوع پر وہابیت کا رد بلیغ

5- فیض پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ الاقدس (سندھی، قلمی)

6- برحاشیہ تفسیر جلالین (سندھی، قلمی)

7- شربت حسینی (اردو، قلمی) اکابر وہابیہ مولوی احتشام الحق تھانوی اور مفتی شفیع دیوبندی (کراچی) کے فتویٰ کا مدلل رد تحریر کیا۔ اور یہی کتاب بعد میں "شہید صداقت" کے نام سے شائع کی گئی۔

8- رہنما عربی (قلمی) 9- رہبر فارسی (سندھی، قلمی)

10- تحرير القوال في ترديد الطلاق المهوّال (موضوع طلاق، قلمی)

11- سبب ایجاب اربع رکعات بعد فرض الجمعة مرة بعد مرة (عربی، قلمی ۱۳۵۸ھ کو مدینہ منورہ میں رسالہ تحریر کیا)

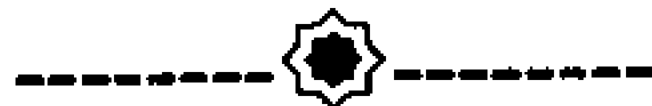
12- تاج الفتاویٰ (تقریباً ۲ جلد قلمی) جس کی ترتیب و تدوین ابھی باقی ہے۔

اولاد: مولانا کو ایک بیٹی اور تین بیٹے تولد ہوئے۔

1- میاں نور اللہ کھوکھر 2- نصر اللہ 3- مولوی کرم اللہ

وصال: علامہ تاج محمد آریجوی نے ۱۳، ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۳ء میں معمولی بیماری کے سبب ساٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ گوٹھ خیر محمد آریجہ (ضلع لاڑکانہ) کی جامع مسجد کے زیر سایہ کامل ولی اللہ حضرت مخدوم شہاب الدین منگریو رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد میں واقع ہے۔

[محترم مولانا غلام مجتبیٰ سندیلو صاحب نے فقیر راشدی کے اصرار پر مولانا آریجوی پر ایک تفصیلی مقالہ تیار کیا۔ یہ مضمون اکثر اسی قلمی سندھی مقالہ سے ماخوذ ہے]



مولانا حافظ تاج محمد کھونہارو

علامہ حافظ تاج محمد بن کھونہارو گوٹھ کڑیو غلام اللہ (تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو) میں ۱۸۴۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: تعلیم کا آغاز گوٹھ ستانی چانڈیو میں مولانا سعد اللہ ستانی چانڈیو سے کیا۔ اس کے بعد ہالا میں درگاہ حضرت مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں ایک عرب قاری صاحب کے پاس قرآن پاک تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد کراچی چلے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہالا سے کراچی تک بغیر کسی سواری کے پاپیادہ آئے تھے۔ یہاں مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ معلم سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کے والد ماجد کے پاس علم تجوید حاصل کرنے کے بعد گوٹھ ستانی واپس آئے اور علامہ سعد اللہ کے پاس بقیہ درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ قطب زمانہ شیخ المشائخ حضرت سید محمد پنھل شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ شریف بٹ سرائی تحصیل میہڑ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

(بروایت مولانا فقیر مختار احمد قاسمی چانڈیو، دادو)

درس و تدریس: بعد فراغت آبائی گوٹھ کڑیو غلام اللہ میں مدرسہ قائم فرما کر درس و تدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا۔

شاعری: مولانا تاج محمد بڑے شاعر، درویش صفت عالم، بے ریا فقیر، نہایت حلیم طبع، خوش مزاج، متوکل، صابر و شاکر اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی شاعری پر کوئی کام نہ ہوا، نہ جمع کیا گیا اور نہ ترتیب دی گئی لیکن آپ کے شاگردوں کے پاس نمونہ کلام محفوظ ہے۔ آپ کی شاعری حمد، مناجات، نعت، مولود، کافی، منقبت اور مداح وغیرہ صنف پر مشتمل ہے۔

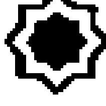
اولاد: آپ کو چار بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ تیسرے نمبر صاحبزادے مولانا محمد اسحاق نے دینی تعلیم حاصل کی اور آپ کی مشن کو جاری رکھا اور تلامذہ میں بھی آپ کا صاحبزادہ محمد اسحاق نامور ہے۔

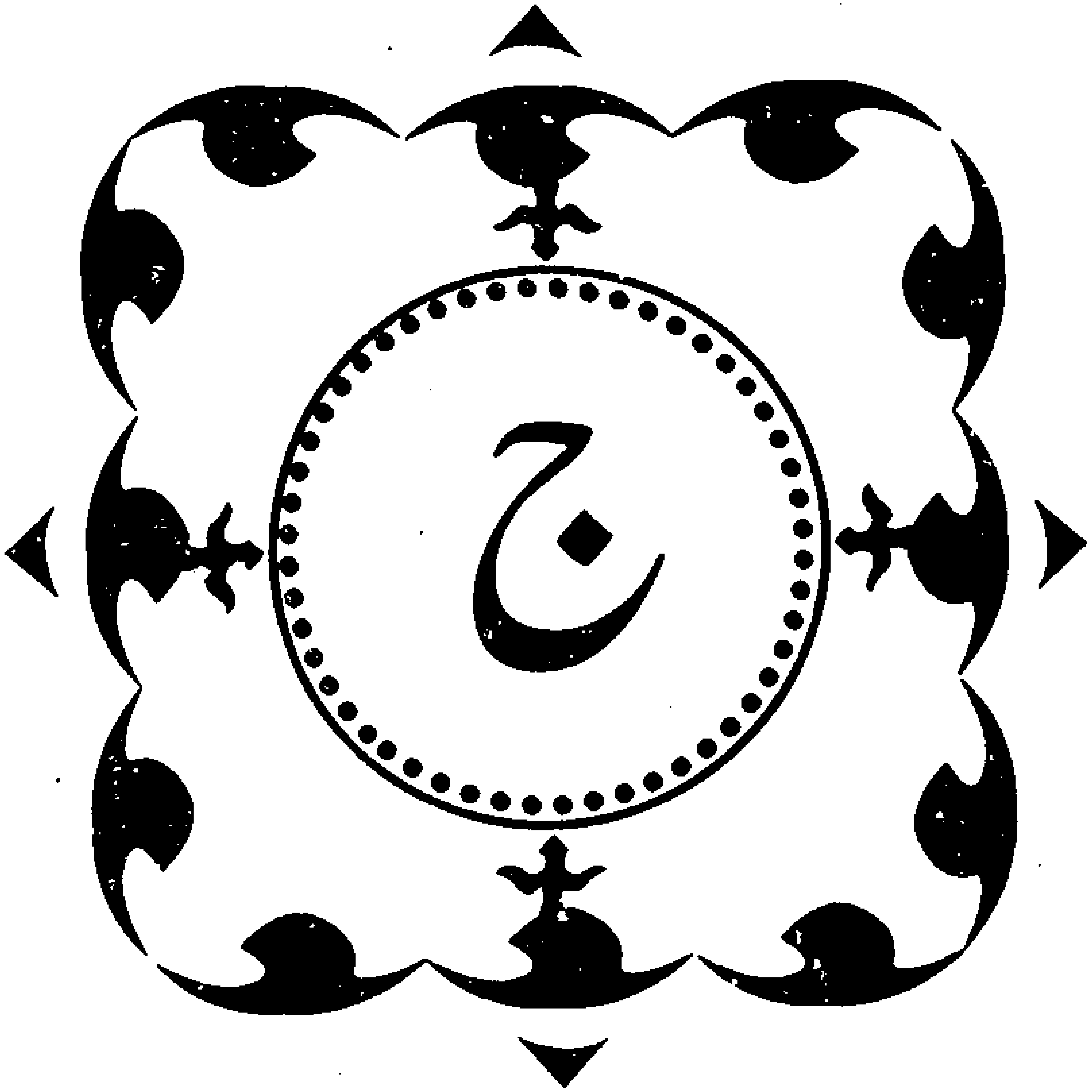
(الرحیم جون ۱۹۷۳ء)

عادات و خصائل: آپ نہایت حلیم طبع، خوش مزاج متوکل اور صابر و شاکر شخصیت کے مالک تھے۔ کھانا پینا اوڑھنا بچھونا سادہ تھا۔ بلا معاوضہ درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ کہتے ہیں کہ آپ دوران درس اس طرح بے خود ہو جاتے کہ دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو جاتے، جب تک ساٹھ ستر طلباء کا درس ختم نہ ہوتا آپ دوسرا کام نہیں کرتے حتیٰ کہ کھانا پینا بھی تناول نہیں فرماتے۔ اس کے علاوہ شب بیداری میں بھی مشہور تھے۔ نماز، تہجد میں ہمیشہ پانچ پارے تلاوت کرتے تھے۔ بعد نماز

ظہر حفظ کی کلاس لیتے تھے۔ بعد نماز عصر دلائل الخیرات کا مقرر وظیفہ پڑھتے تھے۔ بعد نماز عشاء کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ (احمد خان آصف مصرانی بلوچ، الرحیم جون ۱۹۷۳ء)

وصال: مولانا حافظ تاج محمد نے ۱۹۴۱ء/ ۱۳۶۰ھ کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ سید بارن شاہ شہید کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (ماخوذ: سندھ جو شالی کا چھو، ۳۸۳، مطبوعہ ماڑو ضلع دادو)




ج

حضرت مولانا سید جلال الدین چشتی

سلطنت مغلیہ کا آخری دور تھا۔ ہندو مسلم اختلاط اور اکبر بادشاہ کے پھیلائے ہوئے دین الٰہی کی وجہ سے دین اسلام کی ضیاء پاشی ماند پڑ چکی تھی حالانکہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے بڑی حد تک دین الٰہی کے پیدا کردہ فتنوں پر قابو پالیا تھا اور "فتاویٰ عالمگیری" جیسی بلند پایہ کتاب معرض وجود میں آ چکی تھی۔ اسی دور پرفتن میں حضرت مولانا جلال الدین کے آباؤ اجداد نے احیاء دین کی خاطر ہندوستان کی جانب نقل مکانی کی اور ضلع بجنور کے قصبہ سہسپور میں آباد ہوگئے۔ آپ کے خاندان میں کافی علماء و مشائخ گذرے ہیں۔ آپ کے نانا جان حضرت مولانا سید فرید الدین اور ماموں جان حضرت مولانا سید اصغر علی کا شمار وقت کے جید علماء و مشائخ میں ہوتا تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرت صوفی سید عبدالشکور ایک عابد و زاہد شخص تھے۔ شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی ایک نہایت متقی پرہیز گار و نیک سیرت خاتون حضرت برکت فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور ۱۹۱۰ء کی ایک سہانی اور مبارک صبح کو سید جلال الدین تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مولانا جلال الدین نے قریبی مدرسہ میں ۸ سال کی عمر میں کلام پاک ناظرہ ختم کیا ہی تھا کہ والد مکرم کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا اور مسئلہ فکر معاش پیدا ہوگیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی تعلیم کی فکر تھی جب کہ اعزہ کا مشورہ تھا کہ کسی کام کاج پر لگا دیا جائے۔ بالآخر آپ کی والدہ نے جمع شدہ پونجی دے کر چپکے سے حصول علم کے لئے آگرہ روانہ کر دیا۔ آگرہ اس وقت دینی علوم کا مرکز تھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ نے آگرہ میں کلام پاک حفظ کر لیا۔ وقت کے جید علماء سے تعلیم حاصل کی، "مدرسہ شعیب محمدیہ" آگرہ سے بیس سال کی عمر میں رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں نامور علمی شخصیت حضرت مولانا روشن الدین کی تھی۔ جن سے آپ نے خصوصی طور پر استفادہ کیا تھا۔ ان کا سلسلہ اساتذہ چند واسطوں سے حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے نامور فرزند عارف کامل، عاشق خیر الوریٰ حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ النورانی سے جا کر ملتا ہے۔

آپ نے دوران تعلیم بڑی صعوبتیں اٹھائیں، گذر اوقات کے لئے کئی جگہ پر ملازمت اختیار کی۔ لیکن والدہ محترمہ نے جس مقصد کے لئے بھیجا تھا اسے ادھورا نہ چھوڑا۔ اپنے تعلیمی دور کا ایک واقعہ سناتے تھے کہ ہمارے دور میں مدرسوں میں اس قدر آسانیاں نہیں ہوتی تھیں جتنی کہ آج ہیں، طلباء کو

بہت سے کام خود کرنے پڑتے تھے۔ باری باری جنگل سے دو طالب علموں کو روزانہ لکڑیاں کاٹ کر لانی پڑتی تھیں جس سے مدرسہ کے طلباء کا کھانا پکایا جاتا تھا۔ ایک دن میری اور میرے ایک ساتھی کی باری تھی ہم دونوں لکڑیاں کاٹنے جنگل میں چلے گئے اس دوران میرے ساتھی کو پیاس لگی ہم ایک جنگل میں بنے ہوئے گھر کی طرف گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک عورت جوان عمر کی نکلی ہم نے اس سے پانی طلب کیا وہ بولی اندر آجاؤ، ہم دونوں اندر چلے گئے، اس نے جھٹ سے دروازہ بند کر دیا اور میرے ساتھی سے جو بہت خوبصورت جوان تھا بولی کہ پہلے میرا مقصد پورا کرو پھر پانی پلاؤں گی۔ اس نے انکار کیا تو بولی کہ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو میں شور مچاؤں گی اور تم دونوں پکڑے جاؤ گے۔ ہم دونوں نے اس کی بڑی منت سماجت کی لیکن وہ کسی طرح ماننے کو تیار نہ تھی اور دھمکی دیتی کہ جلدی کمرے میں چلو ورنہ میں شور مچا دوں گی۔ بالآخر میرے ساتھی نے کہا کہ ٹھہر میں پیشاب کر آؤں۔ اس نے کہا جاؤ جلدی کر کے آؤ۔ میرا ساتھی پیشاب خانے میں چلا گیا اور باہر نکلا تو اس طرح کہ جسم اور لباس پر غلاظت ملی ہوئی تھی اور عورت کے سامنے رک کر بولا چلو۔ اس عورت نے جو اس کو اس حال میں دیکھا تو سخت غصہ ہوئی اور دروزاہ کھول کر ہم دونوں کو باہر نکال دیا۔ مولانا جلال الدین اپنے مریدین کو یہ واقعہ سنا کر بتاتے تھے کہ طالب علم ایسے ہوتے تھے کہ اپنی عصمت کی حفاظت کرنا خوب جانتے تھے۔

بیعت وخلافت: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تشنگی ہوئی اس لئے مرشد کامل کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ اپنے وقت کے ولی کامل حضرت حاجی سید آل حسن چشتی صابری المعروف کامل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء مدفون پاپوش نگر قبرستان) کی خدمت میں پہنچے تو بہت متاثر ہوئے اور انہیں کے ہاتھ پر چشتیہ صابریہ سلسلہ میں بیعت ہوئے۔

ریاضت: رمضان المبارک میں ہر ترویحہ (چار رکعت تراویح) میں جس قدر کلام پاک سنایا کرتے۔ اس کا ترجمہ مقتدیوں کو سناتے۔ لوگ کمال توجہ سے سنتے، ذرا نہ اکتاتے تھے۔ شب زندہ داری معمول تھی، اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھاتے۔ ایک مرتبہ شبینہ میں ایک رکعت میں ۲۹ پارے سنائے اور باقی ایک پارہ، بقیہ رکعت میں پورا کیا۔

مستجاب الدعوات: خشک سالی میں لوگ دور دور سے دعائے باران کے لئے حاضر ہوتے۔ آپ ان سے فرماتے جو کہوں گا وہ کرو گے۔ لوگ اقرار کرتے۔ آپ فرماتے: "خوب روؤ پھر خود بھی خوب روتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں بصد عجز وانکسار دعا کرتے پھر یہ ہوتا کہ آسمان پر بادل چھا جاتے اور بارش ہوتی"۔

خطابت: فارغ التحصیل ہونے کے بعد آگرہ (انڈیا) کی عیدگاہ مسجد میں امامت اختیار کی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد لوگوں کے اصرار پر مسجد خواجہ سراء آگرہ تشریف لے گئے اور تقسیم ہند تک اسی مسجد میں خدمات انجام دیتے رہے۔ آگرہ میں آپ کے وعظ کی دھوم مچی ہوئی تھی دور دراز سے لوگ وعظ سننے آپ کی مسجد میں آتے تھے۔

ایک بار انبالہ شہر میں ایسا ہوا کہ کچھ طوائفیں آپ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہمارے ہاں بھی واعظ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: وعظ کی فیس لیتا ہوں۔ وہ بولیں ہم دے دیں گے۔ آپ حسب وعدہ ان کے ہاں وعظ کے لئے تشریف لے گئے اور ایسا مدلل بلیغ اور پراثر وعظ کیا کہ سامعین مع طوائفیں رونے لگیں۔ وعظ کے اختتام پر فرمایا: میری فیس دو۔ طوائفیں بولیں: آپ کیا فیس لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میری فیس روپیہ پیسہ نہیں ہے وہ کچھ اور ہے۔ وہ بولیں آپ کو کیا چاہئے؟ آپ نے فرمایا: میری فیس یہ ہے کہ تم اس برے پیشہ سے توبہ کرو اور آئندہ نیک زندگی بسر کرو۔ تمام طوائفوں نے اسی وقت اس پیشہ بد سے ہمیشہ کے لئے توبہ کی۔ آپ نے بستی والوں سے فرمایا: تمہارے جوان آگے آئیں اور ان سے نکاح کریں انہیں بیوی بنا کر عزت دیں تاکہ یہ اپنی آئندہ زندگی شرافت و نیکی پر گذار سکیں"۔

مولانا سید جلال الدین کو قرآن حکیم کی قرأت میں کمال حاصل تھا، صبح مسجد شریف میں قرات فرماتے تو راستہ میں چلتے ہوئے لوگ رک جاتے اور سننے میں محو ہو جاتے۔ عورتوں کو یہ احساس تک نہ ہوتا تھا کہ ان کے سر پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ہے۔ آپ نے ہند میں ہندوؤں پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے بھی کئے اور بعض اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

پاکستان میں قیام: قیام پاکستان کے بعد انڈیا سے پاکستان کے بین الاقوامی شہر کراچی تشریف لائے اور کھارادر میں باغ زہرہ اسٹریٹ پر واقع اوکھائی میمن مسجد میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ کراچی میں تقریباً ۳۴ سال کا عرصہ تبلیغ دین، ترویج مسلک اہل سنت میں گذارا۔ بعد نماز عشاء درس قرآن مسلسل دیتے تھے۔ آپ کے مرشد کریم بھی ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور لیاقت آباد کراچی میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ٹاور سے پیدل لیاقت آباد مرشد کریم کی زیارت کو جانا آپ کا معمول تھا۔ اگر دروازہ بند ہوتا تو مرشد کریم کے دروازہ پر دستک دینا خلاف ادب سمجھتے اس لئے گلی میں بیٹھ کر انتظار کرتے۔

شادی و اولاد: آپ نے مسجد خواجہ سرائے آگرہ میں امامت کے دوران نکاح کیا۔ آپ کی اہلیہ سے دو بیٹے (۱) سید محمد حسن (حنیف) (۲) سید محمد بشیر حسین اور چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔

(عرفان منزل مصلح الدین نمبر کراچی ۱۹۸۵ء ص ۴۰)

وصال: مولانا سید جلال الدین نے ۱۲، جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ بمطابق ۸، اپریل ۱۹۸۲ء کی شب جمعرات کو ۷۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ بروز جمعرات نماز جنازہ حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار پرانوار کراچی کے پاپوش نگر قبرستان میں "احاطہ کامل شاہ" میں مرجع خلائق ہے۔ (ماخوذ: حیات عارف کامل مطبوعہ کراچی)



حضرت مولانا جلال الدین سنگراسی (تھر)

استاد العلماء، صحرائے تھر کے روشن مینار حضرت مولانا حاجی جلال الدین سنگراسی بن حاجی دین محمد عرف حاجی الہڈ نے ۱۹۲۶ء کو گوٹھ بوہٹ تحصیل چھوٹن ضلع باڑمیر صوبہ راجستھان (انڈیا) میں تولد ہوئے۔ آپ کی نویں پشت میں مہران (جو کہ راجپوت سوڈھو تھے) درگاہ شریف حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا سہروردی قدس سرہ الاقدس (ملتان) کے کسی سجادہ نشین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اس دور سے اس خاندان کا خاندان غوثیہ کے بزرگان دین سے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے والد حاجی دین محمد، مخدوم میاں ولایت علی سہروردی (درگاہ بکیر اشریف تحصیل ٹنڈو الہیار) سے بیعت تھے۔

تعلیم وتربیت: حاجی دین محمد سنگراسی نے اپنے بیٹے جلال الدین کو اپنے بھتیجے حافظ محمد عالم کے مکتب میں بٹھایا جہاں جلد قرآن شریف ناظرہ ختم کیا اور دینی ضروری تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حافظ امام الدین چنہ (بلھیاری) کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ حافظ صاحب اہل اللہ اور نہایت متقی پرہیزگار تھے اور فارسی پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اپنے ہونہار طالب کا فارسی کی تعلیم سے سینہ مالا مال کیا اور دوسری طرف آپ نے اسکول سے فائنل کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد عربی کی تعلیم کے لئے تھر کی مشہور و معروف دینی درسگاہ مدرسہ مظہر الحق والہدایہ راوتسر میں داخلہ لیا۔ عربی کا پہلا سبق تھر کے مشہور و معروف عالم دین مولانا محمد امین ساند (مفتی محمد جام نقشبندی کے نانا تھے) سے لیا۔ سبق دینے سے پہلے فرمایا: "میں نے عربی کا پہلا سبق آپ کے نانا سے لیا تھا ٥" راوتسر کے علاوہ ڈیلے والے مدرسہ میں مولانا رسول بخش چانڈیو کے پاس، اس کے بعد کافی عرصہ گوٹھ ولی داد پلی میں مولوی ہدایت اللہ تونیہ نوابشاہی کے پاس تعلیم حاصل کی۔ مولوی ہدایت اللہ اس مدرسہ سے رخصت حاصل کر کے میرپور خاص کے قرب و جوار میں کسی گوٹھ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے تو مولانا جلال الدین استاد کے ساتھ اسی مدرسہ میں آگئے۔ وہ قیام پاکستان کے دن تھے۔ ہندوستان سے مسلمان کھوکھراپار کے راستہ سے میرپور خاص پاکستان آرہے تھے، آپ طالب علم تھے اس کے باوجود

مہاجرین کی اخلاقی وخوراکی امداد کی۔ اس کے بعد مولانا مرید علی ہالیپوتہ سے اسباق پڑھے جو کہ سندھ کے نامور عالم دین صحرائے تھر کے استاذ الکل حضرت علامہ محمد عثمان قرانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ بالآخر مولانا جلال الدین کی دستار فضیلت راجستھان کے مشہور عالم دین، صاحب کشف وکرامت حضرت مولانا حبیب اللہ سمون کے آستانہ عالیہ تامیلھیار پر ۱۹۵۰ء کو ہوئی۔

بعد فراغت ایک عرصہ تک اہل سنت کے نامور عالم دین، فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالحق ساند المعروف مولوی سانوائی سے اختلافی مسائل میں خوب استفادہ کیا۔ مولانا جلال الدین کو مولانا ساند سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ مولانا ساند اہل سنت و جماعت کے یگانہ عالم اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مولانا جلال الدین نے مدرسہ غوثیہ مجددیہ حقانی میں "حقانی" جو نام رکھا ہے یہ علامہ عبدالحق ساند کی جانب منسوب ہے۔

بیعت: مولانا جلال الدین نے علم ظاہری کی تکمیل کے بعد تزکیہ نفس کے لئے کامل پیر کی ضرورت محسوس کی۔ اس لئے کچھ (ہندوستان) کے مشہور بزرگ پیر طریقت حضرت سید محبوب حسین شاہ جیلانی (لونی شریف) کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔

سید صاحب، متبحر عالم دین، اور کشف وکرامت کے صاحب تھے۔ آپ کے جد کریم حضرت سید علی اکبر شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے کامل ولی اللہ تھے۔ جیلانی بادشاہ کو پیر طریقت حضرت میاں ولی محمد ملا کاتیار رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ شریف ملا کاتیار ضلع حیدرآباد) سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت واجازت ملی ہوئی تھی۔ آج کل آستانہ لونی شریف (کچھ، راجستھان) میں "فیض اکبری" کے نام سے عظیم دینی درسگاہ قائم ہے۔ جس کی کئی شاخیں راجستھان میں مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

خطابت: آپ صحرائے تھر میں دینی محافل کا اہتمام کرتے تھے، دور دراز گوٹھوں میں جا جا کر دین کا پیغام پہنچاتے۔ تھر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے منعقد کرتے جس میں آپ خصوصی خطاب فرماتے۔ آپ نے تقریر کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ ذریعہ تبلیغ سمجھ کر ادا کرتے۔ بیماری وعلالت کے باوجود تقریر میں ناغہ نہیں فرماتے۔ آپ کی تقریر ناز وانداز سے پاک، بالکل سادہ ہوا کرتی، مضمون کو احسن طریقے سے بیان کر کے بات کو دل ودماغ میں خوب بٹھاتے تھے۔

آپ کی تقریر کے پسندیدہ موضوعات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت وعظمت، فضائل وکمالات، شان معجزات، فضائل درود شریف اور اصلاح معاشرہ تھے۔

درس وتدریس: مولانا جلال الدین سنگراسی بعد فراغت اپنے گوٹھ میں مدرسہ قائم کیا اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ وہاں قیام کے دوران نادر نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کیا

تھا۔ لیکن ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران پاکستان ہجرت کی تو مال ملکیت اور کتابوں کا ذخیرہ وہیں رہ گیا۔ تھر کے مختلف گوٹھوں میں قیام کیا بالآخر اپنی برادری کے ہمراہ ۱۹۷۱ء کے بعد دھاکلو میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ جہاں بھی رہے درس کا عمل جاری رکھا۔

۱۹۷۳ء کو دھاکلو (تحصیل چھاچھرو ضلع تھرپارکر مٹھی سندھ) میں مسجد شریف کے ساتھ ایک دینی درسگاہ بنام "مدرسہ غوثیہ مجددیہ حقانی" کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ کا نام نسبتوں سے جگمگا رہا ہے خاندانی پیر غوث بہاء الدین زکریا سہروردی کی نسبت سے غوثیہ، دادا پیر مجدد الف ثانی سرہندی کی نسبت سے مجددیہ اور استاد محترم علامہ عبدالحق کی نسبت سے حقانی نام تجویز فرمایا۔ مدرسہ کی تعمیر و ترقی اور تعلیم و تربیت کے پروگرام کو وسعت دینے کے لئے دیگر اساتذہ کا بھی اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک لائبریری بھی قائم کی جس میں کافی نایاب و کم یاب کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ آپ کو درس و تدریس سے عشق تھا، صحرائے تھر میں دن رات مسلسل درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اہل سنت و جماعت کو علماء کی کھیپ تیار کر کے دی جو کہ صحرائے تھر میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ڈنکے بجا رہی ہے۔

تلامذہ: حضرت مولانا جلال الدین سنگراسی کے تلامذہ کثیرہ میں سے چند نامور نام درج ذیل ہیں:

- صاحبزادہ مولانا حاجی عبدالرحمٰن سنگرسی دھاکلو
- صاحبزادہ مولانا حاجی علی محمد سنگراسی دھاکلو
- مولانا حاجی عبدالرحیم سمیجو
- مولانا محمد حنیف سموں
- مولانا شکر الدین سمیجو
- مولا یار محمد رضا
- مولانا محمد خان حقانی
- مولانا ہدایت اللہ
- مولانا عمر الدین سموں
- مولانا کمال الدین سموں
- مولانا امجد علی ریگستانی

- ☆ مولانا محمد احسان سنگراسی
- ☆ مولانا عبدالمتین راہمون
- ☆ مولانا عبدالرشید کاچھیلو
- ☆ مولانا محمد سلیم سنگراسی
- ☆ مولانا محمد منظور سمیجو
- ☆ مولانا محمد سلیم سمیجو
- ☆ مولانا محمد خان ربانی
- ☆ مولانا عبدالصمد راہمون

معمولات: مولانا جلال الدین، پیر طریقت حضرت مولانا محمد اسحاق علیہ الرحمۃ سجادہ نشین درگاہ ملا کاتیار کے عقیدت مند تھے ان سے گھنٹوں صحبت فرماتے اور اکثر گفتگو دونوں بزرگوں کی فارسی میں ہوا کرتی تھیں۔ سال میں دو تین بار درگاہ ملا کاتیار حاضری دیتے تھے۔ اسی طرح ملتان شریف

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، بکیرا شریف اور حضرت مولانا محمد قاسم کالرو رحمۃ اللہ علیہ کی مزارات مقدسہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔

مولانا صاحب درود شریف کا کثرت سے ورد کیا کرتے تھے۔ درود شریف کا خاص اہتمام فرماتے اور لوگوں کو درود شریف کی کثرت سے تلاوت کے لئے تیار کرتے تھے۔ آپ نے تھر میں "محفل درود شریف" کا خاص اہتمام فرما کر تھر میں درود شریف کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا۔ روزانہ بعد نماز فجر اور بعد نماز جمعہ کپڑے بچھائے جاتے اور چیلوں پر درود شریف پڑھا جاتا۔ اس کے بعد نعت خوانی ہوتی۔ رمضان شریف میں بعد نماز تراویح درود شریف کا اہتمام ہوتا اور دلائل الخیرات شریف کا بھی ورد روزانہ جاری رکھتے تھے چاہے سفر ہو یا حضر، عمل برابر جاری رہتا۔

صورت وسیرت: حسین صورت، سفید ریش، سر پر عمامہ، کرتہ اور تہبند، ہاتھ میں عصا، نشست و برخاست سنت نبوی کے مطابق بلکہ سنت نبوی کا جیتا جاگتا نمونہ تھے، سادگی کے پیکر اور اخلاق و محبت کے مجسمہ تھے۔ سخی، مہمان نواز، متقی، پرہیزگار، شب خیز، آل رسول کے شیدائی، محب صحابہ کرام، صابر، شاکر، اور غریبوں کے ہمدرد وساتھی، مصیبت زدوں کا مددگار تھے۔

مسجد کا قیام: آپ نے کئی مساجد و مدارس کی بنیاد رکھی۔ ایک بار خود بتایا کہ انہوں نے میر پور خاص ریلوے پلیٹ فارم پر مسجد شریف کی بنیاد رکھی۔ جو کہ آج بھی اذان وصلوۃ، ذکر وفکر سے آباد و شاد اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

سماجی خدمات: آپ نے عوام الناس کی سہولیات کو مدنظر رکھ کر دھاکلو میں اسکول، ہسپتال، ٹیوب ویل اور کنویں قائم کروائے۔ جہاں سے مسلمان بلا امتیاز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور فائدہ اٹھاتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

وصال: حضرت مولانا جلال الدین سنگراسی نے ۲۰، ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲۸، اپریل ۱۹۹۷ء شب پیر ایک بجے ۷۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دھاکلو میں آپ کی مزار مرجع خلائق ہے اور ہر سال عرس مبارک نہایت عقیدت سے منعقد ہوتا ہے۔ (ماخوذ: ویا لعل لذی مطبوعہ دھاکلو ضلع تھر پارکر)

صحرائے تھر کے اکابر علمائے اہل سنت:

ویالعل لذی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ تھر میں اہل سنت و جماعت کی نامور علمی شخصیات گذری ہیں۔ ان کی قد آور شخصیات پر مشتمل کتاب یا کم از کم مفصل مضامین تحریر کرنے چاہئے۔ مواد کی عدم دستیابی کی صورت میں یہاں ان کے اسماء گرامی پر اکتفا کرتے ہیں اور دار العلوم غوثیہ کے فضلاء سے

استدعا کرتے ہیں کہ وہ ان شخصیات پر ضرور کام کریں۔

۞ مفتی اعظم تھر حضرت علامہ عبداللہ اکبری ولہاری قدس سرہ کھنبھر وشریف نزد دھورو نارو ضلع عمرکوٹ

۞ استاد الکل حضرت علامہ محمد عثمان قرانی مجددی قدس سرہ

۞ حضرت علامہ مفتی عبدالحق چانڈیو — مدرسہ راوتسر

۞ حضرت مولانا مفتی عبدالہادی چانڈیو — راوتسر

۞ حضرت مولانا محمد اسماعیل دل — بسارنی شریف تحصیل نگرپارکر

۞ حضرت مولانا غوث محمد بھرگڑی — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت مولانا مرید علی ہالیپوتہ — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت مولانا حبیب اللہ سموں — آستانہ تامیلھار راجستھان

۞ حضرت مولانا ولی محمد راہموں — گوٹھ گھاگھڑو اسٹیشن ضلع باہرمیر

۞ حضرت مولانا احمد دل بن حضرت مولانا محمد اسماعیل — بسارنی شریف

۞ حضرت مولانا محمد سلیمان منگریو — گوٹھ نیاڑی

۞ حضرت مولانا محمد عالم چانڈیو — راوتسر

۞ حضرت مولانا عبدالواحد دل — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت حافظ محمد اسحاق جیتر اڑ — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت مولانا محمد حسن گلال — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت مولانا محمد علی جونیجو — شاگرد علامہ قرانی

۞ حضرت مولانا جان محمد میون

۞ حضرت مولانا محمد صالح درس — جانپاریو

۞ حضرت مولانا علامہ محمد امین گوہر سانند — گوٹھ ساھوساند تحصیل نگرپارکر

۞ حضرت مولانا علامہ عبدالحق سانند — المعروف مولوی سانوئی

۞ حضرت مولانا حامد اللہ سانند — بہ شریف تحصیل نگرپارکر ضلع تھرپارکر

۞ حضرت مولانا محمد عالم جونیجو

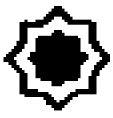
۞ حضرت مولانا محمد داؤد جنجھی

۞ حضرت مولانا عبدالمجید سموں — ساکن کونھاریہ

۞ حضرت مولانا عبدالمجید نقشبندی صدر مدرس دارالعلوم صوفیہ حنفیہ گوٹھ واگھی جودیرو تحصیل نگرپارکر

- مولانا عبدالرشید بن مولانا حاجی تاج محمد ساند گوٹھ پھٹاریہ تحصیل نگرپارکر
- مولانا محمد عالم — ساکنِ مٹھڑیہ
- مولانا محمد امین چانڈیو — ساکن ٹاکھی ضلع عمرکوٹ
- مولانا حاجی عبدالغفور — ساکن کنری ضلع عمرکوٹ
- مولانا الحاج محمود درونجھ
- مولانا حافظ عبداللطیف — گوٹھ وینجھیاری تحصیل مٹھی تھرپارکر

نوٹ: ان حضرات سے متعلق اگر مواد میسر ہوا تو تیسری جلد میں لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان حضرات کے متوسلین اور دیگر علاقوں کے علماء کے عزیز و اقارب اپنی دینی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے علماء اہل سنت کے حالات قلمبند کر کے انہیں زندہ رکھیں ہر دور کے لئے۔ (راشدی)



مولانا سید جمال الدین شاہ کاظمی چشتی

مولانا سید جمال الدین شاہ کاظمی بن پیر طریقت حضرت سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی چشتی (متوفی ۱۹۹۳ء) آستانہ خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی (پنجاب) میں ۲۸، اگست ۱۹۴۶ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنا بچپن اپنے بزرگوں کے زیر سایہ گذارا۔ ابتدائی تعلیم خواجہ آباد اور ملحقہ گاؤں دلیوالی میں حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے اپنا آبائی گاؤں چھوڑ دیا اور دینی تعلیم کے حصول کیلئے جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف (ضلع خوشاب) میں داخل ہو گئے۔ یہاں آپ استاد العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی اور حضرت علامہ عبدالحق بندیالوی سے اکتساب علم میں مشغول رہے۔ اس کے بعد واں بھچراں (ضلع میانوالی) بھکھی شریف (ضلع منڈی بہاؤ الدین) سیال شریف (ضلع سرگودھا) مردان (سرحد) جامعہ نعیمیہ (لاہور) اور دارالعلوم امجدیہ (کراچی) کے مدارس میں دینی تعلیم کی تحصیل میں مصروف رہے۔

خانقاہوں کے عام صاحبزادگان کے برعکس آپ نے عیش و آرام کی زندگی کو ترک کر کے سفر کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے دینی تعلیم مکمل طور پر حاصل کی۔ (نوائے وقت کراچی ۲۲، جولائی ۲۰۰۱ء) ۱۹۶۶ء میں آپ کو دورہ حدیث پاک پڑھنا تھا۔ طے یہ ہوا کہ صحاح ستہ سبقاً سبقاً پڑھی جائے۔ اس لئے مدرسہ شمس العلوم نصیریہ خواجہ آباد شریف میں استاد العلماء علامہ حافظ غلام محمد تونسوی کا تقرر ہوا۔ سال بھر دورہ حدیث پاک کے اسباق جاری رہے، سال کے آخر تک صحاح ستہ مکمل ہوا۔

دستار بندی اور جانشین کا تقرر: شعبان کے ابتدائی ایام میں حضرت سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی نے دربار خواجہ آباد شریف کے زیر سایہ ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں مریدین کے علاوہ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف بطور مہمان خصوصی تشریف لائے۔ مولانا سید جمال الدین شاہ کاظمی کی حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہونے پر دستار فضیلت باندھی۔ اور چند خصوصی سندوں سے حدیث پاک کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کے والد ماجد سید غلام کمال الدین شاہ کی درخواست پر آئندہ کے لئے جانشین مقرر کرتے ہوئے خلافت بھی عطا فرمائی۔ آخر میں اوراد چشتیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

بیعت و خلافت: واضح ہوا کہ آپ اپنے والد ماجد کے منظور نظر، دست بیعت و جانشین تھے اور حضرت خواجہ کے چشتیہ سلسلہ میں خلیفہ تھے۔

شمس العلوم کی تعمیر: خانقاہ خواجہ آباد پر آپ کے والد ماجد نے دینی درسگاہ شمس العلوم نصیریہ کیلئے مختصر کچی جگہ تعمیر کی تھی جب کہ آپ نے ۱۹۷۲ء میں آٹھ کنال اراضی پر شمس العلوم نصیریہ کا سنگ بنیاد رکھا اور مسلسل جدوجہد و کاوش سے چھ کمروں بمع برامدہ پر مشتمل عظیم الشان عمارت پایہ تکمیل کو پہنچی۔

تحریک نظام مصطفیٰ: ۱۹۷۶ء میں ملک میں عام انتخابات ہوئے لیکن "قومی اتحاد" نے نتائج کو صحیح تسلیم نہ کرتے ہوئے تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک "تحریک نظام مصطفیٰ" صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ دھار گئی۔ عوام اہل سنت بھٹو کے سوشلزم کے خلاف اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی تحریک میں قوت پیدا کرنے کیلئے رضاکارانہ طور پر گرفتاریاں دینے لگے۔ چنانچہ آپ نے بھی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے حکومت کے خلاف اہالیان میانوالی کے تعاون سے ایک زبردست جلوس نکالا جس سے انتظامیہ بوکھلا گئی اور آپ کو گرفتار کرنے در پے ہوگئی بالآخر آپ کو گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ اس وقت آپ جمعیت علماء پاکستان ضلع میانوالی کے جنرل سیکریٹری تھے جب کہ حضرت علامہ سید غلام فخر الدین گانگوی چشتی (مہتمم مدرسہ شمس العلوم گانگی شریف ضلع میانوالی) ضلعی صدر تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے سلسلے میں آپ نے ڈھائی ماہ سے زائد عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

قمر العلوم فریدیہ کا قیام: ۱۹۷۹ء میں آپ مستقل طور پر کراچی تشریف لے آئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کے نام سے ماری پور روڈ ٹرک اسٹینڈ لیاری کراچی میں جامعہ قمر العلوم فریدیہ دینی درسگاہ قائم کی۔ مختصر مدت میں قمر العلوم کو ایک شاندار عمارت کے علاوہ معیاری دینی درسگاہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

قمر العلوم میں آپ کا کتب خانہ بھی شاندار ہے۔ آپ فراغت کا وقت مطالعہ میں گزارتے تھے۔

کراچی سے اسلام آباد لانگ مارچ: ۹، جولائی ۱۹۸۶ء کو آپ نے براعظم ایشیا کی تاریخ میں وہ بے مثال کارنامہ انجام دیا کہ آئندہ بھی اسے سنہری حروف میں لکھا جائے گا، آپ نے پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے حکومت وقت پر یہ باور کرانے کے لئے کہ باسیان پاکستان کی اہم ضرورت نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ کراچی تا اسلام آباد تک اپنے ایک سو رفقا، و مریدین کے ساتھ پیدل لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔ ظاہراً یہ اعلان بڑا عجیب معلوم ہوتا تھا کہ جولائی کی شدید ترین گرمی میں سترہ سو کلومیٹر کا طویل سفر کس طرح طے کیا جائے گا۔

لیکن آپ کی مستقل مزاجی نے اس اعلان کو حقیقت کا جامہ پہنا کر سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ اتنی بڑی جدوجہد، دنیاوی تمام مفادات سے قطع نظر ہو کر صرف اور صرف نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے تھی۔

غلامانِ مصطفیٰ کا یہ قافلہ ۳۱، اگست ۱۹۸۶ء کو راستہ کی تمام مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہوئے اور راستہ میں آنے والے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے عوام اہل سنت کی جانب سے استقبالی الوداعی جلسے اور دعوتوں کی صورت میں ملنے والی محبتوں کو سمیٹتا ہوا بالآخر اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا لیکن ظالم و غاصب حکمرانوں نے اس عظیم قربانی سے صرف نظر کرتے ہوئے کاروان نفاذ نظام مصطفیٰ کو "صدر ہاؤس" اور پارلیمنٹ سے دور رکھنے کے ولئے لیاقت باغ راولپنڈی کے قریب اس مختصر پرامن قافلہ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور کاظمی صاحب سے مذاکرات کی درخواست کی۔ مذاکرات میں حکومت کے نمائندوں نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا۔ جس کے بعد یہ احتجاجی پروگرام ختم کر دیا۔

جہاد افغانستان: ۱۹۸۹ء میں کاظمی صاحب جہاد افغانستان میں کمیونسٹ ملک روس کے خلاف مجاہدوں کے شانہ بشانہ صف آرا ہوئے۔ ۹۴۔۱۹۹۵ء میں دوبارہ جہاد افغانستان میں اپنے بیالیس (۴۲) ساتھیوں سمیت تشریف لے گئے۔ ۱۹۹۸ء میں طالبان کے جہاد میں بھی طبیعت کی ناسازی کے باوجود شریک رہے۔

تحریک اسلامی انقلاب کا قیام: ۱۹۹۰ء میں آپ نے تحریک اسلامی انقلاب کا قیام عمل میں لائے۔ اس تحریک کے موسس و امیر آپ خود ہی تھے۔ تحریک کے پلیٹ فارم سے آپ نے ملک بھر میں شمولیت کی دعوت دی، کئی دورے کئے، عوام الناس کو تقریر و تحریر کے ذریعے اسلامی نظام کے نفاذ کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کیا۔

ان دنوں آپ نے فقیر راقم سے رابطہ کیا اور اپنا لٹریچر لاڑکانہ بھجوایا تھا، فقیر نے چند مشورے اور تجاویز بھی ارسال کی تھیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کے انتقال سے تحریک ہی ختم ہو گئی ہے۔ انفرادی

تحریکوں کا اکثر یہی حال ہوتا ہے۔

تصنیف و تالیف: آپ نے تحریکی مصروفیات کے باوجود تحریری خدمات بھی انجام دیں۔ ان میں سے بعض کتب کے نام درج ذیل ہیں:

1- اسلام اور عورت کی حکمرانی
2- اسلامی نظام اور ایمانی تقاضے
3- اسلامی نظام اور مغربی جمہوری پارلیمانی نظام
4- مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں
5- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
6- گل گلستان اہل بیت (حالات زندگی حضرت سید عبداللہ شاہ غازی، کلفٹن، کراچی)
7- تحریک اسلامی انقلاب کے اغراض و مقاصد اور لائحہ عمل

تمام کتابیں قمر العلوم فریدیہ میں قائم تحریک اسلامی انقلاب کے دفتر سے شائع ہوئیں اور ملک بھر میں مفت تقسیم ہوئیں۔

اولاد: آپ کو دو بیٹے تولد ہوئے:

- مولانا سید محمد فرید الحسنین شاہ کاظمی مہتمم قمر العلوم فریدیہ کراچی
- مولانا حافظ محمد فاروق انور شاہ کاظمی

وصال: مولانا سید جمال الدین شاہ کاظمی ۱۷، مئی ۱۹۹۹ء کو کراچی کے دورے پر تھے۔ یہیں آپ کی طبیعت سخت ناساز ہوگئی، جس کی وجہ سے آپ کو ہسپتال داخل کرنا پڑا، ہسپتال میں پانچ روز بے ہوش رہنے کے بعد جیسے ہی آپ کو ہوش آیا تو آپ نے انتہائی نگہداشت کے وارڈ آئی سی یو میں ہونے کے باوجود اپنے بڑے صاحبزادے فرید کو حکم دیا کہ آپ لائبریری سے فلاں فلاں کتابیں فوراً لے آئیں تاکہ میں اپنی زندگی کا آخری فتویٰ مکمل کرلوں۔ انتہائی نگہداشت وارڈ کے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ دونوں بازوؤں میں خون کی ڈرپس لگے ہوئے تھے اور موت و زندگی کی کشمکش کے عالم میں آپ نے اپنی زندگی کا آخری فتویٰ (مستحقین زکوٰۃ، قرآن کی نظر میں) لکھا۔

۱۹، جولائی ۱۹۹۹ء کو بروز پیر ۵۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی تجہیز و تدفین آپ کے آبائی گاؤں خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں ہوئی۔

نماز جنازہ آپ کے استاد محترم استاد العلماء علامہ عبدالحق بندیالوی نے پڑھائی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد فاروق انور کاظمی آستانہ خواجہ آباد کے سجادہ نشین اور بڑے صاحبزادے مولانا سید محمد فرید الحسنین کاظمی، قمر العلوم فریدیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔

[ماخوذ: روزنامہ نوائے وقت ۲۲، جولائی ۲۰۰۱ سوانح حیات حضرت سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی مرتبہ: صاحبزادہ فرید الحسنین مکتبہ کاظمیہ، قمر العلوم کراچی]

--------۞--------

مولانا سید جمیل احمد کاظمی

مولانا حافظ حاجی سید جمیل احمد کاظمی بن مولانا سید مختار احمد کاظمی امروہہ (یوپی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے والد ماجد سے کیا۔ حفظ قرآن اور علم کی تحصیل کے لئے مدرسہ عالیہ رامپور (انڈیا) کا انتخاب کیا۔ وہیں حافظ عبدالعزیز سے قرآن حکیم حفظ کیا۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں اپنے برادر اکبر شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا سید خلیل احمد کاظمی محدث امروہہ رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت تھے۔

اولاد: آپ کی کل اولاد چھ تھیں۔ جن میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

- سیدہ سکینہ خاتون
- سیدہ تحسینہ خاتون مرحومہ
- سیدہ نسیمہ خاتون
- سیدہ قسیمہ خاتون مرحومہ
- سید حسین احمد کاظمی مرحوم
- سید متین احمد کاظمی

سفر حرمین شریفین: ۱۹۶۰ء کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

امامت و خطابت: آپ نے تقریباً ساٹھ سال امامت و خطابت کے ذریعے اسلام و سنیت کی خدمت سرانجام دی، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ مستقیم پر لگایا۔ ان میں امروہہ، رام پور، کانپور اور کراچی (پاکستان) کی متعدد مساجد آجاتی ہیں۔

تلامذہ: آپ کے بعض شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

- صاحبزادہ حافظ سید حسین احمد کاظمی
- حافظ سید جمال احمد
- حافظ انشاء احمد
- حافظ ڈاکٹر عبدالحمید ایم بی بی ایس
- حافظ سرفراز

عادات و خصائل: آپ سادہ مزاج اخلاق و مروت کے پیکر تھے۔ نام نمود کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ہر کام اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے کیا۔

وصال: حافظ حاجی سید جمیل احمد کاظمی نے ۴، مارچ ۱۹۷۳ء/صفر ۱۳۹۳ھ بروز اتوار جناح ہسپتال کراچی میں انتقال کیا۔ آپ کے بیٹے حافظ سید حسین احمد کاظمی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ سخی حسن قبرستان (نارتھ ناظم آباد) کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔

[آپ کے پوتے سید فضل احمد کاظمی سلطانی (ناظم آباد) نے مختصر حالات مہیا کئے جس کی بنیاد پر مضمون ترتیب دیا گیا]

مولانا جامی بدایونی

الحاج مولانا محمد عبدالجامع جامی، مولوی حاجی عبدالقدیر صدیقی قادری کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۲، ربیع الاخر ۱۲۹۷ھ/۱۴، مارچ ۱۸۸۰ء بروز اتوار محلہ سوتھ بدایوں (یوپی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔ حاجی عبدالقدیر، شیخ طریقت حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی قادری (متوفی ۱۲۹۶ھ مارہرہ شریف) سے دست بیعت تھے۔ جامی کا سلسلہ نسب حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ شیخ عبداللہ مکی علیہ الرحمۃ مکہ معظمہ سے نقل مکانی کر کے ہرات ہوتے ہوئے بعہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش، ۶۱۰ھ کو ہندوستان پہنچے اور بدایوں میں اقامت گزیں ہوئے۔ ان کے ورود ہند کی تاریخ لفظ "قریش" (۶۱۰ھ) سے برآمد ہوتی ہے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آٹھویں جماعت تک گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں ہوئی۔ انگریزی تعلیم کا سلسلہ منقطع کر کے مولانا ریاض الدین احمد فرشوری سے فارسی کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد حضرت مولانا سید یونس علی محدث بدایونی قدس سرہ (متوفی ۱۹۴۰ء) کے دامن تلمذ سے وابستہ رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ نے استاد محترم کے انتقال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

جنید عصر و شبلی زمانہ
جناب مولوی یونس علی تھے
بظاہر عالم و فاضل محدث
بباطن مولوی معنوی تھے
مجھے بھی فیض کا حصہ ملا تھا
بحمد اللہ مرے استاد بھی تھے
ادب کے ساتھ لکھ تاریخ جامی
ولی تھے مولوی تھے متقی تھے

۱۹۴۰ء=۱۹۳۳+۷

شاعری میں حضرت مولانا احسن مارہروی جانشین حضرت داغ دہلوی سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔

شادی واولاد: آپ نے بدایوں میں اٹھارہ سال کی عمر میں انیس فاطمہ بنت مولوی قمر الدین احمد فرشوری سے شادی کی۔ اولاد میں ایک لڑکی اور دو لڑکے تولد ہوئے۔

1- محمد عبدالنافع کیفی کراچی متوفی نومبر ۱۹۷۲ء
عبدالرشید صدیقی عرف عتیق
عبدالقدیر صدیقی عرف فیض (دونوں کیفی مرحوم کے لڑکے ہیں)

2- عبدالشافع ادیب

3- عروجہ خاتون

بدایوں سے پاکستان: اہلیہ کے انتقال کے چند سال بعد ۱۹۶۰ء کو اپنے سب متعلقین (خاندان) کے ساتھ بدایوں سے پاکستان آگئے اور کراچی کو اپنا مستقر مسکن بنایا۔ آپ آسودہ حال زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ تجارت و ملازمت سے کبھی سروکار نہ رہا۔ آبائی جائداد فارغ البالی کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے کافی تھی۔

بیعت: نوجوانی میں سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید شاہ مہدی حسن عرف مہدی میاں کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں خلف اصغر حضرت شیخ طریقت سید شاہ آل رسول احمدی سے دست بیعت ہوئے۔ اور ان کے بعد سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری المعروف میاں صاحب قبلہ سے دست بیعت ہوئے جو کہ چھٹو میاں صاحب کے داماد اور سگے بڑے بھائی کے واحد فرزند تھے۔

عادات وخصائل: عقیدتاً سنی حنفی اور مشرباً قادری چشتی تھے۔ ایک متشرع دیندار، خلیق، باوضع، منکسر المزاج اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا ظاہر اتباع نبوی سے آراستہ اور باطن عشق رسول ﷺ سے پیراستہ تھا۔ نماز باجماعت کے پابند اور نہایت خوش اوقات تھے۔ سب بزرگان دین اور اولیائے امت علی الخصوص پیران مارہرہ سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ ربیع الاول شریف کے مہینے میں محافل میلاد مصطفیٰ اور گیارہ ربیع الاخر کو حضرت غوث پاک جیلانی کی نیاز کا نہایت خلوص کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر انتظام کرتے اور بہت سے بزرگان دین کے یوم وصال پر ہمیشہ بڑے اہتمام سے فاتحہ کراتے تھے۔

جناب رئیس امروہوی رقمطراز ہیں:

"مولانا جامی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان اکابر ملت میں ہوتا ہے جن کا روحانی رتبہ اور شعری

عظمت مسلم ہے۔ مرحوم عربی و فارسی کے عالم، تاریخ اسلام کے مفکر، رموز قرآنی کے عارف اور علم و عرفان کے یکتا نمونہ تھے۔ شریعت و طریقت کے اسرار و معارف سے ان کا سینہ لبریز تھا"۔

شہید بدایونی لکھتے ہیں:

"آپ ذاتی کردار کے لحاظ سے بزرگان کے اخلاق اور شریفانہ وضعداری کا نمونہ تھے۔ بڑوں کا احترام معاصرین و احباب کے ساتھ خلوص، چھوٹوں کے ساتھ شفقت ان کا شعار زندگی تھا"۔ (تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد اول ص ۲۳۲ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء)

سفر حرمین شریفین: ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء کو اپنے والد محترم کے ہمراہ جوانی میں ہی حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ کی سعادت ابدی حاصل کی۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کا حلقہ ہندوستان و پاکستان میں پھیلا ہوا ہے، ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

مصطفیٰ بخش فائق بدایونی، اختر غزنوی بدایونی مرحوم، منور بدایونی کراچی۔ مرحوم، نصرت بدایونی، دلاور فگار بدایونی کراچی، اور منشی رونق علی رونق بدایونی وغیرہ۔ رونق بدایونی بدایوں کے شعری و ادبی حلقوں کے روح رواں ہیں۔ ان کا حلقہ تلامذہ وسیع ہے۔ بدایوں میں اکثر شعراء انہیں سے مشاورت سخن کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک ادبی تنظیم "بزم جامی" بدیوں میں قائم کی ہے جس کی طرف سے پابندی کے ساتھ مشاعرے منعقد ہوتے ہیں اور ایک تذکرہ "میخانہ جامی" شائع کیا ہے جو سلسلہ جامی سے منسلک شعراء کے حالات پر مشتمل ہے۔

تصنیف و تالیف: اس شعبہ میں آپ نے منظوم کام کیا۔ آپ کی شاعری کا بڑا حصہ نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔

- زاد آخرت، مرتبہ قدیر صدیقی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء

اس مجموعے میں حمد کے بعد نعتیہ غزلیں ہیں۔ پھر قصیدے، خمسے، نظمیں، مناجات اور رباعیات وغیرہ ہیں۔

شاعری: ڈاکٹر فرمان علی فتح پوری آپ کی شاعری کے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

"جامی بدایونی کے یہاں سیرت محمدی اور شمائل نبوی کے بیان میں جو لطافت و حلاوت در آئی ہے وہ تو اپنی جگہ ان کے کمالات فن کا حیرت انگیز اظہار ہے ہی لیکن اس اظہار میں محبت کی جو تڑپ، روح کی جو بے چینی، دل و نظر کی جو وارفتگی، طبیعت کی جو عاجزی و فتادگی، جسم و جاں کی جو سپردگی،

احساس ذات کی جو گمشدگی اور لب و لہجے کی جو شائستگی و پاکیزگی نظر آتی ہے وہ ان کی ایسی انفرادیت ہے جو حضور ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ شیفتگی و توفیق الٰہی کے بغیر آدمی کو میسر نہیں آتی"۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی (کراچی) لکھتے ہیں:

"ان کے رب نے ان کی ذات میں کئی شخصیتیں جمع فرمادی تھیں۔ وہ عالم تھے صاحب تقویٰ مسلمان تھے، اچھے شاعر تھے۔ ان کے عشق رسول اور شاعری کے ذوق نے ان کی نعت گوئی میں اپنا اظہار پایا"۔

انتخاب کلام:

بزم جہاں میں بادہ اطہر کی ہے تلاش
یعنی نگاہ قاسم کوثر کی ہے تلاش

....

ان کا جمال دیکھ کر بند ہو چشم شوق اگر
سوئیں صباح حشر تک چین سے ہم مزار میں

....

شب معراج بے پردہ ہوئیں اللہ سے باتیں
مگر وہ کیا ہوئیں کیسے ہوئیں پردہ ہی پردا ہے

....

تمہاری غیب دانی بخشش علم الٰہی ہے
تمہیں معلوم ہے ہر بات پوشیدہ زمانے کی

....

اس لئے آپ ہوئے شکل بشر میں ظاہر
قسمت خاک میں تھا نور کا پیکر ہونا

....

کفن پہناؤ تو خاک مدینہ رخ پہ مل دینا
یہی بس ایک صورت ہے خدا کو منہ دکھانے کی

....

رچی ہے شادی، مچی ہیں دھومیں زمین پر اور آسماں پر
مکین عالم شہ دو عالم، مکاں سے پہنچے ہیں لامکاں پر

....

تھی محفل توحید وہاں، ذکر دوئی کیا
انوار تھے انوار کے مہماں شب معراج

علیم و عالم علم لدنی، نام کے امی
خبردار حقیقت، مخبر صادق خبر آئے

ثانی ہے کہاں کوئی سلطان رسالت کا
ساقی بھی یگانہ ہے مے خانہ وحدت کا

نبی اور یاران نبی میں فرق ہے اتنا
نبی اللہ کے نائب ہیں، یہ نائب نبی کے ہیں

علاقہ قطبیت کا، غوثیت کا، کاملیت کا
یہ فضل حضرت باری بنام غوث اعظم کا

وصال: مولانا محمد عبدالجامع جامی صدیقی ۱۹، ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ/ ۲۲، اپریل ۱۹۶۵ء بروز بوقت بعمر ۸۵ سال واصل بحق ہوئے۔ غالباً مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ لیاقت آباد بی ایریا قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جناب محمد ابرار علی صدیقی بدایونی نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

ہوئے مرحوم حضرت جامی
مل گیا ہے وصال حق ان کو
فکر تاریخ ارتحال ہے کیا
برملا مہر مغفرت دیکھو

۱۹۶۵ء

[محترم الحاج شمیم الدین صاحب کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے زاد آخرت اور تذکرہ شعرائے بدایوں برائے مطالعہ فراہم کی، جس سے حالات ترتیب دیئے گئے۔]

جاتی کے قاضی علماء

جاتی کے قاضی (مفتی) علماء کی دینی علمی ادبی اور فکری خدمات ہیں۔ انہوں نے اپنے دور میں اسلام وسنیت کی تحریری تقریری تدریسی اور عدل وانصاف کے ذریعے عظیم خدمات سرانجام دی ہیں جو کہ اپنوں کی غفلت کی وجہ سے تاریخ کا حصہ نہ بن سکیں۔ یہ قاضی حضرات کاھوڑا قوم سے تعلق رکھتے

ہیں۔ اصل میں حیدرآباد کے رہائشی تھے۔ مغل دورِ حکومت تا میروں کے دورِ حکومت تک حیدرآباد میں مسندِ قضاء پر فائز المرام رہے۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر نقل مکانی کرتے ہوئے بالآخر جاتی میں آ کر مستقل رہائش اختیار کی۔

جہاں بھی رہے درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ قال اللہ و قال الرسول کی مجالس برپا کرتے رہے۔ قاضی علماء نہ فقط قاضی تھے بلکہ اپنے دور کے بہترین خوش خط بھی تھے اس کے علاوہ نادرو نایاب قلمی و مخطوطات پر مشتمل کتب خانہ بھی رکھتے تھے جو کہ دستبرد زمانہ کے زد میں آ گیا اور ضائع ہو گیا۔ اس خاندان کی مستورات کا پردہ ضرب المثل ہے۔

1- مولانا قاضی محمد اکبر

قاضی محمد اکبر بن عبداللطیف بن ضیاء الدین کلہوڑو عالم باعمل شخصیت کے حامل بزرگ تھے۔ میر نصیر الدین خان ٹالپر حاکم حیدرآباد کے دور میں مسندِ قضاء (جج) پر فائز تھے۔ قاضی کے علاوہ بہترین خوش نویس (کاتب) بھی تھے۔ میر نصیر الدین خان کے کہنے پر مشہور تاریخی کتاب "حبیب السیر" ۱۱۹۶ھ کو تین جلدوں میں نقل کیا۔ اس کے علاوہ "تاریخ خاقانی منظور" اور دیگر نایاب کتب کو انہوں نے اپنے قلم سے نقل کیں۔ تاریخِ وفات معلوم نہ ہو سکی البتہ گنجو ٹکر (ضلع حیدرآباد) کے قبرستان میں آپ کا مزار واقع ہے۔

2- قاضی محمد منٹھار

ایک متقی عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ بتاتے ہیں کہ ایک بار ان پر فنائیت کی ایسی کیفیت طاری ہوئی جس سے دنیا عاجز ہے کہ مسجد شریف میں نماز ادا کرتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور ایسا چلے گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں بالآخر لوگوں نے اٹھا کر مسجد شریف کے ایک کونے میں رکھ دیا جہاں انہیں بحالت سجدہ چھ ماہ گذر گئے۔ چھ ماہ کے بعد آپ کی کیفیت پوری ہوئی تو نماز سے باہر آئے لیکن فنا فی اللہ کے مقام پر فائز ہونے کے چند روز بعد آپ نے انتقال کیا۔ آپ کا مزار شریف سیرانی ضلع بدین میں واقع ہے۔

3- قاضی گل محمد

بہترین خطاط اور نامور عالم و فاضل تھے۔ تاریخ "روضۃ الشہداء" فارسی کا نقل ۱۲۵۰ھ کو تیار کیا۔ اس کے علاوہ بھی علمی ادبی اور فکری کاوشیں ہوں گی لیکن اپنوں کی عدم دلچسپی اور تاریخی اہمیت سے غفلت کی وجہ سے محفوظ نہ ہو سکیں۔ آپ کا مزار مبارک شاہ بندر کے پرانہ مقام "دیرہ پرانہ" میں واقع ہے۔

4- قاضی کمال الدین

ایک عالم دین وشاعر تھے۔ آپ کی ذہنی تخلیقات میں سے ایک کتاب محفوظ ہے۔ شیخ سلامت اللہ فاروقی قادری المعروف شیخ مغل (متوفی ۱۰۶۰ھ) کی درگاہ شریف جاتی (ضلع ٹھٹھہ) میں قائم اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کی ملفوظات "مقصود العارفین" جس کو آپ کے خلیفہ مخدوم آری نے فارسی میں قلمبند کیا تھا۔ قاضی کمال الدین نے مقصود العارفین کا ۱۲۸۶ھ کو سندھی نظم میں منتقل کیا اور اس کا نام "مقصود العاشقین" تجویز کیا۔ آپ کا مزار شریف درگاہ شیخ مغل کے متصل قبرستان میں ہے۔

5- قاضی محمد بلال

مولانا قاضی محمد بلال بن قاضی گل محمد اپنے سلف کی طرح علم وادب کے پیکر تھے۔ مشہور بزرگ و صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شاہ جو رسالو" پر دسترس رکھتے تھے۔ فارسی میں شاعری بھی آپ کی یادگار ہے۔ غالباً ۹۵/۱۹۹۴ء کو انتقال کیا۔ شاہ بندر کے پرانہ مقام "دیرہ پرانہ" کے قبرستان میں مزار واقع ہے۔

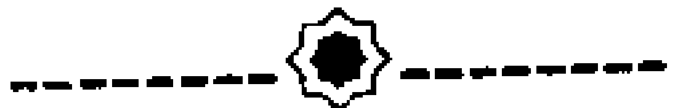
6- قاضی محمد سعید

ایک مانے ہوئے عالم دین، اچھے اوصاف کے مالک اور عظیم خطاط تھے۔ آپ کا مزار حضرت شیخ مغل کے متصل قبرستان میں واقع ہے۔

7- قاضی عبدالکریم

مولانا قاضی عبدالکریم بن قاضی محمد سعید ۱۸۸۲ء کو جاتی شہر میں تولد ہوئے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد محترم سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ صاحب علم و فضل کے علاوہ خوش مزاج انسان تھے۔ تحریک خلافت میں بھی کام کیا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور جلد ۱۹۲۵ء کو ۴۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار اپنے والد ماجد کے برابر میں درگاہ شیخ مغل تحصیل جاتی میں واقع ہے۔

[محترم حافظ حبیب سندھی (چوہڑ جمالی) کے مضمون "جاتی کے قاضی خاندان کی علمی خدمات (سندھی) مطبوعہ مجلہ "سندھ" (سندھی) حیدرآباد مئی ۱۹۹۲ء سے ماخوذ ہے]



مولانا جمال الدین ابڑو

مولانا جمال الدین بن مولانا مفتی ابوالجمال خدابخش ابڑو، گوٹھ ملا ابڑو، اسٹیشن مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں ۱۹۰۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: اول تا آخر تعلیم مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی ضلع لاڑکانہ میں صدر العلماء سرتاج الفقہاء علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قادری قدس سرہ سے حاصل کی۔

بیعت: حضرت سید غلام مرتضیٰ شاہ جیلانی (درگاہ جیلانیہ گمبٹ ضلع خیرپور میرس) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: شروع میں رئیس گل محمد مگسی کے گوٹھ نزد سرہاری ضلع سانگھڑ میں پندرہ (۱۵) سال درس دیا۔ اس کے بعد درگاہ مرتضائیہ جیلانیہ گمبٹ (ضلع خیرپور میرس) میں امام و مدرس کے فرائض انجام دیئے۔ آخر میں گوٹھ واپس آکر ملا ابڑا کی درسگاہ دارالسعادات میں درس دیا۔

وصال: مولانا جمال الدین ابڑو نے ۱۹۸۴ء کو انتقال کیا اور تاج السالکین شیخ طریقت مولانا میاں علی محمد مشوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول مشوری شریف نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا جمال میاں فرنگی محلی

مولانا محمد جمال الدین عبدالوہاب انصاری المعروف جمال میاں بن تحریک خلافت کے مشہور رہنما حضرت مولانا عبدالباری۔ فرنگی محل لکھنو کا ایک محلہ ہے، اس علاقے کی زرخیز مٹی سے جو علماء پیدا ہوئے وہ فرنگی علماء کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس علاقہ میں ایک فرانسیسی تاجر مقیم تھا جس کی وجہ سے یہ علاقہ فرنگی محل کہلانے لگا۔ اس محلہ میں ملا قطب الدین انصاری نام کے ایک عالم رہتے تھے جن کا بعض امور پر عثمانی خاندان سے جھگڑا تھا۔ عثمانیوں نے ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء کی ایک رات انھیں قتل کر دیا۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے تھے جو علمی مقام میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔ ملا قطب الدین کے بیٹوں میں سب سے برگزیدہ ملا نظام الدین تھے جن کے نام پر "درس نظامی" مشہور ہے۔ آپ کی تصانیف میں حاشیہ شرح ھدایۃ الحکمت، شرح مسلم الثبوت، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ شرح عقائد دوانی بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اپنے مرشد سید عبدالرزاق قادری بانسوی کے ملفوظات بھی

مرتب کئے ہیں۔آپ کا انتقال ۱۷۴۸ء میں ہوا۔

درس نظامی کے بانی ملا نظام الدین کے کئی بیٹے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت مولانا عبدالعلی لکھنوی بحر العلوم نے پائی۔بحر العلوم کا خطاب انھیں کرناٹک کے رئیس نواب محمد علی خاں نے دیا تھا۔آپ کی وفات ۱۲، رجب ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء میں مدراس میں ہوئی۔آپ کی تصانیف میں ارکان اربعہ در اصول فقہ، شرح مثنوی روم، شرح فقہ اکبر اور رسالہ توحید شامل ہیں۔مولوی سلیمان ندوی نے انھیں ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ کے پائے کا عالم کہا ہے۔مولانا عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محل لکھنو سے چلے گئے تھے۔لیکن ان کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالرب نے لکھنؤ میں ان کی مسند علم کو رونق افروز کیا۔اس خاندان میں اولاد علماء پیدا ہوتے گئے جو اپنے اپنے زمانے میں علم کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے۔یہ پورا خاندان "علمائے فرنگی محل" کے نام سے ہند کی تاریخ میں مشہور رہا۔اسی خاندان کے ایک اور عالم مولانا عبدالحئی لکھنؤی نے بھی کافی شہرت پائی۔ان کی ولادت ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔ آپ کو صاحب کثیر الدرس اور کثیر التصانیف کہا جاتا ہے۔آپ کی فقہ کے علوم پر گہری نظر تھی۔صاحب تذکرہ علمائے ہند نے آپ کی بلند پایہ ۶۴ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔مولوی عبدالحئی کا انتقال ۱۹، ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کو ہوا۔

علمائے فرنگی محل کے مفصل احوال کے بیان کے لئے مولوی محمد عنایت اللہ نے " تذکرہ علمائے فرنگی محل کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی ہے۔مولوی رحمان علی نے اپنی کتاب " تذکرہ علمائے ہند " میں فرنگی محل کے ۳۹ علماء کے تفصیلی احوال بیان کئے ہیں۔اسی طرح آثار الاول من علمائے فرنگی محل اور "احوال علمائے فرنگی محل" بھی ان علماء کے تذکرہ میں مستقل کتابیں ہیں۔نزھتہ الخواطر اور حدیقة المرام میں علمائے فرنگی محل کا ذکر ہے۔(......انسائیکلوپیڈیا ص ۱۲۵۷ مطبوعہ......)

علامہ ابوالحسنات عبدالحئی فرنگی محلی اسی خاندان کی علمی شخصیت تھے، جنہوں نے چھوٹی سی عمر یعنی ۳۹ سال پائی مجموعة الفتاویٰ (۳ جلدیں) آپ کی یادگار ہے۔اسی خاندان کے چشم و چراغ مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی (متوفی ۱۹۹۰ء) نے "بانی درس نظامی" نامی کتاب لکھ کر انڈیا سے شائع کی تھی۔دوسری علمی شخصیت علامہ الحاج ابوالقاسم محمد انصاری فرنگی محلی جامعہ بحر العلوم (فرنگی محل لکھنو) سے فارغ التحصیل تھے۔شعبہ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی کے چیئرمین کے عہدے سے ریٹائرڈ ہو کر دارالعلوم قادریہ المرکز القادری گلشن اقبال کراچی میں صدر مدرس و پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔امام غزالی کی تصنیف تہافة الفلاسفه کا اردو ترجمہ کیا۔لیکن تلاش و بیسیار کے باوجود فقیر کو آپ کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

تعلیم وتربیت: مولانا جمال میاں اپنے ہم درس مولانا فاخر میاں کی کتاب پر تقریظ میں اپنی تعلیم کے متعلق اشارہ دیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ (انڈیا) سے اپنے والد محترم حضرت مولانا عبدالباری اور دیگر اساتذہ سے تکمیل نصاب کیا ہوگا۔ (تذکار اولیاء)

بیعت: سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں غالبًا اپنے والد ماجد مولانا عبدالباری سے دست بیعت وخلیفہ تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سلسلہ قادریہ رزاقیہ کے فرنگی محل میں آخری بڑے شیخ تھے۔

سفرحرمین شریفین: ۱۹۶۴ء کو فرنگی محل سے ایک قافلہ حج پر گیا تھا جس میں مفتی عبدالقادر، مولانا قطب الدین اور مولانا حکیم محمد متین انصاری فرنگی محلی کے علاوہ دیگر صاحبان سلسلہ بھی شامل تھے۔ پاکستان سے مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے بھی حاضری دی تھی۔

(مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی شخصیت اور خدمات ص ۴۶)

تحریک پاکستان: مولانا عبدالباری انصاری کے صاحبزادے مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے متعلق مسلم لیگ کے رہنما نواب زادہ محمود علی خان " قائداعظم کے ساتھی: ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ " کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس اکتوبر ۱۹۳۷ء کو لکھنؤ (انڈیا) میں ہوا۔ جس میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کی گئی۔ نئے دستور کے مطابق جون ۱۹۳۸ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مندرجہ ذیل ممبران ورکنگ کمیٹی نامزد فرمائے اور ان کا پہلا اجلاس ۴، جون ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں ہوا......

۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک قائداعظم آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور نواب زادہ لیاقت علی خان سیکریٹری رہے اور اس عرصہ میں مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل حضرت جوائنٹ سیکریٹری رہے:

1- خان بہادر عبدالمومن (بنگال) 2- محبوب احمد قریشی (پنجاب)

3- مولانا جمال میاں فرنگی محلی (یوپی) 4- حسین ملک (دہلی)

5- یوسف ہارون (کراچی)۔ (عظیم قائد ص ۸۷)

۲، دسمبر کو قائداعظم محمد علی جناح نے برصغیر کے مسلمانوں کے نام ایک اپیل کی جس میں کہا گیا تھا، کہ وہ ۲۲، دسمبر ۱۹۳۹ء کو کانگریس کی حکومتوں کے خاتمہ کی خوشی میں "یوم نجات" منائیں۔ قائداعظم کی اس اپیل پر مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ پارسی عیسائی اور اچھوتوں نے بھی یوم نجات منایا۔ چھوٹے دیہات سے لے کر بڑے شہروں تک میں پرامن جلسے ہوئے اور قراردادیں منظور ہوئیں۔ یوم نجات کے سلسلہ میں سب سے بڑا اجتماع بمبئی میں ہوا۔ جہاں قائداعظم ان دنوں موجود تھے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس جلسہ میں جو مانڈوی پوسٹ آفس محمد علی روڈ کے میدان میں ہوا تھا ایک لاکھ سے زائد افراد نے

شرکت کی۔ایک بڑا بینر جو جلسہ گاہ کے باہر اور جلوس کے آگے لگایا گیا تھا،اس پر یہ شعر تحریر تھا:

شکر ہے تیرا خدائے پاک ذات
مل گئی ظالم حکومت سے نجات

جلسہ کی صدارت محمد علی خان دہلوی نے کی جب کہ جلسہ سے خطاب کرنے والوں میں مقامی رہنماؤں کے علاوہ راجہ صاحب محمود آباد، مولانا جمال میاں فرنگی محل، جناب آئی آئی چندیگر اور قائداعظم محمد علی جناح شامل تھے۔ (قائداعظم کے ۷۲ سال)

تحریک پاکستان کے کارکن مرحوم ابوسعید انور نے اپنی یادداشتوں میں ان حضرات کا ذکر کیا ہے جن کی خطابت سے تحریک پاکستان کو بے حد فائدہ پہنچا اور انہوں نے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔موصوف لکھتے ہیں:

"یوپی تو اس میدان میں سب سے آگے تھا بڑے بڑے شعلہ بیان مقرر تھے سید اشرف، سید ذاکر علی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا جمال میاں، مولانا عبدالقیوم کانپوری، عبدالوحید خاں"۔(تحریک پاکستان منزل بہ منزل بحوالہ مولانا بدایونی کی ملی وسیاسی خدمات ص ۱۷)

۱۹۳۷ء کو مسلم لیگ کا تنظیم جدید کے بعد عظیم الشان اجلاس ہوا تو چند مسلمان اکابر نے قائداعظم سے عرض کیا کہ کانگریس کے تنخواہ دار علماء جب لمبی لمبی داڑھیوں اور جبہ وعصا کے ساتھ اسٹیج پر نمودار ہوتے ہیں تو وہ کیسی ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف اور گاندھی و نہرو کی حمایت میں باتیں کریں لوگ ان کی ظاہری شکل وصورت سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ہمیں بھی چاہئے کہ ان میں سے کچھ علماء خرید لیں تا کہ وہ مسلم لیگ کے لئے کام کریں۔

قائداعظم نے جواباً فرمایا:

"ہمارے پاس مسلم لیگی علماء موجود ہیں اور اسی وقت مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی سے فرمایا کہ آپ لوگ پورے براعظم میں پھیل جائیں۔مسلم لیگی علماء کی کمیٹیاں قائم کریں اور براعظم کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچا دیں"۔

(مرزا علی اظہر کا مضمون دی پاکستان ٹائمز لاہور۔ ایضاً ص ۴۴)

چنانچہ لکھنؤ کانفرنس کے بعد سے لے کر تشکیل پاکستان تک اندرون ملک اور بیرون ملک مولانا بدایونی اور مولانا جمال میاں کا ہر لمحہ مسلم لیگ کی تحریک کی تبلیغ اور اسے عوام الناس کے ذہن نشین کرانے کیلئے وقف رہا۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: مسلم لیگ کے ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ میں جب قائداعظم نے مولانا جمال میاں اور مولانا بدایونی کو علماء کی تنظیمیں قائم کرنے اور تحریک پاکستان کو عوام میں روشناس کرانے کے

لئے ملک گیر مہم چلانے کے لئے کہا تو یہ دونوں (سنی عالم) حضرات ملک کے کونے کونے میں پہنچے، جگہ جگہ جلسے قائم کئے اور مسلم لیگ کے پیغام کو عوام کے ذہن نشین کرانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس زمانہ کے اخبارات نے مولانا بدایونی اور جمال میاں کی ان اسلامی خدمات کو نمایاں طور پر شائع کیا۔

(مولانا بدایونی کی ملی وسیاسی خدمات ص ۴۶، سید نور محمد قادری، مطبوعہ ادارہ پاکستان شناسی لاہور، ۲۰۰۲ء)

روزنامہ جنگ کے چیف رپورٹر حافظ محمد اسلام صاحب اپنے ایک مضمون "شعلہ بیان مقررجن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی" میں لکھتے ہیں:

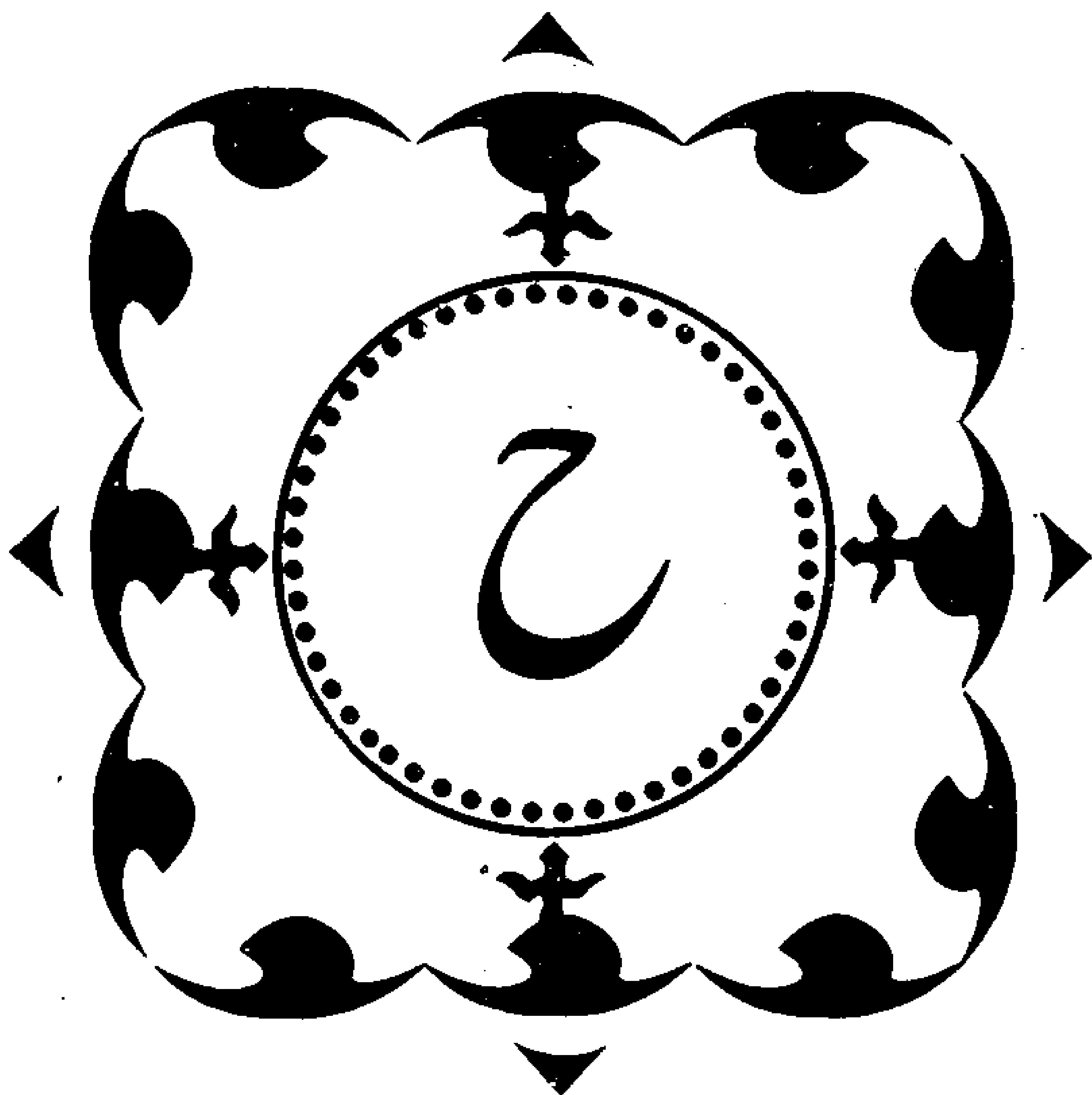
"لیاقت علی خاں، سردار نشتر، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، مولانا عبدالحامد بدایونی اردو مقررین کے اس گروہ میں شمار ہوتے ہیں جو اظہار بیان پر بے پناہ قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے جلسوں میں زبردست ہجوم ہوتا تھا"۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۷، جون ۱۹۷۴ء)

مشہور ادیب شاعر اور سیاستدان مولانا کوثر نیازی "برصغیر کے نامور خطیب اور واعظ" اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"تحریک پاکستان کے مقررین میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، علامہ علاء الدین صدیقی اور مولانا محمد بخش مسلم کے نام بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے۔ قائداعظم کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ان حضرات نے ملک کے طول وعرض میں تقریریں کی ہیں اور قیام پاکستان کے بعد بھی وہ ہمیشہ اتحاد اسلامی کے لئے کوشاں رہے"۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۶، مارچ ۱۹۸۳ء۔ ایضاً)

۲۱، اگست ۱۹۴۵ء کو لارڈ ویول گورنر جنرل ہندوستان نے اعلان کیا کہ آئندہ موسم سرما میں تمام ہندوستان میں عام انتخابات ہوں گے۔ مسلم لیگ نے قائداعظم کی سربراہی میں بڑے جوش وولولہ کے ساتھ انتخابات جیتنے کے لئے مہم شروع کردی۔ مسلم لیگ کے لئے یہ انتخابات زندگی وموت کا مسئلہ تھے، جس کے نتیجہ میں قیام پاکستان کا فیصلہ ہونا تھا۔ سب سے پہلے دسمبر ۱۹۴۵ء کو مرکزی اسمبلی کے انتخابات ہوئے، مسلم نشستوں کی تعداد تیس (۳۰) تھی، جو خدا کے فضل سے سب کی سب ہی مسلم لیگ نے جیت لیں۔ بمبئی کے مسلم حلقہ سے قائداعظم کے مقابلہ میں شیعہ لیڈر حسین بھائی لال جی کھڑے ہوئے۔ قائداعظم کو ۳۶۰۲ ووٹ ملے اور مسٹر لال جی کو صرف ۱۲۷ ووٹ ملے ضمانت ضبط ہوگئی۔ مولانا جمال الدین فرنگی محلی کو مسلم لیگ کی ٹکٹ پر مدراس سے ایک کانگریسی کے مقابلہ کھڑا کیا گیا جس میں مولانا کو سو فیصد کامیابی حاصل ہوئی اور مخالف کو شکست فاش نصیب ہوئی اس طرح مولانا مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ (عظیم قائد ص ۸۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء)


ح

تاج الفقہاء علامہ مفتی حسن اللہ صدیقی

مخدوم حسن اللہ بن میاں وہب اللہ صدیقی درگاہ پاٹ شریف (اسٹیشن پیارو گوٹھ، ضلع دادو) میں نامعلوم سن میں تولد ہوئے۔ سیوہن شریف اور پاٹ شریف کے صدیقی حضرات ایک ہی خاندان سے ہیں۔ اسی خاندان کی ایک شاخ نے بھارت کے شہر برہان پور جا کر سکونت اختیار کی۔ برہان پور میں "مسیح الاولیاء" کی دربار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ انہیں "مسیح الاولیاء" کا خطاب مجدد الف ثانی سرہندی نے عطا فرمایا تھا۔ اسی خاندان کی علمی و روحانی خدمات جلیلہ کا تذکرہ "برہان پور کے سندھی اولیاء اللہ" (مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو طبع اول ۱۹۵۷ء) میں درج ہے۔ سیوہن اور پاٹ کی بعض علمی و روحانی شخصیات کے اسمائے گرامی:

1- شیخ الاسلام مخدوم دین محمد صدیقی
2- مخدوم عبدالواحد کبیر سیوھانی (صاحب کشف الاسرار)
3- نعمان ثانی مخدوم امام عبدالواحد سیوہانی (صاحب فتاویٰ واحدی)
4- قاضی القضاۃ مخدوم فضل اللہ صدیقی
5- مخدوم محمد شفیع صدیقی (قصیدہ بردہ کے منظوم سندھی شارح) وغیرہ وغیرہ

المختصر، اس خاندان صدیقی کی اہل سنت و جماعت احناف کے لئے بہت خدمات ہیں جنہیں سنہری حروف سے لکھا جائے پھر بھی حق ادا نہ ہوگا۔

اس عظیم خاندان کی آخری علمی نشانی، **افقہ الفقہ فی السند، مفتی اعظم، استاد الاساتذہ،** ولی کامل حضرت علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے تایا جان عارف باللہ حضرت علامہ قاضی مخدوم فضل اللہ صدیقی قدس سرہ (مدفون پاٹ شریف متوفی ۱۲۹۰ھ) کے شاگرد ارشد حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شفیع صدیقی سے پاٹ میں حاصل کی۔ اس کے بعد شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ) کی نامور دینی درسگاہ میں داخلہ حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد اسی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شہداد کوٹ میں غالباً استاد العلماء حضرت علامہ مولانا گل محمد اور استاد العلماء مفتی اعظم، غوث الزمان، حضرت علامہ غلام صدیق شہداد کوٹی سے اکتساب فیض کیا۔

مشاہیر میں ہے کہ آپ نقشبندی طریقت کے ذکر اذکار پابندی سے کرتے تھے۔ لیکن پیر و مرشد

بیعت: کا نام درج نہیں اس لئے مخدوم زادہ سلیم اللہ صدیقی صاحب (حیدر آباد) سے رابطہ کیا۔ وہ راقم الحروف کے استفسار کے جواب میں اصل صورت کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "وہ اپنے چچا غواص بحر العرفان مولانا الحافظ الحاج محمد فضل اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور وہ اپنے چچا حضرت علامہ مخدوم محمد عارف سیوہانی سے اور وہ نعمان ثانی، فقیہ الاعظم علامہ مخدوم عبدالواحد صدیقی رحمہم اللہ تعالیٰ (سیوہن شریف) سے دست بیعت اور صاحب اجازت تھے۔

درس وتدریس: مخدوم صاحب نے پوری زندگی درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں گذاری۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین، متکلم، مناظر اور محقق فقیہ تھے۔ آپ نے پاٹ شریف (ضلع دادو) دربیلو (ضلع نوشہرو فیروز) اور ٹنیاری (ضلع حیدر آباد) وغیرہ مقامات پر درس دیا، جہاں کثرت سے علماء اہل سنت نے استفادہ کیا۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے دو بار حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ مکہ مکرمہ میں ولی کامل حضرت شیخ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی چشتی صابری علیہ الرحمۃ (مصنف الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم) اور دیگر علماء کرام اور مشائخ عظام کی علمی وروحانی مجالس میں بیٹھے، صحبتیں اختیار کی اور دلائل الخیرات، حزب البحر اور قصیدہ بردہ شریف وغیرہ وظائف کی اجازتیں حاصل کیں۔

عادات وخصائل: آپ تدریس کے بادشاہ تھے، آپ نے اہل سنت کو عظیم گراں قدر مدرس عطا فرمائے، جنہوں نے درس وتدریس کی دنیا میں خوب نام کمایا۔ خوف خدا اور عشق مصطفیٰ سے سرشار تھے خوف خدا میں اکثر گریہ زاری فرماتے تھے خود بھی روتے اور جماعت کو بھی رلاتے تھے، سادہ طبیعت، سادگی پسند، تواضع انکساری سے آراستہ، پیکر اخلاص، صاحب صدق وصفا، اخلاق مصطفوی کے نمونہ، کتابوں کے شائقین، وظائف کے عامل، شب خیز، تلاوت قرآن مجید، دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ شریف کا ورد روزانہ پابندی سے جاری رکھے ہوئے تھے، صحابہ کرام، خلفاء راشدین، امہات المؤمنین، اہل بیت کرام، سادات عظام اور اپنے اساتذہ کرام کا بے حد ادب واحترام رکھتے تھے۔

مخدوم صاحب کے شاگرد ارشد علامہ ابو الفیض جتوئی علیہ الرحمۃ کا کتب خانہ نہایت وسیع تھا، اس لئے آپ اپنے شاگرد کے پاس (گوٹھ سونہ جتوئی مدرسہ دار الفیض) اکثر تشریف لے جایا کرتے اور کتب خانہ سے خوب استفادہ فرماتے اور شاگرد کو دعائیں دیتے تھے۔ دار الفیض کے کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ نے دو کتابیں (۱) نور العینین (۲) تحفہ تحریر فرمائی۔

مشہور ہے کہ غبی طالب علم آپ کے مزار شریف پر حاضری دے اور مسجد شریف میں دو رکعت نفل ادا کر کے اس کا ثواب آپ کی روح مبارک کو پہنچائے تو کند ذہن نہ رہے، اس کا مرض نسیان بھاگ جائے، حافظ قوی اور مضبوط ہو۔ یہ بات اکثر غبی طلباء کی آزمودہ اور مجرب ہے۔

اولاد: آپ نے ایک شادی کی جس سے تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے تولد ہوئے، جس کی تفصیل یوں ہے:

1- آمنہ خاتون۔ عالمہ، حافظہ، فقیہہ اور عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں جن کا عقد اپنے ہی خاندان کے چشم و چراغ عالم دین مخدوم قاضی نصر اللہ بن میاں احمدی قاضی آف پاٹ سے انعقاد پذیر ہوا۔

2- محمد سرور 3- فضل اللہ 4- حسن الدین

5- عصمت خاتون 6- مریم خاتون۔

آپ کے بیٹے آپ کی صحبت علمی و روحانی سے محروم رہے۔ اس طرح آپ کے علمی جانشین بڑی صاحبزادی کی اولاد ہوئی۔

تلامذہ: آپ نے علماء کی جماعت تیار کی، جس میں سے بعض کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

- استاد الاساتذہ علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی بانی مدرسہ دار الفیض گوٹھ سونہ جتوئی
- استاد العلماء علامہ قاضی لعل محمد ٹھیاروی
- خطیب اسلام مولانا پیر غلام مجدد سرہندی (ٹھیاری)
- مخدوم مولانا قاضی بصر الدین سیوہانی (متوفی ۱۹۳۸ء)
- مخدوم مولانا معین الدین سیوہانی سیوہن شریف
- استاد العلماء مولانا مخدوم محمد داؤد قریشی دربیلو
- مولانا محمد صدیق سیتائی (صحافی مولانا عبدالغفور سیتائی کے نانا جان)
- مولانا سید شہاب الدین لکیاری ہالانی (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۴۱۳)
- مخدوم مولانا قاضی نصر اللہ صدیقی پاٹ شریف
- مولانا پیر محمد قریشی جونانی شریف تحصیل وارہ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۴۰۰)
- مولانا علامہ مخدوم غلام محمد ملکانی بلوچ ملکانی شریف ضلع دادو
- مولانا خیر محمد جونیجو، پاٹ شریف

تصنیف وتالیف: آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے، آپ کے فتاوی کو اگر جمع کیا جاتا تو کئی جلدیں تیار ہو سکتی تھیں۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

۞ **نور العینین فی اثبات علم الغیب لسید الثقلین** ۔ دیوبندیوں وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵)

اسی طرح اشرف علی تھانوی نے "حفظ الایمان" پمفلٹ میں آپ ﷺ کے علم شریف کا تمسخر اڑایا ہے۔ یہ گستاخیاں زبان درازیاں جب سندھ میں پہنچیں تو عوام نے علماء سے علم غیب سے متعلق دریافت کیا۔ بعض علماء خصوصاً حضرت علامہ پیر غلام مجدد سرہندی مٹیاروی نے اپنے استاد محترم حضرت علامہ مفتی حسن اللہ صدیقی سے استفسار کیا تو آپ نے حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کے اثبات اور وہابیت دیوبندیت کے باطل عقیدہ کی تردید میں یہ لاجواب علمی تحقیقی کتاب عربی میں تحریر فرمائی۔ اس کا سندھی ترجمہ آپ کے نواسہ حضرت مخدوم قاضی علی گوہر صدیقی (متوفی ۱۹۷۲ء) نے کیا۔ سندھی ترجمہ کا ایک قلمی نسخہ مدرسہ صبغۃ الھدیٰ شاہ پور چاکر کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کیمیا کی اشاعت کی جانب توجہ دینی چاہئے۔

3- **تحفہ اولی الالباب فی رد علیٰ طاعن الاصحاب** (سندھی) مولانا قاضی ہدایت اللہ متعلوی نے کتاب " کواکب السعادات " میں شان اہل بیت بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام پر تنقید کی خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنایا۔ تو حضرت قبلہ مفتی صاحب نے قاضی صاحب کے اس نظریہ کے آپریشن میں یہ بلند پایہ علمی شاہکار مدرسہ دارالفیض گوٹھ سونہ جتوئی میں تحریر فرمایا۔ مولانا احمد ابڑو، قاضی صاحب کے استاد تھے اس لئے انہوں نے مولانا ابڑو کے نام سے کتاب چھپوائی۔ انہوں نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء کو یہ کتاب اپنے خرچہ پر کراچی سے چھپوا کر لاڑکانہ سے عام کیا۔ اس کتاب کی تفصیل قاضی صاحب کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔

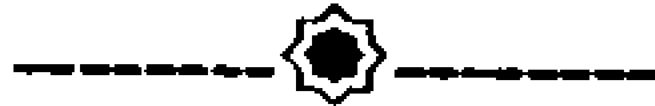
4- **مرأۃ العلوم:** آپ نے اپنے شاگرد مولانا پیر غلام مجدد سرہندی مٹیاروی کو مفصل سند اپنے قلم سے تحریر فرما کر دی تھی جو کہ کئی صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کو "مرأۃ العلوم" کا نام دیا گیا اور پیر غلام رسول سرہندی مجددی سجادہ نشین درگاہ مجددیہ مٹیاروی نے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا۔ اس میں آپ نے اپنے اساتذہ کے اسماء گرامی اور سلسلہ اساتذہ کرام تحریر فرمایا ہے۔

5- انساب مشائخ سیوستان (فارسی) اس کا سندھی ترجمہ آپ کے نواسہ حضرت مخدوم قاضی علی گوہر صدیقی نے ۱۹۵۰ء میں کیا لیکن تاہنوز قلمی صورت میں سلیم اللہ صدیقی صاحب (حیدرآباد) کے پاس محفوظ ہے اور اشاعت کا منتظر ہے۔

وصال: حضرت علامہ مفتی اعظم مخدوم حسن اللہ صدیقی ۲۶، ربیع الاول ۱۳۳۹ھ بمطابق ۸، دسمبر ۱۹۲۰ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کا مزار منور درگاہ پاٹ شریف (ضلع دادو) کی مسجد شریف کے برابر میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے وصال پر حکیم فتح محمد عباسی (سیوہن شریف) نے عربی میں " قطعہ تاریخ وصال " کہا جو کہ درج ذیل ہے:

امثل الدھر بانواع المنن
فات عنا الشیخ مولانا الحسن
کان شیخاً عالماً متبحراً
کان فی الافضال مفضال الزمن
اشتغل بالجھد فی درس العلوم
قد تفقہ فی الشرائع والسنن
بعد فوتہ قلت فی تاریخہ
مات مولانا الشریف الحسن
۱۳۳۹ھ

[ماخوذ: تذکرہ مشاہیر سندھ، سندھ جا اسلامی درسگاہ، ماہنامہ بیداری اپریل ۲۰۰۳ء اور ذاتی معلومات تاریخ وصال لوح مزار سے زیارت کے وقت فقیر راقم نے نوٹ کر لی تھی]



مولانا سید حامد شاہ راشدی

حضرت مولانا پیر سید محمد حامد الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ، فقیر راقم کے جد کریم حاجی الحرمین شریفین، زائر بغداد شریف حضرت پیر سید غلام قادر شاہ راشدی علی اللہ مقامہ فی الجنۃ (رحلت ۱۹۸۷ء) کے عم محترم، شیخ مکرم اور سسر عظیم تھے۔

مولانا حامد شاہ اہل سنت و جماعت کے جید عالم، مدرس، مصنف، عامل کامل، شیخ طریقت اور حاذق حکیم تھے۔ صدری روایت کے مطابق درگاہ پیر شیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متصل لاڑکانہ سندھ) کے مغرب کی جانب لب مہران ایک گوٹھ " عثمان شاہ " کے نام سے غالباً آپ کے دادا جان نے درگاہ پیر جو گوٹھ (بالمقابل شگرمل متصل نوڈیرو) سے منتقل ہو کر آباد کیا تھا۔ وہیں پیدا ہوئے اور وقت کے مشاہیر علماء سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور گوٹھ سنہری (متصل لاڑکانہ) کے مولانا حافظ محمد

کامل کے مدرسہ میں کافی عرصہ تدریس سے وابستہ رہے۔

جتوئی، دہامراہ اور مہیسر قوموں کے کئی گوٹھ آپ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اولاد میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا محمد عثمان تولد ہوئے۔ بڑی صاحبزادی عابدہ، زاہدہ، قائم اللیل و صائم الدہر تھیں، انتہائی سادگی پسند تھی، زندگی میں کبھی نہ رنگین کپڑا استعمال کیا اور نہ ریشمی، پوری زندگی میں سوتی اور سفید کپڑا زیب تن کیا۔ حضرت قبلہ عالم سرکار مشوری قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھیں اور مکتوبات کے ذریعے سلوک طے کر کے روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ مجرد تھیں، گھر کا کام کاج اور اللہ تعالیٰ کی بندگی دونوں کاموں سے مشغول رہیں۔ فقیر راقم زین العابدین نے انہیں کی گود میں پرورش پائی۔

آپ کی دوسری صاحبزادی فقیر راقم کے دادا جان کی دوسری اہلیہ تھیں، جس کے بطن سے ہمارے چچا عثمان شاہ اور پھوپھی تولد ہوئی تھی۔ میری پھوپھی کی شادی میرے ماموں سید سکندر علی راشدی بن مرحوم سید شمس العارفین راشدی ساکن نودیرو سے ہوئی۔ پہلی اہلیہ سے میرے والد محترم سید محمد اشرف علی شاہ اکلوتے فرزند ہیں۔

مولانا حامد شاہ کی اولاد میں بڑی صاحبزادی مجرد تھیں، ایک بیٹا سید محمد عثمان شاہ تولد ہوا، سنہڑی کے مدرسہ سے فراغت پائی، والد ماجد کی طرح عالم فاضل و کامل تھے، لیکن شادی سے پہلے عالم شباب میں ۱۹۴۰ء میں انتقال کر گئے۔ اس طرح حامد شاہ کی ایک بیٹی سے اولاد ہوئی، جس کے ذریعہ نسل در نسل جاری و ساری ہے۔

حاجی روشن علی سرہیہ کی روایت کے مطابق "سائیں حامد شاہ، مولانا محمد کامل دایو سنہڑی والے کے شاگرد تھے اور انہی کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ عالم باعمل، مدرس باکمال، پیر کامل، مصنف اور حاذق حکیم تھے۔ ان کی والدہ بیمار تھی بہت علاج معالجہ کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا آخر تنگ آ گئے ایک روز کسی کے مشورے پر سائیں شاہ صاحب سے علاج کروایا والدہ جلد صحت یاب ہو گئیں"۔

فقیر راشدی جب سن شعور کو پہنچا تو دادا جان کے گھر حویلی میں تین پیٹیاں لکڑی کی تھیں جن کی لمبائی پانچ، چھ فٹ ہوگی وہ حضرت مولانا پیر سید حامد شاہ کے ذخیرہ کتب سے بھری ہوئیں تھیں لیکن افسوس دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ساری کتب ضائع ہو گئیں۔ ان میں نادر و نایاب قلمی کتابیں بھی تھیں اور حضرت کی اپنی ذاتی تصانیف بھی تھیں۔ فقیر کے والد صاحب سید محمد اشرف علی شاہ راشدی کی روایت کے مطابق حضرت حامد شاہ اور ان کے جوان سال بیٹے کی (دونوں کی) قبریں ایک ساتھ درگاہ پیر جو گوٹھ (نوڈیرو) میں اپنے خاندان کے قبرستان میں واقع ہیں اور وہیں فقیر کے دادا جان، میری نانی جان، میرے بھائی محمد شاہ و دیگر اہل خانہ کے مزارات واقع ہیں۔

بقول سید اختر شاہ راشدی کہ حضرت سید حامد شاہ نے ۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ کو انتقال کیا۔

فقیر راقم اپنے بچپن میں دادا جان کے ساتھ مریدین کی دعوت پر جایا کرتا تھا جیسے ہی ان لوگوں کو اطلاع ملتی، سراپا انتظار بن جاتے، آمد پر پورے گوٹھ میں خوشی کی لہر دوڑ آتی، کنویں کے کنارے بڑی وسیع و طویل بیٹھک میں ہجوم جمع ہو جاتا، پلنگ بچھائے جاتے، بستر سجائے جاتے، دستر خوان لگائے جاتے، چھوٹے بڑے سبھی بیٹھک میں مل کر بیٹھ جاتے (ان دنوں پورے گوٹھ کی ایک ہی اجتماعی بیٹھک ہوتی تھی) نمازیں جماعت کے ساتھ ادا ہوتیں، رات دیر تک صحبتیں جاری رہتیں، بزرگوں کی باتیں ہوتیں، نصیحت آموز تلقین ہوتی، ذکر کی ضربیں لگتی اور درود و سلام کا نذرانہ پیش ہوتا۔ نہ گھر گھر ٹی وی کی وبا تھی، نہ ہی باہم دست گریباں تھے بلکہ ہر طرف محبت، مروت، ایثار، درگذر اور بردباری کے جذبہ کا مظاہرہ ہوتا تھا۔

آج ان تمام برکتوں سے فقط وہ گوٹھ نہیں بلکہ پورا معاشرہ شہر ہو چاہے دیہات یکسر خالی ہو گیا ہے کیوں کہ ٹی وی آ گیا ہے گھر گھر نجی سینما گھر بن گیا ہے۔ ٹی وی کی وبا عام ہونے کے سبب ٹی بی کے مرض مہلک جیسا گھٹن سا ماحول عام ہو گیا ہے۔ ٹی وی نے ہمارے باطن کو چاٹ لیا ہے اس لئے سکون و چین کی دولت سے ہم محروم ہو گئے ہیں اب ڈپریشن ہی ڈپریشن ہے۔

حضرت دادا جان اکثر فرمایا کرتے کہ (۱) مریدین کو ذریعہ معاش نہیں بنانا چاہئے (۲) مریدین کی رشتہ داری کے مسئلہ میں نہیں پڑنا چاہئے اپنے مسائل وہ خود حل کریں (۳) مریدین کے ہاں بار بار چکر نہیں لگانا چاہئے بلکہ وقت مقرر پر سال میں ایک بار اس کے لئے بھی پیشگی اطلاع دینا چاہئے (۴) آپ جتنے دن مریدین کے پاس ہوتے ہر نماز جماعت کی خود امامت فرماتے اس طرح تمام حاضرین با جماعت نماز ادا کرتے اور اس کی برکت سے بے نمازی بھی نمازی بن جاتے۔

میرا بچپن دادا جان کی آغوش محبت میں گذرا اور اپنی اولاد اور پوتوں میں سب سے مجھے زیادہ چاہتے تھے بلکہ میرے بغیر تو کھانا بھی تناول نہیں فرماتے تھے اسی طرح آپ بھی حضرت حامد شاہ کے لاڈلے تھے، آپ کے ان کے ساتھ تین رشتے تھے، آپ کی تعلیمات میں آپ کے شیخ کا عکس نظر آتا تھا۔

دادا جان ۱۹۵۰ء میں کسی دوست کے مشورے پر "عثمان شاہ گوٹھ" کے مکانات کسانوں کے سپرد کر کے زمینیں و باغات فروخت کر کے لاڑکانہ شہر میں مکانات خرید کر کے رہائش اختیار کی اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی۔ اور اسی سن میں حج بیت اللہ بھی کیا۔

دادا جان حضرت غلام قادر شاہ نے ۱۹۵۰ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری دی لیکن سب سے پہلے بغداد شریف سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مزار مقدس پر حاضری دی اور اس وقت کے سجادہ نشین حضرت سید عبدالرحمٰن جیلانی کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت بھی ہوئے۔

لاڑکانہ کے قیام کے دوران حضرت سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ مشوری شریف اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور حضرت کے مواعظہ حسنہ سے مستفیض ہوتے تھے اور اپنے مریدین میں یعنی کوٹ لال بخش مہیسر (تحصیل میرو خان) میں حضرت قبلہ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کروایا تھا تا کہ اصلاح عقائد واعمال ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین پر رحمت کی بارش برسائے۔ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین

علامہ مفتی حامد اللہ میمن

استاد العلماء، لاڑ جو لال، سندھ کے قابل فخر فقیہ عالم دین مولانا حامد اللہ بن میاں گل محمد میمن گوٹھ بیلو (تحصیل سجاول ضلع ٹھٹھہ سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم بیلو شہر میں حاصل کی، اس کے بعد ٹھٹھہ میں مولانا عبدالرحیم دھوبی کے پاس تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم بحر العلوم علامہ مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ فیروز شاہ (تحصیل میہڑ ضلع دادو) میں حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ (ٹھٹھہ صدین کان)

مہران میں ہے: علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی جب سندھ کی عظیم درسگاہ شہداد کوٹ میں فارغ التحصیل ہونے لگے تو اس وقت مولانا حامد اللہ شہداد کوٹ میں زیر تعلیم تھے، جب مولانا فیروز شاہی دستار بندی کے بعد اپنے گوٹھ جا رہے تھے تو اس وقت استاد محترم نے مفتی حامد اللہ کو بھی ساتھ کر دیا کہ ان کی تعلیم وتربیت کریں۔ مولانا حامد اللہ نہایت ذکی وذہین تھے۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

بیعت وخلافت: حضرت پیر ابراہیم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (رحلت ۲۰۰۲ء) رقمطراز ہیں: مولانا حامد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پڑدادا قطب ارشاد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی مجددی فاروقی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت اور خلیفہ تھے۔ حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹوی لکھتے ہیں:
حضرت علامہ حامد اللہ صاحب یگانہ عالم ہونے کیساتھ ساتھ ولی اللہ بھی تھے۔

(وہابیت کے انوکھے انداز ص ۳۰۸، ۷)

درس وتدریس: ابتدا میں تحصیل میر پور بٹھورو کے ایک گوٹھ سے درس کا آغاز کیا۔ مدینہ طیبہ کی زیارت نے بہت بے قرار کر رکھا تھا اس لئے حرمین طیبین کا سفر اختیار کیا۔ اور مدینہ منورہ میں دس سال کا عرصہ قیام کیا، جس کی تفصیل نہیں مل رہی ہے البتہ یہ معلوم ہوا کہ وہاں بھی درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا، عرب شریف کے طلباء نے خوب استفادہ کیا۔

نہیں فرقت تمہاری اب گوارا یارسول اللہ　　یہ دل بے چین ہے بہر نظارا یارسول اللہ
مری حرماں نصیبی خوش نصیبی سے بدل جائے　　جو ہو جائے تمہارا اک اشارا یارسول اللہ

اس کے بعد وطن واپس آئے اور اپنے گوٹھ بیلو میں "مدرسہ مظہر العلوم حامدیہ" میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اہل سندھ کو بھرپور استفادے کا موقعہ فراہم کیا۔ غالباً ۱۸۸۶ء کو عبدالرحیم شاہ سجاولی نے حضرت مفتی صاحب کو بیلو سے سجاول مدعو کیا اور اپنے بیٹوں کی تعلیم کے لئے استاد مقرر کیا اور سجاول میں "مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ" کی بنیاد رکھی اور حضرت مفتی حامد اللہ کو مدرسہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔ آپ نے محنت شاقہ سے دن رات درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ لیکن افسوس صد افسوس! اہل سنت و جماعت کی غفلت، سستی اور دین میں لا پرواہی کے سبب سازشی وہابیوں نے مولانا صاحب کے بعد مدرسہ پر قبضہ جما لیا۔ حضرت مولانا محمد نور میمن بن مفتی حامد اللہ نے عبدالرحیم شاہ کو نشاندہی فرما کر بتایا کہ فلاں فلاں مدرسین وہابی ہیں جن کے ذریعہ اہل سنت کے مدرسہ پر وہابیت کا قبضہ ہو رہا ہے۔ لیکن شاہ صاحب یا تو قبضہ سے خوش تھے یا پھر سازشوں کی زد میں آ گئے تھے جس سے نکل نہ سکے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اسی طرح "مدرسہ مظہر العلوم" کھڈہ مارکیٹ (لیاری کراچی) کا حضرت مولانا احمد الدین چکوالی پنجابی نے سنگ بنیاد رکھا تھا، وہ اہل سنت و جماعت کے فقیہ و نامور مدرس تھے انہوں نے مولوی صادق وہابی کے والد کو مدرس رکھا تھا جو کہ صحیح العقیدہ تھے۔ مولانا چکوالی کے انتقال کے بعد مولوی صادق وہابی مدرسہ پر قابض ہو گیا اور اب تک انہیں کا قبضہ ہے۔ تفصیلات اور اصل پروف دیکھنے کے لئے ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا مقالہ "امام احمد رضا اور علماء سندھ" مطبوعہ المختار پبلی کیشنز ریگل چوک صدر کراچی کا مطالعہ فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا حامد اللہ نے دوبارہ حرمین شریفین کا سفر اہل خانہ کے ساتھ اختیار کیا، اس بار بھی دس سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں درس و تدریس میں گزارہ۔ دس سال کے بعد چکر لگانے کے لئے سندھ آئے ان دنوں پہلی عالمگیر جنگ شروع ہو چکی تھی جس کے سبب تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ اس لئے بیلو میں سکونت اختیار کی اور تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ ان دنوں لاڑ کے علاقہ کے علماء اہل سنت نے ایک تنظیم "انجمن معلم الشرع" قائم فرمائی، جس کا آپ کو صدر مقرر کیا گیا۔

آپ کا مسلک مبارک: حضرت علامہ مفتی حامد اللہ سنی حنفی نقشبندی عالم، فاضل، کامل، مفتی، فقیہ، عظیم مدرس اور لاڑ کے صدر العلماء تھے۔ متقی، شب بیدار، شریعت مطہرہ کے پابند، حاجی، عابد و زاہد تھے اور حضور پر نور ﷺ کے عاشق زار تھے۔ ان کا بیاض قلمی حضرت شیخ الحدیث

علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ آپ اپنی بیاض میں رقمطراز ہیں:

"پھر (وہابیوں نے) ایسا ظلم (حرمین شریفین پر) دو سال کیا۔ ان کے ساتھ کیا جو کہ اچھے تھے اچھائی میں اور اچھی جگہ (حرمین شریفین) رہتے تھے۔ اس کے بعد ۱۲۳۳ھ میں سلطان روم کے لشکر نے آ کر ان پر فتح حاصل کی اور مارے مردودوں (وہابیوں) کو جہنم رسید کیا"۔

پھر فرقہ وہابیہ کے لئے تمام علمائے اہل سنت و جماعت نے فتاویٰ جاری فرمائے کہ فرقہ وہابیہ بے شک اپنے فاسد عقائد کی بنا پر کافر ہیں"۔

(بیاض مفتی حامد اللہ بیلوی قلمی بحوالہ وہابی، علماء سندھ کی نظر میں مطبوعہ ۱۹۹۲ء)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی جماعت کثیر ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

- استاد العلماء مولانا مفتی علی محمد مہیری
- مولانا سید علی بخش شاہ
- مولانا محمد سلیمان بنوی گوٹھ بنو ضلع ٹھٹھہ
- مولانا مفتی محمد یوسف میمن گوٹھ مڑھی بولا خان
- مولانا حاجی عبداللہ ولہاری (ضلع ٹھٹھہ)
- مولانا محمد ہاشم کھتری (گوٹھ غلام اللہ ضلع ٹھٹھہ)
- صاحبزادہ مولانا محمد نور میمن

شادی واولاد: حضرت مولانا نے تین شادیاں کی، جن میں سے دو بیٹے (۱) مولانا محمد نور میمن (۲) مولانا محمد سعید میمن اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ تیسری بیٹی مسمات بجل خاتون با قاعدہ سند یافتہ عالمہ فاضلہ تھیں جن کا مولانا عبدالحکیم سے عقد ہوا۔ (ٹھٹھہ صدین کان)

وصال: بیلو میں سیلاب آنے کا خطرہ ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد ارشد علامہ مفتی علی محمد مہیری کی استدعا پر بیلو سے گوٹھ پھٹون نزد کھوڑواہ (تحصیل گولارچی ضلع بدین) جا کر سکونت اختیار کی۔ اور جلد ہی وہیں ۱۰، شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا اور اسی گوٹھ پھٹون میں آخری آرام گاہ ہے۔ (لاڑ جی ادبی وثقافتی تاریخ، از: ڈاکٹر غلام علی خواجہ)



مولانا صوفی حمید اللہ انڑ

مولانا صوفی حمید اللہ بن الحاج صوفی غلام قادر انڑ گوٹھ نوآباد (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۱، اکتوبر ۱۹۱۵ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں ہوئی۔ والد ماجد دیندار، صوفی منش، خدا رسیدہ درویش اور مہمان نواز شخصیت کے مالک تھے۔ صوفی غلام قادر دین کی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے اسی جذبہ کے تحت گوٹھ میں دینی مدرسہ قائم کر رکھا تھا، جہاں حضرت مولانا غلام محمد شاہانی (جو کہ علم معقول ومنقول کے ماہر استاد تھے) تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔

صوفی حمید اللہ نے پہلے مولانا غلام محمد سے تعلیم حاصل کی۔ اجمیر شریف (انڈیا) سے حضرت مولانا علامہ عبداللہ (جو کہ علم منطق کلام اور فلسفہ کے ماہر استاد تھے) کو مدعو فرما کر مدرسہ میں مدرس مقرر کیا، ان کی خدمت میں بھی رہ کر اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد بیڑو چانڈیو (گوٹھ) کی درسگاہ میں ایک سال رہ کر مولانا غلام رسول عباسی سے بقیہ کتب پڑھ کر نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت آبائی گوٹھ میں والد محترم کی قائم کردہ درسگاہ سے تدریس کا آغاز کیا۔ لیکن سیلاب کی وجہ سے آبائی گوٹھ کو خیر باد کہہ کر گوٹھ پٹھان (تحصیل ڈوکری) میں مستقل سکونت اختیار کی، وہاں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۰ء میں گوٹھ پٹھان سے لاڑکانہ شہر شفٹ ہو کر آئے اور محلہ قافلہ اسراء، نزد بہشتی مسجد میں رہائش اختیار کی اور اپنے استاد محترم حضرت مولانا غلام رسول عباسی کے مدرسہ سے متصل اللہ والی مسجد باقرانی روڈ لاڑکانہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تلامذہ: آپ کے نامور تلامذہ درج ذیل ہیں:

1- علامہ مولانا ہدایت اللہ آریجوی مہتمم مدرسہ جامعہ حسنیہ رضویہ آریجہ
2- علامہ مولانا خیر محمد رضوی مہتمم مدرسہ عربیہ حنفیہ غوثیہ کلکیٹری مسجد لاڑکانہ
3- مولانا مفتی غلام محمد قاسمی مہتمم دارالعلوم غوثیہ رضویہ قاسمیہ کوئٹہ
4- مولانا مفتی محمد وارث قاسمی مہتمم دارالعلوم قاسمیہ خضدار
5- مولانا ابوالفیض محمد حسن قلندرانی قاسمی خطیب حیدرآباد
6- مولانا محمد عالم بروہی خضدار
7- مولانا قاری خیر محمد قاسمی خطیب جامع مسجد شیخ زید کالونی لاڑکانہ
8- مولانا مولاداد سہڑو

بیعت وعقیدت: یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کن سے بیعت تھے۔ البتہ فقیہ اعظم، حضور فیض گنجور، بحر العلوم والفیوض، تاج العارفین، امام المیراث، حضرت علامہ الحاج مفتی محمد قاسم المشوری

قدس سرہ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے اور حضرت کی زیارت وصحبت کے لئے درگاہ مشوری شریف اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔

عادات وخصائل: مولانا حمید اللہ، عالم باعمل، گم نام صوفی، کم گو، گوشہ نشین، طلباء پر مہربان، اپنے گوٹھ میں طلباء کے بستر ے کھانے پینے کی ذمہ داری خود نبھاتے تھے، تمام اخراجات اپنی زمینداری سے پورے کرتے تھے۔ مدرسہ کے اخراجات کے لئے چندہ کی تکلیف گوارہ نہیں فرماتے تھے۔ زندگی بھر تصفیہ نفس کا درس دیتے رہے۔ ایسے بااخلاق ومروت عالم آج کہاں ہیں؟ علمی استعداد کا یہ عالم تھا کہ مشکل لاینحل مسائل چٹکیوں میں حل فرمادیا کرتے تھے اور دوران درس منطق فلسفہ وکلام کے مشکل مقامات پر ایسی دلکش و پراثر تقریر فرماتے کہ مسئلہ آسانی سے دماغ میں بیٹھ جاتا۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ ساری رات تسبیح وتحلیل، ذکر شریف، درود شریف اور نوافل کی ادائیگی میں بسر ہوا کرتی تھی۔

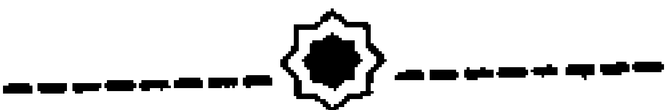
سفرحرمین شریفین: ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔

منصب وملازمت: ایک بار صدر پاکستان جنرل ایوب خان کے دور حکومت میں آپ یونین کونسل پٹھان کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ دوران منصب حق سچ، عدل و انصاف، خدمت خلق، خداترسی اور ہمدردی کا بول بالا کر دیا۔ کسانوں کے مسائل کو حل کرانے میں خاص دلچسپی سے کام لیا۔ فلاح وترقی کے خوب کام سرانجام دیئے۔ بیوہ خواتین، یتیم، جسمانی معذور اور غریبوں کی مالی امداد کی۔ راشن اور سلائی مشینیں تقسیم کی۔ انہوں نے ہمیشہ غریبوں کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھا۔

شادی واولاد: آپ نے ایک شادی کی جس کے بطن سے تین بیٹیاں اور تین بیٹے تولد ہوئے۔ (۱) عطاء اللہ (۲) ثناء اللہ (۳) حافظ محمد عرف نالے مٹھوانڑ

وصال: علامہ حمید اللہ انڑ نے ۲۴، رجب المرجب ۱۴۱۱ھ بمطابق ۲۱، فروری ۱۹۹۰ء کو انتقال کیا۔ نماز جنازہ، شیخ طریقت تاج السالکین حضرت میاں علی محمد مشوری القادری رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین درگاہ مشوری شریف) کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ شہر لاڑکانہ میں درگاہ شریف حضرت قائم شاہ بخاری علیہ الرحمہ کے زیر سایہ قبرستان میں آخری آرامگاہ واقع ہے۔

[حافظ نالے مٹھوانڑ۔ حافظ عبدالستار ابڑو کے ارسال کردہ مواد سے سوانح ترتیب دی گئی]



مولانا حامداللہ نقشبندی

درویش صفت انسان مولانا میاں حامداللہ بن محمد مصری بن فقیر کریم ڈنہ، قوم سانند، گوٹھ بہ شریف تحصیل نگرپارکر ضلع تھرپارکر (مٹھی) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے ہی گوٹھ میں تعلیم قرآن حافظ خداڈنہ پلی کے پاس حاصل کی۔ اس کے بعد گوٹھ پسار ٹیو تحصیل نگرپارکر میں مولانا محمد اسماعیل دل کے مدرسہ میں داخلہ لے کر وہیں فارسی کی تکمیل کے بعد گوٹھ و نجھیاری تحصیل مٹھی میں مولانا حافظ عبداللطیف کے پاس تعلیم حاصل کی۔ آخر میں گوٹھ ٹالہی (ضلع عمرکوٹ) کے مدرسہ میں داخلہ لیا جہاں مولانا محمد ابراہیم کی خدمت میں رہ کر شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد طبیعت میں تبدیلی رونما ہوئی غالباً مولانا عبداللطیف کے مدرسہ میں فقیر نور محمد بلالانی درویش کی صحبت کا اثر تھا کہ قلب میں علم باطن کے حصول کی تحریک پیدا ہوئی۔

بیعت: حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سرہندیہ میں دست بیعت ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی درویشوں، اللہ والے فقیروں کی صحبت میں بہت کچھ پالیا۔ حضرت حاجی پیر سید علی اکبر شاہ لونی شریف اور حضرت پیر عبدالرحیم درگاہ ملا کاتیار شریف (ضلع حیدرآباد) کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔

درس و تدریس: آپ نے نارے کے علاقہ میں گوٹھ سونپور سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد گوٹھ ولیداد پلی میں فقیر محمد ہاشم کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گوٹھ واپس آئے پوری توجہ کے ساتھ مدرسہ قائم کیا اور تاحیات درس و تدریس کے سلسلہ سے وابستہ رہے۔

بہ شریف تھر کا ایک چھوٹا سا گوٹھ ہے، وہ تھر جہاں آج اکیسویں صدی میں بھی زندگی فقر و فاقہ کی شکار ہے۔ تمام آسانیاں اور سہولیات سے یکسر علاقہ خالی ہے۔ جہاں نہ بجلی ہے نہ نہر، نہ واٹر سپلائی کا صاف پانی، اور نہ ہی پکے راستے ہیں۔ بس ہر طرف ریت ہی ریت ہے۔ ایسے گھٹن کے ماحول میں آپ نے تقریباً ایک سو چالیس سال قبل آنکھ کھولی، یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی اور اس کے بعد عملی زندگی بھی یہیں ایک مثالی نمونہ بن بسر فرمائی۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق، محبت اور صحبت عام سے لوگ مستفیض ہوئے اور وہ کردار کے غازی بنے۔ آپ نے جہالت کی تاریکی میں علم کی روشنی عام کی، لوگوں کو شریعت مطہرہ کا پابند بنایا اور دلوں میں حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو جلایا۔

حکمران، تھر کے سیاہ کوئلے کی صفائی کا کارخانہ تھر میں لگاتے، اس میں تھر کے مقامی لوگ ملازم بھرتی کئے جاتے، تھر میں بارش کے پانی کو اسٹور کرنے کے لئے ڈیم بنایا جاتا، پکے راستے تعمیر کئے جاتے اور تھر کے لئے دریائے سندھ سے ایک نہر نکالی جاتی تو سمندر میں صاف پانی گرنے ضایع ہونے کے بجائے تھر میں صرف ہوتا، تو آج تھر کی تصویر بھوک و پیاس سے عبارت نہ ہوتی۔ جنرل ایوب خان کے عہد میں ضلع دادو میں ایک ایسا بلند پہاڑ دستیاب ہوا جو کہ کوہ مری کی طرح ٹھنڈا ہے لیکن تقریباً چالیس سال کے بعد بھی اس پر کام نہیں ہوا۔ کئی بار احتجاج ہوئے، کئی قلمکاروں نے مضامین لکھے، اور صحافیوں نے کالم تحریر کئے لیکن گورنمنٹ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور آج تک کوئی کام نہیں ہوا۔ نہ معلوم اس کی کیا وجوہات ہیں؟؟

عادات وخصائل: طبیعت ولباس سادہ، اوڑھنا بچھونا سادہ، درویش صفت انسان، نیک سیرت، اخلاق واخلاص کا مجسمہ، مہمان نواز، غریب وسادہ لوگوں پر نہایت شفیق ومہربان اور مستجاب الدعوات تھے۔ زندگی بھر درس وتدریس اور صحبت بافیض سے جہالت کے بادلوں کو تار تار کرتے رہے۔ شریعت مطہرہ کے پابند، تہجد گذار اور ذکر واذکار کے حلقے قائم کر کے تاریک دلوں کو روشن ومنور کرتے رہے۔

تلامذہ: آپ سے استفادہ کرنے والوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1- مولانا حاجی عبدالمجید ساند بانی مدرسہ دارالعلوم صوفیہ حنفیہ گوٹھ واگھی جو دیرو تحصیل نگرپارکر ضلع مٹھی

2- مولانا حاجی محمد عالم جونیجو بانی مدرسہ گوٹھ ٹھڑیوں جونیجو

3- مولانا محمد اسحاق ساند درگاہ بھرشریف

4- مولانا دین محمد ساند

5- مولانا عبدالرشید ساند

6- مولانا محمد برہان سومرو

7- مولانا انور علی ساند مرحوم

8- حافظ محمد بچل درس، وغیرہ

شادی واولاد: میاں صاحب کو پہلی اہلیہ سے ایک بیٹا انور علی پیدا ہوا، والد کے پاس تعلیم وتربیت حاصل کی لیکن افسوس کہ جوانی میں فوت ہوگیا۔ اس غم نے میاں صاحب کو بالکل نڈھال کر دیا۔ جس کے سبب دنیا سے لاتعلق ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی بلکہ دن رات قبرستان میں گذارتے تھے۔ یہ صورتحال دیکھ کر بعض احباب (سید حاجی عمر شاہ، سید غلام نبی شاہ، مولانا حاجی تاج محمد ساند اور چچازاد بھائی) کی کوشش سے بڑی مشکل سے دوسری شادی کے لئے راضی ہوئے۔

دوسری اہلیہ سے میاں حاکم علی تولد ہوئے۔ میاں مرحوم حاکم علی کو چار بیٹے تولد ہوئے۔

1- حامد اللہ ثانی

2- کریم داد

3- شفیع محمد
4- انور علی

اس طرح میاں صاحب کا نسبی سلسلہ جاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کے خاندان کو علم دین کی دولت سے سرفراز فرمائے تا کہ بہ شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔

فیض یاب فقیر: میاں صاحب کی صحبت بافیض سے درج ذیل حضرات مستفیض ہوئے۔
حاجی سید باقر علی شاہ (رتو کوٹ)، حاجی سید عمر شاہ، فقیر کریم ڈنہ (گوٹھ لانڈھی) فقیر طالب پھنور، فقیر احمد راہموں، حاجی خمیسو سموں، عبد الغفار جونیجو، حافظ محمد الیاس چوہان وغیرہ

وصال: میاں حامد اللہ ساند نے ۱۸، رمضان المبارک ۱۳۶۵ بمطابق جولائی ۱۹۴۶ء بروز پیر ۸۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

آپ کی آخری آرامگاہ بہ شریف ضلع تھر پارکر (سندھ) میں واقع ہے، جہاں ہر سال نہایت عقیدت واحترام سے عرس مبارک منایا جاتا ہے۔

[محترم عبد المالک پلی (وایا سامارو ضلع عمر کوٹ) نے جناب محمد عاقل ساند (بہ شریف) سے مواد لکھوا کر فقیر راقم کو ارسال کیا۔ فقیر نے مضمون تیار کیا۔ دونوں حضرات کا ممنون و مشکور ہوں]

ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی

مولانا ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی بن سید محمود حسن بلگرامی ۲، اگست ۱۹۰۸ء بمطابق ۱۳۲۶ھ کو بھارت کے علاقہ بلگرام میں تولد ہوئے۔ وطن کی نسبت نام کا جزو بن گئی۔ آپ خاندانی طور پر زیدی واسطی سادات خاندان سے متعلق تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی عمر میں والدین کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا، یتیمی کے عالم میں تعلیم کے سفر کا آغاز کیا۔ الہ آباد یونیورسٹی (بھارت) سے بی۔ اے۔ ایم۔ اے اردو کیا اس کے بعد اسی درسگاہ سے اردو میں علامہ اقبال پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ علماء و مشائخ اہل سنت سے استفادہ اور مطالعہ کو تا حیات جاری رکھا اور جامعہ بہاولپور میں بھی علماء کی صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔

درس و تدریس: ۱۹۳۷ء کو بھارت کی نامور درسگاہ ڈون پبلک اسکول ڈیرہ ڈون سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اس اسکول میں آپ واحد مسلمان استاد تھے۔ ۱۹۴۸ء کو پاکستان تشریف لے آئے اور کچھ ہی روز قیام کے بعد اسی سال لندن یونیورسٹی لندن (برطانیہ) میں پاکستان کی زبان

تہذیب اور کلچر کے لیکچرار مقرر ہوئے پانچ سال کے بعد ۱۹۵۳ء میں وطن واپس آئے۔

۱۹۶۰ء تک حکومت پاکستان کے تحت مرکزی پلاننگ بورڈ میں پہلے ڈپٹی چیف اور پھر سربراہ تعلیمات کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

۱۹۶۰ء کو ہی محکمہ اوقاف پنجاب کی جانب سے آئمہ و خطباء مساجد کی تربیت کے لئے "علماء اکیڈمی" کا قیام عمل میں آیا، جس میں آپ کو ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان نے بہاولپور کی "جامعہ عباسیہ" کا نام ختم کر کے "اسلامیہ یونیورسٹی" نام تجویز کیا اور آپ نے وہاں پانچ سال تک وائس چانسلر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

اس دور میں جامعہ اسلامیہ میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کو "شیخ الحدیث" اور فاضل جلیل علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی کو "شیخ تصوف و اخلاق" مقرر کیا گیا، ڈاکٹر صاحب نے دونوں بزرگوں سے خوب استفادہ کیا۔

بہاولپور سے واپسی پر مختلف تعلیمی اور تالیفی سرگرمیاں رہیں۔ اسی زمانہ میں حیدرآباد کے قیام کے دوران ایک پبلک اسکول کے پرنسپل کی حیثیت سے بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ اس دوران آپ کی اہلیہ نے انتقال کیا۔

اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ برس ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں اسلامی تعلیمات کے متعلق پروفیسر رہ کر خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد کچھ عرصہ مرکز تعلیمات اسلامی کے مشیر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۸۱ء میں پاکستان واپسی ہوئی اور بقیہ زندگی کراچی میں لے پالک لڑکے سہیل حامد کے ساتھ صائمہ گارڈن خالد بن ولید روڈ میں بسر کی۔

بیعت: ۱۹۸۷ء کو سلسلہ چشتیہ کے نامور صوفی بزرگ بابا عبیداللہ خان درانی سے بیعت ہوئے۔ بابا درانی، حضرت بابا تاج الدین ناگپوری اور ان کے خلیفہ و حیا نگرم کے بابا قادر اولیاء سے صحبت یافتہ و فیض یافتہ تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے اپنی تمام تصنیف و تالیف میں تصوف کا پیغام دیا ہے مثلاً کن فیکون، حیات قادر، صبح اسلام، سالار زماں، رخسار دوست، بساط فقر، عاشق اور عارف وغیرہ۔

ان تمام کتابوں کی اشاعت کا اعزاز "نشرح فاؤنڈیشن حسن اسکوائر کراچی" نے حاصل کیا۔

آپ نے ۱۹۹۰ء میں انتقال کیا اور آخری آرامگاہ آستانہ قادر نگر ضلع سوات بونیر (صوبہ سرحد) میں پیر بابا گاؤں سے پانچ کلومیٹر دور پہاڑوں میں واقع ہے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۱ء میں ڈاکٹر صاحب نے حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کا سفر اختیار کر کے نبی اکرم ﷺ کے نورانی دربار کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔

شادی: آپ نے شادی کی لیکن اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے ایک بچہ سہیل حامد کو پالا تھا جو کہ اس وقت بیلجیئم میں برسرِ روزگار ہے۔ آپ کی اہلیہ کا انتقال ۱۹۷۵ء کو حیدرآباد سندھ میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ انگریزی اور اردو میں بہت سی کتب آپ کی یادگار ہیں لیکن وہ اپنی دو تصانیف کو اُمت مصطفویہ کے لئے امانت تصور کرتے تھے جن میں ایک (۱) فیوض القرآن (۲) نور مبین

آپ کی تخلیقات میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1- تفسیر فیوض القرآن (اردو) ۲ جلدیں بہاولپور کے قیام کے دوران تحریر فرمائی اس پر علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی ثبت ہے۔

2- نور مبین۔ حضور پاک ﷺ کے انوار و تجلیات کمالات فضائل و معجزات پر مشتمل ہے۔

3- اسلامی نظریہ تعلیم
4- درود تاج (ترجمہ و تشریح)
5- سائبان رحمت
6- تحویر سحر
7- ندائے حرم
8- زادِ راہ
9- حرف آخر۔ آخری دنوں میں دوران علالت زندگی کی کچھ یادداشت رقم کرائیں۔

عادات و خصائل: بریگیڈیئر ڈاکٹر الحاج محمد اسلم ملک صاحب نے راقم راشدی غفرلہ کو ایک ملاقات میں بتایا کہ ڈاکٹر بلگرامی "سچے عاشق رسول تھے"۔ عجز و انکساری، وضع داری، تحمل و بردباری، اخلاق و آداب، محبت و خلوص، شیریں بیانی اور نکتہ سنجی آپ کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ اکثر صوفیانہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے تھے اور صوفیانہ طبیعت رکھتے تھے اور اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ان کی صحبت اور ان کے خلیفہ بابا صوفی محمد برکت علی (فیصل آباد) کی صحبت کے لئے پیرانہ سالی کے باوجود دور دراز کا سفر اختیار کرتے تھے۔

جب تک زندہ تھے اسلامی اور صوفیانہ لٹریچر کے اشاعتی ادارہ نشرح فاؤنڈیشن کراچی کی سرپرستی فرماتے رہے اور آپ کی سرپرستی میں دس پندرہ کتابیں و رسائل چھپ کر شائقین سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

آپ صحیح العقیدہ سنی تھے، ایک بار ان سے استفسار کیا گیا کہ آپ کا تعلق اہل سنت و جماعت سے ہے اور آپ بزرگان دین کا تذکرہ جس محبت سے کرتے ہیں وہ یقیناً قابل رشک ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ا

س کے باوجود مخالفین اہل سنت کا آپ نے اچھے انداز میں ذکر کیا ہے اور اپنی تصانیف پر ان سے تقاریظ بھی لکھوائی ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے مخالفین اہل سنت علماء کے علم کی تعریف کی ہوگی لیکن ان کے عقیدے ونظریے کو کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ ان کی تقاریظ وتبصروں کی اشاعت میں بھی یہ حکمت پوشیدہ رہی ہے کہ ان کے حلقہ ارادت تک پیغام عشق رسول ﷺ اور عظمت اولیاء اللہ کو فروغ دوں تا کہ وہ بے چارے جو اب تک ایمان کی حلاوت سے محروم ہیں اور یہ محرومی اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے تو انقلاب برپا ہوگا۔

اقتباس: پروفیسر ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی "خطہ پاک اوچ" (تصنیف محترم سید مسعود حسن شہاب مرحوم) پر پیش لفظ میں بزرگان دین کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

جس دن میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اور مخدوم بندگی سید محمد غوث شاہ گیلانی کے دربار میں حاضر ہوا تو یکا یک دل نے کہا کہ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

علم وحکمت کے ان درخشندہ ستاروں میں اب بھی وہ فروزانی اور روشنی باقی ہے جو ہماری مجالس علمیہ کو منور کر سکے اور ہمارے قلب وجگر میں حصول علم کی بے پناہ تڑپ پیدا کر دے۔ ہر چند ان کے اجسام ہم سے پردہ پوش ہو گئے ہیں لیکن ان کی ارواح طیبہ آج بھی ہماری تسکین ایمانی کے لئے ہماری طرف متوجہ ہیں۔ ان کے بظاہر تغافل میں بھی بے شمار خبرداریاں موجود ہیں"۔

(خطہ پاک اوچ مطبوعہ بہاولپور طبع اول ۱۹۶۷ء)

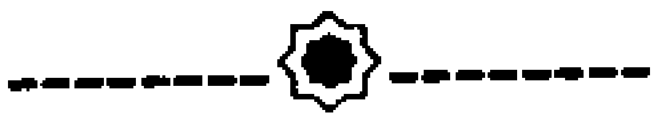
ڈاکٹر حامد بلگرامی دوسرے مقام پر اپنے ایک مضمون "اسلام کا نظریہ تعلیم" میں لکھتے ہیں:

اسلامی تعلیم کا مقصد بھی بچہ کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور ان کو نشو ونما دینا ہے۔ نظم وضبط، تعلیم کی لازمی کڑیاں ہیں۔ دراصل تربیت تعلیم سے پہلے بھی ہے اور تربیت تعلیم کا نتیجہ بھی۔ البتہ مغرب کے اس نظریہ تعلیم میں اسلام اس ناگزیر حقیقت کا اضافہ کرتا ہے کہ ہر بچہ کی فطرت میں وجود باری تعالیٰ کے اقرار کا ایک احساس موجود ہے۔ بچہ وجود میں آتے ہی اس "نور وحدت" کی تلاش اس دنیا میں شروع کر دیتا ہے۔ پہلے فطری معصومیت سے پھر تجسس اور حیرت سے اور اس کے بعد علم ومعرفت سے، وجود باری کا یہ احساس تمام بنی نوع انسان میں موجود ہے اور یہی احساس ان میں ایک اخوت پیدا کرتا ہے اور یہی نکتہ اتحاد ہے جسے "وحدت" یا "نور وحدت" سے تعبیر کیا گیا ہے یہی اسلامی تعلیم کا مرکزی تصور ہے۔ اس مرکزی تصور کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا گیا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں اسی مرکزی تصور کو شخصیت کی نشو ونما اور تنظیم کے لئے بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ ہر نظام تعلیم کا ایک مرکزی

تصور ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا جو تصور ہے وہ محدود ہے، نہ اس میں دوامیت ہو سکتی ہے، نہ وسعت جو جملہ بنی نوع انسان کو ایک ملک وحدت میں پرو سکے۔ یہ وہ وسعت ہے جو انسان انسان میں فرق نہیں کرتی۔ مساوات واخوت کا یہ سبق نہ اشتراکیت دے سکتی ہے نہ جمہوریت۔ اسلام میں شخصیت کی ترقی کا منشاء خود اس کی زندگی کو پورے طور سے بامعنی بنانا اور دوسروں کے لئے اس کی شخصیت کو مبدئے فیض بنانا ہے۔ (اسلام کا نظریہ تعلیم: ماہنامہ ضیائے حرم، بھیرہ ضلع سرگودھا اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۲۳)

وصال: ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی نے طویل عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۸، جنوری ۲۰۰۱ء بمطابق ۲، ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ بروز اتوار کراچی میں ۹۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ نور مسجد حالی روڈ پر نماز جنازہ ادا کی گئی اور پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی میں آخری آرامگاہ ہے۔

[اکثر مواد سید اسلم غزالی صاحب نے مرحمت فرمایا اس کے علاوہ جناب سہیل حامد کی بیگم صاحبہ سے بھی معلومات حاصل کی جس کے لئے فقیر ان دونوں کا مشکور ہے اس مواد کو بنیاد بنا کر چند دیگر ضروری حوالہ جات کا اضافہ کر کے مضمون ترتیب دیا گیا۔ راشدی]



پروفیسر حامد حسن قادری

مولانا الحاج پروفیسر حامد حسن بن مولانا احمد حسن ۲۹، جمادی الآخر ۱۳۰۴ھ/ ۱۰، مارچ ۱۸۸۷ء کو بچھراوں ضلع مراد آباد (یو۔پی بھارت) میں تولد ہوئے۔ سلسلہ نسب عارف کامل حضرت بابا فرید الدین مسعود چشتی گنج شکر قدس سرہ الاقدس (آستانہ عالیہ پاکپتن شریف ضلع ساہیوال) سے جاملتا ہے۔ اس بنا پر آپ فاروقی اور فریدی بھی کہلاتے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد اسٹیٹ ہائی اسکول رامپور سے ۱۹۰۹ء میں میٹرک پاس کیا پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ایف۔ اے کیا۔

درس وتدریس: غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء لکھنو کا سالانہ جلسہ حلیم ہائی اسکول کانپور میں منعقد ہوا جس کی صدارت حکیم محمد اجمل خان دہلوی فرما رہے تھے۔ ان دنوں آپ حلیم مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ نے "عربی لسانیات" پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا جس سے حاضرین عش عش کر اٹھے۔ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن شروانی نے جوش طرب میں پیشانی چوم لی، حکیم اجمل خان نے کرسی صدارت سے اٹھ کر بے اختیار گلے لگا لیا اور پرجوش الفاظ میں داد دی اور

سید سلیمان ندوی نے کہا: جزاك الله! آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے۔ دیگر مشاہیر نے بھی آگے بڑھ کر داد تحسین کے ٹوکرے برسائے۔

کانپور، اٹاوہ اور بڑودہ میں شاندار تعلیمی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۲۷ء کو سینٹ جانسن کالج آگرہ میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۹۴۵ء کو اپنے برادر اکبر مولانا پروفیسر عابد حسن فریدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۵ء) کے وصال پر صدر شعبہ اردو، فارسی بن گئے۔ ۱۹۵۱ء کو ریٹائر ہوئے۔

بیعت و خلافت: دسمبر ۱۹۲۷ء کو علی پور شریف (ضلع نارووال، پنجاب) حاضر ہو کر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ۷، جولائی ۱۹۴۵ء کو حضرت امیر ملت آگرہ تشریف لائے تو آپ کو خلافت سے نوازا۔ آپ "قادری" اس لئے کہلاتے تھے کہ بیعت ہونے سے قبل آپ کے بھائیوں اور چچازاد بھائیوں نے ایک دن گھر میں بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اپنے اپنے نام کے ساتھ لقب لگانا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ قادری آپ کے بڑے بھائی پروفیسر عابد حسن نے فریدی اور آپ کے چچازاد بھائی پرفیسر محمد طاہر نے فاروقی لقب اختیار کیا جو نام کا حصہ اور وجہ شہرت بن گیا۔ (میاں محمد صادق صاحب قصوری نے فقیر کے نام ایک خط میں یہ وجہ بتائی ہے)

شاعری: مولانا حامد حسن قادری عالم فاضل ہونے کے ساتھ بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ حضرت امیر مینائی کے شاگرد رشید منشی امتیاز علی رازؔ رامپوری سے شرف تلمذ تھا۔ غزل کے علاوہ نظم و نثر اور نعت و منقبت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو سنسکرت اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں سے ایک نعت تبرکاً درج کرتا ہوں:

صاحب لولاک آیہ رحمت ظل الٰہی سایہ رحمت
صلی اللہ علیہ وسلم

کہتی ہے ان سے رحمت داور اِنَّـا اَعْـطَـیْـنٰكَ الـكـوثـر
صلی اللہ علیہ وسلم

حکم ان کا فرمان خدا کا اِن هُـوَ اِلَّا وحـیٌ یُـوحٰـی
صلی اللہ علیہ وسلم

بدرِ دجیٰ بھی شمس ہدیٰ بھی عاشق بھی محبوب خدا بھی
صلی اللہ علیہ وسلم

شمع سبل بھی، ہادی کل بھی فخر بشر بھی، ختم رسل بھی
صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت والے، راحت والے شوکت والے، سطوت والے
صلی اللہ علیہ وسلم
امی، علم سکھانے والے راہ عقل دکھانے والے
صلی اللہ علیہ وسلم
یاد الٰہی کرنے والے فقر میں شاہی کرنے والے
صلی اللہ علیہ وسلم
ہم جیتے ہیں ان کے سہارے ہم ان کے ہیں وہ ہیں ہمارے
صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے صوفیانہ کلام میں سے رباعیات کا نمونہ پیش خدمت ہے:

بشر اگر مطلوب خدا ہو ہو جائے فنا جو ما سوا ہو
زاہد ہو مگر طلب میں گرداں ذاکر بھی مثال آسیا ہو
غفلت کا جو پردہ چاک ہو جاتا ہے عالم نظروں میں خاک ہو جاتا ہے
ہوتا ہے جب آلودۂ عصیاں نادم اشکوں میں نہا کے پاک ہو جاتا ہے

ممتاز شاعر صبا اکبرآبادی ثم کراچی مرحوم لکھتے ہیں:

مولانا قادری کا تاریخ گوئی کا کمال بھی ضرب المثل بن چکا ہے۔ منٹوں میں نہیں سیکنڈوں میں ایسی برجستہ تاریخ کا مادہ نکالتے تھے اور اس پر ایسے مصرعے لگاتے تھے کہ موضوع کی پوری اہمیت واضح ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں ان کی کہی ہوئی تاریخوں کا ایک کثیر ذخیرہ ان کے صاحبزادگان کے پاس موجود ہے۔

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی رقمطراز ہیں:

اب تک انہوں نے دو ہزار سے زیادہ تاریخی مادے نکالے ہیں اور ان میں سے ایک ہزار سے زیادہ نظم کر دیئے ہیں۔ پھر کوئی تاریخ ایسی نہیں جس میں کوئی لطیفہ اور کوئی چٹکلہ نہ ہو۔ شگفتگی و برجستگی بلا استثناء ہر تاریخ میں ملے گی۔ اندر سے چائے لا رہے ہیں، ریل میں سوار ہو رہے ہیں، وضو کر رہے ہیں اور تاریخ کہہ رہے ہیں۔ یہ روانی اور آمد تاریخ کے معاملہ میں نہ دیکھی نہ سنی۔

-1 آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے:

یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك۔ (پارہ ۳۰ الفجر: ۲۷)

۱۳۷۰ھ

-2 صدرالافاضل رئیس المفسرین علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

سب بے سروپا ہوگئے ایسا تھا مولانا کا غم
فضل و سخا رشد و ہدیٰ حلم و حیا عدل و کرم

اے قادری خستہ جگر تاریخ رحلت کر رقم
"ہیں رونما اب درد و غم قہر و جفا رنج و ستم"

۱۹۴۸ء

-3 آگرہ والے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ حقانی (والد مولانا محمد حسن حقانی کراچی) کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

مفتی عبدالحفیظ صاحب آج — پردہ فرما کے حق سے ہیں واصل
نیک دل، طبع، نیک اوصاف — سر بسر پاک جان و روشن دل
واعظ خوش بیان و بحر علوم — صاحب فیض و فاضل کامل
تربت پاک ان کی نوارنی — رشک خلد ان کی اولیں منزل

قادری نے بھی ان کا سال وصال
لکھ دیا "وصل ذات کا حامل"

۱۳۷۷ھ

-4 ۱۳۶۶ھ کو جب حضرت سیماب اکبر آبادی نے قرآن کریم کا منظوم ترجمہ مکمل فرمایا اور اس کی اطلاع قادری صاحب کو پہنچی تو آپ نے بعجلت ایک تاریخ کہہ کر بھیجی جس کا تاریخی مصرعہ تھا:

"آ گئی وحی منظوم اردو میں"

۱۳۶۶ھ

قادری صاحب ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

"الحمدللہ! سیماب صاحب نے اپنی استادی اور کمال کا نمونہ پیش کردیا، اس سے بہتر منظوم ترجمہ مشکل ہے"۔

-5 ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء/ ۱۳۷۰ھ کو علامہ سیماب اکبر آبادی نے کراچی میں رحلت فرمائی اس وقت قبلہ قادری صاحب آگرہ (اکبر آباد) میں تھے لہٰذا آپ نے تعزیت نامے کے ساتھ ایک ایسی تاریخ مرتب کر کے بھیجی جس کی کوئی دوسری مثال ممکن نہیں ہے۔ اس تاریخ کا پہلا عنوان تھا:

مجمع تواریخ

۱۳۷۰ھ

اور دوسرا عنوان تھا:

انتقال پر ملال یگانۂ آفاق علامہ سیماب اکبرآبادی

۱۹۵۱ء

6- ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر پاکستان ابھر کر سامنے آیا۔ قیام پاکستان کا سن انہوں نے قرآن پاک کی ایک آیت سے استخراج فرمایا۔ ملاحظہ کیجئے۔

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا

کہ تھا ارشاد: کنتم خیر امۃ

۱۳۶۶ھ

عاداتِ وخصائل: خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: "میرا مشغلہ زندگی بجز لکھنے پڑھنے کے کچھ نہیں رہا۔ لڑکپن اور طالب علمی میں بھی کھیلوں اور میچوں میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ کھیلنا کیا معنی، مجھے کھیل دیکھنا ہی نہیں آتا۔"

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی لکھتے ہیں: "قادری صاحب نیچی نظر کر کے پڑھاتے ہیں اور نیچی نظریں کر کے چلتے ہیں ۔راستے میں سلام کیجئے انہیں خبر نہ ہوگی، پان بہت کھاتے ہیں لیکن کالج میں نہیں۔ ڈبیا سفر میں رکھتے ہیں۔ قادری صاحب اپنے خیالات میں بڑے سخت و مضبوط ہیں لکھتے ہیں، "میں اپنے مذہب، اخلاق و معاشرت، ادب اور شاعری میں نہایت کٹر واقع ہوا ہوں۔ میں اپنے مذہب کو الہامی، اپنی تہذیب کو توفیقی اور اپنے شعر و ادب کو روایتی سمجھتا ہوں اور ان میں سے کسی کے متعلق اپنے نظریہ ادب کو بدلنے کے لئے تیار نہیں"۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی سابق صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی پشاور لکھتے ہیں:

آپ عربی فارسی کے علاوہ انگریزی ادب اور تنقید کا وسیع مطالعہ اپنے شوق سے کیا تھا جیسا کہ ان کے علمی اور تنقیدی مقالات سے ثابت ہے۔ انگریزی ادب کے پروفیسر آپ کی دقت نظر اور وسعت علم سے حیران رہ جاتے تھے، یہی حال فارسی و عربی اور دینی علوم کا تھا کہ آپ نے مدرسہ میں جس قدر علم حاصل کیا تھا، عمر بھر کے مطالعہ سے بہت کچھ اضافہ کیا تھا اور جلیل القدر عالم بن گئے تھے۔ ۱۹۵۵ء کو آگرہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں آ کر آپ نے تصنیفات کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا تھا اور صرف عبادت و ریاضت

میں وقت صرف فرماتے تھے۔ آپ خاموش مزاج اور کم گو شخص تھے۔ تواضع، مہمان نوازی، بردباری، انکساری اور راستبازی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ شاگردوں یا بچوں پر کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے"۔

ڈاکٹر خواجہ صاحب مزید لکھتے ہیں: قادری صاحب بڑے سنجیدہ متین اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔ لیکن زاہد خشک نہیں وہ روایت پرست ہونے کے باوجود اچھی اور نئی بات جہاں بھی ملتی ہے اسے پسند کرتے ہیں اور داد دیتے ہیں۔"

تصنیف و تالیف: تعلیمی خدمات کے علاوہ دینی علمی و ادبی کتب بھی آپ کی قابلیت و خدمات کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ۹۰ کے قریب نظم و نثر میں کتابیں لکھیں۔ ۴۵ ان کی زندگی میں طبع ہوئیں۔ علم البیان اور علم البدیع پر انگریزی میں بڑی معرکتہ لآ راء کتاب لکھی جس میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی چاروں زبانوں کی مثالیں لکھی گئی ہیں۔ مختلف رسائل میں شائع ہونے والے مضامین اس کے سوا ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ایک طالب علم نے ایم۔ اے کے امتحان کے لئے آپ پر علمی مقالہ لکھا تھا۔

یہاں آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

مطبوعات کتب

تنقید:

1- داستان تاریخ اردو طبع اول آگرہ ۱۹۴۱ء طبع ثانی اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۸۸ء
2- نقد و نظر ۱۹۴۲ء
3- تاریخ و تنقید ۱۹۳۸ء
4- تاریخ مرثیہ گوئی ۱۹۳۴ء
5- کمال داغ ۱۹۳۴ء
6- انتخاب مومن
7- شاہکار انیس

افسانے:

- صید و صیاد
- ایرانی افسانے (ترجمہ) ۱۹۴۴ء

مذہب:

- مجمع الکرامات

سوانح:

- ابراہیم لنکن
- حسنین رضی اللہ عنہما

تراجم:

- فطرت اطفال
- باغبان
- الکحل اور زندگی

نظم:

- مرثیہ شورمحشر (شیخ کے وصال پر) آگرہ ۱۹۵۱ء
- قصیدہ عطار

اخلاقیات:

- گلدستہ اخلاق
- رفیق تنہائی

بچوں کا ادب:

- پھولوں کی ڈالی
- ترانہ ہند
- گم شدہ طالب علم
- ستارہ جنوب
- حسن پچیسی
- جادوگرنی
- ہمت کا پھل
- گدڑی کا لال
- کاغذ کے کھلونے

تدریسی کتب:

- بی اے پرشین کورس
- عیار نظم
- ماہ اردو
- جمال اردو
- نہال اردو
- نہال فارسی
- گواہر اردو
- جواہر اردو
- منظر اردو
- تاج اردو
- چمنستان اردو
- دامن گل چین
- انتخاب مراثی انیس و دبیر
- نقش تازہ
- حرف نو
- اردو کا آسان قاعدہ
- **Selected English fieces for Urdu Transletion**

غیر مطبوعہ کتب:

- مقالات قادری
- تحقیق و تصحیح
- دفتر التواریخ
- جامع التواریخ
- تصویر التواریخ
- خزانہ رباعیات
- انتخاب دیوان غالب اردو
- انتخاب اکبرالہ آبادی
- شجرۃ الانبیاء
- انتخاب مرزا بیدل
- کلیات راز رامپوری
- یوسف زلیخا
- جوہر شناسی اور دوسری افسانے
- مذہبی باتیں
- بیاض نعتیہ
- نوادر منتخب شعر و ادب
- معلم الملکوت
- مجموعہ نظم
- نقد و تبصرہ
- تذکرہ و تبصرہ
- میزان التواریخ
- آثار التواریخ
- جلوہ گاہ تضمین
- مثنوی نمونہ عبرت
- انتخاب دیوان غالب فارسی
- دیوان غزلیات
- اسبق الظفر
- انتخاب رسا رام پوری
- کنز الکرامات
- مقالات ادبی
- Oriental
- خمکدہ رباعیات
- گنجینہ تواریخ
- مراۃ شعر و سخن
- بچوں کی نظمیں

پاکستان میں قیام: ۱۹۵۵ء کو بھارت سے کراچی تشریف لے آئے تھے۔ آپ ادیب کے ساتھ صوفی بھی تھے۔ آپ عابد و زاہد تھے، مرشد سے محبت رکھتے تھے ہر ہفتہ گھر پر حلقہ ذکر شریف کا اہتمام فرماتے تھے۔ تمام اوراد و وظائف طریقت کے پابند تھے۔ آپ کم گو تھے۔ تواضع مہمان نوازی بردباری اور انکساری آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔

اولاد: آپ کو چار بیٹے اور غالباً دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- ساجد حسن قادری (کوئٹہ)

2- ڈاکٹر خالد حسن قادری (لندن اسکول فار اورینٹل لینگویجز لندن)
3- ماجد حسن قادری
4- راشد حسن قادری مرحوم مدفون کراچی (بروایت فرید قریشی ایڈیٹر تصوف کراچی)

جناب رئیس امروہی لکھتے ہیں: حضرت مولانا کے چاروں فرزند بحمد اللہ مدارج اعلیٰ (بڑی پوسٹوں) پر فائز ہونے کے ساتھ اپنے جلیل القدر باپ کے علمی وادبی ذوق کے بھی وارث ہیں۔

(سہ ماہی تصوف قادری نمبر حصہ اول ۱۹۸۴ء)

تلامذہ: آپ کے نامور تلامذہ میں بعض کے نام درج ذیل ہیں:

❁ نامور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

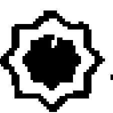
❁ پروفیسر کرار حسین سابق وائس چانسلر بولان یونیورسٹی کوئٹہ

وصال: پروفیسر حامد حسن قادری نے ۲۴، محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بمطابق ۶، جون ۱۹۶۴ء کو کراچی میں انتقال کیا اور آپ کو پاپوش نگر ناظم آباد کراچی کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے صاحبزادگان ہر سال آپ کا عرس مناتے ہیں۔

جناب راشد حسن قادری نے آپ کے انتقال پر قطعہ تاریخ وفات کہا جو کہ درج ذیل ہے:

تھا عشق رسول میں ہمیشہ جو شغف
واصل جو ہوئے "رب" سے وہ رحلت کے بعد
مائل رہا دل سدا مدینے کی طرف
حاصل ہوا قبر میں زیارت کا شرف
۱۷۶۲+۲۰۲_۱۹۶۴ء

[ماخوذ: میاں محمد صادق قصوری صاحب کا مکتوب۔ حضرت امیر ملت اور ان کے خلفاء۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مطبوعہ گجرات۔ سہ ماہی تصوف کراچی حامد حسن قادری نمبر ۱۹۸۵ء]



مولانا سید حبیب احمد نقشبندی

مولانا حافظ سید حبیب احمد نقشبندی بن سید محمد محسن بن سید عبداللہ المعروف مدنی میاں، مدنی میاں کی مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کے نزدیک سکونت تھی۔ مدنی میاں مدینہ منورہ سے تنہا ہندوستان آئے، شاہ جہاں پور کے قصبہ تلہر میں فروکش ہوئے۔ آپ حضرت پیر الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

میں کراچی ہی میں دستِ حق پر بیعت ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد کا کراچی میں قیام تھا۔ پیر و مرشد نے آپ کا نام اسد اللہ شاہ رکھا تھا۔ بیعت اختیار کر کے آپ واپس ہندوستان چلے گئے وہاں سے مدینہ منورہ آنا جانا رہا پھر شاہ جہاں پور ہی میں مستقل قیام کیا۔ سید محمد محسن نے شاہ جہاں پور کے پٹھان خاندان میں شرف النساء نامی خاتون سے شادی کی۔ جس میں سے سید حبیب احمد تولد ہوئے جو کہ آپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ حضرت پیر سید محمد محسن نے ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں انتقال کیا، شاہ جہاں پور جائے مدفون ہے۔ ۲۴ اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخ وصال حضرت مولانا غلام محی الدین خان قادری شاہ جہاں پوری نے فارسی میں کہا ہے۔ مقطع تاریخ یہ ہے:

گفت محی بہر سال جانگزائے
سیف مسلول شریعت بود وائے

۱۳۲۵ھ (بروایت: سید محمد احمد محسنی صاحب حیدر آباد)

مولانا سید حبیب احمد محسنی تلہری ۱۹۰۱ء کو قصبہ تلہر ضلع شاہ جہاں پور (بھارت) میں تولد ہوئے۔

(بروایت: شہزاد احمد)

تعلیم و تربیت: گھر سے دینی تعلیم کا آغاز کیا، علاقہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف (یو پی، انڈیا) سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والدِ گرامی قدر حضرت شیخ طریقت سید محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دستِ بیعت ہوئے اس کے بعد جانشین و خلیفہ ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت بشیر میاں (بریلی شریف) نے بھی انہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت عطا فرمائی تھی۔

امامت و خطابت: ۱۹۵۰ء کو پاکستان تشریف لائے۔ مستقل قیام لطیف آباد حیدر آباد (سندھ) میں کیا۔ ابتدا میں آپ مرکزی جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۸ میں امام و خطیب رہے، بعد ازاں سدرہ مسجد لطیف آباد میں تاحیات خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

اولاد: مولانا سید حبیب احمد کی روحانی یادگار تو ان گنت ہیں مگر جسمانی یادگار بھی ماشاء اللہ ایک فرزند سید محمد احمد محسنی کی صورت میں موجود ہیں جو آپ کے سجادہ نشین بھی ہیں۔ جناب محمد احمد کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ماشاء اللہ موجود ہیں۔ (۱) سید جمال احمد (حیدر آباد) (۲) سید نہال احمد گلشن حدید فیز I کراچی (۳) سید کمال احمد (لاہور) (۴) سید اقبال احمد (حیدر آباد) (۵) سید افضال احمد (قطر)

معتقدین: آپ کے چند مخلصین و مریدین کے نام یہ ہیں:

-1 خلیفہ حافظ محمد یونس خان نزد مکرانی جامع مسجد پی آئی بی کالونی کراچی

2- حافظ سمیع الرحمٰن لطیف آباد نمبر ۸

3- معروف نعت خواں صوفی جمیل احمد لطیف آباد

تصنیف و تالیف: آپ کی درج ذیل تصانیف کا علم ہوسکا ہے:

1- نذر حبیب: ۲۰۰ صفحات پر مشتمل یہ آپ کا سب سے پہلا نعتیہ مجموعہ کلام ہے، جسے رضوی کتب خانہ اردو بازار لاہور نے ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۷ء کو شائع کیا تھا۔

2- نعت رسول: یہ نعتیہ مجموعہ کلام حیدر آباد (سندھ) سے شائع ہوا۔

"حبیب" اے کاش پھر وہ دن ہو ہم جائیں مدینے کو
یہی دن رات اب اللہ سے ہم لو لگائے ہیں

وصال: حضرت مولانا سید حبیب احمد ایک جید عالم دین، حافظ قرآن، نعت گو شاعر، خطیب اور پیر طریقت تھے۔ ۲۹، صفر المظفر ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۹، اگست ۱۹۹۲ء کو بروز ہفتہ بعد نماز عصر ۹۱ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

آپ کا مزار مبارک امانی شاہ کالونی لطیف آباد نمبر ۱۱ پہاڑی کے قبرستان (حیدر آباد، سندھ) میں پختہ بنا ہوا ہے۔ مزار مبارک کا احاطہ خاصا کشادہ ہے۔ مزار پر خوب صورت گنبد اپنی بہار دکھلا رہا ہے۔

[محترم شہزاد احمد ایڈیٹر ماہنامہ حمد و نعت کراچی کے مضمون "حیدر آباد کے نعت گو" اور صاحبزادہ سید محمد احمد محسنی نے جو معلومات محترم شاہ انجم بخاری (حیدر آباد) کو فراہم کی، اسی سے یہ مضمون ماخوذ ہے۔ فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے]

مولانا سید حامد جلالی

• حضرت مولانا سید حامد جلالی بخاری بن حضرت مخدوم سید امیر حمزہ نقوی جلالی چشتی صابری امدادی ۲۲۔۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ناصر ملت خطیب اسلام صوفی صافی حضرت علامہ سید ناصر جلالی آپ کے بڑے بھائی تھے۔ (حالات اپنے مقام پر ردیف میں ملاحظہ فرمائیں)

تعلیم و تربیت: گیارہ برس کی عمر میں مولانا قاری حافظ سید محمد، امام عیدگاہ شاہی دہلی (بھارت) سے قرآن پاک حفظ کیا۔ بعد ازاں مدرسہ عالیہ جامع مسجد فتحپوری دہلی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ طبیہ کالج دہلی سے سند حکمت حاصل کی۔ اس طرح دینی و دنیوی علوم میں کمال حاصل کیا۔

تحریک پاکستان: ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور اپنا تن من دھن تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے وقف کر دیا۔ اتحاد عالم اسلامی کے زبردست داعی، مجلس اتحاد عالم اسلامی کے صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے سرپرست تھے۔

صحافت: اپنے برادر بزرگ کے ساتھ دینی، تبلیغی تحریکی تصنیفی اور صحافتی خدمات انجام دیتے رہے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر "جماعت اخوان الصفا" قائم کی، متعدد جرائد مثلاً: ماہنامہ حق، شعلہ ویکلی، اتحاد سہ روزہ جاری کئے۔ ۱۹۵۲ء کو کراچی سے ماہنامہ زبانِ ہند جاری کیا۔ بعد ازاں ماہنامہ اذان اور آخر میں اپنے برادر بزرگ کی یاد میں ماہنامہ علم وعرفان نکالا۔ حضرت حامد کے ان جرائد میں شائع ہونے والے ان مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر وجود میں آ سکتا ہے۔

تصنیف وتالیف: آپ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ تفسیر قرآن کریم اور بخاری شریف کی شرح آپ کی یادگار ہے۔ مجلس محبان علامہ اقبال کے صدر تھے۔ علامہ اقبال کے متعلق کئی کتابیں سپرد قلم فرمائیں۔ مثنوی مولانا روم کے تقریباً حافظ تھے اور بڑے دلکش انداز میں اس کی شرح فرماتے تھے۔ امام غزالی قدس سرہ کے فلسفے کے دلدادہ تھے۔

سفر حرمین شریفین: حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے۔

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے برادر بزرگ حضرت علامہ ناصر جلالی سے دست بیعت اور خلیفہ مجاز کا شرف رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے آپ کے صاحبزادے (یعنی اپنے بھتیجا) سید مسعود احمد جلالی (ایڈیٹر سہ ماہی علم وعرفان کراچی) کو بھی خلافت عطا فرمائی تھی۔

حضرت علامہ ناصر کو متعدد سلاسل میں اپنے والد ماجد اور دیگر مشائخ عظام سے خلافتیں ملی ہوئی تھیں۔ مثلاً: خاندان عالیہ مخدومیہ جلالیہ ناصریہ، سہروردیہ جلالیہ ناصریہ، چشتیہ صابریہ امدادیہ ناصریہ میں اپنے والد ماجد سے اور قادریہ جلالیہ اشرفیہ، چشتیہ نظامیہ اشرفیہ میں حضرت مولانا سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ کچھوچھہ شریف کے خلیفہ مجاز تھے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سہ ماہی علم وعرفان کراچی اکتوبر ۱۹۷۰ء)

شادی واولاد:

مولانا سید مسعود احمد جلالی آپ کے صاحبزادے ہیں۔

وصال: حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی بخاری (اوچ شریف ضلع رحیم یار خاں) کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت مولانا حافظ حکیم سید حامد جلالی نے ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو بروز پیر بوقت تہجد ۶۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

اپنے بڑے بھائی حضرت ناصر جلالی کے پہلو میں اور اپنی والدہ ماجدہ کے پائنتی جانب خاموش کالونی لیاقت آباد قبرستان سی ون ایریا کراچی میں مدفون ہیں۔

[ماخوذ: تذکرہ اکابر اہل سنت، بزرگان کراچی ص ۱۰۹، سہ ماہی علم و عرفان کراچی]

حافظ سید حسین احمد کاظمی

مولانا حافظ سید حسین احمد کاظمی بن مولانا حافظ حاجی سید جمیل احمد کاظمی امروہہ (یوپی، انڈیا) میں ۱۸، اکتوبر ۱۹۲۲ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنے والد کے ہاں تعلیم کا آغاز کیا اور سات سال کی عمر میں انہی کے پاس قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی سے علم قرات و تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ مولوی عالم فاضل کے امتحانات کراچی بورڈ سے پاس کئے۔

بیعت: آپ اپنے چچا جان غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔

شادی و اولاد: آپ نے شادی کی۔ سات بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- سید عبدالرحمن کاظمی مرحوم
2- سید حمزہ احمد کاظمی
3- سید محمد حسین کاظمی مرحوم
4- سید شرف احمد کاظمی
5- سید ظفر احمد کاظمی
6- حافظ سید فضل احمد کاظمی
8- سید نثار احمد کاظمی
8- سیدہ آمنہ خاتون
9- سیدہ آصفہ خاتون

امامت و خطابت: کراچی کی متعدد مساجد میں آپ نے امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ امامت کے ساتھ محلے کے بچوں کو حفظ و ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھاتے اور نکاح خوانی کے بھی فرائض انجام دیتے رہے۔ جامع مسجد مدینہ لیاقت آباد نمبر ۲ میں پچیس سال امام و خطیب کی حیثیت سے منسلک رہے۔ مسلم پاپولر اسکول ناظم آباد اور کیانی میمن اسکول میں بھی تقریباً پچیس سال ٹیچر رہے۔

آپ کے شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ: ۞ حافظ سید فضل احمد کاظمی آستانہ سلطانیہ ناظم آباد نمبر۲

۞ حافظ سلیم احمد خاں ۞ حافظ نثار احمد ۞ حافظ حمید

عادات وخصائل: آپ اپنے والد کی طرح نہایت ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کا زیادہ تر وقت عبادت اور قرآن وحدیث کے مطالعے میں بسر ہوتا تھا۔ آپ کے مطالعے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ سخت دھوپ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کے دل میں اللہ ورسول کا عشق اس قدر تھا کہ آپ جس وقت کلام پاک کی تلاوت کرتے تو اس کے اوراق آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے۔ جس وقت حضور اکرم ﷺ کا نام آپ کے لبوں پر آتا تو آپ کے ہونٹ کانپنے لگتے تھے۔ آپ جس وقت کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی بیان کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے آپ حضور پاک ﷺ کا دیدار کررہے ہوں۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے گیارہ سال کی عمر میں توڑی (انڈیا) میں ایک ہی رات میں ختم قرآن کیا اور آپ اکثر ایک رات میں قرآن پاک سنایا کرتے تھے آپ نے ہمیشہ اپنے شاگردوں کو سادگی سچائی اور نیک اعمال کرنے کی تلقین کی۔

آپ سفید رنگ کا عمامہ اور سفید رنگ کا ہی لباس پسند کرتے تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔

وصال: حافظ سید حسین احمد کاظمی نے یکم ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ بمطابق ......۱۹۹۱ء بروز جمعرات بوقت رات ساڑھے تین بجے ۶۹ سال کی عمر میں اپنے گھر پر انتقال کیا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید متین احمد کاظمی نے نماز جنازہ کے فرائض انجام دیئے۔ خاموش کالونی قبرستان (لیاقت آباد) میں تدفین عمل میں آئی۔

[آپ کے بیٹے حافظ فضل احمد کاظمی صاحب (ناظم آباد) نے حالات مہیا کئے، فقیر مشکور ہے]

--------۞--------

مولانا حافظ حزب اللہ چنہ

مولانا حافظ حزب اللہ بن ملا عبداللہ چنہ ۲۳، جولائی ۱۹۱۰ء کو گوٹھ چنہ ماچھی (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ننھیال فیروز شاہ (تحصیل میہڑ) میں تھا۔ آپ کی پرورش ننھیال میں ہوئی، ان دنوں فیروز شاہ کی دینی درسگاہ سندھ میں مشہور ومعروف تھی۔ آپ نے وہاں علامہ عبدالکریم مگسی سے تعلیم حاصل کی اور جب مولانا مگسی فیروز شاہ سے رخصت ہو کر درگاہ ٹھلاء شریف (اسٹیشن

باقرانی) میں درس دینے لگے تو مولانا حزب اللہ بھی استاد کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد پاٹ شریف (ضلع دادو) کا رخ کیا وہاں مولانا خان محمد آگرو سے تعلیم حاصل کی۔ پاٹ شریف کے بزرگ مخدوم نے اپنے صاحبزادے نظام الدین صدیقی کو اعلیٰ تعلیم کے لئے گوٹھ جیسن ابڑو (تحصیل قمبر) میں مولانا محمد اسماعیل میمن کے پاس بھیجا، تو صاحبزادے کے ساتھ مولانا حزب اللہ کو بھی حصول علم کے لئے بھیجا۔ صاحبزادے کے ساتھ آپ بھی وہاں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ دستار فضیلت کے موقعہ پر عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں سندھ کے نامور علماء و مشائخ اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ جلسہ کے تمام اخراجات پاٹ شریف کے بزرگ صاحب نے خود ادا فرمائے۔

بعد فراغ اپنے گوٹھ بغیر استاد کے قرآن حکیم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور ہر سال ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں مکمل قرآن پاک سناتے تھے۔ بعد ازاں گورنمنٹ ہائی اسکول سے فائنل کا امتحان پاس کیا۔ مولانا نہایت ذکی و ذہین تھے، حساب (میتھ) میں بھی مہارت رکھتے تھے لہٰذا وراثت کا مسئلہ آسانی سے حل فرماتے تھے۔

درس وتدریس: اپنے گوٹھ چنہ ماچھی میں درس وتدریس وفتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے۔ متصل گوٹھ وکڑو کی جامع مسجد میں امامت خطابت اور تراویح میں قرآن پاک سنانے کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد پرائمری اسکول کے استاد مقرر ہوئے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد گرلس اسکول بگی (تحصیل ڈوکری) میں استاد مقرر ہوئے۔

مولانا کریم بخش مگسی کی یادداشت کے مطابق مولانا کو علم فقہ پر دسترس حاصل تھی اور علم میراث کے متعلق بنیادی واہم کتاب "سراجی" مولانا کو برزبانی یاد تھی اور فتاویٰ بھی جاری فرماتے تھے۔ مولانا خوش اخلاق، سادگی پسند، اور صاف گو طبیعت کے مالک تھے۔ مطالعہ کا ایسا جنون تھا کہ ساری ساری رات مطالعہ میں بسر کرتے تھے۔ کتب خانہ درمیانی طبقے کا تھا۔ لیکن بعد میں سسر مولانا یوسف کے انتقال کے بعد ان کا کتب خانہ بھی آپ کی ملکیت میں آیا تو نہایت وسیع کتب خانہ ہو گیا۔

آپ جب پاٹ شریف میں طالب علم تھے تو آپ کے استاد محترم مولانا خیر محمد نے "فتاویٰ قاضی خان" آپ کو تحفہ میں دیا۔ مولانا خیر محمد نہایت متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے، ان کے متعلق مشہور ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور آپ کو غسل دیا جارہا تھا عین اسی وقت مرحوم نے دونوں ہاتھوں سے شلوار کے ازار بند کو پکڑ کے رکھا تھا۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہوا کہ آپ کو شلوار کے ساتھ ہی غسل دیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔

شادی واولاد: مولوی دین محمد ادیب چنہ فیروز شاہی کی ہمشیرہ سے آپ کی پہلی شادی ہوئی۔ رئیس عبدالکریم چنہ (درگاہ فقیر صاحب لوڑ ہے والے تحصیل کنڈیارو) کی بیٹی سے آپ کی

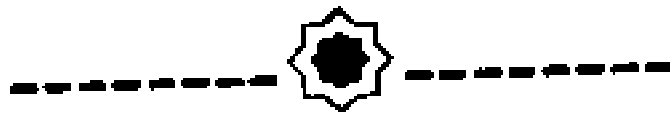
دوسری شادی ہوئی، لیکن دونوں بیویوں سے اولاد نہیں ہوئی۔ مولانا محمد یوسف چنہ جو کہ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی کے مرید تھے ان کی بیٹی سے آپ نے تیسری شادی کی، اس سے آپ کو دو بیٹے تولد ہوئے۔

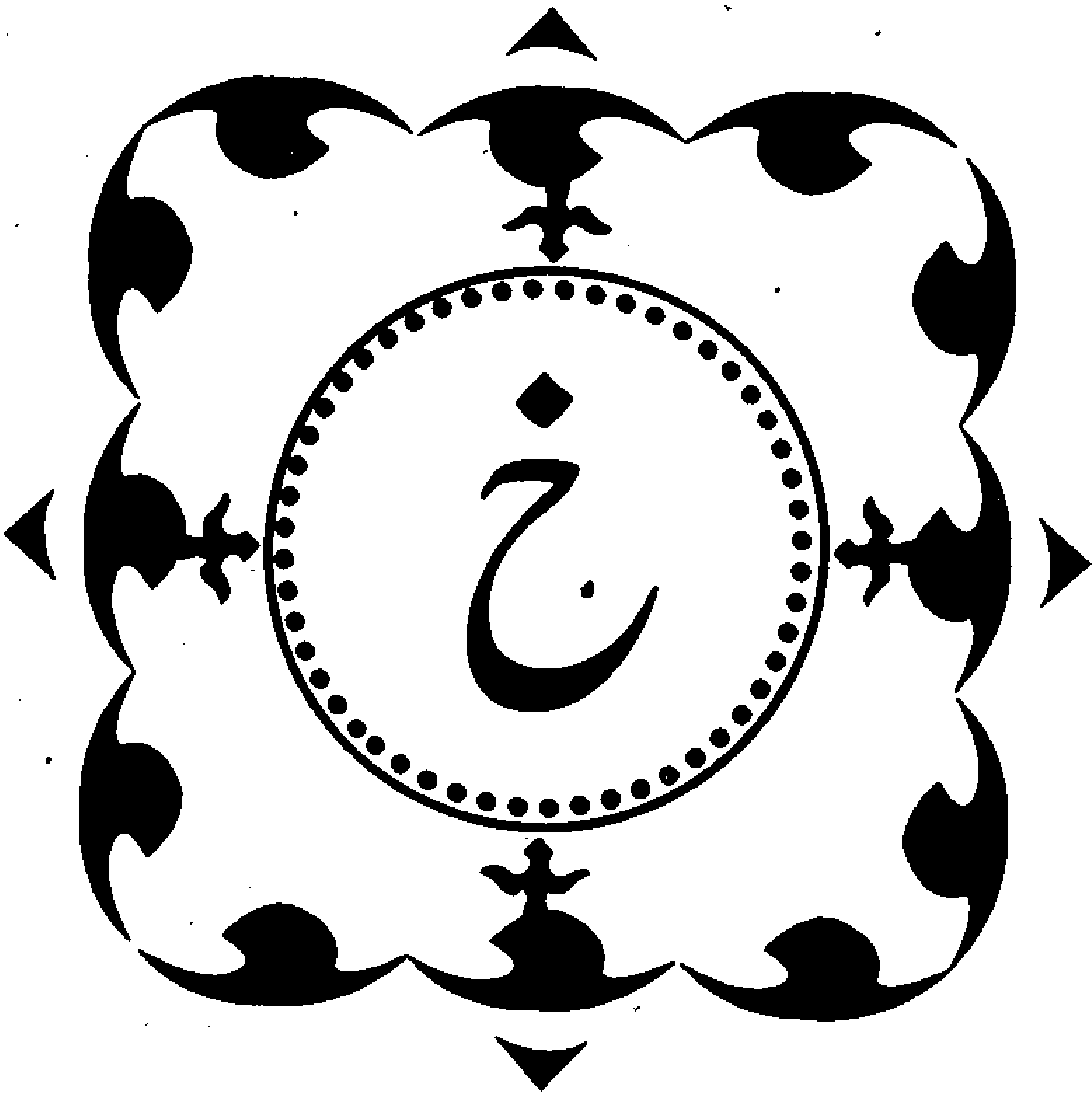
1- صبغت اللہ چنہ ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول آریجہ

2- عصمت اللہ چنہ ملازم پبلک ہیلتھ انجینئرنگ

وصال: مولانا حافظ حزب اللہ چنہ نے ۷، فروری ۱۹۸۰ء ربیع الاخر ۱۴۰۰ھ کو ۶۹ سال ۶ چھ ماہ چودہ دن کی عمر میں انتقال کیا۔ غلام حسین شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبائی قبرستان گوٹھ وکڑ و متصل چنہ ماچھی گوٹھ (تحصیل ڈوکری) میں تدفین ہوئی۔

[فقیر غلام شبیر جیسر نے مولانا مرحوم کے بیٹے صبغت اللہ چنہ سے مواد طلب کیا، انہوں نے جمال الدین چنہ سے حالات زندگی لکھوائے اور مولانا کریم بخش مگسی (میہڑ) سے یادداشت لکھوائے اور تمام مواد کی نقل غلام شبیر نے حاصل کر کے فقیر راشدی کو بھجوائی۔ فقیر تمام احباب کا مشکور ہے۔]




خ

حضرت خیرالدین جئے شاہ جیلانی

عارف باللہ، عالم یگانہ حضرت سید خیرالدین شاہ المعروف جئے شاہ جیلانی بن حضرت سید احمد شاہ جیلانی بغدادی ۹۱۱ھ کو بغداد شریف (عراق) میں تولد ہوئے۔ آپ پیران پیر غوث اعظم دستگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی پانچویں پشت میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت: دلیل الذاکرین (قلمی) کے مؤلف فقیر حاجی پنہور رقمطراز ہیں: آپ ابتدائی عمر میں بغداد شریف سے مکہ شریف آئے اور چودہ سال حرمین شریفین میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔

آپ اپنے وقت کے بلند پایہ کے عالم فاضل اور عارف باللہ بزرگ تھے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے بارہ حج کئے اور اتنی ہی بار مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ (قدیم سندھ ص ۱۳ قلیچ)

سندھ میں آمد: حضرت شاہ خیرالدین کے خادم فقیر سدھو سموں کی روایت "دلیل الذاکرین" میں درج ہے:

"شاہ خیر الدین سندھ میں پہلے حضرت مخدوم نوح سرور صدیقی سہروردی (متوفی ۹۹۸ھ) ہالا والے کے پاس آئے"۔

بیعت و خلافت: وہی فقیر سدھو بیان کرتے ہیں کہ آپ مخدوم نوح کی صحبت بافیض میں رہے۔ فیضیاب ہونے کے بعد خلافت سے نوازے گئے اور مرشد کریم کے حکم سے سکھر تشریف لائے اور ایک پہاڑی پر عبادت الٰہی، درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ ہزاروں لوگ آپ کی تبلیغ اور صورت مبارکہ سے متاثر ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر صالح مسلمان بنیں۔ میر محمد معصوم شاہ سکھر والے کے پوتہ میر محمد زکریا بھی آپ سے دست بیعت ہو کر فیضیاب ہوئے۔

(میر محمد معصوم بکھری (سندھی) مؤلف سید حسام الدین راشدی طبع اول ۱۹۷۹ء، تذکرہ شعرائے سکھر (سندھی) مؤلف میمن عبدالمجید سندھی ص ۲۷ طبع اول سکھر ۱۹۶۵ء)

مولانا میر محمد زکریا کے متعلق میر قانع ٹھٹھوی رقمطراز ہیں:

"آپ ظاہر خواہ علم باطن میں کامل تھے۔ شاہ خیرالدین مرشد کی محبت کی وجہ سے پرانہ سکھر میں سکونت اختیار کی اور وہیں زندگی بسر فرمائی۔" (ایضاً)

سندھ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید شاہ عنایت اللہ رضوی (نصر پور ضلع حیدر آباد) کے والد ماجد حضرت شاہ نصیر الدین بھی آپ سے دست بیعت مرید تھے اور آپ ہی کے ارشاد پر نصر پور میں شادی کی اور آپ ہی کی بشارت پر شاہ عنایت کی پیدائش ہوئی۔ شاہ عنایت صاحب دیوان بزرگ تھے انہوں نے اپنے دیوان میں پیران پیر دستگیر سرکار غوث الاعظم بغدادی اور حضرت شاہ خیر الدین کی شان میں مناقب (سندھی) لکھے ہیں اور درگاہ شریف حضرت جئے شاہ جیلانی پرانہ سکھر پر حاضری دے کر روحانی طور پر فیضیاب ہوئے تھے۔ (دیکھئے: شاہ عنایت جو کلام، مرتبہ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، سندھی ادبی بورڈ)

وصال: حضرت سید خیر الدین جیلانی آخری عمر میں پہاڑی سے نیچے اتر کر آئے اور وہاں رہائش اختیار کی جہاں اب مزار شریف واقع ہے۔ آپ نے ۱۱۵ سال کی عمر میں ۲۷، رمضان المبارک ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء کو لاولد انتقال کیا۔ (لب تاریخ سندھ) درج ذیل قطعہ سے تاریخ وصال دریافت ہوتی ہے:

شاہ خیر الدین مہ برج شرق
مقبول درگاہ ایزد سرمدی
سال تاریخ وصالش عقل گفت
مرشد کامل • طریق احمدی

۱۰۲۷

(تذکرہ مشاہیر سندھ)

درگاہ شریف جئے شاہ جیلانی، پرانہ سکھر میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۷ رمضان المبارک کو وصال کی نسبت سے نہایت اہتمام سے منعقد ہوتا ہے اور ہر ماہ گیارہ تاریخ کو حضرت پیران پیر کی گیارہویں شریف کا بھی نہایت عقیدت سے اہتمام کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ الحاج مفتی خادم حسین جتوئی

مردم خیز سرزمین سندھ نے اسلام اور اسلامی علوم وفنون کے عروج کے دور میں جن علمی شخصیات کو جنم دیا ان میں سے استاد العلماء، شیخ طریقت، عالم باعمل، امام المناطقہ حضرت علامہ الحاج خادم حسین جتوئی بھی ایک ہیں۔

ولادت: مولانا خادم حسین بن فقیر محمد جیئل، بلوچ قبیلہ کی جتوئی شاخ میں سے تھے اور نسبی تعلق سندھ کے آخری کلہوڑا حاکم میاں عبدالنبی کے سپہ سالار اور معتمد خاص دگا نو خان جتوئی سے تھا۔

آپ کی ولادت ۶۸۔۱۸۶۷ء میں گوٹھ شاہ پور (تحصیل گڑھی یاسین ضلع شکارپور) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ کو بچپن میں اپنے گوٹھ سے قریب گوٹھ جندو دیرو میں حضرت مولانا جان محمد بھٹو کے مدرسہ میں داخلہ دلایا گیا، جہاں قرآن مجید اور سکندر نامہ تک درسی نصاب پڑھا۔
اس کے بعد قریب ہی گوٹھ ترائی میں مولانا قاضی عبدالرزاق (جو کہ استاد الکل علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ تھے) کے مدرسہ میں داخلہ لیا جہاں مزید تعلیم حاصل کی اور انہی دنوں اپنے استاد محترم کے ساتھ حرمین شریفین جا کر حج بیت اللہ کی ادائیگی کی اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ حرمین شریفین کی واپسی پر رتو دیرو میں حضرت مولانا عبداللہ نوناری (مدفون مسجد رتو دیرو) کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور اسی مدرسہ سے درس نظامی کی تکمیل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ دوران تعلیم مولانا خادم حسین اپنے استاد محترم کی اجازت سے اس دور کے مشہور فلسفی حضرت علامہ محمد اسماعیل صاحب (تلمیذ رشید استاد الکل، مردحق، مجاہد کبیر، حضرت علامہ فضل حق شہید خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں (گوٹھ ابڑو تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ میں) حاضر ہوئے اور ایک ماہ کی مختصر مدت میں فلسفہ کی مشہور کتاب ''میبذی'' پڑھی، پھر اپنے استاد محترم کے پاس واپس آئے اور وہیں رتو دیرو میں تکمیل کی۔
مولانا درس نظامی کی تکمیل کے بعد ریاست بہاولپور کے مشہور اور قدیمی علمی مرکز بھنگ شریف تشریف لے گئے اور اس دور کے شہرہ آفاق منطقی و فلسفی عالم حضرت علامہ نذر محمد صاحب اندھڑ کی خدمت میں تین سال قیام کیا اور ان سے علم کلام فلسفہ اور منطق کبریٰ کی کتب پڑھیں۔

درس تدریس: بھنگ سے واپسی پر اپنے استاد محترم علامہ عبداللہ نوناری صاحب کی خدمت میں رتو دیرو تشریف لائے۔ مولانا نوناری اپنے شاگرد کی غیر معمولی قابلیت اور علمی کمالیت سے متاثر ہو کر نہ صرف اپنا علمی جانشین یعنی مدرسہ کا مدرس اول مقرر کیا بلکہ خود بھی اپنے شاگرد سے علم کلام فلسفہ اور منطق کبریٰ میں استفادہ کیا۔ مولانا خادم حسین رتو دیرو میں تین سال تدریس کا کام کیا۔
اس کے بعد ۱۹۰۰ء میں عارف کامل قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی عبدالغفور صاحب ہمایونی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر گوٹھ بھلیڈنہ آباد (تحصیل جیکب آباد) میں دینی مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے جو کہ وہیں کی ممتاز زمیندار شخصیت الحاج اوستہ کریم ڈنہ خان نے قائم کیا ہوا تھا۔
۱۹۱۰ء میں مدرسہ کی انتظامی معاملات پر مدرسہ کے بانی سے اختلاف کی بنیاد پر بھلیڈنہ کے مدرسہ کو چھوڑ کر جیکب آباد وارد ہوئے اور احباب کے اسرار پر جامع مسجد کے مدرسہ میں درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ ۱۹۱۵ء میں وزیر اعلیٰ سندھ اللہ بخش سومرو شکارپوری کے والد حاجی محمد عمر سومرو کی استدعا اور اسرار پر دوبارہ بھلیڈنہ آباد کے مدرسہ تشریف لے گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور بانی

مدرسہ اوستہ کریم ڈنہ کی زندگی تک یعنی ۱۹۲۴ء تک وہیں سکونت پذیر رہے۔ اوستہ کریم ڈنہ کی وفات کے بعد انتظام صحیح نہ ہونے کی وجہ سے رتو دیرو آ کر قیام کیا اور اپنا مدرسہ قائم کیا اور وہیں دین اسلام کی خدمت، درس وتدریس، تلقین وارشاد، ذکر واذکار کا مشغلہ تاحیات جاری رکھا۔

دیارِ حبیب: مولانا صاحب طالب علمی کے زمانہ میں جیسے ہم پہلے لکھ کر آئے ہیں کہ اپنے استاد محترم کے ساتھ حج کر چکے تھے۔ مگر واپسی پر اپنا جسم خاکی ساتھ لائے تھے لیکن روح وہیں چھوڑ کر آئے تھے۔ اگر دینی علوم حاصل کرنا اور خلق خدا کو مستفیض کرنے کا خیال دامن گیر نہ ہوتا تو شاید مولانا صاحب وطن واپس نہیں آتے۔ وطن واپسی کے بعد دیار حبیب کو جانے کے لئے تڑپتے رہتے تھے بار بار انہیں حضور ﷺ کا آستانہ عالیہ یاد آتا تھا۔ عشق رسول اللہ ﷺ جو کہ ان کا سرمایہ حیات اور سرمایہ ایمان تھا۔

که بود یارب که رودر مدینه و بطحا کنم
گه به مکه منزل و گه در مدینه جا کنم

۱۹۰۴ء میں آپ کی آرزو پوری ہوئی دیار حبیب ﷺ کا سفر اختیار کیا، حج بیت اللہ اور محبوب مدنی ﷺ کے آستانہ بوسی کا شرف حاصل کیا۔

بیعت وخلافت: ۱۹۰۹ء کو شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی (خانقاہ چشمہ شریف کوئٹہ، بلوچستان) بھلیڈنہ آباد تشریف فرما ہوئے۔ اسی روز ایک محیر العقول واقع رونما ہوا جس کے سبب مولانا صاحب، حضرت چشموی صاحب کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ مولانا صاحب درس وتدریس کے ساتھ ذکر واذکار اوراد و وظائف اور تزکیہ نفس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۱۴ء کا زمانہ تھا اور شعبان المعظم کا آخری دسواں تھا کہ آپ کے پیرومرشد کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ آپ مرشد کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے تمام مصروفیات ترک کر کے فوری طور پر چشمہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور وہیں پہنچ کر رمضان المبارک مرشد کریم کے آستانہ پر گذارا، دن رات صحبت با فیض میں بیٹھ کر فیضیاب ہوتے رہے اور آخری دسواں اعتکاف میں گذارا اور عید الفطر کے بابرکت و پرمسرت موقعہ پر پیرومرشد نے خلافت عطا فرمائی۔

خلافت سے پہلے آپ کی شخصیت منقول ومعقول کے طلباء کے لئے مرجع تھی اور بعد میں عوام و خواص سلوک وعرفان کے متلاشی سبھی کے لئے مرجع ہو گئی اور ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق فیوض اخذ کر رہے تھے۔

واعظ التقریر: وعظ ونصیحت اور دین کی تبلیغ آپ کا شیوہ تھا، مگر حق پسندی اور حق گوئی کے باوجود اس کو ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ''۔ (پارہ ۱۴، النحل، آیت ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

تک محدود رکھتے تھے۔ البتہ بد اعتقادی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کرتے تھے اور اس کی اصلاح کے لئے حتی المقدور اور ہر ممکن کوشش کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ حضور پر نور ﷺ کی متابعت کو دنیا و عقبیٰ کی فلاح و نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مولانا اعلیٰ پائے کے فصیح اللسان اور جادو بیان مقرر تھے، اپنی سحر انگیزی اور رنگین بیانی سے سامعین کے دل و دماغ کو پوری طرح سے اپنی گرفت میں رکھتے تھے۔

تصنیف و تالیف: مولانا مرحوم نہ صرف اعلیٰ پایہ کے معلم و مدرس تھے مگر عدیم المثال محقق اور مفتی بھی تھے۔ قدرت نے انہیں ''صاحب البیان و البنان'' پیدا کیا تھا یعنی قوت تقریر کے ساتھ قوت تحریر بھی ودیعت کی ہوئی تھی۔ قدرت کی طرف سے انہیں غیر معمولی ذہانت کے ساتھ قوت حافظہ بھی غیر معمولی ملا ہوا تھا۔ فقہی مسائل میں پوری تحقیق اور تدقیق سے فتویٰ جاری فرماتے تھے، فتویٰ کا انحصار ہمیشہ متفق علیہ یا کم از کم مرجع قول پر ہوتا تھا۔ تحریر کا ہر لفظ سوچ سمجھ کر لکھتے تھے۔

(مگر افسوس! بلند پایہ عالم دین کے فتاویٰ و دیگر رسائل پر نہ کام ہو سکا اور نہ ہی محفوظ رکھے جا سکے بلکہ وہ ضائع ہو گئے)

مناظرے: مولانا بہترین مناظر تھے، غیر معمولی علمیت اور قوت تقریر کے علاوہ علم کلام و منطق کبریٰ کے باقاعدہ مطالعہ نے آپ کی مناظرانہ صلاحیت میں زبردست قوت پیدا کی تھی۔ مولانا اہلسنت و جماعت کے نامور عالم دین تھے، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی تھے۔ پوری زندگی ''ما انا علیہ و اصحابی'' پر عمل پیرا رہے اور ''امر بالمعروف'' اور ''نھی عن المنکر'' کے پابند تھے۔

مناظروں میں مولانا کے ہاتھوں بار بار شکست کھانے کے سبب باطل پرست (شیعہ، دیوبندی، وہابی، غیر مقلد وغیرہ) کے دلوں میں مولانا کی شخصیت کا دبدبہ تھا کہ مولانا کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے اور ''جاء الحق و زھق الباطل'' کی مصداق راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔

تلامذہ: حضرت مولانا مفتی خادم حسین جتوئی کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے یہاں بعض کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں۔

- مولانا مفتی عبداللہ دُرخانی (صاحب فتاویٰ درخانی) — درخان ضلع ڈھاڈر (بلوچستان)
- مولانا قاضی عبدالعزیز — مستونگ (بلوچستان)
- مولانا قاضی حبیب اللہ قریشی — لسبیلہ (بلوچستان)
- مولانا مولاداد — مستونگ (بلوچستان)
- مولانا فتح محمد — مستونگ (بلوچستان)

❁ مولانا محمد حسین	مکران (بلوچستان)
❁ مولانا قاضی رسول بخش	جھل مگسی (بلوچستان)
❁ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی	سلطان کوٹ (ضلع شکار پور)
❁ مولانا الحاج الھداد	سبی (بلوچستان)
❁ قاضی نور محمد	مٹھڑی
❁ مولانا عبدالرحمٰن ''ضیائی'' پیانی	میر پور ماتھیلو (سندھ)
❁ مولانا محمد عظیم ''شیدا'' سولنگی (مصنف سیرت مصطفیٰ)	نصیر آباد لاڑکانہ
❁ واعظ اسلام مولانا محمد سلیمان نوناری	تھرڑی محبت تحصیل میہڑ
❁ مفتی عبدالکریم عباسی	خیر پور
❁ مولوی محمد عارف	ملتان
❁ مولوی عبدالغفور	رحیم یار خان
❁ مولوی امید علی دیوبندی	صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی
❁ مولوی دین محمد وفائی وہابی	(مؤلف تذکرہ مشاہیر سندھ)
❁ مولوی عبدالعزیز	صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ رتو دیرو
❁ علامہ فتح علی جتوئی اصغر	صدر مدرس مدرسہ ہاشمیہ سجاول
❁ مولوی سلطان احمد جتوئی دیوبندی	(داماد مولانا خادم حسین) رتو دیرو

درج ذیل حضرات مولانا کے شاگرد اور تربیت یافتہ خلفاء بھی تھے۔

خلفاء:

❁ خلیفہ اول مولانا الحاج غلام عمر	تونسہ شریف
❁ خلیفہ دوئم مولانا الحاج محمد ہاشم انصاری	نوابشاہ
❁ خلیفہ سوئم مولانا الحاج سید امیر احمد شاہ	امینانی شریف ضلع دادو
❁ خلیفہ چہارم مولانا محمد سلیمان میرانی	سکھر

❁ حضرت علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی رحمۃ اللہ علیہ

احباب:

❁ مولانا حافظ مفتی محمد ابراہیم ناظم یاسینی

❁ مولانا سید محسن علی شاہ بخاری	میاں جو گوٹھ
❁ مولانا نبی بخش عودی	جیکب آباد
❁ مولانا عطا محمد عباسی	رتو دیرو

- مولانا عبداللہ لاکھو — بنگلہ دیرو
- مولانا عبدالوہاب — اوستہ محمد (بلوچستان)
- مولانا میر محمد نورنگی جاگیرانی — قمبر
- مولانا قمرالدین اندھڑ — پنو عاقل
- مولانا عبدالعزیز عمرانی — جیکب آباد
- مولانا نادر محمد لغاری — صدر مدرس مدرسہ پیر جھنڈو شریف
- مولانا قاضی گل حسن قادری — درگاہ کٹبار شریف (بلوچستان)

اولاد: مولانا خادم حسین نے ایک شادی کی تھی جس میں سے ۳ لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی۔ (۱) مولوی نذیر حسین جتوئی (جس نے یہ مضمون سندھی میں لکھا اور بعد میں کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر بنا) (۲) میاں بشیر حسین (۳) امیر حسین ایڈوکیٹ سکھر (۴) ایک لڑکی جس کا نکاح مولوی سلطان احمد جتوئی سے بیاہی جو کہ بعد میں دیوبندی بن گیا تھا۔ (میاں بشیر حسین جتوئی کے بیٹے حاجی امداد حسین جتوئی آج کل لاڑکانہ شہر کے لاہوری محلہ میں سکونت پذیر ہیں اور اہلسنت و جماعت کے سرگرم کارکن ہیں)

وصال: علم و عمل کے پہاڑ، رشد و ہدایت کے سرچشمہ حضرت مولانا الحاج مفتی خادم حسین جتوئی تینتیس (۳۳) برس تک مسلسل و متواتر دین کی بے لوث اور بے غرض خدمت کر کے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ظاہری اور باطنی فیض پہنچانے کے بعد ۱۵، شوال المکرّم ۱۳۴۸ھ/ ۱۵، مارچ ۱۹۳۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں سیکڑوں شاگردوں، مریدوں، احباب و عزیز و اقارب کی اشک رواں میں وصال کیا۔ مولانا صاحب کو ان کی وصیت کے مطابق جندو دیرو گوٹھ میں مسجد شریف کے احاطہ میں آپ کے استاد اول حضرت مولانا جان محمد بھٹو کی مزار کے برابر میں دفن کیا گیا۔ (مولوی جان محمد بھٹو مترجم سندھی تفہیم القرآن از: مودودی، وہابی تھا اور جماعت اسلامی کا سرگرم لیڈر تھا حال ہی میں اس کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق اسے جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ (لاہور) میں دفن کیا گیا۔ جان محمد بھٹو وہابی کے دادا مولانا جان محمد بھٹو صحیح العقیدہ، بزرگ، عالم دین اور متقی پرہیزگار شخصیت تھے۔)

مولوی نذیر حسین جتوئی نے اپنے والد محترم کے وصال پر فارسی میں قطعہ تاریخ وصال کہا جو کہ درج ذیل ہے:

شکوہ گویم زگردش ایام — نیست حاصل بے کس ثبات و دوام
آہ! خادم حسین علامہ — بے کراں بحر در علوم تمام
عالمؒ جیدؒ عدیم المثل — ہمہ احکام دین شدہ الہام

صاحب ذکر و فکر و اھل اللہ — زہد و تقویٰ اسیر کردہ بدام
بے شبہ نقشبند در عالم — فیض حق شد بذات آں انعام
احسن الخُلق، خلقہ القرآن — در عمل شد مجسم اسلام
از جتوئی قبیلہ یافت ظہور — بود مقبول درھم اقوام
شست سہ سال داشت عمر عزیز — زیست در اتباع خیر انام
شب یک شنبہ پانزدہ شوال — سوی جنات عدن تافت زمام
موت عالم زموت عالم شد — فرش تا عرش شدہمہ آلام
مستفیضان فیض آں حضرت — از فراقش بمثل ماہ تمام
درد آگین دل خزین ''نذیر'' — آہ برلب ہمیشہ درماتام
متصل مسجد جندہ دیرہ — مرقدش مرجع است خاص و عام
سال رحلت زغیب ھاتف گفت — قد وصل فی جناب ذی اکرام

۱۳۴۸ھ

مولانا مرحوم کے مخلص دوست حضرت علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے وصال پر ایک قطعہ تاریخ کہی۔ جس کے فقط تین مصرعے مل سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

آہ خادم حسین بس مغفور — عالم و فاضل و سراپا نور
شب یک شنبہ بود لیل وصال — کہ بوصل خدا شد او مسرور
سال تاریخ او جو بر سیدم — گفت ھاتف سنش ''زہے مغفور''

۱۳۴۸ھ

(ماخوذ: سہ ماہی مہران جامشورو، مطبوعہ سن ۱۹۷۱ء)

مولانا مفتی خدا بخش ابڑو

استاذ العلماء مولانا مفتی ابوالجمال خدا بخش بن میاں محمد حیات ابڑو، گوٹھ ملا ابڑا (اسٹیشن مشوری شریف متصل لاڑکانہ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں حاصل کی اس کے بعد مکمل تعلیم اس وقت کی نامور دینی درسگاہ مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی (متصل لاڑکانہ) میں حاصل کی۔ سراج الفقہاء

حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی نور اللہ مرقدہ کے آپ نامور چہیتے شاگرد تھے۔

آپ ایک جید عالم، ماہر استاد، صاحب فتاویٰ مفتی، بہترین شاعر اور عمدہ خوشنویس تھے۔

درس وتدریس: آپ نے تیرہ سال گوٹھ ستارڈنہ سانگی، تیس سال گوٹھ بٹا کلہوڑو میں اور ایک عرصہ تک اپنے گوٹھ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس طرح طویل عرصہ تک مسند تدریس کو رونق بخشی۔ (لاڑکانو ساہ سیبانو) آپ کے گوٹھ میں مولانا محمد محسن ابڑو نے مدرسہ دار السعادات قائم کیا تو اس میں بھی آپ نے درس دیا۔ اس سے قبل آپ نے بٹا کلہوڑہ میں اسی نام سے مدرسہ قائم کیا تھا۔

اولاد: آپ کو پانچ بیٹے تولد ہوئے۔ ان میں دو عالم دین بنے۔ (۱) مولانا مولا بخش فنائی (۲) مولانا جمال الدین ابڑو (۳) میاں شیر محمد (۴) میاں عطا محمد (۵) میاں فخر الدین

تصنیف وتالیف: آپ نے کافی تعداد میں علمی و تحقیقی فتاویٰ تحریر فرمائے۔ مجموعہ فتاویٰ اور دیگر رسائل و کتب ورثاء کی عدم توجہ ،ابردین سے عدم دلچسپی اور دنیا داری کے چکر میں وہ تلف وضائع ہوگئے یا پھر بعض ان کے پاس کسی اسٹور میں پڑے ہوں گے اور زندگی کے دن گنتے ہوں گے۔

بعض تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- فتاویٰ ابو الجمال (قلمی)
- مناقب الحنفیہ (عربی، قلمی)
- سلسلۃ التلامیذ فی نسبۃ الاساتیذ (عربی، قلمی)
- القول القوی رد قول اللکوی (سندھی، قلمی)
- بحیرۃ البلغا
- اثبات الرویا من کلام رب البرایا (عربی، قلمی)
- الوجیزۃ

آپ کے فتاویٰ رسائل و کتب پر وقت کے مشاہیر علماء کی تقاریظ و تصدیقات ثبت ہیں۔

[ماخوذ: ڈاکٹریٹ کا مقالہ: مولانا غلام عمر جتوئی کی دینی وفقہی خدمات (سندھی، قلمی) ڈاکٹر رحمت اللہ ابڑو]

حضرت مفتی خان محمد رحمانی

استاذ العلماء مفتی خان محمد رحمانی بن الحاج اللہ ڈنو بھایو عباسی گوٹھ فرید آباد (تحصیل میہڑ ضلع دادو

سندھ) میں ۱۹۲۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: خان محمد جب پڑھنے کے لائق ہوئے تو فرید آباد کے سندھی پرائمری اسکول میں داخل کرائے گئے۔ تعلیم کے ابھی ابتدائی دن تھے کہ آپ کے دادا جان مولانا فضل محمد عباسی نے اپنا بیٹا محمد عالم اور پوتوں میں حاجی محمد اور مفتی خان محمد وغیرہ بچوں کو استاد العلماء حضرت علامہ مخدوم محمد عثمان مہیسر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ رہڑو شریف (تحصیل میہڑ) میں داخل کرادیا۔ جہاں مولانا عبدالحیٰ مہیسر سے دوسرے لڑکے پورا پڑھ نہ سکے اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ کر چلے گئے لیکن خان محمد رحمانی شوق وذوق سے مسلسل تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور ۱۹۴۷ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت ایک دو ماہ محلہ کی مسجد شریف میں درس دیا۔ چنانچہ آپ کے رشتہ دار حاجی لاکھیڈنہ عباسی اپنے گوٹھ لے گئے اور وہیں پر آپ کو مسلم اسکول میں ہیڈ معلم لگا دیا۔ کیوں کہ آپ نے بچپن میں اسکول سے تعلیم حاصل نہ کرسکے تھے اس لئے ابتداء میں اسکول میں پڑھانا اور تحریری کام کرنا بہت دشوار لگا لیکن کہتے ہیں: "محنت میں عظمت ہے" اور "محنت کامیابی کی چابی ہے" کی مصداق آپ نے بھی جذبہ ولولہ کے ساتھ قدم آگے بڑھائے تو تمام دشواریاں کافور بن گئی اور آپ کامیاب معلم ثابت ہوئے۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ فرید آباد واپس آگئے۔ گوٹھ کے زمیندار رسول بخش ڈیرو نے اپنے مدرسہ میں آپ کو مدرس مقرر کیا۔ وہیں فرید آباد میں آپ نے مدرسہ کو عروج پر پہنچایا دور دراز سے طلباء تعلیم حاصل کرنے آتے تھے، وہیں مدرسہ سے ملحق گرلس اسکول قائم کروایا اور ڈاکخانہ منظور کروایا۔ دینی کاموں کے ساتھ ساتھ آپ نے سماجی رفاہی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۴ء میں حاجی لاکھیڈنہ صاحب کے ساتھ مفتی خان محمد نے کربلا معلیٰ اور بغداد شریف (عراق) کا سفر کیا اور مزارات مقدسہ کی زیارات سے مشرف ہوکر حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں دوسری بار حج بیت اللہ ادا کیا۔

نوری جامع مسجد کا قیام: پھر اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی باندھی ضلع نوابشاہ میں شادی ہوئی۔ باندھی کے احباب کے اصرار ومحبت کے پیش نظر باندھی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ وہیں درس وتدریس خطابت وامامت کے ذریعے عوام الناس کو فیض پہنچاتے رہے۔ اس کے بعد ایک غیر آباد چھوٹی مسجد کو آباد کیا۔ اس کے بعد اس کو شہید کر کے جامع مسجد بنوائی جو کہ "نوری مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں آخری عمر تک امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

دورہ حدیث وتفسیر: اسکے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔اس لئے پنجاب کا سفر اختیار کیا۔فیصل آباد میں محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالفضل سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر دارالعلوم مظہر الاسلام میں "دورہ حدیث" کی سماعت کی۔ ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورہ تفسیر کیا۔اس کے بعد دارالعلوم امجدیہ کراچی میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورہ حدیث کی سماعت کی۔اس کے علاوہ وزیرآباد (گوجرانوالہ) کا سفر اختیار کیا اور وہاں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورہ تفسیر القرآن سنا۔

مدرسہ سردار العلوم کا قیام: جامع مسجد نوری کے متصل اپنے استاد محترم علامہ سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے مدرسہ "سردار العلوم غوثیہ رضویہ رحمانیہ" کی بنیاد رکھی۔اس کے بعد تدریس کے ساتھ مدرسہ کی تعمیر وترقی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

بیعت: مولانا مفتی خان محمد رحمانی نے حضرت پیر سید محمد حسین شاہ جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ جیلانیہ متصل کرونڈی ضلع خیر پور میرس) کے ہاتھ مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوکر دین ودنیا کی کامیابیاں حاصل کی۔

اجمیر شریف کا سفر: مفتی خان محمد رحمانی ایک بار ہندوستان کے سفر پر گئے خاص مقصد بزرگان دین کی مزارات مقدسہ پر حاضری تھا۔دہلی میں بزرگان دین کی خانقاہوں پر حاضری دی اس کے بعد سلطان الہند، عطائے رسول، حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین چشتی قدس سرہ الاقدس کے دربار اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔

تصنیف وتالیف: نوابشاہ کے ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف مقرر ہوئے لیکن ایک سال کے بعد اس سے اس لئے سبکدوش ہوئے کہ دارالعلوم کی ذمہ داریاں متاثر ہورہی تھیں۔آپ نے پچاس سال درس وتدریس خطابت وامامت اور فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رکھا۔دینی، ملی، سماجی، رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جب چلی تو مفتی خان محمد رحمانی نے اپنے علاقہ میں بھرپور کردار ادا کیا۔جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم پر بھی اپنے قائدین کے ساتھ کام کیا۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات پر سندھی زبان میں رسائل لکھے مثلاً:

- رھبر عوام لفوائد الصیام (پمفلٹ) سندھی، مطبوعہ
- فتاویٰ رحمانیہ۔آپ کی یادگار ہے جوکہ قلمی صورت میں مدرسہ میں محفوظ ہے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

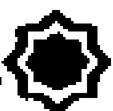
- مفتی غلام رسول قادری خطیب جامع مسجد غوثیہ پکا چانگ ضلع خیر پور میرس
- مولانا قاری محمد اسحاق خلیلی معلم کتیانہ میمن اسکول، لکری گراؤنڈ کراچی، خطیب و امام جامع مسجد نور مصطفیٰ نیا آباد لیاری ٹاؤن، کراچی
- مولانا عبدالمجید گبول نیو دھوراجی گبول گوٹھ کراچی
- مولانا حبیب اللہ قادری خطیب غوثیہ مسجد لیاقت کالونی حیدر آباد
- مولانا عبدالواحد قاسمی دار العلوم قاسمیہ مورو
- مولانا محرم الدین قادری
- مولانا حافظ عبدالحق بگٹی خطیب سوئی بلوچستان
- مولانا عبدالفتاح شر خطیب اسٹیشن کوٹ لالو

اولاد: مفتی خان محمد کو ۶ بیٹے اور ۵ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سبھی بیٹے برسر روزگار ہیں (مفتی خان محمد نے ۱۴۱۴ھ کو اپنی سوانح پر مشتمل مواد فقیر کی تحریک پر بھجوادیا تھا اسی مواد سے یہ مضمون ترتیب دیا گیا ہے۔ راشدی)

وصال: آپ ہمیشہ سے آرزومند تھے کہ موت محرم شریف یا رمضان شریف میں نصیب ہو۔ عید الاضحیٰ کو جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم ایک یا ڈیڑھ ماہ کے مہمان ہیں۔ جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا، اگلے ماہ محرم میں آپ کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ ۱۰ محرم الحرام یوم عاشورہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۴، اپریل ۲۰۰۱ء کو رات ۹:۴۵ منٹ پر انتقال کیا۔ دوسرے روز جمعرات کو دوپہر ۳ بجے آپ کی وصیت کے مطابق مناظر اہلسنت حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری (شاہ پور چاکر) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

مدرسہ سردار العلوم جامع مسجد نوری باندھی (ضلع نواب شاہ) میں مفتی خان محمد رحمانی کا ۲۰، صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کو چہلم شریف ہوا۔ جس میں آپ کے چھٹے نمبر صاحبزادے قاری افتخار احمد عباسی صاحب کی دستار بندی ہوئی اور جانشین مقرر ہوئے۔ (ماہنامہ الراشد)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ موصوف کو اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کا مشن جاری وساری رکھنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین



حافظ خیر محمد "اوحدی"

مولانا حافظ خیر محمد اوحدی بن محمد ابراہیم انصاری شکار پور شہر میں ۲۹، مارچ ۱۹۱۱ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: سب سے پہلے قرآن مجید ناظرہ، اسکے بعد حفظ کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ فارسی وعربی کی تعلیم اپنے علاقہ کے ممتاز علماء کرام مثلاً مولانا مفتی محمد ابراہیم "ناظم" یاسینی، مفتی عبدالباقی ہمایونی اور مولانا الحاج محمد ہاشم انصاری نوابشاہی وغیرہ سے حاصل کی۔ اپنے استاد محترم مفتی محمد ابراہیم سے شاعری میں اصلاح ورہنمائی لیتے رہے۔ کچھ عرصہ طب کی بھی تعلیم حاصل کی۔

بیعت: آپ غالباً شیخ طریقت حضرت علامہ سید احمد خالد شامی قدس سرہ (مدفون بمبئی) سے بیعت تھے۔

علمی، ادبی وصحافتی خدمات: حافظ خیر محمد، عالم دین، عاشق رسول مقبول، سیاسی شعور رکھنے والے کارکن، باکمال صحافی، بلند پایہ ادیب، نقاد اور شاعر تھے۔ فارسی زبان وادب، علم عروض اور ابجد کے بڑے کمال کے ماہر تھے۔ اسلامی تعلیمات، عظمت محبوب کبریا، بزرگان دین اور نظریہ پاکستان کے خلاف جب بھی کسی نے جرأت کی تو بروقت منہ توڑ جواب دیا۔ وہ ماضی قریب کی سندھ، چاہے آزادی کی تاریخ ہو چشم دید گواہ وحافظ تھے۔

انہوں نے ۱۹۳۲ء سے اخبار نویسی کا آغاز کیا اور سب سے پہلے ہفت روزہ "الحنیف" ایڈٹ کیا۔ روزنامہ اصلاح کراچی اور روزنامہ قربانی کا بھی کچھ عرصہ ایڈیٹر رہے۔ روزنامہ کاروان حیدرآباد کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اس کے علاوہ دیگر ہفت روزہ اخبارات مثلاً: نعرہ تکبیر، انقلاب، اطلاع، یکتا، سندھ، زمیندار، مسلم لیگ وغیرہ کے بھی ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس طرح ٹوٹل گیارہ اخبارات ایڈٹ کئے۔

۱۹۶۰ء کو سکھر میں قیام کیا اور "سندھ زمیندار پریس" میں جان ڈالی۔ پریس سابق وزیر اعلیٰ سندھ خان بہادر ایوب کھوڑو کے قبضہ میں تھی۔ حافظ صاحب کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل کھوڑو صاحب (متوفی ۱۹۸۰ء) نے پریس فروخت کردی۔ جس کے سبب حافظ صاحب بے روزگار ہو گئے اس لئے واپس شکارپور آگئے اور بقیہ زندگی یہیں گوشہ نشینی میں بسر کی۔ اس طرح آپ نے تقریباً ۱۵ سال پریس میں کام کیا۔

مسلم لیگ: ۱۹۴۶ء میں اخبار نویسی ترک فرما کر مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ سیکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں مسلم لیگ کے آفس سیکریٹری مقرر ہوئے اور ۱۹۵۸ء تک اس عہدے پر قائم رہے۔ اسلامیہ کالج سکھر کے میگزین "مخزن" کے ایڈیٹر کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

"پاکستان قائم ہونے سے قبل سندھ کے علاوہ مشرقی پاکستان کا کوئی بھی صوبہ مسلم لیگ وزارت

نہیں قائم کرسکا۔ پنجاب میں ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء تک یونینیسٹ پارٹی کی حکومت رہی، صوبہ سرحد میں کانگریس کی اور بلوچستان ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت عطا کردہ صوبائی خودمختاری کے حق سے محروم تھا۔ ریاستیں (خیر پور میرس اور بہاولپور) کو ابھی اسمبلی نہیں دی گئی تھیں اور وہ نوابوں کی جاگیریں تھیں۔ ان دنوں فقط "سندھ" تھی جہاں پانچ برس سے مسلم لیگ کی حکومت قائم تھی۔ حصول پاکستان کی تحریک جیسا کہ مسلم لیگ چلارہی تھی اس لئے اس دور میں کسی صوبہ میں مسلم لیگ کی حکومت قائم ہونا اوران کا قائم رکھنا ایک اہم بات ہے۔ (مجلہ مخزن سکھر، ۱۹۶۹ء)

تصنیف وتالیف: کسی زمانہ میں روزنامہ "مہران" میں سندھی شعراء کی شاعری پر "کے ایم حافظ" کے قلمی نام سے تنقیدی مضامین کا سلسلہ شروع کیا، جس کی پچاس قسطیں ابھی شائع ہوئیں تھی کہ اخبار نے اثر رسوخ کے دباؤ میں آکر یہ سلسلہ موقوف کردیا۔

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن ورہنما تھے اس لئے اس تاریخ کے عینی گواہ تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی فہم وفراست کے مداح تھے۔ قائداعظم کی شخصیت، کرداراور سیاسی جدوجہد پر بعض مضامین تحریر فرمائے تھے اور مفصل کتاب لکھنا ابھی شروع کی تھی کہ پیغام اجل آپہنچا جس کے سبب مکمل نہ ہوسکی۔

سندھی صحافت کی تاریخ پر بھی کام ادھورا رہ گیا۔ جو کچھ تحریر کیا تھا وہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کوشش سے "مخزن" میں شائع ہوا۔

1- سندھی میں نعتیہ شاعری (مؤلف: ڈاکٹر میمن عبدالمجید) پر مقدمہ تحریر کیا۔
2- نعتیہ کلام (از: سید سردار علی شاہ ذاکر بخاری) پر مقدمہ تحریر کیا۔
3- غالب سندھ فیض بخشاپوری کی شاعری کے مجموعہ پر مقدمہ تحریر کیا۔
4- نور شاہین کی شاعری کے مجموعہ پر مقدمہ تحریر کیا۔
5- سید سردار علی شاہ "ذاکر" بخاری مرحوم کی شاعری کے مجموعہ پر مقدمہ تحریر کیا۔
6- سیرت ابن ہشام کا سندھی ترجمہ
7- پیران پگارہ خاندان کی مختصر تاریخ (سندھی) بشمولہ، "وطن جی آزادی کے ہیرو" مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۸۷ء

شاعری: حافظ سندھی وفارسی کے باکمال شاعر تھے۔ بعد میں انہوں نے دیگر اصناف ترک فرما کر فقط نعتیہ شاعری سے قلبی تعلق قائم رکھا۔ البتہ جوانی میں نہایت اعلیٰ پایہ کی غزل کہی تھی۔ نامور شاعر عبدالکریم گدائی "خانگڑھ سے جیکب آباد تک" میں حافظ کے شعر کو سراہا ہے۔ حافظ کا غزل فن خواہ فکر کے لحاظ سے نہایت معیاری ہے۔ غزل میں تغزل ہے خیال میں قدرت، انداز بیان میں جدت اور انفرادیت ہے۔

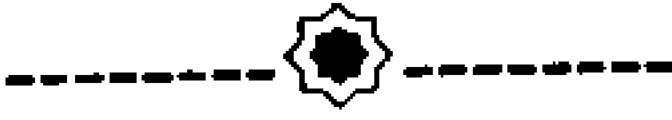
وہ خوددار تھے، متوکل اور عاشق خیرالوریٰ تھے۔ آپ ﷺ کی شان میں مضامین اور نعتیہ کلام

یادگار ہیں۔ ہمیشہ اپنے عقیدے، نظریے اور اصول پر قائم رہے۔

وصال:

حافظ خیر محمد اوحدی نے شکار پور میں ۲۸، جنوری ۱۹۸۲ء کو اس فانی جہان سے کوچ فرمایا۔

[ماخوذ: گھڑیوں گھاریم جن سین ص ۹۰]



مولانا سید خالد میاں فاخری

حضرت مولانا قاضی محمد خالد میاں فاخری بن مولانا محمد شاہد میاں فاخری بن حضرت مولانا محمد فاخر "بیخود" خانقاہ اجملی دائرہ شاہ اجمل الہ آباد (بھارت) میں ۵، جولائی ۱۹۲۷ء کو تولد ہوئے۔ شجرہ کے مطابق حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۲۴ھ) جو کہ عم رسول حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی نسل میں ایک خاتون سائرہ بی بی کی شادی جناب سید علی رضا سے ہوئی جو ظاہر ہے کہ سید تھے۔ اور سید صاحب مولانا فاخری کے جداعلیٰ تھے۔ (بروایت سید شجاع فاخری)

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر سے کیا، اس کے بعد مدرسہ نظامیہ (فرنگی محل لکھنؤ) میں تعلیم حاصل کی، یہاں مولانا جمال میاں فرنگی محلی (کراچی) اور مولانا خالد انصاری فرنگی محلی آپ کے ہم درس (کلاس فیلو) رہے ازاں بعد استاد العلماء حضرت مولانا عبدالکافی کی قائم کردہ مشہور دینی درسگاہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سے مزید تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ ابوالعلائی میں اپنے والد گرامی قدر حضرت مولانا الحاج سید محمد شاہد فاخری سے دست بیعت، صاحب مجاز اور ان کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

آپ خود لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۱ء کو آپ کے والد نے خانقاہ کے تمام تبرکات آپ کے حوالے کر دیئے۔

(تذکار اولیاء ص ۵۸)

حضرت مولانا خوب اللہ محمدی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا جان کے برادر اصغر تھے۔ انہوں نے ستمبر ۱۹۵۶ء کو آپ کا ہاتھ پکڑ کر خوب دعا فرمائی۔ بعد ازاں سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، صفویہ، اشرفیہ، علیمیہ اور مداریہ کی اجازت تام عطا فرمائی، مجاز و ماذون فرمایا۔ (تذکار اولیاء ص ۶۴)

قاضی الہ آباد:

۱۹۵۷ء کو آپ کو یوپی حکومت نے قاضی شہر و ضلع الہ آباد مقرر کیا۔ (تذکار اولیاء ص ۵۴)

پاکستان آمد: خالد میاں اپنے متعلق خود لکھتے ہیں: "۱۹۶۳ء کو حادثاتی طور پر مشرقی پاکستان آ گیا تھا۔ کچھ دنوں پاربتی پور قیام کے بعد چاٹگام پہنچا اور پھر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ہفت روزہ پیام مشرق چاٹگام سے بحیثیت ایڈیٹر متعلق رہا۔ فیروز شاہ ہائی اسکول میں "ہیڈ مولوی" کی حیثیت سے تدریسی فرائض بھی انجام دیئے اور پھر چاٹگام پورٹ ٹرسٹ کو "فرہاد" کی جگہ پہاڑیوں سے پتھر توڑ کر فراہم کرتا رہا اور آخر میں "چٹاگانگ شپنگ اینڈ ٹریڈنگ کارپوریشن" کی معرفت پان اسلامک اسٹیم شپ کمپنی کے جہازوں کو ان کی ضروریات بہم پہنچاتا رہا لیکن ہر حال میں دینی خدمات انجام دینے کا شوق دل میں موج زن رہا۔

۱۵، جنوری ۱۹۷۱ء کو بغرض حاضری بارگاہ نبوی سعودی عرب (حجاز مقدس) روانہ ہوا۔ وہاں سے ۲۱، اپریل کو کراچی پہنچا تو حاجی کیمپ میں کموڈور اظہر حسین صاحب ڈائریکٹر جنرل پورٹ اینڈ شپنگ سے معلوم ہوا کہ میرا مکان جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے۔ وہ سرکاری ضرورت کے تحت چاٹگام (بنگال) تشریف لے گئے تھے۔ خدا بھلا کرے ڈپٹی ڈائریکٹر و چیف سرویئر ایم آئی قدوائی صاحب کا جنہوں نے مجھے چاٹگام پہنچنے میں کافی مدد پہنچائی۔

یکم مئی کو ٹگام پہنچ کر کرنل ولایت علی صاحب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے تعاون سے سولہ دن کی تلاش بسیار کے بعد بچوں کا پتہ چلا اور کچھ دنوں بعد سب کو لے کر میں کراچی (پاکستان) پہنچ گیا"۔ (تذکار اولیاء)

درس و تدریس: الہ آباد میں گورنمنٹ انڈیا کی جانب سے قاضی مقرر ہوئے اس کے ساتھ مادر علمی مدرسہ سبحانیہ میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔

اکتوبر ۱۹۸۹ء کو دار العلوم قادریہ المرکز قادری حسن اسکوائر گلشن اقبال کراچی میں بحیثیت مدرس کے ان کا تقرر ہوا۔ (عین القادر اکتوبر ۱۹۹۰ء)

جماعت صوفیاء کا قیام: صوفیائے کرام کے ایک اجتماع میں "جماعت صوفیاء اہل سنت پاکستان" کا قیام عمل میں آیا۔ صدر الاصفیاء جناب حکیم صوفی فضل احمد چشتی الحسینی (چشتی بابا) سجادہ نشین خانقاہ چشتیہ کراچی کو صدر اور مولانا خالد میاں کو ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی، اسرار احمد متولی درگاہ اجمیر شریف، مخدوم زادہ صدر الدین، عبدالرحمٰن عتیقی، ضیاء الدین احمد جمالی۔ ظفر حسین نقوی وغیرہ نے شرکت فرمائی۔ (تذکار اولیاء)

امامت و خطابت: الہ آباد میں امامت و خطابت سے وابستہ ہوں گے۔ چاٹگام (بنگلہ دیش) میں جامع مسجد وائرلیس کالونی میں خطیب رہے تو ان دنوں جناب عبدالحفیظ خان

صاحب ٹی۔ کے اسسٹنٹ کلکٹر کسٹمز چاٹگام (حال حیدرآباد) کے تعاون سے مدرسہ شرعیہ اشرفیہ کی تعمیر کی۔ اسی درمیان ڈھاکہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی میر پور نمبر ۱۰ کی جامع مسجد میں مدرسہ شرعیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو بنگلہ دیش کے قیام کے وقت تک تھا۔" (تذکار اولیاء)

کراچی میں مسجد بدر (پیپر مارکیٹ، حسن علی آفندی روڈ لائٹ ہاؤس) میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ریڈیو پاکستان کراچی سے بھی مسلسل تقریریں کی۔ کراچی میں محافل میلاد شریف، جلسہ گیارہویں شریف اور دیگر بزرگان دین کے اعراس کے مواقعہ پر آپ کا خطاب خصوصی ہوا کرتا تھا۔

سفر حرمین شریفین: پہلی بار غالباً ۱۹۷۱ء کو حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور اس کے بعد ہر سال عمرہ شریف کرنے جاتے تھے۔

تصنیف و تالیف: مولانا خالد میاں، صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ ان کی درج ذیل کتب سے متعلق آگاہی ہوئی:

1- سیرت طیبہ ایک نظر میں
2- ترجمہ مآثر الکلام مصنف: میر غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ دائرۃ المصنفین کراچی ۱۹۸۳ء
3- تاریخ لغت گوئی کا تدریجی ارتقاء اور انتخاب۔ مرتبہ: شمس بریلوی و خالد میاں فاخری
4- تذکار اولیاء۔ (فاخری سلسلہ کے بزرگوں کا تذکرہ) مطبوعہ اسکائی لائن پرنٹنگ پریس حسین علی آفندی روڈ کراچی غالباً ۱۹۷۶ء
5- اصطلاحات تصوف مطبوعہ دائرۃ المصنفین کیپٹل ایریا کراچی سن ندارد

خانقاہ اجملی پر محفل میلاد کا انعقاد: آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید محمد فاخر بیخود رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۰ء) نے خانقاہ اجملی دائرہ شاہ اجمل الہ آباد میں یکم ربیع الاول سے بارہ تاریخ تک روزانہ محافل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد ڈالی جو تقریباً ۶۸ سال سے برابر منعقد ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے صرف بارہویں تاریخ کو ایک دن کی محفل ہوتی تھی۔ خالد میاں اپنی موجودگی میں سارے فرائض انجام دیتے تھے بعض اعزہ کی ریشہ دوانی اور چیرہ دستیوں کے سبب غریب الوطنی کی زندگی اختیار کی۔ (تذکار اولیاء ص ۶۰)

وصال: مولانا الحاج قاضی سید محمد خالد میاں فاخری نے ۲، جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۹۸ء، ۷۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یخی حسن قبرستان (نارتھ ناظم آباد کراچی) میں مزار واقع ہے۔

[خالد میاں کے بیٹے شجاع فاخری (فیڈرل کیپٹل ایریا کراچی) نے اپنے والد کے انتہائی مختصر اور نامکمل حالات فراہم کیے جس سے مضمون مرتب کرنے میں کافی دشواری کا سامنا

تھا، لیکن خدا بھلا کرے محترم شہریار قدوسی صاحب کا کہ انہوں نے خالد میاں کی تصنیف و تالیف کے مطالعہ کا موقعہ فراہم کیا جس کے باعث مضمون تیار کرنے میں کافی آسانی رہی۔ فقیر نہایت مشکور ہے]

مولانا حافظ خیر محمد سندھی مدنی

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں شیخ طریقت حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری سجادہ نشین دوئم درگاہ بھرچونڈی شریف (ضلع گھونکی) سے دست بیعت اور خلفاء میں سے تھے۔ (بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی)

شادی واولاد: بابا جی (حافظ جی کو کہتے تھے) نے قیام مدینہ طیبہ کے دوران ایک عرب مجذوب حضرت سیدی کامل رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی، اوران سے آپ کو بے پناہ عقیدت ومحبت ہوگئی جس کی بناپر آپ نے ان سے ہر حال میں اپنی نسبت قائم رکھی۔ یہاں تک کہ ان پر حالت جذب طاری ہوگئی۔ باوجود اس کے آپ نے ہمیشہ ان کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بابا جی کی اہلیہ محترمہ نے اس مجذوب سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا۔ اس پر بابا جی اپنی اہلیہ سے بہت خفا ہوئے اوران سے علیحدگی اختیار کر لی اوران سے فرمایا: آج سے ہمارا تمہارا تعلق ختم ہے لیکن میں اپنی اولاد کی مکمل کفالت کروں گا تم اس کی فکر نہ کرنا۔ بابا جی کے ایک صاحبزادے عبدالہادی تھے جو محکمہ صحت سعودی عرب میں ملازمت کرتے تھے۔ آج وہ بھی جنت البقیع میں محو خواب ابدی ہیں۔ بابا جی کی نشست گاہ پر اب ان کے پوتے بیٹھتے ہیں اور زائرین مدینہ کے لئے پرتکلف ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔ قطر کے ایک رئیس نے اس نشست گاہ کی جدید طرز پر آرائش وزیبائش کروائی تھی لیکن اب یہ جگہ توسیع حرم شریف کے منصوبہ میں شامل ہوچکی ہے۔

عادات وخصائل: مولانا حافظ خیر محمد سندھ سے نقل مکانی کرکے مدینہ منورہ میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قرب وجوار میں رہائش اختیار کی۔

بابا جی حافظ قرآن، عالم باعمل، صوفی باصفاء، بے باک، نڈر، حق گو، سچے اور کھرے انسان تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی، نفاست پسندی اور منکسر مزاجی آپ کی خصوصیات میں شامل تھیں۔ ان اوصاف کے باوجود آپ کی طبیعت اور چہرے پر جلال نمایاں تھا۔ آپ نے اتباع نبوی کے جذبہ سے مدینہ منورہ میں بکریاں پالی ہوئی تھیں۔ جن کے دودھ کی بنی ہوئی چائے سے زائرین مدینہ شریف کی تواضع

فرماتے۔ حجاز مقدس اور دیگر بلاد اسلامیہ کے حجاج کرام مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران آپ سے شرف ملاقات کی سعادت حاصل کرتے۔ ان میں اکثر حضرات آپ کے بڑے معتقد ہو گئے۔ ان معتقدین میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

- حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (متوفی ۱۹۹۹ء) بانی: مجلس رضا لاہور
- مولانا پیر غلام قادر اشرفی (متوفی ۱۹۷۹ء) مدفون لالہ موسیٰ ضلع گجرات
- حضرت پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی نوری لاہور
- میاں باغ علی نسیم (متوفی ۲۰۰۰ء) مالک مکتبہ نبویہ لاہور
- جناب حکیم عبدالواحد چشتی (متوفی ۱۹۷۹ء) مدفون قبرستان حضرت میاں میر لاہور
- ڈاکٹر جمال الدین لاہوری

"پاکستان کے علماء و مشائخ اور مشاہیر جب سندھی بابا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو آپ انہیں مومنانہ فراست کے ذریعے آنے والے ملکی مسائل اور خطرات سے آگاہ کیا کرتے تھے"۔ (بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم)

۱۹۰۵ء/۱۳۲۳ھ کو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ حج کے بعد زیارت کے لئے مدینہ منورہ پہنچے تو سید سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ (گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان) کی ان کے ساتھ بہت پر لطف علمی محفلیں رہیں۔ آپ نے اپنے ایک بدوی عقیدت مند شیخ احمد جعفر کے ہاں فاضل بریلوی کی دعوت بھی کی جس کا سارا انتظام آپ کے پیر بھائی اور ارادت مند حافظ خیر محمد سندھی علیہ الرحمۃ نے کیا۔ حافظ خیر محمد سندھی علیہ الرحمۃ بھی اس دور میں مستقل ہجرت کے ارادے سے مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے ساری عمر مدینہ طیبہ ہی میں گزاری۔ راقم السطور نے عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کو حافظ صاحب کی جاروب کشی کرتے دیکھا۔ (تحفہ مرسلہ ص ۱۰ ابتدائیہ: مولانا سید فاروق القادری صاحب ایم۔اے)

محترم سید محمد حسن شاہ نوری صاحب بابا جی سے اپنی ایک ملاقات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی جو نجدی وہابی معلوم ہوتے تھے، جدہ سے آئے ہوئے تھے اور بابا جی سے عقائد و مسائل کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔ دونوں حضرات کافی دیر تک عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ میں زیادہ تو نہ سمجھ سکا البتہ مجھے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ وہ شخص غیر مقلد وہابی نجدی ہے۔ بابا جی نے اسے نقلی و عقلی دلائل سے لاجواب کر دیا۔

تبلیغی جماعت: بابا جی نے فرمایا: "روسی لٹریچر (کمیونزم و سوشلزم) بھارت کے تبلیغیوں کے بستروں میں پیک ہو کر سالہا سال تک حجاز مقدس پہنچتا رہا"۔

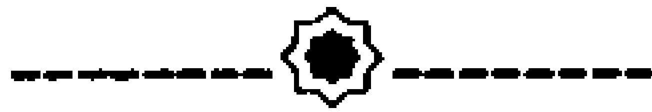
حکیم محمد موسیٰ صاحب مرحوم " تبلیغی جماعت کی حقیقت " (از: ابوالحسن زید فاروقی مرحوم)

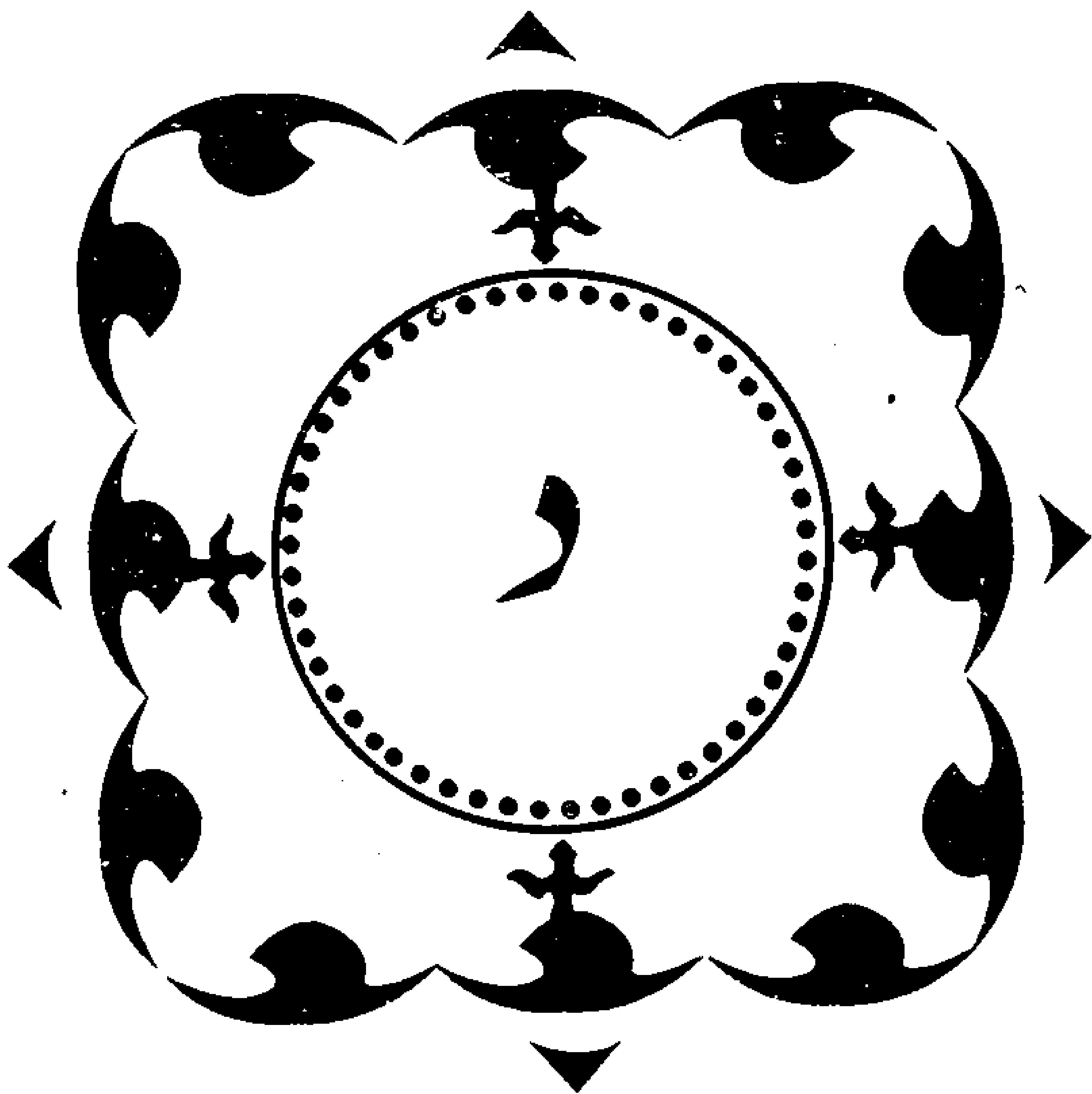
وصال: کے پیش لفظ میں رقمطراز ہیں: "حضرت علامہ حافظ خیر محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو مدینہ منورہ میں تقریباً

ستر (۷۰) سال مقیم رہ کر غالباً ۱۹۹۱ء میں آسودہ جنت البقیع ہوئے۔ فقیر کو دو تین مرتبہ چائے کی دعوت سے سرفراز فرمایا اور ان اوقات میں حالات حاضرہ پر طویل گفتگو فرمایا کرتے تھے اور اختتام گفتگو پر یہ تاکید کرتے تھے کہ یہ باتیں میری زندگی میں میرے نام سے قلمبند نہ ہوں اس لئے کہ "میں ستر سال سے مدینہ منورہ میں اس آرزو کے ساتھ بیٹھا ہوں کہ مرکر جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو، اگر میرے خیالات ظاہر ہوئے تو یہ لوگ مجھے مدینہ منورہ سے خارج کرادیں گے"۔
(تبلیغی جماعت کی حقیقت مطبوعہ لاہور)

حکیم صاحب بابا جی کی یادداشت کو قلمبند کرنا چاہتے تھے لیکن شاید انہیں مہلت نہیں ملی۔

[فقیر کی تحریک پر محترم میاں زبیر احمد علوی ابن میاں بدرالدین قاسمی (لاہور) کی توجہ سے جناب متینؔ کاشمیری (کوٹ ادو۔ لاہور) نے بابا جی کے متعلق مختلف روایات بھجوائیں فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے لیکن مضمون میں تشنگی باقی ہے۔ سندھ میں کس مقام پر اور کب پیدا ہوئے۔ تعلیم کہاں کہاں سے حاصل کی لیکن نہ ہونے سے ہونا بہتر کی مصداق کچھ نہ کچھ لکھ دیا ہے۔ مزید حالات مہیا ہونے کی صورت میں دوسرے ایڈیشن میں اضافے ہوں گے۔]




د

علامہ دین محمد گشکوری

مولانا حافظ دین محمد بن محمد خان گشکوری بلوچ ماہ رجب المرجب ۱۳۰۸ھ کو گوٹھ پٹ گل محمد لغاری تحصیل جوہی (ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔ آباءواجداد اصل سبی (بلوچستان) کے تھے، پردادا بڈو خان وہاں سے نقل مکانی کر کے اس وقت کے مشہور صوفی بزرگ میاں نصیر محمد کلہوڑو کے زیر سایہ گوٹھ گاڑھی تحصیل ککڑ (ضلع دادو) میں سکونت اختیار کی۔

تعلیم وتربیت: مولانا دین محمد نے دس سال کی عمر میں گوٹھ کے خلیفہ محمد ڈیپر کے پاس ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ قحط کے سبب گھر والے دوسرے شہر چلے گئے جس کے سبب دو چار سال آپ کی تعلیم متاثر ہوئی۔ اس کے بعد ۱۳۲۲ھ کو اپنے آبائی گوٹھ واپس ہوئے اور تعلیم کو دوبارہ جاری کیا۔ فارسی کی تعلیم گوٹھ ڈیپر تحصیل میہڑ میں مولانا غلام عمر سومرو کے مدرسہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد ایک طالب علم محمد ہاشم ملاح کی رفاقت سے ڈگھ بالا تحصیل جوہی گئے جہاں نامور عالم دین مولانا مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ کی خدمات حاصل کی۔ لیکن مفتی محمد حسن کسی ذاتی وجہ سے ایک سال تک درس کو مؤخر کر کے چلے گئے۔ اس لئے مولانا دین محمد دیگر مدارس میں ایک سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے مثلاً: مدرسہ گاہی مہیسر (تحصیل میہڑ) اور رہڑو شریف (تحصیل میہڑ) معلوم ہوا ہے کہ لاڑ کے مدارس ٹیاری، ہالا، حیدرآباد، میرپور خاص، اور ٹنڈو الہیار وغیرہ میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ میرے خیال (فقیر راشدی غفرلہ) میں مولانا دین محمد اپنے استاد محترم مفتی محمد حسن کی شخصیت اور طریقہ تعلیم سے بہت مانوس تھے اس لئے ان کا دل کہیں نہیں لگا ورنہ فقط ایک سال میں اتنے سارے مدارس تبدیل کرنے کی کیا وجہ تھی؟، یہی وجہ تھی جب ۱۳۲۹ھ کو مولانا مفتی محمد حسن نے درس وتدریس کا دوبارہ سلسلہ شروع کیا تو مولانا دین محمد اپنے استاد محترم کے پاس واپس آ گئے۔ وہیں ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے آبائی گوٹھ میں "مدرسہ دینیہ" کی بنیاد رکھی اور بیس سال وہاں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد سردار حاجی غلام محمد خان برڑو کی دعوت واصرار پران کے گوٹھ برڑا تحصیل ککڑ میں "مدرسہ دینیہ" قائم کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ وہاں بھی بیس سال تک جاری رکھا۔ مولانا دین محمد چالیس سال کی عمر میں اپنی بیٹی کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہوئے انہیں قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق دامنگیر ہوا، اکیس ماہ میں قرآن مجید کے حفظ کی دولت سے مالا مال ہوئے، اس سے ان کی ذہانت اور قوت حافظہ کا پتہ لگتا ہے۔ یہ بات انہوں نے "سوانح حفظ

القرآن" میں تفصیل سے لکھی ہے۔

بیعت: عمر کے آخری میں ضعیفی و نحیفی کے سبب درس کا سلسلہ موقوف کر دیا، تصوف کی طرف مائل ہوئے حضرت خواجہ احمد زمان صدیقی سجادہ نشین لواری شریف (ضلع بدین) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ بقیہ زندگی ذکر اذکار، مراقبہ، شب بیداری اور پرہیزگاری میں بسر کی۔

سفر حرمین شریفین: ۱۳۴۲ھ کو پہلا حج، ۱۳۴۵ھ میں دوسرا حج کیا اور ہر بار حج کے بعد مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور روضہ انور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی حاضری و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ جس کا احوال انہوں نے اپنے سفرنامہ مسمی "مختصر سفر حج" میں کیا ہے۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی جس سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔ لیکن آپ کی زندگی میں ہی ایک بیٹا اور ایک بیٹی نے انتقال کیا۔ ایک بیٹا مولانا حسن اللہ گشکوری بلوچ اور دو بیٹیاں صاحب اولاد ہیں۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے درج ذیل نام معلوم ہو سکے۔

1- قاضی دوست محمد بن علی بخش وگھیو
2- مولوی امیر بخش خان برڑو
3- مولوی احمد علی جوکھیو ساکن بیگو دیرو تحصیل ککڑ ضلع دادو
4- مولوی عبدالہادی کھونھارو ساکن سگھڑ تحصیل ککڑ
5- مولوی محمد دلاور بلوچ
6- عبدالقیوم خان بن سردار غلام محمد خان برڑو

تصنیف و تالیف: قلم و قرطاس سے آخر تک تعلق قائم رکھا اور شاندار تحریری کام کیا جس میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- نشان نبوت (نظم)
- مدارج النبوۃ (فارسی) تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۲ جلدیں) کا منظوم سندھی ترجمہ
- آئینہ معراج (سندھی)
- تصدیق الخلفاء (سندھی) شیعہ کی جانب سے خلافت راشدہ پر اعتراضات والزامات کے مدلل جوابات
- کتاب الاعجاز (سندھی) پچپن (۵۵) معجزات نبوی ﷺ کا بیان
- استاد صرف فارسی مع مقدمہ
- اصول عشرہ شیعہ مع تقریر دلپذیر
- سوانح حفظ القرآن مع فضائل قرآن
- میزان القرآن (منظوم سندھی)
- قاعدہ ابواب قرآن
- مختصر سفر حج (فارسی)

❁ احراق القلوب

شاعری: آپ قادر الکلام شاعر اور ادیب تھے۔ تخلص "پٹائی" تھا۔ گوٹھ کا نام "پٹ گل محمد لغاری"۔ پٹ کی معنی ہے پلاٹ، دھرتی، پٹائی یعنی پلاٹ گوٹھ والے۔ گوٹھ کی نسبت کی وجہ سے آپ نے پٹائی تخلص اپنایا۔ تمام کلام نعت، مولود، مدح، غزل، کافی اور جمعہ کے خطبات پر مشتمل ہے جو کہ سندھی، فارسی، سرائیکی اور اردو زبانوں پر محیط ہے۔

وصال: مولانا دین محمد "پٹائی" نے ۱۷، شوال المعظم ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۳، اپریل ۱۹۶۰ کو انتقال کیا۔ وصیت کے مطابق انہیں میاں نصیر محمد کلہوڑو (تحصیل ککڑ ضلع دادو) کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔



شہباز خطابت حضرت مولانا قاضی دوست محمد صدیقی

شہباز خطابت، لحن داؤدی، ترجمان اہلسنت حضرت علامہ قاضی دوست محمد صدیقی المعروف مولانا بلبل سندھ کی ولادت باسعادت سندھ کے مشہور شہر شکار پور کی نامور تحصیل گڑھی یاسین کی چھوٹی سی بستی ''گوٹھ ترائی'' کے نامور علمی خاندان ''صدیقی قاضی'' میں مولانا محمد بقا صدیقی کے گھر ۱۹۱۸ء کو ہوئی۔ اس خاندان نے بے شمار علماء فضلاء واطباء پیدا کئے، اسی خاندان کی ایک اور علمی شخصیت حضرت مولانا گل محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مناظر مدرس اور مصنف ہو کر گذرے ہیں، انہوں نے خلفائے راشدین کی فضیلت اور شیعیت کی تردید میں ''خلفاء رسول'' کتاب لکھی تھی۔ یہ مولانا گل محمد مولانا بلبل سندھ کے چچا تھے۔ (روشن صبح ص ۱۲۲)

تعلیم وتربیت: مولانا بلبل سندھ کے تعلیمی سفر کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ مولانا شاہ محمد (سندھ) اس کے بعد مولانا عبدالواحد (کوٹ مٹھن شریف) اس کے بعد ہارون آباد (ضلع بہاولنگر) میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی) اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم ملتان میں غزالی زمان رازی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ غالباً علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ درسگاہ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف (انڈیا) مزید تعلیم کے لئے تشریف لے گئے، وہاں نواسۂ اعلیٰ حضرت، امام معقولات ومنقولات علامہ مفتی تقدس علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ بعد میں سندھ تشریف لائے اور جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور اس پاک سرزمین میں مدفون ہوئے) کے حضور زانوئے تلمذ طے کئے۔ اس کے بعد پاکستان تشریف لائے اور جامعہ رضویہ

مظہر اسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا اور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس درس نظامی کی تکمیل کی اور دستار فضیلت باندھی۔

بیعت: فراغت تعلیم و تکمیل علوم کے بعد آپ نے بیعت ہونا ضروری سمجھا، آپ کو بچپن ہی سے امام العارفین، غوث العالمین، غیاث المسلمین مجدد برحق حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روضے دہنی قدس سرہ الاقدس سے عقیدت و محبت گھٹی میں ملی ہوئی تھی اسی محبت کی خاطر آپ نے حضرت قبلہ عالم کے سلسلہ عالیہ میں بیعت ہونا پسند کیا، اور آپ ہی کے خلیفہ حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بانی درسگاہ سوئی شریف) اور ان کے خلیفہ اعظم حافظ الملت حضرت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ (بانی درگاہ بھرچونڈی شریف) کے سجادہ نشین شیخ طریقت مجاہد اہل سنت حضرت پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔

تصنیف و تالیف: معلوم ہوا کہ آپ شاگردی کے دور میں وقت بوقت اخبارات میں مضامین لکھتے تھے اور طلباء کو اسباق کی تقاریر بھی تحریر کر کے دیتے تھے، جو کہ آج محفوظ نہیں۔

عارف باللہ، سندھ کے عوامی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ کلام پر مشتمل دیوان ہے جس کا نام "شاہ جو رسالو" ہے۔ اس میں سے اپنی پسند کے ایک سوابیات (شعر) کی تلخیص "گلدستہ عشق" کے نام سے مرتب کی، جسے بعد میں نیشنل بک اسٹور لاڑکانہ نے شائع کیا۔ ایک سوابیات آپ کو حفظ تھے جس کو ترنم سے پڑھ کر اپنی تقریروں کو چار چاند لگاتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی تصنیف سامنے نہیں آئی۔

تلامذہ: جہاں تک معلوم ہے کہ آپ نے باقاعدگی سے کسی دینی درسگاہ میں تدریس کے فرائض انجام نہیں دئے تھے۔ البتہ شروع کے دنوں میں بعد فراغت اسکول میں عربی کے استاد مقرر ہوئے تھے لیکن کچھ عرصے کے بعد استعفیٰ دے کر پوری توجہ خطابت پر مرکوز فرمائی۔

خطیب اسلام مقبول اہلسنت مولانا حافظ علی اکبر قاسمی، طوطی بیاں مولانا امیر بخش چنہ اور مجاہد اہلسنت مولانا بدرالدین سرہیہ خطیب چار یار مسجد لاڑکانہ وغیرہ واعظین مولانا بلبل سندھ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ و صحبت یافتہ ہیں۔ اور فقیر کو بھی بچپن میں آپ کی صحبت و شفقت حاصل رہی ہے۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے فقط ایک بیٹی ہوئی تھی۔ بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی ایک بیوہ عورت سے کی جس میں سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی اور چار بچوں میں سے ایک بچہ بچپن میں انتقال کر گیا تھا۔ تین بیٹے صاحب اولاد ہیں: (۱) عبدالرشید (۲) محمد یوسف (۳) شرف الدین

سفر حرمین شریف: آپ نے زندگی میں ایک بار حرمین شریفین کا سفر کیا۔ ۲۵، نومبر ۱۹۷۵ء کو حج پر گئے حج کیا اور مدینہ منورہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کی اور صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔

حضور کا پروانہ، ساری زندگی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈنکے بجانے والا، سندھ کے قریہ قریہ، بستی بستی میں شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئے بکھیرنے والا، دور دور سندھ میں درود وسلام نعت ومولود کی مجالس برپا کرنے والا، آج اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہے۔ وہاں جو مولانا کی کیفیت ہوگی وہ بیان کرنے سے زبان قاصر ہے، البتہ یوں ہوگا:

دل بھر آیا ہے تو جی کھول کے رو لینے دو
پھر کبھی جوش یہ یوں دیدہ تر ہو کہ نہ ہو

حلیہ مبارک: بقول حضرت پیر محمد ابراہیم خلیل فاروقی مدظلہ العالی کہ مولانا بلبل سندھ کا حلیہ اس طرح تھا: سہنی صورت، بیش بہا قیمتی لباس، زریدار قلے پر پشاوری یا مشہدی ساڑھی، پنجابی طرز پر بندی ہوئی، گرجدار آواز مگر شیریں، قد معتدل مائل بہ بلندی، رنگ گندم، دبلے پتلے، چہرہ خوبصورت پرکشش، گال روشن روشن، ہونٹ گلاب کی پتیوں کی طرح باریک گلابی، مزاج نرم، اخلاق کے پیکر، اور داڑھی شریف پر مہندی لگاتے تھے۔

خطابت: خطابت مولانا بلبل سندھ کی پہچان تھی، مولانا سحر انگیز خطابت کے سبب پیران عظام کے محبوب اور اہلسنت و جماعت میں مقبول اور علماء کی شان تھے۔ قدرت نے مولانا کو حاضر جوابی، فن خطابت، خوش الحانی، طرز بیانی، گوہر روانی اور فصیح لسانی میں کامل قوت وحافظہ عطا فرمایا تھا۔ ہر موضوع پر بولنے اور موضوع کو نبھانے کا خوب سلیقہ تھا، ردفرقہ باطلہ ان کا خاص موضوع تھا، آپ تکمیل تعلیم کے بعد اسکول میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، جوں جوں سندھ کے حالات سے واقفیت ہوئی تو محسوس کیا کہ سندھ میں وہابیت پر نکال رہی ہے۔ دوسری طرف سندھ کے عوام الناس بالکل سیدھے سادھے ہیں، انہیں ان بھیڑیوں کے حملہ سے بچانا نہایت ضروری جانا اس لئے عملی زندگی میں قدم بڑھایا، نوکری کی قربانی دی، خطابت کے لئے اپنے کو وقف کیا اور خارزاروں پر قدم رکھا اسی روز سے وصال تک احقاق حق وابطال باطل میں مصروف رہے۔ لیل ونہار شہر شہر، نگر نگر، قریہ قریہ، بستی بستی اپنے خطاب سے لوگوں کے قلوب میں عشق مصطفیٰ کی شمع روشن کی، اہل سنت کو بیدار کیا، وہابیت دیوبندیت اور بدمذہبیت کے فتنے سے آگاہ کیا، ان کی رسول دشمنی، گستاخیاں، بے باکیاں، بے ادبیاں، مکرو فریب اور تقیہ بازی سے سندھ بھر کے عوام الناس کو خبردار رکھا۔ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل سے اہل سندھ کو روشناس کیا۔ وہابیت دیوبندیت شیعیت، غیر مقلدیت، قادیانیت وغیرہ کے رد میں مولانا کا جواب نہیں۔

جامع مسجد عثمانیہ متصل درگاہ شریف حضرت مخدوم محمد عثمان قریشی رحمۃ اللہ علیہ شہر لاڑکانہ میں تقریباً تمیں (۳۰) برس جمعہ کو فی سبیل اللہ خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مواقع پر حضرت پیر صاحب پگارہ کی دعوت خاص پر درگاہ شریف راشدیہ پیر جوگوٹھ تشریف لے جاتے جہاں ہزار ہا افراد کو اپنے خطابت سے نوازتے۔ اس کے علاوہ اسی دربار پر سالانہ عید معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر بھی خصوصی خطاب فرماتے۔ درگاہ مشوری شریف کے سالانہ عظیم الشان جلسہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ولولہ انگیز خطاب سے جماعت کو مسرور فرماتے۔ حر مجاہدین ۱۹۴۲ء کے مارشل لا میں جو اسیر تھے انہیں مولانا صاحب تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔

جامع مسجد غوثیہ ٹانگہ اسٹینڈ لاڑکانہ میں سالانہ عرس خواجہ غریب نواز میں آپ کا اردو میں خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا۔ غوث العالمین حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ الاقدس اور حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ اعراس کے موقعہ پر آپ کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا آپ سندھی کے علاوہ اردو میں بھی روانی سے تقریر کیا کرتے تھے، مدرسہ انوار العلوم ملتان میں دستار فضیلت میں آپ کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ سندھ کے علاوہ پنجاب اور بلوچستان کے بھی محبوب خطیب تھے۔ آپ کے ان خطابات سے اعتقادی واصلاح احوال کے حوالہ سے عوام الناس میں انقلاب برپا ہوا۔ غیر مسلم، ایمان کی بدولت سے مالامال ہوئے، گمراہ، صراط مستقیم پر گامزن ہوئے، بھٹکے ہوئے راہ راست پر آ لگے، بے نمازی، نمازی بنے، بے دین دیندار صالح بنے، بدکردار باکردار ہوئے، اور کئی بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا جنون ہوا، کئی والدین نے اپنے بچوں کو دینی مدارس میں داخل کروائے، جو کہ آگے چل کر محراب ومنبر کی زینت بنے۔ نوجوان علماء پر خطابت کی راہیں کھلی۔

یہ ہیں آپ کے خطابت کے وہ تاثرات جو کہ ہمارے معاشرے پر اثر انداز ہوئے۔ آپ اپنے خطاب میں قرآن وسنت کے دلائل کے بعد بلبل باغ رسالت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفی باصفا عاشق مصطفیٰ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ لاقدس کے اشعار موقع محل کے مطابق جب گنگناتے تھے تو محفل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور تقریر میں شہری انتظامیہ اور وڈیروں کو بھی حق کہنے میں کبھی نہیں ڈرے۔ بہرحال مولانا بلبل سندھ کی زندگی بے باکی، حق گوئی، سادگی اور للّٰہیت کی بہترین نمونہ تھی۔

جدا جدا جو وصف دیگر خطباء میں تھے
وہ سب کے سب اس عاشق مصطفیٰ میں تھے

بلبل سندھ: سندھ باب الاسلام ہے اس لئے سندھ کی زبان عشق مصطفیٰ ہے اور مولانا باغ مصطفیٰ میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیت ترنم وعقیدت سے گنگناتے تھے اسے لئے بلبل باغ مصطفیٰ ہوئے یعنی بلبل سندھ۔ مولانا احمد بخش بھٹو نے بتایا کہ مولانا صاحب کو یہ خطاب شیخ العرب والعجم، فقیہ اعظم، امام اہلسنت حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ الباری (بانی درگاہ مشوری شریف) نے اپنی زبان فیض ترجمان سے مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد "بلبل سندھ" آپ کے نام کا جز بن گیا۔ اور فلک شگاف نعرے "بلبل سندھ زندہ باد" بلند ہونے لگے۔

وزارت کی پیشکش: آپ نے ایک روز عثمانیہ مسجد میں خطاب کے دوران فرمایا: ہمیں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے وزارت کی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر پیشکش ٹھکرادی کہ: وزارت صدارت آنے جانے والی چیز ہے آج دی جائے گی اور کل چھینی جائے گی، لیکن اللہ کریم نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء خوانی کا جو منصب ہمیں عطا کیا ہے یہ ہمارے لئے کافی ہے یہ ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا اور انشاء اللہ تعالیٰ مرتے دم تک یہ ہمارے پاس ہوگا۔

لوگ کیا کیا بک گئے تو نے نہیں بیچے اصول
تیرے دامن کو بہت ہے دولت عشق رسول

وصال: عمر طویل نہ تھی لیکن خطاب کے لئے مسلسل سفر پہ رہنے کی وجہ، محنت، مشقت کے سبب، عمر رسیدہ نظر آنے لگے اور مختلف بیماریوں (ذیابیطس، پتھری وغیرہ) کی وجہ سے بہت کمزور و نحیف ہوگئے اس کے باوجود دن رات ثناء خوانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد ایک اور صدمے سے دوچار ہوئے کہ بھتیجے سراج احمد کو پالا پوسا پڑھایا لکھایا لیکن جب وہ اسلام آباد میں ڈاکٹر لگ گئے تو اس نے بے وفائی کی اور یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے۔ جس کے سبب دل ٹوٹ چکا تھا تقریر و گفتگو میں بات بات پر آنکھوں سے آنسو کی لڑی لگ جاتی تھی۔ ایسے عالم میں جب آپ اندر سے چکنا چور ہو چکے تھے پھر بھی اُمت مصطفویہ کی ہدایت و نصیحت کا جو بیڑا اٹھایا تھا وہ سلسلہ آخری دم تک جاری رکھا اور یوں شعرا کثر گنگناتے تھے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا کرتے ہوئے گر میرا دم نکلے
فرشتے غسل دیں لاشے میرے کو آب کوثر سے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہ ہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اور یہ آپ کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ حضور ﷺ کی ثناء خوانی میں وصال کیا۔

یکم رجب المرجب ۱۴۰۷ھ/۲، مارچ ۱۹۸۷ء بروز پیر شام کے پونے تین بجے مدرسہ انوار العلوم کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد سندھ) میں ۶۹ سال کی عمر میں وصال کیا اور انتقال کے وقت با آواز بلند اللہ اکبر سننے میں آئی اور روح پرواز ہو کر اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

انتقال کندھ کوٹ میں کیوں ہوا؟ اس لئے کہ وہاں دو دینی کاموں سے گئے ہوئے تھے ایک تو اس مدرسہ کو مدرس کی ضرورت تھی اس لئے لاڑکانہ سے مولوی شیر محمد سندیلو کو ساتھ لے کر گئے تھے اور رات کو اسی مدرسہ میں جلسہ تھا۔ اس طرح دین کی راہ میں سفر کی صورت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

آپ کی نماز جنازہ جناح باغ لاڑکانہ میں ہوئی جس میں علماء کرام، مشائخ عظام اور عوام و خواص نے کثرت سے شرکت کی۔ جناب سید غلام حسین شاہ بخاری نے نماز جنازہ پڑھائی اور شیخ طریقت حضرت میاں علی محمد مشوری، حضرت حافظ نالے مٹھا مشوری (درگاہ مشوری شریف) مخدوم حافظ عبدالرحیم سومرو، مولانا مفتی محمد صالح نعیمی، مفتی در محمد سکندری (سانگھڑ) خطیب اسلام مناظر اہل سنت علامہ قادر بخش قاسمی (رحمانی نگر) مفتی غلام محمد نعیمی (ملیر) مفتی محمد حسین قادری (سکھر) مفتی محمد ابراہیم قادری (سکھر) مولانا ہدایت اللہ آریجوی اور راقم زین العابدین راشدی وغیرہ وغیرہ نے شرکت کی۔

جامع مسجد عثمانیہ متصل درگاہ شریف حضرت مخدوم محمد عثمان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار شریف مرجع عام و خاص ہے۔ (ماخوذ: تذکرہ مولانا بلبل سندھ قلمی)

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

دیرینہ کرم فرما جناب طارق سلطانپوری (حسن ابدال) نے راقم کی فرمائش پر "قطعہ تاریخ وصال" مرحمت فرمائی۔

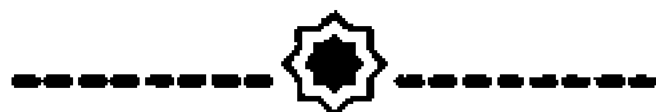
تابانی فکر وزین نظر

۱۹۸۷ء

ہے "بھرچونڈی" مرے پیارے وطن کا
نمایاں مرکز رُشد و ہدایت
گرامی مرتبت وہ بلبل سندھ
اسی درگاہ سے تھی اس کو نسبت
زمانے کا وہ مرشد عبد رحماں
تھا اس کا اس کے سر پر دست شفقت
وہ تلمیذ عارفان وقت کا تھا
سعادت مند. تھا وہ درحقیقت

تقدس، کاظمی، سردار احمد — تھے اس کے رہبران باکرامت
تھی مقبول جہاں تقریر اس کی — غذائے روح تھی اس کی تلاوت
تھا انداز بیاں اس کا یگانہ — تھی اس کی منفرد طرز خطابت
تھا اسلوب نوا اس کا موثر — تھی اس کے نطق میں اک خاص لذت
وہ فخر صاحبان علم و دانش — وقار اہل حق وہ خوب قسمت
سن ترحیل اس کا میں نے ''طارق'' — کہا ہے ''جلوہ شان خطابت''

۱۴۰۷ھ



مولانا در محمد ''خاک'' صدیقی

مولانا ابوالاقبال در محمد خاک صدیقی ۱۲، ربیع الاول شریف بروز پیر، گوٹھ کاندھلہ نزد نصیر آباد ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مولانا در محمد نے ابتدائی تعلیم آخوند محمود لاکھیر اور حکیم میاں جمال الدین سے حاصل کی۔ (میاں جمال الدین آپ کے قریبی رشتہ دار، ایک لاثانی حکیم اور عالم دین تھے)۔ مولانا نے فارسی کی تعلیم مولانا مسعود سے حاصل کی جو کہ حضرت علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد عربی کی ابتدائی کتب مولانا حافظ فدا احمد مہیسر کے پاس پڑھیں۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن دھامراہ کی خدمات حاصل کی۔ اس کے بعد نورنگ واہ (تحصیل قمبر علی خان) کے مدرسہ میں مولانا میر محمد نورنگی کے درس میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ گوٹھ گاجی کھاوڑ (نزد نصیر آباد) میں حضرت مولانا ابوالخیرات محمد صالح کے پاس درسی کتب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: مولانا در محمد ۱۸ سال کی عمر میں سلسلہ قادریہ سلطانیہ میں مفتی اعظم، رئیس العلماء، عاشق خیر الوریٰ، عارف کامل حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کے دست بیعت ہوئے۔ اس کے بعد دادو ضلع کے نامور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا غلام محمد ملکانی رحمۃ اللہ علیہ (ملکانی شریف) کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: مولانا بعد فراغت ۸ سال اپنے گوٹھ میں، ۱۳۰ برس لعلو رائنک میں درس دیا۔ اس طرح فرید آباد (میہڑ) اور شکار پور میں بھی درس دیا۔ درس وتدریس سے بارہ طلباء فارغ التحصیل ہوئے۔ مسجد نارا جیل حیدر آباد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

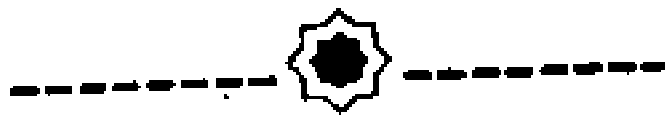
شاعری: مولانا کو شاعری سے خاص قلبی لگاؤ تھا۔ "خاک" تخلص تھا۔ حمد، نعت، مولود، منقبت اور غزل صنف میں کلام دستیاب ہے۔ (سندھی میں فقہی تحقیق جوار تقاء ص)

تصنیف وتالیف: مولانا درمحمد کاندھلوی کثیر التصانیف عالم تھے۔ ان کے رسائل، عربی، فارسی اور سندھی میں تحریر شدہ ہیں۔ مولانا نے اپنے گوٹھ کاندھلہ میں اشاعتی مرکز "ادارہ سبحانی" قائم کیا جس کے تحت اپنی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ادارہ سے بعض رسائل شائع ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

- فتاویٰ صدیقی (قلمی)
- انوار محمدیہ ﷺ (سندھی) مطبوعہ فروری ۱۹۸۱ء
- خزانة العارفین (سندھی) شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بعض اشعار کی شرح
- الوحی الوفی فی وجوب ذکر الخفی
- اعانة الوحید فی رد عقائد السنی الجدید (سندھی) رد شیعیت
- نور الابصار فی جواز الجمعة فی القُریه والامصار
- تحفة الاخوان فی اباحة التنباك و شرب الدخان (مطبوعہ ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء) اس رسالہ میں تمباکو کو مباح قرار دیا۔
- اللمعة فی تحقیق الخطبة (عربی)
- عمدۃ الالقاب
- شرف الشبیه فی شرح شجرة الطیبه
- کلیات خاک
- رباعیات خاک
- خطبات خاک
- بھیج پاگارہ، پیر پیارا

وصال: مولانا درمحمد کا اپنے متعلق خیال تھا کہ وہ "مجدد" ہیں۔ اپنے کو مجدد ثابت کرنے کیلئے انہوں نے مستقل ایک رسالہ "عمدة الالقاب" لکھا۔ اور انوار محمدیہ کے آخر میں مجدد کے ثبوت میں علم الاعداد کے ذریعے دلائل درج کیے ہیں۔

مولانا درمحمد خاک نے ۳۰، ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء شب جمعہ انتقال کیا۔ (انوار محمدیہ)



مولانا مفتی دُر محمد سکندری

استاذ العلماء، حضرت مولانا مفتی در محمد سکندری گوٹھ و روائی نزد اسلام کوٹ (ضلع تھر پارکر سندھ) میں محمد ابراہیم لنجی کے گھر ۱۹۳۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گوٹھ وروائی میں سندھی میں تین جماعت تک پاس کی کہ ان کا مقدر جاگ اٹھا کہ ان کے برادر اکبر محمد بچل لنجی نے اسکول سے نکال کر مدرسہ بحر العلوم کنری میمن (ضلع عمر کوٹ) میں ۱۹۵۱ء کو داخل کرایا۔ مفتی در محمد کے بچپن میں ان کے والدین انہیں داغ مفارقت دے کر اس جہاں فانی سے کوچ فرما چکے تھے۔ اس لئے محمد بچل نے اپنے چھوٹے تین بھائیوں (۱) مولانا محمد کامل متوکل (۲) مفتی در محمد سکندری (۳) مولانا محمد عارف کی پرورش کا بار گراں اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھایا اور خوب نبھایا۔

مفتی در محمد نہایت ذکی اور محنتی تھے، قرآن شریف فارسی اور عربی متوسط درجہ تک تعلیم مدرسہ بحر العلوم کنری میمن میں حاصل کی۔ اس وقت مدرسہ میں درج ذیل علماء اساتذہ مقرر تھے۔ مولانا عبدالغفور چانڈیو۔ مولانا دوست محمد میمن، مولانا حاجی عبیدالحق میمن اور مولانا غلام رسول جھجھر و (دادوی) وغیرہ ان سے مفتی در محمد نے استفادہ کیا۔ آپ نے فارسی اور عربی کی اکثر کتابیں مولانا غلام رسول کے پاس پڑھیں۔ جب مولانا غلام رسول چھٹی پر چلے جاتے تو آپ فارغ نہیں بیٹھتے بلکہ کنری میمن سے کنری شہر پیدل جا کر مولانا محمد سلیمان رونجھو (لسبیلہ والے) کے پاس روزانہ بلا ناغہ اسباق پڑھتے تھے۔ مفتی در محمد کو تعلیم حاصل کرنے کی تڑپ تھی جس کے تحت نہ فاقہ کی فکر، نہ سفر کی صعوبتوں سے غرض، فکر ہے تو ایک ہی فکر لاحق ہے کہ کہیں سبق نہ چھوٹ جائے، ناغہ نہ ہو جائے۔ وقت کی قدر کا یہ عالم ہے کہ استاد محترم کی عدم موجودگی میں دوسرے استاد کی خدمات حاصل کر لیتے وقت ضائع نہیں کرتے، علم کے تالاب کی تلاش میں ایسے رہتے جیسے پیاسہ پانی کی تلاش میں ہوتا ہے۔ مفتی در محمد کنری میمن میں مسلسل چھ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۷ء کو سندھ کی نامور دینی درسگاہ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ حاصل کیا۔ اور درج ذیل اساتذہ کرام سے استفادہ کیا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی، شیخ الحدیث علامہ حسین امام اختر پٹھان، شیخ الحدیث علامہ تقدس علی خان بریلوی، حضرت مولانا فقیر محمد صالح مہر مہتمم جامعہ راشدیہ، حضرت مولانا محمد علی ازہری، مولانا کریم بخش دایو نقشبندی، مولانا عبدالصمد میتلو وغیرہ۔ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی سلطان کوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں مفتی در محمد نے جامعہ راشدیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ میں آپ

کے ہم سبق وساتھی مفتی محمد رحیم کھوسہ، مولانا محمد بخش ناریجو اور مولانا محمد سلیمان احمدانی وغیرہ تھے۔

درس تدریس: بعد فراغت تقریباً ایک سال سکرنڈ اور ٹھیاری میں امامت وخطابت کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ میں استاد العلماء مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ کا مدرس مقرر کیا۔ (الراشد اپریل ۲۰۰۱)

۱۹۶۷ء تا ۲۰۰۱ء تک ۳۴ برس مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ میں درس وفتویٰ دیا اور مہتمم کے فرائض انجام دیئے۔ کامیاب مدرس تھے، سیکڑوں علماء پیدا کئے جو کہ آج بھی صحرائے تھر میں اسلام وسنیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ زندگی سادہ اور تکلفات سے بالکل دور تھی، حسن اخلاق کے پیکر، مہمان نواز اور سادات کرام کا دل وجان سے احترام کرتے تھے۔ تقریر بہت کم کیا کرتے تھے۔

تلقین: ہر ملنے والے کو عقائد اہل سنت پر کاربند رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور اپنے پیر بھائی کو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کرتے کہ امام العارفین پیر سائیں روضے دھنی کے مسلک پر مضبوط رہا کریں اور ملفوظات شریف کا روزانہ مطالعہ کیا کریں۔

تصنیف وتالیف: تدریسی مصروفیات کے باوجود تحریری خدمات بھی انجام دیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ملفوظات شریف: امام العارفین، غوث العالمین، شیخ الاسلام حضرت خواجہ سید محمد راشد المعروف پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ الاقدس (آستانہ عالیہ راشدیہ پیر جو گوٹھ) کی ملفوظات شریف (فارسی) کی پہلی جلد کا سندھی ترجمہ تاج العارفین، بحر العلوم، فقیہ اعظم حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے کیا جو کہ ۱۹۶۲ء میں مشوری شریف سے شائع ہوا۔ بقیہ حصے کا ترجمہ مفتی درمحمد نے مدرسہ صبغۃ الاسلام میں اپنے استاد محترم مولانا محمد صالح کے ارشاد پر کیا جو کہ جامعہ راشدیہ سے حصص میں کئی بار چھپ چکی ہیں۔ اس کے بعد تمام حصے یکجا کر کے ایک ضخیم جلد میں شائع کی گئی ہیں۔

فتاویٰ:

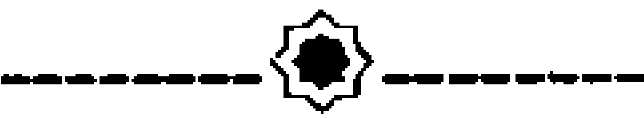
فتاویٰ کا کافی ذخیرہ آپ کا علمی یادگار ہے اور اشاعت کا منتظر ہے۔

تلامذہ: آپ سے شرف تلمذ رکھنے والوں کی کثرت ہے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- پروفیسر مولانا غلام عباس قادری خطیب صفہ مسجد کراچی
- مولانا محمد اسماعیل سکندری نوابشاہ

- مولانا علی اکبر راہموں سکندری سابق مدرس جامعہ راشدیہ
- مولانا حافظ عبدالرزاق مہرآن سکندری — سانگھڑ
- حافظ رسول بخش وسان — سانگھڑ
- مولانا عبدالرشید چانڈیو مرحوم سابق خطیب میرپور خاص
- مولانا عبدالحسین بگٹی
- مولانا محمد ابراہیم نظامانی مالک غوثیہ کتب خانہ سانگھڑ
- مولانا عبدالوہاب سکندری
- مولانا شاہ محمد قاضی — سکھر
- مولانا ارباب علی کھوسہ سکندری جیکب آباد (ماہنامہ الراشد جولائی ۲۰۰۱)

وصال: حضرت مولانا مفتی درمحمد سکندری نے بروز بدھ ۱۲، محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۷، اپریل ۲۰۰۱ء کو ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ آبائی قبرستان گوٹھ وروائی ضلع تھرپارکر سندھ میں ہے۔



مولانا نادر محمد رڑ

مولانا نادر محمد بن مولانا عبدالرحیم رڑ گوٹھ اللہ آباد (تحصیل گمبٹ ضلع خیرپور میرس) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد ملک کی نامور دینی درسگاہ دارالفیض سونہ جتوئی لاڑکانہ میں داخلہ لے کر سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کے بعد دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے۔

فضل محمد کی روایت کے مطابق حضور قبلہ عالم حضرت سرکار مشوری قدس سرہ الاقدس کی جس سال دستارِ فضیلت ہوئی اسی سال حضرت کے ساتھ جو فارغ التحصیل ہوئے تھے ان میں مولانا نادر محمد بھی تھے۔ اس موقعہ پر حضرت ابوالفیض نے عارف کامل، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام محمد مہیسر قدس سرہ (کمال دیرہ) کو خصوصی طور پر مدعو کیا تھا اور اس عظیم ہستی نے فارغ التحصیل علماء کے سروں پر عمامے سجائے تھے۔

اس طرح مولانا کے فراغت کا سن ۱۹۲۰ء معلوم ہوا۔ ملاحظہ کیجئے: قاسم ولایت

بیعت: درگاہ معلیٰ راشدیہ کے سجادہ نشین حضرت امام انقلاب پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی شہید المعروف پیر صاحب پگارہ ششم سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ میں درس وتدریس سے تاحیات وابستہ رہے اور گم نامی میں زندگی بسر فرمائی۔ دنیوی نام نمود شہرت سے قطعاً لاتعلق تھے۔ سادگی اور اخلاص سے زندگی عبارت تھی۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض نام درج ذیل ہیں:

1- مولانا غلام فرید کلہوڑ — 2- مولانا محمد عیسیٰ کھہڑو

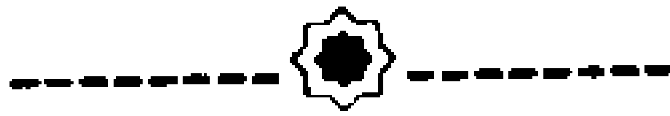
شادی واولاد: آپ نے اپنے خاندان میں شادی کی جس سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

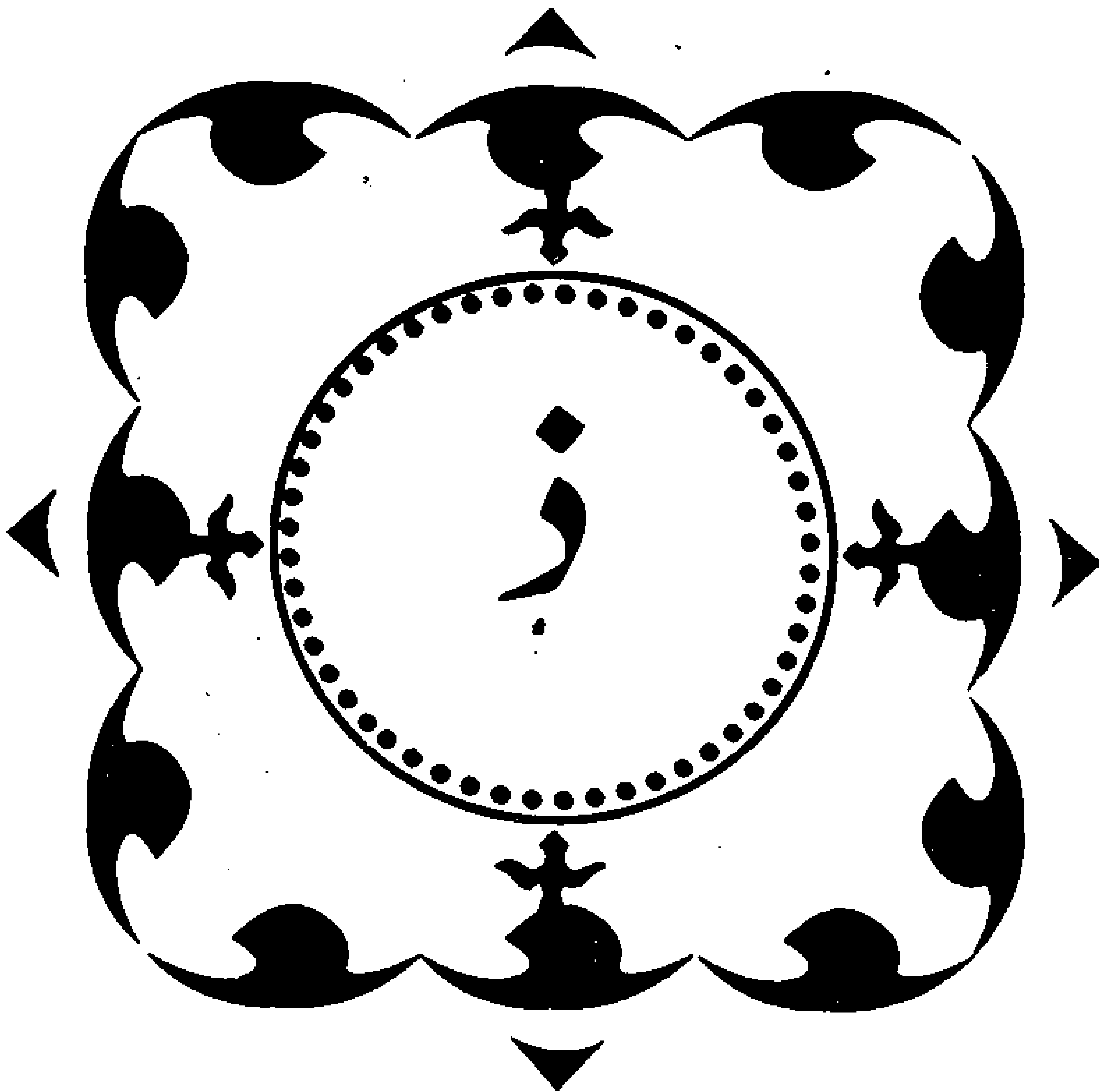
1- عبداللہ مرحوم — 2- نعمت اللہ مرحوم

3- کرم اللہ مرحوم — 4- رحمت اللہ مرحوم

وصال: مولانا نادر محمد نے ۲۹، ذوالقعدہ ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو انتقال کیا۔ انتقال سے ایک روز قبل اپنے انتقال کی خبر دی تھی۔

[آپ کے بیٹے اور دیگر صحبت رکھنے والے انتقال کر چکے ہیں اس لئے تفصیلی حالات کوشش کے باوجود میسر نہ ہوسکے۔ یہ مختصر حالات آپ کے پوتے فضل محمد بن کرم اللہ رتڑ سے معلوم ہوئے]




ز

حضرت ذہین شاہ تاجی

حضرت مولانا محمد طاسین فاروقی المعروف بابا ذہین شاہ تاجی بن پیرزادہ دیدار بخش فراقی ۱۹۰۴ء کو کھنڈیلہ، ضلع توڑاوائی، ریاست جے پور (راجستھان، انڈیا) میں حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اناس میں سے ہیں۔صوفی حمید الدین، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ اول ہیں۔صوفی حمید الدین کی زیر نگرانی میں دربار خواجہ غریب نواز تعمیر ہوا۔اور آپ نے وصیت فرمائی کہ اس مزار پاک سے جو پتھر چھٹن بچتی ہے اس سے میری قبر تعمیر کی جائے۔حضرت صوفی حمید الدین کی مزار شریف ناگور (ریاست جودھپور) میں ہے۔

تعلیم وتربیت: بابا ذہین شاہ بہترین فارسی دان تھے انہوں نے جے پور میں اپنے والد اور دیگر علماء سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔۱۹۲۲ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور سے میٹرک پاس کیا جب میٹرک پاس کیا تو ان کی قابلیت گریجویٹ کی تھی انگریزی پر مہارت رکھتے تھے دہلی میں رہ کر محبوب المطابع مچھلی دالان (اردو بازار) میں ملازمت کر کے خوشنویسی سیکھی۔آپ بہترین خوش نویس تھے۔

بعد فراغت جے پور واپس آ گئے ریاست جے پور میں جوڈیشن کلرک کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور ریاست کے مختلف اضلاع کی عدالتوں میں بحیثیت سرشیدار (جوڈیشن کلرک) ملازمت کی ۱۹۴۲ء کو ذہین شاہ کو محکم سول سپلائی میں چیف انسپکٹر لے لیا گیا۔

بابا یوسف، ذہین شاہ کو بعد بیعت اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے کر گئے جہاں ان کو فصوص الحکم اور درس نظامی کی اہم کتابوں کی تعلیم دی پڑھایا اور پڑھوایا اس تعلیم کی وجہ سے انہیں عربی پر دسترس حاصل ہوگئی کہ بعد میں عربی میں شعر بھی کہے۔

بیعت وخلافت: حضرت مولانا عبدالکریم قادری المعروف بابا یوسف تاجی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ سال کی عمر میں جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور ۱۸ سال تک بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور ۱۸۸۸ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔اعلیٰ حضرت کے حکم سے اپنے وطن مالوف جے پور واپس تشریف لے گئے اور تبلیغ واشاعت میں مصروف ہو گئے۔

۱۹۰۰ء کو حضرت صوفی عبدالحکیم لکھنوی ثم کامٹوی نے سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں بیعت ہوئے۔ ایک سال بعد خلافت دی گئی اور آپ نے بیعت لینی شروع کر دی تھی۔حکم مرشد سے جے پور سے اجمیر

شریف مستقل سکونت اختیار کی۔ درگاہ معینیہ اجمیر شریف کے "ترپولیہ دروازہ" کے قریب مکان دیا گیا۔ حضرت بابا خوش الحان، بہترین میلاد خوان، مٹھاس وسوز وگداز سے جب مثنوی شریف کی تلاوت فرماتے تھے ایک کیفیت وسکوت طاری ہو جاتا۔

حضرت صوفی عبدالحکیم کامٹوی نے ۱۹۱۶ء کو بابا یوسف کو ناگپور شریف (سی پی) جانے کا حکم دیا۔ آپ وہاں پہنچے وہاں پہنچتے ہی آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تاج الاولیاء حضرت بابا تاج الدین ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۵ء آستانہ تاج الاولیاء ناگپور ضلع خود (سی پی) انڈیا) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ تاجیہ میں بیعت ہوئے انہیں یوسف شاہ کا نام دیا اور بارہ سلسلوں میں اجازت عطا فرمائی۔

حضرت بابا ذہین شاہ ۱۹۳۰ء کو دربار اجمیر شریف میں حضرت بابا یوسف شاہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ تاجیہ یوسفیہ میں بیعت ہوئے اور خصوص الحکم اور فتوحات مکیہ جو کہ سید المکاشفین شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی طائی اندلسی المعروف شیخ ابن عربی قدس سرہ (متوفی ۶۳۸ھ) کی تصوف پر بے مثل ومعرکۃ الآرا تصانیف کا درس لیا۔

تصنیف وتالیف: بابا ذہین تاجی کو کئی زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ عربی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت کے عالم تھے۔ اردو کے صاحب طرز غزل گو شاعر تھے۔ آپ نے کراچی سے ماہنامہ "تاج" جاری کیا جو دینی وادبی رسائل وجرائد میں اہمیت کا حامل ہے۔ کئی کتابیں آپ کی یادگار ہیں:

- آیات جمال: اردو غزلیات کا مجموعہ ہے۔
- جمال آیات: فارسی کلام پر مبنی ہے۔
- اجمال جمال: رباعیات وقطعات اردو، فارسی کا مجموعہ ہے۔
- لمعات جمال: نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔
- فصوص الحکم: سید المکاشفین شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی طائی اندلسی المعروف ابن عربی قدس سرہ الاقدس (متوفی ۶۳۸ھ) کی تصوف ومعرفت پر عظیم تصنیف ہے۔ جس پر آپ نے تالیقات لکھی ہے۔
- فتوحات مکیہ: ایک پارہ کا اردو ترجمہ کیا
- جمالستان: اردو منظومات
- کتاب الطواسین: خواجہ منصور حلاج کی کتاب "الطاسین" کا ترجمہ وشرح
- تاج الاولیاء: تاریخ وتذکرہ بابا تاج الدین ناگپوری

❁ ماہنامہ تاج: کراچی سے ۱۹۵۶ء سے بہار کالونی آگرہ تاج کالونی لیاری سے جاری کیا جو کہ اب تک جاری ہے۔

❁ وہابیت اور اسلام

آپ نے کئی دینی علمی اور تصوف کے موضوع پر بلند پایہ مضامین تحریر فرمائے جو کہ ماہنامہ تاج میں شائع ہوئے۔

ایک مضمون میں وہ دیوبندی اہلحدیث وہابیوں کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کے

ردوہابیہ: جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

وہابیہ ایاك نستعین (آیت) سے استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے استعانت ناجائز ہے حالانکہ غیر اللہ سے استمد اد و استعانت (یعنی امداد طلب کرنا یا مدد مانگنا) اس وقت ناجائز ہوسکتی تھی جب کہ قرآن و حدیث میں کوئی نص اس قسم کی وارد ہوتی الاستعانة لغیر الله شركٌ او كفرٌ۔ ہمیں دکھایا جائے وہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس میں سوق کلام اس معنی میں ہوا ہو کہ غیر اللہ سے مدد چاہنا کفر ہے یا شرک ہے محض ایاك نستعین سے استدلال مفید مدعا نہیں اس کی وجوہات یہ ہیں:

اول: ایاك نستعین (ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں) یہ جملہ دعائیہ ہے بندوں کی طرف سے دعا ہے، خدا کی طرف سے یہ حکم نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ دعا خدا ہی نے بندوں کو تعلیم فرمائی ہے۔ مگر یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ یہ "نہی" نہیں، نہ اس میں کوئی وعید مذکور ہے اس لئے منع استعانت کے لئے نص قطعی ہونے کی اس جملہ میں صلاحیت نہیں ہے۔

دوئم: پورا جملہ "ایاك نعبد و ایاك نستعین" ہے۔ دونوں جملے الگ الگ نہیں اس لئے ان کے الگ الگ معنی لیا جانا درست نہیں۔ دونوں جملوں میں ربط لازم ہے اور وہ اس طور پر حاصل ہوتا ہے کہ عبادت کرنے کی نسبت جو بندے اپنی طرف کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ عبادت کرنا بھی اللہ کی امداد اور توفیق پر ہی منحصر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کرنے میں ہم تجھی سے طالب امداد ہیں جیسا کہ اس جملہ کے بعد اھدنا الصراط المستقیم سے ظاہر ہے، اس طرح سیاق وسباق میں ربط حال ہوتا ہے ورنہ ایاك نعبد اور اھدنا الصراط المستقیم کے درمیان ایاك نستعین بالکل ان مل، بے جوڑ سا فقرہ رہ جاتا ہے۔

سوئم: جس طرح استعانت کے ناجائز ہونے میں یہ فقرہ نص کی تعریف میں نہیں آتا بالکل اسی طرح غیر اللہ کی عبادت ممنوع قرار دینے میں بھی نص ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی لئے قرآن مجید میں غیر اللہ کی عبادت ممنوع قرار دینے کے لئے عبارۃً دوسری نصوص وارد ہوئی ہیں جن پر صراحۃً غیر اللہ کی

عبادت حرام قرار پائی ہے مثلاً: اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ یہ تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے کہ عبادت صرف اسی کی ہوگی ۔ وغیرہ

پس جس طرح ایاك نعبد کے باوجود غیر اللہ کی عبادت ممنوع قرار دینے کے نصوص قرآن میں موجود ہیں، اسی طرح ایاك نستعین کے وہابی مفہوم کی تائید میں کوئی آیت قرآنی یا کوئی حدیث موجود ہونی چاہیے وہ آج تک پیش نہیں کی گئی محض اپنے وہم و خیال سے مسلمانوں کو مشرک قرار دے رہے ہیں اور اس کو دینی خدمت سمجھ رکھا ہے............(ماہنامہ ثناء ڈائجسٹ کراچی، ستمبر ۱۹۸۵ء، ص ۵۱)

شاعری:

آپ کی نعتیہ شاعری میں سے ایک نعت تبرکاً پیش کرتا ہوں:

دو جہاں میں ہے ضیائے شمع دین مصطفیٰ
ہیں زمین و آسمان زیر نگین مصطفیٰ
ہے رخ شمس و قمر پر تو گزین مصطفیٰ
اللہ! اللہ! جلوہ نور جبین مصطفیٰ
پستیوں میں بھی نمایاں رفعتوں کی شان ہے
وقت سجدہ عرش تھا زیر جبین مصطفیٰ
ظلم کے بدلے میں ملتی ہے ہدایت کی دعا
درس ہے اخلاق کا تعلیم دین مصطفیٰ
قلب مومن جو خدا کا گھر، خدا کا عرش ہے
غور سے دیکھا تو نکلا سرزمین مصطفیٰ
ہر نبی کا اک جدا طاسین ہے لیکن "ذہین"
خاص طاسین محمد ہے ذہین مصطفیٰ

....

نبی کے نشان و علم غوث الاعظم
ولی تیرے قدم غوث الاعظم
خدا کے کرم کے طلب گار ہیں ہم
سراپا خدا کا کرم غوث الاعظم
میرے دل کی جھولی کو جلوؤں سے بھر دو
بھکاری کا رکھ لو بھرم غوث الاعظم

"ذہین" اہل دل کا وظیفہ یہی ہے
کرم غوث الاعظم کرم غوث الاعظم

....

محبوب کے معروف شدہ سبحانی
غوث الصمدانی شیر ربانی
جلوہ گہ، ھو القادر ہست
عبدالقادر بقدرت یزدانی

شادی واولاد: آپ کی پہلی شادی ضلع شیخاوائی جھنجھنوں، ریاست جے پور (راجستھان، انڈیا) میں ہوئی۔ اس میں سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں تولد ہوئیں۔

1- محمد امین فاروقی 2- محمد معین فاروقی 3- محمد حم فاروقی
4- محمد جمیل فاروقی

1- غوثیہ 2- شمسہ 3- عالیہ 4- صالحہ

دوسری شادی ۱۹۴۷ء کو کراچی میں جے پور کی قوم بساطیہ میں سے کی۔ اس سے فقط ایک لڑکی سلمٰی تولد ہوئی۔

سید گوہر علی شاہ مرحوم آپ کے خلیفہ سید اختر علی شاہ کے بیٹے اور آپ کے داماد اور مشہور ٹی وی آرٹسٹ مظہر علی کے والد ہیں۔ مظہر علی، بابا ذہین شاہ کے نواسہ ہیں۔

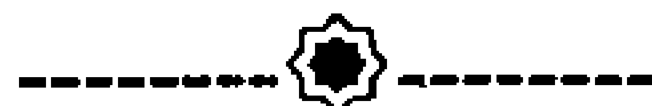
خلفاء: بابا صاحب سے پڑے لکھے، تعلیم یافتہ طبقہ کا وسیع حلقہ متاثر تھا بلکہ اکثر شرف بیعت بھی رکھتے تھے۔ یہاں بعض خلفاء کے اسماء گرامی درج کئے جارہے ہیں اس سے بھی واضح ہوگا کہ کیسے کیسے صاحب علم شخصیات آپ کے دامن سے وابستہ تھیں۔

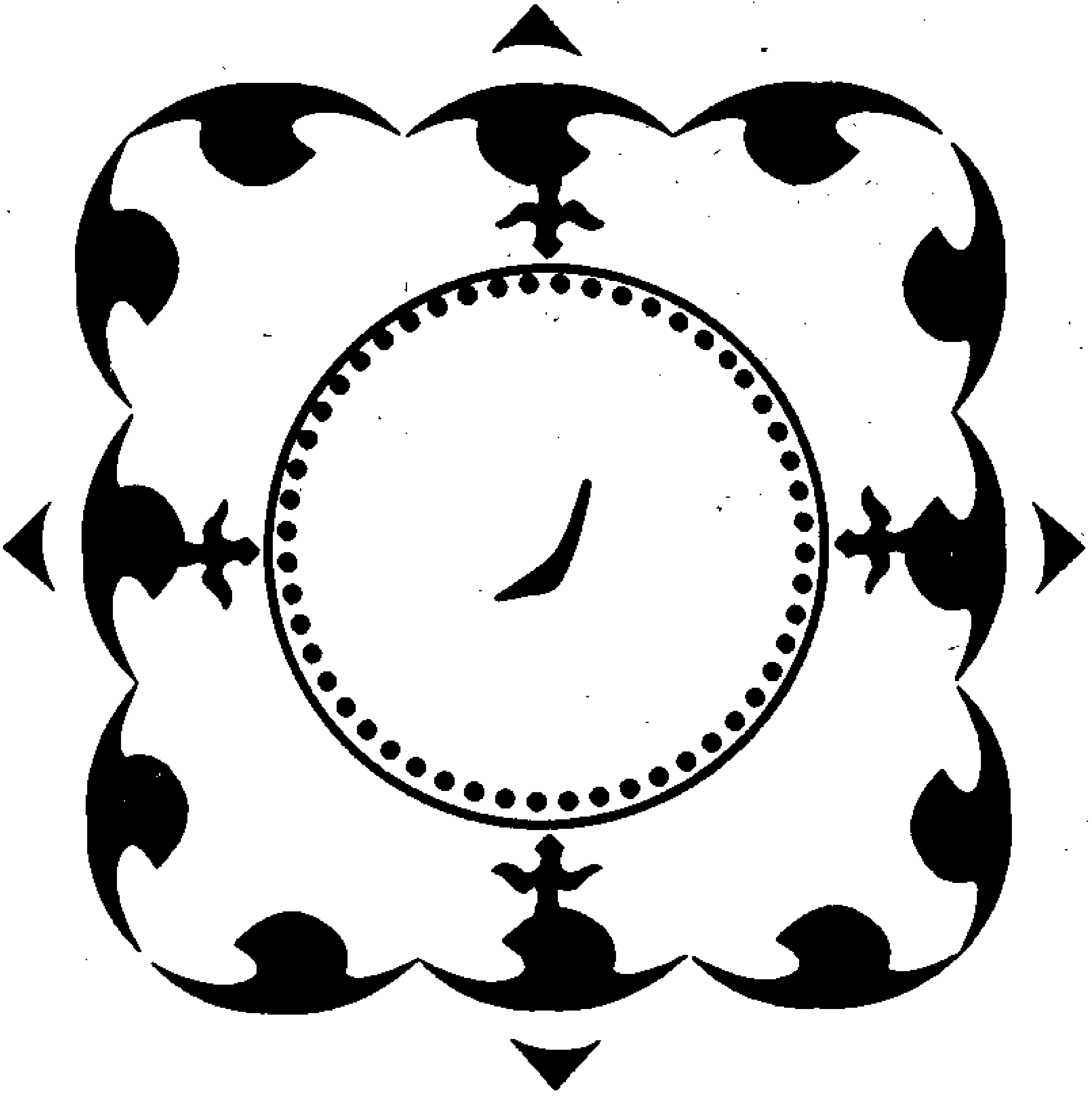
- کنور اصغر علی خان عرف البیلے شاہ علیگ یوسفی تاجی
- سید ظہور الحسنین شاہ ظاہر یوسفی تاجی ایم۔اے۔ ایل ایل بی ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان
- سید اختر علی شاہی یوسفی تاجی مراد آباد میں بیعت ہوئے تھے، مولانا شوکت علی کے سیکریٹری تھے۔ نہایت خوش الحسان مثنوی شریف کے حافظ تھے۔ بابا یوسف کے طالب ہوئے اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔
- ڈاکٹر محمد محمود احمد یوسفی تاجی نے وحدت الوجود کے موضوع پر جرمنی سے ڈاکٹریٹ کیا۔ سابق صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، کراچی

- ڈاکٹر سید علی اشرف ذہینی سابق صدر شعبہ انگریزی کراچی یونیورسٹی (حال مقیم لندن)
- مولانا محمد حسین طائی کاٹھیاواڑی ذہینی مرحوم
- حضرت صوفی محمود شیرازی ذہینی کینیڈا میں دینی روحانی کام میں سرگرم ہیں
- مولانا اسلحہ الحسینی، مولوی حسین احمد مدنی کے شاگرد، فاضل دیوبند لیکن حضرت کی نظر کرم سے دیوبندیت سے تائب ہو کر اہل سنت و جماعت میں داخل ہوئے۔ ریڈیو پاکستان کراچی کے شعبہ عربی کے انچارج تھے۔
- مولانا فضیل احمد سابق دیوبندی۔ مولوی حسین احمد مدنی کے مرید تھے حضرت کی نظر کے اسیر ہوئے، دیوبندیت سے تائب ہو کر اہل سنت و جماعت میں داخل ہوئے۔

وصال: حضرت بابا ذہین تاجی نے ۱۶، شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۳، جولائی ۱۹۷۸ء کو ۷۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت مولانا سید اختر علی شاہ (گمشدہ) کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور خانقاہ یوسفیہ تاجیہ (میوہ شاہ قبرستان لیاری، کراچی) میں اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے جس میں مریدین وعقیدمندوں کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد انور شاہ سجادہ نشین ہوئے اس کے بعد ان کے داماد عاطف شاہ مسند نشین ہیں لیکن اب وہ بات نہیں رہی ہے، رشد و ہدایت کا سلسلہ موقوف ہے۔ دین و مسلک سے دلچسپی کم رہ گئی ہے۔ خانقاہیں جب سے اپنے اصل مشن تزکیہ نفس سے ہٹ کر تعویذ فروشی کے دھندے میں لگ گئی ہیں تب سے انسانوں کا بہت بڑا خسارہ ہوا ہے۔ یہاں بھی وہ ہی صورت حال ہے تعویذ کے سائلین کا ہجوم ہے لیکن بہت بڑی جامع مسجد تاجیہ (شادمان ٹاؤن، نارتھ کراچی) ویران ہے نہ مدرسہ، نہ مکتبہ، نہ تعلیم و تربیت اور نہ ہی انتظام ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

[عید الاضحیٰ (۱۴۲۵ھ) کے تیسرے روز نعتیہ اسکالر محترم شہزاد احمد کے توسل سے محترم بابا سید رفیق عزیزی یوسفی چشتی (شاہ فیصل کالونی) سے ان کے دولت خانہ پر ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت ذہین شاہ تاجی کے متعلق حالات قلمبند کروائے۔ بابا صاحب حضرت ذہین شاہ کے نہ فقط پیر بھائی تھے بلکہ لنگوٹی یار ہیں۔ قریبی تعلقات کی بنا پر ان کی معلومات مستند و معتبر کے ساتھ وسیع و جامع بھی ہے۔ اسی بنا پر بابا رفیق نے فرمایا: آج تک ذہین شاہ کے متعلق مستند اور مفصل حالات شائع نہیں ہوئے اور تاج کے خصوصی نمبر میں بھی الحاقی کلام ہے لہٰذا مستند مجموعہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (راشدی غفرلہ)]




ر

مولانا مفتی سید ریاض الحسن جیلانی

حضرت مفتی سید راحت علی جیلانی کی اولاد میں صرف ایک لڑکا حکیم مولانا سید محمد اصغر علی اصغر جیلانی تھے اور چار لڑکیاں تھیں، ان چار میں سے ایک کا نکاح اجمیر شریف کے مشہور شاعر و جاگیردار سید محمد ایوب "منش" اجمیری سے ہوا، جن سے نامور شاعر حضرت مولانا سید محمد مرغوب احمد اختر الحامدی (حیدر آباد سندھ) پیدا ہوئے، دوسری کا نکاح سلطان الواعظین مفتی سید عنایت علی جیلانی سے ہوا جن سے تقریباً شوال المکرّم ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۱۴ء جودھپور (انڈیا) میں مفتی سید ریاض الحسن جیلانی پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب چونتیس ۳۴ ویں پشت میں نبی اکرم ﷺ سے اور ۲۱ ویں پشت میں سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاقدس سے اور ۸ ویں پشت میں حضرت سید خلیل اللہ ناگوری رحمتہ اللہ علیہ (جو کہ ہندوستان کے بادشاہ شیر شاہ سوری کے پیرومرشد تھے) سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے نانا جان مفتی سید راحت علی جیلانی اور ماموں حکیم سید اصغر علی اصغر جیلانی سے حاصل کی۔ آپ کی تربیت میں آپ کی خالہ المعروف آپا جی (جو کہ حضرت مولانا سید حسن علی شاہ جیلانی سجادہ نشین درگاہ ناگور شریف کی اہلیہ صاحبہ تھیں) کا بڑا دخل رہا ہے۔

آپ نے اردو، فارسی کی تعلیم مولانا بیدل بدایونی سے حاصل کی۔ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی (مصنف جنتی زیور و حقانی تقریریں) مفتی اعجاز ولی خان رضوی، مولانا محمد ابراہیم رضا خان بریلوی، مولانا محمد اسماعیل بلند شہری، علامہ عبدالرؤف بہاری، حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی (تلمیذ ارشد حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت) شیخ الحدیث جامعہ منظر الاسلام بریلی شریف سے استفادہ کیا اور ۱۳۶۰ھ میں جامعہ رضویہ منظر الاسلام سے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت: علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد علوم باطنی کے حصول کیلئے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور حجۃ الاسلام نے آپ کو ۱۳۶۱ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے علاوہ چاروں سلاسل میں خلافت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ خاندانی فیوض و برکات سے بھی مستفید ہوئے۔

تصنیف وتالیف: آپ نے بہت سی علمی تحریری یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

- ریاض الفتاوی ۳ جلد مطبوعہ انجمن انوار القادریہ کراچی، شوال ۱۴۲۱ھ
- الفیوضات الحامدیہ فی التعمیر المساجد بجلود الاضحیہ

- صلوۃ الوسطیٰ عند غروب الزکاء
- کشف الستور عن کراھیۃ الاجمار علی القبور
- تفہیم الزکی فی الطلاق الرجعی
- عنایت الرب فی تحقیق المہر عند الطلب
- القول الواثق فی کراھیۃ امام الفاسق
- نعت نیر (مجموعہ کلام)

پاکستان میں قیام: ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد اپنے ماموں حکیم سید اصغر علی جیلانی اور برادر نسبتی اختر الحامدی و دیگر عزیزوں کے ہمراہ پاکستان وارد ہوئے اور مختلف شہروں میں قیام پذیر رہے کچھ عرصہ کراچی قیام کے بعد فرسٹ مہاجر کیمپ امریکن کوارٹرز حیدرآباد سندھ کو جائے مسکن بنایا اور یہاں مرکزی جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔

خطابت: کچھ عرصہ آپ نے جامشورو میکینکل کالونی کی مسجد میں امامت فرمائی۔ ایک سال سے زائد عرصہ سلطانی ہری مسجد تلک چاڑھی حیدرآباد میں امامت فرمائی۔ ایک سال کا عرصہ حاجی ملنگ مسجد نواب شاہ میں گذارا وہاں بعد فجر و عشاء آدھا آدھا گھنٹہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور ایک سال تک صرف الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر کی، الرحمٰن تک آپ نہیں پہنچے تھے۔ یہ آپ کی علمی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔
- مولانا بہادر حسن حامدی امام رحمانی مسجد ریلوے مال گودام حیدرآباد
- مولانا حافظ محمد مستقیم قادری
- مولانا مقصود بیگ وارثی
- مولانا حبیب الرحمٰن وارثی

قیام مسجد: ریلوے اسٹیشن حیدرآباد، ریلوے ریسٹ ہاؤس کے برابر محمدی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ رحمانی مسجد ریلوے مال گودام حیدرآباد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور امریکن کوارٹرز میں مرکزی جامع مسجد کی بنیاد رکھی جہاں وصال تک خطابت و امامت اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

عادات و خصائل: آپ نہایت متواضع اور خلیق تھے۔ مسکراہٹ اور ملنساری آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپ کو کسی بھی وقت کوئی بھی لے کر جانا چاہتا تو آپ کشادہ دلی سے بطیب خاطر تیار ہو جاتے اور اگر کسی شخص کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے تو اسے فوراً ٹوک دیتے تھے چاہے وہ ان کا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

شادی واولاد: آپ کی پہلی شادی جودھپور میں خاندان میں ہوئی جو کہ کچھ عرصہ کے بعد ہی انتقال فرما گئیں، مزار جودھپور میں ہے۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسرے سال آپ کی دوسری شادی اجمیر شریف کے مشہور شاعر و فرسٹ کلاس جاگیردار محمد ایوب منش اجمیری کی بیٹی اور حضرت مولانا اختر الحامدی کی حقیقی بہن شاعرہ وادیبہ سیدہ صادقہ بیگم سے ہوئی۔ کراچی میں ان کا لاولد انتقال ہوا۔ تیسری شادی شہر جیسلمیر کے قاضی مولانا ہدایت اللہ صدیقی جیسلمیری کی پوتی اور پیر طریقت حضرت قاضی عبدالغفور صدیقی نقشبندی جیسلمیری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامع مسجد سلاوٹ حیدرآباد کی بڑی صاحبزادی آمنہ خاتون سے ۱۹۵۶ء میں ہوئی۔

تیسری بیوی کے بطن سے ۳ بیٹے اور ۲ بیٹیاں تولد ہوئیں۔

- صاحبزادہ سید ضیاء الحسن جیلانی شکیل سجادہ نشین و مرتبہ ریاض الفتاویٰ۔
- سید رضاء الحسن جیلانی عقیل
- سید نور الحسن جیلانی حسن

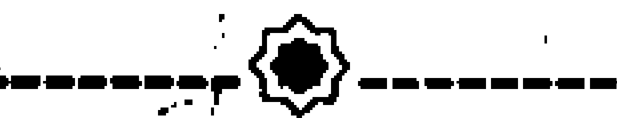
وصال: مولانا مفتی سید ریاض الحسن جیلانی نے ۲۸، رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۹، دسمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعرات شب گیارہ بجے ذکر و اذکار کرتے ہوئے بحالت سجدہ وصال فرما گئے۔ مفتی صاحب نے زندگی میں یہ دعا فرمائی تھی جو کہ اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔

رہوں دنیا میں جب تک ہر طرح امن و امان پاؤں
بسوئے آخرت پڑھتا ہوا کلمہ چلا جاؤں

(نعت نیر ص ۲۶۱)

مرکزی جامع مسجد کے صدر دروازہ (امریکن کوارٹرز حیدرآباد سندھ) پر جنازہ رکھا گیا اور نماز جنازہ ہوئی۔ اس کے بعد قبرستان میں مفتی صاحب کے سسر حضرت قاضی عبدالغفور صاحب کے مزار کے احاطہ میں تدفین ہوئی۔

مومن کا جسم بعد وصال بھی صحیح وسالم: گیارہ سال بعد ۲۹، مارچ ۱۹۷۹ء کو آپ کی قبر مبارک شق ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا کفن و لاش صحیح سلامت ہے اور آپ قبر میں بدستور آرام فرما ہیں، زیارت کا سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ جاری رہا۔ اس کے بعد دوبارہ سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی۔ [ماخوذ: ریاض الفتاوی جلد اول مطبوعہ ۲۰۰۱ء]



فدائے سنّیت سید ریاست علی قادری

﴿بانی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان﴾

ولادت: جاں نثار امام احمد رضا، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، جناب سید ریاست علی قادری رضوی بن سید واحد علی رضوی ۲۷، جون ۱۹۳۲ء کو محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ اور والدین کریمین کے سایہ عاطفت میں رہ کر پرورش پائی۔

خاندانی حالات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے منظور نظر مرید و تلمیذ حضرت سید ایوب علی رضوی بریلوی مولانا سید ریاست علی کے نسبتی ہمشیر زادہ تھے۔ سید ایوب علی رضوی بن سید شجاعت علی بن سید تراب علی بن سید ببر علی بہاری پور بریلی میں پیدا ہوئے۔ مڈل اسکول میں مڈل کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ اسکول بریلی میں پڑھاتے رہے۔ پھر جب امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہ رضویت کے لئے وقف کر دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے رکن رکین رہے اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ساتھ شدھی تحریک کے انسداد میں حصہ لیا، اور اس کی رپورٹیں ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور، ماہنامہ یادگار رضا بریلی میں نکالتے رہے۔ روداد جماعت رضائے مصطفیٰ مولانا سید ایوب علی رضوی ہی ترتیب دیتے تھے۔ آپ نے شعر و شاعری سے بھی لگاؤ رکھا تھا، اس سلسلہ میں باغ فردوس (۱۳۵۳ھ) کے نام سے آپ کا دیوان شائع ہوا اور اب "شمائم بخشش" کے نام سے نئی طباعت میں انجمن انوار القادریہ کراچی نے شائع کیا ہے محرر اور مصنف بھی تھے۔ ۲۶، رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ ۲۶، نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ الوداع نماز فجر سے قبل مولانا سید ایوب علی رضوی کا وصال ہوا، میانی صاحب لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا سید ریاست علی قادری کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی سے بیعت تھے اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھے۔

سید الطاف علی بریلی، مولانا قادری کے ماموں تھے جن کا انتقال ۱۴۰۸ھ کو کراچی میں ہوا۔ سید الطاف علی بریلوی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکریٹری جنرل اور سہ ماہی "العلم" کراچی کے مدیر تھے۔ موصوف نے امام احمد رضا بریلوی کا زمانہ پایا اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ مسلکاً بریلوی نہیں تھے۔

تعلیم وتربیت اور پاکستان آمد: سید ریاست علی قادری نے قرآن کریم، اردو کی تعلیم اپنے محلے ہی میں حاصل کی۔ اور اسلامیہ ہائی اسکول بریلی سے میٹرک پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء کو پاکستان نقل مکانی کر کے آ گئے۔ یہاں پر انٹرمیڈیٹ اور بعد میں الیکٹرک ڈپلومہ انجینئرنگ کیا۔ جرمن لینگویج کورس فرام میونچ ویسٹ جرمنی گوتھے انسٹی ٹیوٹ کی تعلیم کراچی میں حاصل کی، بعدہ ٹیلے کمیونیکیشن سرٹیفکیٹ فرام میونچ ویسٹ جرمنی میسرز سرمین اے جی منذ ڈی۔ ڈی۔ دی کی ٹریننگ کی۔ پاکستان تشریف لے جانے کے بعد مترجم کی حیثیت سے جرمنی سے انگریزی میں ٹرانسلیشن کا کام کیا۔ بعد میں محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کی اور ٹیلی فون سیلس ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت منیجر فرائض انجام دیئے۔

سید ریاست علی اردو، فارسی، عربی، انگلش، جرمنی وغیرہ زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ چار سال کے لئے جرمنی بھی تشریف لے گئے اور وہاں پر جرمنی سے انگلش مترجم کی حیثیت سے کام کیا۔

مقالات اور مضامین: سید و ریاست علی صحافی، مقرر، مضمون نگار، ادیب، مقالہ نگار، محقق اور مبصر ہونے کے ساتھ مسجد الحسین اسلام آباد (پاکستان) کے خطیب بھی تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے مضامین لکھنے کا شوق ہو گیا تھا اور اسی زمانے میں اپنے معاصرین میں کہنہ مشق ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ مندرجہ ذیل کانفرنس میں مندوب، مقرر اور مقالہ نگار کی حیثیت سے شرکت کی۔

1-	سیرت کانفرنس (منعقدہ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۸ء)	زیر اہتمام وزارت مذہبی امور پاکستان اسلام آباد
2-	شاہ عبداللطیف بھٹائی کانفرنس	کراچی
3-	اولیاء کانفرنس	کراچی
4-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	فیصل آباد
5-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	ملتان
6-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	حیدر آباد
7-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	لاہور
8-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	کراچی
9-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	اسلام آباد
10-	میلاد مصطفیٰ کانفرنس	سکھر
11-	تصوف کانفرنس	ٹھٹھہ

12- تصوف کانفرنس کراچی

مولانا سید ریاست علی قادری ایک اچھے اہل قلم تھے۔ سیرت وصورت میں بھی شرع کے پابند تھے، گاہے بگاہے مختلف عنوانات پر مضامین لکھتے رہتے تھے جو عوام وخواص میں خاصے مقبول ہیں۔ مندرجہ ذیل اخبار، رسائل اور جرائد میں مستقل آپ کے مضامین اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ مولانا قادری کے مضامین ومقالات محققانہ اور معلوماتی ہوتے ہیں جن کے پڑھنے سے قاری کا ذہن یک بیک پلٹ جاتا ہے۔

ماہنامہ سنی دنیا بریلی، روزنامہ جنگ کراچی، مشرف کلکتہ، نوائے وقت کراچی، امن، حریت اسلام آباد، نقوش لاہور، روحانی ڈائجسٹ، افق، تاجدار حرم کراچی، لاہور، نوائے نعت، سالنامہ معارف رضا کراچی، استقامت کانپور۔

مولانا ریاست علی کے مضامین ومقالات کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔

انعامات وتمغات: حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نے آل پاکستان حمد ونعت مقابلہ زیر اہتمام حبیب بینک لمیٹڈ کراچی منعقدہ ۱۹۸۴ء (تا) ۱۹۸۸ء بحیثیت منصف کے خدمات انجام دیں اور ریڈیو پاکستان کراچی، ریڈیو پاکستان راولپنڈی میں مقرر کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔

سیرت کانفرنس ۱۹۸۷ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد میں میڈل، شاہ عبداللطیف بھٹائی کانفرنس ۱۹۸۶ء کراچی مین شیلڈ، اور اولیاء کانفرنس کراچی میں سند وغیرہ کے انعامات حاصل کئے اور تمغات سے نوازے گئے۔

تصانیف ومرتبات: مولانا سید ریاست علی ذی علم، دانش مند، محقق، اور بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصنیفی وترتیبی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں جو خاص وعام میں مقبول ہیں۔ آپ نے مختلف کتابوں پر تقاریظ، پیش لفظ، مقدمے اور اداریے لکھے جو علمی دنیا میں سدا بہار کا درجہ رکھتی ہیں۔

1- تحریک آزادی ہند، مصنفہ پروفیسر حسنین کاظمی
2- لوگارتھم (علم ریاضی کی ایک شاخ)
3- سرور کونین ﷺ نازک لمحات کی میزان پر
4- مفتی اعظم ہند (سوانح حیات مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی)
5- امام احمد رضا کے نثری شہ پارے
6- سالنامہ معارف رضا کراچی

7- مجلّہ سیرت وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد
8- عظمت رسول ﷺ

اہم ذمہ داریاں: مولانا سید ریاست علی کی زندگی ہمہ رنگ ہے، گوناگوں مصروفیات کے باعث ان اہم ذمہ داریوں کو بھی بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے، جو مولانا قادری کی اعلیٰ صلاحیت وقابلیت کا بین ثبوت ہے۔

1- اعزازی مشیر مجلّہ رحمۃ للعالمین (سالنامہ) اسلام آباد
2- مشیر اعلیٰ ماہنامہ نوائے نعت کراچی
3- ممبر مجلس ادارہ سالنامہ معارف رضا کراچی
4- جنرل سیکریٹری تصوف اکیڈمی آف پاکستان (کراچی)
5- ممبر وفاق الصوفیہ کراچی
6- ممبر دائرۃ المصنفین کراچی

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حلقہ ارادت اور عقیدت مندوں نے بتوفیق ایزدی اپنے رفیق و رہنماؤں کی زندگی اور مشن کو عام کرنے کیلئے برصغیر پاک وہند اور اطراف واکناف عالم میں انجمن، حلقے، دائرہ ہائے فکر، کتب خانے، اشاعتی ادارے، اور ریسرچ سینٹر قائم کئے اور اپنے محدود مادی و مالی وسائل کے باوجود گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، ان میں مولانا سید ریاست علی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک برین سیل (BRAINCELL) کی سطح پر کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی ۱۹۸۰ء میں بنیاد ڈالی جو ۱۹۸۶ء سے اس صدی کے جلیل القدر اور قابل احترام روحانی، علمی رہبر و رہنما امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں کو اپنے محدود مالی و مادی وسائل کے باوجود متعارف کرانے کے لئے حسب توفیق خالص علمی وادبی کام کررہا ہے، مدیر مجلّہ امام احمد کانفرنس ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء مولانا سید ریاست علی قادری کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قدس سرہ کو اگر ایک جسد سے تعبیر کیا جائے تو ہمارے سید صاحب (ریاست علی قادری) اس کی روح ہیں، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی یہ شہ رگ اور ایک دین ہیں کہ اس کے سارے جسم میں اس کے ذریعے خون پہنچ رہا ہے''۔

سالنامہ معارف رضا: جناب سید ریاست علی نے آج سے پانچ چھ سال پہلے بے سروسامانی کے عالم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جذبہ فدا کاری سے سرشار ہوکر معارف رضا کا

پہلا شمارہ نکالا تھا۔ اس وقت ماہر رضویات محقق وقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر، حضرت مولانا شمس الحسن شمس بریلوی، حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی اور جناب محمد شفیع قادری نے آپ کا بھرپور تعاون کیا۔ سید ریاست علی کی شب و روز کی جانکاہ محنت نے مجلّہ معارف رضا کو کامیاب بنایا۔ اس میں بڑے بڑے پروفیسر، محققین اور دانشوروں کے مقالات ہوتے ہیں جو امام احمد رضا کے یوم وصال پر ہر سال پابندی اور بلند معیار کے ساتھ نکل رہا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے معارف رضا ماہانہ پابندی سے جاری کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس جناب سید ریاست علی کے نصب العین کی ایک ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آئی۔ اپنوں اور غیروں نے بے حد سراہا۔ دانش ور طبقہ اس کانفرنس کی بدولت امام احمد رضا بریلوی اور ان کے تبحر علمی سے آگاہ ہوا، اور اس کانفرنس کے بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ آپ نے راقم کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

"میں نے اپنی زندگی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مشن کی ترویج و اشاعت کیلئے وقف کردی ہے"۔ دنیائے رضویت مولانا ریاست علی کی ذات پر نازاں ہے اور ان کے فروغ عمل کے لئے دعا گو ہے آپ کا قائم کردہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پورے ملک پاک و ہند میں اعلیٰ حضرت پر اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو اعلیٰ حضرت پر تحقیق کر رہا ہے۔ اس ادارے نے دنیا بھر میں مسلم اور غیر مسلم دانش وروں کو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا ہے۔ دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور ان کے کارناموں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ محترم سید ریاست علی قادری مرحوم کی آٹھ سال مسلسل جدوجہد کی وجہ سے ۱۴، دسمبر ۱۹۸۷ء کو کراچی یونیورسٹی میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے امام احمد رضا کی خدمات کے اعتراف میں "امام احمد رضا چیئر" کے قیام کا اعلان کردیا۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے ایک پروقار تقریب میں امام احمد رضا کی سینکڑوں کتب اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتابیں اور ایک الماری کا تحفہ سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو بھی پیش کیا گیا۔ اب سندھ ہائی کورٹ لائبریری میں امام احمد رضا سے متعلق ایک سیکشن الگ سے قائم ہے جہاں جج صاحبان اور وکلاء امام احمد رضا کے علوم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن میں ۱۴ مئی تا ۱۵ جون ۱۹۸۹ء "تھرڈ لندن بگری بیشن آف بکس مزوم پاکستان" کے نام سے کتابوں کی نمائش ہوئی جس میں ادارے نے اپنی شائع کردہ تمام کتابیں مجلّے اور جریدے (اردو، عربی، انگریزی) رکھوائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لندن کی کسی نمائش میں امام احمد رضا سے متعلق کتابیں رکھی گئی تھیں۔ اب یہ کتابیں لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز لندن کی لائبریری میں شامل ہیں۔ اس

کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری کراچی کے علاوہ امریکن کانگریس لائبریری امریکہ میں بھی ادارے کی مطبوعات پہنچ چکی ہیں۔

جولائی ۱۹۹۱ء میں پاکستان قومی اسمبلی کی لائبریری میں بھی امام احمد رضا سے متعلقہ ایک سو (۱۰۰) کتابوں کا تحفہ پیش کیا گیا جو قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والی کتب میں اب تک سب سے بڑا تحفہ ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا ایک وفد امام احمد رضا کے مزار شریف، جائے پیدائش اور دیگر متعلقہ مقامات کی عکس بندی کے سلسلے میں بریلی شریف گیا اور ہندوستان کے ماہر پیشہ ور کیمرہ مینوں کے تعاون سے اپنی نگرانی میں عکس بندی کرائی اور پاکستان ٹیلی ویژن کو بلامعاوضہ پیش کی جو کہ پاکستان ٹیلی ویژن نے ۲۲، جولائی ۱۹۸۹ء کو اپنے مشہور و مفید معلومات پروگرام "ٹی وی انسائیکلو پیڈیا" میں قومی نشریاتی رابطے پر امام احمد رضا کی زندگی اور علمی کارناموں پر مشتمل ایک جامع اور حسین دستاویزی فلم کی شکل میں پیش کی جس کا دورانیہ تقریباً ۱۵ منٹ تھا۔ فلم کی یہ نمائش اس لئے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے امام احمد رضا کا بھرپور تعارف کل پاکستان بنیاد پر پہلی مرتبہ پیش کیا گیا اس کے علاوہ آپ ہی کی کوششوں کی وجہ سے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سینٹر کے پروگرام " کتابوں پر تبصرہ" میں اپریل ۱۹۹۱ء میں امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف " فتاوی رضویہ " پر علمی مذاکرہ نشر ہوا جس میں آپ خود بھی شریک گفتگو تھے۔

۱۹۸۱ء میں آپ بریلی شریف گئے اور وہاں سے امام احمد رضا کی سینکڑوں نادر قلمی و مطبوعہ رسائل و کتب اپنے ہمراہ لے کر آئے اور اعلان فرمایا: اہل قلم متوجہ ہوں جو جس علم سے آشنا ہے اور کام کرنا چاہتا ہے مطلع کرے انشاءاللہ العزیز فوٹو اسٹیٹ کاپیاں مہیا کردی جائیں گی۔ اس طرح اہل قلم کو آپ نے دعوت عام دے کر امام احمد رضا پر کام کی راہ ہموار کردی۔

(مضمون نگار: سید صابر حسین شاہ بخاری ماہنامہ القول السدید لاہور مارچ ۱۹۹۲ء)

بیعت و خلافت: تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۶ء میں سید ریاست علی قادری پاکستان سے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا تو آپ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور فوراً شرف بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ عقیدت آستانہ رضویہ سے پہلے ہی سے تھی اس لئے کہ سید ریاست علی کے والد سید واحد علی رضوی کو امام احمد رضا سے شرف بیعت حاصل تھا جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر مواقع پر اعلیٰ حضرت اور شہزادہ اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سید صاحب آستانہ رضویہ سے متعارف تھے۔

۱۹۸۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی نے سلسلہ قادریہ،

برکاتیہ، نوریہ رضویہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ نیز اپنا عمامہ، جبہ، ٹوپی، جائے نماز، رومال اور دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔

جاں فشانی کا نتیجہ: حضرت سید ریاست علی قادری نے حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو بھی دیکھا تھا۔ مولانا محمد حامد رضا بریلوی آپ کے دولت خانے پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ان سے زیادہ خوبصورت اور حسین شخصیت نہیں دیکھی وہ بہت ہی حسین وجمیل اور خوبرو تھے۔

جانشین مفتی اعظم مفتی محمد اختر رضا الازہری قادری بریلوی، استاذ العلماء علامہ تقدس علی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری اور حضرت علامہ شمس بریلوی کے دل میں آپ کی بیحد قدرومنزلت تھی۔

[مذکورہ حالات مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء/ ۱۴۱۰ھ ص ۲۵، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ص ۱۰۸، گناہ بے گناہی ص ۳۴، اور زیادہ تر حالات سید ریاست علی رضوی کے مکتوب گرامی سے ماخوذ ہیں بنام راقم محررہ ۲۹ مارچ ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۰ھ ۱۲ ارضوی غفرلہ]

(ماخوذ: مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء مؤلف: شہاب الدین رضوی مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء)

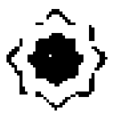
وصال: کراچی سے بذریعہ ٹرین عازم اسلام آباد ہوئے دوران سفر میں ہی انہیں دل کا دورہ پڑا جسے تقریباً سترہ گھنٹے برداشت کرتے ہوئے راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے بذریعہ ٹیکسی گھر پہنچے۔ انہیں اپنا بیٹا جنید، پولی کلینک ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لے گیا دل کا دورہ سخت تھا۔ سید صاحب نے پانی مانگا۔ پانی پیا زبان سے "جزاك الله" کے الفاظ نکلے اور یہ عاشق رسول، فدائے سنیت، ناشر رضویت ۳، جنوری ۱۹۹۲ء/ ۱۴۱۲ھ شام ۵ بجے خراماں خراماں استغناء ناز سے ہمیں داغ مفارقت دے کر جنت الفردوس کو چل دیا۔ (یادگاری مجلہ سید ریاست علی قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء)

ابوالطاہر فدا حسین فدا نے قطع تاریخ وصال کہا:

گئے دارفنا سے حضرت سید ریاست شہ
نہ کیوں ہر اہل دل میں ہو اک حشر سا برپا
تڑپ اٹھی اجل بھی اور ہوا نالہ فگن گردوں
جنازہ جس گھڑی یارو! شہید ناز کا اٹھا
سراپا علم وعرفاں بھی، نقیب دین وملت بھی
امام اہل سنت کا وہ سوجاں سے تھا گرویدہ

سعادت خدمتِ دیں کی ہوئی حاصل انہیں جو بھی
یہ ہے سبطِ علی کا اور نبی کی آل کا صدقہ
رواں ہے سلسبیل و کوثر و تسنیم کی جانب
وہ صہبائے رسالت کے فقط اک جام کا پیاسا
مخاطب یوں ہوا مجھ سے سروشِ غیب برجستہ
سنِ رحلت فسدا کہہ دے "مطیعِ ملتِ بیضا"

۱۴۱۲ھ



مولانا سید ریاض الدین سہروردی

مولانا سید ریاض الدین سہروردی بن مفتی سید محمد جلال الدین چشتی سراجی کاشمیری ریاست "جے پور" (انڈیا) میں ۱۹۱۹ء کو تولد ہوئے۔ مفتی کاشمیری کا نعتیہ دیوان "الجلال" کے نام سے آستانہ سہروردیہ لاہور سے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل شائع ہو چکا ہے۔ (مجلّہ لیلۃ النعت ۱۹۹۴ء ص ۴۲)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر میں والد بزرگوار سے حاصل ہوئی، اس کے بعد علاقائی مکتب مسجد میں تعلیم حاصل کی۔ کتابی علم سے زیادہ صالحین کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت قبلہ سید محمد نبی قادری فخری شاہجہان پوری علیہ الرحمۃ کی صحبت میں کافی عرصہ استفادہ کیا۔ پارس جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے اسی طرح صالحین بزرگوں کی صحبت بافیض، کیمیا نظر خاک کو زعفران اور مٹی کو سونا بنا دیتی ہے۔

بیعت: شیخ کامل حضرت علامہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ صاحب سہروردی علیہ الرحمۃ (آستانہ سہروردیہ لاہور) کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت ہو کر ان کی صحبت سے خوب استفادہ کیا۔

شاعری: وجہ شہرت نعت کے حوالے سے ہے۔ آپ کے والد ہندوستان کے معروف نعت گو شاعر تھے۔ اس طرح نعت گوئی اور نعت خوانی آپ کو وراثت میں ملی۔ بقول شبنم رومانی صاحب: "ریاض، نعت خوانی کے راستے نعت گوئی تک پہنچے ہیں اس لئے وہ نعت خوانی کو نعت گوئی سے کم درجے کی چیز نہیں سمجھتے"۔ مولانا ریاض نے شاعری کی اس صنف میں خوب کام کیا اور نام کمایا۔ آپ کی آواز میں نعت کے دو کیسٹ (۱) آمنہ کے لعل (۲) راہ مدینہ، مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ آپ نے نہ صرف اردو میں بلکہ عربی، فارسی، پنجابی اور انگریزی میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔

خطابت: آپ ۱۹۵۵ء میں اپنے مرشد کے حکم سے کراچی وارد ہوئے اور جامع مسجد بغدادی مارٹن کوارٹرز مین ہٹی میں امامت وخطابت کا آغاز کیا۔اس طرح وصال تک ۴۶ سال دین کی خدمت سرانجام دی۔آپ نے مسجد کو ایک مرکزی حیثیت دی جہاں امامت وخطابت کے ساتھ نعت کالج، لائبریری، مدرسہ تعلیم قرآن، اور انجمن کا دفتر قائم کیا۔ایک منصوبہ بندی کے تحت نعت کے فروغ کے لئے کام کیا۔

نعت کالج: جواد احمد سہروردی لکھتے ہیں آپ نے ۱۶، اکتوبر ۱۹۸۰ء کو پاکستان کے پہلے نعت کالج کی بنیاد رکھی جہاں نہ صرف نعت خوانوں کو نعت پڑھنے کے بنیادی اسلوب سمجھائے گئے بلکہ انجمن عندلیبان ریاض رسول کے پلیٹ فارم سے انہیں پورے ملک میں متعارف بھی کرایا گیا ہر سال سو سے زائد نعت خوانوں کو نعت کالج سے تربیت مکمل ہونے پر سرٹیفکٹ جاری کئے جاتے ہیں۔

(روزنامہ امن کراچی ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۲ء)

انجمن عندلیبان ریاض رسول: انجمن کی تشکیل ۱۹۷۲ء میں عمل میں آئی۔انجمن کی شاخیں پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی ہیں۔انجمن کی جانب سے پاکستان اور دیگر ممالک میں شاندار محافل نعت منعقد ہوتی رہتی ہیں بالخصوص شہر کراچی میں ہر سال کل پاکستان محفل حمد ونعت کا شاندار انعقاد ہوتا ہے جس میں پاکستان بھر سے نامور ثناء خواں تشریف لاکر گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں عوام الناس کا ایک جم غفیر جمع ہوجاتا ہے۔اس طرح انجمن نے آپ کی قیادت میں فروغ نعت میں ایک مؤثر کردار ادا کیا انجمن ہی کے پلیٹ فارم سے آپ کے صاحبزادے سید محمد فصیح الدین سہروردی متعارف ہوئے اور آج عالمی نعت خوان کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ان کی آڈیو، ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی بھی لندن اور بیرون ممالک سے ریکارڈ ہوکر بڑی آب وتاب سے جاری ہوتی ہیں۔اور دنیا بھر میں پھیل رہی ہیں یہ تمام ثواب جاریہ مولانا ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ہے ان کا لگایا ہوا پودہ ایک تناور درخت کی صورت میں ایک جہان کو نعت خوانی سے سیراب کر رہا ہے۔

آپ کی نعتیہ شاعری میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں پڑھیئے اور لطف اٹھائیے:

دنیا کی کوئی خوشبو اسے راس نہ آئی اور من کو نہ بھائی
جس نے بھی تیرے جسم کا سونگھا ہے پسینہ یا شاہ مدینہ

....

اندھیرا گھپ نظر آئے گا ان کو اپنی مرقد میں
جو شمع حب احمد دل میں لے جایا نہیں کرتے

نبی میں کیسا خدا نے کمال رکھا ہے
کہ ان کے حسن میں اپنا جمال رکھا ہے

آپ نے نثر و نظم میں گرانقدر کتابیں تصنیف فرمائیں:

تصنیف و تالیف:

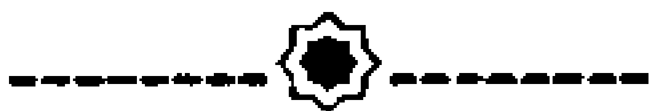
1- علم لدنی (علم الٰہی) موضوع تصوف، نشر طبع اول ۱۹۶۱ء

2- ریاض رسول نعتیہ کلام (تین حصے)
3- دیوان ریاض
4- گلدستہ نعت پاکٹ سائز (دو حصے)
5- دین میں اختلاف کیوں کر ہوا؟
6- اہل کتاب کون؟
7- اسلام اور سوشلزم
8- حزب اللہ اور حزب الشیطان
9- دعائے خلیل نوید مسیحا
10- Eugogizin the Prophet (انگریزی میں نعتیہ کلام)

اولاد: آپ کی اولاد میں سے چار بیٹوں کا علم ہو سکا:

1- قاری سید محمد اعجاز الدین سہروردی
2- سید عطاء الرحمٰن سہروردی
3- ڈاکٹر سید بدیع الدین سہروردی
4- عالمی نعت خوان قاری سید محمد فصیح الدین سہروردی

وصال: عاشق خیر الوریٰ مولانا سید ریاض الدین سہروردی نے ۴، ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۸، فروری ۲۰۰۱ء بروز بدھ ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جامع مسجد بغدادی کے احاطہ میں آپ کا مزار واقع ہے۔ [ماخوذ: روزنامہ امن کراچی اکتوبر ۲۰۰۲ء، گلدستہ نعت، لیلۃ النعت، علم لدنی وغیرہ]



الحاج رحیم بخش قمر لاکھو

سندھ کے نامور قادر الکلام شاعر، عالم، مصنف الحاج رحیم بخش قمر بن محمد عیسیٰ لاکھو ۲۲، نومبر ۱۹۳۳ء کو گوٹھ عمر راہو نزد دولت پور ضلع نوابشاہ سندھ، میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مدرسہ انوار العلوم شکار پور اور مدرسہ جامع مسجد نوابشاہ میں مولانا پیر غلام مجدد سرہندی (ماتلی)، مولانا عبداللہ، مولانا الحاج محمد ہاشم انصاری نوابشاہی اور مفتی کریم بخش نگسی (میہڑ) کے پاس دینی تعلیم و تربیت حاصل کی۔

نعت گو شعراء الحاج عبدالرحمٰن انجم مرحوم (ہالا) اور حافظ محمد احسن چنہ مرحوم (دادو) سے شاعری میں اصلاح لی۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۵ء میں حج بیت اللہ، روضہ رسول ﷺ کی حاضری دی اور بغداد شریف میں سرکار غوث اعظم، غوث الثقلین، قطب ربانی، محبوب صمدانی، سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاقدس کے آستانہ اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔

شاعری کا موضوع: آپ نے شاعری کی ہر صنف میں شعر۔ کہے ہیں، مثلاً: بیت، وائی، حمد، نعت، غزل، مولود، قصیدہ، مثنوی، مخمس، تضمین، مسدس، مورو، حمرو، لولی، مناجات اور قومی اصلاحی گیت وغیرہ۔

تصنیف و تالیف: الحاج قمر کی تمام کتابیں سندھی زبان میں ہیں۔ درج ذیل کتب نثر میں اور مطبوعہ ہیں:

1- سیرت القمر المنیر (سندھی) طبع اول نوابشاہ ۱۹۸۷ء/ ۱۴۰۷ھ اسی کتاب کو مہران اکیڈمی شکارپور نے محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے دسمبر ۱۹۹۴ء کو شائع کیا۔

2-	سیرت خاتم الانبیاء	۲۲۸ صفحات، مکتبہ قمریہ نواب شاہ ۱۹۸۵ء
3-	تنویر الاسلام	۱۲۸ صفحات، طبع اول ۱۹۸۴ء نشری تقریریں درج ہیں
4-	الفوز العظیم	موضوع نماز، صداقت بک حیدرآباد ۱۹۹۲ء
5-	العدل والاحسان	۸۲ صفحات، یادگار پبلشرز حیدرآباد ۱۹۸۹ء
6-	فضائل القرآن	طبع ۱۹۵۶ء
7-	القول الاظہر	لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی صحت اور عدم صحت کے متعلق
8-	جمال مصطفیٰ فی ثبات امام الانبیاء	۶۴ صفحات طبع اول ۱۹۶۱ء
9-	سیدنا فاروق اعظم	صفحات ۱۶ طبع اول ۱۹۸۳ء
10-	اسلامی کلچر	سورۃ النساء کا ترجمہ و تفسیر ہے
11-	امہات المومنین	
12-	آخرت جی پوک	طبع ۱۹۶۲ء
13-	مصطفیٰ مختار ﷺ	۴۰ صفحات مطبوعہ ۱۹۹۳ء

درج ذیل کتب منظوم اور مطبوعہ ہیں:

۞	دیوان قمر	امین کتاب گھر حیدرآباد ۱۹۶۶ء
۞	جواہر القمر	ملی نغمے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے صداقت بک ڈپو حیدرآباد ۱۹۸۰ء
۞	دربار مدینہ	۱۶ صفحات مطبوعہ ۱۹۵۶ء

- دربار کربلا — ۱۰ اصفحات مطبوعہ ۱۹۵۹ء
- روضہ پاک رسول جی — احباب پبلیکیشنز اردو بازار حیدرآباد ۱۹۸۳ء
- تندون جی طلب جون — ایچ احمد اینڈ سنز حیدرآباد ۱۹۷۷ء
- گھایا گھٹا گھوٹ — (جہاد کے موضوع پر ۱۱۲ صفحات پر مشتمل کتاب ہے)
  صداقت بک ڈپو شاہی بازار حیدرآباد ۱۹۲۶ء
- کٹی نیٹ خمار مان — مطبوعہ ۱۹۷۸ء
- محبت جی میدان میں — ۱۳۰ اصفحات نواب شاہ ۱۹۸۱ء
- سچن آیو سجھ ٹیا — ۱۳ اصفحات مطبوعہ ۱۹۶۹ء
- سہرا سیج — شادی بیاہ کے گانے ۲۴ صفحات مطبوعہ ۱۹۸۲ء
- دردمندی چودیس — مرتبہ ڈاکٹر غلام محمد لاکھو — قومی ملے نغمے

اکثر کتابیں آپ نے اپنی مدد آپ کے تحت خود شائع کیں۔

- تفسیر خزائن الرحمٰن — (قلمی)
- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم — (قلمی)
- قمر جو رسالو — (قلمی)۔

اولاد: آپ لاولد تھے، اولاد نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ میری شاعری اور کتب کو میری حقیقی اولاد سمجھا جائے۔ (ماہنامہ السند، اسلام آباد)

الحاج رحیم بخش قمر سندھ کا عظیم سرمایہ تھے، شاہ لطیف کی روایات کے امین تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ سندھ کے نوجوانوں کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا، انہیں غفلت سے بیداری اور اپنی ذمہ داری نبھانے کا احساس دلایا ہے۔ حضور علیہ السلام کے سچے عاشق مدح خواں و نعت گو شاعر تھے۔ صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین کے شیدائی تھے۔ شریعت مطہرہ کے پابند تھے، بڑے بڑے مشاعرہ میں شرکت کرتے تھے لیکن کبھی بھی بغیر عمامہ کے نہیں دیکھے گئے۔ وہ نعت خوان و نعت گو شاعروں کے لئے واجب التقلید نمونہ تھے۔ آپ کی شاعری نے آپ کی زندگی میں مقبولیت کی معراج کو پالیا تھا۔ تمام سندھی اخبارات رسائل و جرائد میں آپ کا عارفانہ کلام شائع ہوتا رہا، آپ کی محبت سے لبریز تصنیف کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا، آپ کی شاعری ٹی وی اسٹیشن کراچی، ریڈیو پاکستان کراچی حیدرآباد، خیرپور میرس اور لاڑکانہ سے نشر ہوتی رہی ہیں۔ وہ مہران یونیورسٹی نوابشاہ کی مسجد میں خطیب تھے۔ ایک بار لاڑکانہ فقیر راقم الحروف راشدی کے پاس تشریف لائے اور رات دیر تک

محبت بھری مجلس قائم رہی۔ آپ پیکر محبت اور سادگی پسند، اخلاص کی تصویر اور شب بیدار بزرگ تھے۔

فقیر کی درخواست پر فقیہ اعظم، تاج العارفین، حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس کی شان اقدس میں فارسی و سندھی میں منقبت کہی، انہیں حضور قبلہ عالم سے والہانہ محبت تھی۔ بطور نمونہ فارسی کلام حاضر خدمت ہے:

آہ! شد مولائے سندھ مرد خدا — آہ! شد آں آں آفتاب اولیاء
نام آں محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ بود — آں سخی سندھ را، حاتم بود
پیر قاسم فخر آدم و فخر شیث — مفتی و شیخ المشائخ، شیخ الحدیث
عارف باللہ آں، ماہ مبین — آں غلام رحمتہ للعالمین
آں امام، عارفین و سالکین — آں امام، اولیاء و متقین
گفت رومی، عارف اللہ بود — گفت او گفتۂ اللہ بود
شد و جودش پاک گر زیر زمیں — روح آں را رفت بر عرش بریں
الا! الا!! رفت آں نور قلوب — الا! الا!! رشک "قمر" شد غروب
پیر قاسم آں کہ اہل اللہ بود — پیر قاسم واصل باللہ بود

(قاسم ولایت ص ۲۷۰)

افتخار ملت حضرت علامہ تقدس علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، (شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ) کی شان میں سندھی میں منقبت لکھی جو کہ کتاب " پیکر تقدس " (مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور) میں محفوظ ہے۔ وہ نعت کے موضوع پر سندھی میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے کہ وصال کا پیغام آیا اور کام ادھورا رہ گیا۔

وصال: الحاج رحیم بخش قمر نوابشاہی نے ۱۱، جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ بمطابق ۲۶، نومبر ۱۹۹۳ء بروز جمعہ نوابشاہ میں اپنے گھر بیت القمر (تاج کالونی) میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ تاج کالونی کے شمال کی جانب ایک میل کی مسافت پر نزد حبیب شگر ملز ایک قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا آخری آرامگاہ ہے۔

قمر مرحوم کو مہران یونیورسٹی نوابشاہ میں دفن نہ کرنا ناقدری ہے اپنے محسنوں کی قدر کرنی چاہیے نامور علمی شخصیات کو نامور علمی اداروں میں مدفون کرنا ان کی خدمات کا بہترین تشکر ہے۔



رہڑو شریف کے تین علماء کرام

حضرت مولانا حاجی عبداللہ بن میاں حبیب اللہ مہیسر، میہڑ (ضلع دادو) کے قریب جس مقام پر قیام فرمایا اس گوٹھ کو رہڑو کہا جاتا ہے۔ "راہ رو" کہتے ہیں رستے والے کو، سیدھا راستہ پکڑنے والے کو، مسافر کو، آگے جاکر "رہڑو" نے نام کی صورت اختیار کی۔ یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ مولانا عبداللہ، شریعت وطریقت کے راستہ کے مسافر تھے۔ اس لئے اس گوٹھ کا نام شریعت وطریقت کے راستہ والے ہوا۔ بعد میں رہڑو شریف کے نام سے شہرت اختیار کی۔ رہڑو شریف کی مٹی زرخیز ہے۔ جہاں سے اہل سنت وجماعت کے نامور علماء کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے پوری زندگی قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ کا درس دیا۔ رہڑو شریف کی درسگاہ میں لاڑ، تھر بلوچستان، قلات، خراسان، مکران، افغانستان بلکہ ایران و عدن کے طلباء بھی طلب علم میں یہاں آکر فیض یاب ہوئے۔ اور ہر سال اس درسگاہ سے ۲۰/۲۵ علماء پیدا ہوتے تھے، ان کی شان وشوکت اور اعلیٰ انتظام واہتمام سے دستار فضیلت ہوتی تھیں۔ حضرت مولانا عبداللہ کے بعد مولانا عبیداللہ، مولانا محمد مبارک، مولانا محمد صالح، مولانا غلام عمر اور مولانا محمد عثمان رحمہم اللہ تعالیٰ گذرے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک علم کا گوہر اور تدریس کا بادشاہ تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے عہد میں اہل سنت وجماعت کی گرانقدر خدمات سرانجام دی۔

1- حضرت مولانا محمد مبارک مہیسر:

مولانا محمد مبارک ۱۵، ذوالحجہ ۱۱۸۵ھ کو تولد ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبیداللہ کے پاس عقلی ونقلی علوم میں مہارت وکمال حاصل کیا۔ علوم ظاہر کے بعد علوم باطن میں بھی درجہ کمال کو پہنچے۔ کشف وکرامت کے صاحب تھے۔ عمر بھر دین وملت کی خدمت کی، دن رات درس دیا، جہالت کی کالی رات میں علم کے دیئے روشن کئے، مسلسل جدوجہد، خون پسینہ کی کمائی سے علماء کی ایک کھیپ تیار کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی ورہبری کے لئے پیش کی۔ آپ سادگی پسند، شہرت سے کوسوں دور، مہمان نواز، طلباء پر انتہائی شفیق ومہربان، شب بیدار، زندہ دل، اخلاق واخلاص کے پیکر اور فتویٰ نویسی میں بے مثال تھے۔

2- حضرت مولانا محمد صالح ثانی:

میاں محمد صالح اول نے اپنے والد مولانا محمد مبارک کے حکم سے مدرسہ قائم فرمایا۔ ان کے جانشین ملا محمد مالک ہوئے۔ اور ان کی پشت سے دریکتا، عالم بے مثال حضرت مولانا محمد صالح دوم مہیسر ۱۳، صفر المظفر ۱۲۴۱ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مولانا محمد صالح نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے پاس حاصل کی۔ قرآن مجید کا ختم حافظ میاں نبی بخش کے پاس گوٹھ باگوتیونی میں (جو کہ میہڑ سے دو میل مشرق کی جانب ہے) کیا۔ لاڑ کی سیر پر گئے واپسی میں پرانہ ہالا میں ایک درسگاہ میں علمی رونق دیکھی تو بہت متاثر ہوکر وہیں تعلیم کا آغاز کیا اور نصاب کی تکمیل کے بعد وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: علوم ظاہری کے بعد مولانا محمد صالح نے درگاہ خنیاری شریف (ضلع نوابشاہ) کے اس وقت کے سجادہ نشین سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر علوم باطن میں درجہ کمال حاصل کیا۔

درس وتدریس: ظاہری و باطنی علوم سے سیرابی کے بعد اپنے گوٹھ رہڑو شریف واپس آئے۔ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا درس عروج کو پہنچا اور دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے طلباء سے مدرسہ و مسجد بھر گئی۔

حضرت مولانا محمد صالح ثانی جاگیرداروں کا نذرانہ ہرگز نہیں قبول فرماتے تھے۔ رئیس احمد بخش خان انڑ نے دوسو جریب قطعہ اراضی عطیہ کی لیکن آپ نے قبول نہیں کی اور فرمایا: " کسی اور غریب مسکین کو دیں " مسکین و متوکل ہونے کے باوجود مدرسہ کے سارے اخراجات خود ادا فرماتے تھے۔ سخاوت واحسان میں بے عدیل تھے آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔

اولاد: مولانا محمد صالح کو تین بیٹے تولد ہوئے ان میں سے مولانا غلام عمر مہیسر بڑے عالم و فاضل اور کامل ہوگذرے ہیں۔ (ماہنامہ نئی زندگی کراچی دسمبر ۱۹۵۷ء)

تلامذہ: آپ کے بے شمار تلامذہ تھے لیکن بے قدری کے سبب نہ آپ کی مفصل سوانح کی جانب توجہ دی گئی اور نہ تلامذہ کی فہرست تیار کی گئی۔

سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ الاقدس آپ کے نامور و محبوب شاگرد تھے۔ آپ اپنے شاگرد سے اس قدر متاثر و مطمئن تھے کہ جب آپ کو بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام شاگرد کے نام پر غلام عمر رکھا۔ علامہ جتوئی آپ کا وہ قابل فخر شاگرد ہے جنہوں نے درس وتدریس کے ذریعے اہل سندھ کو علمائے اہل سنت کی ایک جماعت تیار کر کے دی جو کہ علم، اخلاق، اخلاص اور اعلیٰ کردار کی حامل تھی۔

علامہ ابوالفیض کے نامور شاگردوں میں سندھ و اہل سنت کے عظیم محسن، نامور شیخ طریقت، بلند پایہ کے مدرس، لاثانی مفتی، عظیم مفسر، حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری قدس سرہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے علمی و روحانی فیض سے ایک عالم کو منور کیا ہوا ہے، ہزاروں انسانوں کو راہ راست پر لگایا، گمراہوں کو ہدایت سے سرفراز کیا، بے دینوں کو دیندار و متقی بنایا اور بے شمار تلامذہ کو پیدا کیا۔

استاد العلماء حضرت مولانا محمد صالح ثانی مہیسر نے ۱۹، صفر ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء کو انتقال کیا۔

وصال: آپ کی مزار پرانوار رہڑو شریف (تحصیل میہڑ) میں زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

3- سراج العلماء حضرت مولانا غلام عمر مہیسر:

حضرت مولانا غلام عمر بن حضرت مولانا محمد صالح ثانی مہیسر ۲۸، محرم الحرام ۱۲۷۹ھ کو تولد ہوئے۔ مولانا غلام عمر نے علوم عقلی و نقلی میں اپنے والد ماجد حضرت علامہ محمد صالح سے تحصیل کی۔ اس کے بعد والد ماجد کے دست بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کر کے باطن میں کمال حاصل کیا۔ اس کے علاوہ والد صاحب کے مدرسہ میں زندگی بھر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھیلی ہوئی جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں دین حق کی شمع فروزاں کی۔ عوام و علماء میں نہایت مقبول تھے۔ طلباء کے نہایت شفیق استاد تھے۔ دور دراز علاقوں سے طلباء استفادہ کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔ سخی تھے دن رات فیض لٹاتے رہے۔

آپ کے تلامذہ میں سے تین نام معلوم ہو سکے۔

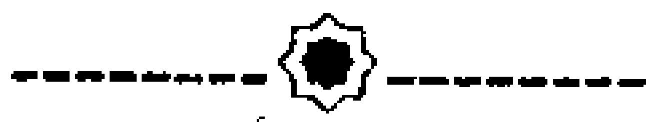
1- مولانا غلام محمد غلام سوڈہر 2- مولانا غلام نبی غلام

3- مولانا غلام رسول غلام سوڈہر

حضرت مولانا غلام عمر مہیسر نے ۵، محرم الحرام ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کو انتقال کیا۔

بقول مولانا دین محمد بھڈن والے کہ مولانا غلام عمر کے انتقال کا سن کر حضرت علامہ مفتی عبدالغفور مفتون ہمایونی قدس سرہ افسردہ ہوئے اور آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی اور فرمایا: "سراج العلماء آج دنیا سے رخصت ہو گئے" ان تاثرات سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا غلام عمر لاولد تھے، آپ کی مزار شریف رہڑو شریف میں مرجع عام و خاص ہے۔

[مضمون نگار: قاضی جان محمد عارفی: ماہنامہ نئی زندگی (سندھی) کراچی دسمبر ۱۹۵۷ء]



مولانا رفعت علی قادری

مولانا محمد رفعت علی قادری بن نظر علی قادری علی گڑھ (یو۔ پی، انڈیا) کو ۱۹۱۴ء میں تولد ہوئے۔ (آپ کے پاسپورٹ میں اسی طرح نام لکھا ہوا ہے)

تعلیم وتربیت: مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں، علی گڑھ میں ابتدائی تعلیم اور قرآن مجید حفظ کی دولت حاصل کی۔ اس کے بعد کہاں تعلیم حاصل کی؟ یا پھر اسی مادرِ علمی میں تحصیل کی تفصیل کا پتہ نہیں چل سکا۔

پاکستان میں قیام: ۱۹۵۰ء کو علی گڑھ سے کراچی نقل مکانی کی اور ڈرگ کالونی میں رہائش اختیار کی اور تاحیات اسی گھر میں قیام رہا۔

بیعت: ۱۹۶۰ء کو انڈیا تشریف لے گئے اور بریلی شریف میں حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے اور اسی وقت خلافت سے بھی نوازے گئے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۷۱ء کو حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی اور اسی مبارک سفر میں اپنے پیرومرشد مولانا مفتی مصطفیٰ رضا بریلوی سے بھی شرف ملاقات حاصل کی۔

اولاد: آپ نے عزیزہ بیگم سے علی گڑھ میں شادی کی جس سے ایک بیٹا سید حشمت علی قادری (N.T.C سے ریٹائرڈ) اور ایک بیٹی نفیس فاطمہ تولد ہوئیں۔ دونوں بہن بھائی کراچی میں رہائش پذیر ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

خطابت: مولانا رفعت علی قادری مرحوم اپنے علاقہ میں خطابت تعویذات اور تعلیم قرآن کے حوالہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ ۱۹۵۰ء کو ملیر کینٹ بازار کی جامع مسجد میں امام وخطیب کا تقرر ہوا۔ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۳ء تک ۸/۲ پنجاب ریجمنٹ آرمی میں امام وخطیب کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد استعفیٰ دے کر ڈرگ کالونی واپس آ گئے اور اس کے بعد مقامی طور پر چھوٹے پیمانے پر تجارت کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کے آخر میں انہیں مسجد الفلاح پی اینڈ ٹی کالونی گذری کراچی میں خطابت وامامت کی پیشکش ہوئی، جو کہ انہوں نے قبول فرمائی۔ اسی سال آپ نے ڈرگ کالونی میں نوجوانان اہل سنت پر مشتمل "انجمن غوثیہ" کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۹۷۵ء تک وہیں رہے۔ پھر وہاں سے فراغت حاصل کر کے ڈرگ کالونی واپس آ گئے اور یہیں پر مسجد عباسیہ بلاک نمبر ۵ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۸ء تک جامع مسجد حنفیہ ناظم آباد بڑا میدان میں رہے۔ اسی سال ان کی بیگم عزیزہ کا انتقال ہوا اس سبب سے وہاں سے فارغ ہو کر واپس گھر آئے اور یہیں پر جامع مسجد عثمانیہ، سبزی گلی، شاہ فیصل کالونی نمبر ا میں ۲۰۰۱ء کے آخر تک خدمات انجام دیں۔

وصال: مولانا محمد رفعت علی قادری نے ۸، شوال المعظم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۳، دسمبر ۲۰۰۱ء، بروز اتوار بعد نماز مغرب ۷۷ سال کی عمر میں اپنے گھر میں انتقال کیا۔ دوسرے روز بعد نماز ظہر نماز جنازہ

مین روڈ شاہ فیصل کالونی بالمقابل عثمانیہ مسجد پڑھی گئی جس میں مولانا کے ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی، نماز جنازہ کی امامت کے فرائض مولانا شاہ تراب الحق قادری صاحب نے انجام دیئے۔ اس کے بعد اشکبار آنکھوں سے کالونی گیٹ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے پوتے نصرت علی نے ساتویں روز آپ کی مزار پر فاتحہ کی تو دوران فاتحہ غلطی پر قبر سے مولانا نے لقمہ دے کر پوتے کی اصلاح کی۔

ایک فاتحہ آپ کی دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی نمبر ۶ میں بھی ہوئی تھی۔

[فقیر راشدی، جناب خالد لودھی کی نشاندہی پر ۱۵، اگست ۲۰۰۴ء کو مولانا کے گھر ڈرگ کالونی پہنچا جہاں پر موصوف کے صاحبزادے حشمت علی صاحب قادری سے ان کے والد مرحوم کے حالات سے متعلق فقیر نے انٹرویو لیا، جس سے یہ مضمون ترتیب دیا گیا]

مولانا رحمت اللہ بلوچ

استاد العلماء مولانا رحمت اللہ بن بہادر خان (بلوچ قبیلہ کی شاخ شر سے تعلق تھا) پکا چانگ (ضلع خیر پور میرس) کے نزد شر بلوچ قبیلہ کے گوٹھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ نے کہاں اور کن کن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی۔

بیعت: غالباً حضرت شیخ کامل حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ (بانی درگاہ بھرچونڈی شریف) سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں دست بیعت تھے۔

درس وتدریس: اپنے گوٹھ میں درس دیا، پکا چانگ کے شمال میں جیلانی سادات کے گوٹھ میں درس دیا، اس کے علاوہ تحصیل بدین کے ایک گوٹھ میں میاں محمد عثمان کے مدرسہ میں مدرس رہ چکے جہاں پر آپ کے چچازاد بھائی مولانا فقیر عبدالھادی شر بلوچ آپ کے پاس ایک سال تک حصول علم کے لئے مقیم رہے وہیں آپ کی طبیعت ناساز ہوئی جس کی وجہ سے گھر واپس آئے اور وہیں آبائی گوٹھ میں انتقال کیا۔

جید عالم دین ہونے کے باوجود انتہائی سادہ طبیعت تھے کہ مسجد شریف میں پڑھنے والے بچوں کو قاعدہ و ناظرہ قرآن مجید شوق سے پڑھاتے تھے اس طرح آپ کے بے شمار شاگرد ہوں گے۔

درس وتدریس کے علاوہ بھی تبلیغ آپ کا وطیرہ تھا، اصلاح احوال واعمال صالحہ کی تعلیم وتلقین

اوڑھنا بچھونا تھا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا آپ کے معمول میں تھا۔ الغرض آپ کی پوری زندگی قال اللہ و قال الرسول ﷺ میں بسر ہوئی۔ آپ کا قیمتی کتب خانہ تھا جو کہ اپنوں کی غفلت کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔

عادات وخصائل: شریعت مطہرہ کے پابند، شب خیز عالم باعمل شخصیت کے حامل تھے۔ حق گو، نڈر، بے خوف، سادہ طبیعت ولباس، عاجزی وسادگی کی مجسم صورت، اخلاص وللّٰہیت کے پیکر محبت کے خوگر، اخلاق حسنہ سے آراستہ تھے۔ اصلاح معاشرہ کا درد تھا، حساس دل کے مالک تھے۔

کرامت: ایک شاگرد نے آپ کے وصال کے تیس (۳۰) برس بعد خواب میں آپ کا دیدار کیا، خواب میں دیکھ کر پرمسرت ہوئے اور قدم بوسی کے لئے آگے بڑھے تو آپ نے انہیں دھکا دے کر اپنے سے دور کر دیا اور فرمایا: قریب نہیں آنا کہ تم نے عشاء نہیں ادا کی۔ یہ سن کر وہ بیدار ہو کر اٹھے غفلت کا احساس ہوا کہ آج بغیر عشاء کی ادائیگی کے سو گیا تھا اور استاد جی نے آکر تنبیہ کی لہٰذا جلدی وضو کر کے نماز عشاء ادا کی۔

استاد ہوں تو ایسے کہ زندگی میں تو رہنمائی کرتے رہے لیکن بعد وصال بھی رہنمائی فرماتے رہے اور اپنوں کو اپنی نظر میں رکھا۔ اس سے آپ کے مقام ومرتبہ کے تعین کرنے میں مدد ملے گی۔

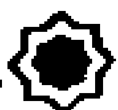
تلامذہ: آپ کے بعض شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

- پیر طریقت الحاج سید حسین شاہ جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ درگاہ حسینیہ جیلانیہ پکا چانگ
- مولانا فقیر عبدالھادی شر بلوچ

شادی واولاد: غالباً ایک شادی کی تھی جس میں سے دو فرزند تولد ہوئے ان میں سے ایک کا نام عبدالباقی تھا دونوں کا بچپن میں انتقال ہوا۔ ان کے علاوہ ایک بیٹی تھی جو کہ زندہ رہی اور ان کے یہاں بھی ایک بیٹی تولد ہوئی۔

وصال: حضرت مولانا رحمت اللہ نے اپنے گوٹھ میں غالباً ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء کو انتقال کیا اور پکا چانگ (فیض گنج) کے جنوب کی جانب بڑے قبرستان میں آپ کی مزار شریف واقع ہے۔ آپ کی مزار پر کتبہ لگا ہوا تھا لیکن سیم کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکا ہے۔

[اپنوں کی غفلت کی وجہ سے مولانا مرحوم کے حالات مع خدمات مفقود ہیں۔ یہ مختصر حالات بھی جناب میاں امام بخش حنفی قادری شر بلوچ (پکا چانگ) نے بڑی تگ ودو سے حاصل کئے ہیں۔ فقیر ان کا مشکور ہے]



صوفی راشد برہان پوری

سندھ میں سمہ حکمرانوں کے شاندار دور میں جب کہ ہر طرف خوشحالی اور ترقی کا دور دورہ تھا ارغونوں کے روپ میں برق تپاں گری اور ہر طرف تباہی و بربادی کے بھیانک اندھیرے چھا گئے۔ علمی بساط بھی الٹ گئی اہل علم و فضل اپنی دولت علم کے تحفظ کے لئے آمادہ بہ نقل مکانی ہوئے اور ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے۔ ضلع دادو سندھ کے قریب قصبہ پاٹ شریف مرکز علم و فضل تھا وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور یہاں کے سربرآوردہ صدیقی علماء کا خاندان بھی ٹھٹھہ، گجرات، مالوہ اور دکن ہوتا ہوا خاندیش کے دارالحکومت برہان پور پہنچا۔ یہ ۹۵۰ ہجری کا زمانہ ہے، یہاں فاروقی سلاطین حکمراں تھے۔

پاٹ شریف کے اس خانوادے کے دو افراد شیخ محمد طاہر محدث سندھی (مصنف تفسیر قرآن عربی مجمع البحار قلمی) اور بابا قاسم تھے جو علم و فضل اور فقر و تصوف کے آفتاب اور ماہتاب تھے۔ بادشاہ برہان پور نے ان کی زبردست پذیرائی کی رہائش و درس تدریس کے لئے شاہی محل کی عمارت دے دی۔ وظائف اور جاگیریں عطا کر کے فکر معاش سے آزاد کر دیا اور انہوں نے یکسوئی کے ساتھ ترویج و اشاعت علم پر توجہ مبذول کر دی۔ حضرت شیخ قاسم بوجوہ ایلچپور (برار) میں مقیم رہے اور وہیں بعد از وصال پیوند خاک ہوئے جب کہ شیخ محمد طاہر محدثؒ برہان پوری، برہان پور میں رہے۔ حضرت شیخ قاسم کے تین فرزندوں میں حضرت مسیح الاولیاء شیخ عیسیٰ جنداللہ سندھی قدس سرہ العزیز (۱۰۳۱ھ کو برہان پور میں وصال کیا آپ کی ملفوظات شریف کشف الحقائق (فارسی) کے نام سے موسوم ہے) ہی وہ بزرگ ہیں جن کے طفیل آج بھی برہان پور اور اطراف و جوانب میں علوم دینیہ اور روحانی فیوض جاری ہیں۔
(تفصیلی حالات کے لئے: برہان پور کے سندھی اولیاء ملاحظہ کیجئے)

اسی خاندان کی ایک خاتون کے بطن سے ۱۸۹۵ء کو سید محمد مطیع اللہ راشد برہان پوری کتم عدم سے عالم رنگ و بو میں جلوہ گر ہوئے، یوں ننھیال کی طرف سے آپ کو "سندھی نژاد" بھی کہا جا سکتا ہے۔ جب کہ اجداد سادات کے عظیم خانوادے کے چشم و چراغ ہیں یعنی حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ جو "نائب رسول اللہ" کے لقب سے مشہور ہیں اور دسویں صدی ہجری میں گجرات میں پیدا ہوئے، برہان پور میں رہے اور یہیں آپ کا مزار ہے۔

وہ خود لکھتے ہیں: "راقم الحروف راشد، شیخ محمد فضل اللہ نائب رسول اللہ کی اولاد نرینہ سے شجرہ نسب مربوط رکھتا ہے اور حضرت مسیح الاولیاء کے اخلاف میں ننھیال ہے اور سسرال بھی" (حواشی ص ۴۵)

تعلیم وتربیت: راشد برہان پوری نے اسکول سے تعلیم حاصل کی جب کہ ان دنوں تعلیم عربی فارسی ہی رائج تھی، اردو فارسی اور ہندی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ نہایت خوشخط اور نہایت نفیس طرز تحریر کے حامل بھی رہے ہیں۔

درس وتدریس:

برہان پور میں اسکولوں میں شعبہ تدریس سے وابستہ رہے۔

شاعری: نہ صرف نثر نگاری پر عبور تھا بلکہ شاعری سے بھی کماحقہ، شغف رکھتے تھے۔ حمد، مناجات، نعت مناقب اور شہدائے کربلا اور اہل بیت کرام کے حضور میں سلام کے نذرانے بھی چار حصوں میں پیش کئے ہیں۔ نیز غزل، قصیدہ، رباعی وغیرہ تمام مروجہ اصناف سخن پر دسترس حاصل تھی۔

آپ نے اصلاح سخن کے لئے حضرت فخر الدین حاذق برہان پوری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

آپ کے کلام میں ناسخ لکھنوی کا رنگ نمایاں ہے کیوں کہ آپ کے استاد حضرت حاذق، عشاد لکھنوی سے شرف تلمذ رکھتے تھے اور وہ حضرت ناسخ لکھنوی کے شاگرد رشید اور جانشین تھے۔

آپ کی ایک نظم "عورت کے درجات" کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی جس میں بچپن، لڑکپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور پختہ عمری کے درجات میں اس کی زندگی کے مختلف ادوار بیان فرمائے ہیں۔

انتخاب کلام:

یہ شرف نصیب ہوا ہمیں یہ عطائے رب انام ہے
کیا اس رسول کا امتی جو پیمبروں کا امام ہے
مرا سر مزار رسول سے نہ ہٹاؤ دیکھو مجاورو!
مری آرزوئیں نہ قتل ہوں کہ حرم میں خون حرام ہے

....

مصیبتوں میں بھی "راشد" یہ تھا حسین کا ظرف
نہ دل میں غم، نہ طبیعت پہ اشتعال آیا

....

ذکر شہدا درس ہے سن کر نہ اڑا دو
سرباز بنو نفس کی زنجیر تڑا دو

تصنیف وتالیف: جناب راشد برہان پوری ادیب، شاعر، محقق، مورخ اور صوفی تھے۔ تاریخ وسوانح اور تصوف سے خاص طبعی میلان رکھتے تھے۔ ان کی تخلیقات کا تعارف درج ذیل ہے۔

❁ برہان پور کے سندھی اولیاء (اردو)، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو، طبع اول ۱۹۵۷ء،

آپ نے تاریخ برہان پور کو از سر نو تحقیق و جستجو کے بعد مرتب فرمایا، لیکن افسوس کہ وہ مناسب ہاتھوں تک پہنچنے سے پہلے ہی تلف ہوگئی۔ البتہ اسی کا ایک حصہ برہان پور کے سندھی اولیاء المعروف تذکرہ اولیائے سندھ ہے۔ اس کی تکمیل نہایت نامساعد حالات میں ہوئی، صحت بالکل ختم ہو چکی تھی، ضعف کمزوری اور بیماری کا غلبہ تھا۔ اس تذکرے کے محرک، محسن سندھ سید حسام الدین راشدی مرحوم کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت راشد برہان پوری نے سندھ کی تاریخ کے گمشدہ اوراق کو میری گذارش پر نہایت محنت اور جانفشانی سے مرتب کر کے سندھ کی تاریخ کے اس باب کو مکمل کیا ہے جس کے بغیر سندھ کے صوفیائے کرام کی تاریخ میں ایک بڑا خلاء محسوس ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی خرابی صحت کے باوجود جب کہ ان کو دیکھ کر ان کے وجود پر عدم کا گمان ہوتا ہے اس تذکرے کی ترتیب میں جو محنت شاقہ برداشت کی ہے اہل نظر اس کے مطالعے سے اس کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے"......

(برہان پور کے سندھی اولیاء: پیش لفظ دیوان عطا (فارسی) عبدالحکیم عطا ٹھٹھوی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو)

بارہویں صدی ہجری کے سندھی نژاد فارسی گو شاعر گذرے ہیں۔ ان کا صرف یہی ایک مجموعہ کلام نہایت شکستہ اور خستہ حالت میں موجود تھا جس میں جا بجا الفاظ مٹ چکے تھے یا پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ لیکن یہ بھی علامہ راشد برہان پوری کا کمال علم اور ذوق سخن کا شاہکار ہے کہ نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس کی تصحیح فرمائی، بلکہ ۴۶۱ صفحات پر مشتمل فارسی دیوان پر ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ایک جامع اور مبسوط مقدمہ لکھ کر اس دیوان کی علمی اور شعری خوبیوں کو بھرپور طریقہ سے اجاگر کر دیا۔ اس کارنامے کے محرک بھی سید حسام الدین راشدی مرحوم ہی تھے۔

❁ تذکرہ حضرت شاہ بھکاری برہان پوری (اردو): صفحات ۳۲۔ مطبوعہ سلطانی پریس بھنڈی بازار بمبئی نمبر ۳:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (پاک پتن شریف) کی پانچویں پشت کے ایک بزرگ حضرت شیخ نظام الدین شاہ بھکاری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و تعلیمات پر مشتمل فارسی مخطوطے کو شستہ اور رواں اردو میں منتقل کیا۔

❁ التحفة المرسله الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صفحات ۱۲۰، مطبوعہ انجمن پریس کراچی ۱۹۵۷ء:

حضرت عارف کامل سید محمد بن فضل اللہ المعروف نائب رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ برہان پوری جب حج

کرنے گئے تو دوران حج مکہ معظمہ میں انڈونیشی علماء کا وحدت الوجود کے مسئلہ پر اختلاف پایا۔ آپ نے اس مسئلہ پر عربی میں مقالہ تحریر کیا اور پھر دربار نبوی ﷺ میں پیش فرما کر قبولیت کی درخواست کی، چنانچہ اس کا نام "التحفة المرسلہ......" تجویز فرمایا، پھر جاوا اور سماٹرہ تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء کو پیش کیا، جس پر سب نے اتفاق کیا اور باہم شیر و شکر ہو گئے۔ کیا جذبہ تھا؟ کہ اختلاف کو مٹانے کی غرض اور صحیح فیصلہ سنانے کی غرض سے اس قدر طویل سفر اختیار کیا جس کا دنیوی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سبحان اللہ!

مولانا عبدالغفور بن عبدالملک برہان پوری نے فارسی ترجمہ لکھا اور حضرت راشد نے اصل عربی متن اور فارسی ترجمہ کے بین اردو کا ترجمہ کیا اور اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ اور شروع میں اپنے مورث اعلیٰ حضرت سید محمد علیہ رحمۃ اللہ کا تفصیلی تعارف تحریر کیا ہے۔

- حضرت شیخ محمد طاہر برہان پوری اور تفسیر مجمع البحار

(ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، مارچ ۱۹۵۵ء، مجلّہ "تحقیق" شمارہ خاص، ۱۹۹۷ء سندھ یونیورسٹی جام شورو)

- وحدت الوجود: حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ایک طویل خطبہ عربی میں وحدت الوجود کے متعلق "فصول الحکم" (تصنیف: سید المکاشفین شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الاقدس ۶۳۸ھ) میں موجود ہے۔ انہی کی پیروی میں حضرت راشد نے وحدت الوجود پر اردو میں جامع و مبسوط نظم لکھی۔

- عورت کے درجات: آپ نے اس نظم میں عورت کے درجات بیان کئے۔

ہنگام ولادت سے ایام رضاعت تک
ننھا سا کھلونا ہے گھر بھر کے لئے بے شک
سب پیار سے آنکھوں کی پتلی اسے کہتے ہیں
چھ سال کی ہونے تک تمہید شرارت ہے
اس کے لئے کل دنیا گڑیوں سے عبارت ہے
معصوم فرشتہ ہے ننھی اسے کہتے ہیں

- ریاض الشہداء (مجموعہ ہائے مناقب اہل بیت) حصہ اول تا چہارم مطبوعہ برہان پور ۱۹۴۶ء

بیعت:

اس سلسلہ میں کوئی یادداشت/ روایت نہیں مل سکی۔

شادی واولاد: آپ نے پہلی شادی نوجوانی میں کی جن سے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بڑے بیٹے سید محمد شفیع اللہ نوجوانی میں ہی ایک حادثہ میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد بڑی بیٹی شاداں بھی فوت ہو گئیں۔ ایک بیٹے سید محمد حفیظ اللہ پچاس سال کی عمر میں وفات پا گئے یہ بھی غیر شادی شدہ تھے۔ اب دو بیٹیاں ہیں سب میں بڑی سیدہ مہر النساء جو راشد مرحوم کے بھتیجے سید محمد حبیب اللہ کی بیوی اور دوسری بیٹی سیدہ قمر النساء قمر ہیں جو راشد مرحوم کے ہمشیر زادے سید کفیل علی مرحوم کی بیوہ ہیں۔

راشد نے برہان پور میں ہی پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا جو ان کے استاد فخر الدین حاذق برہان پوری کی پوتی تھیں۔ ان سے دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ (۱) سیدہ تنویر النساء مرحومہ (۲) سیدہ حبیب النساء ہے۔

تحریک پاکستان: آپ برہان پور میں مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے۔ آپ کا مکان تحریک پاکستان کا مرکز تھا۔ جذبہ آزادی کو اجاگر کرنے کے لئے ملی نظمیں لکھتے تھے جنہیں سن کر عوام الناس میں جذبہ حریت بیدار ہوتا اور تحریک پاکستان کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہو کر شانے سے شانہ ملا کر شب و روز کام کرتے تھے۔

جب پاکستان بن گیا تو وہ انڈین حکومت کی نظر میں کھٹک رہے تھے، لہٰذا احباب کے مشورے پر برہان پور سے نقل مکانی کر کے حیدر آباد دکن ریاست چلے گئے لیکن پھر سقوط حیدر آباد کے بعد پاکستان کراچی سمندری راستہ سے آ گئے۔ ان حوادث وعوامل کی وجہ سے آپ کا کتب خانہ تباہ ہو گیا۔ بہت قیمتی علمی سرمایہ تلف اور قلمی نوادرات ضائع ہو گئے۔

وصال: حضرت راشد برہان پوری نے ۱۹، شوال المکرم، ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۶، اپریل ۱۹۶۰ء کو ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی رہائش نمائش (نورانی چورنگی) نزد ختم نبوت مسجد کے پاس تھی اس لئے وہیں نماز جنازہ ہوئی اس وقت یہ مسجد شریف اہل سنت و جماعت کی تھی بہت بعد میں اس پر وہابیوں نے قبضہ کیا۔

شاہ فیصل کالونی گیٹ کے متصل قبرستان میں تدفین ہوئی جہاں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

حضرت صابر براری مدظلہ العالی نے قطعہ تاریخ لکھا:

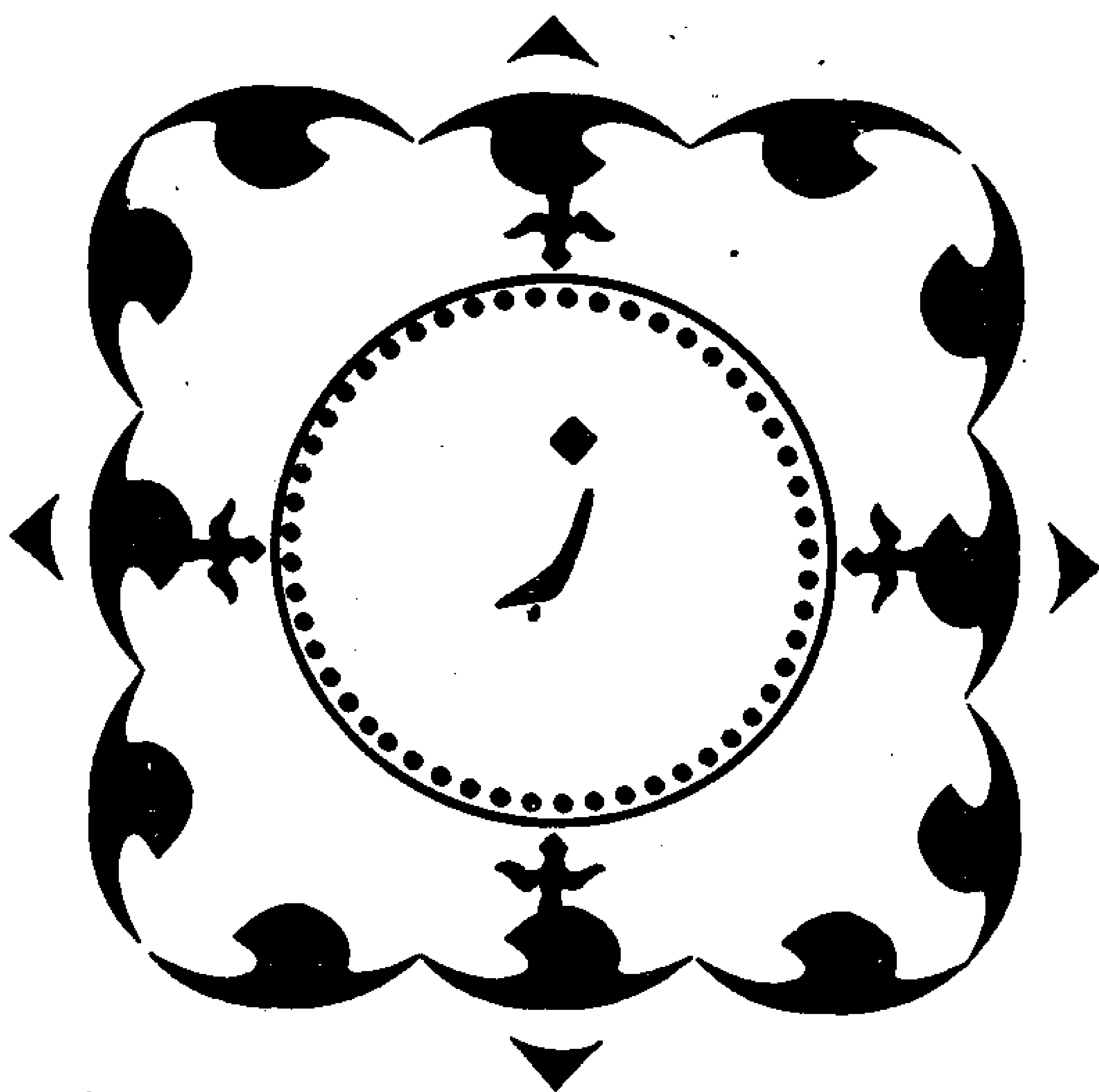
چل بسے آہ حضرت راشد
تھے وہ سی پی برار کی عظمت
ذکر تاریخ گوئی کا کیا ہے
جملہ صنف سخن پہ تھی قدرت

ہیں تصانیف ان کی سب شاہد
کی ہے اردو زباں کی خدمت
میں تھا ان کی وفات پر غمگیں
فکر تھی ہو رقم سن رحلت
آئی آواز غیب یہ صابر
کہیے "راشد ہیں رونق جنت"

۱۳۷۹ھ

[حوالہ جات کے علاوہ تمام مواد حضرت راشد کے نواسہ محترم پروفیسر سید عابد میر برہان پوری، لیاقت آباد کراچی، نے مرحمت فرمایا۔ فقیر نہایت مشکور ہے]




ز

مولانا قاضی زین العابدین دہلوی

قاضی زین العابدین بن حضرت حافظ غیاث الدین تارک الدنیا بن حضرت قاضی رحیم الدین، محلہ پہاڑ گنج شہر دہلی میں ۹، ذوالحجہ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء کو تولد ہوئے۔

آپ کے جد بزرگوار قاضی رحیم الدین شاہانِ مغلیہ کے ادوار سے محکمہ قضاء کے عہدے پر فائز تھے اور آپ کا خاندان "شاہی قاضی" کے نام سے موسوم تھا۔ آپ کے والد قاضی حافظ غیاث الدین بحالت جوانی میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کے وصال کے وقت قاضی زین العابدین کی عمر صرف ڈھائی سال تھی۔ آپ کی نگہداشت اور پرورش آپ کی والدہ مکرمہ کے ظل عاطفت میں انجام پذیر ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اردو و حفظ قرآن کی سعادت بعمر گیارہ سال میں حافظ عبدالقادر سے حاصل کی۔ دارالعلوم فتحپوری دہلی کے "شعبہ فارسی" میں داخلہ لیا۔ جناب منشی مرزا سے آمدنامہ، کریما، پندنامہ، عطار، گلستان، بوستان سعدی، و بہارستان جامی وغیرہم کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء میں عربی کی ابتدائی تعلیم کے لئے اسی مدرسے کے "شعبہ عربی" میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد سات سال تک مسلسل نہایت تندہی اور سعی بلیغ کے ساتھ تحصیل علوم عربیہ میں مصروف و مشغول رہے۔ علم فقہ و تفسیر علامہ مفتی اشفاق الرحمٰن سے حاصل کیا، علم منطق و فلسفہ علامہ عبدالرحمٰن (متوطن حیدر آباد دکن) سے اکتساب کیا۔ دیگر علوم و فنون کے علاوہ صحاح ستہ (احادیث شریف) علامہ مولانا احمد علی محدث میرٹھی اور علامہ مولانا سلطان محمود سے پڑھیں۔ ۱۹۲۶ء کو فارغ التحصیل ہوکر دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

بیعت و خلافت: قاضی صاحب حسب دستور بوقت صبح بعد نماز فجر درس قرآن پاک فرما رہے تھے ناگاہ، پناہ بے کساں، واقف راہ یزدانی، غواص بحار معانی، آیۃ من آیات اللہ، معدن حلم وحیا، حضرت الحاج مولانا خواجہ عبدالسلام نقشبندی قدس سرہ (متوفی ۱۹۴۹ء، مدفون بہادر گنج، سلطان پور، ضلع مراد آباد، صوبہ یوپی، انڈیا) اثنائے وعظ میں تشریف لائے۔ پہلی ہی نگاہ میں متاثر اور بے قرار ہوگئے۔ بالآخر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر صحبت عالیہ سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد کمالات فنا و بقا کی دولت لازوال سے مزین ہوکر خلافت سے ممتاز و متمیز ہوئے۔ بعد حصول خلافت

سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز ہوا۔ بہت سے طالبان صادق آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز عشاء حلقہ میں بیٹھتے اور طالبان صادق کے قلوب کو اپنی توجہ باطنی اور نسبت روحانی سے فیض پہنچا کر توجہ الی اللہ کی دولت سے مشرف فرماتے۔ چونکہ آپ نہایت قوی نسبت رکھتے تھے جس کے باعث بہت جلد مریدین پر اس کا اثر ظاہر ہو جاتا تھا اور قلیل عرصے میں لوگ اجزائے ذکر و محویت سے سرشار ہو کر اپنی یافت و ذوق کا اظہار فرمانے لگتے تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ پیر کامل وہ ہے جو خود مشاہدہ کرے اور دوسروں (مریدوں) کو بھی مشاہدہ کرادے۔

درس و تدریس: بعد تحصیل علوم دینیہ ۱۹۲۶ء تادم تقسیم ہندو پاک ۱۹۴۷ء تک ۲۱ سالہ دور زندگی آپ کا شہر دہلی میں گذرا۔ ۱۹۴۷ء تا وقت رحلت ۱۹۷۴ء تک ۲۷ سالہ دور زندگی ملک خداداد پاکستان شہر کراچی میں گذرا۔ اس طرح آپ نے ۴۸ سالہ زندگی درس و تدریس، تبلیغ دین اسلام اور محافل ذکر اذکار میں بسر فرمائی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی کے محلہ پہاڑ گنج میں مسجد قاضیان میں بوقت صبح بعد نماز فجر قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس سلسلہ وار روزانہ بلاناغہ شروع کر رکھا۔ اس کے ساتھ "مدرسہ مصباح العلوم" کی تشکیل دی۔ اس طرح درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

امامت و خطابت: قیام پاکستان کے بعد شہر کراچی تشریف لائے اور محلہ رنچھوڑ لائن پنکھا لائن میں مستقلاً رہائش اختیار کر لی اور تادم حیات یہیں مقیم رہے اور یہیں جامع مسجد صدیقی میں امامت و خطابت اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد نماز فجر جامع مسجد صدیقی میں درس فرماتے اور بعد نماز عشاء مریدین طالبان حق کی سہولت کے لئے جامع مسجد صابری (رنچھوڑ لائن) میں حلقہ قائم فرما کر راہ سلوک کی تعلیم دیتے تھے۔ جامع مسجد آرام باغ کے منتظمین کے اصرار کے پیش نظر بعد نماز عشاء عرصہ دراز تک درس دیا، ہزار ہا انسانوں کو ہدایت و معلومات دینی حاصل ہوئی۔

عادات و خصائل: آپ کی خوش خلقی و ہر دلعزیزی کے باعث اطراف و جوانب سے طالبان علوم دینیہ نے لبیک کہا اور خوب استفادہ کیا۔ شب بیدار، خلوص وللّٰہیت کے پیکر، اخلاق کے مجسمہ تھے۔ دین کی خدمت کا جذبہ وافر ملا ہوا تھا۔ طالبانِ شریعت و طریقت دونوں کی اصلاح و تربیت پر توجہ خاص دی۔ علاوہ ازیں اکثر و بیشتر اوقات محافل وعظ و بیان میں شرکت فرما کر مردان حق کی تسلی و تشفی فرماتے، بوقت شب تین بجے سے بیدار ہو کر بعد نماز تہجد درگاہ رب العزت میں دست دعا دراز فرما کر مشغول مناجات ہونا ان کے معمول میں تھا۔ جہاں تک معاملات کا تعلق ہے تو آپ امانت دیانت حق گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ رحم دل، شیریں زبان آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ فراخدلی اور فیاضی کا ایسا عالم

تھا کہ کوئی سائل آپ کے پاس سے خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا۔ آنکھوں کی نمی، دل کی نرمی، آپ کے حلاوت ایمانی کی متواتر عکاسی اور نشاندہ کرتی رہی اور اسی جذبے کے ساتھ بسا اوقات خود بھی چشم پرنم ہو کر تقریر کرتے اور سامعین کو بھی اپنی حلاوت ایمانی کے پرتو سے لطف اندوز و بہرہ ور فرماتے۔

مسجد قاضیاں دہلی کی دوبارہ از سرِ نو تعمیر بھی آپ کا عظیم کارنامہ ہے اور جامع مسجد صدیقی کراچی کی توسیع و ترقی بھی آپ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔

اپنی زندگی میں قیام دہلی و قیام کراچی رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ۵۲ محرابیں سنانے کا عظیم اعزاز بفضلہٖ تعالیٰ حاصل کیا۔

آپ کے نامور تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

1- حضرت مولانا علامہ محمد اسحاق خطیب جامع مسجد اسٹیڈ ہال روڈ حیدرآباد سندھ

2- صاحبزادہ مولانا حافظ شمس العارفین مرحوم ابن قاضی صاحب

3- مولانا حافظ محمد اسماعیل

4- مولانا حافظ قاری سراج احمد

5- مولانا حافظ حکیم سید مظہر حسن

تصنیف و تالیف: مولانا محمد طفیل سلامی رقمطراز ہیں: آپ کی تصنیفات میں کتاب 1- "حقیقت ایمان" جو کہ عقائد کے لحاظ سے ایک جامع کتاب آپ کے تبحر علمی کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

2- سفرنامہ عراق و شام وغیرہ

سفر حرمین شریفین: آپ نے پہلا حج بیت اللہ شریف ۱۹۳۸ء میں شہر دہلی سے ادا فرمایا۔ اس کے بعد تین حج اور ایک عمرہ بحالت قیام شہر کراچی سے ادا فرمائے۔

آپ نے رجب المرجب ۱۳۷۳ھ / مارچ ۱۹۵۴ء کو عراق و شام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی نیت سے کراچی سے سفر کیا اور اس سفرنامہ کو خود ہی تحریر فرمایا، اقتباسات پیش خدمت ہیں، رقمطراز ہیں:

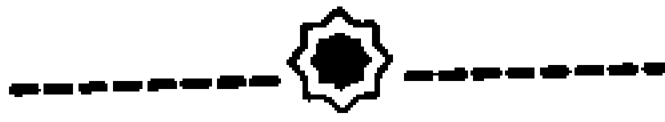
آج میری آنکھ ۳ بجے کھلی، بعد از فراغت ضروریات تہجد پڑھ کر قرآن شریف نہ پڑھ سکا، چونکہ روشنی کافی نہ تھی۔ یہاں پہنچ کر باوجودیکہ راستے کی تکان اور مسافرین کا تکدر رہا، مگر باطنی طور پر حال انتہائی صاف ہو گیا اور فنائیت کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا، یہ صرف اور صرف یہاں کے مزارات کا فیض ہے جو ہماری اس جگہ سے قریب تر ہیں۔ بصرہ بڑا عمدہ شہر ہے۔ دوسرے روز ہم ایک موٹر کرایہ پر لے کر مزارات کی طرف چل پڑے، تقریباً سات میل کے فاصلے پر حضرت جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس

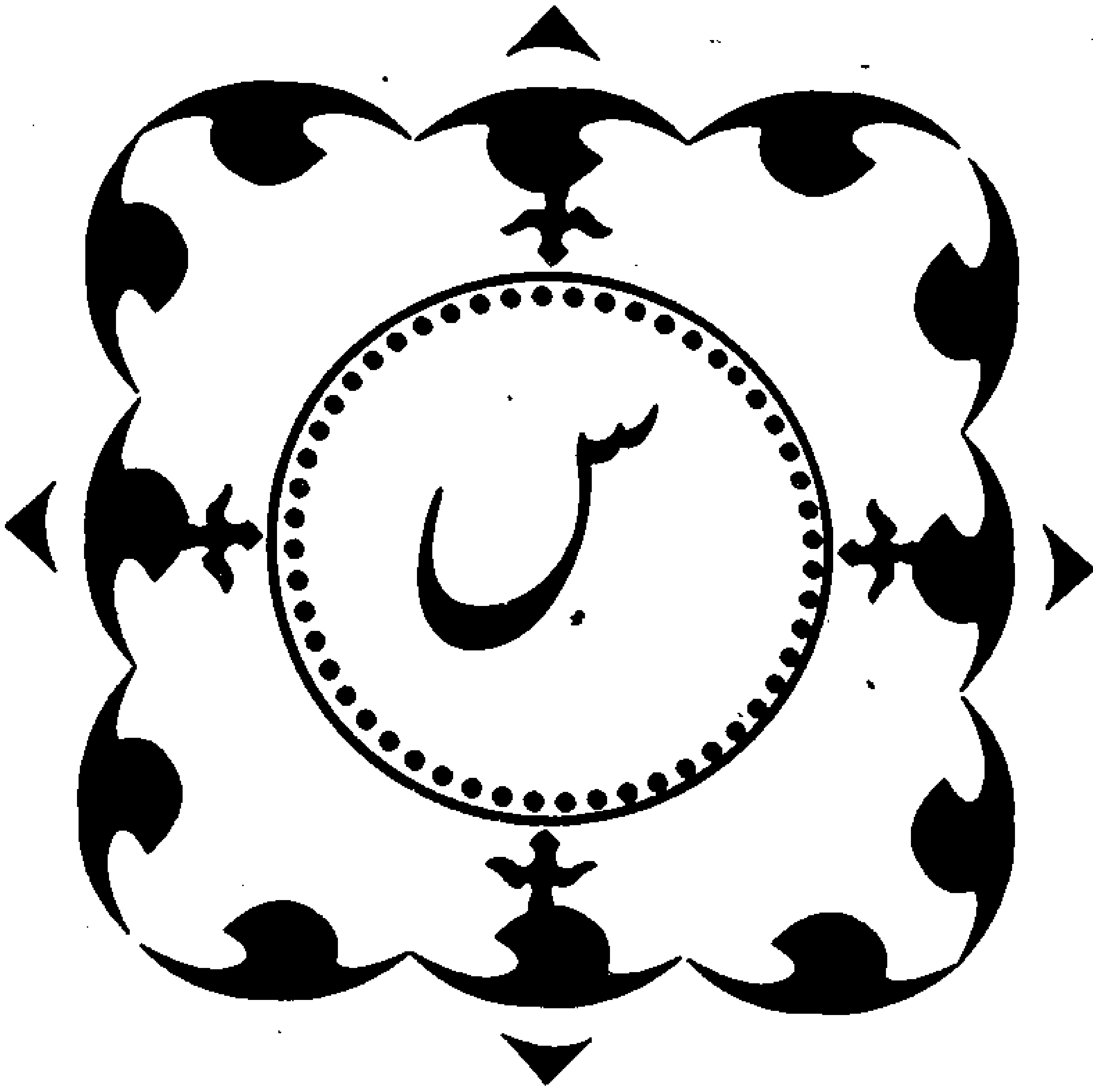
ہے جو بالکل جنگل میں ہے۔ آپ کی شکل مبارک سانولی ہے۔ قد لمبا، سفید چگی داڑھی شریف ہے۔ بہت ہی نحیف اور دبلے ہیں۔ بہت موٹا عربی کرتہ زیب تن ہے، سر پر عمامہ اور اس پر رومال ہے۔ اپنی نیکیوں کا بدلہ پا رہے ہیں۔ مزار مقدس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہے۔ حال کی زیادتی بیان سے باہر ہے، بیس منٹ تک صحبت قائم رہی۔ اس کے بعد ہم آگے چلے یہاں سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے، اس کا نام زبیر ہے۔ یہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مقدس ہے۔ آپ کا رنگ سفید اور رخسار نہایت خوبصورت ہیں، داڑھی مبارک میں بال شریف بہت کم ہیں، قد اوسط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا اکرم ہو رہا ہے۔ روحانیت کے اسقدر مالک ہیں کہ قلم تحریر سے عاجز اور تکلم کی حد سے باہر ہے۔ صرف ۱۲ منٹ کی صحبت میں مالا مال کر دیا۔ اب ہم آگے چلے تھوڑی دور پر اسی قصبے میں ایک قبرستان ہے، جہاں ایک گنبد میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کا رنگ سیاہ ہے، عشق و محبت کے دریا میں غرق ہیں۔ زوار کی طرف توجہ کی بھی فرصت نہیں۔ آپ کی توجہ میں استغراق ہے۔ بعد فاتحہ دریافت کیا کہ یہ برابر میں کس کا مزار ہے، فرمایا: **ھٰذا قبر محمد بن سیرین** ۔ یہ قبر امام محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ کی ہے .... بصرہ سے بغداد شریف .... جب ہم مزار شریف میں داخل ہوئے تو ایک وسیع کمرہ پہلے آیا پھر دوسرا کمرہ آیا جس میں بڑی شان والا، بڑی آن والا حضرت غوث پاک جیلانیؒ کا مزار مقدس ہے۔ آپ کا رنگ سفید، چہرہ نہایت چوڑا چکلا رعبدار ہے، مستغرق فی اللہ ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی توجہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کا فیض اس قدر عظیم ہے کہ مجھے خطرہ ہو گیا کہ میں از خود رفتہ نہ ہو جاؤں، یہ بھی آپ کا کرم ہے کہ ہوش بھی باقی ہیں اور انتہائی فنائیت بھی ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر .... کچھ دیر کے بعد کار نے امامنا امام اعظم صاحب فقہ احناف کے مزار مقدس پر پہنچا دیا یہ کس قدر پر کیف اور سرور بخش مزار ہے کہ بیان کرتے کرتے اور لکھتے لکھتے قیامت آجائے، خوبی ختم نہ ہو، چہرہ مبارک گورا ہے، بہت بوڑھے ہیں، داڑھی مبارک اور سر مبارک کے بال سفید ہیں۔ ہماری قیام گاہ کے قریب ایک بڑا قبرستان ہے اس میں حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ دروازے پر کتبہ لگا ہوا ہے۔ "**ھٰذا مقبرۃ الغزالی**" جب اندر داخل ہوئے تو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی زائر مہینوں سے یہاں نہیں آیا۔ آپ کا فیضان بڑا اکمل ہے۔ جناب کے لمبے بال دونوں شانوں پر پڑے ہیں۔ رنگ گورا، ٹوپی چونچدار، بالکل جوان معلوم ہوتے ہیں۔ شہر دمشق کے مسجد اموی کے سامنے حمیدیہ بازار کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے ہیں۔ سانولہ رنگ، کالی داڑھی شریف، منہ مبارک پر خفیف

چیچک کے داغ ہیں۔ بعد فاتحہ کے جب بازار میں آیا تو اس قدر فیضان ہوا کہ میں حیران رہ گیا۔
(سفرنامہ عراق وشام)

وصال: حضرت قاضی زین العابدین دہلوی نے ۹، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ بمطابق دسمبر ۱۹۷۴ء بعمر ۷۴ سال بوقت ۱۰ بجے شب داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار مقدس قبرستان میوہ شاہ (لیاری) کراچی میں لب سڑک مرجع خلائق ہے۔

[ماخوذ: سوانح حیات قاضی زین العابدین مؤلف مولانا طفیل احمد سلامی (رنچھوڑ لائن) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء اس سوانح کی نقل فوٹو اسٹیٹ الحاج صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کی وساطت سے مہیا ہوئی]




س

مفتی اعظم حضرت علامہ سعد اللہ انصاری

استاد العلماء حضرت مفتی اعظم علامہ محمد سعد اللہ انصاری تقریباً ۱۸۶۴ء میں نیو ہالا (ضلع حیدر آباد) کے انصاری محلہ میں تولد ہوئے۔ (السند)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم ہالا میں حاصل کی اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ تحصیل علم کے بعد وطن واپس ہوئے۔ (تاریخ و ماہ ولادت، اساتذہ کے نام، فراغت کا سن معلوم نہ ہوسکا)

جامع مسجد صدر حیدر آباد کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ علوم دین کے علاوہ مختلف ادیان نجوم اور عروض وغیرہ علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔

مفتی اعظم: ۱۹۰۱ء میں اخبار میں خیر پور ریاست (سندھ) کے لئے سنّی مفتی کی ضرورت کا اعلان جاری ہوا۔ اخباری اعلان پڑھ کر مفتی صاحب کی طرح کئی علماء وہاں تشریف لے گئے۔ لیکن مفتی صاحب کامیاب قرار پائے۔

مفتی صاحب ریاست کی طرف سے ریاست کے لئے ''سنی مفتی اعظم'' مقرر ہوئے۔ قضاء کی شدید مصروفیات کے باوجود درس و تدریس، فتاویٰ نویسی، اور تصنیف و تحقیق کا کام بھی جاری رکھا۔

خیر پور میرس ریاست کے ٹالپر حکمران شیعہ تھا انہوں نے شیعہ کے لئے شیعہ مفتی، مولوی خادم حسین ملتانی کو مقرر کیا ہوا تھا۔ شیعہ مفتی نے اپنی حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عقائد اہلسنت و جماعت کے خلاف اور اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب ''پستول حیدری'' لکھ کر شائع کی۔

علامہ مفتی سعد اللہ انصاری نے ۱۹۳۰ء میں پستول حیدری کی تردید میں لاجواب علمی و تحقیقی شاہکار ''توپ محمدی'' لکھ کر شائع کی۔ کتاب کیا تھی تحقیقات کا نادر نمونہ کہ شیعیت کی تردید خود انہیں کی معتبر و امہات کتب سے کی گئی۔ جس کی اشاعت سے ماتمیوں کے گھروں میں ماتم ایسا چھا گیا کہ ابھی تک ان کے گھروں میں وہی سائے منڈلا رہے ہیں۔ توپ محمدی نے شیعیت کے گھروں کو جڑ سے اکھاڑ کے رکھ دیا گویا یہ ان کے لئے زلزلہ ثابت ہوا۔ اور سیدھے سادھے لوگ شیعیت کے سبائی مذہب سے دور بھاگے۔

نتیجتاً ریاست کے حاکم .... نے مفتی اہل سنت کی مال ملکیت ضبط کر لی، کتاب توپ محمدی پر پابندی عائد کی اور آپ کو شہر بدر کیا گیا۔ اعلان حق کی خاطر آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تمام سختیاں تکالیف برداشت کی لیکن اپنے موقف سے بال برابر بھی نہیں ہٹے۔

ان دنوں انگریز حکومت تھی وائے سرائے نے دونوں کتابوں کو ملاحظہ کیا اور اس کے بعد فیصلہ سنایا کہ: ''پستول حیدری'' کے مصنف نے شرارت کی ہے۔ اور توپ محمدی میں کوئی الزام تراشی نہیں ہے جو بھی دلائل دیئے ہیں وہ مضبوط ہیں انہیں کی کتب سے اصل عبارات کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ ریاستی حکومت کو تنبیہہ کی جاتی ہے کہ پستول حیدری کے مصنف کو سزا دی جائے۔

گورنمنٹ کے اس فیصلہ کے بعد مفتی صاحب کو ضبط کیا ہوا اثاثہ واپس ملا، نوکری بھی بحال ہوئی لیکن آپ نے قبول نہیں کی۔

مدرسہ کا قیام: خیر پور شہر والوں کے تعاون سے مدرسہ قائم کیا جس میں درس وتدریس کے علاوہ ناز ہائی اسکول میں عربی کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ (شریعت سوانح نمبر ۱۹۸۱ء)

حضرت مفتی صاحب پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچ گئے۔ مخالفین کا شروع سے یہ متعصب رویہ رہا ہے کہ انہیں جب منہ کی کھانی پڑتی ہے تو علماء حق پر بزدلانہ حملہ کرتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب اہلسنت وجماعت کے مفتی اعظم اور احناف کے قابل فخر سرمایہ تھے، فقہ میں انہیں سند (اتھارٹی) کی حیثیت حاصل تھی۔

بیعت: سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا پیر عبدالحق نقشبندی درگاہ خنیاری شریف (ضلع نوابشاہ) کے دست اقدس پر بیعت تھے۔

مفتی صاحب، سکندری علماء کے استاد مولانا فقیر محمد صالح قادری مہر (امام جامع مسجد درگاہ شریف راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ) کے استاد تھے۔ مفتی صاحب کو حضرت شمس العلماء پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ کوٹ دھنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے اپنے مدرسہ جامعہ راشدیہ (پیر جو گوٹھ) میں استاد و مفتی مقرر کیا تھا۔ (روشن صبح ص ۱۰۷، السادات اکیڈمی لاڑکانہ)

حضرت مفتی صاحب مستجاب الدعوات تھے، ایک بار خیر پور ریاست میں بارش نہیں ہو رہی تھی جس کے سبب عوام الناس اور جانور بہت متاثر تھے، حضرت مفتی صاحب سے عرض کی گئی آپ نے اعلان کروایا اور مذکورہ تاریخ پر نماز استسقاء (بارش کے لئے نفلی نماز) پڑھائی تو اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے، جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بارش شروع ہوئی اور تین یوم تک مسلسل بارش جاری رہی یہاں تک کہ لوگ بارش سے تنگ آکر آپ کے حضور حاضر ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی اور بارش رک گئی۔

شاعری: حضرت مخدوم امین محمد ثانی صدیقی سہروردی ہالا والے رحمۃ اللہ علیہ جو کہ عمدۃ العارفین، غوث الزمان، قیوم زمان، حضرت سید محمد رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر سائیں بیعت دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد خاص تھے۔ ان کے وصال پر حضرت مفتی محمد سعد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے قطع تاریخ

وصال کہا:

شہ مار دنیا چو تشریف برد | بعقبی شدہ نیز مسند نشین
سروبی دیر گفت ایں نوید | شہنشاہ جنت محمد امین

۱۳۰۳ھ

(تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۱۷۵)

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب قبلہ شاعری میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

اولاد: مفتی صاحب کی نرینہ اولاد بچپن میں فوت ہوگئی، فقط ایک صاحبزادی زندہ رہی جو کہ حکیم حافظ عبدالکریم ہالا والے کے عقد میں آئی اور صاحب اولاد ہے۔

تصانیف: درج ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں اگر جدید طرز پر شائع ہوں تو کیا بات۔

1- توب محمدی۔ ضخامت ۳۲۸ صفحات، کاتب پیرزادہ عبدالرزاق کی کتابت سے بتاریخ ۱۸، رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔

2- ضرب المدارس بجواب واقعة القرطاس (قلمی، نایاب)

3- الدليل المعقول عن كان خليفة الحق بعد الرسول (سندھی)

4- خرافات اہل تشیع حصہ اول و دوم (سندھی)

5- عجالہ در جواب میر حسن علی خان ٹالپر حیدر آبادی (فارسی)

6- جواب الجواب بر کلام مولوی اخلاق حسین (فارسی)

7- سكينة الروح في تذكرة مخدوم نوح (سندھی)

8- بم گولہ در جواب بے ناگ

9- بعض مسائل دینیہ (تمباکو کے متعلق)

10- گلشن ریاضی (سندھی) اور دیگر نامکمل رسائل وغیرہ۔

(محترم سید مخمور بخاری (ہالا) کے مضمون سے ماخوذ السند مارچ ۲۰۰۲ء)

مفتی صاحب اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے اس لئے کافی کتب اپنے قلم سے نقل کی تھیں ان میں سے امام اہلسنت علامہ عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب و رسائل کی کثرت تھی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کثیرہ میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

❁ حضرت مولانا محمد صالح مہر قادری، درگاہ شریف پیر جو گوٹھ سابق صدر مدرس جامعہ راشدیہ

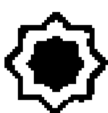
❁ مولانا غلام حیدر شاہ محلہ لقمان خیر پور میرس

- مولوی محمد صدیق سومرو — محلّہ لقمان خیر پور میرس
- مولوی فقیر محمد میمن — محلّہ لقمان خیر پور میرس

وصال: ایک اندازے کے مطابق مفتی صاحب نے ۱۹۴۱ء/۱۳۶۰ھ میں خیر پور میرس میں (ماہنامہ السند مارچ ۲۰۰۲ء) اس فانی دنیا سے انتقال کیا۔ میت کو غسل کے لئے حجرہ سے باہر لائے تو ہلکی بارش ہوئی۔ غسل کے بعد میت کو اندر لایا گیا تا کہ دیدار کرایا جائے تو بارش تھم گئی۔ جب میت کو نماز جنازہ اور دفن کے لئے دوبارہ باہر لایا گیا تو دوبارہ ہلکی بارش ہوئی جو کہ دفن تک جاری رہی۔ یعنی آپ کے انتقال پر انسان تو افسردہ تھے لیکن آسمان بھی رویا بارش کی صورت میں۔ سچ ہے:

موت العالم موت العالم۔ (شریعت سوانح نمبر)

مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری (شاہ پور چاکر) و دیگر احباب کے بقول مفتی سعد اللہ انصاری کی مزار شریف، حضرت پیر رامپوری (متوفی ۱۹۳۶ء) (محلہ سعد آباد خیر پور میرس) کی خانقاہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔ اس محلہ کا اصل نام ''سعد آباد'' ہے جو کہ حضرت مفتی کی جانب منسوب ہے۔

----------------

مولانا حافظ سعید احمد قادری

مولانا سعید احمد بن مولانا نور الحسن، وادی کشمیر کے گاؤں سلوتری ضلع پونچھ میں ۱۹۴۳ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ۱۹۴۷ء میں کشمیر سے پاکستان چلے آئے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے فیصل آباد کے چک نامدار جڑانوالہ میں حافظ غلام قادر سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد جھنگ بازار فیصل آباد میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں داخلہ لیا۔ جہاں آپ نے فقیہ العصر علامہ حافظ احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ اور یادگار اسلاف مفتی محمد امین نقشبندی سے اکتساب فیض کیا۔ معاشی مسئلہ کے سبب تعلیم مکمل نہ کر سکے اور حیدر آباد (سندھ) کا رخ کیا اور مسجد غوثیہ بکرا منڈی میں خدمت پر معمور ہوئے اس کے بعد دل جمعی کے ساتھ دوبارہ تعلیم جاری رکھی۔ مدرسہ احسن البرکات حیدر آباد میں استاد العلماء مفتی خلیل خان برکاتی سے درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ لیکن محدث اعظم نے خاص طور پر آپ کو جامعہ رضویہ فیصل آباد بلایا اور جامعہ کے سالانہ جلسہ میں اپنے دست مبارک سے آپ کی دستار بندی فرمائی۔

بیعت: فیصل آباد میں طالب علمی کے زمانہ میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ حامدیہ میں بیعت ہوئے اور ۱۹۸۱ء میں بریلی شریف حاضری کے وقت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔

مدرسہ کا قیام: اپنے پیرومرشد علامہ ابوالفضل سردار احمد کو لائلپور سے مدعو کیا اور ۱۹۶۲ء میں آپ نے "مدرسہ غوثیہ رضویہ سعیدیہ" کی بنیاد رکھوائی جو کہ اب بکرا منڈی حیدرآباد میں بلند و بالا عمارت کی صورت میں کھڑی ہے۔ دارالعلوم کو اس مقام تک پہنچانے کیلئے آپ نے انتھک محنت اور کوشش فرمائی۔ تاحیات آپ درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ جدید عمارت کا افتتاح ۱۹۹۹ء میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے دست مبارک سے فرمایا، لیکن صد افسوس اس تقریب سے بانی مدرسہ ایک سال قبل اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

خطابت: آپ حیدرآباد کے مشہور و مقبول خطیب تھے۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف اور اعراس بزرگان دین کے موقعہ پر آپ کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا۔ آپ ایک رات میں دو دو تین تین تقریبات میں خطابت فرماتے اور جمعہ میں تاحیات غوثیہ مسجد میں خطاب فرماتے تھے جس میں دور دور علاقوں سے لوگ آپ کا خطاب سننے کے لئے آتے تھے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے تین بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ پہلا حج ۱۹۶۸ء دوسرا حج ۱۹۸۶ء تیسرا حج ۱۹۹۴ء میں ادا کیا۔ ۱۹۸۶ء اور ۱۹۹۲ء میں برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ: ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ چلی، جس میں علماء اہل سنت کے ساتھ حیدرآباد میں آپ نے خوب کام کیا۔

تلامذہ: آپ کے بعض نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا قاری عبدالرشید احمد مہتمم جامعہ امام احمد رضا حیدرآباد۔
- مولانا قاری عبدالغنی سعیدی مہتمم جامعہ السعید بالکلے انگلینڈ
- مولانا حافظ محمد بشیر چشتی خطیب مرکزی جامع مسجد ویکفیلڈ برطانیہ۔
- مولانا قاری محمد امین چشتی خطیب اسلامیہ سینٹر لندن۔
- مولانا حافظ محمد فاضل اظہر خطیب جامعہ اسلامیہ بریڈفورڈ یوکے۔
- مولانا حافظ محمد شفیع صدیقی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ سہنسہ آزاد کشمیر۔
- مولانا قاری خادم حسین چشتی صدر ورلڈ اسلامک مشن اولڈہم برطانیہ۔
- صاحبزادہ مولانا حافظ محمود احمد قادری مہتمم المرکز الغوثیہ ٹرسٹ حیدرآباد وغیرہ وغیرہ۔

وصال: مولانا حافظ الحاج سعید احمد قادری پر ۱۹۸۹ء میں پہلی بار دل کا عارضہ لاحق ہوا اور تکلیف علاج کے باوجود روز بروز بڑھتی گئی لیکن آپ کی خدمت دین میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس

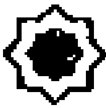
عارضے کی شدت کی وجہ سے آپ ۱۴، شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ/۴، دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ (شب برات) رات ۷:۳۵ پر کراچی کے جناح ہسپتال میں انتقال کیا۔ وصال کے وقت سارا وارڈ خوشبو سے معطر ہو گیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر یہ کلمات طیبات جاری تھے:

یارسول اللہ انظر حالنا   یاحبیب اللہ اسمع قالنا

اننی فی بحر ھم من مغرق   خذ یدی سھل لنا اشکالنا

نماز جنازہ آپ کے دیرینہ ساتھی علامہ عبدالرزاق کشمیری شیخ الحدیث رکن الاسلام حیدرآباد نے پڑھائی۔ آخری آرامگاہ آپ کی وصیت کے مطابق جامع مسجد غوثیہ (اُمید علی روڈ بکرا منڈی حیدرآباد) کے احاطہ میں ہے۔

[مولانا عبدالرزاق سہروردی حیدرآباد اور صاحبزادہ حافظ حامد رضا نورانی نے مولانا مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمود احمد قادری صاحب سے مواد حاصل کر کے فقیر کو بھجوایا۔ فقیر تینوں حضرات کا مشکور ہے]



جرنیل اہلسنت جناب محمد سلیم قادری

بھارت کے شہر گجرات سے نقل مکانی کر کے آنے والے محمد ابراہیم قریشی نے اپنی زوجہ آمنہ بی بی کے ساتھ پاکستان کے شہر کراچی کے علاقے نانک واڑہ پان منڈی میں رہائش اختیار کی۔ انہیں تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ دو بیٹوں کے بعد ایک سعادت مند بیٹا۔ ۱۹۶۰ء میں تولد ہوا جس کا نام محمد سلیم رکھا گیا۔ محمد ابراہیم نے ۱۹۶۸ء میں بلدیہ ٹاؤن کراچی میں رہائش اختیار کی۔

تعلیم و تربیت: آپ کا خاندان مذہبی تھا، بچپن سے صالحین اور علماء اہلسنت کی صحبت میسر تھی۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک آل بلدیہ اسکول بلدیہ ٹاؤن سے پاس کیا۔

بیعت: امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اس لئے قادری کہلائے۔

مبلغ دعوت اسلامی: سلیم قادری کو قدرت نے بچپن سے مسلک کی تڑپ دے رکھی تھی۔ ان میں دینی جذبہ تھا، وہ کچھ کرنا چاہتے تھے انہی دنوں ۱۹۸۰ء میں علماء اہلسنت کی سرپرستی میں تبلیغ قرآن وسنت کے لئے ایک تحریک چلی جو ایک تنظیم "دعوت اسلامی" کی صورت میں نمودار ہوئی۔ اس سے متاثر ہو کر امیر دعوت اسلامی سے بیعت ہوئے اور ۹ برس تک مبلغ بن کر کام کیا۔

خود عمامہ باندھا، سنتوں پر عمل کرنے لگے اور تبلیغ بھی کرتے رہے درس دیا، قافلہ کے ساتھ تبلیغی سفر کیا، گلی کوچوں میں صلوٰۃ وسنت کی دعوت دی۔

انجمن اشاعت اسلام: بلدیہ ٹاؤن سعید آباد میں چند نوجوانوں کو جمع کر کے انجمن اشاعت اسلام کے نام سے تنظیم قائم کی۔ اس کے تحت لائبریری کا قیام عمل میں آیا، مدرسہ لگنے لگا، اور دینی کتابوں کی مفت اشاعت ہونے لگی۔ جہاں سے آخر یہ جنگ کیوں؟، اسوہ حسنہ از: مولانا حشمت علی خان لکھنوی، اچھا برتاؤ وغیرہ کتابچے شائع ہوئے۔

جمعیت علماء پاکستان: ۱۹۸۰ء کو احباب کے اسرار پر اپنے اہل خانہ کے ہمراہ سعید آباد بلدیہ ٹاؤن میں رہائش اختیار کی۔ اس کے بعد جمعیت علمائے پاکستان میں کام کرنے لگے اور ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں جمعیت کی پارلیمانی کمیٹی نے محمد سلیم قادری کو بلدیہ ٹاؤن سے صوبائی الیکشن کے امیدوار کا ٹکٹ دیا۔

۱۹۸۹ء کو سلیم قادری کے والد محمد ابراہیم قریشی کا انتقال ہوا۔

سنی تحریک کا قیام: سلیم قادری کے دل میں مسلک کے لئے تڑپ تھی، وہ کچھ کرنا چاہتے تھے، یہی تڑپ انہیں مختلف پلیٹ فارم پر لے گئی، لیکن انہیں تسلی نہ ہوئی وہ جس انداز میں تحریک چلانا چاہتے تھے وہ ادارے موزوں نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے اہلسنت و جماعت کے غیور نوجوانوں کی جماعت تیار کی جو آگے چل کر "سنی تحریک" کے نام سے وجود میں آئی۔ اس پلیٹ فارم سے وہ اپنے انداز میں کام کرنے لگے اغراض ومقاصد کے تحت منزل کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ حقوق اہلسنت کے حصول کی جنگ عمر بھر لڑتے رہے، کبھی بھی اپنے منشور سے نہیں ہٹے۔

سنی تحریک کے قیام کا خیال کیوں آیا؟ اس سوال کے جواب میں ایک انٹرویو میں سلیم قادری نے اس طرح جواب دیا: سنی تحریک کا پانچ سال پہلے آغاز کیا...... میرے نزدیک ایک ایسی ٹیم تیار کرنا تھا جو جہاں جیسی ضرورت ہو ویسا ہی جواب دے سکے، ایک ایسی تنظیم جو روایتی تنظیموں سے ہٹ کر ہو جو قانونی طور پر بھی کاروائی کریں اور مساجد کی انتظامیہ سے رعب و دبدبہ سے بھی بات کریں۔ تاکہ وہ بات سن کر عمل کریں۔ اس تحریک کے قیام کے پیچھے بہت سارے عوامل تھے۔ باطل فرقوں کا اہلسنت کے حقوق غضب کرنا، مساجد اہلسنت پر قبضے، مزارات اہلسنت پر قبضے، نصاب تعلیم کو دیکھا تو وہاں تحریک پاکستان میں کام کرنے والے علماء اہلسنت کا ذکر نہیں ملتا، حکومت کے قبضہ میں جو مزارات اولیاء اللہ ہیں ان کے نذرانہ کی رقم ان بزرگوں کی تعلیم پر خرچ نہیں ہوتی بلکہ مخالفین ان پر پلتے ہیں۔ پچاس برس سے ہم امن کے نام پر مار کھا رہے ہیں۔ ایسے بے شمار مسائل تھے جنہوں نے سنی تحریک کے

قیام پر مجبور کر دیا۔ مسلک کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں ہونے والی زیادتی کے خاتمہ کے لئے میں ہر شعبے میں بیداری چاہتا ہوں۔

آپ نے سنی تحریک کے مقاصد میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے؟ آپ نے جواب میں بتایا:
سنی تحریک جو مقاصد لے کر چلی تھی ان میں کامیاب ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت جو پہلے اہل سنت کو کچھ نہیں سمجھتی تھی آج ہر معاملے میں ہماری رضامندی کو ضروری سمجھتی ہے۔ کراچی میں تعلیم کے شعبے میں بہت فائدہ ہوا ہے اور کراچی کے تعلیمی اداروں میں سنی لوگوں کو ترجیحی بنیادوں پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ اخبارات جو ہمارے خلاف مواد شائع کرتے رہتے تھے اب ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مولوی فضل الرحمن دیوبندی کے انتخابی حلقہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ۱۲، ربیع الاول کو دیوبندی جلوس نکالتے تھے مگر سنیوں کو جلوس نکالنے کی انتظامیہ اجازت نہیں دیتی تھی گذشتہ سال وہاں پہلی بار عید میلاد النبی ﷺ پر جلوس نکالا گیا، اسی طرح ہم نے کئی اپنی مساجد مخالفین کے قبضہ سے خالی کرالیں ہیں۔

(انٹرویو: ماہنامہ اخبار اہلسنت لاہور اکتوبر ۱۹۹۷ء)

خطابت: آپ سنی تحریک کے نہ صرف قائد تھے بلکہ پر جوش خطیب بھی تھے آپ کی تقریر روایتی تقریر نہیں تھی بلکہ ایک درد دل کا پیغام تھا۔ آپ کا خطاب اذہان کو جنجھوڑنے والا آلہ تھا۔ غافل لوگوں کو بیدار کرنے والا ولولہ تھا، ملک کے جس بھی علاقے میں گئے سنیت کا درد بانٹتے رہے، غیرت مند نوجوانوں کا قافلہ در قافلہ تیار کرتے رہے۔ انہیں متحد کیا منظم کیا، ان میں سنی سوچ بانٹی، بلکہ انہیں عزت سے جینے کا قرینہ سکھایا۔ نورانی رحمت مسجد بلدیہ ٹاؤن سیکٹر ۱۹ ڈی میں ۱۴ سال فی سبیل اللہ خطاب کیا۔

قائد سنی تحریک کی تقریر کا ایک انداز ملاحظہ کیجئے:
اے سنیت کا درد رکھنے والو! کیا تم چاہتے ہو کہ مقام عظمت مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ ہو، مقام عظمت صحابہ کا تحفظ ہو، مقام عظمت اولیاء کا تحفظ ہو، حقوق اہلسنت کا تحفظ ہو، تمہاری مساجد کا تحفظ ہو۔ ایک سنی کو زخم آئے چاہے وہ کسی شہر کا رہنے والا ہو تو پاکستان میں بسنے والا ہر سنی اس زخم کو اپنا زخم سمجھے اور اس ظلم کے خلاف سراپا احتجاج بن جائے تو سنو! اے سنیت کا درد رکھنے والو! تمہیں بیدار ہونا ہوگا۔ حقوق اہلسنت کی اس جنگ میں تکالیف کا سامنا ہوگا کیونکہ تحریکیں پھولوں کا بستر نہیں ہوتیں کانٹوں کی سیج ہوتی ہیں۔ اس راہ میں اپنی جان کا نذرانہ بھی دینا ہوگا۔ سرکار مدینہ ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ہمیں بڑی سے بڑی قربانیاں دینی ہیں۔ ہو سکتا ہے میں بھی اس راہ میں مارا جاؤں مگر اے سنیت کا درد رکھنے والو! اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیئے گئے اس مشن کی خاطر ہاں ہاں جناب! اعلیٰ حضرت کی روشن کی گئی شمع کی خاطر ہمیں اپنا سب کچھ قربان کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے ہم اس

راہ میں آپ سے جدا ہو جائیں مگر تمہیں اس مشن کی تکمیل کے لئے جدوجہد جاری رکھنی ہوگی تو کیا اے سنیت کا درد رکھنے والو! تم اس جدوجہد میں ہمارا ساتھ دو گے۔ تو ہر طرف سے اس طرح جواب آنے لگے۔

سلیم بھائی قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں
جوانیاں لٹائیں گے مسجدیں بچائیں گے

وصال: ۲۳، صفر المظفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۸، مئی ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک قائد سنی تحریک محمد سلیم قادری نے نورانی رحمت مسجد بلدیہ ٹاؤن میں نماز جمعہ کی امامت کے لئے تیاری کی، غسل کیا، سفید لباس زیب تن کیا، سر پر عمامہ کا تاج سجائے بعض رشتہ داروں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے نکلے۔ ایک بج کر ۳۵ منٹ سیکٹر ۱۹ ڈی پر ایک بڑا اسپیڈ بریکر آیا، اب کیا ہو گیا کہ آناً فاناً چاروں طرف سے گولیاں چلائی گئیں سلیم قادری نے اپنے کمسن بچوں بلال رضا قادری و اویس رضا قادری کو سیٹ کے نیچے پاؤں میں جھکا دیا اور اپنے سینے کو آگے کر دیا اور سلیم قادری گولیوں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (ماہنامہ سنی ترجمان ۲۰۰۱ء خصوصی شمارہ)

غیرت کا درس تیرا، غیرت کا تو امام
مذہب کا تو مجاہد، شمشیر بے نیام

دوسرے روز بعد نماز مغرب عیدگاہ قصابان (ایم اے جناح روڈ) کی شاہراہ پر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کی امامت تحریک کے سینئر رہنما افتخار بھٹی نے کروائی۔ نماز جنازہ میں سنی تحریک کے کارکنان، عوام اہل سنت کے علاوہ اہل سنت و جماعت کی مقتدر شخصیات نے شرکت کی۔ مثلاً: علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ شاہ تراب الحق قادری، پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا حسن حقانی، مفتی محمد جان نعیمی، مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، سید عبدالقادر شاہ صاحب (دعوت اسلامی کے نگراں) وغیرہ کے علاوہ سنی، سیاسی و رفاہی تنظیموں کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ سلیم قادری اور ان کے رفقا کو اہل سنت خدمت کمیٹی ہسپتال (سعید آباد بلدیہ ٹاؤن کراچی) کے صحن میں دفن کیا گیا۔ جہاں روضہ تعمیر ہوگا۔ رفاہی سلسلہ میں سلیم قادری شہید نے "اہل سنت خدمت کمیٹی" قائم کی تھی جس کے زیر اہتمام ہسپتال سعید آباد میں تعمیر کروایا تھا ہسپتال کی میت گاڑیاں اور ایمبولنس آج بھی خدمت خلق میں پیش پیش ہیں۔

میں وہ سنی ہوں "جمیل قادری" مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا، الصلوٰۃ والسلام

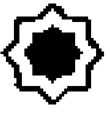
محترم طارق سلطانپوری نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

وہ محمود اشرار تھا خیر فطرت — وہ اک روشنی جس سے خائف تھی ظلمت

تگ و تاز کا اس کی مقصود یہ تھا — جہانگیر ہو عظمت اہل سنت
تڑپ، پیچ و تاب اضطراب مسلسل — سراپا وہ تحریک جہد و جسارت
زیادہ ہو جاہ و حشم اہل حق کا — بڑھے اور بھی عزت اہل سنت
تلافی بظاہر ہے دشوار اس کی — ہوا ہے جو افسوس نقصان ملت
رکھا جائے گا یاد بزم وفا میں — وہ مرد بلند ہمت و پاکِ طینت

زروئے "مجاہد" سن وصل اس کا
کہا "پیکر جرأت اہل سنت۔"

۱۴۲۲:۱۳۸۲+۴۰ھ



مولانا سعداللہ خان چانڈیو

استاذ العلماء علامہ مولانا سعداللہ خان چانڈیو گوٹھ ستانی چانڈیو تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قرآن مجید ناظرہ ملا پیر بخش سے پڑھا، گوٹھ بہادر پور میں سید وریل شاہ کے پاس فارسی پڑھی۔ اس کے بعد رہڑو شریف کی نامور دینی درسگاہ میں داخلہ لے کر استاذ العلماء سند الکاملین حضرت مولانا محمد صالح مہیسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: شیخ طریقت ولی کامل حضرت پیر سید محمد پناہ عرف پنھل شاہ راشدی قدس سرہ درگاہ پیر جو گوٹھ (بٹ سرائی تحصیل میہڑ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔ (بروایت احمد خان آصف مصرانی مرحوم)

درس و تدریس: بعد فراغت گوٹھ ستانی چانڈیو میں دینی درسگاہ قائم فرمائی اور تاحیات درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ دور دراز سے علم کے پیاسے دولت خانہ پر پہنچے اور سیراب ہو کر گئے۔

تلامذہ: آپ سے کثیر تعداد میں طلباء نے استفادہ کیا۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- علامہ حافظ تاج محمد کھوکھر و — گوٹھ کڑیو غلام اللہ
2- زمیندار غلام رسول خان چانڈیو
3- زمیندار میر تاج محمد خان چانڈیو
4- زمیندار در محمد خان برڑو

مولانا سعد اللہ کو ایک بیٹی اور دو بیٹے تولد ہوئے:

اولاد: 1- عبداللہ 2- مولانا عبدالرحمٰن ستانی چانڈیو

وصال: مولانا سعد اللہ نے ۱۷، نومبر ۱۹۱۷ء کو انتقال کیا۔ مخدوم شمیر فقیر چانڈیو کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

[ماخوذ: سندھ جو شمالی کا چھو مطبوعہ ماڈو سندھ ۲۰۰۰ء]

قاضی سعید الدین فاروقی نظامی

مولانا قاضی سعید الدین احمد بن قاضی امین الدین بن قاضی نادر علی فاروقی یکم شعبان المعظم ۱۲۹۲ھ بمطابق ۲، ستمبر ۱۸۷۵ء بروز جمعرات قصبہ گھاٹم پور ضلع کانپور یو پی (انڈیا) میں تولد ہوئے۔ سلسلہ نسب بتیس (۳۲) پشتوں کے بعد امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ کے جدامجد حضرت قاضی سراج الدین، زنجان میں جہاں سرزمین حجاز مقدس سے نقل مکانی کے بعد آپ کا خاندان گذشتہ چند پشتوں سے آباد تھا اور فرح و زنجان کی امارت اور شیخ الشیوخ کے عہدوں پر فائز المرام تھا، بوجوہ نقل مکانی کر کے ۵۹۸ھ/۱۲۰۲ میں قطب الدین ایبک کے عہد حکومت میں بحیثیت مورث اعلیٰ وارد ہند ہوئے۔ مورث اعلیٰ قاضی سراج الدین سے قبل انفرادی حیثیت سے آپ کے جدامجد حضرت شیخ حسن زنجانی بغرض تبلیغ واشاعت دین ہند تشریف لا چکے تھے اور شہر لاہور میں اقامت گزین تھے۔ آپ منصب ولایت پر فائز اور اپنے وقت کے نامور ولی اللہ تھے۔ حضرت شیخ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس آج بھی لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

قاضی سراج الدین نہایت متبع شریعت اور صاحب ورع (تقویٰ) بزرگ تھے۔ فرخ و زنجان کے امیر وکبیر اور شیخ الشیوخ ہونے کے علاوہ آپ کو خاندان قادریہ میں براہ راست خلافت باطنی حضرت غوث الاعظم دستگیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے اور سلسلہ شہروردیہ میں حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی قدس سرہ سے حاصل تھی جیسا کہ اس کا تفصیلی ذکر "مجالس الابرار" مصنفہ مولانا جامی اور ظہرت نامہ مصنفہ حضرت ابوالقاسم گرگانی میں درج ہے۔

شہر کانپور کے قریب علاقہ جاجمو کے راجہ جاج کی سرکوبی کے لئے آپ کو فوج کشی کرنا پڑی جس کی قیادت خود آپ نے فرمائی لیکن دوران مہم آپ کو بہ تائید غیبی یہ معلوم ہوا کہ قلعہ کی فتح آپ کے بیٹے

علاؤالدین کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس لئے آپ نے انہیں طلب فرمایا اور یہ بشارت سناتے ہوئے علم انہیں عنایت فرمایا۔ ابھی مہم جاری تھی کہ آپ نے ۱۵، رجب المرجب ۵۹۸ھ/ ۹، اپریل ۱۲۰۲ء ایک سو سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ وہیں جاجمئو میں آپ کی تدفین ہوئی۔ قطب الدین ایبک جو اس مہم میں آپ کا معاون اور عقیدت مند تھا، اس نے تین بار کوشش کی کہ آپ کا پختہ مزار و مقبرہ تعمیر کرائے لیکن تینوں بار عمارت گر گئی تا آنکہ آپ کی بشارت پر تعمیر روک دی گئی۔ البتہ ایک وسیع چبوترہ میں مزار شریف اور ساتھ ہی ایک مسجد شریف اور کچھ فاصلہ پر عیدگاہ کی تعمیر کرادی گئی۔

مولانا سید الدین خواجگی کے چار فرزندگان میں سے ایک قاضی تاج الدین نے قصبہ گھاٹم پور ضلع کانپور کو اپنا مسکن بنایا اور تبلیغ و رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ کی اولاد امجاد نے نسل در نسل اسی سلسلہ کو جاری رکھا اور آگے چل کر اسی قصبہ میں قاضی سعید الدین پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: وقت کے مشاہیر علماء کی زیر سرپرستی حصول علم کی جدوجہد جاری رکھی بالآخر فارغ التحصیل ہوئے۔ دینی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

بیعت و خلافت: سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ نظامیہ، فخریہ صابریہ و نقشبندیہ میں آپ نے جن مشائخ سے اکتساب فیض کیا اور خرقہ و خلافت سے مشرف ہوئے ان میں سے (۱) حضرت نور محمد قادری فتح پوری (۲) مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (۳) حضرت مولانا نور محمد محبوب قلندر دہلوی ثم نیاولی (۴) حضرت مولانا شرف الدین فاروقی صابری (۵) اور حضرت مولانا کریم الدین قادری وغیرہ مشہور ہیں۔

عہدہ قضاء: دستاویزات و فرامین سلاطین ہند وغیرہ مظہر ہیں کہ علاقہ مسکونہ میں آپ کے آباء و اجداد کرام ہمیشہ منصب عہدہ قضا پر نسل در نسل فائز رہے، چنانچہ آپ بھی پاکستان نقل مکانی تک اس خدمت پر مامور رہے۔

خطابت و امامت: جمعہ و عیدین کے مواقع پر خطابت و امامت کے منصب پر بھی آپ پاکستان نقل مکانی تک فائز المرام رہے۔

کسب معاش: اپنے اکابرین کی طرح ہمیشہ تبلیغ و اشاعت دین اور شکستہ دلوں کی دستگیری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے، مگر اس کے بدلے مالی مفادات کا حصول عار جانتے۔ ابتداءً سرکاری ملازمت سے منسلک ہوئے اور کورٹ آف وارڈز میں بحیثیت ضلعدار فرائض منصبی ادا کرتے رہے لیکن بعض خوارق کے ظہور کی وجہ سے ملازمت کو خیر باد کہہ کر موروثی اراضی کی کاشت پر قانع ہوگئے اور اسی سے اپنی اور اہل و عیال کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

استغناء: تمول پسندی کبھی مزاج نہیں رہا۔ نہ کبھی اہل تمول کی صحبت پسند فرمائی۔ اہل ثروت واقتدار کی آمد سے کبھی خوش نہ ہوئے بلکہ بادل ناخواستہ ان سے ملتے یا اجازت دیتے۔

معمولات شب وروز: آخری تہائی رات سے فجر تک مصروف عبادت رہتے۔ جس میں طویل مراقبہ بھی شامل ہوتا۔ بعد نماز بھی اوراد واشغال کا سلسلہ جاری رہتا۔ البتہ طلوع آفتاب کے بعد اگر موقعہ میسر آتا تو قدرے آرام کر لیتے۔ دلائل الخیرات، دعائے حزب البحر، دعا سریانی، حرز یمانی، دعائے سیفی، دعا مغنی، دعا حیدری، درود مستغاث، دعا کن فیکون، تکسیر عاشقان، حرز سعیدین، اذکار واشغال سلاسل عالیہ، اسمائے حسنیٰ اور شجرات سلاسل وغیرہ روزمرہ معمولات میں شامل تھیں۔

اولاد: آپ کو چھ (۶) بیٹے تولد ہوئے:

1- حافظ محمد احمد فاروقی (مرحوم) 2- قاضی بشیر احمد

3- رفیق احمد (مرحوم) 4- قاضی شفیع احمد

5- صاحبزادہ قاضی شفیق احمد فاروقی مدنی (سجادہ نشین) 6- وصی احمد (مرحوم)

خلفاء: ہندوپاک میں آپ کے درج ذیل خلفاء مصروف عمل ہیں:

انیس مجتبیٰ زبیری، حاجی شبراتی میاں، پروفیسر خواجہ منظور احمد، سید نجیب اللہ قادری، سید غلام محمد رضوی، صوفی مولانا محمد صدیق، شیخ محمد الیاس سرشار، صوفی عبدالمجید، مولانا سید مشتاق احمد، مولانا سید عبدالخالق، مولانا عبدالستار، محمد حبیب وغیرہ

شاعری: آپ کو ذوق شعروشاعری بھی یوں تو وراثتاً ہی ملا تھا لیکن شعر گوئی کا یہ ذوق مروجہ غزل سرائی یا مشاعرہ وداد وتحسین سے بہت بالاتر تھا۔ جو کچھ تھا، حال تھا۔ واردات قلبی کو بیان کرتے پھر جب دل چاہتا تو کسی سے پڑھوا کر اپنا کلام ترنم کے ساتھ سماعت فرماتے۔

تصنیف وتالیف: نثر ونظم میں آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

✿ مجمع انشائے فیض	تصوف	غیر مطبوعہ
✿ حیات السعید	کلام منظوم	مطبوعہ
✿ مناجات سعید	منظوم	مطبوعہ
✿ گوہر عقیدت حصہ اول	کلام منظوم	مطبوعہ
✿ گوہر عقیدت حصہ دوم	کلام منظوم	مطبوعہ
✿ گوہر عقیدت حصہ سوم	کلام منظوم	غیر مطبوعہ
✿ وصیت نامہ	ہدایا و وصایا	غیر مطبوعہ

منظوم مجموعہ کلام توحید باری تعالیٰ، نعت سرور کائنات ﷺ اور مناقب اولیاء اللہ پر مشتمل ہے۔ اور یہ سب کچھ تصوف کے رنگ میں ہے۔ غزل، مخمس، مسدس، مثنوی، رباعی اور قطعہ غرض یہ کہ ہر اسلوب بیان موجود ہے۔ کلام کا تقریباً چوتھائی حصہ فارسی میں ہے اور بقیہ حصہ اردو میں، نیز کچھ کلام ہندی (پوربی) میں ہے۔ من حیث المجموع کلام میں بے ساختگی اور وارفتگی کے ساتھ ساتھ زبان وادب کی چاشنی بھی پوری طرح جلوہ گر ہے۔

پاکستان میں قیام: تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۰ء میں آپ نے سفرِ حج سے واپس آ کر ترک وطن کر کے باب الاسلام سندھ (پاکستان) میں تشریف لے آئے اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔ اس طرح آپ نے پاک سرزمین پر فقط نو سال کا مختصر عرصہ مقیم رہ کر انتقال کیا۔

ارشادات:

1- فرمایا: محض قیل وقال سے کیا فائدہ میکدۂ مذاق میں آؤ۔ معلوم ہوا کہ ابھی تک مطلوب کوئی اور ہے، ذرا غور تو کرو کہ دعویٰ تو خدا پرستی کا اور سر میں سودا کسی اور کا ہے یہی شرک حقیقی ہے اور یہی حجاب عظیم۔

2- فرمایا: فقیر وہ ہے جو دنیا کی طرف ملتفت نہ ہو۔ نہ عقبیٰ پر راضی ہو اور نہ کفایت کرے، مگر اپنے مولیٰ پر۔

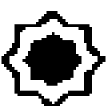
3- فرمایا: نماز خشوع و رجوع الی اللہ کا نام ہے۔ یہ بھی کوئی نماز ہے کہ تن تو نماز میں ہو اور دل نیاز دوست سے غافل ہو۔

4- فرمایا: بندگی یہ ہے کہ جو اس کا آقا کھلائے کھائے، جو پہنائے پہن لے تاکہ آقا راضی رہے۔ یہ بھی کوئی بندگی ہے کہ ہم چاہیں کہ سب کام ہماری مرضی سے سرانجام پائیں۔

5- وصال سے قبل دونوں ہاتھ اٹھا کر پوچھا میرے ہاتھوں میں کیا ہے کہا گیا کہ کچھ نہیں فرمایا: دنیا سے جو بھی جاتا ہے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ نہ کوئی کچھ لے کر آتا ہے اور نہ دنیا سے کچھ لے کر جاتا ہے۔ یہاں کا سب یہیں رہ جاتا ہے، جو ساتھ جاتا ہے وہ نیک عمل ہے مگر جو خالص ہو۔

وصال: مولانا قاضی سعید الدین فاروقی نظامی نے ۱۲، ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ/ ۱۶، اکتوبر ۱۹۵۹ء بروز جمعہ بوقت شام اذان مغرب کے ساتھ ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی میں گلزار سعیدیہ مسجد میں آپ کی خانقاہ مرجع خلائق ہے۔

[۱۸، جولائی ۲۰۰۴ء بروز اتوار گلزار سعید مسجد و خانقاہ جانا ہوا جہاں ان کے خلف سے مجلہ گلزار سعیدیہ مطبوعہ کراچی ۱۴۲۴ھ دستیاب ہوا، جس سے یہ مضمون تیار کیا گیا۔]



علامہ سیماب اکبر آبادی

قادر الکلام شاعر و عالم مولانا عاشق حسین صدیقی المعروف سیماب اکبر آبادی بن مولانا محمد حسین صدیقی، اکبر آباد (انڈیا) میں جمادی الاخر ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۰ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے گھر کا ماحول دینی روحانی تھا، اس لئے تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا اپنے والد ماجد سے دینی تعلیم حاصل کی اس کے بعد وقت کے مشاہیر علماء سے اکتساب فیض کیا ان میں سے حضرت مولانا جمال الدین سرحدی کا نام نمایاں ہے۔

شاعری کا اعلیٰ ذوق اور صلاحیت انہیں اپنے والد سے ورثے میں ملی تھی، کچھ ان کی اپنی کاوش و جفاکشی تھی۔ فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ وارثیہ میں حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ متوفی ۱۹۰۴ء (دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی، یوپی، انڈیا) سے بیعت ہوئے۔

ذریعہ معاش: آپ نے ذریعہ معاش کے لئے ریلوے میں ملازمت اختیار کی۔ ملازمت کے دوران ہی مقامی اور بیرونی مشاعروں میں شرکت اور صدارت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، اس وقت کے موثر رسائل و جرائد میں آپ کا کلام خصوصی امتیاز کے ساتھ شائع ہوا کرتا تھا۔ دادا صاحب کی وفات کے بعد بہت بڑے کنبے کی کفالت کا تمام تر بار آپ کے کاندھوں پر آپڑا تھا، لہٰذا ۱۹۲۲ء کو ریلوے کی ملازمت سے مستعفی ہو کر مستقلاً آگرے (اکبر آباد) آگئے اور اپنا ادبی ادارہ " قصر الادب " قائم کر کے تصنیف و تالیف کا باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ دادا صاحب کا قائم کیا ہوا ایک چھوٹا سا کتب خانہ تھا اس میں مقدور بھر توسیع کی۔ قصر الادب کا ذیلی ادارہ " دار التصنیف " قائم کیا جو کفالت کا بہترین ذریعہ بن گیا۔ اور بہت جلد قصر الادب مرکز فیض بن گیا۔

شادی و اولاد: آپ نے انڈیا میں ۱۹۰۰ء کو سکینہ بیگم سے عقد مسنون کیا۔ جس میں سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

حسینہ خاتون، شمشاد حسین منظرؔ، جمیلہ خاتون، اعجازؔ حسین اعجاز، سجاد حسین، مظہرؔ حسین مظہر صدیقی مرحوم۔ والد کے انتقال کے بعد مظہر صدیقی نے والد کے مشن کو جاری رکھا ناظم آباد میں " سیماب اکیڈمی " قائم کر کے والد کی گرانقدر کتب کو طباعت کے زیور سے آراستہ کر کے مطالعہ کی میز تک پہنچائیں، اس کے علاوہ علماء دانشور اور مشاہیر امت کے تاثرات بھی ہر کتاب کے ساتھ شائع کئے۔ علاوہ ازاں مظہر صدیقی نے ماہنامہ پرچم کا " تعزیت نمبر " شائع کیا تھا جس میں بھی ہند و پاک کے

علماء، مشائخ، دانشور، شعراء اور مشاہیر کے تاثرات، مناقب اور تاریخی قطعات درج ہیں۔

پاکستان میں آمد: ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا اور اگست ۱۹۴۸ء کو سیماب انڈیا سے پاکستان کراچی تشریف لائے اور ۱۹۵۱ء کو انتقال کیا اس طرح وہ سرزمین پاک میں فقط تین سال زندہ رہے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ کی زندگی قصر الادب آگرہ میں علم و ادب کی خدمت میں بسر ہوئی۔

تلامذہ: قصر الادب سے نہ جانے کتنے حضرات میں شاعری کا ذوق ابھرا، نہ جانے کتنے لوگ صاحب دیوان بن گئے اور نہ جانے کتنے گمنام لوگوں کو شہرت دوام مل گئی، تلامذہ کا مجموعہ روز بروز بڑھتا گیا۔ ایک اندازے کے مطابق ڈھائی ہزار تلامذہ نے آپ سے استفادہ کیا۔

صحافت: سیماب مرحوم کا کلام بے شمار اخبارات و رسائل میں شائع ہوا اور بہت سارے اخبارات و رسائل ان کی ذات کی وجہ سے وجود میں آئے ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

زیر ادارت: ماہنامہ مرصع، ماہنامہ پردہ نشین، ہفت روزہ ریاست، ہفت روزہ آگرہ اخبار، زیر ادارت و نگرانی میں جاری رہے۔

ذاتی رسائل و جرائد: ماہنامہ پیمانہ، ماہنامہ ثریا، ہفت روزہ تاج، ماہنامہ شاعر، ماہنامہ کنول، سہ روزہ ایشیا، ماہنامہ پرچم کراچی۔ وغیرہ

تحریک پاکستان: سیماب نے ۱۹۳۰ء کو ایک نیا رسالہ "شاعر" آگرہ سے جاری کیا، اسی کے ساتھ ہفت روزہ "تاج" کا اجراء عمل میں آیا۔ ماہنامہ شاعر خالص ادبی و شعری رسالہ تھا اور ہفت روزہ "تاج" علمی ادبی اور سیاسی پرچہ تھا جو چار پانچ سال مسلسل شائع ہونے کے بعد کانگریس حکومت کے عتاب کی نذر ہو گیا۔

۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۸ء تک کا عرصہ تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے کس قدر صبر آزما اور حوصلہ شکن رہا تھا باخبر بخوبی جانتے ہیں۔ ادبی دنیا پر بھی ایک جمود سا طاری رہا، وسوسوں اور تذبذب کے سوا کچھ اور تھا ہی نہیں، کسی نہ کسی طرح قصر الادب کا تھوڑا بہت کام چل رہا تھا۔ ماہنامہ شاعر کبھی وقت پر اور کبھی تاخیر سے شائع ہوتا رہا۔ اس عالم میں بھی سیماب مرحوم کا قلم مسلسل چلتا رہا وہ اپنی قومی نظموں کے ذریعہ قوم کو آزادی کا پیغام دیتے رہے، صلح و آشتی کا پرچار کرتے رہے، مسلمانان ہند کو ان کا وقار اور ان کے اسلاف کے مسلک سے آشنا کرتے رہے، گو انہوں نے خود عملی طور پر سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا مگر اپنے اعلیٰ سیاسی شعور و تدبر کو اپنی تخلیقات کے ذریعے اکابرین تک پہنچاتے رہے جو مسلمانوں کے تحفظ اور وقار کے لئے شمع آزادی روشن کرنے کی جدوجہد میں مسلسل کوشاں اور مصروف تھے۔

(ماخوذ: لوح محفوظ: پیش لفظ، مطبوعہ سیماب اکیڈمی)

تصنیف وتالیف: آپ کی نظم ونثر میں چھوٹی بڑی تصانیف وتالیفات کی تعداد ۲۸۴ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ان میں سے بعض مشہور ومعروف تخلیقات کا تعارف درج ذیل ہے۔

- وحیِ منظوم: قرآن مجید کا مکمل منظوم اردو ترجمہ مع تشریح، سیماب اکیڈمی کراچی نے نومبر ۱۹۸۱ء کو شائع کیا۔ دورانِ طباعت ہی صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے اس منفرد منظوم ترجمہ کو "ہجرۃ ایوارڈ" دیا۔ (تین جلدیں)
- سازِ حجاز: روح پرور نعتیہ کلام مطبوعہ سیماب اکیڈمی کراچی ۱۹۸۲ء
- ستونِ کعبہ: شہداء کربلا کو خراجِ عقیدت
- دستور الاصلاح: فنِ اصلاح پر مشتمل ہے، آٹھواں ایڈیشن ۱۹۴۶ء کو شائع ہوا۔
- الہامِ منظوم اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم: مولانا فیروز الدین مالک فیروز اینڈ سنز کی فرمائش پر مکمل ترجمہ کیا جو کہ ۶ جلدوں میں شائع ہوا۔ مولانا نے پیش لفظ میں لکھا: یہ "مشکل کام کسی بڑے سے بڑے شاعر کے بس کی بات نہ تھی"۔
- سیرت النبی ﷺ (نثر): تاج کمپنی لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر شیخ عنایت اللہ کی فرمائش پر تحریر کی۔ مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان
- کلیمِ عجم: پہلا دیوان جو کہ ۱۹۳۶ء کو شائع ہوا اس میں ان کے وہ چودہ خطبات بھی شامل ہیں جو کہ مختلف مشاعروں میں بحیثیت صدر پڑھ چکے تھے۔
- کارِ امروز: نظموں کا پہلا مجموعہ ۱۹۳۶ء کو آگرہ سے شائع ہوا۔
- سدرۃ المنتہیٰ: غزلوں کا دوسرا دیوان شائع ہوا۔
- ساز و آہنگ: نظموں کا خوبصورت مجموعہ شائع ہوا۔
- شعرِ انقلاب: نظموں کا خوبصورت مجموعہ شائع ہوا۔
- قائد کی خوشبو: قائد اعظم کے صد سالہ جشن پیدائش کے موقع پر قائد سے متعلق ولولہ انگیز نظموں پر مشتمل سیماب اکیڈمی کراچی نے شائع کی۔
- نَے ستاں: ابتداء میں سب سے پہلا مجموعہ شائع ہوا جو کہ مذہبی نظموں، نعتوں اور تصوف پر مبنی کلام پر مشتمل ہے۔
- لوحِ محفوظ: غزلوں کا آخری دیوان ہے جسے سیماب اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء کو شائع کیا۔
- کلیاتِ سیماب۔
- ریاض الاظہر فی احوال سید البشر: (مؤلف، مولوی محمد باقر آگاہ) مرتبہ وشارح،

سیماب طبع اول قومی پریس معسکر بنگلور انڈیا۔ (بحوالہ: اردو میں میلاد النبی ص)

آپ کے کلام میں سے تبرکاً کچھ اشعار نذر قارئین ہیں:

نمونہ کلام: سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، قطب ربانی، حضور سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حضور اس طرح نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

خاک بوس آستان شاہ جیلانی ہوں میں
کاش! اسی مٹی میں مل جاؤں اگر فانی ہوں میں
صدر محفل میں مرا منبر رہے سب سے بلند
مدح سنج حضرت محبوب سبحانی ہوں میں
ہے تصور کو میسر حاضری بغداد کی
غوث اعظم کا ارادت مند روحانی ہوں میں
سطوتِ ناز و نعم ہے میری نظروں میں حقیر
پرُ غرور اک بندہ درگاہ سلطانی ہوں میں

(لوح محفوظ)

حضرت سیماب واعظین و ذاکرین کی محرم الحرام کے سلسلہ میں بعض غلط روایات کا اس طرح نوٹس لیتے ہیں، جس سے حضرت کی علمیت اور گہرے مطالعہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

آل عبا کی چادر سر کون پھاڑتا ہے، یہ ہے اک افترا
کیوں دامن ادب کی اڑاتا ہے دھجیاں، خاموش نوحہ خواں
کھینچی تھی کس نے بالیاں بنت حسین کی، ہے بات بے تکی
اس وقت کب عرب میں مروج تھیں بالیاں، خاموش نوحہ خواں
مہندی لگانا آج جو لوگوں میں عام ہے، مکروہ کام ہے
مہندی لگاتے ہاتھ میں کیوں؟ قاسم جواں، خاموش نوحہ خواں
بین و بکا تو شیوہ آل عبا نہ تھا، شکوہ گلہ نہ تھا
صابر تھی خاندان امامت کی بیبیاں، خاموش نوحہ خواں

حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج شریف کے متعلق سیماب نے اس طرح پھول کھلائے ہیں:

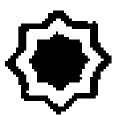
ہو چکے جب عبد اور معبود میں راز و نیاز
ہوگئی انسانیت روحانیت سے سرفراز
قربت محبوب تھی اک گو مگو کا ماجرا
یعنی جو دیکھا وہ دیکھا اور سنا جو کچھ سنا

تھا یہ منشا اب یہیں رہ جاؤ اے میرے حبیب!
عرش و کرسی کو تمہارا فخر قربت ہو نصیب
سلسبیل و کوثر و تسنیم کو دو آبرو
گلشن فردوس کو حاصل ہو تم سے رنگ و بو
آسمانوں کو تمہارا قرب وجہ ناز ہو
عالم لاہوت، پابوسی سے سرفراز ہو......
لوٹ آئے جانب دنیا رسول کائنات
پیکر مردہ میں جیسے عود کر آئے حیات
محفل انساں میں پھر انسان کامل آگیا
قالب کونین میں کونین کا دل آگیا
عرش عالی ظرف انساں کے نہ قابل ہوسکا
آسمان بار نبوت کا نہ حاصل ہوسکا
جلوہ احمد سے دنیا ضوفشاں کر دی گئی
یہ امانت پھر سپرد خاکداں کر دی گئی

(سازحجازص ۱۵)

وصال: فقید المثال، قادر الکلام شاعر، عربی فارسی انگریزی اور سنسکرت پر دسترس رکھنے والے محقق عالم، ولولہ انگیز نقاد و محرر، انقلاب آفریں دانشور و صحافی سیماب اکبر آبادی نے ۳۱، جنوری ۱۹۵۱ء/۱۳۷۱ھ کو کراچی میں اکہتر (۷۱) سال کی عمر میں انتقال کیا۔ شاہراہ قائدین سابقہ قائد آباد نزد مزار قائد مختصر قبرستان میں سبز گنبد کے اندر مزار واقع ہے۔

اپنی اکہتر ۷۱ سالہ زندگی میں پچاس سال تک مسلسل اردو شعر و ادب اور صحافت کی گرانقدر اور بیش بہا خدمات سرانجام دیں جسے تا قیام اہل علم یاد کرتے رہیں گے۔



مولانا سیفی فریدی

مولانا سید مکرم علی شاہ سیفی فرید آبادی بن حضرت حکیم پیر سید امتیاز علی شاہ کاظمی نقوی نومبر ۱۸۹۴ء بمقام فرید آباد ضلع گڑ گاواں (مشرقی پنجاب، انڈیا) دہلی سے بارہ میل دور اپنے نانا جان حضرت سید ولادت حسین شاہ کے مکان پر تولد ہوئے۔ حکیم صاحب چھٹی پشت میں حضرت سید عبدالوہاب قادری بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو قطب عالم تھے اور کراچی میں حضرت عالم شاہ بخاری کے نام و لقب سے مشہور ہیں، جامع کلاتھ ایم۔ اے جناح روڈ میں مرجع خلائق ہیں۔ حکیم صاحب آگرہ میں مطب کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی پرورش ایک فارسی دان خاتون کی آغوش میں ہوئی تھی اس لئے آپ کو فارسی زبان پر خاص طور پر عبور حاصل تھا۔ ابتدائی تعلیم فرید آباد کے مدرسہ میں حاصل کی۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد مدرسہ قادریہ بدایوں شریف (انڈیا) میں داخلہ لیا۔ آپ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں رقمطراز ہیں:

دینیات کی تعلیم مدرسہ قادریہ بدایوں میں ہوئی۔ حدیث و تفسیر ختم کرنے کے بعد خیال آیا کہ کوئی صیغہ روزگار بھی اختیار کرنا چاہیے اس لئے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات مولوی اولاد حسین شاداں بلگرامی کی شاگردی میں پاس کئے۔ وہیں (رامپور میں) جناب منشی حیات بخش رسا رامپوری سے فن شعر و سخن میں شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد سے بھی اصلاح لی تھی وہ بھی حضرت رسا کے شاگرد تھے اور رسا رامپوری جناب مرزا داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

آپ نے اپنی تعلیم کے متعلق لکھا ہے کہ منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات رامپور میں پاس کئے۔ جب کہ آپ کے سوانح نگار جناب الحاج سید فتح علی حیدری قادری خوشتر مرحوم (کراچی) رقمطراز ہیں: "منشی و منشی فاضل اور عربی میں مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔ او۔ ایل پاس کیا۔ بمبئی سے بار کونسل ایڈوکیٹ کا امتحان دے کر، او۔ ایس ایڈوکیٹ کا ڈپلومہ کیا۔

ملازمت اور وکالت: ابتدائی ملازمت ریاست کوٹہ بوندی راجپوتانہ میں کورٹ کی سررشتہ داری سے شروع ہوئی اور ترقی کر کے جہاں پولیٹکل سکریٹری کے عہدے تک پہنچے۔ چونکہ وکالت پاس کر لی تھی اس لئے ریاست دھولپور (جودھپور) میں ڈپٹی جسٹس (سب جج) درجہ اول مقرر ہوئے لیکن تنخواہ کی کمی کے سبب اس عہدے سے مستعفی ہو کر وکالت شروع فرمائی بفضلہ تعالی کامیاب وکلاء میں شمار ہونے لگا۔

۱۹۴۷ء کو آگرہ (اکبر آباد) سے نقل مکانی کر کے پاکستان (کراچی) آئے اور حیدر آباد سندھ میں رہائش اختیار کی اور وکالت کے پیشہ سے منسلک رہے۔ لیکن یہاں بڑے بیٹے کے انتقال کے سبب دل برداشتہ ہو گئے اور جلد ہی ملتان رخصت ہو گئے۔ ملتان میں بھی وہی پیشہ رہا بار کے انتخابات میں بلا مقابلہ وائس پریڈیڈنٹ منتخب ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء تک ملتان ہی میں رہے۔

چھ سال ملتان میں قیام رہا۔ چونکہ عزیز و اقارب کی کثرت اور تمام صاحبزادگان کراچی میں تھے اس لئے آپ بھی ملتان سے منتقل ہو کر ۱۹۵۴ء کو کراچی آ گئے اور یہاں وکالت شروع کر دی اور کچھ عرصہ میں کراچی جیسے عریض و بسیط شہر میں معروف وکلاء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

جب ضعیفی پیرانہ سالی کے باعث آپ سے کورٹ کے زینے چڑھنا اترنا مشکل ہو گیا تو آپ نے صرف ٹیبل ورک پر اکتفا کیا۔ لیکن خاص خاص معاملات اور ان کے نازک مراحل پر مثلاً بیانات پر جرح یا اہم بحث کے مواقع پر تکلیف سے سہی مگر جاتے ضرور تھے۔ انتقال سے چار دن قبل تک کورٹ میں تشریف لائے تھے۔ آپ لمبی بحث نہیں کرتے تھے لیکن اپنی مختصر بیانی سے مدمقابل وکیل کو لاجواب کر دیتے تھے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت حکیم سید امتیاز علی شاہ نقوی چشتی صابری فخری صمدی رحمۃ اللہ علیہ المعروف سیماب متھراوی ثم اکبر آبادی سے دست بیعت تھے اور حضرت علاؤ الدین شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب مجاز خلیفہ تھے۔

عادات وخصائل: آپ مقدمات لینے میں پوری احتیاط فرماتے جھوٹے مقدمات تو کجا ایسے مقدمات تک کو قبول نہ فرماتے جس میں کوئی دینی خلل پیدا ہوتا ہو۔ اپنی قابلیت اور پچاس ساٹھ سالہ تجربہ کی بنیاد پر اور مقدمات میں سو فیصد کامیابیوں کے باعث زیادہ فیس مل سکتی تھی لیکن آپ ہمیشہ مختصر فیس لیتے تھے۔ خاص عزیز اور خصوصی احباب کے مقدمات میں بلا فیس پیروی کرتے۔ غریب اور نادار کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ بہترین حافظہ کی دولت سے نوازے گئے تھے۔ آخری عمر تک قانونی دفعات اور متعلقہ کتب کے صفحات تک یاد تھے۔ بیشتر وکلاء صاحبان آپ سے مشورہ لیتے اپنی عرضی دعوے، جواب دعویٰ کے سلسلہ میں آپ کی رہنمائی لیتے تھے۔

اکل حلال اور طہارت غذا و خوراک آپ کا معمول خاص تھا۔ اخلاص، خدا ترسی اور دلجوئی آپ کی سرشت میں داخل تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی بدرجہ اتم موجود تھی۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کرم، پیران عظام کی مدد سے قلب جاری تھا۔ درود تاج شریف کے عامل تھے۔

اس سلسلہ میں چند کتابوں پر مطلع ہو سکا وہ نذر قارئین ہیں:

تصنیف و تالیف: ❁ صہبائے پارسی: سلطان الہند خواجہ سید معین الدین چشتی غریب نواز قدس سرہ الاقدس (اجمیر شریف) کے نام منسوب "دیوان فارسی" کا آپ نے اردو میں کامیاب منظوم ترجمہ کیا۔ مناجات حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔

❁ ارمغان سیفی: مرتبہ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء

مولانا سیفی کے صاحبزادے سید سلطان احمد نقوی نے مولانا کے انتقال کے بعد تمام قلمی کلام الحاج سید فتح علی حیدری کی وساطت سے علامہ شمس بریلوی کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے ترتیب کے علاوہ مولانا کی شاعری پر طویل مقدمہ قلمبند فرمایا اور نام ارمغان سیفی تجویز کیا۔ سلطان صاحب (نارتھ ناظم آباد کراچی) نے خود اپنی طرف سے ۱۹۸۴ء کو شائع کیا۔ ملنے کا پتہ و ایڈریس درج نہیں۔

شادی و اولاد: آپ نے شادی کی جس سے چار بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔

❁ سید شفیق احمد عرف سلطان احمد نقوی نارتھ ناظم آباد کراچی

❁ سید لئیق احمد ❁ سید خلیق احمد، پی آئی بی کالونی کراچی

❁ سید عتیق احمد

شاعری: علامہ سیفی کی شاعری حمد، نعت، غزل، منقبت، قطعہ تاریخ اور صوفیانہ کلام پر مشتمل ہے۔ مولانا شمس بریلوی، سیفی کی شاعری کے متعلق اپنے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: "حضرت سیفی کی شاعری میں بیساختگی کو بڑا دخل ہے جس نے ان کو مقبول عام و خاص شاعر بنادیا تھا اور سامعین ان کے کلام سے لطف اندوز اور محظوظ ہوتے تھے یہ بیساختگی جس طرح زبان کی صحت و صفائی کی آئینہ دار ہوتی ہے اسی طرح کلام کی فصاحت اس کا ثمرہ ہے، کلام فصیح کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحت زبان، سلاست بیان، تنافر کلمات، مخالفت قیاس لغوی، تعقید لفظی و معنوی اور تو ائی اضاحت سے پاک و صاف ہو، میں حضرت سیفی کے کلام سے صحت زبان سلاست بیان اور طرز ادا کی بیساختگی کے تحت متعدد اشعار پیش کر چکا ہوں ......"

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"حضرت سیفی کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت بھی عطا فرمائی تھی، بلند پایہ دینی کتب کے مطالعہ سے بہرہ ور تھے، سیرت طیبہ کی خصوصیات اور معجزات پر ان کی نظر تھی، یہی سبب ہے کہ عرفان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کی نعت میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لہریں بھی موجزن ہیں"۔

(ارمغان سیفی مقدمہ)

ان کی نعتیہ غزلوں سے منتخب چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

حسن مطلق ہوا مشتاق وصال محبوب — مرحبا، صل علی، حسن و جمال محبوب
انبیاء حاصل معراج کمالات بشر — فوق معراج کمالات، کمال محبوب

اور جب اسی زمین میں وہ کمالات و خصائص مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہیں تو اس طرح کہتے ہیں:

خط قوسین دوئی سے خط او ادنیٰ تک — پر پرواز، خرد سوز، کمال محبوب
قول واللہ یتم کے یہ معنی نکلے! — کہ مقدر نہ ہوا کوئی زوال محبوب
کہکے انتم طلقاء کرلیا اعداء کو غلام — مرحبا! حسن سیامت و نوال محبوب
آپ کی پرواز او ادنیٰ کی یہ تفسیر ہے — "لا" سے آگے بھی خط الا احاطہ گیر ہے
انبیاء ہی تک نہیں محدود میثاق ازل — عہد میثاق ازل، مشتاق عالمگیر ہے

معنیٰ آفرینی کے ساتھ انداز بیان ملاحظہ کیجئے:

جبین طور پر نور خدا کی جلوہ سامانی — کہ تھی قد جاء کم نور من اللہ کی وہ تابانی
تمہاری خاک پا ھذا البلد کی جان صفت ہے — زہے والتین والزیتون کے اسرار پنہانی
فروغ جلوہ پیہم حریف ما طغیٰ کیوں ہو؟ — کہ عرض صاعقہ سے انکسار ضبط انسانی
اللہ اللہ ترے محبوب حقیقی کا شباب — لن ترانی کا وہ ڈالے ہوئے چہرہ پہ نقاب
اذن منی کی صداؤں سے کیا تجھ کو خطاب — شب اسریٰ ترے آگے ہوا بے حجب وحجاب

چھپنے والے ترے چھپنے کی ادا کیا کہنا
اک نظر باز کا مازاغ و طغیٰ کیا کہنا

....

چشم موسیٰ نے جو دیکھا تھا پس پردہ طور — چشم مازاغ نے دیکھا وہی جلوہ بھرپور
ماطغیٰ وصف نظر تھا نہ خلاف دستور — تم تو اب واسطہ غیر ہو، اللہ کے نور

کبھی دیکھی ہے نظر ایسی، نہ ناظر ایسا
اس سے پہلے سفر ایسا۔ نہ مسافر ایسا

....

نبی کا نعت خواں ہوں نعتیہ دیوان لایا ہوں — جو جنت ہی میں رکھا جائے وہ سامان لایا ہوں
نبی کے مصحف رخ کا تصور ہے مرے دل میں — فشار قبر سے بچنے کو یہ قرآن لایا ہوں

....

سرکار غوث اعظم شہنشاہ بغداد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان میں مولانا سیفی لکھتے ہیں:

عروج عاشقی کو بت پرستی لوگ کہتے ہیں
تصور میں نظر آیا ہے چہرہ غوث اعظم کا
اب اس کو چھوڑ کر جاؤں تو سیفی پھر کہاں جاؤں
بڑی مشکل سے ہاتھ آیا ہے روضہ غوث اعظم کا

....

نبی کا ہے جس پر قدم غوث اعظم
وہ تم ہو خدا کی قسم غوث اعظم
فقیری میں سیفی کرے بادشاہی
کچھ ایسی ہو چشم کرم غوث اعظم

وصال: حضرت مولانا سید مکرم علی سیفی نقوی نے ۲۲، ربیع الاخر ۱۴۰۱ھ بمطابق ۲۸ فروری ۱۹۸۱ء کو بروز ہفتہ بوقت فجر سن عیسوی کے حساب سے ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

[ارمغان سیفی مرتبہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء سے حالات اخذ کئے گئے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ جناب غوث میاں (شاہ فیصل کالونی نمبر ۳) کے پاس محفوظ ہے۔ انہوں نے ازراہ کرم برائے مطالعہ فراہم کیا۔ فقیر ممنون ہے۔]



مولانا سہراب چارن

جناب مولانا محمد سہراب بن محمد آچر چارن گوٹھ کنڈی (اسٹیشن پھلجی ضلع دادو، سندھ) میں ۱۹۲۴ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ماسٹر والی ڈنہ قریشی بوبکائی کے پاس پرائمری کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مولانا محمد سلیمان میمن (محلہ میمن نزد جیون شاہ مسجد، دادو شہر) کے پاس فارسی و عربی کی کتب پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم کیلئے مدرسہ عین العلوم امینانی شریف میں رجوع کیا، جہاں مولانا سید امیر محمد شاہ حسینی کے پاس نصاب مکمل کر کے ۱۹۴۹ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت فقیر نور بخش نقشبندی (پھلن پور ضلع مظفر گڑھ/ پنجاب) سے دست بیعت ہوئے۔

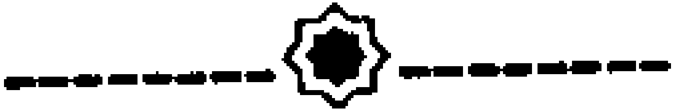
درس وتدریس: آپ نے بعد فراغت مدرسہ شمس العلوم قائم کر کے درس وتدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا۔

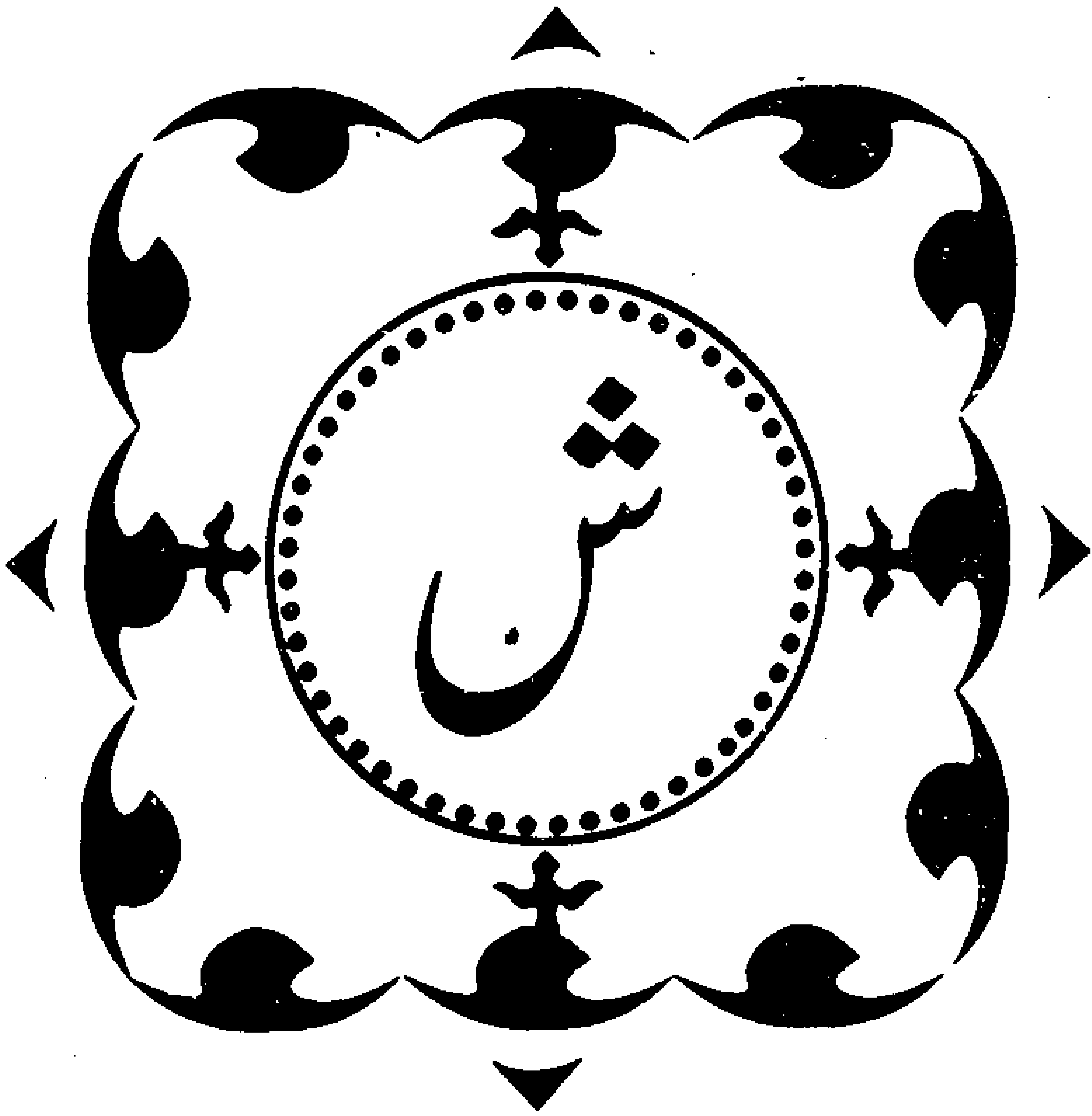
تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- مولانا احمد کوہستانی
- مولانا عطا محمد
- مولانا علی حیدر شاہانی

وصال: مولانا محمد سہراب نے ۴، مئی ۱۹۶۴ء/محرم الحرام ۱۳۸۴ھ کو فقط چالیس (۴۰) سال کی عمر میں انتقال کیا۔

[محترم بشیر سیتائی صاحب (دادو) نے مولانا مرحوم کے بیٹے مولوی غلام محمد چارن سے معلومات حاصل کر کے بھجوادی۔ فقیر دونوں حضرات کا مشکور و ممنون ہے]




ش

مفکرِ اسلام مفتی سید شجاعت علی قادری

حضرت مولانا مفتی سید شجاعت علی بن حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری جنوری ۱۹۴۱ء میں بدایون یو پی (انڈیا) میں تولد ہوئے۔ (شرح الصدور ص ۴۱ مطبوعہ سبزواری پبلشرز کراچی ۱۹۹۸ء)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ حافظیہ سعدیہ، دادوں ضلع علی گڑھ سے حاصل کی۔ ناظرہ قرآن مجید حافظ غلام ربانی سے پڑھا۔ اس کے بعد مفتی صاحب اپنے والدین کے ساتھ دس سال کی عمر ۱۹۵۱ء میں پاکستان ملتان تشریف لے آئے اور یہاں مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ میں تعلیم کا آغاز کیا اور اسی درسگاہ سے اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے مشہور و معروف اساتذہ میں علامہ مفتی سید مسعود علی قادری، رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی عبدالحفیظ حقانی (والد مولانا محمد حسن حقانی) اور رازی زماں محدث اعظم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں انوار العلوم ملتان سے سند الفراغ حاصل کرنے کے بعد کراچی کو رونق بخشی، ۱۹۷۰ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات، ۱۹۷۴ء میں ایم اے عربی کی ڈگریاں بڑے اعزاز سے حاصل کی۔ اور ۱۹۸۵ء میں اسی یونیورسٹی سے "بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے سندھی علماء کی عربی علم و ادب میں خدمات" کے موضوع پر تحقیقی کام کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

درس و تدریس: کراچی میں اہل سنت و جماعت کے مختلف مدارس میں درس و تدریس اور افتاء کا کام بڑی دقت نظری اور جانفشانی سے سرانجام دیا۔ مدرسہ مظہر العلوم جامع مسجد آرام باغ سے تدریس کا آغاز کیا، لیکن چند سال بعد علماء اہل سنت کے اصرار پر آپ دارالعلوم امجدیہ میں بہ حیثیت مفتی اور صدر مدرس خدمات انجام دیں۔ لیاقت کالج ملیر کراچی میں سولہ سال تک پروفیسر رہے، سترہ سال دارالعلوم امجدیہ میں افتاء و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔

بیعت: آپ، پیر طریقت صوفی باصفا حضرت سید کفایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (پیر کالونی) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ (تذکرہ اولیائے سندھ ص ۱۴۶)

دارالعلوم نعیمیہ کا قیام: مفتی صاحب اپنے چند مخلص دوستوں کے ساتھ مل کر ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم نعیمیہ کا آغاز فرمایا۔ دارالعلوم نعیمیہ دستگیر سوسائٹی بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی کا سنگ بنیاد اپنے استاد محترم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء و مشائخ اہل سنت

سے رکھوایا اور دارالعلوم نعیمیہ کے پہلے مہتمم مفتی اور شیخ الحدیث قرار پائے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل:

تلامذہ: ۞ علامہ الحاج پیر سید منور علی شاہ جیلانی قادری خطیب جامع مسجد رحمت بھیم پورہ کراچی

۞ مولانا سید عرفان حسین شاہ مشہدی بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین

۞ مولانا عبدالجبار نیازی مدرس دارالعلوم مہریہ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال کراچی

۞ صاحبزادہ سید ناصر علی قادری

۞ مولانا سید محمد اشرف اشرفی جیلانی درگاہ اشرفیہ فردوس کالونی کراچی

۞ مولانا سید اشرف اشرفی جیلانی درگاہ اشرفیہ فردوس کالونی کراچی

تصنیف و تالیف: مفتی صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ عربی میں علم حدیث پر کوئی دقیع کتب لکھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاثار" کی عربی میں مبسوط شرح لکھنے کا آغاز کیا۔ وہ اس کتاب میں امام اعظم ابو حنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ کی علم حدیث میں خدمات کو نمایاں طور پر پیش کرنا چاہتے تھے کہ تقدیر نے ان کو اس کام کی تکمیل کی مہلت نہیں دی۔ انہیں تو انشاءاللہ تعالیٰ اپنی نیت کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن ایک اہم کام رہ گیا اس کے علاوہ بعض کتابیں تصنیف اور بعض کی شرح رقم فرمائی اور بعض کتابوں کے عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمے کئے ان میں سے چند یہ ہیں:

۞ تفسیر مظہری: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ (نامکمل) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۞ المواہب اللدنیہ: علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ غیر مطبوعہ

۞ الخیرات الحسان فی مناقب امام الاعظم ابی حنیفہ النعمان: شیخ ابن حجر مکی، مطبوعہ مدینہ کمپنی کراچی

۞ شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور: علامہ جلال الدین سیوطی، طبع اول مدینہ پبلشنگ کمپنی، طبع ثانی سبزواری پبلشرز کراچی، طبع ثالث ضیاء الدین پبلشرز کراچی۔

۞ شرح عقائد کی عربی شرح

۞ فتاویٰ رضویہ: امام احمد رضا خان بریلوی، جلد اول کے دو حصوں کی عربی عبارات کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

۞ مجدد الامۃ/من ہو امام احمد رضا (عربی)

- دعوت فکر از: مولانا محمد منشا تابش قصوری کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا۔
- فقہ اہل سنت جلد اول مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
- انشاء العربیہ ۴ جلدیں (عربی) درس نظامی کے ابتدائی طلباء کے لئے عربی ادب کا ایک خوبصورت گلدستہ مطبوعہ مدینہ کمپنی کراچی و دیگر
- بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے سندھی علماء کی عربی علم وادب میں خدمات (عربی) ۲ جلد پی ایچ ڈی کا مقالہ
- **فتاویٰ کتاب المیراث**: رجب کے کونڈے۔ تین طلاقوں کا مسئلہ۔ سوشلزم کیا ہے؟ عدالت اسلامیہ۔ کتاب الوصیت۔

اس کے علاوہ بہت سے موضوعات پر متعدد علمی اور گراں قدر مقالے تحریر فرمائے جو کہ ملک و بیرون ملک کے بہت سے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ بالخصوص ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی میں (تذکرہ اولیائے سندھ)

خطابت: مفتی صاحب عربی اہل زبان کی طرح بولتے تھے، وہ بہت عمدہ خطیب تھے ملک و بیرون ملک میں بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کرتے تھے۔ انہوں نے تین مرتبہ برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا اور وہاں بڑے بڑے عظیم الشان کانفرنسوں میں خطابت کے جوہر دکھائے وہ ہر موضوع پر فی البدیہہ تقریر کرتے تھے، اہل برطانیہ ان سے بہت مانوس تھے، ہالینڈ اور بھارت میں بھی متعدد جلسوں سے خطاب کیا، عراق اور برطانیہ کی بعض بین الاقوامی کانفرنسوں میں انہوں نے عربی میں خطاب کیا۔ ریڈیو اور ٹی وی کے بہت مقبول مقرر تھے۔

شخصیت: انہوں نے کم عمر پائی لیکن ان کی خدمات جلیلہ اور ان کے عظیم کارنامے ان کی عمر سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ بظاہر ایک شخص تھے لیکن حقیقت میں ایک ادارہ تھے۔ وہ اعلیٰ اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ بہت شگفتہ مزاج، بذلہ سنج، اور حاضر جواب تھے وہ ہر بزم کی رونق اور ہر محفل کی جان تھے۔ وہ قادر الکلام تھے اور بہت فصیح و بلیغ گفتگو کرتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کی خلوت اور جلوت میں رہنے والے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ان کی زبان سے کبھی ناشائستہ کلمہ نہیں سنا گیا۔ ان کو کبھی غم میں از خود رفتہ دیکھا نہ غصہ میں بے قابو۔ ان کا حوصلہ اور حلم مثالی تھا۔ وہ ہمیشہ سلام میں سبقت کرتے تھے۔ تلامذہ کی بھی عزت فرماتے تھے۔ ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور انہیں کام کرنے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ فراہم کرتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کے افتراق اور انتشار سے بہت پریشان رہتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ جماعت اور تنظیم کی کوشش فرمائی۔

وفاقی شرعی عدالت میں چھ سال تک بطور جسٹس ملک وملت کی خدمت کرتے رہے، کراچی یونیورسٹی کی سینڈیکیٹ کمیٹی کے ممبر تھے، وفاقی شرعی عدالت سے الگ ہونے کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بنے اور کونسل کی متعدد سب کمیٹیوں میں کام کیا۔ نفاذ شریعت کمیٹی میں بھی شامل تھے لیکن ان تمام مناصب جلیلہ کے باوجود مزاج میں تواضع وانکساری ہمیشہ رہی۔

اولاد: مفتی صاحب کے تین صاحبزادے (۱) ڈاکٹر سید فراست علی قادری M.B.B.S. (۲) سید محمد علی قادری (۳) مولانا حافظ سید ناصر علی قادری ہیں۔ ناصر علی ۱۹۹۳ء کو دارالعلوم نعیمیہ سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ اور مادر علمی میں ہی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

وصال: پروفیسر ڈاکٹر جسٹس علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری ۲۴، جنوری ۱۹۹۳ء میں وزارت بہبود آبادی کی طرف سے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے علمی وتحقیقی دورے پر تشریف لے گئے ابھی یہ دورہ جاری تھا کہ ۴، شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۸، جنوری ۱۹۹۳ء میں ۵۲ سال کی عمر میں دوران سفر دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ غالباً نماز جنازہ، صاحبزادہ پروفیسر سید محمد مظہر سعید شاہ کاظمی صاحب نے پڑھائی۔

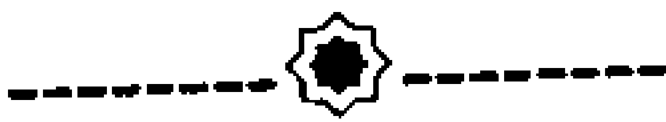
چند روز کے بعد جکارتہ سے پاکستان آپ کا جسم نورانی لایا گیا اور دارالعلوم نعیمیہ دستگیر سوسائٹی میں دفن کیا گیا جہاں مزار شریف مرجع علماء وطلباء ہے۔ (ماہنامہ الاشرف کراچی مفتی شجاعت علی قادری نمبر ۱۹۹۳ء)

خواب میں رہنمائی: حضرت علامہ مفتی احمد برکاتی صاحب (شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء احسن البرکات حیدرآباد سندھ) فرماتے ہیں:

"علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ الباری ایسے استاذ تھے جو استاذ گر تھے...... ایسے عالم تھے...... جو عالم گر تھے...... اس زمانے کے بہت سے مصنفین ومترجمین مفتی صاحب کی تحریک وتشویش کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں...... فقیر کو بھی ان سے خاص نسبت تلمذ حاصل ہے...... مفتی سید شجاعت علی صاحب قادری، میدان علم میں، وسعت نظر رکھتے تھے...... اور جدید مسائل پر لکھنے میں کوشاں رہتے تھے، بعض مرتبہ ہم چند تلامذہ...... ان کی شفقت کی وجہ سے، مسائل میں بہت زیادہ حجت کرتے تھے...... اور کھل کر اختلاف کرلیا کرتے تھے...... بعض اوقات والد گرامی خلیل ملت حضرت علامہ مفتی خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ، جب دارالعلوم امجدیہ، کراچی میں امتحان کے لئے تشریف لاتے...... تو مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے علمی نشست ہوتی...... اور حضرت خلیل ملت رحمۃ اللہ علیہ، گلستان رضوی کے پھولوں کی مہک سے مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب کو آشنا کرتے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے ماخوذ مسائل بتاتے اور اپنی رائے دیتے...... مگر مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب، کوئی نہ کوئی پہلو، جدت وندرت کا ضرور نکال لیتے اور

نشست ختم ہو جاتی تھی...... جب حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور فقیر ان کے جنازے میں شرکت کو حاضر ہوا...... اور حضرت کا خوبصورت چہرہ دیکھا...... تو ان کے جسد کے پاس کھڑا ہوا...... اور عرض کیا کہ "حضرت آپ دنیا سے جلد تشریف لے گئے اور آپ بہت اچھی جگہ میں ہیں...... لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے خواب میں اپنی زیارت کرائیں گے ار مجھے یہ ضرور فرمائیں گے کہ...... کیا وہ راستہ زیادہ عمدہ رہا جس پر آپ نے قدم رکھا...... یا وہ راستہ جس پر اکابر علماء چلتے رہے اور جس کی ترغیب ہمیں تصانیف رضا میں ملتی ہے۔" مجھے یقین تھا کہ...... حضرت استاذی ضرور اس کا جواب دیں گے...... وقت گزرتا رہا...... حتی کہ حضرت کا فاتحہ چہلم قریب آ گیا...... فاتحہ چہلم کی شب فقیر نے مفتی صاحب کی زیارت کی...... دیکھا کہ مفتی صاحب اپنے پرانے گھر (لیاقت آباد) کے باہر، کچی مٹی پر چٹائی بچھا کر نماز عصر پڑھ رہے ہیں اور قریب ہی حضرت کی پرانی گاڑی فوکسی کار کھڑی ہے...... فقیر قریب جا کر کھڑا ہوا...... جب حضرت نے سلام پھیرا تو سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا...... فقیر نے عرض کیا کہ "حضرت آپ اپنے پرانے مکان میں کیوں آ گئے (وقت وصال آپ گلشن اقبال کے مکان میں منتقل ہو چکے تھے)...... فرمایا کہ میاں! ہم دوبارہ اسی مکان میں آ گئے یہی ہمیں اچھا لگا"...... گویا آپ نے فقیر کی عرض پر کرم فرمایا اور خواب میں تشریف لا کر بتا دیا کہ طریقہ پرانا ہی اچھا ہے...... مکان پرانا...... زمین کچی...... مصلیٰ چٹائی کا...... گاڑی پرانی...... حسن منظر سے پیغام دے گئے کہ اکابر کے پرانے راستوں کو نہ چھوڑنا...... فقیر کو یہ خواب آج بھی ایسا ہی یاد ہے کہ جیسے آج ہی دیکھا ہے......

[ماخوذ: البدور السافرة فی احوال الاخرة ترجمہ احوال آخرت پر تقریظ ص ۶/۷/۵/۷، مطبوعہ عطاری پبلشرز کراچی سن اشاعت ۱۴۲۳ھ]



قائد اہل سنت مولانا حافظ شاہ احمد نورانی

مولانا شاہ احمد نورانی بن عالمی مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی ۱۷، رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/ اپریل ۱۹۲۸ء کو میرٹھ (بھارت) کے محلہ مشائخاں میں تولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، اسی نسبت سے آپ "صدیقی" کہلاتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمت الرؤف بھی صحیح النسل صدیقی تھیں۔ آپ کا سلسلہ ۳۰ ویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق سے ملتا ہے اس طرح آپ نجیب الطرفین صدیقی تھے۔

تعلیم وتربیت: مولانا نورانی نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ مع تجوید کیا۔ اس کے بعد ثانوی تعلیم کیلئے ایسے اسکول میں داخلہ لیا جہاں ذریعہ تعلیم عربی تھا۔ عربک کالج میرٹھ (یوپی بھارت) سے گریجویٹ کیا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل عربی کے امتحان پاس کئے۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷۸ء) صاحب بشیر القاری شرح صحیح البخاری سے کی۔

دستار فضیلت کے موقع پر ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا، جس میں آپ کے استاد محترم مولانا غلام جیلانی آپ کے والد ماجد علامہ عبدالعلیم صدیقی (۱۹۵۳ء) صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی مسند افروز تھے۔

آپ نے قیام کراچی کے دور میں دس ماہ کا فرانسیسی زبان کا کورس بھی کیا تھا۔

پاکستان میں قیام: ۱۹۴۷ء کو اپنے والد ماجد واہل خانہ کے ساتھ پاکستان کراچی تشریف لائے اسی وقت سے صدر بوہری بازار کے گنجان علاقے میں کچھی میمن مسجد سے ملحقہ قدیم عمارت کے ایک مختصر سے فلیٹ میں مولانا نے زندگی گذاری۔ یہیں سے بھائیوں بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں ہوئیں۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بیگم کو ورثہ میں والدین سے کچھ رقم ملی تو بیگم صاحبہ نے کلفٹن کے علاقہ میں نزد امیر خسرو پارک، بالمقابل درگاہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ (بیت الرضوان) خریدا جس میں اہل خانہ شفٹ ہوئے۔

صدر کا شور شرابہ ہنگامہ خیز زندگی آپ کے فلیٹ کے اردگرد سونار کی بھٹیاں جس میں سونا صاف کرنے کیلئے تیزاب استعمال ہوتی ہے اس تکلیف کے باوجود آپ نے اس فلیٹ نما کمرے میں ۵۵ سال کا طویل عرصہ نہایت صبر وشکر سے گذارا۔ اس گھٹن کی وجہ سے آپ کی بیگم سانس کی تکلیف میں مبتلا ہوئیں۔

شادی واولاد: آپ کے والد ماجد کی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی سے دوستی تھی، دونوں فاضل بریلوی کے چہیتے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنے لخت جگر نورانی میاں کی شادی مولانا مدنی کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن مدنی کی صاحبزادی سلمیٰ بیگم سے ۱۹۶۴ء کو کی۔ جس سے مولانا کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ جس کی تفصیل یوں ہے:

1- مولانا محمد انس نورانی صدیقی۔ ایس ایم کامرس کالج سے بی کام اور کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ماسٹرز کیا۔ اس کے علاوہ بغداد اور لیبیا کی تریپول یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔

2- اناس۔ نے سینٹ جوزف اسکول سے میٹرک کیا، اس کے بعد سینٹ جوزف کالج سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۸۸ء کو شادی کے بعد اپنے شوہر سید ناصر کے ساتھ دبئی چلی گئی اور شارجہ میں رہائش پذیر ہیں۔

3- ایمان۔ نے بھی سینٹ جوزف کالج سے گریجویشن کیا۔ ان کے شوہر شیخ آفاق الدین امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی میں جواہرات کا کاروبار کر رہے ہیں۔

مولانا کی دونوں صاحبزادیاں اپنی والدہ کی طرح پردہ دار اور ہاؤس وائف (گھریلو عورت) ہیں۔

4- محمد اویس صدیقی سینٹ پیٹرک کالج سے بی کام کیا۔ اس کے بعد بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کرنے امریکہ چلے گئے، وہاں تعلیم کے ساتھ ملازمت بھی کر رہے ہیں۔

(فیملی میگزین میں فیملی انٹریو ۱۹۹۸ء)

بیعت وخلافت: آپ اپنے والد ماجد شیخ الاسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں دست بیعت، خلیفہ اور جانشین تھے۔

ذریعہ معاش: اپنے والد ماجد سے پتھر کی پہچان کا فن سیکھا تھا۔ قیمتی پتھروں کی خرید وفروخت کرتے تھے، اس کی آمدنی سے گھر کا خرچہ چلاتے تھے۔ کبھی بھی تبلیغ اسلام کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کسی بھی مقام پر خطاب کیلئے مدعو ہونے پر آنے جانے کی ٹکٹ لیتے، لیکن نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے۔

(جنگ سنڈے میگزین ۳، مارچ ۲۰۰۲ء کو انٹرویو)

عالمی زبانیں: آپ کو کئی عالمی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی (امریکن اور برٹش لہجہ میں) سواحلی افریقی اور فرانسیسی سبھی زبانیں بڑی روانی سے بولتے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ بخوبی سرانجام ہوتے۔

تحریک پاکستان: علامہ نورانی تحریک پاکستان کے دور میں طالب علم تھے۔ آپ نے دل کھول کر نہ صرف تحریک پاکستان میں حصہ لیا بلکہ انہیں دنوں آپ نے میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے عسکری انداز میں منظم بھی کیا تھا۔

مسلم لیگ کی حمایت میں ضلع مین پوری (یوپی بھارت) میں ۱۹۴۵ء کو سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (نورانی میاں کی تبلیغی مصروفیات، ص ۴، نعمان اکیڈمی)

تصنیف وتالیف: آپ کی شخصیت ہمہ جہت ہے، ایک ذات کے مختلف پہلو ہیں اور ان تابناک پہلوؤں میں عظیم وسعت و گہرائی ہے۔ تمام پہلوؤں کا گھیراؤ کرنا آسان کام نہیں۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ، ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین تھے ان اداروں کے زیر اہتمام دینی مدارس جاری ہیں، لٹریچر کی اشاعت کا بھی کام ہوتا رہا ہے۔ الدعوۃ (عربی) دی میسیج (انگریزی) مجلے بھی تبلیغ اسلام کے لئے جاری ہیں۔ جن میں آپ کے پرمغز مضامین چھپتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور قادیانیت کے رد میں تحریر فرمائیں:

1- دی سیل آف دی پرافٹ (ختم نبوت) انگریزی
2- جیس کرائسٹ ان دی لائٹ آف قرآن (حیات عیسیٰ علیہ السلام قرآن کی روشنی میں)
3- جیل کے دن جیل کی راتیں (تحریک نظام مصطفیٰ میں اسیری کے دنوں میں لکھی گئی)

تراویح میں ختم قرآن: تراویح میں ختم قرآن سنانا ہر سال آپ کا معمول تھا۔ تقریباً ۱۲ سال کی عمر سے آخر عمر تک۔ اس عمل کو بغیر ناغہ اور بلا معاوضہ برقرار رکھا۔ اس طرح نصف صدی سے زائد عرصہ یعنی ۶۴ سال اس خدمت پر معمور رہے۔ جناح مسجد (برنس روڈ کراچی) میں مسلسل ۳۶ برس تک تراویح میں قرآن پاک سنانے کی خدمت انجام دی اور ہمیشہ ۲۰ رمضان المبارک کو یعنی ۲۱ شب ختم شریف ہوتا تھا۔

تبلیغی تحریکی و تنظیمی سرگرمیاں: ۱۹۵۴ء کو علامہ نورانی نے اپنے والد ماجد علامہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۴ء) کے وصال کے بعد ان کے مشن کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دینے کا عزم کیا۔

۞ ۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ از ہر مصر کے علماء کی دعوت پر قاہرہ تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔
۞ ۱۹۵۸ء میں علامہ نورانی نے حضرت شیخ ضیاء الدین باباخانوف مفتی اعظم روس کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا اور سوشلسٹ معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا کے مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور روسی حکومت کے پروگرام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔
۞ ۱۹۵۹ء میں علامہ نورانی نے مشرق وسطیٰ کا خیرسگالی دورہ کیا۔
۞ ۱۹۶۰ء میں آپ نے مشرقی افریقہ مڈغاسکر اور ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا۔
۞ ۱۹۶۱ء میں آپ نے سیلون (سری لنکا) اور شمالی افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا۔
۞ ۱۹۶۲ء میں آپ نے صومالیہ، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا اور ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا نیز نائیجیریا کے وزیر اعلیٰ جناب احمد شہید کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔
۞ ۱۹۶۳ء میں علامہ نورانی نے ترکی، فرانس، مغربی، جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائیجیریا اور اسکینڈ نیوین ممالک کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے نیز اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا تبلیغی دورہ کیا۔
۞ ۱۹۶۴ء میں علامہ نورانی نے امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا تبلیغی دورہ کیا۔

۞ ۱۹۶۵ء میں علامہ نورانی نے کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، مالاگوسی، ماریشس اور سرینام (ڈچ گیانا جنوبی امریکہ) کا تبلیغی دورہ کیا۔ اسی سال سرینام (جنوبی امریکہ) میں بھی سات ماہ قیام کر کے فتنہ قادیانیت کو کچلا اور ایک مناظرے میں مرزائیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ اب وہاں مرزائی کسی سنی عالم دین کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

۞ ۱۹۶۷ء میں آپ نے "جمعیت تبلیغ الاسلام" کی دعوت پر شمالی انگلینڈ کا تبلیغی دورہ کیا اور اس کے علاوہ امریکہ، جنوبی امریکہ کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔

۞ ۱۹۶۸ء میں علامہ نورانی نے ٹرینڈاڈ میں ایک قادیانی (جو کہ اسلامک ریویو لندن (برطانیہ) کا ایڈیٹر تھا) سے ساڑھے پانچ گھنٹے مناظرہ کیا۔ بالآخر وہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

۞ ۱۹۷۱ء میں سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کا تقریباً ڈیڑھ ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

ورلڈ اسلامک مشن: علامہ نورانی نے ۱۲، اپریل ۱۹۷۴ء کو بریڈفورڈ (برطانیہ) سینٹ جارجز ہال میں ایک عظیم الشان "عالمی کانفرنس" کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں مختلف ممالک کے پچاس علماء شریک ہوئے۔ کانفرنس میں علامہ نورانی کو "ورلڈ اسلامک مشن" کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر علامہ نورانی نے چوبیس ملکوں میں مشن کی شاخوں کے قیام کے لئے کنوینرز نامزد کئے، ان ملکوں کے نام یہ ہیں: پاکستان، بھارت، سری لنکا، انڈونیشیا، تنزانیہ، پرتگال، صومالیہ، جنوبی افریقہ، سینی گال، نائیجریا، مصر، شام، عراق، افغانستان، مغربی جرمنی، فرانس، ہالینڈ، انگلینڈ، امریکہ، سرینام (ڈچ گیانا)، ارجنٹائن، سعودی عرب اور ٹرینی ڈاڈ۔

۱۹۷۵ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت مولانا عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فریدالحق (قائد حزب اختلاف سابق صوبائی اسمبلی سندھ)، رئیس التحریر علامہ ارشد القادری (پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم ڈین ہاگ، ہالینڈ) کی رفاقت میں امریکہ افریقہ اور یورپ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد وفد ۱۲، جنوری ۱۹۷۵ء کو جدہ سے نیروبی (کینیا، افریقہ) پہنچا۔ نیروبی کی جامع مسجد کھرا میں علامہ نورانی نے عربی میں خطاب کیا بعد میں تقریر کا سوڈانی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ نیروبی ٹی وی اسٹیشن پر آپ کا انٹرویو ریکارڈ ہوا۔

افریقہ کے مختلف ممالک کا اٹھارہ روز تک تبلیغی دورہ فرمانے کے بعد یہ وفد لندن (برطانیہ) روانہ ہو گیا جہاں دو ہفتہ قیام کے بعد وفد نے امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، اسپین، تیونس، لیبیا، الجزائر، مصر، اور ترکی کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورہ میں تقریباً ایک لاکھ میل سے زائد سفر کیا۔ اور چھ ۶۰۰ سو سے زائد تقاریر فرمائیں۔ اس دورہ میں بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(ہفت روزہ اُفق کراچی ظہور الحسن بھوپالی شہید)

علامہ نورانی فروری ۱۹۷۸ء میں تبلیغی دورہ پر ماریشس (افریقہ) تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد رکھی اور ۱۲، ربیع الاول کو ایک عظیم الشان جلسہ میلاد النبی ﷺ سے خطاب کیا۔ اسی جلسہ میں ماریشس کے وزیراعظم رام غلام، گورنر جنرل سر عثمان، چیف جسٹس، ایچ کاسن علی، سابق نائب وزیراعظم سر عثمان، اراکین اسمبلی، غیر ملکی سفراء، نے شرکت کی۔ بعد میں علامہ نورانی ماریشس سے مدینہ منورہ حاضری دینے کے لئے سعودی عرب پہنچے اور مکہ معظمہ سے عمرہ ادا کرتے ہوئے ورلڈ اسلامک مشن نیروبی کی دعوت پر کینیا (افریقہ) تشریف لے گئے۔ مئی ۱۹۷۸ء میں آپ کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے، وہاں کے میئر کی جانب سے شہریوں کے استقبالیہ میں آپ نے "اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے" کے زیر عنوان انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے دور جدید کے مسائل اور اسلام کے پیش کردہ حل پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ اب دنیا بھر میں غیر مطمئن اور بے چین انسانوں کو اسلام کی اکملیت اور جامعیت کا احساس ہو رہا ہے۔ کیپ ٹاؤن کے میئر نے علامہ نورانی کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی)

تبلیغی دورہ کے بعد واپس کراچی پہنچنے پر مولانا نورانی نے بتایا کہ ان کے حالیہ دورہ میں ۱۰۵ افریقی، یورپی اور مقامی افراد نے اسلام قبول کیا اور متعدد مقامات بالخصوص جنوبی افریقہ میں ورلڈ اسلامک مشن کی نئی شاخیں اور مراکز قائم ہوئے۔

انہوں نے بتایا کہ ماریشس، ری یونین اور ساؤتھ افریقہ میں ریڈیو اور ٹی وی پر تبلیغی پروگرام ہوئے اور انگریزی میں تقاریر ہوئیں۔ ماریشس، ری یونین اور ساؤتھ افریقہ کے اخبارات میں بھی ان تبلیغی پروگرام کو کوریج ملی۔

جنوری ۱۹۸۰ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کراچی کے دفتر میں یوگنڈا (افریقہ) سے آئے ہوئے مسلمانوں کے ایک وفد سے ملاقات کی جو کہ ٹرسٹ کے دفتر میں اسلامی تبلیغی مسائل کے بارے میں بات چیت کے لئے خصوصی طور پر آیا تھا۔ علامہ نورانی نے وفد کو قرآن حکیم کے ایک ہزار نسخے اور پانچ ہزار عربی ابتدائی قاعدے پیش کئے۔ دعوت اسلامی کی بنیاد ڈالنے کے لئے مولانا نورانی صاحب کے گھر ۱۹۸۰ یا ۱۹۸۱ کو اجلاس ہوا اور دعوت اسلامی کے وجود کے بعد پاکستان میں کام کرنے کیلئے کہ دعوت اسلامی سنیوں خالصتاً مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے مولانا نورانی نے تصدیق نامہ کا لیٹر جاری کیا اس کی بنیاد پر مساجد میں بیان و درس کی اجازت ملتی تھی۔

فروری ۱۹۸۰ء میں امریکہ کا کامیاب تبلیغی دورہ کیا اسی دورہ میں آپ نے نیویارک یونیورسٹی کے انٹرنیشنل ہال میں اسلام کی ہمہ گیریت کے موضوع پر انگریزی میں خطاب کیا۔ یونیورسٹی کی ایک

پروفیسر خاتون نے علامہ نورانی کی تقریر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ جزائر ویسٹ انڈیز سے ملحقہ ریاست ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ نیویارک سے ٹرینی ڈاڈ پہنچے تو آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا پوری ریاست میں عام تعطیل کر دی گئی۔ علامہ نورانی نے یہ تبلیغی دورہ پچیس ۲۵ دن میں مکمل کیا اور تقریباً چالیس عظیم الشان اجتماعات سے خطاب کیا۔ (نوائے وقت راولپنڈی) ٹرینی ڈاڈ کا دورہ مکمل کرنے کے بعد آپ فروری ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتہ میں سرینام پہنچے یہاں پندرہ روز قیام کے بعد تین روز کے لئے اساؤ آئی لینڈ تشریف لے گئے، دونوں مقامات پر تبلیغی جلسوں سے خطاب کیا۔

۱۰، مارچ ۱۹۸۰ء کو نیویارک سے ہوتے ہوئے نیو جرسی پہنچے۔ میامی کے چار روزہ دورہ کے دوران علامہ نورانی نے اسلامک سینٹر میامی کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز سے قبل انگریزی میں خطاب کیا، جہاں ایک افریقی مشرف بہ اسلام ہوا۔

علامہ نورانی نے کولمبیا یونیورسٹی میں "افغانستان میں روسی جارحیت اور افغان مہاجرین" کے موضوع پر خطاب کیا۔ یکم اپریل سے ۱۵، اپریل ۱۹۸۰ء تک کے لئے کیلیفورنیا اور لاس اینجلس کا دورہ کیا۔ ۱۵، اپریل سے آخر ماہ تک کینیڈا کا دو ہفتہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ کینیڈا میں علامہ نورانی کا زبردست استقبال ہوا اور تمام بڑے شہروں میں آپ کی تقاریر کا پروگرام مرتب کیا گیا۔

۱۵، جون ۱۹۸۰ء کو آپ ورلڈ اسلامک مشن کی چوتھی "عالمی کانفرنس" کی صدارت کے لئے ہالینڈ تشریف لے گئے۔ ایمسٹرڈیم کے چاپ ایڈن ہال میں عظیم اجتماع ہوا۔ ہالینڈ میں کم و بیش ڈھائی لاکھ مسلمان آباد ہیں جو ایمسٹرڈیم، ڈین ہاگ، روٹرڈیم، اترخ، انھوفن، سوٹیلو وغیرہ میں رہتے ہیں۔ انہوں نے تمام شہروں سے ہوائی جہازوں کاروں اور کوچز کے ذریعے کثیر تعداد میں اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ برطانیہ بیلجیئم، ناروے، بھارت پاکستان، مصر، ترکی، مراکش، الجزائر، امریکہ ٹرینی ڈاڈ کے علماء اور مندوبین نے بھی شرکت کی۔ ہالینڈ کے تمام اخبارات نے نمایاں خبریں شائع کیں اور ریڈیو ٹیلی ویژن نے کانفرنس کا پروگرام ریکارڈ کیا.........

اجلاس کے بعد ورلڈ اسلامک مشن کے انتخابات ہوئے جس میں مشن کے لئے سیکرٹری مولانا قمر الزمان اعظمی منتخب ہوئے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی (پاکستان)، علامہ ارشد القادری (بھارت)، مولانا عبدالوہاب صدیقی بن علامہ محمد عمر اچھروی (برطانیہ)، مولانا محمد غفران صدیقی (امریکہ) کو نائب صدور منتخب کیا گیا۔ سید غلام سیدین (برطانیہ) خازن منتخب ہوئے۔

مولانا نورانی نے ۱۹۸۰ء میں علامہ ارشد القادری کے ہمراہ گھر پر علماء و مشائخ کی موجودگی میں

دعوت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ آج جو دعوت اسلامی کا جو پھیل رہی ہے اس تمام کا ثواب مولانا کے نامہ اعمال میں جائے گا۔ کیوں کہ یہ دعوت اسلامی کے بانیان میں سے ہیں۔

ہالینڈ کا تبلیغی دورہ مکمل کرنے کے بعد علامہ نورانی ماریطانیہ اور ماریشس کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے۔ یہاں سے آپ عمرہ کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، وہاں سے اپنا چھ ماہ کا طویل تبلیغی دورہ مکمل کر کے ۲۶، شعبان ۱۴۰۰ھ/ ۱۰، جولائی ۱۹۸۰ء بروز جمعرات کو بمبئی (بھارت) کے راستے کراچی پہنچے۔ ایئر پورٹ پر آپ کا پرجوش استقبال ہوا۔

جنوری ۱۹۸۱ء میں علامہ نورانی کینیا کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے کراچی سے روانہ ہوئے آپ پہلے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے وہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری دی۔ پھر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان تقریب سے خطاب کرنے کے لئے نیروبی (کینیا، افریقہ) تشریف لے گئے، بعد ازاں آپ نے ماریشس، جنوبی افریقہ، زمبابوے، ملاوی، جزائر فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ اور سنگاپور کے کامیاب تبلیغی دورے کئے۔ اس چھ ماہ کے تبلیغی دورہ میں نوے (۹۰) افراد آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۸، دسمبر ۱۹۸۲ء کو علامہ نورانی ماریشس (افریقہ) کے تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے اس دورہ میں بہت سے قادیانی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام اور طریقت قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ۴۵ مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا، یہ تمام پروگرام ریڈیو ماریشس سے نشر ہوئے۔ آپ نے علیمیہ مشینری کالج ماریشس کا معائنہ بھی کیا۔ (دی میسیج کراچی)

۳۰، جنوری ۱۹۸۳ء کو آپ نے دارالعلوم علیمیہ رضویہ ڈربن کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ افتتاح کے موقعہ پر مدینہ منورہ (سعودی عرب) سے آپ کے سسر محترم شیخ فضل الرحمٰن مدنی بھی تشریف لائے۔ علامہ نورانی نے یہاں تقریباً ۲۳ دن قیام کیا۔ ڈربن، کیپ ٹاؤن، جاہنسبرگ اور پریٹوریا (دارالخلافہ جنوبی افریقہ) میں سیکڑوں بڑے بڑے مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔

ڈربن میں منعقدہ ایک عظیم الشان اجتماع میں چار سو قادیانیوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر علامہ نورانی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ ان نو مسلموں کو ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے ترجمہ قرآن کنزالایمان شریف کے نسخے (انگریزی ترجمہ والے) پیش کئے گئے۔ (نوائے وقت ملتان)

۱۱، فروری ۱۹۸۳ء شام کو ایمسٹرڈم سے تقریباً ۶۰ کلومیٹر دور مشہور شہر ہیگ میں جہاں انٹرنیشنل کورٹس آف جسٹس کا ہیڈ آفس ہے ایک عظیم الشان تین منزلہ عمارت کے ہال میں "جامعہ مدنیۃ السلام" (کالج فار مسلم اسکالر) کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ پوری عمارت مقامی اور بیرونی مہمانوں سے کھچا

کچھ بھری ہوئی تھی۔

۱۳، فروری ۱۹۸۳ء کو روٹرڈم میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا، جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلم مرد عورتیں اور بچے شریک ہوئے۔ اسی طرح ہیگ کے مشہور تاریخی کانگریس ہال کے تبلیغی اجتماع میں تقریباً پانچ ہزار مسلم مرد عورتوں اور بچوں نے شرکت کی۔

ہالینڈ میں آپ کا ایک ماہ قیام رہا اور تقریباً ہر روز میلاد النبی ﷺ کے جلسوں سے خطاب کیا۔ اس تبلیغی دورہ میں ایک سو چھتر عیسائی اور قادیانی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ علامہ نورانی نے ہر ایک کا اسلامی نام رکھا اور سلسلہ قادریہ میں دست بیعت کیا۔

۲۲، اپریل ۱۹۸۳ء کو آپ لندن (برطانیہ) چلے گئے یہاں مسلم مساجد کی مشترکہ تنظیم کے اجلاس منعقد ہوئے اور اتحاد بین المسلمین کے لئے یہ کوشش بھرپور طور پر کامیاب ہوئی۔

اس کے بعد آپ نے گلاسکو (برطانیہ) نیویارک (امریکہ) ڈنمارک، مغربی جرمنی اور فرانس کا دورہ کیا۔ فرانس میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ علامہ نورانی فرانس سے اپنے دورہ کے آخری مرحلہ میں بیلجیئم پہنچے۔ (روزنامہ جنگ لاہور)

۸، دسمبر ۱۹۸۳ء کو آپ کراچی سے ایمسٹرڈم (ہالینڈ) میں جامع مسجد طیبہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے ۱۱، دسمبر ۱۹۸۳ء کو جامع مسجد طیبہ کا باقاعدہ افتتاح فرمایا اور ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اس مسجد میں تقریباً ہزار آدمی بیک وقت نماز ادا کرسکیں گے۔ جامع مسجد طیبہ کی افتتاحی تقریب کے بعد علامہ نورانی نے قادیانیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمان کیا جو جرمنی برطانیہ، ماریشس، نیروبی (کینیا) اور یورپ کے مختلف شہروں سے ہالینڈ پہنچے تھے۔

جنوری ۱۹۸۴ء میں علامہ نورانی نے ماریشس کا تبلیغی دورہ کیا۔ آپ نے اس دورہ میں کئی غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی اور اہم اجتماعات سے خطاب کیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ نے ہالینڈ اور برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا ہالینڈ میں آپ نے اپنے بیان میں کہا کہ یورپ اور افریقہ کے مسلمان قادیانی فتنے کا بیج بونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے اگر اپنا ہیڈ کوارٹر ربوہ سے ہالینڈ منتقل کرنے کی کوشش کی تو انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا ہوگا۔

بعد ازاں آپ نے برطانیہ میں چھ مساجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۸۵ء میں ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) کی جامع مسجد پایۂ تکمیل تک پہنچی اس مسجد پر تقریباً پچیس ملین پاکستانی روپے خرچ آئے۔ یورپ کی یہ پہلی مسجد ہے جس میں پانچوں وقت لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے یہ بھی مولانا نورانی کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ایمسٹرڈیم کے یہودی میئر سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان

دینے کی اجازت حاصل کر کے دی۔ اس مسجد کے زیریں حصہ میں اسلامک کلچر سینٹر ہے جہاں پر نمازی فارغ وقت میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اس میں ایک اسلامک لائبریری بھی قائم ہے۔ اس لائبریری میں ایک سو سال پہلے ایک ڈچ کے ہاتھ کا عربی میں لکھا ہوا قرآن پاک کا نسخہ بھی موجود ہے۔ یہ نسخہ ہالینڈ کے پوپ نے مسجد کو تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ (روز نامہ جنگ لاہور)

جون ۱۹۸۷ء میں مولانا نورانی نے ہالینڈ کا آٹھ روزہ تبلیغی دورہ کیا اس دوران آپ نے مذہبی اجتماعات سے خطاب کے علاوہ ایک مسجد کا افتتاح بھی فرمایا۔

دسمبر ۱۹۸۷ء میں آپ نے تھائی لینڈ جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور افریقی ممالک کا تین ہفتہ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ (جنگ لاہور)

جنوری ۱۹۸۸ء میں آپ نے ہالینڈ کے تبلیغی دورہ کے دوران ہالینڈ کے شہر سولو میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی سال ۱۲، جون ۱۹۸۸ء کو شمالی لندن میں ورلڈ اسلامک مشن کے تحت بننے والی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ واضح رہے کہ مشن کے تحت یورپ اور افریقہ میں اب تک درجنوں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

اگست ۱۹۸۸ء میں آپ نے برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ لندن میں اپنے پانچ روزہ قیام کے دوران لیسٹر مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کی تعمیر پر پندرہ لاکھ پونڈ سٹرینگ خرچ آئے گا۔

ستمبر ۱۹۸۹ء میں علامہ نورانی چھ روزہ دورہ پر مصر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے جامعۃ الازہر (قاہرہ) اور مساوات اسلامی یونیورسٹی کی سینٹ کے اجلاس میں شرکت کی۔ علامہ نورانی ان یونیورسٹیوں کی سینٹ کے رکن ہیں۔ (نوائے وقت ملتان)

(ماخوذ: نورانی میاں کی تبلیغی سرگرمیاں مرتبہ خلیل احمد رانا مطبوعہ ۱۹۸۹ء)

مولانا نورانی قومی اسمبلی کی ایٹمی دفاعی کمیٹی کے بھی رکن تھے جس کا نام سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کمیٹی رکھا گیا اور پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کیلئے بھرپور کام کیا، اس سلسلے میں ایک بھاری رقم فنڈ بھی مہیا کی۔

سوال: ایک موقعہ پر کسی صحافی نے سوال کیا کہ آپ نے ایٹمی راز چوری کیا ہے؟

جواب: مولانا نورانی نے فرمایا کہ ہم نے چودہ سو سال قبل ایٹمی طاقت حاصل کر لی تھی اور میزائل بنا لیا تھا کیا آپ نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی مساجد پر میزائل نما منارے بنے ہوتے ہین دنیا نے ابھی اس سلسلے میں ترقی کی ہے مگر ہمارا کام سب سے قدیم ہے۔ (جاگ اٹھا ہے پاکستان پروگرام)

سیاسی خدمات: یوں تو جمعیت علماء پاکستان ۱۹۴۸ء سے معرض وجود میں آچکی تھی لیکن اس کا حقیقی جنم ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ مولانا نورانی کی قیادت میں جمعیت کی جانب سے پہلا سیاسی قوت کا مظاہرہ جون ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں "سنی کانفرنس" کی صورت میں کیا گیا جو ٹوبہ ٹیک

سنگھ میں مولوی عبدالحمید بھاشانی کی جانب سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کو لینن گراڈ بنانے کے اعلان اور " کسان کانفرنس " کا جواب تھا۔ سنی کانفرنس میں ہی آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے " چابی " کے نشان پر الیکشن میں حصہ لیا۔ (روزنامہ امت کراچی ۱۲، دسمبر ۲۰۰۳ء) اب تک جمعیت فقط مذہبی جماعت تھی لیکن علامہ نورانی نے مذہبی کے ساتھ سیاسی قوت بنا کر ملک گیر جماعت بنایا۔

مولانا نورانی نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے بالآخر اسمبلی میں جمعیت کے پارلیمانی لیڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں فتنہ قادیانیت کے خلاف مولانا نے قومی اسمبلی کے فلور پر تاریخی تقریر کی، پاکستان کے آئین میں مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف شامل کرائی اور ان کی عملی جدوجہد اور رہنمائی کے سبب ۳۰، جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی اور اسی قرارداد کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۲۲ افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہوگئی) نے دستخط کئے۔ البتہ جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی اور مولوی عبدالحکیم دیوبندی نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔ اس تحریک میں علامہ نورانی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔

آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور ختم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔

(کتاب مولانا شاہ احمد نورانی)

(۱۹۷۳ء میں انہوں نے پیپلز پارٹی کے سوشلزم اور بھٹو ازم کے خلاف " متحدہ جمہوری محاذ " کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نے فرمایا پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لئے یہاں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی غیر اسلامی نظام ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔)

وہ گھڑی آن پہنچی جس کا انتظار ۱۹۰۱ء سے مسلم امہ کو تھا، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس طرح مسیلمہ بن کذاب کو اس کے انجام سے دوچار کیا تھا۔ آج انہیں کی اولاد سے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا اور یوں امت مسلمہ کا خواب ۷۳ سال کے بعد حقیقت میں ڈھل گیا اسمبلی کے اس تاریخی فیصلے کے

نتیجے میں ۵۰ ہزار کے قریب اندرون و بیرون ملک مرزائی قادیانی لاہوری وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

جمعیت کے نمائندوں نے مسلمان کی جو متفقہ تعریف ترتیب دی تھی اور اسے اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا وہ جوں کی توں صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں شامل کی گئی ہے۔ اس طرح صدارت اور وزارت عظمیٰ کے عہدوں پر منکرین ختم نبوت کے چور دروازے سے داخلے کے امکانات معدوم ہوگئے ہیں۔ اب جمعیت نے یہ مطالبات کیے ہیں:

- اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ دیا جائے۔
- عائلی قوانین منسوخ کیے جائیں۔
- مسلح افواج کے سربراہوں کے لئے بھی مسلمان ہونے کی شرط لگائی جائے۔
- مسلمان کے مرتد ہونے پر پابندی لگائی جائے۔

(مولانا نورانی ایک عالم، ایک سیاستدان ص ۴۷ ص ۴۷ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء)

مولانا کے انتقال کا غم تازہ ہے، دل افسردہ ہے، آنکھیں دکھ درد میں تر ہیں ہر طرف اندھیرا نظر آرہا ہے، ملک وملت یتیم ہوگئے، ڈھونڈے بھی کوئی ان کا نعم البدل نظر نہیں آرہا ہے۔ پورا عالم اسلام غم میں نڈھال ہے۔ شفیع الزمان صدیقی نے سچ کہا ہے:

تھے مسلک سنی کا وہ تابندہ ستارہ
شائستہ تھے گفتار میں، تھی جن کے روانی

ان جیسا کبھی پیدا نہ ہوگا کوئی عالم
اک شاہ نورانی تھے، فقط شاہ نورانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ جنازہ میں ایسے لوگ بھی نظر آئے جنہوں نے ان کی زندگی میں ان کی قدر نہ کی، اقتدار کی ہوس اور انا پرستی نے انہیں جماعتی انتشار کا سبب بنایا۔ مرزا مقصود یار خان اپنے کالم " قلندرانہ صفات کے حامل " میں سچ لکھتے ہیں:

مولانا ہمیشہ عوام کے حقوق غصب کرنے والے حکمرانوں کے لئے ایک تازیانہ بنے رہے۔ بے شمار لوگ مولانا کے باعث اقتدار کی سیڑھیاں چڑھے اور ساتھ چھوڑ گئے لیکن مولانا کے ماتھے پر ایک شکن نہ ابھری اور نہ کوئی شکوہ کیا ان کے لئے دعائے خیر کی لیکن ساتھ چھوڑنے والے اقتدار کی بھول بھلیوں میں ایسے کھوئے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا نہیں ہے لیکن مولانا اپنی جگہ مضبوط پتھر کی طرح جمے رہے، اپنے ارادے اور قول کے پکے، خودداری سے بنی شخصیت جس کے لئے راہیں خود وا ہوتی گئیں

صداقت کی شرافت کی۔(روزنامہ جرأت)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لوگ کیا کیا بک گئے تو نے نہیں بیچے اصول
تیرے دامن کو بہت ہے دولت عشق رسول

ہر دور و عہد میں مولانا کو وزارت، گورنری اور پلاٹ پرمٹ کی پیشکش ہوئی۔ اقتدار کی لونڈی نے بار بار چوکھٹ پر دستک دی لیکن آپ نے کمال استقلال سے ہر بار پیشکش ٹھکرا دی اور چور دروازے سے اقتدار میں آنے کو جمہوریت کے منافی قرار دیا۔

مولانا نورانی نے صدر صدام حسین سے ملاقات کی اور جنگ بندی کے لئے مفید مشورے فراہم کئے۔ ایران کو پیش کش کی گئی مگر وہ رضامند نہ ہوا اور حملے جاری رکھے تو مولانا نورانی کے مشورے سے صدام حسین نے حکم دیا کہ عراقی فوج میں جو شیعہ ہیں ان کو آگے ایرانی فوج کے مقابل تعینات کیا جائے اور جو سنی ہے اس کو باڈر سے ہٹا دیا جائے اس اقدام کے نتیجہ میں ایران نے دیکھا کہ شیعہ شیعہ کو مار رہا ہے وہ فوری رضامند ہو گیا جنگ بندی کے لئے اور یوں چند سالوں پر محیط جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ مولانا نورانی کی اس فراست اور جنگ کے خاتمہ پر اقوام متحدہ نے مولانا نورانی کو عالمی امن کی سند جاری کی۔

-2 لندن میں آپ کو بغداد (عراق) میں ہونے والی علماء کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ مل گیا۔

موتمر الشعبی الاسلامی یا پاپولر اسلامک کانفرنس ۱۰ تا ۱۵، اپریل ۱۹۸۳ء کو عراق میں ہو رہی تھی۔ صدر صدام حسین نے اس میں شریک مسلم علماء کو دعوت دی تھی کہ وہ آکر جنگ بند کرانے کا راستہ بتائیں اور دونوں ملکوں کے درمیان ثالثی کی کوشش کریں۔ کانفرنس چند روز کے لئے ملتوی ہو گئی پھر ۱۶، اپریل ۱۹۸۳ء کو شروع ہوئی۔ علامہ نورانی نے کانفرنس سے فکر انگیز تاریخی خطاب کیا۔
(ماہنامہ دی میسیج کراچی)

۲۴، مارچ ۱۹۸۶ء کو ایران عراق جنگ ختم کرانے کے سلسلے میں "ورلڈ علماء کانفرنس" کی قائم کردہ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے بغداد (عراق) گئے۔ (روزنامہ جنگ لاہور)

جولائی ۱۹۸۷ء کو آپ نے وزارت اوقاف عراق کی دعوت پر ۱۳ روزہ تبلیغی دورہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۸۷ء کو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے وفد کے ساتھ لیبیا میں منعقدہ "بین الاقوامی اسلامی کانفرنس" میں شرکت کی اور ایران عراق جنگ بند کرانے کے بارے میں لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی سے ملاقات کی۔ (جنگ لاہور)

۱۸، جون ۱۹۸۸ء کو آپ ایران عراق جنگ کے خاتمہ کے لئے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل

پیریز ڈی کوئیار سے ملاقات کرنے کیلئے لاہور سے (براستہ کراچی) نیویارک (امریکہ) تشریف لے گئے۔ (روزنامہ نوائے وقت ملتان)۔

۱۹۸۰ء کی دہائی میں پاکستان کی سیاست میں لسانیت اور علاقائی رنگ اتنا غالب آیا کہ "مہاجر قومی موومنٹ" کی بنیاد ڈالی گئی۔ عصبیت ونفرت کی سیاست ہونے لگی۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی پاکستان کی وہ واحد شخصیت تھی کہ جس نے مہاجر قومی موومنٹ کے سیاسی وسماجی کردار پر بھرپور تنقید کی اور قوم کو آگاہ کیا کہ ملک میں لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی اس سازش کے تانے بانے بہت گہرے ہیں۔ علامہ کی اس راست گوئی، بے باکی اور جرأت اظہار کا پورا کراچی گواہ ہے انہوں نے صوبائی علاقائی لسانی گروہی سیاست کے خلاف بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ سندھ یونٹ کے نام پر لسانی فسادات کے موقع پر سندھ بھر کا دورہ کیا یہ وہ وقت تھا کہ جب حیدرآباد کا پکا قلعہ، سانحہ علی گڑھ جیسے واقعات نے انسانیت کا چہرہ خون آلود کردیا تھا علامہ نورانی نے اس موقع پر الطاف حسین کی سیاسی ناپختگی اور دہشت گردانہ عزائم کی بھرپور مخالفت کی یہ وہ وقت تھا کہ انہوں نے کراچی کا کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا کہ جہاں اس وقت کی مہاجر قومی موومنٹ کی ریاست میں ریاست قائم کرنے کی کوشش کی مخالفت نہیں کی ہو۔ کمال کی بات یہ تھی کہ اس بدترین دور میں جب "جو قائد کا غدار ہے وہ موت کا حقدار ہے" کے نعرے بلند تھے۔ علاقوں میں آہنی گیٹ تعمیر کرکے عوام کو آزادانہ نقل وحرکت سے روک دیا گیا تھا، باشعور طبقہ فرد واحد کے مظالم تلے دبا ہوا تھا سیکٹر اور یونٹ کی سطح پر انسانیت کی تذلیل کی جارہی تھی تو ایسے میں صرف علامہ شاہ احمد نورانی کی وہ واحد شخصیت تھی کہ جس نے سیاسی پلیٹ فارم پر آوازِ حق بلند کی اس جرأت اظہار کا خمیازہ یہ ادا کرنا پڑا کہ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے، ان کی بے حرمتی کی گئی، ان پر جھوٹے الزامات عائد کیے گئے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق انہوں نے اس عرصے میں ۷ ہزار سے زائد کھلے مقامات پر اجتماعات منعقد کرکے ایم کیو ایم کی دہشت گردی بھتہ خوری اور قتل عام کی سرگرمیوں کی بیخ کنی کی۔ انہیں قتل کی دھمکیوں کا سلسلہ آخر تک جاری رہا لیکن اس کے باوجود اس مردِ خدا نے کبھی بھی سیکورٹی گارڈ اور مسلح افراد کا دستہ اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ (روزنامہ امت کراچی، ۱۲، دسمبر ۲۰۰۳ء) ایم کیو ایم کی اصلیت جب ظاہر ہوئی تو گورنمنٹ نے صفایا کیا بڑے پیمانے پر آپریشن کرکے ٹارچر سیل، نجی جیل، اور بھاری مقدار میں اسلحہ اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور بدنامِ زمانہ تنظیم نے تنظیم کا نام تبدیل کرکے "متحدہ قومی موومنٹ" رکھا گویا اس کی شکست اور نورانی وحق کی فتح ہوئی گویا تنظیم نے دبے لفظوں میں اپنی دہشت گرد پالیسی، نفرت انگیز سیاست سے دست بردار ہوکر اب دوسری قوموں کو تسلیم کرلیا ہے ورنہ کبھی

ان ہی قوموں کی گردن زنی جائز تھی۔ لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں جب کہ سب قومیت کو بالآخر قبول ہی کرنا تھا تو پہلے اس قدر بے دردی سفاکی سے قومیت کے نام پر قتل عام کیوں کیا گیا؟

علامہ اقبال کا درج ذیل شعران کی زندگی کی عکاسی کر رہا ہے یہ شعر اکثر وہ اسٹوڈنٹس کو ڈائریوں پر لکھ کر دیتے تھے۔

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرہنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و حجاز

4- آخری دور میں انہوں نے مذہبی سیاسی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم کر کے "متحدہ مجلس عمل" قائم کی۔ مذہبی قوت کو متحدہ کر کے کئی محاذوں پر کام کیا (۱) یہودی لابی این جی اوز (۲) لادینی قوت (۳) ملک دشمن عناصر (۴) اور دہشت گرد مذہبی تنظیموں کے خلاف بھرپور کام کیا۔ جس کے سبب ملک میں امن وامان رہا، آئے دن مسجد اور امام بارگاہ پر حملہ قتل وغارتگری کنٹرول میں آئی۔ ملک امن کا گہوارہ بن گیا۔ سیاسی تنظیموں کو دہشت گرد تنظیموں سے بالکل الگ کرنا ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہے۔

سیاست کے حوالہ سے ان کی چار اہم ومنفرد خدمات کو اختصار کے پیش نظر رکھتے ہوئے درج کیا ہے۔ جس سے ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آتی ہے۔ یہ تمام انقلابی کام مولانا کی "تجدیدی شخصیت" کو اجاگر کر رہے ہیں۔

مولانا نے اہل سنت و جماعت کو اپنی عظیم سیاسی تاریخ دی ہے یہ جماعت و جمعیت کا سیاسی اثاثہ ہے۔ اس "نورانی تاریخ" کو آنے والی نسل کے لئے محفوظ کرنا ہوگا تا کہ وہ نورانی سیاست سے رہنمائی پاتے رہیں اور اپنے کردار کو ممتاز ومنفرد بناتے رہیں۔

عادات وخصائل: قرآن حکیم وقصیدہ بردہ شریف کے عامل، شیخ کامل، سادہ طبیعت، نرم مزاج، دھیمی آواز، شیریں گفتار، روانگی وشائستگی سے آراستہ، گندمی رنگ، باریک ہونٹ، نورانی چہرہ، سنت نبوی سے آراستہ، اخلاق مصطفوی کے پیکر، اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر، مہمان نواز، غریب پرور، متوکل، خوف خدا وعشق مصطفیٰ سے سرشار، مدبرانہ سوچ، قائدانہ صلاحیتوں سے ممتاز تھے۔ اقلیم سیاست کے ایک ایسے عظیم کردار تھے کہ اصول پسندی حق گوئی وبے باکی اور جرأت ان کا نشان تھا۔ شخصی حکمرانی ہو یا فوجی آمروں کی من مانیاں علامہ نے ایک بااصول، راست گو، نڈر سیاسی، مدبر اور قائد کی صورت میں نہ صرف کلمہ حق ادا کیا بلکہ اس کے لئے ہر طرح کی صعوبت و مشکل برداشت کی۔ مولانا دنیائے اسلام میں کلمہ حق بلند کرنے والے کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے۔

ممتاز صحافی الطاف حسن قریشی نے اپنے قلم سے مولانا کی تصویر اس طرح کھینچی ہے، وہ رقمطراز ہیں:

"متحدہ قومی محاذ" کی تربیت و تشکیل میں ان کا نمایاں حصہ ہے۔ ۱۹۷۳ء کی دستور سازی میں ان کی سیاسی کاوشیں اپنا رنگ دکھاتی رہیں۔ اجتماعی جدوجہد کا فن انہیں خوب آتا ہے۔ سیاسی باریکیوں اور نزاکتوں کو خاموشی سے گذرنے نہیں دیتے۔ قوت فیصلہ اور قوت کار سے بہرہ ور ہیں۔ بعض مواقع پر انہوں نے فیصلہ کن قدم اٹھایا اور تنظیم کو بکھرنے سے بچایا۔ قومی مسائل پر سیاسی نقطہ نظر سے غور وفکر کرتے تھے۔ پارلیمانی مباحث نے ان کے جوہر نکھار دیئے ہیں۔ (ہفت روزہ زندگی کراچی ۱۹۷۷ء)

محمد ذکی صاحب ایڈوکیٹ اپنے مضمون میں مولانا کی سادگی سے متعلق لکھتے ہیں:

۱۹۷۱ء میں کراچی یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ ایک بار کراچی جانے کے لئے حیدرآباد سے وین میں بیٹھا تو دیکھا مولانا بھی ہمسفر ہیں، اس وقت مولانا قومی اسمبلی کے رکن تھے اور ایسی جماعت کے سربراہ تھے جس کے کئی اراکین قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں موجود تھے۔ ان دنوں کراچی حیدرآباد کے شہروں میں مولانا اور ان کی جمعیت کا زبردست اثر ورسوخ تھا۔ مولانا نورانی کو کمال سادگی سے عام مسافر وین میں سفر کرتے دیکھا تو خوشگوار حیرت ہوئی۔ پاکستان میں سیاستدان پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے رکن بن جاتے ہیں تو ان کے انداز اطوار اور تیور بدل جاتے ہیں مگر اقتدار اور ایوانوں کی جھلمل نے مولانا جیسی عظیم شخصیت پر کبھی اثر انداز نہیں ہوسکی۔ (جرأت کراچی ۱۳ دسمبر ۲۰۰۳)

ورلڈ اسلامک مشن شاخ برطانیہ کے صدر عبدالرؤف مصطفائی نے مولانا نورانی کے سوئم میں خطاب کرتے ہوئے بتایا: مولانا نورانی کو ہم ہر سال لاکھوں پونڈ جمع کر کے دیتے تھے لیکن وہ اپنی ذات پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تمام رقم مساجد مدارس اہل سنت کی تعمیر وترقی اور لٹریچر کی اشاعت پر خرچ کرتے تھے۔

ایک کالم نویس لکھتے ہیں: مولانا کے مخالف بھی یہ الزام کبھی نہ لگا سکے کہ وہ دیگر بے شمار سیاستدانوں کی طرح "لوٹا کریسی" اور "مالی کرپشن" میں مبتلا ہو کر اپنے دامن کو داغ دار کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سیاست میں شرافت، وضع داری، صبر وتحمل کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ انتقامی سیاست اور اوچھے ہتھکنڈوں سے ہمیشہ گریز کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے میری اطلاع کے مطابق اپنے سیاسی مکتب میں کئی نوآمیز سیاسی کارکنوں کی تربیت کا فرض بھی ادا کیا ہے۔ دوست محمد فیضی، محمد صدیق راٹھور، حافظ محمد تقی، ظہور الحسن شہید بھوپالی (ایڈیٹر افق کراچی) بھی ان ہی کے "مکتب سیاست" سے بہت کچھ سیکھ کر نکلے تھے۔ (روزنامہ آغاز کراچی، ۱۳، دسمبر ۲۰۰۳ء)

حقیقت تو یہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان میں تمام وہ رہنما جو سیاسی سوج بوجھ رکھتے ہیں وہ سبھی

امام نورانی کے تربیت یافتہ ہیں۔ مثلاً: پروفیسر شاہ فرید الحق، ملک محمد اکبر ساقی، رفیق احمد باجوہ ایڈوکیٹ۔ حاجی حنیف طیب۔ جاوید چانڈیو۔ ڈاکٹر محمد زبیر۔ سلیم قادری۔ محمد عثمان نوری وغیرہ وغیرہ

وہ زیرک سیاستدان، علوم قدیم وجدید کے ماہر، درویش صفت، متوکل فقیر کے علاوہ شیخ طریقت بھی تھے۔ لیکن وہ روایتی پیر نہیں تھے۔ اپنی نمائش وایڈوٹائزمنٹ کے سخت مخالف تھے، وہ اپنی نیکی کی نمائش نہیں کرتے تھے، وہ تعریف وتوصیف پر خوش ہونے والے پیر نہیں تھے۔ اپنی نمائش کے لئے انہوں نے کبھی بھی کوئی راہ ہموار نہیں کی۔ ہمیشہ کسر نفسی عاجزی تواضع وسادگی سے کام لیتے تھے۔ اپنی دینی کاوشوں کو چھپاتے رہتے تھے۔ کسی کے زوردار اصرار کے بعد بیعت میں لیتے تھے۔ لیکن پھر بھی اس سے شریعت مطہرہ پر سختی سے پابندی کا عہد لیتے تھے۔ کھی میمن مسجد صدر کے متصل ماسٹر کے فلیٹ میں سے ایک پرانے معمولی اور کرائے کے فلیٹ میں پوری زندگی درویشانہ بسر کی۔

۱۹۷۹ء میں جہانگیر پارک صدر میں "نورانی شبینہ اور اجتماعی دعا" کے پروگرام کا اجراء کر کے ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسلمانوں کو شب بیداری اور تلاوت قرآن سماعت کی سعادت سے بہرہ ور کرتے اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ وہ نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے ان کی شخصیت کا ہر پہلو روشن اور شاندار ہے اور ہر ایک وسعت کا متقاضی ہے۔

فقیر کو طالب علمی کے زمانے سے تقریباً ۱۵ سال قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا، لاڑکانہ میں جمعیت میں کام کیا ان کے پروگرام اٹینڈ کئے۔ لاڑکانہ جہاد کانفرنس میں جب ان کو اسٹیج پر دعوت دے رہا تھا تو اس وقت عوام سے گذارش کی کہ ان کا کھڑے ہو کر استقبال کریں تو فوری طور پر جناح باغ میں ہزاروں لوگ کھڑے ہو کر ان کا شاندار استقبال کیا تو نورانی میاں نے اسی وقت دھیمے آواز میں ایسا کرنے سے مجھے منع کیا۔ درگاہ عالیہ راشدیہ پیر جو گوٹھ کے سالانہ جلسہ ۲۷، رجب کو ہر سال دیکھا، درگاہ مشوری شریف میں حاضری دیتے ہوئے دیکھا، جناح باغ لاڑکانہ میں ولولہ انگیز اور فکر انگیز خطاب کرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن ہر بار انہیں عظیم انسان پایا، عالم اسلام کا عظیم سرمایہ پایا۔

القابات وخطابات: مولانا نورانی کو علماء ومشائخ اور عوام اہل سنت مختلف القابات وخطابت سے یاد کرتے تھے یقیناً وہ ان خطابات کے حقیقی معنوں میں صحیح حقدار تھے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

قائد اہل سنت، قائد ملت اسلامیہ، امام انقلاب، مجاہد اسلام، حق وصداقت کی نشانی، غازی ختم نبوت، عالمی مبلغ اسلام، یادگار اسلاف، نابغہ روزگار، پندرہویں صدی کے مجدد وغیرہ وغیرہ

خیال و فکر کی سچائیاں بھی شامل ہیں
میرے لہو میں میرے شجرہ نسب کی طرح

وصال: قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۱۶، شوال ۱۴۲۴ھ/ ۱۱، دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات اسلام آباد میں پونے بارہ بجے دوپہر کو ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ پاک فضائیہ کے سی ون خصوصی طیارے کے ذریعے جسم اقدس اسلام آباد سے کراچی پہنچایا گیا۔ ایئرپورٹ پر سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ کی موبائل ایمبولنس خدمت کے لئے کھڑی تھی جس نے تدفین تک خدمت انجام دی۔

جمعہ کے روز نشتر پارک میں ساڑھے چار بجے نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض نورانی میاں کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد انس صدیقی نے انجام دیئے۔ اخبارات نے لکھا کہ "پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی نماز جنازہ تھی" دس کلومیٹر تک جلوس جنازہ تھا۔ فضا درود وسلام سے گونج اٹھی، آہوں سسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ اور تدفین میں انسانوں کا سمندر امڈ آیا۔ کراچی حیدرآباد کی اہم مارکیٹیں بند، تین دن سوگ کا اعلان، دینی سیاسی تنظیموں کی مصروفیات موقوف، پورا ملک افسردہ و غمگین نظر آیا۔

پورے عالم اسلام میں کہرام مچ گیا۔ ایک ساتھی نے پوچھا کہ کس کا انتقال ہو گیا ہے کیوں کہ ہماری بہن کا ہالینڈ سے فون آیا تھا وہ بتارہی تھیں کہ وہاں مسجد سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں پاکستان میں کسی بزرگ کے انتقال پر۔ پوری دنیا سے مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی کوشش کی لیکن فقط لندن، کینیڈا اور سعودی عرب سے بہت کم لوگ شریک ہو سکے۔ مولانا نورانی کے انتقال پر سندھ اسمبلی میں قائد حزب اختلاف نثار احمد کھوڑو (صدر پیپلز پارٹی صوبہ سندھ) کی تحریک پر سندھ اسمبلی کا اجلاس ۱۷، دسمبر تک ملتوی ہوا۔ امام مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) شیخ محمد صیام نے نورانی میاں کے انتقال پر کراچی میں جلسہ ملتوی کر دیا۔ انتقال کی اطلاع ملتے ہی کراچی اسٹاک ایکسچینج میں مندی رہی۔

تبع تابعی حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۱ھ) کی درگاہ مقدس کی سیڑھیوں سے متصل والدہ ماجدہ کے قدموں میں لاکھوں سوگواران کی موجودگی میں تدفین عمل میں آئی۔

بروز اتوار امیر خسرو پارک کلفٹن میں فاتحہ سوئم کی تقریب صبح ۹ بجے سے منعقد ہوئی، جس میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے جوان سال بڑے صاحبزادے مولانا محمد انس صدیقی نورانی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا اور قطب مدینہ کے جانشین شیخ محمد رضوان مدنی نے انہیں دستار فضیلت باندھی۔ اور خلافت سے نوازا درود وسلام کا ورد نعرہ تکبیر ورسالت کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ انس نورانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "وہ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔"

وفاقی وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو، ڈاکٹر مولانا سرفراز احمد نعیمی لاہور، سردار شیر باز خان مزاری، ناظم کراچی نعمت اللہ خان، نائب ناظم کراچی طارق حسن، ڈاکٹر صفدر عباسی (لاڑکانہ) شیعہ عالم حسن ترابی، مفتی ابوبکر عطاری، ریاض حسین نجفی (شیعہ) علامہ سید عرفان حسین شاہ مشہدی ودیگر نے شرکت کی۔

سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کا تعزیتی پیغام سابق وزیر اعلیٰ سندھ آفتاب شعبان میرانی نے مولانا انس کو پہنچایا۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم پاکستان میر ظفر خان جمالی کے تعزیتی بیانات اخبارات میں شائع ہوئے۔

نورانی چہلم: ۱۸، جنوری ۲۰۰۴ء بروز اتوار امیر خسرو پارک کلفٹن بالمقابل درگاہ عبداللہ شاہ غازی کراچی میں منعقد ہوا پورا پارک بھرا ہوا تھا تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی ملک و بیرون ملک سے علماء و مشائخ اہل سنت اور سیاسی سماجی شخصیات نے شرکت کی اور اپنے عظیم قائد کو خراج عقیدت پیش کیا۔

سارا جہاں رویا ہے

نہ صرف آنکھیں ہیں پرنم بلکہ دل رویا ہے
ہم نے در نایاب، ملت کا کنول کھویا ہے
جس کی پرواز تھی شاہین کی نظروں سے بلند
اب خاکی شبستان میں جا سویا ہے

جس کی تدبیر و سیاست تھی شبنم سے شفاف
اس کا پس مرگ بھی رحمت نے کفن دھویا ہے
ہے کانوں میں اب تک اس کی تلاوت کی مٹھاس
اس کا آہنگ خطابت بھی یوں گویا ہے
اہل سنت کے سپوت ہوں گر وقف چمن
ہے وہ صدیوں کی بہار اس نے جو بویا ہے
"آصف" تم ہی نہیں اس کی فرقت میں حزیں
اس کی الفت میں تو سارا جہاں رویا ہے



شیخ الادب مولانا شمس بریلوی

حضرت مولانا شمس الحسن صدیقی المعروف شمس بریلوی بن مولوی ابوالحسن صدیقی عاصی بریلوی (۱۹۳۷ء) بن مولانا حکیم محمد ابراہیم بدایونی نیا شہر بریلی کے محلہ ذخیرہ کے اس مکان میں ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے جس مکان میں عالم اسلام کی ایک عظیم ہستی امام احمد رضا خان محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) انقلاب سے ایک سال قبل ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان دراصل امام احمد رضا کے جدامجد کی ملکیت تھا جس کو بعد میں حضرت شمس کے والد ماجد نے خرید لیا تھا۔ شمس بریلوی خود بھی ایک علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد، دادا، پردادا کے علاوہ آپ کے تایا مولوی ریاض الدین صدیقی بریلوی (۱۹۴۳ء) صاحب تصانیف بزرگ گذرے ہیں اور روہیل کھنڈ بریلی کے مشاہیر علماء وشعراء اور ادباء میں ان حضرات کا شمار کیا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت: شمس بریلوی نے رسم بسم اللہ کے بعد بریلی شریف کے دارالعلوم منظر اسلام میں جس کی بنیاد خود اعلیٰ حضرت احمد رضا نے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں رکھی تھی، اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور دیگر مقتدر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بعض اساتذہ کرام کے نام ملاحظہ کریں۔ مفتی حامد رضا خان بریلوی، حافظ عبدالکریم چتور گڑھی، مولانا رحم الٰہی منگلوری (۱۳۶۳ھ) مولانا احسان علی مونگیری، مولانا قاسم علی خواہان بریلوی، مولانا رونق علی بریلوی وغیرہ۔

اس مدرسہ کے علاوہ آپ نے الہ آباد بورڈ سے فارسی زبان کے امتحانات، منشی کامل اور ادیب کامل کے امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کئے۔ شاعری میں آپ نے مولانا سید قاسم علی خواہاں بریلوی سے اصلاح لی اور بعد میں ان کے بیٹے شایان بریلوی کی اصلاح کی۔

بیعت: آپ آخری عمر میں کراچی میں چمنستان رضویہ کے سرسبد پھول استاد العلماء علامہ تقدس علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

(بروایت سید وجاہت رسول قادری)

درس وتدریس: آپ نے تدریس کا آغاز صرف ۱۷ سال کی عمر میں مدرسہ منظر اسلام میں ۱۹۳۵ء سے شعبہ فارسی میں بحیثیت استاد کیا اور ۱۹۴۵ء تک یہ خدمت انجام دیتے رہے اور جب آپ نے مدرسہ منظر اسلام چھوڑا اس وقت آپ شعبہ فارسی کے صدر مدرس تھے۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۴ء آپ بریلی کے اسلامیہ کالج میں استاد کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ ۱۹۵۶ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور گورنمنٹ اسکول ایئرپورٹ میں ملازمت اختیار کی اور ۱۹۷۵ء میں اس

ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

تصنیف وتالیف: آپ کی قلمی خدمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱۹۳۶ء میں "انشاء ابوالفضل" (دفتر اول) کی شرح لکھی جو انور بک ڈپو لکھنؤ سے شائع ہوئی۔
- ۱۹۴۲ء میں میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" پر مقدمہ لکھا۔
- ۱۹۴۶ء میں نول کشور پریس سے دوسرا ایڈیشن ہوا۔
- "تنقیدی شہ پارے" اورینٹل بک ڈپو بریلی سے شائع ہوئی۔

۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۲ء آپ ایجوکیشن بک ڈپو علی گڑھ سے وابستہ رہے اور کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں چند نام قابل ذکر ہیں۔ مثلاً:

- تہذیب خانہ داری
- بچوں کی تربیت

پاکستان آمد کے بعد ۱۹۵۲ء تا ۱۹۶۶ء آپ ایجوکیشنل پریس سے وابستہ ہوئے اور ادارہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی سے آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں۔

- ترجمہ گلستان سعدی مع حواشی
- ترجمہ بوستان سعدی مع حواشی
- شرح دیوان حافظ شیرازی مع حواشی
- ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم
- سعیدی اردو کمپوزیشن حصہ اول و دوم

اس دوران دیگر اداروں نے بھی آپ کی مندرجہ ذیل مطبوعات شائع کیں۔

- ارمغان سیفی پر تنقید — ناشر سلطان احمد نقوی
- تکان مرگ کا ترجمہ موت کا جھٹکا — ناشر مکتبہ رشیدیہ کراچی
- معلم الدین کا ترجمہ — مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی
- نفسیات کے زاویے — مطبوعہ محراب ادب کراچی
- لمعات خواجہ کا ترجمہ معہ سوانح و تبصرہ مطبوعہ ادارہ معین الادب کراچی
- ترجمہ لطائف اشرفی
- مقدمہ مقامات صوفیہ — مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور
- مقدمہ ماثر الکرام — مطبوعہ دائرۃ المصنفین کراچی

۱۹۶۶ء تا ۱۹۹۵ء مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے وابستہ رہے اس دوران آپ کی کئی معرکۃ الآرا تصنیفات و تالیفات و تراجم مع مقدمات شائع ہوئیں۔

- سرورِ کونین ﷺ کی فصاحت ۞ نظامِ مصطفیٰ ﷺ
- مقدمہ ارشاداتِ رسولِ اکرم ﷺ
- مقدمہ، کشف المحجوب، داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی مرحوم
- مقدمہ، مکاشفۃ القلوب، امام غزالی قدس سرہ مترجم مفتی تقدس علی خان بریلوی مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر
- مقدمہ، مدارج النبوت، شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی
- مقدمہ، فوائد الفوائد، خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ
- مقدمہ، خصائص الکبریٰ، علامہ جلال الدین سیوطی مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی
- مقدمہ و ترجمہ، تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ
- مقدمہ و ترجمہ غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
- مقدمہ و ترجمہ عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ
- مقدمہ و ترجمہ نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ
- مقدمہ و ترجمہ اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر
- کلامِ رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ
- مقدمہ و ترتیب کلام ذوقِ نعت، مولانا حسن رضا بریلوی

۱۹۸۰ء تا وصال آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں۔ آپ کا شمار ادارہ کے بانیوں میں ہوتا ہے اس دوران آپ کے کئی مقالات اور کتابیں ادارہ سے شائع ہوئیں اور کئی زیرِ طبع ہیں۔

- امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول مطبوعہ ۱۹۸۴ء
- امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد دوم مطبوعہ ۱۹۸۶ء
- فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ عالمگیریہ
- آفتابِ افکارِ رضا۔ مثنوی کی بحر میں امام احمد رضا کے علوم و فنون کا ۵ ہزار اشعار میں تعارف و سوانح (غیر مطبوعہ)
- تاریخِ نعت
- لمعاتِ شمس۔ شمس بریلوی کی مختصر سوانح و تعارف ۱۹۸۶ء

❁ جہان شمس۔ شمس بریلوی کے حالات وافکار اور قلمی وادبی کام، تعارف وتبصرہ۔ اسماعیل رضا ذبیح ترمذی مطبوعہ ۱۹۹۲ء

معارف رضا کے مختلف سالانہ شماروں میں مقالات شائع ہوتے رہے۔

شاعری: آپ اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی اشعار کہتے تھے افسوس کہ آپ کا دیوان تلف ہوگیا۔ آپ نے سبزواری پبلشرز کے بانی حافظ عبدالکریم قادری رضوی کی فرمائش پر ان کی کتاب "بستر مرگ سے قبر تک" طبع ثانی ضیاءالدین پبلشرز ۱۹۹۶ء پر ایک شاندار نظم "زادراہ" کے عنوان سے تحریر فرمائی یہ نظم اس مضمون کے اختتام پر قارئین کرام کے ذوق کو دوبالا کرے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

عادات وخصائل: آپ سچے پکے سنی حنفی بریلوی مسلمان، رواداری کے پابند، سچے اور کھرے مخلص اور وفادار، وقت اور وعدے کے پابند، زبان وقلم میں محتاط، انتہائی حساس، مہمان نواز دوستوں سے اچھی توقعات رکھتے اور گوشہ نشین تھے۔

اولاد: حضرت شمس بریلوی کی اہلیہ سکندر بیگم بنت حافظ عبدالسعید خان کا ۱۹۹۳ء میں انتقال ہوا۔ چھ بیٹیاں اور تین بیٹے شادی شدہ ہیں۔ 1- جاوید شمس صدیقی 2- فرید شمس 3- سعید شمس

سفر حرمین شریفین: آپ نے ۱۹۷۹ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول اکرم ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

وصال: حضرت شمس بریلوی ۱۲، مارچ ۱۹۹۷ء بمطابق ۲، ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ بروز بدھ بعد نماز عشاء رات ۹ بجے (P.N.S) شفا ہاسپٹل کراچی میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ کراچی کے سخی حسن قبرستان (نارتھ ناظم آباد) میں تدفین ہوئی۔

وہ جو اک مقدمہ نگار تھا، وہ جو اک ادیب شہیر تھا
جسے کہتے تھے شمس بریلوی یہ اس کی لوح مزار ہے

(ماخوذ: ذاتی معلومات کے علاوہ لمعات شمس وجہان شمس وغیرہ)

زادراہ

اثر خامہ: علامہ شمس الحسن شمس بریلوی علیہ الرحمہ (ستارہ امتیاز حکومت پاکستان)

یاالٰہی! ہم کو وہ توفیق دے — نفس ترے حکم کا، تابع رہے
ہم سے سرزد ہوں نہ ایسی حرکتیں — جو تجھے ناراض اور ناخوش کریں

اتباع احمد مرسل کریں
گامزن ہم ان کے رستے پر رہیں

مہربانم! اے عزیزِ محترم
زندگی میں شرط ہے عُقبیٰ کا غم

بج رہاہے دم بدم کوسِ رحیل
گوش بر آواز ہو! مردِ نبیل

کر تہیہ کچھ تو "زادراہ" کا
ہے بہت دشوار...... تیرا راستہ

ساتھ کب دیں گے ترا، فرزند وزن
کام آئیں گے بس! اعمال حسن

تو کہ ہے مست شراب زندگی
ہے فقط دھوکہ سراب زندگی

زندگی کے جس قدر لمحات ہیں
دلکش و رنگیں وہ سب آنات ہیں

ہے مگر ان کا، یہ رنگِ ظاہری
کچھ خبر بھی ہے تجھے......انجام کی

صبح عشرت اور شام کیف زا
اور شب کی راحتیں اس کے سِوا

غور کر ان کی حقیقت پر ذرا
ان کے رُخ سے ظاہری پردہ اٹھا

تب کھلے گا زندگی کا اصل حال
اور نظر آجائے گا تجھ کو ......مآل

موت! صبح زندگی کی شام ہے
زندگانی کا یہی...... انجام ہے

زندگی اور بعد مردن اے فہیم!
سامنے ہیں سات (۷) دریائے عظیم

نفسِ سرکش اور شیطانِ لعین
لوٹتے ہیں راہ تیری بالیقیں

نزع جاں اور تیرہ و تاریک گور
چل نہیں سکتا یہاں کچھ ترا زور

اور اس کے بعد ہنگام نشور
نامہ اعمال اور پل سے عبور

ہیں یہ سب دریا نہایت خوفناک
غرق کرنے میں نہیں کرتے یہ باک

اے رہینِ عیش کر فکرِ غور
تجھ کو ان سے تو گزرنا ہے ضرور

کر فراہم سات (۷) ایسی کشتیاں
جو لگا دیں پار تجھ کو بے گماں

یہ سفینے ہیں بہت تیرے قریں
سعی کر مل جائیں گے یہ بالیقیں

استقامت دین پر ہو بالیقیں
ہوں ادا باراستی احکام دیں

یاد حق کی اور ذکر مصطفیٰ
اتباعِ حضرت خیر الوریٰ

پیشواؤں کا رہے پاس وقار
اور ہو حسن عمل تیرا شعار

فضل حق، لطف نبی درکار ہے
گریہ ساماں ہو تو بیڑا پار ہے

بار الٰہا! آرزو ہے بس یہی
یاد میں تیری نہ آئے کچھ کمی

شمس کا جب آئے وقتِ آخری
اور ہو ہنگام نزع و جاں کنی

دل ہو جلوہ گاہ حضرت مصطفیٰ　　　اور لب پر نام اقدس ہو تیرا

مولانا حافظ شبیر احمد دہلوی

حضرت مولانا شبیر احمد بن مولانا بشیر احمد دہلوی، دہلی کی شاہی سنہری مسجد کے سابق نائب امام، خواجہ حسن نظامی دہلوی کے دیرینہ رفیق اور تحریک پاکستان کے خاموش مگر سرگرم کارکن تھے۔ ۱۹۲۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ذی علم شخصیت تھے جب کہ والدہ محترمہ ایک نیک اور پارسا خاتون تھیں اور وقت کے جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا عبدالغفور عارف دہلوی کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ولادت کے کچھ دیر بعد ہی وصال فرما گئیں اسی لئے آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی نے کی جو بڑی متقی پرہیز گار خاتون تھیں۔ اور حضرت علامہ مفتی حبیب احمد دہلوی صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کی صاحبزادی اور حضرت ابومخدوم سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اس علمی اور روحانی ماحول نے آپ کی شخصیت پر گہرا اثر کیا اور آپ بچپن ہی سے حصول علم میں لگ گئے۔

تعلیم و تربیت: والد محترم نے آپ کو مدرسہ عالیہ فتحپوری میں داخل کر دیا جہاں آپ نے جید علماء کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی اور کم مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد درسی نصاب کا آغاز کیا مگر ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد والد گرامی کے حکم سے اپنے چھوٹے بھائی مولانا حافظ مشیر احمد دہلوی (خطیب جامع مسجد بلال لیاقت آباد کراچی) کے ہمراہ لاہور روانہ ہو گئے اور وہاں حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور جید علماء سے درس نظامی کی بعض کتب پڑھیں۔ لیکن دوران تعلیم آپ سخت بیمار ہو گئے جس کی بناء پر والد محترم نے آپ کو واپس بلا لیا اور آپ دہلی واپس تشریف لے گئے۔ عرصہ دراز تک علیل رہے۔ اس کے بعد جب روبصحت ہوئے تو دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے لئے ملتان شریف تشریف لے گئے جہاں رازی زماں علامۃ الدوران فخر اہل سنت حضرت مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی (نور اللہ مرقدہ) شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم (ملتان) سے دورہ حدیث مکمل کیا اور سند حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا۔

بیعت و خلافت: آپ نے روحانی تربیت پھوپھا سلسلہ اشرفیہ کے عظیم بزرگ حضرت ابومخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ سے حاصل کی۔ اور پھر انہی کے حکم سے محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ کے دست بیعت ہوئے۔ خانقاہ

اشرفیہ کچھوچھ شریف کے سجادہ نشین حضرت ابو مسعود سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ اشرفیہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

تحریک پاکستان: میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مختلف مقامات پر جا کر لوگوں کو اپنی تقریر کے ذریعے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا۔

خطابت وامامت: آپ نے دوران تعلیم ہی خطابت شروع کردی تھی۔ ہندو پاک میں خطابت کے ذریعے مسلک حقہ اہل سنت کی خوب ترویج اشاعت کی۔

تقسیم ہند سے قبل آپ نے دس سال تک دہلی کی شاہی سنہری مسجد چاندنی چوک میں نائب امام کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے اور اس سے قبل مسجد شیخان بارہ ہندوراؤ دہلی کے امام وخطیب بھی رہے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ پہلے ملتان اور پھر کراچی تشریف لائے تو آپ نے پاکستان کوارٹرز میں رہائش اختیار کی اور یہیں فردوس مسجد کی بنیاد رکھی اور عوام اہل سنت کے تعاون سے اس عظیم جامع مسجد کی تعمیر کی آپ تاحیات اس مسجد کے امام وخطیب رہے اور مسلسل پچاس سال تک یہاں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ ہر سال ماہ مقدس ربیع الاول شریف میں جلسہ عید میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے تھے اور ان میں اہل سنت کے جلیل القدر علماء اور نامور خطباء کو مدعو کرتے تھے۔

مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کا گہرا تعلق تھا۔ آپ ابتدا میں جمعیت علماء پاکستان کے رکن بھی رہے اور جمعیت کے لئے بڑی سرگرمی سے کام کیا۔

عادات وخصائل: آپ نام ونمود کو پسند نہیں کرتے تھے، خاموش کارکن کی حیثیت سے مسلک اہل سنت و جماعت کے فروغ میں کردار ادا کرتے رہے۔ مسلسل محنت، فکرات اور پریشانیوں کی وجہ سے آپ کو شوگر کا مرض لاحق ہو گیا۔ جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے۔ لیکن آپ نے کبھی اپنی پریشانی یا بیماری کا اظہار نہیں کیا، بلکہ خدا کی رضا پر راضی رہے۔ دوسروں کی طرح اپنی بیماری کا ڈھونڈورا پیٹنے کے سخت مخالف تھے۔ آپ ان زندہ دل انسانوں میں سے تھے جو اپنے دکھوں کو چھپا کر دوسروں کی خوشیوں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والا اپنے غموں کو بھول جایا کرتا تھا۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔ لیکن کسی کتاب کی قیمت نہیں رکھی ہمیشہ مفت تقسیم کیا کرتے۔ روزنامہ جنگ کراچی میں آپ کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ روزنامہ آغاز کراچی میں تو آپ کا دینی کالم ''روشن باتیں'' مستقل تھا اور عوام وخواص میں مقبول تھا۔ (السعید ملتان)

مضمون نگار نے آپ کی تصنیف وتالیف کے نام تحریر نہیں کیئے ورنہ تعارف ضرور ہو جاتا۔

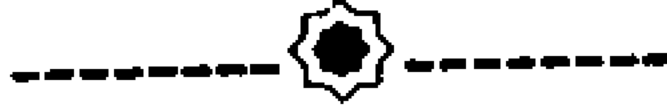
شادی واولاد: اپنے محترم ومکرم چچا اور خسر حضرت علامہ نسیم احمد دہلوی کی بیٹی سے عقد مسنون کیا۔ چار صاجزادے شمیم احمد (۲) وسیم احمد (۳) تسلیم احمد (۴) سلیم احمد اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔

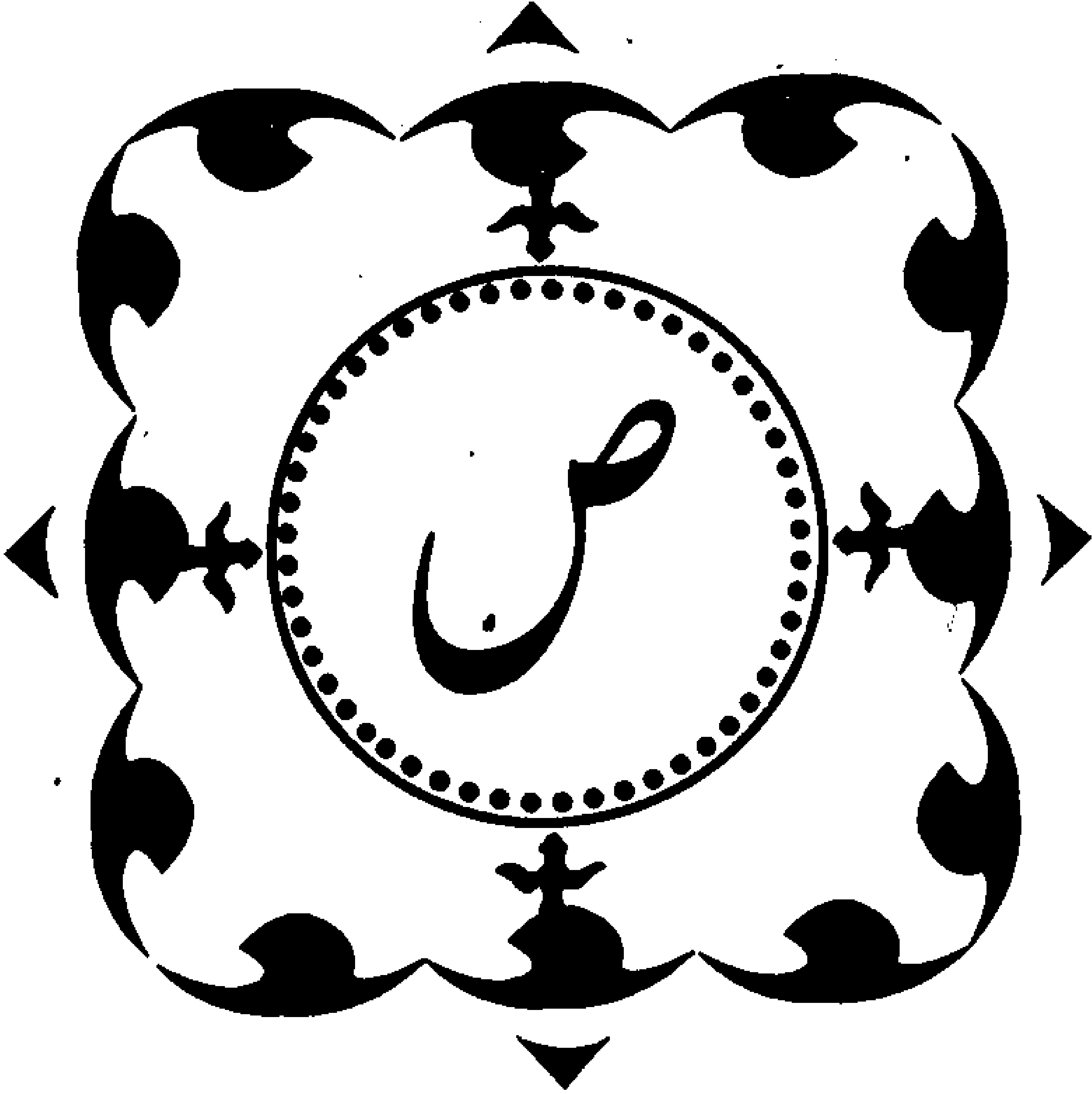
(ماہنامہ السعید ملتان، اپریل ۱۹۹۸ء)

وصال: مولانا شبیر احمد عرصہ دراز تک علیل رہنے کے بعد ۲۵ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۳، فروری ۱۹۹۸ء بروز پیر صبح ساڑھے سات بجے دل کے شدید حملہ کے باعث خالق حقیقی سے ملے۔

آپ کی نماز جنازہ مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی نے پڑھائی اور تدفین خاموش کالونی کے قبرستان میں ہوئی۔ وصال کے تیسرے روز جامع مسجد فردوس پاکستان کوارٹرز میں سوئم ہوا۔

[ماخوذ: ماہنامہ الاشرف کراچی، جون ۱۹۹۸ء]




ص

ماہتاب ولایت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی

امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد شاہ پیر صاحب روضے دھنی ﷺ (۱۲۳۴ھ) کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی اول پچاس سال کی عمر میں مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے اور دستار سجادگی ان کے سر پر باندھی گئی۔ اس خاندان میں یہ پہلے پیر ہیں جو پیر پگارہ (صاحب دستار) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سید صبغت اللہ شاہ اول ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۷۹ء کو بمقام گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو عرف پرانی درگاہ شریف تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس (سندھ) میں تولد ہوئے۔

(الرحیم مشاہیر نمبر ۱۹۶۷ء)

تعلیم و تربیت: حضور امام العارفین کی زیر سرپرستی درگاہ شریف پر مروجہ نصاب کی تعلیم حاصل کی اور حضرت سے مثنوی شریف و دیگر تصوف کی کتب کا درس لیا۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ لکھتے ہیں: آپ قرآن شریف، حدیث شریف اور فقہی احکام پر دسترس رکھتے تھے۔ حدیث شریف کا خاص مطالعہ کیا تھا اور روزانہ بعد نماز فجر درس حدیث دینا آپ کا معمول تھا۔ حدیث شریف میں معلومات شارح جتنی تھی لیکن آپ محض لفظی شارح نہیں بلکہ عارف شارح تھے۔

(مقدمہ: خزانۃ المعرفۃ ص ۱۷)

بیعت: اپنے والد ماجد حضور امام العارفین کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے اور انہی کی خدمت عالیہ میں رہ کر منازل سلوک طے کی۔

کتب خانہ: آپ کو دینی علمی اور صوفیانہ کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ اہم و مفید کتابوں کو جمع کرنا تاحیات دستور رہا۔ اس لئے آپ کے کتب خانہ میں نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔

صحیح بخاری کا استقبال: عارف باللہ علامہ خواجہ فقیر اللہ علوی قدس سرہ (متوفی ۱۱۹۵ھ مدفون خانقاہ علویہ شکارپور سندھ) کے وصال مبارک کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح البخاری کا ایک قلمی نسخہ آپ نے تبرکاً منگوایا جب لوگ اس نسخے کو لے کر آئے تو پیر صاحب نے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اپنے والد ماجد کے استاد محترم کے نسخے کا استقبال کیا اور اس نسخے کے حصول کو اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھا۔

اولاد: آپ کو سات بیٹے تولد ہوئے:

1- سید عبدالقادر شاہ　　2- سید غلام مصطفیٰ شاہ

3- سید علی گوہر شاہ اول 4- سید علی محمد شاہ
5- سید علی حیدر شاہ 6- سید علی ذوالفقار شاہ
7- سید شاہ مراد شاہ علیہم الرحمۃ (مخزن فیضان ص ۴۰۹)

آپ کے بعد آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی المعروف پیر صاحب بنگلہ دھنی سجادہ نشین ہوئے۔

مقام و مرتبہ: سید صبغت اللہ شاہ اول کی سندھ میں مقبولیت اوران کے علمی و روحانی مراتب کا اندازہ سید حمید الدین کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے سید صبغت اللہ شاہ کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"باشندگان سندھ کے نزدیک سارے ملک (متحدہ ہندوستان) میں ان (پیر صبغت اللہ) جیسا کوئی شیخ و مرشد نہیں۔ تقریباً تین لاکھ بلوچ ان کے مرید ہیں۔ مرجع خلق عام ہیں۔ جاہ و جلال سے زندگی گذار رہے ہیں۔ جود و کرم، اخلاص و مروت میں بھی شہرہ آفاق ہیں۔ ان کا کتب خانہ بڑا عجیب و غریب کتب خانہ ہے۔ بادشاہوں اور امراء کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا۔ پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) معتبر کتابیں اس میں موجود ہیں۔ (بحوالہ تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۲۷۳)

عادات و خصائل: آپ اپنے والد ماجد کی صحیح پیروی کرنیوالے تھے، سنت مبارکہ کے پابند پرہیزگار، شب بیدار، سخی، مہمان نواز، خلق عظیم سے آراستہ، سادگی پسند، تکلف سے زندگی آزاد، اہل دنیا زمینداروں حکمرانوں سے بے نیاز، غریبوں کسانوں کے ہمدرد، متوکل ایسے کہ جو موجود ہوتا راہ خدا میں خرچ فرما دیتے اور کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ ہمہ وقت مالک کی یاد میں مشغول رہے، عشق مصطفیٰ ﷺ میں سرشار، حضور امام العارفین کی طرح آپ بھی ہر سال نہایت عقیدت و احترام سے جشن میلاد النبی ﷺ انعقاد فرماتے تھے۔ حضور پرنور ﷺ کی تعریف و توصیف مقام و عظمت پر مشتمل نعت شریف اور صوفیانہ کلام بغیر ساز کے سماعت فرماتے بلکہ اپنی روحانی خوراک بتاتے تھے۔

رشد و ہدایت، تبلیغ و تلقین کے لئے دور دراز علاقوں تک سفر کیا اور معرفت کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ جہاں بھی گئے وہاں ذکر شریف و نعت شریف کی محافل ضرور قائم کیں اس طرح خشک دلوں کو معرفت کی چاشنی نصیب ہوئی۔ آپ کے روحانی بلند مقام و مرتبہ اور زبردست تصرف کے سبب سالک منٹوں میں روحانی مقامات طئے کر جاتے تھے۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے: نامور مورخ و مصنف مولانا حکیم رمضان علی قادری صاحب (سنجھورو ضلع سانگھڑ) رقمطراز ہیں: "ابن الوقت وہابی جب اپنے پیشواؤں کو ملکی وملی خدمات سے تہی دامن پاتے ہیں تو اپنی خفت مٹانے کو مشاہیر مشائخ وعلمائے اہل سنت میں سے کسی کے ساتھ ان

کا کوئی نہ کوئی تعلق جوڑنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ طرح طرح کے افسانے تراش کر مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے فلاں پیشوا کا رابطہ فلاں بزرگ سے تھا لہٰذا ہمیں بھی لہو لگا کر شہیدوں میں مل جانے کا حق حاصل ہے پھر خواہ تاریخی واقعات ان کے دعوؤں کی صریحاً تکذیب کرتے ہوں یا واقفان حال ناقابل تردید دلائل سے ان کے افسانوں کو جھوٹا بھی ثابت کر دیں یہ لوگ اپنی رٹ لگاتے چلے جائیں گے۔

وہابی صاحبان سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی (مصنف تقویۃ الایمان) کی نام نہاد تحریک جہاد کو صحیح و درست ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں ان کی درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں آمد اور حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ صاحب اول سے ان کی ملاقات کا بڑا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں اور اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے کہ ہمارے پیشواؤں کی یہ شان ہے کہ حضرت پیر صاحب پگارہ جیسی عظیم شخصیت نے بھی ان کی خاطر مدارات کی اور کئی روز تک ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ اتنی سی بات کا بتنگڑ بنا کر اب یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ حضرت پیر صاحب موصوف (معاذ اللہ) ان کی تحریک وہابیت کے حامی اور مددگار تھے۔

حالانکہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ سید احمد رائے بریلوی اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ مسافروں کی حیثیت میں آئے اور حضرت پیر صاحب موصوف نے اپنی اعلیٰ خاندانی روایات کے تحت ان کی مسافر نوازی فرمائی۔ ان کی مومنانہ صورتیں دیکھ کر انہیں دیندار سمجھتے ہوئے اعلیٰ اخلاق سے پیش آئے تو یہ صرف قبلہ پیر صاحب موصوف کی بلند ہمتی اعلیٰ ظرفی اور آپ کے اخلاق کریمانہ کا اظہار تھا۔ مگر اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوا کہ پیر صاحب موصوف ان کی نام نہاد تحریک جہاد کے حامی و موید تھے؟ آیا کوئی بھی وہابی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ سید احمد نے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اور اپنی تحریک کے متعلق صاف صاف مندرجہ ذیل باتوں سے مطلع کیا تھا؟

1- میں اپنی محسن و مربی حکومت برطانیہ کا حقیقی خیر خواہ اور وفادار ایجنٹ ہوں۔
2- میں انگریزوں کی مخالفت اور حصول آزادی کے لئے ان سے لڑنا مذہباً حرام سمجھتا ہوں۔
3- میں انگریز کے اقتدار کے استحکام کی خاطر بڑی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔
4- میں ابن عبدالوہاب نجدی کے نقش قدم پر چل کر مشرک مسلمانوں کے خلاف جہاد کی تیاری کر رہا ہوں۔
5- ہم کسی کا ملک چھین کر حکومت کرنا نہیں چاہتے، نہ انگریز کا نہ سکھوں کا۔
6- ہم سکھوں کے خلاف جہاد کا نعرہ صرف اس لئے لگاتے ہیں کہ مسلمان ہمیں چندہ دیں اور نعرہ جہاد کی کشش سے ہماری لڑاکا جماعت میں شامل ہوں۔
7- ہم سرحدی علاقہ میں افغانوں کے تعاون سے یا انہیں کچل کر انگریزوں کے زیر سایہ "ریاست

وہابیہ" قائم کرنا چاہتے ہیں۔

8- میرے دست راست مولوی اسماعیل دہلوی نے ابوالوہابیہ نجدی کی کتاب "التوحید" کا خلاصہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے لکھا ہے۔

9- اس کی وہابیانہ حرکات سے "دہلی" اور دیگر شہروں میں شورش بپا ہے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک رہی ہے۔

10- اب ہم برٹش گورنمنٹ کی اجازت وتائید اور حمایت سے مسلمانان ہند کا شرک، ایران کا رفض، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق مٹا دینے کی خاطر سرحدی علاقہ میں افغانوں سے جہاد کرنے جارہے ہیں۔

11- ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ان مقاصد کی تکمیل میں ہماری امداد فرمائیں، کیا کوئی وہابی یہ ثابت کرسکتا ہے کہ سید احمد نے حضرت پیر صاحب پگارہ کی خدمت میں یہ تمام باتیں عرض کردی تھیں اور پیر صاحب پاگارہ نے ان کی یہ رام کہانی سن کر ان کی تائید و حمایت اور امداد فرمائی تھی؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ واضح رہے کہ حضرت پیر صاحب موصوف بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے سردار اور ایک عظیم روحانی پیشوا تھے، سلسلہ رشد و ہدایت اور حلقہ ذکر وفکر قائم کئے تھے، ہزاروں لاکھوں مسلمانان اہل سنت آپ سے فیوض و برکات حاصل کررہے تھے، ان کے متعلق کوئی صحیح الدماغ شخص سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ان جیفۂ دنیا کے طلبگار ابن الوقت وہابیوں کی گندی سیاست اور گھناؤنی سازش میں ملوث ہوسکتے ہیں، اس قدر جلیل القدر پاکباز بزرگ کے سامنے روباہ صفت وہابیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنی مذموم سرگرمیوں اور ناپاک عزائم کا اظہار بھی کرسکیں بلکہ اگر یہ لوگ شامت اعمال سے اس قسم کا کچھ اظہار کر بیٹھتے تو یقیناً دھکے دے کر نکال دیئے جاتے اور صاف سنا دیا جاتا کہ

برو ایں دام برشاخ دگر نہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

بات صرف اتنی سی ہے کہ سید احمد اور ان کے ساتھی بگلے بھگت بن کر چند روز عالی مقام پیر صاحب کے ہاں مسافرانہ حیثیت سے قیام پذیر رہے، پیر صاحب موصوف نے از راہ احسان ان کی خاطر مدارت کی اور ممکن ہے کہ ان کی کچھ مالی مدد بھی کردی ہو اور اس طرح مزید لطف وکرم کا مظاہرہ فرمادیا ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبلہ پیر صاحب پاگارہ رحمۃ اللہ علیہ نے (معاذ اللہ) ان کی وہابیت کو قبول کرلیا تھا اور ان کی ناپاک تحریک میں شامل ہوگئے تھے۔ لیکن وہابی صاحبان ہیں کہ وہ اتنی سی بات کو اتنا اچھال رہے ہیں اور اپنی حکمت عملی کے تحت جھوٹے افسانے تراش کر قبلہ پیر صاحب موصوف پر بہتان لگا رہے

ہیں۔(تاریخ وہابیہ ص ۲۶۹)

جامعہ راشدیہ کے فاضل، مناظر اہل سنت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری مخالفین کی جانب سے بہتان تراشی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

موجودہ ابن الوقت وہابی یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ جب سید صبغت اللہ شاہ اول پیر صاحب پاگارا نے سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے نام نہاد جہاد سے منسلک ہوکر اپنے پانچ سو (۵۰۰) مریدان کی تحویل میں دے دیئے تو سید احمد نے خوش ہوکر انہیں "حر" کے خطاب سے نوازا تھا۔ حالانکہ سید حزب اللہ شاہ پیر صاحب پاگارہ سوئم کے عہد سے قبل خاندان راشدیہ کے مریدوں کو حر کہنے یا کہلانے کا سراغ تک نہیں ملتا۔ پس وہابیہ کا یہ دعویٰ بھی سراسر غلط اور خلاف واقع اور نری بکواس ہے۔

میں پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ یہ سب جھوٹ ہے اور پیران پاگارہ پر الزام تراشی ہے۔ وہابیہ کی اس من گھڑت کہانی میں اگر کچھ بھی صداقت ہوتی تو آستانہ عالیہ راشدیہ (پیر جوگوٹھ) کے تحریری ریکارڈ میں کچھ تو ذکر موجود ہوتا۔ حالانکہ درگاہ شریف راشدیہ پیران پاگارہ کے کسی مکتوب یا ملفوظ میں ان کی اس کہانی کے بارے میں ایک حرف تک موجود نہیں ہے۔

(مخزن فیضان ص ۴۰۰/۴۰۵ مطبوعہ درگاہ شریف پیر جوگوٹھ ۱۴۰۸ھ)

ملفوظات شریف: آپ کی ملفوظات شریف "خزانة المعرفة" کے نام سے آپ کے صاحبزادے وجانشین حضرت پیر سید علی گوہر شاہ راشدی پیر پاگارہ دوئم (صاحب دیوان کلام اصغر) نے فارسی میں مرتب فرمائی تھی جس کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم سکندری نے کیا ہے اور جامعہ راشدیہ سے ۱۴۱۱ھ کو شائع ہوئی۔ خزانة المعرفة آپ کے حالات واقعات مسلک ومشرف پر مستند مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے الزامات اتہامات کا رد بلیغ ہوتا ہے اور حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس بشری وجود سے معراج کی دولت حاصل کی اور سر کی آنکھوں سے مشاہدے کی نعمت نصیب ہوئی۔ (ص ۳۵۰)

- آپ نے جماعت کو اولیاء اللہ کی امداد ونصرت حاصل کرنے کیلئے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ کی تعلیم دی۔
- آپ نے تصور شیخ کی تعلیم فرمائی۔ (ص ۲۲۳)
- پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین اور غوث الاعظم کہتے تھے۔ (ص ۳۸۹)
- آپ روزانہ ختم قادریہ میں المدد یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھتے تھے۔ (ص ۴۳۱)
- آپ جب تہجد کے وقت اوراد ووظائف سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیہ نظم پڑھتے تھے:

یا حبیبی سیدی درماندہ ام ۔۔۔ مرکب اندر حرص و عصیان راندہ ام
رحمۃ للعالمینی یارسول ۔۔۔ ہم شفیع المذنبینی یارسول
مشکلم پیش است من دربیکسی ۔۔۔ یارسول اللہ مارا تو بسی
یا محمد لطف آمد عام تو ۔۔۔ بس بود ما را محمد نام تو
احمد اجز تو شفیعم نیست کس ۔۔۔ یارسول اللہ فریادم برس
عاجزم درماندہ ام دستم بگیر ۔۔۔ غیر تو دیگر ندارم دستگیر
الصلوٰۃ والسلام تا قیام ۔۔۔ برمحمد و آل و اصحابش کرام

❁ آپ اور آپ کے مریدین پیران پیر دستگیر کی گیارہویں کی نیاز دلاتے تھے۔(ص ۵۳۵)

خلفاءِ کرام: جس قدر مریدین کی کثرت ہوگی اس قدر خلفاء کی بھی کثرت ہوگی۔لیکن ہماری ناقص معلومات کے مطابق بعض خلفاء کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

❁ خلیفہ میاں خان محمد ۔۔۔ مدفون مکران دیکھئے انوار علماء اہل سنت
❁ خلیفہ سید میاں محمد شاہ ۔۔۔ خزانۃ المعرفۃ ص ۴۷۴
❁ خلیفہ محمد صدیق بن خلیفہ محمد ناھیو ۔۔۔ ص ۳۷۲
❁ خلیفہ غوث محمد ۔۔۔ ص ۴۲۶

وصال: خلیفۃ اللہ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی اول سجادہ نشینی کے بعد تیرہ (۱۳) برس تک دینی روحانی خدمات جلیلہ سرانجام دینے کے بعد ۶، رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔(خزانۃ المعرفۃ ص ۳۲ مقدمہ) آپ کے وصال پر کئی شعراء نے مناقب اور قطعات تاریخ وصال کہے،ان میں سے صاحب دیوان شاعر خلیفہ گل محمد ہالا والے کا ایک قطعہ نقل کرتے ہیں:

غوث عالم مرشد فیاض ماکان کرم
کامل و اکمل مربی و مہدی و اعلیٰ ھمم
صبغت اللہ پیر ما آن محی دین احمدی
محی دلہا ماصی عصیاں و آثار ام
چوں بہ امر ارجعی نقل مکان زین دار کرد
وائی واویلا زعالم خواست تالوح و قلم
دربیان سال وصال از اسم پاک آن شفیع
صبغت اللہ زیب دلھا گفتہ ام بیش و کم

۱۲۴۶ھ

مفتی اعظم پاکستان مفتی صاحبداد خان جمالی

علامہ مفتی محمد صاحبداد خان بن خمیسو خان جمالی گوٹھ لونی (ضلع سبی صوبہ بلوچستان) میں ۱۳۱۶ھ کو تولد ہوئے۔ آپ کا خاندانی تعلق جمالی بلوچ قبیلے سے تھا اور آبائی وطن جھوک سید قاسم شاہ (تحصیل بھاگ، ڈویژن قلات، صوبہ بلوچستان) تھا، جہاں آپ کی کافی بارانی زمینیں بھی تھیں۔

تعلیم و تربیت: ابتداء میں آپ نے قرآن حکیم ایک مشہور اہل اللہ خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بمقام انجن شیڈ سبی میں پڑھا۔ تین جماعتیں اردو "پرنس اسکول" سبی سے پاس کی۔ عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ (متوطن لانڈھی فقیر صاحبان تحصیل بھاگ، ریاست قلات) سے حاصل کی۔ چنانچہ ۱۳۲۶ھ تا ۱۳۳۰ھ تک وہیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد سندھ کے مختلف دینی مدارس میں مروجہ درس نظامی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۳۴ھ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے اس وقت کی نامور دینی درسگاہ "مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ" گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۹ھ) کے پاس ۱۱، ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ کو فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت باندھی۔

قاضی القضاۃ: مفتی صاحب ربیع الاخر ۱۳۵۳ھ/ جولائی ۱۹۳۴ء کو حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی فاروقی قدس سرہ کے انتخاب پر خان قلات الحاج میر احمد یار خان کے استاد اور ریاست قلات کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ ۳۱، مئی ۱۹۳۵ء کو تباہ کن زلزلہ آیا جس نے کوئٹہ اور قلات کو نقصان پہنچایا اس لئے آپ سندھ واپس آ گئے۔ یہ ایسا سبب بنا کہ آپ ہمیشہ کے لئے سندھ کے ہو کر رہے۔ قدرت نے آپ سے سندھ میں بہت بڑا کام لیا۔

سندھ میں قیام: محترم مولانا الٰہی بخش سلطان کوٹی مرحوم رقمطراز ہیں: "۱۳۴۰ھ کو استاد صاحب نے سلطان کوٹ (ضلع شکارپور) میں مستقل سکونت اختیار کی۔ حضرت مفتی عبدالباقی ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ ہمایون شریف کی سرپرستی میں درس و تدریس، تبلیغ، تصنیف تالیف، فتاویٰ نویسی اور نشر و اشاعت کے کام کا آغاز کیا۔

شادی و اولاد: قلات کے خان آپ کے نہایت عقیدت مند تھے، اس نے قلات میں قیام کے دوران ممتاز سردار خاندان کی دوشیزہ سے آپ کی شادی کرائی۔ اس سے آپ کو پانچ بیٹے دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- عبدالغفار جمالی مرحوم
2- عبدالرشید مرحوم

3- عبدالعزیز مرحوم 4- عبدالقادر مرحوم

5- عبدالکریم (بروایت عبدالکریم جمالی۔ کراچی)

صحافت: حجۃ الاسلام، عاشق خیرالانام، مفتی اعظم، علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں آپ نے سندھی میں ماہنامہ "الھمایون" رجب المرجب ۱۳۴۲ھ تا ۱۳۴۵ھ تک چار سال جاری رکھا۔ جس نے نجدیت اور رافضیت کو ناک میں چنے چبادیئے۔

اس کے بند ہونے کے بعد علماء کرام و مشائخ اہل سنت کے اصرار پر سندھی میں ماہنامہ "الاسلام" سلطان کوٹ سے ۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء تک چار سال برابر جاری رکھا۔

مفتی صاحب نے جب ماہنامہ الھمایون اور الاسلام جاری کیے تو پانچ سو کاپیوں کا سالانہ ہدیہ امام انقلاب حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی شہید پیر پگارہ ششم اپنی طرف سے پیشگی ادا فرماتے تھے۔
(سندھ کے دو مسلک طبع سوئم)

ان رسائل نے اہل سنت و جماعت احناف کی خوب خدمت سرانجام دی، نمائندگی اور ترجمانی کا صحیح معنی میں حق ادا کیا۔ ان دنوں سندھ میں نئے ابھرنے والا فتنہ وہابیہ کی خوب خبر لی اور ان کے عقائد باطلہ و گستاخانہ سے امت مصطفویہ کو آگاہ کیا اور عوام اہل سنت کو بیدار و منظم کیا۔

مولانا ظفر علی نعمانی مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی نے "الاسلام" اردو میں کراچی سے جاری کیا جس میں کالم "الاستفتاء" آپ کے سپرد تھا۔ آپ پاک و ہند کے استفتاء کے علمی و تحقیقی جواب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ (رفیق علم سالنامہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

تحریک پاکستان: مفتی صاحب ۱۹۳۹ء کو مذہبی نقطہ نظر سے مسلم لیگ میں شامل ہو کر تحریک پاکستان کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا۔ "کانگریس حکومت" کے خلاف مسجد منزل گاہ سکھر کی آزادی کے لئے کام کیا اور اتمام حجت کے لئے سندھ کے کانگریسی وزیراعلیٰ خان بہادر اللہ بخش سومرو شکارپوری کو ۱۶، اگست ۱۹۳۹ء کو مسجد کی آزادی، مسلمانوں کے حقوق کا احترام اور تحریک کے نتائج کے متعلق خط تحریر کیا۔

۲۷ تا ۳۰، اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس (انڈیا) میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا انعقاد ہوا۔ جس میں برصغیر (پاک و ہند اور بنگال) سے دو ہزار علماء و مشائخ اہل سنت نے شرکت کی۔ سب نے متفقہ طور پر یک زبان ہو کر پاکستان کی حمایت کی۔ ان حضرات میں مفتی صاحبداد خان سلطان کوٹی بھی تھے۔
(خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس)

جمعیت علماء پاکستان: قیام پاکستان کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے قیام کے لئے ۱۹۴۸ء میں علماء و مشائخ اہل سنت نے ملکی سیاسی صورتحال کے پیش نظر ملتان میں فخر اہل

سنت شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی کی زیر صدارت ایک نمائندہ اجلاس منعقد کیا اور ۱۳، فروری ۱۹۴۹ء بمقام جہانگیر پارک صدر کراچی میں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جمعیت علماء پاکستان کے اسی اجلاس میں شریک علماء و مشائخ اہل سنت میں مفتی صاحبداد خان بھی تھے۔ (قاسم ولایت ص ۱۴۰)

مرکزی دارالافتاء: جمعیت علماء پاکستان نے مسلمانوں کی دینی معاملات میں آسانی کے لئے کراچی میں مرکزی دارالافتاء قائم کیا۔ اس اہم و بنیادی کام کے لئے کسی فقیہ شخصیت کی ضرورت تھی۔ جمعیت کے قائدین نے مفتی صاحب کا انتخاب کیا۔ آپ ان دنوں کراچی میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فتاویٰ نویسی کے مشغلہ میں مصروف تھے۔

غالب گمان ہے کہ آپ ۱۹۴۸ء کے بعد سلطان کوٹ سے کراچی تشریف لے گئے اور دینی خدمات میں مصروف رہے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کس مقام پر یہ خدمات انجام دیتے تھے۔ وہ کونسی مسجد اور مدرسہ تھا جس کو آپ نے مرکز بنا رکھا تھا؟

آپ کی ایک تصنیف "القول السداد" ۱۹۵۳ء کو لاڑکانہ سے شائع ہوئی اس پر آپ کا پتہ اس طرح درج ہے: "مرکزی دارالافتاء جمعیت علماء پاکستان متصل نئی مسجد جامع کلری مسان روڈ کراچی"۔

کراچی کا قدیم مدرسہ دارالعلوم امجدیہ پاکستان بننے کے بعد بنا اور جمعیت بھی قیام پاکستان کے بعد بنی، آپ ان سے پہلے کراچی میں قیام پذیر تھے تحریک پاکستان میں کام کیا درس و تدریس سے وابستہ رہے، ہوسکتا ہے کہ آپ کا قدیم مرکز "نئی مسجد" ہو۔ اس مسجد شریف کا موجودہ نام جامع مسجد ابراہیمی علاقہ کلری ہنگورا آباد شاہ عبداللطیف بھٹائی روڈ لیاری کراچی ہے۔ وہاں کے بزرگ نمازیوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب سندھ مدرسۃ الاسلام میں مدرس اور اس مسجد میں امام و خطیب و مفتی تھے۔ مسجد ابراہیمی کے قائم ہونے کا سن ۱۹۴۸ء ہے۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، حضرت مفتی صاحب کی علمی وجاہت کے متعلق رقمطراز ہیں:

"حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی بے مثال خدمات انجام دیں، فن افتاء میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، دور دراز سے لوگ دینی و علمی مسائل میں رجوع کیا کرتے تھے، "سواد اعظم" لاہور میں راقم کی نظر سے مدینہ طیبہ سے آیا ہوا استفتاء گذرا ہے جس کا مبسوط جواب مفتی صاحب نے تحریر فرمایا تھا"۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۱۸۸)

نیو میمن مسجد: قیام پاکستان کے بعد دارالافتاء میں ایک سوال آیا کہ کیا قبرستان کے اوپر مسجد بنائی جاسکتی ہے کہ نہیں؟ آپ نے اس کا تفصیلی مدلل جواب تحریر فرمایا کہ اس طرح مسجد بنائی

جائے کہ قبروں کو تکلیف بھی نہ پہنچے اور بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت بھی پوری ہو، وہ اس طرح کہ قبرستان کو کمرہ نما بنا کر پلر اٹھا کر اس کے اوپر مسجد بنائی جائے۔ اس فتویٰ کی بنیاد پر میمن برادری نے کراچی کی مرکزی جامع مسجد "نیو میمن مسجد" بولٹن مارکیٹ ایم اے جناح روڈ کو تعمیر کیا جو کہ آپ کی فقہی بصیرت کی سب سے بڑی گواہ ہے۔

اس طرح مفتی صاحب قیام پاکستان کے بعد کراچی کے سب سے اول مفتی قرار پائے۔ ہائے افسوس! آج ہم اولین محسنین کو بھلا بیٹھے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان: آپ کو "مفتی اعظم پاکستان" کا خطاب کب اور کس نے دیا؟ یہ فقیر راشدی غفرلہ کے علم میں نہیں ہے۔ فقیر نے جو اس سلسلہ میں تحقیق کی ہے وہ درج ذیل ہے:

اکثر علماء کرام و مشائخ طریقت نے انہیں اسی خطاب سے یاد کیا ہے اور علماء اہل سنت و جماعت کے متفق و مرکزی دارالافتاء کے وہ رئیس بھی تھے۔

- مولانا مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ صدر الافاضل و ایڈیٹر سواد الاعظم لاہور) نے ایک مضمون میں مفتی محمد صاحبداد صاحب کو "مفتی اعظم" لکھا ہے۔

(حیات صدر الافاضل ص ۱۹۷۔ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۹۸ مطبوعہ کھاریاں)

- حضرت مولانا مفتی سید ریاض الحسن جیلانی حامدی رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد سندھ) نے اپنی تصنیف الفیوضات الحامدیہ میں آپ کو "مفتی اعظم پاکستان" تحریر کیا ہے۔

(الفیوضات الحامدیہ فی تعمیر المساجد ص ۳۵ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۷۴ھ)

- خطیب پاکستان مولانا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (ایڈیٹر ماہنامہ "سالک" راولپنڈی) نے رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء کے شمارے میں آپ کے نام کے ساتھ "مفتی اعظم پاکستان" تحریر کیا ہے۔

- حضرت علامہ تقدس علی خان رضوی نے آپ کو "مفتی اعظم پاکستان" لکھا۔ (القول المقبول ص ٦)

مولانا مفتی محمد اعجاز ولی رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ لاہور نے ۱۹۶۰ء کو آپ کے فتویٰ پر تصدیق کرتے ہوئے آپ کو "مفتی اعظم" اور مفتی غلام معین الدین نعیمی نے "مفتی اعظم پاکستان" تحریر کیا ہے۔ (ایضاً ص ۱٦)

خطابات دینے والوں سے آپ کو کوئی نسبت نہیں ہے، نہ وہ آپ کے شاگرد ہیں، نہ استاد بھائی، نہ پیر بھائی ہیں بلکہ سب نے آپ کی فقہی بصیرت کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

درس و تدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درگاہ جیلانیہ قادریہ رانی پور (سندھ) سے تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد درگاہ کٹبار شریف (بلوچستان) میں مدرس رہے۔ اور تقریباً بارہ سال مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے۔ اس کے بعد ایک سال قلات میں پڑھایا۔ ۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء تک غالباً چار سال سلطان کوٹ میں پڑھایا۔ کراچی میں نئی مسجد میں پڑھایا۔ گاڑی کھاتہ کراچی میں دار العلوم امجدیہ قائم ہوا اس میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں عرصہ تک دینیات پڑھاتے رہے اور ۱۹۵۲ء میں اس خدمت سے سبکدوش ہوئے۔ (سہ ماہی مہران جامشورو سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

حر مجاہدین نے امام انقلاب، بطل حریت، حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی کی بے مثال قیادت میں انگریزوں کے خلاف تحریک چلائی۔ انگریزوں نے حر مجاہدین کے روحانی مرکز درگاہ شریف راشدیہ "پیر جو گوٹھ" کو شدید نقصان پہنچایا دیواروں کو بم سے اڑایا، کتب خانہ لوٹ لیا، حر مجاہدین کو گرفتار کر کے شدید اذیتیں دی گئیں ہیں، حضرت کو گرفتار کیا گیا اور سینٹرل جیل حیدر آباد میں رات کی تاریکی میں ڈرڈر کے شہید کیا گیا اور آپ کے دو صاحبزادوں کو گرفتار کر کے لندن بھیج دیا۔ یہاں تحریک کو بیان کرنا محل موقعہ نہیں ہے کسی دوسرے مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا یہاں صرف اختصار کے ساتھ اصل مسئلہ بتانا ہے تاکہ پس منظر واضح ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ اس تحریک نے برٹش گورنمنٹ کی نیندیں اڑا دیں تھیں اور بالآخر انہوں نے ہندو پاک سے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا......

قیام پاکستان کے بعد علماء و مشائخ اہل سنت کی اجتماعی وانفرادی کوششوں سے موجودہ پیر صاحب پگارہ سید شاہ مرادن شاہ راشدی عرف سکندر شاہ (صدر پاکستان مسلم لیگ فنکشنل) اپنے برادر سید نادر علی شاہ راشدی کے ساتھ لندن سے پاکستان تشریف لائے اور درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس سندھ) کے بحیثیت "سجادہ نشین ہفتم" آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ انگریز کے ظلم و ستم کے سبب درگاہ شریف کا نظام معطل تھا۔ پیر صاحب کے آنے کے بعد رونقیں بحال ہوئیں، جماعت کے چہرے فرط مسرت سے کھل اٹھے۔ خصوصاً جماعت مریدین کی تعلیم و تربیت اور عموماً اہل سنت و جماعت کی رہنمائی کے لئے برِ اعظم کی اس عظیم و مرکزی خانقاہ راشدیہ پر "جامعہ راشدیہ" کے بحال کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پیر صاحب کی نگرانی میں حضرت مولانا فقیر محمد صالح قادری (امام مسجد شریف درگاہ شریف) کی انتھک کوششوں سے جامعہ راشدیہ کا ۵، مئی ۱۹۵۳ء کو افتتاح ہوا۔

مولانا محمد صالح نے اپنے استاذ محترم مفتی محمد صاحبداد کو کراچی سے جامعہ راشدیہ میں لے کر آئے اور مفتی صاحب کی کوشش سے علامہ تقدس علی خان بریلوی جامعہ میں تشریف لائے اور شیخ الحدیث کے

منصب پر فائز ہوئے۔ دونوں جلیل القدر شخصیات نے سندھ میں علماء کی ایک جماعت تیار کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

اس تمہید کا مقصد یہ تھا کہ جامعہ کی بحالی کے بعد آپ کراچی سے درگاہ شریف پیر جو گوٹھ آئے اور تاحیات اسی جامعہ میں درس وتدریس، فتاوی نویسی اور تصنیف وتحقیق کے اہم وضروری کام میں مصروف رہے۔ حاصل مطلب یہ کہ آپ نے تقریباً ۱۵ سال کراچی میں اور تقریباً چھ سات سال کا عرصہ جامعہ راشدیہ میں قیام کیا۔

شاعری: آپ شاعری کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے تھے اور شاعری میں "ناصح" کو تخلص اپنایا ہے۔ اپنے استاد محترم مفتی محمد قاسم یاسینی کی وفات پر آپ نے قطعہ تاریخ وصال کہا جو کہ اپنے مقام پر درج ہے۔ اس سے واضح ہورہا ہے کہ آپ تاریخ گوئی کے فن میں بھی دسترس رکھتے تھے۔

عادات وخصائل: مفتی محمد صاحبداد جمالی، عالم شب خیز، مناظر، متکلم، مفتی، عظیم مدرس، باخبر سیاستدان، ملکی حالات پر دسترس رکھنے والے صحافی، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، مسلک کے درد وجذبہ کی جیتی جاگتی تصویر، رد باطل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہیں ہندو پاک میں مقبولیت حاصل تھی، اہل سنت و جماعت کے اکابر علماء میں ان کا شمار تھا۔ وہ اہل سنت و جماعت کو بیدار و منظم دیکھنا چاہتے تھے اور اسی لئے عمر بھر کوشش بھی فرماتے رہے۔ وہ ایک تحریک تھے، زندگی تحریک میں گذاری۔ نصف صدی سے زائد کا عرصہ انہوں نے شب وروز اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت میں گذارا۔

حضرت مولانا محمد اسحاق جتوئی (متوفی ۱۴۱۹ھ) نے ایک ملاقات میں فقیر راشدی کو بتایا کہ ایک بار درگاہ شریف صدیقیہ شہداد کوٹ میں جلسہ تھا۔ بعد جلسہ علماء اپنے اپنے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔ میں چونکہ نوجوان تھا اور مولانا مفتی نجم الدین یاسینی کے کمرے میں ان کے قریب اپنے بستر پر کمر سیدھی کررہا تھا کہ اچانک مولانا صاحب مجھے مخاطب ہوئے کہنے لگے کہ بیٹا! جاؤ دیکھ کر آؤ مفتی صاحبداد صاحب کیا کررہے ہیں سنا ہے کہ وہ ساری رات قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔ میں حکم کو بجالانے کے لئے اٹھ کر چلا گیا جاکر دیکھا واقعی قرآن شریف کھلا ہوا ہے اور وہ تلاوت میں مصروف ہیں۔ دوسری بار آدھی رات کو اور تیسری بار پچھلی گھڑی کو مجھے اٹھایا اور میں نے تینوں ٹائم انہیں فکر قرآن میں مستغرق پایا۔ سبحان اللہ!

ردوہابیت: ان دنوں سندھ میں دیوبندیوں کے سرخیل مولویوں، عبید اللہ سندھی، دین محمد وفائی، محمد صادق کھڈہ مارکیٹ (لیاری کراچی) تاج محمود امروٹی اور سید رشد اللہ شاہ جھنڈے والے وغیرہ کیلئے حضرت مفتی صاحب شمشیر برہنہ تھے۔ آپ سندھ بھر میں انہیں تقریری تحریری طور پر

للکارتے رہے، بار بار انہیں میدان عمل میں مناظرہ کیلئے دعوت دیتے رہے لیکن وہ بزدل مرد میدان کہاں تھے وہ تو چھپ چھپ کر حملہ کرنے کے عادی تھے۔ جب دین محمد وفائی نے کراچی کا رخ کیا تو آپ نے کراچی پہنچ کر اس کا ناطقہ بند کیا اور عوام الناس کو اس کے باطل عقائد سے آگاہ کر کے بدعقیدگی کے آگے بند باندھا۔

انہی لوگوں کے رد میں آپ نے بزبان سندھی میں "البلاغ المبین" کتاب تحریر فرمائی جو کہ ایک سو اسی (۱۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"مشہور وہابی مبلغ مولوی دین محمد وفائی نے اپنے رسالہ "توحید" کراچی کے شمارے ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ میں اعلان کیا ہے کہ نجدیت کے اصل الاصول کتاب تقویۃ الایمان کے سندھی میں ترجمہ "توحید الاسلام" کی اشاعت میں مولوی تاج محمود امروٹی کے علاوہ پیر رشد اللہ شاہ جھنڈے والے کی بھی کافی امداد تھی۔ "سندھ میں جھنڈہ گوٹھ (کا مدرسہ) وہابیت کا مرکزی علمبردار مقام ہے۔ جس مدرسہ کے معلم کھلے الفاظ میں اپنے حلقہ تدریس میں سرکار غوث اعظم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے البلاغ المبین ص ۵)

آپ اپنی کتاب البلاغ کے متعلق لکھتے ہیں: "یہ کتاب حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی، حضرت صاحبزادہ محمد معصوم درگاہ خنیاری شریف (ضلع نوابشاہ) اور حضرت صاحبزادہ محمد اسماعیل جان سرہندی وغیرہ وغیرہ علماء و مشائخ کی مالی امداد سے شائع ہوئی۔ (البلاغ المبین ص ۱۸۰)

آپ نے مولوی دین محمد وفائی کے رسالہ کے پوسٹ مارٹم میں الحق الصریح (سندھی) کتاب تحریر فرمائی۔ اس کے علاوہ سندھ کے دیگر وہابیوں دیوبندیوں اور اہل حدیث مولویوں کا تعاقب کیا ہے۔ ۴۹۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۵۶ء کو المکتبہ نیونہام روڈ کراچی سے دوسری بار شائع ہوئی جس کی گونج آج بھی باطل کے ایوانوں میں سنی جاسکتی ہے۔

تصنیف و تالیف: آپ نے تدریس کے علاوہ تحریر کے حوالے سے بھی کارہا نمایاں انجام دیں۔ بدلتے حالات کو سمجھتے ہوئے قلم کا خوب استعمال کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف قلم کی اہمیت کو سمجھتے تھے بلکہ اس کو بہترین طریقے سے استعمال کرنا بھی جانتے تھے۔ آپ نے قلم کے ذریعے اسلام و سنیت کی خوب خدمت انجام دی، حق کا بول بالا کیا اور باطل کا سرنگوں کیا۔ اپنے قلم کے ذریعے اصلاح عقائد کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی بھی خدمات انجام دیں اس کے علاوہ مظلوم کی داد رسی کی ان کے حقوق کی آواز بلند کی اور غافل مسلمانوں کو ان کے فرائض یاد دلانے کے لئے آپ قلم کو جنبش دیتے رہے۔

آپ کی بعض تصنیف وتالیف کے نام درج ذیل ہیں:

1- البلاغ المبین فی رد المکتوب المسمیٰ بامام المبین (سندھی) طبع اول ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء

2- الحق الصریح فی جواب الرسالۃ المسماۃ بالاعتقاد والصحیح (سندھی) طبع اول ۱۳۴۹ھ طبع دوئم ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء

اس کتاب پر اس وقت کے نامور آٹھ علماء ذی وقار کی تقاریظ رقم ہیں۔

مثلاً: مولانا قمر الدین عطائی مہیسر (مدفون شہداد کوٹ) اور ناصر ملت مولانا ناصر جلالی (کراچی) وغیرہ

3- القول السداد (اردو) جس زمانہ میں مفتی صاحب کا کراچی میں قیام تھا، ان دنوں لاڑکانہ سے مولانا محمد ظہور الحق قادری رضوی (محلہ دڑی لاڑکانہ) نے اردو میں ایک سوال مفتی صاحب سے کیا کہ زید کہتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے سوا کسی شہر وقریہ میں قربانی منشاء قرآن مجید نہیں مکہ میں بھی اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی استعمال میں آسکے، اس سوال کا نہایت جامع جواب مفتی صاحب نے تحریر فرمایا جس نے القول السداد کی صورت اختیار کی۔ یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو سائل مولانا ظہور الحق مرحوم نے اعلیٰ کتابت وطباعت سے مزین کرا کے اپریل ۱۹۵۴ء کو سکھر سے چھپوا کر لاڑکانہ سے عام کیا۔

4- سیف الرحمن علیٰ اعداء القرآن۔ (سندھی) مبلغ اسلام مولانا قمر الدین مہیسر نے ایک استفتاء کے ذریعے شیعیت کے متعلق پانچ سوالات کئے۔ مفتی صاحب نے جواب میں سیف الرحمٰن تحریر فرمائی جو کہ ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ہے جس کو الھمایون کے خصوصی نمبر کے تحت اسی سال یعنی ۱۳۴۵ھ کو شائع کیا۔ اس کے علاوہ اسی سال کی ابتداء میں یعنی محرم الحرام ۱۳۴۵ھ کے شمارہ میں بھی شیعہ مذہب کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔

مولانا قمر الدین مہیسر نے اسی خط میں اور مولانا حکیم عبدالوہاب گلال نے تحفۃ الوہاب جلد اول ص ۱۴ پر الہمایون کے محرم الحرام والے شمارے سے حوالے کوڈ کئے ہیں۔ اس شمارہ میں غالباً آپ نے شیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ دعوت دینے، بلانے والے، خطوط لکھنے والے، محبت کا دم بھرنے والے، بے وفائی کرنے والے اور شہید کرنے والے تمام شیعہ تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ آپ شیعہ فتنہ سے غافل نہیں تھے بلکہ بروقت ان کار دان کی بنیادی کتب سے کر کے مسلمانوں کو گمراہی سے بچایا اور کھل کر بتایا کہ شیعہ حب آل رسول کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہی آل رسول کے قاتل ہیں۔ آپ کی حقیقت افروز کتب کا آج تک شیعہ وہابی مدلل جواب دینے سے عاجز رہے ہیں۔

5- السیف المسلول علیٰ اعداء آل رسول۔ (سندھی) اس میں آلِ رسول کا دشمن شیعہ فرقے کو ان کی امہات کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔
6- الصارم الربانی علیٰ کرشن القادیانی۔ قادیانیت مرزائیت کا رد بلیغ
7- التوسل بسید الرسل الی خالق الکلّ (اردو)
8- الہام القدیر فی مسئلة التقدیر۔ مسئلہ تقدیر کی وضاحت اور شکوک وشبہات کا ازالہ
9- سبیل النجاح فی مسائل العیال والنکاح۔ نکاح وطلاق کے مسائل اور عائلی قوانین پر تبصرہ
10- القول المقبول فی عظمت قول اللہ والرسول (اردو)۔ لاؤڈ سپیکر کی آواز پر امام کے افعال کی پیروی کرنے کے ناجائز ہونے پر مبسوط فتویٰ۔ طبع اول ۱۹۶۰ء، طبع دوئم مسلم کتابوی لاہور ۲۰۰۳ء
11- وہابی شفاعت کے منکر ہیں (سندھی)
12- اخلاق النبی ﷺ
13- اقامة البرہان
14- عشرہ عاملہ
15- فتاویٰ ناصح
16- وہابی گستاخ رسول
17- تذکرة الصلحاء۔ خواجہ محمد حسن جان سرہندی کی تالیف کا اردو ترجمہ کیا۔ جسے اس زمانہ کے صوفی عبدالرحیم کلکتہ والے نے کراچی سے شائع کر کے مفت تقسیم کیا تھا۔
18- تعمیر مساجد (اردو) نیو میمن مسجد کی تعمیر کے متعلق جاری کردہ فتویٰ
19- سماع موتی
20- مطالبہ حق: آریوں کے رد میں
21- پرکاش آریوں کے رد میں
22- میلاد شریف وغیرہ موضوع پر رسائل تحریر فرمائے۔
23- وہب اللہ شاہ جھنڈے والے کے حکم سے مولوی جمیل خیر پوری سابق صدر مدرس مدرسہ پیر جھنڈہ نے اہلسنّت وجماعت پر الزامات واتہامات پر مشتمل کتابچہ بنام "الالیق بالقبول فی بشریت الرسول" لکھا۔ مفتی صاحب نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء کو تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ غالبًا آپ کی آخری تصنیف ہے جو کہ "القول الانور فی بحث النور والبشر" (مؤلف: علامہ عبدالصمد میتلو مرحوم سابق استاد جامعہ راشدیہ) کے ساتھ غوثیہ کتب خانہ سانگھڑ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔
24- آپ نے امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی مرتبہ کتاب "حسام الحرمین" کی تائید اور اکابر دیوبند کے خلاف تاریخی فتویٰ جاری فرمایا جو کہ "الصوارم الہندیہ" میں محفوظ ہے، اردو ترجمہ یہاں درج کیا جارہا ہے۔

باباصلاح الدین کوٹری والے

حضرت باباصلاح الدین بن حضرت عین الدین المعروف آئین دان ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء کو بمقام اندرون ریاست چترال جبلی علاقہ دشوار گذار (صوبہ سرحد، پاکستان) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد عالم دین وصوفی بزرگ تھے اور پہلے عالم تھے جو کہ اتالیق مہتر چترال کے عہدہ پر بھی فائز رہے اور آپ نے دین کی عظیم الشان خدمت انجام دیں۔ آپ کا وصال بلخ میں ہوا اور وہیں آپ کی دائمی آرام گاہ ہے۔ زعفران کی کاشت جو وراثتاً آپ کیلئے ذریعہ معاش تھی کچھ عرصہ تک مامور رہے۔

تعلیم وتربیت: بعد میں اپنے دونوں بڑے بھائیوں شکر اللہ اور ابدال الدین اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ طاہرہ بی بی کے سپرد کر کے حصول تعلیم کی غرض سے اسلامیہ اسکول پشاور میں داخل ہو گئے۔ جہاں سے سند امتیازی میٹرک کی حاصل کی تو حکومت چترال نے آپ کو علی گڑھ حصول تعلیم کے لئے بھیج دیا گیا۔ جہاں سے آپ نے بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ مگر سوئے اتفاق کہ تعلیم منقطع کرنی پڑی۔ اس کا سبب یہ بتایا گیا کہ ایک محفل مذاکرہ قائم ہوئی جس میں طلباء کو اظہار خیالات کی دعوت دی گئی۔ جس کا موضوع تھا "حصول علم دین کے بعد حصول علم دنیا ضروری ہے" اور انعقاد بھیکم پور ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہوا۔ لہٰذا کسی سے مشورہ کئے بغیر خود فیصلہ کیا کہ حصول علم دین کے لئے کیوں نہ آغاز کیا جائے۔ پس ایک انقلاب زندگی کو ہم آغوش کئے ہوئے دیوبند پہنچے۔ وہیں طالب علم بن گئے اور مولوی حسین احمد مدنی کی شاگردی اختیار کی لیکن ایک عرصہ کے بعد مولانا کی بالآخر اصلیت واضح ہوئی کہ باباصاحب کا ،مزار پر بغرض فاتحہ خوانی کے لئے جانا معمول تھا۔ ایک دن حسین احمد دیوبندی موقعہ پر پہنچے اور شاگرد سے مخاطب ہوئے کہ

صلاح الدین! یہاں خاک کے تودہ پر کیوں اتنا انہماک واستغراق ہے؟

مولانا! یہاں آپ خاک کا تودہ دیکھ رہے ہیں مگر میں یہاں سے آسمان تک نور ہی نور دیکھ رہا ہوں۔

مولانا نے جواب غیر متوقعانہ سن کر فوراً مشتعل انداز میں کہا: "افسوس کہ تم دیوانے ہو گئے جو ایسی بات کہتے ہو"

اس مکالمہ کے بعد دیوبند کی اصلیت کھل کر سامنے آ چکی تھی لہٰذا بددل ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد دنیا سے بے نیاز تمام قیود من وتو سے آزاد صحرا صحرا جنگل جنگل مناظر قدرت الٰہی کا مطالعہ کرنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ وہ دور جو نصاب ولایت کی اصطلاح میں مجذوب یا مغلوب الحال کہلاتا ہے باباصاحب کے لئے مقدر ہو گیا جس پر نہایت ثابت قدمی سے گامزن رہے اور آپ کا

روزانہ مشغلہ سیر و سیاحت، زیارات مقامات مقدسہ، چلہ کشی، ریاضت شاقہ اور مجاہدات بن گیا۔

چنانچہ عرصہ تک کلیہ شریف میں دربار مخدوم علاء الدین صابر کلیری میں قیام کیا۔ بعد میں اجمیر شریف خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے آستانہ پر کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ اجمیر شریف میں ہی شہرت ہوگئی کہ آپ قائم اللیل اور صائم الدھر ہوتے ہوئے مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔ بس اس شہرت نے آپ کو آمادہ کیا کہ دوسری جگہ منتقل ہوں۔

چنانچہ بابا صاحب نے اجمیر سے رخت سفر باندھا۔ دہلی، لاہور، ملتان، سرہند، اور دیگر اہم مقامات مقدسہ و مزارات اولیاء اللہ پر حاضری دینا اور خدمت خلق کو اپنا معمول بنالیا۔

قیام آگرہ: ۱۹۳۵ء تا اکتوبر ۱۹۵۱ء تک آگرہ (بھارت) میں قیام رہا۔ تقریباً ۱۹۳۵ء کو آپ ابتدا میں جامع مسجد آگرہ میں قیام پذیر رہے اور شرف استعداد علمی حضرت مولانا سعادت اللہ صاحب سنبھلی اور مولانا مولوی حبیب اللہ کابلی سے حاصل کیا۔

اب مجاہدات کا عالم شدید تر ہونے لگا اور آپ نے فرائض مشروع کے ساتھ ساتھ مخلوق کی خدمت خالق کی عبادت کو بھی اپنا نظریہ حیات بنالیا اور بیشتر اوقات رقت گریہ وزاری میں گذارنے لگے اور آپ کی حالت جذب بسا اوقات حلقہ بگوش اور حاضر باش حضرات کے لئے تکلیف دہ اور پریشان کن ہو جاتی۔ کیوں کہ آپ کسی معالج یا طبیب سے رجوع ہونا پسند نہ فرماتے۔ دیکھا گیا ہے کہ آنکھیں مورم ہوکر پرآشوب ہوگئیں ہیں۔ پیروں کے تلوے پھٹ کر خون آلود ہوگئے اور ہزاروں روپیہ خلق اللہ پر نثار کر رہے ہیں مگر خود کے لئے فرماتے کہ "یہ ہی تکلیفیں تو میرا علاج ہیں"۔ اس عالم میں بھی کثرت صلوٰۃ و صیام اور شدت مجاہدات معمولات روزمرہ بن گئے تھے۔ ساتھ ہی کتب بینی اور مشاہدات الٰہی میں روزافزوں ترقی ہوتی رہی حتی کہ اتباع شریعت مجاہدات و ریاضت کی بدولت نقاہت جسمانی غالب ہونے لگی کیوں کہ ایک نان جویں، ستوں بھڑ بھونجہ کی اپنے لئے خوراک بنالی مگر اللہ رے قوت روحانی کی۔ دنیا شاہد ہے کہ صلاح الدین کی زبان و تحریر معجز نمائے کلک قدرت بن گئی اور حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا، مریضوں کو شفایابی ہونا ایک جزو زندگی بن گیا۔

توجہ اصلاحی، توجہ اتحادی اور توجہ القائی کے ماہر بے بدل شمار کئے جانے لگے۔ بسا اوقات اپنے نیازمندان پر اس خوبی اور قوت باطنی کے تحت انکشاف فرمایا کرتے کہ اگر اصلاح منظور ہے تو چند لمحوں میں اصلاح ظاہری و اصلاح باطنی فرد واحد کی یا جماعت کی ہوگئی۔ اگر اتحادی مقصود ہے تو توجہ اتحادی کے مظاہرے ہو جاتے اور اگر القائی کا انکشاف چاہا تو توجہ القائی کے ذریعہ ایسا مظاہرہ ہوا کہ دنیا انگشت بدندان ہوگئی۔

آپ سلسلہ اویسیہ رکھتے تھے۔ مزارات مقدسہ پر چلہ کشی کر کے بزرگان دین سے فیضیاب

بیعت: ہوئے۔

شادی واولاد:

آپ نے مجرد زندگی گذاری۔

پاکستان تشریف لانا: ۱۹۵۱ء کو پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں کالا پل پر قیام فرمایا۔ ایک عرصہ تک یہ معمول ہو گیا کہ کافی وقت حضرت قطب عالم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مقدس (جامع کلاتھ) پر گذارتے یا ایک ہفتہ دو ہفتہ کے لئے ٹھٹھہ تشریف لے جاتے اور مزار مقدس حضرت سید عبداللہ شاہ اصحابی یا حضرت شاہ مراد یا حضرت شاہ کمال کے مزارات مقدسہ پر قیام فرماتے۔

بہر حال ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ کراچی کی خانقاہ کو مستقلاً خیر باد کیا اور حیدرآباد (سندھ) میں سنوں بھڑ بھونجہ آگرہ والے کے اہل خاندان کے پہاڑ کے برابر زیریں قلعہ اپنی نشست قائم فرمالی اور ایک دور ایسا بھی آیا کہ مہینوں کے لئے سفر و حضر اختیار کیا۔ دور دراز علاقے، مقدس مزارات، شمالی علاقے پاکستان کے سیر و سیاحت میں دیکھے۔ مزار مبارک حضرت سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روزانہ حاضری رہی۔ بطور خاص سیوہن شریف (ضلع دادو سندھ) آنا جانا اور دربار حضرت عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری دینا اپنا مسلک خاص قرار دیا۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مقدس پر حاضری دینے کے لئے بھٹ شاہ کا سفر کیا کرتے تھے۔

عادات وخصائل: سرخ و سفید چہرہ پر بھورے رنگ کی داڑھی شریف، میانہ قد، گٹھا ہوا جسم اور آنکھیں سرخی مائل جو ارتقائی شکل میں آ کر قدرے جھکی جھکی رہتی تھیں۔ جس کا سبب خاص محض گریہ وزاری، کتب بینی اور شب بیداری تھا۔ آخر عمر میں تقریباً سب دانت الوداع کہہ گئے تھے پھر بھی چہرہ پر وہی نورانی رعب و جاہ وجلال کی علامتیں نمایاں تھیں۔ داہنا شانہ مبارک قدرے دوسرے شانے سے اونچا تھا اور قیام کے وقت بائیں ہاتھ کو اپنی ران پر زور دے کر عجیب حسین انداز میں اپنے خصوع وخشوع کا مشاہدہ نماز میں فرماتے کہ دیکھنے والا خود تصویر حیرت بن جاتا۔ ابتداء میں تہہ بند، گھٹنوں تک کرتہ، سر پر لنگی اور برہنہ پا مگر (بید درخت کی عصاء) ہاتھ میں دستی بید جو آخر عمر تک رہا۔ مفارقت ہند سے کچھ دن قبل سلیپر پہننے لگے تھے اور ایک کمبل میں بھی اضافہ ہو گیا تھا مگر پاکستان میں شلوار کے بجائے تہہ بند استعمال کرنے لگے تھے جو دم آخر تک لباس رہا۔ متوکل، تارک الدنیا واسباب، خلیق مشفق ومہربان تھے۔

مولوی سید حامد علی جماعتی نقشبندی آگرہ والے لکھتے ہیں: ''میں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب

سے دیکھا ہے۔ بلاخوف تردید کے کہا جا سکتا ہے کہ مولانا اپنے زمانے کے ایک جید عالم ہی نہ تھے بلکہ وہ ایک عظیم المرتبت صوفی اور ایک اعلیٰ پایہ کے درویش بھی تھے۔ وہ کرامت مجسم تھے۔ صبح سے شام تک بلامبالغہ صدہا کرامتیں ان سے صادر ہوتیں چوبیس گھنٹے ہزاروں ہندو مسلم عقیدت مند پروانوں کی طرح ان کے اردگرد جمع رہتے۔ غریب، امیر اور بڑے چھوٹے کی ان کے یہاں کوئی تخصیص نہ تھی بلکہ سب دامن مراد بھر کر لے جاتے۔ حق گوئی، بے باکی اور صداقت شعاری کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے صاحبان عزو جاہ ان کے سامنے لرزہ براندام رہتے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ ان کی زبان فیض ترجمان حقائق و معارف کا سرچشمہ تھی۔ اسرار و رموز کائنات کے سوتے ہر وقت ابلتے رہتے۔ کشف القلوب اور کشف القبور بدرجہ اتم حاصل تھا۔"

صبر و تحمل، ضبط نفس، جود و سخا، راضی بر رضا، صاحب علم و حلم، غریب پرور، مہمان نواز، اخلاق محمدی سے مشرف اور سادگی و عاجزی سے زندگی عبارت تھی۔

وصال: حضرت بابا صلاح الدین کو شہباز ولایت حضرت لعل شہباز قلندر حافظ محمد عثمان مروندی قدس سرہ الاقدس سے قلبی محبت تھی۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے مزار مقدس کے پاس تین شب و روز گذارنے کے بعد ۲۰، صفر المظفر ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۳، جولائی ۱۹۶۳ء بروز ہفتہ بوقت تین بجے ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جنازہ اطہر کو بخیر و خوبی کوٹری (ضلع دادو سندھ) علی الصبح لایا گیا۔ یہ ہی طے پایا کہ جب حاجی عبدالرحمٰن صاحب کوٹری میں مسجد اور مزار کے لئے وسیع و عریض قطعہ اراضی وقف کر رہے ہیں تو دوسری جگہ کی تجویز غیر مناسب ہے۔ بہر حال بروز اتوار بوقت گیارہ بجے دن بمقام احاطہ سندھ ٹینری نزد اسٹیشن کوٹری میں تدفین ہوئی۔ مزار شریف پر عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اور متصل خوبصورت مسجد شریف بھی ہے۔

نامور دانشور حضرت علامہ پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم (کراچی) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

ہیں یہ ہی مولوی صلاح الدین — خواب راحت میں اپنی تربت میں
زندگی میں تھے کس قدر با فیض — وقفِ خلقِ خدا کی خدمت میں
عالم و زاہد و خدا آگاہ — نیک خصلت میں پاک سیرت میں
کس قدر ابر جود و بحر کرم — کس قدر باکمال رافت میں
پائیں فضلِ خدائے برتر سے — جائے اعلیٰ جوارِ رحمت میں

قــــادریؔ نے لکھا یہ سال وفات
ہیں یہ قرب شفیع امت میں

۱۳۸۳ھ

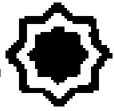
آپ کے حالات پر مشتمل کتاب کی اشاعت پر مولانا محمد اسماعیل خان عاقل اکبر آبادی (مدفون کراچی) نے قطعہ تاریخ کہا:

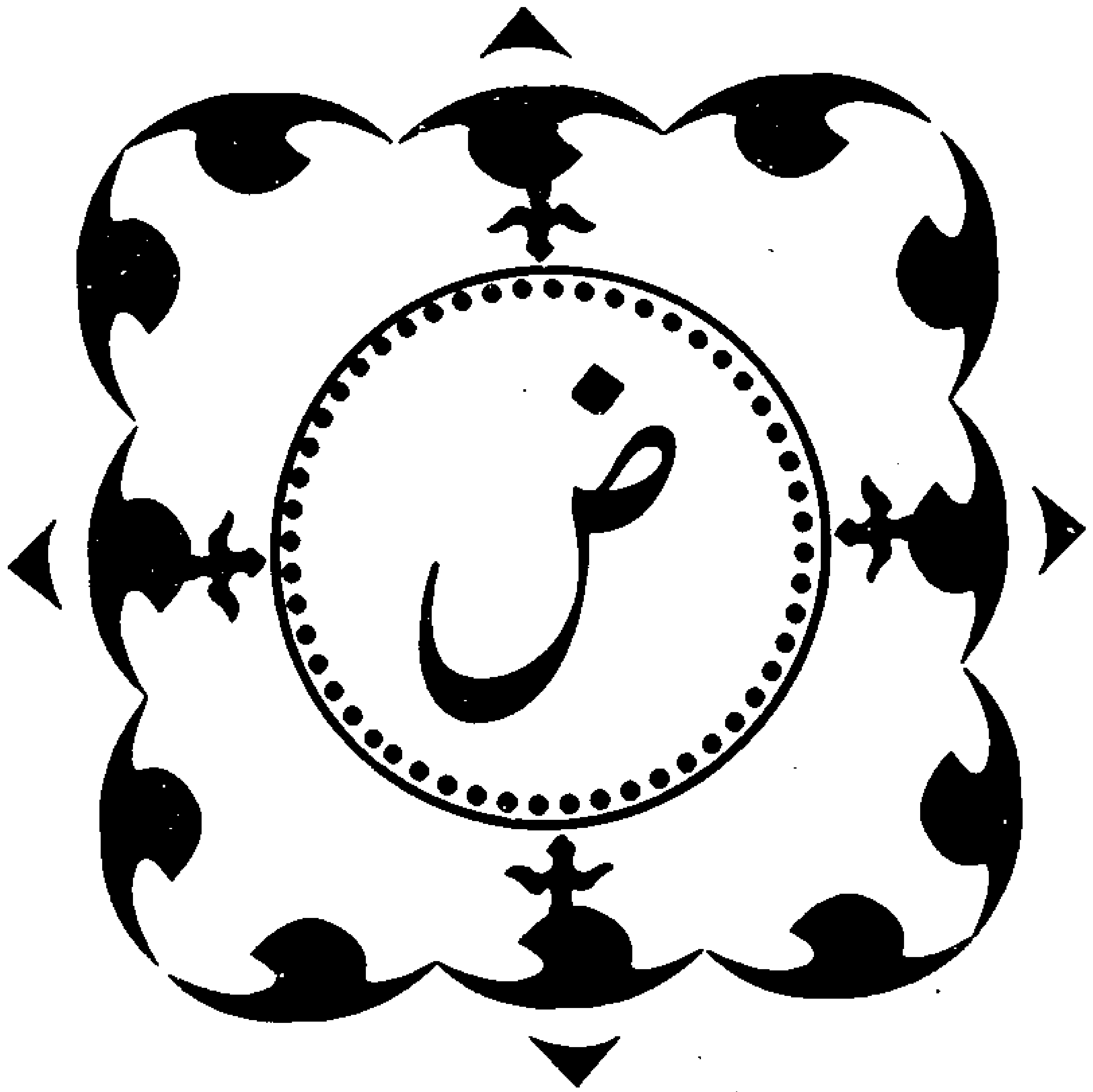
تصنیف علیٰ قدر مراتب ہے خوب
اک سالک مجذوب سے ہو کر منسوب

ہے فیض قلندر متشرع عــاقــل
حلق دین متین "ظــرف الــمــحبــوب"

۱۹۷۱ء

[آپ کے صحبت یافتہ مرید شفیق احمد قریشی اکبر آبادی (کراچی) نے "ظرف المحبوب" کے نام سے ایک تفصیلی کتاب تحریر کی جو کہ ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بابا صلاح الدین کے حالات، واقعات، ملفوظات، کرامات وغیرہ درج ہیں۔ اصغر علی مالک اصغر الیکٹرک انڈسٹریز فریئر روڈ کراچی نے اس کو ۱۹۷۱ء کو شائع کیا۔ اس کتاب سے یہ مضمون ماخوذ ہے اور یہ کتاب برائے مطالعہ محترم شہریار قدوسی صاحب ناظم آباد نے فراہم کی۔ فقیر ان کا مشکور ہے۔]




ض

حسان پاکستان مولانا ضیاء القادری بدایونی

حضرت مولانا کا تاریخی نام "محمد فضل الرحمٰن" عرفی نام "محمد یعقوب حسین" قلمی نام ضیاء القادری تخلص "ضیاء" اور خطابات لسان الحسان، شاعر اہل سنت، حسان پاکستان اور مورخ اہل سنت ملے ہوئے تھے۔ ۲۶، رجب المرجب شب معراج نبوی ۱۳۰۰ھ بمطابق ۲، جون ۱۸۸۳ء کو بعد نماز عشاء مدینۃ العلم بدایون (بھارت) میں تولد ہوئے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مولانا خواجہ عبداللہ چشتی بدایون کے مایہ ناز عالم اور مشہور محدث و مفسر تھے۔ چار سال کی عمر میں والدین کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس لئے تربیت کا انتظام غالب و مومن کے شاگرد مولانا علی احمد خان نے کیا۔

تعلیم و تربیت: جب مولانا کی عمر سات سال ہوئی تو انہیں افاضل اساتذہ نے پڑھانا شروع کیا۔ پہلے قرآن مجید پڑھایا پھر فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں پڑھائیں۔ تقریباً چودہ سال کی عمر میں آپ نے عالمانہ استعداد حاصل کرلی۔

سفر حرمین شریفین: آپ ہندوستان سے پاکستان مستقل منتقل ہوئے اور ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں آپ کو حج و زیارت روضہ رسول ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہوا کہ آپ پاکستان کے سب سے پہلے حاجی تھے، اسی سفر میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار پرانوار (بغداد شریف) پر حاضری بھی نصیب ہوئی۔

عادات و خصائل: مولانا ضیاء القادری نہایت خلیق اور سراپا درد بزرگ تھے، ایثار و خلوص کی جیتی جاگتی تصویر تھے، انکسار پسند، اور شگفتہ مزاج تھے، ظاہری شان و شوکت سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا، تقویٰ و پرہیزگاری میں سلف صالحین کا بہترین نمونہ تھے

۱۹۱۷ء سے ایک عرصہ تک آپ کے زیر اہتمام بدایون میں رجبی شریف کے عظیم الشان جلسے منعقد ہوتے رہے۔ تقریباً ۳۵ سال تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے اس کے باوجود علم و ادب کی وہ گراں قدر خدمات انجام دیں جنہیں تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نظم و نثر پر یکساں قدرت عطا فرمائی تھی۔

تلامذہ: پاک و ہند کے مشہور شعرائے کرام مثلاً شکیل بدایونی، اختر الحامدی، مضطر صابری، ماہر القادری طالب انصاری، محشر بدایونی، سحر اکبر آبادی، تابش قصوری، صابر براری اور رضا قریشی آپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔

شاعری: دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے شائع ہونے والے مشہور مجلّہ ماہنامہ "آستانہ" کے آپ شاعر خصوصی تھے۔ آپ کا کلام طویل عرصہ تک آستانہ دہلی میں "شاعر آستانہ" کے نام سے شائع ہوتا رہا ہے۔

خواجہ حسن نظامی آپ کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مولانا ضیاء القادری کے کلام میں ایسی مذہبی زندگی ہے جو ایک دفعہ کے لئے ان مردہ دلوں کو بھی گرمادے گی جو مذہبی تاثرات کے معاملہ میں بالکل ٹھنڈے ہو چکے ہیں"۔

ناصر اسلام خطیب اہل سنت مولانا پیر سید عبدالسلام قادری باندوی رحمۃ اللہ علیہ (سن وصال ۱۹۶۸ء) آپ کی شاعری و شخصیت پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذوق شعر و ادب قدرت نے کمسنی ہی سے آپ کی فطرت میں ودیعت فرمایا تھا۔ دس سال کی عمر میں آپ بے ساختہ شعر کہنے لگے تھے چونکہ ہوش سنبھالتے ہی حضرت زبدۃ العرفاء مولانا علی احمد خان صاحب اسیر قادری نقشبندی بدایونی شہید مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمی برکات نے آپ کو اعلیٰ حضرت، قطب ربانی، محب یزدانی، تاج العلماء، سراج الاولیاء، تاج الفحول، محب الرسول، مظہر حق، مولانا عبدالقادر الثانی العثمانی فقیر نواز فقیر قادری بدایونی رضی اللہ عنہ جیسے خدا رسیدہ قطب وقت کی خدمت میں پیش کر کے ان کی مقبول دعاؤں کا مستحق بنا دیا تھا۔ اس لئے آپ کی طبع رسا نے کسی وقت بھی مجازی شاعری کی طرف رغبت نہ کی اور نعت و مناقب ہی کے لئے آپ کی زندگی وقف ہوگئی۔ حضرت محسن کاکوری، حضرت امیر مینائی، حضرت حافظ پیلی بھیتی، حضرت حسن بریلوی، حضرت رضوان مراد آبادی کے بعد ہندوستان میں آپ کو جو انفرادیت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس سے تمام علماء و مشائخ اور دنیائے شعر و ادب واقف ہے۔ لسان الحسان، شاعر اعظم اہل سنت، حسان پاکستان آپ کے وہ خطابات ہیں جو اکابر علماء و مشائخ نے آپ کو عظیم الشان اجتماعات میں دیئے ہیں۔ آپ کا مشغلہ حیات مستقل طور پر تبلیغ و ترویج محبت و عظمت حضور خاتم المرسلین و رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کے مضامین نظم و نثر نصف صدی پیشتر سے اخبارات و رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ بکثرت تصانیف آپ کی منظر عام پر آچکی ہیں آج بھی رسالہ آستانہ دہلی آپ کے رشحات قلم سے سیراب ہو رہا ہے۔ مشاہیر اساتذہ اہل سخن کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ "مرقع شہادت" آپ کے مخزن تصانیف کا وہ بیش بہا سرمایہ ہے جو دس سال پیشتر چھپ کر اپنی مقبولیت عامہ کے باعث بالکل نایاب ہو چکا تھا۔

آج ارباب نظر کے سامنے میں فخر و مباہات کے ساتھ "مرقع شہادت" پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں، علماء اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نظم میں مرقع شہادت تمام اصناف سخن اور صحت

واقعات کے اعتبار سے بے مثل کتاب ہے اور ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا چاہیے۔

اس کو دربار رسالت کا عطیہ کہیں کہ حضرت مولانا ضیاء القادری مدظلہم کو باوجود ان کمالات عظیمیہ کے شہرت نام ونمود سے ہمیشہ اجتناب ہی نہیں بلکہ قطعاً بے تعلقی رہی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے سات دیوان موجود ہوتے ہوئے صرف دو دیوان تاج مضامین منقبت میں "تجلیات نعت" نعت شریف میں مطبوع ہوکر مفقود ہوگئے ہیں۔ باقی منظومات کا دفتر ہنوز غیر مطبوعہ موجود ہے۔

(مرقع شہادت، طبع دوئم، انجمن امانت الاسلام)

علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: علماء ومشائخین ارباب علم وادب یکساں طور پر ضیاء کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم وادب اور "فن تاریخ" میں بھی خاص درک اور مہارت رکھتے ہیں اور کثیر تصانیف ملک کے سامنے پیش فرما چکے ہیں"۔ (مرقع شہادت، تقریظ)

تصنیف وتالیف: مولانا نے نظم ونثر میں تصانیف کا گراں قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

- اکمل التاریخ (۲ جلدیں) حضرت مولانا فضل رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل خاندانی تذکرہ مطبوعہ نظامی پریس بدایون ۱۹۱۵ء
- تاریخ اولیائے بدایوں مطبوعہ کراچی ۱۳۷۷ھ
- تجلیات نعت۔ تاج مضامین (مناقب)۔ ستارہ چشت۔ دیار نبی۔ جوار غوث الوریٰ
- ہفت احمد۔ قصائد صبح نورانی۔ مجموعہ سلام۔ کلام ضیاء۔ خزینہ بہشت۔ نغمہ ربانی۔ بہار چشت۔ چراغ صبح جمال۔
- مرقع شہادت (نظم) طبع اول بدایون ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء، طبع دوم انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۹۵۱ء
- قصائد نورانی
- ماہنامہ نعت لاہور نے جولائی ۱۹۸۹ء کے خصوصی شمارہ میں " کلام ضیاء" شائع کیا۔

حضرت مولانا ضیاء القادری نے الحاج علی حسین آباد (سابق استاد کمانڈ اینڈ اسٹاف کالج کوئٹہ) کی کتاب "مصباح الآخرت" پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

غیر منقسم ہندوستان میں ایک ہزار سال تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اسلامیان ہند کا ایک ہی مذہب ومسلک رہا۔ انگریز کے قدم آنے سے قبل مسلمانان ہند وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا پر پورے استحکام کے ساتھ عامل تھے۔ عاملین برطانیہ نے اپنے جبلی فریب سیاست سے

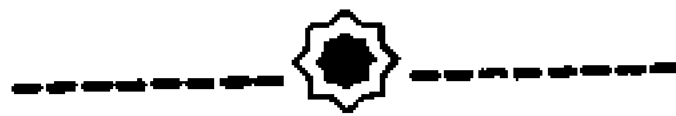
سوادالاعظم اسلام میں رخنہ اندازی شروع کی اور نئے نئے مذاہب جاری کرا کے ان کو پروان چڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والوں میں تفرقہ اندازی کی داغ بیل ڈالی۔

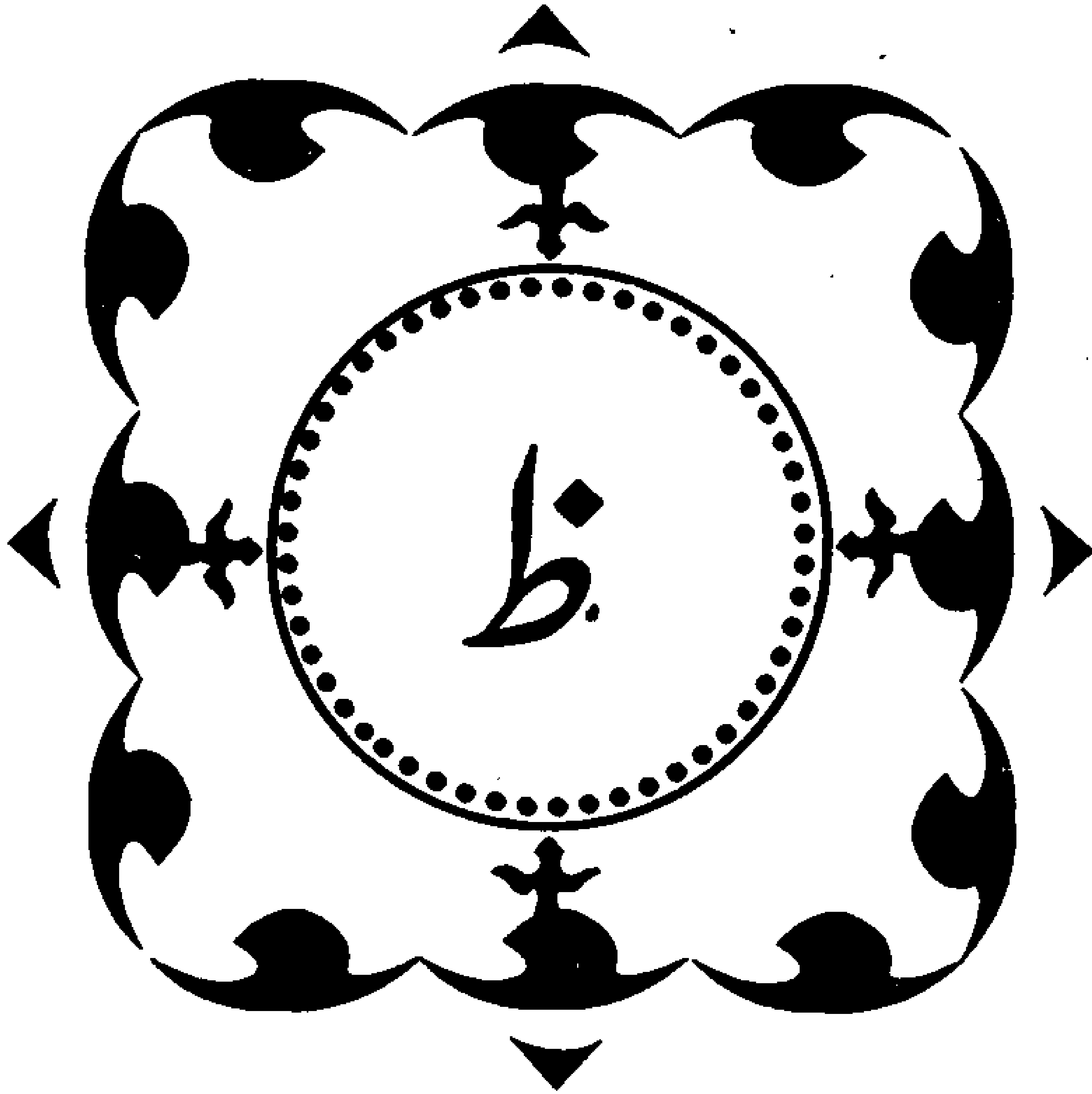
دورِ آخر میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور سیاسی وملکی حقوق کے حصول کیلئے مسلم لیگ ایک نصب العین لے کر میدان عمل میں آئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ انگریز کے بنائے مذاہب اور فرنگی کے مرغانِ دست پرور نے مسلم لیگ اور ان کے نصب العین پاکستان کی شدید مخالفت کی مگر سوادالاعظم اسلام یعنی مذہب اہل سنت والجماعت اور اس کے علماء ومشائخ نے سردھڑ کی بازی لگا کر پاکستان حاصل کر لیا"۔
(مصباح الآخرت مطبوعہ کراچی ۱۹۵۴ء)

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مولانا عبدالرسول محبّ احمد قادری سے دست بیعت تھے اور حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ (بزرگان قادریہ ص ۲۲۹)

شادی واولاد: آپ نے ایک شادی کی جس سے نرینہ اولاد میں سے محمد یوسف قادری تولد ہوئے لیکن آج وہ بھی ہم میں موجود نہیں ہے۔

وصال: مولانا ضیاءالقادری نے ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ ۸۷ سال کی عمر میں میں وصال فرمایا۔ مزار شریف فیڈرل بی ایریا کے قبرستان (کراچی) میں واقع ہے۔
(تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ لاہور)




ظ

فخر اہل سنت مولانا ظہور الحسن درس

خطیب اسلام مولانا ظہور الحسن بن شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالکریم درس ۹، فروری ۱۹۰۵ء میں صدر کراچی میں تولد ہوئے۔ (اکابر تحریک پاکستان)

مولانا اصغر درس رقمطراز ہیں: ۱۳۲۰ھ میں میرے والد ماجد حضرت علامہ ظہور الحسن درس کی ولادت کے وقت حضرت پیر سید ظہور الحسن بٹالوی میرے جد امجد علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ درسیہ (صدر کراچی) میں تشریف لائے ہوئے تھے اور کسی علمی بحث میں مصروف تھے کہ والد ماجد کی ولادت کی اطلاع دی گئی جس پر پیر سید ظہور الحسن بٹالوی نے بچہ کو لانے کا حکم فرمایا اور خود اذان و اقامت کے بعد اپنا ہی نام نومولود کے لئے تجویز فرمایا۔

تعلیم و تربیت: علمی ماحول میں آنکھ کھولی اور جد امجد کے قائم کردہ مدرسہ درسیہ صدر کراچی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ والد گرامی علامہ عبدالکریم درس اور مولانا صوفی عبداللہ درس سے درسی نصاب میں تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: روحانی اعتبار سے آپ خانوادہ گیلانیہ بغداد شریف کے ایک عظیم بزرگ، حضرت سید عبدالسلام الگیلانی القادری رحمۃ اللہ علیہ (رحلت ۱۳۵۶ھ) سے سلسلہ قادریہ میں بیعت و خلافت سے سرفراز تھے۔ (بزرگان قادریہ ص ۲۴۰)

تقویٰ: حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی نے بنارس سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے موقع پر علامہ ظہور الحسن درس کو جماعت اہل سنت کے احیاء کیلئے پچاس روپے کا فنڈ عنایت کیا تھا اور جس کی بقیہ رقم ۲۷ روپے بعد میں علامہ درس نے علامہ مراد آبادی کو واپس لوٹا دی اور فرمایا "کل ۲۳ روپے خرچ کئے تھے کہ جماعت اہل سنت خود کفیل ہوگئی"۔

ظہور الحسن درس اپنے والد گرامی اور جد امجد کی پیروی میں عیدگاہ بندر روڈ (تقسیم ہند سے پہلے کراچی شہر میں نماز عید کا مرکزی اجتماع صرف عیدگاہ میدان بندر روڈ پر ہوتا تھا اور نماز عید آپ ہی پڑھاتے تھے اور یہاں علماء و مشائخ و حفاظ و سادات کا اچھا خاصا اجتماع ہوتا تھا) میں جمعہ اور عیدین کی امامت و خطابت کے جملہ فرائض انجام دیا کرتے تھے اور چونکہ وہ خود اس ٹرسٹ کے نگران اعلیٰ، سیکریٹری جنرل اور گورننگ باڈی میں تھے، اپنی ان خدمات کی کوئی تنخواہ یا معاوضہ قطعی طور پر نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی زرعی اراضی جو حکومت برطانیہ کے ضبط کرنے سے بچ گئی تھی اس کی آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ وقف املاک

پر جس میں جامع مسجد قصابان صدر اور عیدگاہ بندر روڈ شامل تھیں خرچ کر دیا کرتے تھے۔
(ہفت روزہ مخبر العالمین کراچی اپریل ۲۰۰۲ء مضمون عیدگاہ قصابان از معین الحسن معین)

شعروشاعری: مولانا اکبر درس لکھتے ہیں: ان کی عملی زندگی کے لیل ونہار کا آغاز غالباً انجمن ترقی اردو کراچی سے ہوا جب کہ دسمبر ۱۹۲۱ء سے کل سندھ مشاعرے شروع ہوئے جن میں مصرع طرح اس انداز میں دیا جاتا تھا کہ اردو اور سندھی شعراء با آسانی سے اس پر دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کر سکیں۔ اسی دور کے ادبی ماحول میں ایک اور اضافہ بھی ہوا۔ جو "بزم سخن" کے نام سے مشہور ہے جس میں علامہ ظہور الحسن درس، مولانا ناصر جلالی، افسر امروہوی، شیدا سنبھلی، عیش اکبر آبادی، عبدالمجید صدیقی اور مولا بخش ہمدم کے نام قابل ذکر ہیں۔
(مضمون علامہ ظہور الحسن درس، روزنامہ جنگ کراچی، ۷، اپریل ۱۹۹۲ء جمعہ ایڈیشن)

آپ نے بزم سخن میں بھرپور کردار ادا کیا اور اپنا کلام پیش کیا آپ کا "ظہور" تخلص تھا۔

خطابت: آپ کی مادری زبان سندھی تھی لیکن اردو، اردو دانوں کے لب ولہجہ سے بولتے تھے، سندھی اردو کے شاعر اور جادو بیاں خطیب تھے۔ عیدگاہ گراؤنڈ میں آپ کا خطاب سننے کیلئے دور دراز سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ نہ صرف سحر بیاں مقرر تھے بلکہ علوم دینیہ اور علوم جدیدہ کا بہترین امتزاج تھے۔

سنی کانفرنس کراچی: ۱۲۔۱۳ فروری ۱۹۴۶ء کو قیام پاکستان سے صرف ڈیڑھ سال قبل تحریک پاکستان کے سلسلے میں اسی عیدگاہ قصابان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد بحیثیت جنرل سیکریٹری مسلم جماعت انتظامیہ (رجسٹرڈ) سربراہ جماعت اہل سنت، رکن آل انڈیا سنی کانفرنس حضرت علامہ ظہور الحسن درس ہوا۔ جس میں برصغیر پاک و ہند کے جید علمائے کرام مشائخ عظام اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمانان برصغیر نے شرکت کی اور تحریک پاکستان سے وابستگی کے عزم کو دہرایا اور بنارس سنی کانفرنس اور اجمیر سنی کانفرنس کی طرح تجدید عہد کیا۔ علامہ ظہور الحسن درس کی دعوت پر میرٹھ سے حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی، بدایون سے علامہ عبدالحامد بدایونی اور بریلی شریف سے حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی اور مراد آباد سے حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی ودیگر نے شرکت فرمائی۔ علامہ درس جو کراچی سنی کانفرنس کے روح رواں تھے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں ایک تاریخی خطبہ دیا۔ جس میں مملکت خداداد پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالی، آپ کا یہ خطبہ تاریخ پاکستان کا ایک سنہرا باب ہے۔ (مخبر العالمین)

اس موقعہ پر علامہ ظہور الحسن درس نے ایک نظم بھی پڑھی جس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں۔

لب پر ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

(اکابر تحریک پاکستان)

سیاسی مذہبی اور ملی خدمات: حضرت علامہ ظہور الحسن درس نے مذہبی اور قانونی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں مسلم جماعت انتظامیہ جامع مسجد قصابان صدر و عیدگاہ بندر روڈ کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا جسے سوسائٹی ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت سندھ کے دارالحکومت بمبئی سے ۳۶۔۱۹۳۵ء میں رجسٹرڈ کرایا۔ اس رجسٹرڈ ٹرسٹ کے ٹرسٹی متولی سیکریٹری جنرل اور گورننگ باڈی کے سربراہ علامہ ظہور الحسن درس تھے۔ اور تحریک پاکستان کے سرکردہ رہنماؤں میں شامل تھے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں ۱۱، اکتوبر ۱۹۳۸ء کو صوبائی کانفرنس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں اسی عیدگاہ میدان بندر روڈ میں منعقد ہوئی، جس کی اہمیت یہ ہے کہ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان لاہور سے قبل یہی قرارداد پاکستان اسی عیدگاہ میں بھاری اکثریت کے ساتھ منظور ہوئی اور معمولی سے ردوبدل کے ساتھ ۲۳، مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں منظور کی گئی۔

چنانچہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ۱۹۳۸ء میں سندھ اسمبلی میں جو قرارداد پاکستان کی حمایت کی منظوری دی گئی اور یہ وہ قرارداد ہے جو برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے منظور ہوئی اس کو عوامی حمایت و تائید اسی عیدگاہ میدان میں حاصل ہوئی، جس کے ٹرسٹی سیکرٹری جنرل اور خطیب علامہ ظہور الحسن درس تھے۔

۱۴، ۱۵، اکتوبر ۱۹۳۹ء کو علامہ درس کی کاوشوں سے اسی عیدگاہ میں ایک تاریخی جلسہ منعقد ہوا جس میں برصغیر پاک و ہند کے صف اول کے رہنما شریک ہوئے۔

۱۵، دسمبر ۱۹۴۱ء کو اسی عیدگاہ قصابان میں حضرت علامہ ظہور الحسن درس کی صدارت میں کراچی مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی۔ (مخبر العالمین)

۱۹۳۸ء میں عیدگاہ بندر روڈ پر نماز عید کے اجتماع میں جہاں کراچی کا مرکزی اجتماع منعقد ہوتا تھا علامہ ظہور الحسن درس نے ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی اور سندھ کے کانگریسی وزیر اعلیٰ اللہ بخش سومرو کے خلاف عوامی قرارداد منظور کروائی جس کے بعد سندھ میں صوبائی حکومت کی تبدیلی کا عمل شروع ہوا اور کانگریسی حکومت کے خلاف عوامی سطح پر منظم تحریک کا آغاز ہوا۔

علامہ درس ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن اور سندھ پراونشنل مسلم لیگ کی

ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور دیگر اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اہم اجلاسوں میں سندھ کے نمائندہ وفد میں شریک رہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے مسلم لیگ کی سب سے پہلے اور کھل کر حمایت کا اعلان کیا۔ مسلم لیگ کی بھرپور، بے لوث اور بے باک حمایت کا سہرا علماء و مشائخ اہل سنت ہی کے سر ہے۔

کراچی کی سرزمین سے علماء و مشائخ اہل سنت کی جانب سے منعقد سنی کانفرنس (۱۹۴۶ء) میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا جب کہ اسی شہر میں جمعیت علماء ہند (مسلک دیوبند) کے صوبائی صدر مولانا محمد صادق (عیدگاہ کھڈہ مارکیٹ) اور حکیم فتح محمد سیوہانی (مصنف اخلاق محمدی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ) کی جانب سے گاندھی، نہرو اور کانگریس کی حمایت کی تحریک چلائی جارہی تھی۔ جمعیت علمائے ہند کی یہ تحریک غالباً ۱۹۱۱ء سے جاری تھی جس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی تحریک بہت بعد میں شروع ہوئی اور چند سالوں کی محنت سے سندھ کے چپہ چپہ پر مسلم لیگ ہی مسلم لیگ نظر آنے لگی۔ یہ علماء و مشائخ اہل سنت کا ناقابل فراموش تاریخی کارنامہ ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی)

عیدگاہ میدان بندر روڈ جو مسلمانان برصغیر کی مذہبی و سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس کا تمام تر انتظام علامہ ظہور الحسن درس جیسی شخصیت کے دسترس میں تھا اور مسلم جماعت انتظامیہ (رجسٹرڈ) کے تمام اراکین و عہدیداران حضرت علامہ ظہور الحسن درس پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ اور خود علامہ درس مسلمانان برصغیر کا درد اپنے سینے میں رکھتے تھے، لہٰذا اس مرکز کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ اس کا اعتراف نہ صرف قائداعظم محمد علی جناح نے کیا بلکہ تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنما جب بھی عیدین یا جمعہ کے روز کراچی میں ہوتے وہ علامہ ظہور الحسن درس کے ولولہ انگیز خطاب کو سننے کے لئے اس عیدگاہ میں نماز ادا کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اور قیام پاکستان سے پہلے بھی اور ایک عرصے بعد تک بھی سب سے بڑا اجتماع جمعہ و عیدین کے موقع پر اسی عیدگاہ میں ہوا کرتا تھا اور یہ علامہ درس کی سحر انگیز شخصیت کا کمال تھا۔

فلائٹ لیفٹننٹ عطا ربانی جنہوں نے بحیثیت قائداعظم کے A.D.C کے ۱۹۴۸ء تک خدمات انجام دیں۔ اپنی کتاب **I was the Quaids ADC** کے صفحہ ۱۱۳-۱۱۲ پر ۱۹۴۷ء اگست ۱۸ عیدالفطر کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں:

Quaid-e-Azam was ready early that morning and already descending the. Stairs where I meet him. I am early we should not be late; he remarked. He was in a cheerfull mood and all the

enthusiasm of the young going to the Eid Gah for prayers. He walked to the car Briskly and we left for the Eid Gah at Bunder Road to M.A. Jinnah Road to after prayer.

اس عید کی مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے جناب عطا ربانی صاحب صفحہ ۱۱۴ کے دوسرے پیراگراف میں لکھتے ہیں:

The prayers ware lead by Maulana Zahoor-ul-Hassan Dars. After offering prayers the Quaid sat quietly and listend to the Khutba (Sermon) When it was over, he shake hand with the Imam Sahib and exchanged greetings.

قیام پاکستان: ۱۸، اگست ۱۹۴۷ء کو ایک مرتبہ پھر اسی عید گاہ میدان بندر روڈ پر قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح، نواب زادہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، خواجہ ناظم الدین، راجہ غضنفر علی خان، حسین شہید سہروردی، کے ایچ خورشید اور الحاج محمد ہاشم گزدر عید الفطر کے موقع پر مجتمع تھے علامہ ظہور الحسن درس نے موقع کی مناسبت سے عید کی نماز سے قبل خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے مسلم لیگ کی حمایت اس لئے کی ہے کہ اس آزاد مملکت میں ہم شریعت مطہرہ کو جاری کریں اور قانون مصطفوی کو رائج کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجہ میں پاکستان معرض وجود میں آ گیا، اب ملت کے جذبات دیرینہ کا تقاضا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا دستور خاص اسلامی اور قرآنی دستور کی حیثیت رکھتا ہو اور اس مملکت کو دنیائے اسلام کے لئے ایک نمونہ بنایا جائے۔ (روزنامہ جنگ)

برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے نتیجے میں جب پاکستان ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمانان برصغیر ہجرت کر کے پاکستان پہنچے اور خصوصاً ایک بڑی تعداد نے اندرون سندھ اور خصوصاً کراچی کا انتخاب کیا تو اس موقع پر فوری طور پر عید گاہ میدان کے وسیع و عریض رقبہ پر "ریلیف کیمپ" قائم کیا گیا اور تینوں وقت مخیّر حضرات سے رابطہ کر کے ان مصیبت زدہ لوگوں کا جو انتہائی صعوبتوں کو برداشت کر کے پہنچے تھے، خورد نوش کا اہتمام کیا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو گئے۔ بلکہ اس موقع پر حضرت علامہ ظہور الحسن درس نے "مہاجر ریلیف کمیٹی" قائم کی، جس کا صدر دفتر ۷ گارڈن ایسٹ میں بنایا۔ اس کمیٹی میں مہاجرین کی نمائندگی کے لئے حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی، حضرت علامہ سید عبدالسلام باندوی،

حضرت علامہ سید ناصر جلالی دہلوی کو شامل کیا اور بجائے اس کے کہ اپنی آباد زرعی اراضی جو حکومت برطانیہ نے تحریک پاکستان سے وابستگی کے سبب بحق سرکار ضبط کر لی تھی اس کو واگزار کرانے کی جانب توجہ کرتے یا اپنی ذاتی جائداد بنانے کے لئے کوشاں ہوتے یا لوٹ کھسوٹ میں لگ جاتے جوان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ یہاں صدیوں سے آباد ہندو ہاتھ جوڑ کر اپنی جائداد کے کاغذات اور چابیاں حوالے کرنے کے لئے تیار تھے، لیکن آپ نے ایک تنکے کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ اور اس کے برعکس حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد علامہ شاہ احمد نورانی) کو اپنے پڑوس میں مکان کرایہ پر لے کر دیا۔ (نزد کچھی میمن مسجد صدر) اور بعد ازاں ایک روپے میں پاک بنگلہ الاٹ کروا کے دے دیا۔

حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی کو پیر الٰہی بخش کالونی (پی آئی بی) میں بنگلہ کی جگہ الاٹ کرا کے دی۔

دار العلوم امجدیہ کے سلسلہ میں اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے خطیر رقوم مخیّر حضرات سے دلا کر دی۔

شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کو ان کے مدرسہ انوار العلوم ملتان کے سلسلہ میں مالی اور اخلاقی تعاون فراہم کیا اور ان کے مدرسہ کا پہلا امتحان ملتان شریف جا کر لیا۔ (مخبر العالمین)

دینی حمیت: علامہ ظہور الحسن درس کو جب سندھ یونیورسٹی کے اس فیصلہ کا علم ہوا کہ جس میں مصدقہ طور پر بتایا گیا کہ سندھ یونیورسٹی سے دینیات کو خارج کر دیا گیا ہے تو انہوں نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ۱۷، جولائی ۱۹۴۹ء کو جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس عاملہ میں اس فیصلہ پر سختی سے نوٹس لیا اور طے کیا کہ مولانا عبدالحامد بدایونی کے ہمراہ وہ فوری طور پر اس مسئلہ پر گورنر سندھ سے مل کر تبادلہ خیال کریں گے چنانچہ مولانا بدایونی اور مولانا درس نے گورنر سندھ سے ملاقات کی جس پر گورنر سندھ نے خصوصی توجہ مبذول کرنے کا وعدہ کیا جس کے نتیجے میں سندھ یونیورسٹی کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ (روزنامہ جنگ)

جمعیت علماء پاکستان: J.U.P کے قیام کے لئے ۱۹۴۸ء میں علماء اہل سنت نے ملک کی سیاسی صورت حال کے پیش نظر ملتان میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی زیر صدارت ایک نمائندہ اجلاس منعقد کیا جس میں کراچی سے علامہ ظہور الحسن درس، مولانا ناصر جلالی دہلوی، علامہ عبدالحامد بدایونی اور پیر احمد صدیق قاتل شریک ہوئے۔

۱۳، فروری ۱۹۴۹ء بمقام جہانگیر پارک صدر کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے قیام کے بعد اس کے سالانہ اجلاس میں علامہ ظہور الحسن درس نے جمعیت علماء پاکستان کی سالانہ کارکردگی بحیثیت ناظم عمومی پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ فروری ۱۹۴۹ء کے گذشتہ اجلاس میں سب سے اہم مسئلہ اسلامی دستور کی تیاری اور نفاذ کا تھا۔ جمعیت علماء پاکستان نے اس مطالبہ کو موثر بنانے کے لئے امکانی ذرائع اختیار کئے مقام مسرت ہے کہ ہماری مملکت نے پاک دستور کے اجلاس میں اعلان کر دیا کہ اس مملکت

کے دستور کی بنیاد واساس کتاب وسنت پر ہوگی۔ اس اعلان پر پاکستان کے مسلمانوں نے مسرت کے جذبات کا اظہار کیا مگر انتہائی افسوس کے ساتھ اس کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ایک سال کی طویل مدت میں اسلامی دستور مرتب کرنے والی کمیٹی نے کیا کام کیا؟ اس کا عام وخاص طور پر کسی کو علم نہیں۔ اس عظیم الشان اور بنیادی کام کی انجام دہی کے لئے جو کمیٹی مرتب ہوئی اس کے ارکان میں بعض ایسے عناصر کا انتخاب کیا گیا جن کا مسلم لیگ اور پاکستان سے قریب وبعید کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ ایک فرد تو ایسے تھے کہ جن کی زندگی مسلم لیگ اور پاکستان کے بجائے کانگریس سے وابستہ تھی۔ جمعیت علماء پاکستان کو جب یہ امر محقق طور پر معلوم ہو گیا تو مناسب سمجھا گیا کہ احتجاج سے قبل ذمہ دار افراد سے تبادلہ خیال کر لیا جائے۔

چنانچہ جمعیت علمائے پاکستان کا ایک وفد جس میں مولانا ظہور الحسن درس، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا قاری مصلح الدین شامل تھے۔ عزت مآب مولوی تمیز الدین خان اسپیکر مجلس دستور ساز سے ملا ایک گھنٹہ سے زیادہ دستوری کمیٹی اور اس کے ارکان کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات رہا وفد نے اسپیکر سے کہا کہ حکومت نے ارکان کے تعین میں کئی اعتبار سے غلطیاں کی ہیں اس موقع پر وفد نے ایک مبسوط یادداشت بھی اسپیکر کو دی جس پر غور وفکر کا وعدہ کیا گیا۔

علامہ ظہور الحسن درس اور ان کے رفقاء کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو قرارداد مقاصد کی منظوری کا سنگ میل تھا۔ قرارداد مقاصد ملک میں اسلامی دستور کی طرف وہ پہلا مثبت وٹھوس قدم ہے جس کے ذریعہ ملک کے دستوری وآئینی رخ کو صحیح سمت اختیار کرنے میں مدد ملی اور اس طرح ۱۹۵۶ء ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دساتیر میں قرارداد مقاصد کی روح کسی نہ کسی طرح کارفرما رہی۔

جمعیت علماء پاکستان کے اسی اجلاس میں جن علماء اور مشائخ نے شرکت کی ان میں قابل ذکر علامہ ظہور الحسن درس، علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری۔ علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی، مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، علامہ سید ناصر جلالی دہلوی، مولانا پیر عبدالستار جان سرہندی، مولانا پیر غلام مجدد سرہندی، مولانا مفتی محمد ابراہیم (گڑھی یاسین)، علامہ سید عبدالسلام باندوی، مفتی مظفر احمد دہلوی، مولانا حامد جلالی دہلوی، پیر طاہر اشرف اشرفی جیلانی، پیر فضل شاہ، پیر احمد صدیق قاتل، مولانا محسن فقیہ شافعی، مولانا محمد مسعود صابری دہلوی، مولانا عبدالواحد قادری بدایونی، پیر عبدالرحمٰن قادری بھرچونڈی شریف، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا خلیل احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی ہیں۔ ان کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کے علماء ومشائخ اہل سنت کے نمائندہ وفود کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

اگست ۱۹۴۹ء کو جمعیت علماء پاکستان اور مرکزی مہاجرین کمیٹی کا ایک وفد جو علامہ ظہور الحسن درس،

علامہ عبدالحامد بدایونی اور علامہ سید ناصر جلالی دہلوی پر مشتمل تھا۔ خواجہ شہاب الدین وزیر مہاجرین سے ملا اور انہیں مہاجرین کے مسائل و ضروریات سے آگاہ کیا اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ بلا تاخیر ایک آرڈی ننس جاری کر کے ہندوؤں کی جائداد و املاک اپنے قبضہ میں لے کر مہاجرین کے حوالہ کرے۔

ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین کے ساتھ انصاف اور ان کے حقوق کے تحفظ کیلئے جو کارنامے علامہ ظہور الحسن درس اور ان کے رفقاء نے انجام دیئے آج پیر الٰہی بخش کالونی، مارٹن کوارٹرز، کلیٹن کوارٹرز، پاکستان کوارٹرز، محمود آباد، لیاقت آباد، کھارادر، کیماڑی اور دیگر بستیاں ان کا منہ بولتا ثبوت اور لافانی شاہکار ہیں۔

علامہ ظہور الحسن درس کا ایک اور بڑا کارنامہ پاکستان کی تاریخ میں یہ ہے کہ انہوں نے

اسلامی دستور: صدر جمعیت علماء پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء اہل سنت کے مشورہ سے اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کیا۔ جس میں رائے دہندگی، صوبہ جاتی نظام، مرکزی نظام، سربراہ مملکت کی ذمہ داری، مجلس دستور ساز کی تشکیل و ذمہ داریاں اور شعبہ جات حکومت مثلاً: شعبہ اُمور مذہبی، شعبہ عدالت و قضا، شعبہ تجارت و زراعت، شعبہ صنعت و حرفت، شعبہ تعلیم، شعبہ اُمور خارجہ، شعبہ دفاع، شعبہ سامان رسد، شعبہ رفاہ عامہ، شعبہ تعمیرات، شعبہ خوراک، شعبہ رسل و رسائل، شعبہ انسداد رشوت ستانی، شعبہ تحفظ اقلیت، شعبہ سیاست، شعبہ امور داخلہ، شعبہ انتظامیہ و پولیس، شعبہ اُمور صحت، شعبہ ٹیکس، شعبہ آبادکاری، شعبہ مال، شعبہ اطلاعات وغیرہ کی تشکیل تاکہ امور مملکت میں آسانی ہو اور ہر وقت شرعی مشورے حکومت کو ملتے رہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے آئے ہوئے علماء و عوام یہاں کی سرزمین

اہل سنت کی پہچان: و عوام الناس سے اجنبی تھے اور یہاں والے علماء و عوام مہاجرین علماء سے شناسانہ تھے۔ ایسے موڑ میں ایک ہی شخصیت تھی جو کہ سندھ میں مقبول و محبوب اور ہندوستان کے علماء و عوام اہل سنت میں کم مقبول نہیں تھے ان کی جادو بیانی سے انڈیا کی سنی کانفرنسیں اس شیر کی گرج سے بھی متعارف تھے۔ وہ شخصیت قائد اہل سنت، مصطفوی شیر، حضرت علامہ ظہور الحسن درس کی تھی جنہوں نے ہر موڑ پر ملک و ملت کی بے لوث خدمت سرانجام دی۔ انہی دنوں قبضہ گروپ نے اہل سنت و جماعت کی مساجد پر قبضہ جمانے کا یہ ڈرامہ رچایا کہ وہابی مولوی کو سنی مولوی کہلا کر سنی مسجد میں امام و خطیب رکھوانے لگے۔ ایسے عالم میں علامہ درس نے ایک اہم کردار ادا کیا۔

معین الحسن معین ناظم مسلم جماعت (رجسٹرڈ) مرکزی عیدگاہ قصابان مسجد کراچی رقمطراز ہیں: علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت کو عوام الناس سے متعارف کرانے کے لئے جگہ جگہ جلسے منعقد کئے، جس میں سے ایک جلسہ ایمپریس مارکیٹ صدر کے قریب جہاں اس وقت صدر دواخانہ ہے منعقد کیا اور ایک عظیم الشان جلسہ عیدگاہ بندر روڈ پر منعقد کیا اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء و مشائخ کا

تعارف کرایا۔ بقول علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری "علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت پر حضرت علامہ ظہور الحسن کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد سب میں بھرپور انداز میں ان کو متعارف کرایا اور ہر عالم کے متعلق یہ بتایا کہ یہ ہمارے مسلک وعقیدے کے کس حیثیت کے عالم ہیں۔ یہ کہنا بیجانہ ہوگا کہ ہم سب کو اہل سنت و جماعت کی سند سرزمین سندھ میں حضرت علامہ ظہور الحسن درس نے جاری فرمائی۔ (یہ بات علامہ ازہری نے آپ کے عرس مبارک پر فرمائی) (مخزن العالمین)

تصنیف وتالیف: آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

- چشم تلطف پنجتن مطبوعہ دبدبہ حیدری کراچی ۱۹۴۶ء
- معاون ظہور الحسن
- خون کے آنسو مطبوعہ دبدبہ حیدری کراچی ۱۹۴۰ء
- تحقیق الفق اما فی کلمۃ الحق (عرس لواری کی تاریخ) مطبوعہ کراچی ۱۹۳۷ء

اس کے علاوہ آپ نے مفتی محمد صاحبداد خان اور مولانا ناصر جلالی کے ساتھ مل کر ہفت روزہ اخبار "رسالت" بھی نکالا جو ۱۹۵۵ء تک جاری رہا۔ (بزرگان قادریہ ص ۲۴۰)

اولاد: مولانا درس نے ایک شادی کی جس سے چھ بیٹیاں اور پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

1- عبداللہ
2- عبدالکریم درس (سیکشن آفیسر محکمہ فنانس سندھ سیکریٹریٹ)
3- محمد حسین
4- مولانا حکیم محمد اکبر درس
5- مولانا محمد اصغر درس۔ محمد الیاس (محکمہ تعلیم سندھ سیکریٹریٹ) آپ کے داماد ہیں۔

غوث اعظم سے عقیدت: علامہ ظہور الحسن درس راسخ العقیدہ تھے انہیں سرکار غوث اعظم سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ کے کلام میں سے ایک منقبت دستیاب ہوئی جو کہ پیش خدمت ہے:

کروں کیا میں مدحت رقم غوث اعظم
قلم کا بھی سر ہے قلم غوث اعظم

ہو محشر میں مجھ پر کرم غوثِ اعظم
نہ دنیا میں کوئی ہے غم غوث اعظم

عقیدت میں یا پیر لغزش نہ ہوگی
رہوں گا میں ثابت قدم غوث اعظم

زمین میری دشمن فلک میرا دشمن
نہیں اس میں کچھ بیش وکم غوث اعظم

مقدر کو دیکھو نہیں دل بھی میرا
ستم پر ہے ٹوٹا ستم غوث اعظم

بھنور میں ہے کشتی ذرا پار کر دو
خدارا ہو اتنا کرم غوث اعظم

طفیل محمد ﷺ جگہ مرحمت ہو
سر حشر زیر علم غوث اعظم

میری لاج اب آپ کے ہاتھ میں ہے
نہ کھل جائے میرا بھرم غوث اعظم

پلا دیجئے شربت وصل مجھ کو ـ کہ ہونٹوں پہ آیا ہے دم غوث اعظم
ہیں راسخ میرے عہد و پیمان الفت ـ قسم ہے خدا کی قسم غوث اعظم
ظہور اب تو بغداد سے آرہی ہے ـ صدائے اذن حرم غوث اعظم

(بشکریہ: ثناء ڈائجسٹ کراچی جنوری ۱۹۸۵ء)

وصال: ملک وملت کے پاسبان علامہ ظہور الحسن درس نے ایک بھرپور زندگی گذار کرے، شوال المکرم ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۴، نومبر ۱۹۷۲ء کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شریف دھوبی گھاٹ قبرستان (لیاری) کراچی میں واقع ہے۔

علامہ ظہور الحسن درس نے اپنی تاریخ وصال خود استخراج کی۔

نگاہ و اشت ان اللہ مع الصابرین

۱۳۹۲ھ (اکابر تحریک پاکستان)

حضرت صابر براری (کراچی) نے آپ کے وصال پر قطعات تاریخ وصال کہے ہیں:

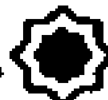
ہوئے آہ وہ عالم دیں بھی رخصت
فزوں جن سے ہوتی تھی توقیر مجلس
ندا آئے صابر یہ تاریخ کہہ دو
ظہور الحسن درس ہیں میر مجلس

۱۹۷۲

اپنے احباب میں نمایاں تھے
حضرت درس واعظ یکتا
فکر تاریخ ہے اگر "صابر"
کہہ "ظہور الحسن تھے راہنما"

۱۹۷۲ء

نوٹ: یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک وملت کیلئے "درس خاندان" کی عظیم خدمات ہیں، ضرورت ہے کہ ان پر تحقیقی انداز میں کام کیا جائے بلکہ ڈاکٹریٹ کیا جانا چاہئے اور یہ کام ان کے نامور فرزندگان بخوبی کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پاس مواد، اصل دستاویز و دیگر ضروری کاغذات محفوظ ہیں اور یہ ان پر ایسے قابض ہیں کہ کسی کو جھلک تک دکھانے کیلئے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین



مولانا مفتی ظفر علی نعمانی

مولانا مفتی ظفر علی بن مولانا محمد ادریس ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو سید پور ضلع بلیا (بھارت) میں تولد ہوئے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت و نسبت کے سبب "نعمانی" اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے جو کہ نام کا حصہ بن گیا۔ آپ کا خاندان متوسط درجہ کا علمی گھرانہ تھا اور مشغلہ تجارت رکھتے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے پرائمری تعلیم سید پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا رحیم بخش رضوی کے مدرسہ فیض الغرباء شاہ پور صوبہ بہار میں داخلہ لیا، قابل ترین اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شرح جامی تک کتابیں پڑھ لیں، اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے اہل سنت و جماعت کی نامور دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور ضلع اعظم گڑھ کا رخ کیا، وہیں داخلہ لے کر نصابی کتب کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۴۲ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔ اس درسگاہ میں دیگر علماء کے علاوہ حافظ ملت علامہ حافظ عبدالعزیز محدث مبارکپوری سے خصوصی طور پر استفادہ کیا۔

بیعت و خلافت: آپ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعۃ، علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب بہار شریعت) سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں دست بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔

دارالعلوم امجدیہ کا قیام: حضرت صدر الشریعۃ (متوفی ۱۹۴۹ء) کے حکم پر ۱۹۴۸ء کو کراچی تشریف لے آئے۔ یہاں امامت و خطابت درس و تدریس اور اشاعت دین کے اہم کام میں مصروف و مشغول ہوگئے۔ اس کے ساتھ اسی سال گاڑی کھاتہ فیروز اسٹریٹ آرام باغ میں ایک مکان خرید کر مرشد کی یاد میں مدرسہ قائم کر کے "دارالعلوم امجدیہ" کا ایک بورڈ لگا دیا، چنانچہ ابتدا میں آپ خود ہی مہتمم، مدرس، منتظم اور نگران سب کچھ تھے۔

ایک عرصہ تک یہ مدرسہ اسی مکان میں مذہبی خدمات انجام دیتا رہا مگر یہ جگہ ناکافی ہونے کی وجہ سے مفتی صاحب نے حاجی ہارون میمن صاحب سے عالمگیر روڈ پر جگہ حاصل کر کے دارالعلوم امجدیہ وہاں منتقل کر دیا، بعد میں مزید جگہ لی گئی، جستہ جستہ تعمیر ہوتی رہی۔ آج دارالعلوم کی پرشکوہ عمارت خوبصورت شکل میں مسجد امجدی کے متصل کراچی کے دل میں موجود ہے۔ جہاں سے سینکڑوں علماء خطباء حفاظ اور قرأ حضرات فارغ ہو کر ملک اور بیرون ملک میں تبلیغ و اشاعت دین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے دارالعلوم امجدیہ کے علاوہ پنجاب کے شہر سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) میں ایک بہت

بڑی قطعہ اراضی لے کر "مدرسہ اسلامیہ برکات القرآن" کی داغ بیل ڈال دی، آج جس کی عمارت کئی کمروں اور کانفرنس ہال پر مشتمل ہے۔ جہاں درس وتدریس کی شمع روشن ہے۔ مدرسہ کے تمام اخراجات مفتی صاحب اور آپ کے بھائی محترم مظہر علی نعمانی اپنی جیب سے برداشت کرتے رہے۔ مدرسہ حافظ قاری فضل الرحمٰن نقشبندی کی نگرانی میں سرگرم عمل ہے۔

مفتی ظفر علی نے لگایا ہے باغ جو
کافی انہیں یہ پیش حق اس کا ثواب ہے

مدرس کے علاوہ آپ اعلیٰ منتظم بھی تھے آپ نے دارالعلوم امجدیہ کو چار چاند لگانے کیلئے ۱۹۶۱ء میں ہارون آباد (ضلع بہاولنگر) سے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کو مدعو کیا اور دارالعلوم میں شیخ الحدیث مقرر کیا۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی اور حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی آپ ہی کی کوششوں سے کراچی تشریف لائے۔

آپ کا ابتدائی عرصہ قیام پاکستان کے دور میں کراچی میں مساجد کے تعمیرات وحصول میں انتہائی اہم کردار رہا بیشتر مساجد اور مدرسوں کے سرپرست اور ٹرسٹی رہے۔

دارالعلوم امجدیہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں ہندو پاک کے نامور علماء ومشائخ کو مدعو کیا جاتا تھا ابتدا میں ہر سال "مجلس مشاعرہ" کا بھی اہتمام ہوتا تھا اور اس میں پیش کردہ نعتیہ اشعار کے مجموعے بھی شائع ہوتے رہے۔

پاکستان میں "عرس اعلیٰ حضرت" کی ابتداء کراچی میں مفتی صاحب نے فرمائی۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہوتے ہی مادر علمی جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال اساتذہ کرام کی نگرانی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد پیر ومرشد حضرت صدر الشریعہ کے حکم پر کاٹھیاواڑ چلے گئے جہاں مدرسہ دارالعلوم اہل سنت میں صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے لگے۔ تقریباً ساڑھے چار سال کامیابی سے خدمات انجام دینے کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔

کراچی میں ساری زندگی "دارالعلوم امجدیہ" میں بحیثیت مہتمم خدمات عظیمہ سرانجام دیتے رہے۔

شادی واولاد: مفتی ظفر علی نعمانی کا نکاح حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا حکیم شمس الہدیٰ اعظمی کی صاحبزادی سے ۱۹۵۱ء/ ۱۳۷۰ھ کو کراچی میں انعقاد پذیر ہوا۔ قاضی نکاح خواں کے فرائض برادر نسبتی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے انجام دیئے۔ اس محفل میں کراچی کے علماء کرام مشائخ عظام اور نامور شخصیات نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عطا فرمائی جن میں سے تین صاحبزادے وفات پاچکے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ دو صاحبزادے (۱) ریحان نعمانی (۲) ذیشان نعمانی بقید حیات ہیں اور برسرروزگار ہیں۔ حافظ سرور المصطفیٰ ابن مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی (خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی) ناظم اعلیٰ مکتبہ رضویہ کراچی آپ کے داماد ہیں۔

ذریعہ معاش: تمام دینی مصروفیات کے باوجود آپ کارپٹ ایکسپورٹر کا کاروبار اپنے بھائی کے ساتھ کرتے تھے۔

دینی وسیاسی سرگرمیاں: تحریک پاکستان میں اپنے اساتذہ کے ساتھ خدمات انجام دیں بعد میں استحکام پاکستان کیلئے سرگرم رہے۔

فیصل آباد میں دارالعلوم رضویہ مظہر اسلام اور سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر وترقی میں مفتی صاحب اور کراچی کے برکاتی رضوی میمن سیٹھ صاحبان نے بھرپور تعاون کیا۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد عظیم الشان سنی کانفرنس میں دامے قدمے سخنے تعاون فرمایا۔

تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے علماء اہل سنت کے ساتھ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

کراچی میں "تنظیم ائمہ مساجد اہل سنت" قائم فرمائی اس کے بعد تنظیم سازی کا عمل جاری رکھا۔

جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے دوبار انتخابات میں حصہ لیا۔ ایک بار قومی اسمبلی کے حلقہ سانگلہ ہل پنجاب سے انتخابات میں حصہ لیا لیکن ۳۰ ہزار ووٹ لے کر کامیابی حاصل نہ کرسکے۔

۱۹۷۲ء میں ایک بار سینٹ کا انتخاب لڑا جس میں کامیابی ہوئی اور سینیٹر منتخب ہوئے۔

سینٹ کے ریکارڈ میں ان کی تقاریر انتہائی جامع اور مدلل ہوا کرتی تھیں، انتہائی خداترس انسان تھے دین کے ساتھ ساتھ سیاست پر بھی گہری نظر تھی۔

اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان کے ممبر بھی رہے۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔

جماعت اہل سنت پاکستان، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، تحریک نفاذ فقہ حنفیہ، تحریک نظام مصطفیٰ، نظام مصطفیٰ پارٹی کے ساتھ وابستہ رہے۔

نشر واشاعت: آپ نے ابتدائی دنوں میں لٹریچر کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی جس کے سبب آپ نے کراچی سے مکتبہ رضویہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے مشہور زمانہ نعتیہ کلام پر مشتمل کتاب "حدائق بخشش" کو پاکستان میں پہلی بار شائع کیا۔

فاضل بریلوی کے شہرآفاق ترجمہ قرآن کنزالایمان پاکستان میں سب سے پہلے مفتی صاحب کو طبع کرانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری کی تصنیف "حیات اعلیٰ حضرت" (جلد اول) بھی سب سے پہلے آپ نے ۱۹۶۰ء کو شائع کرائی۔

صحافت: مفتی صاحب نے ابتدائی دور میں ایک ماہنامہ "الاسلام" آرام باغ سے جاری کیا تھا جس میں ملک کے جید علماء اور قلمکار دانشوروں کے پر مغز تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ملک بھر سے آنے والے استفسار کے جوابات بھی الاسلام میں شائع ہوتے تھے۔ استفسار کے جوابات وقت کے مایہ ناز عالم دین، مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی کے رشحات قلم کے مرہون منت تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی ابوالخیر محمد حسین قادری مرحوم بانی جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر سندھ
- مفتی ابوالحماد احمد میاں برکاتی مہتمم دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ

وصال: مولانا مفتی ظفر علی نعمانی نے ۲۰، رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۶، نومبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار صبح ۵ بجے ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اتوار ہی کے روز بعد نماز ظہر دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی میں آپ کی نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ دارالعلوم امجدیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رضوی میمن نے پڑھائی۔ ماہ رمضان المبارک کے باوجود ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ دارالعلوم امجدیہ میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مفتی وقار الدین قادری کی مزارات کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔ بروز منگل دارالعلوم امجدیہ میں فاتحہ سوئم کی تقریب منعقد ہوئی۔ شہر بھر کے علماء، مشائخ، مشاہیر، دانشور، اور دینی سیاسی تنظیم کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ اور اس تقریب میں صاحبزادہ ریحان نعمانی کو ان کا جانشین اور دارلعلوم امجدیہ کا مہتمم مقرر کیا گیا۔

[ماخوذ: مفتی ظفر نعمانی کا انٹرویو بشمولہ رفیق علم سالنامہ دارالعلوم امجدیہ جون ۱۹۹۷ء، روزنامہ ریاست کراچی پیر ۱۷، نومبر ۲۰۰۳ء، رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ شوال ۱۴۲۴ھ]

مفتی ظفر اللہ خان

مولانا مفتی محمد ظفر اللہ خان بن منشی صاد اللہ خان ریاست ٹونک (انڈیا) میں مئی ۱۹۲۴ء کو تولد

ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم وہیں ٹونک کے مدرسہ میں حضرت مولانا حیدر علی سے حاصل کی، حفظ قرآن کی دولت حاصل کی، قرات سبعہ میں ملکہ حاصل کیا اور اعلیٰ تعلیم علامہ پروفیسر منتخب الحق قادری سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ درس نظامی کے علاوہ عربی فاضل، اردو فاضل، منشی فارسی کے امتحانات غالباً پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے۔

بیعت:

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں غالباً مولانا پیر حیدر علی ٹونکی سے دست بیعت تھے۔

درس وتدریس: ۴۸۔۱۹۴۹ء کو ٹونک سے نقل مکانی کر کے کراچی تشریف لائے۔ نانک واڑہ کے مدرسہ دار العلوم کراچی، جیکب لائن کے مدرسہ اشرفیہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی، عربی کالج ایم اے جناح روڈ، اور ۱۹۶۰ء سے لے کر آخر عمر تک جامعہ علیمیہ المرکز الاسلامی (نارتھ ناظم آباد گوٹھ کھنڈو) کراچی میں مسند تدریس پر رونق افروز رہے۔

وہ پوری زندگی جہالت کی تاریکی میں علم کے چراغ روشن کرتے تھے، فروغ علم ان کا مشن تھا، تبلیغ دین ان کی پہچان بن گئی۔

شادی واولاد: آپ نے ٹونک میں شادی کی جس سے تین بیٹیاں اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

1- بضاعت اللہ خان 2- میثاق اللہ خان مرحوم

3- نفاست اللہ خان مرحوم 4- مظفر اللہ خان مرحوم

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی فہرست میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- مولانا حافظ پروفیسر مشیر بیگ مدرس المرکز الاسلامی و پروفیسر گورنمنٹ اردو سائنس کالج کراچی
- مولانا محمد وقاص ہاشمی خطیب وامام جامع مسجد غوثیہ بفرزون نمبر ۵ کراچی
- مولانا بشیر گل ٹیچر سٹی اسکول نارتھ ناظم آباد
- مولانا رشید گل مدرس المرکز الاسلامی
- مولانا جمشید علی قادری مرحوم
- مولانا وجاہت علی بیگ
- مولانا محمد یحییٰ، مدرس المرکز الاسلامی
- مولانا حبیب الرحمٰن پروفیسر سٹی کالج کراچی

- مولانا وافی محمد (امریکہ)
- مولانا محمد علی (ڈربن افریقہ)
- قاری بشیر کینو (مارشیس)
- مولانا عبدالرشید (افریقہ)
- مولانا محمد ناصر (افریقہ)

امامت وخطابت: عمر مسجد پاپوش نگر چاندنی چوک، جامع مسجد بلاک ۵ ناظم آباد، مسجد دارالسلام پاپوش نگر، مسجد نورالاسلام ناظم آباد ۳، جامع مسجد ناظم آباد ۳ (نزد گول مارکیٹ)، جامع مسجد المرکز الاسلامی وغیرہ مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے اور رمضان المبارک میں تاحیات تراویح میں محراب سناتے رہے۔

جامع مسجد بلاک ۵ (لال مسجد) ناظم آباد کا سنگ بنیاد آپ نے خود رکھا تھا اور اسی مسجد میں عرصہ دراز سے انتقال کے دو دن قبل تک درس قرآن دیا کرتے تھے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے ۱۹۸۵ء کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔

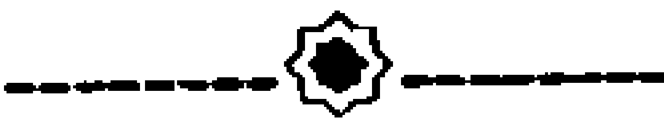
تصنیف وتالیف: آپ نے تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ کے حوالے سے چھوٹے چھوٹے کتابچے پمفلٹ اور اشتہار تحریر فرما کر شائع کئے تھے۔ ضرورت ہے کہ ان تمام کتابچوں کو ایک مجموعہ کی صورت میں شائع کر کے مرحوم کے پیغام کو مزید موثر و مفید بنایا جائے۔

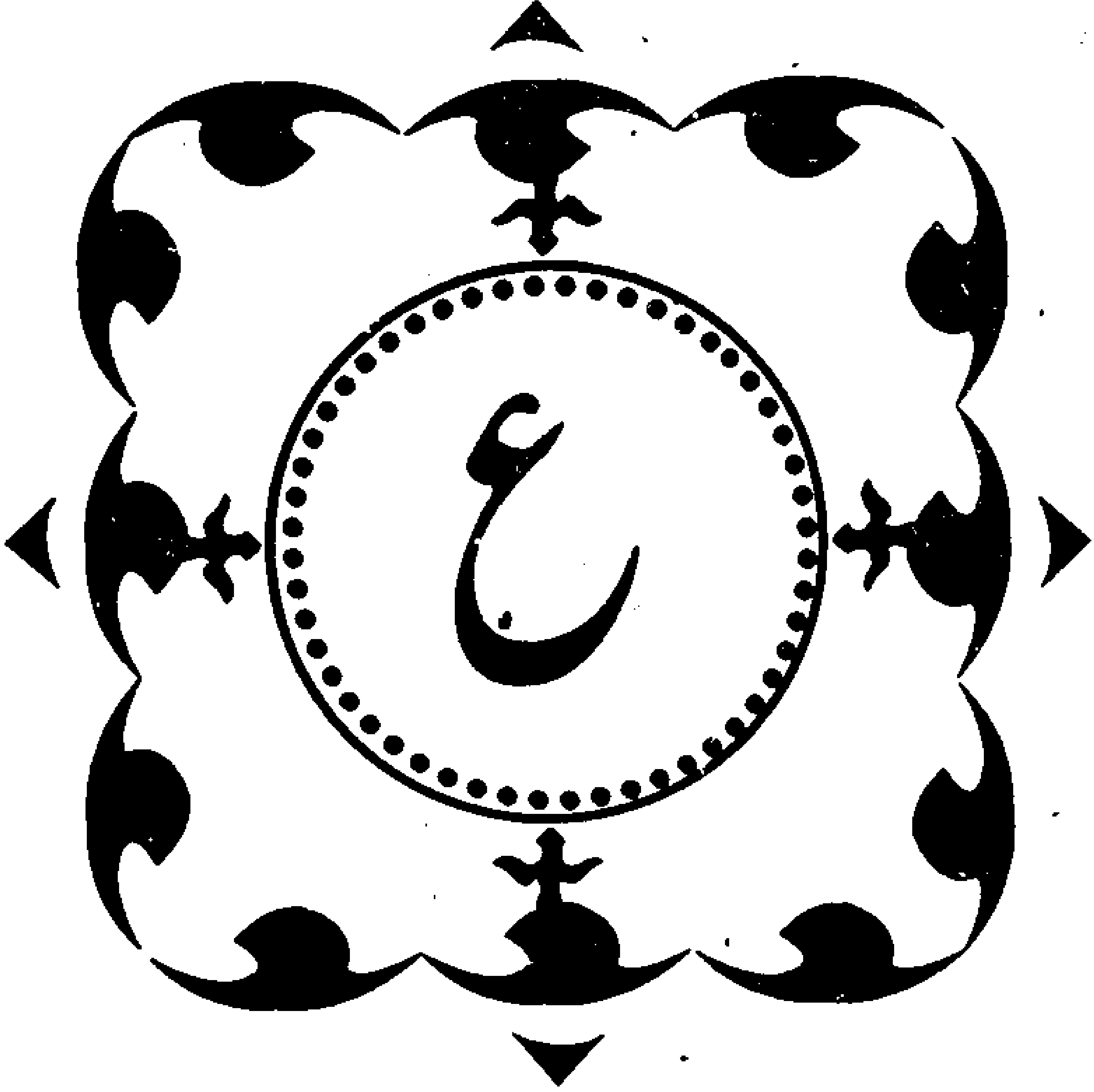
- فتاویٰ ظفر اللہ (قلمی) مملوکہ المرکز الاسلامی جامعہ علیمیہ کراچی
- سیرت سید المرسلین (مختصر)
- فاتحہ وایصال ثواب کے اسلامی رہنما اصول
- فطرہ کے احکام واصول مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی
- ماہ محرم الحرام مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی
- ماہ صفر الخیر مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی
- چہل حدیث دربارۂ نماز
- چہل حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دربار علاج ومعالجہ
- گوشوارہ اعمال حج

عادات وخصائل: سفید لباس، سفید عمامہ، سفید باریش، جبہ زیب تن اور ہاتھ میں سہارے کیلئے عصاء لیتے تھے۔ شریعت مطہرہ کے پابند، اخلاق حسنہ سے مزین، علم کو عام کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔

وصال: مولانا حافظ مفتی ظفر اللہ خان نے ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ/ ۲۰ اپریل ۱۹۹۸ء بروز پیر بوقت عصر تاج کمپلیس صدر کراچی میں ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے شاگرد و رفیق ساتھی پروفیسر حافظ مشیر بیگ نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد میں تدفین عمل میں آئی۔

[مفتی صاحب کے بڑے صاحبزادے جناب بضاعت اللہ خان (اسسٹنٹ کنٹرولر میٹرک بورڈ ناظم آباد) نے جناب پروفیسر حافظ مشیر بیگ کے پاس بھجوایا اور موصوف نے زبانی طور پر حالات لکھوائے اس کے بعد بضاعت خان صاحب سے نظر ثانی کروائی اس طرح ایک ماہ کی کوشش و رابطے کے بعد 16-04-2005 کو حالات دستیاب ہوئے۔]




ع

نعمان ثانی حضرت علامہ مخدوم عبدالواحد سیوہانی

سیوہن شریف و پاٹ شریف کے "مخادیم خاندان" کی قابل فخر علمی و روحانی شخصیت فقیہ الاعظم ہند، شیخ الاسلام، نعمان ثانی حضرت علامہ مخدوم عبدالواحد سیوہانی بن شیخ الاسلام حضرت علامہ مخدوم دین محمد صدیقی بن مفتی اعظم سندھ مخدوم عبدالواحد کبیر صدیقی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

مخدوم دین محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پاٹ شریف (ضلع دادو) سے نقل مکانی کر کے سیوہن شریف (ضلع دادو) میں سکونت اختیار کی۔ اور وہیں شادی کی، جس میں سے دو صاحبزادے مخدوم عبدالواحد اور محمد حسن تولد ہوئے۔ سندھ کے نامور صوفی شاعر عارف کامل حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ (بھٹ شاہ ضلع حیدرآباد) آپ کے خاص دوستوں میں سے تھے اور حاکم سندھ نور محمد کلہوڑو معتقد خاص تھے۔

مخدوم عبدالواحد سیوہانی کی ولادت باسعادت ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ فرخ سیر (۱۱۵۰ھ) سے سن ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔ ان دنوں حضرت شہباز ولایت لعل قلندر حافظ سید محمد عثمان سیوہانی سرکار لجپال قدس سرہ الاقدس کے گنبد شریف کے زیر سایہ سیوہن شریف علم کا مرکز تھا۔ خصوصاً آپ کا مخدوم خاندان علم و عمل سے معمور اور دانگ عالم میں شہرت تامہ رکھتا تھا۔

آپ نے اپنے نامور والد ماجد شیخ الاسلام مخدوم دین محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے اور دیگر اکابر علماء اہل سنت کی صحبت بافیض میں رہ کر دینی علوم میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد وقت کے نامور شیخ طریقت عارف باللہ حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

جب حج کے ارادے سے حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی سیوہن شریف میں منزل انداز ہوئے تو خواب میں امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

"صفی اللہ! میرے بیٹے عبدالواحد کو اپنے سلسلہ میں داخل فرما۔ جب صبح ہوئی خواجہ صاحب نے مخدوم صاحب سے ملاقات کر کے انہیں خواب سنایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کیا"۔

(رسالہ انجمن اسرار قلمی)

خواجہ فضل اللہ مجددی نے حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے تذکرہ میں مخدوم صاحب کا تذکرہ یوں کیا ہے:

مخدوم عبدالواحد سیوستانی مشہور بہ مخدوم محمد احسان صاحب فضائل و کمالات صوری و معنوی از خدمت ایشاں اجازت داشت۔ (عمدۃ المقامات ص ۴۹۳)

مخدوم عبدالواحد کے علاوہ سندھ کی ایک اور نامور علمی وروحانی شخصیت مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی (نبیرہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ) بھی سندھ میں حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مخدوم عبدالواحد سیوہانی کو فقہ حنفی میں تمام بلند مقام حاصل تھا۔ سیکڑوں مسائل آپ کی تحقیقات کا انمول خزانہ ہیں۔ آپ اپنے وقت میں اہل سنت و جماعت کے امام اور مرجع علماء تھے آپ کی تحریرات نادرہ فتاویٰ نایاب کو آپ کے شاگرد ارشد مولانا محمد افضل صاحب نے جمع کیا اس مجموعہ کا نام ''جمع المسائل علی حسب النوازل'' تجویز ہوا جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہے اور انہیں ''بیاض واحدی'' کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

مخدوم صاحب کے معاصر قاضی محمد شکارپوری متعصب وہابی نظریات کے حامل تھے اور حضرت قبلہ مخدوم صاحب اہلسنت و جماعت کے مقتدر عالم دین تھے اور ہم اہلسنت و جماعت، اولیاء اللہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ان کی مزارات مقدسہ پر انوار الٰہی برکات و فیوضات ظاہری و باطنی حاصل کرنے کی غرض سے حاضری دیتے ہیں۔ اور عام قبرستان پر فقط فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں اور یہ اہلسنت و جماعت کثرھم اللہ تعالیٰ کے معمولات میں سے ہے اور سلف الصالحین سے ثابت ہے۔

حضرت مخدوم صاحب، شہباز قلندر حضرت حافظ سید محمد عثمان سیوہانی قدس سرہ الاقدس کی مزار اقدس پر حاضری کے لئے اکثر حاضر ہوتے تھے (اس موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کی مشہور کتاب ''حیات الموات فی بیان سماع الاموات، موت کے بعد روحوں کی زندگی کا ثبوت'' ملاحظہ فرمائیں، دلائل شرعیہ کا خزانہ پائیں گے، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۸۰ء۔

مخدوم صاحب کا حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پرانوار پر حاضری دینا قاضی محمد شکارپوری اور مولوی دین محمد وفائی غیر مقلد دونوں کو پسند نہیں۔ ایک بار قاضی محمد شکارپوری نے حضرت مخدوم صاحب کو ایک خط میں ''عابد الاوثان میاں محمد احسان'' (یعنی بتوں کے پجاری میاں محمد احسان، مخدوم صاحب کی عرفیت محمد احسان ہے) سے مخاطب ہوئے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ) کیا بتوں اور قبروں میں فرق نہیں؟ کیا من دون اللہ اور محبوب اللہ میں فرق نہیں؟ ضرور فرق ہے بت انسان کا بنا ہوا بے جان ہے اور ولی اللہ، اللہ کا بنا ہوا مختار ہے۔ اسی طرح عبادت اور زیارت میں فرق ہے۔

قرآن مقدس میں جہاں جہاں ''من دون اللہ'' آیا ہے وہاں بت مجسمے مراد ہیں، اولیاء اللہ کی مزارات مقدسہ ہرگز مراد نہیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں مستند تفاسیر عربی۔

قاضی محمد کا شیخ الاسلام مخدوم عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ پر ''عابد الاوثان'' کا الزام لگانا، ایک تو وقت کے عظیم امام کی شان اقدس میں سخت توہین وگستاخی ہے، علماءِ سوٗ کا علماءِ حق کی شان میں نازیبا الفاظ

استعمال کرنا ان کا ہر دور میں شیوا رہا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ قاضی محمد کا محبوب اللہ کی مزار پر انوار کی زیارت کرنے والے ممتاز عالم دین بلکہ استاد الاساتذہ کو بتوں کی پوجا سے تشبیہ دینا شرعاً و اخلاقاً درست نہیں۔ اس جملہ سے وہابیت کی بوآ رہی ہے، یہ ان کی انتہا پسندی، معاصر کی حیثیت سے متعصب رویہ اور نری جہالت کی دلیل ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مخدوم صاحب کے زمانہ میں سندھ پر حکمران میر ٹالپر تھے اور وہ شیعہ عقیدہ رکھتے تھے ان کے دور میں سندھ میں شیعیت کو فروغ ملا۔ حیدرآباد کے حکمران میر کرم علی خاں ٹالپر کا عروج تھا سیوہن شریف کے باہر ان کا شکار گاہ تھا جہاں میر صاحب اکثر قیام کرتے تھے۔

ایک بار سیوہن میں میر کرم علی خان ٹالپر نے مجلس علم میں علماء اہلسنت کی موجودگی میں ایک مسئلہ چھیڑ دیا ان علماء کرام میں حضرت مخدوم صاحب بھی تھے۔ میر صاحب نے کہا: ''خلیفہ برحق حضرت علی ہیں اور باقی صحابہ نے زبردستی قبضہ کیا تھا'' جس طرح شیعہ کے نظریات باطلہ ہیں بیان کئے۔ علماء اہلسنت نے فرمایا: یہ آپ کی خام خیالی ہے ورنہ ایسا نہیں تھا، چاروں خلفاء برحق ہیں، چاروں حضور کے محبوب صحابی تھے، پہلا خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق تھے اور اس بات کو دلائل سے ثابت کیا۔ مگر میر کرم علی کو یہ بات پسند نہ آئی اور مجلس برخاست کر دی گئی۔ اس کے بعد میر کرم علی نے ایک نظم لکھ کر حضرت مخدوم صاحب کو بھجوادی:

عاقبت یار، یار خواہد شد — دل دشمن، فگار خواہد شد
میحروشی چرا، تو ای نبلبل — موسم نو بہار خواہد شد
گرچہ بلبل بہ باغ می نازد — بستہ زلف یار خواہد شد
جان من، در قیامت صغری — پیش مھدی نثار خواہد شد
نام مشکل کشا علی ولی — روز محشر، حصار خواہد شد
کرم، از مہر مرتضٰی بہ نجف — زائر آن دیار خواہد شد

جواب از مخدوم عبدالواحد سیوہانی رحمۃ اللہ علیہ

عاقبت یار، یار خواھد شد — دشمنم بی قرار خواہد شد
چونکہ دلدار درکنار آید — ہجرھم برکنار خواہد شد
چون برون آید از نقاب رخش — عاشق آن دم نثار خواہد شد
دانہ اشک در غمش آخر — گوہر شاھوار خواہد شد

کشتہ عشق را، مگو مردہ — زندہ و پائدار خواہد شد
ہرکہ دارد سعادت ازلی — دوستدار چھار خواہد شد
خاتم چار یار، صاحب نجف — از حوادث، حصار خواہد شد
ہمہ اصحاب، یاریکد گرافند — دشمن شان، خوار خواہد شد
روز محشر کہ چون حساب شود — رافضی شرمسار خواہد شد
میرمن گر براہ راست رود — بی گمان رستگار خواہد شد
واحدی گرچہ شعر مخفی گفت — عاقبت آشکار خواہد شد

مخدوم صاحب نے جوفرمایا وہی ہوا، میر صاحب کے انتقال کے بعد ان کی قبر سے دھواں نکلتے ہوئے دیکھا گیا۔ (تذکرہ مشاہیر)

دشمن صحابہ کرام، شیعہ عقائد رکھنے والے میر صاحب کو قبر میں آگ کا عذاب دیا گیا۔ یہ تو فقط قبر کے عذاب کی ایک جھلک عبرت کے لئے ہے کہ شیعہ عبرت حاصل کریں ورنہ عذاب قبر کی شدت وسختی مردہ ہی جانتا ہوگا۔ قبر کے بعد حشر کی سختی، پل صراط کی سختی، اور جہنم کی سختی ان کے علاوہ ہے۔

تلامذہ:
- شیخ العرب والعجم مخدوم محمد عابد انصاری سیوھانی ثم مدنی
- مخدوم محمد عارف سیوہانی صاحب "بیاض مخدوم محمد عارف"
- خلیفہ وشاگرد غلام محی الدین سیوہانی
- مولانا محمد افضل (جامع بیاض واحدی)

تصانیف:
- تحریر المسائل علی حسب النوازل (بیاض واحدی)
- دیوان واحدی
- انشاء واحدی
- اصدق التصدیق با فضلیة الصدیق رضی اللہ عنہ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پرمبنی ہے)
- رسالہ درعدالت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
- غایة الصراحة فی تحریم النیاحة
- مجموعه رسائل سیوستانی
- حواشی اشباہ والنظائر
- رش الانوار حاشیة الدرالمختار
- الاستدراك للدوراك
- كشف الكامن فی علم الباطن

- تهديد الغافر في بتعذيب الكافر
- تيسير القدير في اضحية الفقير
- القول الجلي في تذكير البغي
- ارشاد الصواب لمن وقع في بعض الاصحاب
- انوار الفيوضات الباطنية في امتياز اهل الباطن من الباطنية
- ازالة الاشتباه في قطع همزة ياالله
- الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة
- اربعين في فضل المجاهدين
- لطف اللطيف في اعطاء الرغيف
- مرأة الحلية
- ايضاح الخافية في سوال العافية۔ درمختار کی ایک عبارت کا جواب
- طريق السداد في وجوب الاعتداد
- جبر التسكين في كسر التنوين
- تسهيل الصعب في ابيات الكعب
- بسط المقال في حل الاشكال
- حسن الفهم والتعقل في جمع الكسب والتوكل

(الوحید آزادی نمبر۔ تیرہویں صدی کے مشاہیر سندھ ص ۸ مطبوعہ ۱۹۶۷ء)

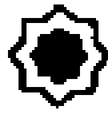
وصال: حضرت علامہ مخدوم عبدالواحد سیوہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴، رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں وصال کیا۔ (مشاہیر سندھ)

آپ کے خلیفہ مولانا غلام محی الدین سیوہانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال کہا:

پیر عبدالواحد "ثانی نعمان" درجہاں
جنت الفردوس باد جائی اندر بہشت
چون جنید اندر طریقت، ہمچوں نعمان در شرع
چار دہم ماہ رمضان دار دنیارا بہشت
او مجدد مائۃ ثانی، این بود ثانی عشر
فقہ را تعمیر کردہ چوں در در سلک سفت
جستم ازھاتف کہ ہاں تاریخ وصلش را بگو
آفتاب دین بود و باد بارحمت بگفت

۱۲۲۴ھ

حضرت مخدوم عبدالواحد سیوہانی نے ایک فتویٰ میں ثابت کیا کہ (ان کے ہمعصر) امام العارفین حضرت سید محمد راشد روضے دھنی قدس سرہ الاقدس موجودہ دور (یعنی تیرھویں صدی) کے مجدد برحق ہیں۔ اس مفصل فتویٰ کا اشارہ ملفوظات شریف سندھی جلد ۵ میں ملتا ہے۔ اس فتویٰ کا ایک قلمی نسخہ درگاہ عالیہ مشوری شریف کے عظیم وقدیم کتب خانہ میں محفوظ تھا۔



حضرت مولانا صوفی عبدالرحمٰن وجودی لکھنوی

مولانا صوفی سید عبدالرحمٰن بن حضرت سید محمد حسن کوٹ مخدوم عبدالحکیم متصل مبارکپور تحصیل شکارپور سندھ میں ۱۱۶۰ھ میں تولد ہوئے۔ (تذکرۂ علمائے اہل سنت کانپور ص ۱۱۶۔ تذکرہ مشاہیر سندھ جلد اول ص ۲۱۷) الرحیم (حیدرآباد) کے مشاہیر سندھ نمبر میں ہے کہ مبارکپور شکارپور میں نہیں بلکہ ضلع گھوٹکی میں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

حضرت سید عبدالرحمٰن کے جداعلیٰ عرب شاہ عربستان سے سندھ میں آئے اور روپاہ کے علاقہ میں اقامت پذیر ہوئے اور یہیں اعلیٰ خاندان میں شادی کی جس کے بطن سے دو بیٹے تولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: سید عبدالرحمٰن بن سید محمد حسن بن سید علم الہدیٰ بن سید حسن محمد بن سید دین محمد بن سید عرب شاہ۔

تعلیم وتربیت: سید عبدالرحمٰن ۱۹ سال کی عمر تک والد ماجد سے تحصیل علوم کی، قصبہ مہاروی میں چند دنوں مولانا اسداللہ سے پڑھنے کے بعد دہلی پہنچے اور وہاں سے رامپور آئے، رامپور سے ۱۱۹۸ھ میں لکھنو پہنچ کر حضرت بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر ۱۱۹۹ھ میں درسیات میں تکمیل کی۔

بیعت وخلافت: لکھنو میں مسجد شریف پنڈاری میں قیام تھا۔ ان دنوں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت مولانا فخرالدین دہلوی چشتی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شاہ عظیم سے بیعت اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ سماع سے خاص ذوق تھا، شریعت مطہرہ کے سختی سے پابند تھے، نہایت متبحر اور خوش تقریر عالم تھے، قناعت وتوکل خصوصی اوصاف تھے، مسئلہ "وحدت الوجود" کے قائل تھے اس مسئلہ میں آپ کے زمانے میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت)

ایک روایت کے مطابق اپنے والد ماجد کے ساتھ اپنے چچازاد بھائی حضرت مولانا مخدوم سید عبدالحکیم (انہی کے نام پر گوٹھ کا نام تھا) سے شرف تلمیذ کے ساتھ بیعت بھی تھے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

تصنیف وتالیف: آپ شاعری میں "موحد" تخلص رکھتے تھے، تصوف کے موضوع پر بلند پایہ کتب تحریر فرمائی۔ ان میں سے ایک نام معلوم ہوا ہے۔

- **کلمۃ الحق** (عربی) مطبوعہ نولکشور۔ حافظ غیاث الدین اور عرفان احمد انصاری نے کلمۃ الحق کے خلاصہ کا اردو ترجمہ کیا جو کہ "وحدت الوجود" کے نام سے ۱۳۴۹ھ میں لاہور سے اللہ والے کی قومی دوکان کشمیری بازار کی جانب سے شائع ہوا۔

رشد وہدایت: حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن بہت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ سندھ سے نقل مکانی کر کے ہندوستان کے یوپی صوبہ میں لکھنو میں قیام کیا، خانقاہ کی بنیاد رکھی اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کا حلقہ ارادت نہایت وسیع ہے خصوصاً یوپی کے اکثر علماء امراء وشعرا آپ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا نور اللہ بچھڑ الوی (ضلع مراد آباد) نے آپ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب "انوار الرحمن لتنویر الجنان" فارسی میں ۱۲۴۳ھ میں تحریر کی۔ جس میں آپ کے تفصیل سے حالات درج ہیں افسوس کہ ہمیں نہ مل سکی۔ اس کے علاوہ الہ آباد سے جاری ہونے والے رسالہ "ہندوستانی" میں آپ کی تفصیلی سوانح پر مشتمل مضمون ۱۹۵۰ء سے پہلے شائع ہوا۔ تذکرہ مشاہیر کے مؤلف نے اس مضمون سے استفادہ کیا۔

خلفاء: آپ کے حلقہ ارادت کے علاوہ خلفاء کی فہرست بھی طویل ہے۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

- مولانا فتح علی شاہ فتح پوری اٹھوی
- خواجہ محمد شریف بن خواجہ سید سلطان الدین احمد
- مولانا ابوالحسن بن شیخ ریاض احمد ردولوی
- مولانا امیر علی شہید بن شیخ محمد بخش
- شاہ حسین بخش شاکر فرخ آبادی

مولانا امیر علی، مفسر قرآن حضرت علامہ احمد المعروف ملاجیون صدیقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تفسیرات احمدی۔ نورالانوار) کی اولاد میں سے تھے۔ مولانا امیر علی سات سال حضرت عبدالرحمٰن کی صحبت میں رہے علوم باطن حاصل کر کے ۱۲۴۲ھ میں خلافت حاصل کی۔ مولانا امیر علی شہید مسجد شریف کی حفاظت میں جان دے کر شہید ہوئے۔ آپ کے بیالیس (۴۲) باکمال خلفاء تھے۔

حضرت شاکر بھی ایک باکمال بزرگ ہوگذرے ہیں، فرخ آباد میں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کے فیوض کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضرت طالب حسین مجیب ان کے نامور خلیفہ تھے۔ فرخ کے نوجوان شاعر حفیظ مجیبی ان کے مرید باوفا تھے اور مرشد کی یاد میں اخبار ہفت روزہ "مجیب" فرخ آباد سے جاری کیا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

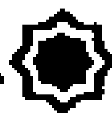
ردِ وہابیہ: بابائے وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی قتیل بالاکوٹ (مصنف تقویۃ الایمان) نے بالاکوٹ خون ریزی کے ارادے سے جاتے ہوئے تہدیداً حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سے کہا: "واپس ہوکر تمہاری خبر لوں گا"۔ حضرت نے جواباً فرمایا: "پہلے تم واپس بھی تو آجاؤ۔" قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ مولوی اسماعیل ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ (سرحد) کے مسلمان پٹھانوں کے ہاتھوں مارے گئے (تذکرہ علمائے اہل سنت) اس طرح حضرت کا ارشاد مبارک ظہور میں آیا۔

وصال: حضرت خواجہ سید عبدالرحمٰن نے ۶، ذوالقعدہ ۱۲۵۹ھ میں وصال کیا۔ (تذکرہ علماء اہل سنت) دوسری روایت کے مطابق ۱۲۴۵ھ میں لکھنو میں انتقال کیا۔ یہ سن درست معلوم ہو رہا ہے۔ لکھنو میں آپ کی خانقاہ شریف مرجع خلائق ہے۔ خلیفہ مولانا نور اللہ بچھڑالوی نے وصال پر فارسی میں قطعہ تاریخ وصال کہا:

نوجوان شاعر حفیظ مجیبی نے اپنی اخبار میں "نذر عقیدت" کے عنوان سے ایک نظم شائع کی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

گوہر بحر ولایت در درج عرفان — واقف راز خفی اے شہ عبدالرحمٰن
اے "موحد" لقب و آئینہ حبّ نبی — سندھ سے تابہ اودھ آپ کا سکہ ہے رواں
لکھنو سے یہ ضیا آپ کی پھیلی ہر سو — فرخ آباد کو "شاکر" سا ملا جان جہاں
ہے جمال آپ کے پرتو کا "مجیبی" گلشن — آپ کا خلق درخشاں ہے یہاں نور فشاں

(حفیظ مجیبی ایڈیٹر ہفت روزہ "مجیب" فرخ آباد شمارہ ۷ جون ۱۹۳۷ء)



سید الفقہاء علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی

مفتی اعظم، امام العلماء، علامہ مفتی عبدالغفور "مفتون" ہمایونی بن صدر العلماء بدر الطریقہ علامہ مفتی خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کو ہمایون شریف ضلع شکار پور سندھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: تعلیم کا آغاز گھر سے کیا۔ ابتدائی کتب شرح جامی تک والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں والدِ محترم علامہ محمد یعقوب کا انتقال ہوا۔ اس وقت علامہ عبدالغفور کی عمر بارہ سال تھی۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بقیہ تعلیم والد ماجد کے شاگرد ارشد استاد العلماء علامہ حکیم سلطان محمود سیت پوری سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ان سے علم طب

بھی حاصل کیا۔(ہماہمایونی)

بیعت: ولی کامل حضرت میاں غلام حیدر قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۰ھ درگاہ کٹبار شریف، بیل بٹ، ضلع کچھی، قلات ڈویژن، صوبہ بلوچستان) کے وصال پر آپ نے ان کی شان میں نہایت عقیدت واحترام سے منقبت کہی:

عارف کامل ولی حق کرامت را ستون
واصل ذات خدائی بے مثال و بے چگوں

ایک مصرع میں فرماتے ہیں:

نام آں شیخ طریق حق غلام حیدر است

(عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار الکتبار۔مصنف مفتی محمد قاسم یاسینی)

جس سے غالب گمان ہے کہ آپ ان سے سلسلہ قادریہ میں دست بیعت وخلیفہ مجاز تھے۔

ایک روایت کے مطابق اپنے والد ماجد سے دست بیعت تھے اور بعد وصال ان سے اویسی فیض حاصل کیا۔

امام العارفین سے عقیدت: آپ درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ کے سجادہ نشین حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی پیر صاحب پگارہ پنجم رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر سالانہ جلسہ جشن معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عرس امام العارفین حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ الاقدس و جامعہ راشدیہ کے فضلاء کی دستار فضیلت کے عظیم الشان موقعہ بتاریخ ۲۷، رجب المرجب نہایت عقیدت واحترام سے شرکت فرمایا کرتے تھے۔

درس وتدریس: بعد فراغت، مادر علمی میں درس وتدریس، فتاویٰ نویسی اور تصنیف وتحقیق کے اہم و مفید کام میں مصروف رہے۔

مفتی اعظم: پروفیسر ڈاکٹر قاضی یار محمد مرحوم (کوٹری) اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں آپ کے فقہی مقام ومرتبہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

"علامہ ہمایونی علم کے ہر فن میں یکتائے روزگار تھے خصوصاً علم فقہ میں آپ کی نظیر سندھ، ہند، بلوچستان اور خراسان میں بھی نہ تھی۔ اپنے وقت میں بلوچستان اور شمالی سندھ میں مرجع فتاویٰ اور مرجع علماء تھے۔ کوئی بھی فتویٰ یا تحریر تب تک قبولیت کی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھی جب تک علامہ ہمایونی کے دستخط نہ ہوں۔

بلوچستان کے حاکم شرعی فیصلوں کے لئے شاہی جرگوں کے مواقع پر آپ کو بڑی تعظیم وتکریم سے

مدعو کرتے تھے اور آپ مشکل مسائل حل فرماتے تھے۔ (سندھی میں فقہی تحقیق جوار تقاء ص ۱۷۷)

علامہ ہمایونی کے متعلق ایک اشارہ امام احمد رضا خان بریلوی محدث بریلوی کے فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" میں ملتا ہے۔ سراج الفقہاء مفتی سراج احمد خانپوری (ضلع رحیم یار خان) مولانا مفتی امجد علی اعظمی (مصنف: بہار شریعت) کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:

مسئلہ قاعدہ تحریم ضعف رابع ذوی الارحام مندرجہ لفافہ ہمارے علماء گرد و نواح کا مختلف فیہ واقع ہوا ہے۔ کوئی متون کو ترجیح دیتے ہیں، دیوبندیوں کا فتویٰ بھی یہی، حتیٰ کہ "مفید الوارثین" کتاب میں بالتصریح مذکور ہے اور کوئی "فتاویٰ خیریہ" کو مقدم سمجھتا ہے۔ جس کی شامی نے بھی تائید کی ہے۔ اب مسئلہ معرکہ بن گیا ہے۔ ایک اس کا استفتاء مولانا عبد الغفور ہمایونی بن علامہ خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی کو بھیجا گیا مگر افسوس وہ فوت ہو گئے ہیں۔

باقی دیوبندی علماء غیر مقلد ہیں ان کے فتوے پر اعتبار نہیں آتا۔ آج کل فقہ حنفی کا عالم تبحر مولانا احمد رضا خان صاحب کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۳۸۵ طبع قدیم۔ بحوالہ امام احمد رضا اور علماء ریاست بہاولپور)

معلوم ہوا کہ اس دور میں استاذ العلماء مفتی سراج احمد خانپوری کی نظر میں ہندوستان میں فقط دو بڑے مفتی تھے اور دونوں سنی حنفی تھے باقی دیوبندی علماء کے فتویٰ پر انہیں اعتبار نہیں کیوں کہ وہ انہیں غیر مقلد کی مثل سمجھتے تھے۔ ان دو عظیم مفتیوں میں ایک علامہ ہمایونی تھے جو کہ ان دنوں تازہ وصال کر گئے تھے جس کا انہیں نہایت افسوس تھا اور دوسرے مولانا مفتی احمد رضا خان قادری محدث بریلوی تھے۔ آخر یہ معرکۃ آلاراء مسئلہ فاضل بریلوی نے حل فرمایا۔

شاعری: آپ شاعری کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے، آپ کا دیوان عشق کا خزینہ ہے۔ تخلص "مفتون" ہے۔ آپ کی شاعری کا مجموعہ "دیوان مفتون" سندھی اور فارسی نعتیہ و صوفیانہ شاعری پر مشتمل ہے۔

انتخاب کلام:

نعت

مصطفیٰ و مجتبیٰ و مقتدا و محتشم ——— صاحب عز و علا و والی جملہ امم

اولین کائنات و آخرین ممکنات ——— مالک حوض و شفاعت صاحب تاج و علم

ذات پاکش چوں ببطحا شد پدیدار و عیاں ——— گشت پیدا شوکت اسلام کفران شد عدم

کمترین بندگان بارگاہش جبرئیل
آدم و موسیٰ و عیسیٰ پیش درگاہش خدم
آں محمد سرور کونین ختم المرسلین
حاکم جن و بشر فرمان دہ عرب و عجم
آں حبیب ایزد و سالار جملہ انبیاء
دستگیر مستغیثان درمیان موج و غم
درمیان خلق باخلق عظیم آمد فزون
نیست کس ہمتاء او اندر رہ علم و کرم
سیر کردی در شب معراج ای عالی جناب
ہمچو سیر ماہ تابان ازحرم سوئے حرم
زآن سپس معراج تو برائی عرش آمد چناں
کاندر آنجا عقل را ہرگز نہ توفیق قدم
نیست "مفتون" رابدل جز آرزوی خدمتت
لطف باشد گر برآری حاجتش ای محترم!

منقبت صدیق اکبر

من چگویم وصف آں صدیق یار غار را
آن امیرالمومنین و واقف اسرار را
قطب عالم، غوث امت، تاج جملہ اولیاء
آں خلیفۂ مصطفیٰ و قاتل کفار را
ہست بعد از انبیاء افضل جملۂ خلق حق
جان فدا بود او ہمیشہ احمد مختار را
صحبتش ثابت شد بانص قرآن مجید
پس نماندہ جز لعنت صاحب انکار را
ہرچہ بینی ز اولیاء و اصفیاء و اتقیاء
جملگی ہستند خادم آن شہ بیدار را
ہست "مفتون" خاکپایت ای امام عارفاں
چیست گر رفعت دہی این عاجز بیکار را

منقبت حیدر کرار

شد دل من پر نظارت ہمچو باغ و بوستان
چوں حدیث حیدر کرار آمد درمیان
مرد میدان و غاوٗ شیر بیشہ اجتہاد
رہ نمائے عارفان و قطب دور آسمان

ابن عم مصطفیٰ و والد سبطین بود
جان پاک آن مقدس طائر عرش آشیان
بعد ذوالنورین بود او مسند آرائے نبی
گشت زو فقر خلافت خوشتر از باغ جنان
ورد ہرکس ہر زبان نامش علی المرتضیٰ
بود ذات خاص پاکش رہنمائے انس و جاں
خادم درگاہ تو "مفتون" بس درماندہ است
کن نظر از مرحمت برحال زار ناتواں

دست پاک کی شان: منقول ہے کہ آپ نے جوانی میں مسجد شریف میں بصورت قیام قرآن حکیم کی زکوۃ ادا کی تھی، اس سخت و مشکل مجاہدہ کے اختتام پر نبی اکرم حضور پرنور سید عالم ﷺ نے اس عاشق صادق کو بیداری میں زیارت سے مشرف فرمایا اور مصافحہ کی سعادت بخشی۔ یہی وجہ تھی کہ سیدھے ہاتھ پر ہمیشہ رومال لپٹا کر رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ہاتھ مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ (ہماہمایونی)

حکمت: آپ علم طب میں مہارت رکھتے تھے۔ بے شمار لاعلاج مریض شفایاب ہوئے۔ مہنگی اور معمولی دواؤں کے مرکبات موجود ہوتے تھے جو کہ خلق خدا کو مفت تقسیم فرماتے تھے۔
(سندھ کی طبی تاریخ جلد ۲ ص ۶۲۵)

عادات وخصائل: آپ کا درمیانی قد، گندمی رنگ اور سفید ریش اور ۲۴ گھنٹہ میں ایک بار کھانا تناول فرماتے تھے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ) سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ متقی پرہیزگار، پیکر اخلاص، سراپا محبت وشفقت، مہمان نواز، غریب پرور، سخی، متوکل، شب بیدار خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، صابر، شاکر اور مرجع خلائق تھے۔

ڈاکٹر یار محمد قاضی مرحوم لکھتے ہیں: مولانا صاحب مستجاب الدعوات اور مرجع خلائق تھے۔ ہر طبقے کے لوگ آپ کے حضور دعا کے واسطے حاضر ہوتے تھے اور علم کی طلب و فتاویٰ کے حصول کے لئے پنجاب ہندوستان ایران اور افغانستان جیسے دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے آتے تھے۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر ہر وقت خلق خدا کا ہجوم جمع ہوا کرتا تھا، دروازہ پر دربان مقرر تھا جو کہ سائلین کو نمبر سے ملاقات کرواتا تھا۔ آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ کسی سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے۔ آپ کم گو تھے، ہمیشہ دیدار یار میں رہتے تھے۔ آپ کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ جیسی عظیم دولت سے سرفراز تھا۔
(سندھی میں فقہی تحقیق جوارتقاء)

مرجع خلائق: حاجت مند سائل اپنی اپنی مراد پاتے تھے۔ آپ سراپا کرامت تھے، آپ کی کرامات دیکھ کر بڑے بڑے نواب، قومی سردار، زمیندار، جاگیردار وڈیرے، اپنے ظلم و جبر سے تائب ہو کر پرہیزگار نمازی بن گئے، آپ کے مرید اور انسان دوست بن گئے۔ ہر ایک نے اپنی مشکل میں آپ ہی کی جانب رجوع کیا۔ ان طویل فہرست میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- جناب محمد ابراہیم — وزیراعظم ریاست خیر پور میرس (سندھ)
- نبی بخش خان — وزیراعظم ریاست بہاولپور (پنجاب)
- قاضی جلال الدین — وزیراعظم ریاست قلات (بلوچستان)
- بابو سید سراج الدین — چیف جسٹس بہاولپور
- سردار محمد طاہر خان محمد زئی اور ان کے صاحبزادے سردار محمد حسین خان امیر کابل کے شاہی خاندان کے افراد
- بلوچستان کے مشہور سردار نواب اسد اللہ خان بگٹی
- نواب میر قیصر خان مگسی — جھل مگسی
- نواب محراب خان بگٹی
- سردار اسلام خان بگٹی
- سردار سہراب خان بگٹی
- خان بہادر شاہ پسند خان پٹھان — زمیندار سلطان کوٹ
- سیف الدین خان — زمیندار سلطان کوٹ
- میر حسن خان کھوسہ
- میر قائم خان کھوسہ

اس کے علاوہ عمرانی، سدھایا، بھٹہ، کھاوڑ زمیندار بھی اس در کے سوالی تھے تو عوام الناس کو کون شمار کر سکتا ہے؟

حضرت پیر سید ابو محمد صالح شاہ جیلانی سجادہ نشین درگاہ جیلانیہ رانی پور جیسی روحانی شخصیت بھی حضرت مولانا سے دست بیعت کا شرف رکھتے تھے۔

ردو ہابیت: سندھ میں وہابیت کا آغاز امروٹ سے ہوا جہاں تاج محمود امروٹی نے مدرسہ قائم کیا اور عبید اللہ سندھی نے درس دیا اور انہیں کی تحریک پر دین محمد وفائی نے دین و ایمان سے بے وفائی کر کے تقویۃ الایمان کا سندھی ترجمہ شائع کیا۔

اس دور میں "سنی" اور "وہابی" کی پہچان مشکل ہوگئی تھی کیوں کہ وہابی اپنے آپ کو سنی کہلوا کر سنیوں کو دھوکہ دے رہے تھے، ایسے عالم میں تاج الفقہاء، شیخ طریقت، عاشق مصطفیٰ حضرت علامہ مفتی پیر عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ (ہمایون شریف) مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی نظریاتی حفاظت اور عوام اہل سنت کی رہنمائی کے لئے میدان عمل میں نکل آئے اور فرقہ وہابیہ کو تحریری تقریری اور تدریسی ہر میدان میں شکست دی۔ عبیداللہ سندھی اور تاج محمود امروٹی کو بارہا مناظرہ کی دعوت دی ان کے باطل نظریات کا بڑے بڑے اجتماعات میں کھل کر رد فرمایا لیکن وہ میدان میں آنے کی جرأت نہ کر سکے اس کشمکش کے دور میں "ہمایونی" اہل سنت کی پہچان بنی اور "امروٹی" وہابیوں کی پہچان بنی اور اسی نسبت سے دونوں گروہ پہچانے جاتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد بریلوی اور دیوبندی نام سندھ میں زیادہ روشناس ہوئے پھر ہمایونی بریلوی سے اور امروٹی دیوبندی کے نام سے پہچانے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ لوگ پچھلے نام بھول گئے لیکن "امروٹی فتنہ" جوں کا توں برقرار ہے۔ (سندھ کے دو مسلک ص ۲۱)

ایک استفتاء کے جواب میں وہابیوں کے نظریہ کی بیخ کنی فرمائی ہے وہابیوں کا نظریہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو زبان دارالعلوم دیوبند کے تعلق کی بنا پر آتی ہے۔ حضرت مولانا ایک مقام پر قمطراز ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک قوم سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔" (فتاویٰ ہمایونی)

مفتی اعظم پاکستان علامہ مولانا صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

حضرت علامہ ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الدر المنثور فی رد منکر الاستمداد من اھل القبور" وہابیوں کی جگرسوزی کے لئے موجود ہے اور مولوی عبیداللہ شیخ دیوبندی (سندھی) نے امروٹ اور جھنڈہ کو سندھ میں وہابیت کے مرکز بنا کے گیا ہے۔ ان کی تردید میں علامہ ہمایونی کے کئی رسائل عربی فارسی میں قلمی صورت میں موجود ہیں"۔ (البلاغ المبین ص ۱۲۹ طبع اول ۱۳۳۵ھ)

سندھ کے ہمایونی علماء نے دیوبندی تحریک کی سخت مخالفت کی اور اس تحریک نے اس نئے فرقے کی سرکوبی کے لئے ایک تنظیم بنائی جس کا نام "جمعیت الاحناف سندھ" رکھا گیا۔ مزید تفصیل کے لئے "سندھ کے دو مسلک" اور "امروٹی جو اصلی روپ" میں ملاحظہ فرمائیں:

تصنیف و تالیف: آپ نے تحریری میدان میں بھی قابل قدر کام سرانجام دیا۔ اس میں سے اکثر لٹریچر غیر مطبوعہ ہے اور سجادہ نشینوں کی غفلت شعاری اور عدم دلچسپی کی وجہ سے اکثر ضائع ہو گیا ہوگا۔ بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1- فتاویٰ ہمایونی (فارسی، ۲ جلد) علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی کی کوشش سے مطبع رفاہ عام لاہور سے

۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء کو شائع ہوا۔ آج کل نایاب ہے۔ مفتی محمد ابراہیم یاسینی نے پہلی جلد کا دو جلدوں میں سندھی ترجمہ کیا۔ سندھی ترجمہ کئی بار چھپ چکا ہے غالباً پہلی بار گرونانک پریس شکارپور نے ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء کو شائع کیا۔ اس کے بعد مفتی نجم الدین یاسینی نے شائع کیا۔ اس کے بعد مولوی عظیم کتب فروش شکارپور نے دو ایڈیشن شائع کئے۔ ۱۹۸۱ء کا طبع ثانی پیش نظر ہے۔

2- فرہنگ طب ہمایونی:۔ مفتی محمد قاسم یاسینی کی کوشش سے شائع ہوا۔

3- دیوانِ مفتون (سندھی) مفتی محمد قاسم کی کوشش سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس میں غزل اور کافی کی بحر میں نعتیہ کلام بیان کیا گیا جو کہ عشق رسول کا خزینہ ہے۔ دوسرا ایڈیشن سندھی ادبی بورڈ جامشورو نے شائع کیا۔

4- دیوانِ مفتون (فارسی) غیر مطبوعہ غائب یا پھر ضائع

5- **الدر المنثور فی رد منکر الاستمداد من اصحاب القبور** (عربی) جب وہابیوں دیوبندیوں نے اہل قبور کے سماع و استمداد کا انکار کیا تو آپ نے یہ عظیم علمی تحقیقی شاہکار تحریر فرمائی۔ جس میں معترضین کے مدلل و مفصل جوابات بیان کئے ہیں۔ اس رسالہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بے شمار نقل بنائے گئے جو کہ اہل علم کی لائبریریوں میں آج تک محفوظ ہے اور اس سے استفادہ کیا گیا۔

لیکن اس کی پہلی بار اشاعت فقیر راقم الحروف کی کوشش سے ہو رہی ہے، فقیر نے قلمی نسخہ مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی کو پیش کیا ہے ان کی نگرانی میں اردو ترجمہ ہو رہا ہے اور مولانا عبدالصمد صاحب ادارہ مظہر علم لاہور کی جانب سے اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

6- **التنبیہ العظیم للمولوی فیض الکریم**

7- **الفوائد الملھمة فی رد ازالة الشبھة** اس رسالہ میں آپ نے عبیداللہ کو "امروٹی" لکھا ہے۔

8-11 مولوی عبیداللہ سندھی کے رسالہ "**ازالة الشبھة عن فرضیة الجمعة**" کے رد میں حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی نے "**الفوائد الملھمة فی رد ازالة الشبھة**" تحریر فرمایا۔ ایک قلمی نسخہ جس کی کتابت مفتی محمد سعداللہ انصاری نے کی وہ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں ایک مجموعہ کی صورت میں محفوظ ہے۔ اس مجموعہ قلمی میں اس رسالہ کے علاوہ علامہ ہمایونی کے چار رسائل اور ہیں۔ (شریعت، سوانح نمبر ۱۴۷)

12- رسالہ خراج:

سندھ کی زمین خراجی ہے اس موضوع پر مذکورہ تحقیقی رسالہ علامہ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ اس رسالہ کو مولوی رشید احمد دیوبندی (کراچی) نے مجموعہ فتاویٰ "احسن الفتاویٰ" میں شامل کیا ہے۔ (ایضاً)

ان کے علاوہ بھی آپ نے کتابیں و رسائل اور ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائیں لیکن ہائے افسوس! "خانقاہ ہمایون شریف" میں آپ پر کوئی کام اب تک نہیں ہوا۔ نہ رسائل کی ترتیب کا اور نہ اشاعت کا اور نہ ان کے پاس کوئی پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، جنہوں نے آپ کے فیضان کو عام کیا، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- استاد العلماء مولانا مفتی محمد قاسم یاسینی (صاحب فتاویٰ قاسمیہ) ضلع شکارپور
2- استاد العلماء مفتی محمد ابراہیم یاسینی
3- استاد العلماء مولانا مفتی عبدالرحمٰن دھامراہ (صاحب فتاویٰ رحمانی) ضلع لاڑکانہ
4- استاد العلماء مولانا نبی بخش کولاچی اوستہ محمد بلوچستان
5- استاد العلماء علامہ محمد فاضل دُرخانی ڈھاڈر بلوچستان
6- استاد العلماء علامہ محمد عمر دین پوری مستونگ بلوچستان
7- استاد العلماء مولانا محمد یعقوب حجك ضلع سبی بلوچستان
8- مولانا حکیم قاضی عبدالرزاق صدیقی گوٹھ ترائی تحصیل گڑھی یاسین
9- استاد العلماء مولانا سید زین العابدین شاہ افغانستانی
10- مبلغ اسلام مولانا عبدالحق شاہ جانی بند تحصیل قمبر
11- مولانا قاضی رسول بخش جہل مگسی
12- مولانا محمد وارث کھوسہ
13- مولانا محمد اسماعیل اوستہ محمد
14- مولانا خلیفہ خدا بخش لھنی اوستہ محمد
15- مولانا میاں محمد مبارک مہر میاں جو گوٹھ ضلع شکارپور
16- مولانا مخدوم ہادی بخش قادری سجادہ نشین درگاہ محمد پور تحصیل پنو عاقل
17- مولانا محمد حیات قریشی شکارپور
18- مولانا عبدالرحیم شکارپور
19- مولانا سید محمد اسماعیل شاہ ہالا

20- مولانا محمد صادق　　21- مولانا محمد صدیق سدھایو

22- مولانا دین محمد بلوی والے　　وغیرہ وغیرہ

وصال: عشق و علم کے بحر بے کنار علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی نے ۱۱، رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء کو بروز جمعہ، رات کے وقت ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ شاگرد ارشد مفتی محمد قاسم یاسینی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

آپ کا مزار پر انوار ہمایونی شریف (ضلع شکار پور) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ نواسے مفتی عبدالباقی ہمایونی کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ ان کا ۱۹۶۳ء کو انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے میاں عبدالباری سجادہ نشین ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے میاں عبدالباقی (صوبائی وزیر محکمہ اوقاف سندھ برحکومت جنرل پرویز مشرف، قبل الیکشن) اس وقت سجادہ نشین ہیں اور ڈیفنس کراچی میں قیام پذیر ہیں۔

آپ کی لوح مزار پر نواب گل محمد خان "زیب" مگسی مرحوم کا قطعہ تاریخ خوشخط درج ہے:

استاذی فاضل ہمایوں　　آں شمس زماں شہاب گیتی
روپوش چوگشت گفت ھاتف　　"پنہاں شد آفتاب گیتی"

۱۳۳۶ھ

مفتی محمد ابراہیم یاسینی نے درج ذیل قطعہ عربی میں کہا:

اسفا لفقد الفاضل　　بحر العلوم العامل
فخر الزمان الکامل　　مولی الداریہ والشعور
غوث الزمان بدھرہٖ　　قطب الارشاد بعصرہٖ
نور الالٰہ بصدرہٖ　　کان اسمہ عبدالغفور
تعلیم علم الیقین　　معلوم ما فی الصدور
من بین الناس بالیقین　　قد انطفی مصباح نور

۱۳۳۶ھ

استاذ الکل علامہ سید عاقل شاہ لکیاری

گیسوئے دراز، یوسف ثانی، استاذ الکل علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری اپنے دور میں اسلامی دنیا کے مشہور و معروف عالم تھے۔ ہالانی (تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم ہالانی میں حاصل کی اس کے بعد کوٹری کبیر میں حضرت مخدوم یار محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم حاصل کی۔ (دیکھئے حالات مخدوم یار محمد انوار علماء اہل سنت)

فقیہ الاعظم حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری قدس سرہ رقمطراز ہیں: "حضرت امام العارفین پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ الاقدس آخر میں گوٹھ خیر محمد عاریجہ (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں حضرت مولانا مولوی محمد صاحب عاریجوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کتابیں پڑھ کر مکمل کی۔ اس مدرسہ عالیہ میں سید عاقل شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم درس تھے لیکن حضرت پیر سائیں قدس سرہ ان سے پہلے مقررہ نصاب کی تکمیل کے بعد فیض وفضیلت کی دستار حاصل کر کے درگاہ مقدس پر رخصت یاب ہو کر آئے اور جناب شاہ صاحب ایک سال بعد دستار فضیلت سے مشرف ہوئے"۔ (نفحات الکرامات، مقدمہ ص ۹ درگاہ عالیہ مشوری شریف ۱۹۶۴ء)

بیعت: مولانا سید عاقل شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ عاریجہ میں آپ کے ہم درس تھے ان سے منقول ہے کہ "جب میں فارغ التحصیل ہوا تو حضرت پیر سائیں قدس سرہ کی ملاقات کیلئے خدمت شریف میں پہنچا صحبت میں بیٹھ کر ملاحظہ کیا کہ ذکر شریف اسم ذات کی مشغولی نے قلب میں اس قدر حرارت پیدا کی تھی کہ قریب بیٹھنے سے آپ کے وجود مبارک سے مجھے حرارت اور گرمی محسوس ہو رہی تھی"۔ (نفحات الکرامات)

اس روایت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ فقط ایک سال میں حضرت امام العارفین نے کس قدر روحانی ترقی حاصل کی تھی اور دوسرا یہ کہ راوی حضرت عاقل شاہ جب اس قدر متاثر و مطمئن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ حضرت پیر سائیں کے دست مبارک پر بیعت بھی ہوئے ہوں تو کچھ بعید نہیں ویسے بھی برسوں سے قریب سے دیکھنے کی وجہ سے شاہ صاحب، حضرت پیر سائیں کی مثالی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔

درس وتدریس: آپ نے ہالانی میں مدرسہ قائم فرمایا تھا جس میں دور دراز علاقوں سے علم کے پیاسے آپ سے پیاس بجھانے کیلئے آتے تھے۔ بیشمار طلباء نے استفادہ کیا۔ آپ اپنے دور کے مفتی اعظم تھے۔ (ضلع نواب شاہ تاریخی شہر)

تلامذہ: آپ کے لاتعداد تلامذہ میں سے فقط ایک شاگرد کا علم ہو سکا ہے:

❁ استاذ العلماء والفضلاء علامہ عبدالحلیم کنڈوی (حالات دیکھئے اس کتاب انوار علماء اہل سنت ع ردیف میں)

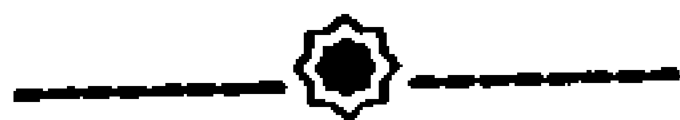
تصنیف وتالیف: ڈاکٹر قریشی حامد علی خانائی لکھتے ہیں: علامہ سید محمد عاقل شاہ صاحب متعدد تصانیف کے صاحب تھے اور آپ کے علمی شہ پارے آپ کے خاندان میں محفوظ ہیں۔ (ضلع نواب شاہ تاریخی شہر)

آپ کے تین صاحبزادوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

اولاد: 1- میاں سید پریل شاہ 2- میاں سید فتح علی شاہ

3- مولانا سید شہاب الدین شاہ لکیاری۔ آپ اپنے والد کے یہاں آخری عمر میں پیدا ہوئے تھے مختلف مدارس سے تحصیل علم کی لیکن نوجوانی میں ۱۹۲۵ء کو انتقال کر گئے۔

[آپ کے تفصیلی حالات زندگی کے حصول کے سلسلہ میں ممکن حد تک کوشش کی۔ اسی سلسلہ میں نواب شاہ کا سفر کیا نامور دانشور ڈاکٹر قریشی حامد علی سے ملاقات کی۔ ہالانی کے سید وسیم مقبول لکیاری ایڈوکیٹ سے رابطہ کیا۔ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو کو متوجہ کیا۔ نوشہرو فیروز کے ممتاز صحافی سمیع الوری سے رابطہ کیا لیکن کہیں سے بھی مواد دستیاب نہ ہوسکا لہٰذا اسی مختصر مضمون پر اکتفا کیا جاتا ہے۔]



حضرت مولانا سید علی محمد شاہ (دائرہ والے)

سید علی محمد شاہ، مٹیاری کے سادات میں سے ہیں، علم و عرفان کے اندر بڑا بلند مقام رکھنے والے ہوئے ہیں۔ سندھ کے معروف علمی مرکز دائرہ کی درسگاہ کے سجادہ نشینوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آباء واجداد: سادات مٹیاری میں سے عیسیٰ شاہ کی اولاد میں "حمزہ شاہ بنوری نقشبندی" بزرگ ہوئے ہیں ان کے آپ پڑپوتے اور "سید نیک محمد شاہ" کے فرزند ہیں۔ چونکہ آپ کے والد اور دادا، دائری شریف (موجودہ اڈیرو، تحصیل ہالا، ضلع حیدرآباد) کے رہنے والے تھے اور دائرہ کی مشہور درسگاہ سے ان کا اور ان کے دیگر اہل علم عزیز و اقارب کا تعلق رہا ہے، اس لئے یہ لوگ دائرائی سید کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آپ کی ولادت ہالا کے ایک گاؤں اڈیرو (سابقہ دائری شریف) میں ۵، رجب المرجب ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء کو ہوئی، آپ کی والدہ دائرہ کی درسگاہ کے بانی و سجادہ نشین سید یار محمد شاہ (م ۱۲۲۰ھ) کی زوجہ کی بہن تھیں۔ اس طرح سید علی محمد شاہ، سید یار محمد شا کی اہلیہ کے بھانجے ہوئے۔

تعلیم: آپ کی ابتدائی تعلیم "دائرہ کی درسگاہ" میں اس وقت کے منتظیم قاری حافظ میاں دوست محمد بھیی" کی زیر نگرانی ہوئی، آپ نے اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت کے باعث نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں "مٹیاری" بڑے بڑے علماء اور فقہاء کا مرکز بنا ہوا تھا اور اعلیٰ اساتذہ کی زیر نگرانی اعلیٰ تعلیم کے لئے مشہور ہو گیا تھا، چنانچہ سید علی محمد شاہ نے دائرہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مٹیاری میں سندھ کے معروف و مشہور عالم، علامہ مخدوم عبدالکریم کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور یہاں کے دونوں بلند پایہ علماء یعنی

مخدوم عبدالکریم اور مخدوم محمد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم کی تکمیل کی۔ اس زمانہ میں یہ دونوں "عالم" اپنے وقت کے امام شمار کئے جاتے تھے، اور فقہی مسائل میں ان کی تحریروں کو ہم عصر علماء کی نگاہ میں بڑی وقعت اور قدر حاصل تھی، حتی کے ان دونوں حضرات کو "مخدوم" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

بہر حال ان دونوں کامل اساتذہ کے علاوہ دیگر اپنے فن کے ماہر علماء اور اساتذہ مثلاً مخدوم ابراہیم ولہاری، حافظ مسعود چوٹیاروی اور مخدوم میون محمد سے بھی آپ نے اکتساب علم کیا۔

درسگاہ دائرہ کی خدمت: گیارہویں صدی کے اواخر میں "صدر جھیجی گاؤں" (موجودہ اُوڈیرو لال) میں قرآن پاک کی حفظ و ناظرہ اور تجوید و قرأت کی تعلیم کے لئے ایک مکتب کا قیام عمل میں آیا، جو بعد میں سندھ کی عظیم الشان درسگاہ کی صورت اختیار کر گیا، تقریباً ایک سو سال تک ابتدائی قرآنی تعلیم پورے زور شور سے جاری رہی، اس کی کامیابی کے بعد قرآن و حدیث کی اعلیٰ تعلیم طلباء کو "حلقہ" اور دائرہ بنا کر دی جانے لگی تو یہ درسگاہ دائرہ والی درسگاہ کے نام سے یہ گاؤں دائرہ شریف کے نام سے اور اس کے اساتذہ دائرے والے اساتذہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیق کے مطابق اس درسگاہ کی بحیثیت قرآنی مکتب کے سب سے پہلے بنیاد سید محمد ہاشم (ثالث) کے والد سید مسعود (ثانی) نے گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں رکھی (کیوں کہ سید محمد ہاشم کا انتقال ۱۱۰۸ھ میں ہوا تھا)۔ اور تقریباً ایک سو سال کے بعد "دائرہ" کی شکل میں اعلیٰ تعلیم کا آغاز کر کے اس درسگاہ کو عظیم دائرہ والی درسگاہ جس نے بنایا وہ سید محمد ہاشم کے صاحبزادے سید مسعود عرف سید معصوم (م ۱۱۸۲ھ) ہیں یہی وجہ ہے کہ جس ذات کو سب سے پہلے "صاحب دائرہ" کا لقب ملا اور جو اس نام سے مشہور ہوا وہ سید مسعود عرف سید معصوم ہی کی ذات تھی، سید محمد معصوم کے بعد اس درسگاہ کی جانشینی کی سعادت سید شاہ محمد کو اور ان کے بعد سید یار محمد کو حاصل ہوئی۔ اور سید یار محمد کے بعد اس درسگاہ کی صدارت و سرپرستی اور سجادہ نشینی کی مسند پندرہ سال تک خالی رہی، جب سید مخدوم علی محمد شاہ کا زمانہ آیا تو ان کی ذہانت اور علمیت سے متاثر ہو کر ان کے ابتدائی استاذ قاری دوست محمد نے اپنے اس ذہین شاگرد سید علی محمد شاہ کو اس منصب پر متمکن کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ٹیاری کے برگزیدہ عالم اور سید علی محمد شاہ کے استاذ مخدوم محمد اکرم نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی اور اپنے ہاتھوں سے ان کو یہ منصب تفویض کر دیا۔

سید علی محمد شاہ نے ایک متبحر عالم، ایک شفیق استاذ اور ایک مدبر منتظم کی حیثیت سے اس درسگاہ کو سنبھالا، ابتدائی حفظ و قرأت کی تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے علاوہ اعلیٰ عربی اور دینی تعلیم کے خود تدریسی فرائض انجام دے کر اس کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ بیرونی طلباء کی رہائش کے لئے ایک عظیم

الشان ہاسٹل تعمیر کرایا، لنگر خانے کا وسیع انتظام کیا، پانی کے مستقل انتظام کے لئے کنواں کھدوایا، طلباء کو اور بھی وافر مقدار میں سہولتیں مہیا کیں، جس کے باعث اس وقت طلباء کی تعداد دو سو تک تجاوز کر گئی، الغرض سید علی محمد شاہ کی تدریس و تعلیم، انتظام و انصرام کا یہ سلسلہ تقریباً ۱۲۴۵ھ میں شروع ہوا اور ان کی زندگی کے پینتیس سالوں تک جاری رہا۔ اور ہزار ہا طلباء نے اکتساب فیض کیا۔

بیعت وارشاد: علم شریعت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ سید علی محمد شاہ نے اپنے وقت کے ایک سرہندی اور نقشبندی بزرگ حضرت حاجی عبدالرحمٰن سرہندی سے بیعت ہو کر علم طریقت کی تکمیل بھی کی اور اس فن میں بھی کمال حاصل کیا، یہی وجہ ہے کہ علوم ظاہری پر آپ کی تصانیف کے ساتھ ساتھ علوم باطن پر بھی آپ کی تصانیف ملتی ہیں چنانچہ فارسی زبان میں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب "ذکر کی تلقین کے طریقے" کے نام سے میاں غلام نبی شاہ کے پاس آج بھی محفوظ ہے۔

آپ کے زہد و اتقاء اور ورع و تقویٰ اور روحانی مرتبہ و مقام کے باعث آپ کے دوست احباب اور عزیز و اقارب آپ کے نام لینے کو بے ادبی تصور کرتے تھے اس لئے وہ آپ کو "سائیں وڈو" یعنی بڑے حضور کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

علمی خدمات: آپ کی مشہور اور بلند پایہ علمی تصانیف آپ کی فصاحت اور علمیت کا منہ بولتا ثبوت اور سندھ کی علمی تاریخ کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔ جو تصانیف معلوم ہو سکیں ان کے نام یہ ہیں۔

1- **مُصْلِحُ الْمِفْتَاحُ** (سندھی): شیخ فتح محمد بن شیخ عیسیٰ عبداللہ نے "مفتاح الصلوٰۃ" کے نام سے فارسی (نثر) میں نماز اور طہارت کے مسائل پر ایک کتاب لکھی تھی جو سندھ میں بڑی مقبول ہوئی اور مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی رہی، فارسی زبان سے نا آشنا سندھی زبان جاننے والوں کی سہولت کی خاطر سید علی محمد شاہ نے اس کتاب کا عام فہم اور سہل انداز میں سندھی نظم کے اندر ترجمہ کا ارادہ کیا اور اس کام کا آغاز ۲۲، جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں کر کے سات سال کی محنت شاقہ کے بعد ۲۵، ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ کو اس کتاب کا سندھی میں منظوم ترجمہ "مصلح المفتاح" کے نام سے مکمل کیا، جو بعد میں "دائرہ والی سندھی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے سندھی کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

جھرو لفظ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہ ان میں مثالا

تہ تنھن پجاڻان بی صلوات نہ چیئی ناتہ نہ چجندو و سلسلو اصلاً

یعنی اگر کوئی حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے لئے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے تو پھر اسے کسی اور صلوٰۃ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی سلسلہ

اصل سے منقطع ہوگا، اسی باب میں آگے حضور کے نام لینے کا ادب بیان کرتے ہیں۔

ٻـر ذاتـي نـالـي نبـي حـرف نـدا جـو چـوب آهـي حـرامـا
ذاتـي آهـن بـه نـالا اسـانهـجـي نبـي تـي هك مـحـمـد بيـو احـمـدا
اي اسـان کـي آگـاهي ادب سـکاريو منجـهه سـنـدهـس کلام کـريـمـا
لاتـجـعـلـو دعـاء الـرسـول بيـنـکـم کـدعـاء بـعـضـکـم بـعـضـاء
ء ٻـي ان الـذيـن يـنـادونك من وراء الـحـجـرات اکـثـرهـم لايعقلون
ان بنهي آيتـن م اسان کي اي منع مولي عي کي بسبان سيکارن ادبا
مـحبوب کـريـم جـو ان ٻـر مـرتبو متـانهـتـون کيو آگـا آگي احسـانـا
تان بي جي کئي نالو نبي جو هونلو ندا سين منجهه کنهن دعا که کنهن ذکرا

یعنی حضور ﷺ کے ان دو ذاتی ناموں یعنی محمد اور احمد پر حرف ندا سے پکارنا بےادبی کی وجہ سے حرام ہے، کیوں کہ قرآن پاک کی ان دو آیتوں لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ الایہ (النور: ۶۳) اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ الایہ (الحجرات: ۴) میں اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ہے اور محبوب کریم کا نام بڑا مرتبہ والا بنایا ہے۔ لہٰذا خواہ ذکر ہو یا دعا ہر جگہ حضور کا صفاتی نام لے کر پکارا جائے گا۔

2- مختصر مصلح المفتاح (سندھی): مصلح المفتاح جیسی مفصّل اور طویل کتاب لکھنے کے بعد سید علی محمد شاہ کو خیال آیا کہ ایک ایسی مختصر کتاب مرتب کرنی چاہئے جس میں اختلافی مسائل تحقیقی ابحاث، کتابوں کے حوالہ جات اقوال ائمہ میں ترجیحات وغیرہ نہ ہوں بلکہ صرف نفس مسائل کا ذکر ہو تاکہ عام قاری کے لئے مسئلہ معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے، چنانچہ اس خیال سے آپ نے ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ کے بعد سے کام شروع کردیا، مختصر مصلح المفتاح کے نام سے کتاب سندھی زبان میں مرتب فرمائی، جو بعد میں (دائری واری ننڈی مـنـڊی) دائرہ والی چھوٹی سندھی کے نام سے مشہور ہوئی۔

3- مرغ کی اذان کی فضیلت (سندھی): آدھی رات اور فجر کے وقت مرغ کی اذان کی فضیلت پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصلح المفتاح سے پہلے تحریر کیا گیا ہے کیوں کہ مصلح المفتاح کے "پاث بانگ خروس" میں آپ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

4- بیاض سیدی (عربی اور فارسی): مختلف شرعی مسائل کو عربی اور فارسی زبان میں مختلف فقہی ابواب کے تحت مرتب فرمایا ہے اور اپنے نام کی مناسبت سے اس کو بیاض سیدی کے نام سے موسوم کیا

ہے۔اس بیاض کی ابتداء کتاب العلم سے کی ہے۔ بہت سے مسائل میں مستند کتابوں کے حوالے اور مشہور علماء کے اقوال سے اقتباسات نقل کرنے کے بعد پھر اپنی رائے ذکر کی ہے۔

اس بیاض میں ۱۲۶۵ھ سے پہلے اور بعد کی تحریریں موجود ہیں۔ مصنف نے اس میں متقدمین کے ماخذ کے ذکر کے علاوہ سندھ کے مشہور علماء مثلاً مخدوم رحمت اللہ ٹھٹوی، مخدوم محمد ہاشم، مخدوم عبدالواحد سیوستانی، مخدوم عبدالرحیم، مخدوم عبدالکریم ٹیاروی، مخدوم محمد عارف اور مخدوم محمد صادق کے اقوال اوران کی تحریروں کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔

5- زُبْدَةُ الْمَوَالِيْدُ (عربی): سید علی محمد شاہ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت اور آپ کی سیرت کے متعلق عربی میں یہ کتاب ۹، ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ میں تصنیف فرمائی ہے۔اس کتاب کی ابتداء میں حمد وصلوٰۃ کے بعد اس کے موضوع، عنوان اور اس کی افادیت وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی اسس نباء العالمين على النور المحمدى ووضع بناء الكائنين ولو اء هم باظهار النور الاحمدى والصلوة والسلام على خير العالمين و عروسهم محمد و اله الطيبين و اصحابه الطاهرين اما بعد! فيقول من لا احقر منه اى السيد على محمد بن نيك محمد تجاوز الله تعالىٰ عن سيا تهما و غفر ذنوبهما، ان هذه رسالة فى ذكر مولود نبينا و حبيبنا سيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم على اله و صحبه وسلم وما ظهر من العجائب فى ابتداء خلقته و مولده و سيرته صلوته تعالىٰ عليه واله وسلم قد جمعتها من الكتب المعتبرة كالشمائل المحمديه و خيار الموا ليد وكما ثبت بالسنة للدهلوى و غيرها يسر عند ذكر ماجمعت فيها كل مومن محب مطيع و يزداد فرحه ان شاء الله تعالىٰ و يفضح كل من كان فى قلبه مرض و عناد نور الله تعالى قلبى و قلوب المومنين المحبين بمحبته و صحبته محبوبه عليه الصلوة والسلام و هو حسبى و نعم الوكيل و نعم النصير وما ينبغى ان يعلم ان هذه الرسالة يقرء بطريق الخطبة فى الاعراس نحو العرس لمولد النبى ﷺ فى شهر ربيع الاول و كالو ليمة للتزويج او للختان والقدوم و نحوها مما فيه السرور لكن بعض عبارتها لايقرء فى الخطبة و علامتها الخط الاحمر فوقها و سميتها بزبدة المواليد۔

اس رسالہ کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

تمت هذه النسخة ...... فى تسع من شهر ربيع الثانى بعد الاف وما تين واحدى

و ثمانین ..... کاتبہ مصنفہ۔

وفات: آپ نے ۹، محرم الحرام ۱۲۸۷ھ کو جمعرات کے دن بوقت عصر اس جہاں فانی سے رحلت فرمائی۔

آپ کے دوست قاضی عبدالقوی نے آپ کی وفات پر یہ تاریخی قطعہ کہا ہے۔

زہے سیدے عالمے فاضلے — ولی خدا نیک بخت است
بعلم و عمل خلق را رہنموں — بتقویٰ سردست بدعت شکست
بہ حج و زیارت مشرف شدہ — خدا لیشؐ بحق نبی یا و رست
بہ تدریس حفظ کلام کریم — زبردست بودہ است مالاش دست
تا بہ رضوان جنت شدہ ہم نشین — جو رخت سفر سوء عقبیٰ بہ بست
زمن نام سال وصالش شنو — ”علی محمد شہے حق پرست“

۱۲۸۷ھ

[ماخوز: سندھ کے صوفیائے نقشبند]

شیخ عبدالرحیم گرہوڑی

مجاہد فی سبیل اللہ علامہ مولانا شیخ عبدالرحیم شہید گرہوڑی بن سعد اللہ منگر یو غالباً ۱۱۵۲ھ کو کھپرو کے ایک گوٹھ (ضلع سانگھڑ) میں تولد ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے والد نے کڈھرہ ریلوے لائن (ضلع سانگھڑ) کے قریب رہائش اختیار کی ہوگی اور ۱۱۹۰ھ کے بعد آپ نے گرہوڑ (تحصیل کھپرو) کو اپنا مسکن بنایا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے وقت کے نامور عالم دین اور فقیہ حضرت مولانا محمد مبین کی خدمت میں حاضر ہو کر درسگاہ چوٹیاری شریف (ضلع سانگھڑ) سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں بعد تکمیل کے فراغت حاصل کی۔

شادی و اولاد: آپ نے پانچ شادیاں کیں۔ چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔ آپ نے تینوں بیٹیوں کی شادیاں سید زادوں سے کرا کے عملی طرح پر آل رسول سے محبت کا ثبوت دیا اور ایک بیٹی کی شادی والدہ صاحبہ کے اصرار پر اپنے بھتیجے سے کرادی۔ آپ کے نواسے سید زادوں کی اولاد سے سجادہ نشین ہوتے ہیں۔

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بانی درگاہ لواری شریف (ضلع بدین) سے دست بیعت ہوئے اور اسی روز خلافت سے نوازے گئے۔ اس صحبت کے بعد مرشد کے حکم کے مطابق واپس گھر آ گئے اور پیر خانہ دوسری بار اس وقت حاضر ہوئے جب مرشد کے وصال کے بعد تنازع پیدا ہوا تھا۔

عادات وخصائل: آپ محبت اور حسن اخلاق کے پیکر تھے، سادگی وعاجزی سے نوازے گئے تھے۔ سخت مجاہدوں کی وجہ سے جسمانی طور پر انتہائی کمزور اور روحانی طور پر انتہاء کو چھولیا تھا۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ جیسا کہ گوشت تھا ہی نہیں فقط ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہو۔ شاید اس لئے جلال کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ صوفیانہ نظریات کے حامل مبلغ تھے۔ متکلم مناظر تھے۔ آپ نے عیسائیوں کے پادریوں، ہندوؤں کے پنڈتوں اور علماء ظاہر سے کامیاب مناظرے کر کے فتح وکامرانی حاصل کی تھی۔

تین کارنامے: آپ کے کارناموں میں سے تین اہم ہیں:

1- حضرت پیر پتھورو (سامارو) سہروردی سلسلہ میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا زکریا ملتانی قدس سرہ النورانی کے مرید وخلیفہ اور ساتویں صدی ہجری کے صاحب کمال وکرامت بزرگ تھے۔ بزرگ کی مزار پر ہندوؤں مینگھواڑوں کا قبضہ تھا آپ نے ہندوؤں سے آزاد کرا کے مزار شریف اور گنبد تعمیر کروایا۔ اور اعلان کروایا کہ پیر پتھورو مسلمان بزرگ تھے۔

2- ٹنڈو جان محمد (ضلع بدین) میں دو درخت تھے جو کہ جادوگروں کا مسکن تھا وہ جادو کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرتے تھے۔ آپ نے اس جادو کی نگری کو نیست ونابود کر کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

3- ایک ہندو مہنت نے خیر پور میرس کی حدود میں تھر سے ملنے والے علاقہ کے ایک گوٹھ میں مندر ۵۰۰ھ کو قائم کیا تھا۔ بارھویں صدی ہجری کے آخر میں مندر کے مہنت سوامی دت گر نے جادو کے زور پر لوگوں کو رام کیا تھا۔ کئی ضعیف الایمان مسلمانوں کو جادو کی طاقت دکھا کر انہیں اسلام سے بدل کر کے مرتد بنا چکا تھا۔ مندر میں ہر وقت سائلین کا میلہ لگا رہتا اور پوجا پاٹ خوب ہوتا تھا۔ یہ فتنہ انگیز باتیں سن کر آپ کا ایمان جوش مارتا اور آپ کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے سوچا کہ دوسری شخصیات بھی اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے میدان عمل میں آ جائیں گی لیکن جب ہر طرف سکوت کی کیفیت طاری دیکھی تو گویا اندر سے آواز آئی:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

آپ نے اعلان جہاد فرمایا لیکن فقط ۷۲ افراد جہاد کے لئے تیار ہوئے اور ان میں سے کسی کے

پاس بھی کوئی طاقت ورہتھیار نہیں تھا۔ کسی کے پاس پرانی بوسیدہ بندوق تو کسی کے پاس زنگ آلود تلوار وہ بھی ناتمام لیکن ایک چیز سالم تھی وہ تھا جذبہ جہاد اور جب خلوص رنگ لاتا ہے تو کامیابی قدم چومتی ہے۔

مسلمان ڈرے ہوئے تھے، ان کے مقابلہ میں آنے کے لئے تیار نہیں تھے، اس لئے کہ مہنت کا کاسہ روزانہ جادو کے زور پر بغیر کسی انسان کی مدد کے ہر ایک کے دروازے پر جا کر غنڈہ ٹیکس وصول کرتا تھا، جو کچھ اناج، گھی اور گوشت وغیرہ حاصل کرتا اس کو جمع کر کے مندر میں لا کر دیگ میں بھی ڈلواتا تھا اور مندر سے روزانہ کھانا سائلین کو ملتا تھا اور جادو کے زور پر ایک دیگ سے سیکڑوں لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے تھے۔ مہنت منتر پڑھ کر دم کرتا بیمار تندرست ہو جاتا۔

یہی وجہ تھی کہ مسلمان سہمے ہوئے تھے اس کی شیطانیت سے ڈرتے تھے بلکہ ہندو مسلمانوں کو چیلنج کرتے رہتے تھے اور ضعیف الایمان مسلمان شیطانی طاقت کے سامنے مغلوب ہو کر ایمان جیسی اعلیٰ نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور یہ روزانہ کا معمول تھا۔

یہ حالات سن کر محمدی شیر، ترجمان اسلام، شمشیر بے نیام، علامہ مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی سے بیٹھا نہیں گیا اٹھ کر کھڑے ہو گئے، اعلان جہاد کیا اور مریدین مجاہدین کے ہمراہ جائے وقوع پر پہنچے اس وقت کاسہ مصروف عمل تھا آپ نے پائے اقدس سے نعل مبارک اتار کر ہوا میں اڑا کر حکم دیا کہ جادو کے کاسہ پر حکمرانی کر، اس کی سازش ناکام بنا، کسی کے گھر جانے نہ دے اور مار مار کر بھگا دے، کاسہ نعل سے پٹتا ہوا مہنت کے سامنے جا کر گرا۔

بہر حال اول میں حضرت نے مہنت کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے انکار کیا تو آپ نے چار شرائط پیش کیں۔ اس نے ان کا بھی انکار کر دیا تو میدان کارزار برپا ہوا۔

حق و باطل کے درمیان لڑائی ہوئی ان کا سپہ سالار سامی سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر اتراتا ہوا میدان میں پہنچا، فخر سے گردن اونچی تھی۔ حضرت نے دامن فقیر ٹالپر کو حکم دیا کہ سامی پر فائر کھول دے انہوں نے فائر کھولا، گولی سامی کی ٹانگ میں لگی شدید زخمی ہوا دوسری ٹانگ رکیب میں پھنس گئی اب کیا تھا ہندو سپہ سالار سامی کی ٹانگیں اوپر اور فخر سے اونچی گردن گرد آلود تھی بلکہ گھوڑا گھسیٹتا ہوا حضرت کے پاس لے آیا۔ سپہ سالار کا ذلت آمیز منظر دیکھ کر ہندو جنگجو کے حوصلے پست اور مارے خوف کے سارے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے کئی ہندوؤں کو میدان میں مار کر جہنم رسید کر دیا تھا، اب رہ گیا مندر اس کو بھی نیست و نابود کر دیا۔ آج کل اس گوٹھ کو "دین پور" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تصنیف و تالیف: سنا ہے کہ حضرت نے بہت ساری تصانیف یادگار چھوڑی تھیں لیکن مدد خان افغانی نے جب سندھ پر حملہ کیا تو اس وقت اکثر کتابیں ہنگامے کی وجہ سے ضائع ہو گئیں۔ بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- فتح الفضل (عربی) خواجہ محمد زمان صدیقی لواری شریف کی ملفوظات شریف کو عربی میں نقل کیا۔
- شرح ابیات سندھی (عربی) موضوع تصوف ہے۔ڈاکٹر علامہ عمر بن محمد داؤد پوتہ نے عربی سے سندھی ترجمہ کیا اور ۱۹۳۹ء کو پہلا ایڈیشن شائع کیا۔
- رسالہ گل نما (فارسی) مثنوی معنوی کی طرز پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔
- مکتوبات (فارسی) جو کہ امام ربانی کے مکتوبات کا اختصار ہے۔
- کلام گرہوڑی، آپ کا سندھی کلام جس پر ڈاکٹر عمر نے تحقیق و ترتیب کا کام کیا۔

انتباہ: عوام الناس اور مذہبی طبقے میں آپ کے متعلق ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ آپ کے نام سے "پیشنگوئی" مشہور کر رکھی ہے اور ناشر مسلسل آپ کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔اس کے متعلق سندھ کے اہل علم و دانش کے تاثرات درج ذیل ہیں:

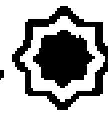
- ڈاکٹر علامہ عمر بن محمد داؤد پوتہ رقمطراز ہیں: سندھی میں پیشنگوئی شہید گرہوڑی کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔اس کی عبارت انتہائی کمزور، گری ہوئی اور بزرگ کی شان کے لائق نہیں کیوں کہ آپ کا کلام اعلیٰ پائے کا ہے۔(مقدمہ کلام گرہوڑی)
- مولانا مخدوم امیر احمد عباسی (کھہڑا) تحریر فرماتے ہیں: آج کل ایک پیشنگوئی شہید گرہوڑی کے نام سے شائع کی جارہی ہے، وہ غلط ہے۔وہ پیشنگوئی مولوی احمد علی مجذوب دھورونارو (ضلع عمر کوٹ) کی تخلیق ہے اور تحریک خلافت کے زمانہ میں مشہور ہوئی۔(مہران مضمون "سندھی علماء" ۱۹۶۶ء)
- جناب سید احمد شاہ مرحوم سجادہ نشین خانقاہ گرہوڑی شریف نے "اعلان حق" کے نام سے ایک اشتہار شائع کر کے پیشنگوئی سے اظہار برات و بے زاری کیا تھا۔
- خواجہ گل حسن صدیقی نقشبندی سجادہ نشین لواری شریف نے بھی پیشنگوئی کو لغو قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ مخدوم گرہوڑی کا کلام نہیں ہے۔(لطیفة التحقیق ص ۳)
- پروفیسر حاجی علی نواز جتوئی (حیدرآباد) نے بھی انکار کیا ہے کہ یہ پیشنگوئی بزرگ گرہوڑی کی نہیں ہے۔
- غلام محمد گرامی (میہڑ) نے اس موضوع پر تفصیلی مضمون "گرہوڑی کی جانب منسوب پیشنگوئی تحقیق و تنقید کی روشنی میں" تحریر کیا۔وہ مختلف رسائل میں شائع ہوا، آخر میں لواری شریف کی جانب سے کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا۔اس میں بھی مدلل انداز میں پیشنگوئی سے برات کا اظہار کیا گیا ہے۔(ماخوذ: سانگھڑ صدیوں سے مطبوعہ سانگھڑ ۱۹۹۲ء)

وصال: جناب ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی روایت کے مطابق جنگ کے بعد منہدم مندر کے قریب درخت کے نیچے حضرت گرہوڑی بیٹھ کر تعمیر مسجد شریف کی نگرانی فرما رہے تھے۔اس وقت آپ تنہا

تھے۔ دشمن اسلام نے تنہائی کا موقعہ پاکر بزدلانہ انداز سے چھپ کر آپ پر حملہ کیا جس سے آپ شدید زخمی ہوگئے اور تیسرے روز شہادت کا رتبہ پالیا۔ سخت زخمی ہونے کے باوجود جسم مبارک سے خون کا ایک قطرہ نہیں بہا فقط سفیدی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس لئے کہ آپ اکثر روزہ میں رہتے، کھانا نہ کھانے کے برابر تھا، سخت مجاہدات و ریاضت کے سبب خون خشک ہوگیا تھا، گوشت ضم ہوچکا تھا فقط ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ اس لئے خون نہیں نکلا۔

مجاھد اسلام، فنا فی اللہ حضرت شیخ عبدالرحیم گرہوڑی نے ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء کو جام شہادت نوش فرمایا۔ گرہوڑ شریف تحصیل کھپرو ضلع سانگھڑ میں آپ کی خانقاہ مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ میر احمد خان شاہوانی نے مزار پر گنبد تعمیر کروایا۔

(ماخوذ: کلام گرہوڑی، مرتبہ و تحقیق: ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ طبع اول سندھی ادبی سوسائٹی کراچی ۱۹۵۶ء)



ملک العلماء حضرت علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی

استاد العلماء حضرت علامہ مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی گوٹھ فیروز شاہ (تحصیل میہڑ ضلع دادو سندھ) میں تولد ہوئے۔ آپ کے دادا جان حضرت مخدوم مولانا عبدالمجید فیروز شاہی عالم اور عارف ہو گذرے ہیں۔ اس خاندان کا نسبی تعلق شیخ الاسلام غوث حضرت بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی قدس سرہ الاقدس (۶۶۱ھ) کے خلیفہ اکمل حضرت مخدوم عبداللہ پیروج رحمۃ اللہ علیہ (فیروز شاہ) سے تھا۔

تعلیم و تربیت: مولانا عطاء اللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گوٹھ فیروز شاہ میں اپنے والد ماجد مولانا خیر محمد کے پاس حاصل کی۔ مولانا قاضی عبدالرؤف مورے والے کے پاس "شرح جامی" تک پڑھے۔ اس کے بعد اس وقت کی عظیم نامور مرکزی درسگاہ جو کہ شہداد کوٹ میں واقع تھی وہاں کا رخ کیا وہیں شیخ الاسلام، استاد الاساتذہ، قطب الاقطاب، بحر العلوم علامہ نور محمد فاروقی اور ان کے صاحبزادے اکبر استاد الکل علامۃ الدھر حضرت علامہ گل محمد شہدادکوٹی علیہم الرحمہ کی خدمت عالیہ میں رہ کر علوم دین میں تکمیل کی اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

مولانا صاحب بہت ذکی محنتی اور علم حاصل کرنے کا انہیں انتہائی شوق تھا حتیٰ کہ دوران تعلیم اپنے عزیز رشتہ داروں دوست واحباب سے رابطہ نہ ہوتا تھا۔ اس سے آپ کے علم سے شوق جنون کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

درس و تدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ فیروز شاہ میں دینی درسگاہ قائم کی اور زندگی بھر علم کے موتی لٹاتے رہے۔ دن میں تدریس اور رات میں نوافل و معمولات کا ورد جاری رہتا۔

اس طرح آپ دن رات عبادت میں رہتے تھے۔

اولاد: مولانا صاحب کو نرینہ اولاد نہیں تھی۔ فقط ایک صاحبزادی تولد ہوئی جس کا مولانا عبدالرحمن صاحب سے عقد ہوا۔ انہیں بھی اولاد نہیں ہوئی۔

عادات وخصائل: مولانا صاحب مستجاب الدعوات تھے، کشف وکرامت کے صاحب تھے۔ اپنے جد امجد حضرت خلیفہ پیروج سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف پر حاضری کے وقت سائل کی مشکل آسان کرواتے تھے۔ عوام الناس بڑی عقیدت سے پیش آتے تھے۔ مولانا میاں محمد آگرو صاحب نہایت ادیب، فیاض، متقی وپرہیزگار تھے، مولانا صاحب اپنے اس نونہال شاگرد کے لئے فرماتے ہیں: "اگر ادب (احترام) کو صورت ہوتی تو میاں محمد کی شکل میں ہوتی"۔

علماءِ کرام مشائخ طریقت اور سادات عظام کا ادب واحترام ہمارے سلف صالحین کا خاص شیوہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نئی نسل کو بھی اس نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

مولانا صاحب کی کرامات آج بھی مشہور ہیں۔ ایک بار بارش نہ ہونے کے سبب نماز استقاء پڑھائی، نماز پڑھانے کی دیر تھی ہاتھ اٹھائے اور تیز بارش شروع ہوگئی کہ نالے بہہ گئے۔ ایک بار دریا نے رخ گوٹھ فیروز شاہ کی طرف کیا سیلاب کے خطرے کے پیش نظر پورا شہر خالی ہوگیا لیکن اس درویش نے اپنا جھونپڑا نہ چھوڑا اور آپ کے اشارے سے دریا نے اپنا رخ پھیر لیا اس طرح گوٹھ فیروز شاہ تباہی سے بچ گیا۔

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب نسبت عالم ربانی تھے، مہمان نواز، مسافر نواز تھے، مہمانوں کی خدمت میں راحت محسوس کرتے تھے۔ عرب شریف سے عرب حضرات آپ کے پاس مہمان بن کر آتے آپ ان کا بے حد احترام وخدمت بجالاتے، ہفتوں تک مہمان کے رکنے سے آپ کے چہرے پر شکن تک نہیں آتی تھی۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا: عربوں سے محبت کرنے کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ شیر کے بچے ہیں۔ ان کی خدمت نہ کرنے سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں شیر ناراض ہو''۔ (مہران سوانح نمبر)

شیر سے مراد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے کیوں کہ آپ بھی عرب ہیں۔ عشاق حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، خاندان، ملک، شہر، صحابہ کرام بلکہ ہر وہ چیز جس کا آپ کی ذات اقدس سے نسبت ہے وہ عزیز ومحبوب ہے۔ عاشقوں کے انداز ہی نرالے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب سے محبت کرو، تین باتوں کے سبب سے، ایک تو یہ کہ میں عرب میں سے ہوں دوسری یہ کہ قرآن عربی زبان میں ہے تیسری یہ کہ جنتیوں کی زبان عربی ہے۔ (بیہقی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔

1- اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

2- اہل بیت کی محبت

3- اور قرآن کا پڑھنا۔ (جامع الصغیر، کنز العمال، دیلمی، مختار الاحادیث)

آپ عاشق زار تھے اسی لئے عشق و سوز کو بڑھانے کے لئے "محفل نعت" کا اکثر اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا محمد ہاشم نوابشاہی بتاتے ہیں کہ روزانہ تہجد کے وقت مجھے نیند سے اٹھاتے تھے اور خود نوافل میں مشغول ہو جاتے اور میں صوفیانہ غزل، نعت، مولود شریف اپنی سریلی آواز میں پڑھتا تھا۔ اگر مجھے نیند آ جاتی تو جگا دیتے تھے۔

آپ نعت شریف کو محبوب رکھتے تھے، نعت آپ کی روحانی غذا تھی، جس کے سننے سے روح میں راحت، دل میں سرور پاتے۔

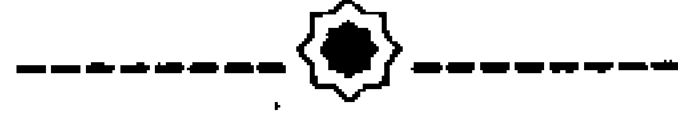
تلامذہ: آپ کے بے شمار شاگرد ہیں، ان میں بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی حامد اللہ میمن — گوٹھ بیلو تحصیل سجاول ضلع ٹھٹھہ
- حضرت مولانا محمد ہاشم انصاری — خطیب جامع مسجد نوابشاہ
- حضرت مخدوم غلام محمد ملکانی — بانی درگاہ ملکانی شریف دادو
- مولانا محمد اسماعیل سومرو
- مولانا محمد آگرو — نزد گوٹھ فیروز شاہ
- مولانا احمد ڈاہری — گوٹھ کرم پور تحصیل سیوہن شریف
- مولانا حزب اللہ — ہالانی
- مولانا اللہ دتہ — ٹنڈو شہبازی تحصیل سیوہن
- مولانا حافظ محمد صادق گلال — گوٹھ تھرڑی محبت تحصیل میہڑ
- مولانا رضا محمد — دولت پور تحصیل مورو
- مولانا محمد ملوک — نزد میہڑ
- مولانا محمد صدیق — نزد سیوہن شریف

وصال: عاشق خیر الوریٰ، ملک العلماء، علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی نے ۱۶، رجب المرجب ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کو وصال کیا۔ آپ کا مزار پر انوار گوٹھ فیروز شاہ تحصیل میہڑ میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف پر زائرین کی آسانی و سہولت کے لئے ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ مولانا ہدایت اللہ ہالا والے نے آپ کی

وفات پر قطعہ تاریخ فارسی زبان میں رقم کیا اور ہاتھوں سے کاشی کی اینٹ پر منقش کرا کے مزار شریف پر کتبہ لگوایا۔

مولانا ہدایت اللہ نے تاریخ کا مادہ "مغفرہ" (۱۳۲۵ھ) سے نکالا اور مولوی دین محمد ادیب نے سال وصال "تذکرہ" (۱۳۲۵ھ) سے نکالا۔ (ماخوذ: مہران سوانح ۱۹۵۷ء)



حضرت مولانا قاضی عزیز اللہ مٹیاروی

سندھی نثر کی تاریخ میں جو پہلا تحریری نثر ملا، وہ ٹالپر کے دور میں قرآن مجید کا سندھی ترجمہ ہے جو کہ قاضی عزیز اللہ مٹیاروی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم کارنامہ ہے۔ سندھ کی سرزمین کا یہ پہلا خوش نصیب عالم دین ہے جس نے قدیم عربی رسم الخط میں قرآن مجید کا سندھی نثر میں ترجمہ مکمل کرنے کا شرف حاصل کیا۔

قاضی عزیز اللہ بن قاضی محمد ذاکر بن قاضی حافظ محمد صوف، "ڈیتھا" قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ قاضی صاحب ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء میں سندھ کے مردم خیز شہر مٹیاری (ضلع حیدرآباد سندھ) میں تولد ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد ٹھٹھہ کے باسی تھے اور بعد میں مٹیاری آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا خاندان دین کے علماء پر مشتمل تھا اس لئے دینی مدارس میں درس وتدریس کے شعبہ سے منسلک رہے، اس لئے آپ کے خاندان کو "آخوند" بھی کہا جاتا تھا اور علم میں ناموری، فقہ میں مہارت کے سبب سندھ کے حکمرانوں کی طرف سے آپ کے خاندان کو قضاء کا عہدہ بھی دیا ہوا تھا جس کے سبب "قاضی" کہلائے۔ آج بھی مٹیاری میں آپ کا محلّہ "قاضی آخوندوں" کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم وتربیت: قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم قرآن مجید، فارسی اور مروجہ سندھی اپنے والد قاضی محمد ذاکر سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قاضی صاحب اس دور کے مشہور عالم دین مولانا محمد عثمان مٹیاروی (متوفی ۱۲۱۹ھ) کے پاس تعلیم مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا محمد عثمان کے صاحبزادے مولانا عبدالکریم مٹیاروی (۱۲۶۱ھ) قاضی صاحب کے ہمعصر اور ہم درس تھے۔

بیعت: آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف، معقولات ومنقولات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد نقشبندیہ سلسلہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن صدیقی مدنی قدس سرہ (۱۲۹۸ھ) درگاہ لواری شریف (ضلع بدین، سندھ) کے دست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر مرشد کی خدمت میں زندگی بسر کی۔

درس وتدریس: درگاہ لواری شریف میں قیام کے دوران درس وتدریس، فتاویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ اس کے علاوہ مرشد کے حضور میں روزانہ بعد نماز ظہر تا نماز عصر تک روحانی محفل ہوا کرتی تھی، جس میں قاضی صاحب شیخ اکبر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی صوفیانہ کتب کا درس دیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف: آپ کی علمی ادبی اور روحانی خدمات کا سلسلہ طویل ہے۔ مختصر جھلک درج ذیل ہے۔

1- قاضی صاحب کی زندگی کا عظیم کارنامہ سندھی زبان میں قرآن مجید کا نثری ترجمہ ہے۔ یہ سندھی نثر کا ابتدائی دور تھا اور قرآن مجید کا یہ پہلا سندھی ترجمہ تھا جس سے متاثر ہو کر بعد کے علماء نے سندھی نثر میں قرآن مجید کے ترجمے کئے اور دیگر دینی لٹریچر تیار کیا۔

2- تفسیر عزیزی۔ قاضی صاحب نے قرآن مجید کو عربی زبان میں ''تفسیر عزیزی'' لکھی جو کہ غالباً مکمل نہ ہو سکی اور ہو سکتا ہے کہ شہر علم وادب سندھ الاجی جامشورو میں محفوظ ہو۔

3- حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف میں مشہور کتاب ''موطا امام مالک'' پر حواشی لکھی۔

4- غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے مشہور زمانہ ''قصیدہ غوثیہ'' کی عربی زبان میں شرح لکھی جو کہ آپ کا لازوال کارنامہ اور تصوف کا عظیم سرمایہ ہے۔

5- تفسیر جلالین عربی کا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ پارہ ۱۸ تا والناس ترجمہ کیا۔ ترجمہ کے آخر میں قاضی صاحب یوں دستخط رقم فرماتے ہیں:

''العبد الذنب الخاطی عزیز اللہ متعلوی القاری ۱۲۶۳ ہجری''۔

6- بلند پایہ عالم دین وصوفی قاضی عزیز اللہ کے فتاویٰ کا خزانہ محفوظ نہ ہو سکا اور اپنوں کی لاپرواہی سے اکثر تحریری سرمایہ ضائع ہو گیا۔

7- آپ کو اپنے مرشد کریم سے بے حد محبت تھی اور اس محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے پوری زندگی مرشد کے قدموں میں گزار دی۔ آپ نے ''مشائخ نقشبندیہ کا منظوم شجرہ'' بھی رقم فرمایا تھا۔

وصال: قاضی عزیز اللہ آخری ایام زندگی میں بیمار ہو گئے اور اپنے مرشد خواجہ محمد حسن مدنی کے حضور اپنے کو اٹھوا کر لائے اور خواب کا واقعہ سنایا کہ رات خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو کہ نورانی سفید لباس میں ملبوس تھے انہوں نے فرمایا: ''آپ میری کتاب دل کے صدق سے پڑھتے ہیں اور فلاں فلاں مقام پر آپ کو باتیں سمجھ میں نہیں آئی اس کی حقیقت یہ ہے''۔ راز و نیاز کی باتیں سمجھانے کے بعد آپ نے اپنا نام حضرت ابن عربی بتایا اور سلام کر کے جلدی چلے گئے۔

خواجہ صاحب نے خواب سن کر فرمایا: قاضی صاحب! شاید آپ کی عمر ختم ہونے کو ہے۔

اس واقعہ کے بعد جلد ہی قاضی عزیز اللہ مٹیاروی نے اسی برس (۸۰) کی عمر میں بروز پیر ۷، شعبان المعظم ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں خانقاہ لواری شریف میں وصال کیا اور وہیں عام قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

کسی بزرگ نے آپ کے وصال کا سن فارسی میں اس طرح لکھا ہے:

''وفات مخدوم عزیز اللہ مترجم قرآن بزبان سندی ۷ شعبان دوشنبہ بوقت ضحیٰ ۱۲۷۳ھ مدفونش درمکان لواری بہ پشت روضہ بزرگان لواری''۔

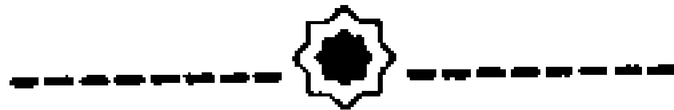
ان کے علاوہ کسی بزرگ نے ''نوراللہ مضجعہ'' کے فقرے میں سے سن ۱۲۷۳ھ نکالا ہے۔

کسی شاعر نے فارسی میں تاریخ وفات کہی ہے اس کے آخری مصرعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

ہاتف ازسر حسرت تاریخ وصال او بخواند
طوطے آں گویائی اسرار اعلیٰ ساکن ماند

(۱۲۷۳ھ)

(محترم جونیجو سائیں بخش وعبدالجبار کے مضمون کا اردو ترجمہ)



فقیہ العصر مولانا قاضی عبدالرؤف

مورو کے قاضی خاندان کی نامور علمی شخصیت فقیہ العصر حضرت مولانا علامہ قاضی عبدالرؤف بن خلیفہ مولانا عبدالواحد ۱۲۲۲ھ میں مورو (ضلع نوشہرو فیروز سندھ) میں پیدا ہوئے۔

مٹیاری (ضلع حیدرآباد) کے مولانا قاضی عبدالکریم اور مولانا علامہ عبدالرحیم ٹھٹوی سے علم حاصل کیا۔

قاضی عبدالرؤف جید عالم، بے مثال مفتی، لاجواب فقیہ، عمدہ مدرس، محقق مصنف، اور عدیم المثال شاعر تھے۔ فارسی زبان کے بلند پائے کے انشاء پرداز تھے اور فارسی نظم میں بھی کما حقہ دسترس رکھتے تھے۔

شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد سعید صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ لواری شریف (ضلع بدین سندھ) نے عاشق خیرالوریٰ، فاضل اجل حضرت مولانا حافظ محمد شفیع صدیقی رحمۃ اللہ علیہ درگاہ پاٹ شریف (ضلع دادو) مترجم منظوم قصیدہ بردہ شریف اور فقیہ العصر حضرت علامہ قاضی عبدالرؤف کو کہلوا کر بھیجا کہ آپ ایسے (جمعہ کے) خطبات تیار کریں جس میں "وہابیت" کا رد ہو۔ اور دونوں بزرگوں نے اس پر عمل کیا۔

تصنیف وتالیف:

1- اراء ارشاد الحق الیٰ اھواء افساد المشرک۔ وہابیت کی تردید۔

2- تـنـزیـه از تشبیه (فارسی نظم) مشہور سیاستدان قاضی فضل اللہ (لاڑکانہ والے) اور نامور حکیم شمس الدین (مصنف آسان علاج) کے دادا قاضی حاجی عثمان اور مولوی عیسیٰ غیر مقلد دونوں وہابی تھے۔ دونوں اکٹھے حج پر گئے وہاں سے فارغ ہو کر نجد (قرن شیطان) اور یمن گئے وہاں وہابیت کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اولاد سے مل کر متاثر ہوئے اور اہل حدیث کے سرغنہ قاضی شوکانی (انہوں نے اخیر عمر میں وہابیت سے توبہ کی ان کا "توبہ نامہ" بہاولپور سے شائع ہوا ہے) کے پاس حدیث پڑھی ہے۔ ان دونوں کا "خدائی تشبیہ" (یعنی کہ اللہ تعالیٰ کا وجود آدمی کے جسم جیسا ہے) عقیدہ تھا اور قاضی محمد عالم (نوشہرو فیروز) بھی انہیں کا ہم مسلک تھا (مولوی فیض الکریم غیر مقلد، مولوی عیسیٰ نوشہرو فیروز والے کا بیٹا تھا)

ان کے شرکیہ عقیدہ کے رد شدید میں حضرت قاضی صاحب نے تـنـزیـه از تشبیه لکھ کر باطل کو سرنگوں کیا۔ رسالہ کی ابتداء ان اشعار سے کی گئی ہے:

ہر ثنائی کہ در وجود آید — از ورا مرو راہمہ شاید
ذات خود راکہ خود ستائش کرد — گشت از عجز ماسوا بیش کرد
بے نیاز است باغنا از غیر — لیس ینسب الیه الی الخیر
ہرچہ از کائنات تا ابد است — بے نیازی بدرگاہ صمد است
ہست زاتش منزہ از تمثیل — ہم صفاتش زتہمت تبدیل
عرض "عبدالرؤف" می دارد — غرض از نظم نصح می آرد
کہ ہمے صنعت اگرچہ کارم نیست — لائق روزگار زارم نیست
یک وہابیہ چو نوع فساد — در نہادی زجنس خویش نھاد
خاص عیسیٰ کہ از فضول فتن — کرد مرعام را اسیر محن
ہر زبانی کہ داشتم معلوم — ہم دران نسخ کردہ ام مرقوم

3- الاستدلال القوی لاذن الحشوی (عربی)

4- بہ زبان عربی وسندھی 5- ردالوہابیۃ (بحوالہ، سندھی ثقافت ص ۲۳۵)

علامہ مخدوم امیر احمد مرحوم رقمطراز ہیں: " قاضی عبدالرؤف کی وہابیت کے خلاف فارسی میں تحریر کردہ بعض فتاویٰ وتحریرات انہیں کے شاگرد مولانا فضل محمد مرحوم کے کتب خانہ واقع نوشہرو فیروز میں دیکھیں تھیں، تحریرات سے موصوف کا علمی تبحر صاف ظاہر ہے اور انہیں فتویٰ کے فن میں قدرت نے

خاص حصہ عطا فرمایا تھا"۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ رقمطراز ہیں: قاضی صاحب نے ایک فتویٰ تحریر کیا تھا جو کہ دو تین جزعات پر مشتمل ہے اس میں فرماتے ہیں کہ "علم باطن (طریقت کا علم) حاصل کرنا فرض ہے [illegible]" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قاضی صاحب کو فقہ میں بہت بڑی دسترس دی تھی۔ (مہران سوانح نمبر)

تلامذہ: حافظ غلام محمد ڈاہری لکھتے ہیں: خواجہ محمد یوسف نقشبندی درگاہ خنیاری شریف (نوابشاہ) کے چار صاحبزادے (۱) خواجہ میاں عبداللہ (۲) خواجہ میاں عبدالحق (۳) خواجہ میاں عبدالحیٔ (۴) خواجہ میاں عبدالکریم نے ظاہری علم اپنے والد صاحب کے علاوہ قاضی عبدالرؤف مورے والے سے اور مولانا قاضی عبدالغنی ہالا والے سے حاصل کیا۔ دونوں قاضی صاحبان درگاہ خنیاری شریف میں مدرس مقرر تھے۔ (ماہنامہ الراشد اپریل ۲۰۰۰ء)

(۵) علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی — فیروز شاہ تحصیل میہڑ
- مولانا حافظ ابراہیم نابینہ — دولت پور
- مولانا قاضی عبدالکریم ڈاہری — سن
- قاضی خدا بخش
- مولانا فضل محمد — نوشہرو فیروز
- سید حیدر شاہ — ٹنڈو میر حسن علی
- تاج محمود امروٹی وہابی نے بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی واللہ اعلم (مہران سوانح نمبر)

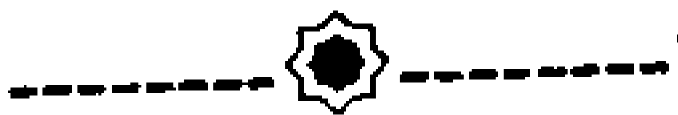
اولاد: قاضی عبدالرؤف کو قدرت نے چار فرزند دئے تھے۔

1- مولانا حکیم محمد صدیق (وفات ۱۹۲۹ء)

2- مولانا محمد صادق (وفات ۱۹۶۸ء) 3- مولانا محمد مصدوق

4- قاضی محمد یوسف۔

وصال: پروفیسر نور محمد سومرو رقمطراز ہیں: حضرت علامہ قاضی عبدالرؤف نے ۲۶، ربیع الاول ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء میں اس فانی دنیا سے رحلت کر گئے، یاد رہے کہ محترم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے رسالہ مہران سوانح نمبر سال ۱۹۵۷ء میں مولانا قاضی عبدالرؤف کی تاریخ وفات ۱۳۶۳ھ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ (مجلہ مہران میگزین ص ۴، مہران ڈگری کالج مورو)



رئیس الفضلاء حضرت علامہ مولانا عبدالکریم درس

شہر کراچی کے ممتاز عالم دین اور سلسلہ قادریہ درسیہ کے جلیل القدر شیخ طریقت، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالکریم درس بن شیخ التفسیر علامہ عبداللہ درس بن مولانا خیر محمد درس بن مولانا عبدالرحیم درس شہر کراچی میں ۱۸۶۰ء میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی (جنہوں نے ۱۱۳ برس کی عمر پائی اور اخیر عمر میں بزبان فارسی قرآن مجید کی مکمل تفسیر رقم فرمائی۔ جس کا قلمی نسخہ مدرسہ درسیہ صدر کراچی کی لائبریری میں محفوظ ہے) اس کے بعد اپنے والد صاحب سے تمام مروجہ علوم وفنون میں فراغت حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ملک سے باہر سفر کیا۔ پہلے ایران اور پھر جامعۃ الازہر قاہرہ (مصر) تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مصری یمنی اور عراقی علماء سے استفادہ کیا۔ آپ نے سند حدیث حضرت شیخ حسین بن محسن الخزرجی السعدی الانصاری الیمانی سے حاصل کی۔ آپ کی یہ سند و اجازت حدیث کتب خانہ درسیہ میں محفوظ ہے۔

قیام مدرسہ: آپ کے والد ماجد نے ۱۸۷۲ء میں "مدرسہ درسیہ" کراچی کے علاقے صدر میں باقاعدہ بنیاد ڈالی۔ کثیر علماء یہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ نے سلسلہ قادریہ میں نقیب الاشراف السید آغا عبدالسلام گیلانی قادری بن السید علی گیلانی علیہ رحمۃ اللہ (۱۳۴۰ھ) سے بغداد شریف کی حاضری کے موقع پر بیعت فرمائی۔ انہوں نے آپ کو اپنی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ جس کا تذکرہ "شیخ الاسلام سیدنا عبدالقادر الگیلانی و اولاد" نامی کتاب کے صفحہ ۴۳۵ مطبوعہ بغداد شریف میں بھی درج ہے۔

(روزنامہ جرات کراچی ۱۶، نومبر ۲۰۰۴ء)

تلامذہ: آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے:

- مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی (جد امجد ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی)
- مولانا مفتی محمد صدیق — مکران
- مولانا عبدالرحمٰن بلوچ — خضدار
- مولانا حافظ غلام رسول قادری
- مولانا حافظ خدا بخش بلوچ

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی پہلی بیوی سے ایک بیٹا مولانا ظہور الحسن درس اور دوسری بیوی سے ایک بیٹی تولد ہوئی۔

تصنیف وتالیف: مولانا محمد اصغر درس صاحب نے بتایا کہ دادا جان کے اکثر فتوے ہندوستان سے شائع ہونے والے رسائل مثلاً ہفت روزہ الفقیہ امرتسر وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ مرتب نہیں کیا جاسکا۔

جناب سید عابد حسین شاہ (چکوال) نے بتایا کہ ''الفقیہ'' رسالہ کے کئی مختلف شماروں میں مولانا عبدالکریم درس صاحب کے مضامین شائع ہوئے تھے وہ ان کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

- الرسالہ الدرسیہ فی الفرائض الحنفیہ (عربی)
- ایضاح الحق (سندھی)

احباب علماء کرام: عالم اسلام کے جید علماء کرام سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔

- امام اہلسنت علامہ مفتی احمد رضا خان قادری محدث بریلوی
- تاج الفقہاء حضرت علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی
- سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی
- سید الفقہاء حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی
- شیخ الاسلام خواجہ محمد حسن جان فاروقی سرہندی
- سید العلماء حضرت علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹکھڑ شریف
- صدر العلماء مولانا مفتی محمد قاسم گڑھی یاسین
- خطیب اسلام حضرت مولانا پیر غلام مجدد سرہندی
- حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی (ابن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)
- عالمی مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی مدنی (والد علامہ شاہ احمد نورانی)
- شیخ الحدیث علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری لاہور
- مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور
- حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری (والد علامہ سید محمود احمد رضوی لاہور)
- شیر اہل سنت علامہ ہدایت رسول قادری لکھنوی (جد بزرگوار مولانا سید وجاہت رسول قادری)
- حضرت علامہ مفتی ابویوسف محمد شریف کوٹلوی (والد مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی مصنف ''واعظ'')
- امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ضلع سیالکوٹ
- حضرت علامہ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی (چچا علامہ شاہ احمد نورانی)
- شاعر اہل سنت حضرت علامہ نذیر احمد خجندی صدیقی بمبئی (چچا علامہ شاہ احمد نورانی)

- شیخ طریقت حضرت پیر سید ظہور الحسن بٹالوی قادری (والد ریٹائرڈ جسٹس سید شمیم الحسن قادری لاہور)
- حضرت مولانا عبدالقیوم بختیار پوری نزد بوبک اسٹیشن تحصیل سیوہن شریف ضلع دادو
- حضرت مولانا عبدالرزاق بوبکائی بوبک تحصیل سیوہن شریف
- حضرت مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی قمبر علی خان ضلع لاڑکانہ

خدمات جلیلہ ومقبولیت علماء وعوام الناس: ۱۹۱۱ء میں علم غیب مصطفیٰ اور حیات النبی ﷺ کے معرکۃ الآ را مسائل پر سندھ کے علماء میں بحث و مناظرہ کا آغاز ہوا تو ایک جانب مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ (لیاری کراچی) اور مدرسہ دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدرآباد) کے دیوبندی وہابی علماء مولوی محمد صادق، مولوی حاجی محمد ہالائی، حکیم فتح محمد سیوہانی مولوی دین محمد وفائی اور مولوی محمد صدیق سونڈی تھے۔

جب کہ دوسری جانب اکثر اکابر علماء ومشائخ اہلسنت (جن کے اسماء گرامی لسٹ میں درج کیے جاچکے ہیں) تھے۔ ان دنوں مخدوم حسن اللہ صدیقی نے نبی کریم ﷺ کے علم غیب شریف پر دلائل و براہان پر مشتمل عالیشان کتاب ''نور العینین فی اثبات علم الغیب لسید الثقلین '' تحریر فرمائی۔ اسد ملت علامہ مولانا سید اسد اللہ شاہ نے معرکۃ الآ را کتاب ''ہدیہ اسدیہ'' (۳ حصے) لکھی اور افتخار علمائے احناف علامہ عبدالکریم درس نے عظیم الشان تصنیف ایضاح الحق (سندھی) لکھ کر شائع کی۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری رقمطراز ہیں: علامہ عبدالکریم درس کے علماء دیوبند کے ساتھ شہر کراچی میں مسئلہ علم غیب عطائی پر کئی مناظرے اور مباحثے ہوئے۔ مولانا عبدالکریم درس کا حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب عطائی پر وہی عقیدہ تھا جو ۱۴ چودہ سو سال سے اہلسنت و جماعت کا چلا آرہا ہے چنانچہ انہوں نے اس موقف کی تائید فرمائی اور دیوبندی حضرات سے مناظرے بھی کیے اس سلسلے میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے رجوع بھی کیا اور ان سے مدد بھی طلب کی چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے تصنیف شدہ کئی رسائل کے ساتھ ساتھ علامہ عبدالکریم درس کی مدد کے لئے ان کے خط کے جواب میں اپنے شاگرد و خلیفہ مناظر اسلام حضرت علامہ ہدایت رسول قادری لکھنوی کو ۱۹۱۱ء میں چند علماء کے ساتھ کراچی بھیجا۔ آپ نے کراچی پہنچ کر مولانا عبدالکریم درس کے ساتھ مل کر دیوبندی حضرات کو علم غیب کے مناظرے میں شکست سے دوچار کیا''۔ (امام احمد رضا اور علماء سندھ ص ۱۷)

خلیفہ اعلیٰ حضرت، مجاہد ملت حضرت علامہ احمد مختار صدیقی نے اپنے برادر گرامی قدر مولانا نذیر احمد خجندی کے نام خط لکھا ہے۔ اس سے آپ کی عظمت و مقبولیت کا پتہ لگتا ہے۔ رقمطراز ہیں:

برادرم السلام علیکم!

تم سے رخصت ہوکر نہایت آرام کے ساتھ بحری سفر طے ہوا، سمندر بالکل ساکن ہے تلاطم مطلق نہیں۔ آج صبح آٹھ بجے کے قریب کراچی پہنچے، ''رسالت کمیٹی'' کراچی کے ارکان و جملہ اکابر اہل سنت نے مع اپنے مریدین و معتقدین کی بڑی جماعت کے ساتھ استقبال کیا اور نہایت شاندار جلوس نکالا متعدد موٹریں اور گھوڑا گاڑیاں جلوس میں تھیں اور ہزاروں نفوس پا پیادہ، سب سے پہلی گاڑی پر دو بڑے بڑے ہلالی علم (جھنڈے) پہلی اور دوسری گاڑی میں قصیدہ خوانوں کی جماعت ترنم ریزی کرتی جاتی تھی دس دس پانچ پانچ قدم پر مسلمانان اہل سنت اپنے اپنے مکانوں اور دکانوں کے سامنے جلوس کو روک کر اور ارکان وفد اور اکابر کو مکلف بڑے بڑے ہار پہناتے اور گلاب پاشی کرتے۔ کراچی میں حضرت مولانا عبدالکریم درس کا وجود مسعود اہلسنت کے لئے مغتنمات میں سے ہے یہ سب کچھ اس ایک ذات ستودہ صفات کے اثرات کاملہ ہیں کہ عام اہلسنت میں ایک خاص جوش پایا جاتا ہے مگر وہابیہ کی جماعت ''خلافت کمیٹی'' کے روپیہ کی مدد سے فتنہ کا جال پھیلا رہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حق کو غالب فرمائے''۔

(اخبار غالب بمبئی ص ۵، ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ بروز اتوار)

امام احمد رضا بریلوی اور علامہ عبدالکریم درس:

یہ دونوں بزرگ ہمعصر، ہم مسلک و مشرب اور خیر خواہ تھے۔ دونوں کے آپس میں گہرے مراسم اور قلبی تعلقات تھے۔ مولانا اصغر درس بتاتے ہیں: ''داداجان علیہ الرحمۃ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت تھی اور اکثر و بیشتر ان کی زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر رہتا۔ آپ عربی فارسی سندھی اور اردو کے بڑے اچھے شاعر بھی تھے چنانچہ آپ نے اپنی ایک نظم میں اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح فرمایا:

شعروں میں میرے اکثر انداز رضا کا ہے
سچ کہتے ہیں یہ جھوٹے یہ ''درس'' رضائی ہے

اعلیٰ حضرت کے وصال پر مولانا عبدالکریم درس نے کئی تاریخی مادے نکالے اور عربی زبان میں ایک قطع بھی کہا جو مندرجہ ذیل ہے۔

موت العالم الجليل موت العلم　　مقبول　حق　احمد　رضا

۱۳۴۰ھ

قطعہ

فارقنا بغتة سيدی احمد رضا
اسكنه اللّٰه فی قربه سبحانه

همت لتاريخه حسين سئلت به

فهتف الهاتف! يا احد اغفر له

(۱۳۴۰ھ)

علامہ درس رقمطراز ہیں:۔ میرے عقائد جناب اعلیٰ حضرت مجدد ملۃ حاضرہ مولانا حاجی قاری احمد رضا خان صاحب سنی حنفی قادری بریلوی کے عقائد کے موافق ہیں۔ (ایضاح الحق ص ۱۰)

پروفیسر سید محمد عارف بہاولپوری اپنے مضمون ''مولانا احمد رضا اور سرزمین سندھ'' میں رقمطراز ہیں:

مولانا احمد رضا خان ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج سے واپس ہوئے تو کراچی میں سندھ کے مشہور عالم دین مولانا عبدالکریم درس (مدرسہ درسیہ کراچی) کے ہاں قیام فرمایا اور یہیں سے واپس بمبئی گئے۔ مولانا درس کا مولانا بریلوی سے قلمی اور قلبی رابطہ پہلے ہی سے تھا، چنانچہ ان کے خاندانی کتب خانہ میں اب بھی مولانا کے خطوط موجود ہیں''۔

مولانا اصغر درس رقمطراز ہیں: ۱۳۲۰ھ میں میرے والد ماجد حضرت علامہ ظہور الحسن درس رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت حضرت پیر سید ظہور الحسن بٹالوی میرے جد امجد علامہ عبدالکریم درس رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ درسیہ صدر کراچی میں تشریف لائے ہوئے تھے اور کسی علمی بحث میں مصروف تھے کہ والد ماجد کی ولادت کی اطلاع دی گئی جس پر پیر سید ظہور الحسن بٹالوی نے بچہ کو لانے کا حکم فرمایا اور خود اذان و اقامت کے بعد اپنا ہی نام نومولود کے لئے تجویز فرمایا۔

لیکن جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو والد ماجد کی ولادت کی اطلاع اور دعا کی درخواست کی گئی تو انہوں نے دعا کے ساتھ مجوزہ نام ظہور الحسن میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ تاریخی نام ''ظہور الحسنین'' (۱۳۲۰ھ) تجویز فرمایا۔ یہ نام اگرچہ معروف نہ ہو سکا مگر مولانا عبدالکریم درس نے اس نام کو اس طرح تاریخ میں محفوظ کیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے عربی زبان میں رسالہ بنام ''الرسالہ الدرسیه فی الفرائض الحنفیه'' لکھا تو اس میں اپنے لخت جگر کو اعلیٰ حضرت کے تجویز کردہ نام ''قرة العینین ظهور الحسنین'' لکھ کر خطاب کیا۔

علامہ درس کو اعلیٰ حضرت نے ایک عربی خط میں اس طرح خطاب فرمایا:

''الحب المتقبر المحب المتبحر المروج المراسم القديم المجدد المكارم الفتحيم لشفيق الدرس عبدالكريم احفظه عن الواهل الوخيم واعانه على مايفضيه الى روضات دار النعيم آمين بحرمة النون والياسين''۔

علامہ درس کو اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد خانقاہ عالیہ رضویہ سوداگران بریلی سے خلف اکبر

مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خط تحریر فرمایا اس میں یوں مخاطب ہوئے:

''حضرت محترم مولانا المکرم ذی المجد والکریم اکرمکم الاکرم تعالیٰ ذوالکرم''۔

مولانا عبدالکریم درس، صاحبزادہ مولانا حامد رضا خان بریلوی کی دعوت پر اعلیٰ حضرت کے تیسرے عرس کے موقعہ پر ۱۹۲۴ء میں بریلی تشریف لے گئے۔ مولانا حامد رضا نے اپنے خط میں آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا:

''آپ جیسے اساطین ملت اور مبلغین کے لئے شرکت از بس ضروری ہے''۔

مولانا درس کی لائبریری میں یہ خط اور اس وقت کا اشتہار جس میں مولانا درس کو ''مہمان خصوصی'' کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا آج بھی محفوظ ہے۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت مناظر اسلام مولانا سید ہدایت رسول قادری کا وصال ۱۹۱۵ء میں ہوا جن کے لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''آج میرا دست راست جاتا رہا'' اور جب کراچی (سندھ) میں مولانا عبدالکریم درس کو اس کی اطلاع ملی تو آپ اعلیٰ حضرت کے دست راست اور اپنے دوست کی جدائی پر نہایت افسردہ ہوئے اور مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

میرا دل سوز سے آتش فشا ہے ۔۔۔ پگھلتا جس سے مغز استخواہ ہے
اگر ہے بلبل شیراز سعدی ۔۔۔ ''ہدایت'' بلبل ہندوستان ہے
بس اب ''درس'' یہ تاریخ کہہ دو ۔۔۔ ''امام الواعظین معجز بیان ہے''

۱۳۳۳ھ

(تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت)

سماجی خدمات: آپ نے طرابلس، بلقان اور ترکی کی جنگ سے متاثرین کے لئے ۱۹۱۳ء میں قاضی عبدالعزیز، پیر محمد فاروق سرہندی اور عبداللہ ہارون کے ساتھ مل کر خطیر مالی امداد بہم پہنچائی۔ تحریک خلافت میں بھی انگریزوں کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا اور اہم خدمات انجام دیں۔

۱۹۱۴ء میں علامہ عبدالکریم درس نے اپنی تقاریر میں شراب نوشی، سود خوری اور زنا و دیگر منکرات کے خلاف عملی جہاد فرمایا اور عوام الناس کو ان گناہوں کے ارتکاب اور شرعی سزاؤں سے خوف دلایا۔

وصال: افتخار سنیت حضرت علامہ مولانا عبدالکریم درس قادری کا اعلیٰ حضرت کے عرس شریف میں شرکت سے واپسی کے بعد جلد ہی ۱۹، شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ بمطابق ۴، مارچ ۱۹۲۶ء کو بروز جمعرات ۶۶ سال کی عمر میں وصال ہو گیا۔ آپ کا مزار پر انوار اپنے والد ماجد حضرت علامہ عبداللہ درس

کے پہلو میں کراچی کے قدیم قبرستان حضرت مخدوم صاحب محمد یوسف (دھوبی گھاٹ) لیاری کراچی میں مرجع خلائق ہے۔ (روزنامہ جرأت کراچی)

آپ کے وصال پر مولانا مفتی حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں ایک نظم کہی ہے جس سے تاریخی مادہ بھی نکالا، ملاحظہ کیجئے:

درس عبدالکریم عبد کریم — کرد جان خودش بحق تسلیم
موت العالم المیہ العالم — ثلمہ دین احمد بے میم
روح الروح و سقاہ — آب کوثر و جعفر و تسنیم
درس وعظ حمایت سنت — رد بدعات و طرفہ اہل جحیم
امر معروف نہی عن المنکر — کارا و بود در حیات کریم
درس دین نبی بگو ''حامد'' — ختم شد در کراچی تسلیم

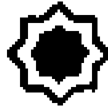
۱۳۴۴ھ

(تذکرہ جمیل ص ۲۷ مطبوعہ انڈیا، از: مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی نے ایک قطعہ عربی زبان میں بھی لکھا تھا جس کو آپ نے کراچی کے ایک معروف بزرگ مولانا غلام رسول قادری کے ساتھ دستی روانہ کیا کہ مولانا درس کے مزار پر اگر کتبہ اب تک نہ لگا ہو تو اس قطعہ کو کتبہ پر لکھ کر لگا دیا جائے۔

(ماخوذ: امام احمد رضا اور علماء سندھ از: ڈاکٹر مجید قادری۔ مضمون ''امام احمد رضا کے خاندان درسیہ سے مراسم'' از مولانا محمد اصغر درس کراچی بشمولہ معارف رضا)

مولانا عبدالکریم درس کی ہمہ جہت شخصیت ہے، ان پر مکمل کتاب کی ضرورت ہے رب کریم ان کی باقیات کو توفیق مرحمت فرمائے تاکہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوسکیں۔ آمین

----------------

علامہ مفتی علی محمد مہیری

حضرت مولانا مفتی علی محمد مہیری بجاری شریف (تحصیل گونی ضلع بدین) میں ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتداء میں حضرت عارف کامل خلیفہ محمود نظامانی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بافیض حضرت حافظ محمد نوندانی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا مہیری پر

حضرت حافظ صاحب کی شخصیت کا زیادہ اثر تھا۔ اس کے بعد فارسی کی تعلیم مخدوم عبدالرؤف نورنگ زادہ اور حافظ احمد میمن (تحصیل گونی، گولارچی) سے حاصل کی۔ دوران تعلیم مخدوم عبدالرؤف کا انتقال ہوگیا، اس لئے حافظ احمد میمن جو کہ کھورواہ میں مخدوم صاحب کے مدرسہ میں مدرس تھے کھورواہ سے دڑو (ضلع ٹھٹھہ) کے نزدیک ملوک کے گوٹھ منتقل ہوئے تو مولانا مہیری بھی اپنے استاد کے ساتھ آ گئے اور گوٹھ ملوک میں تعلیم مکمل کی۔ عربی علم وادب کی تعلیم مولانا عبدالرحیم عباسی، مولانا محمد سلیمان (بنو) اور حضرت علامہ مفتی حامد اللہ میمن (بیلو) سے حاصل کی اور مفتی حامد اللہ کے پاس حدیث کی کتابیں مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا مہیری، مفتی حامد اللہ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ اس لئے بعد فراغت کافی عرصہ استاد محترم کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی و دیگر علمی و روحانی معاملات میں استفادہ کرتے رہے۔

بیعت: آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت ساری زندگی درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت گوئی مدح سرائی میں بسر کی۔ ۱۳۱۰ھ میں بخاری شریف میں مدرسہ مجددیہ اور ۱۳۱۲ھ میں مسجد شریف کے تعمیر کے کام سے فارغ ہوئے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں بعض کے نام درج ذیل ہیں:
مولانا محمد عمر مہیری۔ مولانا محمد عارف مہیری۔ مولانا امید علی۔ مولانا محمد سلیمانؒ جت۔ مولانا عبدالصمد پرھیاڑ۔ مولانا غلام محمد سولنگی۔ مولانا محمد نورنگ زادہ۔ مولانا حبیب اللہ سموں۔ مولانا محمد قاسم جت۔ مولانا محمد سالم۔ وغیرہ

عادات وخصائل: آپ عالم باعمل، عاشق مصطفیٰ، شب بیدار عابد، پرہیزگار متقی، بااخلاق بامروت اور سادگی پسند تھے۔ علم فقہ وفرائض میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ عظیم مدرس، صاحب بصیرت مفتی اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ سادہ لباس، سادہ طبیعت، عوام الناس پر شفیق اور اساتذہ کی زیادہ سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ مذہب حنفیہ کے نہ صرف پیروکار بلکہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ کے سچے وفادار مقلد تھے اور آپ کے شیدائی تھے۔ آپ فتویٰ حنفی مذہب پر دیتے تھے اور حنفی مسائل کو بڑی وضاحت ودلائل وبرہان سے مزین کر کے پیش کرتے تھے۔

آپ نہایت ذکی وذہین تھے کتابوں کی عبارات باحوالہ صفحہ تک بتا دیتے تھے۔

شعروشاعری: آپ کا دل گداز تھا، عشق رسول سے سرشار تھا۔ نہ صرف سندھی کے شاعر تھے بلکہ عربی میں بھی شاعری کی ہے۔ آپ کی تمام شاعری حمد و نعت، قصیدہ و منقبت پر مشتمل ہے۔ آپ کی شاعری سے قوت مشاہدہ، منظر نگاری اور بلند خیالی کا پتہ لگتا ہے۔

(لاڑ کی ادبی و ثقافتی تاریخ، از: ڈاکٹر غلام علی الانہ خواجہ مطبوعہ ۱۹۷۷ء)

تصنیف وتالیف: مولانا علی محمد مہیری صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ ان کی درج ذیل کتب کا علم ہوسکا:

1- آپ نے قصیدہ بردہ شریف کا سندھی نظم میں ترجمہ کیا۔ یہ کام آپ نے ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں اس وقت کیا جب آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ مولانا نے اس کام کے لئے اپنے استاد محترم علامہ حامد اللہ میمن کے ذریعے مدینہ منورہ سے قصیدہ بردہ شریف کی دو عربی شرحیں (۱) حضرت شیخ ابراہیم باجوری (۲) اس کے حاشیہ پر شیخ خالد ازہری کی شرح منگوائی۔ یہ منظوم سندھی قصیدہ سب سے پہلے بمبئی سے شائع ہوا، اور اس کے قلمی نسخے سندھ کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ چند سال قبل تازہ سہ ماہی "الہدیٰ" نے عید میلاد النبی ﷺ نمبر جاری کیا تو اس میں اصل قصیدہ کے ساتھ منظوم سندھی ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا ہے۔ (سہ ماہی الہدیٰ شاہ پور چاکر میلاد النبی نمبر ۱۴۱۹ھ) اس طرح علامہ مہیری کا منظوم ترجمہ دو بار زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔

2- الفتح المبین فی صلح خدیبیه۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حصے میں صلح حدیبیہ کا بیان ہے جو کہ ۳۲/۳۳ صفحات پر دوسرے حصے میں سورہ الفتح کا منظوم ترجمہ ہے وہ بھی ۳۲/۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

3- ناول عبرت عرف شیخ شبلی۔ مولانا نے دینی مصروفیات کے باوجود سندھی ادب کی طرف بھی توجہ فرمائی سندھی ادب میں جدت لانے کے لئے اسلامی کہانیوں کو ادبی انداز میں منظوم ترجمہ کیا۔ اس طرح سندھی ادب میں حسین اضافہ ہوا۔ اس کتاب کے اندر تصوف کی ایک دنیا آباد ہے، معرفت کے نکتے سمائے ہوئے ہیں نامور اور عظیم روحانی بزرگ حضرت شیخ ابوبکر شبلی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو حسین پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

4- بجلی ناول۔ یہ سب سے پہلے ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا، زبردست مقبولیت حاصل کر لی تھی اس لئے ۱۹۵۲ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

5- تحفہ وطن۔ اس میں مولانا کا اپنا کلام درج ہے جو کہ حمد، نعت، غزل، مولود و مداح و منقبت پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔

6- قصیدہ الابل۔اس میں مولانا کا عربی کلام درج ہے۔

ان کے علاوہ مولانا کے فتاویٰ، مکتوبات اور دیگر شاعری و نثری مواد قلمی صورت میں ہے جس پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

مولانا کی سندھی ادب میں بے مثال خدمات ہیں، سندھی لغت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ سندھی زبان کے سلسلہ میں علاقائی لب ولہجہ، انداز کلام اور مختلف حروف کی ادائیگی کے حوالہ سے بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔آپ نے سندھی لغت لکھنے کا آغاز کیا تھا لیکن زندگی نے وفا نہیں کی، انتقال کے بعد ورثاء نے وہ قلمی مواد ڈاکٹر بلوچ کو دے دیا تھا جو کہ ان دنوں سندھی لغت پر کام کر رہے تھے انہوں نے مولانا کی لغت سے استفادہ کیا۔خاندانی روایت کے مطابق مولانا نے قرآن مجید کے منظوم سندھی ترجمہ پر کام کیا تھا، جس کا ۱۵ پارہ تک کام ہوسکا تھا۔طریقہ تحریر یوں تھا کہ سب سے پہلے آیت اس کے بعد حدیث وفقہ حنفی کا مسئلہ پھر شاہ بھٹائی کا شعر اور آخر میں آیت کا منظوم ترجمہ۔

(مولانا علی محمد مہیری کی مطبوعات کا جائزہ، مضمون نگار محترم حافظ حبیب سندھی)

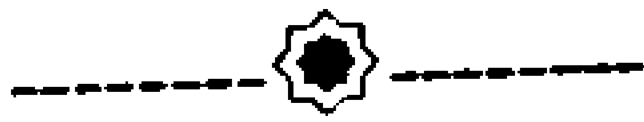
7- دیوان علی محمد 8- تفسیر سورہ الفتح 9- مجموعہ فتاویٰ

10- سوانح شیطان 11- حسن الاحتیاج (عربی)

12- نسیم الهدیٰ فی سیرة المصطفیٰ وغیرہ (سندھ جا اسلامی درسگاہ)

اولاد: مولانا مہیری کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ایک بیٹا مولانا محمد عارف مہیری بہترین عالم، فقیہ اور ادیب تھے۔(ایضاً) اور ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

وصال: حضرت مولانا مفتی علی محمد مہیری نے ۲۱، شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔آپ کا مزار شریف تاریخی درگاہ ملاحسن کے شمالی جانب (تحصیل گونی ضلع بدین) میں مرجع خلائق ہے۔یہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔(سندھ جا اسلامی درسگاہ)



تاج الاصفیاء حضرت میاں علی محمد مشوری

فقیہ اعظم، تاج الفقہاء، بحر العلوم والفیوض، غوث الزمان، محبوب الدوران، استاد الاساتذہ، امام اہلسنت حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس کے صاحبزادہ اکبر اور جانشین تاج الاصفیاء حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد مشوری کی ولادت ۲۵، شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۸ء بروز بدھ درگاہ ودرسگاہ حضرت مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: اپنے والد ماجد کی خدمت عالیہ میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی اور مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم مشوری شریف سے درس نظامی میں تکمیل کی۔ ۱۹۴۴ء میں فارغ التحصیل ہوکر دستار فضیلت حاصل کی۔

بچپن سے صابر، شاکر، صوم صلوٰۃ کے پابند، کم گو، سادگی پسند اور فقراء کی صحبت کے پابند تھے۔

بیعت وخلافت: اپنے والد ماجد تاج العارفین سرکار مشوری قدس سرہ الاقدس کے دست اقدس پر بیعت ہوکر سلوک طے کیا، سلسلہ قادریہ راشدیہ اور سلسلہ نقشبندیہ راشدیہ کے اذکار واذکار کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ریاضتوں مجاہدوں اور اذکار وافکار میں مشغول ہوکر مرشد کریم کے منظور نظر ہو گئے تھے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے لیکن عرصہ طویل کے بعد حضرت قبلہ عالم کی علالت کی وجہ سے ۱۹۸۶ء سے جماعت کے اسرار کے پیش نظر بیعت کا سلسلہ شروع کیا ورنہ حضور قبلہ عالم کی صحت وعافیت کے دور میں آپ نے کسی کو بیعت میں نہ لیا۔ تادم مرشد کریم کے مشن کو جاری رکھا، ابتدا میں درس وتدریس دیتے تھے بعد میں موقوف کردیا، ہزاروں نفوس کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا اور ان کی اسلامی روحانی تربیت فرمائی۔ نوجوانی سے درگاہ شریف پر لنگر کی ڈیوٹی آپ پر تھی آپ ساری زندگی فقراء مہمانوں کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

خطابت: آپ حق گو مقرر تھے، انتہائی سادہ لیکن پُرجوش خطاب فرماتے۔ آپ کی خطابت تعویذات، صحبت وغیرہ سارے کام فی سبیل اللہ ہوتے صرف اس جذبہ کے تحت کہ شاید کسی کو ہدایت نصیب ہوجائے۔ خطاب میں توحید ورسالت موقع محل کی مناسبت سے موضوع پر بات کرتے جس کو حق سمجھتے اس کو برملا بیان فرمادیتے تھے۔ عصبیت پرستوں کی کھلے عام جلسوں میں تردید کی جب کہ ان دنوں میں ان کا زور تھا۔ شیعت اور وہابیت کے علاقوں میں ان کے باطل عقائد کی جرأت ایمانی وغیرت اسلامی سے تردید فرماتے۔ آپ نہ دبنے والے، نہ جھکنے والے، نہ ڈرنے والے تھے معہ اللہ والے تھے اور ہر کام اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر سرانجام دیا کرتے تھے۔ اصلاح معاشرہ کے حوالہ سے بھی اسپیشلسٹ تھے، معاشرہ کی ہر برائی کی خرابی سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ بلکہ مجسمہ نصیحت وہدایت تھے بلکہ ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) تھے۔

خاک نشینی: آپ عالم دین پیر طریقت تھے اس کے باوجود سادہ طبیعت، سادہ لباس، سادہ مزاج ایک کچا سادہ کمرہ لیکن مخزن سرور تھا، جس میں فرش پر تشریف رکھتے، جہاں چند کتابیں دوات، قلم، عصاء، تسبیح نئی پرانی دوچار رلیاں (سندھی چادر) سے یہ کمرہ مزین تھا یہ آپ کا تسبیح خانہ جو کہ ''کل کائنات'' تھا۔ لباس کو بغیر استری کئے ہوئے پسند فرماتے، قمیص میں جیب نہیں ہوتی تھی، زہدو

تقویٰ سادگی اور توکل سے مالا مال زندگی گذاری، دن میں کمرے سے باہر نکل کر کھلے فرش پر تشریف رکھتے اور سارا دن فقراء و مہمانوں سے صحبت فرماتے اور طالب المولیٰ کو واصل باللہ کرتے۔ اور غرباء مساکین اور فقراء طالب المولیٰ پر ماں باپ سے زیادہ مہربان و مشفق و شفیق تھے۔ کہیں دعوت پر تشریف لے جاتے تو وہی سادگی نہ کوئی فرمائش کرتے نہ ہی آڈر جاری فرماتے بلکہ فرماتے ''فقیر ساگ روٹی کھائے گا اور ریل گاڑی میں سفر کرے گا آپ کوئی تکلف نہ کریں کوئی پریشان نہ ہوں''۔ ایک بار حرمین شریفین گئے تو ضروری سامان کا بیگ بھی ساتھ نہیں لے گئے ایک جوڑے میں گئے اسی میں واپس آ گئے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے دو حج کئے۔ پہلا حج مبارک ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں اور دوسرا حج مبارک ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء میں حضرت محبوب مرشد مربی قدس سرہ کی معیت میں کیا۔ علاوہ ازیں کئی بار حضرت نے مدینہ عالیہ اور مکہ معظمہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس سفر محبت میں آپ کا ادب و احترام عشق و محبت دیدنی تھا۔

۱۹۸۹ء میں عراق کا سفر اختیار کیا۔ نجف اشرف میں امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شاہ رضی اللہ عنہ، کربلا معلیٰ میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ، بغداد شریف میں سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی قطب ربانی، سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور سرکار پاک امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزارات پرانوار پر حاضری و خاک بوسی کا شرف حاصل کیا۔ ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام و اولیاء اللہ کی مزارات مقدسہ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بغداد شریف میں ۱۲ دن قیام کے بعد حرمین شریفین کی حاضری کا سفر اختیار کیا دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری سے دل و آنکھوں کو معطر و منور کیا۔

۱۹۹۵ء میں دوسری بار جماعت کے وفد کے ساتھ عراق کا سفر ٹرین اور بس کے ذریعے کیا۔ کوئٹہ، تافتان، زاہدان، ایران اور ایران سے بذریعہ ٹرین و بس کے عراق گئے، وہیں زیارات کی واپسی میں ایران کی زیارات کر کے بس کے ذریعہ واپس کوئٹہ پہنچے جہاں سے ٹرین میں لاڑکانہ واپس ہوئے۔

آخری عمرہ ۱۹۹۸ء میں کیا اور پورا رمضان شریف مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے زیر سایہ گذارا اور واپسی پر چار ماہ کے بعد وصال فرمایا۔

تصنیف و تالیف: ۞ **ھدایۃ المصلی** (سندھی) طہارت و نماز کے مسائل پر جامع کتاب ہے دو (۲) بار زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۞ **گلدستہ فیض روحانی فی الذکر و الافکار یزدانی** (سندھی) تصوف کے موضوع پر بہترین کتاب ہے پہلا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔ قاری ممتاز احمد قاسمی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اور ادارہ قاسم العرفان کراچی نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔

معراج نامہ۔ پردہ عورت۔ تحفة الفیض۔ حکم الشریعة فی رویة الهلال۔ روئداد سفر وغیرہ

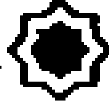
شادی واولاد: آپ نے پہلی شادی اپنے خاندان میں کی جس کے بطن سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔

1- صاحبزادہ احمد مٹھو مشوری مرحوم

2- صاحبزادہ حضرت مولانا منیر احمد مشوری مدظلہ العالی

بزرگی میں دوسری شادی فقیر عبدالحی ملاح (مدیجی) کی ہمشیرہ سے کی جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وصال: حضرت قبلہ میاں علی محمد مشوری قادری نے ۱۹، صفر المظفر ۱۴۱۹ھ/ ۱۵، جون ۱۹۹۸ء بروز پیر صبح صادق کے وقت اسی (۸۰) سال کی عمر مبارک میں وصال کیا۔ درگاہ مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ) کے گنبد شریف کے زیر سایہ آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔



حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن دھامراہ

استاذ العلماء مفتی عبدالرحمٰن بن عنایت اللہ دھامراہ اپنے آبائی گوٹھ دھامراہ (تحصیل لاڑکانہ) میں ۷، رجب المرجب ۱۲۶۸ھ کو تولد ہوئے۔

آپ کا خاندان صدیوں سے اسی گوٹھ دھامراہ میں آباد ہے، میر صاحبان کے دور حکومت میں آپ کے خاندان کے افراد حکومت کے ممتاز عہدوں پر فائز تھے۔ اور آپ کے والد محترم عنایت اللہ دھامراہ صاحب درمیانی طبقہ کے زمیندار اور آبادگار تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی عمر میں اپنے والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے تقریباً بارہ سال کی عمر میں آپ کے والد صاحب بعض احباب کے اصرار پر آپ کو لاڑکانہ کے گوٹھ بنگلہ دیرو کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبداللہ لاکھو صاحب کے مدرسہ میں داخل کروادیا۔ مفتی صاحب نے وہیں فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد عمدة المدرسین حضرت علامہ مولانا قمرالدین اندھڑ سہروردی کے پاس گھوٹکی میں عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے امام اہلسنت، قاطع بدعت وشرک، امام میراث، عاشق خیر الوریٰ حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی علیہ الرحمہ کے حضور ہمایون شریف حاضر ہوئے اور درسی نصاب کی تکمیل کے ساتھ فتویٰ نویسی میں بھی تربیت حاصل کی۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے گاؤں "گوٹھ دھامراہ" میں تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد بلوچستان کے جرگہ کے سرداروں نے کوئٹہ میں بلوایا اور "مفتی" مقرر

کیا۔ مگر اس درویش کو نوابوں سرداروں کی محافل میں اطمینان نہ ہوا اس لئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ شمس العلماء حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ پنجم کوٹ ڈنجی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ راشدیہ پیر جو گوٹھ نے آپ کا انتخاب کیا اور جامعہ راشدیہ میں مفتی مقرر کیا۔ آپ نے جامعہ راشدیہ میں ۲۵ سال تک فتاویٰ نویسی اور تدرس کا مشغلہ جاری رکھا۔ حضرت پیر صاحب کے وصال کے بعد مفتی صاحب اپنے گوٹھ واپس آ گئے اور گوٹھ دھامراہ کی جامع مسجد کی بوسیدہ عمارت کو شہید کرا کے نئی عمارت تیار کرائی۔ اس کے ساتھ ایک کمرہ مدرسہ کے لئے بھی تعمیر کرایا جہاں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام جاری رکھا۔ انہی دنوں میں "فتاویٰ رحمانی" کو جمع کیا۔

بیعت: حضرت مفتی عبدالرحمٰن کی تحریرات اور قول وفعل سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن سے بیعت تھے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۳۰۷ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا حج بیت اللہ اور نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اسی سفر بابرکات کے دوران حرمین شریفین سے عربی کتب کی خریداری بھی کی۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- استاد العلماء مولانا مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ — جوہی ضلع دادو
- مولانا محمد صالح — دادو
- مولانا حافظ احمد یار — درگاہ شریف ملا کاتیار ضلع حیدرآباد
- مولانا خلیفہ فتح محمد — گوٹھ دھامراہ
- مولوی خوش محمد میرو خانی وہابی — میرو خان
- مولانا حکیم غلام رسول جتوئی — محراب پور تحصیل ڈوکری

تصنیف وتالیف: مفتی عبدالرحمٰن نے اخیر عمر میں اپنے فتاویٰ کو "فتاویٰ رحمانی" (فارسی) کے نام سے جمع کیا، ابھی ترتیب کا کام باقی تھا کہ آپ وصال فرما گئے۔ آپ کے ورثاء نے مفتی عبدالرحمٰن قاسمی پھنور مرحوم سے ترتیب دلوائی تھی لیکن طباعت نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ بھی دیگر رسائل تحریر فرمائے لیکن سوانح نگار اور بھتیجے مولانا عنایت اللہ دھامراہ صاحب نے نام نہیں گنوائے ہیں۔

وصال: مولانا مفتی عبدالرحمٰن دھامراہ متقی، پرہیزگار، شب بیدار، حق گو، سادگی پسند، فقیر صفت عالم دین تھے۔ شریعت مطہرہ کے انتہائی پابند تھے۔ ان کا مشہور قول ہے:

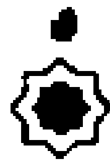
"جس قوم کا شوق وذوق ساز وسرود سے ہوگا وہ قوم روحانی طور پر تباہ ہو جائے گی"۔

مفتی عبدالرحمٰن نے ہیضہ کی وبا کے سبب بروز جمعہ ۱۱، صفر المظفر ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء کو انتقال کیا۔ اور اپنی تعمیر کردہ جامع مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ (بروایت مولانا عنایت اللہ دھامراہ)

آپ کے وصال پر آپ کے شاگرد و خلیفہ فتح محمد احقر مرحوم نے قطع تاریخ وصال کہا:

علامہ عالمان و بالغان دوران — سلالہ سالکان فضلاں گیہاں
محقق بافکر صائب خداداد — بـــفتـــوئی شرع راسخ ھمچو نعمان
بزھد و ورع ابد الدھر گشتہ — ستودہ ھمچو بوذر و شان سلمان
باسم عبدالرحمٰن گشت موسوم — لقب او مولوی ورد جہان دان
بماہ صفر حادی عشر تاریخ — ایام عمر او گردید پایاں
بروز جمعہ پس از پاس واحد — توجہ کرد سو گلگشت رضوان
بسی اندوہ واقع شد بعالم — زرحلت مورد الطاف یزدان
قطع کن سخن "احقر" از غم دل — برایش خون از غفار غفران
خدا بخشد ورا در دار عقبیٰ — مقام صالحان فردوس یاباں
" زرحمات خدایا خود شغل دید" — از تاریخ سالش نیز برخواں

۱۳۴۸ھ



صدر الافاضل علامہ عبدالحلیم کنڈوی

استاد العلماء مولانا عبدالحلیم کنڈوی گوٹھ کنڈو/کنڈی/کنڈا (تحصیل بھاگ ناڑی ضلع کچھی صوبہ بلوچستان) میں تولد ہوئے۔ حضرت علامہ نور محمد شہداد کوٹی سے خاندانی رشتہ داری تھی اور ایک ہی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم و تربیت: حافظ نور محمد بھاگ ناڑی کے پاس قرآن پاک حفظ کی سعادت حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کافیہ تک ریاست قلات کے شہر میر پور کے مشہور عالم دین قاضی محمد ابراہیم میر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنے ہونہار شاگرد کو سندھ کے جلیل القدر عالم علامہ مخدوم محمد آریجوی قدس سرہ (گوٹھ خیر محمد آریجہ ضلع لاڑکانہ) کے پاس حصول علم کے لئے بھجوایا۔ مولانا عبدالحلیم، جب آریجہ میں مخدوم صاحب کی خدمت میں پہنچے تو مخدوم صاحب نے آپ سے کافیہ میں سے "غیر منصرف الضرورۃ" کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے ایسی تقریر کی جس پر مخدوم صاحب، مولانا عبدالحلیم سے بہت خوش ہوئے، یہاں تک کہ خوشی میں آنسو رخساروں تک آ گئے اور فرمایا: "میں بوڑھا ہو چکا

ہوں اب پڑھانے کی ہمت نہیں رہی ہے، ورنہ تم کو میں خود پڑھاتا، میں تمہیں اپنے خاص شاگرد سید محمد عاقل شاہ ہالانی والے (تحصیل کنڈیارو) کے نام خط لکھ کر دیتا ہوں آپ انہیں کے پاس جا کر تعلیم حاصل کریں۔

مولانا کچھ روز وہیں ٹھہر گئے خط لے کر ہالانی جانے والے تھے کہ حضرت مخدوم محمد آریجوی کا انتقال ہوگیا۔ اس عظیم علمی سانحہ پر تمام علماء کرام اپنے عظیم محسن واستاد محترم کے جنازہ میں شرکت کے لئے آریجہ پہنچ گئے، ان میں سے ایک استاد العلماء علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری بھی تھے۔ مولانا عبدالحلیم نے مخدوم صاحب کا خط یہیں آریجا میں پیش کیا اور پورا واقعہ سنایا۔ علامہ صاحب جب ہالانی کو واپس ہوئے تو استاد محترم کی وصیت کے مطابق عبدالحلیم کو ساتھ لے گئے۔ مولانا عبدالحلیم نے درس نظامی کی تکمیل ہالانی میں کی وہیں دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

بیعت: آپ عارف کامل حضرت میاں محمد کامل کٹباری قدس سرہ (درگاہ کٹبار شریف، بلوچستان) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

(عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار الکتبار مفتی محمد قاسم یاسینی۔ مشاہیر سندھ ص ۱۰۲۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان ص ۲۵۲)

درس وتدریس: بعد فراغت آبائی گوٹھ کنڈو میں مدرسہ قائم فرما کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور "ریاست قلات" کی طرف سے قاضی بھی مقرر ہوئے۔ ساری زندگی درس و تدریس میں بسر فرمائی۔

عرصہ دراز کے بعد وہیں سے اپنے شاگرد خاص خلیفہ علامہ محمد یعقوب ہمایونی کے ہمراہ ہمایون شریف (ضلع جیکب آباد) میں آکر قیام کیا اور وہیں علامہ ہمایونی نے مدرسہ قائم فرمایا، جہاں استاد وشاگرد دونوں درس وتدریس کے ذریعے روشنی کے چراغ جلاتے رہے، علم کے پیاسوں کو سیراب فرماتے رہے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی جماعت کثیر ہے، ان میں سے دو نام ایسے ہیں جن کے وجود مسعود سے سندھ بھر کے دینی مدارس میں آج تک روشنی کے چراغ جل رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام روشن رہیں گے۔

1- بدر العلماء حضرت علامہ مولانا خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی قدس سرہ

2- صدر العلماء حضرت علامہ مولانا نور محمد شہداد کوٹی قدس سرہ

وصال: حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا عبدالحلیم کو علم پھیلانے کا خاص جذبہ تھا جس کے سبب شب و روز درس وتدریس سے وابستہ رہے اور اس شوق و جذبہ سے اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ وہ شادی کرسکیں، اس لئے ساری زندگی مجرّد رہے۔ علم کے بحرِ بے پایاں نے سندھ میں شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ یادگار چھوڑ کر ۹ محرم الحرام ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء کو انتقال کیا۔

اس وقت شمال وجنوب سندھ کے جو عربی مدارس چل رہے ہیں وہ علامہ عبدالحلیم کے تعلیمی فیض کا

نتیجہ ہیں۔ اس اجر و ثواب سے ان کی روح کو تسکین ملتی رہے گی۔

آخری آرامگاہ روہڑی (ضلع سکھر) میں مختار کار کے دفتر کے نزدیک پہاڑ پر ہے اور مقامی لوگ "پکھے والے پیر" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(ماخوذ: تیرہویں صدی کے مشاہیر سندھ ص ۴۰ مطبوعہ ۱۹۶۷ء حیدرآباد)

مولانا حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ راشدی

نامور ادیب و شاعر، شمس الاطباء مولانا حکیم پیر سید عبدالغفار شاہ بن مولانا پیر سید امان اللہ شاہ راشدی (متوفی ۱۹۲۲ء) گوٹھ ریلن متصل لاڑکانہ (سندھ) میں ۱۷، شعبان المعظم ۱۳۰۱ھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: رموز الاطباء میں ہے: آپ نے دس سال تک فارسی درسیات اور علوم شرعیہ کی تحصیل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں طبی کتابیں اپنے والد ماجد سے دیکھنی شروع کیں۔ پانچ سال تک اکثر مروجہ کتب کا مطالعہ کیا ایک سال تک مفردات و مرکبات کو دیکھا بھالا اور تیار کیا۔ ایک سال اپنے والد ماجد کے اہتمام میں مطب (آپکے والد کا مطب گوٹھ ریلن میں تھا، اختر شاہ) کرتے رہے۔ جس میں آپ کے والد محترم آپ کو مشورہ دیتے تھے اور نیک و بد سمجھاتے رہتے تھے۔ بعد ازاں (لاڑکانہ شہر میں) علیحدہ مطب جاری کیا۔ اب چھ سات سال سے کام کر رہے ہیں۔ بیرون جات سے بھی لوگ علاج معالجہ کی غرض سے آتے جاتے ہیں۔ مرکبات و مفردات کا کافی ذخیرہ آپ کے ہاں تیار رہتا ہے اور غریبوں کا مفت علاج کرتے ہیں۔ (رموز الاطباء ص ۵۵۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء)

شاعری: حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے سندھی، فارسی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں شاعری کی ہے۔ آپ کا کلام صوفیانہ ہے۔ آپ نے شاعری میں "حسینی" اور "بیچڈنہ" تخلص اپنایا ہے۔ عارف کامل حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ "شاہ جو رسالو" (مرتبہ مرزا قلیچ بیگ) آپ کے مطالعہ میں رہتا تھا۔ فقیر راقم الحروف نے اس زیر مطالعہ نسخہ کا طالب علمی کے دور میں مطالعہ کیا تھا اس نسخہ پر کہیں کہیں املا کی درستگی، کہیں پریس کی غلطی کی نشاندہی اور کہیں حاشیہ تحریر کیا تھا۔

حضرت سید صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: شعراء کے گروہ میں نہ جامی ہوں، نظامی ہوں، نہ غالب، حالی ہوں نہ وقت کے اکبر اقبال ہوں۔ نہ سندھ کے شاہ لطیف، شاہ اصغر ہوں۔ نہ خیر محمد، شاہ محمد ہوں۔ نہ وقت کے جتوئی، ثنائی ہوں۔ صرف شاعرانہ انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں۔

(قلمی نسخہ مملوکہ روح اللہ شاہ) محترم منظور ظفر رقمطراز ہیں: پیر عبدالغفار شاہ ایک منظوم فیچر بعنوان "سات ساھیڑیوں (دوستوں) کے درد" تحریر کیا۔ اس میں آپ نے درج ذیل لوک داستانوں پر اپنے مخصوص انداز میں کلام پیش کیا:

1- سسئی: امید وصال
2- سہنی: سوز وفراق
3- ھیر: نیاز مندی
4- مومل
5- سورٹھ: سوز دل
6- لیلا
7- مارئی: یاد وطن

ویسے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ وقت کے نامور شعراء نے اپنے کلام میں مندرجہ بالا سروں میں کلام تو پیش کیا ہے لیکن شاہ صاحب والی مندرجہ بالا تقسیم وشناخت واضح نہیں کی۔

پیر عبدالغفار شاہ راشدی وقت کے انمول گوہر، گہری سوچ رکھنے والے مدبر، اہل دل اور اہل قلم تھے۔ جب مجلہ نئی زندگی (سندھی) کو جاری کیے ہوئے تین سال کا مختصر عرصہ ہوا تھا۔ انہی دنوں شاہ صاحب نئی زندگی میں وقت بوقت طبع آزمائی کرتے رہتے تھے۔ کبھی تحقیقی مضمون اور کبھی شاعری۔ ایک دور آیا کہ نئی زندگی میں شاعری کی صنف وائی وکافی زیر بحث آئی تو شاہ صاحب نے اس موقعہ پر ایک دلچسپ مضمون نئی زندگی میں شائع کرایا۔

آپ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں: " کافی ووائی دو جداگانہ صنفیں ہیں۔ اپنی وسعت میں کافی کافی ہے۔ کافی کی تاریخ قدیم ہے۔ وائی حادث ہے۔ مورخ غلط فہمی کے سبب وائی کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیوں کہ اصناف شاعری یا موسیقی کا سندھ میں اتنا مواد موجود نہ تھا اس لئے امتیاز نہ تھا کہ وائی کیا ہے یا کافی کیا ہے۔ (ماہنامہ نئی زندگی کراچی اپریل ۱۹۵۴ء)

حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے زیادہ مارئی کو گایا ہے اور دوسرے نمبر پر سسئی پنہوں آجاتے ہیں۔ ان کے علاوہ درج ذیل سروں میں کلام دستیاب ہے۔

1- سر سارنگ
2- لیلی چنیسر
3- سورٹھ راء دیاج
4- سر آسا
5- سر سہنی میہار
6- سر کانگل وغیرہ

آپ نے شاعری کی درج ذیل صنف میں شاعری کی ہے: کافی، وائی، بیت، غزل، مثنوی، رباعی، مخمس، سہ حرفی، سہرا، لولی، مولود شریف (نعت) اور قصیدہ وغیرہ

آپ کی شاعری میں ایک بات بالکل واضح ہے کہ آپ کی شاعری کا انداز وطرز بیان حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری سے ملتا جلتا ہے۔ (ماہنامہ پیغام سندھی کراچی جنوری ۱۹۸۰ء)

فارسی شاعری کا نمونہ:

بیاد دلبر محمد حیات ما تو شد — گر نیائی تو باعث مماست ماتوشد
مصحف روئے تو شد سبب عشق ما — بہ ہمہ احسن صفات ما تو شد
زبان داریم ست بہ ثنا خوانیت — کہ بہ آیات متشابہات ماتوشد
بس نداریم جز تو کہ عزیز — کہ روح اعظم شش جہات ماتوشد
صد شکر گویم آں خدائے عزوجل — کہ بدوجہاں سرور کائنات ماتوشد
سیہ کاری مرا محکم نورٌ دیدۂ شد — لیکن کافی شافع سیئات ماتوشد
دست "حسینی" بدامنت مضبوط زد — حمد خدا کہ وسیلہ نجات ماتوشد

حضرت پیر صاحب کے کلام کا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت پیر صاحب درج ذیل خصوصیات کے مالک تھے۔

1- حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق
2- بااخلاق حاذق حکیم
3- غریب پرور معالج
4- تاریخ کے ماہر (ماہنامہ پیغام کراچی)

حکمت: سندھ کے نامور و برگزیدہ خاندان "سادات راشدیہ" کی سندھ میں دو چیزیں شناخت بن چکی ہیں۔ ایک پیری مریدی (۲) حکمت طب۔ پیر عبدالغفار شاہ کا حکمت خاندانی پیشہ تھا۔ طب میں مہارت، نبض شناسی اور دوا سازی میں اونچا مقام پایا تھا۔ آپ کا اپنے دور میں برصغیر کے بڑے بڑے نامور حاذق حکماء میں شمار ہوتا تھا۔ اس دور کے مستند حکیموں کی جانب سے قائم کردہ طبی اداروں کی طرف سے اعزازی طور پر آپ اداروں کی مجلس مشاورت کے رکن تھے۔ اور ایک طبی ادارہ کے تمام ممبروں کے متفقہ فیصلہ کے تحت پیر صاحب کو اپنے وقت میں سب سے بڑی سند (سرٹیفکیٹ) "فخر الحکماء" عطا کی گئی۔ جو کہ طب کے حوالہ سے اعلیٰ خدمات، بہتر کارکردگی کی وجہ سے "حاذق حکیم انسٹیٹیوٹ" رجسٹرڈ (یوپی) کی جانب سے دی گئی۔ یہ سند ۱۸، مئی ۱۹۳۶ء کو عطا کی گئی۔

ایک دوسرے ادارے دی آل انڈیا دار التجارب (**The all India Dar-u-Tajarib**) کی جانب سے ۲۰، جنوری ۱۹۳۹ء کو سند دی گئی۔ اس سند میں ادارے کی ایگزیکٹو کمیٹی کی جانب سے اعلیٰ خدمات کا واضح اعتراف کیا گیا ہے۔

ایک بار ایک ملاقات میں ہندوستان کے نامور حکیم محمد اجمل خان دہلوی (منسوب اجمل دواخانہ کمپنی لاہور) نے لاڑکانہ کے رئیس غلام محمد اسران سے مخاطب ہو کر پیر صاحب کی جانب اشارہ کر کے کہا:

"آپ کے ہاں حکیم اجمل پہلے سے موجود ہے ان سے علاج کروائیں، آپ نے خواہ مخواہ مجھے دہلی سے بلوایا ہے"۔

طب کے حوالے سے ایک مجلہ "رموز حکمت" نامور حکیم محمد عبدالرحیم جمیل گجراتی کی زیر ادارت گجرات سے جاری ہوا۔ ایک مقام پر دیگر حکماء کے نسخہ جات کے ساتھ پیر صاحب کا نسخہ بھی درج ہے۔ کتاب کی تمہید میں مجموعی طور پر یہ درج ہے کہ اس کتاب میں تمام نسخہ جات تیر بہدف اور آزمودہ ہیں۔ کتاب رموز الاطباء مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء میں حضرت پیر صاحب کی سوانح مع آزمودہ نسخہ جات درج ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک لائق فائق، مستند اور مانے ہوئے حاذق حکیم تھے۔ حکیم نیاز ہمایونی نے "سندھ کی طبی تاریخ" جلد دوم میں آپ کا مختصر ذکر کیا ہے لیکن سن تاریخ وغیرہ درست درج نہیں کئے ہیں۔

صحافت: پیر عبدالغفار شاہ راشدی بیدار مغز عالم، سماج سدھار پیر تھے، دین کی تبلیغ و ترویج، شاعری کے فروغ و عروج، اور انسانیت کی فلاح و بہبودی کے سلسلہ میں انہوں نے ایک مجلہ جاری کیا تھا۔

سندھ کے نامور صحافی و سیاستدان علی محمد راشدی رقمطراز ہیں: اخبارات کے علاوہ لاڑکانہ سے ایک ماہنامہ ادبی رسالہ "الکاشف" جاری ہوا۔ مگر زیادہ عرصہ چل نہ سکا۔ وہ رسالہ پیر میاں عبدالغفار شاہ راشدی ریلن گوٹھ والے نے جاری کیا جو کہ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی تسلیم شدہ تھے۔ رسالہ میں طرح طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ وہ (مجلہ) اپنے دور میں معیاری رسالہ سمجھا جاتا تھا۔

(اھی ڈینھن اھی شینھن سندھی ج ۲ ص ۴۸۳)

تصنیف وتالیف: حضرت پیر عبدالغفار شاہ صاحب قلم تھے، لکھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ شاعری، حکمت اور تصوف ان کے پسندیدہ موضوع تھے۔ ان کی نگارشات میں سے بعض مضامین کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

- تربیت عاشقان۔ ماہنامہ نئی زندگی سندھی کراچی جولائی ۱۹۵۲ء
- ستن ساھیرین جا سور (سات دوستوں کے درد) نئی زندگی کراچی دسمبر ۱۹۵۴ء
- کافی۔ نئی زندگی کراچی اپریل ۱۹۵۴ء

بیعت: آپ عارف کامل حضرت علامہ سید احمد خالد شامی (مدفون بمبئی) کے دست مبارک پر بیعت تھے جیسا کہ حضرت شامی کے تذکرہ میں مذکور ہے۔

فقیہ اعظم سے عقیدت: فقیہ اعظم، تاج العارفین، امام اہل محبت حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قادری قدس سرہ (بانی درگاہ مشوری شریف) سے حضرت پیر عبدالغفار شاہ کو نہایت عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے مولوی حکیم سید روح اللہ شاہ راشدی کو مشوری شریف کے دارالعلوم جامعہ عربیہ قاسم العلوم میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرایا جہاں سے انہوں نے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ قاسمیہ میں حضرت قبلہ عالم مشوری سرکار سے بیعت ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔

حضرت قبلہ عالم مشوری سائیں نے حضرت امام العارفین پیر سائیں روزے دھنی قدس سرہ الاقدس کی ملفوظات شریف کا سندھی ترجمہ کر کے جلد اول ۱۹۶۲ء میں درگاہ مشوری شریف سے شائع کیا تو کتاب کے آخر میں حضرت قبلہ عالم نے پیر صاحب کا ان الفاظ میں اظہار تشکر کیا ہے۔

ملفوظات شریف کے متعدد نسخوں کے تقابلہ کے بعد بعض نقل (حکایات) میں تقدیم تاخیر اور کمی بیشی نظر آئی۔ اس صورت میں جناب پیر صاحب مرحوم میاں عبدالغفار صاحب راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن ریلن نزد لاڑکانہ کے نسخہ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (ملفوظات شریف جلد اول صفحہ آخری)

معلوم ہوا دونوں بزرگوں کے آپس میں دیرینہ اور گہرے مراسم تھے۔

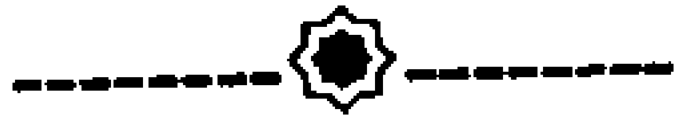
شادی واولاد: حضرت پیر عبدالغفار شاہ نے تین شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا دوسری بیوی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی اور تیسری بیوی سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ نام درج ذیل ہیں:

- حکیم سید علی قطب شاہ راشدی (والد مرحوم حکیم سید مظہر علی شاہ لاڑکانہ شہر)
- حکیم سید امان اللہ شاہ راشدی (والد سید لطف علی شاہ ساکن کراچی)
- حکیم سید اسد النبی شاہ راشدی مرحوم
- سید نور اللہ شاہ راشدی
- حکیم مولوی سید روح اللہ شاہ راشدی لطف زندگی دواخانہ لاڑکانہ
- سید فیض اللہ شاہ راشدی

وصال: پیر سید عبدالغفار شاہ "راشدی ہاؤس" مراد میمن گوٹھ، ملیر کراچی میں ۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ بمطابق ۴، جولائی ۱۹۶۱ء میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے پیارے دوست و پیر بھائی مولانا قاضی عزیز اللہ ہکڑو (ساکن بٹھی بہرام تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ) نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اور وصیت کے مطابق میمن گوٹھ میں دفن کئے گئے۔ میمن گوٹھ میں مزار

شریف مرجع عوام ہے۔ سالانہ عرس شریف نہایت عقیدت سے منعقد ہوتا ہے جس میں علماء کرام تقاریر اور نعت خوان نعت خوانی کرتے ہیں۔

(حوالا جات کے علاوہ معلومات محترم حکیم سید روح اللہ شاہ راشدی صاحب نے فراہم کی، فقیر انکا مشکور ہے)



حضرت مولانا عبدالرحمٰن (سکھر والے)

فاضل کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن بن حضرت مولانا کمال الدین بلوچستان میں تولد ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ بلوچستان سے سکھر (سندھ) تشریف لائے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب سکھر شہر کے آباد ہونے کے ابتدائی دن تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم مولانا کمال الدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد سندھ کے نامور فقیہ، ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث حضرت علامہ خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی قدس سرہ کی مرکزی درسگاہ ہمایوں شریف میں ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت و خلافت: علامہ عبدالرحمٰن نے سلسلہ نقشبندیہ میں غوث الزمان، قطب الدوران، حضرت خواجہ عبدالقیوم جان مجددی قندھاری قدس سرہ العزیز کے دست بیعت ہوئے۔ اس کے بعد خلافت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: مولانا عبدالرحمٰن نے نیو سکھر میں دینی درسگاہ قائم کی تھی، جہاں درس دیا کرتے تھے۔ حجاز مقدس، عراق، شام اور بمبئی وغیرہ دور دراز علاقوں و ممالک سے طلباء سکھر آ کر علوم و فیوض اخذ کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ جس مسجد شریف میں درس دیا کرتے تھے وہ آج سکھر کی کپڑا مارکیٹ میں مدینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ (شریعت سوانح نمبر)

مولانا عبدالرحمٰن کے پوتے مولانا غلام محمد کا بیان ہے: روہڑی شریف کے نامور بزرگ و شاعر فقیر قادر بخش بیدل، مولانا عبدالرحمٰن کے شاگرد تھے۔ ایک روز بیدل فقیر شرح جامی کا درس لے رہے تھے کہ اچانک دوران درس "عشق" کا لفظ آیا۔ فقیر بیدل رک گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور استاد محترم سے عرض کی: حضرت! "عشق" کا لفظ زمین و آسمان سے بڑا نظر آ رہا ہے، میرے لئے یہی کافی ہے اب مجھ سے آگے نہیں پڑھا جاتا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ) حضرت مولانا عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر ایک شخص مسلمان ہوا جس کا نام غلام حسین رکھا گیا۔ غلام حسین نے مولانا صاحب کے پاس دینی علوم میں تحصیل کی۔ مولانا غلام حسین نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت شاہ فیض جمالی فیض آباد احمدانی تحصیل ڈیرہ غازی خان (پنجاب) میں مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ سے

سندھ کے نامور عالم و مدرس مولانا سید محسن علی شاہ (میاں جو گوٹھ) نے استفادہ کیا۔

(مولانا عبدالرحمٰن، مضمون نگار مولانا محمد قاسم اویسی یاسینی، الراشد صفر ۱۳۹۸ھ)

تلامذہ: حضرت علامہ عبدالرحمٰن کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔ جس میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- نامور صوفی شاعر فقیر قادر بخش بیدل روہڑی شریف ضلع سکھر
- مولانا غلام حسین ڈیرہ غازی خان
- مولانا عبدالکریم بن حضرت مولانا عبدالرحمٰن
- مولانا عطاء اللہ، مولانا عبدالرحمٰن کے بھانجے

مورخ سندھ رحیم داد مولائی شیدائی، آپ کے خاندان کے متعلق رقمطراز ہیں:

اولاد:

- مولانا عبدالکریم بن الحاج مولانا عبدالرحمٰن، ۱۹۰۷ء سے عیدگاہ سکھر کے امام رہے۔
- الحاج میاں عبدالحکیم بن الحاج مولانا عبدالرحمٰن ان کے دو بیٹے عبدالعزیز اور عبدالغفور تھے۔
- مولانا حکیم غلام محمد بن مولانا عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمٰن اپنے والد مرحوم کے بعد عیدگاہ کے امام مقرر ہوئے۔ اور بندر روڈ سکھر پر مطب چلاتے تھے اور راقم شیدائی کے دوست تھے۔
- مولانا عطاء اللہ (مولانا عبدالرحمٰن کے بھانجے و شاگرد تھے) کامل ولی اللہ تھے۔
- موانا احمد بن مولانا عطاء اللہ اس وقت سکھر کے مختار کار ہیں۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۹ء کے حالات سے متاثر ہو کر مولانا عبدالرحمٰن کا خاندان سکھر وسط سے پرانہ سکھر منتقل ہو گیا۔ (تاریخ سکھر)

عادات و خصائل: آپ شریعت و طریقت کے پابند، بڑے مہمان نواز، کتنے ہی کیوں نہ مہمان مسافر آجائیں سب آپ کے دسترخوان سے مستفیض ہو کے جاتے تھے۔ شروع میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھا لیکن بعد میں آپ ہمہ تن سب کچھ چھوڑ کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور ان کی رہبری و رہنمائی میں مصروف ہو گئے چنانچہ آپ کی تبلیغ و ارشاد سے بہت سے کفار دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو کر دارین کی فوز و فلاح سے ہمکنار ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ میں آپ پر مقدمے بھی قائم کئے گئے لیکن آپ کے پایہ استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی اور آپ سب کچھ سہتے ہوئے اعلاء کلمۃ الحق اور تبلیغ دین مبین میں مصروف رہے اور مسلسل کافروں کو مسلمان کرتے رہے۔ (صوفیائے نقشبند ج ۲)

آپ کے چہرہ مبارکہ میں قدرت نے وہ کشش و نورانیت رکھی تھی کہ کافر دیکھ کر بے خود ہو کر کلمہ

شریف پڑھ کر مسلمان ہو جاتے تھے اس لئے انگریز گورنمنٹ نے آپ پر پابندی لگائی کہ آپ ہندو آبادی میں نہیں جائیں گے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کا تذکرہ قاطع وہابیت فاتح نجدیت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تذکرة الصلحاء في بيان الاتقياء" (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) میں کیا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ہمعصران علماء و مشائخ کا تذکرہ کیا ہے جن کی صحبت سے لذت یاب ہوئے۔ اس سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کا مسلک مبارک واضح ہو رہا ہے اور مخالفین کو جھوٹی کہانیاں گھڑنے اور تاریخ مسخ کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جیسے جیسے حقائق ظاہر ہوں گے تاریخ پر پڑے ہوئے پردے تار تار ہو جائیں گے۔

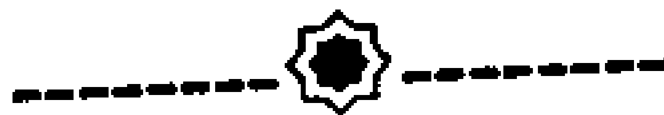
وصال: عارف کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن نے ستر سال کی عمر میں طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر ۲۳، شوال المکرم ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی مزار شریف سکھر شہر کے وسط میں (نزد گھنٹہ گھر) شیخ شینھن سرکار کے مشہور و معروف قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

مولانا محمد صالح مرحوم ساکن ڈکھن تحصیل مدیجی ضلع سکھر نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا:

صاحب فیض و کرامت، عارف قطب زماں
مولوی عبدالرحمٰن شیخ اسلام جہان
وارث سجادہ حضرت رسول ذوالکرم
شیخ اکمل، فخر علماء، عارف عالی مقام
در جہاد نفس و شیطان عمر خود را کرد صرف
دوسرائے باغ جنت شد خراماں جو شہان
سال تاریخ وصالش جست صالح از خرد
صورت تاریخ وصلش، اینچنیں کردہ بیان

بیست و سوم ازماہ شوال، شب آدنیہ بود
کان گہر در گنج دان خاک لحد شد نہاں
باز از سال وصالش اینچین دادہ خبر
مجتہد دوراں دور نامہ رونق اسلامیاں
۱۳۱۴ھ

(تذکرہ مشاہیر سندھ)



قاضی میاں عبدالکریم

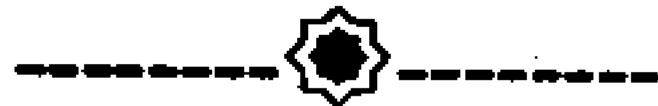
حضرت قاضی میاں عبدالکریم، ساہتی کے مشہور و قدیم تاریخی شہر کھاہی کندن (تحصیل و ضلع نوشہرو فیروز سندھ) کے "قاضی خاندان" کے چشم و چراغ، جید عالم دین، ادیب، شاعر اور نثر نویس تھے۔

قاضی صاحب کلہوڑا دور کی آخری خانہ جنگی کے وقت زندہ تھے اور میر ٹالپروں کے ابتدائی دور میں ساٹھ برس کی عمر میں اس فانی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ "کھاہی کندن" میں آپ کا دینی مدرسہ تھا جس میں ساری زندگی عربی فارسی، حدیث اور فقہ کا درس دیا۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف سندھی اور عربی میں تھیں۔ قاضی صاحب کی تصانیف میں سے ایک قلمی نسخہ ملا ہے جو کہ سورہ یٰسین کا منظوم سندھی میں ترجمہ و تفسیر ہے۔

(ڈاکٹر قریشی حامد علی (مضمون نگار) الرحیم حیدر آباد ۱۹۶۸ء)

قاضی صاحب کی زندگی کے متعلق تفصیلات نہ مل سکی ولادت و وفات، تلامذہ و تصانیف کے سلسلہ میں مواد نہ ملا۔ ساہتی کے مشہور دانشور ڈاکٹر حامد علی کو یہی تفصیلات مل سکیں جو انہوں نے درج کی ہیں۔

سورہ یٰسین کے مذکورہ نسخے کو مخدوم غوث محمد گوہر صاحب نے حاصل کر کے بڑی محنت و لگن سے موجودہ سندھی میں منتقل کر کے الکبیر اکیڈمی کوٹڑی کبیر (ضلع نوشہرو فیروز) سے ۱۹۹۰ء کو شائع کیا ہے۔ سورہ یٰسین کے منظوم تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب اہل سنت و جماعت کے جید عالم دین، عاشق رسول مقبول، نعت گو شاعر اور دینی معتبر کتب کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔



مولانا قاضی عبدالکریم ڈاہری

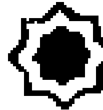
حضرت قاضی عبدالکریم بن قاضی نعمت اللہ ڈاہری گوٹھ "سن" تحصیل دولت پور ضلع نوابشاہ میں تیرہویں صدی میں تولد ہوئے۔ قاضی عبدالکریم ڈاہری کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی "مریم" تھا۔ وہ ثانی غزالی عارف کامل حضرت مخدوم ابوالحسن ڈاہری قدس سرہ الاقدس کی پوتی تھیں۔ اور مخدوم صاحب کے بیٹے میاں عبدالرسول ڈاہری کی صاحبزادی تھیں۔ ایک طرف قاضی عبدالکریم، مخدوم ابوالحسن کی پوتی کے بیٹے ہیں تو دوسری جانب سے مخدوم ابوالحسن کے چچا میاں مہر علی ڈاہری کی اولاد میں سے ہیں۔

قاضی عبدالکریم لاولد تھے فقط ایک بھائی تھے جس کا نام حکیم قاضی عبدالغنی ڈاہری (وفات ۹، ذوالحجہ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۳ء) ہے۔ قاضی عبدالغنی اپنے وقت کے نہایت نامور حکیم ہو گذرے ہیں۔

مولانا قاضی عبدالکریم ڈاہری نے تعلیم و تربیت مورو شہر کے " قاضی خاندان " کے نامور عالم دین، وقت کے بے مثال فقیہ حضرت علامہ قاضی عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

اس سے زیادہ معلومات دستیاب نہ ہوئیں اور آپ کے مزار کی نشاندہی بھی نہیں ہو سکی، ولادت و وصال کے سن کا بھی صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ (ڈاکٹر غلام محمد ڈاہری: میگزین مہران کالج مورو، مطبوعہ ۲۰۰۰ء)

قاضی عبدالکریم اپنے وقت کے نامور عالم دین، مدرس اور مفتی تھے، زندگی دین کی تبلیغ و اشاعت میں بسر فرمائی۔ زمانہ کی ستم ظریفی اور اپنوں کی بے قدری کے سبب ان کے حالات محفوظ نہ ہو سکے۔



فخر تھر، سرمایہ ملت مفتی محمد عبدالحق چانڈیو

حضرت مولانا حکیم الحاج مفتی محمد عبدالحق چانڈیو بن حافظ بلوچ خان اپنے والد ماجد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ گوٹھ راؤتسر تحصیل چھاچھرو ضلع تھر پارکر سندھ میں پیر کی شب ۱۰، ذوالحجہ ۱۲۹۱ھ کو تولد ہوئے۔ ولادت سے چار ماہ قبل آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے دادا جان میاں حاجی احمد خان کے پاس قرآن شریف ناظرہ پڑھا۔ جب آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اپنے گوٹھ سے باہر حصول تعلیم کے لئے سفر کیا۔ ابتدا میں گوٹھ رپ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حیدرآباد جا کر تعلیم جاری رکھی۔ اس کے بعد درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ میں جامعہ راشدیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

مدرسہ مظہر الحق والہدایہ کا قیام: مولانا مفتی عبدالحق نے ۱۸۹۳ء میں مدرسہ رجسٹرڈ کرایا۔ تعلیم و ترقی پر توجہ مرکوز فرمائی۔ اور مختلف فنون کے اساتذہ کو مدرسہ میں مدرس مقرر فرمایا۔ مدرسہ کی شہرت جب دور دور تک پہنچی تو تھر، لاڑ، سندھ، الور، جودھپور، کچھ، ماڑواڑ اور ہندوستان سے طلباء حصول علم کے لئے اس مدرسہ کا رخ کرتے تھے۔ اس طرح بے شمار نفوس اس دارالعلوم سے دینی و روحانی علوم حاصل کر کے ملک کے اطراف میں پھیل کر دین اسلام، مسلک حق اہل سنت، مذہب احناف کی خدمت و ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

گرلس اسکول کا قیام: تھر، جہاں قدم قدم پر ناخواندگی کا سامنا تھا، اور ہر ایک قوم میں جہالت کے سبب جدا جدا رسم و رواج مروج تھے۔ مفتی عبدالحق صاحب بیدار مغز ثابت ہوئے انہوں نے ناخواندگی کو بھانپ لیا اور جہالت و بدعت کو ختم کرنے کا واحد حل علم کی روشنی میں سمجھتے تھے۔ اس لئے راؤتسر میں " گرلس اسکول " یکم جنوری ۱۹۳۰ء میں قائم کیا۔ یکم جنوری ۱۹۳۵ء میں

تعلیم بالغان کیلئے "شبانہ اسکول" قائم کیا اور اس سے قبل "مسلم اسکول" سن ۱۹۲۰ء میں رجسٹرڈ کروالیا تھا۔

دارالافتاء: مفتی صاحب نے دارالعلوم میں "دارالافتاء الشرعی" قائم فرمایا۔ صحرائے تھر میں واحد مرکزی دارالافتاء تھا، جہاں سے شرعی فتاویٰ جاری ہوتے تھے، مسلمان دینی مسائل میں رجوع فرماتے تھے، ان کی بھرپور رہنمائی کی جاتی تھی۔

کتب خانہ: مفتی عبدالحق نے دارالعلوم میں ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی جو کہ تین کمروں پر مشتمل تھی۔ جس میں حدیث، تفسیر، تاریخ، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، تصوف، طب، ادب، انگریزی، منطق، فلسفہ، جیومیٹری، ریاضی، سائنسی، فقہ ائمہ اربعہ، شیعہ کی معتبر کتب، اخبار و رسائل، قلمی کتب، درسی کتب وغیرہ موجود تھیں۔ جامعۃ الازہر مصر کی مطبوعات بھی اس کتب خانہ کی زینت تھیں۔ مورخ سندھ خاں بہادر محمد صدیق میمن سندھ کی تاریخ رقم کرتے وقت راؤتسر آئے تھے اور مفتی صاحب سے ملاقات کی مشورے لئے اور اس کتب خانہ سے استفادہ بھی کیا تھا اور "تاریخ سندھ" کی ابتداء میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔

عادات وخصائل: مفتی عبدالحق بڑے فراخدل، سخی مرد، حسن اخلاق کے پیکر، درد دین سے سرشار، ہمدرد، مخلص صائم الدھر، قائم اللیل، عابد زاہد اور تلاوت قرآن مجید، دلائل الخیرات و درود شریف ورد میں رکھتے تھے۔ نوافل تہجد، اشراق، اوابین بلا ناغہ ادا کرتے تھے۔ دن رات تسبیح پڑھتے رہتے تھے۔ حقوق العباد کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ گوٹھ والوں پر نہایت مہربان تھے، ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے تھے، انہیں درخواست وخط وغیرہ بھی خود فی سبیل اللہ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ ضرورت مندوں کی امداد فرماتے تھے۔ آپس کی رنجشوں کو مفتی صاحب صلح صفائی سے ختم کرا کے محبت کی داغ بیل ڈالتے تھے۔ آپ کے اخلاص کی برکت سے بہت سارے خاندانی جھگڑے ختم ہو گئے۔ شرک بدعت اور غلط رسم ورواج کے خلاف علم کی روشنی کو پھیلایا۔ گوٹھ گوٹھ میں جا کر دین کی باتیں بتاتے، مرجھائے ہوئے دلوں میں حب رسول ﷺ اجاگر کرتے، حج کی ترغیب دیتے، گوٹھوں دیہات میں مسجد مکتب قائم کرائے، زکوٰۃ کی رقم اپنی ذات پر اور مدرسہ پر خرچ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی اخلاق کریمہ سے متاثر ہو کر سیکڑوں لوگ مسلمان ہوئے۔

حلیہ: مفتی صاحب بدن کے نحیف، رنگ مشکی، قد درمیانہ، شلوار قمیض، واسکوٹ، سر پر عمامہ شریف ہاتھ میں عصا، اور کھانہ پینا انتہائی سادہ۔

حرمین شریفین: پانچ مرتبہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ پانچ حج کیے اور اتنی ہی بار دربار رسالت مآب ﷺ میں نہایت عقیدت سے حاضری دی اور درود وسلام کے گجرے پیش کیے۔

مزارات مقدسہ کا سفر: برصغیر کے تمام مشہور تاریخی شہروں کا سفر کیا خصوصاً اجمیر شریف، روہڑی شریف، سیوہن شریف، ملتان شریف، کراچی، بمبئی اور ہندوستان سے باہر بیت المقدس، شام اور دیگر عرب ممالک کی نامور مزارات مقدسہ کی خاص زیارت کے لئے سفر اختیار کیا اور حاضری کی سعادت حاصل کر کے روحانی بالیدگی حاصل کی۔

اولاد: مفتی عبدالحق کو دو بیٹیاں اور ایک بیٹا محمد عبدالہادی تولد ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے نے آگے جا کر نام پیدا کیا آپ کا صحیح جانشین بنا، آپ کی مشن کی تکمیل کی، مولانا حکیم مفتی محمد عبدالہادی چانڈیو کے نام سے تھر میں شہرت حاصل کی۔

احباب: مفتی عبدالحق کے احباب کی لسٹ طویل ہے، ملک کے نامور علماء، حکماء اور صوفیاء کرام سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ مثلاً قاطع نجدیت، خطیب اہل سنت مولانا پیر غلام مجدد سرہندی۔ مولانا محمد عثمان قرانی، مولانا محمد عثمان نور رنگ زادہ، مولانا محمد صالح سموں (میر پور خاص) وغیرہ۔

شاعر: مفتی عبدالحق صاحب جید عالم، حاذق حکیم، دینی دانشور، نامور مفتی، بہترین سماجی رہنما، اعلیٰ منتظم، بے دار مغز استاد، عظیم واعظم، مبلغ قرآن، ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ نعت گو شاعر بھی تھے۔ حضور پرنور ﷺ کے سچے عاشق، محب صادق تھے اسی محبت کو شاعری کے الفاظ دیئے۔ مفتی عبدالحق حضور علیہ السلام کے ثناءخواں تھے۔ آپ نے حمد، نعت، مولود، منقبت اور مناجات پر مشتمل شاعری کی۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے آپ کے سوانحی مضمون میں آپ کی ایک نعت شریف (سندھی) نمونہ کے طور پر درج کی ہے۔

اعلیٰ پائے کے منتظم: مفتی محمد عبدالحق خود بھی مدرس، حکیم، امام، خطیب، اسکول کے ہیڈ معلم، مدرسہ کے مہتمم، مسجد کے متولی، درویش، عالم ربانی، مفتی، قاضی، سماج سدھار رہنما اور اعلیٰ پایہ کے منتظم تھے۔ آپ کردار کے غازی تھے آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جو غیر مسلم مسلمان ہوتے آپ ان کا نام تاریخ، ماہ، سن درج کرتے جس کیلئے ایک رجسٹر ڈ صرف اسی کام کے لئے رکھا ہوا تھا۔

دارالعلوم کے اساتذہ: مولانا مفتی عبدالحق چانڈیو کے علاوہ درج ذیل علمائے کرام اس دارالعلوم میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔

- علامہ مولانا محمد امین گوہرسانڈ گوٹھ شاہو سانڈ تحصیل ننگر پارکر۔ مولانا صاحب نے مدرسہ میں ۱۹۱۲ء تا ۱۹۴۱ء تک مسلسل درس دیا۔ ۱۹۷۲ء میں انتقال کیا۔ اولاد میں صرف دو نواسے مولوی ہیں۔

- علامہ مولانا عبدالحکیم درس گوٹھ سوجاویری تحصیل سانچور ضلع مولانا صاحب ۱۹۱۵ء سے مدرسہ سے وابستہ رہے اور اخیر عمر تک پڑھاتے رہے۔ مذکورہ دونوں اساتذہ منتہی طلباء کو پڑھاتے تھے۔
- مولانا حکیم حاجی مفتی محمد عبدالہادی بن مفتی محمد عبدالحق۔ اسی مدرسہ کے فاضل تھے، تفصیلی سوانح اپنے مقام پر ہے۔ ۱۹۲۵ء میں مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے اور اخیر عمر تک پڑھاتے رہے ۱۹۷۱ء میں انتقال کیا۔
- مولانا عبدالغفور راھمو، گوٹھ نون تڑ (ہندوستان) کے تھے۔ مولانا صاحب اسی دارالعلوم کے فاضل اور بعد میں مدرس مقرر ہوئے۔ کافی عرصہ مادر علمی میں پڑھایا۔ ۱۹۴۸ء کے بعد اپنے گوٹھ گئے اور وہیں مدرسہ میں درس دیا۔ آج بھی ان کا مدرسہ فیصل آباد نزد عمرکوٹ میں قائم ہے۔ آپ کی اولاد میں مولوی تاج محمد صاحب ہے جو کہ جامع مسجد عمرکوٹ کے مدرسہ میں قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں۔
- مولانا محمد صدیق راھمو گوٹھ نون تڑ (ہندوستان)۔ مولوی صاحب اسی مدرسہ کے فاضل بعد میں مدرس مقرر ہوئے۔ مفتی عبدالحق نے مولوی صاحب کو مسجد شریف کے ساتھ گھر بنوا کر دیا، شادی کرائی اور حج کرایا۔

  مولانا محمد صدیق نے ۱۹۶۲ء تک مدرسہ میں درس دیا اور ۱۹۶۲ء میں انتقال کیا۔
- مولانا احمد علی چانڈیو گوٹھ راوتسر بن مولانا مفتی محمد عبدالہادی نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد مدرس بنے۔ ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۱ء تک مدرسہ سے وابستہ رہے۔ ۱۹۴۱ء میں انتقال کیا اور لاولد تھے۔
- مولانا حاجی محمد عالم چانڈیو بن مولانا حکیم مفتی عبدالہادی اسی مدرسہ کے فاضل و مدرس تھے۔ ۱۹۴۹ء کو مدرس مقرر ہوئے اور تاحیات درس دیا بعد میں دارالعلوم کے مہتمم بن گئے۔
- مولانا محمد راجڑ گوٹھ گل راجڑ۔ مولوی صاحب اسی مدرسہ کے فاضل اور بعد میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۹ء تک مدرس رہے۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ واپس چلے گئے۔
- مولانا حاجی محمد عبدالحق چانڈیو گوٹھ راوتسر بن مولانا حاجی محمد عالم نے اسی مدرسہ سے تعلیم حاصل کر کے ۱۹۶۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد میں مدرس اور مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کو پانچ بیٹے ہیں۔

تلامذہ: دارالعلوم مظہر الحق والہدایہ راوتسر سے بہت سے علماء فارغ التحصیل ہو کر پورے تھر میں پھیل گئے، مساجد و مدارس قائم کئے جہاں گیتی میں علم کے دیئے جلائے اور پورے تھر کو علم کے نور سے منور کیا۔

دارالعلوم کو ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ناتلافی نقصان پہنچا، جس میں دارالعلوم کا ریکارڈ بھی ضائع ہوگیا۔اس کے باوجود بعض فضلاء کے اسماء معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

- مولانا حکیم حاجی مفتی محمد عبدالہادی چانڈیو
- مولانا محمد سلیم واگھوریو
- مولانا جلال الدین ساندسا کن گوٹھ سائوں (اب یہ گوٹھ ہندوستان میں ہے)
- مولانا محمد امین چانڈیو ٹالھی حاجی جعفر خان چانڈیو
- مولانا معین الدین راجڑ
- مولانا محمد علی ساکن وجڑ ہاری
- مولانا محمد صالح ساکن وجڑ ہاری
- مولانا محمد دائد جنجھی گوٹھ صالح جنجھی
- مولانا عبدالغفور راہموگوٹھ فیصل آباد نزد عمر کوٹ
- مولانا محمد صدیق راہموگوٹھ راوتسر
- مولانا احمد علی چانڈیو
- مولانا محمد عالم جونیجو تحصیل نگر پارکر ضلع تھر پارکر
- حضرت مولانا جلال الدین سنگراسی بانی دارالعلوم غوثیہ گوٹھ دھاکلو تحصیل چھاچھرو ضلع تھر پارکر
- مولانا حافظ شفیع محمد جونیجو راوتسر

لیتھو پریس: مفتی صاحب تھر کو علم کے نور سے روشن دیکھنا چاہتے تھے۔اس لئے دین اسلام مسلک اہلسنت و جماعت کی اشاعت کے لئے لیتھو پریس خرید کر دارالعلوم کے ایک کمرے میں نصب کیا۔بعض کتب اس پریس سے چھپ کر عام ہوئی۔علمی کتب کی اشاعت کا مستقل پروگرام تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔

شفاخانہ: مفتی عبدالحق نے قحط زدہ علاقہ تھر میں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ان کو جسمانی طور پر بھی صحت مند دیکھنا چاہتے تھے اور مفت علاج کے ذریعے ان کے دکھوں کو بانٹنا چاہتے تھے۔آخری عمر تک انسانوں کی خدمت میں پیش پیش رہے۔

دواخانہ اور دواسازی: مفتی صاحب جڑی بوٹیوں سے موسم گرم اور سرد کے مطابق خود دوائیں تیار کرتے تھے۔کشتہ و معجون و شربت بناتے تھے اور ہر دوا میں آب زم زم شریف کے قطرے تبرکا ملاتے تھے۔ریگستان کا پورا علاقہ اسی دواخانہ سے مستفید ہوتا رہا۔

پوسٹ آفس: انگریز گورنمنٹ میں راوتسر میں پوسٹ آفس قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ بالآخر کوشش رنگ لائی اور ۱۹۱۵ء میں برانچ پوسٹ آفس قائم ہوئی۔ پوسٹ کے قیام سے راوتسر کا ہندوستان کے دیگر علاقوں سے رابطہ ہوا، عوام الناس کے لئے آسانیاں پیدا ہوئیں۔ دواخانہ کے لئے دوائیں اور لائبریری کے لئے کتب مصر، حجاز مقدس، دہلی، بمبئی، احمد آباد، لاہور اور کراچی وغیرہ سے آسانی سے پہنچ جاتی تھیں۔

وصال: مولانا حکیم الحاج مفتی محمد عبدالحق نے ۶۷ سال کی عمر میں ۱۳، شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸، جنوری ۱۹۳۹ء کو اس فانی جہاں سے انتقال کیا۔ اپنے قائم کردہ مرکز میں آپ کی مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے پوتے مولانا احمد علی بن مفتی عبدالہادی چانڈیو نے سندھی میں قطع تاریخ وفات کہا۔

(ماخوذ: سہ ماہی مہران جامشورو ص ۲۵، ۱۹۹۵ء مضمون نگار: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب، مضمون کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حافظ عبدالرزاق مہران سانگھڑ نے فراہم کی فقیر ممنون ہے)

--------✿--------

حضرت مولانا مفتی عبدالہادی چانڈیو

مولانا مفتی محمد عبدالہادی بن مولانا حکیم الحاج مفتی محمد عبدالحق چانڈیو یکم جمادی الاول ۱۳۱۷ھ بمطابق ۳، جون ۱۸۹۷ء بروز سوموار گوٹھ راوتسر (تحصیل چھاچھرو ضلع تھرپارکر سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اسلامی تعلیم و تربیت کیلئے والد صاحب نے صاحبزادے کو اپنے مدرسہ مظہر الحق والہدایہ راوتسر میں داخل کرلیا۔ مفتی عبدالہادی نے اپنے والد بزرگوار مفتی عبدالحق، مولانا محمد امین گوہرساند، مولانا عبدالحکیم درس وغیرہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ مولانا مفتی عبدالہادی نہایت ذکی ذہین تھے دوران تعلیم پوری توجہ تعلیم کی جانب تھی، اس لئے جلد ہی کتابیں پوری کرلیں اور ۲۷، رجب المرجب ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء کو ایک عظیم الشان جلسہ دستار فضیلت مدرسہ مظہر الحق والہدایہ کی جانب سے راوتسر میں منعقد ہوا، جس میں سندھ کے نامور جید علماء و ممتاز خطباء نے شرکت کی اور دیگر طلباء کے ساتھ مولانا مفتی محمد عبدالہادی کی دستار فضیلت ہوئی۔ دستار کا پہلا پیچ تھر کی نامور علمی شخصیت مولانا محمد عثمان قرانی مجددی نے باندھا تھا۔ اس کے بعد مولانا عبدالہادی نے مسلم اسکول راوتسر سے پرائمری کی تعلیم حاصل کی اور فائنل کی تیاری شروع کی اور مٹھی (ضلع تھرپارکر کا صدر مقام) سے فائنل کا امتحان پاس کیا۔

درس وتدریس: مولانا مفتی عبدالہادی بعد فراغت مادر علمی میں مدرس مقرر ہوئے اور زندگی بھر درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ اس طرح تھر جیسے پسماندہ علاقہ میں علم دین کو فروغ ملا۔ درس کے بعد اکثر وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔

سفرِ حج: مولانا صاحب ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول کریم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ سفر حج میں حاجی الہہ دتہ مہران پوتہ، حاجی یار محمد ٹالھی، حاجی مقیم میمن ٹالھی رفیق سفر تھے۔ آپ نے دوران حج و منیٰ میں امام انقلاب، حر تحریک کے سپہ سالار، شیخ طریقت حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی راشدی شہید قدس سرہ سے شرف ملاقات وزیارت کی۔

مدینہ منورہ میں جامعہ مدینہ کے شیخ سے ملاقات کی علمی مجلس قائم ہوئی، شیخ نے آپ کے تبحر علمی کی تعریف کی اور سند حدیث عطا فرمائی۔

صدمے: حج شریف سے واپسی ہوئی تو اپنے معمول کے مطابق دارالعلوم میں تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ ۱۳، شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ میں والد صاحب کا انتقال ہوا۔ پدری شفقت سے محروم ہوگئے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد تمام کام کی ذمہ داریاں آپ پر عائد ہوئیں۔ آپ نے والد صاحب کے تمام کام جاری رکھے اور صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ پہلے صدمہ سے ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ بڑے بیٹے مولانا احمد علی اصغر کا ۱۹، جمادی الاول ۱۳۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ تیسرا صدمہ مولانا مفتی عبدالہادی کو ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ملا کہ مال اسباب، مسجد، مدرسہ، گھر، کتب خانہ، پریس، دواخانہ، ہینڈ پمپ اور ڈاک خانہ وغیرہ دینی ورفاہی اداروں کو شدید نقصان پہنچا۔ جنگ کے بعد مفتی عبدالہادی نے دوبارہ ان کی تعمیر وترقی پر توجہ دی۔

خدمات: والد صاحب کے انتقال کے بعد مفتی عبدالہادی نے دوسرے نمبر بیٹے مولانا حاجی محمد عالم اور پوتے مولانا حاجی عبدالحق کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی۔ بہت سارے کام آپ کے ذمہ تھے مثلاً: تین اسکول کے ہیڈ معلم، دارالعلوم کے مہتمم، دوا سازی، امامت، خطابت، شرعی فیصلے، فتاویٰ نویسی، ڈاک خانہ، مطب اور دیگر رفاعی وسماجی خدمات سرانجام دیں۔ اپنے والد مرحوم کی طرح خدمت کے جذبہ سے سرشار تھے، تعمیری سوچ کے حامل تھے، ملت کی ترقی کے لئے بہت کچھ کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔

مولوی آباد کا قیام: ایک روز راؤتسر کی تمام ذمہ داریاں اپنے صاحبزادے مولانا محمد عالم کے سپرد کر کے خود گوٹھ ہیرار گئے (جو کہ آپ کا آبائی علاقہ تھا لیکن رہائش نہ ہوئی تھی)۔ آپ کے والد مرحوم کی خواہش تھی کہ گوٹھ ہیرار کے قریب ایک نئی بستی آباد کی جائے اس لئے والد کی خواہش کو پورا

کرنے کے لئے "گوٹھ مولوی آباد" قائم کیا۔ گوٹھ کی تعمیر و ترقی کے لئے اپنے خرچہ پر ایک کنواں کھدوایا۔ مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی اور برانچ پوسٹ آفس قائم کروائی۔ گوٹھ کی چوڑی گلیاں اور آب نکاسی کا بہترین نظام قائم کیا اور درخت لگوائے۔ مسجد شریف و مدرسہ کے لئے معلم مقرر کئے۔ تھوڑے عرصہ میں گوٹھ آباد ہو گیا اور مولوی آباد میں بھی اسلام کی تعلیم کا چرچہ ہونے لگا۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ راوتسر واپس آ گئے۔ بے شمار مصروفیات کے باوجود تصنیف کی جانب بھی توجہ دی۔ درج ذیل تصنیف آپ کی یادگار ہیں۔

تصنیف و تالیف:

۱۔ فتاویٰ [illegible] دو جلدیں

۲۔ وصیت نامہ: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے عربی وصیت نامہ کا سندھی ترجمہ

مولانا عبدالہادی چانڈیو نے سن بلوغت سے لے کر آخر عمر تک زاہد و پرہیزگار رہے۔ نماز

عبادت و ریاضت: پنج گانہ، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین کے نوافل، تلاوت کلام پاک اور دلائل الخیرات شریف کا ورد بلاناغہ جاری رکھا۔ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتے تھے، سواری پر بھی ذکر اذکار جاری رکھتے تھے، دعا کرتے وقت اکثر گریہ فرماتے تھے۔ (سہ ماہی مہران ۱۹۹۵ء)

مفتی عبدالہادی اور ان کے والد ماجد دلائل الخیرات شریف کے عامل تھے اس لئے اس کتاب سے ایک حدیث شریف تبرکاً نقل کرتا ہوں:

عرض کی گئی رسول اللہ ﷺ سے، کیا آپ جانتے ہیں انہیں جو آپ پر درود بھیجتے ہیں، جو آپ سے غائب ہیں اور جو آئیں گے آپ کے بعد، ان دو گروہوں کا حال کیسا ہے، آپ کے نزدیک؟

فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُهُمْ وَ تُعْرَضُ عَلٰی صَلٰوةُ غَيْرِهِمْ عَرْضاً۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سنتا ہوں محبت والوں کا درود اور انہیں پہچانتا ہوں۔ اور پیش کیا جاتا ہے درود ان کے غیروں کا۔ (دلائل الخیرات فضائل الصلوۃ مترجم علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ ص ۴۹)

اہلسنت و جماعت والے محبت سے درود و سلام پیش کرتے ہیں حضور انور ﷺ ان کا درود و سلام یہاں کا خود وہاں سماعت فرماتے ہیں اور درود و سلام پڑھنے والوں کو پہچانتے ہیں۔ معلوم ہوا آپ ﷺ دور سے سنتے ہیں، غیب کا علم رکھتے ہیں اور دنیا بھر میں بسنے والے اپنے غلاموں کو جانتے پہچانتے ہیں۔

یہی مفتی عبدالہادی چانڈیو کا مسلک تھا۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

مولانا عبدالہادی سخی مرد، مہمان نواز، حلیم طبع، کم گو، حاذق حکیم تھے، مفت علاج کرتے تھے۔ دینی طبی فیوض و برکات لٹاتے تھے، مفتی تھے دور دراز علاقہ سے لوگ الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کیلئے آپ کے حضور میں آتے تھے۔ حافظہ کی قوت کا اس سے اندازہ کریں کہ کتاب کا نام باب صفحہ اور سطر تک بتا دیتے تھے۔ تھرپارکر، عمرکوٹ اور میرپورخاص اضلاع سے عوام وخواص [illegible] مسائل میں آپ کی ہی جانب رجوع کرتے تھے۔

شاعری: ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضور پرنور ﷺ کی محبت میں سرشار دل رکھتے تھے، حضور ﷺ کے ثنا خواں و نعت گو شاعر تھے۔ آپ کی شاعری حمد، نعت، مولود، مناجات، منقبت پر مشتمل ہے۔ اکثر شاعری و دیگر ذخیرہ کتب [illegible] ۱۹۷۱ء کی جنگ میں تباہ ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اولاد: مولانا مفتی عبدالہادی کو دو بیٹے تولد ہوئے [illegible] دوسرے بیٹے مولانا حاجی محمد عالم مدرسہ [illegible]

وصال: مفتی عبدالہادی ہفتہ علالت میں گزار کر ۸۲ سال کی عمر میں [illegible] فروری ۱۹۷۹ء [illegible] ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ھ سوموار کی شب [illegible] کنڈر اوتسر کے قبرستان میں والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے جہاں آپ کی مزار شریف ہے۔

سن رحلت فقیر عبدالہادی

مشرف شد بلطف جود ہادی

۱۳۹۹ھ

حضرت مولانا عبدالصمد میتلو

استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ عبدالصمد بن عبداللہ میتلو کی ولادت تحصیل ڈوکری (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ "بڈو واہن" میں تقریباً ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: اپنے آبائی گوٹھ میں حکیم حاذق اور عالم دین مولانا اللہ بخش پنجابی کے پاس قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد قریب میں گوٹھ "چھتو واہن" میں پرائمری کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ شمس العلوم گوٹھ خیر محمد آریجہ میں شیخ الادب حضرت مولانا تاج محمد کھوکھر کی خدمت میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی درسگاہ سے فن کتابت میں مہارت حاصل کی۔

بعد فراغت آپ کے استاد محترم نے آپ کو اسی درسگاہ میں مدرس مقرر کیا۔ وہیں

درس و تدریس: مادر علمی سے تدریس کا آغاز کیا۔ آپ نہایت ذکی محنتی اور فن تدریس کے قابل فخر اساتذہ میں سے ایک تھے۔ تھوڑے عرصے میں آپ نے مثالی استاد کے حوالہ سے شہرت حاصل کر لی تو سندھ کی مرکزی اور معیاری درسگاہ جامعہ راشدیہ، درگاہ شریف پیر جو گوٹھ کے مہتمم حضرت مولانا محمد صالح نے جامعہ راشدیہ کے لئے مولانا عبدالصمد کا انتخاب کیا اور مدرس مقرر کیا، جہاں مولانا نے ۲۳ برس تدریسی خدمات سرانجام دے کر اپنا لوہا منوایا۔ مولانا عبدالصمد جامعہ میں دوران تدریس چھٹیاں منانے اپنے گھر نہیں جاتے بلکہ جامعہ میں رہ کر طلباء کو فن کتابت سکھاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے تلامذہ عمدہ خوش خط ہیں۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے منتہی طلباء پر ڈیوٹی عائد فرماتے کہ وہ مبتدی طلباء کو پڑھائیں۔ اس کا مطلب مولانا، قابل فخر اساتذہ کی کھیپ تیار کرنا چاہتے تھے جو ان کے بعد سندھ میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ میرے خیال میں مولانا اس پرخلوص کوشش میں یقیناً کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ان کے تلامذہ آج بھی تدریس کے شغل میں مصروف عمل ہیں۔

مولانا عبدالصمد صرف ونحو اور ترکیب کے فن میں ماہر تھے، فارسی میں کافی دسترس رکھتے تھے اور علم میراث میں بھی کافی عبور تھا۔

جامعہ راشدیہ میں عرصہ دراز کی تدریس کے بعد ڈوکری کی جامع مسجد میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد دوبارہ جامعہ راشدیہ تدریس کے لئے تشریف لے گئے اور انہی دنوں حج مبارک کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۸۰ھ ماہ شوال میں حضرت مولانا ہدایت اللہ آریجوی نے اپنے گوٹھ خیر محمد آریجہ میں جامعہ حسینیہ رضویہ کی بنیاد رکھی تو مولانا عبدالصمد، مولانا ہدایت اللہ کی دعوت پر جامعہ راشدیہ سے رخصت ہو کر مدرسہ حسینیہ تشریف لے گئے جہاں تقریباً چھ ماہ مسند تدریس پر رونق افروز رہے۔ اس کے بعد جامع مسجد سکرنڈ (ضلع نوابشاہ) میں ڈھائی سال، مدرسہ عین العلوم امینانی شریف (ضلع دادو) میں تین سال، اور اس کے علاوہ لاڑکانہ شہر کے مدرسہ سید غلام مرتضیٰ شاہ جیلانی میں چار سال درس دیا۔ یعنی زندگی قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ میں صرف ہوئی، جہالت کی کالی رات میں علم کے دیئے جلائے اور ہر چار سو روشنی پھیلائی۔

درج ذیل حضرات نے جامعہ راشدیہ اور دیگر اداروں میں آپ سے شرف تلمیذ حاصل کیا۔

تلامذہ:
- مفتی عبدالرحیم سکندری شاہ پور چاکر
- مفتی محمد رحیم سکندری پیر جو گوٹھ
- مفتی در محمد سکندری سانگھڑ

- مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹھوی مہتمم مدرسہ مجددیہ عثمانیہ ٹھٹھہ
- مولانا ہدایت اللہ آریجوی مہتمم جامعہ حسینیہ رضویہ خیر محمد آریجہ ضلع لاڑکانہ
- مولانا سید غلام مجتبیٰ شاہ عرف مصری شاہ مدرس جامعہ راشدیہ
- مولانا محمد قاسم مصطفائی میرپور ماتھیلو
- مولانا بشیر احمد سکندری لیکچرار پبلک اسکول حیدرآباد
- مولانا حافظ نور احمد جیسر سکندری مہتمم مدرسہ صبغۃ العرفان احسان واہن تحصیل ڈوکری
- مولانا الٰہی بخش سکندری خطیب جامع مسجد بھلیڈنہ ضلع جیکب آباد
- مولانا قاری خدا بخش قاسمی خطیب جامع مسجد بہان سید آباد ضلع دادو
- مولانا حافظ محمد آدم مہر مہتمم مدرسہ حنفیہ صدیقیہ نور مسجد نزد سول ہسپتال ڈہرکی سندھ
- حافظ قاری ارباب علی عباسی نوشہرو فیروز
- مولانا حافظ عبدالخالق پیرزادہ جوہی ضلع دادو
- مولانا عزیز الرحمٰن مرحوم سابق خطیب جامع مسجد حنفیہ شہباز روڈ بدین
- مولانا حافظ رب ڈنہ پھنور خطیب جیکب آباد
- استاد الحفاظ حافظ الہڈ نہ چنہ مرحوم مہتمم مدرسہ انوار القرآن ڈوکری

بیعت: مولانا عبدالصمد میتلو سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت آغا عبداللہ جان سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔

اولاد: مولانا عبداللہ میتلو اور ماسٹر عبدالمجید میتلو آپ کے لخت جگر ہیں۔ اور اپنے والد کا سالانہ عرس نہایت عقیدت سے منعقد کرتے ہیں۔

تصنیف وتالیف: آپ کی تصانیف کے سلسلہ میں درج ذیل کتب کا علم ہوسکا ہے۔

- رہبر فارسی
- القول الانور فی بحث النور والبشر (سندھی) مطبوعہ غوثیہ کتب خانہ سانگھڑ

وصال: حضرت مولانا عبدالصمد نے ۴، ربیع الاول ۱۳۹۳ھ بمطابق اپریل ۱۹۷۳ء کو دوپہر کے وقت ۵۱ سال کی عمر میں سول ہسپتال لاڑکانہ میں حرکت قلب بند ہونے کی صورت میں انتقال کیا۔ گوٹھ بڈو واہن میں نماز جنازہ ہوئی، وہیں قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔ جہاں ہر سال ۴، ربیع الاول شریف کو عرس منایا جاتا ہے۔

[محترم حافظ نور احمد صاحب جیسر کا مشکور ہوں جنہوں نے ۱۹۹۶ء میں اپنے استاد گرامی

سے متعلق تفصیلی مواد فراہم کیا]

مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی

مجاہد جنگ آزادی علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی قادری قدس سرہ کے خانوادہ علمی و روحانی کے چشم و چراغ مولانا حکیم عبدالقیوم قادری بدایونی کے فرزند اصغر مولانا عبدالحامد بدایونی ۱۱، نومبر ۱۹۰۰ء کو دہلی میں اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ (مولانا بدایونی کی ملی و سیاسی خدمات ص ۱۵)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے آبائی اجدادی مدرسہ قادریہ میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ مولانا محب احمد۔ مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی (مصنف تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال) مولانا مفتی محمد ابراہیم، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا واحد حسین، اور مولانا عبدالسلام فلسفی سے تعلیم حاصل کی۔ آخر میں الٰہیات کی تکمیل اور قرأت قرآن شریف کے شوق میں آپ دو سال تک مدرسہ الٰہیات کانپور میں مقیم رہے۔

بیعت: آپ سلسلہ قادریہ میں بدایوں شریف کے نامور عالم دین و بزرگ حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی قدس سرہ کے دست پر بیعت ہوئے۔

خطابت: سند الفراغ کے بعد مدرسہ شمس العلوم بدایوں کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ تقریر خطابت و وعظ گوئی آپ کے خاندان کا ہمیشہ سے طرہ امتیاز رہا۔ چنانچہ مدرسہ شمس العلوم کے سالانہ جلسوں میں آپ کی تقاریر خصوصی اہمیت کی حامل ہوتی تھیں۔ تین سال تک مدرسہ شمس العلوم میں مولانا بدایونی درس دیتے رہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے دینی اور سیاسی جلسوں میں بھی خطاب فرماتے رہے۔

صوبہ بنگال کے مسلمانوں کی فرمائش پر کلکتہ کی عیدگاہ میں نماز عید پڑھانے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ (گلدستہ عقیدت مقالات بر حالات عبدالحامد بدایونی مطبوعہ ۱۹۷۱ء)

سفر حرمین شریفین: مولانا عبدالحامد بدایونی نے ۲۲ مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور حضور پرنور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ (گلدستہ عقیدت ص ۳۵)

تحریک خلافت: ترکوں کی امداد اور تحریک خلافت کو موثر بنانے کے لئے علی برادران (مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر) اور زعمائے خلافت نے گاندھی (انتہا پسند ہندو) کو انتہائی کوششوں کے بعد اپنے ساتھ شامل کیا اور ہزار ہا روپیہ گاندھی کی لیڈری اور "ہندو مسلم اتحاد"

کی خاطر خرچ کیا۔ لیکن تجربے اور مشاہدے نے اس چیز کو واضح کر دیا کہ گاندھی اور ہندو قوم، مسلمانوں کی اس تنظیم (تحریک خلافت) کو کسی طرح گوارا نہ کر سکے۔ پنڈت مالویہ، پٹیل اور تمام ہندوؤں زعماء ہر موقع پر در پردہ تحریک کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ چنانچہ ایک طرف چورا چوری کا ڈھونگ رچایا گیا تو دوسری طرف متھرا۔ آگرہ وغیرہ کے اضلاع میں مسلمانوں کو آریہ بنانے کی منظم مہم شروع کی گئی اور وہ گاندھی جنہیں علی برادران میدان سیاست میں لائے تھے، شردھانند کی تحریک آریہ سماج سے خلاملا کی باتیں کرنے لگے۔ دوسری جانب اسمبلی میں نہرو رپورٹ پیش کی۔ یہ رپورٹ مسلمانان ہند کی غیرت قومی کے لئے ایک چیلنج تھی۔ مولانا محمد علی اس رپورٹ کے بعد اور مولانا عبدالحامد بدایونی شدھی کے آغاز کے وقت کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور جہاں جہاں شدھی کا کام کیا جا رہا تھا ان حلقوں میں پہنچ کر مستقل طریقے سے تبلیغی جدوجہد شروع کر دی اور مرکزی تبلیغ الاسلام انبالہ و آگرہ کی تنظیم میں ایک فعال رکن کی حیثیت سے شریک ہو گئے۔

تحریک پاکستان: جمعیت علمائے ہند دہلی جو کانگریس پرستی میں مشہور و یگانہ حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے چند ارکان کچھ دنوں تک قائداعظم کے ساتھ رہے لیکن بعد میں یہ تمام افراد کانگریس کے ہم نوا ہو گئے۔ علامہ بدایونی نے یوپی، سی پی، بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام، بمبئی، کراچی (سندھ)، بلوچستان، پنجاب اور صوبہ سرحد کے دور افتادہ مقامات پر مسلم لیگ کے انتخابات میں نمایاں طور پر لیگ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ خان برادران کے مقابلے میں جو معرکہ ہوا اس میں مولانا بدایونی کی گراں قدر خدمات ایسی ہیں کہ آپ کو "فاتح سرحد" کا خطاب دیا گیا۔ اسی طرح سلہٹ، بنگال جہاں مولانا حسین احمد ٹانڈوی (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کا اثر خاص تھا اور جسے مولانا کا حصنِ حصین کہا جاتا تھا۔ لیکن علامہ بدایونی نے کانگریسی طائفے کے مقابلے میں الحمد للہ! شاندار طریقے سے مسلم لیگی امیدوار کو کامیاب بنایا۔ ہندوستان کے تمام گوشوں میں مسلم لیگ کانفرنسیں ہوئیں۔ ان کانفرنسوں میں مولانا بدایونی شریک ہوئے اور مسلم لیگ کو مستحکم کرنے اور پاکستان کے قیام کی تحریک کو نہایت ہی موثر اور دل نشین انداز میں پیش فرمایا۔ مولانا کی تقریروں میں ہمیشہ یہ پہلو نمایاں رہتا کہ ہم ایسا پاکستان بنانا چاہتے ہیں جہاں کتاب و سنت اور فقہ حنفی کے مطابق حکومت کی جائے۔ مولانا مسلم لیگ کی کانفرنس منعقدہ لکھنو ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی تحریک میں سراپا مشغول رہے۔ (گلدستہ عقیدت)

جمعیت علماء پاکستان: تقسیم کے وقت مولانا بدایونی مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو گئے۔ کانگریسی نظریات کی

حامل "جمعیت العلماء ہند" کے مقابلہ میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے مرکزی "جمعیت علماء پاکستان" کی بنیاد ۱۹۴۸ء میں رکھی تو مولانا بدایونی سندھ و کراچی زون کے صدر چنے گئے۔ مولانا ابوالحسنات کی وفات (۱۹۶۱ء) کے بعد اتفاق رائے سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر چن لیا گیا اور آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے اور ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ (اکابر تحریک پاکستان)

جمعیت علماء پاکستان نے دستور پاکستان کے سلسلے میں اپنے مسودات بھی شائع کر کے حکومت کے حوالے کئے۔ ۳۳ علماء کا جو اجتماع کراچی میں دستور کی ترتیب کے لئے منعقد ہوا اس کے اندر علامہ بدایونی اور علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی نے مرکزی جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے نمائندگی فرمائی۔ جمعیت علماء پاکستان کے اغراض و مقاصد میں پاکستان کی حفاظت و صیانت داخل ہے۔ چنانچہ پاکستان کو دنیا بھر میں متعارف کرانے کے لئے اس کے وفود حجاز، عراق، ترکی، لندن، روس، چین، الجزائر، تیونس، کویت، ایران اور بحرین بھی گئے اور انتہائی مفید خدمات انجام دیتے رہے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں جس وقت ہندوستان نے پاکستان کے خلاف جنگی اقدامات کئے تو سب سے پہلے مرکزی جمعیت علماء پاکستان اس لڑائی کو جہاد (اسلام اور کفر) قرار دے کر انتہائی سرگرمی کے ساتھ پوری قوم کو پاکستان کی حفاظت کے لئے تیار کیا۔

ایک بار آرام باغ کراچی میں جمعیت کی جانب سے منعقدہ جلسہ "جہاد کشمیر" میں اپنا جدی پشتی لباس چھوڑ کر فوجی یونی فارم میں پاکستان کا پرچم لہراتے ہوئے جلسہ گاہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔

۱۹۶۴ء میں فالج کا پہلا حملہ ہوا اور آنکھ میں کینسر ہونے کے

جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا قیام: باوجود انہوں نے "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا۔ جامعہ کے لئے کراچی میں منگھو پیر روڈ نزد بنارس چورنگی اورنگی ٹاؤن دامن کوہ میں پچھتر (75) ہزار گز زمین حاصل کی گئی۔ طلباء کی تعلیم کے لئے وسیع کمرے تیار ہو چکے، ہر کمرے میں ساٹھ طلباء کی گنجائش رکھی گئی، سات کمرے طلباء کی رہائش کے لئے مکمل ہو چکے تھے۔ سو طلباء کے کھانے کے لئے تین وسیع کمرے بنائے جا چکے تھے۔ ستر ہزار روپے کی لاگت سے جامعہ کا ایک وسیع دروازہ تعمیر ہوا۔ جس میں علوم قدیمہ و جدیدہ کے ساتھ ساتھ تمام عالمی زبانوں اور مذاہب عالم کے مطالعے کا بندوبست کیا گیا۔ اس میں مختلف ممالک کے طلباء زیر تعلیم ہوئے۔ آپ نے مصر، ترکی، انگلینڈ، روس، چین، الجیریا، نائیجیریا، تیونس، حجاز، مقدس، کویت، عراق اور ایران کا دورہ فرمایا اور وہاں کے نظام تعلیم کا بغور مطالعہ کیا تاکہ اس مطالعہ کی روشنی میں "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کیا

جاسکے، جامعہ میں چھ سو طلباء کی نشستوں کا بندوبست کیا گیا ہے۔

شاعری: یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ولولہ انگیز خطیب، زیرک سیاستدان مولانا بدایونی نازک خیال شعر بھی تھے۔ نمونہ کلام:

کیا بیاں ہو مرتبہ ہم سے شہ لولاک کا
ناطقہ ہے بند، قاصر ذہن ہے ادراک کا

شادی واولاد: دہلی میں خان بہادر ڈپٹی بہاء الدین کے گھرانے میں شادی کی۔ دو بیٹے تولد ہوئے

1- صاحبزادہ محمد عابد قادری ۱۹۹۹ء
2- محمد زاہد قادری

تصنیف وتالیف: آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں، چند ایک کے نام یہ ہیں:

1- کتاب و سنت غیروں کی نظر میں۔ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء
2- فلسفہ عبادات اسلامی۔ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء
3- حرمت سود۔ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء
4- اسلام کا زراعتی نظام (اس کتاب پر علامہ اقبال نے تحسین آمیز کلمات تحریر کئے تھے) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء
5- اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم۔ طبع ثانی ادارہ پاکستان شناسی لاہور
6- دعوت عمل۔ طبع اول اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن ۱۳۵۲ھ طبع ثانی ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور
7- نظام عمل۔ ۱۹۳۴ء
9- عائلی قوانین
9- تصحیح العقائد۔ طبع اول لاہور ۱۹۵۱ء طبع دوئم لاہور ۲۰۰۰ء
10- مرقع کانگریس۔ مطبوعہ ۱۹۳۹ء
11- مشرقی (عنایت اللہ مشرقی بانی خاکسار تحریک) کا ماضی وحال
12- مسئلہ ازدواج
13- سوشلزم اور اسلام۔ دار التصنیف بدایوں ۱۹۴۰ء
14- الجواب المشکور فی مسئلة القبور (عربی) مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
15- وفد حجاز کی رپورٹ۔ آل انڈیا مسلم لیگ مطبوعہ مجلس عمل دہلی ۱۹۴۷ء
16- مشیر الحجاج
17- تاثرات دورہ روس۔ جمعیت علماء پاکستان کراچی ۱۹۵۷ء
18- تاثرات دورہ چین۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ
19- انتخابات کے ضروری پہلو۔ شائع کردہ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ ۱۹۳۵ء
20- جذبات حامد (کلام حامد)۔ مرتب: محمد شاہد عامر قادری نبیرہ مولانا بدایونی۔ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۳ء

21- رپورٹ دورہ آزاد کشمیر۔

وصال: حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے مصروف زندگی گذار کر ۷۲ سال کی عمر میں ۱۵، جمادی الاول ۱۳۹۰ھ بمطابق ۲۰، جولائی ۱۹۷۰ء بروز دوشنبہ مبارک اس دنیائے فانی سے انتقال فرما گئے۔ پیر کالونی کے بلدیہ پارک میں حضرت مولانا سید مختار اشرف جیلانی سرکار کلاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف (انڈیا) نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق جامعہ اسلامیہ منگھوپیر روڈ کے احاطہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

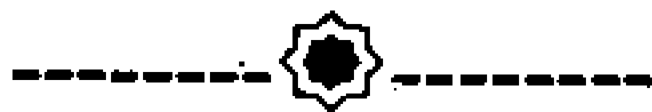
(گلدستہ عقیدت میں ایک طویل مضمون محترم سید محمد فاروق احمد کا ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ مولانا نے خود اس پر نظر ثانی فرمائی تھی اکثر مواد اسی سے ماخوذ ہے)

عبد حامد معینی عثمانی قادریت سے جس کو نسبت ہے
وہ جگر گوشہ حکیم شہید جس کا علم و عمل وراثت ہے
زور بازوئے حضرت منظور جس کی ضرب المثل خطابت ہے
جس کی گفتار پہ کہیں سامع بارک اللہ! کیا فصاحت ہے
عشق سرکار دو جہاں دل میں جو کہ طغرائے اہل سنت ہے
لب پہ ہر دم درود و ذکر حبیب بس یہی دو جہاں کی نعمت ہے
حق کی رحمت سے مدح خوانِ رسول داخل مطربان جنت ہے

(۱۳۹۰ھ)

سابق وزیر اعلیٰ سندھ پیر الٰہی بخش کی کوشش سے پیر کالونی کے بلدیہ پارک کا نام "مولانا عبدالحامد بدایونی پارک" رکھا گیا۔ آپ نے خون پسینہ ایک کر کے جامعہ اسلامیہ قائم کی لیکن آپ کے وصال کے بعد وہ جامعہ حکومت سندھ کو کرایہ پر اس شرط پر دی گئی کہ کالج کا نام "عبدالحامد بدایونی کالج" ہوگا۔ اس طرح مولانا کے عظیم دینی منصوبہ پر پانی پھیر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد کالج سے مولانا کا نام ختم کر کے "اورنگی ڈگری کالج" نام رکھ دیا۔

بنارس چورنگی کا نام "مولانا بدایونی چوک" رکھا جائے اور شمالی ناظم آباد سے اورنگی آنے والی سڑک کا نام "شاہراہ بدایونی" اور خود اورنگی ٹاؤن کا نام "بدایونی ٹاؤن" رکھا جاتا تا کہ آئندہ نسلیں ایسے محسنین ملت کے کارناموں سے روشناس ہوتیں۔ لیکن جہاں محسن کشوں اور ملت دشمنوں کا قبضہ اور راج ہو جائے تو پھر ان سے ایسے ہی دل آزار، نہ زیبا، بے توقع، اور بے حسی جیسے اقدامات متوقع ہو سکتے ہیں۔



مولانا سید عبدالسلام قادری باندوی

ناصر الاسلام مولانا سید محمد عبدالسلام قادری باندوی بن پیر طریقت حضرت مولانا سید امانت علی شاہ قادری ۱۹۰۵ء میں باندا (یو پی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔

آپ کا تعلق جدّی پشتی اولیاء اللہ اور علمی گھرانہ سے ہے۔ آپ کا خاندان حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ مشہد شریف (ایران) کی اولاد سے ہے۔ آپ کا خاندان مشہد منور سے اوچ شریف (بہاولپور) آیا (وہاں بھی خاندانی بزرگ مدفون ہیں) وہاں سے بعض سادات شاہپور (یو پی، انڈیا) آئے اور مولانا صاحب کا خاندان کراچی میں رونق افروز ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا حافظ سید امانت علی قادری سے حاصل کی پھر ان کے حکم سے اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکزی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یو پی انڈیا) رجوع کیا۔ جہاں صدر الافاضل، مفسر قرآن وحید العصر، استاد الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی سرپرستی میں درسی نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت: آپ نے اپنے برادر معظم حضرت مولانا سید محمد عبدالرب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت و بشارت کے مطابق پیر صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

تحریک پاکستان: آپ نے علماء اہل سنت کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء میں شعبہ نشر واشاعت کے سیکریٹری رہے۔ اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا بڑے بڑے جلسوں میں خطاب کر کے سنی کانفرنس کی دعوت اور مسلمانوں کے لئے ایک آزاد مملکت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں مختلف صوبوں میں جاکر پاکستان کے لئے لوگوں کو قائل کرنا اور بلند عزم کے ساتھ تحریک چلانا انہیں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

پاکستان میں قیام: مولانا سید عبدالسلام اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے مرکزی شہر کراچی تشریف لائے جب پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی منتخب ہوئے اور اس کے ساتھ ناصر اسلام خطیب اہل سنت پیر طریقت مولانا سید عبدالسلام قادری نائب صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے نائب صدر کی حیثیت سے ملک وملت کی دینی و سیاسی خدمات انجام دیں۔

خطابت: ان کے دل میں عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی تقریر میں چاشنی عشق اور درد تھا۔ تقریر کے دوران لوگوں کو رلا دیتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ نعت خوانی میں اپنے وقت میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اتنی خوبصورت خوش لحن آواز تھی کہ لوگ مسحور، مسرور اور روح پرور لمحات میں گم ہو جاتے تھے۔ کلکتہ، بمبئی، مدارس، کانپور، سی پی برار، جبلپور، ریوا (انڈیا) کراچی، حیدرآباد، نواب شاہ، سکھر، راولپنڈی، لاہور، ملتان، کوئٹہ، وغیرہ مقامات پر اپنی تقریر کا لوہا منوایا۔

پاکستان بننے کے بعد کراچی کی مرکزی جامع مسجد نیومیمن (بولٹن مارکیٹ) کے پہلے خطیب مقرر ہوئے۔ کافی عرصہ کے بعد میمن مسجد کے سامنے سینما تعمیر ہونے لگا تو حضرت کو معلوم ہوا آپ نے جمعہ کے خطاب میں پرجوش و ولولہ انگیز خطاب کیا فرمایا: مسجد کے سامنے سینما بنانا مسجد کا مقابلہ کرنا ہے مسجد اللہ عزوجل کا گھر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے گھر کا مقابلہ کریں گے وہ نیست و نابود ہو جائیں گے"۔ اس طرح مسجد کے سامنے فتنہ ختم ہو گیا۔ اس جگہ اب لیاقت مارکیٹ موجود ہے۔ اس کا مطلب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھرپور جذبہ رکھتے تھے اور اعلاء کلمۃ الحق کہنے میں ڈرنے والے نہیں تھے بلکہ اعلانیہ حق فرما دیتے تھے۔ اسی طرح وہابی، دیوبندی، تبلیغی، مودودی، قادیانی، شیعہ، پرویزی اور غیر مقلدوں کا شدید رد فرماتے اور ان کے باطل عقائد پر سخت گرفت فرماتے تھے۔

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی آپ کے فن خطابت سے بہت متاثر تھے اس لئے اکثر آپ کے پاس حاضر ہوتے اور فن خطابت سے فیض یاب ہوتے۔ نیومیمن مسجد کے علاوہ ملیر کینٹ کی چھاؤنی مسجد اور کینٹ اسٹیشن کی مسجد غریب نواز میں خطابت کے امور انجام دیئے۔

تحریک ختم نبوت: آپ نے تحریک ختم نبوت میں علماء اہل سنت کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا، قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور بڑے بڑے جلسوں میں ان کے عقائد باطلہ کی خوب خبر لی، ان کے باطل عقائد و نظریات مکر و فریب شرارت و سازش کی بیخ کنی کی۔ عوام الناس کو قادیانیت کے خلاف متحد و منظم کیا تا کہ وہ ان کی ہر سازش کو ناکارہ بنائیں اور منہ توڑ جواب دیں۔

سفر حرمین شریفین: آپ سات بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری سے باریاب ہوئے۔ ایک بار حج کیلئے قرعہ اندازی میں نام نہ آیا تو بے حد مغموم ہوئے اور حج آفیسر سے تلخ کلامی بھی ہوئی۔ اور فرمایا: "میں جا کے رہوں گا۔ کوئی مجھے روک نہیں سکتا"۔ یہ الفاظ اطمینان یقین اور بھروسہ سے کہے۔ رات ہوئی ایک نعت قلب کی گہرائی، درد، الفت اور تڑپ کے ساتھ یوں لکھی:

سوئے کوئے مصطفیٰ کو میرا دل ہوا روانہ ۔۔۔ تو یقین ہے بلاشک کہ میرا بھی ہوگا جانا

نہ رکاوٹیں رہیں گی نہ یہ مشکلیں رہیں گی ۔۔۔ یہ مٹے گی ایک دم میں انہیں ہوگا جب بلانا

بہر حال اچانک ہی حاجی کیمپ میں نام کا اعلان ہوا یوں آپ حج کو رواں دواں ہوئے۔ ایک مرتبہ سفر حج میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید منظور الاسلام قادری بھی ساتھ تھے۔ دوران سفر جہاز سفینہ حجاج درمیان سمندر میں تغیانی اور طوفانی ہواؤں اور موجوں کی زد میں آ کر ڈوبنے لگا۔ تمام لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہوگئے۔ اس وقت آپ جہاز کے کپتان کے پاس گئے اور انہیں اطلاع دی اور جہاز کے چاروں سمت اذانیں دلائیں۔ اور پھر جہاز کے عرشہ میں محفل میلاد پاک منعقد کی اور پوری رات محفل میں نعت خوانی ذکر رسول پاک ﷺ ہوتا رہا۔ بعد نماز فجر صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ طوفان عاجز ہوکر خوف سے بھاگ رہا ہے اور ایک دم سمندر میں ٹھہراؤ پیدا ہوا اور یوں طوفان ٹل گیا۔

غوث اعظم سے عقیدت: آپ کو سرکار غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی، مرشد حقانی، شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاقدس سے نہایت عقیدت تھی۔ آپ نے تین چار بار بغداد شریف جا کر درگاہ غوثیہ قادریہ میں حاضری دی۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں سفر اختیار کیا۔ اس کی روئداد خود رقم فرماتے ہیں: ''ممالک اسلامیہ یعنی بحرین، الخبر، ریاض سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا، کراچی سے بحرین بحری جہاز سے ۱۱۰ روپیہ مع خوراک، بحرین سے بذریعہ ٹیکسی مکہ پہنچا۔ حج ادا کیا اس کے بعد مدینہ طیبہ دربار و دربار مدنی تاجدار ﷺ میں والہانہ حاضری دی۔ سبز گنبد دیکھ کر دل بھر آیا بموجب اشعار ذیل کیفیت ہوئی۔

دل یہ کہتا ہے مچل کر سبز گنبد دیکھ کر ۔۔۔ ہوتا میں قربان تڑپ کر سبز گنبد دیکھ کر
یاالٰہی ایسی ساعت بھی میسر ہو کبھی ۔۔۔ جان رہ جائے نکل کر سبز گنبد دیکھ کر
مستحق ہوں گے شفاعت کے قیامت میں ضرور ۔۔۔ زائران قبر اطہر سبز گنبد دیکھ کر

مدینہ طیبہ سے تبوک ہوتا ہوا عمان پہنچا۔ عمان سے بیت المقدس حاضر ہوا۔ سبحان اللہ! قبلہ اول معراج دولہا نے شب معراج جہاں انبیاء کی امامت کی، جہاں سے عرش معلیٰ کو گئے۔ یہاں اہم مقامات کی زیارت کر کے عمان پہنچے وہاں سے دمشق حاضر ہوا۔ ملک شام کو بھی اللہ نے بڑا شرف بخشا ہے یہاں بھی اہم مقامات کی زیارت کی خصوصاً محمد صالح صاحب کہ جن کا پاؤں سات سو برس سے مزار شریف کے باہر نکلا ہوا ہے جس کی زیارت سے مشرف ہو کر فیض روحانی حاصل ہوگیا۔ دمشق سے حلب بس سے، حلب سے ریل میں بغداد شریف پہنچے۔ (عراق کی تمام اہم زیارات مقدسہ کی حاضری دی)۔ بغداد میں دوبارہ حاضری کی فقیر کو سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۳۸۰ھ کی حاضری میں حضور غوث پاک نے جیسا کرم اور دستگیری فرمائی وہ ''سفر نامہ بغداد'' میں لکھ چکا ہوں۔ بہر حال عطایائے غوثیہ سے مالا مال

ہو کر فائز المرام ہو کر جو منقبت سرکار غوث اعظم میں لکھی تھی مندرجہ ذیل ہے:

تمہارا ہے سہارا غوث اعظم — میں بردہ ہوں تمہارا غوث اعظم
اغثنی یا غیاث المتقین — مدد کیجئے خدارا غوث اعظم
مدد کے واسطے آتے ہو فوراً — تمہیں جس نے پکارا غوث اعظم
ابھی غم ہوں مرے کافور دم میں — اگر کر دو اشارا غوث اعظم
خدا شاہد مری بگڑی بنا کر — تمہیں نے ہے سنوارا غوث اعظم
ہزاروں چھوڑ کر صرف ایک میں نے — لیا ہے در تمہارا غوث اعظم
"سلام" قادری کی لاج رکھ لو — پھرے کیوں مارا مارا غوث اعظم

(دربار غوث اعظم بشمولہ کلام غوث الانام مطبوعہ ۱۳۸۱ھ کراچی)

تصنیف و تالیف: آپ نے حالات کے پیش نظر بہت ساری کتابیں، رسائل و کتابچے تحریر فرمائے ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے والد گرامی قدر کے نام سے منسوب ایک تنظیم "انجمن امانت الاسلام کراچی" قائم فرمائی جس کے تحت مختلف موضوعات پر اپنی اور دیگر علماء کی کتابیں و کتابچے بھی شائع کیے۔

- ترجمہ انیس الجلیس۔ از: امام جلال الدینؒ سیوطی طبع دوئم ضیاء الدین پبلیکیشنز کراچی ۱۹۸۸ء
- کلام غوث الانام (فارسی) شان غوث اعظم دستگیر مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۳۸۱ھ
- فیوض امانت گلشن معانی معرفت مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۳۶۱ھ
- میلاد وسلام تذکرہ خیر الانام مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۳۷۴ھ
- معین الحجاج والزائرین مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
- میلاد انیس الخواتین مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی
- دیوان سلام قادری مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۳۸۰ھ
- عماد الدین مطبوعہ انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۹۴۵ء
- مُرقع شہادت۔ از: ضیاء القادری طبع اول ۱۳۶۰ھ، طبع دوم انجمن امانت الاسلام کراچی ۱۹۵۱ء
- آئینہ صداقت۔ پیام وسلام۔ فضائل واحکام جہاد ۱۹۵۱ء۔ خلد خیال سلام۔ غم نامہ درد دل وغیرہ

شادی و اولاد: آپ کی شادی اپنے خاندان میں سیدہ اُم نوری سے ہوئی جن کے بطن سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- مولانا سید نور الاسلام قادری — 2- سید منظور الاسلام قادری

وصال: حضرت مولانا سید عبدالسلام قادری عارضہ قلب میں تین سال سے مبتلا تھے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ بات نہ کریں صرف آرام فرمائیں لیکن دل تو تھا عشق مصطفیٰ ﷺ میں سرشار اس لئے یہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر محفل میلاد اور نعت خوانی سے کب رکنے والے تھے۔

عین وصال کے روز دوپہر میں آپ کے خلیفہ صوفی نفاست حسن صاحب آئے تو آپ نے برجستہ فرمایا "میں آج جارہا ہوں" اور وصیتیں فرمائیں۔ صوفی صاحب چلے گئے۔ اسی دن بروز ہفتہ ۶ جنوری ۱۹۶۸ء بمطابق ۷ ۱۳۸ھ شام ۴ بجے ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔

دوسرے روز تقریباً ۲۴ گھنٹہ بعد تدفین ہوئی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ "سو رہے ہیں"۔ آپ کی مزار شریف پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد کراچی میں واقع ہے۔ (حوالہ جات کے علاوہ مواد محترم مولانا پیر سید نور الاسلام قادری صاحب نے محترم مولانا حافظ محمد عبدالکریم قادری رضوی کے ذریعہ عنایت فرمایا جن کی عمر اس وقت اسی (۸۰) برس ہے)

حضرت صابر براری نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

دارفانی سے ہوئے وہ راہی ارض بقا
مدح گوئے اہل بیت و واعظ شیریں کلام

تھا مبارک اہل سنت کے لئے ان کا وجود
اتباع سرور کونین تھا ان کا پیام

"ناصر الاسلام" کا پایا تھا حضرت نے لقب
عالمانِ دین حق کرتے تھے ان کا احترام

یاد آتے ہی رہیں گے ان کے الطاف وکرم
فیض وشفقت سے نوازا آپ نے سب کو مدام

ہاتف غیبی نے صابر سال رحلت یہ کہا
آہ مرد نیک واعظ مولوی عبدالسلام

۱۹۶۸ء

مولانا مفتی عبدالباقی ہمایونی

سند الکاملین حضرت علامہ عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ کو نرینہ اولاد نہ تھی۔ مولانا عبدالباقی آپ کے نواسہ اور آپ کی رحلت کے بعد پہلے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالباقی بن میاں محمود بن میاں محمد شریف ۱۳۲۳ھ میں تولد ہوئے اور ۱۳۔۱۴ سال کی عمر میں (علامہ ہمایونی قدس سرہ کے وصال کے بعد) مسند نشین ہوئے۔ ان دنوں زیر تعلیم تھے اور کافیہ وکنز الدقائق کتابیں پڑھتے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے نانا جان نے آپ کی تعلیم وتربیت کیلئے گڑھی یاسین کے عالم مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب کو ہمایون شریف کی درسگاہ میں مدرس مقرر کیا تھا۔ مسند نشین ہونے

سے قبل بھی ان کے پاس تعلیم حاصل کی اور بعد مسند بھی شوق و ذوق سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نہایت ذکی و محنتی تھے۔ درسی نصاب کی تکمیل کے بعد فتاویٰ نویسی میں دلچسپی لی اور ۱۳۳۹ھ میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ (ہما ھمایونی ص ۲۰)

بیعت: آپ اپنے نانا جان مفتی اعظم، عارف کامل علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ (بروایت میاں عبدالحئی قادری)

درس و تدریس: آپ عالم باعمل، پرہیزگار، شب بیدار، سیکڑوں مریدوں کے پیر، مدرس، محرر اور مفتی تھے۔ بعد فراغت آپ نے ساری زندگی درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی فی سبیل اللہ میں گذار دی۔ دور دراز علاقوں سے آپ کے پاس استفتاء آتے تھے جس کے مدلل جوابات تحریر فرماتے تھے۔ لاینحل مسائل میں علماء و جج اور قومی سردار رجوع فرماتے اور آپ کے جاری کردہ فتویٰ پر عمل کرتے۔ اہل سنت و جماعت کے بے باک ترجمان اور باطل کے لئے شمشیر بے نیام جرائد "ماہنامہ الاسلام" اور "ماہنامہ الھمایون" آپ کے دور میں حضرت علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی نے جاری کئے تھے اور آپ ان رسائل کے سرپرست اعلیٰ تھے۔

تصنیف و تالیف: آپ نے کافی تعداد میں فتاویٰ جاری فرمائے جو کہ محفوظ ہوں گے لیکن افسوس کہ ان پر کام نہ ہوسکا۔ اور دیگر رسائل کا علم بھی نہیں ہوا۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں سے مفتی سید نور علی شاہ بخاری (جیکب آباد) مشہور ہیں۔

اولاد: مولانا عبدالباقی کے ۵ بیٹے (۱) میاں عبدالباری، (۲) حکیم صدرالدین، (۳) محمد ایوب، (۴) اعجاز احمد، (۵) الطاف احمد اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ مولانا عبدالباقی کے بعد ان کے بیٹے میاں عبدالباری سجادہ نشین ہوئے۔ انہیں سات بیٹے (۱) ارشاد احمد بابو، (۲) محمود، (۳) نیاز احمد، (۴) زبیر احمد، (۵) طفیل احمد، (۶) میاں عبدالباقی عرف بابا، (۷) سہیل احمد اور چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔

آج میاں عبدالباقی ہمایونی ہمایون شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ سیاست سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور ابھی ابھی اوقاف کے صوبائی وزیر بنائے گئے ہیں۔ (لیکن اس کے باوجود درگاہ پر اشاعتی ادارہ نہیں۔ علامہ ہمایونی قدس سرہ کی تصانیف جلیلہ پر کوئی کام نہ ہوسکا، اشاعت کا کوئی پروگرام مرتب نہیں یہی سبب ہے کہ ایک طویل عرصہ ہوگیا ہے لیکن آستانہ سے ایک کتاب بھی شائع نہ ہوسکی۔ کئی بار رابطہ کیا لیکن ان سے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔

وصال: مولانا مفتی عبدالباقی ہمایونی نے ساٹھ سال کی عمر میں ۱۴، محرم الحرام ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء بروز پیر انتقال کیا۔ ہمایون شریف (ضلع جیکب آباد) میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے وصال پر آپ کے استاد محترم مفتی حافظ محمد ابراہیم ناظم نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

آہ! وہ افسوس کہ آن فاضل و فیاض جہاں — و آنکہ بادین نبی بود ہمیشہ مشغول
مسند آرائے بسجادہ غوثِ عالم — مرجع خلق خدا بود و ہم اصحاب عقول
بیست و چارم تاریخ محرم بود — کہ درآن بیک اجل برسر او کردہ نزول
جستجو چونکہ نمودم زبرائے تاریخ — گشت از عالم افلاک ندائے موصول
زاہد ہادی علامہ عبدالباقی — بجنانِ جائے گزیں ست باحباب رسول

(۱۳۸۳ھ)

(ماخوذ: ہماہمایونی ص ۲۰ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۰ء)

مولانا مفتی عبدالعلیم دربیلائی

"دربیلو" ضلع نوشہروفیروز (سندھ) کے شمال میں ایک ایسا قصبہ ہے، جہاں کے "مخادیم" نے اپنی علمی وادبی اور دینی خدمات کے ذریعے شہرت حاصل کر رکھی ہے۔ ان کے جد امجد حضرت سعد بن ابی وقاص، مجاہد اسلام فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں تشریف لائے تھے۔ مفتی صاحب کی آٹھویں پشت میں مخدوم محمد عثمان دربیلائی بہت بڑے عالم دین گذرے ہیں جن کا تذکرہ سندھ کی قدیم تاریخ "تحفۃ الکرام" میں مورخ سندھ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے بھی کیا ہے۔ اس خاندان کے پاس قضاء کا منصب ایک عرصہ تک رہا اور اس خاندان کے فتاویٰ کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔

اسی خاندان کے چشم و چراغ مولانا مفتی عبدالعلیم وقاصی دربیلائی ہیں جو کہ ۱۹۰۱ء کو بروز جمعرات مخدوم عبدالنبی دربیلائی کے گھر تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے چچا مخدوم محمد داؤد جو بڑے عالم و فاضل، شاعر و ادیب اور پانچ زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور اس کے بعد درس نظامی پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ نے پہلے اپنے چچا مخدوم محمد داؤد دربیلائی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے انتقال کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت حافظ جان محمد سرہندی (ٹنڈو سائینداد ضلع حیدرآباد)

کے ہاتھ پر بیعت کی۔

درس وتدریس: آپ کو انگریزوں سے نفرت تھی اس لئے سرکاری ملازمت چھوڑ دی۔ ملازمت چھوڑنے پر آپ کے بڑے بھائی نے ناراضگی کا اظہار کیا تو آپ نے کہا: اب میں اللہ تعالیٰ کی نوکری کروں گا، چنانچہ آپ نے بقیہ زندگی دین کی خدمت میں صرف کی۔ خاندانی مدرسہ جو "دارالفیوض" کے نام سے قائم تھا اسے از سرِ نو تعمیر کروا کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

تصنیف وتالیف: درس وتدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کا کام کیا اور کچھ رسائل آپ کے یادگار ہیں:
- ذکر خفی کی فضیلت سے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ طیبہ میں ایک سال گذارا اور وہاں کے علماء کرام سے استفادہ کیا۔

اولاد: آپ کو چھ بیٹے تولد ہوئے۔ بڑے بیٹے مولانا محمد منور سکندری صاحب ہیں جو کہ مقامی کالج میں پروفیسر بھی ہیں۔ لیکن بار بار رابطہ کرنے کے باوجود انھوں نے اپنے والد کے حالات مہیا نہیں کئے۔

وصال: مولانا مفتی عبدالعلیم نے ۱۹۷۹ء بروز جمعرات ۷۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دربیلو کی جامع مسجد کے احاطہ میں مدفون ہیں اور ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔

(بزرگ صحافی خانزادہ سمیع الوری صاحب نے مواد فراہم کیا)

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبداللہ نعیمی بلوچ

علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی بن محمد رمضان بلوچ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں ایرانی مکران کے محلہ ریکسر ادارہ پل مقام چاہ بار مکران ایران میں تولد ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کے والد ماجد نقل مکانی کر کے بلوچستان سے سندھ آگئے اور ملیر (کراچی) میں مستقل آباد ہو گئے۔

تعلیم وتربیت: یہیں پر مفتی صاحب کی تعلیم کا آغاز ہوا، آپ نے مندرجہ ذیل علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں تحصیل فرمائی:

1- مولانا حکیم اللہ بخش سندھی
2- مولانا حافظ محمد بخش جہلمی
3- مولانا محمد عثمان مکرانی
4- تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی (کراچی)

مفتی صاحب نے تاج العلماء کے زیر سایہ دارالعلوم مخزن عربیہ (کراچی) سے دورہ حدیث کیا اور ۱۹۶۰ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ کے ساتھ مولانا الحاج جمیل احمد نعیمی

صاحب (استاذ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی) کی بھی دستار بندی ہوئی تھی۔

دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کا قیام: آپ نے ۱۹۵۵ء سے ہی صاحبداد گوٹھ (ملیر) کی اس مسجد میں تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا جہاں اب دار العلوم قائم ہے اور خود درس دیتے رہے۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں یہاں دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔ جب دار العلوم تعمیر ہوا تو مفتی صاحب نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ اس سے آپ کے اخلاص اور بے نفسی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بیعت و خلافت: آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت الحاج سید عبدالخالق شاہ مکرانی سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت الحاج عبداللہ سونگی سندھی سے بیعت ہوئے اور ان ہی سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔

تلامذہ: آپ کے بے شمار تلامذہ سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں پھیلے ہوئے ہیں۔

- مفتی محمد احمد نعیمی شیخ الحدیث مدرسہ انوار مجددیہ نعیمیہ غریب آباد کھوکھرا پار ملیر توسیع کراچی
- مولانا عبداللطیف نعیمی خطیب لال مسجد ملیر۔
- مولانا سید رئیس احمد بدایونی مرحوم سابق خطیب لال مسجد گھانچی ہال ملیر
- حافظ محمد بخش نعیمی مرحوم سابق خطیب جامع مسجد غوثیہ کھوکھرا پار
- مولانا سید محمد اکبر حسین شاہ سابق خطیب لال مسجد ملیر حال خطیب راولپنڈی
- مولانا ولی اللہ نعیمی مہتمم مدرسہ بھینس کالونی ملیر
- مولانا نذر محمد جت نعیمی مہتمم مدرسہ جاتی ضلع ٹھٹھہ
- مولانا عبدالرحمٰن بلوچ نعیمی مہتمم مدرسہ ضلع دست یاری صوبہ بلوچستان زاہدان ایران

تصنیف و تالیف: آپ کو درس و تدریس اور دار العلوم کی تعمیر و ترقی کے سبب تصنیف و تالیف کے لئے وقت نہ مل سکا۔ فتاویٰ کے علاوہ چند رسائل ان کی یادگار ہیں۔

- فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ جلد اول مطبوعہ دار العلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر ۱۴۱۱ھ مرتبہ مفتی محمد جان نعیمی
- تفسیر ما اھل بہ لغیر اللہ
- تعویذ گنڈا جائز ہے
- تحفة الاخوان فی الصلوٰة والسلام قبل الاذان

اولاد: آپ نے ایک شادی کی اس کے بطن سے ۶ بیٹے اور ۵ بیٹیاں تولد ہوئیں۔

- مولانا غلام محمد نعیمی شہید (ان کے حالات بھی اس کتاب میں شامل ہیں)

- محمد قاسم ناظم مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر
- مولانا مفتی محمد جان نعیمی مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر
- بشیر احمد
- مولانا حافظ نذیر احمد نعیمی
- منیر احمد

سفر حرمین شریفین: ۱۹۷۱ء میں وہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، یہ حج، حج اکبر تھا۔ اس سال بریلی شریف سے حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بھی حج کرنے آئے تھے ان سے بھی اکتساب فیض کیا۔ مفتی صاحب نے کئی بار عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔

اشاعت دین: ۱۹۷۷ء میں وہ ایران کے دورے پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک ماہ کا طویل تبلیغی دورہ کر کے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی اشاعت کی۔ وہ دین کی خدمت میں مجاہدانہ سرگرم عمل رہے۔ تبلیغ دین متین اور درس و تدریس کے علاوہ انہوں نے فتویٰ نویسی کے ذریعہ بڑی خدمت کی۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں: فتویٰ نویسی اتنی آسان نہیں جتنی لوگ سمجھتے ہیں۔ اس کیلئے سالوں کے مطالعے، مشاہدے، محنت، تحقیق و تدقیق کے ذوق تنقید و تنقیح کے ملکہ، خداداد صلاحیت و قابلیت، تحمل و تدبر، سائل کی غرض و غایت کے ادراک، حالات اور ماحول کے تقاضوں کو سمجھنے کی لیاقت اور بہت سے دیگر امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ سائل کو کتابوں اور فتاویٰ کے مجموعوں کی روشنی میں فتویٰ دینے والا مفتی نہیں بلکہ مفتی ناقل ہے۔ جس کے پاس صرف نقل کرنے کے لئے عقل ہوتی ہے کیوں کہ نقل کے لئے بھی عقل چاہئے اور اب تو عقل بھی عنقا ہوتی جارہی ہے"۔

عادات و خصائل: مفتی صاحب کتب تفسیر و حدیث اور فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے فتاویٰ سے ان کی بصیرت و تبحر علمی کے ساتھ ساتھ اخلاص اور بے نفسی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ حلیم الطبع، نرم دل، سادہ مزاج، سادہ لباس، سادہ گفتار، خلیق و ملنسار، عاجز و منکسر المزاج تھے، بڑے مہمان نواز تھے آدھی رات کو بھی مہمان آجائے تو خندہ پیشانی سے پذیرائی کرتے اور گرم گرم روٹیاں پکوا کر مہمان کو کھلاتے۔ صاحب تقویٰ و طہارت تھے، ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ غرض یہ کہ وہ ظاہر و باطن میں عامل سنت تھے۔ وہ کتابوں کے عاشق تھے، سندھ کے قدیمی کتب خانوں سے بڑی تگ و دو سے قلمی مخطوطات کی نقل یا اصل حاصل کر کے اپنے کتب خانہ کی زینت بناتے اس طرح سندھ کے نادرو نایاب قلمی علمی خزانہ کو ایک جگہ پر جمع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ زندگی بھر ایسی کتابوں کو تلاش کرتے

رہے، تلاش و جمع کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔

وصال: مفتی محمد عبداللہ نعیمی بذریعہ کار سیوہن شریف روانہ ہوگئے۔ بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد نعیمی کار چلا رہے تھے، مفتی محمد احمد نعیمی اور دیرینہ رفیق فقیر محمد بلوچ، حاجی دوست محمد بلوچ ساتھ تھے۔ جب آخری اسٹاپ آمری پر کار کا اچانک دروازہ کھل گیا مفتی صاحب چلتی گاڑی سے نیچے آ گئے شدید زخمی ہوئے، کرتا تار تار ہو گیا۔ کراچی لے گئے برابر خون نکلنے کی وجہ سے بہت کمزور ہوگئے تھے، ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ خون چڑھایا جائے، جب آپ نے سنا تو برملا فرمایا۔ "میرے جسم میں یہ پلید خون مت چڑھاؤ"۔ ۵۷ سال کی عمر میں ۱۰، شوال المکرم ۱۴۰۲ھ بمطابق ۳۰، جولائی ۱۹۸۲ء کو رات ۳ بجکر ۱۵ منٹ پر کلمہ طیب پڑھا اور آخری ہچکی لی۔ روح پرواز کرنے کے باوجود قلب ذکر الٰہی میں بیس منٹ تک مستغرق رہا۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ شام کو دارالعلوم کے احاطے میں لحد میں اتارا گیا۔ (ماخوذ: فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ جلد اول)

مولانا مفتی عبدالرحمٰن قاسمی

فقیر صفت، عالم باعمل، شیخ الفقہ، استاد العلماء مولانا قاری مفتی عبدالرحمٰن قاسمی جن کی عمر کا کافی حصہ درس وتدریس میں گذرا۔ درس وتدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ بلکہ پڑھنا پڑھانا آپ کی پہچان تھی۔ گوٹھ جلال واہ کوٹھو (تحصیل ٹھل ضلع جیکب آباد) کے پہنور قبیلہ کے علی محمد پنھور مرحوم کے گھر تقریباً ۱۹۲۳ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس دور میں پوری بستی ناخواندگی کی شکار تھی۔ مفتی صاحب کا ابتدائی دور وہیں ناخواندگی میں گذرا۔ شادی ہوئی، پانچ بچے پیدا ہوئے اور والدین انتقال کر گئے۔ دنیا فانی ہے۔ والدین کی جدائی سے آپ کو آخرت کی تیاری کے لئے علم حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں علم دین پڑھنا شروع کیا۔ مختلف اساتذہ سے مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔ دربار عالیہ مشوری شریف میں قائم شدہ عظیم دینی درسگاہ "جامعہ عربیہ قاسم العلوم" میں بحر العلوم والفیوض، فقیہ اعظم، سید المفسرین، سند المحدثین، برھان المحققین، شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی پیر محمد قاسم محدث مشوری قدس سرہ کی زیر تربیت وشفقت میں ظاہری وباطنی علوم حاصل کئے۔ اور وہیں سے ۱۹۶۱ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔

بیعت: آپ نے "سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ" میں شیخ طریقت، رہبر شریعت، غواص معرفت حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور دیگر وظائف کے ساتھ ساتھ

دلائل الخیرات اور حزب البحر کی اجازت سے بھی نوازے گئے۔

اساتذہ کرام: وہ اساتذہ کرام جن سے آپ نے علم اخذ کیا۔ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- فقیہ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد قاسم محدث مشوری رحمۃ اللہ علیہ ضلع لاڑکانہ سندھ
- شیخ الفقہ حضرت علامہ مفتی غلام محمد قاسمی بگھیو مدرس مشوری شریف ضلع لاڑکانہ سندھ
- خلیل العلماء شیخ الحدیث مفتی محمد خلیل خاں برکاتی بانی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
- رئیس التحریر شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد فیض احمد اویسی مہتمم دارالعلوم اویسیہ رضویہ بہاولپور
- مولانا مفتی سید نور علی شاہ بخاری خطیب جامع مسجد بخاری جیکب آباد
- مولانا سید نادر علی شاہ بخاری جیکب آباد
- مولانا عبدالرحمٰن بروہی جیکب آباد
- مولانا قاری طفیل احمد صدیقی نقشبندی مرحوم سابق مدرس جامعہ مجددیہ رکن الاسلام حیدرآباد
- مولانا قاری حبیب اللہ خضر خیل راولپنڈی
- مولانا قاضی امیر بخش مرحوم جیکب آباد سندھ

دستار فضیلت کے بعد دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد میں مفتی خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔فقیہ اعظم حضرت مشوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فتاویٰ نویسی کیلئے چار سال قیام کیا۔اور قاضی کورس شیخ القرآن علامہ فیض احمد اویسی کی خدمت میں حاصل کیا۔فن قرأت قاری طفیل احمد اور قاری حبیب اللہ کی خدمت میں رہ کر سیکھی۔

درس وتدریس: مدرسہ محمدیہ قاسمیہ انوار الاسلامیہ لاڑکانہ۔ جامعہ انوار المصطفیٰ سکھر۔ مدرسہ غوثیہ ڈھاڈر ضلع کچھی بلوچستان۔ جامعہ غوثیہ رضویہ قاسمیہ انوار باہو کوئٹہ بلوچستان۔ مدرسہ چراغ الاسلامیہ بوبک ضلع دادو سندھ۔ مدرسہ غوثیہ مرتضائیہ گمبٹ ضلع خیرپور میرس۔ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پنجاب۔ مدرسہ رحمانیہ قاسمیہ جیکب آباد۔ مدرسہ انوار المصطفیٰ چک ضلع شکارپور۔ مدرسہ محمدیہ گڑھی خیرو ضلع جیکب آباد۔ مدرسہ حسینیہ قمبر۔ مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ۔ مدرسہ دارالاشاعت لاڑکانہ۔ مدرسہ رحمانیہ قاسمیہ لاڑکانہ وغیرہ جہاں علم وفن کے گوہر بار لٹاتے رہے۔

مفتی صاحب نہایت ادیب، منکسر المزاج، سادہ لباس، اور زندگی بھر حتیٰ کہ علالت اور بستر مرگ تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ درس وتدریس سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔سندھ کے نامور عالم دین تھے، فتویٰ نویسی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔آخری دنوں میں اپنے گھر میں "مدرسہ رحمانیہ" قائم فرمایا۔

تلامذہ: وہ تلامذہ حضرات جنہوں نے مفتی صاحب سے مختلف علم وفنون حاصل کیے۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

- مولانا امیر احمد نوری مدرس دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی
- مولانا حفیظ اللہ مدرس مدرسہ محمدیہ فریدیہ لودھراں
- مولانا فیاض احمد اویسی مدرس جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
- مولانا سید مسرت حسین شاہ مہتمم مدرسہ خانقاہ شریف ضلع بہاولپور
- مولانا بشیر احمد صاحب بہاولپور
- مولانا حکیم عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ چراغ الاسلام بوبک ضلع دادو سندھ
- حکیم سید مظہر سلطان بخاری لاڑکانہ
- مولانا محمد عارف سعیدی ناظم اعلیٰ جامعہ انوار مصطفیٰ سکھر
- مولانا عبدالحکیم بروہی کوئٹہ
- مولانا غوث بخش حبیبی مدرس مدرسہ جامعہ اسلامیہ نوریہ کوئٹہ
- مولانا عبداللہ لاشاری الخطیب میہڑ سندھ
- مولانا علامہ فضل محمد جمالی مہتمم مدرسہ غوثیہ گڑھی خیرو
- مولانا محمد اسماعیل الخطیب ساہیوال

تصنیف وتالیف: مفتی ابوالکریم محمد عبدالرحمٰن قاسمی کی تصانیف درج ذیل ہیں جو کہ اکثر اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

1- حسن قرأۃ۔ مطبوعہ۔
2- ترجمۃ القرآن سندھی۔ غیر مطبوعہ۔
3- کرامات صحابہ۔
4- مسئلہ نور و بشر۔
5- ترجمہ نام حق۔
6- ترجمہ کریما (سندھی)۔
7- اخلاق سرور کائنات۔
8- فتاویٰ رحمانیہ۔
9- تصوف محبوب سبحانی۔
10- مقدمہ، مشکوٰۃ شریف کا سندھی ترجمہ۔ وغیرہا

وصال: دونوں گردوں میں شدید تکلیف تھی جس کے سبب ۶ ماہ علیل رہنے کے بعد ۲۱، ستمبر ۲۰۰۱/۳، رجب المرجب ۱۴۲۲ھ بروز جمعہ صبح چار بجے اپنے گھر واقع غریب مقام کالونی لاڑکانہ میں رب کریم کا اسم ذات اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ اور اسی روز شام کے چھ بجے جناح باغ لاڑکانہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی اور لاڑکانہ

شہر کے مشہور قبرستان "ابوبکر" میں اشک بھری آنکھوں سے دفن کیا گیا۔

[حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں فقیر راشدی نے ان سے ایک انٹرویو میں ان کے متعلق معلومات حاصل کر لی تھی]

--------۞--------

وکیل اہل سنت مفتی علی بخش قاسمی

حضرت مولانا مفتی علی بخش قاسمی بن حاجی امید علی چانڈیو۔ نام علی بخش، قوم چانڈیو بلوچ، کنیت ابو المختار، تخلص بخشن، نسبت قاسمی اور مشرب قادری۔ آبائی گوٹھ پیر تر ہو (تحصیل و ضلع دادو سندھ) میں ۱۳۶۴ھ یا ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۳ء یا ۱۹۴۴ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قرآن مجید ناظرہ اور سندھی پرائمری کی تعلیم اپنے آبائی گوٹھ میں حاصل کی۔ ۱۸، ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳، ربیع الاول ۱۳۸۳ھ بروز اتوار سندھ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ) میں داخلہ لیا اور بدھ کے روز پہلا سبق لیا۔ ابتدائی کتابیں دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ متوسط اور آخری کتابیں تاج العارفین، فقیہ الاعظم، استاد الاساتذہ، شیخ الحدیث، بحر العلوم علامہ الحاج مفتی پیر محمد قاسم المشوری قدس سرہ سے پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۴، شوال المعظم ۱۳۸۹ھ بمطابق ۲۵، دسمبر ۱۹۶۹ء کو درگاہ مشوری شریف پر دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

بعد فراغت اپنے استاد محترم کے حضور میں کئی برس رہ کر تدریس میں ملکہ اور فتاویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا۔

بیعت و خلافت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں حضور فیض گنجور سرکار مشوری قدس سرہ الاقدس کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کیں اور اس کے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ آپ بچپن سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور بعد بیعت طریقت پاک کے ذکر اذکار کے پابند رہے۔ آپ کی صحبت سے کئی نوجوان متاثر ہو کر حضرت قبلہ عالم کے دست بیعت و نیک و صالح انسان بن گئے۔

درس و تدریس: اپنے استاد گرامی قدر کی زیر نگرانی مادر علمی سے تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر درس و تدریس کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔ ڈھائی سال مشوری شریف میں، اس کے بعد اپنے آبائی گوٹھ میں درس دیا۔ مدرسہ سردار العلوم باندھی (ضلع نواب شاہ) میں دو سال درس دینے کے بعد دادو شہر میں مستقل رہائش اختیار کی۔ جامع مسجد نورانی میں امامت

وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ جامع مسجد نورانی کے متصل ایک پلاٹ پر مدرسہ قائم تھا جس پر مخالفین قابض تھے آپ نے بڑی دلیری و جوان مردی سے وہ مدرسہ مخالفین کے قبضہ سے آزاد کرایا۔ اس کے بعد پرانی بوسیدہ عمارت کو گرا کر ایک عالیشان "نورانی شاپنگ سینٹر" بنوایا جو کہ انیس ۱۹ دکانوں پر مشتمل ہے۔ دکانوں کے اوپر چھت پر "دارالعلوم انوارالاسلام قاسمیہ" تعمیر کروایا۔ جہاں زندگی بھر درس وتدریس، فتاویٰ نویسی، و دیگر تنظیمی و دینی معاملات طئے کرتے رہے۔ دادو و مضافات کے ائمہ مساجد وعلماء وخطباء نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔

آپ کے تلامذہ کی طویل فہرست میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

1- مولانا مفتی علی نواز قاسمی (صاحب تفسیر قاسمی) دادو
2- مولانا صاحبزادہ مختار احمد قاسمی خطیب جامع مسجد نورانی دادو
3- مولانا ولی محمد قاسمی خطیب جامع مسجد ربانی دادو
4- مولانا عبدالمجید قاسمی کراچی
5- مولانا عبدالواحد قاسمی مہتمم دارالعلوم قاسمیہ مورو
6- مولانا محمد صادق 7- مولانا امام الدین 8- مولانا احمد خان قاسمی

تصنیف وتالیف: تدریسی وتنظیمی ہمہ تن مصروفیات کی بناء پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کی جانب توجہ نہیں دے سکے۔ البتہ،

1- مجموعہ فتاویٰ 2- بیاض قاسمی، آپ کی یادگار ہیں۔

عادات وخصائل: مولانا ضلع دادو میں اہل سنت و جماعت کے شیر تھے۔ آپ نے جو اہل سنت و جماعت کے لئے خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ آپ نے بعض مدارس و مساجد تعمیر ورجسٹرڈ کروائیں۔ جمات اہل سنت پاکستان صوبہ سندھ کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے تو تنظیم سازی کے لئے سندھ بھر میں طوفانی دورے کئے۔ باطل کے خلاف شمشیر بے نیام تھے، صلح کلیت کو زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ضلع دادو میں مرجع علماء ومشائخ تھے۔ خوش طبع، سراپا مہر ومحبت، عالم باعمل، مہمان نواز، سخی، حق گو، معاملہ فہم، نفاست پسند، سادگی پسند، محبّ اہل بیت، سادات کرام کے بچوں کے بھی ہاتھ چومنے میں سعادت اوران کی محبت دنیا وآخرت کی عظمت کے مترادف سمجھتے تھے۔ شریعت وطریقت کے پاسدار، مسلک کے درد وجذبہ سے سرشار، مسند تدریس کی زینت، صاحب فتاویٰ وتقویٰ، اور فنافی الشیخ تھے۔

حکومت کی جانب سے ضلع دادو کے زکوٰۃ وعشر کے چیئر مین بنائے گئے۔ آپ نے

سماجی خدمات: غریب، بیوہ، معذور، یتیم وغیرہ کی خوب خدمت کی۔ آپ خدمت خلق کا جذبہ رکھتے تھے، غریبوں پر مہربان تھے ہمیشہ ان کے حق میں آواز بلند کی۔

مدارس اہل سنت کو رجسٹرڈ کروا کے ان کو گورنمنٹ سے گرانٹ منظور کروا کے دی، اس طرح مدارس میں سیکڑوں زیر تعلیم غریب بچوں کا مستقبل روشن ہوا۔

شادی واولاد: اپنے خاندان میں اپنے آبائی گوٹھ میں ۱۹۷۲ء کو شادی کی۔ جس سے ۷ بیٹے اور ۴ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سب سے بڑے بیٹے مولانا مختار احمد قاسمی صاحب جو کہ اپنے والد کے مسند نشین ہیں شب وروز درس وتدریس امامت خطابت وکتب بینی میں مصروف ہیں۔

وصال: مولانا مفتی علی بخش قاسمی پر ۱۹۸۸ء میں فالج کا معمولی اٹیک ہوا۔ علاج کروایا اس کے بعد طبیعت کافی بہتر ہوگئی۔ فقیر راقم الحروف راشدی عیادت کے لئے دادو حاضر ہوا، طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی، آمد پر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا، محبت وخلوص سے پیش آئے۔ دیر تک عشق ومحبت کی محفل کو گرم رکھا بات بات پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو کی نہ رکنے والی بارش تھی۔ یہ بات لکھتے وقت آج بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔

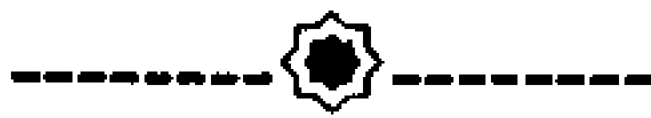
علالت کے باوجود صوم وصلوٰۃ ودیگر معمولات جاری رکھے، چہرہ روشن وچمکدار تھا۔

یکم ذوالقعدہ ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲، مارچ ۱۹۹۶ء بروز بدھ علم وعرفان کا درخشندہ آفتاب غروب ہوگیا۔

آپ کی نماز جنازہ بس اسٹینڈ دادو پر پیر طریقت، غواص معرفت حضرت مولانا میاں علی محمد صاحب مشوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ مشوری شریف کی امامت میں ادا کی گئی۔

آپ کی آخری آرام گاہ، آپ کے آبائی گوٹھ پیر ترہو میں واقع ہے۔

[مولانا فقیر مختار احمد صاحب قاسمی نے مواد بھجوایا جس سے سوانح مرتب کی گئی]



مولانا میاں عبدالرحمٰن سومرو

قاطع رافضیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن بن میاں علی محمد سومرو، گوٹھ گھیری (نزد مورو ضلع نوشہرو فیروز) کے علماء میں ممتاز تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ آپ پرانی گھیری کے سندھی اسکول سے پرائمری تعلیم حاصل کی۔ "میاں نور محمد جاقیا" کے ایک دینی مدرسہ سے دینی علوم میں

تحصیل کی۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہاں کن کا مدرسہ تھا اور مدرسہ کے کن علماء کے پاس تعلیم حاصل کی۔

درس وتدریس: ہائی اسکول مورو میں کچھ عرصہ عربی کے استاد کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ اسکول کے طلباء میں دینی اسپرٹ پیدا کی اور ان کے قلوب واذہان میں روح اسلام منتقل کرتے رہے۔

اس کے بعد شاہ پور جہانیہ کے نزد "نیم کے گوٹھ" میں زمین خرید کر "اسلام پور" کے نام سے ایک گوٹھ قائم کیا اور اسلام پور میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ جہاں تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ اس دوران دیگر مدارس میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ نوابشاہ کے نزد "سکھ پور گوٹھ" کے مدرسہ میں بھی درس دیا اور گوٹھ مقیم ڈاہری میں بھی کچھ عرصہ پڑھایا۔

خطابت: میاں عبدالرحمٰن کا مورو کی ایک مسجد شریف میں جمعہ کے روز خطاب ہوتا تھا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا درس ہوتا، حق کا پیغام ہوتا اور رفض وبدعت کی بیخ کنی ہوتی، ہر بات دلائل سے سمجھاتے تھے۔ قدرت نے ان کی زبان میں زبردست مٹھاس اور تاثیر رکھی تھی، جب بھی بات کرتے لوگ کھینچ کر آتے یہی وجہ تھی کہ بروز جمعہ ان کی مسجد لوگوں سے بھر جاتی اور تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی۔ آپ کی تبلیغ سے کئی لوگ صراط مستقیم پر لگے اور رفض وبدعت سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔

حکمت: میاں صاحب کو علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں تک طب کے ذریعہ انسانوں کو فائدہ پہنچایا۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے دو بیٹے 1- صدرالدین 2- عبدالحق تولد ہوئے جب کہ دوسری بیوی سے فقط ایک بیٹی تولد ہوئی۔

تصنیف وتالیف: آپ کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف تھے جو کہ محفوظ نہ ہوسکیں۔ آپ نثر کے ساتھ شعر وشاعری کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے مورو شہر میں ایک لیتھو پریس قائم کر لی تھی جہاں سے کئی دینی کتابیں سندھی میں چھپوا کر عام کی۔

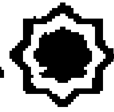
(مضمون: لکچرر و: ڈاکٹر قریشی حامد علی مہران جامشورو مقالات نمبر ۱۹۸۴ء)

فقیر راقم الحروف کو میاں عبدالرحمٰن صاحب کی ایک کتاب "الحقیقة الصحیحة فی اصول التشیعة" (سندھی) دستیاب ہوئی ہے جو کہ شیعیت کی تردید میں لاجواب کتاب ہے۔ اس کی افادیت و اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ قاطع رفض وبدعت، فاتح شیعیت، مناظر اسلام، مفتی اعظم علامہ محمد سعد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ جلیل دو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور آدھے صفحہ کی تقریظ ایک اور سنی عالم مولانا سید امیر محمد شاہ حسینی امینانی شریف نے رقم فرمائی دونوں شامل اشاعت ہیں۔

اس کتاب کو مولانا حاجی فیض محمد صاحب احمدانی لغاری نے شیخ عبدالعزیز عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی سے چھپوا کر مدرسہ دارالاسلام پوسٹ گھیری تحصیل مورو سے عام کیا۔ کتاب کا تعارف و جھلکیاں فقیر راقم نے شیعیت کی تردید میں لکھی گئی کتاب "روشن صبح سندھی" میں پیش کی ہیں۔

(روشن صبح ص ۱۲۴، مطبوعہ لاڑکانہ، ۲۰۰۰ء)

وصال: مولانا میاں عبدالرحمٰن سومرو نے ۲، اکتوبر ۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ کو انتقال کیا۔ مورو شہر کے "خلیفہ والے قبرستان" میں آپ کی مزار شریف واقع ہے۔ (مہران)



حضرت مولانا عبدالرحمٰن "ضیائی"

نامور عالم دین، استاد الشعراء، حضرت مولانا عبدالرحمٰن "ضیائی" بن حضرت علامہ بہاء الدین "بھائی" پنہانی کی ولادت صفر المظفر ۱۳۱۸ھ میں تحصیل میر پور ماتھیلو (ضلع گھوٹکی سندھ) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: پرورش و تربیت اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں ہوئی۔ ناظرہ قرآن مجید اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا جو کہ انتہائی متقی و پرہیزگار تھیں۔ فارسی میں کریمارحیما، گلستان، بوستان اور سکندر نامہ وغیرہ کتابیں والد محترم سے پڑھیں۔ عربی کی تعلیم حضرت علامہ مفتی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ گڑھی یاسین کے پاس حاصل کی۔ دوران تعلیم ان کا انتقال ہو گیا اس لئے مولانا عبدالکریم کورائی (کور سلیمان تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ) کے پاس آ گئے اور یہیں پڑھتے رہے اس کے بعد مادر علمی کی کشش آپ کو واپس لے آئی اور مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) میں مولانا مفتی محمد ابراہیم کے پاس بقیہ کتب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت مختلف مدارس میں درس دیا۔ ہمایون شریف میں حضرت مفتی عبدالباقی ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو درس دیا۔ اس کے بعد اپنے والد محترم کی قائم کردہ درسگاہ میں آخر عمر تک درس و تدریس کی مجلس کو قائم رکھا۔

بیعت: شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ چشمہ شریف (کوئٹہ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

شادی و اولاد: دوران تعلیم شادی کی۔ اس سے تین بیٹے تولد ہوئے صاحبزادہ اکبر حافظ محمد یوسف صاحب ہیں اور حافظ رحیم بخش "غوثی" پنہانی آپ کے بھتیجے ہیں۔

تصنیف وتالیف: محترم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب رقمطراز ہیں:۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب فارسی اور سندھی کے شاعر ہیں۔ اس وقت اپنے گوٹھ میں درس وتدریس میں مشغول ہیں۔ علم عروض میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء ص ۱۲۸)

فارسی اور سندھی میں کئی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

- روائح العروض شرح بدر العروض (فارسی) مطبوعہ بہاولپور
- القول الكافي في شرح تذكرة القوافي (فارسی) علم قافیہ کے متعلق غیر مطبوعہ
- مجموعه الغزليات (فارسی، سندھی) غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب سے غزل الوحید اور روزنامہ مہران اخبار اور دیگر اخبارات ورسائل میں چھپتے رہتے تھے۔ (شریعت سوانح نمبر ۱۹۸۱ء)
- دیوان ضیائی فارسی قلمی
- دیوان ضیائی سندھی قلمی
- ماشهيدان شرح ما مقيمان فارسی
- كاشف الغموض عن علم العروض

سفر حرمین شریفین: حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی اور واپسی پر اکثر طبیعت ناساز رہا کرتی تھی۔ اور ہجر رسول پاک میں اکثر گریہ فرماتے تھے۔

سیلاب: سن ۱۹۷۶ء میں دریائی اور بارانی سیلاب سے علاقے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر بتواضع فرماتے: ''زمین وآسمان کی آفات وبلیات ومصائب سب میرے گناہوں کے سبب ہیں'' یہ فرما کر بہت گریہ فرمایا کہ داڑھی آنسوں سے تر ہوگئی اور صلوٰۃ تنجینا شریف اکثر ورد میں رکھتے تھے اور اس کے ورد کی ہمیں بھی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

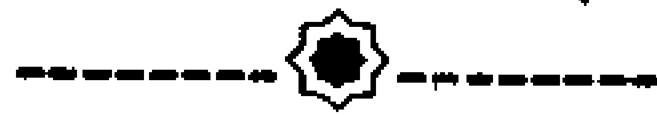
وصال: سندھ کے نامور عالم، بے مثال نقاش فطرت، ثانی سعدی، سادہ طبع، استاد الشعراء علامہ عبدالرحمٰن ضیائی کو بسب علالت پنو عاقل ہسپتال میں لایا گیا انتقال سے تین دن قبل ہسپتال میں کاغذ نہ ملنے کی صورت میں ایک اخبار کے ٹکرے پر فارسی میں اپنی تاریخ وصال لکھی (جو آگے درج کی جارہی ہے) ایک روز فرمایا کہ یہاں رہنے سے کچھ فائدہ نہیں، مجھے اپنے گوٹھ لے چلیں۔ پنو عاقل سے میر پور ماتھیلو آئے وہاں کچھ قیام کیا۔ وہاں مولانا نے پانی طلب فرمایا لیکن نہ تھا ایک گھڑا تھا وہ بھی خالی تھا، انکار پر فرمایا:۔

''جاؤ گھڑا (مٹی کا مٹکا) دیکھو، وہاں جاکر دیکھا تو سبحان اللہ! گھڑا سیدھا ہے اور ایک گلاس کی مقدار پانی موجود ہے وہ پانی پینے کے لئے پیش کیا گیا اور گھڑا اوندھا کردیا گیا اور تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد

دوبارہ پانی طلب کیا تو وہ ہی صورتحال۔ اس طرح آپ کی یہ کرامت بستر مرگ پر دوبار ظہور پذیر ہوئی۔

۲۸، صفر المظفر ۱۳۹۷ھ/ ۱۷، فروری ۱۹۷۷ء بروز جمعرات صبح ۵ بجے علامہ عبدالرحمٰن ضیائی نے کلمہ شہادت پڑھا اور روح مبارک پرواز کرگئی۔ اس وقت میت کو گوٹھ "مولوی بہاء الدین" پہنچایا گیا۔ جہاں نماز جنازہ ہوئی جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی نماز جنازہ استاد الحفاظ حضرت حافظ عبدالستار قادری صاحب مہتمم مدرسہ گوٹھ جھنگاں ڈھرکی کی امامت میں ادا کی گئی۔ بعد نماز جنازہ آپ کو حضرت مولانا بہاؤ الدین بھائی کے روضہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

(مضمون نگار حافظ رحیم بخش غوثی، الراشد رجب شعبان ۱۳۹۷ھ)



لسان الامت مولانا سید علی اکبر شاہ

خطیب اسلام حضرت مولانا سید علی اکبر شاہ بن سید احمد شاہ بن محمد شاہ ۲، فروری ۱۹۰۱ء کو میہڑ (ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔ آپ ولی کامل حضرت سید صدر الدین شاہ بکھری مشھدی بن سلطان العارفین حضرت سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۴۴ھ، مدفون سکھر سندھ، خلیفہ اکبر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ الاقدس) کی اولاد میں سے تھے۔ (موھیا کھنٹ نہ مال ص ۱۵ مؤلف: حبیب اللہ دیروی مطبوعہ میہڑ ۲۰۰۰ء)

تعلیم وتربیت: سید علی اکبر شاہ نے ابتدائی تعلیم آخوند عبدالحلیم کے پاس حاصل کی۔ سندھی اور انگریزی کی دو تین جماعتیں ای۔ وی اسکول میہڑ سے پاس کی۔ شاہ صاحب نہایت ذہین و ہوشیار طالب علم تھے۔ ذہانت کو دیکھ کر آپ کے والد صاحب سید احمد شاہ نے آپ کو حضرت مولانا حکیم عبدالوہاب گلال (مصنف: تحفۃ الوہاب ۲ جلدیں، ردشیعیت میں معرکۃ الآ راء تالیف ہے) کی خدمت میں گوٹھ گاہی مہیسر میں بٹھادیا۔ وہیں فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم مولانا عبدالکریم دیروی (میہڑ) کے پاس حاصل کی۔ قدرت ان پر مہربان تھی، قوت حافظہ کی نعمت سے سرفراز تھے، اس لئے تھوڑے عرصہ میں درس نظامی کا نصاب مکمل کرلیا۔

خطابت: بعد فراغت میہڑ کی جامع مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے۔ آپ جادو بیاں خطیب ثابت ہوئے، آپ کی تقریر سننے کے لئے ہر جمعہ صبح سے پسگر وائی کے لوگ جمع ہونے لگتے۔ ضلع دادو میں آپ کے خطاب کا چرچہ ہونے لگا۔ سندھ کے نامور صحافی رحیم بخش برقی کے بقول کہ وہ ہندو سندھ میں دو خطیبوں سے متاثر تھے ان دونوں کی تقریر سے وقت گذرنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ان میں ایک سندھ کے سحر بیاں خطیب مولانا سید علی اکبر شاہ تھے"

مدرسہ دارالقرآن کا قیام: آپ نے اعلیٰ ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے جامع مسجد میہڑ میں "مدرسہ عربیہ اکبریہ دارالقرآن" کی بنیاد رکھی۔ اور اس مدرسہ کا ناظم تعلیمات اپنے استاد مولانا عبدالکریم دیروی کو مقرر کیا۔ جہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم عام ہوئی۔ عوام الناس مستفیض ہوئے اور آپ کا یہ صدقہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ تیس برس سے مفتی کریم بخش مگسی کی نگرانی میں تدریس کا عمل جاری ہے۔

سماجی خدمات: لوگوں کو علم کی ترغیب کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی اصلاح کے لئے "انجمن اصلاح رسوم" قائم فرمائی۔ جس کے پلیٹ فارم سے سماجی رفاہی کام کئے۔ اس کے بعد آگے جاکر "ینگ مسلم ایسوسی ایشن" تنظیم قائم کی۔ جس کے تحت مدرسہ دارالقرآن میں تعلیم بالغان کے لئے "نائیٹ اسکول" قائم کیا اور ایک لائبریری قائم فرمائی جس کے ذریعے نوجوانوں کا حلقہ دینی علمی ادبی اور ملی کتب کا با آسانی سے مطالعہ کرسکتا تھا۔

جامع مسجد حیدرآباد کی تعمیر: جب آپ نے حیدرآباد میں جامع مسجد صدر کے نزد رہائش اختیار کی تو آپ نے جامع مسجد کی تعمیر و ترقی و توسیع میں بھرپور حصہ لیا۔ ایک بار دوران تقریر آپ نے لوگوں کو تعمیر مسجد کی جانب توجہ دلائی اور اثر انگیز انداز میں بات سمجھائی کہ لوگ بے خود ہوگئے اور ہر ایک نے اپنی بساعت کے مطابق تعاون کیا، لیکن ایک صاحب (غالباً آخوند عبداللطیف ٹمیاروی) نے اسی وقت ایک لاکھ روپیہ دینے کا اعلان کیا۔

بیعت: مولانا سید علی اکبر شاہ سلسلہ نقشبندیہ میں پیر طریقت حضرت پیر سید محمد مجتبیٰ رامپوری (متوفی ۱۹۳۶ء) رحمۃ اللہ علیہ کے دست بیعت ہوئے۔ پیر رامپوری کی مزار شریف خیرپور میرس (سندھ) کے محلہ سعدآباد میں واقع ہے۔

سیاست: جب ملک میں مذہبی لیڈروں نے تحریک خلافت چلائی ان دنوں آپ عالم شباب پر تھے نوجوانی میں تحریک کے پلیٹ فارم سے سیاست کا آغاز کیا۔ پہلی خلافت کانفرنس لاڑکانہ میں منعقد ہوئی، خلافت تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں نے شرکت کی۔ شاہ صاحب نے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ضلع دادو میں کام کیا۔ میہڑ تحصیل سے ایک جماعت ساتھ لے کر کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے بعد آپ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو میہڑ تحصیل کے لئے خلافت تحریک کا کنویر مقرر کیا گیا۔

۱۹۴۰ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا اور "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی۔ لیگ کے منشور و دستور میں (مسلمانوں کی بھلائی) کو سامنے رکھ کر مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنے۔ اور اس طرح مسلم لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں

کے ساتھ انہیں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ جی ایم سید نے جب قائد اعظم محمد علی جناح بانی پاکستان سے بعض اختلافات کی بنیاد پر مسلم لیگ سے مستعفی ہو کر الگ ہو گئے تو ان کی جگہ پر شاہ صاحب سندھ مسلم لیگ کے صدر چنے گئے۔

آپ نے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے میں بڑی سعی کی، تحریک پاکستان کے لئے دن رات کام کیا۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے الیکشن لڑے جس میں اسی علاقہ کے بااثر جاگیردار وڈیرہ محمد قاسم مہیسر کو زبردست شکست دی۔ وڈیرہ کی حمایت میں کانگریس کے نامور لیڈروں (جس میں جواہر لعل نہرو بھی تھا) نے بڑی جفاکشی کی لیکن ناکام گئے۔

شاہ صاحب عالم دین، خوش اخلاق، درویش، خطیب، سماجی بھلائی کا کام کرنے والے پرجوش رہنما، عوامی لیڈر اور بے داغ شخصیت کے مالک تھے اس لئے مخالفوں کی مخالفت کے باوجود جیت گئے۔

جب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو ان دنوں آپ کو ایک ہزار (۱۰۰۰) روپے وظیفہ ملتا تھا۔ آپ اپنی تنخواہ کو اس طرح تقسیم کرتے تھے (۱) وہ طلباء جو ذہانت فطانت کے باوجود غربت کے سبب تعلیم حاصل نہ کر سکتے تھے انہیں ۴۰۰ روپے اسکالرشپ دیتے تھے (۲) تین سو روپے قرآن مجید کی اشاعت میں "تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی" کو دیا کرتے اور (۳) بقیہ تین سو روپے ذاتی خرچہ کے لئے رکھتے تھے۔

شاہ صاحب اسمبلی کے ممبر تھے ان دنوں سندھ اسمبلی میں سندھ یونیورسٹی کا بل پیش ہوا تو آپ نے بھرپور حمایت کی بالآخر بل پاس ہوا۔

سندھ یونیورسٹی کے سینڈیکیٹ کمیٹی کے سرگرم ممبر تھے۔

سندھ یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے پہلے اعزازی سربراہ مقرر ہوئے۔

آپ نے سندھ میں تعلیم کو عام کرنے کے لئے بڑی جفاکشی کی، اسی جدوجہد کا ایک نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آپ نے اپنے احباب کے ساتھ تلک چاڑھی حیدرآباد پر ایک عظیم الشان تعلیمی ادارہ "جامعہ عربیہ" قائم فرمایا۔ لیکن بدنصیبی سے آج وہ ہائی اسکول کی صورت میں قائم ہے۔

کسانوں کو حقوق دلانے میں کوشش فرماتے رہے "زرعی اصلاح کمیٹی" کے ممبر بنائے گئے۔

شاہ صاحب نے سندھ میں تعلیم کو عام کرنے کیلئے "آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس" منعقد کی۔

حیدرآباد میں "عربی کانفرنس" کا اہتمام کیا۔

کراچی میں علم دین کی اشاعت کیلئے دارالاشاعت اور دارالطباعت قائم کئے۔

ایک بار فیلڈ مارشل صدر ایوب خان نے شاہ صاحب کو گاڑی کی پرمٹ بھجوائی۔ آپ نے اپنے سیکریٹری کو کہا: ایوب خان کو پرمٹ واپس بھجوادو اور لکھ دو کہ اللہ تعالیٰ نے چلنے پھرنے کی طاقت دی ہے

جب تک یہ طاقت جسم میں ہے گاڑی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ گاڑی کو فروخت کر کے وہ رقم دارالامان کے یتیم بچوں میں بانٹ دی جائے"۔

شاہ صاحب دینی سماجی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود اللہ رب العالمین کی بندگی سے کبھی غافل نہ رہے۔ عبادت ریاضت سے دلی لگاؤ تھا۔ شریعت مطہرہ کے پابند، نماز پنجگانہ و روزہ کے سخت پابند اور شب بیدار عابد تھے۔ ایک بار میہڑ کی جامع مسجد میں چالیس روز کے چلہ میں بیٹھے، میہڑ میں بڑی عقیدت و محبت و مقبولیت رکھتے تھے۔ عقیدت مندوں نے چالیسواں دن گن رکھا تھا کہ شاہ صاحب کا چلہ پورا ہوگا جا کر ان کی زیارت کریں گے، دعائیں منگوائیں گے اور اپنے دکھ سکھ بیاں کریں گے۔ چالیسویں دن شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ مسجد شریف کے دروازے پر لوگوں کا جمع غفیر استقبال کے لئے جمع ہو گیا ہے تو اس درویش بے نفس کو لوگوں کا یہ انداز پسند نہ آیا آپ نے فرمایا: "عبادت اپنے لئے کی تھی، لوگوں سے مبارکباد وصول کرنے کے لئے نہیں کی تھی"۔

اس لئے اس بے ریا شخصیت نے دوبارہ چالیس روز کے چلہ کی نیت کر لی۔ سبحان اللہ! (مشاہیر دادو) آج کے دور میں نیکی کی خوب نمائش کی جارہی ہے، حج سے واپسی پر جلوس کی صورت میں خانقاہ پر جلوہ افروز ہونا رسم بن گئی ہے، بڑی بڑی گاڑیوں میں بیٹھنا پیروں کا امتیازی نشان بنتا جارہا ہے۔ ایسے عالم میں حضرت شاہ صاحب کی سیرت مینارہ نور کی حیثیت رکھی ہے، جس سے عقلمند روشنی لیتے رہیں گے۔

پردہ عورت: محمد حسین پہنور نے علامہ آئی آئی قاضی (سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جامشورو) کی پشت پناہی پر "اسلامی پردہ" کے خلاف احتجاج کیا اور "مسلم عورت" کے نام سے کتاب شائع کی۔

حضرت علامہ الحاج مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس نے مسلم عورت کی ردشدید میں کتاب لاجواب "فصل الخطاب فی لزوم الستر والحجاب المعروف پردۂ عورت" ۱۹۴۷ء میں تحریر فرمائی۔ پردہ عورت پر حضرت مولانا سید علی اکبر شاہ صاحب نے زوردار تقریظ رقم فرمائی جس میں محمد حسین پہنور کو رجوع اور "پردۂ عورت" میں شرعی تحقیقات جو درج ہے انہیں قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ (پردہ عورت ص ۴)

تلامذہ: درج ذیل حضرات آپ کے نامور شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں:

- نامور ادیب غلام محمد گرامی — میہڑ
- حاجی غلام حیدر شیخ ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر — لاڑکانہ

مولانا علی اکبر شاہ صاحب کی شخصیت ہمہ گیر شخصیت تھی۔ وہ عالم دین، فقیر درویش، جادو بیاں خطیب، سراپا محبت، سادگی کے پیکر، انسان دوست، غریب پرور، شب بیدار، مجسمہ اخلاق و اخلاص، عوامی لیڈر، سماجی رہنما، مدبر، سیاستدان، مبلغ، متوکل، متقی، سخی، سلف صالحین کا نمونہ، اور عشق رسول ﷺ سے لبریز سینہ رکھتے تھے۔

وصال: ۲۲، جون ۱۹۶۹ء/۱۳۸۹ھ کو انتقال کیا۔ مزار شریف جامع مسجد شریف (میہڑ) کے احاطہ میں مرجع اہل درد ہے۔ مولانا سید کاظم علی شاہ (مرحوم) صوبائی خطیب محکمہ اوقاف سندھ نے نماز جنازہ کی اقتداء کے فرائض انجام دیئے۔

--------۞--------

حضرت علامہ عبدالکریم مگسی

استاد العلماء حضرت مولانا عبدالکریم بن غلام حسین مگسی ۱۲، ربیع الاول ۱۳۰۲ھ میں گوٹھ فیروز شاہ، تحصیل میہڑ ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم نحو میر تک مدرسہ جامع العلوم فیروز شاہ میں میاں گلاب الدین صاحب چنہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد تین تلاؤ حیدر آباد (سندھ) میں مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس ایک سال تک رہے۔ اس کے بعد تعلیم کی خاطر مولانا محمد صالح سیال کے پاس مدرسہ ٹوڑی پوٹھ متصل دادو میں چھ ماہ تک رہے۔ اس کے بعد گوٹھ بانھو لاکھیر میں مولانا الحاج الٰہی بخش صاحب کے پاس پڑھتے رہے۔ مدرسہ دارالفیوض صوبھو خان مگسی میں مولانا محمد اسماعیل مگسی کے پاس بھی تعلیم حاصل کی۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنی مادر علمی مدرسہ جامع العلوم فیروز شاہ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن چنہ کے پاس رہ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: ایک سال تک استاد محترم کے زیر سایہ مدرسہ میں تعلیم بھی دی۔ اس کے بعد مدرسہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ ٹھلاء متصل باقرانی اسٹیشن (لاڑکانہ) میں دو سال تک تعلیم دی۔ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں خلیفہ غلام مصطفیٰ کے توسل سے گوٹھ صوبھو خان مگسی متصل شاہ پنجو سلطان تحصیل میہڑ میں مدرسہ دارالفیوض میں مدرس رہے اور آخر تک وہاں پر درس نظامی کی تعلیم دیتے رہے۔

بیعت: تصوف کے سلسلے میں تین طریقوں سے وابستہ تھے۔ قادری طریقے میں آپ کے مرشد میاں محمد کامل قادری خانقاہ کٹبار شریف (بلوچستان) والے تھے۔ نقشبندی طریقے میں حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی خانقاہ چشمہ شریف (کوئٹہ) سے فیض حاصل کیا اور چشتیہ طریقے میں ہندوستان کے

کسی بزرگ سے غائبانہ خط و کتابت کے ذریعے تعلق قائم کیا۔

تصنیف و تالیف: علامہ عبدالکریم مگسی کا زیادہ عرصہ درس و تدریس میں گذرا۔ اس کے باوجود لکھنے سے غافل نہ رہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتب قلمی صورت میں یادگار چھوڑیں۔

- فتاویٰ کریمی (سندھی)
- کتاب النحو (سندھی)
- ہاتھ اور پاؤں چومنے کا مسئلہ
- قصیدہ غوثیہ کی شرح

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بھی وسیع ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

- مولانا عبدالحکیم بلوچستان
- مولانا محمد داؤد پپری گوٹھ پپری تحصیل میہڑ
- مولانا محمد سلیمان جھل مگسی
- مولانا عبدالحکیم قرانی
- مولانا محمد داؤد
- مولانا محمد دادوی
- مولانا احمد مگسی
- مولانا محمد عیسیٰ دڑو
- مولانا ہدایت اللہ تونیہ
- مولانا رضا محمد مگسی کھیر تھری ثم مدنی
- مولانا مفتی کریم بخش مگسی صدر مدرس مدرسہ دارالقرآن جامع مسجد میہڑ ضلع دادو
- مفتی محمد مہیسر
- مولانا یار محمد جویو،
- مولانا محمد چنا
- مولانا غلام رسول مری

اولاد: مولانا عبدالکریم کو چار بیٹے تولد ہوئے:

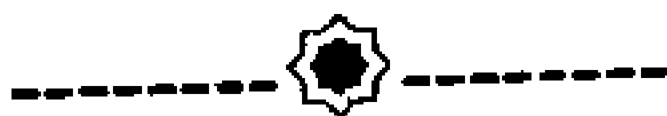
1- عبدالباقی 2- نورالنبی

3- غلام حسین 4- عبدالباری۔ (مشاہیر دادو)

وصال: حضرت علامہ عبدالکریم مگسی نے علم کی روشنی دور دور تک بکھیر کر مدرسہ دارالفیوض صوبھو خان مگسی تحصیل میہڑ میں ۲ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ بمطابق مارچ ۱۹۷۲ء کو ۵۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وہیں آپ کی مزار شریف ہے۔ ہر سال ۲ صفر المظفر کو عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوتی ہے۔

مولانا مفتی کریم بخش مگسی نے اپنے استاد محترم و ماموں جان علامہ عبدالکریم مگسی کا سال وفات ”مغفور اللہ“ (۱۳۹۲ھ) سے نکالا۔

[مولانا ڈاکٹر عبدالرسول قادری، سکرنڈ کے ذریعہ مواد میسر ہوا]



مولانا عبدالصمد مقتدری

مولانا عبدالصمد مقتدری ابن مولانا غلام حامد کی ولادت بدایون (انڈیا) کے مشہور حمیدی خاندان میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: مدرسہ عالیہ قادریہ و دارالعلوم شمس العلوم بدایوں میں مولانا محب احمد قادری، مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی ودیگر اساتذہ سے علوم متداولہ میں فراغت حاصل کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے "ملا" کی ڈگری حاصل کی۔

بیعت وخلافت: حضرت علامہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں ۱۳۳۴ھ بمطابق 1915ء کو بیعت کی اور حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی قدس سرہ سے ۳۱، مارچ ۱۹۶۳ء کو اجازت وخلافت پائی۔

سیاسی خدمات: آپ نے اپنی مذہبی مصروفیات کے باوجود برصغیر کی ہر مسلم مفاد تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک خلافت، شدھی تحریک اور تحریک پاکستان میں حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ حصہ لیا اور انہی سے ہی سیاست کے رموز ونکات سیکھے۔

جب جمعیت علماء ہند اپنے نصب العین سے ہٹ کر کانگریس کی بچہ جمورا بن گئی تو آپ نے علماء حق کے ساتھ مل کر "جمعیت علماء ہند کانپور" کی بنیاد ڈالی۔ صدارت کا سہرا آپ ہی کے سر باندھا گیا اور آپ آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہ کر ملک وقوم کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔

اس جمعیت کے زیر اہتمام ہر سال سیرت کانفرنسیں بدایوں، کانپور ودیگر شہروں میں منعقد ہوتیں جن میں مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا مظہر الدین، ایڈیٹر اخبار الامان اور مولانا عبدالقیوم کانپوری ودیگر اکابرین شرکت فرما کر کانگریس کے مکروفریب کو تار تار کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچاتے، الغرض آپ نے اس طرح مذہب وملت کی جو بے مثال خدمت کی وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو دیگر مسلم لیگی لیڈروں کی طرح آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری ہوگئے۔ چنانچہ ۱۳، دسمبر ۱۹۴۷ء کو بچ بچا کر بمعہ اہل خانہ کراچی تشریف لے آئے۔ ان دنوں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خالقدینا ہال (بندر، روڈ کراچی) میں ۱۳، ۱۴، ۱۵ دسمبر کو ہو رہا تھا، چونکہ پاکستان بننے کے بعد یہ پہلا اجلاس تھا، لہٰذا آپ بال بچوں کو بندرگاہ پر ہی چھوڑ کر سیدھے اس اہم اجلاس میں شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ نے نمایاں طور پر حصہ لیا۔

اس کے بعد آپ کو آل پاکستان مسلم لیگ کا کونسلر منتخب کیا گیا اس کے علاوہ کراچی مسلم لیگ میں آپ کو وہی مقام نصیب ہوا جو بدایوں مسلم لیگ میں تھا۔

کراچی مسلم لیگ کی تنظیم کے بعد آپ نے "آل پاکستان انجمن مہاجرین و الانصار" کی بنیاد ڈالی جس کے آپ سیکریٹری جنرل منتخب کئے گئے۔ اس انجمن کا مقصد مہاجرین کی فلاح و بہبود تھا۔ چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لئے مقدر بھر کوششیں فرمائیں۔ اس کے علاوہ بہت سے تعلیمی امور میں بھی نمایاں حصہ لیا۔

صحافت: آپ کو صحافت سے ابتداء سے ہی تعلق خاطر تھا۔ قیام آگرہ کے دوران ایک چھاپہ خانہ قائم کر کے ماہنامہ "الھدیٰ" جاری کیا تھا۔ جس میں حکومت پر سخت تنقید کی جاتی تھی اور مسلم لیگ کی دل کھول کر تبلیغ کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں آپ کو متعدد بار قید و بند کی تکالیف بھی برداشت کرنا پڑیں۔ لیکن آپ کی حق گوئی و بے باکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ علی برادران کے حکم پر آگرہ کو اپنا مسکن بنایا اور دو اخبارات "تبلیغ" اور "خلافت" کا اجراء کر کے خلافت کے پیغام کو برصغیر کے کونے کونے میں پہنچایا۔ کراچی آنے پر بھی آپ نے روزنامہ "خورشید" اور ماہنامہ "ترجمان" جاری کئے اور اپنی حق گوئی کو مسلسل اپنا مقصد وحید بنائے رکھا۔ (اکابر تحریک پاکستان)

تصنیف و تالیف: ان سب کاموں کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تحریر فرمائی۔ ہمیں صرف مندرجہ ذیل نام ہی معلوم ہو سکے۔

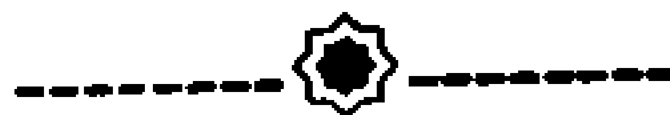
1- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ کا مشہور قصیدہ "چراغ انس" (در مدح حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی قادری قدس سرہ) آپ نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔
(تذکرہ اکابر اہل سنت)

2- مباحث الاذان۔ یہ کتاب بدایوں سے مولانا عبدالواحد عثانی نے چھپوائی۔

3- بریلوی تحریر کا شافی جواب (مطبوعہ بدایوں) (۴) تحقیق البیان (مطبوعہ بدایوں)

5- علامہ مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کی سوانح حیات مرتب کی تھی جو چھپ نہ سکی۔

وصال: مولانا عبدالصمد مقتدری ۱۵، رجب المرجب ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۰، نومبر ۱۹۶۴ء کو راہی جنت ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میوہ شاہ قبرستان (کراچی) میں سپرد خاک کئے گئے۔ (بزرگان قادریہ)



مولانا قاضی ابوالخیر عبداللہ جتوئی

مولانا الحاج قاضی ابوالخیر عبداللہ بن حاجی حافظ محمد حیات جتوئی گوٹھ کھڈیوں نزد سیتاواہ (ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۲۵۳ھ/۱۸۱۳ء میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اس کے بعد مولانا ابو اسحاق عبدالغفور دھوبی، مولانا غلام صدیق لواری اور مولانا محمد صدیق دھوبی ٹھٹوی کے پاس تعلیم حاصل کی، آخر الذکر کے پاس درسی نصاب کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ علامہ شیخ الاسلام محمد عابد سندھی محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔

بیعت: آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی فاروقی قدس سرہ سے بیعت تھے۔

درس و تدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ میں مدرسہ قائم کیا، جہاں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد گوٹھ آمری (تحصیل جاتی ضلع ٹھٹھہ) میں مستقل سکونت اختیار کی۔ وہیں پر بھی وہ ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، مسجد شریف تعمیر کروائی۔ ساری عمر قال اللہ و قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزار دی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں کثیر جماعت ہے جس میں سے بعض نامور تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی فتح علی جتوئی اکبر
- مولانا مفتی فتح علی جتوئی اصغر
- مولانا علامہ محمد ہاشم دھوبی (گوٹھ غلام اللہ ضلع ٹھٹھہ)
- مولانا علامہ اللہ بخش مگسی (نانگوشاہ، ماتلی)
- مولانا محمد عثمان (ماتلی)
- مولانا محمد عثمان دھوبی (تحصیل میرپور بٹھورو)
- الحاج مفتی میر محمد جتوئی (آمری تحصیل جاتی)
- مولانا میر محمد جتوئی (لاڈیون تحصیل سجاول)
- مولانا محمد عمر دھوبی (چوہڑ جمالی، حافظ حبیب سندھی کے جدامجد)

عادات و خصائل: اخلاق نبوی سے آراستہ، سادگی کے پیکر، لباس سنت نبوی کے مطابق، شریعت مطہرہ کے پابند، اہل سنت و جماعت کے نامور فقیہ عالم، عابد، زاہد، متقی اور شب خیز بزرگ تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی باہر کہیں دور فیصلہ کے لئے مدعو ہوتے تو ساتھ

میں شاگرد اور کھانا پینا اپنے ساتھ رکھتے، اپنا کھانہ پکوا کے کھاتے۔ مدعی و مدعیٰ الیہ میں سے کسی کی بھی دعوت قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ ان کا پانی تک نہیں پیتے تھے۔ فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق دیتے کسی کی نہ پرواہ کرتے اور نہ رعایت کرتے۔

وصال: حضرت مولانا مفتی عبداللہ جتوئی نہ صرف عالم باعمل تھے بلکہ صاحب کرامت بزرگ بھی تھے۔ آپ کی کئی کرامات مشہور عام ہیں۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں انتقال کیا۔ آپ کی مزار شریف گوٹھ مولوی میر محمد جتوئی گوٹھ آمری (تحصیل جاتی) میں مسجد شریف کے احاطہ میں مرجع عام و خاص ہے۔ (تتو صدین کان)

--------❁--------

حضرت مولانا عبداللہ میمن

حضرت حکیم مولانا عبداللہ بن مولانا محمد ابراہیم میمن ہالانی (تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب کے پاس حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ دارالرشاد گوٹھ پھنواری (تحصیل پنو عاقل) میں داخلہ لیا اور مولانا حکیم میاں عبدالقادر اندھڑ (شاگرد رشید، رئیس العلماء، سند الکاملین حضرت علامہ خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس نصاب کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد فراغت مولانا عبدالقادر سے علم طب میں کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے سندھ کی نامور دینی درسگاہ شہداد کوٹ میں داخلہ لیا اور حضرت استاد الاساتذہ حضرت خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس سے دورہ حدیث پڑھا اور فتویٰ نویسی میں تربیت حاصل کی۔

بیعت: مولانا عبداللہ میمن سلسلہ قادریہ میں عارف کامل حضرت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی درگاہ بھرچونڈی شریف (گھوٹکی) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور صحبت سراپا فیض سے بازیاب ہوئے۔

درس وتدریس: مولانا عبداللہ نے گوٹھ رضا مہر تحصیل پنو عاقل (ضلع سکھر) میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور تقریباً دس بارہ برس درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد ہالانی واپس آئے۔

تصنیف وتالیف: مولانا عبداللہ نے بعض کتابیں تصنیف فرمائی تھیں لیکن تاہنوز چھپ نہ سکیں۔

مولانا حکیم عبداللہ میمن قادری کو پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: 1- مولوی حکیم محمود میمن 2- میاں حامد علی

3- میاں فیض محمد 4- میاں غلام محمد جو کہ حکیم ہیں

5- مسٹر عبدالرحیم میمن مغربی پاکستان میں انجینئر ڈپارٹمنٹ کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔

۱۹۵۷ء کے بعد ان کا انتقال ہوا لیکن تاریخ ماہ وسال، وصال مع دیگر معلومات دستیاب نہ ہوسکی۔

[ماخوذ: ماہنامہ نئی زندگی کراچی، مارچ، اپریل ۱۹۵۷ء، مضمون نگار مدد علی شاہ ہالانی]



حضرت مخدوم عبداللہ مندھرو ناڑی والے

سندھ کے نامور عالم دین، مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مخدوم عبداللہ مندھرو ضلع بدین کے گوٹھ ماندر میں تولد ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق مخدوم عبداللہ تحصیل کچھ کے گوٹھ "نرے" کے باسی تھے اور تعلیم حاصل کرنے سندھ آئے تھے۔ آپ کی ولادت کے متعلق دو تاریخیں ۱۱۴۵ھ/۳۲-۱۷ء یا ۱۱۵۰ھ/۳۷-۱۷ء اندازے کے مطابق بتائی جاتی ہیں۔

تعلیم وتربیت: ان دنوں ٹھٹھہ (سندھ) میں بارہویں صدی کے مجدد، امام اہلسنت، حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ الاقدس کی عظیم دینی درسگاہ" جامعہ ہاشمیہ" شہرت ومقبولیت کی معراج کو پہنچ چکی تھی۔ مخدوم عبداللہ نے اسی درسگاہ سے تعلیم وتربیت پائی۔ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سے عقلی ونقلی علوم میں تکمیل پاکر فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد دورہ حدیث پڑھا اور تصنیف وتالیف کا شوق بھی یہیں سے پایا۔

درس وتدریس: مخدوم عبداللہ صاحب الرائے، فقیہ، ذہین وقوی الحافظہ عالم تھے، ہوسکتا ہے کہ دوران تعلیم مبتدی طلباء کو درس دیا ہو۔ لیکن باقاعدگی سے درس بعد فراغت اپنے گوٹھ "ماندر" (ضلع بدین) میں شروع کیا۔ اس کے بعد اپنے استاد محترم کے حکم سے کچھ کے علاقہ (سورٹھ، کاٹھیاواڑ، جیسلمیر، مارواڑ، راجھستان) گئے وہاں "نرے" گوٹھ میں قیام کیا۔ مخدوم عبداللہ نے درس تدریس، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف سے کچھ اور دیگر علاقوں کو فیضیاب کیا۔ اس کے بعد کچھ کے دوسرے گوٹھ سسری یا سھتری میں آخر عمر تک درس وتدریس اور تصنیفات کا کام جاری رکھا۔ جہالت کی

تاریکی کے ماحول میں پیار و محبت کا روحانی ماحول پیدا کیا۔ علم کی شمع کو فروزاں رکھا، علم کے پروانے دور دراز علاقوں سے نکل کر شمع علم کے پاس جمع ہونے لگے، اس طرح زندگی بھر فیوض و برکات لٹاتے رہے۔

تلامذہ: مخدوم عبداللہ کو تبلیغ اسلام کے دو شعبہ جات درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے زیادہ دلچسپی تھی اور زندگی بھر انہی شعبہ میں بھرپور کام کیا۔ آپ کی درسگاہ سے برصغیر (پاک و ہند) کے بے شمار و لاتعداد طلباء نے استفادہ کیا۔ برصغیر کے کونے کونے سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے تھے اور آپ علمی و تحقیقی فتاویٰ جاری فرماتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے اس میں سے صرف ایک شخصیت کا نام معلوم ہوا لیکن "ایک رانجھا لکھاں دی مثل" کی مصداق ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت کے تلمیذ ہونے سے استاد کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

- علامہ مخدوم محمد ابراہیم بن علامہ مخدوم عبداللطیف بن حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (یعنی استاد محترم کے پوتے)

تصنیف و تالیف: مخدوم عبداللہ جید عالم، مفتی شریعت، نامور مدرس، لاثانی نثر نویس، اور صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ تھے۔ انہوں نے تمام تصانیف سندھی زبان میں بصورت الف اشباع اشعار میں تحریر فرمائی تھیں جو کہ سیرت طیبہ، عقائد، فضائل و کمالات، معجزات، ارکان اسلام، احوال آخرت، اصلاح معاشرہ اور فقہ حنفی سے متعلق مسائل پر مشتمل اور دلائل قاہرہ سے مزین ہیں۔ آپ کی تصانیف اپنے عہد میں وسیع و عریض سندھ کے تمام مکاتب و مدارس و جامعات میں پڑھائی جاتی تھیں۔ اور خواتین اپنے گھروں میں اپنی بچیوں کو پڑھاتی اور زبانی یاد کراتی تھیں۔ آپ نے اپنی تصانیف جمیلہ کے ذریعہ احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا، شرک، بدعت، غلط رسوم و رواج اور جہالت کی باتوں کی سختی سے تردید کی ہے۔

مخدوم عبداللہ اور امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی اصلاح معاشرے کے حوالہ سے ایک ہی سوچ و فکر کے حامل ہیں، ان کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے اور وسیع مطالعہ، فقہی بصیرت اور محققانہ انداز فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی تصانیف کی طویل فہرست میں سے بعض کتب کے نام درج کئے ہیں۔ اکثر تصانیف اس وقت نایاب و قلمی ہیں۔

- تفسیر احسن القصص سورہ یوسف کی تفسیر ہے۔
- کنز العبرت۔ اسلامی تعلیمات سے متعلق ایک جامع کتاب ہے جو کہ عقائد، عبادات اخلاقیات و معاملات پر مشتمل ہے۔ پہلا ایڈیشن بمبئی سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن مولوی محمد مدنی نے

۱۳۸۰ھ/ ۱۹۲۰ء میں ایجوکیشنل پریس کراچی سے شائع کیا۔

- قمر المنیر۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور معجزات مبارکہ پر مشتمل عظیم مجموعہ ہے۔ ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں مطبع معمورہ لیتھو پریس بمبئی سے شائع ہوئی۔
- بدر المنیر۔ نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت، تعریف وتوصیف اور ثناء وصفت پر مشتمل ہے۔ اور آٹھویں باب میں امام اعظم حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے ہیں۔
- غزوات۔ نبی کریم ﷺ کے غزوات کے متعلق ایک مدلل ومفصل تالیف ہے اور قدامت کے حوالہ سے برصغیر میں اسے اولیت حاصل ہے۔
- وفات نامہ۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارکہ کے حالات پر مفصل کتاب ہے۔ جس میں آخری دیدار ورسومات کا تذکرہ ہے اور وصال مبارکہ کے وقت ظہور پذیر معجزات مبارکہ کا تفصیل سے ذکر ہے۔ صحابہ کرام کی تعداد، ازواج مطہرات اور اولاد اطہار کا بھی بیان ہے۔
- نصیحت نامہ:۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔
- خزانۃ الابرار۔ نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل وبیان پر مشتمل ہے۔
- نور الابصار۔ خزانۃ الابرار کی شرح ہے، اس میں مسائل وفضائل تفصیل سے درج کئے گئے ہیں۔
- قصص الانبیاء
- خلفائے راشدین
- شجاعت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم
- سیدنا امیر عمر رضی اللہ عنہ
- شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا کے فضائل وکمالات ذاتی ونسبی کے علاوہ شہادت کا ذکر کیا گیا ہے۔
- خزانہ اعظم۔ اسلامی قانون، فقہی مسائل، اخلاقیات اور دینی دنیوی معاملات کا جامع ومفصل بیان ہے۔ امام غزالی قدس سرہ کی مشہور ونامور کتاب "احیاء العلوم" کی طرز پر یہ تصنیف لکھی گئی ہے۔ ۸ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر ایک جلد ۷۰۰/ ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
- ہفت بہشت
- خزانۃ الروایات
- سنگ نامہ۔ معاملات پر مشتمل ہے۔

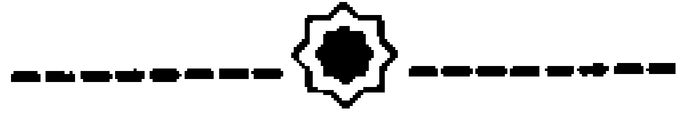
اولاد: حضرت مخدوم عبداللہ کی اولاد میں سے بعض سیسری (سکھر، کچھ) میں قیام پذیر ہیں اور بعض نے کراچی کے علاقہ موسیٰ لین (لیاری) میں رہائش اختیار کی، ان میں سے میاں عبدالخالق میاں عبدالشکور وغیرہ ہیں۔

حضرت علامہ مخدوم عبداللہ کی ولادت و وصال کی صحیح تاریخ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکی۔

وصال: محققین نے اندازے کے مطابق سن قائم کئے ہیں۔

رچرڈ برٹن انگریز رقمطراز ہے کہ ان کے سندھ میں آنے سے تیس (۳۰) سال قبل مخدوم عبداللہ کا انتقال ہوا تھا۔اس طرح تقریباً وصال کا سن ۱۸۲۰ء/۱۲۳۵ھ بنتا ہے۔

(ماخوذ: خزانہ اعظم (سندھی) مقدمہ مطبوعہ ۱۹۹۴ء)



مولانا مفتی حافظ عبدالقادر قاسمی (کلہوڑو)

خطیب اسلام لحن داؤدی حضرت علامہ مفتی حافظ عبدالقادر بن حاجی میر محمد کلہوڑو ۹، ستمبر ۱۹۱۹ء کو گوٹھ فاضل کلہوڑو عرف کارڑا (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدا میں گوٹھ کی مسجد شریف میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد چرواہے کا کام کیا اور ساتھ میں پانچ پارے حفظ کر لئے۔آپ کو حصول علم کا بہت شوق تھا، اس کے ساتھ نہایت ذہین و ذکی تھے۔آپ کی قسمت کا ستارہ چمکا کہ آپ کے ہی گوٹھ میں فقیر کامل حضرت استاد الحفاظ امام بخش سومرو رحمۃ اللہ علیہ (بانی درگاہ حافظ امام بخش ضلع لاڑکانہ) کی آمد ہوئی انہوں نے گوہر نایاب کو پہچان لیا فرمایا: بیٹا! میرے ساتھ چلیں میرے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کریں"۔حافظ عبدالقادر اسی وقت حضرت حافظ صاحب کے ساتھ آپ کے مدرسہ غوثیہ آئے، وہیں رہ کر ۱۵ ماہ کی قلیل مدت میں حفظ قرآن کا عظیم اعزاز حاصل کیا۔بعد فراغت ایک ختم تراویح استاد صاحب کے پاس اور دوسرا ختم قرآن تراویح فرید آباد میں کیا۔ایک روز حضرت حافظ صاحب نے اپنے ہونہار شاگرد حافظ عبدالقادر کو درگاہ مشوری شریف لے گئے جہاں جامعہ عربیہ قاسم العلوم دارالافتاء الشرعی میں داخل کروایا۔

حافظ عبدالقادر نے فقیہ اعظم، استاد العلماء، شیخ الحدیث، بحر العلوم والفیوض، حضرت علامہ مفتی الحاج محمد قاسم مشوری قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں رہ کر سات سال کے قلیل عرصہ میں درس نظامی کی تکمیل کی۔اس کے بعد علم میراث میں ملکہ اور فتاویٰ نویسی سیکھی اور سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔

بیعت: آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں حضرت فقیہ اعظم تاج العارفین حضرت سرکار مشوری قدس سرہ الاقدس کے دست اقدس پر بیعت ہو کر روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔حافظ صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔

درس وتدریس: بعد فراغت آپ نے جامعہ عربیہ قاسم العلوم مادر علمی سے تدریس کا آغاز کیا۔ اور حضور قبلہ عالم کی زیر سرپرستی میں فتاویٰ نویسی کا کام بھی شروع کیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۴۶ء میں اپنے گوٹھ میں "مدرسہ غوثیہ" قائم کیا، جہاں حفظ قرآن کا کام عروج کو پہنچایا، کئی حفاظ کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ اس طرح ائمہ مساجد وختم تراویح کی ضرورت کو پورا کیا۔ آخر عمر میں حضرت قبلہ عالم سیدی مرشدی سندی مولائی وملجائی قدس سرہ کے حکم کے مطابق شہر لاڑکانہ کی مرکزی جامع مسجد قاسمیہ قدیم عیدگاہ میں امامت وخطابت، اور درس وتدریس کا مشغلہ انتقال تک جاری رکھا۔

خطابت: ڈویژن لاڑکانہ کے نامور خطباء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی آواز لحن داوٗدی تھی، لوگ دور دراز علاقوں سے آپ کا خطاب سننے آتے تھے۔ آپ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو ماحول میں سکوت طاری ہو جاتا اور اس طرح بعض ہندو قرآن پاک سن کر مسلمان ہوگئے۔ آپ کا وعظ گویا جادو تھا جو کہ دل ودماغ پر اثر انداز ہوتا تھا۔ زندگی بھر وعظ کے ذریعے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی خوب تبلیغ وترویج فرماتے رہے۔

حافظ عبدالقادر دلائل الخیرات شریف کے عامل تھے، اپنے پیرو مرشد کے عطا کردہ تمام وظائف و اوراد کو پابندی سے ورد میں رکھتے تھے۔

پردہ عورت: حضور قبلہ عالم کی تصنیف لطیف "پردہ عورت" کی جب چھپائی کا مرحلہ آیا تو درگاہ شریف کے کتب خانہ میں پردہ عورت کا ایک ایسا نسخہ سامنے آیا جو کہ پریس کیلئے صاف لکھائی میں لکھا گیا تھا۔ پتہ لگنے پر معلوم ہوا کہ یہ خوشنویسی علامہ حافظ عبدالقادر کی ہے آپ کی خوشخطی نے بہت متاثر کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ، حضرت قبلہ عالم کے فتاویٰ، تحریر اور کتاب کی نقل تیار کرنے کا بھی جذبہ رکھتے تھے۔ اس کی ایک نقل راقم الحروف راشدی کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

شادی واولاد: آپ نے ایک شادی کی جس سے ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- حافظ احمد علی عباسی صدر جمعیت علماء پاکستان لاڑکانہ

2- حافظ غلام بشیر 3- حافظ نذیر احمد 4- منیر احمد۔

آپ کی بڑی بیٹی اور ایک بھتیجی قرآن پاک کی حافظہ اور آپ کی شاگرد ہیں۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں آپ کے صاحبزادوں کے علاوہ بعض نام معلوم ہو سکے۔ حافظ محمد موسیٰ بروہی۔ محمد رمضان (تحصیل گمبٹ) حافظ شفیع محمد بھٹو (قاضی بھٹہ، گمبٹ) سید غلام مصطفیٰ شاہ (میہڑ) حافظ مولا بخش بھٹو (آبڑی تحصیل قمبر) حافظ محمد حسن شیخ (لاڑکانہ) حافظ محمد عیسیٰ کھوکھر (ڈوکری) حافظ دھنی بخش جمالی (لاڑکانہ)

وصال: حضرت علامہ مفتی حافظ عبدالقادر کو آخر عمر میں دوران تقریر یا محفل میں گریہ کرتے دیکھا گیا بہت ہی رقیق القلب تھے۔ آخر عمر میں طبیعت ناساز تھی، جامع مسجد قاسمیہ سے اپنے گوٹھ منتقل ہوئے اور ۱۹ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۹، جولائی ۱۹۸۴ء کو ۶۵ سال کی عمر میں بروز جمعرات فجر کی اذان کے وقت انتقال کیا۔

حضور قبلہ عالم نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور گوٹھ فاضل کلہوڑو میں آپ کی مزار شریف ہے۔ جہاں پر ہر سال عرس کی تقریب منعقد ہوتی ہے۔

[حافظ احمد علی عباسی صاحب نے مواد فراہم کیا فقیر مشکور ہے]

مولانا قاضی عبدالرزاق صدیقی

حکیم قاضی عبدالرزاق صدیقی گوٹھ ترائی (تحصیل گڑھی یاسین ضلع شکارپور) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے پاس حاصل کی۔ اس کے بعد جندہ دیرو (تحصیل مدیجی) میں مولانا محمد حسین بھٹو سے درس لیا۔ آخر میں ہمایونی شریف میں سید الفقہاء، سند الکاملین، عاشق خیر الوریٰ مفتی اعظم سندھ و بلوچستان علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی نور اللہ مرقدہ کے پاس نصاب مکمل کیا۔ اور وہیں فارغ التحصیل ہو کر فضیلت کی دستار باندھی۔

طب کی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور پھر حکمت میں شہرت و ناموری پائی۔

بیعت: حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ الاقدس کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے تین بار حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت ابدی حاصل کی۔ اور اکثر قیام مدینہ منورہ میں کیا اور وہاں کے بعض بزرگ آپ پر نہایت مہربان ہو گئے تھے۔ (ان کے نام ہمیں معلوم نہ ہو سکے)

عادات و خصائل: آپ عالم باعمل تھے اور سینہ حب رسول سے لبریز تھا۔ علامہ ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے اکسیر پارس کا کام دکھایا۔ حدیث میں قابل فخر استاد اور فقہ میں "استاد زمن" تھے۔ علم جفر میں مانے ہوئے تھے۔ اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ کم گو، رحم دل، ہمدرد، مہمان نواز، اخلاق کے پیکر، طلباء پر مہربان تھے۔ اپنے گوٹھ میں درس تدریس کے ساتھ طب کے ذریعے بھی انسانیت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ الغرض بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تفصیل معلوم نہیں۔ فقط ایک نامور شاگرد کا نام معلوم ہوا ہے۔ شیخ العلماء علامہ خادم حسین جتوئی۔

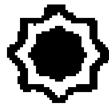
اولاد: آپ نے ایک شادی کی جس کے بطن سے ایک بیٹا تولد ہوا جو کہ بچپن میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد ایک بیٹی اور ایک بیٹا قاضی محمد رفیق (مدفون نوڈیرو) تولد ہوئے۔

وصال: حضرت مولانا قاضی عبدالرزاق نے ۸، رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء بروز اتوار کو انتقال کیا۔ آپ کا مزار گوٹھ ترائی میں واقع ہے۔

مولوی صاحب فضیلت، عالم علم الھدا
کاشف رمز شریعت، جامع ورع و تقا
در علوم فقہ و منطق در تفاسیر و حدیث
صدر علماء، زیب فقہاء، معدن جود و سخا
حاجی عبدالرزاق اندر جہان مشہور بود
در فضائل ظاہر و باطن چو شمس اندر سما
درھمہ اوصاف دینی برتر و بے مثل بود
کز ہمہ اہل زمان مستغنیش کردہ خدا
درفنون علم، تحریر مسائل، بے نظیر
گرز "نعمان" ثانیش خوانم کجا باشد خطا
در جہان از انتقالش صد ہجوم آمد پدید
اہل دین از فرقتش درگریہ و اندوھا
روز یک شنبہ زرمضان ہفتمین تاریخ بود
کان بلیغ ازدھر فانی شد رواں سوئے بقا
بے سرحسرت برآمد مادہ تاریخ او
دنیاز نقل این "چنین میمون بقا"

۱۳۳۱ھ

[قاضی محمد رفیق نوڈیرو کے مضمون سے ماخوذ ہے]



مولانا عبدالرحیم جتوئی

مناظرِ اسلام مولانا عبدالرحیم بن جہان خان جتوئی گوٹھ سونہ جتوئی (تحصیل وضلع لاڑکانہ) میں تولد ہوئے۔

مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی میں اول تا آخر تعلیم وتربیت حاصل کی۔ سراج الفقہاء عارف کامل استاد العلماء علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ الباری (متوفی ۱۹۳۵ء) کے تربیت یافتہ شاگرد، بافیض مرید اور عزیز رشتہ دار تھے۔ پوری زندگی استاد محترم کے زیر سایہ درس وتدریس، تصنیف وتحقیق، تقریر وتبلیغ اور فرقہ ہائے باطلہ کے ساتھ مناظرہ میں گذاری۔ سادگی واخلاص کے پیکر، سلف کے یادگار، اور اعلاء کلمۃ الحق ان کی پہچان تھی۔ استاد محترم کے سفر وخضر کے ساتھی تھے۔

آپ کے زمانہ میں لاڑکانہ شہر میں ماسٹر پریل کے ذریعہ پہلی بار شیعیت کی تبلیغ ہونے لگی، ماسٹر پریل جعفری نے شعبہ نشر واشاعت کا محاذ سنبھالا۔ دوسری طرف ان دنوں مولانا علامہ عبدالرحیم جتوئی دیگر علماء اہل سنت کی طرح لاڑکانہ شہر مدعو کئے جاتے اور بڑے بڑے مجمع میں شیعیت کے مبلغ کو للکارتے اور عوام الناس کو شیعیت کا اصل روپ دکھاتے ان کے غلط و باطل بلکہ حیاء سوز عقائد ومسائل سے آگاہ کرکے ان کے ایمان کی حفاظت کا سامان مہیا کرتے۔

لیکن ماسٹر پریل برسرِعام آنے، مناظرہ کرنے کی ہمت نہ کرسکا بلکہ چھپ چھپ کر کتابچہ، کتاب اور پمفلٹ سندھی زبان میں چھپوا کر اہل سنت و جماعت پر حملہ کرتا تھا۔ ان میں ایک کتاب "انسانی خیالات المعروف بہ انصافی تحقیقات" میری نظر سے گذری جو کہ ۱۹۲۴ء کو لاڑکانہ سے شائع کی تھی۔ جو کہ صحابہ کرام کی گستاخیوں، بےادبیوں، الزامات اور اہل سنت و جماعت پر اتہامات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا "دیباچہ" نامور سندھی ادیب مرزا قلیچ بیگ (متوفی ۱۹۲۹ء) نے لکھا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا اکثر قسم کا شیعہ تھا بلکہ مزید ان کا "دیوان قلیچ" اس پر گواہ ہے (جو لوگ انہیں آزاد خیال، فقط ادیب، کہانی نویس سمجھتے ہیں وہ اپنے نظریہ پر نظرثانی فرمائیں، نہ صرف مرزا شیعہ تھے بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کی جانب سے "شمس العلماء" خطاب یافتہ وانعام یافتہ بھی تھے)

مناظر اسلام علامہ عبدالرحیم جتوئی نے ماسٹر پریل کی کتاب "انسانی خیالات" کا مدلل و باطل شکن رد "حقانی حالات فی تردید انسانی خیالات" تحریر فرما کر شوال ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء کو الحنیف پریس شکارپور سے شائع کیا۔ اس پر سندھ کے نامور جید وممتاز علماء کرام ومشائخ عظام نے تقریظات و تصدیقات ثبت فرمائی! ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مفتی اعظم، سراج الفقہاء، سند الکاملین علامہ پیر شیخ غلام عمر جتوئی قدس سرہ النورانی
- فقیہ اعظم، مسند رشد و ہدایت کی زینت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری قدس سرہ السامی
- استاد العلماء والفضلاء علامہ مفتی غلام محمد جتوئی رحمۃ اللہ الباری
- مولانا مفتی ابو الجمال خدا بخش ابڑو گوٹھ ملا ابڑا ضلع لاڑکانہ
- مولانا ابو الغنی محمد عالم ابڑو گوٹھ ملا ابڑا ضلع لاڑکانہ
- مولانا حاجی احمد ابڑو گوٹھ ملا ابڑا ضلع لاڑکانہ
- واعظ اسلام مولانا محمد سلیمان نوناری گوٹھ تھر ڈنی محبت تحصیل میہڑ
- مولانا سید علی اصغر شاہ جیلانی گوٹھ بقاپور ضلع لاڑکانہ

حضور فیض گنجور قبلہ عالم سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ تقریظ جلیل میں رقمطراز ہیں

"مولوی عبدالرحیم کو خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ ماسٹر کی سات سال کی محنت کو فقط دو تین دن میں خاک برباد کر دیا ہے"۔

اس کتاب "حقانی حالات" کی مزید تفصیلات کے لئے راقم الحروف کی کتاب "روشن صبح" (سندھی) کا مطالعہ فرمائیں۔

2- برہان الحق رد آئینہ حق۔ (سندھی)

یہ کتاب بھی علامہ عبدالرحیم جتوئی کی عظیم تحقیق کا نتیجہ ہے، ایمان کا خزینہ، عرفان کا گنجینہ اور ماسٹر پریل کی کتاب آئینہ حق کا پوسٹ مارٹم ہے۔ حق کی برہان (دلیل) نے آئینہ (شیشہ) پر وہ شگاف (دراڑیں) ڈالیں کہ تا حیات ماسٹر کے روسیاہ میں سب کو نظر آتی تھیں۔

مولانا قاری عبدالرزاق کشمیری

علامہ قاری عبدالرزاق بن مولانا عبدالغفور خان آزاد کشمیر کے ضلع پونچھ تحصیل راولاکوٹ کے ایک مضافاتی گاؤں تتروٹ (پاڑہ) میں ۱۹۳۲ء کو تولد ہوئے۔ آپ اپنے والد کے ہاں تین صاحبزادیوں کے بعد پہلی نرینہ اولاد تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر پرائمری اسکول رتھارہ میں داخل کرا دیا۔ جب آپ نے سال سوم کا امتحان پاس کیا تو والد گرامی نے فارسی کتب پڑھنے کیلئے آپ کے چچا مولانا محمد سعید خان کے پاس بھیجا جو کہ گاؤں رتھارہ میں ہی مقیم تھے۔ آپ نے فارسی کا مشہور رسالہ "کریما" اپنے چچا کے پاس پڑھا اور ۱۲ سال کی عمر میں حافظ عبدالحئی کے ہمراہ

حصول تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ آپ غالباً ۱۹۴۴ء میں رہتک (تحصیل ضلع انڈیا) پہنچے وہاں مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد میں داخلہ لیا، حضرت شیخ طریقت علامہ مولانا حامد علی خان کے حضور میں زانوتہہ کئے۔ رہتک کے زمانہ میں ساری کتب حضرت اکیلے ہی پڑھاتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں مفتی عبداللطیف صاحب کو بھی مدرس مقرر کیا گیا، آپ نے مفتی صاحب سے بھی اکتساب فیض کیا۔ ان دنوں تحریک پاکستان عروج پر پہنچ چکی تھی ملک بھر میں قریہ قریہ، نگر نگر، بستی بستی جلسے جلوس ہو رہے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان عمل میں آیا، فالحمد للہ! مسلمانوں کی جدوجہد کامیاب ہوئی، دعائیں قبول ہوئیں۔ بھارت میں مسلم کش فسادات شروع ہوئے تو آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا حامد علی خان رامپوری کے حکم پر پاکستان تشریف لائے پھر کشمیر چلے گئے۔ والد ماجد کے حکم پر دینی علوم کی تکمیل کے لئے پاکستان چلے آئے یہاں بکھی شریف (ضلع منڈی بہاء الدین) میں مولانا سید جلال الدین شاہ (نابینا) کی خدمت میں حاضر ہو کر میندی، مسلم، حسامی، مقامات حریری وغیرہ کتب کی تکمیل کے بعد رازی دوراں شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کی مشہور درس گاہ انوار العلوم (ملتان) میں داخلہ لیا۔ جہاں مولانا مفتی امید علی خان، مولانا عبدالکریم، مولانا مفتی سید مسعود علی قادری (والد جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری و علامہ سید سعادت علی قادری) سے ہدایہ اور مختصر المعانی وغیرہ کتب پڑھیں۔ دورہ حدیث شریف آپ نے حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کے پاس مکمل کیا۔ اور سند فراغت حاصل کی۔ ساتھ میں قاری معز الدین کے پاس قرأت و تجوید کی تعلیم اور عملی مشق کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ عمر بھر " قاری صاحب " کے نام سے مشہور تھے۔

بیعت: طالب علمی کے دور میں شیخ طریقت مولانا پیر حامد علی خان رامپوری (بانی جامعہ اسلامیہ خیر المعاد، خانقاہ حامدیہ، قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان) سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ دس سال کا عرصہ خدمت عالیہ میں رہ کر تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد ۲۲ سال کی عمر میں خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ بعد میں علامہ کاظمی نے سلسلہ قادریہ اور چشتیہ میں خلافت مرحمت فرمائی تھی۔

فقیر راشدی غفرلہ کا مشاہدہ ہے آج کل جو دیدہ زیب، پریس سے چھپی ہوئی پرکشش خلافتیں بٹ رہی ہیں۔ اور بانٹنے والے اور جھولی پھیلانے والے دونوں طرف سرگرمی ہے۔ عام سے صوفی کو ایک سو روپے میں خلافت آرام سے مل جاتی ہے جب کہ نامور شخصیت اور چرب زبان واعظ کو کئی کئی سلاسل میں خلافتیں مل رہی ہیں۔ جس قدر انہیں نذرانے آسانی سے مل جاتے ہیں اسی قدر خلافتیں ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے فرمانبردار شاگرد کی طرح حاضر رہتی ہیں۔ اس لئے ہر مولوی پیر بننے کا

خواب دیکھ رہا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ آج خلافت کی وہ وقعت نہ رہی ہے جو پہلے تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی جعلی خلافتوں کی نحوست سے بچائے آمین۔ لیکن قاری صاحب کا معاملہ دوسرا ہے انہوں نے دس سال شیخ کی خدمت میں رہ کر ریاضت مجاہدہ کے ذریعے تزکیہ نفس کیا۔ اس کے بعد خلافت کے حقدار ٹھہرے۔ سبحان اللہ!

شادی واولاد: طالب علمی کے دور میں جب تین سال تک مرشد گرامی کی خدمت میں رہنے کے بعد والدین کی زیارت کے لئے پہلی بار آبائی گوٹھ آئے تو اس موقعہ پر والدین کے حکم پر آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ تقریباً دس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکلوتا بیٹا مولانا ڈاکٹر عبدالقدوس خان حامدی عطا فرمایا۔

خطابت وامامت: مدرسہ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں ملک کے جید علماء و مشائخ خطباء وقراحضرات کو مدعو کیا جاتا تھا۔ ان نامور ہستیوں میں استاد القراٗ مولانا قاری محمد طفیل نقشبندی بھی شامل تھے۔ قاری صاحب کے ساتھ آپ کی شناسائی بھارت کے طالب علمی کے زمانہ سے تھی، قاری صاحب کے ساتھ ملتان میں ملاقات کے دوران انہوں نے حیدرآباد (سندھ) میں خدمت دین کے لئے دعوت پیش کی، آپ نے دعوت محبت کو قبول فرمایا اور حیدرآباد تشریف لاکر بقیہ زندگی حیدرآباد کے لئے وقف کردی۔

۱۹۵۹ء کو حیدرآباد میں جامع مسجد مائی خیری (محلہ فقیر جو پڑ) کی امامت وخطابت سونپی گئی اور ایک سو روپے مشاہرہ مقرر ہوا۔ ۱۹۶۰ء میں جب "محکمہ اوقاف" قائم ہوا تو آپ کی مسجد اوقاف کی تحویل میں چلی گئی اور آپ کو ضلع حیدرآباد کا ڈسٹرکٹ خطیب مقرر کیا گیا جس عہدے پر آپ وصال تک متمکن رہے۔

اس سے قبل طالب علمی کے زمانہ میں رہتک (بھارت) میں راجپوتوں کے محلّہ کی مسجد میں امامت کی جگہ خالی ہوئی تو انتظامیہ کے اصرار پر حضرت مولانا حامد علی خان نے آپ کو منصب امامت پر فائز فرمایا۔ ان دنوں آپ بالغ تو ضرور تھے لیکن چہرے پر ابھی ریش نہیں آئی تھی۔

قیام ملتان کے دوران گڑ منڈی کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ چھٹیوں میں جب اپنے گوٹھ جاتے تو وہاں بھی جمعہ میں تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے، اس طرح آپ سے اہل علاقہ واہل خاندان اور برادری والے بھی مستفید ہوتے تھے۔

درس وتدریس: گڑ منڈی کی جامع مسجد میں آپ نے مدرسہ "ریاض العلوم" کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا آغاز اس مدرسہ سے فرمایا۔ جہاں بیرونی طلباء کے قیام کا بھی بندوبست

تھا۔ کچھ عرصہ ایک پرائیویٹ اسکول میں بھی اسلامیات کا پیریڈ پڑھاتے رہے۔

حیدرآباد میں مائی خیری مسجد میں مولانا قاری محمد طفیل صاحب کا قائم کردہ "مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ" پہلے سے جاری تھا۔ آپ نے اس میں درس نظامی شروع کردیا اور تھوڑے عرصہ میں دور دراز کے طلباء کی کثیر تعداد نے مدرسہ میں داخلہ لیا اور آپ سے اکتساب فیض کیا۔

قاری محمد طفیل اور قاری عبدالرزاق نے مفتی محمود الوری سے رابطہ کیا اور انہیں قائل کیا کہ آپ کے پاس جگہ اور وسائل کی کمی نہیں ہے آپ مدرسہ کو دارالعلوم بنائیں، درس نظامی شروع کریں تو ہم طلباء سمیت اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مفتی صاحب نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس طرح دارالعلوم رکن الاسلام کی بنیاد محلہ ہیرآباد میں رکھی گئی۔ قاری صاحب کی تجویز پر مفتی صاحب نے جامعہ مجددیہ کے الفاظ نام میں شامل فرمائے۔ اب مکمل نام یوں ہوا: "جامعہ مجددیہ رکن الاسلام" آپ کی شبانہ روز کاوشوں روحانی اور علمی فیوضات کے باعث اس ادارے کو چار چاند لگے۔

۱۹۷۰ء میں جب مفتی محمود الوری نے نقاہت اور ضعف بصارت کی وجہ سے تدریس ترک کردی تو علامہ قاری عبدالرزاق کو دارالعلوم کا شیخ الحدیث بنادیا گیا، جہاں آپ ۱۹۹۰ء تک اس منصب علمی پر فائز رہے۔ (مضمون نگار: ڈاکٹر عبدالقدوس خان، ماہنامہ الحامد ملتان، مارچ اپریل ۲۰۰۲ء)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی کثیر فہرست میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

1- مولانا ڈاکٹر محمد زبیر نقشبندی، مہتمم جامعہ مجددیہ رکن الاسلام، حیدرآباد سندھ

عادات وخصائل: آپ کے مزاج میں انتہائی سادگی اور بے تکلفی تھی، جو میسر آتا پہن لیتے تکلف و تصنع کو پسند نہ فرماتے تھے، البتہ لباس ہمیشہ صاف ستھرا اور پروقار ہوتا تھا۔ کمال عاجزی وانکساری میں خودداری اور عزت نفس کا امتزاج آپ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ مستقل مزاج تھے جذباتی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں تعمیری ذہن ودیعت فرمایا تھا۔ باوفا تھے دوستی کو نبھانا جانتے تھے۔ طلب دنیا کی کمزوریوں سے آپ کی ذات مبرا تھی، اس لئے آپ نے مسجد و مدرسہ تبدیل نہیں کیا جہاں تھے وہیں زندگی لگادی۔ آپ نے کبھی اشارۃً بھی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ نہیں کیا۔ ایک بار جامعہ مجددیہ کے اساتذہ نے تنخواہ بڑھانے کے لئے ایک درخواست مہتمم کے نام لکھی اور دستخط کے لئے آپ کے پاس بھیجی آپ نے دستخط سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "ہم یہاں تنخواہ لینے کے لئے نہیں بیٹھے ہیں۔" آپ کے مخلصین آپ کو حیدرآباد میں پلاٹ لینے، اپنا دارالعلوم بنانے اور مکان تعمیر کرانے کا مشورہ دیا کرتے تھے، لیکن آپ اکثر یہ فرما کر انہیں خاموش کرادیتے کہ "ہمارا یہاں قیام عارضی ہے رہنے کیلئے کشمیر میں جھونپڑا ہے۔" آپ کے وصال تک آپ کا کوئی بینک بیلنس نہیں تھا نہ جائیداد۔

مگر اس زہد و استغناء کے باوجود دوسروں کے دنیوی معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے اپنے رفقاء، شاگردوں، محبین اور تعلق دار لوگوں کے مسائل کے بارے میں متفکر رہتے اور ہر ممکن مالی مدد فرماتے تھے یہی وجہ تھی کہ بے شمار لوگ آپ کو اپنا غمخوار سمجھتے تھے۔ آپ نے عمر بھر کبھی کسی کے سامنے ذاتی ضرورت کے لئے دست سوال دراز نہیں کیا ہاں البتہ اگر کسی شاگرد یا عزیز کو حاجت پیش آتی تو اپنی ضمانت پر قرض دلایا کرتے تھے۔

آپ کو جب کراچی میں ڈائلائسز کا مہنگا ترین علاج کراتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تو آپ کے بعض شاگردوں نے آپ کی مالی اعانت کے لئے حیدرآباد میں مخصوص افراد سے عطیہ لینے کی مہم شروع کردی جب آپ کو علم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور پیغام بھجوایا کہ یہ سلسلہ فوراً بند کیا جائے۔

(صاحبزادے ڈاکٹر عبدالقدوس خان کے مضمون سے ماخوذ۔ یہ مضمون مولانا پیر عبدالرزاق صاحب سہروردی (حیدرآباد) سے موصول ہوا، فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے)

شعبہ نشر و اشاعت: جب آپ "جماعت اہل سنت" پاکستان حیدرآباد کے صدر منتخب ہوئے تو آپ نے اپنی مسجد مائی خیری میں "شعبہ نشر و اشاعت" قائم فرمایا۔ جس کو کسی اور تنظیم کا نام نہیں دیا بلکہ جماعت اہل سنت پاکستان کا نام دیا اور اسی شعبہ کے تحت ہزاروں کی تعداد میں علماء اہل سنت کے اردو رسائل، کتابچے پمفلٹ اور کتابیں شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئیں اور ڈاک کے ذریعے ملک کے کونے کونے میں بھیجی جاتی تھیں۔ اس کام میں جماعت کے ناظم اعلیٰ قاری عبدالعزیز صاحب نقشبندی آپ کے دست راست تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی قاری عبدالعزیز صاحب اسی اشاعتی کام میں اسی جذبہ و لگن سے سرگرم ہیں۔ یہ مرد مجاہد، نقاہت، نحیف، ضعیف اور عوارض جسمانی کے باوجود عمل مستقل کا عادی ہے۔ اللہ تعالیٰ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

تصنیف و تالیف: آپ کی تصنیف و تالیف کا تفصیلی علم نہ ہو سکا۔ آپ کے صاحبزادے نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں لکھا ہے۔ بہر حال مولانا عبدالرزاق سہروردی (حیدرآباد) کے ذریعے دو مطبوعہ رسائل کا علم ہوا ہے۔

1- عالمگیر نبوت (یعنی حضور کل کائنات کے نبی) محررہ ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء

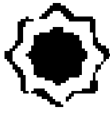
2- مختصر تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی محررہ ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء

یہ دونوں رسائل جماعت اہل سنت حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئے۔

وصال: علامہ قاری عبدالرزاق نقشبندی نے یکم ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ/ ۱۶، جون ۱۹۹۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور آج وادی کشمیر میں اپنے آبائی گوٹھ شروٹ اٹھارہ (تحصیل راولا کوٹ

میں آسودہ خاک ہیں:

حضرت رزاق کا فیض نظر جاری رہے ان کے دل میں بھی بھی عزت افزائی آپ کی



حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی وہ پہلی شخصیت جو سندھ آکر رہائش پذیر ہوئی اور جس سے سرہندی مجددی سلسلہ کو سندھ میں فروغ حاصل ہوا وہ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی کی ذات گرامی ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ عبدالقیوم سرہندی تھا، آپ کا سلسلہ نسب صرف نو (۹) واسطوں سے حضرت امام ربانی سے اور اکتالیس (۴۱) واسطوں سے امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۰۸ء کو احمد شاہی شہر (قندھار، افغانستان) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنے علاقہ کے مقتدر علماء بالخصوص ملا حبیب اللہ قندھاری (مؤلف کتاب مغتنم) سے علوم ظاہری کی تحصیل کی اور سترہ سال کی عمر تک تمام علوم متداولہ میں کامل دسترس حاصل کرلی۔

بیعت وخلافت: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اپنے والد گرامی اور وقت کے قطب خواجہ عبدالقیوم سرہندی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوکر کمالات باطنی کی تحصیل کی۔ ۱۲۷۰ھ کو جب آپ کے والد ماجد انتقال فرماگئے تو آپ ان کی جگہ پر مسند نشین ہوگئے اور مخلوق کی رہبری کا عظیم کام آپ کے سپرد ہوگیا۔

قندھار سے سندھ تشریف آوری: ملکی حالات ناساز دیکھ کر حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نے تقریباً پچاس ساٹھ اپنے افراد خانہ کے ہمراہ عرب شریف کی طرف نقل مکانی کا ارادہ فرمالیا، چنانچہ ۱۲۹۷ھ کو اپنے کچھ مال واسباب اور کتابوں کو لے کر آپ قندھار سے چل پڑے۔ راستہ میں قلات بلوچی، بھاگ ناڑی، گڑھی یاسین (شکارپور) میں قیام فرماتے ہوئے کشتی کے ذریعہ ٹیاروی پہنچ گئے، جو آج کل ٹیاری کے نام سے مشہور ہے۔ ابھی چند روز ہی یہاں قیام فرمایا تھا کہ آپ کے والد کا ایک مرید سید میراں محمد شاہ صاحب جو ٹکھڑ کا بہت بڑا زمیندار تھا، آپ کو اصرار کے ٹکھڑ لے آیا، جہاں آپ نے تقریباً ایک سال قیام فرمایا۔

ٹکھڑ سے آپ اپنے اہل خانہ اور دیگر مخلصین کے ہمراہ حجاز مقدس کی طرف روانہ ہوگئے، کراچی

اور بمبئی کی بندرگاہوں کو عبور کرتے ہوئے حجاز مقدس پہنچ گئے۔ ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۳۰۲ھ تک یعنی تین سال آپ نے طائف شریف اور مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ سندھی (والد شیخ محمد حسین سندھی) کے پاس گذارے اور ایک سال چار ماہ کا عرصہ مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے سائے میں بسر کیا۔ دوستوں کے مشورہ اور بزرگوں کے ارشادات پر بالخصوص مولانا علامہ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مشورہ پر خراسان واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ لیکن جب خراسان کے لئے سندھ سے گذر ہوا تو مخلصین کی گذارشات پر سندھ میں قیام کا فیصلہ کیا اور آپ نے سید میراں محمد شاہ اور اللہ بخش شاہ کے یہاں ٹکھڑ میں سکونت اختیار فرمالی اور کچھ ہی دنوں میں آپ کا آستانہ مرجع خاص وعام بن گیا۔ بے شمار لوگ خصوصاً علماء اہل سنت آپ کے سلسلہ میں داخل ہو کر منزل پا گئے۔

وصال سے دو تین سال قبل یہ واقعہ رونما ہوا کہ دریائے سندھ کا رخ تبدیل ہو کر ٹکھڑ کی جانب ہو گیا جس سے اس گاؤں کی تباہی کے آثار پیدا ہو گئے، لوگوں نے یہ گاؤں چھوڑ کر مختلف محفوظ مقامات پر منتقل ہونا شروع کر دیا۔ آپ کا ایک مرید میر غلام علی ٹالپر تھا جو کہ ٹنڈو غلام علی میں رہتا تھا انہوں نے ٹنڈو سائینداد میں نہر کے کنارے اپنی زمین اور باغات درگاہ کے لئے نذر کی۔ اور وہیں مستقل سکونت کے لئے گذارش کی آپ نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے وہیں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔

شادی واولاد: آپ نے چار شادیاں فرمائیں، ہر ایک سے اولاد ہوئی لیکن وہ آپ کے سامنے ہی بچپن میں فوت ہو گئیں۔ سوائے آخری زوجہ محترمہ کے، ان سے دو فرزند اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

1- حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی جو کہ آپ کے بعد جانشین ہوئے۔

2- خواجہ محمد حسین جان سرہندی

تصنیف وتالیف: آپ علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ فارسی اور عربی میں مہارت تامہ رکھتے تھے، نظم سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن نثر بہت سلیس اور مسجع تحریر فرماتے تھے۔ آپ کی تصانیف حدیث، فقہ، سلوک تصوف اور فتویٰ کے موضوع پر پائی جاتی ہیں، فارسی زبان میں آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں:

1- شیخ یحییٰ منیری (بہار، انڈیا) کے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ۔

2- مسائل فقیہ

3- فتاویٰ رحمانیہ

4- ملا حسین واعظ کاشفی کی کتاب "الرشحات" پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ

5- آغازِ سلوک

6- دعائے ختم القرآن (عربی)

مندرجہ بالا کتابوں میں اکثر غیر مطبوعہ حالت میں ٹنڈو سائیں داد کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

عاداتِ وخصائل: آپ حضور پرنور سید عالم ﷺ کے اخلاق و شمائل کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر دولت سے سرفراز فرمایا تھا آپ کے اندر غرور و تکبر کا شائبہ تک نہ تھا، آپ کا طرز بود و باش انتہائی سادہ تھا، مریدین جو نذرانے پیش کرتے تھے وہ آپ اکثر فقراء میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ دنیاوی ساز و سامان میں اگر کسی چیز کی طرف آپ کو رغبت تھی تو وہ عمدہ عمدہ دینی کتابیں تھیں۔

سفرِ حرمین شریفین: آپ نے سات مرتبہ حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا یعنی سات بار روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ ایک بار ایک سال چار ماہ کا عرصہ دیارِ حبیب میں رہ کر خوب فیوض و برکات حاصل کیے۔ گنبد خضریٰ کے سایہ تلے مزار اقدس کی حاضری، درود و سلام کا ورد اور مراقبہ و مشاہدے سے خوب سیراب ہوئے۔

احترامِ ساداتِ کرام: حضور پرنور ﷺ سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی۔ محبت خود آداب سکھادیتی ہے۔ آپ نے اپنے محبوب نبی پاک ﷺ کا کس طرح ادب کیا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک روز محمد یوسف صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ بعض لوگ کہیں سے آئے ہیں اور اپنے آپ کو سید بتلاتے ہیں اب نہ معلوم وہ حقیقت میں سید بھی ہیں یا نہیں لہٰذا ان کی کیا تعظیم کریں۔

آپ نے فرمایا: چونکہ آنحضرت ﷺ کا نام نامی اور اسم گرامی درمیان میں آگیا ہے، لہٰذا اب ان کی تعظیم فرض ہوگئی۔ اگر بالفرض وہ شخص سید ہوا تو وہ تعظیم کا حقدار ہے اس کی تعظیم ہوگئی اور اگر سید نہ ہوا تو کم از کم نام کا ادب تو ہوگیا"۔

حاضری مزاراتِ اولیاء اللہ: اولیائے کرام اور صوفیائے کرام کے مزارات پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے اور اس کے لئے دور دراز کی مسافتیں طے کیا کرتے تھے۔ جب کسی ولی کے مزار شریف پر حاضر ہوتے تو وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر اچھی طرح اکتساب فیض فرمایا کرتے تھے۔ (دیکھئے: مونس المخلصین)

ارادت مند علمائے کرام: اہل سنت و جماعت احناف کے اکابر علماء کرام کی اکثریت آپ سے بیعت و خلافت کا شرف رکھتی تھی اس سلسلہ میں فقیر راشدی نے تلاش و

بسیار کے بعد ان میں سے بعض کے اسماء گرامی جمع کئے جو درج ذیل ہیں:

-1	اسد ملت علامہ قاضی سید اسد اللہ شاہ فدا	ٹکھڑ ضلع حیدر آباد
-2	سید السادات حضرت علامہ سید علی محمد شاہ	دائرہ شریف، اڈیرو لعل
-3	مفتی اعظم لاڑ حضرت علامہ مفتی حامد اللہ میمن	بیلو ضلع ٹھٹھہ
-4	عاشق رسول، شارح قصیدہ علامہ مفتی علی محمد مہیری	ضلع بدین
-5	استاد العلماء مولانا قاضی ابوالخیر عبداللہ جتوئی	آمری ضلع ٹھٹھہ
-6	بحر العلوم حضرت علامہ قاضی لعل محمد مٹیاروی	مٹیاری ضلع حیدر آباد
-7	فاضل جلیل محقق مدقق علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی	گڑھی یاسین ضلع شکارپور
-8	عالم نبیل حضرت مولانا حافظ مفتی محمد ابراہیم یاسینی	گڑھی یاسین ضلع شکارپور
-9	پیر طریقت حضرت علامہ مخدوم غلام محمد ملکانی	ملکانی شریف ضلع دادو
-10	پیر طریقت حضرت مولانا مخدوم ولی محمد اول (متوفی ۱۳۱۶ھ)	درگاہ ملا کاتیار ضلع حیدر آباد
-11	استاد العلماء حضرت مولانا مفتی محمد نقشبندی	ہالا پرانہ
-12	درویش صفت انسان مولانا حامد اللہ نقشبندی ساند	بہ شریف تحصیل نگر پارکر
-13	حضرت مولانا الحاج محمد ہاشم کھتری	گوٹھ غلام اللہ ضلع ٹھٹھہ
-14	استاد العلماء مولانا عبداللہ ولہاری	دھورو نارو ضلع عمر کوٹ
-15	مفسر قرآن علامہ سید محمد فاضل شاہ فاضل کاظمی	حیدر آباد
-16	حضرت مولانا نور اللہ ھیسبانی	بانی مدرسہ نور الاسلام کنڈیارو

وصال: حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نے ۲، ذوالقعدہ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء بروز جمعۃ المبارک ضحوہ کبریٰ کے وقت بواسیر کے مرض میں اکہتر (۷۱) سال کی عمر پاکر واصل بحق ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک ٹنڈو سائینداد سے چند میل کے فاصلہ پر اور ٹکھڑ سے جانب شمال ایک میل کی مسافت پر " کوہ گنجہ " کے دامن میں واقع ہے اور مقبرہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔ زائرین کی سہولت اور آسانی کے لئے وہاں مسقف کمرے اور دالان ہیں لیکن آپ کی وصیت کے باعث قبر مبارک کے محاذی چھت میں سوراخ کر دیا گیا ہے تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔

ٹکھڑ کے جید عالم، حیدر آباد کے ممتاز قاضی اور عظیم شاعر، صحافی و حکیم سید اسد اللہ شاہ فدا نے اپنے مرشد کی شان میں منقبت تحریر فرمائی۔

[اکثر مواد ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی کی تصنیف " سندھ کے صوفیائے نقشبند " جلد دوم

سے لیا گیا ہے۔]

مولانا میاں عبدالحلیم شہدادکوٹی

مولانا میاں عبدالحلیم بن مولانا میاں نصیر الدین اول شہدادکوٹی درگاہ صدیقیہ (شہدادکوٹ ضلع لاڑکانہ) پر ۲۸، ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتداء سے لے کر آخر تک تعلیم درگاہ شریف صدیقیہ پر حاصل کی۔ مولانا عبدالغفار کھوسہ بلوچ سے اس کے بعد مبلغ اہل سنت، بلند پرواز صحافی، نامور شاعر حضرت مولانا قمرالدین عطائی مہیسر سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت: بعد فراغت، حضرت پیر طریقت مولانا مخدوم ہادی بخش رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ محمد پور شریف (پنوعاقل) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اسکے بعد خلافت سے نوازے گئے اور آپ درگاہ صدیقیہ کے سجادہ نشین دوئم قرار پائے۔

مدارس کا قیام: آپ ہمہ وقت خدمت دین کے لئے سرگرم رہتے تھے۔ جہالت کی تاریک رات کو تار تار کرنے کیلئے اجالے کی ضرورت کو ہر وقت محسوس کرتے تھے اس لئے علم دین کو عام کرنا چاہتے تھے۔ معاشرے کا سدھار واصلاح کے لئے قرآن وسنت کی تعلیم کو جاری کرنا چاہتے تھے، اسی میں معاشرے کا انقلاب تصور کرتے تھے۔ اس لئے مدارس عربیہ کو قائم فرمایا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- مدرسہ حلیمیہ — یکم فروری ۱۹۵۵ء میں قائم کیا۔
- مدرسہ نور محمدی
- مدرسہ مظہر الاسلام
- مدرسہ فیض محمدی — یکم ستمبر ۱۹۵۷ء

یہ چار مدارس شہدادکوٹ میں قائم فرمائے۔

- مدرسہ غوثیہ حلیمیہ فیض محمدی محلہ گیاوان قلات ڈویژن صوبہ بلوچستان
- مدرسہ غوثیہ حلیمیہ انوار مصطفیٰ نیچار ضلع قلات
- دارالعلوم غوثیہ رضویہ کراچی روڈ خضدار بلوچستان

بعد میں مفتی عبدالرحیم رضوی مرحوم کی کوشش سے مدرسہ نے خوب ترقی کی۔

مجلّہ کا اجراء: آپ نے درگاہ مقدسہ صدیقیہ شہدادکوٹ سے ۱۹۵۹ء کو ماہنامہ "فیوضات صدیقیہ" جاری فرمایا۔ کچھ عرصہ تک یہ مجلّہ جاری رہا۔ ایک شمارہ فقیر راشدی کی نظر سے گذرا ہے۔

مجلّہ نے سندھی زبان میں دین اسلام، مسلک اہل سنت اور تعلیمات اولیاء اللہ کی خوب تبلیغ فرمائی۔ معاشرہ کی اصلاح کے حوالہ سے بھی اس مجلّہ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ میاں صاحب اس میں خود بھی لکھتے تھے۔ مجلّہ کے مدیر مسئول مولوی محمد رفیق بروہی خوشنویس مرحوم (سابق امام کلیکٹری مسجد لاڑکانہ) ہوا کرتے تھے۔

عادات وخصائل: آپ شریعت مطہرہ کے پابند، صوم صلوٰۃ کے پابند، عالم دین، پیر طریقت، نعتیہ شاعر، سادگی پسند، اخلاق محبت کے خوگر، حق گو، خدمت دین سے سرشار، بلند حوصلہ، مضبوط ارادہ کے مالک، عربی فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ بعد نماز فجر اور عشاء قادری ذکر بالجہر پابندی سے مسجد شریف میں جماعت کے حلقہ میں کرانا آپ کے معمول میں سے تھا۔

اولاد: آپ کو پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

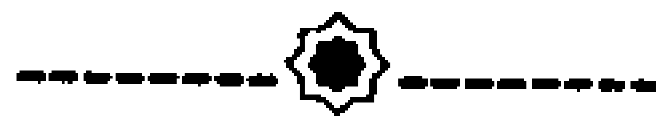
1- مولانا میاں نصیر الدین ثانی نے جوانی میں ۸، جون ۱۹۷۷ء کو انتقال کیا۔

2- آپ کے دوسرے نمبر پر بیٹے حافظ میاں عبدالعزیز سجادہ نشین ہوئے

3- میاں عطا محمد 4- میاں تاج محمد 5- میاں عبدالحلیم

وصال: مولانا میاں عبدالحلیم نے ۵، رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بمطابق ۳۰، جولائی ۱۹۷۹ء کو انتقال کیا۔ درگاہ صدیقیہ شہداد کوٹ میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ: تجلیات صدیقیہ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۸۵ء۔ شاداب شہداد کوٹ مطبوعہ ۱۹۹۲ء)



مولانا عبدالہادی بلوچ

مولانا الحاج عبدالہادی بن محمد سعید شر بلوچ گوٹھ نگر خان شر تحصیل فیض گنج ضلع خیرپور میرس میں ایک اندازے کے مطابق ۱۸۹۵ء کو تولد ہوئے۔ چھ ماہ کی عمر میں والد صاحب انتقال کر گئے، والدہ ماجدہ اور برادر اکبر وسان خان کی کفالت میں تعلیمی مراحل طے کئے۔

تعلیم وتربیت: مولانا رحمت اللہ شر آپ کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت شیخ طریقت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی درگاہ بھرچونڈی شریف کے مرید و مستفیض تھے۔ مولانا صاحب ان دنوں ضلع بدین کے گوٹھ میں میاں محمد عثمان کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ مولانا رحمت اللہ نے عبدالہادی کو اسی مدرسہ میں داخل کر کے خود تعلیم دی۔ وہیں ناظرہ قرآن حکیم، فارسی میں سکندر نامہ اور عربی میں صرف بہائی تک تعلیم حاصل کر چکے تو آپ کے استاد محترم مولانا رحمت اللہ کی طبیعت ناساز ہوگئی جس

کے سبب گھر واپس چلے گئے اور علالت کے بعد جلد انتقال کر گئے۔ اس سانحہ سے آپ کے سر سے شفیق استاد کا سایہ عاطفت اٹھ گیا اور صدمہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔

بہر حال والدہ ماجدہ نے ہمت مرداں سے کام لیتے ہوئے شفقت کا سایہ دراز کیا اور آپ کو درگاہ معلّٰی راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ بھجوادیا، جہاں آپ نے "جامعہ راشدیہ" میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبداللہ بھرٹ کے مدرسہ میں توضیح وتلویح تک تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبداللہ، مولانا رحمت اللہ کے ہم درس وہم استاد تھے۔

بیعت: جامعہ راشدیہ میں دوران تعلیم حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ پنجم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے صحبت اختیار کی اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔

عادات وخصائل: آپ کی مختصر آبائی زمین تھی جس کی زمینداری کرتے اور اسی سے معاش کا مسئلہ حل ہوتا۔ اس کے علاوہ اپنے گوٹھ میں درس وتدریس سے بھی وابستہ رہے۔ گرجدار مقرر تھے جمعہ کے روز خطاب میں مجمع جمع ہو جاتا تھا۔ عبادت گذار، شب خیز مومن، وضع قطع سادی، شریعت مطہرہ کے پابند اور کبھی کبھی راتیں قبرستان میں گذارتے تھے۔ فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے مزارات اولیاء اللہ پر کثرت سے حاضری دیا کرتے تھے۔ مثلاً، حضرت شہباز ولایت لعل شہباز قلندر، غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی اور مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی وغیرہ۔

شاعری: شاعری سے بھی قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ سندھی، فارسی، سرائیکی میں کلام دستیاب ہے۔ کلام حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، معرفت خداوندی، مذمت نفس امارہ، تزکیہ وتصفیہ نفس اور اخلاق وآداب پر مشتمل ہے۔

ایام اسیری: مولانا کو درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ مجاہد کبیر، امام انقلاب، حر تحریک کے رہنما حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ ششم شہید بادشاہ نے جب انگریز غاصب کے خلاف حر تحریک کو منظم کیا تو مولانا نے حضرت کی زیر کمان تحریک میں کام کیا۔ تقریر کے ذریعے مجاہدین کو انگریزوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ بالآخر اسی جرم میں ۱۹۴۲ء کو گرفتار ہوئے اور ۱۹۴۷ء میں پانچ سال ایام اسیری گذار کر خیر پور جیل سے آزاد ہوئے۔

پانچ سال جیل میں خاموش نہیں بیٹھے رہے بلکہ مدرسہ پڑھاتے رہے۔ مسلمانوں خصوصاً حر تحریک سے وابستہ افراد میں سے ان پڑھ مجاہدین کو سندھی وقاعدہ پڑھاتے اور پڑھے لکھے مجاہدین کو

قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے۔ انگریزوں کے خلاف جیل میں بھی تحریک چلاتے رہے۔

وصال:

مولانا عبدالہادی نے ۳، ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۳، دسمبر ۱۹۷۷ء کو انتقال کیا۔

[یہ مواد فقیر محمد نواز احقر شرقوم کا تحریر کردہ، جناب امام بخش حنفی قادری تحصیل فیض گنج کی معرفت موصول ہوا۔ فقیر دونوں کا مشکور ہے]

--------✿--------

مولانا عزیز اللہ الحبوی

مولانا محمد عزیز اللہ الحبوی، لاڑکانہ اور خیر پور میرس کے نامور عالم، اعلیٰ منتظم، بیدار مغز استاد اور باصلاحیت سیاسی کارکن تھے۔ گوٹھ موسحب (تحصیل وضلع لاڑکانہ) میں حبیب اللہ ڈیتھو کے گھر رجب المرجب ۱۳۷۰ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: پرائمری تعلیم آبائی گوٹھ موسحب میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کے والد نے گوٹھ آگانی (تحصیل لاڑکانہ) کے مدرسہ نعیمیہ میں داخل کرایا۔ جہاں حضرت علامہ مفتی محمد صالح نعیمی کے ہاں تعلیم پائی درسی نصاب مکمل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں رئیس العلماء حضرت علامہ تقدس علی خان بریلوی کے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اس کے بعد جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں شیخ القرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی مدظلہ العالی کے ہاں دورہ تفسیر القرآن پڑھا۔ اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے شہادۃ العالمیہ کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی، اس کے علاوہ محکمہ اوقاف پاکستان کی جانب سے علماء اکیڈمی (بادشاہی مسجد) لاہور سے بھی سند حاصل کی۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ مدرسہ منظور الاسلام گوٹھ صدر جی بھٹیوں (تحصیل پیر جو گوٹھ) میں مدرس رہے۔ طارق گوٹھ (نزد ٹھری میرواہ)۔ مدرسہ نعیمیہ گوٹھ آگانی (تحصیل لاڑکانہ)۔ مرکزی جامع مسجد قاسمیہ قدیم عیدگاہ لاڑکانہ۔ مسجد درگاہ حضرت قائم شاہ بخاری لاڑکانہ۔ مدرسہ انوار مجتبیٰ پھول باغ خیر پور میرس۔ مدرسہ مخزن البرکات لاڑکانہ میں درس وتدریس اور تنظیم سازی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ڈسٹرکٹ خطیب: محکمہ اوقاف کی جانب سے لاڑکانہ کے ڈسٹرکٹ خطیب اور مسجد درگاہ قائم شاہ بخاری لاڑکانہ کے امام وخطیب مقرر ہوئے۔ اس دور میں عوام الناس میں بیداری

اور تنظیم سازی کے لئے کام کیا۔ روزانہ بعد نماز فجر درس قرآن کا آغاز کیا۔ عوام اہل سنت میں بیداری کے لئے ملاقات اجلاس میٹنگ اور تنظیم سازی کا کام کیا۔ ائمہ مساجد کی تنظیم سازی اور ان کے حقوق کے لئے آواز بلند کیا۔ جماعت اہل سنت پاکستان لاڑکانہ اور جمعیت علمائے پاکستان میں کام کیا۔

ان کے پاس اہل سنت و جماعت کے لئے پروگرام تھا، وہ مسلک کے لئے کچھ کرنا چاہتے تھے اسی لئے تڑپتے رہتے تھے۔ وہ خوددار تھے اور خودداری کا سبق دیتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کے انتشار اور تنظیم سے عدم دلچسپی سے بہت افسردہ رہتے تھے۔ اہل سنت کو مرکز دینے کے لئے مدرسہ مخزن البرکات قائم کیا۔ شعبہ نشر و اشاعت قائم کر کے پمفلٹ شائع کئے۔ معززین شہریوں کی میٹنگ بلوانے کی بنیاد ڈالی۔ جلوس میلاد النبی ﷺ کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے شہر کی تمام دینی تنظیموں کی میٹنگ بلواتے۔ ائمہ مساجد کی تربیت کا پروگرام مرتب کیا۔ سالانہ عظمت خلفائے راشدین کانفرنس کی بنیاد رکھی، جس میں ہر سال ملک کے نامور علماء و خطباء اور شعلہ بیان مقررین کو مدعو فرما کر اصلاح عقائد کے حوالہ سے نئے انداز میں کام کیا۔ یہ کانفرنس آج بھی جاری ہے اور ان کی نہ صرف یاد دلاتی ہے بلکہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بھی ہے۔ وہ اپنے وجود میں ایک بزم سجائے ہوئے تھے افسوس! کہ زندگی نے وفا نہیں کی۔ وہ حقوق اہل سنت کے حصول کے لئے ہمیشہ سرگرم رہے۔ اور اہل سنت و جماعت کو جگاتے رہے۔ وہ اہل سنت و جماعت کا تنظیمی سرمایہ تھے۔ وہ فقیر راشدی کے دوست تھے، تنظیمی ساتھی تھے ہر موڑ پر ساتھ تھے آج ان کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔

مدرسہ مخزن البرکات کا قیام: اپنے پروگرام کو وسعت دینے کے لئے انہیں ایک مرکز کی ضرورت محسوس ہوئی، اس لئے ۱۹۸۰ء میں اپنی خاندانی زمین فروخت کر کے، لاڑکانہ شہر میں گلشن مصطفیٰ ہاؤسنگ سوسائٹی میں ۶۰۰۰ ہزار فٹ اراضی پر مشتمل پلاٹ خرید کر جامعہ رضویہ مخزن البرکات کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد تعمیر و ترقی کے کٹھن مراحل سے گذر کر تین کمرے اور ایک کچن تعمیر کروا کے درس و تدریس کا آغاز کر دیا۔ علامہ الحبوی کے انتقال سے ان کا پروگرام متاثر ہوا۔ لاڑکانہ شہر میں یہ پہلا مدرسہ تھا جس کا اپنا باورچی خانہ تھا۔ جسنے مدارس کے منتظمین کو نمونہ فراہم کیا کہ مدارس میں اپنا کچن قائم کریں اور طلباء کو گھر گھر روٹی پانی کے لئے بھیج کر ان کی عزت نفس کو مجروح نہ کریں۔

اپنے پیر حاجی الھہ آندل شیخ نقشبندی صاحب کو ترغیب دلا کر تیار کیا اور ان سے خیر پور میرس شہر میں دارالعلوم انوار مجتبیٰ قائم کروایا۔ یہ مدرسہ خیر پور شہر میں اہل سنت و جماعت کا اولین مدرسہ ہے۔ مدرسہ اور متصل جامع مسجد مدینہ کو آج بھی خیر پور شہر میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ خیر پور میرس میں اہل سنت اور دیوبندی وہابی دونوں کٹھے ۱۲ ربیع الاول کو جلوس

میلاد النبی ﷺ نکالتے تھے۔ اہل سنت والے محبت رسول میں اور دیو بندی بغض شیعہ میں یہ جلوس نکالا کرتے تھے۔ آپ نے مدرسہ قائم فرمانے کے بعد سب سے پہلے یہ کام کیا کہ جلوس میلاد النبی ﷺ کے لئے تمام سنی تنظیموں کا اجلاس بلایا اور انہیں سمجھایا کہ ہمارا جلوس، وہابیوں کے جلوس کے ساتھ نہیں بلکہ جدا اپنے علماء و مشائخ کی قیادت میں نکلے گا اور اختتام پر پھول باغ میں جلسہ کا انعقاد ہوگا۔ اس طرح اہل سنت کے تشخص کو اجاگر کیا۔

بیعت: حضرت منظور حسین مدنی خاصخیلی (خیر پور میرس) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور ان کے خلیفہ حاجی الھہ آندل شیخ سے خلافت ملی ہوئی تھی۔

تصنیف و تالیف: وہ تصنیف و تالیف کی اہمیت سے غافل نہ تھے، وقت بوقت چھوٹے چھوٹے رسائل پمفلٹ اور طغرے وغیرہ لکھتے اور شائع کرتے رہتے تھے۔

1- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان (امام احمد رضا خان بریلوی) کا سندھی ترجمہ (قلمی) پہلا پارہ آپ نے چھپوایا تھا۔

4- علم غیب، نورانیت، حاضر و ناظر وغیرہ موضوعات پر چارٹ/طغرے لکھ کر شائع کئے۔ عرصہ بعد وہ طغرے نایاب ہوگئے اس لئے ادارہ پیغام رضا حیدر آباد/کراچی نے کثیر تعداد میں چھپوا کر سندھ بھر میں مفت تقسیم کئے اور مساجد میں آویزاں کئے۔

5- رحمت عالم　6- سوانح امام ربانی　7- نشری تقریریں

8- اذان میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم (سندھی)

9- تلبیس الاحوال فی عمل ابو جھل بجواب حاجی ابو جھل (مولوی اللہ بخش غیر مقلد کے پمفلٹ کا رد) (سندھی)

تلامذہ: آپ کے نامور شاگرد درج ذیل ہیں:

1- مولانا عبدالقادر سہتو امام مدینہ مسجد لاڑکانہ
2- مولانا علی حسن مہیسر امام خیر شاہ مسجد لاڑکانہ
3- مولانا نثار احمد الحبوی عربی ٹیچر ہائی اسکول لاڑکانہ

اولاد: آپ کو ۲ بیٹیاں اور تین بیٹے تولد ہوئے:

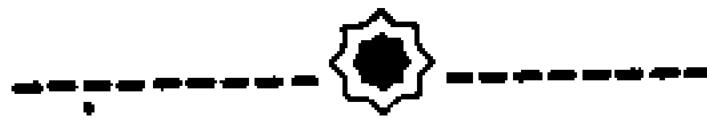
1- محمد جمیل　2- محمد سلیم　3- زین العابدین ڈیتھو

وصال: مولانا کی انقلابی زندگی پر ان کے استاد، ادیب اہل سنت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی (لاہور) کا گہرا اثر تھا۔

شکار پور میں شب معراج ۲۷، رجب المرجب کو جلسہ عید معراج النبی ﷺ منعقد تھا۔ مولانا الحبوی کا خصوصی خطاب تھا۔ آپ ۲۶، رجب کو شام کو مدرسہ سے نکلے کہ ایک گھنٹہ میں وہاں پہنچ کر خطاب کروں گا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، آپ نے سفر وین کے ذریعے کیا راستہ میں وین کا ایکسیڈنٹ ہوا اور مولانا اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ لاش ایمبولینس کے ذریعے شب معراج میں مدرسہ پہنچائی گئی۔ دوسرے روز نماز جنازہ ہوئی۔ آپ کا مزار مدرسہ مخزن البرکات لاڑکانہ میں واقع ہے۔

بتاریخ ۲۷، رجب ۱۴۰۷ھ/ ۲۸، مارچ ۱۹۸۷ء کو ۳۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

[مرحوم کے برادر اصغر مولانا نثار احمد سے موصول شدہ مواد اور اپنی یادداشت]



مولانا عبدالوہاب "عبد" گلال

مولانا عبدالوہاب بن عبدالکریم گلال گوٹھ گاھی مہیسر (تحصیل میہڑ ضلع دادو) میں ایک انداز ے کے مطابق ۱۸۸۵ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گوٹھ گاہی مہیسر کی دینی درسگاہ سے حاصل کی جو کہ اس وقت معیاری درسگاہ میں شمار ہوتی تھی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے سندھ کی نامور درسگاہ دارالفیض سونہ جتوئی میں داخلہ لیا، جہاں سندھ کے عظیم عالم و عارف استاذ الاساتذہ علامہ مفتی اعظم ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ سے منتہی کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: شیخ المشائخ حضرت آغا محمد عمر جان نقشبندی قدس سرہ خانقاہ چشمہ شریف (کوئٹہ، بلوچستان) سے سلسلہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت مادر علمی میں درس وتدریس سے تاحیات وابستہ رہے۔ اس کے علاوہ علم طب میں بھی تحصیل کی۔ جہالت کے خلاف علم کے چراغ جلائے اور امراض جسمانی کے خلاف صحت وآفیت کی تدابیر سے کام لے کر صحت مند معاشرہ قائم کرنے کی سعی کرتے رہے۔

شاعری: مولانا پرجوش خطیب تھے۔ خلافت کے مبلغ تھے اور اپنے وقت کے مقبول شاعر بھی۔ حمد، نعت، منقبت اور غزل پر شاعری مشتمل ہے۔ عقائد واعمال کے علاوہ اصلاح احوال پر مشتمل جمعہ کے خطبات سندھی میں مرتب کئے تھے۔ خلافت کے اجتماعات میں مسلمانوں کو بیدار کرنے اور خلافت کا ہمنوا بنانے کے لئے نظم بھی پڑھا کرتے تھے۔

تحریک خلافت: خلافت کی بات نکلی ہے تو وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ابتداء میں خلافت عثمانیہ کو بچانے کیلئے مسلمانوں کو متحد و منظم کیا گیا۔ شہر شہر قریہ قریہ کانفرنس بلوا کر مسلمانوں کو انگریز غاصب کا اصلی روپ دکھایا گیا۔ چندہ لیا گیا، مسلمانوں نے اپنی جمع پونجی جمع کرا کر خلافت عثمانیہ کے ساتھ اپنی ہمدردیاں دکھائی۔ لیکن آگے چل کر کانگریسی مولویوں نے اس خالص اسلامی دینی مسئلہ میں ایک کافر کو اپنا امیر بنا دیا۔ مسلمانوں کا چندہ اس کافر امیر کی گرفت میں آ گیا، اس کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا اور اس نے مسلمانوں کی دولت پر اپنے مفادات حاصل کئے۔ خلافتی اتنے جوش میں آگے نکل گئے کہ ہوش پر جوش غالب رہا یہاں تک کہ دنیا نے دیکھا کہ انگریز کی مخالفت میں دوسرے کافر (گاندھی) کو نہ فقط دوست بنالیا بلکہ رہبر و رہنما بھی بنالیا۔ "ولایتی کافر دشمن دیسی کافر (گاندھی) دوست" یہ فارمولا سراسر قرآنی تعلیمات کے خلاف تھا۔ لیکن جب دل و دماغ پر جوش غالب ہو تو صحیح فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح خلافت کو بچانے کے لئے پر جوش خلافتیوں نے کافر ہندو کا سہارا ڈھونڈ لیا۔ اس عمل کو کوئی بھی ہوش مند کبھی بھی پسند کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔

طریقے کار کی تبدیلی کے بعد علمائے اہل سنت کی اکثریت خلافت تحریک سے الگ ہو گئی تھی۔ مولانا گلال پر خلوص اور درد مسلم سے آشنا شخصیت تھے، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بعد میں تحریک سے الگ ہو گئے ہوں۔ مزید تفصیل کے لئے راقم کا رسالہ "ناکام سیاستدان" مطبوعہ کراچی۔

مولانا کے بعض تلامذہ کا علم ہو سکا ہے:

تلامذہ:
1- لسان الامت مولانا سید علی اکبر شاہ سابق ممبر صوبائی اسمبلی۔ میہڑ
2- مولانا محمد یعقوب جونیجو گوٹھ گھاڑو تحصیل میہڑ
3- مولانا محمد شافع میہیسر رہڑو شریف

آپ نے ایک شادی کی جس سے تین بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

اولاد: 1- عبدالرحمٰن مرحوم 2- عبدالکریم مرحوم 3- عبدالمجید مرحوم

تصنیف و تالیف: آپ سنی حنفی تھے۔ علامہ ابوالفیض کے شاگرد اور حضرت علامہ سرکار مشوری کے استاد بھائی تھے۔ مناظر اہل سنت علامہ مولانا کرم الدین دبیر (متوفی ۱۹۴۶ء بمقام بھیں ضلع جہلم) کی شیعیت کے رد میں عوام الناس میں مقبول و مشہور کتاب "آفتاب ہدایت رد رفض و بدعت" سے بہت متاثر تھے اور اسی طرز پر شیعیت کے رد میں بزبان سندھی "تحفۃ الوہاب" کتاب لکھی۔ اس میں اردو نظمیں اکثر آفتاب ہدایت سے ماخوذ ہیں۔ آپ کو درس و تدریس، شاعری کے ساتھ، تصنیف و تالیف کی اہمیت کا بھی احساس تھا۔ یہ اسی جذبہ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے تحریری

خدمات سرانجام دیں۔ یاد رہے آپ کے استاد محترم علامہ ابوالفیض، استاد بھائی علامہ مشوری، استاد بھائی علامہ عبدالرحیم جتوئی آپ کے اور دیگر استاد بھائیوں نے بھی شیعت کے خلاف کتابیں لکھیں تھیں۔ جنہیں آج جدید اسلوب میں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

1- تحفۃ الوہاب (سندھی، ۲ جلدیں) حصہ اول ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں لکھ کر مکمل کر لی تھی۔ جلد اول میں آسان سندھی میں شیعہ کی مستند و معتبر اور امہات الکتب سے ان کے غلیظ و باطل عقائد کی تردید کی ہے۔ اس جلد میں مزید تفصیلی مطالعے کے لئے مفتی اعظم علامہ محمد صاحبداد خان جمالی کے مجلّہ الھمایون شمارہ محترم ۱۳۴۵ھ کے مطالعہ کی دعوت دی گئی ہے۔

جلد دوئم میں شیعہ کی جانب سے کئے گئے اعتراضات والزامات کے علمی و تحقیقی جوابات اس طرح آسانی سے دیئے گئے ہیں کہ کم فہم بھی آرام سے سمجھ سکتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حکیم خلیفہ عبدالمجید گلال نے دونوں کتابوں کو اعلیٰ کتابت کے بعد ۱۹۷۶ء میں خود شائع کیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دونوں جلدیں مصنف/مؤلف کی زندگی میں نہیں چھپ سکی تھیں۔ (روشن صبح)

2- خطبات وہاب (جمعہ کے خطبات) سندھی نظم

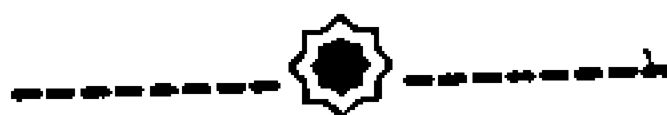
3- تفسیر القرآن

اس کے علاوہ بھی عربی فارسی اور سندھی میں بعض کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے بعض ضائع ہوگئی اور بعض قلمی ذخیرہ کی صورت میں آپ کے پوتے کے پاس محفوظ ہیں۔

وصال: مولانا حکیم عبدالوہاب گلال نے بھرپور دینی زندگی گذار کر ایک اندازے کے مطابق ۱۹۵۰ء/ ۱۳۷۰ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مزار گوٹھ گاھی مہیسر کے قبرستان میں واقع ہے۔

(بعض معلومات مولانا گلال کے پوتے ڈاکٹر عبدالوہاب بن خلیفہ عبدالکریم سے حافظ عبدالستار نے حاصل کر کے بھجوائی۔ فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے ڈاکٹر صاحب خود اس غفلت کا اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا کی بروقت سوانح نہ لکھنے کی وجہ سے راویوں کی عدم دستیابی (انتقال) کے سبب آج اس عظیم شخصیت کے بہت سارے گوشے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

یہ فقط مولانا گلال کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اس غفلت کا شکار، سندھ کے بے شمار در یکتا، گوہر نایاب ہیں۔ جن کے حالات زندگی سے کتابیں خالی، راوی مدفون، خاندان احساس زیاں سے محروم، تلامذہ عدم توجہ کا شکار اور ادیب بے بس، مجبوراً خاموش............)



مولانا عبدالرحمٰن چانڈیو

استاذالعلماء مولانا عبدالرحمٰن بن علامہ مولانا سعداللہ ستانی چانڈیو ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء کو آبائی گوٹھ ستانی چانڈیو (تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد گوٹھ ڈگھ بالا تحصیل جوہی میں استاذالعلماء علامہ مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ کے مدرسہ میں داخلہ حاصل کیا اور درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: شیخ المشائخ حضرت پیر سید محمد پنھل شاہ راشدی سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ درس تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ بہت سے مدارس میں مسند تدریس کی پیشکش ہوئی لیکن اس مرد درویش نے خندہ پیشانی سے انکار کر دیا اور اپنے والد ماجد کی قائم کردہ درسگاہ میں روکھی سوکھی کھا کر اللہ تعالیٰ سے توکل و بھروسہ پر تدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا اور بہت سے طلباء نے استفادہ کیا۔

تلامذہ: آپ کے بعض نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- مولانا عبدالغفور کھوہارو گوٹھ قمبر ضلع دادو
2- مولانا محمد اسحاق کھوہارو گوٹھ کڑیو غلام اللہ تحصیل خیر پور ناتھن شاہ
3- مولانا کمال الدین لغاری گوٹھ واھی پاندھی تحصیل جوہی
4- مولانا عبداللہ شاہ ملتان (پنجاب)
5- مولانا غلام محمد ببر 6- مولانا عمرالدین ببر 7- زمیندار غلام محمد خان برڑو
8- حکیم خلیفہ عبدالمجید ستانی چانڈیو (والد حکیم عبدالحمید چانڈیو)
9- حکیم محمد صالح ستانی چانڈیو وغیرہ

عادات وخصائل: مولانا عبدالرحمٰن علم کے آفتاب، حاضر جواب، ذہین وفطین باریک بین مفتی، پرہیزگار، سادگی پسند، صدق وصفا کی تصویر اور حق گو بزرگ تھے۔

اولاد:

ایک بیٹا عبدالحلیم اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

وصال: مولانا علامہ عبدالرحمٰن چانڈیو نے ۱۹۳۷ء/ ۱۳۵۵ھ کو انتقال کیا۔ مخدوم شہیر فقیر کے قبرستان (گوٹھ ستانی چانڈیو) میں خلیفہ محمد سجاول خان کی قبر کے نزد مغرب کی جانب مدفون ہیں۔
(ماخوذ: سندھ جو شالی کا چھو، مؤلف حکیم عبدالحمید چانڈیو)

پیر سید عبدالقادر الگیلانی

سفیر عراق، صاحب کشف و کرامت حضرت پیر سید عبدالقادر جیلانی بن سید عبداللہ جیلانی نے یکم جمادی الاخر ۱۳۲۳ھ/۳، اگست ۱۹۰۵ء کو اپنے جد اعلیٰ کے قدیم مسکن اور سرزمین عراق کے روحانی مرکز بغداد شریف میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد محترم سید عبداللہ گیلانی نے نومولود کا نام عبدالقادر رکھا اور عرفیت کمال الدین لیکن آپ مشہور عبدالقادر کے نام سے ہی ہوئے۔ آپ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی سولھویں پشت کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت: علوم دینیہ کی تکمیل مفتی بغداد علامہ سید یوسف علی عطا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں دارالعلوم قادریہ میں پائی۔ پھر قانون کی سند لاء کالج بغداد سے حاصل کی۔ اس کے بعد لندن اسکول آف اکنامکس سے امتیازی نمبروں کے ساتھ گریجویٹ کی سند پائی۔ اسی دوران وزیر مالیات عراق میں آپ کو ملازمت کی پیش کش کی گئی جو آپ نے قبول نہیں کی۔ عربی آپ کی مادری زبان تھی انگریزی کالج سے سیکھی اس کے علاوہ درج ذیل زبانیں سیکھیں: اردو، پشتو، فارسی اور ترکی وغیرہ۔ (عین القادر ۱۹۸۸ء)

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد ماجد حضرت پیر سید عبداللہ جیلانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اس کے بعد خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ اس کے علاوہ چچا محترم حضرت سید احمد عاصم جیلانی اور حضرت کامل اکمل پیر سید مصطفیٰ گیلانی سے بھی خلافتیں عطا ہوئی۔ بغداد شریف کے دیگر علماء کرام و مشائخ عظام سے بھی فیضیاب ہوئے تھے لیکن آپ سب سے زیادہ متاثر حضرت مصطفیٰ گیلانی سے تھے، شجرہ طیبہ میں آپ کے شیخ میں حضرت مصطفیٰ گیلانی کا نام آتا ہے۔ آپ کے شجرہ طیبہ قادریہ کو حضرت مولانا ضیاء القادری (کراچی) نے اردو نظم کا جامہ پہنایا اور حضرت مولانا سید حامد جلالی بخاری نے اپنے مجلہ سہ ماہی علم و عرفان کراچی کے شمارہ نومبر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔

شادی و اولاد: آپ نے دوران ملازمت قاہرہ (مصر) میں جنوری ۱۹۳۴ء کو سیدہ ناہید الگیلانی صاحبہ کے ساتھ عقد مسنون کیا۔ سیدہ ناہید کے اجداد الجزائر سے منتقل ہو کر مصر آئے تھے۔ وزیر اعظم مصر جناب محمد سعید پاشا اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ملکہ مصر فریدہ، سیدہ ناہید کی خالہ زاد

بہن تھیں۔ سید عبدالقادر جیلانی کی شریک حیات رجحان واذہان، مزاج ومذاق ہر اعتبار سے ان کی ہم خیال رفیقہ تھیں۔ اولاد میں آپ کو اکلوتی بیٹی سیدہ نجدہ گیلانی تولد ہوئی۔ جس کی شادی آپ نے اپنے خاندان میں بغداد شریف میں کروائی۔ انہیں بھی ایک بیٹی سیدہ "نادیہ" تولد ہوئی۔

پاکستان میں قیام: ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی مملکت "پاکستان" کے نام سے ابھری۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو السید عبدالقادر الگیلانی مملکت عراق کے پہلے سفیر بن کر پاکستان تشریف لائے پھر کچھ عرصہ کے لئے عراقی نمائندے کی حیثیت سے عرب لیگ میں چلے گئے۔ لیکن ۱۹۴۹ء کو دوبارہ عراقی سفیر کی حیثیت سے پاکستان تشریف لائے۔ پاکستان میں مملکت عراق کے سفیر کبیر بن کر تشریف لائے تھے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ سرکار غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے پاکستان میں سلسلہ قادریہ کی سفارت بھی ان ہی کے سپرد فرمائی تھی اور موصوف نے یہ دونوں فرائض جس خوش اسلوبی سے انجام دیئے اس کو عراق اور پاکستان دونوں ممالک کے عوام وخواص خوب جانتے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو وہ سفارتی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوئے تو پاکستان اور پاکستانیوں کی محبت و خلوص نے ان کو عراق واپس نہیں جانے دیا۔ آپ کا اصل کام ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا ہی تو تھا۔ ان کی قیام گاہ صحیح معنوں میں ایک روحانی مرکز تھا۔ ہر اتوار کو آپ کی قیام گاہ "الگیلانی" کے ڈی اے اسکیم (۱) (کارساز) میں محفل منعقد ہوتی تھی، عقیدت مندوں اور اہل دل کا اجتماع ہوتا۔ اذکار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا، تذکرہ غوث اعظم ہوتا، نعت خوانی ہوتی، مناقب اولیاء پڑھیں جاتیں۔

محفل گیارہویں شریف کا انعقاد: ہر سال ربیع الاخر کے مہینہ میں گیارہویں شریف کی محفل مقدسہ بہت شاندار طریقہ پر منعقد فرماتے، جس میں کراچی کے علاوہ دور دراز سے لوگ شرکت کیلئے کھینچے آتے۔ ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ ۱۹۷۴ء کی بات ہے کہ گیارہویں شریف کی محفل میں کراچی اور بیرون کراچی کے لوگ اس قدر کثیر تعداد میں شریک ہوئے کہ مرحوم کی قیام گاہ سے باہر سڑک تک کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔

ہوں گی آسان ساری تیری مشکلیں ۔۔۔ صدق دل سے غوث کی کردے نیاز

دارالعلوم قادریہ کا قیام: مخلوق خدا کی رشد وہدایت کے لئے کسی مرکز کی ضرورت محسوس کی گئی جو کہ آپ کی رہائش گاہ سے پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ چند مخلصین مریدین کے تعاون سے ۱۹۷۴ء کو ایس۔ٹی ۲ بلاک ۱۳، اے گلشن اقبال حسن اسکوائر یونیورسٹی روڈ (کراچی) پر پلاٹ خریدا گیا۔ دارالعلوم قادریہ المرکز قادریہ وخانقاہ کی تعمیر وترقی کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ آج ایک شاندار عمارت، بہترین مدرسہ، خوبصورت مسجد گلشن اقبال میں ہمارے سامنے ہے جہاں انہوں نے خود بھی

آسودہ خاک ہو کر اس کی عظمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ دارالعلوم میں علماء تدریس کے لئے مقرر ہیں درس نظامی کی تعلیم جاری ہے، علم کے پیاسے پیاس بجھا رہے ہیں اور پیر صاحب کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

جذبہ خدمت: آپ اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کو کسی ایسے شعبہ سے وابستہ کرنا چاہتے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا ذریعہ بھی بن سکے۔ اسی جذبہ کے تحت عراق کی متعدد ایسی تنظیموں اور اداروں سے وابستہ رہے جہاں اسلام دوستی کا مظاہرہ ممکن تھا۔ بعد ازاں مصر میں عراقی سفارت خانے کے نائب سفیر کے فرائض انجام دینے پر مامور ہو کر قاہرہ چلے گئے۔ وہاں ایک اعلیٰ خاندان میں شادی ہوئی اس کے بعد مصر سے عراق تشریف لائے۔ ان دنوں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو عراق بھی انگریزوں کے پنجہ سے نہ بچ سکا، انگریزوں کی حکومت سے مقابلہ کرنے والوں میں اور مخالفت کا عزم رکھنے والوں میں عراق کے مشہور انقلابی رہنما سید رشید علی گیلانی کی قیادت میں سید عبدالقادر گیلانی اور ان کا خاندان پیش پیش تھا، لہٰذا انگریز حکومت نے آپ اور آپ کے خاندان کے دیگر بااثر افرد کو گرفتار کر کے افریقہ بھیج دیا، پورے چار سال بعد آپ کو اسیری سے نجات ملی، حالات کا رخ پلٹا، زمانہ کا رنگ بدلا، دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی انگریز حکومت کی کمر ٹوٹ گئی، یونین جیک کے سایہ سے عراق مصر اور ایران وغیرہ کو نجات ملی۔

مسند رشد و ہدایت: آپ تمام عمر اپنے جد اعلیٰ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نصب العین اور ان کی تعلیمات کو تازہ کرنے کی جدوجہد کرتے رہے ہر چند انہوں نے اپنا مسکن کراچی (سندھ) کو ہی بنائے رکھا لیکن ان کا دائرہ اصلاح و ہدایت پورے پاکستان کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔

خلفاء: آپ کے بعض خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- جناب سید عمر عبداللہ آف کومورون افریقہ
- مولانا سید غلام جیلانی القادری مصنف و مدرس دارالعلوم قادریہ گلشن اقبال
- حضرت پیر عبدالحمید قادری دیول شریف ضلع راولپنڈی
- جناب صوفی غلام اکبر قادری درگاہ جھوک شریف ضلع ٹھٹھہ سندھ
- جناب غلام دستگیر صاحب ڈھاکہ، بنگلہ دیش
- جناب عبدالعزیز خان عرفی ایڈوکیٹ الیوسف چیمبر کراچی

وصال: پیر سید عبدالقادر گیلانی کی صحت کچھ عرصہ سے خراب تھی اور یہ صحت ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء سے زیادہ بگڑی جب کہ آپ کو ایک عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اس دن آپ کی رفیق حیات سیدہ ناہید گیلانی نے داغ مفارقت دیا۔ ۲۵ مارچ کو آپ سعودی بادشاہ شاہ فیصل کی برسی کے سلسلے میں ایک

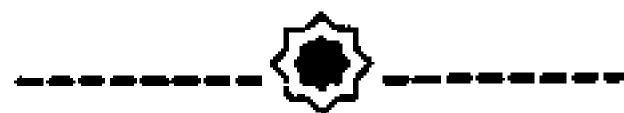
جلسہ میں شریک ہوئے اور ۲۴، ربیع الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۲۶، مارچ ۱۹۷۶ء بروز جمعہ کو عراق سے آئے ہوئے چند لوگوں کو دوپہر کی دعوت دی ان کے ساتھ کھانا کھایا، ۳ بجے مہمان رخصت ہوئے اور آپ آرام کے لئے خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔ عصر کے بعد اپنے سیکریٹری محمد احمد خان قادری کو بلایا اور دل میں درد کی شکایت فرمائی۔ ڈاکٹروں کو فون کر کے اطلاع دی لیکن ڈاکٹروں کے پہنچنے سے قبل ہی آپ نے ۷۱ سال کی عمر میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کے قائم کردہ المرکز القادریہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مزار شریف پر مریدین نے عالیشان گنبد تعمیر کروایا ہے جہاں ہر سال عرس شریف اور مدرسہ کے طلباء کی دستار فضیلت کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ تمام اہتمام آپ کی قائم کردہ کمیٹی، مریدین کے عطیات سے بخوبی انجام پاتی ہے اور آپ کا پاکستان میں کوئی سجادہ نشین نہیں ہے۔ سارا کام کمیٹی کے سپرد ہے۔

الحاج قاری قاضی عبدالحفیظ خان قادری حفیظ خطیب جامع مسجد صابری رنچھوڑ لائن جناح اسٹریٹ کراچی نے آپ کی شان میں منقبت کہی جو کہ درج ذیل ہے:

اے کمال الدین گل خوش رنگ بستانِ رسول — فیضیاب دیدہ پر کیف فیضانِ رسول
صاحب گنجینہ عرفان، آپ اولاد علی — تم پر ہے سایہ علی کا اور ہو جانِ علی
شعلہ جوالہ ایمان تیرا حسن و جمال — آفتاب قادریت، تیری شانِ جلال
عکس دور خیر ہے تیرے گھرانے کا نظام — عبدالقادر تو جہانِ اولیاء ہے لاکلام
اٹھ گئی ہے جس طرف تیری نگاہ التفات — رقص فرمانے لگی ہے مستی عالم حیات
خضر ارباب طریقت ہے تیرا نقش قدم — رہبر راہ شریعت ہے تیرا نقش قدم
غوث اعظم کے کرم سے جو تیرا کردار ہے — عشق کے خورشید میں تو مطلع انوار ہے
تیری خلوت انجمن ہے عالم اسرار کی — انجمن اک خلوت دل حلقۂ اخیار کی
گفتگو سے معرفت کے پھول برساتا رہا — جلوہ یزداں سے بخت شوق چمکاتا رہا
تیرے در سے نسبت سجدہ جسے بھی مل گئی — ہر کلی اس کے چمن زار عمل کی کھل گئی

اس جہان میں یہ "حفیظ" گواہی بن گیا
جو بھی ان کا ہوگیا وہ "غلام جیلانی" بن گیا

(ماخوذ: مجلہ عین القادر، مطبوعہ المرکز القادری گلشن اقبال کراچی، ۱۹۹۰ء)



مولانا قاضی عزیز اللہ ہکڑو

مولانا قاضی حکیم عزیز اللہ بن فقیر امان اللہ ہکڑو، گوٹھ بٹھی ہکڑو تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: شہدادکوٹ کی عظیم دینی درسگاہ میں داخلہ لیا اور غوث الزمان مفتی اعظم استاد الاساتذہ حضرت علامہ الحاج خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ سے نصابی کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ عظیم صوفی بزرگ حضرت علامہ سید احمد خالد شامی قدس سرہ السامی (مدفون بمبئی، انڈیا) سے دست بیعت تھے۔ اور حضرت مولانا حکیم سید عبدالغفار شاہ راشدی کے پیر بھائی اور گہرے دوست تھے۔ اسی نسبت کے سبب آپ نے پیر صاحب عبدالغفار کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اس کا مطلب آپ ۱۹۶۱ء تک حیات تھے اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا ہے۔

شادی واولاد: دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا مولوی حسن اللہ پیدا ہوا۔ دوسری بیوی سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔

1- اسد اللہ: جس کا دس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 2- امان اللہ جو کہ صاحب اولاد ہوئے۔

عادات وخصائل: آپ کے پوتے احسان اللہ ہکڑو بن امان اللہ مرحوم کی روایت کے مطابق قاضی صاحب سیر وسفر کو پسند نہ کرتے تھے، اپنے گوٹھ میں زیادہ تر قیام کرتے تھے، شریعت مطہرہ کے پابند، نماز روزہ، ورد وظائف کے پابند اور اپنے معمولات میں دن رات مشغول رہا کرتے تھے۔ مطالعہ کے نہایت شائق تھے باہر سے کتب منگوا کر مطالعہ کرتے تھے۔

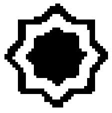
حکیم محمد مراد شیخ (صدیقی دواخانہ، لاڑکانہ) نے بتایا کہ قاضی عزیز اللہ ہکڑو حکیم تھے ہمارے پنسار کی دوکان پر دوائیں خریدنے تشریف لاتے تھے اور حاجی محمد سعید شیخ (مالک شیخ حاجی عنایت اللہ، کتب فروش اینڈ سنز، لاڑکانہ) کے پاس اور ان کی بیٹھک میں قیام بھی کرتے تھے۔ ان کی گفتگو عالمانہ ہوتی تھی، انتہائی نیک صالح تہجد گذار، نرم خو، اکثر خاموش رہتے لیکن جب گفتگو کرتے تو دھیمی آواز میں بولتے، سفید لباس زیب تن، سر پر سفید عمامہ، جسم نحیف اور چہرہ نورانی تھا۔

وصال: مولانا حکیم قاضی عزیز اللہ ہکڑو کے تدریس سے متعلق روایت تو نہ مل سکی، لیکن قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تدریس اور حکمت کے ذریعے انسانوں کی خدمت کر کے صحت مند معاشرہ بنانے میں کام کیا۔

بدھ کے روز قاضی صاحب گوٹھ والوں کے گھر گھر جا کر سب سے ملے ان سے کہا مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں، کسی کی رقم امانت رکھی ہوئی تھی تو واپس کر دی، تمام حساب کتاب برابر کئے۔ اہل خانہ سے ملے سب پر شفقت محبت نچھاور کی نصیحت وصیت کی، رات کو مولانا شاہ محمد ہکڑو کو بلوایا وہ آئے تو انہیں کہا کہ آج ہم سفر پر روانہ ہو رہے ہیں۔

جمعرات کو پاک صاف کپڑے پہننے کے بعد دوران وضو ۷، رجب المرجب ۱۴۰۰ھ/مئی ۱۹۸۰ء کو تقریباً ستر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولانا شاہ محمد ہکڑو نے وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور گوٹھ بٹھی ہکڑو کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[حافظ عبدالستار نے قاضی مرحوم کے پوتے احسان اللہ سے مل کر معلومات حاصل کی فقیر نے دیگر مواد ملا کر مضمون ترتیب دیا، فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے۔]

----------------

سید عبدالحفیظ شاہ (گجو)

فقیر باصفا درویش منش جناب سید عبدالحفیظ شاہ بن سید عبدالعزیز شاہ بوقت صبح صادق بروز جمعرات ۲۷، رجب المرجب ۱۳۱۳ بمطابق، جولائی ۱۹۱۳ء کو بانس بریلی (یو پی، انڈیا) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عالم دین اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ کا شجرہ نسب والد محترم کی طرف سے حضرت **سیدة النساء العالمین سیده فاطمة الزهره** رضی اللہ عنہا **زوجه امیر المومنین خلیفة المسلمین شیر خدا حضرت سیدنا علی المرتضی** رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان پٹھان قادری محدث بریلوی قدس سرہ سے ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے والد عالم دین تھے اور بنیادی دینی تعلیم آپ نے انہی سے گھر میں حاصل کی۔ آپ کو انگریزی پڑھنے کا شوق تھا، مگر ان دنوں ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا جس کے سبب مسلمان انگریز گورنمنٹ سے سخت نفرت کرتے تھے، لہٰذا آپ کے والد محترم بھی یہ نہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا انگریزی پڑھے لیکن آپ نے چھپ چھپا کر اسکول میں داخلہ لیا اور تقریباً میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کے روحانی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ مختلف فقیروں درویشوں کی صحبت اختیار کی اور مزارات مقدسہ پر حاضری ومراقبہ کے شغل کو تاحیات جاری رکھا۔

اس سلسلہ میں آپ کا کہنا تھا کہ آپ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن چشتی قدس سرہ الاقدس (۶۲۷ھ دربار مقدس اجمیر شریف، راجستھان، انڈیا) سے نہایت ہی عقیدت رکھتے تھے اور انہیں سے آپ کو روحانی فیض ملا۔

بیعت:

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا اور دوسری بیوی سے ایک بیٹی تولد ہوئیں۔ اور سید سہیل احمد (کراچی) آپ کے داماد ہیں۔

پاکستان میں قیام: پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان سے کراچی منتقل ہو گئے اور بعد میں گوٹھ گجو ضلع ٹھٹھہ (سندھ) میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ دیہہ گجو کے لوگ گواہ ہیں کہ جب میں نے یہاں ۱۹۵۸ء کو جھگی ڈالی تو مٹی کے بڑے بڑے ٹیلے تھے اور روزانہ کئی سانپ نکلتے تھے۔ لیکن مجھے وہ چیز مل رہی تھی جس کے حصول کے لئے میں یہاں آیا تھا۔

(تعارف الحفیظ ذاکرین تنظیم ص ۶)

ادارہ کا قیام: آپ نے حجرہ حفیظ والا گجو (ضلع ٹھٹھہ) میں "بیت المکرم" کے نام سے ٹرسٹ قائم کیا اور باقاعدگی سے اشاعت کا ایک سلسلہ جاری فرمایا۔

تنظیم کا قیام: مریدین پر مشتمل ایک تنظیم "الحفیظ ذاکرین تنظیم" کو قائم کیا اور مریدین میں تنظیم سازی اور ذکر شریف کی محفلیں برپا کرنے کا جذبہ اجاگر کیا۔ مؤلف لکھتے ہیں: آپ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ اور حضرت پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ پر مشتمل ذکر ترتیب دیا ہے۔ آپ ذکر شریف کو بہت اہمیت دیتے تھے تاکہ مسلمانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دھل کر تمام غلاظتوں سے پاک ہو جائیں اور آپس میں اتحاد و یگانگت اور بھائی چارہ کی فضا قائم ہو جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ ذکر بالبشارت ہے اور ایک "پارس" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ذکر کو کرنے سے تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور قلبی سکون میسر آئے گا۔ جس کی شاخیں اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک میں بھی قائم کی گئی ہیں۔ (تعارف الحفیظ ذاکرین تنظیم ص ۹، مطبوعہ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

لائبریری: نوجوانوں کی دینی معلومات سے واقفیت کے لئے کوٹری شہر (ضلع حیدرآباد) میں ایک دینی لائبریری قائم فرمائی۔ جہاں پر حدیث، تفسیر، فقہ حنفیہ، تصوف، تاریخ وغیرہ پر اردو، سندھی اور انگریزی میں نامور مصنفین اور علماء دین کی کتابیں دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم کے سالانہ اجتماع، سید عبدالحفیظ شاہ کی گفتگو اور نعت شریف کی آڈیو وڈیو کیسٹ بھی دستیاب ہیں۔ بیت المکرم ٹرسٹ کی مطبوعات بھی دستیاب ہیں۔

جذبہ خالص: آپ فرماتے ہیں: "جوان بیٹا تھا جس نے میرا کہنا نہ مانا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر نہ چلا، میں نے اس سے کہا تم میرے بیٹے نہیں ہو اور مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ تمام خاندان والوں نے میری مخالفت کی اور میں سارے خاندان کو (کوٹری) چھوڑ کر یہاں گجو میں آ کر رہنے لگا بعد میں میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ لیکن میرے رب نے مجھے اسی دنیا میں ایسے کئی بیٹے (مرید) عطا کئے جو میرے بیٹے سے زیادہ میری خدمت کرتے ہیں، میری ڈانٹ برداشت کرتے ہیں، میرا کہا مانتے ہیں۔ ان کا خون اور اپنا خون ایک سمجھتا ہوں۔ میں اپنے سگے بیٹے سے زیادہ ان سے محبت کرتا ہوں یہ میری کمائی ہیں، ان کا دکھ درد میں اپنا دکھ درد سمجھتا ہوں۔"

تصنیف و تالیف: مولانا سید عبدالحفیظ شاہ نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، مختصر اتعارف درج ذیل ہے۔

1- ہم اللہ کو کیوں مانیں؟: خیر وشر، روح و اجسام کے علاوہ حیات نبوی، علم غیب نبوی مسئلہ قیام میلاد نبوی، معراج نبوی اور معجزہ و کرامت پر بھی نہایت آسان و مدلل گفتگو فرمائی ہے۔ (مطبوعہ ۱۹۸۴ء)

2- ٹو ان ون (Two In One): قادیانی غلط عقائد و نظریات پر آپ نے ان کے موجودہ امیر مرزا طاہر احمد کا چیلنج مباہلہ قبول کرتے ہوئے خط و کتابت کی۔ تحریری مناظرہ یعنی دونوں طرف کے خطوط کا عکسی نقل اس کتاب میں دیئے گئے ہیں۔ تلاش حق کے سلسلہ میں مخلصین اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ (مطبوعہ ۱۹۹۰ء طبع دوئم ماہ فروری)

3- امام بے لگام کہ منہ میں لگام: یہ رسالہ بھی قادیانیت کے غلط عقائد و نظریات کا پوسٹ مارٹم ہے۔ ان کی تردید خود ان کی کتب سے کی گئی ہے۔ (مطبوعہ طبع اول رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۰ء)

4- خطبات حفیظ: یہ رسالہ تصوف سے متعلق ہے اور جولائی ۱۹۸۲ء کو شائع ہوا۔

5- آئینہ شرک و بدعت: شرک و بدعت کو سمجھایا گیا ہے۔

6- مہاجر کون نہیں ہے؟ 7- روتا ہوا دل

8- چراغ رسالت: ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والی تقاریر کا مجموعہ

9- میں کیوں مسلمان ہوا: آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے والے عبدالواحد شیخ (سابقہ نام وادھن مل) کی کتاب۔

10- الفتویٰ انٹرنیشنل

اکثر کتابیں آپ نے مریدین کے تعاون سے اپنے ادارہ بیت الکرم (ٹرسٹ) گجو سے شائع کر کے مفت تقسیم کی تھیں۔

ردقادیانیت: قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ رابع مرزا طاہر کی طرف سے ۱۹۸۸ء کو دیا گیا چیلنج آپ کی نظر سے گذرا۔ آپ کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھی سندھ کے دیہی علاقہ میں بیٹھ کر اسی وقت تمام دنیا کے قادیانیوں کو مباہلہ کا کھلا جوابی چیلنج دیا......

قادیانیوں نے آپ کے جوابی چیلنج پر فرار کی راہ اختیار کی، جو ان کی مکارانہ روایت ہے۔ لیکن آپ نے اس فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کرنے کے لئے جہاد شروع کر دیا اور اس سلسلے میں "احمدیہ عالمگیر ایسوسی ایشن کے ہیڈ آفس لندن" جماعت کے امیر مرزا طاہر کو خطوط لکھے، چند خطوط کے انہوں نے جواب بھی دیئے اور پھر جب انہوں نے جواب دینا بند کر دیئے تو آپ نے ان کی تمام تحاریر کو من و عن کتابی صورت میں اپنی تصنیف ٹو۔ ان ۔ ون میں شامل کر دیں۔ اس کتاب کے انگلش اور عربی ایڈیشن بھی چھپ چکے ہیں۔

اس کے بعد ٹیلیفون کا سلسلہ شروع کیا، اس سلسلے میں دوسری کتاب فروری ۱۹۹۵ء کو "امام بے لگام کے منہ میں لگام" شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ ہر دو ماہ بعد "الفتویٰ انٹرنیشنل" کے نام سے شمارہ جاری کیا۔ تمام لٹریچر قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹرز میں بھیجنے کے علاوہ عوام الناس اور دیگر اسلامی اداروں کو مفت تقسیم کیا جاتا رہا تا کہ تمام دنیا پر حق ظاہر ہو جائے۔ انٹرنیٹ پر بھی قادیانیوں کے خلاف جہاد زور و شور سے جاری ہے۔ ویب سائٹ (پروگرام) پر

http:/www.ni_marketing.com/netlink/rashid/anti_ahmadiyya.htmi_

جس سے خائف ہو کر اگست ۱۹۹۹ء کو مرزا طاہر نے قادیانی ویب سائٹ بند کروادی ہے۔

(تعارف الحفیظ ذاکرین تنظیمہ ص ۱۲)

سفر حرمین شریفین: آپ نے پہلا حج غالباً ۱۹۷۰ء کو ادا کیا اور ۱۹۹۰ء کی دھائی میں آپ نے کئی بار حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

عادات وخصائل: جناب سلیم یزدانی لکھتے ہیں: سید عبدالحفیظ شاہ، سادہ لوح، منکسر المزاج، ہمدرد، محبت کرنیوالے اور ہر ایک کے کام آنے والے سیدھے سادھے مسلمان تھے۔ نہ انہیں پیر و مرشد ہونے کا دعویٰ تھا، نہ عالم ہونے کا۔ ہاں خود سچے علماء و مشائخ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سادگی کی زندگی گذارتے تھے اور شریعت کے پابند تھے۔ خلق خدا اور دین کی خدمت ان کا مشن تھا۔ ان کا انداز گفتگو دل میں گھر کرنے والا ہوتا تھا، وہ عام لوگوں کی طرح زندگی کے حوالے سے گفتگو کرتے تھے لوگوں کو اچھائی کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی کی نشاندہی کرتے تھے۔ ان کا لہجہ نہایت نرم و خوشگوار تھا وہ کبھی جارحانہ گفتگو نہیں کرتے تھے (عرض حال: خطابت حفیظ مطبوعہ ۱۹۸۲ء) سفید ریش،

سفید بھنویں، گورا رنگ، ہنستا مسکراتا چہرہ، خاموش ہوں تو لوگ لبِ کشائی کے لئے منتظر، بولیں تو ایسا لگتا کہ دریا بہہ رہا ہے الفاظ و بیان کا۔ آپ فرماتے ہیں: "فاقہ، آنسوں اور عاجزی، عارف کا زیور ہیں۔ فاقہ عقل کی جلا ہے، آنسوؤں سے دل دھلتا ہے اور عاجزی و انکساری انا کو مارتی ہے۔" فرماتے ہیں: میں ہر محفل میں اور ہر جگہ یہ کہتا ہوں کہ نہ میں پیر ہوں، نہ بزرگ ہوں، نہ شیخ ہوں اور نہ مرید کرتا ہوں بلکہ ایک خادم ہوں اور بحیثیت ایک خدمتگار کے ہر ایک کی خلوصِ دل سے خدمت کرتا ہوں، میں سب کا دوست اور ہمدرد ہوں۔" (تعارف.........)

نائب و خلیفہ: ڈاکٹر محترم سید راشد علی آپ کے نائب و خلیفہ ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا: ایمان اور عرفان میں سید راشد علی کسی بزرگ سے کم نہیں۔ میں نے ان کی تعلیم میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔

وصال: پیر سید عبدالحفیظ شاہ نے زندگی کے آخری ایام اپنے مکان واقع کوٹری میں گزارے اور آخری دنوں علالت کے دوران آخری الفاظ یہی تھے کہ "میں نے سب کو معاف کیا اور مجھے بھی آپ معاف کر دیں"۔ انتقال سے تین دن پہلے آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی اور اسی حالت میں ۲ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۳، جولائی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات تقریباً دو بجے دوپہر اسی (۸۰) سال کی عمر میں اپنے گھر میں انتقال کیا۔ آپ کے خلیفہ ڈاکٹر سید راشد علی نے وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور محلہ ڈنل شاہ، کوٹری (حیدرآباد، سندھ) میں ہی آپ کا مزار ایک نجی قطعہ زمین پر واقع ہے جو اس مقصد کے لئے پہلے ہی حاصل کر لی گئی تھی۔ آج کل مزار سے متصل مسجد و مدرسہ قائم کیا گیا ہے اور ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

[آپ کے داماد جناب سید سہیل احمد (نزد فرزانہ دواخانہ، فیڈرل بی ایریا) نے حالات سے متعلق مواد فراہم کیا اور فقیر راشدی نے شکریہ کے ساتھ مضمون ترتیب دیا]

--------❁--------

مولانا پیر عبدالقدوس درانی قادری

مولانا پیر محمد عبدالقدوس درانی بن حضرت مولانا پیر احمد قادری مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد قندھار (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں آپ کا خاندان ممتاز تھا۔ آپ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے:

"محمد عبدالقدوس بن مولانا احمد بن مولانا غلام محمد بن ملا محمد امیر حاکم قندھار بن علامہ محمد یوسف

حاکم قندھار بن ملا محمد طاؤس حاکم قندھار و ہرات بن علامہ عبدالعزیز حاکم قندھار و ہرات"۔

آپ کے جد امجد مولانا غلام محمد قندھار کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا پیر احمد قادری اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ قندھار سے نقل مکانی کر کے چمن (بلوچستان) آئے مگر یہاں دل نہ لگنے کے باعث آپ پشاور (سرحد) چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ محترم فرید الدین جاوید راوی ہیں کہ مولانا احمد قادری نے "شنکا" نزد حضرو (سرحد) میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا جو آج بھی جاری ہے۔ مولانا احمد، حضرت شیخ طریقت عبدالوہاب جی مبارک قادری سجادہ نشین درگاہ مانکی شریف (تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور، سرحد) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔ اس کے بعد راہ سلوک کی منازل طے کرا کے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ پیر صاحب مانکی شریف کے حکم ہی سے آپ نے حیدرآباد دکن کو دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کا مرکز بنایا جہاں ساری زندگی آپ نے بسر کی اور وہیں آپ کی شادی اور اولاد ہوئی۔ علماء و مشائخ میں آپ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ ایک صاحب تقویٰ شخصیت کے مالک تھے۔ ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے جو صرف نماز کے وقت ہی ہٹائی جاتی۔ لوگ آپ کو "نقاش پوش بزرگ" کے نام سے بھی پکارتے تھے۔ آپ کی اولاد نرینہ میں سب سے بڑے مولانا عبدالقدوس قادری تھے۔ جب آپ کی عمر سولہ (۱۶) برس کی ہوئی تو آپ کے والد مولانا احمد کا انتقال ہو گیا۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ غفوریہ میں دست بیعت ہوئے۔ والد محترم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور آپ کے پیچھے نماز ادا کی اور فرمایا "میں خوش ہوں کہ میرا سلسلہ مجھ پر ختم نہیں ہوگا۔" خانقاہ مانکی شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ امین الحسنات ثالث قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

امامت و خطابت: آپ امامت و خطابت کے فرائض سولہ برس کی عمر سے لے کر تا حیات پورے جذبہ سے سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ حیدرآباد دکن سے پاکستان تشریف لائے اور میرپور خاص (سندھ) میں سکونت اختیار کی یہاں پہلے نورانی مسجد میر کا پلاٹ میں تقریباً سترہ (۱۷) برس امام و خطیب رہے، ازاں بعد کچھ عرصے کے لئے آپ ٹاٹا کاٹن مل کی مسجد میں بھی خدمت دینی سرانجام دی۔ ۱۹۶۹ء کو حیدرآباد تشریف لائے اور مرکزی جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۸ میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں تا حیات اسی خدمت دین پر مامور رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بارہ سال آپ حیدرآباد میں رہے۔

شاعری ﷺ تقسیم ہند پر والدہ اور بچوں سمیت ۲۷ ،رجب المرجب ۱۳۶۶ھ بطابق ۱۹۴۷ء کو حیدر آباد (سندھ) آ گئے ۔ وہ خوش بیان واعظ کے علاوہ شیخ طریقت بھی تھے ۔مولانا عبدالشکور ایک صوفی شاعر تھے ۔ان کی شاعری میں اخلاقیات حمد و نعت اور منقبت کے مضامین نظم غزل اور قطعات کی صورت میں نمایاں ہیں ۔حسان الہند مولانا ضیاء القادری بدایونی (کراچی) سے مشورہ سخن کرتے تھے۔حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار جا بجا ان کے نعتیہ اشعار میں ملتا ہے۔(ایضاً)

تاجداروں سے سوا ہے وہ فقیر بے نوا
زیب سر جس کے رہے نعل کفِ پائے رسول
ان کی سرمستی کا عالم حشر کے دن دیکھنا
مے کشوں کے ہاتھ میں ہے جامِ صہبائے رسول
دل ہے وہ دل جو خدا کی یاد سے غافل نہ ہو
سر وہی سر ہے کہ جس سر میں ہو سودائے رسول
حکم خلاق دو عالم تھا شبِ معراج میں
ہاں یونہی نعلین پہنے عرش پر آئے رسول
حق تعالیٰ نے کیا وعدہ ہے یہ معراج میں
میں اسی کو بخش دوں گا، جس کا فرمائے رسول
سجدہ گاہ عاشقاں ہے سجدہ گاہ عارفاں
کیا کشش تجھ میں ہے اے نقشِ کفِ پائے رسول
کفر غارت ہو گیا، عالم منور ہو گیا
عالم امکاں میں جب تشریف لے آئے رسول

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

چاند بھی شرما گیا، جب آ گیا بطحی کا چاند
حق تو یہ ہے نورِ حق دکھلا گیا بطحی کا چاند
بدلیاں رحمت کی اٹھیں، بارشیں ہونے لگیں
دونوں عالم کی فضا پر چھا گیا بطحی کا چاند
دونوں عالم کی ملی دولت مجھے، صد شکر ہے
کملی والا میرے دل میں آ گیا بطحی کا چاند

ذکر الا اللّٰہ کرتے کرتے جب سویا "شکور"
روئے روشن خواب میں دکھلا گیا بطحی کا چاند

نماز عشق یوں ہوتی ہے زاہد — کہ ان کا نقش پا میری جبیں ہے
نہیں بھاتا ہے جنت کا گلستان — تصور میں مدینہ کی زمین ہے
جسے الفت میسر ہو نہ ان کی — وہ مومن کیا مسلماں بھی نہیں ہے

شب معراج میں چون و چرا کی کس کو گنجائش
ہے سبحان الذی اسریٰ سے اظہار شب اسرار

تصنیف وتالیف: آپ کی درج ذیل تصنیفات یادگار ہیں:

1- عثمانیہ مئے خانہ الموسوم دیوان شکور

یہ منقبت کا دیوان ہے۔ حضرت نواب خادم حسن زبیری کی زیر نگرانی میں عثمانی معینی کمیٹی آگرہ کی جانب سے ماہ اپریل ۱۹۴۳ء کو غالب پریس کھاری کنواں اجمیر شریف سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن آپ کے صاحبزادوں نے حیدرآباد سندھ سے ۱۳۷۹ھ/ کو شائع کیا۔

2- دیوان ذوق تصوف (۱۳۸۲ھ) نعت ومنقبت پر مشتمل کلام ہے۔ اپنے دور کے نامور شعراء کرام نے قطعہ تاریخ اشاعت کہے ہیں جو کہ کتاب کے آخر میں شامل اشاعت کئے گئے ہیں ان میں اکثر شعراء اس وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مولانا سید محمد علی ارمؔ (حیدرآباد، سندھ) علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی، علامہ سید عبدالسلام باندوی، استاد الشعراء مولانا ضیاء القادری، سید خورشید علی مہر نقوی کراچی، سید صادق علی صادق حیدرآباد مولانا میر نذر علی درد کاکوری عزیز آباد کراچی، مولانا ظہور الحسن خان ماہر ضیائی کراچی، رئیس احمد رئیس ضیائی بدایونی سابق خطیب لال مسجد ملیر کراچی، سید مختار علی مختار ضیائی اجمیری کراچی، ہاشم رضا خان ہاشم ضیائی بدایونی، حضرت صابر براری ضیائی کراچی، محمد حمید خان مائل پیلی بھیتی حال لاڑکانہ، حکیم سید اکرام حسین سکری حیدرآباد سندھ، آرزو تبریزی اکبرآبادی سعود آباد ملیر کراچی وغیرہ۔

یہ دیوان آپ کے خلیفہ صوفی محمد یعقوب نظامی کورنگی کراچی کی کوشش سے ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء کے بعد شائع ہوا۔

فاضل شمسی فرماتے ہیں:

زیور طبع سے آراستہ ہو کر آیا — نغمۂ صوفی صافی سخن شیخ و شباب

صوفی عبدالشکور آ گئے لے کر وہ کلام
زاہدوں کے لئے اتو کار ہے رندوں کی شراب

حافظ و جامی و خسرو نے جمائی محفل
مطرب رومی نے نے لی تو عراقی نے رو باب

مختصر یہ ہے میرے سامنے صوفی کا کلام
ساغر حمد میں ہے نعت محمد کی شراب

اہل مشرق کے لئے ذوق تصوف تاریخ
اہل مغرب کو پسند آ گیا ذکر مضراب

۱۳۸۲ھ ۱۳۸۲ھ

شعر گوئی سے تعلق نہیں مجھ کو ھـــاشــم
چند اشعار لکھے وہ بھی عجلت بشـتــــاب

تلامذہ:

آپ کے شاگردوں میں سے منشی یحیٰ نیازی اکبرآبادی (کراچی) مشہور ہیں۔

شادی واولاد: آپ کے دو صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:
1- سلطان محمد نظامی حیدرآباد 2- غوث محمد نظامی گرونگر حیدرآباد سندھ

وصال: حضرت مولانا عبدالشکور ۱۳۹۵ھ/ ۲۶، اپریل ۱۹۷۵ء ۸۵ سال کی عمر میں حیدرآباد (سندھ) میں انتقال کیا۔ بروز جمعہ ۶، جون ۱۹۷۵ء کو آپ کا جہلم ہوا جس میں سید مختار علی اجمیری نے منقبت و قطعہ تاریخ پڑھا۔

حضرت صابر براری (کراچی) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

آہ! رخصت ہو گئے ہیں عالم فانی سے آج
حضرت پیر طریقت بندہ رب غفور
زاہد کامل بھی تھے، وہ سالک و درویش بھی
بابا کمبل پوش کہلاتے تھے وہ نزدیک و دور
جو بھی ملتا آپ سے ہو جاتا شیدا آپ کا
جلوہ افشاں آپ کے چہرے پہ تھا کچھ ایسا نور
مرعہ تاریخ رحلت کہہ دوا ے صــــابـــر یہی
ہیں بتوفیق الٰہی خلد میں بابا شکور

۱۹۷۵ء

(تاریخ رفتگان جلد سوم)

[اکثر مواد حضرت کمبل پوش کے "دیوان ذوق تصوف" سے لیا گیا ہے جو کہ آپ کے چہلم کے بعد کراچی سے شائع ہوا تھا اور یہ نسخہ نعتیہ محقق و اسکالر جناب شہزاد احمد نے برائے مطالعہ مہیا کیا]

مولانا عبدالرحمٰن سہڑو

استاد العلماء حضرت مولانا عبدالرحمٰن سہڑو بن محمد عمر بن خیر محمد گوٹھ کندھرا سہڑا (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء (شناختی کارڈ کے مطابق) کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم گوٹھ خیر محمد آریجا میں علامہ تاج محمد آریجوی سے حاصل کی اس کے بعد مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی میں غالباً علامہ دوست علی جتوئی سے بعض اسباق پڑھے، بعد ازاں جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ مشوری شریف میں حضرت فقیہ اعظم علامہ مفتی محمد قاسم مشوری سے بعض کتابیں پڑھی اس کے بعد ہمایوں شریف کا رخ کیا جہاں غالباً مفتی عبدالباقی ہمایونی سے تعلیم حاصل کی اور بالآخر استاد اول علامہ تاج محمد آریجوی کے پاس آئے وہیں نصاب کی تکمیل کے بعد ۱۹۶۵ء کو فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد فراغت جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں حضرت علامہ محمد سردار احمد محدث لائلپوری سے دورہ حدیث پڑھا۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبداللہ جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو سائینداد) سے دست بیعت ہوئے۔

اولاد: آپ کو دو بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

1- محمد علی سہڑو 2- قربان علی سہڑو اور مصباح الدین سہڑو آپ کے داماد ہیں۔

درس و تدریس: بعد فراغت آپ نے مادر علمی مدرسہ شمس العلوم گوٹھ خیر محمد آریجا میں چار سال تدریس سے وابستہ رہے۔ جیلانی مسجد و مدرسہ ڈوکری میں پانچ سال، مدرسہ گڑھی خیرو (ضلع جیکب آباد) میں پانچ سال، اپنے گوٹھ میں سات سال اور عمر کے آخری آٹھ سال ہمایونی شریف کے مدرسہ میں مسند تدریس پر رونق افروز ہو کر علم کی روشنی پھیلائی۔ یعنی ۲۹ سال مسلسل علم کے پیاسوں کو سیراب کیا۔

تلامذہ: آپ کے نامور تلامذہ میں درج ذیل اسماء پیش کیے جا سکتے ہیں:

- مولانا علامہ ہدایت اللہ آریجوی مہتمم مدرسہ حسنیہ رضویہ خیر محمد آریجہ

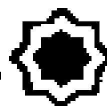
- مولانا فضل محمد جمالی مدرس مدرسہ گڑھی خیرو
- میاں عبدالباقی ہمایونی موجودہ سجادہ نشین درگاہ ہمایوں شریف
- مولانا نصر اللہ بن مولانا تاج محمد آریجوی
- مولانا فیض محمد سانگھرو تحصیل ڈوکری

سفر حرمین شریفین: ۱۹۷۵ء کو مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

عادات و خصائل: مولانا نرم طبیعت، خوش اخلاق، اوڑھنا بچھونا سادہ، وقت کا قدردان، طلباء پر مہربان، اساتذہ کا سراپا احترام، زندگی درس و تدریس میں بسر کی۔ حلیہ میں چہرہ نورانی، رنگ صاف، داڑھی گھنی سفید بمطابق سنت مبارکہ، سر پر سفید عمامہ اور قد کے دراز تھے۔

وصال: حضرت علامہ عبدالرحمٰن سہڑو نے درگاہ ہمایون شریف میں دوران تدریس نڈھال ہوگئے علالت و نقاہت تو پہلے ہی طبیعت پر اثر انداز تھی۔ جس کے باعث انہیں سول ہسپتال لاڑکانہ (سندھ) میں داخل کرادیا گیا اور ۹، رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۶، اپریل ۱۹۸۸ء بروز منگل، ۶۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ قاری شاہنواز بروہی، امام و خطیب جامع مسجد ڈوکری نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور آخری آرام گاہ گوٹھ کندھرا سہڑا کے قبرستان میں واقع ہے۔

[فقیر غلام شبیر جیسر (تحصیل ڈوکری) نے مولانا مرحوم کے بیٹوں اور عزیز رشتہ داروں سے مل کر حالات جمع کر کے بھجوائے اور فقیر نے مضمون ترتیب دیا۔]



مولانا قاری عبدالحفیظ خان قادری

حضرت مولانا حافظ قاری عبدالحفیظ خان بن حضرت مولانا حافظ عبدالواحد خان یوسف زئی (بھارت) میں تولد ہوئے۔

آپ کے ساتویں دادا پشاور (صوبہ سرحد) سے نقل مکانی کر کے (بھارت) بغرض تبلیغ دین تشریف لائے اور یہیں قیام فرمایا۔ آپ کے جد اعلیٰ نے تبلیغ دین کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ کے نانا جان (اور جناب رئیس احمد نعت خواں کے پردادا) کے جد اعلیٰ بخارا (روس) سے مال تجارت لے کر ہندوستان میں فروخت کیا کرتے تھے "جالنہ" (ضلع اورنگ آباد، بھارت) میں مقیم رہے۔ آپ کے نانا حضرت مولانا عبداللطیف فاروقی تجارت اور

تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ فن سپہ گری کے ماہر اور پہلوانی کے تمام رموز سے واقف تھے۔ خود مسلمان نوجوانوں کو پہلوانی کی تربیت دیتے تا کہ نوجوان مسلمان ہونے کے ساتھ ایک بہادر و طاقتور بنیں تا کہ شرانگیز ہندوؤں کو منہ توڑ جواب دے سکیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حافظ عبدالواحد خان سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولوی حافظ قاری نور محمد پانی پتی کے پاس قرآن حکیم تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ (قاری نور محمد، قاری فتح محمد پانی پتی کے غالباً بڑے بھائی تھے)۔ برصغیر کی مشہور دینی درسگاہ "جامعہ عثمانیہ" حیدرآباد دکن سے علوم دینیہ میں تحصیل کی اور بسند فراغ حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

علوم شرقیہ (فاضل عربی) کے امتحانات تقسیم ہند سے قبل اپنے ماموں زاد بھائی مولانا عبدالغفار فاروقی کے ہمراہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں دیئے اور نمایاں حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔ آپ نے تجوید کی مزید تعلیم جامعہ عثمانیہ سے حاصل کی۔

بیعت: آپ نے دوران تعلیم حیدرآباد دکن کے مشہور بزرگ حضرت عبدالعزیز قادری چشتی عرفانی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔ پاکستان (کراچی) میں حضرت عبدالعزیز کے سلسلے کو ان کے جانشین حضرت علامہ حافظ پروفیسر محمود حسین صدیقی (چیئرمین سیرت چیئر کراچی یونیورسٹی کراچی) چلا رہے ہیں۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد سفیر عراق حضرت شیخ کمال الدین السید عبدالقادر الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بانی المرکز القادریہ گلشن اقبال) کی صحبت اختیار کی اور انہیں سے جامع مسجد قائد آباد (مرغی خانہ) کا سنگ بنیاد رکھوایا۔

امامت و خطابت: جامع مسجد جالنہ (ضلع اورنگ آباد) میں اپنے والد کی جگہ پر امام و خطیب مقرر ہوئے اس کے بعد جامع مسجد اورنگ آباد (جسے مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرایا تھا) اس کے بعد فوج میں بھی امام و خطیب کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں مستقل قیام اختیار کیا۔ اور پاکستان کے اعلیٰ حکام کی درخواست پر مزار قائد پر بھی فاتحہ خوانی فرمائی۔ پولو گراؤنڈ میں نماز عیدین کی امامت و خطابت فرمائی۔ موجودہ سندھ اسمبلی ہال میں ہونے والے اسلامی ممالک کے نمائندوں کے اجلاس و دیگر سرکاری تقاریب کا آغاز آپ نے تلاوت کلام پاک سے فرمایا۔ گورنر ہاؤس کی مسجد میں بھی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں بادامی مسجد، کھجوری مسجد (میٹھادر) نیو میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) میں بھی خدمات انجام دیں۔ علامہ ظہور الحسن درس کے بے حد اصرار پر جامع مسجد قصابان میں بطور خطیب و امام مقرر ہوئے۔ اور آخر میں جامع مسجد صابری رنچھوڑ لائن خضرا مسجد بھیم پورہ، دارالسلام مسجد پی ای سی ایچ سوسائٹی،

میران شاہ مسجد، جامع مسجد قائد آباد (مرغی خانہ)، جامع مسجد آرام باغ، جامع مسجد عثمانیہ شاہ فیصل کالونی، جامع مسجد حنفیہ اور میمن مسجد کریم آباد میں بھی خدمات انجام دیں۔

حسن قرات: جامعہ عثمانیہ دکن میں آپ کے دوران تعلیم طلباء کے ایک وفد نے مجاہد ملت، مقرر بے مثال جناب بہادر یار جنگ سے ملاقات کی۔ جب وفد کے ارکان کا تعارف کرایا گیا تو قاری عبدالحفیظ خان کا تعارف کچھ ان الفاظ میں کرایا گیا کہ "آپ کی آواز میں وہ خوش الحانی اور حسن صوت ہے کہ بہت کم انسانوں کو نصیب ہوتا ہے اور آپ پر کمال یہ کہ آپ کو قرأۃ و مخارج پر بڑا عبور حاصل ہے اور خصوصی طور پر جب آپ عروس القرآن (سورہ رحمٰن) کی تلاوت فرماتے ہیں تو ہر آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے"۔

جب تعارف ایسا جامع و اثر انگیز ہو تو یقیناً سننے والے کی کیا کیفیت ہوگی؟ نواب صاحب نے آپ سے فرمائش کر ڈالی۔ قاری عبدالحفیظ خان نے سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائی دیکھتے ہی دیکھتے یہ ملاقات ایک یادگار ملاقات ثابت ہوگئی کیوں کہ ہر آنکھ اشکبار تھی ہر دل گداز تھا گویا یہ ملاقات آپ کے اعزاز میں کی جانے والی محفل بن گئی۔

دوران حج عالم اسلام کے مشہور قراء حضرات، قاری عبدالباسط عبدالصمد اور شیخ خلیل الحصری کی محافل قرأت میں تلاوت فرمائی اور ایک مراکشی عالم دین نے آپ کو مراکش اور مصر کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔

تحریکِ پاکستان: آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور رضا کاروں کی فورس کے سپہ سالار رہے اسی وجہ سے ہندوستان کی حکومت نے آپ کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے جلسوں میں آپ حسن قرأت کے ذریعے مسلمانوں کے جذبہ کو بیدار کرتے ان میں کچھ کرنے کا جوش جذبہ اور سچی لگن پیدا ہوتی آپ اسی طرح تلاوت قرآن کی سحر کاری سے مسلمانوں کو متحد و منظم کرنے کی خدمت فی سبیل اللہ سر انجام دیتے تھے۔

شاعری: آپ چونکہ عالم دین تھے عربی فارسی پر دسترس رکھتے تھے ہندی و اردو گھر کی لونڈی کی حیثیت رکھتی تھیں۔ علم عروض کے ماہر تھے لہٰذا شاعری بھی وسعت مطالعہ کی بنا پر اعلیٰ معیار کی ہے۔ حافظ اور حفیظ تخلص فرماتے تھے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

ہے ورد لب نبی نبی صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
دل میں در آئی روشنی صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

....

روح بھی مضطرب نہیں جان کو بھی قرار ہے
میرا وظیفہ ہے یہی صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

....

ہے دوا میرے دل کے زخموں کی
خاک مل جائے ان کے قدموں کی
حافظ خوشنوا کی ہے یہ دعا
لاج رکھیں وہ میرے حرفوں کی

....

کوئی یہ کہہ گیا ہے آ کے ہم سے
بلاوا آئے گا ان کے کرم سے
وہ جب جلوہ دکھائیں گے لحد میں
لپٹ جاؤں گا میں ان کے قدم سے

تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں آپ کا کام وسیع نہیں مختصر ہے وہ درج ذیل ہے:

- تمنائے مدینہ نعتیہ انتخاب مطبوعہ............کراچی سن ندارد
- خطبات حافظ غیر مطبوعہ
- اصول قرات وتجوید غیر مطبوعہ
- کلام حافظ (مجموعہ کلام) غیر مطبوعہ

عادات وخصائل: ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر، خوش الحان قاری اور صوفی منش انسان تھے۔ روحانی فیض کے سبب چہرہ انتہائی نورانی اور گفتگو کا انداز انتہائی عاجزانہ اور شائستہ تھا۔ گستاخ رسول، گستاخ صحابہ، گستاخ اہل بیت اور گستاخ اولیاء اللہ سے سخت نفرت کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے عشق ومحبت سے سرشار رہتے تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ رکھتے تھے۔ مہمان نواز تھے مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول کرتے تنہا کھانا کھانا طبیعت پر بہت گراں گذرتا تھا۔ ہمدرد مونس اور غمخوار شخصیت کے مالک تھے۔ کئی سفید پوش حضرات کی اپنے طور پر اور صاحبان ثروت کے ذریعے مالی اعانت فرماتے۔ کئی بے سہارا افراد کی شادی اپنے انتظام سے اپنی نگرانی میں کرائیں۔ کئی افراد کو روزگار دلوایا۔ مستحقین و بے سہارا افراد کی اپنے حلقہ اثر سے کہہ کر مدد فرماتے۔

قد درمیانہ، جسم کسرتی مضبوط، پہلوانی اور فن سپہ گری کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ نانا جان کے اکھاڑے کے تمام رموز سے واقف تھے۔

عربی، فارسی، اردو، ہندی کے بے شمار اشعار از بر تھے۔ مثنوی مولانا روم کے بڑے عشاق میں سے تھے۔ دلکش انداز، محبت ولگن سے تلاوت کرتے تو جسم کا بال بال کھڑا ہو جاتا۔

احباب: قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مولانا پیر عبدالقدوس خان قادری (حیدر آباد)، مولانا قاری مصلح الدین صدیقی قادری، علامہ مولانا ظہور الحسن درس، علامہ عبدالحامد بدایونی قادری، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مفتی محمد عمر نعیمی، علامہ تقدس علی خان رضوی، علامہ ادب گلشن آبادی، مولانا قاری محبوب رضا، مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، قاری غلام رسول کشمیری (لاہور) حافظ قاری ممتاز احمد رحمانی، مفتی غلام قادر کشمیری، مولانا محمد طفیل شمس العلوم، حضرت منور بدایونی وغیرہ آپ کے دوست واحباب تھے۔ آپ اکثر ان کو اپنے ہاں صابری مسجد میں مدعو فرماتے تھے۔

شادی واولاد: آپ کی پہلی شادی خالہ زاد سے بھارت میں ہوئی۔ موصوفہ کا انتقال قیام پاکستان سے قبل بھارت ہی میں ہوا۔ مرحومہ انتہائی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ ان سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

آپ کا عقد ثانی آپ کے ماموں مولانا عبدالکریم فاروقی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان سے بھی آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ موصوفہ نے قاری صاحب کی خوب خدمت کی۔ ایک ملنسار، خداترس پرہیز گار اور انتہائی ہمدرد خاتون تھیں۔ قاری صاحب کے بعد ان کا جون 2004ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ پاک وہند اور بنگلہ دیش میں اسلام وسنیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔

- مولانا حکیم محمد اکبر درس
- مولانا محمد اصغر درس
- محمد حسین درس (نیشنل کرکٹ ایمپائر)
- عبدالکریم درس سیکشن آفیسر حکومت سندھ
- مولانا مفتی نور الہادی شہید برادر مفتی عبدالعلیم قادری دار العلوم سبحانیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- قاری محمد امین
- ڈاکٹر حافظ شمیم احمد (MBBS)
- محمد توفیق اسٹینڈرڈ چارٹرڈ بینک
- الحاج سلطان احمد بھٹو ممتاز تاجر وصنعتکار
- عبدالعلیم بھٹو معروف تاجر وصنعتکار
- مولانا عبدالقدیر
- قاری محمد رفیع احمد ایڈوکیٹ اور ان کے برادر خورد رئیس احمد
- محمد رؤف احمد (ریاض)
- میر اسرار الدین احمد میر وقار الدین احمد

وصال: وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ بیڈ پر لیٹے ہوئے آپ نے رفیع سے مخاطب ہو کر فرمایا: بیٹا! گھر چلو یہ جگہ صحیح نہیں ہے۔ دوران علالت اپنی خوشدامن سے سورہ یٰسین شریف سماعت کرتے رہے اور اگر پڑھنے میں کوئی غلطی ہوتی تو باوجود علالت کے لقمہ دے کر تصحیح

فرمادیتے۔

مولانا قاری عبدالحفیظ خان نے ۲۲، شوال المعظم ۱۴۱۵ھ ۱۵، اپریل ۱۹۹۵ء بروز جمعرات صبح ناشتہ کرانے کے بعد ۹ بجکر پچاس منٹ پر سال کی عمر میں اپنی اہلیہ، موممانی اور رفیع کی والدہ کی موجودگی میں باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بقول شاعر:۔

قبر میں جلوہ دکھاتے ہیں مدینے والے
آرزو مرنے کی یوں کرتے ہیں جینے والے

آپ کی نماز جنازہ جامع مسجد صابری رنچھوڑ لائن روڈ پر بعد نماز عصر ادا کی گئی اور کالونی گیٹ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

[نعتیہ ریسرچ اسکالر شہزاد احمد نے ممتاز نعت خواں رئیس احمد کے برادر اکبر جناب محمد رفیع احمد ایڈووکیٹ (شاہ فیصل کالونی) سے ملاقات کروائی۔ انہوں نے از راہ کرم اپنے چچا مرحوم کے متعلق مواد فراہم کیا۔ فقیر تینوں حضرات کا مشکور ہے۔]

مولانا عاقل اکبرآبادی

مولانا محمد اسماعیل خان عاقل اکبرآبادی بن بحر طریقت کے شناور حضرت مولانا احمد سعید خان افغانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (بانی و مہتمم دارالعلوم مجددیہ انجمن نصرت الاسلام آگرہ) آگرہ (یوپی۔ بھارت) کے محلہ میں ۱۹۲۲ء کو (شناختی کارڈ کے مطابق) تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

غالباً اپنے والد کی قائم کردہ درسگاہ کے فاضل تھے۔

بیعت:

غالباً اپنے والد سے بیعت رکھتے ہوں۔

محفل میلاد: سید فاروق احمد قادری اکبرآبادی لکھتے ہیں: اکبرآباد (آگرہ) کی فضاؤں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے اور میلاد خوانی کی برکات محلہ محلہ اور گھر گھر پھیلی ہوئی تھیں۔ حصول برکات اور کسب فیض روحانی کے لئے سال کے بارہ مہینوں میں یہ محافل کمال عقیدت اور اہتمام سے منعقد ہوتی تھیں۔ میری معلومات کے مطابق مولانا سراج الدین سراج، حضرت مولانا عبدالغنی ضیاء (میرے

مرشد گرامی) حاجی محمد علی خان ندا اکبر آبادی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل خان اکبر آبادی ان محافل کی جان و آبرو ہوا کرتے تھے۔ (گلدستہ نعت)

اس کا مطلب مولانا عاقل نے اکبر آباد اور کراچی میں گھر گھر میلاد خوانی کی محافل برپا کی۔ ذکر رسول روح کی غذا ہے اور آپ نے اس غذا کو عام کر کے مسلمانوں کے قلب و روح کو معطر و منور کیا۔

بین الاقوامی سیرت النبی کانفرنس: ڈاکٹر سید امام علی ضیاء لکھتے ہیں: آپ نے ۱۹۵۶ء کو بین الاقوامی سیرت النبی کانفرنس کی کراچی میں داغ بیل ڈالی اور بالآخر آپ کی شبانہ روز کی انتھک کوششوں سے ۱۹۵۹ء کو ایک عظیم الشان سہ روزہ بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس بمقام کے جی اے گراونڈ کراچی میں منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی علماء کے علاوہ مختلف ممالک کے اسکالرز اور علماء شریک ہوئے۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان نے بہ نفس نفیس شرکت کر کے دربار رسالت ﷺ میں اپنا نذرانہ عقیدت بصورت خطبہ پیش کیا۔ (گلدستہ نعت)

اسکے بعد سیرت النبی کانفرنس حکومت کی سطح پر ہونے لگی ہیں لیکن اولیت کا سہرا مولانا عاقل کے سر پر ہے۔

نعتیہ شاعری: جناب شہزاد احمد لکھتے ہیں: "وہ خوش نصیب شاعر ہیں جن کی فکر کا محور و مرکز ابتداء سے نعت گوئی رہا۔ آپ پاکستان کے ابتدائی معروف نعت گو شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ پہلے محرک اور بانی بین الاقوامی سیرت النبی کانفرنس ہیں۔ آپ کی زیر ادارت ماہنامہ اذان کراچی بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا تھا۔ آپ مکتبہ فیضان ادب اور ضیاء پریس کراچی کے مالک بھی تھے"۔ (نبی الحرمین ص صوفی رہبر چشتی)

پروفیسر سید علی احمد صابر لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا عاقل اکبر آبادی جن کو عشق رسول ﷺ آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا، نعت گو تھے اور غزل گو بھی۔ ان کے طریق اظہار، طرز ادا، اور اسلوب بیان میں دھیما پن، سنجیدگی اور ہلکے سروں کی نغمگی تھی۔ اظہار جذبات میں ایک رکھ رکھاؤ تھا۔ لہجہ میں ٹھہراؤ اور بیان میں سلیقہ ادب و آداب کی پاسداری تھی"۔

اکمل و اقدس طاہر و اطہر رشک مسیحا خضر کے رہبر
نوح کے ہمدم کون محمد ﷺ
کس نے دکھائی راہ شریعت، کس نے سکھائی رسم طریقت
رہبر اعظم کون محمد ﷺ
شان نبوت، جان رسالت، مخزن حکمت، منبع رحمت
افضل و اکرم کون محمد ﷺ

عـــاقـــل کو کس کا ہے سہارا، شاہ تمہارا، شاہ تمہارا
شافع اعظم کون محمد ﷺ

آپ نے جو کچھ کہا ہے بہت سوچ سمجھ کر کہا ہے ان کی حمد ہو یا نعت، غزل ہو یا نظم روحانیت کی بلندی سے معمور ہے۔ تصوف کے مضامین کو ایسی خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ ان کو پڑھ کر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

یہ دن یہ رات ہیں پرتو تمہارے جلووں کے
وہ صبح چہرہ یہ زلفوں کی شام کیا کہنا

اس آئینہ میں نظر آتے ہو تمہیں مجھ کو
نگاہِ دل کی طرف جب جھکائی جاتی ہے

خود آشنا ہوئے، تو خدا آشنا ہوئے
پہچاننے لگے ہیں خدا کو خودی سے ہم

صحافت: رئیس الشعراء صبا اکبر آبادی مرحوم لکھتے ہیں: "مولانا نے جو گرانقدر ملکی، سیاسی، سماجی اور مذہبی خدمات انجام دی ہیں ان سے صرف نظر کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اکبر آباد میں جناب عاقل اکبر آبادی کا شغل ذکرِ رسول کی محافل و اجلاس برپا کرنا اور اپنے جریدے فیضان کے ذریعے سے ان تقریبات کی بیخ کنی کرنا تھا جو ہنود قلموں کے وسیلے سے اسلامی اقدار کو مسخ کرنے کے لئے اختیار کئے ہوئے تھے"۔ (گلدستہ نعت)

مولانا نے ۱۹۴۱ء کو آگرہ سے ہفت روزہ فیضان جاری کیا اور بعد میں جیکب لائن کراچی سے اور آخر میں فیڈرل کیپٹل ایریا بلاک ایچ میں گورنمنٹ کی طرف سے ایک چھوٹا سا کوارٹر الاٹ ہوا تو یہیں سکونت اختیار کی تو یہاں سے تاحیات فیضان جاری رکھا۔ بہر حال وہ جہاں بھی رہے فیضان کو اپنے ساتھ رکھا اور فیضان کے ذریعہ مسلمانوں کو فیضیاب کیا اور ان کی دینی و سیاسی رہنمائی کی۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۵۹ء تک ۱۹ سال تک آگرہ سے جاری رکھا اور کراچی سے ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۸ء تک آٹھ سال جاری رکھا۔ فیضان کے بند ہونے کے بعد ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء تک ماہنامہ اذان جاری رکھا۔ مولانا اول آخر مسلم لیگی تھے لہٰذا عقائد و معمولات اہل سنت اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی اور حمایت میں بلند پایہ شعور بیدار مضامین بھی شائع کئے تھے۔ افسوس! کہ فیضان کا فائل ہماری نظر میں نہیں، ورنہ فقیر ضرور استفادہ کرتا اور ضروری اقتباس نقل کرتا۔

انہوں نے اپنی جمع پونجی بھی فیضان پر نثار کی بلکہ غربت کے باوجود اپنا جگر کاٹ کاٹ کے فیضان و اذان کو جاری رکھا۔ فقیر جب ان کے شکست و بوسیدہ کوارٹر حالات لینے گیا تو محسوس ہوا کہ مولانا نے مشکل حالات کے باوجود جوان ہمت سے فیضان واذان کو جاری رکھا ہوگا۔

گویا فیضان واذان کو جاری رکھنا ان کا مشن تھا، عشق کی معراج تھی۔

تحریک پاکستان: صبا اکبرآبادی لکھتے ہیں۔ "تحریک پاکستان میں مولانا عاقل نے ایک پر جوش کارکن اور سپاہی کی حیثیت سے جو خدمات انجام دی ہیں ان کو دیکھنے اور ان سے متاثر ہونے والے ہنوز زندہ اور سلامت ہیں"۔ (گلدستہ نعت)

مولانا اسد لکھتے ہیں:

"مولانا عاقل اکبرآبادی ایک ہمہ صفت انسان تھے، مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ کہنہ مشق شاعر، عظیم صحافی اور سیاسی فہم و بصیرت کے مالک تھے۔ مولانا جو تحریک پاکستان کے ایک عظیم کارکن ہی نہیں بلکہ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے ساتھ کام کرنے کا اعزاز بھی رکھتے تھے"۔

قیام پاکستان کے بعد بھی جیکب لائن کراچی وارڈ نمبر ۲۸ سٹی مسلم لیگ صوبہ سندھ کراچی کے صدر تھے۔ بانی و جنرل سیکریٹری آل انڈیا مسلم فلم اصلاحی بورڈ ۱۹۴۵ تا ۱۹۴۷ء۔ کونسلر سٹی مسلم لیگ آگرہ۔ یوپی ۱۹۴۵ تا ۱۹۴۷ء (عارف خان)

خطابت: مولانا اسد لکھتے ہیں: "مولانا عاقل کا پر جوش طرز خطاب حاضرین کو بیحد متاثر کر دیتا تھا۔ آپ کے نعت شریف پڑھنے کا انداز بھی بڑا والہانہ تھا، بڑے سوز و گداز کے ساتھ نعت پڑھتے تھے کہ سننے والے جھوم جاتے تھے۔" (گلدستہ نعت)

تعمیر مسجد: مولانا نے فیڈرل کیپٹل ایریا بلاک ایچ میں جب رہائش اختیار کی تو علاقہ میں مسجد کی ضرورت محسوس کی لہٰذا گھر کے قریب "جامع مسجد مکہ" کی بنیاد رکھی اور مخیر حضرات کے تعاون سے تمام تعمیری مراحل طے کئے۔ آپ نے اس مسجد میں جمعہ کو خطبہ بھی دیا اور محافل میلاد کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ (رابعہ بیگم)

عادات و خصائل: "مولانا ہمیشہ سے سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھی۔ اس وقت بھی جب ای کراچی میں مولانا کو ایک بڑے کاروباری شخصیت کی حیثیت میں دیکھا گیا اور بعد میں بھی جب کہ سیرت النبی کی تبلیغ اور فیضان کیلئے مولانا نے سب کچھ (اثاثہ) قربان کر دیا تھا وہی سادگی اور سنجیدگی مولانا کا شعار تھا۔ مولانا ایک باحمیت انسان تھے۔ اپنے لئے کچھ نہیں کیا جب کہ مولانا کے

بعض مفاد پرست ساتھیوں نے مولانا اور فیضان کے حوالہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا"۔ (گلدستہ نعت)

تصنیف وتالیف: فیضان میں طویل عرصہ سے آپ کے فکر انگیز چھپنے والے مضامین کو اگر جمع کیا جائے تو یقیناً کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

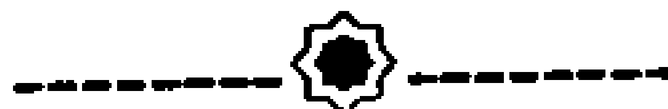
گلدستہ نعت: آپ کی شاعری کا مجموعہ ہے۔ پہلی بار ۱۹۵۲ء کو شائع ہوا اس کے بعد اس کے مزید دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔

رابعہ بیگم کے پاس فقیر نے دو کاپیاں دیکھی جس میں مولانا کی شاعری محفوظ ہے۔ اگر اس وقت شائع ہو جائے تو محفوظ ہو جائے گی ورنہ بعد میں ضائع ہونے کا قوی امکان ہے۔ اور انہوں نے بتایا کہ مولانا مرحوم کے دوست جمیل احمد صدیقی جمالی کراچی (۱۹۹۸ء) مولانا کے انتقال کے بعد ایک بار تشریف لائے اور ہمیں یقین دلایا کہ وہ مولانا پر کام کریں گے، سوانح لکھیں گے اور ان کی کتب شائع کریں گے لہٰذا ان کے اسرار کے پیش نظر مولانا کی کتب اور مسودے ان کے سپرد کئے گئے، لیکن افسوس کہ کام اب تک سامنے نہ آسکا۔ ہم نے ان پر بھروسہ کیا لیکن انہوں نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔

اولاد: آپ نے ایک شادی کی اہلیہ کا نام افسری بیگم تھا وہ بھی انتقال کر چکی ہیں آپ کو ایک بیٹا احمد رشید خان تولد ہوا لیکن بیماری کے سبب جوانی میں انتقال کر گیا۔

وصال: مولانا محمد اسماعیل عاقل نے ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء / جمادی الاول ۱۴۱۵ھ کو سانس کی تکلیف کے سبب عثمان میموریل ہسپتال کریم آباد میں انتقال کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۲ سال تھی۔ عمر کا آخری حصہ ضعف کمزوری کے ساتھ کسمپرسی میں گذرا۔ خاموش کالونی قبرستان (لیاقت آباد) میں مدفون ہیں۔ (بروایت عارف خان)

[محترم الحاج شمیم الدین پاکستان ہاؤس نارتھ ناظم آباد کراچی نے " گلدستہ نعت" کتاب کے ابتدائی صفحات برائے مطالعہ فراہم کئے جس کے سبب مضمون ترتیب دینے میں آسانی رہی۔ مزید تشنگی کے لئے محمد اسحاق خان مرحوم کی بیٹی رابعہ بیگم جو کہ مولانا عاقل کی لے پالک بیٹی کہلاتی ہے۔ آج کل یہی مولانا کی وارث ہیں۔ ان سے 21-02-2005 کو ملاقات کر کے مزید معلومات حاصل کی۔ رابعہ بیگم کے بڑے بیٹے کا نام محمد عارف خان ہے انہوں نے بھی تعاون کیا۔ فقیر تمام معاونین کا مشکور ہے۔]



مولانا عبداللہ سومرو

عاشق رسول حضرت مولانا حاجی عبداللہ بن محمد فقیر سومرو گوٹھ جونانی (تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ) میں ۱۸۷۰ء/۱۲۸۷ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اس دور کی مشہور دینی درسگاہ رہڑو شریف (تحصیل میہڑ ضلع دادو سندھ) میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں حضرت شیخ طریقت پیر سید شاہ دوران محی الدین راشدی درگاہ شریف پیر جو گوٹھ (بٹ سرائی تحصیل میہڑ) سے دست بیعت ہوئے اور درگاہ شریف پیر جو گوٹھ (نوڈیرو) اور گوٹھ کھٹڑو (تحصیل قمبر) کے مشائخ راشدیہ سے عقیدت رکھتے تھے اور حاضری بھی دیتے تھے۔

سفر حرمین شریفین: مولانا عاشق رسول تھے، مدینہ منورہ کیلئے دل تڑپتا تھا لیکن ظاہری اسباب نہ تھے لہٰذا آپ کے تڑپتے دل کی اثر انگیزی اس طرح ظاہر ہوئی کہ ایک خدا رسیدہ خاتون مائی فاطمہ لاکھیر علیہا الرحمہ نے اپنے خرچہ پر مولانا کو حرمین شریفین حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے لئے بھجوایا اس طرح عاشق رسول کی دلی آرزو تکمیل کو پہنچی۔

شادی: آپ نے اپنے خاندان میں سے ایک خاتون سے شادی کی جس سے نرینہ اولاد نہ ہوئی البتہ ایک لڑکی تولد ہوئی جو کہ صاحب اولاد ہے۔

شاعری: مولانا عوامی شاعر تھے، شاعری کی ہر صنف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ مثلاً: مولود، نعت، مداح، لورئی، بیت، کافی، غزل مناجات اور خطبات وغیرہ۔ آپ کا کلام عالمانہ، معیاری، دلسوز اور پاکیزہ ہے۔ مشائخ راشدیہ کی شان میں مناقب لکھے۔ عبداللہ، مشتاق کو تخلص میں استعمال کرتے تھے۔

آپ کا اکثر کلام اپنوں کی غفلت اور عدم توجہی کے سبب ضائع ہو گیا۔ نامور شاعر جناب احمد خان آصف مصرانی بلوچ (تحصیل گکڑ) کو آپ کی ایک بوسیدہ قلمی کتاب دستیاب ہوئی جس پر کتابت کا سن ۱۵، ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء تحریر شدہ تھا۔

اسی طرح نہ معلوم کس قدر کتابیں تلف ہو گئی ہوں گی۔ آصف صاحب کی کوشش سے لوک ادب کی کتابوں میں محترم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے آپ کا بعض کلام محفوظ کیا۔ مثلاً مداحون، مناجاتون۔ معجزا منا۔ قباد وغیرہ۔

ایک نعت شریف کو ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے "سندھی میں نعتیہ شاعری" میں درج کیا ہے اور فقیر راشدی نے اپنی کتاب "عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت" میں نقل کیا ہے۔

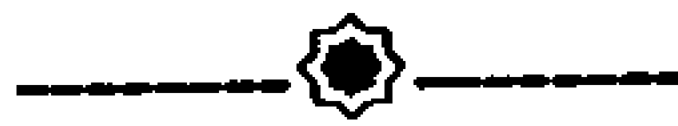
مصطفیٰ منھندار آیو عید تی

احمد مختار آیو عید تی

عادات وخصائل: مولانا سلف صالحین کا نمونہ تھے، گم نامی کو پسند کیا، نام ونمود سے کوسوں دور، سادگی وللّٰہیت کی تصویر تھے، اخلاق وآداب سے آراستہ تھے۔ زندگی حضور پاک ﷺ کی مدحت سرائی میں گذاری، شب وروز ذکر رسول ﷺ میں بسر ہوتے تھے۔ اپنے مشائخ طریقت سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔

وصال: حضرت مولانا حاجی عبداللہ سومرو نے غالباً ۴۹/ ۱۳۴۸ھ بمطابق ۲۸/ ۱۹۲۹ء کو انتقال کیا اور اپنے گوٹھ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

[جناب احمد خان آصف مصرانی مرحوم کے مضمون سے ماخوذ ہے]



قاضی عبدالقادر بیدل

مولانا قاضی عبدالقادر بیدل بن محمد پناہ شکار پور میں ۱۸۳۷ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے شکار پور کے مشہور عالم خلیفہ عبداللہ سے عربی وفارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ اسکول سے سندھی فائنل کا امتحان بھی پاس کیا۔

درس وتدریس: ٹریننگ کالج حیدرآباد سے تربیت حاصل کر کے مختلف اسکولوں میں تدریسی فرائض انجام دیئے بالآخر ہیڈ ماسٹر بنے اور اسی عہدے پر ریٹائرڈ ہوئے۔

شاعری: بیدل کے وقت میں (۱) خان بہادر رسول بخش راہی بروہی اور اس کا بھائی (۲) غوث بخش خاکی (۳) میر محمد اسلم علوی (۴) حاجی امام بخش خادم (۵) علامہ میر علی نواز علوی (۶) میر صفی الدین فدا علوی (۷) مفتی خوش محمد خاطی (۸) قاضی محمد باقر راقم (۹) شمس الدین قاضی (۱۰) میاں محمد صدیق (۱۱) میاں یار محمد قانع وغیرہ شعر وشاعری کو ترقی کی راہ پر لے جارہے تھے لیکن ان تمام میں بحیثیت غزل گوئی میں بیدل کا مقام بلند ہے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف کے ساتھ شروع سے شاعری سے وابستگی رہی۔ فارسی شاعری کے گہرے مطالعہ اور حیدرآباد وشکار پور کے ادبی ماحول نے بیدل کے جوہر کو نکھارا اور اجاگر کیا۔ بیدل فقط سندھی کے قادر الکلام شاعر تھے بلکہ فارسی شاعری میں بھی

اعلیٰ مقام آپ کا فارسی اور سندھی کلام اس دور کی مشہور اخبار "مفرح القلوب" اور "سندھ سدھار" میں شائع ہوتا تھا جب کہ مفرح القلوب سندھ کے علاوہ ہندوستان افغانستان اور ایران کے مختلف شہروں میں شوق سے پڑھا جاتا تھا اس لئے ہر مقام پر آپ کو شہرت حاصل تھی بلکہ افغانستان اور ایران کے فارسی شعراء آپ کے مداح تھے۔ افسوس کہ آپ کا اکثر کلام دیوان مع تصانیف اپنوں کی غفلت کی وجہ سے ضائع ہو گیا اور ان کے تفصیلی حالات مفقود ہیں۔

وصال: مولانا قاضی عبدالقادر بیدل جس کو جناب میر محمد اسلم علوی شکارپوری جیسے معاصر شاعر نے "خاتم الشعراء" کہا ہے۔ آپ نے ۷، فروری ۱۹۳۲ء/۱۳۵۰ھ کو انتقال کیا۔

[ڈاکٹر نواز علی شوق صدر، شعبہ سندھی کراچی یونیورسٹی کراچی کے مضمون سے ماخوذ ہے جو کہ مجلہ "سندھ" (سندھی) میں ۱۹۸۳ء کو شائع ہوا تھا]

مولانا بیدل شاعر کے علاوہ عالم تھے یا تو خود قاضی (مفتی) تھے یا پھر قاضی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ زندگی درس و تدریس سے وابستہ رہی لیکن حالات مفقود ہونے کی صورت میں تفصیلی حالات زندگی دستیاب نہ ہو سکے لہٰذا دینی خدمات بھی اجاگر نہ ہو سکیں۔ اگر کسی کرم فرما نے اس سلسلہ میں مزید مواد مرحمت فرمایا تو اگلے ایڈیشن میں کمی پوری کر کے تفصیلی حالات یہاں درج کریں گے۔

مفتی عبدالرحمٰن جوکھیہ

مولانا مفتی عبدالرحمٰن بن رضا محمد بن خداڈنہ بن ٹیھر خان بن نور محمد ثانی جوکھیہ۔ آپ کے آباؤ اجداد کسان اور چرواہے کا کام کرتے تھے۔ رضا محمد اور خداڈنہ کالے جبل (ٹھٹھ) کے مغرب میں اور جام شورو کے کوہستان میں خانہ بدوش کی زندگی گذارتے تھے۔ انگریزوں کے سندھ پر ظالمانہ وسفاکانہ قبضہ سے قبل رضا محمد و خداڈنہ، خان آف قلات اور اس کے بعد جام جوکھیہ کے حکم کے مطابق کراچی کی بندرگاہ (کیماڑی) پر بطور محافظ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپ کے والد رضا محمد بلوچستان کے علاقہ "لاکھان جبل" میں چرواہے کی حیثیت سے رہنے لگے کہ وہیں مولانا عبدالرحمٰن تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ بیس سال کی عمر تک خانہ بدوش رہے چرواہے کا کام کرتے تھے ایک روز آپ کی قسمت جاگ اٹھی کہ اسی گوٹھ سے مولانا محمد قاسم جوکھیہ کا گذر ہوا جس کے مشورے وترغیب پر آپ نے ریوڑ کو وہیں چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو لئے اور ٹنڈیاری کے مدرسہ میں داخلہ لے کر تعلیم کا آغاز کیا۔ شمس الدین جوکھیہ بتاتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۹۱۸ء یا ۱۹۲۰ء کا ہو سکتا ہے۔ ٹنڈیاری، ہالا، اور سجاول

میں سات سال تعلیم حاصل کر کے مدرسہ ہاشمیہ سجاول (ضلع ٹھٹھ سندھ) سے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت ۱۹۳۱ء کو گوٹھ مراد میمن نمبر ۱ ملیر کراچی میں میاں جی حاجی محمد آدم میمن کے مدرسہ میں سے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ تقریباً تین سال کے بعد مولانا جمال الدین جوکھیہ کی دعوت پر گوٹھ کونکر ملیر (گڈاپ روڈ) تشریف لائے اور عبدالکریم جوکھیہ، حاجی اللہ بچایو، حاجی حمل بلوچ وغیرہ احباب سے ۱۹۳۴ء کو ملا مکتب قائم کیا۔ جس میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی اہتمام تھا۔ تاحیات اسی مدرسہ میں درس و تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کی بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ملا مکتب سائیں ڈنہ کی کوشش سے ۱۹۶۸ء کو بوئز/لوئر سیکنڈری، شمس الدین جوکھیہ کی کوشش سے ۱۹۷۴ء کو سیکنڈری اور ۱۹۸۰ء کو ہائر سیکنڈری اسکول کی لیول پر پہنچا لیکن صد افسوس! دینی مرکز نہیں بن سکا۔ اور اولاد میں سے ایک بھی آپ کا علمی جانشین نہ ہوا۔

تلامذہ: بعض تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

- ماسٹر سائیں ڈنہ عرف سائیں رکھیہ بن دودا خان جوکھیہ — بھتیجا و داماد
- ماسٹر محمد مرید گبول
- ماسٹر احمد خان محمد حسین — میمن گوٹھ
- ماسٹر شمس الدین جوکھیہ — بھتیجا و داماد
- عطر خان نوناری ایڈوکیٹ — کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد
- عزت خان جوکھیہ ایڈوکیٹ سٹی کورٹ کراچی — کراچی
- مولوی محمد حسن بلوچ ایم اے عربی — گوٹھ احمد خان تحصیل میرپور ساکرو
- مولوی محمد رمضان پاندھی خان گبول ایم اے — کونکر

شادی و اولاد: آپ نے پہلی شادی چچا ناتھا خان جوکھیہ کی بیٹی (اپنی کزن) سے کی اس سے تین چار بچے پیدا ہوئے لیکن فقط ایک بیٹی میمونہ زندہ رہی جس کا عقد مسنون اپنے بھتیجا سائیں ڈنہ سے کرایا تھا۔ جس کے بیٹے عبدالحلیم جوکھیہ اور شبیر احمد جوکھیہ ایجوکیشن میں آفیسر ہیں۔

دوسری شادی ۱۹۳۴ء کو اپنے چچا مرحوم ٹیھر خان کی بیٹی حفیظہ بیگم سے کی اس سے ۱۹۴۵ء کو ایک بیٹی زینب تولد ہوئی جس کا عقد اپنے بھتیجا شمس الدین جوکھیہ سے کرایا وہ صاحب بھی صاحب اولاد ہیں۔

اس کے علاوہ دو بیٹیاں 1- بصران 2- صفیہ اور چار بیٹے تولد ہوئے۔

1- ماسٹر عبدالعزیز مرحوم
2- ماسٹر اعزاز علی مرحوم
3- ماسٹر نذیر احمد جوکھیہ
4- ماسٹر غلام رسول جوکھیہ

عادات وخصائل: مولانا نے ۴۸ سال جامع مسجد کونکر (ملیر) میں بحیثیت امامت کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا بالکل سادہ اللہ لوک آدمی تھے ان میں تکبر غرور کا شائبہ تک نہیں تھا۔

امامت وخطابت، درس وتدریس کے علاوہ سماجی خدمات بھی سرانجام دیتے، نکاح، غسل میت، قبر کی کھدائی، علاج معالج اور برادریوں کے فیصلے یہ تمام کام فی سبیل اللہ ادا کرتے تھے اور گذر اوقات کے لئے کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ یا پھر ملا مکتب سے جو معمولی تنخواہ ملتی تھی اس سے ضروریات زندگی کو پورا کرتے تھے۔

۱۹۴۰ء کو اپنی مدد آپ کے تحت شاگردوں کے ساتھ ملا مکتب (موجودہ نام عبدالرحمن ہائی اسکول کونکر) کا ایک کمرا بنایا اور ۱۹۵۵ء کو اس کمرا کو بڑا کر کے چار کمرے تعمیر کئے گئے۔

سفید لباس سفید عمامہ آپ استعمال میں لاتے اور سردی کے موسم میں اجرک اوڑھتے تھے۔

آپ کی تحریر خوشخطی کا نمونہ ہے۔

آپ تصویر کشی کے سخت مخالف تھے لیکن ۱۹۵۸ء کو صدر پاکستان جنرل ایوب خان نے اعلان کیا کہ حکمت میں رجسٹریشن کے لئے تصویر کا ہونا ضروری ہے۔ آپ حکیم تھے، علاج معالجہ کرتے تھے اس سرکاری حکم کے تحت آپ کو بھی رجسٹریشن کرانی تھی جس کے لئے تصویر کو ضروری قرار دیا گیا تھا لہٰذا آپ نے اس بار ایک ہی دفعہ تصویر نکلوائی اس کے بعد کبھی تصویر کشی کے جرم میں شریک نہیں ہوئے۔

مولانا عبدالرحمن کی فائل کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ قیام پاکستان سے قبل مولانا پیر غلام مرتضیٰ جان سرہندی (سرہندی گوٹھ، ملیر) نے علماء کی ایک کمیٹی قائم کی تھی جس کا نام "جمعیت علماء تحصیل کراچی" تھا اس کے صدر پیر صاحب اور مفتی جمعیت مولانا عبدالرحمن تھے۔ پیر صاحب اکثر فیصلے و مسائل اور میراث کے سلسلہ میں مفتی عبدالرحمن کی جانب رجوع کرتے تھے اور مفتی صاحب کے فیصلہ پر بھروسہ بھی کرتے تھے۔

پیر غلام مرتضیٰ سرہندی نے پیر سرہندی (ملیر) میں جلسہ عید میلاد النبی ﷺ ۲۰، ربیع الاول ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء کو منعقد کیا جس میں خصوصی خطاب کیلئے مفتی عبدالرحمن جو کھیہ کو مدعو کیا تھا۔
(دیکھئے دعوت نامہ)

پیر صاحب کی کوشش سے مراد میمن گوٹھ (ملیر) میں ۲۵، فروری ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کی کانفرنس منعقد ہوئی اس میں مسلم لیگ کے سرکردہ ممبران کو مدعو کیا گیا تھا مثلاً: سر حاجی عبداللہ ہارون، خانبھادر ایوب کھہڑو، خانبہادر اسران، سید غلام مرتضیٰ شاہ، شیخ عبدالمجید سندھی، محمد ہاشم گذدر، علامہ ظہور الحسن درس، مولانا عبدالحی، مولانا ثناء اللہ وغیرہ وغیرہ

اس کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں ایک میٹنگ ۴ فروری کو رکھی گئی جس میں پیر صاحب نے

مفتی عبدالرحمٰن کے لئے زوردار دعوت نامہ تحریر کیا تھا۔ جس سے امید کی جاسکتی ہے کہ مفتی صاحب نے میٹنگ اور کانفرنس میں ایک ذمہ دار کی حیثیت سے گرم جوشی سے شرکت کی ہوگی۔

تصنیف وتالیف: آپ صاحب قلم تھے، جمعیت العلماء تحصیل کراچی کے مفتی تھے، مرجع علماء تھے، بیشمار فتاوی آپ کی یادگار ہیں آپ نے طالب علمی کے زمانہ سجاول سے فتاوی نویسی کا آغاز کیا اور تاحیات جاری رکھا۔ آپ کے بعض فتاویٰ علامہ مفتی فتح علی جتوئی کی مصدقہ بھی دیکھی گئی۔ آپ کے بعض فتاویٰ خود رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کوئی فاضل آدمی ان فتاوی ورسائل کو مِرتب کر کے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق شائع کرے تو علم کی بڑی خدمت ہوگی۔

❁ فتاویٰ عبدالرحمٰن ❁ عورت ❁ رویت ہلال

وصال: مولانا مفتی عبدالرحمٰن کو بروز جمعة المبارك دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا، ۱۵، جنوری ۱۹۷۱ء بروز پیر تقریباً اسی سال (۸۰) کی عمر میں اپنے گھر انتقال کیا۔ مولانا حاجی علی محمد خاصخیلی (میمن گوٹھ) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور جوکھیہ قبیلہ کے قبرستان واقع گوٹھ کونکر ملیر کراچی (گڈاپ روڈ) میں تدفین عمل میں آئی۔

[مولانا مرحوم کے متعلق تمام معلومات انہیں کے بھتیجے و داماد جناب شمس الدین جوکھیہ (سابق ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کراچی) اوران کے بیٹے جناب امیر الدین جوکھیہ نے مہیا کی اور ضروری کاغذات بھی دکھائے۔ فقیر حقیر نہایت مشکور وممنون ہے۔]

❁

مولانا سید عبدالحلیم شاہ

حضرت مولانا سید عبدالحلیم شاہ بن سید عبدالکریم شاہ (عرف شاہ ضمیر) ۱۹۱۳ء کو چارسدہ آگرہ میانہ پشاور (صوبہ سرحد) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے چھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اسکول سے مڈل پاس کیا۔ مفتی اعظم سرحد مولانا شائستہ گل قادری سے درسی کتب پڑھیں۔ ۱۹۴۹ء کو نقل مکانی کر کے کراچی آگئے، لہٰذا یہاں پر تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی سے صحاح ستہ کا درس لیا۔ آپ نے الگ الگ علوم کو سیکھنے کے لئے چالیس سال صرف کئے۔

امامت وخطابت: آپ پشتو زبان کے مشہور خطیب تھے۔ آپ کا خطاب پُرجوش ومدلل ہوتا تھا۔ آپ نے مختلف مساجد میں تقریباً پچاس برس خطابت وامامت کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کے بعض نامور تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

- ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری مرحوم بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی
- مولانا الحاج جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی
- مولانا عبدالحلیم ہزاروی دارلعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی
- مولانا عبدالھادی
- مولانا نور محمد قندھاری
- مولانا عبدالباقی افغانی
- مولانا فتح محمد قندھاری
- مولانا عبدالحق لالہ قلی

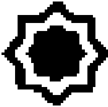
شادی و اولاد:

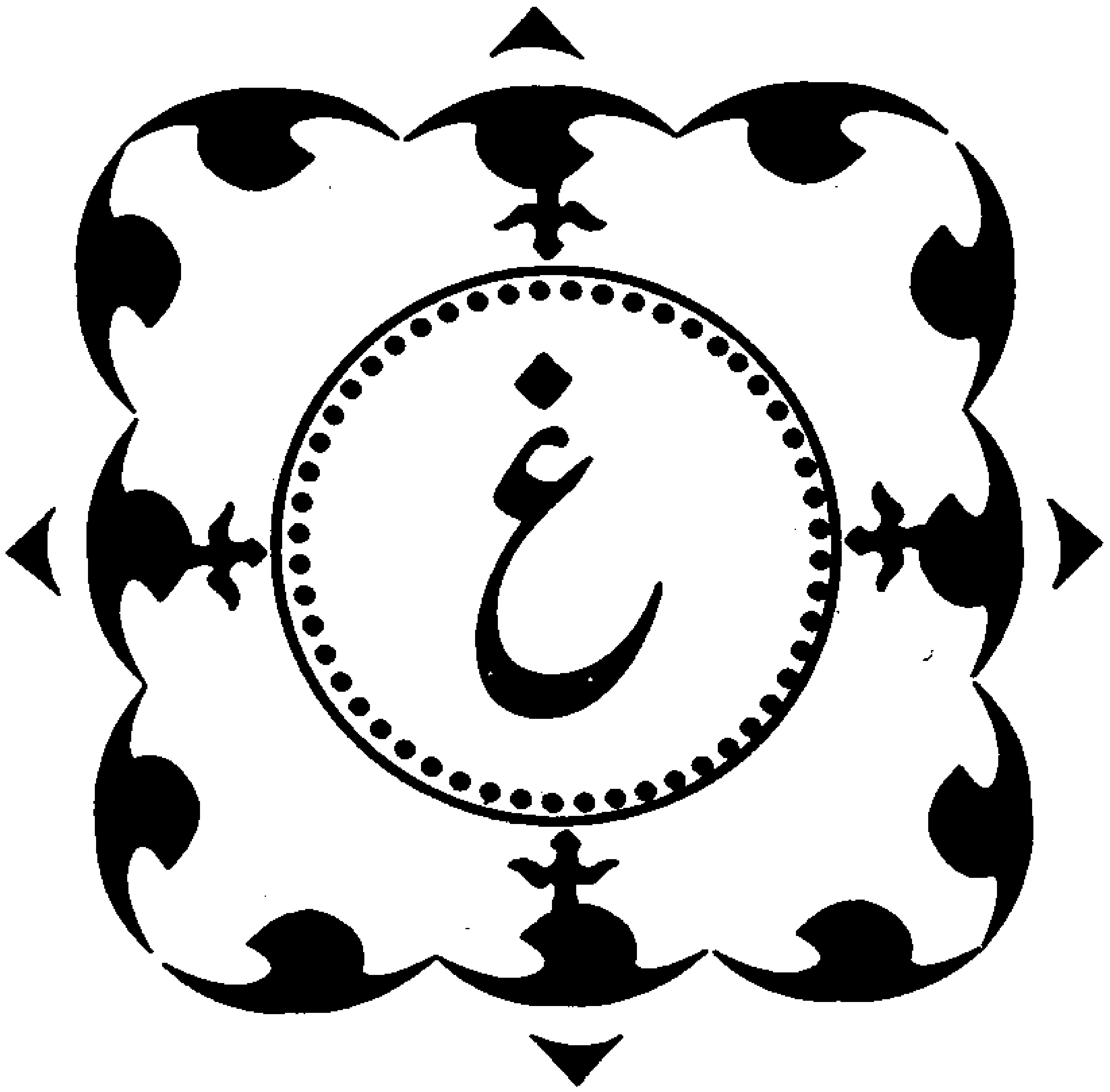
آپ کو چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی فوت ہو چکی ہیں۔

وصال:

استاد العلماء مولانا سید عبدالحلیم شاہ نے ۱۱، ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۴، دسمبر ۲۰۰۵ء بروز بدھ بعد نماز عشاء ۹۰ سال کی عمر میں اللہ پکارتے ہوئے انتقال کیا۔ غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کو غسل دے کر فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنا چہرہ بغیر کسی سہارے کے خود بخود قبلہ کی طرف کر لیا۔ نماز جنازہ آپ کے مکان شیر شاہ کراچی پر مولانا مفتی عبدالخالق نقشبندی کی امامت میں ادا کی گئی اور شیر شاہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[آپ کے صاحبزادے مولانا سید حسین شاہ حلیمی مہتمم جامعہ حلیمیہ ٹرسٹ گلی نمبر ۵، بلاک ڈی، شیر شاہ کالونی کراچی نمبر ۲۸۔ نے وعدہ کے باوجود تفصیلی حالات مہیا نہیں کئے، لہٰذا ماہنامہ تحفظ کراچی میں انہیں کے انٹرویو سے حالات ترتیب دیئے گئے]




غ

سند الفقہاء خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی

علامہ حافظ مفتی غلام صدیق فاروقی شہداد کوٹی کا شجرہ نسب اس طرح ہے: خواجہ غلام صدیق بن شیخ الاسلام علامہ نور محمد بن مولانا غلام محمد بن محمد توکل فاروقی اور آگے جا کر آپ کا شجرہ نسب علامہ تفتازانی (مصنف شرح عقائد نسفی) سے ملتا ہے اور اس سے آگے امیر المومنین، خلیفہ دوئم، جانشین مصطفی حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ غلام صدیق ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۲ء کو گوٹھ کنڈا تحصیل بھاگ ناڑی ضلع کچھی (بلوچستان) میں تولد ہوئے۔

آپ مادر زاد ولی اور علم لدنی سے سرفراز تھے۔

تعلیم و تربیت: تعلیم کا آغاز گھر سے کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی ان کے علاوہ بقیہ تعلیم اپنے برادر اکبر استاد العلماء حضرت علامہ گل محمد شہداد کوٹی (متوفی ۱۳۰۶ھ) سے حاصل کر کے درس نظامی مکمل کیا اور تیرہ سال کی عمر میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق علامہ غلام صدیق فرماتے تھے کہ جب مولانا ہمایونی، ہمایون سے شہداد کوٹ ہمارے پاس پہنچے تھے تو درمیانی (معمولی) مدت میں میں فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب کو حفظ کر لیتا تھا۔ یہ آپ کے حافظہ کا کمال تھا۔ (مقالات قاسمی)

بیعت و خلافت: قادریہ سلسلہ کے مشہور شیخ کامل عارف باللہ حضرت خواجہ غلام حیدر قادری قدس سرہ (درگاہ کٹبار شریف بلوچستان) کے دست حق پر آپ بیعت ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

درس و تدریس: شہداد کوٹ میں خانقاہ والی مسجد شریف میں ۱۳ سال کی عمر سے دم آخر تک تقریباً پچاس سال درس و تدریس کے ذریعے علم کی روشنی اطراف عالم میں پھیلانے میں بسر کئے۔ آپ کے شاگرد رشید تاج الفقہاء علامہ مفتی مخدوم حسن اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (پاٹ شریف) بعد فراغت اپنے گوٹھ پاٹ شریف (ضلع دادو) اور ٹیاری (ضلع حیدر آباد) میں درس و تدریس کے مشن جاری رکھا۔ ان سے بہت سے علماء نے استفادہ کیا خصوصاً علم و عمل کے حسین امتزاج سراج الفقہاء علامہ مفتی ابو الفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ (لاڑکانہ) اور مفتی اعظم استاد العلماء حضرت علامہ قاضی لعل محمد ٹیاروی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں بزرگوں سے لاڑ اور شمالی سندھ اور بلوچستان کے بے شمار علماء نے فیض حاصل کیا۔ درس کے اختتام پر روزانہ معمول کے مطابق نعت خوانی ہوا کرتی تھی، گویا نعت خوانی آپ کی خوراک تھی۔

وقت کے غوث: ایک مرتبہ آپ لاڑکانہ شہر کی افغان اسٹریٹ (باقرانی روڈ) دعوت میں مدعو تھے۔ اور پلنگ پر تشریف فرما تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت! غوث کو اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت عطا فرمائی ہے؟

آپ نے فرمایا: وقت کے غوث کو قدرت نے اتنی طاقت عطا کی ہے کہ اگر پلنگ کو اڑنے کا حکم دے تو اڑنے لگے۔ آپ کا اتنا کہنا تھا کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت صاحب کی پلنگ حرکت میں آ گئی۔ آپ نے فرمایا: اے پلنگ صبر کر ہم تو غوث وقت کی طاقت بتا رہے تھے نہ کہ تم کو حکم دیا تھا۔

دربار قلندر میں مقبولیت: ہر ماہ کو شہباز ولایت حضرت حافظ محمد عثمان سیوہانی سرکار رحمۃ اللہ علیہ المعروف لعل شہباز قلندر (سیوہن شریف ضلع دادو) کے مزار شریف پر حاضری دینا آپ کا معمول تھا۔ شہباز قلندر کے دربار میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بوقت ضرورت آپ اپنے کسی خادم یا طالب علم کو خط دے کر سیوہن شریف بھجوا دیتے تھے اور آپ کا خادم یا طالب علم وہ خط آپ کے حکم سے شہباز قلندر کے مزار پرانوار کے غلاف مبارک کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے اور اگلے روز وہی خط اٹھا کر واپس شہداد کوٹ لے کر آتے تھے۔ اس خط کی پشت پر جواب لکھا ہوا ہوتا تھا۔

نکاح کی عمدہ شرط: آپ نے اپنے عقد مسنون کے وقت اعلان فرمایا: "میرا نکاح وہ عالم پڑھے جس نے پوری زندگی میں تہجد کی نماز کبھی قضاء نہ کی ہو"۔ پرہیزگاری وتقویٰ کا یہ اعلان ہوتے ہی محفل پر سکوت طاری ہو گیا۔ علماء مشائخ صوفیاء سادات طلباء اور مریدین کی کثیر جماعت میں آپ کے نامور شاگرد مخدوم حسن اللہ صدیقی بڑی ہمت کر کے آگے بڑھے اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیئے۔

پیدائشی حافظ قرآن: ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں ختم قرآن پڑھنے کیلئے ہر سال حافظ صاحب ڈیرہ غازی خان سے آیا کرتے تھے۔ لیکن ایک بار رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے بعد بھی حافظ صاحب نہیں پہنچے۔ تو اس موقعہ پر آپ کے والد ماجد نے گھر میں اہل خانہ کو فرمایا کہ الحمد للہ! غلام صدیق عالم فاضل تو بن گئے لیکن اگر ساتھ میں حافظ القرآن بھی ہوتے تو فرض اور وتر میں پڑھاتا اور نماز تراویح غلام صدیق پڑھاتے۔ یہ بات سن کر خواجہ غلام صدیق نے اپنے والد ماجد کے سامنے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ حضور! الحمد للہ! یہ عاجز قرآن پاک کا حافظ بھی ہے۔ یہ سن کر آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے اور خواجہ غلام صدیق نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن حکیم کا ختم سنایا۔ (تجلیات صدیقیہ)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں ختم درس نظامی کیا اور فتویٰ دینے لگے اور بعد بلوغت

تراویح میں ختم قرآن سنایا۔ والد ماجد و برادر اکبر کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی جس میں حفظ قرآن کا پروگرام نہیں تھا۔ اچانک آپ نے اپنے کو حافظ قرآن بتایا بلکہ ثابت کر دکھایا۔ ظاہر ہے یہ وہبی فیض، علم لدنی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ پیدائشی حافظ قرآن تھے۔

کرامات:

1- سفر حج کے دوران آپ کے ہونہار شاگرد و خلیفہ استاد العلماء مولانا مفتی غلام محمد مہیسر صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی اور وہ پریشان ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: غلام محمد غم نہ کر، اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ آپ کو تین بیٹے ہوں گے ان کے نام 1- احمد علی 2- محمد مسعود 3- محمد سعید رکھنا آپ نے جیسا فرمایا ویسے ہی ہوا۔

2- حافظ نور مصطفیٰ ڈیرہ غازی خان (پنجاب) سے حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آئے۔ حافظ نور مصطفیٰ نوجوان خوش الحان قاری تھے۔ حضرت صاحب نے لنگر سے وظیفہ مقرر کیا اور اس کو مدرس رکھا۔ چند ماہ کے بعد اس کے بھائیوں کا خط آیا کہ تمہارے والد صاحب انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا آپ جلد ڈیرہ غازی خان آئیں۔ حافظ نور مصطفیٰ خط پڑھ کر نہایت پریشان ہوئے اور خلیفہ غلام محمد مہیسر صاحب کو خط دکھایا۔ خلیفہ غلام محمد صاحب اور حافظ نور مصطفیٰ، حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط دکھایا۔ خلیفہ صاحب نے عرض کی حضرت! حافظ نور مصطفیٰ کے والد فوت ہوگئے ہیں فاتحہ پڑھیں اور حافظ صاحب کو اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: حافظ اگر جانا چاہتا ہے تو اجازت ہے لنگر سے کرایا وغیرہ دیا جائے۔ لیکن حافظ کا والد زندہ ہے، اپنے گاؤں سے باہر مویشی چرا رہا ہے (اس وقت) ایک درخت کے نیچے کھڑا ہے، اس کی بغل میں ایک تھیلا ہے، اس میں دلائل الخیرات موجود ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال ہے کہ پہلے وظیفہ پڑھوں یا کچھ دیر درخت کے نیچے آرام کروں پھر وضو کر کے وظیفہ پڑھوں۔

لیکن حافظ صاحب کو تسلی نہ ہوئی، اس پر فرمایا: "اب کے بعد ہماری اور حافظ نور مصطفیٰ کی ملاقات مشکل ہے۔"

حافظ اجازت لے کر گھر گئے۔ والد زندہ تھے۔ حضرت نے جو کچھ فرمایا وہ درست تھا۔ دو تین ماہ کے بعد حافظ نور مصطفیٰ شہداد کوٹ واپس آئے لیکن ان کے آنے سے قبل حضرت صاحب انتقال کر چکے تھے۔ (تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

تعظیم و تکریم: آپ جب بھی مرشد خانہ دربار کٹبار شریف جاتے تو ریلوے اسٹیشن سے بارہ میل تک برہنہ پا اور پیدل جاتے۔ پیر خانہ پر کبھی بھی چارپائی پر نہیں سوئے حالانکہ آپ کے مرشد کریم کے صاحبزادگان آپ کے شاگرد تھے۔ اساتذہ کرام کا بہت احترام کرتے۔ جن کا نام محمد یا

عبدالقادر ہوتا تھا، اس کا بھی انتہائی احترام فرماتے تھے۔ سادات کرام اور حفاظ کرام کی بھی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔

مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی آپ کے شاگرد و داماد تھے۔ ایک بار شاہ صاحب کی آنکھیں دکھنے لگیں اور علاج سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آپ اپنے داماد کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب نے حویلی میں پردہ کرایا اور آپ کو اندر بلوانے کے لئے بلاوا بھیجا۔ آپ نے صاحبزادے سے فرمایا:

"میں سادات کرام کی حویلی میں کیسے قدم رکھوں یہ آل رسول کا آستانہ ہے، یہ خاتون جنت کا چمن ہے"۔ بار بار اسرار پر فرمایا:

"میں اپنی آنکھوں پر چادر باندھتا ہوں تاکہ اندر حویلی کے در و دیوار پر میری نظر نہ پڑے اور مجھے احتیاط سے لے کر چلنا تاکہ میرے ہاتھ حویلی کے در و دیوار سے مس نہ ہوں۔" بالآخر ایسا ہی ہوا، آپ کی نظر کرم سے شاہ صاحب کی طبیعت سنبھل گئی اور آپ کو حویلی سے باہر تک رخصت کے لئے خود اٹھ کر آگئے۔

فوری طور پر آنکھوں کا درست ہونا، درد کا دفع ہونا یہ بھی آپ کی عظیم کرامت ہے۔ ایک ترکھان نے ایک رحل اور ایک تختہ چوبی لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ رحل تلاوت کرنے کے لئے اور تختہ چوبی وضو کرنے کے لئے۔

آپ نے فرمایا: قرآن حکیم کا رحل اور تختہ چوبی ایک ساتھ لے کر آئے ہو۔ اس لئے مجھ سے یہ بے ادبی نہ ہوگی کہ تختہ چوبی پر بیٹھا کروں۔" آپ نے تختہ چوبی کو بیٹھنے کے لئے استعمال نہ کیا بلکہ اس پر حدیث اور تفسیر جیسی دینی کتب رکھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت نے اپنے طالب علم "محمد نواز" کو "دل نواز" کہہ کر بلایا۔ اس نے عرض کیا: حضور! آپ نے مجھے میرے اصلی نام سے نہیں بلایا اگر ناراضگی ہے تو معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کوئی ناراضگی نہیں۔ وضو نہیں تھا اس لئے حضور پاک کا نام نامی اسم گرامی نہیں لیا۔ بغیر وضو کے حضور پاک ﷺ کا اسم پاک کبھی زبان سے نہیں لیا ہے۔ زندگی میں عمداً بھی مدینہ منورہ کی طرف پیٹھ نہیں کی۔ سادات کرام و حفاظ کرام کا نہایت احترام کرتے تھے۔ (تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

سفر حرمین شریفین: آپ نے ظاہری زندگی میں دو مرتبہ حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ ایک مرتبہ رئیس الحاج پیر بخش خان کھاوڑ آپ کے رفیق سفر تھے۔

جب آپ جدہ پہنچے تو آپ نے وہاں جوتے اتار دیئے اور وہاں سے تمام سفر برہنہ پا کیا۔ مکہ مکرمہ میں حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ حضور پرنور سید عالم ﷺ کے دربار مقدس میں

نہایت عجز وانکساری وگریہ کی حالت میں حاضری دی۔ سنہری جالیوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر نہایت تعظیم وتکریم سے سر جھکا کر درود شریف کے گجرے پیش کیے۔ آپ کی مسلسل گریہ وزاری دیکھ کر رفقاء کو خوف ہونے لگا کہ کہیں حضرت ہم سے بچھڑ نہ جائیں۔

دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے وقت رئیس الحاج علی محمد خان کھاوڑ رفیق سفر تھے۔ سفر حج کے دوران آپ نے رئیس علی محمد کھاوڑ سے فرمایا: "چالیس غریب آدمیوں کو حج کراؤ"۔

سخاوت: اس نے آپ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا۔ جب غریب فقراء کو یہ اعلان باسعادت معلوم ہوا تو وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت سے اجازت لے کر درخواست رئیس صاحب کے پاس جمع کراتے تھے۔ اس طرح بندرگاہ پر اسی (۸۰) امیدوار جمع ہو گئے تھے۔ چالیس کا کرایہ رئیس صاحب ادا کر چکے تھے۔ حضرت صاحب نے رئیس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آپ پریشان نہ ہوں ہم اپنے وعدے پر پورے ہیں چالیس آپ کے ذمہ، باقی چالیس کو بھی ناامید نہ کریں گے، اس کا انتظام حضرت غوث اعظم سرکار بغداد کے دربار عالیہ میں عرض کر کے کروادیتا ہوں اور پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے اپنی واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بقایا چالیس آدمیوں کا کرایہ ادا کیا۔ (تجلیات صدیقیہ) آج کے رئیس صاحبان اور پیر صاحبان کے لئے اس واقعہ میں درس عمل ہے کہ وہ فقط خود حج وعمرہ نہ کریں بلکہ غریبوں مسکینوں سادات وعلماء کو بھی موقعہ دیں۔

عادات وخصائل: آپ شریعت مطہرہ کے پابند، نبی اکرم ﷺ کے عشق میں سرشار، نہایت ادیب، انتہائی مخلص، متقی پرہیزگار، متوکل، دریادل سخی، انتہائی شفیق ومہربان، پیکر اخلاق، مہمان نواز، زندگی بالکل سادہ، عمر بھر چٹائی استعمال کی، قالین کو پسند نہ کیا۔ دن رات طلباء کی تعلیم وتربیت پر صرف فرما کر تسکین محسوس کرتے۔ مادرزاد ولی، کرامت کے دھنی اور زبان مبارک سے جو نکلتا وہ ہو کر رہتا۔

لباس سفید، عمامہ سفید یا سبز اور چادر پسند فرماتے تھے۔ اور ملتانی جوتا استعمال میں لاتے تھے۔

معمولات: مراقبہ سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔ فراغت کے وقت خواہ بیل گاڑی پر سوار ہوں یا کسی اور سواری پر، پورا وقت چادر اوڑھ کر مراقبے میں رہتے تھے۔

۞ آپ نفی اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا ورد کثرت سے کرتے تھے۔ ۲۲ ہزار تک ایک ہی سانس میں نفی اثبات کا ذکر کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

۞ آپ کا کھانا تیار کرنے کے لئے نمازی خاتون مقرر ہوتی تھی اور وہ باوضو کھانا پکاتی تھی۔ ہوٹل کا کھانا کبھی نہیں تناول فرماتے تھے۔

- رفع حاجت کے وقت علیحدہ جوتا اور تہبند استعمال میں لاتے تھے۔ عبادت کے لئے شلوار اور مسجد شریف جانے کے لئے الگ جوتا استعمال میں لایا کرتے تھے۔
- ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔
- تکبیر اولیٰ آپ کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ (تجلیات صدیقیہ ص ۱۸)
- ہمیشہ شہود باری تعالیٰ اور دربار مصطفیٰ ﷺ کی حاضری کا شرف رہتا تھا۔ (ایضاً)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ "صاحب حضوری" بزرگ تھے۔

- حضرت کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دوران سفر بھی ہوٹل کا کھانا، بازار کی مٹھائیاں کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ گھر میں حائضہ عورت کو کھانا پکانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی بلکہ نماز، ذکر شریف کی پابند خاتون باوضو ہوکر کھانا پکاتی تھی اور سفر میں خادم کھانا تیار کرتا تھا۔

ردوہابیت: ردوہابیت کے حوالہ سے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جب سندھ میں تاج محمود امروٹی اور عبیداللہ سندھی کے ذریعے وہابیت نمودار ہوئی تو آپ اور آپ کے بیشمار مریدین اور عظیم تلامذہ نے سدباب کیا۔ عوام الناس کو نئے فرقہ وفتنہ وہابیت کی اللہ عزوجل، رسول اکرم ﷺ کی جناب میں گستاخانہ وکفری عقائد سے بروقت آگاہ فرما کر عوام الناس کو گمراہی و بے دینی سے بچایا۔ آپ نے ان کے مقابلہ میں عشق رسول کی تحریک کو پروان چڑھایا محبت رسول کے جذبہ کو عام کیا۔

آپ اپنے وقت کے بے مثال پیر کامل تھے، ہزاروں لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے، روزانہ اس قدر لوگ زیارت وحاجت برائی کے لئے حاضر ہوتے کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی، بلاشبہ آپ مرجع خلائق تھے۔

آپ نے وہابیت کے عقائد باطلہ کے رد میں بے شمار فتاویٰ جاری فرمائے جو کہ "فتاویٰ جُنگ" میں محفوظ کئے گئے تھے اور رسائل بھی تحریر میں لاتے تھے۔

آپ نے سنت کا احیاء کیا، بدعت کا قلع قمع کیا، دین کی اشاعت کی۔ شیعہ کے غلط عقائد کا نوٹس لیا، ان کی بدعات شنیعہ سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ احقاق حق وابطال باطل کا حق ادا کیا۔ مزید ملاحظہ فرمائیے "امروٹی جو اصلی روپ" میں، آپ میلاد شریف کا سالانہ اہتمام فرماتے، ہر ماہ کو گیارہویں شریف کا پابندی سے انتظام فرماتے تھے، سائل کو تعویذ عنایت فرماتے، پانی پر دم کرکے دیتے تھے اور دعا بھی کرتے تھے۔ آپ اہل سنت وجماعت کے دینی وروحانی پیشوا اور فقہ حنفی کے متبحر عالم دین ومفتی شرع متین تھے۔

حقیقی توکل: رئیس پیر بخش خان کھاوڑ نے آپ کے مدرسہ کے لئے ۳۰۰ ایکڑ اراضی زمین وقف کی تھی اور ہر فصل مدرسہ میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ خان صاحب نے تمام اراضی آپ کے نام تحریری طور پر منتقل کرانے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن آپ ہر بار فرماتے:

"میرا نام حضور غوث اعظم کے دفتر مبارک میں درج ہے، اس لئے انگریزوں کے دفتر میں نام درج کرانے کی ضرورت نہیں"۔

خادم کا مقام: رئیس پیر بخش خان کے انتقال کے بعد فرمایا: "ہے کوئی باطن کی آنکھ والا جو حاجی پیر بخش کی قبر میں قرب مصطفیٰ ﷺ کی برکات وانوار کا مشاہدہ کرے۔ مرحوم کو حضور پاک کے مہمانوں (طلباء وعلماء) کی خدمت کے صلے میں یہ انعام ومقام ملا ہے"۔

شاعری: آپ کو عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی، بلوچی وغیرہ زبانوں پر دسترس تھی۔ فارسی سندھی میں آپ کا نعتیہ کلام منتشر ہے۔ آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر کما حقہ کام کرنے کی ضرورت وشدت محسوس کی جارہی ہے۔ بے تحاشہ صدری مواد بھی دستیاب ہوسکتا ہے۔ آپ کا تخلص "صدیق" اور دستخط میں "فقیر غلام صدیق شہدادکوٹی" لکھتے تھے۔

نعت بزبان فارسی (شاداب شہدادکوٹ ص ۸۰) نعت سندھی (سندھی میں نعتیہ شاعری ص ۱۶۹) اور پیران پیر دستگیر حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان میں بزبان سندھی منقبت کہی ہے جس کا ردیف ہے: "یا غوث اعظم اولیاء" (پیران پیر دستگیر ص ۸۹) وغیرہ کتابوں میں انتخاب کلام دستیاب ہے۔

اولاد: آپ کو دو بیٹے 1- میاں عبدالوہاب 2- میاں غلام دستگیر تولد ہوئے، لیکن دونوں بچپن میں انتقال کر گئے۔ مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی داماد تھے۔ آپ نے اپنے بھانجے مولانا میاں نصیر الدین اول کو جانشین مقرر کیا جس کی تعلیم وتربیت خود فرمائی تھی۔ ان کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔

تصنیف وتالیف: تمام مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف وتالیف کا وقت نکال لیتے تھے، فتویٰ نویسی کے کام کیلئے آپ نے خاص وقت مقرر کیا تھا۔ آپ کے نورانی قلم کے نوشتہ نے بے شمار مظلوموں کو ان کا ورثہ اور حقوق دلانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے فتاویٰ مبارکہ اور مکتوبات شریف جو کہ موتیوں کی لڑیاں اور ہدایت کے شہہ پارے ہیں، آج بھی بعض حضرات کے پاس نمونہ موجود ہے۔

- تفسیر قرآن حکیم بزبان فارسی
- فتاویٰ جُنگ
- دیگر رسائل

محترم ہیبت خان حلیمی (ڈپٹی سپریڈنٹ آف پولیس کوئٹہ) لکھتے ہیں: "آپ نے حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بزبان فارسی نعت اور قرآن حکیم کی تفسیر لکھی تھی۔ فتاویٰ جُنگ کے نام سے فتاویٰ کا عظیم ذخیرہ تھا۔ لیکن افسوس کہ اقرباء کی کم سنی، معتقدین اور خلفاء کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے یہ جواہر پارے ضائع ہو گئے۔ (تجلیات صدیقیہ) مفتی خلیفہ غلام محمد مہیسر "جُنگ" کے ضائع ہونے کا بہت افسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ کے شرعی فتاویٰ پر مشتمل مجموعہ ایک ضخیم جلد کی صورت میں تھا۔ جس کو جُنگ کا نام دیا گیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد وہ جُنگ آپ کے داماد پیر تراب علی شاہ راشدی (قمبر ضلع لاڑکانہ) کے قبضہ میں آ گیا، اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

جُنگ کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک علم کا دریا موجزن ہے۔ مختلف فیہ مسائل کے متعلق مدلل تحقیق درج تھی۔ کاش! وہ کتاب مل جائے۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی کثیر جماعت ہند و پاک ایران، قطر، اردن، خلیج اور افغانستان وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

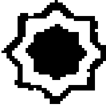
- استاد العلماء علامہ مفتی مخدوم حسن اللہ صدیقی پاٹ شریف ضلع دادو
- استاد العلماء علامہ مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی تحصیل میہڑ
- استاد العلماء علامہ مفتی غلام محمد مہیسر کمال ڈیرو تحصیل صوبودیرو
- استاد العلماء مولانا مفتی داد محمد بلوچ قاضی مکران بلوچستان
- استاد العلماء مولانا عبدالحکیم افغانی کابل، افغانستان
- استاد العلماء علامہ مولانا عبداللہ نوناری رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ
- استاد العلماء علامہ مولانا قاضی عبدالفتاح بھرمی
- حضرت مولانا حکیم پیر سید پیر بخش شاہ راشدی درگاہ پیر جو گوٹھ نوڈیرو ضلع لاڑکانہ
- حضرت مولانا پیر سید تراب علی شاہ راشدی علی خان قمبر ضلع لاڑکانہ
- حضرت مولانا پیر عزیز اللہ قادری درگاہ کنبار شریف بلوچستان
- حضرت مولانا پیر داد محمد قادری درگاہ کنبار شریف بلوچستان
- حضرت مولانا سید شہاب الدین شاہ لکیاری ہالانی ضلع نوشہرو فیروز
- حضرت مولانا حکیم جان محمد عباسی گوٹھ سنہڑی لاڑکانہ
- مولانا محمد عاقل عاقلی گوٹھ عاقل تحصیل و ضلع لاڑکانہ
- مولانا عبدالرحمٰن تونیہ
- مولانا غلام محمد شہداد کوٹی
- مولانا حکیم محمد بچل عباسی (سابق مدرس مدرسہ قدیم عیدگاہ جامع مسجد قاسمیہ لاڑکانہ)

وصال: غوث الزمان مفتی اعظم حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی نے ۲۳، ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۸، مئی ۱۹۰۵ء کو ۶۳ سال کی عمر شریف میں اس دنیا کے حجاب سے نکل کر محبوب کریم ﷺ کی آغوش رحمت میں ہمیشہ کے لئے ہم نشین ہوئے۔

آپ کے وصال کے ۳۷ سال بعد ۱۹۴۲ء کو شہداد کوٹ میں سیلاب آیا۔ سارا شہر خالی ہو گیا۔ پورا شہر پانی میں ڈوب گیا اور ریت کے ٹیلوں تک پانی چڑھ گیا لیکن اس مرد کامل کا مزارِ مقدس اور متصل پوری درگاہ شریف اس خطرے سے محفوظ رہی۔ پانی کو قریب آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ یہ عظیم کرامت دیکھ کر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ کا مزار پرانوار شہداد کوٹ میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۱، ۲۲، ۲۳ ربیع الاول کو تین روز تک نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

(ماخوذ: تجلیات صدیقیہ مؤلف ہیبت خان چلیبی مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۸۵ء مع دیگر حوالا جات)



سراج الفقہاء علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی

سراج الفقہاء، امام میراث، سرمایہ ملت، ماہر علوم و فنون، عارف باللہ، حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی بن محمد صادق جتوئی کی ولادت باسعادت لاڑکانہ تحصیل کے گوٹھ سونہ جتوئی میں تقریباً ۱۲۴۳ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی دور میں آپ کھیتی باڑی اور چرواہے کا کام کرتے تھے، جب جوان ہوئے تو گوٹھ کے بزرگ حضرت محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو دربار رسالت مآب ﷺ سے حکم ملا کہ غلام عمر کو پیغام پہنچائیں کہ علم دین حاصل کرے۔ حکم سن کر سر خم کیا اور اسی دن سے طلب علم میں گھر سے نکل پڑے اور رات درگاہ شریف بٹ سرائی (تحصیل میہڑ) پہنچے جہاں قیام کیا۔ اسی رات ولی نعمت، شیخ طریقت، عارف صمدانی حضرت سید محمد پنہل شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ آپ کے پاس ایک مہمان آیا ہے جس نے طلب علم میں سفر کیا ہے اس کی رہنمائی کریں اس کو رہڑو کی درسگاہ بھجوا دیں۔ پھر آپ نے حکم کے مطابق ویسے ہی کیا رہڑو شریف (تحصیل میہڑ) میں استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صالح مہیسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے۔ فارسی کی تعلیم وہیں پوری کی۔ اس وقت سندھ میں قحط آیا تھا جس کے سبب بعض طلباء نے تعلیم ترک کر دی، یہ مدرسہ بھی بہت متاثر ہوا۔ آپ نے استاد محترم کی اجازت و مشورہ سے پاٹ شریف (ضلع دادو) کی درسگاہ میں داخلہ لیا۔

وہاں تاج الفقہاء، استاد الاساتذہ، عاشق خیر الوریٰ، حضرت علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ الاقدس کی خدمات میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی میں مہارت تامہ حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ استاد محترم کا نہایت احترام وخدمت سرانجام دیتے رہے، اپنی مرضی سے رات کو جنگل کو جاتے جہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے پھر لکڑیوں کے چھلکے اور کانٹے وغیرہ صاف کر کے پھر وہ لکڑیاں استاد محترم کے گھر بھجواتے جہاں کھانا پکانے میں کام آتی تھیں۔ استاد محترم شاگرد کی پر خلوص خدمت واحترام کو دیکھ کر ڈھیر ساری مقبول دعاؤں سے نوازتے تھے۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے استاد اول حضرت مولانا محمد صالح مہیسر صاحب کے پاس آئے خدمت کرنے کی غرض سے بارہ ماہ قیام کیا۔ خدمت کے ساتھ ساتھ طلباء کو فی سبیل اللہ درس بھی دیا کرتے تھے۔ ایک روز استاد محترم نے دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا اور اپنے گوٹھ میں مدرسہ قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔

آپ نے گوٹھ سونہ جتوئی میں دینی درسگاہ "مدرسہ دار الفیض" کی بنیاد اپنے استاد محترم حضرت خواجہ مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ الاقدس کے دست اقدس سے رکھوائی۔ (فتاویٰ قاسمیہ ص ۴)
حضرت علامہ مفتی ابو الفیض غلام عمر جتوئی بہت بڑے عالم، فقیہ، تدریس کے بادشاہ اور فتویٰ میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ زندگی بھر پڑھایا جہالت کے پردوں کو تار تار کیا، علم کے نور سے اس عالم کو منور کیا۔ جید علماء کی ایک ٹیم ملت اسلامیہ کو عطا فرمائی جنہوں نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اسی جذبہ سے علم کی شمع کو روشن رکھا اس طرح دیہ سے دیہ جلتا رہا اور آج تک جل رہا ہے اور آئندہ بھی جلتا رہے گا انشاء اللہ

مولوی دین محمد وفائی لکھتا ہے: حضرت علامہ غلام عمر رحمۃ اللہ علیہ نے مسلسل پچاس برس درس دیا اور کئی طلباء آپ کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ آپ دن کو پڑھاتے شرح اور حاشیہ کو سامنے رکھ کر طویل تقریر فرمایا کرتے تھے اور شب بھر عبادت میں گذارتے تھے۔ فتاویٰ اور فیصلہ کے لئے ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ مہمان نواز تھے مہمانوں کو خود کھانا لا کر کھلاتے تھے۔ (ماہنامہ توحید جون ۱۹۳۴ء)

بیعت: قطب زمانہ حضرت سید محمد راشد پھل شاہ راشدی (درگاہ پیر جو گوٹھ بٹ سرائی تحصیل میہڑ) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

کتب خانہ: مولوی وفائی لکھتا ہے: سونہ جتوئی کا کتب خانہ سندھ میں ایک بے نظیر دینی اور علمی کتب خانہ تھا، جہاں شمال سندھ کے علماء فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت مخدوم صاحب بعض مسائل کی تحقیق کے لئے اسی کتب خانہ کی جانب رجوع ہوتے تھے اور مطالعہ وتحقیقات کے لئے اپنے شاگرد رشید کے پاس تشریف لاتے رہتے تھے۔ (ماہنامہ توحید)

کتابوں کو جمع کرنا اور مطالعہ کرنا آپ کا خاصہ تھا، عمر کے آخری ایام میں بھی کتابیں منگواتے رہتے تھے۔ روزانہ ڈاکیہ لاڑکانہ ڈاک خانہ سے سونہ جتوئی V.P رجسٹری کتابیں لے کر آتے تھے۔ کتابیں ہندوستان، مصر، بیروت اور حجاز مقدس وغیرہ ممالک سے طلب فرماتے تھے۔ مفتی غلام محمد قاسمی رقمطراز ہیں: آخری ایام "میں تفسیر اُکلیل" (غالباً تصنیف شیخ عبدالحق الہ آبادی) منگوائی مگر کمزوری علالت کے سبب مطالعہ نہ کر سکے تو آپ کے پیارے شاگرد حضرت علامہ سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حکم سے پڑھ کر سنایا کرتے اور آپ توجہ سے سماعت فرماتے۔

حضرت قبلہ سرکار مشوری فرمایا کرتے تھے کہ حضرت استاذی ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے جب بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا تو مسئلہ بتانے کے ساتھ کتاب کا نام مع صفحہ تک بتادیتے تھے۔

علامہ ابوالفیض اور ردِ مذاہب باطلہ:

حضرت علامہ ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ کامل اکمل ولی اللہ، مستجاب الدعوات تھے، سخی تھے، مہمان نواز تھے، غریب پرور تھے، عابد تھے، زاہد تھے، متوکل تھے، حزب البحر کے عامل تھے، زبان کے سیفی تھے، اخلاق محمدی کے مجسمہ تھے، مجسمہ فیض تھے، طلباء پر نہایت مشفق و مہربان تھے۔ شریعت مطہرہ کے انتہائی پاسدار تھے، عامل بالسنت تھے، خلاف شرع کام کو ہرگز پسند نہ کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔ اپنے دور میں مدرسہ دارالفیوض اہلسنت و جماعت کی عظیم دینی درس گاہ تھی، علماء کرام کے لئے مرکزی پلیٹ فارم تھا، جہاں سندھ بھر کے جید علماء کرام جمع ہو کر حضرت سراج الفقہاء سے اور آپ کے کتب خانہ سے استفادہ کرتے تھے۔ اور مل بیٹھ کر مذاہب باطلہ کے خلاف علمی و عملی قدم بھی اٹھاتے تھے۔

آپ کے استاد محترم حضرت مخدوم حسن اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سندھ کے "مفتی اعظم" تھے انہوں نے مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی کے کتب خانہ میں بیٹھ کر نبی کریم ﷺ کے علوم غیب شریف پر جامع و مانع مدلل و مفصل کتاب "نور العینین فی اثبات علم الغیب لسید الثقلین" تحریر فرما کر وہابیت کے ناک میں چنے چبوائے تھے اور آپ نے شیعیت کی تحریری و لسانی تردید فرما کر ان کی نشوونما کو خطرے میں ڈال دیا۔

معلوم ہوا کہ اس دور میں آپ کے مدرسہ نے مذاہب، باطلہ وہابیت و شیعیت کے رد و تردید میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی تھی، نئے فرقے وہابیت دیوبندیت غیر مقلدیت کے نئے مسائل کو سمجھنے کے لئے علماء، و مشائخ و عوام اسی مرکز کی جانب رجوع فرماتے تھے۔ اسی درسگاہ کے فضلاء نے فرقہ باطلہ کے سدباب کے لئے اہم کردار ادا کیا اور شہر شہر بستی بستی جا کر عوام الناس کو ان بے دینوں کی بے دینی اور گستاخانہ عقائد سے روشناس کرایا۔

مولوی دفائی لکھتا ہے: مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی میں مخدوم حسن اللہ صدیقی تشریف لاتے اور

مضافات سے علماء بھی آتے اس طرح علمی مجالس قائم ہوتی تھیں۔ علماء کرام مل بیٹھ کر مشکل مسائل (اعتقادی ونظریاتی) کوحل فرماتے تھے۔ اور بعض اوقات حضرت مخدوم صاحب کئی ماہ تک سونہ جتوئی میں اپنے ارشد شاگرد رشید کے پاس قیام فرماتے تھے۔ (ماہنامہ توحید)

مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم جتوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم حضرت سراج الفقہاء، ولی کامل حضرت ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ کا شیعیت کے علمبرداروں کے ساتھ ایک مباحثہ نقل کیا ہے جس میں شیعوں کو منہ کی کھانی پڑی، وہ رقمطراز ہیں: گذشتہ سال حضرت استاذینا و مولانا و مھدینا حضرت ابوالفیض غلام عمر ساکن سونہ جتوئی، لاڑکانہ تشریف فرما ہوئے بندہ حاضر خدمت تھا۔ جب میاں علی محمد قادری کے بنگلے (قادری محلہ درگاہ حضرت فقیر محمد صالح قادری نزد مچھلی مارکیٹ لاڑکانہ) میں داخل ہوئے تو وہیں حاجی امیر علی لاہوری (لاہوری محلہ لاڑکانہ والے) ماسٹر محمد پریل (شیعہ صاحبان) اور دیگر نامعلوم حضرات بھی شریک محفل تھے۔ قادری صاحب ایک جعلی شعر پڑھنے میں مشغول تھے، جس میں حضرت قلندر صاحب کا نام پڑھا جارہا تھا۔ ایک مصرع کا پچھلا حصہ یوں پڑھا گیا۔

ھم علی من است ھم الہ من است

جس پر تمام شیعہ صاحبان جھومنے لگے۔ حضرت استاد صاحب نے فرمایا: حضرت قلندر شہباز کا اسم گرامی "محمد عثمان" ہے۔ پھر اس اسم گرامی والا شخص شیعہ کیسے ہوگا؟ جو کہ حضرت علی کو اللہ کہے۔ پھر تو شیعہ صاحبان میں سے کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ (حقانی خیالات مطبوعہ ۱۳۴۵ھ شہباز ولایت ص ۱۵)

ماسٹر پریل نے لاڑکانہ میں "شیعہ مذہب" کی بنیاد رکھی۔ بعض لوگوں نے آپ کے حضور میں عرض کیا کہ قبلہ! لاڑکانہ میں پریل نے فتنہ پیدا کیا ہے کہ صحابہ کرام کی شان میں بکواس کررہا ہے۔ آپ نے فرمایا: بابا! وہ گوہ کھارہا ہے"۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی کی زبانی مبارک سے جیسا نکلا ویسا ہی ہوا۔ ماسٹر پریل نے صحابہ کرام کی شان اقدس میں گستاخانہ کتابیں لکھ کر اپنا ظاہر و باطن سیاہ کیا اور بعد میں پاگل ہوگیا اور لاڑکانہ والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شیعہ مذہب کا مبلغ و ترجمان اور قلمکار شہر کے کچرے خانہ میں پڑا ہوا تھا اور اس سے گوہ کی بدبو اٹھ رہی تھی۔ (روشن صبح ص ۱۱۲ مطبوعہ لاڑکانہ)

آپ نے اپنے پیارے شاگرد اور علمی جانشین حضرت علامہ سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علمی کے زمانہ کی علم میراث پر لکھی گئی شاہکار کتاب "معلم الفرائض" پر عربی میں تقریظ رقم فرمائی جو کہ درج ذیل ہے:

مسملاً حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد فقد اطلعت علٰی مسائل الکتاب المسمیٰ بمعلم الفرائض الذی الفر بعض المھرۃ من الاحباب فوجدتہ صحیحاحا و یا علی المسائل مفصلاً ناطقا بالحق

والصواب و مشتملاً علی فرائد الفوائد و خرائد العوائد التی لم یظفربها اکثر المقتنصین لشوارد هذا الباب هذا و العلم عند الله الملك الوهاب والیه المرجع والماب۔ المصحح الفقیر ابوالفیض غلام عمر عفا عنه رب البشر المدرس فی مدرسته الاسلام دارالفیض المتوطن فی قریة سونه جتوئی

شادی واولاد: حضرت مخدوم صاحب نے گوٹھ سونہ جتوئی کے رئیس کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح پڑھوایا جس سے ایک صاحبزادی، دو صاحبزادے مولانا فیض اللہ اور میاں وہب اللہ جتوئی تولد ہوئے (فتاویٰ قاسمیہ جلد اول ص) دونوں صاحبزادوں سے فقیر راشدی نے طالب علمی کے زمانہ میں ملاقات کی تھی۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد میں سے بعض نام درج ذیل ہیں:

۞ فقیہ اعظم علامہ مفتی محمد قاسم سرکار مشوری صاحب	مشوری شریف
۞ شیخ الادب علامہ تاج محمد کھوکھر بانی مدرسہ شمس العلوم	گوٹھ خیر محمد آریجہ
۞ صدر المدرس علامہ مفتی غلام محمد جتوئی	سونہ جتوئی
۞ مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم جتوئی	سونہ جتوئی
۞ مولانا مفتی پیر محمد سابق قاضی رخشان	خاران بلوچستان
۞ مفتی اعظم بلوچستان مولانا غلام محمد خارانی (والد مولانا حبیب احمد کوئٹہ)	خاران بلوچستان
۞ ثانی سعدی مولانا محمد کھوکھر	سابق مدرس عیدگاہ محلہ لاہوری لاڑکانہ
۞ یادگار اسلاف علامہ دوست علی جتوئی	سونہ جتوئی
۞ مولوی دین محمد وفائی وہابی	مؤلف تذکرہ مشاہیر سندھ
۞ مولانا ابوالسیف رب ڈنہ کھوہارو	سیھڑا اسٹیشن
۞ مولانا مفتی ابوالجمال خدا بخش ابڑو	گوٹھ ملا ابڑا متصل لاڑکانہ
۞ بقیۃ السلف مولانا ابوالغنی محمد عالم ابڑو	گوٹھ ملا ابڑا متصل لاڑکانہ
۞ مناظر اسلام مولانا حکیم عبدالوہاب گلال (مؤلف تحفۃ الوہاب)	گاہی مہیسر تحصیل میہڑ
۞ عوامی شاعر و حکیم مولانا غلام رسول جتوئی (مؤلف خطبات جتوئی)	محراب پور تحصیل ڈوکری
۞ مولانا ابوالبرکات محمد مبارک بھٹو	گوٹھ جندو دیرو تحصیل مدیجی
۞ مولانا محمد سلیمان سلیم ابڑو	گوٹھ ملا ابڑا
۞ مولانا مولا بخش فنائی ابڑو	

۞ مولانا نور محمد منگلو — گوٹھ منگلہ تحصیل گمبٹ

۞ مولانا نادر محمد رڑ

۞ مولانا شمس الدین جونیجو

تصنیف وتالیف:

۞ فتاویٰ ابوالفیض (قلمی)

۞ صمصان السنة علی رأس البدعة (سندھی، مطبوعہ، ردشیعیت)

۞ رسالہ قطع مشاجرة الوصام (عربی، قلمی)

وصال: علم وحکمت کے گوہر، مجسم فیض، علامہ ابوالفیض غلام عمر جتوئی نے ۱۲۰ سال کی عمر مبارکہ میں ۲۹، ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں واصل باللہ ہوئے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، روشن صبح)

قاضی محمد ابراہیم صاحب (شہدادکوٹ) نے اساتذہ کے سلسلہ کی نظم کہی اس نظم میں آپ کے لئے فرماتے ہیں:

خواند آں فاضل غلام عمر
سونوی صدر مفتیان دھر

(فتاویٰ قاسمیہ)

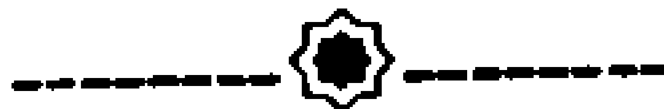
مولوی محمد صادق رانی پوری نے قطعہ تاریخ وصال کہا ہے، اس کے اشعار درج ذیل ہیں:

آہ! علامہ زماں و زمین
خادم شرع دین پیغمبر
وائے آں آفتاب علم و عمل
ہادی و شیخ ما غلام عمر
سال نقلش ز درد "صادق" گفت
"عدن شد جائے فاضل رہبر"

۱۳۵۳ھ

(ماہانہ توحید جون ۱۹۳۴ء۔ شریعت (سندھی) سوانح نمبر)

نوٹ: پروفیسر رحمت اللہ ابڑو صاحب نے آپ کی سوانح مع خدمات جلیلہ پر مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔



حضرت علامہ مفتی غلام محمد مہیسر

حضرت علامہ خلیفہ غلام محمد بن آخوند میاں عبدالکریم مہیسر گوٹھ کمال دیرو (تحصیل گمبٹ ضلع خیر پور میرس) میں ۱۲۴۸ھ کو تولد ہوئے۔ آپ کے دادا جان مولانا فقیر محمد مہیسر بھی اپنے وقت کی علمی شخصیت اور بہترین خوش نویس تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ کے مکتب میں حاصل ہے۔ سات سال کی صغیر سنی عمر میں آپ کے والد نے پنہواری (تحصیل پنو عاقل ضلع سکھر) میں حضرت مولانا عبدالقادر پنہواری انڈھڑ (وفات ۱۳۲۸ھ) کے مدرسہ میں داخل کروایا۔ (مولانا عبدالقادر اندھڑ، علامۃ الزمان، جامع شریعت وطریقت علامہ خلیفہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہمایون شریف کے شاگرد رشید تھے) جہاں آٹھ سال دینی نصابی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ والدین کے پاس واپس آئے لیکن فقط ایک رات قیام کے بعد دوسرے روز والد صاحب نے اعلیٰ تعلیم کیلئے سندھ کی نامور دینی درسگاہ جو کہ شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ) میں واقع تھی وہاں داخل کروایا۔ جہاں غوث زمان، استاد الاساتذہ، مخزن برکات، جامع الفیوضات مفتی اعظم ہندوسندھ خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں رہ کر فقہ، تصوف، میراث اور فتاویٰ نویسی جیسے علوم وفنون میں مہارت اور کمال حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

ابتداء میں کھہڑا شہر کے مخدوم پیر محمد عباسی سے بھی کچھ اسباق پڑھے۔

(خیر پور کے میروں کا ادب، سیاست اور ثقافت میں حصہ، ص ۳۹۳، از: ڈاکٹر عطا محمد حامی مرحوم)

بیعت وخلافت: مولانا غلام محمد نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے استاد محترم حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر ذکر واذکار روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی اور سلوک طے کر کے مقام ومرتبہ پایا۔ اس کے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب، عمدۃ العارفین حضرت مولانا غلام حیدر قادری قدس سرہ (خانقاہ کٹبار شریف بلوچستان) کے مرید وخلیفہ تھے۔ (شجرہ کے لئے دیکھئے حالات علامہ محمد یعقوب ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ)

درس وتدریس: بعد فراغت درس وتدریس، فتاویٰ نویسی اور وعظ ونصیحت میں مصروف رہے۔ سب سے پہلے اپنے گوٹھ کمال دیرو سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد مخدوم دین محمد کی دعوت پر درگاہ مخادیم کھہڑا پر ۹ سال کا عرصہ درس دیا۔

(سوانح حیات مولانا غلام محمد مہیسر قلمی محررہ ۱۹۶۸ء، از: مولانا عنایت اللہ مہیسر (یہ رسالہ آج کل گم ہے)۔ بحوالہ ڈاکٹر حامی مرحوم)

اس کے بعد لاڑکانہ سے متصل گوٹھ سنہڑی (غالباً حضرت مولانا حافظ محمد کامل کے مدرسہ میں)

میں کافی عرصہ درس و تدریس سے وابستہ رہے۔اس کے بعد آخری ایام میں اپنے گوٹھ واپس آئے اور وہیں تدریسی و تحریری کام کیا۔

تلامذہ: آپ کے کثیر تلامذہ میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- حضرت علامہ مخدوم اللہ بخش عباسی ساکن درگاہ مخادیم کھہڑا تحصیل گمبٹ

2- مولانا حکیم جان محمد عباسی ساکن سنہڑی (جد امجد مولوی جان محمد عباسی وہابی، نائب امیر جماعت اسلامی)

3- حضرت علامہ سید شہاب الدین شاہ لکیاری ساکن ہالانی تحصیل کنڈیارو

4- مولانا عبداللطیف رتڑ (والد مولوی نور محمد غفاری درگاہ نور پور)

5- مولانا میاں عبدالمالک ناریجو ضلع خیر پور میرس

6- مولانا عبدالحق ناریجو

7- مولانا خدا بخش نزد روہڑی

(۸) مولانا نبی بخش

9- مولانا پیر محمد ساکن فرید آباد

10- مولانا عبیداللہ مہیسر گوٹھ کمال ڈیرو (نواسہ مولانا غلام محمد مہیسر)

11- مولانا خدا بخش ناریجو

12- مولانا عبدالحکیم کلہوڑو گوٹھ سنہڑی

شادی و اولاد: آپ کی شادی کے ضمن میں ایک واقعہ آپ کے استاد محترم کی سوانح میں منقول ہے کہ، ایک مرتبہ حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ نے اپنے خلیفہ مولانا غلام محمد مہیسر کمال ڈیرے والے سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری منگنی ہوگئی ہے؟

خلیفہ صاحب، خوش طبع انسان تھے جواب میں عرض کیا: حضور آپ کا شاگرد ہو اور شادی نصیب ہو، یہ کہاں لکھا ہے۔اس پر حضرت خواجہ صاحب نے (جلال میں آکر) فرمایا: غلام محمد کل رات تمہاری شادی ہے، اس لئے فوراً اپنے گھر چلے جاؤ۔

خلیفہ صاحب گھر پہنچے تو عجیب منظر تھا ان کے چچا انہیں کے انتظار میں تھے۔اور کہا: بیٹا غلام محمد! میری بیٹی بالغ ہوگئی ہے ہم نے کپڑے پہلے سے سلوا کر تیاری کر لی ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔ جاؤ انتظام کرو اور آج رات اپنا نکاح پڑھاؤ۔

اس طرح حضرت خواجہ صاحب کی کرامت ظہور پذیر ہوئی اور اسی رات مولانا غلام محمد کی شادی ہوگئی۔(تجلیات صدیقیہ ص ۲۰ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۷۵ء)

آپ کو اس بیوی کے بطن سے سات بیٹیاں اور ایک بیٹا مولانا میاں عنایت اللہ مہیسر تولد ہوئے۔

مولانا عنایت اللہ بہترین عالم دین تھے، انہوں نے اپنے والد گرامی قدر کی سوانح و خدمات پر کتاب لکھی جو کہ ابتک شائع نہ ہوسکی بلکہ ضائع ہوگئی۔ بعد میں مولانا بھی انتقال کر گئے ان کے بیٹے

میاں شفیق احمد مہیسر سرکاری ملازم ہیں اور اہم عہدے پر فائز ہیں اور دین کا درد رکھتے ہیں اور اپنے جدامجد کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب فرمائے۔ آمین

کتب خانہ: مولانا کی کتب دوستی ضرب المثل تھی، کتابوں کو جمع کرنا ان کا عظیم مشغلہ تھا، ویسے بھی عالم اور کتاب کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ آپ نے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، تصوف، شرح حدیث، فتاویٰ، فقہ حنفی، عقائد، اصول حدیث، اصول فقہ، اس کے علاوہ درسی کتب کا عظیم ذخیرہ جمع کیا تھا۔

عادات وخصائل: مولانا غلام محمد جلیل القدر عالم وصوفی باصفا تھے لیکن عالمانہ جاہ وجلال سے کوسوں دور تھے۔ سادہ طبیعت، اوڑھنا بچھونا سادہ، تواضع وانکساری نمایاں تھیں۔ درویشی وفقیری کا مجموعہ تھے۔ کھانا اکثر مٹی کے برتن میں تناول فرماتے تھے۔ اخلاق واخلاص کے پیکر، مہمان نواز۔ مولانا کی مجلس میں دنیوی گفتگو نہ ہوتی تھی ذکر خدا وعشق مصطفیٰ اور فکر آخرت سے سرشار گفتگو ہوا کرتی تھی۔ آپ کی مجلس میں قال وحال دونوں کی سرمستیاں ہوتی تھیں۔ ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق مولانا کی مجلس سے استفادہ کرتا تھا۔

آپ مذہباً حنفی، مشرباً قادری تھے۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے، کافی تعداد میں امیر وغریب ان کے مرید ومعتقد تھے۔

آپ کی سخاوت اور علم پروری کا یہ عالم تھا کہ جو طالب علم آپ کے پاس فارغ التحصیل ہوتا آپ انہیں کتابوں کی گھڑی تحفۃً عطا فرما کر ارشاد فرماتے: اب تک نصابی کتب کی تکمیل ہوئی ہے۔ لیکن اب آپ نے عمل کی دنیا میں قدم رکھا ہے خود بھی عمل کریں دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کی دعوت دیں بلکہ اعمال صالحہ کا نمونہ بن کر دکھائیں۔ کتاب بہترین دوست ہے، مطالعہ وتدریس کو جاری رکھیں، یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے"۔

مولانا متوکل، تارک دنیا صوفی کے ساتھ حق گو اور جرأت مند عالم دین تھے۔ خواہ مخواہ کسی سے نہیں الجھتے تھے۔ بحث مباحثہ ان کی عادت نہیں تھی۔ اگر کسی کو شریعت مطہرہ کے خلاف، مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے خلاف بات کرتے ہوئے سنتے تو انہیں دلائل وبراہین سے بات سمجھانا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں اگر خیرپور ریاست کے حکمران میر صاحبان سے بھی کوئی بات سنتے تو بروقت اس کا جواب مرحمت فرما کر اہل سنت وجماعت کی نمائندگی وترجمانی فرماتے تھے۔ میر صاحبان ٹالپر شیعہ نواز تھے۔ آپ ان کی غیر شرعی کاروائیوں کا بروقت نوٹس لیتے، پس وپیش اور خاموشی سے کام نہیں لیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "ایسے وقت خاموشی کا کردار ادا کرنا ایک عالم دین سے ممکن نہیں ہے"۔

آپ نے اپنے معاصر مشہور وہابی تاج محمود امروٹی کے باطل نظریات کا بھی بروقت نوٹس لیا اور

اس کے رد شدید میں فتاویٰ اور رسائل تحریر فرمائے۔

حضرت مولانا ایک قلمی قرآن پاک (حمائل) اور درود شریف کے موضوع پر وظائف کی کتاب "دلائل الخیرات" ہمیشہ سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ آپ دلائل الخیرات کے عامل اور زبان مبارک پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کا ورد جاری رہتا تھا۔ یعنی مولانا کی زندگی سراپا نصیحت اور پیغام تھی۔

رجبی شریف: امام العافین غوث العالمین حضرت شیخ کبیر خواجہ سید محمد راشد پیر صاحب روضے دھنی رضی اللہ عنہ کے دربار مقدس "راشدیہ پیراں پگارہ" پیر صاحب جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس) پر عرصہ دراز سے حضور پر نور سید عالم ﷺ کے معراج شریف کی نسبت سے ۲۷ رجب المرجب (شب معراج) کا پروگرام نہایت عقیدت و احترام سے آج تک انعقاد پذیر ہوتا ہے۔

مولانا غلام محمد کے وقت میں دربار مقدس کے سجادہ نشین حضرت قدسی صفحات، شمس العلماء الربانین حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف پیر صاحب کوٹ دھنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت بھی رجبی شریف کو اسی آب و تاب سے منعقد فرماتے تھے۔ اور سندھ بھر کے نامور علماء اہل سنت و مشائخ طریقت کو مدعو کرتے تھے۔

علامہ عبدالغفور ہمایونی، علامہ غلام صدیق شہدا کوٹی، علامہ مفتی محمد سعد اللہ انصاری، علامہ حسن اللہ صدیقی، علامہ مخدوم اللہ بخش عباسی، علامہ میر علی نواز علوی، علامہ بہاؤ الدین بھائی پٹانی، علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹکھروائی، علامہ محمد فاضل شاہ حیدر آبادی، علامہ مفتی عبدالحق راؤتسر، علامہ سید شہاب الدین لکیاری، علامہ مخدوم بصر الدین سیوہانی، علامہ عبداللہ نوناری، علامہ خادم حسین جتوئی، علامہ قمر الدین انڈھڑ، علامہ نذر محمد اندھڑ بھنگ، علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی، علامہ قمر الدین مہیسر، علامہ سید محسن علی شاہ بخاری، مولانا محمد سلیمان واعظ، علامہ محمد ہاشم انصاری نوابشاہی، علامہ سید میران شاہ لکیاری، مخدوم محمد شفیع صدیقی، علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی، علامہ عبدالرحمٰن سکھر والے، حضرت میاں جامی سہروردی، علامہ محمد ابراہیم سرحدی، علامہ عبدالقادر اندھڑ، مفتی محمد ہاشم، مفتی محمد قاسم، مفتی محمد ابراہیم یاسینی، مفتی محمد فاضل درخانی، علامہ محمد عمر دین پوری (مستونگ)، حضرت میاں غلام حیدر قادری کٹبار شریف، حضرت میاں محمد حسن، حضرت علامہ گل حسن کٹبار شریف، مولانا میاں عبدالغفار مہر، علامہ عبدالحلیم کنڈوی، علامہ محمد یعقوب ہمایونی اور دیگر علماء اہل سنت کی طرح علامہ غلام محمد مہیسر بھی نہایت عقیدت و احترام سے ہر سال دربار مقدس پر رجبی شریف کے موقعہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیفہ غلام محمد مہیسر نے طویل عمر پائی، انتقال سے قبل اہل خانہ کو آخرت کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد ۱۰، شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء کو ۱۱۳ سال کی عمر میں وصال کیا۔ وصال سے لے کر دفن تک مولانا کے دل کی حرکت جاری تھی جسے زائرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یعنی جنہوں نے دل کو دنیا میں زندہ رکھا ہے ان کا دل انتقال کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے۔ آپ کا مزار کمال ڈیرو میں مرجع خلائق ہے اور سالانہ عرس مبارک کی روح پرور محفل منعقد ہوتی ہے۔

وصال:

[حوالاجات کے علاوہ مواد میاں شفیق احمد مہیسر صاحب (حیدرآباد) نے عنایت فرمایا فقیر مشکور ہے]

علامہ مخدوم غلام محمد بُگائی

جید عالم دین، بلند پایہ شاعر، عاشق رسول ﷺ حضرت علامہ مخدوم غلام محمد گوٹھ بگا تحصیل مورو ضلع نوابشاہ میں تولد ہوئے۔ مخدوم غلام محمد نے میاں نور محمد کلہوڑو کا دور حکومت (۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء تا ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء) پایا۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکا، لیکن اندازا ہے کہ آپ بارہویں صدی کے ابتدائی دور میں تولد ہوئے ہوں گے۔ میاں نور محمد کلہوڑو کے دور میں حضرت مخدوم غلام محمد نے نامور بزرگ ملک العلماء حضرت علامہ مخدوم عبدالرحمٰن شہید (درگاہ مخادیم کھہڑا ضلع خیرپور میرس) کے سانحہ پر ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء کو سندھی نظم میں واقعہ شہادت کو قلمبند کیا جس میں نور محمد کلہوڑو حاکم سندھ کی مذمت کی ہے۔ (مہران میگزین مورو)

مخدوم امیر احمد عباسی رقمطراز ہیں: مخدوم غلام محمد، مخدوم عبدالرحمٰن کے ہمعصر، ولی کامل، مداح رسول ﷺ تھے، انہوں نے واقعہ شہادت کو آزاد نظم (Blank verse) میں تحریر کیا، اس کے آخر میں نور محمد حاکم سندھ کی کھلے الفاظ میں مذمت کی اور بروز جمعہ میاں نور محمد کی مسجد شریف میں جا کر نماز جمعہ کے موقعہ پر جان ہتھیلی پر رکھ کر ممبر پر چڑھ کر ظالم حاکم کے سامنے اس کی مذمت کر کے حق کا بول بالا کیا اور ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ (مہران سوانح نمبر)

مخدوم غلام محمد کے ان تاریخی منظوم سندھی اشعار کو نامور محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے "سندھی لوک ادب" کے کتابی سلسلہ کے موضوع "واقعاتی بیت" (مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو) میں محفوظ کیا ہے۔ مخدوم غلام محمد اپنے وقت کے نامور عالم دین اور سندھی زبان کے نعت گو شاعر تھے۔ آپ کے مولود، مداح، نعت وغیرہ آج بھی سندھ بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ ڈاکٹر بلوچ نے لوک ادب کے کتابی سلسلہ کے موضوع "مولود" میں آپ کے مولود شریف (نعت) درج کئے ہیں۔

ابھی تک یہی معلوم ہوا ہے کہ مخدوم غلام محمد پہلے سندھی عالم ہیں جنہوں نے "قصیدہ بردہ شریف" کا منظوم سندھی ترجمہ و شرح ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء میں تحریر فرمایا۔

مرحوم پروفیسر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے اسی قصیدہ منظوم کے قلمی نسخوں پر کام کیا اور ایک صحیح نسخہ تیار کیا۔ مشکل الفاظ کی موجودہ سندھی میں معنی لکھ کر آسانیاں پیدا کی اور ۱۹۹۰ء میں اپنے مقدمہ کے ساتھ اپنے ادارہ سندھی ادبی اکیڈمی لاڑکانہ سے پہلی بار اس نایاب نسخہ کو شائع کیا۔

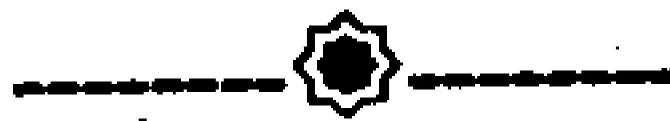
مجلہ الرحیم (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد) کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مخدوم غلام محمد،

بیعت: سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان صدیقی علیہ الرحمہ (بانی درگاہ لواری شریف) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

ہمعصر: حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی، حضرت پیر سید محمد بقاشاہ شہید لکیاری، خواجہ محمد زمان صدیقی لواری، مخدوم عبدالرحمٰن عباسی شہید وغیرہ بزرگ و مشاہیر اہل سنت آپ کے ہمعصر ہیں۔

وصال: حضرت عارف باللہ مخدوم غلام محمد بگائی نے ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء کے بعد نامعلوم سن میں وصال کیا۔ آپ کی ولادت و وفات کی صحیح تاریخ، سندھ کی تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ آپ کی مزار شریف شاہ پور جہانیہ (ضلع نواب شاہ) کے نزد محمود شاہ قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

(ماخوذ: کتاب قصیدہ بردہ، مطبوعہ لاڑکانہ۔ مہران میگزین مورو، ۲۰۰۰ء)



حضرت مخدوم غلام محمد ملکانی قدس سرہ

پیر طریقت، عاشق مصطفیٰ، حضرت مولانا غلام محمد ملکانی کی ولادت باسعادت بلوچ قبیلہ کی شاخ ملکانی خاندان کی آغوش میں ۱۴، رمضان المبارک ۱۲۷۶ھ میں درگاہ ملکانی شریف (ضلع دادو) میں ہوئی۔ والد صاحب نے غلام محمد اور والدہ صاحبہ نے غلام احمد نام تجویز فرمایا۔

تعلیم و تربیت: ابتدا میں حضرت مخدوم جنید رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے آخوند عبدالکریم کے مکتب میں قرآن کریم ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد ایک دوسرے گوٹھ میں "بہار دانش" اور "انوار سہیلی" تک فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دادو کے پرائمری اسکول میں سندھی کی سات جماعت (فائنل) کی تکمیل فرمائی۔

اس کے بعد دینی مدارس کی جانب رخ کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا محمد حسن قریشی کے حیدرآباد والے مدرسہ میں داخلہ لیا اور پچیس برس کی عمر میں ۱۳۰۲ھ میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

علامہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس درس نظامی کی تکمیل کی ان کے علاوہ دیگر نامور اکابر علماء سے استفادہ کیا ان میں دو نام قابل ذکر ہیں:

1- مخدوم ملت، استاد الاساتذہ، علامۃ الزمان، بحر العلوم، مخدوم حسن اللہ صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

2- استاد العلماء حضرت علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی رحمۃ اللہ علیہ (تحصیل میہڑ)

درس و تدریس: تحصیل علم کے بعد آپ نے کم و بیش چالیس سال درس و تدریس تصنیف و تالیف اور فرقہ باطلہ وہابیہ وغیرہ کی تردید کا سلسلہ جاری رکھا۔ اسی دور میں کئی علماء نے فیض پایا۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت میں تبدیلی آئی، روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے، معرفت کی پیاس شدت سے محسوس ہوئی۔ اسی طلب و جستجو میں سندھ و بیرون سندھ، حجاز مقدس، بغداد شریف، پنجاب، ہندوستان وغیرہ ممالک کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں اولیاء اللہ کا حضور نصیب ہوا ان کی صحبت سراپا فیض سے مستفیض ہوئے۔

بیعت و خلافت: ۱۳۰۷ھ میں حجاز مقدس و عراق معلیٰ کا سفر کیا۔ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی پیران پیر دستگیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دربار عالیہ قادریہ میں کئی روز تک فیض یاب ہوتے رہے۔ خانقاہ قادریہ کے سجادہ نشین قطب زمان حضرت پیر سید مصطفیٰ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ مرشد کریم کی صحبت میں رہ کر سلوک طے کیا اور آخر خلافت سے نوازے گئے۔

اس کے بعد حجاز مقدس کا سفر کیا اور بقیہ زندگی نور مجسم، ہادی عالم، شفیع اعظم، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر مدینہ منورہ میں گذارنے کا تہیہ کیا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سال مدینہ منورہ میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ اس عرصے میں کبھی کبھار مکہ معظمہ بھی جاتے تھے۔ جہاں نامور عالم دین حضرت علامہ مفتی سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ) اور مکہ معظمہ کی مشہور دینی درسگاہ "مدرسہ صولتیہ" کے بانی و شیخ الحدیث مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کرتے۔

سید عابد حسین شاہ صاحب رقمطراز ہیں: علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی اور مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں علماء، مکہ مکرمہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اکابر علماء کی بڑی تعداد نے ان سے تعلیم پائی ہے۔ (فاضل بریلوی اور علماء مکہ، مطبوعہ کراچی)

حج کے دوران شام کے محدث علامہ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ ۱۳۱۹ھ کو ہندوستان کا سفر کیا، سرہند شریف میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر

حاضری کی سعادت حاصل کی ان کے علاوہ بھی کئی خانقاہوں پر حاضری دی۔

۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں پنجاب کا سفر کیا، ملتان شریف تشریف لے گئے جہاں سید القراء حضرت حافظ عبدالحکیم کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور چھ ماہ کے مختصر و قلیل عرصے میں قرآن پاک تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ اس کے بعد وطن واپس ہوئے۔ آپ کو طریقت کے چاروں سلاسل (قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی) میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید مصطفیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی۔

اس سے قبل ۱۳۱۵ھ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو سائیں داد) سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت حاصل کی۔

حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد آپ نے باطنی اشارے پر حضرت خواجہ ولی محمد کاتیاروی رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ ملا کاتیار ضلع حیدرآباد) کے حلقہ میں شامل ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں تکمیل و خلافت پائی۔

پیر طریقت حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی قدس سرہ (دربار موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری، اسلام آباد) سے بھی نقشبندیہ سلسلہ میں خلافت ملی۔

قطب زمان، عالم ربانی، فاتح قادیانیت حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ جیلانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ گولڑہ شریف، اسلام آباد) کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر سلسلہ چشتیہ میں خلافت حاصل کی۔

چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی لیکن آپ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت لیتے تھے اور اسی سلسلہ کو پھیلایا۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- استاد العلماء علامہ مولانا سید امیر محمد شاہ الحسینی۔ امینانی شریف
- مولانا حاجی عبدالرحیم لغاری (مورو) سابق معلم فقہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی
- مولانا محمد کامل
- مولانا محمد حسن گوٹھ سیال
- مولانا عبدالخالق
- مولانا محمد صاحب گوٹھ مڈھ
- مولانا خان محمد جوہی
- مولانا عبداللطیف

خلفاء:

- حضرت مولانا فقیر محمد نقشبندی — درگاہ ویہڑ شریف ضلع دادو
- حضرت مولانا حافظ محمد صالح — درگاہ کرم پور شریف
- حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف "یمشی" — ضلع نوابشاہ

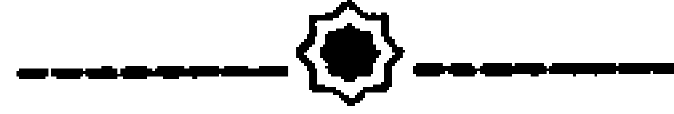
- حضرت مولانا شیر محمد — اوباوڑو ضلع گھونکی
- حضرت مولانا عبدالہادی بوبکائی — بوبک ضلع دادو تحصیل سیوہن
- حضرت مولانا الحاج محمد موسیٰ — ضلع دادو
- حضرت مولانا امیر محمد پسند خان مینگل
- حضرت مولانا سید خیر شاہ — ضلع دادو

- فتاویٰ ملکانی۔ مرتبہ: احمد مجتبیٰ غالب ملکانی (قلمی)

تصانیف:
- سبیل الرشاد
- التاریق عبدالله فی جواز یارسول الله
- المنح الملك الجليل فی جواز القيام والمعانقة والتقبيل
- زجر الغوى البليد فی تحقيق وجوب التقليد
- السيف القهری علیٰ عنق النوشهری (مولوی فیض الکریم (نوشہرو فیروز) غیر مقلد کے رد میں)
- تنقيح المقاصد شرح ایسا غوجی
- حسن الخطاب اولیاء کرام کے مزارات پر گنبد تعمیر کرنے کے جواز میں
- ترويج الجنان المنصفين فی الره علی بعض فضلاء المفرطين (مولوی عبدالرحیم پچھی غیر مقلد (ڈیپلائی) کے رد میں)
- القول الحسان (مولوی نظام الدین بہاولپوری کے رسالہ عجالہ نافعہ کارد)
- زجر الفضيح من ارتكاب القبيح (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں)
- اظهار الارشاد (خطبات ۴ جلد)
- الايضاح لما اشتبه على الملاح (مولانا محمد ہاشم نوابشاہی کی تحریر کے متعلق)
- فتح الاحد فی تحقيق اللحد
- فتح الخلاق فی الرد علیٰ عبدالرزاق (مولانا عبدالرزاق بوبکائی کے رد میں)
- ايقاظ الناس الغبی فی عدم ايقاع طلاق الصبی
- ذلاقة الكبيره فی تحقيق نكاح الصغيره
- نتيجة الافكار والمحن فی الرد علی المفتی الماجن (میاں شیخ محمد بختار پوری کے رد میں)
- تحفة العارفين الصوفيه

وصال: مولانا مخدوم غلام محمد ملکانی نے ۲۲، جمادی الاخر ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۲، ستمبر ۱۹۳۵ء بروز اتوار ۷۸ سال کی عمر میں اس دار ناپائیدار سے ہمیشہ کے لئے افق زمین میں غروب ہو گئے۔

(ماخوذ: انوار احمدیہ، مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء، شہاب الثاقب)



استاد العلماء حضرت علامہ غلام حسین ولیدائی

درمیانہ قد، بھرا ہوا مضبوط جسم، منہ گول، بڑی بڑی آنکھیں، گندمی رنگ، چہرہ نورانی سر پر ہمیشہ دوانچ تک گھنگریالے بال، شلوار، کبھی تہبند، سر پر سفید ٹوپی، باہر جاتے اور نماز کے وقت عمامہ شریف سر پر سجاتے، ہمیشہ سادہ اور سفید کپڑے کا لباس، جیسی فطرت میں سادگی ویسی کھانے پینے اور اوڑھنے میں سادگی، اخلاق میں پاکیزگی، مہمان نوازی میں دریا دل، عمل میں تقویٰ، فالتو بحث اور لڑائی جھگڑے سے دور، ذہین، تیز حافظہ، گفتگو میں آہستگی، ٹھہراؤ شائستگی، آخری عمر میں اونچا سننا، کچھ دانت سالم، آخر عمر تک بغیر چشمہ کے لکھنا اور پڑھنا، فارسی میں کم طبع آزمائی، اعلیٰ مدرس، بڑے لکھاری، بزرگ اور عاشق حبیب کریم ﷺ ان اوصاف کے مالک ہیں حضرت استاد العلماء علامہ غلام حسین ولیدائی۔ جنہوں نے ۱۸۹۳ء میں اپنے والد حضرت مولانا محمد یوسف عباسی کے گھر میں آنکھ کھولی۔

تعلیم و تربیت: ولید نامی گوٹھ (جو کہ اب لاڑکانہ شہر کا محلہ ہے) میں مولانا محمد یوسف عباسی نے دانش اور دانائی کا مکتب قائم کیا تھا جس کی آگاہی اور روشنی نے آپ کے پیارے صاحبزادے غلام حسین ولیدائی کو رنگ میں رنگ دیا۔

جولائی ۱۸۹۸ء میں ولید گاؤں میں پرائمری اسکول کھل گیا، جہاں پر آپ کو چھ سال کی عمر میں اگست ۱۸۹۹ء میں سندھی بچوں کی کلاس میں داخلہ ملا، پرائمری تعلیم مکمل کر کے ولید پرائمری اسکول سے فارغ ہوئے۔ ابتدائی فارسی کی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی بقیہ فارسی کی تعلیم مولانا محمد بچل عباسی سے قدیم عیدگاہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد درس نظامی کی تکمیل رتوڈیرو، گڑھی یاسین، نورنگ واہ، اور سنہری کے دینی مدارس میں حاصل کی۔

دستار فضیلت نورنگ واہ (ضلع لاڑکانہ) کے مدرسہ میں ۱۶، اکتوبر ۱۹۱۹ء میں حاصل کی، اس کے بعد سنہری گوٹھ کے مدرسہ میں ایک سال مختلف علوم کا دورہ پڑھا۔

آپ کے اساتذہ کرام کے اسماء گرامی:

۞ مولانا محمد یوسف عباسی (آپ کے والد)

- مولانا حکیم محمد بچل عباسی (مدرس مدرسہ قدیم عیدگاہ موجودہ جامع مسجد قاسمیہ لاڑکانہ)
حکیم صاحب حضرت خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور اس درسگاہ میں ۱۹۳۷ء میں انتقال کیا۔
- مولانا عبداللہ نوناری (رتوڈیرو) یہ مولانا بھی شہدادکوٹ کے مدرسہ کے فاضل تھے۔
- حضرت مولانا مفتی محمد قاسم یاسینی مدرسہ ہاشمیہ گڑھی یاسین
- مولانا میر محمد نورنگی نورنگ واہ، قمبر علی خان، ضلع لاڑکانہ
- مولانا حافظ محمد کامل قادری گوٹھ سنہڑی متصل لاڑکانہ

درس وتدریس: گوٹھ سنہڑی کے مدرسہ سے دورہ حدیث کرنے کے بعد ولید آ کر اپنے والد صاحب کے مدرسہ کو وسعت دی۔ ۱۹۲۱ء سے پڑھانے کا عمل جاری وساری رکھا۔ ۱۹۳۱ء میں مدرسہ ہاشمیہ گڑھی یاسین مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے، جہاں پر چھ سال تک علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔ ۱۹۳۷ء کو ولید مدرسہ واپس آئے۔

درس وتدریس کے دوران ۱۹۴۰ء تا ۱۹۵۰ء تک جو شاگرد تیار ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

تلامذہ:
- مولوی سید عبدالفتاح شاہ (ولید) ولد مولوی محمد صالح شاہ بخاری آریجوی گوٹھ آریجا متصل لاڑکانہ۔
- مولوی عطا محمد عباسی (آپ کے صاحبزادے وفات ۱۹۶۱ء)
- ڈاکٹر مدد علی قادری سابق صدر شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی جام شورو
- پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالہادی سرہیہ

مولانا غلام حسین ولیدائی درس وتدریس تصنیف وتالیف کے ساتھ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۴ء تک مرتضی مسجد سرہیہ محلہ میں ظہر تا عصر درس حدیث دیا۔ یہاں بعض علماء نے استفادہ کیا، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولوی دریا خاں مکرانی
- مولوی امام بخش جتوئی
- مولوی شبیر احمد
- مولوی عبدالکریم پنجابی ڈیرہ غازی خان (پنجاب)
- مولانا محمد اسحاق جتوئی مرحوم (متوفی ۲۳ رمضان ۱۴۱۹ھ) سابق عربی کے استاد گورنمنٹ میونسپل ہائی اسکول لاڑکانہ

❁ مولانا امیر بخش چنہ طوطی سندھ لاڑکانہ حال خطیب میہڑ

تصنیف و تالیف: مولانا غلام حسین ولیدائی اپنے دور میں سندھ کے واحد عالم دین نظر آتے ہیں جو اپنی فاضلانہ، دانشورانہ کاوشوں سے عام سندھی مسلمانوں اور طلباء کی رہنمائی و بھلائی کی خاطر دین کی پیچیدہ باتوں اور فقہی مسائل کو سمجھنے سمجھانے کے لئے عربی اور فارسی نصاب (درس نظامی) کو سندھی زبان کا رنگ دیا۔ اس طرح فارسی اور عربی الفاظ کو سندھی زبان کا سلیقہ بخش دیا۔ مولانا صاحب نے رات دن کی محنت شاقہ سے یہ عظیم کارنامہ تن تنہا سرانجام دیا۔ ایک طرف نصابی علوم کو سندھی میں لانے کی وجہ سے دین کو عام کرنے کی سخاوت کی اور دوسری طرف سندھی علم وادب کی لازوال خدمت سرانجام دی۔ اس کے لئے آپ کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ وہ نصابی کتب جن کا ترجمہ کیا گیا وہ کل ۹۸ کتب ہوں گی۔ اس کے علاوہ سندھ کے جدا جدا کتب خانوں سے مشہور علماء و فضلاء کے قلمی نسخے عربی، فارسی، سندھی اور اردو زبان میں جہاں بھی پائے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنادیئے وہ نسخے ۱۵۶ تھے۔

کتب خانہ: آپ کی لائبریری میں مندرجہ ذیل کتب مطبوعہ تھی، وہ اس وقت سندھ یونیورسٹی جامشورو کے شعبہ سندھالاجی کی ملکیت میں ہیں:

❁ تفاسیر	۶۷	❁ حدیث واصول حدیث	۵۸
❁ فتاویٰ	۴۷	❁ فقہ واصول فقہ	۱۸۰
❁ صرف ونحو	۱۴۵	❁ میراث	۱۷
❁ حکمت وفلسفہ	۱۰۱	❁ معانی وبلاغت	۱۵
❁ تصوف، ادب، نصائح مواعظ	۱۷۲	❁ انشاء، مکتوبات، ملفوظات	۲۳
❁ سیرت، تاریخ، تذکرہ، سفرنامہ	۸۳	❁ لغات حساب اور جیومٹری	۱۴
❁ قرأت ووظائف	۱۰	❁ مناظرہ	۳۱
❁ مختلف کتب ورسائل	۳۰		

مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کے کتب خانہ کی وسعت معلوم کی جاسکتی ہے۔

آپ کے وصال کے وقت عمر ۷۵ سال تھی، شروع والے ۲۷ سال تعلیم وتربیت حاصل کرنے میں صرف کئے۔ ۳۹ سال پڑھانے اور لکھنے میں گذارے، بقیہ ۹ سال فقط لکھنے میں گذارے۔ ۶، دسمبر ۱۹۶۸ء/۱۳۸۸ھ کو انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ (مجلہ سوونیئر صد سالہ جشن پرائمری اسکول (سندھی) ولید لاڑکانہ ۱۹۹۸ء)

آپ کا مزار شریف ولید محلہ کی جامع مسجد مدرسہ منور الاسلام کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔

مولانا غلام محمد خانزئی

عالم، ادیب و عارف حضرت مولانا غلام محمد بن خان محمد خانزئی غالباً خان زئی خاندان بلوچوں کے بروہی قبیلہ کی شاخ ہے۔ آپ ایک اندازے کے مطابق ۱۲۵۰ھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: غلام محمد بڑے ذہین وذکی حافظہ کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم مسجد شریف کے مکتب سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم چوٹیاری کی مشہور دینی درسگاہ (تحصیل سانگھڑ) سے حاصل کی۔ مولانا غلام محمد پر جو سب سے زیادہ استاد مہربان تھے، وہ اس درسگاہ کے استاد مخدوم عبدالحکیم تھے جو کہ اپنے وقت کے بڑے عالم فاضل اور فقیہ تھے۔ انہوں نے ایک رسالہ "نجُوم الھدیٰ فی آخر الظُہر" تصنیف فرمایا۔ مولانا غلام محمد اسی درسگاہ سے درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت وخلافت: مولانا غلام محمد کا پورا خاندان، عارف باللہ، سلطان العارفین، غوث الزمان حضرت خواجہ سید محمد رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب بیعت دھنی قدس سرہ الاقدس (رحلت ۱۳۱۷ھ) کے حلقہ ارادت میں تھا۔ مولانا صاحب نے بھی دوران تعلیم حضرت پیر صاحب کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہو کر روحانی تعلیم وتربیت حاصل کی اور آگے جا کر سلوک طے کر کے روحانیت میں اعلیٰ مقام پایا۔

آپ کو اپنے پیرومرشد سے نہایت عقیدت ومحبت تھی اور اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے حضرت پیر صاحب کی شان میں منقبت کہی جو کہ "رسالو غلام محمد خان زئی" میں درج ہے۔

درس وتدریس: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب رقمطراز ہیں: "مولانا غلام محمد صاحب چوٹیاری کی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک عالم واستاد کی حیثیت سے درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ افسوس ہے کہ آپ کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے"۔

تصوف آپ کا پسندیدہ موضوع تھا آپ نے اپنے پیرومرشد سے تصوف کی اعلیٰ تعلیم و شاعری: تربیت حاصل کی تھی اس لئے تصوف میں گہری دسترس رکھتے تھے۔ تصوف کے باریک مسائل کو تفصیل وتشریح سے آسان بیان کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ عارف کامل، نامور صوفی شاعر حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی قادری قدس سرہ الاقدس کے عارفانہ کلام پر مشتمل "شاہ جو رسالو" کا گہری نظر سے نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اکثر کلام برزبان تھا۔ ان کی عارفانہ شخصیت سے بہت متاثر تھے، بہترین

شارح اور اسی انداز میں اپنا رسالہ ترتیب دیا جو کہ "رسالو غلام محمد خان زئی" کے نام سے ڈاکٹر بلوچ کے مقدمہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ اس طرح آپ "ثانی بھٹائی" ثابت ہوئے۔ آپ نے سندھی و فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی، سندھی میں شعر کافی اور نظم اور فارسی میں غزل کہے ہیں۔ اپنے شفیق استاد علامہ عبدالحکیم کے امر سے "مناصح المومنین" نامی کتاب منظوم تحریر فرمائی۔

تصنیف و تالیف: آپ نے انسانیت کی ہدایت اور آخرت کی فلاح و کامرانی کیلئے نثر و نظم میں کافی کتابیں تصنیف فرمائی، لیکن ناقدری، غفلت اور اپنوں کی لاپرواہی کے سبب اکثر قلمی کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں اور اسی طرح آپ کے تفصیلی حالات بھی نہ مل سکے۔ بعض کتابوں سے متعلق جو معلومات دستیاب ہوئی ہے وہ یوں ہے:

- رسالو غلام محمد خانزئی۔ یہ نظم میں ضخیم کتاب ہے جس میں عارفانہ و صوفیانہ کلام ہے، اس کے مطالعہ سے آپ کا "ثانی بھٹائی" ہونا درست ثابت ہوتا ہے۔
- مناصح المومنین۔ استاد محترم کی فرمائش پر مثنوی کے قالب میں ایک ضخیم کتاب سندھی نظم میں تیار کی جو کہ ۵۴۴ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔
- منہاج العاشقین۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے پہلے فارسی نثر میں تحریر فرمائی۔ مقدمہ میں حضرت پیر صاحب کے حکم کو یوں بیان کیا ہے:

"بموجب فرمودہ عظامی حضرت بابرکت جناب والا شان قدسی نشان فیاض زمان پیر صاحب ذی العلم اند کہ بیاں بموجب مقصورہ فہم خویش بقلم آوردہ شد......"

اور اختتام پر بتاریخ یوں درج کی ہے: "از دست غلام محمد مصنف این رسالہ بتاریخ ۲۱، ماہ محرم ۱۳۰۲ھ" بعد میں اس کتاب کا خود ہی سندھی میں ترجمہ کیا۔ اس میں "شاہ جو رسالو" اور دیگر صوفیانہ سندھی ابیات (اشعار) میں جو کردار مذکور ہیں ان کے متعلق تصوف کی روشنی میں تمثیلی معنی واضح کی اور ان ابیات میں انسان کے لئے جو راز پوشیدہ ہیں ان کو عیاں و واضح کیا۔

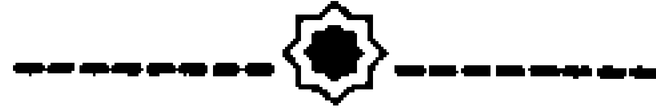
پروفیسر بشیر احمد شاد نے "عرفان لطیف" میں "منہاج العاشقین" سے کافی مدد لی ہے بلکہ رسالہ کو آسان کرکے عرفان لطیف میں شامل کیا ہے۔ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

ساہڑ سے مراد "مطلوب" سہنی سے مطلب "طالب" ہے۔ دم سے مراد "نفس امارہ" ہے۔ دریا سے مطلب "شریعت کی راہ" اور دو کناروں سے مراد دنیا و آخرت ہے۔

(منہاج العاشقین بحوالہ عرفان لطیف ص ۳۶)

وصال: حضرت مولانا غلام محمد خان زئی کا ایک اندازے کے مطابق ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۳۰ھ (۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۴ء) تک کسی سال میں انتقال ہوا۔ مزید معلومات معلوم نہ ہو سکیں ... ت و وصال کس گوٹھ میں ہوا مزار کس مقام پر ہے اور وصال کا یقینی سن کونسا ہے؟

[ماخوذ: رسالو غلام محمد خانزئی جو۔ تصحیح و مقدمہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مطبوعہ شاہ عبداللطیف، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز بھٹ شاہ، ۱۹۸۵ء]



حضرت مولانا پیر غلام مجدد سرہندی

ٹنڈو ٹیاری کے سرہندی مجددی بزرگ پیر غلام مجدد سرہندی جنہوں نے اپنے مجاہدانہ کردار کے ذریعہ اس سرزمین سندھ میں بے شمار روحانی، مذہبی، سماجی، علمی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۶، رجب المرجب ۱۳۰۰ھ بروز سوموار علی الصباح ضلع حیدرآباد کے ایک علاقہ ٹیاری میں ہوئی۔

سلسلہ نسب: آپ کے والد گرامی کا نام پیر عبدالحلیم مجددی تھا، آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تک اس طرح سے ہے۔

غلام مجدد بن عبدالحلیم بن عبدالرحیم بن خواجہ محمد ضیاء الحق بن خواجہ غلام نبی بن خواجہ غلام حسن بن خواجہ غلام محمد بن خواجہ غلام معصوم بن خواجہ محمد اسماعیل بن خواجہ محمد بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرہندی۔

تعلیم: چار سال کی عمر میں آپ کی رسم بسم اللہ آپ کے جد امجد خواجہ عبدالرحیم نے کرائی، قرآن پاک آپ نے قاری عبدالرحمٰن ٹھٹوی سے پڑھا، فارسی کی تعلیم جناب عزیز اللہ خان سلیمان خیل قندھاری سے اور عربی کی تعلیم علامہ محمد حسن اللہ صدیقی پاٹائی سے ٹیاری کی درگاہ شریف میں ہی حاصل کی، سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ آپ کے والد گرامی نے تین سو علماء کی موجودگی میں آپ کو دستار فضیلت عطا فرمائی۔ اسی (۸۰) علماء کے اجتماع میں آپ نے پہلی بار تقریر فرمائی جس کو سن کر علماء بھی عش عش کر اٹھے۔

سلسلہ طریقت: آپ کو اپنے جد امجد خواجہ عبدالرحیم سے شرف بیعت حاصل تھا، اور اجازت و خلافت اپنے والد گرامی خواجہ عبدالحلیم سے حاصل تھی آپ کا سلسلہ طریقت اور سلسلہ نسب ایک ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حاضری حرمین شریفین: اکیس سال کی عمر میں آپ کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی یہاں بے شمار روحانی فیوضات و برکات کے علاوہ آپ نے وہاں کے بلند پایہ محدثین مثلاً سید علی وتری اور حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی سے کتب حدیث پڑھیں اور سند حاصل کی۔

شوق کتب بینی: عمدہ عمدہ کتابوں کے مطالعہ کا آپ کو بہت شوق تھا، یہی شوق تھا جس کے باعث آپ نے مدینہ منورہ سے اسی ہزار روپے کی نایاب کتابیں خرید فرمائیں۔ آج بھی آپ کے صاحبزادے پیر غلام رسول مجددی کے کتب خانے میں آپ کی خریدی ہوئی نایاب کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے۔

فرنگیوں سے نفرت: آپ کو فرنگیوں اور انگریزوں سے اور ان کی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہم مجبوری کے علاوہ آپ کبھی کسی انگریز افسر سے نہیں ملے، جب کہ انگریزوں نے آپ کو رام کرنے کیلئے بڑی کوششیں کیں، کہیں آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا، کہیں کوئی اہم عہدہ دینے کی پیشکش کی کہیں، لنڈو ریلوے اسٹیشن کو آپ کے خاندان کے نام پر سرہندی آباد رکھنے کے لئے کہا، لیکن آپ نے سب پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔ تحریک خلافت کے دوران آپ بذریعہ ریل دورے پر جارہے تھے کہ راستہ میں انگریز کلکٹر مسٹر گبس نے آپ کو دیکھ کر آپ کے لئے شربت منگوایا لیکن آپ نے اس کا منگایا ہوا شربت پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں ضرور پیتا اس لئے کہ تم "ہمارے ترک بھائیوں کا خون پی رہے ہو" یہ سن کر انگریز کلکٹر کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ "شاید ان پر مذہبی جنون غالب آ گیا ہے"۔

اسی نفرت کی بناء پر آپ نے وہ تمام زمینیں واپس کر دیں جو لنڈو (ضلع نواب شاہ) اور سداوہ نہر پر لنگر خانہ کے لئے آپ کو ملی تھیں۔ اسی طرح بیس (۲۰) بندوقوں کا آل انڈیا لائسنس بھی واپس کر دیا۔ مگر بندوقیں انگریز حکومت کو نہیں دیں بلکہ ان کو زیر زمین دفن کر دیا۔

قید و بند: ترک موالات کی تحریک میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور سندھ کے چپہ چپہ پر جلسے کر کے انگریزوں کے مکر و فریب سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ کراچی کی عظیم کانفرنس میں انگریزوں کے خلاف جو فتویٰ صادر کیا گیا تھا اس میں علی برادران، مولانا نثار احمد کانپوری کے علاوہ چھٹے نمبر پر آپ کے دستخط بھی تھے۔ اس جرم کی پاداش میں خالق دینا ہال کراچی میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور آپ کو دو سال قید کی سزا سنائی گئی سزا سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ قید تو میرا ورثہ ہے کیوں کہ میں غلام مجدد ہوں اور اولادِ مجدد سے ہوں جن کو جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تھا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

" کاش! آج مجھ پر یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے وقت کے انگریز بادشاہ جارج پنجم کو قتل کیا ہے۔ اوراس کے خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوتے "۔

آپ نے بڑے تحمل سے یہ دوسال کا عرصہ جیل میں گزارا اوراس عرصہ میں قرآن پاک پورا حفظ کرلیا۔

صعوبتیں: آپ نے جیل میں بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں، سردی کی راتوں میں آپ کی کوٹھری کے اندر ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ تاکہ آپ ساری رات کھڑے ہوکر گزاریں اور نماز نہ پڑھ سکیں، بتیاں بند کردی جاتی تھیں تاکہ آپ تلاوت قرآن پاک نہ کرسکیں۔ ایک روز انگریز جیلر نے آپ کے اس تھیلے کو ٹھوکر ماردی جس میں آپ کا قرآن شریف رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر رگ فاروقی پھڑک اٹھی اور آپ نے ایک زوردار تھپڑ اس جیلر کے رسید کردیا جس پر جیل میں ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا آخرکار گورنر بمبئی خود آیا اوراس نے آپ کی تمام تکالیف اور روئے داد سننے کے بعد جیل کے عملے کو حکم دیا کہ آئندہ ایسی حرکتیں نہ کی جائیں اور آپ کو نماز پڑھنے تلاوت کرنے اور لوگوں سے ملنے کی پوری سہولتیں دی جائیں۔

سیاسی خدمات: تحریک ہجرت ہو یا تحریک خلافت، تحریک انجمن ہلال احمر ہو یا تحریک مسجد منزل گاہ، تحریک ترک موالات ہو یا تحریک پاکستان آپ نے ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ انجمن ہلال احمر کے لئے صرف ٹھیاری سے بارہ ہزار روپے چندہ جمع کروایا۔ انجمن خدام کعبہ کی تحریک کے لئے تمام سندھ سے ہزاروں روپے جمع کرکے بمبئی علی برادران کو بھجوایا آپ ایک عرصہ تک جمعیت علمائے ہند کے سرکردہ رہنمارہے لیکن جب علماء اہل سنت نے جمعیت سے استعفیٰ دیا تو آپ بھی مستعفی ہوگئے تھے۔ آپ نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا۔ ہندوؤں کے کچھ قرض آپ کے ذمہ تھے انہوں نے کہا کہ اگر آپ کانگریس میں شامل ہوجائیں تو ہم تمام قرضہ معاف کردیں گے ورنہ ڈگری جاری کروادیں گے اس کے جواب میں آپ نے اپنی زمین فروخت کرکے ان کے قرضے اتار دیئے مگر اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔

تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی آپ نے ہر طرح سے بھرپور مدد کی اوراس کی ترقی کے لئے بھرچونڈی شریف کے پیر میاں عبدالرحمٰن قادری اور عبدالرحیم شہید کے ہمراہ آپ نے پورے سندھ کا دورہ کیا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ "مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں؟" تو آپ نے فرمایا " ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا یہی شخص ہوا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کررہا ہے کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے"۔

جب مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی نے جمعیت علمائے ہند کے مقابلہ میں جمعیت علماء اسلام قائم کی تو آپ نے حیدرآباد (سندھ) میں اس کی شاخ قائم کی اور اس کے زیر اہتمام متعدد جلسے منعقد کیے۔

مذہبی خدمات: آپ نے اپنی ساری زندگی رشد و ہدایت اور تبلیغ میں گزاری ہر مذہبی تحریک میں آپ پیش پیش نظر آتے تھے۔ مسجد کانپور کا جھگڑا ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے تار دے کر آپ کو بلایا آپ فوراً کانپور پہنچے اور فیصلہ ہونے تک وہیں رہے اور ڈٹ کر حکومت وقت کا مقابلہ کیا۔ اسی طرح جب بھریا روڈ (سندھ) میں نہر کی کھدائی کے وقت مسجد کو شہید کیا جانے لگا تو آپ تن تنہا چارپائی ڈال کر مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور فرمایا کہ مسجد کو شہید کرنے کے لئے ہماری لاش پر سے گزرنا ہوگا پہلے ہمیں ختم کرو اس کے بعد مسجد شہید کرنا۔ آخر انگریز حکومت نے مجبور ہو کر مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور نہر کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

مسجد منزل گاہ کا تنازعہ ہوا تو وہاں بھی آپ اپنی مجاہدانہ شان کے ساتھ سب سے آگے نظر آئے تین سو تیرہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ جھنڈے تھامے ہوئے جب آپ وہاں پہنچے تو حکومت وقت کو وہاں بھی آپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں کو وہ مسجد حوالہ کرنے کا حکومت نے وعدہ کیا تب آپ واپس حیدرآباد آئے۔

حکومت نے آپ پر پابندیاں عائد کیں۔ پولیس کے پہرے بٹھائے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا شیر تمام راستہ کی حائل رکاوٹوں کو گراتا ہوا کراچی کی عیدگاہ اور سلاوٹ محلہ پہنچ گیا، عظیم جلسوں سے خطاب کیا اور ایس پی سے زبان بندی کا نوٹس لینے سے انکار کر دیا۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے آپ سخت مخالف تھے۔ ان کے خلاف سخت تقریر فرمایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کے مخالف ہو گئے۔

ایک جلسہ میں وہابیوں کی طرف سے آپ پر سخت پتھراؤ کیا گیا تمام جلسہ درہم برہم ہو گیا سب بھاگ گئے لیکن آپ کی استقامت اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ تن تنہا اسٹیج پر بیٹھے رہے اور ذرا سی بھی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں فرمایا۔ آخر آپ کو دیکھ کر پھر سب جمع ہو گئے اور جلسہ آخر تک چلا۔

حیدرآباد میں سب سے پہلے "سلاوٹ پارے سے عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس" کی ابتدا آپ ہی نے فرمائی۔ حیدرآباد شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد آزاد میدان کی بنیاد بھی حضرت مفتی محمد محمود الوری کے ساتھ مل کر آپ ہی نے رکھی اور اس کی پہلی کمیٹی کے سب سے پہلے صدر بھی آپ ہی تھے۔

تقویٰ: دعوت مشترک مال میں سے قبول نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ بیواؤں اور یتیموں کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے تاکہ ان پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔

بے نیازی: نواب حیدر آباد دکن نے آپ کے لئے -/1500 روپے کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے بذریعہ منی آرڈر بھجوایا لیکن آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا مجھ سے زیادہ غریب مستحق موجود ہیں یہ رقم ان کو دی جائے۔

اسی طرح مریدین آپ کو اپنی جائیدادیں پیش کرتے تھے آپ کو بطور ہدیہ دیتے تھے لیکن آپ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حاجی سیمان ہالیپوٹہ، حاجی رحیم داد، فقیر محمد عثمان بلالانی وغیرہ نے اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث اپنی کئی سو ایکڑ زمین اور جائیدادیں آپ کے نام کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ آپ کے اولاد نہیں لیکن عصبات اور ذوی الارحام، رشتہ دار آپ کے موجود ہیں جو آپ کے بعد آپ کی جائیداد کے وارث ہوں گے میں ان کا حق نہیں مارنا چاہتا۔ اسی طرح میر محمد بخش ولد میر امام بخش نے دو ہزار روپے سالانہ اور کچھ گندم وغیرہ آپ کے لئے وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ "دوسروں کے دروازہ کی طرف نگاہ رکھنا مجھے گوارہ نہیں"۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

تحریک خلافت: تحریک خلافت کے دوران آپ نے انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جہاد فرمایا انگریزوں کے دئے ہوئے القاب اور اعزازات حتیٰ کے ان کی طرف سے کلکٹر حامد علی خاں نے جو جائیدادیں اور زمینیں آپ کے نام کی تھیں وہ بھی آپ نے ان کو واپس کر دیں اور خط لکھا کہ ہمیں تمہاری ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزوں کے خلاف پورے سندھ اور ہندوستان میں آپ نے تحریک چلائی اور اس کی پاداش میں آپ پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ بمبئی میں اگر ایک مسلمان کے سر میں درد ہو تو ہمیں یہاں درد ہوتا۔ اسی طرح قندھار میں اگر کسی مسلمان کو ایذا پہنچے تو یہاں ہم سب کو اس کی تکلیف محسوس ہو گی۔

قائداعظم: قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہم اس کی امامت میں نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک وکیل کر رہے ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا ہے بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے ہمیں ایسا لیڈر نہیں ملے گا سندھ کے مشہور ڈیل مل وکیل نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر کانگریس کی مخالفت آپ نے نہ چھوڑی تو آپ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور آپ کو تباہ کر دیں گے۔ مگر آپ نے اس کی دھمکی پر کوئی توجہ نہ دی حتیٰ کہ جب مسلمانوں نے ہندوؤں سے جو قرض لیا ہوا تھا سود پر اور جس کی بناء پر وہ مسلمانوں کو دھمکی دے رہے تھے اس کا بھی آپ نے علاج یہ کیا کہ اپنی

زمین بیچ کران مسلمانوں کا قرض ادا کر دیا اور ہندوؤں کی غلامی سے ان کو نجات دلادی۔

کانگریس کی جماعت: سندھ کے دیوبندی علماء کانگریس کی حمایت کر رہے تھے۔ جس میں سے مولوی محمد صادق (کھڈہ مارکیٹ لیاری کراچی)، مولوی دین محمد وفائی (کراچی)، مولوی عبدالکریم چشتی (شکارپور)، حکیم فتح محمد سیوہانی، حکیم محمد معاذ (نوابشاہ) اور دیگران کے ساتھی علماء کانگریس کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے اور آپ کی کانگریس سے عداوت کے باعث آپ کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اخبارات میں بھی آپ کے خلاف مہم چلائی۔ اصلاح اخبار آپ کے خلاف سخت پروپیگنڈا کرتا رہا لیکن آپ کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آپ نے میدان میں نکل کر پاکستان کی حمایت کی تحریک چلائی۔ مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں کی آپ قیادت فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی اقبال کے اس شعر کے مصداق تھی۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

چنانچہ آپ نے جہاد باللسان کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف بھی فرمایا۔ جب آپ کسی بھی مخالفین اسلام اور مخالفین مسلک حقہ اہل سنت کے خلاف کسی تحریک میں جاتے تو اس طرح روانہ ہوتے کہ مریدین مجاہدین کی ایک فوج آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی تھی جس سے ایک گھوڑا سوار آگے آگے ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوتا تھا اور اس جھنڈے میں ایک طرف کلمہ شہادت اور یہ آیت مبارکہ لکھی ہوئی ہوتی تھی:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبۃ:۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

اور جھنڈے کے دوسری طرف یہ عربی شعر لکھا ہوا ہوتا تھا۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا ابدا

حافظہ: آپ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ عربی کتابوں کے صفحے صفحے آپ کو ازبریاد تھے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ استاذی حضرت مخدوم حسن اللہ پاٹائی کے پاس دوران تعلیم جب تمام طلباء سو جاتے تھے میں اس وقت بھی مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو آپ کے استاد محترم مخدوم حسن اللہ پاٹائی آپ کے پاس آ کے کھڑے ہو گئے اور آپ کے اس بحر علم کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں تو کسی کی شاگردی کی ضرورت ہی نہیں، لیکن چونکہ دنیا کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے اس لئے ہم تمہیں پڑھا رہے ہیں۔

مہاجرین کی آمد: ہندوستان سے مہاجرین کی آمد پر آپ نے اپنا گھر خالی کر دیا اور اس میں ان کو بسایا حتیٰ کے سونے کیلئے بستر اور کھانے پینے کے برتن تک ان کے استعمال کیلئے دے دیئے۔ ان کے لئے مکانوں کا بندوبست فرمایا ان کو رہائش کے لئے سہولتیں مہیا کیں۔

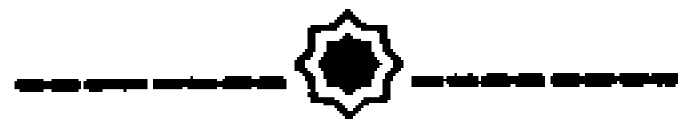
وصال: آخری وقت میں اپنے محبوب حضور سرور کون و مکان ﷺ کو یاد کرتے ہوئے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے۔

یارسول اللہ بر احوال خراب ما ببیں
رہ تخاک افتادہ ام از شرم عصیاں برزمین
مذہب جوں من نباشد در تمامی امت
شافتم شواز عنایت یا شفیع المذنبین
یا بوص خودسانم یا بکویت جاں دھم
زیں دو نو میدم مگر داں باچناں کن یا چنیں
گر خدا پر سد چو محشر گویمش
سوئے داغ سینہ ام ہجر پیغمبر ببیں
من بچشم خویش می دیدم کہ دربانے السلام
خاکروب آستانت بودزلف حور عین
ما گنہگاراں ہم امیدوار از رحمت
کن برحال ما یا رحمۃ للعالمین
واعظ بے چارہ از جاں می رد دستش بگیر
زانکہ دارد نفس سرکش ہمچو شیطان در کمیں

عشق رسول: عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے جد امجد خواجہ ضیاء الحق کے یہ اشعار اکثر آپ کے ورد زبان رہتے تھے۔

بصد یقیت خریدارم عمر را دوست میں دارم
فدا سازم دل و جاں رابعثمان یارسول اللہ
چہارم حیدر صفدر کہ باشد ساقی کوثر
اما ماں را شوم چاکر بایقاں یارسول اللہ

وفات: آپ نے ۱۶، جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ بمطابق ۸، جنوری ۱۹۵۸ء بروز منگل صبح نو بجے حیدرآباد میں وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ آپ کی وصیت کے بمطابق حیدرآباد میں مفتی محمد محمود الوری نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ ٹمیاری میں ہوئی۔ آپ کو ٹمیاری میں حسب وصیت گنبد کے مشرقی دروازہ کے باہر جنوبی جانب سپرد خاک کیا گیا۔ (ماخوذ: سندھ کے صوفیائے نقشبند)



مناظر اسلام مولانا پیر غلام مجدد سرہندی

مولانا پیر غلام مجدد بن پیر ضیاء معصوم جان سرہندی مجددی فاروقی ۱۳۲۰ھ کو شکارپور (سندھ) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے ریلوے اسٹیشن شکارپور کے قریب ۱۹۱۷ء کو مدرسہ انوار العلوم مجددیہ قائم کیا تھا۔ پیر غلام مجدد سرہندی بعد فراغت اس مدرسہ کے مدرس و مہتمم مقرر ہوئے۔

تعلیم وتربیت: شکارپور میں ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ انہی کی سرپرستی میں حضرت علامہ محمد ہاشم انصاری نوابشاہی اور مولانا خلیفہ یار محمد قریشی کے پاس شکارپور میں درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ (شکارپور ماضی وحال)

علامہ مخدوم امیر احمد عباسی اپنے استاد محترم علامہ الحاج محمد ہاشم انصاری کے حالات میں رقمطراز ہیں: حضرت پیر ضیاء معصوم سرہندی نے اپنے بیٹے پیر غلام مجدد سرہندی کی تعلیم کے لئے علامہ محمد ہاشم کی خدمات حاصل کر کے انہیں اپنے پاس شکارپور مدعو کیا۔ مولانا نے شکارپور میں رہ کر پیر غلام مجدد کو درسی کتابیں پڑھائیں۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء ص ۲۰۳)

طالب علمی کا ایک واقعہ یہاں درج کرتے ہیں کہ فقیر راشدی سے مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری نے ان سے ان کے استاد محترم حضرت مولانا محمد صالح مہر نے روایت کیا کہ پیر غلام مجدد جب اپنے استاد محترم علامہ محمد ہاشم کے پاس زیر تعلیم تھے تو ایک بار مدرسہ سے کسی طالب علم کی چوری ہوگئی۔ سب طلباء کی جامہ تلاشی لی گئی جس میں پیر صاحب بھی شامل تھے۔ یہ بات پیر صاحب کو ناگوار گذری۔ جس کے سبب وہ گھر چلے گئے۔ اس رات علامہ محمد ہاشم انصاری، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مولانا صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا: محمد ہاشم! غلام مجدد ہماری اولاد ہے، وہ چوری نہیں کر سکتے"۔

صبح ہوتے ہی درویش صفت مولانا محمد ہاشم نے پیر غلام مجدد کے گھر جا کر انہیں منا کر مدرسہ واپس لے آئے۔ پیر غلام مجدد نے استاد محترم کو دروازے پر دیکھ کر دل کا دکھ مٹا دیا اور نہایت عقیدت واحترام

سے پیش آئے۔

بیعت: اپنے والد ماجد حضرت پیر ضیاء معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون شکارپور) سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔

خطابت: آپ سندھ کے پرجوش ولولہ انگیز واعظ تھے۔ تقریباً سندھ بھر کے شہرو دیہات میں خطابت کیلئے مدعو ہوتے تھے۔ اپنے پُر جوش خطاب اور ردوہابیہ کے حوالے سے سندھ بھر میں مشہور ومقبول تھے اور آج بھی سندھ میں ان کے وعظ ودلیری کے قصے زدعام ہیں۔ ان کے انتقال کو تیس سال سے زائد عرصہ بیت گیا ہے لیکن سندھ میں ان کی یادیں تازہ ہیں بلکہ گوٹھ گوٹھ میں بکھری پڑی ہیں۔ انہوں نے ردوہابیت کے کئی معرکے فتح کیے۔ وہابیت دیوبندیت غیر مقلدیت کے عقائد باطلہ ومسائل جاہلانہ سے عوام الناس کو زندگی بھر جگاتے رہے۔

میمن عبدالمجید مرحوم لکھتے ہیں: ۱۹۳۹ء کو مسجد منزل گاہ سکھر کے تحفظ کے سلسلہ میں جو تحریک چلی تھی۔ اس میں ایک انقلابی تقریر کی وجہ سے آپ کو شہر بدر کیا گیا۔ اس دوران کچھ عرصہ ریگستان میں گذارا۔ ۱۹۴۰ء کو حج پر گئے اس کے بعد ماتلی (ضلع بدین) میں مستقل سکونت اختیار کی۔

(شکارپور ماضی وحال سندھی مطبوعہ ۱۹۸۰ء)

درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ ہر سال ۲۷ رجبی شریف کے عظیم الشان روحانی وجدانی وکیف آور اجتماع میں آپ کی حاضری ہوتی اور ولولہ انگیز ایمان افروز و باطل سوز خطاب سے عوام الناس محظوظ ہوتے۔ اس کے علاوہ درگاہ رپ شریف (بدین) کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر بھی آپ کا حقائق آگاہ وایمان افروز خطاب ہوتا تھا۔

تھر کے علاقہ ڈیپلو کے نامور گستاخ رسول مولوی عبدالرحیم پچھی (غیر مقلد وہابی) تھے جو کہ مشہور افسانہ نویس عثمان ڈیپلائی وہابی کا استاد تھا۔ ان سے مناظر اہل سنت، خطیب اسلام، مولانا پیر غلام مجدد سرہندی کا مناظرہ گوٹھ ڈونجھ (تھر) میں ہوا۔ جس میں پیر صاحب کو فتح ونصرت حاصل ہوئی اور مولوی پچھی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا۔ بعد میں مناظرہ کی روئیداد " مناظرہ ڈونجھ " کے نام سے شائع ہوئی۔

مناظرہ کی روئیداد ملاحظہ فرمائیں:

۱۶/۱۷، ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء یعنی قیام پاکستان سے چار سال قبل گوٹھ ڈونجھ تحصیل ڈیپلو ضلع تھرپارکر (مٹھی، سندھ) میں اہل سنت و جماعت اور غیر مقلد اہل حدیث وہابیہ کے درمیان مناظرہ ہوا درج ذیل موضوعات مقرر ہوئے (۱) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) انبیاء واولیاء کا وسیلہ و مدد لینا (۳) سماع موتی وغیرہ

اہل سنت و جماعت

مناظر:

حضرت علامہ پیر غلام مجدد سرہندی

شرکاء علماء کرام: 1- جناب مولانا محمد شفیع پشاوری 2- مولانا احمد یار ملا کا تیاری
3- مولانا حاجی عبدالغفور ساکن کنری ضلع عمر کوٹ

4- مولانا علامہ محمد امین شاہو ساند 5- مولانا الحاج محمود روجھ
6- مولانا محمد عالم ساکن مٹھڑیہ 7- مولانا محمد سلیم ساکن تگوسر
8- مولانا عبدالاحد ساکن پھٹاریہ 9- مولانا محمد داؤد ساکن صالح جوتر
10- مولانا عبدالمجید سمہ کونبھاریہ
11- مولانا عبدالرشید بن مولانا حاجی تاج محمد ساند گوٹھ پھٹاریہ تحصیل نگر پارکر ضلع تھرپارکر
12- مولانا دین ساکن بھ 13- مولانا قاری عبدالحق بریلوی
14- مولانا محمد صابر سکھر ور 15- مولانا محمد امین چانڈیو ساکن ٹالھی ضلع عمرکوٹ
16- حافظ عبدالرحمٰن درس ساکن جاریلہ 17- جناب خلیفہ حضرت حاجی عبداللہ ساکن ڈیڈبہ

اہل حدیث غیر مقلد وہابیہ: کی جانب سے درج ذیل تین علماء نے شرکت کی اور ایک دوسرے پر عدم اطمینان کی صورت میں تینوں نے مناظرہ میں حصہ لیا۔

1- مولوی عبدالرحیم پچھی ساکن ڈیپلو ضلع تھرپارکر 2- مولوی محمد عمر ڈیپلو
3- عبدالعزیز نجدی

امن قائم کرنے کیلئے ڈپٹی کلیکٹر، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سب انسپکٹر پولیس فورس کے ساتھ منزل انداز تھے۔

پہلے روز رئیس الواعظین فخر المناظرین حضرت پیر غلام مجدد سرہندی سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی عمر سامنے آیا۔ حضرت نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے دلائل کے انبار لگا دیئے مدمقابل مناظر کی کیفیت یہ تھی کہ ہونٹ خشک، گلہ خشک آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی دل ڈوبا جارہا تھا دلیل تو کوئی یاد نہیں تھا گستاخیوں بے ادبیوں سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کار کر کے وقت پورا کیا۔

وسیلہ استمداد کے موضوع پر پیر صاحب سے بات کرنے کے لئے وہابیہ کے مشہور واعظ و مناظر عبدالرحیم میدان میں آئے لیکن اس کا بھی حال پہلے مناظر سے مختلف نہ تھا وہ خود بول رہے تھے اور خود

ہی سمجھ رہے تھے پیر صاحب کی کسی دلیل کا جواب نہیں دیا بلکہ اپنی ہانکتے رہے جس پر مجمع قہقہہ مار رہا تھا خود وہابی حیران و پریشان تھے کہ ان کا مناظر گھر کا شیر لیکن میدان میں گیدڑ سے بھی بدتر ہے۔

دوسرے روز سماع موتیٰ کے موضوع پر دونوں مناظرین کے پاس دلائل ہی نہیں تھے پورا علم و زور انہوں نے صرف کر کے رسوائی خرید لی تھی اب انہوں نے تیسرے شخص کو مناظرے میں اتارا۔ شیخ عبدالعزیز نجدی کو ہندوستان سے برآمد کیا گیا تھا اس بیچارے کو سندھی صحیح تلفظ کے ساتھ بولنے کی قوت نہیں تھی اس میں مذکر و مؤنث کی تمیز بھی نہیں تھی وہ بھی پیر صاحب کی فصیح و بلیغ تقریر قرآن و حدیث کے دلائل کے سامنے ٹک نہیں سکے۔ شائیں بائیں کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے دوسرے روز بھی پیر صاحب کی ایک دلیل کا بھی صحیح و درست جواب نہیں دیا بلکہ بچکانہ حرکتیں، احمقانہ باتیں اور مطلق جاہلانہ انداز میں گفتگو کرتے رہے۔ نہ دلیل سے باتیں سمجھا سکے اور نہ دلائل کے سامنے ہٹ دھرمی ضد و انا سے برأت کا اعلان کیا بلکہ ہانکتے ہانکتے وقت پاس کر کے بھاگ کر چلے گئے۔

عوام الناس، اہل سنت و جماعت کے مناظر سے قرآن و حدیث و سلف الصالحین کے حوالہ جات، مستند و معتبر روایات سن کر حقیقت کو پہچان گئے۔

آخر میں مولانا محمد شفیع پشاوری اور مولانا احمد یار ملا کاتیاری نے موثر تقریریں کی۔ جلسہ صلوٰۃ و سلام پر اختتام کو پہنچا۔ اہل سنت و جماعت کے فتح و کامرانی پر چہرے کھل اٹھے۔

روئیداد مناظرہ کو حضرت علامہ مولانا عبدالمجید نقشبندی (صدر مدرس دارالعلوم صوفیہ حنفیہ گوٹھ واگھی جو دیرو تحصیل نگر پارکر ضلع تھرپارکر) نے ایمانداری سے نقل کیا ہے اس کا نام اعلاء الحق المعروف مناظرہ ڈونجھ (سندھی) رکھا اور اس کو مولانا عبدالرشید خلف مولانا حاجی تاج محمد ساند گوٹھ پھٹاریہ تحصیل نگر پارکر نے شائع کیا۔ ضخامت بڑی سائز کے ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

(مناظرہ ڈونجھ مطبوعہ ۱۳۶۲ھ تھرپارکر)

(یہ نسخہ نایاب ۶۱ سال کا پرانا مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہ پور چاکر میں محفوظ ہے اور نقل احقر کے پاس دستیاب ہے یہ نقل مولانا نور نبی صاحب نے فراہم کی)

سندھ میں یہ روایت مشہور ہے کہ آپ حج پر گئے تو وہاں وہابی علماء نے "نور بشر" کے موضوع پر آپ سے مناظرہ کیا۔ آپ نے اپنے دلائل میں شارح بخاری امام احمد قسطلانی کی مشہور و معروف کتاب "مواھب اللدنیہ" سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث نور پیش کر کے وہابی علماء کو ساکت کر کے مناظرہ آپ نے جیت لیا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۴۰ء کا ہے۔

آپ نے دو شادیاں کی، جن سے پانچ بیٹے تولد ہوئے:

اولاد: 1- مولانا پیر نثار احمد سرہندی مرحوم

2- مولانا مختار احمد سرہندی کراچی

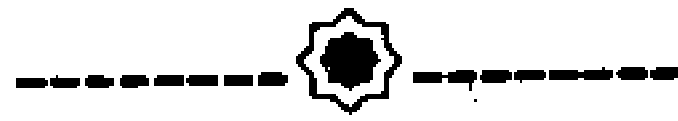
3- عبدالباقی سرہندی (جیلر سینٹرل جیل حیدرآباد)

4- نور احمد سرہندی ماتلی

5- منظور احمد سرہندی ماتلی

آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا پیر نثار احمد سرہندی ۱۹۲۸ء کو شکار پور میں تولد ہوئے مکمل تعلیم اپنے والد محترم اور حضرت مولانا عبداللہ (ماتلی) کے پاس حاصل کر کے ۱۹۵۸ء کو فارغ التحصیل ہوئے اور رشد و ہدایت کے ساتھ مدرسہ انوار العلوم شکار پور میں درس و تدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا۔ ۱۹۷۴ء کو انتقال کیا۔

وصال: واعظ اسلام مولانا پیر غلام مجدد سرہندی نے ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء میں انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ ماتلی (ضلع بدین) میں واقع ہے۔ آپ کے بیٹوں سے بار بار رابطہ کیا لیکن انہوں نے عرصہ تین سال میں بھی تفصیلی حالات مہیا نہیں کیے۔



مولانا غلام رسول جتوئی

نامور عالم، ادیب و شاعر حضرت مولانا غلام رسول جتوئی بن رئیس بھاول خان جتوئی ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء کو گوٹھ محراب پور (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں تولد ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد اصل میں بلوچستان کے باسی تھے۔ وہاں سے دو بھائی خیرو خان اور سلطان خان منتقل ہو کر سندھ میں آباد ہوئے۔ سلطان خان کی اولاد میں سے محراب پور کے جتوئی ہیں۔

تعلیم و تربیت: مولانا غلام رسول ابتدائی تعلیم محراب پور میں مولانا عبداللہ کیریو سے حاصل کی۔ اس کے بعد سندھ کی نامور دینی درسگاہ مدرسہ دار الفیض گوٹھ سونہ جتوئی (تحصیل ڈوکری) میں سراج الفقہاء استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی غلام عمر جتوئی قدس سرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن دہامراہ کے ہاں بقیہ درسی کتب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

اس کے بعد علم طب اپنے برادر رئیس دوست محمد جتوئی سے پڑھی اور سیکھی۔ طب آپ کا پیشہ تھا اور اس سے خوب نام کمایا۔

بیعت: مولانا جتوئی، سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں شیخ الشیوخ، عارف کامل حضرت خواجہ سید محمد امام الدین شاہ راشدی قدس سرہ (ٹھلاء شریف نزد باقرانی اسٹیشن ضلع لاڑکانہ) کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کی اور تصوف کی تعلیم، مرشد کی صحبت سے نرم خو، گداز دل، چشم تر، سینہ چاک کی کیفیت پائی۔ اس طرح حضرت فقیہ اعظم، شیخ الحدیث، غوث الزمان، حضرت علامہ مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ آپ کے پیر بھائی، استاد بھائی اور ہمعصر ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت علمی کچھ عرصہ درس وتدریس واعظ ونصیحت سے منسلک رہے لیکن بعد میں پیشہ ورانہ اور تحریری مصروفیات کی بنا پر درس وتدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا۔

حکمت: طب آپ کا پیشہ تھا۔ روزانہ بیمار آپ کے شفا خانہ میں آتے اور شفایاب ہو کر جاتے۔ آپ بیماروں سے حسن اخلاق سے پیش آتے، مزاج پرسی فرماتے، معاوضہ مختصر لیتے، غریبوں، یتیموں کا مفت علاج کرتے، عیادت ونبض شناسی کے ساتھ ساتھ درود شریف پڑھ کر مریضوں پر دم کرتے تھے۔ وہ مہمان نواز، علماء شناس، اور غریب پرور تھے۔ مولانا مفتی الہ ڈنہ صاحب جمارانی بتاتے ہیں کہ میں طالب علمی کے زمانے میں مولانا جتوئی صاحب کے پاس علاج معالجہ کے لئے جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی"۔

تصنیف وتالیف: مولانا غلام رسول، سندھ کی وہ نامور ومقبول ومحبوب شخصیت ہیں کہ سندھ بھر میں جمعہ کے روز امام صاحب ممبر پر آپ کے سندھی اشعار پر مشتمل خطبہ پڑھتے تھے، پڑھتے ہیں اور پڑھا کریں گے، اور آپ کی نعتیں سندھ بھر میں جلسہ، کانفرنس، ریڈیو اور دیگر مذہبی تقریبات میں آج بھی ذوق وشوق سے سنی جاتیں ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے "حب رسول" کے پیغام کو سندھ کے گھر گھر، قریہ قریہ اور بستی بستی پہنچایا۔ مولانا عاشق رسول ﷺ اور انسانیت کی فلاح وکامرانی کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اپنی درد انگیز نظموں میں جہاں مسلمانوں کے قلوب میں عشق مصطفیٰ ﷺ جگایا ہے، وہاں اصلاح معاشرہ کا درس بھی دیا ہے۔ آپ کی شاعری اسلامی، روحانی اور فکری ہے۔ درج ذیل میں تصنیفات کے اسماء درج کئے جارہے ہیں جو کہ آپ کی شاعری کے شاہکار ہیں:

- دیوان جتوئی
- امام الاشعار
- گلزار جتوئی
- اذکار جتوئی
- جذبات جتوئی
- خطبات جتوئی عرف خطبات رسولی
- گلشن جتوئی

حافظ عبدالرزاق سومرو اور مولانا غلام مجتبیٰ سندیلو اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: "مولانا جتوئی

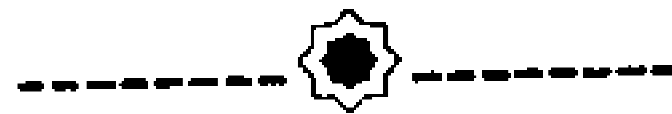
نے جمعہ کے خطبات (سندھی نظم میں) حضرت شیخ المشائخ علامہ مفتی پیر محمد قاسم سرکار مشوری قدس سرہ کی فرمائش و تحریک پر لکھنا شروع کئے تھے"۔

حضرت قبلہ عالم نے اپنے ہمعصر، پیر بھائی، ہم وطن اور سندھ کے ممتاز شاعر مولانا جتوئی کو اس اہم کام پر لگایا کہ وہ لوگوں میں جذبہ حب رسول بیدار کرنے کیلئے سندھی نظم میں نعتیہ کلام کہے اور جمعہ کے خطبات سندھی نظم میں تیار کریں تا کہ عوام الناس کی اصلاح عقائد و اعمال ہو۔ جتوئی صاحب نے حضرت قبلہ کی فرمائش پر عمل کیا اللہ تعالیٰ نے مدح رسالت مآب کے صدقہ میں انہیں سندھ بھر میں مقبولیت سے نوازا۔ درگاہ مشوری شریف میں بروز جمعہ، حضرت قبلہ عالم کی موجودگی میں جتوئی صاحب کا سندھی نظم میں خطبہ آپ کے صاحبزادہ اکبر حضرت میاں علی محمد مشوری رحمۃ اللہ علیہ ترنم سوز و گداز سے پڑھا کرتے تھے۔

مولانا غلام رسول نے شاعری میں تخلص "غلام رسول" و "جتوئی" کو اپنایا ہے۔ مولانا جتوئی نے اپنے مرشد کریم کے وصال پر سندھی میں منقبت کہی تھی جو کہ آج ناپید ہے۔

اولاد: مولانا غلام رسول کو دو بیٹے (۱) دنی بخش (۲) اللہ بخش جتوئی اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ دنی بخش نے دینی تعلیم درگاہ مشوری شریف پر جامعہ عربیہ قاسم العلوم میں حضرت قبلہ عالم سے حاصل کی تھی۔ اب وہ اس دنیا میں انتقال فرما چکے ہیں۔

وصال: مولانا جتوئی نے تقریباً اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء کو بروز جمعرات انتقال کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی مزار شریف محراب پور (اسٹیشن باقرانی، تحصیل ڈوکری) میں لب سڑک واقع ہے۔ (ماہنامہ السند، اسلام آباد)



حضرت مولانا غلام رسول عباسی

حضرت مولانا صوفی غلام رسول عباسی نقشبندی بن مولانا حکیم جان محمد عباسی کی ولادت گوٹھ سنہری (تحصیل و ضلع لاڑکانہ) میں ۶، ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم مولانا حکیم جان محمد عباسی نے حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد مہیسر (کمال ڈیرو) اور ان کے استاد و مرشد، سند الفقہاء، امام اہلسنت، عاشق خیر الوریٰ حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم حاصل کی تھی۔ مولانا جان محمد نے گوٹھ حیات ہلیہ (متصل لاڑکانہ) میں شادی کی اسی لئے وہیں سکونت اختیار کی۔

تعلیم و تربیت: مولانا غلام رسول نے ابتدائی تعلیم گوٹھ حیات ہلیہ میں اپنے والد محترم کے پاس حاصل کی۔ فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی تعلیم نورنگ واہ (تحصیل قمبر) کے مدرسہ

میں مولانا میر محمد نورنگی جا گیرانی سے حاصل کر کے وہیں سے ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ دورانِ تعلیم چار ماہ بھلیڈنہ آباد (ضلع جیکب آباد) کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ (غالباً علامہ خادم حسین جتوئی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ راشدی)

درس وتدریس: مولانا غلام رسول صاحب کم گو اور خاموش طبع تھے، درس وتدریس اور حکمت طب کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں گوٹھ بیرو چانڈیو (تحصیل لاڑکانہ) میں اپنے استاد مولانا میر محمد نورنگی اور رئیس گل محمد چانڈیو کی رفاقت میں "مدرسہ دار الفیوض" کی بنیاد رکھی۔ عرصہ ۲۷ سال تک اس درسگاہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد لاڑکانہ شہر میں کرمان باغ محلہ میں سکونت اختیار کی اور جامع مسجد اللہ والی (باقرانی روڈ) کے متصل پلاٹ پر ۱۹۴۹ء میں مدرسہ "دار الفیوض" قائم کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ تاوفات جاری رکھا۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ)

آپ حکیم حاذق تھے درس وتدریس کے ساتھ ذریعہ معاش کے لئے مطب چلاتے تھے۔

آپ کے شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

- مولانا پیر سید نجی اللہ شاہ راشدی (درگاہ پیر کوٹ نزد وگن)
- استاد العلماء مولانا حمید اللہ انڑ
- مولوی جان محمد عباسی (نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان)
- مولوی احمد پیرزادو (دادو)
- مولوی خدائے نظر صدر مدرس مدرسہ جامعہ زاہدان (ایران)
- مولوی یار محمد بلوچ خطیب جامع مسجد زاہدان
- مولوی محمد خان چانڈیو — جیکب آباد
- مولوی محمد گل — زابل ایران
- مولوی عبد القادر عباسی — قمبر
- مولوی گل محمد بلوچ — افغانستان
- قاضی محمد — پنج گو، مکران
- قاری غلام النبی — افغانستان
- مولوی فخر الدین وہابی سجادہ نشین خانقاہ چشمہ شریف کوئٹہ
- مولوی علی محمد کاکیوتہ
- مولوی علی محمد بلوچ (سبی) مدرس دار الفیوض لاڑکانہ

- مولوی کریم داد ناڑی والے
- قاضی عبدالحلیم تمب مکران سابق رکن مجلس شوریٰ بلوچستان
- مولوی عبدالعزیز بھانڈے قبہ والے — رتو دیرو
- قاضی غلام محمد خارانی — سابق قاضی خضدار
- مولوی محمد اسماعیل قریشی — لاڑکانہ
- قاضی سعد اللہ نوشکی — رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
- قاضی ابوبکر — لسبیلہ

شادی واولاد: مولانا غلام رسول نے شادی کی ۳ بیٹے اور چھ بیٹیاں تولد ہوئیں۔
(۱) مولوی جان محمد عباسی (مودودی نظریات کے ترجمان)
(۲) محمد افضل عباسی
(۳) ڈاکٹر نور احمد عباسی ایم بی بی ایس (ریٹائرڈ میڈیکل سپرینڈینٹ)

تصنیف وتالیف: منیر القرآن مطبوعہ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء لاہور
- سوانح علامہ میر محمد مرحوم نورنگی مطبوعہ مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء جامشورو
- صرف کے ایک رسالہ کی شرح لکھی۔
- تصوف کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا۔

آپ کا مسلک: ناشر کو تفسیر تنویر الایمان (سندھی) مکمل شائع کرنا تھا لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ اس کے مصنفین انتقال کر گئے یہاں تک کہ اشاعتی ادارہ ''میر قدرت اللہ کریمی پریس لاہور'' نے اعلان کیا کہ تفسیر کا تیسواں پارہ عم رہ گیا ہے کوئی فاضل تیسواں پارہ کی تفسیر، تنویر الایمان کے انداز وطرز پر لکھ کر بھجوائے گا تو ادارہ اشاعت کی ذمہ داری قبول کرے گا۔

مولانا غلام رسول نے پارہ عم کو تفسیر لکھ کر ادارہ کو بھجوائی لیکن مسودہ تاخیر سے پہنچنے کے سبب ادارہ نے پارہ عم کا تفسیر کسی اور کا شائع کر دیا تھا۔ لیکن مولانا غلام رسول کی تفسیر کی اہمیت وافادیت کے سبب انہیں بھی ناشر نے ضمیمہ کے طور پر شائع کر دیا۔ یہ نسخہ قدیم فقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

شکار پور کے مشہور ناشر مولوی عظیم کتب فروش نے تفسیر تنویر الایمان کو مکمل صورت میں کمپیوٹر پر ۵ جلدوں میں شائع کیا ہے لیکن مولانا غلام رسول کی تفسیر کو شامل نہ کیا اور نہ ہی تذکرہ کیا ہے کہ انہیں شامل نہ کرنے میں کیا مجبوری تھی۔ اسی لئے راقم نے عرصہ پہلے ایک مضمون ''مولانا غلام رسول اور ان کا مسلک'' تحریر کیا تھا جو کہ بعد میں ماہنامہ الراشد مارچ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا اس میں تفسیر کا انکشاف اور

مولانا کے مسلک کو واضح کیا۔

آیت کریمہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ (پارہ ۳۰، الکوثر)

ترجمہ: بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

کے ماتحت تفسیر میں مولانا غلام رسول عباسی فرماتے ہیں:

''الحمد للہ! یہ پیشن گوئی سچ کی طرح آج ۱۳۴۸ھ تک بحال ہوتی آ رہی ہے۔ آپ کے دشمن ہر وقت خوار و خراب ہوتے رہے ہیں۔ اپنے تجربہ سے کہہ رہا ہوں کہ ''وہابی فرقے'' کے نام نہاد مسلمان ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے حق میں گستاخانہ و اہانت آمیز الفاظ کہتے ہیں، میں نے ہمیشہ انہیں خوار و خراب دیکھا۔ عوام الناس کے پاس ان کی کچھ بھی عزت آبرو نہیں ہے۔ وہ شیعہ کی طرح تقیہ (جھوٹ) کر کے دلی بغض (رسول دشمنی) کو چھپا کر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دلی نفاق چھپ نہ سکا اور آخر ذلت کا تمغہ ہر جگہ پر انہیں مل رہا ہے۔

وہابی گرچہ اخفا میکند بغض نبی لیکن
نہاں کے ماند آں زارے کز و سازند محفلها

''اللھم اعذنا من صحبتھم و مکائدھم و اجعلنا مِن مَن شرب من کوثر''۔

(منیر القرآن یعنی ضمیمہ تنویر الایمان فی تفسیر القرآن پارہ عم ص ۹۲ مطبوعہ محرم ۱۳۴۹ھ لاہور)

صحبت صالحین: مولوی جان محمد عباسی نے لکھا ہے: بزرگان دین کی صحبت کو بہت اہمیت دیتے تھے حضرت مخدوم بصر الدین سیوہانی، حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی اور حضرت مولانا غلام محمد مہیسر کے بے حد معتقد اور صحبت یافتہ تھے۔ (لاڑکانو ساہ سیانو)

سفر مزارات مقدسہ: ایک بار حضرت آغا عبدالحی جان چشموی سجادہ نشین چشمہ شریف کے ساتھ پاک و ہند کا سفر کیا جس میں خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (دہلی) کے مزارات مقدسہ پر خصوصی طور پر حاضری دی۔ (ایضاً)

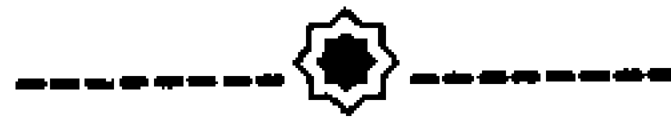
کتب تصوف: مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مثنوی شریف مولانا روم، اور دیوان حافظ شیرازی کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے۔ (ایضاً)

مشوری شریف: مولوی جان محمد نے تاثرات میں لکھا ہے۔ میرے والد صاحب مولانا غلام رسول صاحب آپ کے (یعنی حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ کے) ہم عصر تھے مگر

آپ کا بے حد احترام کرتے تھے (قاسم ولایت ص ۲۶۶) مولانا غلام رسول عباسی ایک عربی مکتوب میں حضرت سرکار مشوری قدس سرہ الاقدس کے لئے درج ذیل القاب درج فرماتے ہیں:۔"لتاج هلمة، الكملاء فريدة، عقد الفضلاء و اللوذبحي جامع العلوم" (ایضاً)

وصال:

مولانا غلام رسول نے ۶، ربیع الاول ۱۳۹۰ھ/۱۳، مئی ۱۹۷۰ء کو انتقال کیا۔



پیر طریقت قاری غلام رسول قادری

حضرت مولانا الحاج حافظ قاری غلام رسول قادری ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۶ء میں کراچی صدر میں مسجد قصابان سے ملحقہ مکان میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت خود آپ کے والد ماجد حافظ قاری علم الدین قادری کی زیر نگرانی انہی کے "مدرسه العلميه قادريه" متصل مسجد قصابان صدر میں ہوئی آپ نے علوم دینی کے ساتھ ساتھ تجوید و حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اپنے والد کے علاوہ بھی آپ نے جید قراؤ علماء دین سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں اٹھارہ سال تعلیماً بہت بڑے جید قاری نظام محمد صاحب سے قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں۔"

منازل سلوک کی تکمیل اور اکتساب علم کی خاطر آپ نے نہ صرف سارے ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی تمام بلاد اسلامیہ کا سفر فرمایا۔ آپ اپنے عہد کے مشہور علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوئے اور ان سے فیوض ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ ان میں سے چند خاص قابل ذکر اسماء گرامی یہ ہیں:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی
- مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی
- حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی درگاہ گولڑہ شریف
- حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی درگاہ سیال شریف
- مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی قادری (والد علامہ شاہ احمد نورانی)
- فقیہ اعظم حضرت خواجہ علامہ مفتی محمد قاسم مشوری درگاہ مشوری شریف (لاڑکانہ)

- حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی
- مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی قادری کراچی
- حضرت باباولایت علی شاہ ملیر کراچی
- حضرت پیر محمد فاروق رحمانی چشتی کراچی
- حضرت سید پیر عبدالرحمٰن گیلانی نقیب اشرف درگاہ قادریہ بغداد شریف
- صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
- حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی
- شیخ الفضیلت حضرت مولانا ضیاءالدین مدنی قادری (رحمہم اللہ تعالیٰ)

حج بیت اللہ کے سفر کے دوران آپ نے مشہور عالم وصوفی بزرگ حضرت مولانا عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مکی علیہ (مصنف **الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم**) کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔

بیعت وخلافت: آپ نے جوانی میں روضہ نبوی ﷺ کے زیر سایہ "باب الرحمت" میں حضرت مولانا عبداللطیف قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ چشتیہ میں بیعت ہوئے جو کہ ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے خاندانی بزرگ، ماموں وخسر حضرت صوفی سائیں عبدالغفار قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) سے بھی آپ نے حصول برکت کے لئے بیعت کی۔ (اکابر قادریہ) اور صوفی صاحب تیرہ سال کی عمر میں سندھ کے ممتاز ونامور علمی وروحانی خانوادہ "سادات راشدیہ" کے ایک بزرگ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ راشدی (درگاہ ٹھلا شریف، اسٹیشن باقرانی ضلع لاڑکانہ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

(عرفان غنی ص ۳ مطبوعہ ادارہ محراب ومنبر کراچی ۱۹۸۷ء)

مسجد قادریہ کی بنیاد: مولانا قاری غلام رسول قادری نے قیام پاکستان سے قبل کراچی کے علاقے موجودہ سولجر بازار میں "قادری مسجد" کی بنیاد ڈالی۔ اس مسجد میں آپ نے امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے اور سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے حوالے سے خانقاہی نظام بھی قائم کیا۔

تحریک پاکستان: کے موقع پر قاری غلام رسول نے قیام پاکستان کے حوالہ سے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے ہم عصر مقتدر علماء ومشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر عوام میں دینی وروحانی شعور بیدار فرمایا اور دینی جلسوں کی صدارت فرماتے ہوئے تحریک پاکستان کو بھرپور

تقویت فراہم کی۔

۱۲، ۱۳، ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں "سنی کانفرنس کراچی" آپ ہی کی صدارت میں منعقد کی گئی تھی جس میں پاکستان بنانے پر زور دیا گیا۔ (خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۳۲۳ مطبوعہ گجرات)

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد کی ایک شاخ ۱۹۴۵ء میں کراچی شہر میں "جمعیت عالیہ سنیہ" کے نام سے قائم ہوئی جس کی تشکیل عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی نے کی۔ قاری غلام رسول قادری "جمعیت عالیہ سنیہ" کے صدر منتخب ہوئے اور شہر کراچی کے اکابر علماء و مشائخ حضرات، اور عوام اہل سنت نے شمولیت اختیار کی۔

۱۹۴۳ء میں کراچی کے "سندھ مدرسۃ الاسلام" کی تقریب میں جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے حضرت قاری غلام رسول قادری کو تلاوت کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ میں راجہ صاحب محمود آباد بھی شریک تھے۔ تلاوت شروع ہوتے ہی قائداعظم اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے جس کے ساتھ ہی تمام حاضرین جلسہ بھی کھڑے ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھی حضرت قاری غلام رسول قادری نے مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے استحکام اور بقا کے لئے متعدد دعائیہ اشعار تخلیق فرمائے تھے جنہیں آپ اکثر جمعہ کے خطبوں اور دینی تہواروں کے مواقع پر پڑھا کرتے تھے۔ چند دعائیہ اشعار درج ذیل ہیں:

یاالٰہی کر مدد اسلام کی ایمان کی
ہو حکومت مستقل آزاد پاکستان کی
لفظ "پاکستان" کی یارب سمجھ بھی کر عطا
اصل پاکستان عمل نبھے مرد پاکستان کا

تنظیم و تبلیغ: اوائل عمر ہی سے آپ کو دینی تعلیم کا ذوق اور فقر و درویشی سے شغف رہا۔ آپ نہ صرف مختلف زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ ایک شعلہ بیان خطیب، بہترین نعت گو شاعر تھے۔ آپ کی تمام عمر مواعظ حسنہ اور تبلیغ و اشاعت دین میں گذری۔ آپ نے عہد جوانی میں فریئر اسٹریٹ صدر کراچی میں "انجمن حزب الاحناف" کی بنیاد ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء میں رکھی جس کے آپ صدر تھے۔

جمعیت الاحناف کے تحت ہر ماہ جامع مسجد قصابان (صدر کراچی) میں ایک جلسہ کا انعقاد ہوتا تھا اسی طرح جمعیت الاحناف کے صدر دفتر میں سالانہ عظیم الشان جلسہ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جس میں

اندرون و بیرون شہر سے علماء اہل سنت وعمائدین ملت بھی مدعو کئے جاتے۔ جلسہ میں نعرہ تکبیر ورسالت، تسبیح وتحمید استغفار واذکار کا شغل صلوٰۃ وسلام کا ورد، آیات قرآن مجید کی تلاوت اور مختصر وعظ اور وعظ سے قبل اور بعد نعت خوانی اور اختتام پر سلام وقیام بھی قواعد وضوابط میں شامل تھا۔

آپ کے تبلیغ دین کے ذرائع میں بڑے بڑے مذہبی تہوار مثلاً میلاد النبی، معراج النبی ﷺ، شب برات، شب قدر، گیارہویں شریف اور ہفتہ وار حلقہ ذکر شریف شامل تھے۔ علاوہ ازیں آپ روزانہ بعد نماز عصر خصوصی طور پر حاضرین سے خطاب فرماتے تھے۔

محرم الحرام کی چاندرات سے عاشورہ تک آپ حضور اکرم ﷺ سے لے کر خلفائے راشدین، اہل بیت عظام خصوصاً حسنین کریمین شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے شہادت کے واقعات بیان فرماتے تھے۔

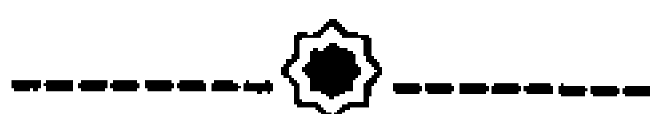
اولاد: آپ کی اولاد میں مولانا علم الدین قادری (فروری ۱۹۸۶ء) آپ کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے اور کراچی میں نمایاں شہرت حاصل کی۔ انہوں نے بھی مواعظ حسنہ پر مشتمل نثر ونظم میں درج ذیل کتابچے ورسائل تالیف فرمائے ہیں: تحفہ علمی، تذکرہ محرم، قادری نامہ (حصہ اول ودوئم) تذکرہ قادریہ علمیہ تذکرہ حسینی، چشتی شامہ، معراج حسینی وغیرہ

تصنیف وتالیف: آپ نے تصانیف میں زیادہ تر نثر کی بجائے نظم کو ترجیح دی ہے اور آپ کی زندگی میں متعدد منظوم رسائل شائع ہوئے ہیں، چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

- فیض علمی۔ اپنے والد ماجد کے حالات رقم فرمائے مطبوعہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء
- گلدستہ غوثیہ۔ فیضان غوث اعظم۔ فیضان معینی۔ افضال سرمدی واجلال محمدی
- گل یا زدہ صد برگ۔ تحفہ عید الضحیٰ۔ بہار بے خزاں۔ تحفۂ زیارات ہدیہ ملاقات (اول دوم) مجموعہ فسانہ قوم۔ تحفہ رجبی شریف۔ نذر حسینی وغیرہ

وصال: آپ کا وصال طویل علالت کے بعد ۱۸، جمادی الاول ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۳، جولائی ۱۹۷۱ء بروز منگل تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شب ۸۵ سال کی عمر میں ہوا۔ بروز بدھ بعد نماز ظہر مریدین ومعتقدین اور علماء ومشائخ کی موجودگی میں کراچی کے مشہور پارک نشتر پارک کے میدان میں حضرت مولانا سید محمد یوسف عزیز الملک سلیمانی کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کا مزار شریف آپ کی قائم کردہ "قادری مسجد" (سولجر بازار کراچی) کے احاطہ میں مرجع عام وخاص ہے۔

(ماخوذ: سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی ودینی خدمات ص ۳۹۲)



مردِ درویش مولانا مفتی غلام محمد قاسمی

استاد العلماء، فنافی الشیخ، مردِ درویش حضرت مولانا مفتی غلام محمد قاسمی بن خمیسو خان بگھیو گوٹھ شاہ حسن ضلع دادو میں غالباً ۱۹۲۵ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: گوٹھ شاہ حسن سے پرائمری کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دادو اور کراچی کے اسکول وکالج سے دینوی تعلیم حاصل کی۔ بعد فراغت گورنمنٹ ہائی اسکول دادو میں انگریزی سبجیکٹ کے استاد مقرر ہوئے۔ وہ دادو میں استاد تھے انہی دنوں کی بات ہے کہ حضور قبلہ عالم، تاج العارفین، فقیہ اعظم، بحر حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ دادو دعوت پر تشریف فرما ہوئے، حضرت کی نظر کے شکار ہوگئے۔ ایک نظر میں " تم ہمارے ہم تمہارے " کی مصداق کا معاملہ تھا۔ ایک جھلک دیکھ کر بے قرار دل کو قرار مل گیا، آنکھوں کو سرور مل گیا۔ زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ ساری حیاتی حضرت کے ہو کر رہے۔

تیرے قدموں میں آنا میرا کام تھا
میری قسمت جگانا تیرا کام ہے

پہلی ملاقات کے بعد جلد ہی درگاہ معلیٰ مشوری شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ذکر شریف کے ورد اور آپ کی صحبت کیمیا کا کمال ہے کہ غلام محمد شریعت مطہرہ کے قالب میں ڈھل گئے اور حصول علم دین میں مصروف ہوگئے۔ کامل مرشد کی توجہ اور اپنے شوق و ذوق کے سبب جلد " مدرسہ عربیہ قاسم العلوم " میں درس نظامی میں تکمیل کی درگاہ مشوری شریف میں سالانہ جلسہ عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان اجتماع میں آپ دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

بیعت وخلافت: مفتی غلام محمد قاسمی، سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدا میں سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔ اس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے اس کے بعد باقاعدہ تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ سلوک کی منازل طے کی اور طریقت قادریہ راشدیہ کی نامور کتاب صراط الطالبین (فارسی) کا حضور قبلہ عالم سے درس لیا۔ اوراد و وظائف، حزب البحر اور دلائل الخیرات وغیرہ کے اجازت یافتہ و عامل تھے۔ نوافل تہجد واشراق کے پابند، شب بیدار، اور طبیعت کے انتہائی سادہ تھے۔ صاحب تلقین و ارشاد تھے لیکن کسی کو بیعت کرنا مشہور نہیں۔ اپنے آپ کو گمنام رکھتے تھے۔

درس وتدریس: نوکری، دادو، اور رشتہ دار سب کو چھوڑ کر درگاہ مشوری شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ حضور قبلہ نے دو کمروں پر مشتمل گھر عطا کیا جس میں بال بچوں کے ساتھ رہنے لگے۔ مرشد کامل کی صحبت، درس وتدریس، فتاویٰ نویسی، مضمون نویسی اور پریس کی نگرانی میں بقیہ

زندگی گذاری۔ حضور قبلہ عالم کے چہیتے شاگرد تھے، حضور نے مفتی غلام محمد کو مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کا مدرس اور نائب مفتی مقرر کیا تھا اور آپ عمر بھر یہ خدمت بخوبی انجام دیتے رہے۔ دار العلوم کے اکثر طلباء آپ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور درگاہ شریف پر "استاد صاحب" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضور قبلہ عالم کے پوتے ونواسے سبھی آپ کے شاگرد ہیں۔

قدموں کو میں نے چوما ہے قدموں میں بیٹھ کر
عرش بریں کو دیکھا ہے قدموں میں بیٹھ کر

توکل وایثار: آپ کی شخصیت حمیت اسلام، اخلاص وللّٰہیت کی دولت سے مالا مال تھی۔ ہمیشہ متوکل اور گوشہ نشین رہے، اپنی دھن میں مست رہے۔ سادگی اور گمنامی میں رہنا پسند کیا۔ مسکین ہونے کے باوجود سادات کو نذرانہ اور غرباء کو خیرات دیا کرتے تھے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور مرشد کامل میں فنا تھے۔

اشاعتی خدمات: حضرت قبلہ عالم سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ شاگرد، بافیض خلیفہ اور علمی جانشین تھے۔ مفتی غلام محمد نے دو فقراء سے مل کر درگاہ شریف پر "قاسمیہ پرنٹنگ پریس" قائم کی اور مرشد کریم کی تصانیف کو طباعت کے زیور سے آراستہ کیا۔ مرشد کریم کی نگارشات کی اشاعت ان کی زندگی کا اہم مقصد تھا۔ وہ اشاعت کے تمام مراحل کی خود نگرانی کرتے، پروف ریڈنگ کا مشکل و اہم کام بھی خود بنفس نفیس سرانجام دیتے۔

مواعظ قاسمیہ: حضرت قبلہ کی علمی روحانی وانقلاب آفرین خطبات کو سماعت کے وقت کاغذ پر پنسل سے نقل کرتے تھے اور بعض تقاریر کیسٹ سے منتقل کی۔ پھر ان کو "الکلمات الطیبات" یعنی "مواعظ قاسمیہ" کے نام سے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا اور ان مواعظ کو قسطوں میں چھوٹے رسائل کی صورت میں شائع کیا۔ ایسے (۱۷) رسائل چھپوا کر عام کیئے۔

خطبات سائیں بادشاہ: اس کے علاوہ بھی تقاریر کو نقل کیا جس کی صاف کاپی لکھنا باقی تھی کہ آپ وصال فرما گئے اس لئے حضرت صاحبزادہ مولانا منیر احمد مشوری مدظلہ العالی نے اس مجموعہ کو ترتیب دیا، عنوانات قائم کیئے۔ اس کے بعد کمپوزنگ ہوئی، صاحبزادہ صاحب نے پروف ریڈنگ کی اور فقیر راقم نے "خطبات سائیں بادشاہ" کا نام تجویز کیا اور کتاب کے جامع مفتی غلام محمد کی سوانح لکھی اور درگاہ شریف کے شعبہ نشر واشاعت کی جانب سے دو حصوں میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

صراط الطالبین: اذکار و افکار پر عظیم تصنیف ہے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ میں محفوظ تھا اس فارسی نسخہ کا سندھی میں ترجمہ کیا۔

اردو تقریریں: قبلہ عالم حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کے مختلف مقامات پر اردو زبان میں خطاب فرمایا۔ ان خطبات کو آپ نے کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا۔

حضرت قبلہ عالم کی تقریباً ۱۶ کتابیں اپنے اہتمام میں پریس سے کمپوز کروائیں، پروف ریڈنگ کی، اس کے بعد کاغذ کی خریداری، ان تمام مراحل سے گذر کر یہ شائع ہوئیں۔

مفتی غلام محمد بگھیو کا سب سے اہم و عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حضور فقیہ اعظم قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ شریف جو کہ منتشر تھے ان کی ترتیب تدوین تزئین اور تقسیم ابواب کا کام کیا۔ یہ احسان عظیم جماعت اہل سنت عموماً اور جماعت قاسمیہ خصوصاً نہ بھولے گی۔

الحمد للہ! درگاہ شریف کے شعبہ نشر و اشاعت سے "فتاویٰ قاسمیہ" ۲ جلدوں میں جدید کمپوزنگ وطباعت سے آراستہ ہو کر شائع ہو کر سندھ بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

مفتی غلام محمد نے درگاہ عالیہ مشوری شریف (ضلع لاڑکانہ سندھ) کے شعبہ نشر و اشاعت کا محاذ تقریباً ۱۹۶۰ء میں سنبھالا اور ۱۹۹۸ء تک مسلسل ۳۸ سال بغیر کسی دنیوی لالچ، تجارت، نام و شہرت کے، فقط جذبہ تبلیغ سے مسجد شریف کے ایک کونے میں چٹائی پر بیٹھ کر کام کیا۔

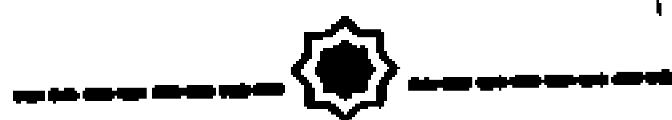
اولاد: مفتی غلام محمد بگھیو کو تین بیٹے تولد ہوئے جو کہ خود بھی صاحب اولاد ہیں:

1- مولوی محمد المعروف نالے مٹھو بگھیو 2- احمد بگھیو 3- فقیر محمد بگھیو

تلامذہ: دارالعلوم عربیہ قاسم العلوم مشوری شریف سے اکثر فارغ التحصیل آپ کے بھی شاگرد ہیں:

- استاذ العلماء مفتی محمد عبدالرحمٰن قاسمی پھنور لاڑکانہ
- مولانا مفتی علی بخش قاسمی دادو
- صاحبزادہ مولانا منیر احمد مشوری مشوری شریف وغیرہ وغیرہ

وصال: فنافی الشیخ مفتی غلام محمد قاسمی نے ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کی۔ وصال کے دن بعد نماز فجر معمولات و وظائف سے فارغ ہو کر بدستور طلباء کو درس دیا۔ بعد فراغت وراثت کے متعلق فتویٰ تحریر فرمایا۔ دن خیر و خوبی سے گذر گیا۔ رات کو سحری کے وقت ۷، اکتوبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۵ جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ، بروز بدھ ۷۳ سال کی عمر میں علم و عمل کا چراغ بجھ گیا۔ مرشد کریم کے آستانہ پر عمر گذاری، وہیں انتقال کیا، وہیں دفن ہوئے۔ سبحان اللہ!



مولانا مفتی غلام محمد لغاری

حضرت مفتی غلام محمد بن الحاج رسول بخش خان لغاری گوٹھ احمد خان لغاری (تحصیل خیر پور ناتھن شاہ، ضلع دادو سندھ) میں ۱۹۲۴ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں حاصل کی۔ قرآن پاک ناظرہ اپنے نانا جان حافظ دوست محمد لغاری سے پڑھا۔ فارسی مکمل اور عربی کی ابتدائی کتب مولانا حاجی محمد چھٹل لغاری کے گوٹھ میں مولانا ولی محمد لغاری سے پڑھیں۔ درس نظامی کی بقیہ کتب مولانا عبدالحق ربانی کے پاس نصر پور (ضلع حیدر آباد) میں پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر پا پیادہ حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری سے سرُ ور پایا اس کے بعد مکہ مکرمہ میں حدیث کا درس لیا۔

علم طب کا شوق دامنگیر ہوا جس کی تکمیل کے لئے نا معلوم استاد کے پاس قانونہ (عربی) موجز القانون (عربی) شرح اسباب والعلامات، میزان الطب (فارسی) مفرح القلوب۔ طب اکبر (فارسی) وغیرہ کتب کا درس لیا۔

حضرت فقیہ اعظم علامہ سرکار مشوری نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں تفقه فی الدین سے وافر حصہ پایا اور فتاویٰ نویسی سیکھی۔

بیعت: سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں حضرت فقیہ اعظم، غوث الزمان، عارف باللہ، تاج العارفین علامہ مفتی الحاج محمد قاسم المشوری نور اللہ مرقدہ کے دست بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی کے عظیم مشغلہ سے وابستہ ہو گئے۔ مدرسہ خیر العلوم (خیر پور ناتھن شاہ) کے قیام میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بانی مدرسہ مولانا سید محمد چھٹل شاہ لکیاری قاسمی آپ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

مدرسہ خیر العلوم میں عرصہ دراز تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اس کے بعد اپنے شیخ کامل کے حکم گرامی پر لاڑکانہ شہر کی مرکزی جامع مسجد قاسمیہ (قدیم عیدگاہ) میں امام و خطیب اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت الحاج اللہ آندل شیخ کے اصرار پر خیر پور میرس شہر میں مدرسہ انوار مجتبیٰ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے جہاں زندگی کے آخری تین سال درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی میں بسر کئے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے اپنی زندگی میں سولہ بار حج بیت اللہ ادا کئے اور سولہ بار دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی اور درود و سلام کے گجرے پیش کئے۔ سولہ بار کا سفر

پیدل، بحری اور ہوائی راستے ہوا۔

عادات وخصائل: آپ کا چہرہ گلابی، سر پر ہمیشہ عمامہ، لباس شرعی، شریعت مطہرہ کے پابند، عالم باعمل، شیرین کلام، بااخلاق، خندہ پیشانی، عالمانہ وقار اور سماجی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے۔ طلباء کو اولاد کا درجہ دیتے تھے۔ غریب پرور، یتیم بے سہارا پر مہربان تھے۔

سماجی خدمات: جنرل ایوب اور جنرل ضیاء کے دور حکومت میں بلدیاتی الیکشن میں کامیاب ہو کر مولانا یونین کونسل خیر پور ناتھن شاہ کے چیئر مین منتخب ہوئے، اس دوران بیوہ، معذور، مجبور، غریب، یتیم، بے سہارا، اور طلباء کی مالی واخلاقی امداد فرمائی۔ اور سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ لغاری اور دیگر بلوچ قوموں کے آپس میں جھگڑوں کو اس طرح سلجھاتے کہ پرانے دشمن بھی آپس میں شیر و شکر ہو جاتے۔ اس طرح وہ اپنے پیچیدہ مسائل میں آپ کو امین مقرر کر کے اپنے لئے آسانیاں پیدا کرتے۔

مکتوب: فقیر راشدی غفرلہ نے حضرت علامہ الحاج مفتی غلام محمد لغاری قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں توجہ دلائی کہ آپ حضرت مرشد کریم کے ابتدائی شاگردوں اور مریدین میں سے ہیں، لہٰذا آپ حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ پر کتاب ترتیب دیں اور "جمعیت علماء قاسمیہ" کی تنظیم سازی کر کے ایک تنظیم بنائیں تاکہ منظم طریقے پر اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت کا کام کیا جا سکے نیز درگاہ شریف سے "ماہنامہ القاسم" کا بھی اجراء کیا جائے۔ اس کے جواب میں حضرت علامہ نے راقم کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا یہ خط مدرسہ انوار مجتبیٰ کی پیڈ پر لکھا گیا تھا یعنی ان دنوں آپ خیر پور میرس میں مسند تدریس پر رونق افروز تھے:

"بخدمت والا عظمت، عظیم البرکات، جامع الاحسانات، مصدر خیرات، مجمع الفیوضات، منبع البرکات، محسن دوران، فیاض الزمان، جواد جہاں، عالی قدر، قدردان علماء شرفاء، جناب قبلہ، فیض گنجور، لامع النور، مجمع السرور، ماحی البدعة، منبع الشریعة، صاحب ولایت جناب سید محمد زین العابدین شاہ راشدی مدظلہ العالی

بعد السلام علیکم خیریت طرفین مطلوب الغرض من الارقام

اینکہ آپ کا ارسال کردہ خط بوقت سعید رسید، زہے احسان والمنہ

آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ حق ہے۔ یہ سب کچھ ہماری سستی وغفلت کی وجہ سے ہوا، بلکہ عظیم غلطی ہوئی۔ آپ کے حکم کے مطابق جلد ایک مجلس شوریٰ بلائی جائے گی اور آپ خود بھی مجلس میں ضرور بضرور شرکت فرمائیں گے۔

اس عاجز فقیر کے پاس حضور قبلہ مرشد کریم کے متعلق کچھ مواد ہے، امید ہے جلد عمل کیا جائے گا۔

نظر کرم کی ضرورت ہے۔ تمام جماعت کو سلام۔

بقلم عاجز

مولوی غلام محمد لغاری القاسمی

سگ دربان درگاہ عالیہ مشوری شریف

اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب کوئی پیش رفت نہیں کر سکے، جس کا بہت افسوس ہے۔

آپ کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ: 1- مولانا نور احمد قاسمی ملاح خیر پور ناتھن شاہ 2- مولانا محمد یوسف لغاری خیر پور ناتھن شاہ
3- مولانا نور احمد لاشاری خیر پور ناتھن شاہ 4- مفتی غلام رسول ڈیپر گوٹھ احمد آباد تحصیل ناتھن شاہ

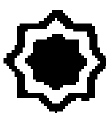
آپ نے دو شادیاں کی جس میں سے دس بیٹیاں اور چھ بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: 1- حاجی عبدالقادر 2- حافظ عبدالحمید 3- حاجی اسداللہ
4- مولوی عبدالرسول 5- رسول بخش 6- عبدالخالق لغاری

وصال: شب وصال اذان کہی اس کے بعد نماز عشاء کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد دعائے یوسفی استغفار اور کثرت سے درود شریف کا ورد کیا۔ بعد فراغت اولاد کو بلوا کر انہیں وصیت کی اس کے بعد محو استراحت ہوئے اور تقریباً تین بجے شب کلمہ طیبہ پڑھ کر انتقال کیا۔

۲۳، رجب المرجب ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء بروز ہفتہ، دوسرے روز نماز جنازہ حضرت مولانا سید محمد چھٹل شاہ لکیاری قاسمی کی اقتدا میں ادا ہوئی۔ آخری آرامگاہ آبائی گوٹھ احمد خان لغاری میں مسجد شریف کے احاطہ میں واقع ہے۔

[سکندر علی چانڈیو (میہڑ) اور حافظ عبدالستار (لاڑکانہ) کے ارسال کردہ مواد سے مضمون ترتیب دیا گیا دونوں حضرات نے مرحوم کے گوٹھ جاکر ان کے بیٹوں سے مواد حاصل کیا تھا، جس پر فقیر راشدی ان کا ممنون ہے]



استاد العلماء مفتی غلام محمد جتوئی

درویش صفت عالم دین، استاد العلماء حضرت مولانا مفتی غلام محمد جتوئی بن میاں محمد اسماعیل جتوئی، سراج الفقہاء، مفتی اعظم، قطب دوران، رئیس العلماء، علامۃ الزمان مفتی غلام عمر جتوئی قدس سرہ الاقدس کے بھتیجے، ابتدائی دور کے نامور شاگرد اور عظیم علمی وارث تھے۔ گوٹھ سونہ جتوئی (ضلع لاڑکانہ)

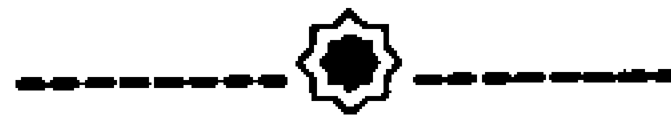
میں ۱۸۸۰ءکوتولد ہوئے۔

گوشہ نشین اہل اللہ مفتی غلام محمد جتوئی نے مدرسہ دارالفیض (گوٹھ سونہ جتوئی) میں مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت استاد مکرم، چچا محترم، سراج الفقہاء کے زیر سایہ مادر علمی میں چٹائی پر بیٹھ کر، روکھی سوکی کھا کر، ساری زندگی درس وتدریس میں گذاردی۔ آپ نے تاج الفقہاء کے وصال کے بعد بھی مدرسہ کا عروج برقرار رکھا اور علمی چراغ اپنے خون پسینہ سے روشن رکھا۔ آپ نہایت پارسا، کم گو، شب بیدار، سادہ طبیعت، گوشہ نشین، طلباء پر نہایت شفیق تھے، اکثر اوقات مدرسہ میں تدریس یا مطالعہ میں مصروف ہوتے تھے۔ حضرت فقیہ اعظم، بحرالعلوم والفیوض، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ الحاج مفتی پیر محمد قاسم مشوری قدس سرہ العزیز نے آپ سے صرف ونحو کی ابتدائی کتب دارالفیض میں پڑھی تھیں۔ آپ اسباق کے دوران ایسی دلکش تقریر فرماتے کہ پورا سبق طلباء کے ذہن نشین ہوجاتا۔ آپ شیخ طریقت، واصل باللہ، سیدالاتقیاء حضرت قبلہ پیر سید محمد چھل شاہ راشدی قدس سرہ العزیز (درگاہ پیر جو گوٹھ، بٹ سرائی، تحصیل میہڑ) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت تھے۔ آپ کے دو بیٹے تاحال حیات ہیں اور دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں:

1- حضرت مولانا صوفی مفتی محمد قاسم جتوئی عیدگاہ مرادواہن (فقیر راشدی کے استاد محترم)

2- مولانا عبدالشکور جتوئی امام رحمانیہ مسجد بالمقابل ذوالفقار باغ لاڑکانہ شہر

وصال: حضرت مفتی غلام محمد جتوئی نے جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ کو سونہ جتوئی میں انتقال کیا اور وہیں سراج الفقہاء کے مزار مقدس کے برابر میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔



حضرت مولانا غلام محمد سوڈہر

مولانا غلام محمد بن فقیر محمد رمضان سوڈہر گوٹھ اشرف سوڈہر (تحصیل میہڑ ضلع دادو سندھ) میں تولد ہوئے۔ فقیر محمد رمضان کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

1- مولانا غلام محمد غلامؔ 2- مولانا غلام نبی غلامؔ 3- مولانا غلام رسول غلامؔ۔

تینوں بھائی، عالم دین، رہڑو شریف کے نامور عالم علامہ غلام عمر مہیسر کے فاضل شاگرد، شاعر اور عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تینوں کا تخلص غلامؔ تھا۔

تعلیم وتربیت: مولانا غلام محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قرب وجوار میں رہڑو شریف کے فیض کا چشمہ جاری تھا وہیں جا کر علوم ظاہر و باطن حاصل کر کے

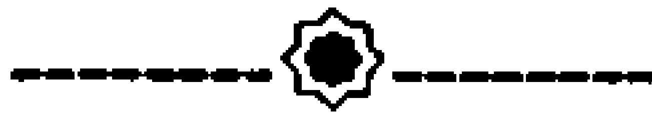
اپنی پیاس بجھائی۔

عملی زندگی: حضرت مولانا غلام محمد جید عالم دین، فقیہی، فیلسوف، تارک الدنیا اور سالک مجذوب تھے۔ ایک عربی وانگریزی لغت کے مطالعہ سے انگریزی زبان پر دسترس حاصل کر لی تھی یہاں تک کہ علی بخش خان چنہ (ریزیڈنٹ مجسٹریٹ میہڑ) سے جب بات کرتے تو انگریزی میں کرتے تھے، انگریزی روانی سے بولتے تھے۔ سندھی خواہ انگریزی میں شاعری کی، شاعری کا نمونہ، نامور شاعر و ادیب رئیس ضیاء الدین ضیاء کے پاس محفوظ ہے۔ ایک بار حج کی سعادت بھی حاصل کی۔

(ماہنامہ نئی زندگی کراچی (سندھی) دسمبر ۱۹۵۷ء)

سندھ کے نامور شاعر وادیب رئیس شمس الدین بلبل نے تین شادیاں کی لیکن تینوں بیویوں سے نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ بلبل صاحب نے حضرت مولانا کی جانب رجوع کیا۔ مولانا صاحب کی دعا سے بلبل صاحب کو تیسری بیوی سے ایک بیٹا تولد ہوا جس کا نام ضیاء الدین رکھا گیا جنہوں نے آگے جا کر سندھ کے نامور شاعر وادیب کے حوالہ سے شہرت پائی۔ رئیس شمس الدین بلبل کے انتقال کے بعد ضیاء کی تعلیم و تربیت حضرت مولانا نے خود باحسن طور پر انجام دی۔ مولانا صاحب کی خدمت میں دور دراز علاقوں سے علماء کرام ملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے اور اپنے لاینحل علمی مسائل حل کراتے تھے۔ اس سلسلہ میں ابو فتح پانی پتی کا نام مشہور ہے جس نے اپنے کافی مسائل مثلاً: جنت، دوزخ، پیدائش حضرت آدم اور جنت سے خروج، انسان کی پیدائش، وحی و رسالت وغیرہ حل کرائے۔ حضرت مولانا نے ان کی پوری تسلی و تشفی کرادی تھی۔ (مشاہیر دادو)

وصال: مولانا غلام محمد سوڈہر نے ۹۴/ ۹۵ سال کی عمر میں ۲۵، محرم الحرام ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء کو انتقال کیا۔ تینوں بھائیوں کی مزارات اپنے والد کے چچا والی مسجد شریف کے احاطہ، گوٹھ اشرف سوڈہر میں مرجع خلائق ہیں۔ (ماہنامہ نئی زندگی (سندھی) کراچی دسمبر ۱۹۵۷ء)



مولانا سید غلام محمد شاہ "گدا"

مولانا سید غلام محمد شاہ صاحب صحیح النسب حسینی سید تھے، آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں امام سیدنا موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اس لئے آپ کا خاندان "رضوی سادات" کہلاتا ہے۔ آپ نصر پور (حیدرآباد) کے مشہور صوفی شاعر و بزرگ حضرت سید مصری شاہ نصرپوری اور حضرت شاہ عنایت رضوی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ صاحب کے پڑدادا حضرت مولانا سید بچل شاہ ایک کامل ولی اللہ،

عالم فاضل اور صاحب دل انسان تھے اور کئی لوگ آپ سے دست بیعت تھے۔ سید غلام محمد شاہ بن سید حسن علی شاہ ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۲۶ء میں میر نصیر خان ٹالپر کے عہد حکمرانی میں حیدر آباد شہر میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ فارسی حیدر آباد کے شیرانی آخوند سے حاصل کی ان دنوں آپ کے ہم درس نامور شاعر محمد بخش واصف کے استاد آخوند حاجی فقیر محمد عاجز تھے۔ اس کے علاوہ اپنے جد کریم حضرت علامہ سید محمد بجل شاہ و دیگر مشاہیر علماء سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ایک روایت کے مطابق فخر اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید اسد اللہ شاہ فداؔ ٹکھڑ والے سے بھی استفادہ کیا۔

بیعت: شاہ صاحب سلسلہ قادریہ میں اپنے پردادا شیخ طریقت حضرت سید بجل شاہ سے بیعت تھے۔ نیز پردادا صاحب کی تربیت و صحبت بافیض میں جوان ہوئے۔

سفر حرمین شریفین: شاہ صاحب نے دو بار حج کی سعادت حاصل کی۔ ایک بار لسبیلہ کے حاکم جام حاجی میر خان کی رفاقت میں حج ادا کیا اور مدینہ منورہ میں روضہ شریف کی حاضری کا شرف حاصل کیا، سرکار مدینہ ﷺ کی مزار شریف کی سنہری جالیوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ دوسری بار ہز ہائینس میر حسن علی خان ٹالپر کے صاحبزادے حاجی میر نور محمد خان (رحلت ۱۹۲۷ء بمقام کربلا) کے ساتھ حج کیا۔

میر نور محمد خان نہایت متقی پرہیز گار صوم و صلوٰۃ کے پابند شخص تھے اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے، لباس تبدیل کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

زیارات مزارات مقدسہ: شاہ صاحب نے سندھ، ہند، عراق، ایران اور عربستان کی مزارات مقدسہ کی زیارت کا سفر اختیار کیا۔ نجف اشرف، کربلا معلّٰی، مشہد شریف، کاظمین شریفین، اور بغداد شریف میں سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث الثقلین محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور سرکار امام اعظم سید التابعین عارف باللہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مزارات مقدسہ پر حاضری دی۔ کابل (افغانستان) بھی پروگرام میں تھا لیکن جانا نہ ہوا۔

عادات و خصائل: شاہ صاحب مخلص، مومن، عاشق رسول ﷺ، اہل بیت عظام، صحابہ کرام اور سرکار غوث اعظم کے نہایت عقیدت مند اور مخلص غلام تھے۔ نماز روزہ کے سخت پابند، حلال روزی کے فکر مند، عالم باعمل، سادگی پسند، سخی مہمان نواز، بااخلاق، پرخلوص، چہرہ حسین و جمیل، خندہ پیشانی، سر پر ہمیشہ سبز عمامہ اور چادر کندھوں پر رکھتے تھے اور داڑھی شریف سنت کے مطابق تھی۔

شاہ صاحب ہمعصر شعراء میں ممتاز تھے، میر عبدالحسین سانگی نے شاہ صاحب کو "افضل الشعراء" کا خطاب دیا۔ سندھی فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر تھے، غزل کے بادشاہ

شاعری:

شاعر تھے۔ حمد، نعت، غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، منقبت وغیرہ ہر صنف میں شاعری کر کے اپنا لوہا منوایا۔
شاہ صاحب کے کلام میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ تشبیہ، استعارا، تخیل، زبان کی صفائی، محاورہ کا صحیح استعمال اور صانع و بدایع تو آپ کا خاصہ ہے۔ بلکہ آپ میں، قادر الکلامی، پختگی، خیالات میں بلندی اور طبیعت کی اعلیٰ فکری موجود ہے۔ اگرچہ آپ اعلیٰ علم و فکر کے صاحب تھے اس کے باوجود دیگر شعراء کی طرح کبھی مغلق گوئی سے کام نہیں لیا ہے۔ شروع سے آخر تک سادگی اور سلاست کو برقرار رکھا، برجستگی اور روانی قائم رہی۔ آپ کی طبیعت آورد سے خالی اور آمد سے بھرپور تھی۔ شاعری میں آپ نے تخلص "گدا" کو اپنایا۔
کلام کا نمونہ پیش خدمت ہے:

فارسی

بحق محمد نبی الانام علیہ الصلوۃ و علیہ السلام
بحق ابا بکر والاھمم بحق امیر عمر ذوالکرم
بہ اعزاز عثمان عالی وقار بہ اکرام حیدر شہ ذوالفقار
بحق حسین و بحق حسن بود زیر حکمش زمین و زمن

سندھی

ای "گدا" بادشاہ محی الدین سپ ولین جی آہ سر جو چٹ
غوث الاعظم جناب جیلانی آہ مرشد سندم شہ بغداد

"مخمس در شان رسول بر تضمین قدسی"

اردو

ختم ہے تجھ پہ نبوت اے شہ مطلبی تیرے محتاج ہیں شاہ و گدا شیخ و نبی
ہے مجھے تیری ثنا سے ہی صفائے قلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدائیت چہ عجب خوش لقبی
سیدا مجھ کو تیری ذات مقدس کی قسم واسطے تیرے بنے ارض و سما لوح و قلم
نور تیرے سے منور ہوئے دونوں عالم من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدین بوالعجبی

ذات اطہر سے شفا خواہ ہمہ پیر و نبی — ہے شفاعت کی ضیا جسم مطہر پہ پھبن
مثل قدسی کے ہے کہنا یہ گدا تشنہ لبی — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

(کلیات گدا ص ۳۳۵)

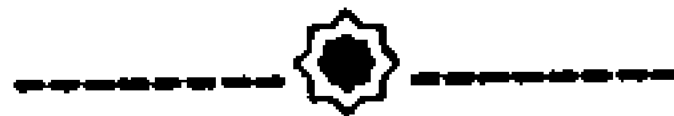
شادی اور اولاد: آپ نے اپنے خاندان میں شادی کی، ان کے بطن سے دو بیٹے تولد ہوئے۔ ایک نے شادی کی اور صاحب اولاد ہو کر انتقال کیا اور دوسرے نے جوانی میں انتقال کیا۔ ان زخموں نے شاہ صاحب کو صدموں سے دوچار کیا۔ لیکن آپ نے بڑی ہمت سے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

تلامذہ: حضرت سید غلام محمد شاہ گدا استاد الشعراء تھے بہت سارے سندھی اور فارسی کے شعراء آپ سے شرف تلمیذ رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

1- میر عبدالحسین "سانگی" ٹالپر 2- محمد ہاشم "مخلص" ٹھٹھوی

وصال: مولانا حاجی سید غلام محمد شاہ گدا نے ۴، ذوالقعدہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۱، جنوری ۱۹۰۵ء کو حیدرآباد سندھ میں ۶۸ سال کی عمر میں انتقال کیا اور ٹنڈو آغا کے قبرستان (حیدرآباد) میں مزار واقع ہے۔

[ماخوذ: کلیات گدا، مرتبہ: رشید احمد لاشاری مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء بشکریہ ڈاکٹر غلام محمد لاکھو صاحب]



مولانا غلام علی گوپانگ

مولانا غلام علی بن حیدر خان گوپانگ (متوفی ۱۸، شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ) نے ۹، ذوالحجہ ۱۲۸۷ھ کو اپنے گوٹھ (جو کہ بعد میں آپ کے نام سے مشہور رہا) ضلع بدین میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: سجادہ نشین درگاہ لواری شریف کی سرپرستی میں قائم مدرسہ دارالنور عثمانیہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اسی درسگاہ میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا نور محمد قوم گھرانہ نے ۱۲۷۳ھ کو رکھی تھی۔

بیعت: شیخ طریقت قاطع نجدیت خواجہ محمد سعید صدیقی قدس سرہ سجادہ نشین درگاہ لواری شریف کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور بعد میں خواجہ محمد حسن جان سرہندی کی خدمت میں رہ کر حل لطائف اور مقامات سلوک کی تکمیل کی۔ (مونس المخلصین)

درس وتدریس: مفتی غلام علی گوپانگ بعد فراغت درگاہ سرہندیہ ٹنڈو سائیندادکی درسگاہ میں مدرس مقرر ہوئے وہیں سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ وہیں گذارنے کے بعد اپنے گوٹھ میں مدرسہ قائم کرکے درس وتدریس اور فتاوی نویسی کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا۔

اولاد: مولانا غلام علی گوپانگ کو چار بیٹے تولد ہوئے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

1- مولانا حاجی محمد سعید گوپانگ   3- غلام حسین

3- عبدالرحیم   4- حاجی عبدالرحمٰن

حاجی عبدالرحمٰن گوپانگ کے بیٹے مولانا عبداللہ گوپانگ ہیں جو کہ ایک عرصہ سے مدینہ جامع مسجد کے امام وخطیب اور دارالعلوم نورالاسلام مجددیہ چوھڑ جمالی (ضلع ٹھٹھہ) کے صدر مدرس ہیں۔ حاجی صاحب کے دوسرے بیٹے کا نام مولوی غلام علی ہے جو کہ قطر مسجد بدین کے امام وخطیب ہیں عقیدے کے لحاظ سے وہابی ہیں۔ اور رابطے کے باوجود مواد فراہم نہیں کیا۔

وصال: مولانا غلام علی ۱۳، ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء کو انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ گوٹھ مولوی غلام علی گوپانگ تحصیل وضلع بدین میں واقع ہے۔

[مولانا عبداللہ سے ان کے جدامجد مولانا غلام علی کی سوانح حاصل کرنے چوھڑ جمالی جانے کی زحمت گوارا کی لیکن ہائے افسوس انہوں نے فقط سن ولادت اور وصال اور اولاد کے اسماء لکھوائے۔ بقیہ معلومات محترم سائین بخش جونیجو کی زیرترتیب سندھی قلمی کتاب سے حاصل کی ہے]

مفتی سید غلام محی الدین نعیمی

مفتی سید غلام محی الدین بن مولانا سید غلام احمد فریدی "شوقؔ" مرادآباد (یو۔ پی۔ بھارت) میں ۱۴، اگست ۱۹۲۲ء کو تولد ہوئے۔ مولانا شوق جامعہ نعیمیہ میں شعبہ فارسی کے استاد اور کہنہ مشق شاعر تھے، تخلص "شوق" رکھتے تھے اور حضرت صدرالافاضل کے قریبی رشتہ دار تھے۔ (مفتی صاحب کے بیٹے سید ناظر الدین کی روایت کے مطابق)

تعلیم وتربیت: آپ نے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ درس نظامی کی تکمیل برصغیر کی نامور دینی درسگاہ "جامعہ نعیمیہ" مرادآباد سے کی۔ آپ کو اپنے استاد محترم، سواد اعظم کے عظیم قائد، امام المناظرین رئیس المتکلمین صدرالافاضل علامہ الحاج حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

قدس سرہ سے نہایت عقیدت ومحبت تھی۔

پاکستان میں قیام: استاد محترم صدر الافاضل کے وصال کے بعد آپ ۱۹۵۰ء کو مراد آباد سے پاکستان تشریف لے کر آئے اور شہر کراچی میں اقامت اختیار کی۔ کنٹونمنٹ ایریا ایئر فورس کے علاقہ میں سرکاری اسکول میں معلم مقرر ہوئے۔ جہاں اکثر فوجیوں کے بچے زیر تعلیم تھے۔

درس تدریس: اللہ والی مسجد لائنز ایریا میں رات کی شفٹ میں مدرسہ قادریہ نعیمیہ قائم کیا گیا تھا۔ جہاں علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری مدرس تھے۔ ۱۹۶۸ء کی ابتداء میں مفتی شجاعت علی قادری کا لیاقت کالج ملیر میں بحیثیت لیکچرار تقرر ہوا۔ جس کی وجہ سے مدرسہ کو مدرس کی ضرورت تھی۔ مسجد کمیٹی کے احباب نے مفتی محمد اطہر نعیمی سے رابطہ کیا انہوں نے مفتی سید غلام محی الدین نعیمی کا نام پیش کیا بلکہ دوسرے روز خود اطہر نعیمی مفتی صاحب کے گھر گئے اور ان کو رات کی شفٹ کے لئے راضی کیا پھر دوسرے دن ان کو اپنے ساتھ مدرسہ میں لائے۔ مفتی صاحب ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء تک چھ سال رات کے وقت شاہ فیصل کالونی سے لائنز ایریا تک آنے جانے میں چار بسوں کو تبدیل کرتے تھے لیکن تمام تکالیف کے باوجود بڑے شوق وذوق اور محنت ولگن سے طلبہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے۔ ۱۹۷۴ء کو کمیٹی کے سرپرست کے انتقال کی وجہ سے مدرسہ بند ہوگیا۔ لیکن آپ نے طلبہ سے فرمایا: آپ لوگ کسی نعم البدل جگہ کا انتظام کریں تاکہ آپ کی تعلیم میں خلل نہ پڑے اور یہ سلسلہ جاری رہے۔ طلباء نے فیصلہ کیا کہ روز آنے جانے میں مفتی صاحب کو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لہٰذا طلباء مفتی صاحب کے گھر پر پہنچیں وہیں درس لیا جائے گا۔

آپ نے اپنے گھر پر بلا معاوضہ درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ مفتی صاحب کا گھر شاہ فیصل کالونی نمبر ۲ خضریٰ مسجد کے بالمقابل تھا۔

بیعت: اپنے استاد محترم حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ اشرفیہ میں دست بیعت تھے۔ (مرحوم مفتی صاحب کی بیوہ کی روایت کے مطابق)

اولاد:

ایک بیٹا سید محمد ناظر الدین اور دو بیٹیاں سیدہ مسعودہ، سیدہ صبیحہ تولد ہوئیں۔ (ایضاً)

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں سے درج ذیل نام معلوم ہوسکے:

- نامور خطیب مولانا رجب علی نُصرت نعیمی خطیب گلزار مسجد مائی لنجی گھاس منڈی، رنچھوڑ لائن کراچی

۞ پروفیسر مولانا محمد حبیب قادری	لائنز ایریا کراچی
۞ مولانا محمد جعفر نعیمی	شاہ فیصل کالونی کراچی
۞ مولانا عبدالرزاق نعیمی	نیو کراچی، کراچی
۞ مولانا قاری نثار الحق قادری	پاک کالونی کراچی
۞ مولانا رئیس احمد نعیمی	لائنز ایریا کراچی
۞ مولانا معین الدین نعیمی چشتی	مدفون قصبہ کالونی کراچی
۞ مولانا محمد حنیف مرحوم	۞ مولانا ظہور احمد نعیمی نقشبندی
۞ مولانا قاری محمد باقر علی نعیمی مرحوم	۞ مولانا محمد میاں نعیمی
۞ مولانا نور الہادی نعیمی خطیب جامع مسجد غوثیہ	شاہ فیصل کالونی ۲
۞ مولانا نعیم احمد نعیمی	

عادات وخصائل: مزاج درویشانہ، طبیعت میں انتہائی سادگی وخودداری تھی۔ فن شاعری سے بھی پوری طرح واقف تھے، شاعری کی تمام اصناف از بر تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت اور دلائل الخیرات کا ورد بلا ناغہ کیا کرتے تھے۔ طلباء پر نہایت مہربان تھے۔ ہفتہ میں ایک دن تقریری مقابلہ ہوا کرتا اور طلباء سے مناظرانہ انداز میں گفتگو فرماتے اور اعتراضات قائم کر کے طلباء کو جوابات سکھاتے تھے۔ بڑے شوق وچاہت سے نعت شریف سنا کرتے تھے ہر محفل میں اشکبار دیکھا گیا، وہ سچے عاشق رسول تھے۔ اعلیٰ حضرت کا کلام بڑے اہتمام سے سنا کرتے تھے۔ کلام رضا کے ممتاز شارح تھے، کلام رضا کی ایسی لاجواب شرح فرماتے کہ دماغ دنگ رہ جاتے۔ طلباء ہمیشہ اصرار کرتے رہے کہ آپ "حدائق بخشش" کی شرح لکھیں۔ آپ نے اصرار کے پیش نظر شرح لکھنا شروع کی تھی لیکن مولانا شمس بریلوی نے بھی کلام رضا کے بعض اشعار کی تشریح کی تھی آپ کے پاس وہ قلمی نسخہ تصحیح کے لئے بھیجا گیا آپ نے جتنے اشعار کی شرح لکھی تھی وہ اسی نسخہ میں شامل کر دی۔

۱۹۵۳ء کو پاکستان میں جب تحریک ختم نبوت چلی آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر اثر انگیز بڑے بڑے پوسٹر لکھ کر شائع کئے۔ اس سلسلہ میں گرفتار بھی ہوئے۔

مناظرہ: آپ بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ فن مناظرہ وحاضر جوابی میں جواب نہیں رکھتے تھے۔ فریق مخالف کی گرفت کرنے پر مکمل عبور حاصل تھا۔

جب شاہ فیصل کالونی میں فیروز قادیانی وغیرہ نے قادیانیت کا کام شروع کیا تو مفتی صاحب آڑے آئے آپ کا نام سن کر وہ مناظرے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے ایک بار آپ کے طلباء کے

ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوئے جیسے ہی اچانک آپ نمودار ہوئے ان کی سٹی گم ہوگئی اور بہانہ بنا کر کتابیں اٹھا کر بھاگ گئے اور ایسے بھاگے کہ شاہ فیصل کالونی ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے وہابیوں دیوبندیوں، غیر مقلدوں، تبلیغی اور قادیانیوں کا ناک میں دم کر دیا تھا۔

خطابت: آپ کو تقریر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ غالباً یہی سبب تھا کہ آپ کسی مسجد میں امام و خطیب نہیں تھے۔ زندگی میں چند بار ہی خطاب کیا ہوگا لیکن پُر اثر جامع و مانع۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ وہابیت کے خلاف مرکزی جلسہ، وہابی مدرسہ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر ا کے سامنے منعقد ہوا۔ خصوصی مقرر کسی وجہ سے نہ آ سکے اس لئے مجبوری شدیدہ کے تحت علامہ مفتی سید غلام محی الدین صاحب سے استدعا کی گئی کہ آج لاج رکھ لیں۔ آپ نے ایک گھنٹہ بیس منٹ عالمانہ و فاضلانہ انداز میں "مسئلہ حاضر و ناظر" پر خطاب کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جامعہ فاروقیہ (دیوبندی مدرسہ) کے دو طالب علم اسی وقت اسٹیج پر آ گئے اور بدعقیدگی سے توبہ کی۔ آپ نے انہیں مولانا مفتی عبداللہ نعیمی کے مدرسہ مجددیہ نعیمیہ صاحبداد گوٹھ میں داخلہ کروایا دیا۔

ایک بار اپنے ہم استاد اور ملک کے نامور وجید عالم دین حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی سے ملاقات کے لئے گجرات کا سفر اختیار کیا۔ حکیم الامت نے آپ کو کافی دیر تک سینے سے لگائے رکھا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ آپ کو دیکھ کر مجھے مراد آباد میں زمانہ طالب علمی اور صدر الافاضل کی رفاقت کے ایام یاد آ گئے۔ حکیم الامت نے اپنے صاحبزادگان سے آپ کا تعارف کروایا۔ حکیم الامت نے اصرار کیا کہ آج آپ کو یہیں قیام کرنا ہوگا، کل صبح آپ چاہیں تو تشریف لے کر جائیں۔ آپ نے معذرت کی لیکن انہوں نے روانہ نہیں ہونے دیا بعد عشاء وہ ہمیں گجرات سے تقریباً دس کلومیٹر دور ایک جگہ پر عرس کی تقریب میں لے کر گئے۔ حکیم الامت نے خود کھڑے ہو کر بہترین انداز میں آپ کا تعارف پیش کیا اور آپ کو دعوت خطاب دی۔ آپ نے حسب عادت معذرت چاہی لیکن اصرار شدید کے پیش نظر مجبوراً کھڑے ہو گئے اور تقریباً سوا گھنٹہ "عظمت اولیاء" کے موضوع پر جامع و مدلل تقریر فرمائی۔

حکیم الامت نے فرمایا: آپ کی تقریر میں صدر الافاضل کا عکس نظر آتا ہے۔

دوسری بار سفر گجرات کا حال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۱۸ جون ۱۹۷۸ء کو یہ فقیر حقیر غلام محی الدین نعیمی مراد آبادی مع اپنے رفقائے سفر مولینا معین الدین نعیمی، مولانا عبدالرزاق نعیمی، مولینا محمد میاں نعیمی سلمہم کراچی سے مزارات اولیاء پر حاضری دیتا ہوا گجرات پہنچا تو آستانہ حضرت حکیم الامہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے بعد آپ کے صاحبزادہ والا جاہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی سلمہ سے ملاقات کر کے ہم سب کو بے حد مسرت ہوئی میں آپس سے متعارف تھا لیکن آپ مجھے نہ

پہچانے۔ عزیزی مولانا محمد میاں نعمی نے جب میرا تعارف کرایا تو آپ بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ پیش آئے۔ دورانِ گفتگو آپ نے اپنے بدایوں سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے جانے کا ذکر کیا تو جامعہ اور اس کے بانی حضرت عمی واستاذی ومرشدی سیدی صدر الافاضل قدس سرہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ پھر آپ نے اپنی تصنیف لطیف العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ ہدیۃً مجھے عنایت فرمائی اور بدرجہ میری عزت وتوقیر فرمائی اور بھی تحائف ودعاؤں سے نوازا اور نہ ان آنم کہ من دانم من اس مختصر تمہید کے بعد قلبی دلی تاثرات کے لئے کتاب کے سرسری مطالعہ سے جو چند خاص باتیں ذہن میں آئی ہیں بغیر کسی تصنع اور مبالغہ کے عرض کر رہا ہوں۔

العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ کے خصائص سرمدیہ: عطایا احمدیہ فی فتاوی نعیمیہ مصنفہ شیخ الحدیث فقیہ اعظم مفسر القرآن فاضل جلیل شان مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری کے متعدد فتاوی مطالعہ فقیر میں آئے ہر فتوی عطر تحقیق اور ہر مسئلہ حقیق وانیق پایا۔ اس ضخیم کتاب کی ترتیب وتصنیف میں کس قسم کی محنت شاقہ سے کام لیا ہے اور کتنی عرقریزی کی ہے اس کا صحیح علم واندازہ صرف مصنف کو ہی ہوسکتا ہے۔ بہر کیف اس مجموعہ محاسن کے خصائص کو دیکھ کر مصنف کی جلالت علمی کا مظاہرہ ہوسکتا ہے یہ کتاب اردو زبان میں فقہ کی ایک نہایت جامع اور مستند کتاب ہے۔ دینی معلومات فقہی توضیحات کا عظیم شاہکار ہے اس کی زبان وبیان میں ایسی سلاست وروانی ہے کہ علماء، طلبہ اور دیگر تعلیم یافتہ حضرات اس سے بخوبی استفادہ کریں گے۔ معمولی اردو دان احباب کو بھی اس دین کے دینی مسائل واحکام شرعیہ کے سمجھنے میں کوئی خاص دقت ودشواری پیش نہ آئے گی۔ غرض کہ موجودہ دور کی سلیس اردو میں یہ مایہ صد ناز وافتخار کتاب اپنی مثال آپ ہی ہے۔ یوں تو اس کے مصنف ابھی فاضل نوجوان ہیں لیکن ان کے اسلوب تحریر قلم وزبان کی پختگی، مہارت فنی اور اقامۃ ادلہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی پختہ کار اور کہنہ مشق معمر فاضل کی تصنیف ہے ذالک فضل الہ یوتیہ من یشاء

تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کرنا چنداں دشوار نہیں لیکن فقہ کی کتاب تصنیف کرنا اور صرف اہل عم وفضل ہی نہیں بلکہ جادلین کے سامنے بے جھجک پیش کر کے دعوت تنقید دینا بہت مشکل ہے۔ مسائل مختلف فیھا کی توضیحات، قضایا وتحکیمات کتاب وسنت واجماع وقیاس کی روشنی میں معین کرنے کے اصول بیان کرنا۔ مخالفین ومعترضین کے غلط الزامات واعتراضات کی مکمل تردید اسئلہ کے اجوبہ کے ذریعے اپنے مسلک کی تائید اس کی حقانیت کا اثبات ماد شما کا کام نہیں اس کے لئے عظیم علم وفضل درکار ہے حدیث شریف میں ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو فقہ میں مہارت عطا فرماتا ہے رب العزت نے اپنے کرم سے جامع فقہی صلاحیت مفتی اقتدار احمد

خان کو عطا فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر جلوہ گر ہو کر فقہی احتیاطوں کے ساتھ قلم حق رقم چلایا اور فخر و تمکنت سے گریز کر کے عجز و انکسار کو اپنایا ایسا یوں نہ ہوتا کہ الولد سر لابیہ آپ حکیم الامت شیخ الحدیث مفسر قرآن مفتی اعظم پاکستان حضرت مولنا مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہ کے فرزندار جمند ہیں۔ آپ بھی اپنے والد ماجد کی طرح مرجع خلائق ہیں ملک کے اطراف و اکناف سے مستفتی صاحبان آپ سے فتوے طلب کر رہے ہیں اور آپ کا دارالافتاء مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔

موجودہ دور سائنس اور فلسفہ کی ترقی کا دور ہے اس لئے طبیعتیں عام طور پر عقلی دلائل کی طرف مائل نظر آتی ہیں۔ لوگ اس زمانہ میں شرعی احکام کو بھی عقلی دلائل کی روشنی میں سمجھنا اور جاننا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آج کل عقلی دلائل کے طلب کرنے کا ذوق اور عقلی سوالات قائم کرنے کا شوق اور عقلی جوابات حاصل کرنے کا رجحان بہت تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے عطایا احمدیہ میں فاضل مصنف نے اس نزاکت کا پورا پورا خیال رکھا۔ جس فتوے میں جہاں دلائل نقلیہ کے علاوہ دلائل عقلیہ کی ضرورت محسوس کی وہاں دلائل عقلیہ کو اس خوبی کے ساتھ قائم کیا ہے کہ ان کے امتزاج فتوے کی صحت و حقانیت سائل اور ہر مطالعہ کرنے والے کے دل و دماغ میں ایسی راسخ ہوگئی کہ مزید کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی حسن اتفاق سے چین کا مسئلہ جس میں لوگوں کو بہت بے چینی پیدا ہو رہی تھی اس کو فاضل مصنف نے ایسے دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ بیان کر دیا کہ جس سے تمام بے چینیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

اس جامعہ کتاب میں ایسے بے شمار علمی اسرار و رموز اور فنی نکات کو عمل کی افادیت عام کرنے کی غرض سے صراحۃ بیان کر دیا جن کو فقہا و محدثین اپنا مابہ الامتیاز سمجھ کر پردہ خاص میں رکھنا ہی مستحسن سمجھتے ہیں۔ آخر میں امید کرتا ہوں کہ ملت اسلامیہ کا ہر طبقہ اور ہر فرد العطایا الاحمدیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ چونکہ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے موجب سعادت دارین ہے اس لئے ہر دیندار شخص اس کو خرید کر اپنے پاس رکھے گا۔ خدا کرے اس کی اشاعت میں دم بہ دم اضافہ ہوتا رہے اور لوگ ہمیشہ اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں۔ رب تبارک و تعالیٰ مصنف کی عمر دراز کرے اور ان سے بے شمار دینی خدمات لے اور دارین کی نعمتوں اور سعادتوں سے مالا مال رکھے آمین ثم آمین یہ دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ (خادم العلماء و فقراء غلام محی الدین نعیمی مرادآبادی غفرلہ الہادی)

تصنیف و تالیف: آپ نے درج ذیل علمی و تحقیقی رسائل تحریر فرمائے:

- حیات شہداء
- مسائل عید الاضحیٰ
- قربانی کے فضائل و مسائل
- حیات گنج شکر
- طلاق ثلاثہ پر اجماع

فتاویٰ، پوسٹر اور پمفلٹ اس کے علاوہ تھے۔ علاوہ ازیں حضرت صدر الافاضل کی مشہور تصانیف سوانح کربلا (۲) الکلمۃ العلیاء (۳) کتاب العقائد کی تصحیح فرما کر تمام اغلاط کتابت دور کر کے خوش نما پرنٹ سے شائع کی۔ حضرت صدر الافاضل کا "ایصال ثواب" کے موضوع پر ایک تحریری مناظرہ ہوا تھا۔ جس کا تمام مواد حضرت علامہ مسعود احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (صابری مسجد رنچھوڑ لائن) کے پاس تھا۔ آپ نے ان سے طلب فرمایا لیکن بعض حصے گل چکے تھے جس کے باعث اس رسالہ کی ترتیب وطباعت ممکن نہ ہو سکی۔

تقریبات:

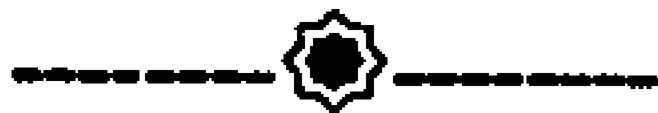
1- آپ اپنے گھر پر ربیع الاول شریف میں سالانہ محفل میلاد شریف

2- اپنے استاد محترم و مرشد مکرم حضرت صدر الافاضل کا سالانہ عرس ۱۸، ذوالحجہ کو منعقد فرماتے تھے۔

3- پاکپتن شریف میں امام الاولیاء حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے دربار مقدس کی حاضری سال میں تین چار مرتبہ دیا کرتے تھے۔ آپ، حضرت بابا فرید کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے "فریدی" نام کے ساتھ لکھا کرتے تھے۔

وصال: مفتی سید غلام محی الدین نعیمی ۱۴، مارچ ۱۹۸۷ء بمطابق ۴، رجب المرجب ۱۴۰۷ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ حضرت نثار شاہ بخاری (متصل جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ شارع فیصل لب سڑک) کی درگاہ کے سامنے زیارت گاہ عام وخاص ہے۔

[مندرجہ حوالہ جات کے علاوہ تمام مواد مفتی صاحب کے شاگرد و رفیق سفر مولانا رجب علی نصرت نعیمی صاحب نے عنایت فرمایا۔ جس کو فقیر راشدی نے مضمون کی صورت میں سجایا ہے۔]



مولانا غلام عمر آریجوی

نامور نعتیہ شاعر و عالم مولانا غلام عمر بن محمد عثمان آریجا گوٹھ خیر محمد آریجہ (ضلع لاڑکانہ) میں ۲۶، اپریل ۱۸۴۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: تین سال کی عمر میں والد انتقال کر گئے۔ اس طرح آپ نے یتیم کی زندگی بسر کی اور والدہ ماجدہ کی سرپرستی میں تعلیمی منازل طے کیں۔ مولانا اللہ بخش (والد مولانا ثناء اللہ ثنائی) کے پاس گوٹھ کھوھارا (تحصیل ڈوکری) میں فارسی مکمل پڑھی۔ گوٹھ ترائی کمباریہ میں مولانا عبدالرزاق کے پاس عربی کے ساتھ طب کی بھی تعلیم حاصل کی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر پہلے استاد مولانا اللہ بخش کے پاس واپس آئے اور وہیں نصاب مکمل کیا۔

درس وتدریس: گوٹھ فاضل کلہوڑو میں مدرسہ قائم کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ میں گذر اوقات کیلئے مطب کھولا۔ آٹھ/ دس سال وہیں درس دیا۔ رئیس اللہ بخش بگھیو کے اصرار کے پیش نظر انہی کے گوٹھ میں درس کا سلسلہ پانچ/ سات تک جاری رکھا۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ واپس آئے مدرسہ اور شفاخانہ قائم کیا، بقیہ زندگی وہیں بسر کی اور دونوں کام برابر جاری رکھے۔

حکمت: حکمت میں بڑا نام کمایہ، اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا رکھی تھی، لوگ دور دراز علاقوں سے آ کر شفایاب ہوتے تھے۔

شاعری: نعتیہ شاعری مولانا کی شہرت کا سبب بنی۔ فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو میں شاعری کی۔ تخلص میں "غلام عمر" نام ہی کو اپنایا تھا۔

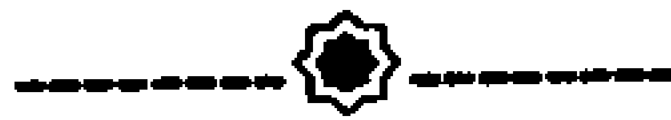
شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا سچے عاشق رسول تھے۔ انہوں نے نعتیہ شاعری میں "حب رسول ﷺ" کا درس دیا ہے اور تعریف وتوصیف، خصائص وفضائل مصطفیٰ ﷺ سے اپنی شاعری کو بلندی پر پہنچایا ہے۔ کہتے ہیں، دل سے جو نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے یہی سبب ہے کہ عرصہ دراز گذرنے کے باوجود آج بھی مسجد کے محراب اور جلسہ گاہ کی اسٹیج آپ کی نعت سے گونجتے رہتے ہیں۔ آپ نے حمد، نعت، مولود، منقبت، قصیدہ، غزل وغیرہ اصناف میں طبع آزمائی کی۔ شان صحابہ، فضائل اہل بیت، شہداء کربلا اور عظمت غوث اعظم موضوعات کے علاوہ فارسی وسندھی میں قومی شاعری بھی کی جس سے امت مسلمہ کو بیدار اور جذبہ دین اجاگر کرنے کی سعی بلیغ کی گئی۔

تصنیف وتالیف: مولانا کا کتب خانہ نہایت وسیع وقیع تھا، جس میں نادر ونایاب کتب کا خزانہ جمع کیا ہوا تھا۔ آپ نے دینی طبی اور شاعری کے متعلق کتب ورسائل تحریر فرمائے، لیکن ان تمام کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام درج ذیل ہے۔

1- کریما مخمس

وصال: آپ نے ساری زندگی حب رسول کا درس دینے، ویران دلوں میں حب حبیب ﷺ کی شمع روشن کرنے میں بسر کی اور ۱۱، جولائی ۱۹۳۳ء/ ۱۳۵۲ھ کو انتقال کیا۔

(ماخوذ: لاڑکانہ ماضی اور حال، از: ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی مرحوم)



مولانا غلام رسول ڈیپر

مولانا غلام رسول ڈیپر گوٹھ احمد آباد (وایا خیر پور ناتھن شاہ تحصیل میہڑ ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے گوٹھ کی مسجد کے مکتب سے کیا، اس کے بعد علامہ مفتی غلام محمد لغاری قاسمی سے بعض کتب پڑھیں، بقیہ درس نظامی جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ مشوری شریف میں پورا کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: آپ کی زندگی کے شب و روز درس وتدریس میں صرف ہوئے۔ گوٹھ مصری (تحصیل خیر پور ناتھن شاہ) میں بارہ برس، مدرسہ مجددیہ اشرفیہ درگاہ وبھروشریف میں بارہ برس اور ماتلی (ضلع بدین) میں دس برس درس دیا۔ اس طرح ۳۴ سال درس وتدریس میں گذارے۔

بیعت: حضرت خواجہ محمد اشرف مجددی رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ وبھروشریف وایا بھان سید آباد ضلع دادو) سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔

شادی واولاد:

ایک شادی کی اس سے ایک ہی بیٹی تولد ہوئی۔

وصال: مفتی مولانا غلام رسول کے آخری دن اپنے آبائی گوٹھ احمد آباد میں بسر ہوئے، وہیں ۱۱، ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ/ ۱۹، اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بارہ بجے دوپہر کو اس حال میں انتقال کیا کہ کلمہ شہادت زبان پر جاری تھا۔

[لاڑکانہ سے حافظ عبدالستار ابڑو نے معلومات فراہم کی۔]

مولانا غلام رسول کشمیری

حضرت مولانا غلام رسول، جنت نظیر وادی کشمیر کے ایک گاؤں پرتاب پورہ (قصبہ شوپیاں تحصیل کولگام) ضلع اسلام آباد (اننت ناگ) کے ایک معزز و متمول "بٹ" خاندان میں ۱۹۳۵ء کو تولد ہوئے۔ آپ کے والد عبدالعزیز گاؤں کے نمبردار تھے۔

تعلیم وتربیت: اپنے علاقہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے سفر اختیار کیا۔ "تبلیغی جماعت" کے ظاہر کو دیکھ کر چھ ماہ اس کے ساتھ

رہے جب باطن نظر آیا تو الگ ہوگئے بلکہ متنفر ہوگئے۔ ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لائے، کراچی میں قاری احمد حسین فیروز پوری ثم گجراتی کی دل کش تقریروں اور روح پرور نعتوں نے دل کو گرمایا، عشق کو

جگایا، قاری صاحب سے تعلق خاطر ہو گیا، تبلیغی جماعت کے اثرات زائل ہو گئے۔ مولانا نے ابتدائی دینی کتابیں حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی سے پڑھیں پھر دارالعلوم مظہریہ (جامع مسجد آرام باغ کراچی) میں مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی (مفتی آگرہ) سے اور علامہ خادم رسول (تلمیذ حافظ الملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی شیخ الحدیث مدرسہ مصباح العلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا) سے ایک سال پڑھا، اس کے بعد ۱۹۵۴ء، سے ۱۹۵۹ء تک تقریباً چھ سال دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ممتاز اساتذہ سے پڑھتے پڑھتے آخر میں مدرسہ مخزن بحرالعلوم کراچی میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی اور ۲۵، ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۷، اپریل ۱۹۶۶ء کو تاج العلماء کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی نے سند جاری فرمائی۔

آپ کو محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب فیصل آبادی (رحلت ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) سے مشکوٰۃ شریف کے کچھ اسباق پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہے۔

بیعت وخلافت: آپ ۱۹۵۳ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی سے غائبانہ بیعت ہوئے، پھر ۱۹۶۲ء میں بریلی شریف حاضر ہو کر تجدید بیعت فرمائی۔ اسی وقت مفتی اعظم ہند نے اجازت وخلافت جاری فرمائی اور ۱۹۸۰ء میں احباب کے اصرار پر بیعت کا آغاز کیا۔

خانقاہ کی بنیاد: آپ نے کورنگی نمبر ۵ کراچی میں "خانقاہ ایمانیہ قادریہ رضویہ" قائم کی، آخر میں ۱۹۹۳ء میں "دعوت ایمانیہ رضویہ" کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم ہوا، جس کے آپ چیئرمین ہوئے۔

عادات وخصائل: مولانا نہایت خاموشی اور لگن کے ساتھ کراچی میں دین ومسلک کی خدمت کرتے رہے نام ونمود اور شہرت سے بچتے رہے، دنیا کی ہوس کو دل سے دور رکھا، مجاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کی۔ معمولات کی محفلوں کے علاوہ گھر گھر محفلوں میں شریک ہوئے، مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو اجاگر کیا، عقیدوں کو سنبھالا، گمراہی سے بچایا۔ آپ ایک شعلہ بیان مقرر اور حق گو خطیب تھے۔ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے مسلک مستقیم سے مولانا کو والہانہ لگاؤ تھا، زندگی بھر اسی مسلک کی اشاعت کرتے رہے، آپ علماء اہل سنت کو بہت پسند فرماتے تھے اور ملاقات کے وقت انہیں تحفہ ضرور نذر کرتے تھے۔

خطابت وامامت: ۱۹۵۷ء سے تادم وصال امامت وخطابت سے وابستہ رہے۔ غوثیہ مسجد لیاقت آباد، تاج مسجد وغیرہ۔

سفر حرمین شریفین: ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء کو آپ زیارت روضہ رسول اکرم ﷺ اور حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

شادی و اولاد: آپ نے خاندان سے باہر شادی کی اس میں سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔ بیٹے کو حافظ القرآن بنایا لیکن بیوی اور اولاد نے وفا نہ کی۔

وصال: بروز بدھ ۲۳، شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ/ ۲۵، جنوری ۱۹۹۵ء کی شام اچانک آپ کو درد قلب کی شکایت ہوئی اور ہم سے جدا ہو گئے۔ وصال کے وقت عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ دوسرے روز صبح ۱۰ بج کر ۵۰ منٹ پر جامع مسجد بسم اللہ لانڈھی نمبر ۶ کراچی سے متصل مرکزی شاہراہ پر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی امامت میں ادا کی گئی۔ کراچی کے ناگفتہ بہ حالات اور اس روز خوف و دہشت کے باوجود عوام الناس جوق در جوق شریک ہوئے، جلوس جنازہ دیدنی تھا، کورنگی کراچی کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کے وصال کے بعد اتفاق رائے سے آپ کے جواں سال خلیفہ مولانا زاہد سراج قادری کو آپ کا جانشین نامزد کیا گیا۔ (ماخوذ: کتابچہ ماہ حق مطبوعہ دعوت ایمانیہ رضویہ کورنگی کراچی ۱۹۹۵ء)

حضرت صابر براری نے قطعہ تاریخ وصال استخراج فرمایا وہ درج ذیل ہے:

چل دیئے آج سوئے خلد بریں
اہل سنت کے واعظ مقبول
تھے وہ شیدائی اعلیٰ حضرت کے
دوستی کی نہ دشمنوں سے قبول
کی ہے تبلیغ دیں میں عمر بسر
کبھی چھوڑے نہیں ہیں اپنے اُصول
سال رحلت ہے ان کا یہ "صابر"
شان اہل ارم غلام رسول
(۱۹۹۵ء)

مولانا غلام محمد نعیمی

مولانا غلام محمد بن حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی ۱۹، ستمبر ۱۹۵۷ء کو داؤد گوٹھ ملیر سٹی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مکتب سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۷۰ء میں غازی بروہی پرائمری اسکول داؤد گوٹھ سے پانچویں جماعت پاس کی۔ اس کے بعد درس نظامی کی تعلیم اپنے والد ماجد مفتی محمد عبداللہ نعیمی سے شروع کی، تفسیر جلالین مشکوۃ شریف اور شرح جامی تک کتب بالمشافہ اپنے والد صاحب سے ہی پڑھیں۔ ابھی تعلیم جاری تھی کہ ۱۹۸۲ء میں مفتی صاحب کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ بقیہ کتب حضرت مفتی محمد احمد نعیمی صاحب سے پڑھ کر ۱۹۸۶ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ ۱۹۸۷ء میں ایم اے سیکنڈ ڈویژن سے پاس کیا۔

سفرِ حج: ۱۹۸۶ء میں اپنے استاد محترم مفتی محمد احمد نعیمی کی رفاقت میں حج اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ پہلے مسقط وعمان تبلیغ کے لئے گئے وہیں سے سفر حج پر روانہ ہو گئے۔

تصنیف وتالیف: زمانہ طالب علمی میں آپ نے عربی ادب سے حکایات کا انتخاب کیا اور اس کا اردو ترجمہ کر کے "عمدۃ المقالات" کے نام سے شائع کیا۔

خدمات: اپنے والد ماجد کے بعد مولانا غلام محمد نعیمی دار العلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کے مہتمم مقرر ہوئے آپ نے سب سے پہلے مدرسہ کے انتظام نظم وضبط پر توجہ دی، طلباء سے شفقت سے پیش آتے ان کے دکھ سکھ کو سمجھتے ان کی اخلاقی قدروں پر خاص توجہ مرکوز فرماتے۔ دار العلوم کی تعمیر وتوسیع کے عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا اور محنت ومشقت سے ایک پرشکوہ عمارت تعمیر کرائی، مسلک حقہ اہل سنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے دار العلوم میں " مکتبہ مجددیہ نعیمیہ " قائم فرمایا جہاں سے اشاعت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ آپ نے ۱۹۸۴ء میں دار العلوم میں "دورہ علم میراث" کا اہتمام کیا جس کے تدریس کے فرائض انجام دینے کے لئے دادو سندھ سے مولانا مفتی احمد میاں جی صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔

۱۹۸۶ء میں دار العلوم میں دورہ تفسیر قرآن کا اہتمام وانصرام کیا۔ تدریس کے لئے ملک کے مایہ ناز عالم دین شیخ القرآن حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور) کی خدمات حاصل کی گئیں۔ چالیس ایام میں مکمل دورہ تفسیر قرآن کرایا۔ اس میں تقریباً تین سو علماء ائمہ وخطباء وحفاظ حضرات شریک ہو کر مستفیض ہوئے اور بعد میں اسناد بھی تقسیم کی گئیں۔

اس کے علاوہ مولانا غلام محمد نعیمی خطاب بھی پرمغز فرماتے تھے، دین کی تبلیغ کے لئے دور دراز علاقوں، گوٹھوں میں وعظ کیلئے جاتے تھے، پیغام حق وصداقت گھر گھر پہنچانے کا عزم مصمم رکھتے تھے، اہل سنت وجماعت کے نڈر سپاہی تھے، اہل سنت وجماعت کی ترقی وترویج کیلئے ہر وقت کوشش فرماتے رہتے تھے۔

وصال: مولانا غلام محمد سے زندگی نے وفا نہ کی جوانی میں ۴، دسمبر ۱۹۸۷ء بروز جمعہ تیس سال کی عمر میں ظالموں کی گولیوں کا نشانہ بنے، زخمی حالت میں جناح ہسپتال پہنچایا گیا جہاں زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کیا۔ بعد نماز عصر محفوظ اسٹیڈیم (برف خانہ) ملیر میں مفتی محمد جان نعیمی نے نماز جنازہ کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد دعا مغفرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے فرمائی۔ مولانا غلام محمد کو دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ صاحبداد گوٹھ ملیر کراچی میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(ماخوذ: مفتی غلام محمد نعیمی پولیس کے ہاتھوں قتل کیوں؟ مطبوعہ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر ۱۹۸۷ء)

مفتی غلام قادر کشمیری

مولانا مفتی غلام قادر بن مولانا نور ولی کشمیر جنت نظیر کی تحصیل حویلی ضلع پونچھ کے گمنام قصبے شاہ پور میں تولد ہوئے۔ آپ کا تعلق متوسط زمیندار اور علمی گھرانے سے تھا۔

تعلیم و تربیت: حسب دستور ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار مولانا نور ولی اور اپنے بڑے بھائی مولانا فقیر محمد سے حاصل کی اور بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دارالعلوم نعمانیہ لاہور، دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم نظامیہ فرنگی محل اور دارالعلوم نعیمیہ مراد آباد جیسے اعلیٰ علمی مراکز سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں صدر الافاضل مفسر قرآن علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، شیخ الحدیث علامہ ابوالفضل سردار احمد فیصل آبادی اور مفتی علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی وغیرہ جیسے مقتدر اور جید علمائے کرام شامل تھے۔

درس و تدریس: بعد فراغت آپ جنوبی افریقہ تشریف لے گئے، جہاں برصغیر کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی القادری (والد علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ) کی یادگار "جامعہ علیمیہ" میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔

۱۹۵۷ء کو وطن واپسی پر مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی القادری کے حکم پر جامع مسجد مدینہ ماڈل کالونی (ملیر، کراچی) کی امامت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ علم کی محبت نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا اور جلد ہی پیر طریقت حضرت غلام محمد مجددی نقشبندی (ماڈل کالونی) کی سرپرستی میں "مدرسہ محمدیہ" کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس، تعمیر و ترقی مدرسہ و مسجد میں مصروف رہے۔

خدمات: "جمعیت علمائے پاکستان" کے قیام پر آپ سینئر نائب صدر منتخب ہوئے۔ اور طویل عرصہ تک اسی منصب پر فائز رہے۔ جہاد کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کو جہاد قرار دے کر عملی طور پر اس جنگ میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ علامہ عبدالحامد بدایونی کے حکم پر پہلے تن تنہا

کشمیر کے محاذوں کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات و واقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد کراچی واپس آئے اور یہاں سے مجاہدین کشمیر کے لئے سامان جمع کر کے ٹرکوں کے ذریعے کشمیر روانہ کیا اور اس وقت کے بارہ علماء اہل سنت کا وفد لے کر کشمیر کی سرحدوں پر پہنچے اور اپنے ہاتھوں سے اشیاء ضرورت مجاہدین اور مہاجرین میں تقسیم کیں۔ وفد کے اراکین نے انتہائی بے خوفی سے مجاہدین اور پاک فوج کے جوانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کشمیر، سیالکوٹ، چھجوڑیاں، لاہور اور دیگر محاذوں پر اگلے مورچوں تک دورے کئے اور عوام، مجاہدین اور پاک فوج میں جذبہ جہاد کو اجاگر کیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ۱۹۸۴ء میں ایک عظیم الشان جلسہ بمقام ماڈل کالونی میں منعقد کیا۔ جس میں علماء و مشائخ اور عوام نے جوق در جوق شرکت کر کے قادیانیت کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا۔ نتیجاً قادیانیوں کی جانب سے آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس حملے میں آپ شدید زخمی ہو گئے۔ دونوں ٹانگوں میں راڈ زڈلوائی گئیں آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے مگر یہ سازش آپ کو اپنے مقصد سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

(مفتی غلام قادر کشمیری مضمون نگار: عنایت اللہ خان نوائے وقت کراچی ۳، جنوری ۲۰۰۳ء)

بیعت: آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا نوازش علی شاہ صابری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) سے دست بیعت ہوئے۔

اولاد: آپ کے یہاں چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا مولوی غلام غوث تولد ہوئے۔

تصنیف وتالیف:
1- رمضان المبارک اور شب قدر کے فضائل و مسائل (کتابچہ)
2- فتاویٰ قادریہ (قلمی)

وصال: مفتی غلام قادر صابری کشمیری نے ۲۸، شوال المکرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۴، جنوری ۲۰۰۱ء کو انتقال کیا۔ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور جامع مسجد مدینہ (ماڈل کالونی، ملیر، کراچی) کے احاطہ میں تدفین ہوئی۔

مولانا غلام رسول "ہاشم" چشتی

مولانا غلام رسول بن خلیفہ پیر محمد ۳، مارچ ۱۸۶۳ء کو شکارپور سندھ میں تولد ہوئے۔ آپ رئیس العارفین حضرت خواجہ امین شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلیفہ مولانا حافظ صاحبڈنہ چشتی کے پڑپوتے (یعنی

پوتے کے بیٹے) تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتداءمیں محلہ کی مسجد شریف میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد حضرت مولانا قاضی سید بہادر علی شاہ چشتی (جو کہ حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز چشتی قدس سرہ متوفی ۸۲۵ھ مدفون حیدرآباد دکن کی اولاد میں سے تھے) سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔

بیعت: اپنے والد ماجد خلیفہ پیر محمد سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں دست بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔

عادات وخصائل: بعد فراغت علمی نواب سخی مددخان مرحوم کی مشہور جامع مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے۔ آپ کا وعظ اثر انداز پرتاثیر تھا۔ شیرین گفتار کے مالک کے،اس کے علاوہ نامور حکیم بھی تھے۔ پوری زندگی بندگی ومعرفت خداوندی اور حب مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی۔ ذکر الٰہی، درود شریف، تلاوت قرآن مجید اور درس وتدریس آپ کا روز کا معمول تھا۔

شادی واولاد: آپ نے تین شادیاں کیں، جن سے پانچ بیٹے تولد ہوئے۔ بڑے بیٹے میاں شہاب الدین چشتی نے شکارپور سے ہفت روزہ سندھی اخبار "شہباز" جاری کیا تھا۔

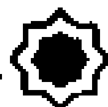
شاعری: موصوف بلند پایہ کے شاعر تھے، علم عروض کے ماہر اور فارسی زبان پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ "ہاشم" تخلص تھا۔ نمونہ کلام:

چوں شوی فارغ از مناسک او زاہد روضہ نبی می
روضہ دیدہ بگو تو اے احمد سرورا دستگیر من می

تصنیف وتالیف: آپ نے تلقین وارشاد، وعظ ونصیحت، حلقہ ذکر، شعر وشاعری کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔ آپ کی بعض تصانیف کا علم ہوسکا جو کہ درج ذیل ہیں:

- میلاد نامہ (سندھی) حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کا بیان
- معراج نامہ (سندھی) حضور اکرم ﷺ کے معراج شریف کا بیان
- تنبیہ المسلمین (سندھی)
- دیوان ہاشم اس میں سندھی سرائیکی اور فارسی کلام درج ہے۔

وصال: مولانا غلام رسول ہاشم چشتی نے ۲۷، جون ۱۹۲۶ء/۱۳۴۴ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ شکارپور کے قبرستان میں واقع ہے۔ (ماخوذ: مہران مطبوعہ ۱۹۵۷ء)



مولانا حافظ غلام حبیب صدیقی

الحاج مولانا حافظ غلام حبیب صدیقی بن مولانا رعاالدین صدیقی صفر المظفر ۱۹۱۶ء کو ضلع ہزارہ کے قصبہ کوٹ نجیب اللہ (صوبہ سرحد) میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ایک خوددار عالم دین اور مسجد پھلاہ کے خطیب اور امام تھے۔

آپ کے خاندان کو ایک علمی گھرانہ ہونے کے ساتھ یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے خلیفہ اول امیرالمومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ مصر سے ہندوستان ہوتے ہوئے وزیر آباد تشریف لائے، نواب نجیب اللہ کے عہد میں کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب پر فائز ہو کر یہاں مقیم ہو گئے۔ اس اعزاز کے ساتھ کافی زمین بھی بطور جاگیر دی گئی تھی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا رعاالدین اور ماموں محمد غوث سے حاصل کی۔ ساتھ ہی مڈل کا امتحان بھی اپنے گاؤں کے واحد اسکول سے پاس کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہوئے۔

بیعت: آپ اپنے خاندانی مرشد گھرانے کی طرف متوجہ ہوئے اور قطب زمان حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہ (آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں دست بیعت ہوئے۔

حفظ قرآن: بیعت ہونے کے بعد آپ کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں کالج میں کچھ عرصہ امامت فرمائی یہیں آپ نے قرآن پاک ۲/۱ برس کے عرصہ میں حفظ کیا۔

امامت و خطابت: بعد فراغت کچھ عرصہ اپنے خاندانی مسجد پھلاہ میں امامت و خطابت بھی کی لیکن آپ کی کوشش یہی رہی کہ کسب معاش کے لئے کسی اور ذریعہ کو اختیار کیا جائے۔ اس سلسلہ میں اکثر گھر سے باہر رہے اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں امامت کی خدمات انجام دیتے رہے جہاں بھی گئے کسب معاش کا کوئی سلسلہ نہ بنا اور مسجد کی امامت آسانی سے مل جاتی تھیں۔ ایک طرف کسب معاش کی ضرورت تو دوسری طرف اپنے ذوق کی تسکین اور طلب معرفت کے لئے مجاہدے۔ آپ نے بہت سے علاقوں کا سفر کیا۔ کاٹھیاوار کے بہت سے قصبات میں قیام، جام نگر، دیراول اور بمبئی کی مساجد میں امامت فرمائی۔

آپ نے امامت وخطابت ہمیشہ اللہ ورسول کے لئے اور کبھی اسے ذریعہ معاش نہیں بنایا، چنانچہ کچھی میمن مسجد (گاڑی کھاتہ کراچی) میں جب آپ مقرر ہوئے تو اسی ایک مسجد میں ۳۲ برس نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ آپ نے خدمات انجام دیں۔

کراچی میں آمد: آپ نے کچھ رقم جمع کی اور بغداد شریف کے ارادے سے کراچی پہنچے یہ ۱۹۳۷ء کے آخر یا ۱۹۳۸ء کے اوائل کی بات ہے۔ آپ نے کراچی پہنچ کر گلزار ہوٹل صدر میں قیام کیا یہیں کراچی میں قاری غلام رسول قادری سے ملاقات ہوئی جو اس وقت مسجد قصابان میں امام تھے۔ ایک دوکان پر آپ کی ملاقات حاجی ابوبکر المعروف ابو بڑا سے ہوئی اور وہ ہی آپ کو کچھی میمن مسجد گاڑی احاطہ لائے۔ اس وقت حافظ محمد سلیمان جو اس مسجد کے امام تھے وہ کسی مرض میں مبتلا تھے۔ ابو بڑا کی درخواست پر آپ نے عارضی طور پر اس مسجد میں امامت شروع کی کچھ عرصہ بعد حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا تو ابو بڑا صاحب اور ممبران کچھی میمن مسجد نے اصرار کیا کہ آپ اس مسجد میں مستقل امامت فرمائیں۔ دوسری طرف بغداد شریف کا زادراہ یہیں خرچ ہو گیا۔ لہٰذا آپ نے مستقل امامت فرمائی۔

سفر حرمین شریفین: آپ کو حضور پاک ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا ذکر آتا تو آپ کی آنکھیں اشک باری کرنے لگتیں تھیں۔ ہر حاجی کو تلقین فرماتے کہ مدینہ منورہ ضرور جانا۔ کسی کے بارے میں علم ہوتا کہ وہ حج کرنے گیا اور سعادت مدینہ سے محروم رہا تو فرماتے "بدبخت" ہے۔ آپ نے ۱۹۴۰ء کو حرمین کا سفر کیا۔ چھ ماہ وہاں قیام فرمایا، رمضان المبارک کے روزے مدینہ منورہ میں گذارے، آخری عشرہ مسجد نبوی شریف میں اعتکاف فرمایا۔

اس کے بعد مزید تین بار حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ آپ فرماتے: "پہلے حج کے بعد میرا قصد صرف مدینہ کا رہا مدینہ منورہ میں مجھے جو سکون ملا کہیں میسر نہ ہوا"۔

مزارات سے اکتساب فیض: آپ نے اوراد و وظائف کے ورد، چلہ کشی اور اکتساب فیض حاصل کرنے کیلئے پنجاب ہندوستان اور سندھ کے مختلف اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی۔ لاہور، ملتان، حیدرآباد دکن، بمبئی اور کاٹھیاواڑ کے سبھی درباروں پر حاضری دی۔ ایک بار مجلس میں ارشاد فرمایا: مجھے پوربندر کی ایک مزار سے حکم ہوا کہ جا عبداللہ شاہ کی مزار پر حاضر ہو وہیں تیرا مسکن ہے۔" آپ فرماتے ہیں اسی سلسلے میں ایک مزار سے دوسری مزار تک پھرتا رہا لیکن کچھ علم نہ ہو سکا تو میں نے فیصلہ کیا کہ بغداد شریف جاؤں گا، غوث پاک ہی اس عقدہ کو حل فرمائیں گے۔

آپ بتاتے ہیں کہ مجھے مکلی کے مزارات مقدسہ کا علم کچھی میمن مسجد گاڑی کھاتہ میں ہوا، چنانچہ میں ٹھٹھہ گیا اور حضرت سید عبداللہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف اصحابی بابا کے مزار سے مجھے معلوم ہوا کہ

مجھے اسی مزار کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ لہٰذا میں نے مسجد میں امامت شروع کر دی۔ اس کے بعد آپ کا معمول بن گیا کہ آپ ملکی جاتے اور ۲، ۲، ۳، ۳ دن قیام کرتے۔ اصحابی بابا کے علاوہ حضرت شاہ مراد، بارہویں صدی کے مجدد، امام اہل سنت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، حضرت مخدوم آدم نقشبندی۔ حضرت عیسیٰ جنداللہ کے مزارات مقدسہ پر وقوف کرتے، علاوہ ازیں حضرت پیر پٹھو اور حضرت جمیل شاہ داتار پر حاضری دیتے۔ شہباز ولایت حضرت لعل شہباز قلندر (سیوہن شریف) سندھ کے عظیم صوفی شاعر و کامل ولی اللہ حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی (بھٹ شاہ) صاحب علم لدنی حضرت مخدوم نوح سرور سہروردی (ہالا) (جنہوں نے برصغیر میں سب سے اول قرآن حکیم کا فارسی میں ترجمہ کیا) اور جبل میں جئے شاہ نورانی وغیرہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔

وظائف میں بھی بڑا انہماک تھا دلائل الخیرات، قصیدہ غوثیہ، قصیدہ بردہ شریف، حزب البحر، درود مستغاث کے علاوہ بہت سے وظائف روزانہ کا معمول تھا۔ صبح قرآن پاک کی تلاوت اور شب تہجد میں ذکر قادریہ پر بہت زور تھا۔

شادی واولاد: جب آپ کوئٹہ میں تھے تو اطلاع آئی کہ والد صاحب علیل ہیں آپ گاؤں واپس چلے گئے، والد کی آخری بیماری تھی، چنانچہ والد صاحب کے اصرار پر اپنے عم محترم مولوی احمد دین بن مولوی عبدالرحمٰن کی بیٹی سے نسبت کی۔ آپ کے برادر حقیقی مولوی حفیظ الرحمٰن بتاتے تھے کہ آپ کو منگنی کی رسم ادا کرنے کے لئے بھیجا گیا تو، پیچھے والد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی، چنانچہ فوراً بلوا بھیجا۔ آپ آئے ہی تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔

والد کے انتقال کے بعد ۱۹۳۵ء کو عقد مسنون ہوا اور ۱۹۴۰ء کو جب آپ حرمین میں تھے تو پہلی بیوی کا انتقال ہوا۔ ان سے دو اولادیں ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔

پہلی زوجہ کے وصال کے دس برس بعد احباب کے بے حد اصرار اور محمد سیٹھ (ویراول والے) کی وساطت سے دوسرا نکاح آپ نے مولوی غلام جیلانی بن عبداللہ لودھی کی بیٹی سے ۱۹۵۰ء کو کیا۔ جن سے آپ کو چھ لڑکے اور چار لڑکیاں تولد ہوئیں۔ پروفیسر اشفاق احمد صدیقی آپ ہی کے صاحبزادے اور جانشین ہیں، کچھی میمن مسجد میں امامت و خطابت اور تعویذات کا شغل جاری رکھے ہوئے ہیں۔

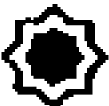
کچھی میمن مسجد میں مولانا کی یاد میں ۱۹۷۵ء کو مدرسہ حبیبیہ تعلیم القرآن جاری کیا گیا ہے۔

تصنیف وتالیف: آپ کی تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں ایک پمفلٹ "مقبول نماز" سامنے آیا ہے جو کہ تیرہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں نماز کے روحانی راز و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

وصال: مولانا غلام حبیب صدیقی انتقال سے ایک روز قبل احباب کے ہمراہ سیوہن شریف تشریف لے گئے، جہاں شہباز ولایت حضرت لعل شہباز قلندر کے مزار مقدسہ پر حاضری دے کر واپس ہوئے دوسرے روز فجر کی نماز پڑھائی تلاوت کلام پاک، حسب معمول دلائل الخیرات پڑھی، ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی۔

شام میں غسل کیا اجلا لباس زیب تن کیا، جاتے جاتے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ اذان عصر کے بعد مسجد میں تشریف لائے سنتیں پڑھی۔ عصر باجماعت پڑھائی۔ دعا کے بعد سیدھے گھر آئے کرسی پر بیٹھ کر دلائل الخیرات پڑھنے میں مصروف ہوئے تلاوت ہی کے دوران کچھ پانی پیا، چائے دی گئی۔ ایک ہاتھ میں کپ تھا اور دوسرے ہاتھ میں دلائل الخیرات کی کتاب کہ فرشتہ اجل نے ہاتھ بڑھایا۔ کرسی سے نیچے آ گئے، کمر پر سیدھا لٹایا گیا تو از خود ہاتھ زیر ناف باندھ لئے۔ تلاوت جاری ہی تھی کہ آنکھیں بند ہو گئیں اور جنبش لب پر ہمیشہ کے لئے سکوت طاری ہو گیا۔

یہ واقعہ ۱۷، جمادی الاول ۱۳۹۰ھ/۲۳، جولائی ۱۹۷۰ء نماز مغرب سے بیس منٹ قبل کا ہے۔ یعنی بروز جمعرات ۵۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دوسرے روز بعد نماز جمعہ نماز جنازہ حضرت مولانا سید عبدالکریم گیلانی کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ کچھی میمن قبرستان گھاس منڈی (رنچھوڑ لائن) میں تدفین عمل میں آئی۔ (ماخوذ: کتابچہ مقبول نماز مع احوال اباجی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء)



مولانا سید غوث محمد شاہ جیلانی

پر عزم، بیدار مغز، بہادر، دلکش چہرہ، صاحب حسن و جمال، ولولہ انگیز خطیب، جمعیت و جماعت کے رہنما، ان تمام اوصاف کو مجتمع کریں تو سید غوث محمد شاہ بن سید محمد شاہ جیلانی کا نام سامنے آتا ہے۔

آپ گوٹھ پرھیار نزد دوڑ اسٹیشن ضلع نواب شاہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ راشدیہ (درگاہ شریف پیر جو گوٹھ) میں عظیم اساتذہ شیخ الجامعہ مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد صاحبداد خان جمالی، شیخ الحدیث علامہ مفتی تقدس علی خان قادری اور استاد العلماء حضرت مولانا فقیر محمد صالح قادری وغیرہ سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے درگاہ شریف پر ۲۷، رجب المرجب کو روح پرور سالانہ جلسہ معراج النبی ﷺ اور عرس امام العارفین قدس سرہ کے موقعہ پر دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں موجودہ پیر صاحب پگارہ سید شاہ مردان شاہ راشدی سجادہ نشین
بیعت: درگاہ شریف راشدیہ و چانسلر جامعہ راشدیہ سے دست بیعت ہوئے۔ اور حضرت مولانا فقیر محمد صالح قادری نے دلائل الخیرات شریف مع دیگر وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کے احباب (شکیل قریشی، صالح محمد وغیرہ) کا کہنا ہے کہ ہمیشہ آپ کو دلائل الخیرات پڑھتے ہوئے دیکھا۔

شادی و اولاد: آپ نے تین شادیاں کی۔ پہلی شادی اپنے جیلانی خاندان میں سے، دوسری شادی مفتی محمد صاحبداد خان جمالی کی صاحبزادی اور تیسری شادی لیاقت آباد (لالو کھیت) میں سے کی تھی۔ پہلی بیوی سے سید صلاح الدین شاہ دوسری بیوی سے سید محی الدین شاہ اور سید معین الدین شاہ تیسری بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا سید محمد بخش عرف دانش شاہ تولد ہوئے۔ (بروایت حکیم غلام مصطفیٰ شاہ جیلانی میرو خان)

خطابت: آپ نے فاروق اعظم مسجد فیڈرل بی ایریا بلاک ۱۳، قوۃ الاسلام مسجد بلاک ۹ لیاقت آباد، جامع مسجد طیبہ بلاک ۵ لیاقت آباد میں امامت و خطابت کے ذریعہ کافی عرصہ تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے سندھ بھر میں دورے اور خطاب دلنواز سے ہزاروں مسلمانوں کے دلوں کو عشق مصطفیٰ سے گرماتے رہے۔ دعوت و تنظیم کے ساتھ سیاسی ذہن بنانے کے لئے سندھ میں بھرپور کوشش فرماتے رہے۔ اس کے علاوہ جامعہ راشدیہ کے فضلاء کی تنظیم جمعیت علماء سکندریہ کی بھی کچھ عرصہ تک صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

تصنیف و تالیف: اس حوالہ سے آپ کا کام میری نظر میں نہیں ہے، ہوسکتا ہے قلمی صورت میں ہو بہر حال ایک بار فقیر راشدی سانگھڑ گیا تھا تو مولانا مفتی در محمد سکندری نے ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا جو کہ شاہ صاحب موصوف کی تصنیف اور محرم الحرام سے متعلق ہے۔

❁ دشت کربلا (سندھی) مطبوعہ غوثیہ کتب خانہ سانگھڑ

سیاست: شاہ صاحب، جمعیت علماء پاکستان کے سرگرم رہنما تھے انہوں نے اپنی تمام تر قوت جمعیت کی دعوت و تنظیم پر صرف کی تھی۔ احتجاجی ریلی، جلسہ جلوس، کانفرنس الغرض ہر موڑ پر جمعیت کے پلیٹ فارم پر سب سے آگے آگے شیر کی مانند سینہ سپر نظر آتے تھے۔

• ۱۹۷۰ء کو ضلع تھرپارکر سندھ سے جمعیت علماء پاکستان کی ٹکٹ پر میر ایم غلام محمد وسان اور میر علی بخش ٹالپر سے الیکشن لڑے لیکن ہار گئے۔ الیکشن ضرور ہارے تھے لیکن اپنے جذبات، حوصلہ، قوت ارادہ سے نہیں ہارے تھے، اس کے بعد بھی اسی ولولہ سے جمعیت کا کام کرتے رہے۔ ضیاء دور میں بلدیاتی الیکشن غالباً ۱۹۸۳ء کو دوڑ سے حاجی خان محمد کو ہرا کر جیت لیا۔

وصال: مولانا سید غوث محمد شاہ جیلانی نے ۹، رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۳۰، اپریل ۱۹۸۳ء کو سانگھڑ میں انتقال کیا۔ دوڑ (ضلع نواب شاہ) میں نماز جنازہ جناب مفتی محمد رحیم سکندری (پیر جو گوٹھ) نے پڑھائی۔ دوڑ کے جیلانی محلہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[مندرجہ بالا معلومات حوالہ جات کے علاوہ پروفیسر غلام عباس قادری سے ایک نشست میں انٹرویو کے دوران حاصل ہوئی]



سید غلام نبی شاہ المعروف سمندری بابا

حضرت سید غلام نبی شاہ بن حضرت سید غلام محمد شاہ کشمیری سری نگر (مقبوضہ کشمیر) میں تولد ہوئے۔ کشمیر کے نامور بزرگ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کی اولاد میں سے تھے۔

بیعت و خلافت: حضرت صوفی سید سلامت علی شاہ المعروف چھتری والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ راوی روڈ لاہور) سے دست بیعت اور منظور نظر تھے۔

شادی و اولاد: کشمیر میں آپ نے شادی کی جس سے ایک بچی تولد ہوئی۔ شیر خواری میں ان کو ان کی والدہ کے پاس کشمیر چھوڑ کر خود ۱۹۶۷ء کو کراچی (سندھ) تشریف لے آئے۔

عادات و خصائل: آپ تارک الدنیا صوفی تھے۔ سخت مجاہدے کئے سمندر کے کنارے ویرانے میں، دہشت ناک پہاڑوں میں چلے کاٹے۔ عوام الناس اور دنیا کی تمام سہولیات سے دور ساحل سمندر پر طبعاً سخی تھے جو نذرانہ نذر ہوتا وہ راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے کل کے لئے جمع کرنا عادت نہ تھی۔ متوکل تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھتے تھے کہ جو آج اس ویرانہ میں عطا کر رہا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ شب و روز اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رضا میں بسر کئے۔ نفس کے تزکیہ و تصفیہ کے لئے بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔

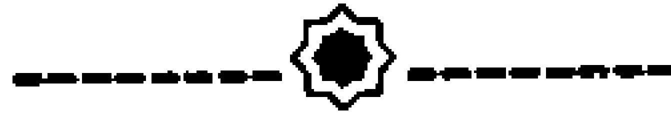
ابتدا میں آپ مقبوضہ کشمیر میں لکڑی پر بہترین نقش و نگار تراشنے، قالین کے خوبصورت ڈیزائن وغیرہ کا کام کرتے تھے۔

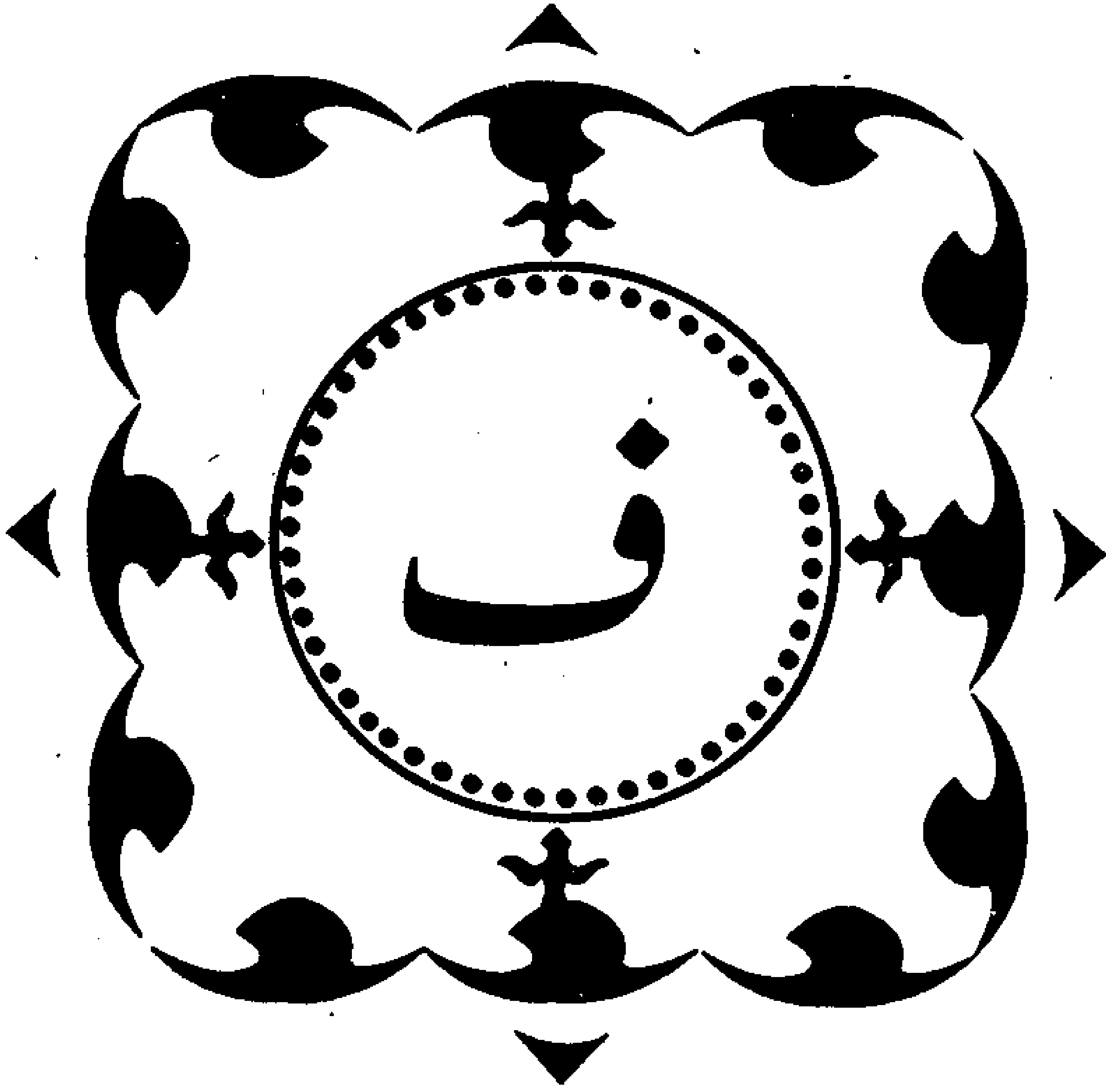
تعمیر مساجد: ساحل کلفٹن ''مسجد عرفات'' تعمیر کی۔ گلشن حدید بن قاسم کراچی سے آگے اس لنک روڈ پر ایک مقام ہے جو نیشنل ہائی وے اور سپر ہائی وے کو باہم ملاتی ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں بعد میں آپ کا مزار مبارک بنا۔ وہاں بھی ''مسجد علی'' تعمیر فرمائی جس کے برابر میں پہاڑ کے اندر ایک چھجا نما غار بنا ہوا ہے جس میں آپ نے چلہ کیا تھا۔ آج وہ یادگار ایک کمرے کی شکل میں محفوظ ہے۔

کنویں کی کھدائی: آپ نے مسجد علی (موجودہ آستانہ) کے ساتھ ۱۹۸۷ء کو خود اپنے ہاتھوں سے کنویں کی کھدائی کا آغاز کیا۔ آج اسی کنویں کا میٹھا پانی زائرین استعمال کرتے ہیں۔

وصال: حضرت سید غلام نبی شاہ کشمیری نے ۱۲، جمادی الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق ۸، نومبر ۱۹۹۲ء بروز اتوار بمقام مسجد عرفات کلفٹن میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی خانقاہ شریف پر آپ کا چلہ گاہ، کنواں، مسجد علی اور وسیع وعریض صحن زائرین کی روحانی بالیدگی کا سامان مہیا کر رہا ہے۔ آپ نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ یا سجادہ نشین نہیں مقرر کیا۔ خانقاہ شریف کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔

(ماخوذ: حیات مبارکہ سمندروالی سرکار، تالیف: سلیم احمد، مطبوعہ کراچی، 2001)




ف

مولانا مفتی فتح علی جتوئی اکبر

حضرت علامہ مفتی فتح علی بن میاں خیر محمد جتوئی ۱۲۸۵ھ میں (تحصیل شاہ بندر ضلع ٹھٹھہ) لاڈیوں کے قریب جتوئی قوم کے گوٹھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے نانا جان حضرت مولانا حاجی عبداللہ جتوئی سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم ٹھٹوی کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور وہیں نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ، قاطع نجدیت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مرید وخلیفہ خاص تھے۔ (بروایت مولانا عبدالحیٰ جتوئی، جاتی)

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے نانا جان کے مدرسہ سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ پوری زندگی درس وتدریس سے منسلک رہے۔ ذکاوت، ذہانت، قوت فیصلہ اور علوم شریعت میں مہارت تامہ کے سبب پورے لاڑ سے استفتاء آنے لگے جس کے آپ مدلل جواب تحریر فرماتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کثیرہ میں سے بعض نام معلوم ہوسکے جو کہ درج ذیل ہیں:

- مولانا حاجی عبدالرحمٰن جتوئی
- مولانا عبدالرحمٰن جمالی

تصنیف وتالیف: آپ نے بعض درسی کتابوں پر حواشی اور شرحیں بھی تحریر فرمائی تھیں۔ فتاویٰ کا مجموعہ بھی تھا جس کی ترتیب وتدوین نہ ہوسکی۔ اس کے علاوہ علمی تحقیقات پر مشتمل ایک قلمی بیاض آپ کی یادگار ہے۔ جو کہ "بیاض مفتی فتح علی جتوئی" کے نام سے موسوم ہے اور دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

ردوہابیت: ڈیپلو (تھر) کے نامور گستاخ رسول مولوی عبدالرحیم پچھی اہلحدیث سے آپ نے تحریری مناظرہ کیا۔ اس تحریری مناظرہ میں علامہ جتوئی نے اپنے موقف میں قرآن واحادیث سے دلائل وبرہان تحریر فرما کر عبدالرحیم پچھی کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ اور مناظرہ کی روئیداد "القول السلیم فی جواب عبدالرحیم" ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں شائع فرمائی۔

آپ ایک مقام پر رقمطراز ہیں: "مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام واولیائے کرام سے مدد لینا، وسیلہ پکڑنا ان کی حیات ظاہری میں اور ان کے وصال کے بعد ثابت ہے، جائز ہے"۔ (بیاض قلمی ص ۲۶)

مزید لکھتے ہیں: "انبیاء واولیاء کو سبب اور وسیلہ سمجھتے ہیں جیسا کہ "صلح الاخوان" میں ہے کہ جو امور مقدور بشر سے خارج ہیں وہ بھی انبیاء واولیاء سے مانگنا جائز ہیں، وہ حضرات محض سبب اور وسیلہ ہیں۔ قادر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ انبیاء واولیاء کی طرف نسبت مجازی ہے۔ نسبت مجازی کا ذکر قرآن شریف میں ہے اور "اُصول اربعہ" (مؤلف خواجہ حسن جان سرہندی) میں ہے کہ اولاد دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مجاز حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، سیدہ مریم کو فرمایا "میں تمہیں ایک صاف ستھرا بیٹا دیتا ہوں"۔ اب کوئی کہے میں تمہیں بیٹا دیتا ہوں یا سائل کہے مجھے بیٹا دے تو آپ (وہابی، دیوبندی، نجدی، غیر مقلد، تبلیغی مودودی وغیرہ) سائل کو جلدی میں کفر کے فتویٰ سے نواز دیں گے، پھر تو شاید ملک (فرشتہ) جبریل کو بھی کفر کا حکم دیں گے۔ اللہ اکبر! (بیاض قلمی ص ۲۳ وہابی، علماء سندھ کی نظر میں ص ۶)

اس کے علاوہ دیوبندی کانگریسی مولوی صادق (کھڈہ مارکیٹ لیاری کراچی) کا بھی علامہ جتوئی نے رد شدید فرمایا تھا۔ (وہابیت جا انوکھا انداز ص ۲۳)

عادات وخصائل: علامہ جتوئی اہل سنت کے نامور عالم، فقیہ، قاضی، خوف خدا سے سرشار، عاشق رسول، پرہیزگار، شب بیدار، بااخلاق، مہمان نواز، شریعت مطہرہ کے پابند، بدعت کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ جب آپ اسلامی عدالت لاڑ کے قاضی مقرر ہوئے تو ۵۱-۱۹۵۰ء میں شیعہ فرقے کو تحصیل شاہ بندر سے شہر بدر کا حکم جاری فرمایا۔ آپ شیعہ کے ماتم، سینہ کوبی، عزاداری، تعزیہ، علم، تابوت اور تبرا بازی سے سخت متنفر تھے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کی کرامات عوام الناس میں مشہور ہیں۔

اولاد: آپ کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

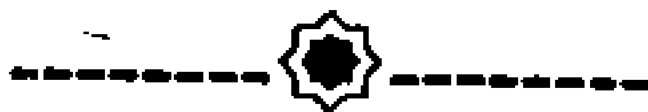
1- میاں خیر محمد 2- مولانا حاجی عبدالرحمٰن جتوئی

3- میاں حبیب اللہ جتوئی۔

آپ کی اولاد چوہڑ جمالی میں سکونت پذیر ہے۔

وصال: حضرت علامہ مفتی فتح علی جتوئی ۱۲، ربیع الآخر ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کو ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی مزار شریف جتوئی قوم کے گوٹھ میں "مولانا فتح علی قبرستان" میں مرجع عوام ہے۔

یہ گوٹھ درگاہ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ اور لاڑیوں کے قرب وجوار میں ہے۔ آپ کے وصال پر حضرت علامہ مفتی علی محمد مہیری رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی میں منقبت کہی۔ (ٹھٹھہ صدین کان)



بحرالعلوم علامہ فتح علی جتوئی اصغر

حضرت علامہ فتح علی جتوئی بن مصری خان جتوئی گوٹھ کھڈیوں نزد اپنے آبائی گوٹھ (نزد درگاہ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ والا) چوہڑ جمالی ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۲۸۶ھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم علامہ مفتی حاجی عبداللہ جتوئی سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت علامہ محمد ہاشم دھوبی سے گوٹھ غلام اللہ میں زیر تعلیم رہے اور اعلیٰ تعلیم کے لئے امام المناطقہ علامہ مفتی خادم حسین جتوئی (رتو دیرو ضلع لاڑکانہ) کی خدمات حاصل کی۔ جہاں سے نصاب و دیگر کتب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ، قاطع نجدیت علامہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ (بروایت مولانا عبدالحئ جتوئی، جاتی)

درس وتدریس: علامہ جتوئی ایک جید عالم دین، بہترین فیلسوف، قابل فخر مدرس، پر جوش مقرر، اور علم منطق وفلسفہ میں اپنے دور میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ علمائے اہل سنت نے ۱۹۱۶ء میں علامہ جتوئی کو "بحرالعلوم" کا خطاب دیا۔ اسی سال حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ اور ایک سال مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے زیر سایہ قیام کیا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار کی زیارت ہر عاشق کے دل کی صدا ہے۔ اسی قیام کے دوران مدینہ منورہ میں درس وتدریس میں بھی مشغول رہے۔ ۱۹۱۷ء میں وطن واپس ہوئے تو تحصیل جاتی میں رئیس بھیگارو تھیم کی جانب سے قائم کردہ مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سجاول کے مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

اس کے بعد چوہڑ جمالی میں مولانا محمد عمر دھوبی (جدامجد حبیب سندھی) حاجی عبداللہ پٹھان اور حاجی علی محمد درس اور دیگر احباب کی امداد وتعاون سے ۱۵۰ روپے میں ایک پلاٹ خرید کر مدرسہ "دارالارشاد" کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ کا افتتاح قاطع دیوبندیت خطیب اہل سنت حضرت مولانا پیر غلام مجدد سرہندی مٹیاروی سے کروایا۔ اسی مدرسہ میں دو سال درس دیا۔ اس کے بعد اپنے تلامذہ مولانا حاجی محمد عثمان میمن اور میاں محمد مراد جمالی کو مدرسہ میں مدرس مقرر کیا۔ "دارالارشاد" پر بعد میں وہابیت کے قبضہ گروپ نے قبضہ کرلیا، مدرسہ کا اصل نام تبدیل کر کے "مدرسہ دارالتوحید" رکھا۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بناپر وہ نام بھی تبدیل کر کے دوسرا نام "مدرسہ نورالاسلام قاسمیہ" رکھا گیا ہے۔ اور نامور بے ادب خطیب مولوی عبدالغفور قاسمی دیوبندی سجاولی نے سرپرستی اختیار کی ہے۔ مقام افسوس ہے۔

آپ کے تلامذہ میں سے درج ذیل اسماء معلوم ہو سکے ہیں:

تلامذہ: ۞ مولانا حاجی نور محمد لوہار (استاد نور محمد کچھی سجاولی)

۞ مولانا حاجی محمد عثمان میمن	چوہڑ جمالی
۞ مولانا میاں محمد مراد جمالی	چوہڑ جمالی
۞ مولانا محمد تہیم	جاتی
۞ نامور وہابی شاعر حاجی احمد ملاح	بدین
۞ مولوی خیر محمد نظامانی	نندو شہر ضلع بدین
۞ مولوی محمد موسیٰ ملانو	جاتی

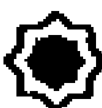
تحریکِ خلافت: علامہ جتوئی تحریک خلافت کے سرگرم کارکن تھے۔ مولانا ۱۹۲۱ء میں انگریزوں کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں ایک سال اسیر رہے۔ اس دوران بھی جیل میں خاموش نہ رہے، جیل میں قیدیوں کو انگریز حکومت کے خلاف تیار کرتے رہے، چنانچہ ایک بار جیل سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ جس کے سبب گورنمنٹ نے فرار ہونے اور قیدیوں کو گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف اکسانے کے جرم میں مولانا پر مزید سختی کی اور با مشقت سزا سنائی۔

ان تمام تکالیف و اذیتوں کو کمال صبر سے برداشت کرتے رہے اور جیل میں مدرسہ پڑھاتے رہے ایک سال کے اندر ۳۰۰ قیدیوں کو قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم دینے میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس طرح اپنی شفقت و محبت سے مجرم پیشہ لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع ان کے سینوں میں روشن کی۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں ایک بیٹا محمد ہاشم اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

وصال: علامہ فتح علی جتوئی اصغر ایک عالم باعمل، مجاہد، حق گو، جرأتوں کا پیکر، علم کا سمندر، پرہیزگار، شب خیز، سنت نبوی کا پابند، فخر اہل سنت اور مستجاب الدعوات تھے اور کئی کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔ ۴، ذوالقعدہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۷ء کو ۶۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ درگاہ شریف حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ (وایا چوہڑ جمالی ضلع ٹھٹھہ) جیسے کامل و محبوب و سخی ولی اللہ کے زیر سایہ ہے۔ (ٹھٹھہ صدین کان)



ضیغم اسلام ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری

عالمی مبلغ اسلام علامہ ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری بن مولانا محمد خلیل انصاری ۱۲، شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۴، اگست ۱۹۱۴ء کو جمعہ کے دن مظفر نگر (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب صحابی و میزبان رسول حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے بزرگوں میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ (ہرات۔ افغانستان) اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے حضرت مولانا کریم بخش انصاری المعروف میاں جی رحمۃ اللہ علیہ (مظفر نگر بھارت) اپنے دور کی مشہور شخصیات ہوئے ہیں۔

تعلیم و تربیت: ۱۹۲۱ء میں آپ نے مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر سے حفظ قرآن کی سند لی۔ اسی سال آپ کے والد ماجد مولانا محمد خلیل انصاری اپنے خاندان سمیت مظفر نگر سے میرٹھ جا بسے، یہاں علامہ انصاری نے مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں داخلہ لیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ۱۹۲۴ء میں پرائیویٹ طور پر انگریزی تعلیم حاصل کی اور بعد میں میرٹھ کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۳ء میں آپ نے میرٹھ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا اور اسی سال مدرسہ اسلامیہ میرٹھ سے فارغ التحصیل ہو کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ نے بی۔ ایس۔ سی کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا، دوسرا گولڈ میڈل فلسفہ میں ۹۸ فی صد نمبر حاصل کرنے پر ملا۔ برصغیر میں فلسفہ میں اتنے نمبر حاصل کرنے کا نیا ریکارڈ قائم کیا جو اب تک برقرار ہے۔ آپ نے علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نگرانی میں قرآن و حدیث کے علاوہ علم الکلام اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے علوم دینیہ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی جانا چاہتے تھے کہ دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے نہ جا سکے۔ اس کے بعد آپ نے ۱۹۳۹ء میں بیچولر آف تھیالوجی کا کورس اختیار کیا۔ ۱۹۴۲ء میں آپ نے میٹافزکس، ایتھکس، سیکالوجی، ہسٹری آف فلاسفی اور مسلم فلاسفی میں ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اسی سال آپ فلاسفیکل سوسائٹی آف علی گڑھ یونیورسٹی کے نائب صدر رہے اور اسی سال ماہ اگست میں عالمی شہرت یافتہ فلاسفر ڈاکٹر سید ظفر الحسن ڈائریکٹر آف ریسرچ چنے گئے۔ ڈاکٹر سید ظفر الحسن کی زیرنگرانی آپ نے اسلامک مورل اور میٹافزیکل فلاسفی میں ڈاکٹریٹ کے لئے ریسرچ شروع کی۔ ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے علامہ انصاری کے اس تحقیقی کام کی بہت تعریف کی، ان کے علاوہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے کہا: انہیں یقین ہے کہ مولانا فضل

الرحمٰن انصاری کی تحقیق فلاسفی فکر کے لئے بہت اہم ثابت ہوگی۔اسی سال آپ کو آفتاب ہوسٹل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا وارڈن بنایا گیا،۱۹۴۵ء تک آپ اس ہوسٹل کے وارڈن رہے۔

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ پی، ایچ، ڈی کے لئے تحقیق کرتے رہے۔جب یہ تحقیق مکمل ہوگئی تو ان دنوں ہندوستان میں ہنگامے شروع ہوگئے۔آپ کے استاد ڈاکٹر سید ظفر الحسن کراچی چلے آئے، اس منتقلی میں ان کے پاس آپ کا گراں قدر مقالہ گم ہوگیا۔پاکستان بننے کے تھوڑے عرصے بعد ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن کا انتقال ہوگیا۔اس طرح علامہ انصاری کی خواہش پوری نہ ہوسکی اور پی، ایچ، ڈی کرنے سے محروم رہ گئے اس تحقیق کی دوسری نقل علامہ انصاری کی ذاتی لائبریری میں تھی جب آپ نے پاکستان ہجرت کی تو آپ کی لائبریری انتہا پسند ہندوؤں نے لوٹ لی یہ واقعہ نومبر ۱۹۴۷ء کا ہے۔ اس طرح آپ کے دونوں مسودے ضائع ہوگئے اور کئی سال کی محنت انیقہ اور تکلیف دہ تحقیق ضائع ہوگئی۔آپ نے اپنے طور پر سیاسیات اور اکنامکس میں دوسرا ایم۔اے کیا۔اس کے علاوہ فزیکل سائنس، میتھالوجی، ہسٹری آف سولائیزیشن اینڈ کلچرز اور لاء کورسز میں بھی آپ کا وسیع مطالعہ تھا۔

شادی: آپ کی ۱۹۳۶ء میں میرٹھ میں عالمی مبلغ اسلام، تاجدار اہل سنت، حضرت علامہ الحاج عبدالعلیم صدیقی قادری (والد علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، کراچی) کی بڑی صاحبزادی امۃ السبوح سے شادی ہوئی۔اس کے بطن سے چار بیٹیاں اور ایک بیٹا جناب مصطفیٰ فاضل انصاری (پی آئی اے میں افسر ہیں) تولد ہوا۔

پاکستان میں قیام: تقسیم ہند کے بعد علامہ عبدالعلیم صدیقی اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان نقل مکانی کر کے آئے تھے۔آپ بھی نومبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے اور کراچی میں مستقل رہائش اختیار کی۔

بیعت و خلافت: ۱۹۴۹ء میں علامہ عبدالعلیم صدیقی نے حرمین شریفین سے خط لکھ کر آپ کو بلایا۔ آپ نے اپنی تمام مصروفیات سے مستعفی ہو کر خط لکھا کہ جلد ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔امام احمد رضا خان بریلوی کے خلیفہ، سفیر اسلام، شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج عبدالعلیم صدیقی مدنی نے حطیم کعبہ میں آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ چشتیہ اور شاذلیہ میں بیعت کیا اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔

المرکز الاسلامی کا قیام: علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی خواہش تھی کہ دنیا میں اسلامی تبلیغی تحریک کا جال بچھا دیا جائے، چنانچہ انہوں نے ۲۸، اگست ۱۹۵۸ء کو اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک تنظیم "ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن" بنائی۔آپ نے تنظیم کے لئے

ایک مرکز کی ضرورت محسوس کی۔ کراچی میں اسلام کے موضوع پر انگلش میں مختصر اسباق کا اہتمام کیا یہ ان طلباء کے لئے تھا جو افریقہ، برطانیہ، کینیڈا، اور جزائر عرب الہند (ویسٹ انڈیز) سے آئے تھے، بہت سے پاکستانی طلبہ بھی اس کورس میں شریک ہوئے۔ ان طلباء کی تعلیم و تربیت کے لئے مرکز کی ضرورت درپیش تھی۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں بلاک B شمالی ناظم آباد کھنڈو گوٹھ میں "علیمیہ انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز" / جامعہ علیمیہ اسلامیہ / اسلامک سینٹر / المرکز الاسلامی کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے نے جولائی ۱۹۶۴ء سے مکمل طور پر کام شروع کیا۔ (تذکرہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن) المرکز الاسلامی کے پرنسپل شیخ محمد جعفر علیمی مرحوم ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں: "تعلیمی محاذ پر سوشل محاذ پر فیملی محاذ پر ضروری تھا کہ ہم "جامعہ علیمیہ" قائم کریں اور ان کے جذبے کو ابھاریں کہ وہ مقامی طور پر زندہ رہیں، کام کرتے رہیں ہم انہیں یہاں سے لٹریچر بھیجتے رہیں، رسالے بھیجتے رہیں۔ ہمارے دستور میں ایک شق ہے (AFFILIATION) (مصیبت زدہ کی امداد کرنا) مولانا عبدالعلیم صدیقی اور مولانا فضل الرحمٰن انصاری نے دنیا بھر کے متعدد سفر کئے ان میں جو کنٹریکٹ ہیں ان میں جہاں جہاں جماعتیں تنظیمیں قائم ہوئیں انہوں نے ہم سے الحاق کیا اور ان کے ساتھ ہمارا تعاون اب تک چل رہا ہے۔ اور اس سے اسلام کو بڑا فائدہ پہنچا کہ وہاں کے مسلمان اب کافر ہونے سے بچ گئے اور وہاں کے غیر مسلمانوں کے شعائر کو قبول کرنے سے بچ گئے۔ اب وہاں آپ جائیں تو آپ کو وہاں ایک اسلامی معاشرہ نظر آئے گا۔ ہم مسلمان تو کر لیتے ہیں لیکن معاشرے میں ہم نے کبھی اس کو آباد نہیں کیا۔ مولانا انصاری نے اس کی ایک مثال قائم کی کہ جہاں جس کو مسلمان کیا اس کو وہاں کام سے لگا دیتے، فیملی کو آباد کرتے۔

(ماہنامہ ساحل دسمبر ۱۹۹۲ء)

عالمی خدمات: ۱۹۳۱ء میں آپ نے تقریباً سترہ سال کی عمر میں انگریزی میگزین "مسلم سٹنڈرڈ آف سیلون" اور "رئیل اسلام آف سنگاپور" میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ نے پہلی کتاب The Becan light تصنیف کی۔ یہ کتاب ہانگ کانگ کے ایک پادری کے اسلام پر جھوٹے الزامات کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ سنگاپور سے پہلا اسلامی رسالہ ماہنامہ "دی جینوئن اسلام" انگریزی زبان میں اپنی ادارت میں جاری کیا۔ ملائشیا کی تمام مسلم تبلیغی سوسائیٹیوں کے کام کو یکجا کیا۔ مشرق بعید کی اسلامی تنظیموں کو منظم کیا۔ ۱۹۳۸ء میں ملائشیا کی قانون ساز اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس میں اسلامی قانون کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا۔ ملائشیا کے تمام اخبارات و رسائل نے اس بل کی شدید مخالفت کی۔ علامہ انصاری نے "سٹریٹس ٹائم" میں ہی ان کا جواب دیا۔ آپ کے دلائل اتنے مضبوط تھے کہ انہوں نے بل کے تمام مخالفوں کو خاموش کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں آپ برلن

(جرمنی) کی الیگزنڈر فون ہمبلٹ سٹفٹنگ یونیورسٹی میں بطور ریسرچ فیلو چنے گئے۔ ۱۹۴۴ء میں آپ قائداعظم محمد علی جناح کے ارشاد پر ایجوکیشن پلاننگ کمیٹی کے رکن بنے اور ۱۹۴۶ء تک کمیٹی کے رکن رہے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کا سوانحی خاکہ "بائیوگرافیکل انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ" میں شامل کیا گیا، اس طرح آپ پوری دنیا میں مصنف اور صحافی کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کراچی میں سندھ انفارمیشن کے ایڈیٹر رہے اس طرح انہوں نے ایک مرتبہ پھر صحافت اور ایڈیٹنگ میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ ۱۹۵۲ء میں آپ جمعیت الفلاح کراچی کے آرگن "وائس آف اسلام" کے مدیر بنے اور ۱۹۵۳ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ اپریل ۱۹۵۴ء میں آپ نے لبنان میں منعقدہ "ورلڈ کنونشن آف مسلم اینڈ کرسچن" میں شرکت کی۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے دنیا کے سترہ (۱۷) ممالک ملائشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، ہانگ کانگ، جاپان، کینیڈا، امریکہ، ٹرینڈاڈ، ٹوبیگو، برٹش گیانا، سرینام، برطانیہ، ہالینڈ، ترکی، شام، عراق وغیرہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ یہ دورہ تقریباً پانچ ماہ تک جاری رہا۔ سرینام (جنوبی امریکہ) کے تمام معززین شہری ہندو مسلم، عیسائی، کیبنٹ کے وزراء، ممبران پارلیمنٹ و اعلیٰ سرکاری و نیم سرکاری حکام کو ایک عصرانے پر مدعو کیا گیا جس کے مہمان خصوصی گورنر سرینام جناب یان خان تیرگ تھے۔ اس موقع پر مولانا انصاری نے ایک مختصر لیکن جامع تقریر انگریزی میں کی۔ دارالحکومت "مارامار یبو" کے شہریوں کی استدعا پر مولانا انصاریؒ نے ایک پبلک ہال میں "اسلام اور کمیونزم" کے موضوع پر جامع تقریر فرمائی۔ آپ نے سرینام میں "حلقہ ارباب ثقافت" قائم فرما کر اس کا اعلان فرمایا اور دیگر مقاصد کے ساتھ خصوصیت سے اس بات پر زور دیا کہ اس حلقہ کا خاص کام یہ ہوگا کہ "اسلامی علوم ادب کو ڈچ زبان میں منتقل کیا جائے" اس لئے کہ ڈچ زبان ہی یہاں کی موجودہ سرکاری و عوامی زبان ہے۔ ۱۹۵۹ء میں نیویارک (امریکہ) میں "ورلڈ پارلیمنٹ آف ریلیجن" کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک سینٹ پیٹرک کالج، سینٹ جوزف کالج اور کالج آف ہوم اکنامکس میں لیکچرار بھی رہے۔ ان تین مختلف کالجز میں اسلامی میٹافزکس، اسلامی اخلاقی فلسفہ، اسلامی سیاسیات اور اسلامی اکنامکس پڑھاتے رہے۔ ان فرائض کے علاوہ آپ کراچی یونیورسٹی میں لیکچرار رہے۔ اسی سال آپ نے تیسرے عالمی تبلیغی دورہ کا آغاز کیا اور ملائشیا، فلپائن، ہانگ کانگ، تائیوان، جاپان، کینیڈا، امریکہ، ٹرینڈاڈ، ٹوبیگو، برٹش گیانا، سرینام (جنوبی امریکہ) برطانیہ، سوئٹزر لینڈ، مصر، اردن اور حجاز مقدس میں اسلام کے مختلف موضوعات پر لیکچر دیئے، یہ تبلیغی دورہ آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کوئٹہ کے پروفیسر تھے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں صدر شعبہ تصوف و اخلاق مقرر ہوئے لیکن دوسرے فرائض کے پیش نظر

آپ نے اس ملازمت کو اختیار نہ کیا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ نے کراچی سے اردو اور گجراتی زبان میں ماہنامہ "منزل" جاری کیا اور چوتھی مرتبہ دنیا کے مختلف ممالک کا تبلیغی دورہ کیا جو کہ پانچ ماہ تک جاری رہا۔ اس مرتبہ آپ نے ہانگ کانگ، جاپان، ٹرینڈاڈ، ٹوبیگو، برٹش گیانا، سرینام، کینیڈا اور برطانیہ کا دورہ کیا۔ ان ممالک میں ممتاز مسیحی افراد کو مشرف با اسلام فرمانے کے علاوہ ان ممالک میں لاکھوں افراد کے اجتماعات سے اپنی بصیرت افروز تقاریر اور مذاکرات کے ذریعے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ پینل شہر (ٹرینڈاڈ) میں مولانا انصاری نے ایک عظیم الشان نئی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جو پندرہ ہزار ڈالر کی لاگت سے تعمیر کی جارہی ہے۔ مولانا انصاری نے ٹرینڈاڈ اور ٹوبیگو (اسپین) کے مسلمانوں کے لئے ممتاز علمائے کرام کی ایک مجلس "مسلم ایڈوائزری کونسل" کے نام سے تشکیل فرمائی جس کی ضرورت حضرت مولانا شیخ حاجی رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ قاضی و شیخ الاسلام ٹرینڈاڈ و ٹو کے انتقال پرُ ملال کی وجہ سے پیش آئی۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے دنیا کا پانچواں تبلیغی دورہ کیا۔ یہ دورہ تقریباً چار ماہ جاری رہا۔ جن ممالک میں آپ گئے ان کے نام یہ ہیں: سوئٹزرلینڈ، مغربی جرمنی، ہالینڈ، بیلجیم، برطانیہ، امریکہ، باربڈوس، ٹرینڈاڈ، ٹوباگو، سرینام، گنی، وینزویلا، جمیکا، کینیڈا، جاپان، سنگاپور، ملائیشیا، انڈونیشیا وغیرہ۔ اگست تمبر ۱۹۷۰ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا یادگار تبلیغی دورہ کیا یہاں آپ نے "وائٹ سٹیلن بش یونیورسٹی آف کیپ ٹاؤن" میں خطاب کیا۔ یہ جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے یہاں پر صرف منتخب قسم کے اسکالر تقریر کر سکتے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں آپ ایک ماہر اسلامک اسٹڈیز کی حیثیت سے بورڈ آف اسلامک اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی میں منتخب ہوئے اور آخر وقت تک اس شعبہ سے منسلک رہے۔ نیز آپ اسی شعبہ میں ڈائریکٹر آف ریسرچ بھی رہے۔ اسی سال مئی کے مہینے میں آپ کو حکومت پاکستان کی طرف سے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے یوگنڈا (افریقہ) کے دورہ پر بھیجا گیا۔

۱۹۷۳ء میں آپ نے بحر ہند کے جزیرے سائیکلس کا تبلیغی دورہ کیا، علامہ انصاری وہ پہلے مسلمان مبلغ تھے جنھوں نے پہلی بار اس جزیرہ کا دورہ کیا۔

دی قرآنک: ۱۹۷۳ء میں آپ نے انگریزی میں اسلام پر ایک جامع و عظیم شاہکار کتاب "دی قرآنک فاؤنڈیشن اینڈ اسٹرکچر آف مسلم سوسائٹی" تحریر فرمائی۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد نو سو (۹۰۰) صفحات سے زیادہ ہے۔ یہ ایک تاریخ ساز کتاب ہے جس کی افتتاحی تقریب یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہوئی۔ پاکستان کے بڑے بڑے علماء دانشور اور مفکرین نے اس کتاب اور اس کے مصنف کو خراج تحسین پیش کیا۔

ممتاز قانون دان مسٹر اے کے بروہی مرحوم اپنے تاثرات میں رقمطراز ہیں: میں بغیر کسی ہچکچاہٹ

کے یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ کتاب قرآن کو سمجھنے میں معاون ہے اور قرآن کے متعلق جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے، علامہ اقبال کے انگریزی خطبات "تشکیل جدید الٰہیات" کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ کتاب ہے"۔

پروفیسر ڈاکٹر عثمان امین قاہرہ یونیورسٹی (مصر) رقمطراز ہیں: قرآن حکیم اور اسلامی ثقافت کے متعلق اصولوں پر یہ ایک جامع کتاب ہے"۔

پروفیسر ڈاکٹر منظور احمد یونیورسٹی آف کراچی لکھتے ہیں: فی الحقیقت قرآن کے اخلاقی ضابطہ قانون پر یہ جامع کتاب ہے اور میرے علم کے مطابق اتنی وسیع النظر کتاب اب تک مسلم ادبی تاریخ میں وضع نہیں کی گئی"۔

نامور قانون دان خالد اسحاق مرحوم ایڈوکیٹ سپریم کورٹ پاکستان لکھتے ہیں: بلاشبہ یہ اپنی نوعیت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ مصنف نے نہ صرف یہود و نصاریٰ کے اعتراض پر دلائل دیئے ہیں بلکہ کتاب کا ہر جملہ بالواسطہ اعتراضات پر جواب لئے ہوئے ہے"۔

تصنیف و تالیف: علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری علیمی نے بلند پایہ علمی تحقیقی و ادبی کتب تحریر فرمائیں۔ جو بیشتر انگریزی زبان میں ہیں۔

- قرآن حکیم کا عمرانی فلسفہ (سورۃ العصر کی تفسیر) مطبوعہ المرکز الاسلامی
- اسلام اور مارکس ازم
- THE BEACON LIGHT ۱۹۳۲ء
- THE CHRISTIAN WORLD IN REVOLUTION ۱۹۳۳ء
- MUHAMMAD ' THE GLORY OF THE AGES ۱۹۳۵ء
- ISLAM IN EUROPE AND AMERICA ۱۹۳۵ء
- MUSLIMS AND COMMUNISM ۱۹۳۸ء
- HUMANITY REBORN ۱۹۳۸ء
- ISLAM ۱۹۳۸ء
- TRENDS IN CHRISTIANITY ۱۹۳۸ء
- OUR FUTURE EDUCATIONAL PROGRAMME ۱۹۴۴ء
- ETHICS OF THE QUR'AN ۱۹۴۶ء
- MEANING OF PRAYER ۱۹۴۶ء

- ISLAMIC MORAL AND METAPHYSICAL PHILOSOPHY
- COMMUNIST CHALLENGE TO ISLAM،۱۹۵۱ء
- ISLAM VERSUS MARXISM،۱۹۵۴ء
- ISLAM AND CHRISTIANITY IN THE MODERN WORLD،۱۹۴۴ء
- WHAT IS ISLAM?،۱۹۵۳ء
- FOUNDATIONS OF FAITH
- BEYOND DEATH
- THE QUR'ANIC FOUNDATIONS AND STRUCTURE OF MUSLIM SOCIETY،۱۹۷۳ء
- WHICH RELIGION
- ISLAM AND WESTERN CIVILISATION
- PHILOSOPHY OF WORSHIP IN ISLAM
- THROUGH SCIENCE AND PHILOSOPHY TO RELIGION

وصال: ضیغم اسلام حضرت علامہ فضل الرحمٰن انصاری بلاشبہ اسلام کے بلند پایہ صوفی، عظیم مبلغ، نامور ادیب اور مشہور خطیب و فلسفی تھے۔ آپ کو نہ صرف اردو بلکہ عربی، فارسی، انگریزی اور دنیا کی کئی دوسری زبانوں میں تحریر و تقریر پر پورا عبور حاصل تھا۔ تعلیم یافتہ طبقہ آپ کی سحر انگیز علمی و روحانی شخصیت سے بہت متاثر تھا۔ آپ پاکستان سے باہر افریقی اور یورپی ممالک میں اسلام کی تبلیغی خدمات کے باعث مشہور تھے۔ شیخ جعفر بتاتے ہیں: وہ اپنے وعظ کو بحیثیت ایک واعظ کے اور درسگاہ کے وقت کو پاس کرنے کیلئے استعمال نہیں کرتے تھے، جیسے بعض علماء کرتے تھے اور تقریریں کر کے چلے جاتے تھے اس طرح انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ جن ملکوں میں اسلامی شعار نہیں وہاں انہوں نے قیام کر کے اسلامی معاشرت قائم کی لوگوں کو اسلامی لباس سلوانا، پہنانا سکھایا، اسلامی اخلاق و آداب سے باقاعدہ ایک ماحول تشکیل دیا۔ مولانا نے اسلام کی راہ میں جہد مسلسل کے ذریعے اپنی جان کھپادی۔ (ماہنامہ ساحل)

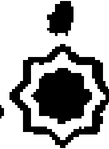
۱۹۷۴ء میں علامہ انصاری دل اور پھیپھڑوں کی وجہ سے علیل ہوگئے، اس کے علاوہ انہیں

ذیابیطس (شوگر) کی بھی تکلیف تھی، ۲، مئی کو انہیں نیشنل انسٹی ٹیوٹ ہسپتال میں داخل کرایا گیا، ۳۰، مئی کو ڈاکٹروں نے بتایا کہ مولانا کے دونوں گردوں نے کام کرنا بند کردیا ہے۔ اس کے بعد احباب آپ کو گھر لے آئے تاکہ ہومیو پیتھک علاج کی کوشش کی جائے، مگر وقت آپہنچا تھا۔ ۱۱، جمادی الاول ۱۳۹۴ھ بمطابق ۳، جون ۱۹۷۴ء کو بروز پیر دس بجکر پندرہ منٹ پر ساٹھ سال کی عمر میں ان کی نیک روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ نماز جنازہ مولانا سید محمد کریم الجیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار شریف المرکز الاسلامی شمالی ناظم آباد کراچی کے احاطہ میں ہے۔

جناب راغب مرادآبادی نے یہ قطعہ تاریخ وصال لکھا:

تبلیغ سے بلند کی اسلام کی شان
تعلیم کی شمعیں بھی جلائیں ہر آن

پوچھو! کوئی محرمان علم دیں سے
"جولاں کہ علم دین تھے فضل الرحمٰن"
(۱۹۷۴ء)



حضرت مولانا قاضی فتح محمد نظامانی

حضرت مولانا قاضی فتح محمد نظامانی بن حاجی عبداللہ خان نظامانی قیصرانی بلوچ ۱۲۷۰ھ کو ٹنڈو قیصر خان نظامانی (تحصیل حیدرآباد) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قاضی فتح محمد نے ابتدائی تعلیم حضرت خلیفہ میاں خان محمد (میاں صاحب، حضرت پیر سید صبغتہ اللہ شاہ راشدی اول المعروف پیر صاحب پگارہ تحمر دہنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اصل گوٹھ چھراؤ (نزد اڈیرو لعل تحصیل ہالا) کے باسی تھے۔ مکران کے بلوچ بڑی تعداد میں خلیفہ صاحب کے مرید تھے۔ اسی لئے آپ کی مزار شریف مریدین کے ہاں مکران میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی اولاد چھراؤ میں ہے۔ آپ نے قاضی فتح محمد کو علم و فضل کی دعا دی تھی جو کہ حرف بحرف پوری ہوئی) کے پاس حاصل کی۔ اس کے بعد میاں پیر محمد تھیبو کے پاس عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آخر میں مولانا قاضی عبدالغنی کھڈھر (تحصیل سکرنڈ) کے پاس فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، ہدایہ شریف، توضیح تلویح اور صحاح ستہ وغیرہ کتابوں پر عبور حاصل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس تدریس: قاضی صاحب کے برادری کے افراد، عارف کامل، شمس العارفین، حضرت پیر صاحب بیعت دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس لئے پیر صاحب ٹنڈو قیصر دعوت پر تشریف لاتے تھے، ایک بار دعوت پر تشریف لے کر آئے تو قاضی فتح محمد کا تعارف ہوا جو کہ تازہ بتازہ مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر آئے تھے، حضرت پیر صاحب کو قاضی صاحب کی ذہانت اور اخلاق و آداب نے متاثر کیا اس لئے قاضی صاحب کو ٹنڈو قیصر سے درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈہ صاحبزادگان کی تعلیم کے لئے خود ساتھ لے کر آئے اور درگاہ شریف پر مدرس مقرر فرمایا۔ اس وقت قاضی صاحب کی عمر ۲۸ سال برس تھی۔ قاضی فتح محمد نے نوجوانی سے لے کر آخر عمر تک پیر خانہ پر درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ذکر اذکار اور اوراد و وظائف مراقبہ و مشاہدہ کے مشاغل جاری رکھے۔ (سندھی میں فقہی تحقیق جوارتقاء ص ۱۴۰)

بیعت: آپ درس و تدریس کے دوران درگاہ شریف پر مستقل رہنے لگے اور حضرت پیر صاحب کی نشست برخواست دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، اس لئے سلسلہ قادریہ راشدیہ میں حضرت، شمس العارفین، غوث الزمان خواجہ سید رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب بیعت دھنی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کی۔ شیخ کامل کی خدمت میں رہ کر صراط الطالبین اور اسماء الحسنٰی (تصوف کی کتابیں) حرفاً حرفاً پڑھ کر روحانیت میں کمال اور مرشد کامل کے محبوب مرید بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

تلامذہ: قاضی فتح محمد قادری کے تلامذہ کی فہرست درج ذیل ہے:

- حضرت پیر سید محمد امام الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ ٹھلاہ شریف لاڑکانہ
- مظہر الدین راشدی بن حضرت سید ہدایت اللہ شاہ
- مولوی رشد اللہ شاہ راشدی خلافت والے
- سید محمد بقا عرف مٹھل شاہ راشدی ٹھلاء شریف
- سید حسین شاہ راشدی
- مخدوم میاں غلام محمد صدیقی ہالا
- مخدوم میاں عبدالحسین ہالا
- میاں عبداللہ مشائخ پوتہ
- میاں محمد حسین جمالی گوٹھ بکھر جمالی تحصیل ہالا
- میاں عبداللہ بن میاں پیر محمد نظامانی ٹنڈو قیصر ضلع حیدر آباد

تصنیف وتالیف: حضرت علامہ قاضی فتح محمد نظامانی چودھویں صدی کے نصف اول کے ممتاز عالم دین تھے جنہوں نے سندھی زبان میں کام کیا۔ عوام الناس کی تعلیم وتربیت کے حوالہ سے کئی کتابیں تصنیف فرمائی۔ آپ نے دین، تصوف کے ساتھ سندھی ادب کی بھی خوب خدمت کی۔

- **مفتاح رُشد الله** (سندھی): چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کا ایک عظیم خزانہ ہے۔
- **جامع البرکات ترجمہ مجمع الفیوضات** (سندھی، قلمی): امام العارفین حضرت پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ کے ملفوظات شریف کا سندھی میں ترجمہ کیا۔
- **صراط الطالبین** (سندھی): امام السالکین حضرت سید محمد یٰسین شاہ راشدی قدس سرہ کی سلوک کے افکار واسباق کے سلسلہ میں ایک عظیم تصنیف کا سندھی ترجمہ کیا اور "مفتاح رشد اللہ" میں شامل کیا۔
- **شرح اسماء الحسنیٰ** (سندھی): امام العارفین حضرت پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ کی نادر ونایاب قلمی تصنیف شرح اسماء الحسنٰی ہے۔ جس میں تصوف کے باریک نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ اسماء باری تعالیٰ سے تعلق تخلق اور تعبد تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماء باری تعالیٰ کی خاصیت کیا ہے اور انسان ان سے کس طرح استفادہ کر کے کھویا ہوا مقام پا سکے گا۔ اس نایاب رسالہ کا سندھی ترجمہ کیا اور مفتاح میں شامل کیا۔
- **تحفة الطالبین فی ذکر ملفوظات حضرت خیر المربیین** (سندھی): اپنے پیر ومرشد کے ملفوظات شریف کو جمع کیا۔
- **انعام الباری ترجمہ صحیح البخاری:** بخاری شریف کے تیس پاروں میں سے سولہ پاروں کا سندھی ترجمہ کیا۔
- **مالابد منہ:** (علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، صاحب تفسیر مظہری) کا سندھی ترجمہ کیا لیکن ابھی تک قلمی ہے اور ٹنڈو قیصر میں حاجی شیر محمد خان نظامانی کی ذاتی لائبریری میں محفوظ ہے۔
- آپ نے اس وقت رائج درسی کتب میزان صرف تا قافیہ شافیہ تک کا سندھی ترجمہ کیا۔

تحریک ہجرت: سید رشد اللہ شاہ خلافت والے نے ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کو بمقام درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈے دھنی پر، "مدرسہ دارالرشاد" قائم کیا۔ جس کا ناظم تعلیمات نامور کانگریسی مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی کو مقرر کر کے وہابیت کی خوب اشاعت کی۔ ان دنوں قاضی صاحب تدریس کا کام نہیں کرتے تھے بالکل الگ تھلگ بلکہ ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو کر تصنیف و

تالیف کا کام کرتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں جب (دیوبندی) مولویوں نے افغانستان کی جانب ہجرت کی تحریک چلائی اور ہجرت کرنے کو فرض بتایا گیا۔ ان دنوں قاضی صاحب نے اپنے شاگرد سید رشد اللہ شاہ کے استفسار پر دیوبندی مولویوں کے فتویٰ کے جواب میں تحریک ہجرت کے رد میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔

وصال: حضرت قاضی فتح محمد نظامانی نے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء کو ۶۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی مزار پر انوار ٹنڈو قیصر (ضلع حیدرآباد سندھ) میں مرجع خلائق ہے۔

(ماخوذ: سندھ جا اسلامی درسگاہ۔ سندھی میں فقہی تحقیق جو ارتقاء ص ۱۴۱)

پروفیسر فیاض احمد خان "کاوش"

صاحب طرز ادیب، دوست قدیم فیاض احمد خان بن فیض محمد خان پٹھان ۱۹۳۷ء کو شہر اٹاوہ (یو پی۔ بھارت) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ۱۹۵۲ء میں "اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ" سے میٹرک کیا۔ قرآن ناظرہ مدرسہ تعلیم القرآن اٹاوہ سے ختم کیا۔ اہل علم و ادب کی صحبت کے سبب آپ کا علمی ادبی ذوق خوب پروان چڑھا۔ ۱۹۵۲ء میں ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور میرپور خاص (سندھ) کو مستقل مسکن بنایا۔ شاہ عبداللطیف گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور خاص سے بی اے اور سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ایم اے (اردو) امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ "حب درویشاں" اور "صحبت صالحین" کا عمل جاری رکھا۔ جس سے زندگی میں نکھار پیدا ہوا۔

بیعت: سلطان التارکین حضرت حافظ سید وارث علی شاہ "وارث" کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۰۴ء دربار وارثیہ دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی، یوپی، بھارت) کے سلسلہ عالیہ چشتیہ وارثیہ میں بیعت ہوئے۔

اور انہی کی شان و عظمت میں کتاب "آفتاب ولایت" تحریر فرمائی۔ انتساب میں لکھتے ہیں:

اس حسین خواب کے نام جس میں سرکار وارث پاک نے مجھے دیوہ شریف بلوایا۔ اپنا آستانہ دکھایا۔ روبرو بٹھایا۔ اپنا بنایا۔ اور چلتے وقت اپنے دست خاص سے تبرک عطا فرمایا۔ (آفتاب ولایت)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ وارث پاک کے سلسلہ اویسیہ کی طرز پر مرید تھے۔

درس و تدریس: دوران تعلیم آپ نے ملازمت شروع کر دی، پہلے کلکٹریٹ تھرپارکر میں بحیثیت سررشتہ دار مقرر ہوئے لیکن دل مائل نہ ہو سکا بالآخر آپ کے دل کی دعا نے اجابت

پائی اور دل پسند تدریسی شعبہ سے وابستہ ہوئے یعنی گورنمنٹ ہائی اسکول میرپورخاص میں استاد مقرر ہوئے۔اس کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج شکارپور میں بحیثیت لیکچرار مقرر ہوئے۔چند سال بعد آپ کا تبادلہ میرپورخاص ہوا جہاں شاہ عبداللطیف گورنمنٹ ڈگری کالج میں ریٹائرمنٹ ۱۹۹۶ء تک نونہال وطن کی تعلیم وتربیت جیسے اہم وبنیادی کام میں مصروف رہے۔

شاعری: شاعری کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے۔محمد اکرم قریشی صاحب آپ کی شاعری سے متعلق لکھتے ہیں:" کاوش نے اپنے احساسات جذبات اور قلبی واردات کے اظہار کے لئے نثر کا سہارا بھی لیا اور نظم کا بھی۔آپ بیدار ذہن ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ حساس دل شاعر بھی تھے۔ شعری میدان میں آپ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔مگر زیادہ رجحان نعت شریف کی طرف رہا۔آپ کا نعتیہ مجموعہ کلام "نور ونکہت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں حمد، نعت، سلام اور منقبت سبھی شامل ہیں۔کاوش لکھتے ہیں:

کھلے پھول سارا چمن مسکرایا
یہ کون آج آیا سویرے سویرے
کہ مرغانِ گلشن میں ہر سُو ہے چرچا
یہ صلِ علیٰ کا سویرے سویرے

آپ کا لہجہ منفرد اور طرزِ سخن شگفتہ ہے۔اشعار میں سلاست، بے ساختگی، سوز وتاثیر، شگفتگی وشیفتگی معنی آفرینی وبلند خیالی سے بھرپور ہیں"۔سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کا نعتیہ کلام محبت رسول سے لبریز ہے۔

خطا کر رہا ہوں عطا چاہتا ہوں
ترے فضل کی انتہا چاہتا ہوں

آپ کی مشہور نعت "توں چلا ہے کس سے ملنے" کو حکومت پاکستان نے سرکاری طور پر سراہا اور ملک پاکستان کا سب سے بڑا نعتیہ ایوارڈ "صدارتی ایوارڈ برائے نعت (اردو)" عطا کیا۔یہ ایوارڈ آپ کو اسلام آباد میں سالانہ قومی سیرت کانفرنس کی تقریب کے موقع پر جنرل ضیاء الحق نے پیش کیا۔
حضور پرنور سید عالم ﷺ کے "سراپا شریف" کو وجدانی انداز میں پیش کرتے ہیں۔سنیئے اور مسرور ہوئیے:

آنکھیں حضور کی ہیں کہ رحمت کے میکدے
ہر ہر نظر ہے نشۂ ایماں لئے ہوئے

چہرہ حضور کا ہے کہ قرآن کھلا ہوا
ہر ہر ادا ہے رفعت ایماں لئے ہوئے
ہونٹوں پہ مسکراتا ہوا پہلی شب کا چاند
تابانی و ضیائے فراواں لئے ہوئے

کاوش کی نوجوانی کا اکثر حصہ محافل شعر و سخن و نظامت میں گذرا۔ لیکن پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے شاہ عبداللطیف کالج میر پور خاص میں شرف تلمیذ کے بعد آپ بتدریج مذہب کی جانب راغب ہوئے، ڈاکٹر صاحب کی صحبت نے رنگ چڑھایا، آپ میں تبلیغ دین کے لئے ولولہ پیدا ہوا، کئی دینی کتابیں تحریر کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

عادات و خصائل:

کاوش فطرتاً سادہ طبیعت کے مالک، درویش منش، بے نفس، خاک نشین، اسلام اور سنیت کے درد و احساس سے سرشار، خدمت دین کے ساتھ خدمت خلق سے بھی سرشار تھے۔ پیکر اخلاق و محبت، مہمان نواز، غریب پرور انسان تھے۔ وہ رات میں گھر گھر محفل میلاد کا انعقاد کر کے نوجوانوں کی اعتقادی و نظریاتی تربیت فرماتے تھے تو دن میں کالج میں نوجوانوں کو اپنے اعلیٰ کردار، حسن اخلاق کے بل بوتے پر متاثر کیا ان کی تعلیم کے ساتھ تربیتی ضرورت کو بھی بحسن طریقے سے پورا کرتے۔ وہ سراپا تحریک رہے ایک جان ہو کر ہزاروں پر بھاری رہے یہ ان کا کام ہے جو آج بھی میر پور خاص شہر کے لوگ انہیں بھولے نہیں بلکہ یاد کرتے ہوئے آنکھیں تر اور گلا بھاری ہو جاتا ہے۔

میر پور خاص میں دارالعلوم اہل سنت رضویہ آدم ٹاؤن کے قیام کے سلسلہ میں حصول پلاٹ کے لئے آپ کی جدو جہد اور جانفشانی یاد رکھی جائیں گی۔

وہ شاگردوں کو اولاد جیسا سمجھتے تھے اگر وہ گھر پر آجائیں تو بیٹھک میں بٹھاتے خاطر تواضع کرتے علمی رہنمائی فرماتے لیکن ٹیوشن فیس لینے کے قائل نہیں تھے۔ آپ نے زندگی مصروف گذاری اور ایک مقصد کے حصول میں لگادی۔

۲۰، فروری ۱۹۹۹ء کو محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ میر پور خاص تشریف لائے ان کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں سندھی زبان میں تبلیغ و اشاعت کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ بالآخر ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا نام "شرکت اسلامیہ" تجویز کیا گیا۔ شرکت اسلامیہ پروفیسر فیاض کاوش کی رہنمائی میں ترقی کی راہ پر لگا اور ڈاکٹر صاحب کے بعض رسائل کا سندھی ترجمہ شرکت اسلامیہ میر پور خاص کے پلیٹ فارم سے بڑی آب و تاب سے شائع ہوئے۔

اندازِ محبت: پروفیسر فیاض کاوش نامور بلند پایہ کے ادیب اور صدارتی ایوارڈ یافتہ شاعر تھے اسلام و سنیت کے جذبہ سے سرشار اور تبلیغ دین میں سرمست رہتے۔ یہی وہ چیز تھی جس نے ہمیں متاثر کیا۔ ہمارا آپس میں رابطہ تھا، محبت تھی، الفت تھی، ایک دوسرے کے خطوط کا انتظار رہتا تھا، کتابوں کا تبادلہ رہا لیکن تمام محبت کے باوجود بظاہر ملاقات نہ ہوسکی جب بھی پروگرام بنا کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا رہتا اس کے علاوہ تحریری و اشاعتی مصروفیات ساتھ میں تھیں انہی دنوں حیدرآباد میں ''ادارہ پیغام رضا'' قائم کیا تھا جس کے تحت سندھی لٹریچر شائع ہوا اور مفت تقسیم ہوا۔ لیکن وہ ہر بار ہمیں مدعو کرتے رہے اور ہم معذرت پیش کرتے رہے۔ ''سندھ کے دو مسلک'' دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس پر دو حرف بھی تحریر فرمائے جو کہ مقالے کے ساتھ شائع ہوئے۔ وہ ہم سے عمر میں بڑے تھے پرانے لکھاری تھے جب کہ ان دنوں ہم نئے نئے وارد ہوئے تھے۔ اس کے باوجود بہت چاہتے تھے اور اسی چاہت کے نظارے ان کے مکتوبات میں نقش ہیں لیکن ان کے تمام خطوط محفوظ نہیں، جو محفوظ ہیں ان کے چند اقتباس پیش خدمت ہے۔ ایک طرف انداز تحریر ملاحظہ فرمائیں کہ ہر لفظ معطر معطر معلوم ہوگا اور دوسری طرف عدم ملاقات کے باوجود ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے یہ رشتہ فقط مسلک کا رشتہ تھا، جس نے دوریاں ختم کردی تھیں۔

ایک خط جو انہوں نے ۲۴، اکتوبر ۱۹۹۴ء کو تحریر فرمایا تھا یہ ابتدائی مکتوب محسوس ہوتا ہے رقمطراز ہیں:

''سرزمین سندھ میں امام احمد رضا کی مقبولیت'' والا مضمون جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، خاصہ کی چیز ہوگا۔ اس کو معارف رضا کراچی میں ضرور شائع کرائیے اس کے پڑھنے کے لئے دل بے چین ہے اور آنکھیں منتظر۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

آپ کی اردو بھی بہت پختہ ہے، تحریر بہت نفیس اور انداز بیان موثر ہے۔ ہاں! یہ تو بتائیے کہ اب تک آپ کہاں چھپے رہے؟

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی!

چشم بدور۔ آپ میں کس قدر صلاحیتیں موجود ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آپ ہم اہل سنت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ ہاں! یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ انجمن پیغام رضا حیدرآباد کے شائع کردہ لٹریچر کو عام کرنے کے لئے پمفلٹ اور اشتہارات کے ذریعے تشہیر کی نیز ملک کے وقیع اور وسیع اخبارات و رسائل (مقامی سندھی اخبارات) میں بھی تشہیر عام کی۔ کیوں کہ یہ دور ہی ایڈورٹائزمنٹ کا ہے چنانچہ آپ تقاضائے وقت کے عین مطابق رسائل و جرائد میں تبصرہ و اعلان نشر کراتے رہتے ہیں۔ یہ بہت اچھا

کرتے ہیں۔ ہوشمندی کا یہی تقاضہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ مختلف لائبریریوں کالجوں اور یونیوسٹیوں کو نیز ملک کے ججوں منسٹروں اور دانشوروں کو انجمن کا لٹریچر بہم پہنچاتے ہیں۔ اس سے خواص کے ذہن بنیں گے جس سے وہ عوام پر اثر انداز ہوں گے اور آپ نے تو عوام وخواص دونوں طبقوں ہی کو نوازا ہے۔ جزاك الله"۔

وہ جب کسی کی تعریف کرتے تو دل کھول کر کرتے تھے، چھوٹوں کی ہمت افزائی میں کمال رکھتے تھے وہ کسی بخل کا شکار نہیں تھے قلب ونظر میں وسعت رکھتے تھے۔ ۱۷، جنوری ۱۹۹۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

" آپ کے خوبصورت خط میں لکھے ہوئے حسین گرامی نامے نظر نواز ہوئے۔ شب برأت کی شب بیداری کی سعادتیں حاصل کر کے دن چڑھے بیدار ہوا تو سب سے پہلے آپ کے گرامی نامے پر نظر پڑی۔ سبحان الله!

خوشنویسی کا شاہکار ہے آپ کی تحریر دلپذیر، الفاظ ہیں کہ ہیرے موتی جڑے ہیں۔ انداز بیان ہے کہ انوار کا آبشار ہے جس میں سراپا نہا گیا۔ خط پڑھ کر ایک نئی تازگی، توانائی اور نئی زندگی ملی۔ جزاك الله یاد آوری کا شکریہ!"

یہ تمام تحریری خوبیاں پروفیسر فیاض صاحب میں بہ اتم موجود تھیں، فقیر طفل مکتب کا یہ مقام کہاں، یہ تو حسن نظر تھا۔ جس طرح اچھے کو ہر طرف اچھائی نظر آتی ہے اسی طرح وہ بلند پایہ ادیب تھے اس لئے ان کو ہر ایک میں وہ ہی خوبی نظر آتی تھی۔ پروفیسر صاحب گرمی کی چھٹیوں میں قافلے کے ساتھ مٹھی (تھر) کے لئے ہر سال تشریف لے جاتے تھے، وہ اسی خط میں آگے جا کر لکھتے ہیں:

" آپ کے ارسال کردہ نورانی کتب بروقت موصول ہوئیں ہمارے ساتھ تھر کے دورے پر گئیں اور وہاں حضرت مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ہی کے دست مبارک سے تقسیم ہوئیں۔ باقی کچھ مولوی عطا محمد درس (پیش امام جامع مسجد مٹھی) کو اندرون تھر تقسیم کرنے کے لئے دے دی گئیں۔ آپ نے میرے ارسال کردہ پتوں پر بھی کتب ارسال کیں جزاك الله۔ متعلقہ حضرات سے کتب کی ترسیل کی بھی تصدیق ہوگئی ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے متمول حضرات کتب کے تحفے تو شوق سے وصول کر لیتے ہیں لیکن اپنی طرف سے مالی معاونت کرنے میں وہ ذوق وشوق نہیں دکھاتے۔ خالی خولی زبانی جمع خرچ بہت کرتے ہیں لیکن عملی طور پر روپیہ خرچ کرنے میں بڑی کم ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

سندھی زبان میں جو آپ تبلیغی لٹریچر شائع کر رہے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ڈھونڈنے سے اس کی مثال نہیں ملتی، جو آپ جیسا وسیع انداز میں کام کر رہا ہو۔ آج کے دور میں اشاعت مسلک کے لئے لٹریچر سب سے بڑا آرگن ہے۔ لٹریچر ایٹم بم سے زیادہ طاقتور ہے جو باطل قوتوں کو پاش پاش کر

کے رکھ دے گا۔

اور پھر آج کے دور میں ہر گھر میں پڑھے لکھے لڑکے لڑکیاں موجود ہیں، وہ اپنے مسلک کی حقانیت کے بارے میں دلائل مانگتے ہیں۔ الحمد للہ! کہ ہمارے اسلاف بزرگان اہل سنت اپنے مسلک کے حق میں دلائل و براہین کے انبار چھوڑ گئے ہیں، اگر ہم انہیں سمیٹ کر مختصر مختصر سادہ زبان میں اپنے عوام اہلسنت تک پہنچادیں تو بڑا کام ہو۔ اور وہ کام آپ کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ سبحان الله، جزاك الله"

۵، نومبر ۱۹۹۵ء کے مکتوب میں رقمطراز ہیں:

" آپ کے ارسال کردہ ملفوف گرامی اور گرانمایہ کتب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ حسب الارشاد آپ کے ارسال کردہ فارم علمائے کرام تک پہنچوا رہا ہوں۔ گذشتہ ہفتوں سے طبیعت ناساز رہی، شاگرد عزیز قدر اللہ بیگ عارف نے یہ ذمہ داری سنبھالی ہے۔ جزاك الله"

اس سے اندازہ فرمائیں کہ ۱۹۹۵ء سے سندھ کے مرحوم علمائے اہل سنت کے حالات زندگی پر فقیر کام کر رہا ہے، شروع شروع میں سندھ بھر میں فارم تقسیم کئے لیکن کوئی اثر نہ ہوا، ان کے شاگرد و متعلقین سوتے پڑے رہے اپنی ذمہ داری سے غافل، ٹس سے مس نہ ہوئے اس کے بعد ہم نے بڑی جانفشانی و عرق ریزی سے فہرست علماء سندھ تیار کی اور پھر خود دورے کئے اور ہر علاقے میں اپنے متعلقین کے ذمہ یہ کام لگایا اور وہ بھی جوتیاں رگڑتے رہے تب جا کر یہ حسین و عظیم و ضخیم تاریخی کتاب انوار علماء اہل سنت (سندھ) تیار ہوئی، آج پروفیسر صاحب ہماری بزم میں ہوتے نہ معلوم کتنے خوش ہوتے اور فقیر کی سعی بلیغ پر مبارکباد کے ڈھیر سارے خطوط تحریر فرماتے۔

آج ہر لحہ ان کی یاد آتی ہے اور تڑپاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی عظیم نعمتوں سے بہرہ مند فرمائے اور ہمارے لئے دعا گو بنائے۔ آمین

اسی مکتوب کے آگے جا کر رقمطراز ہیں:

"سندھ کے دو مسلک" کی پذیرائی تو ہونا ہی تھی کیوں کہ آپ نے خلوص و دردمندی کے ساتھ وقت کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا ہے اور وقت کے بڑے بڑے امروٹی جیسے "ابوالہول" کے بت کو تیشۂ حق سے پاش پاش کیا ہے۔ اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا ہے۔ سبحان الله، جزاك الله!

۲۵، ستمبر ۱۹۹۵ء میں رقمطراز ہیں:

"سندھ کے دو مسلک" کتاب سندھی زبان میں بھی چھپنا چاہئے بلکہ پہلا ایڈیشن سندھی زبان ہی میں چھپنا چاہئے تھا کہ اس کی یہاں والوں کو زیادہ ضرورت ہے تا کہ اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر سکیں۔ اور

یہ اردو زبان میں بھی چھپی تو یہ بھی ضروری تھا کہ یہ تو ایک تاریخی دستاویز ہے، جس کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہونی چاہئے۔ سبحان اللہ!'' جس مدرسہ کی تعمیر میں خون لہو بہایا جب وہ تیار ہو گیا تو انتظامیہ کی عدم دلچسپی اور مدرسہ کے زبوں حالی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''دارالعلوم اہل سنت رضویہ کی وسیع و عریض خالی خولی عمارت بھائیں بھائیں کر رہی ہے مزید کمرے تعمیر پہ تعمیر ہوتے چلے جا رہے ہیں لیکن پڑھانے والا کوئی نہیں۔ اب تک دھاڑی بنانے والے مولوی ملتے رہے جو مار ما کر بچوں کی تعداد کم کرتے رہے۔ جب منتظمین صاحبان سے کچھ نہ ہو سکا تو مدرسہ جمعیت علمائے پاکستان کی ورلڈ اسلامک مشن کے حوالہ کر دیا ہے جن کے عہد یدار کبھی بھول کر بھی اس طرف نہیں آتے۔ ایک مولوی سہ پہر کو تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے آتا ہے۔ جلد سے جلد بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر اسی آبادی میں گھر گھر ٹیوشن پڑھاتا ہے۔

جب انتظامیہ سے شکوہ کیا جاتا ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ لے آیئے کوئی اچھا سا مولوی اس کو تنخواہ دے دی جائے گی............''

اس پیراگراف میں ہم اپنی غلطی، کوتاہی اور غفلت کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذمہ داری نبھانے کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

ایک مقام پر میری غفلت (یا بے سروسانی کہیں) پر ٹوکتے ہوئے بھی قلمکاری کے رنگ کھلائے ہوئے لکھتے ہیں: ''پیر صاحب قبلہ کو کیا یہ نہیں معلوم کہ خطوط انسان کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور پھر آپ جیسی بلند و بالا شخصیت کے خطوط تو ایسے گئے گذرے نہیں کہ انہیں پڑھ کر طاق نسیان کی نذر کر دیا جائے بلکہ میں تو اکابرین کے خطوط کا ریکارڈ رکھتا ہوں جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہونے کی صورت میں کام آتا ہے............''

دیکھئے وہ ہر بات خاص طریقے اور سلیقے سے کہنے کے عادی تھے، کہیں بھی قلم جذبات کی زد میں نہیں آتا خشک موضوع پر بھی وہ بدمزہ نہیں ہوتے بلکہ ایسے مقام پر بھی پھول بکھیرنا ان کا کام تھا۔ وہ صحیح طور پر قلم کے دھنی تھے، اردو زبان و ادب پر پوری دسترس رکھتے تھے۔

تصنیف و تالیف: محترم پروفیسر فیاض احمد کاوش صاحب طرز ادیب اور منفرد لہجہ کے شاعر تھے رواں برجستہ اور شگفتہ انداز بیان آپ کی انفرادیت تھی۔ وہ جب لکھنے بیٹھتے تھے تو مسلسل اور بے تکان لکھتے تھے۔ ان کی تحریروں میں آوردگی کی بجائے آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ جو کچھ بھی لکھتے حضور پاک ﷺ اور اولیاء اللہ کی محبت میں ڈوب کر لکھتے۔ اسی رواں و سحر انگیز قلم سے انہوں نے چھوٹے بڑے رسائل تقریباً ۲۶ تحریر فرمائے ان میں اکثر مطبوعہ ہیں۔ اس

کے علاوہ پاک و ہند کے موقر علمی و ادبی جرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہے۔

- نبی امی ﷺ کی فصاحت و بلاغت — طبع اول بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور ۱۹۹۹ء، طبع دوئم مکتبہ امام غزالی کراچی ۲۰۰۳ء
- اسلامی عقائد (حصہ اول و دوئم) — جماعت اہل سنت میرپور خاص ۱۹۸۱ء
- پیران پیر — طبع اول برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۸۷ء، اس کتاب کے پاک و ہند سے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔
- گلستان درود و سلام — دارالعلوم اہل سنت رضویہ میرپور خاص ۱۹۹۲ء
- تعلیم الایمان (حصہ اول و دوئم) — جماعت اہل سنت حیدرآباد ۱۹۹۱ء
- گیارہویں شریف کی حقیقت — سنی لٹریری سوسائٹی لاہور ۱۹۹۴ء
- نور و نکہت (دیوان کاوش) — اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ
- آفتاب ولایت — حافظ وارث علی شاہ (وارثی سلسلہ کے پیشوا) کی مکمل سوانح حیات مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۹۰ء
- خواجہ معین الدین چشتی — شرکت اسلامیہ میرپور خاص ۱۹۹۹ء
- امام اعظم ابو حنیفہ کا قبول منصب قضاء سے انکار۔ یہ مضمون نور اسلام شرقپور شریف کا امام اعظم نمبر ۱۹۷۵ء میں شامل ہے۔
- امام اعظم ابو حنیفہ اسباب شہادت۔ یہ مضمون "انوار امام اعظم ابو حنیفہ" مطبوعہ مکتبہ امام غزالی کراچی ۲۰۰۳ء میں شامل ہے۔
- مختصر سوانح مولانا احمد رضا خان، رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد ۱۹۹۰ء
- تبلیغی جماعت کا اعلان وہابیت، طبع اول ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کھارادر کراچی ۱۹۸۲ء
- شیطان کی آنت (نجدیت کا رد بلیغ)، طبع اول دارالکتب حنفیہ کھارادر کراچی ۱۹۸۴ء
- ننگ دیں، ننگ وطن، — تحریک بالاکوٹ کی نقاب کشائی طبع اول برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۸۷ء
- احمدی مسلمان نہیں ہیں (سندھی) یہ پمفلٹ ختم نبوت کے موضوع پر ہے میرپور خاص سے شائع ہوا۔
- دارالعلوم دیوبند کی کہانی علماء دیوبند کی زبانی (غیر مطبوعہ)
- دیدہ و دانستہ (غیر مطبوعہ)

۞ اسماعیلی معبود — اسماعیلی خوجہ شیعہ کے باطل نظریات کے خلاف مطبوعہ، الجمعیۃ القادریہ کراچی

شادی واولاد: آپ نے میر پور خاص میں شادی کی۔ ان سے دو بیٹے (۱) اعجاز احمد خان (۲) رفیق احمد خان اور سات بیٹیاں تولد ہوئیں۔

تلامذہ: کالج کے زمانہ میں بے شمار شاگردوں نے آپ سے استفادہ کیا ہوگا۔ بعض قریبی شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۞ قدرت اللہ بیگ مرتبہ نذر کاوش مطبوعہ شرکت اسلامیہ میر پور خاص
۞ حافظ عبدالرزاق مہران سکندری سانگھڑ
۞ مرزا اعظم بیگ سابق صدر ایوان صنعت وتجارت میر پور خاص
۞ پروفیسر عبدالرحمٰن گورنمنٹ ابن رشد گرلز کالج میر پوخاص
۞ تاج محمد چشتی ایڈیٹر سہ ماہی پیغام چشت میر پور خاص
۞ محمد باسط اللہ بیگ میر پور خاص
۞ سہیل انور جنرل سیکریٹری بیکانیر ویلفیئر ایسوسی ایشن میر پور خاص

وصال: پروفیسر فیاض احمد خان کاوش دو ماہ علیل رہنے کے بعد ۲، رجب المرجب ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز منگل دوپہر کو ۴۵:۱۱ منٹ پر ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

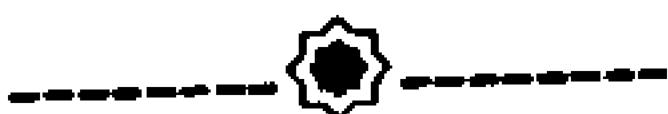
ان کی وصیت کے مطابق پیکر اخلاص محترم محمد شریف بھائی نے انہیں غسل دیا۔ عبدالرحمٰن قادری نے ارشاد کے مطابق نعت شریف پڑھی۔ نامور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے دارالعلوم اہل سنت رضویہ میر پور خاص کے صحن میں نماز جنازہ پڑھائی۔ جلوس میت کے ساتھ مسلسل نعت خوانی ہوتی رہی۔ وصیت کے مطابق حضرت خواجہ سید عبدالمجید شاہ چشتی المعروف پیر بابا سخی رحمۃ اللہ علیہ (واقع سید فارم میر پور خاص) کے احاطہ مزار میں مدفون ہوئے۔

حضرت حکیم پیر سید اکرام حسین شاہ سیکری (حیدر آباد) نے مادہ تاریخ وفات کہا:

"سال انتقال شمع دانش، کاوش مرحوم "

۱۹۹۹ء

[نجی خطوط اور فہرست تصانیف کے علاوہ مواد "نذر کاوش" مطبوعہ شرکت اسلامیہ میر پور خاص ۱۹۹۹ء سے ماخوذ ہے]



مولانا حکیم فضل محمد میمن

مولانا فضل محمد بن محمد اسماعیل میمن ۱۲۶۸ھ کو محلّہ صابو گرن نوشہرو فیروز سندھ میں تولد ہوئے۔

زمانہ قدیم سے آپ کا خاندان فن خطابت کی وجہ سے " خطیب " کے لقب سے مشہور تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم نوشہرو فیروز کے محلہ قاضی کے مدرسہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد گوٹھ فیض محمد آگرو تحصیل میہڑ میں مشہور مدرس مولانا محمد آگرو سے اکثر نصابی کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ علاوہ ازیں بعد واپسی پر قاضی صاحب سے علم طب حاصل کیا۔

درس وتدریس: نوشہرو کی قدیم مسجد جو کہ بعد میں " مولوی فضل محمد کی مسجد " کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مسجد میں آپ نے امامت وخطابت کے ساتھ متصل پلاٹ پر مدرسہ قائم فرمایا اور تا حیات درس وتدریس سے وابستہ رہے اور علم کے چراغ روشن کئے جن کی روشنی دور دور تک پھیلتی چلی گئی۔

حکمت: آپ لاثانی حکیم تھے، رب کریم نے آپ کے ہاتھ میں شفاء رکھی تھی۔ طب کے ذریعے بیماروں کی خدمت کی اور انہیں سستے علاج کے ذریعہ تندرست کیا۔

تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں کافی شافی کام کیا۔ لیکن اپنوں کی غفلت اور زمانہ کے دستبرد کے سبب اکثر تصانیف اور کتب خانہ ضائع ہوگیا۔ آپ کی وفات کے بعد مدرسہ سے آپ کی تصانیف مع دیگر اہم ونایاب کتب لوگ چرا کے لے گئے، مال غنیمت کی طرح کتب خانہ لوٹ لیا گیا۔

اولاد: تین بیٹے تولد ہوئے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- مولانا عبدالعلیم میمن، آپ کی زندگی میں نوجوانی میں انتقال کیا۔

2- مولانا عبدالعزیز مرحوم 3- حافظ عبدالغفور مرحوم

شاعری: مولانا فضل محمد کے مدرسہ میں کاشی کی منقش اینٹیں لگی ہوئی تھیں، ان پر سندھی اور فارسی کے شعر درج تھے۔ ڈاکٹر قریشی حامد علی کو منہدم مدرسہ کے ملبہ میں سے ایسی منقش دو اینٹیں ملی تھیں جن پر شعر لکھے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شاعری کا بھی ذوق لطیف رکھتے تھے۔ افسوس کہ آپ کا علمی خزانہ بے دردی سے ضائع ہوگیا اور آپ کی شخصیت پر کسی شاگرد یا بیٹے نے قلم نہیں اٹھایا۔

عادات وخصائل: مولانا سچے عاشق رسول تھے۔ اس قدر رقیق القلب واقع ہوئے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ ان کی پوری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلق خدا کی خدمت میں گذری، حقوق العباد کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، ان کی

تعمیر کردہ مسجد شریف آج بھی موجود ہے، اس مسجد میں آپ ہر جمعہ کو خطبہ دیتے تھے۔ آپ ایک شعلہ بیان مقرر، ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مصنف تھے۔ (تزئین ساہتی ص ۵۵، مؤلف خانزادہ سمیع الوری)

وصال: مولانا حکیم فضل محمد میمن نے ۶، رجب المرجب ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء کو نوشہرو فیروز میں انتقال کیا اور مسجد شریف کے شمال میں مدرسہ کے صحن میں وصیت کے مطابق تدفین عمل میں آئی۔

(ضلع نواب شاہ تاریخی شہر اور شخصیات ص ۳۲۸)

مولانا کی لوح مزار پر درج ذیل فارسی قطعہ تاریخ وفات مرقوم ہے:

حبیبی مولوی فضل محمد ۔۔۔ کہ بود او صاحب و اکرام و عزت
بحق واصل شد آں شائستہ اخلاق ۔۔۔ زدنیا رجب ستہ سوئے جنت
عزیزی عالی کہ درہمہ عمر ۔۔۔ نمودہ خدمت اسلام ملت
قرین و ہم کنار مغفرت باد ۔۔۔ بقبرش باد ظل ابر رحمت
زبہر حفظ ناموس شریعت ۔۔۔ شد پروانہ شمع خلافت
سن رحلت چو پہ رسیدم زہاتف ۔۔۔ "حلیم طبع" گفت و نیک خصلت

۱۳۴۳ھ

--------۞--------

خواجہ محمد فاروق رحمانی

حضرت خواجہ محمد فاروق رحمانی بن حضرت محمد فرید بن وزیر حسین نے دہلی (انڈیا) میں ۱۹۰۲ء کو تولد ہوئے۔ آپ کا خاندان عرب شریف سے ہندوستان کے مغل بادشاہ شہاب الدین محمد شاہجہان کی ایماء پر وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر ہندوستان میں وارد ہوا۔ آپ کا قبیلہ نہ صرف فن تعمیرات میں ماہر تھا بلکہ خطاطی، زرگری، نقشہ نویسی، شناخت جواہرات، مصوری مغل آرٹ، تلوار و زرہ سازی اور پچی کاری و دیگر فنون میں بھی یگانہ روزگار تھا اس لئے مغلیہ عہد حکومت میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ سولہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا پھر کلی طور پر تربیت والدہ کی شفقت کے تحت ہوئی۔

شادی و اولاد: ۱۹۲۸ء کو چھبیس سال کی عمر میں والدہ ماجدہ فاطمہ خاتون نے اپنے بھائی شریف اللہ کی دختر نیک اختر امینہ خاتون سے آپ کی شادی کرادی۔ جن کے بطن سے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں تولد ہوئے۔

1- میاں محمد اقبال رحمانی ۔۔۔ 2- میاں محمد ناصر رحمانی

دونوں کراچی صرافہ مارکیٹ میں اعلیٰ پائے کے جوہری اور جیولرز میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اول ذکر بعد میں سجادہ نشین ہوئے۔

-3 فیروزہ بیگم	-4 طاہرہ بیگم	-5 فریدہ بیگم
-6 ساجدہ بیگم	-7 ناصرہ بیگم	-8 مسرت بیگم

بیعت وخلافت: شادی کے دوسال بعد والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو تنہائی کا احساس ہوا کسی رہبر کامل کی ضرورت محسوس کی اس لئے تلاش مرشد شروع کر رکھی۔ تین سال کے بعد منزل ملی ۱۹۳۸ء کو حضرت شیخ طریقت خواجہ انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۵۴ء) سے دست بیعت ہوئے۔ حضرت نے آپ کو نسبت چشتیہ صابریہ اور قادریہ سے سیراب کیا اور بعد میں خلافت سے بھی نوازے گئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی معلم آپ کی والدہ ماجدہ ہیں جس کی صحبت میں رہ کر دینی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ آداب زندگی، صبر، شکر، درگذر، توکل اور پرہیزگار جیسی صفات سے متوصف ہوئے۔ بچپن سے نماز روزہ کے پابند رہے۔ والدہ کے انتقال کے بعد مخلوق خدا کو نفع پہچانے کے نقطہ نظر سے علوم نجوم، ابجد قمری کے دائرے، علم بانسہ، علم ہیئت، علم قیافہ، علم اسماء، علم تعبیر رویا سیکھے۔ علم فقہ حنفیہ، حدیث نبوی، تفسیر قرآن اور تصوف کے متعلق اردو زبان میں کثرت سے مطالعہ کیا۔ علم جفر اور رمل میں کمال حاصل کیا۔ پھر عملیات کی طرف آئے اور کمال حاصل کیا۔

ذریعہ معاش: آپ نے پیری مریدی اور تعویذات کو کبھی بھی ذریعہ معاش نہیں بنایا یہ تمام کام اللہ و رسول کی رضا اور خدمت خلق کے جذبہ سے جاری رکھے۔

دہلی میں آپ کا اپنا کاروبار چاندنی چوک کے موتی بازار کے ایک بالاخانے پر سونے اور جواہرات کا تھا اور کراچی میں بھی یہی کاروبار جاری رکھا۔ جس سے اپنی ذاتی، گھر والوں اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔

پاکستان آمد: دہلی سے ملتان جہاز میں آئے اور ایک ماہ قیام کے بعد کراچی تشریف لائے اور ان دنوں رنچھوڑ لائن میں ایک کمرے میں رہائش اختیار کی اور رشد وہدایت وخدمت خلق کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے اپنے حالات زندگی خود قلم بند کئے ہیں اس میں تحریک پاکستان کے دور میں دہلی کے ناگفتہ بہ حالات بھی تحریر فرمائے ہیں جس کے پڑھنے سے جسم کا بال بال کھڑا ہو جاتا ہے۔ آج کے نوجوانوں کو ایسے مضامین پڑھنا چاہئے تاکہ انہیں احساس ہو کہ قیام پاکستان ناگریز تھا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۵ء کو پہلا حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی اس کے بعد متعدد بار عمرے وحاضری مدینہ منورہ کی سعادت

حاصل ہوتی رہی۔

ہر سفر حج میں کوئی نہ کوئی صاحب سلسلہ بزرگ ساتھ لیتے تھے جن کی خدمات خود اور اہل حلقہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی معذور شخص مل جاتا جسے ذوق حرمین شریفین ہوتا اس کو بھی "قافلہ رحمانی" میں ساتھ لے لیتے تھے۔ سبحان اللہ!

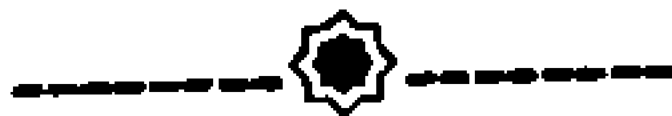
خلفاء: آپ سے فیض یاب بعض خلفاء کے اسماء درج ذیل ہیں:

- چوہدری عمر دین رحمانی (ایم، اے انگلش)
- صوفی سید محمد ظہر الحسن رحمانی مؤلف ربیع المجالس
- ملک ریاض حسین رحمانی بابا
- مولانا ابرار احمد رحمانی مشہور خطیب
- حافظ قاری ممتاز احمد رحمانی، خانقاہ ممتازیہ ملیر کراچی

وصال: حضرت خواجہ محمد فاروق رحمانی نے یکم ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۱، اگست ۱۹۸۳ء کو ۸۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

آپ کا آستانہ عالیہ الفاروق جہانگیر روڈ کراچی پر واقع ہے۔

[آپ کے حالات زندگی پر لکھی ہوئی کتاب "ربیع المجالس" مؤلف سید ظہر الحسن رحمانی مطبوعہ حلقہ رحمانی خانقاہ الفاروق کراچی ۱۹۹۵ء سے حالات ماخوذ ہیں]



مولانا فضل احمد صوفی

سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد (خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی متوفی ۱۳۴۰ء) کے منجھلے صاحبزادے فضل احمد صوفی اپنے برادر مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی کے ساتھ ۲۸، ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۰، دسمبر ۱۹۱۱ء بروز بدھ اپنے ننھیال گنج مراد آباد (ضلع کانپور) میں جڑواں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد اور چچا مولانا عبدالحیٔ پیلی بھیتی سے حاصل کی۔ صرف ونحو کی کچھ کتابیں مولانا فضل حق رحمانی پیلی بھیتی سے پڑھیں پھر کانپور چلے گئے۔ جہاں آپ نے حلیم مسلم ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا اور امتیازی نمبروں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

فضل احمد صوفی کو اوائل عمر سے ہی شعر وادب اور مضمون نویسی سے شغف تھا، چنانچہ آپ نے

ابتداً ادبی موضوعات پر مضامین لکھے اور کانپور سے ایک ادبی ماہنامہ " تحریریں " جاری کیا، لیکن معاشی مجبوریوں کے پیش نظر یہ سلسلہ ترک کر کے ریلوے کے سی ٹی ایم آفس میں ملازمت اختیار کر لی اور بمبئی میں آپ کو لکھنے پڑھنے کے وافر مواقع میسر آئے اور مختلف اخبارات کے لئے مضامین لکھنا شروع کر دیئے۔ آپ بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بمبئی میں قومی سیاست کا عروج تھا اور مسلمان زعماء مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے لئے شبانہ روز جدوجہد کر رہے تھے لہٰذا آپ نے بھی قومی موضوعات پر قلم اٹھایا اور سرکاری ملازمت میں ہوتے ہوئے کھل کر اظہار خیال کیا۔

فضل احمد صوفی کی قلمی ڈائریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی علمی استعداد بڑھانے کے لئے مطالعہ جاری رکھا۔ ۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء تک بہت دیدہ ریزی سے مطالعہ کیا۔

تحریک پاکستان: فضل احمد صوفی حق گوئی اور بے باکی کو آئین جوانمرداں تصور کرتے تھے اور بلاخوف حق بات کہتے اور حق بات کی تائید کرتے۔ ۱۹۳۵ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی انگلستان سے وطن واپسی مسلمانوں کے لئے ایک ہمت افزاء شگون تھا، کیوں کہ مولانا محمد علی جوہر کے انتقال کے بعد مسلمانان ہند کو کوئی ایسی شخصیت افق سیاست پر نظر نہیں آتی تھی جو ان کی سیاسی جدوجہد کی صحیح سمت متعین کرے۔ ہر چند علامہ اقبال بھی مسلمانوں میں فکری انقلاب کے لئے جدوجہد کر رہے تھے لیکن ان کو بھی ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو ان کے خوابوں کو حقیقت کا روپ دے سکے۔ چنانچہ قائداعظم کی ہندوستان واپسی کا مسلمانوں کے ہر طبقے نے خیر مقدم کیا اور آپ کو تعاون کا یقین دلایا۔ ان دنوں قائداعظم بمبئی میں مقیم تھے اور برصغیر کے مسلمانوں کی نگاہیں اسی جانب لگی ہوئی تھیں۔ مولانا فضل احمد صوفی نے بھی اس مرحلہ پر قائداعظم کی آواز پر لبیک کہا اور مسلم لیگ کی کھل کر حمایت شروع کر دی اسی دوران مسلم لیگ کی مقبولیت سے گھبرا کر جمعیت علماء ہند (دیوبندیوں) کے چند سربرآوردہ افراد نے لکھنو میں شیعہ سنی مناقشات کا بازار گرم کر دیا تاکہ مسلمان فرقہ واریت کا شکار ہو جائیں اور مسلم لیگ اپنی تنظیم نو میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں کچھ رہنماؤں نے مسلم لیگ اور قائداعظم پر تبـرّا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ تو کرتی ہے لیکن اس نے لکھنؤ کے شیعہ سنی اختلافات کو ختم کرانے کے سلسلہ میں کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ مولانا فضل احمد نے اس موقع پر ٹائمز آف انڈیا میں ایک مضمون لکھا اور بتایا کہ شیعہ سنی اختلافات ختم کرنے کے سلسلہ میں مسلم لیگ نے کیا کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے لکھا:

" شاید یہ اعتراض کرنے والے اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ محمد علی جناح نے سب سے

پہلے ان اختلافات کو ختم کرانے کے سلسلے میں مسلم لیگ کی خدمات پیش کی تھیں۔لیکن ان کو نہ معلوم کن وجوہات کی بناء پر قبول نہیں کیا گیا۔ایسی صورت میں مسلم لیگ کی حکمت عملی سوائے خاموشی کے اور کیا ہوسکتی تھی کیوں کہ ایک سیاسی جماعت کو اس قسم کے فرقہ وارانہ مظاہروں سے دور ہی رہنا چاہئے"۔(ٹائمز آف انڈیا ۲۵ مئی ۱۹۳۹ء)

مولانا فضل احمد صوفی نے مسلم لیگ کی پالیسیوں کو عوام الناس سے روشناس کرانے اور مسلمانوں کو ایک علیحدہ قومیت کا احساس دلانے کیلئے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں مضامین لکھے۔آپ کو اپنے مخصوص احساس قومیت کی بناء پر علامہ اقبال، اکبرالہ آبادی، الطاف حسین حالی کی شاعری سے خصوصی طور پر انس تھا۔آپ کی قلمی یادداشتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے حالی اکبر اور اقبال کی شاعری کی روح میں پوشیدہ فلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔قلمی یادداشتوں میں حالی اکبر اور اقبال کی شاعری اور ان کے فلسفہ پر بڑے مبسوط مضامین شامل ہیں۔جن سے صوفی کی شعر فہمی اور اپنے عہد کے خارجی اور داخلی عوامل کے ادراک کی نشاندہی ہوتی ہے۔

صوفی نے کانگریسی وزارتوں کی وضع کردہ واردھا اسکیم پر بھی کڑی نکتہ چینی کی اور ٹائمز آف انڈیا میں اس اسکیم کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔انہوں نے اپنے مضامین میں واضح طور پر کہا کہ کانگریس قوم پرستی اور تعصب کا شکار ہے اور جو مسلمان کانگریس سے اچھائی کی توقعات رکھتے ہیں وہ خوش فہمی کا شکار ہیں۔۲۳، مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری فضل احمد صوفی کے لئے شدید مسرت کا باعث ہوئی، چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کے منصوبہ وطن کے خدوخال کو اپنے مضامین میں اجاگر کیا اور قرارداد لاہور کو جو بعد میں قرارداد پاکستان کا روپ دھار گئی۔ بین الاقوامی سیاسی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھ کر پیش کیا۔اس سلسلہ میں "دی پروگریس" بمبئی میں شائع ہونے والا آپ کا مضمون "مسلم لیگ ہوم لینڈ پلان" بڑی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔کیوں کہ اس مضمون میں صوفی نے ان اعتراضات کا بھی شافی جواب دیا ہے جو لاہور میں قرارداد کی منظوری کے فوراً بعد ہندوؤں کی جانب سے اٹھائے گئے تھے۔

فضل احمد صوفی نے ۳، دسمبر ۱۹۴۱ء کو ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر کو ایک خط "پاکستان" کے عنوان سے لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ:

کانگریسی رہنما خصوصاً وہ جو مسٹر منشی کے ہم خیال ہیں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان سے سخت برہم دکھائی دیتے ہیں لیکن برہمی سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان عوامل پر غور کیا جائے جنہوں نے مسلمانوں کو پاکستان کا مطالبہ کرنے پر مجبور کیا۔یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۷ء میں کانگریس کی جانب سے وزارتیں قبول کرنے سے قبل مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ کیوں نہیں کیا۔یہ کانگریس

کی قوم پرستی اور متعصبانہ ذہنیت ہے جو مطالبہ پاکستان کا باعث ہوئی ہے اور اس حقیقت کو کانگریسی رہنما ڈومیسہ نے مرکزی اسمبلی میں دوران تقریر تسلیم کرتے ہوئے کہا تھا کہ، "دراصل پاکستان کے بانی مسٹر جناح نہیں بلکہ مسٹر گاندھی ہیں جنہوں نے ہر شخص کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔"

(پاکستان، مراسلہ فضل احمد صوفی، مطبوعہ ٹائمز آف انڈیا۔ ۳، دسمبر ۱۹۴۱ء)

۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۷ء تک آٹھ سال صوفی نے تحریک پاکستان کے لئے ایک موثر وکیل کی حیثیت سے مسلم لیگ کی پالیسیوں پر نہایت ٹھوس مضامین قلمبند کئے اور کانگریس کی فرقہ پرست ذہنیت کی شدید مذمت کی۔ اس ضمن میں انہوں نے جمعیت علماء ہند کے رہنماؤں اور ابوالکلام آزاد کو بھی معاف نہیں کیا اور ان کی سیاسی کردار کی خامیوں کی نشاندہی کی۔

تصنیف وتالیف: آپ کے انگریز مضامین ٹائمز آف انڈیا، دی پروگریس بمبئی، مارننگ اسٹینڈرڈ بمبئی، بمبئی سینٹل، فری پریس بمبئی جرنل، بمبئی کرانیکل، اسٹار بمبئی، مارننگ ہیرالڈ بمبئی، اور نیشنل اسٹینڈرڈ بمبئی۔

چند مطبوعہ اردو مضامین: ہفت روزہ بیدار بمبئی، ہفتہ وار نظام بمبئی، روزنامہ انقلاب بمبئی ہفت روزہ جمہور بمبئی، روزنامہ اقبال بمبئی، روزنامہ خلافت بمبئی ہفت روزہ بیداری مالی گاؤں اور نگار لکھنؤ میں مستقل شائع ہوتے رہے۔

1- سنت رسول (کتابچہ) ۳۶ صفحات مطبوعہ تحریک احیائے سنت کراچی ۱۹۶۳ء
2- حضرت امام ابو یوسف کی اقتصادی وتمدنی اصلاحات، مطبوعہ ہفت روزہ جمہور بمبئی ۹، ستمبر ۱۹۴۵ء
3- مہدی حسن افادی ایک مایہ ناز انشاء پرداز، مطبوعہ ہفت روزہ نظام بمبئی ۱۶، دسمبر ۱۹۴۵ء
4- اقبال اور پیام امید مطبوعہ ہفتہ وار بیدار بمبئی، ۱۵، جنوری ۱۹۴۶ء

انگریزی کے چند مطبوعہ مضامین:

1- MUSLIM MASS EDUCATION- "THE PROGRESS BOMBAY 11Feb, 1940
2- RELIGION AND POLITICS "THE PROGRESS BOMBAY 25 Feb, 1940
3- INDIA AND DEMOCRACY "THE PROGRESS BOMBAY 10 MARCH 1940

4- FEW FACTS ABOUT FINLAND "THE PROGRESS BOMBAY 17 MARCH 1940

5- UNIVERSITY FOR SIND "THE STAR BOMBAY 9 MARCH 1947

6- SELECTING OFFICIALS FOR PAKISTAN THE MORNING HERALD BOMBAY 17 JULY 1947

اردو کے چند غیر مطبوعہ مضامین:
1- حالی کا تجزیاتی مطالعہ ۳۲ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل
2- اکبر الہ آبادی ۳۶ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل

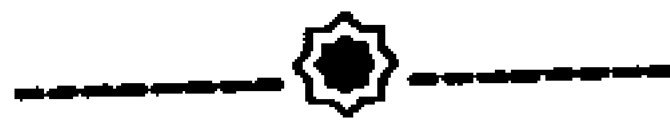
اس کے علاوہ ادبی اور سیاسی موضوعات پر متعدد مختصر مضامین

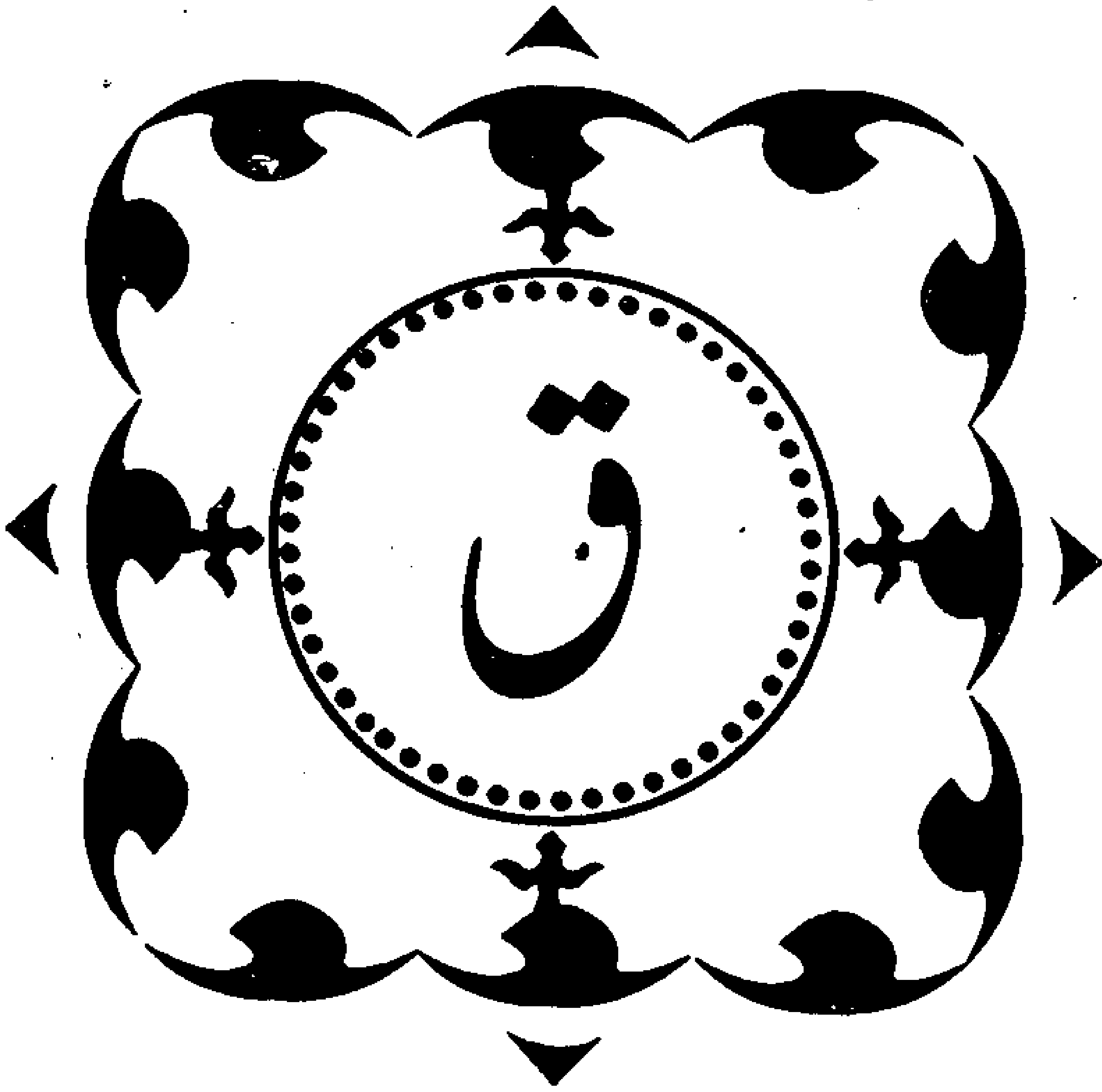
بیعت: آپ اپنے والد سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں دست بیعت ہوئے۔

شادی و اولاد: آپ نے ایک شادی کی اس سے اکلوتا بیٹا معین احمد صوفی تولد ہوئے۔ جو کہ پیلی بھیت (انڈیا) میں قیام پذیر ہیں اور دربار محدث سورتی کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

وصال: فضل احمد صوفی ۱۹۴۶ء کے اواخر میں بمبئی سے تبادلہ ہو کر کراچی آگئے پھر تپ دق (ٹی بی) نے ان کو ایسا دبوچا کہ ۴، دسمبر ۱۹۴۸ء بروز ہفتہ کو اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی نے نماز جنازہ پڑھائی اور کراچی کے قدیم قبرستان میوہ شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

[کرم فرما جناب خواجہ رضی حیدر صاحب کے مضمون سے ان کے تایا فضل احمد صوفی کے حالات ماخوذ ہیں]




ق

سراج العلماء علامہ قمر الدین اندھڑ

سراج العلماء حضرت علامہ مولانا قمر الدین بن رازق ڈنہ بن رحیم ڈنہ اندھڑ پنو عاقل (ضلع سکھر، سندھ) کے چیچڑا شریف سے ڈھائی میل پر " گوٹھ تربت " (اس گوٹھ میں کسی درویش کی مزار ہے اسی لئے اس گوٹھ کو تربت (مزار) کہا جاتا ہے) ہے وہاں ولادت ہوئی، لیکن سن ولادت ان کے بیٹوں کو بھی معلوم نہیں ہے۔ اندھڑ قوم اور چاچڑ قوم ابتدا سے شیخ الاسلام، غوث العالمین، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور ان کے خلیفہ حضرت نواب صاحب کے حلقہ ارادت میں رہے ہیں۔ اندھڑ قوم میں سب سے پہلے جس نے وہابیت اختیار کی وہ تاج محمود امروٹی کا خلیفہ مولوی حماد اللہ ھالیجوی (متوفی ۱۹۶۲ء) تھا۔

مولانا غلام رسول عباسی مرحوم (لاڑکانہ) اپنے دادا استاد محترم کے متعلق رقمطراز ہیں: مولانا قمر الدین صاحب ایک متبحر عالم، متقی، صوفی مزاج اور سہروردی طریقت رکھتے تھے۔ (سوانح نمبر ۱۹۵۷ء ص ۱۵۹)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے چچا میاں الھ ڈنہ کے پاس حاصل کی (میاں الھ ڈنہ ولد رحیم ڈنہ وقت کے بہترین عالم دین زبردست صوفی اور ماہر کاتب تھے۔ مختلف فنون میں انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ میرے والد قمر الدین کے چچا اور میرے نانا بھی تھے۔ مظہر) اس کے بعد رستم میں مولانا عبدالستار رستمی کے ہاں تعلیم حاصل کی۔ انہی دنوں عشق مجازی سے متاثر ہوئے جس کے سبب پڑھائی چھوٹ گئی۔ یہ صورتحال دیکھ کر آپ کی والدہ صاحبہ حضرت میاں محکم الدین اندھڑ رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت مولانا محمد جامی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بیٹے کا پورا ماجرا بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب نے دعا کے لئے اِدھر ہاتھ اٹھائے اُدھر آپ کی کایہ ہی پلٹ گئی کہ عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف ترقی ہوگئی۔ (بزرگ کی امداد و نصرت سے آپ گمراہی سے بچ گئے اور اپنی منزل میں کامیابی سے ہم کنار ہوئے اور زندگی بھر علم کے پیاسوں کو سیراب کرتے رہے) سبحان اللہ!

اس کے بعد پھر تعلیم جاری رکھی ڈیرہ غازی خان اور دوسرے مقامات پر تعلیم حاصل کی۔ آخر میں بھونگ شریف (تحصیل صادق آباد) میں رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا نظر محمد اندھڑ کے پاس معقولات اور دیگر فنون پڑھنے کے بعد احادیث کا درس لیا اس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت مدرسہ جامع مسجد گھونکی میں تقریباً ۱۵ سال درس دیا، علم کے چراغ روشن کئے۔ اس کے بعد میاں شمس الدین اندھڑ کے گوٹھ میں درس دیا۔ اس کے علاوہ میاں

امان اللہ کے گوٹھ درس دیا۔ ناساز گار حالات کے پیش نظر حرمین شریفین کو جانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن حضرت میاں محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے غور کیا کہ غریب ہونے کے سبب مولانا پر حج فرض نہیں ہے اور دوسری بات جید عالم کے یہاں رہنے سے علم کی شمع روشن رہے گی۔ اس لئے آپ نے مولانا صاحب کی شادی کا پروگرام بنایا اور مستقل ہجرت سے روکا۔ مولانا صاحب نے اپنے مرشد کے حکم سے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی اور حضرت میاں صاحب نے شادی کے انتظامات کئے۔ اس طرح آپ کی ہجرت کا پروگرام رک گیا اور سندھ میں رہے اور زندگی بھر علم کی روشنی کو خوب پھیلایا۔ (شریعت سوانح نمبر)

بیعت: اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت میاں محکم الدین اندھڑ سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں بیعت تھے۔

حضرت میاں محکم الدین اندھڑ، میاں محمد جامی سہروردی (قبہ جامی، جہانیاں ضلع سکھر) کے خلیفہ تھے۔ مولانا قمر الدین اندھڑ شاگرد تھے علامہ نذر محمد اندھڑ کے وہ شاگرد تھے علامہ محمد ابراہیم سرحدی کے وہ شاگرد و خلیفہ تھے حضرت مولانا میاں محمد جامی سہروردی کے۔

اولاد: شادی سے مولانا صاحب کو چار بیٹے تولد ہوئے۔

1- انوار الدین 2- مظہر الدین

3- ظہیر الدین 4- سعد الدین

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے جن میں سے بعض کے اسماء معلوم ہوسکے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

- مولانا مفتی عبدالرحمٰن دھامراہ — گوٹھ دھامراہ
- مولانا عبدالرحمٰن چنہ فیروز شاہی — تحصیل میہڑ
- مولانا میر محمد نورنگی جاگیرانی — نورنگ واہ قمبر علی خان
- مولانا نور محمد چاچڑ — راجن پور (اوباوڑو)
- مولانا محمد اسماعیل بھٹو — گھوٹکی
- مولانا محمد حسین تھیم
- میاں غلام حیدر شاہ پھنواری
- مولانا عبدالکریم کورائی — کور سلیمان، قمبر
- مولوی جان محمد تماچانی
- مولوی عبدالوہاب کولاچی
- مولوی حماد اللہ ھالیجوی وہابی

تصنیف و تالیف: علامہ قمر الدین اندھڑ کی بعض تصانیف معلوم ہو سکی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1- دافعہ نحو کے فن میں کافیہ کا اختصار تحریر کیا مگر کافیہ کی جن عبارات پر اعتراضات ہیں ان میں ترمیم یا اضافہ کیا۔

2- رافعہ شرح دافعہ نامکمل

3- رسالہ قمریہ منطق کے موضوع پر

4- شمسیہ شرح قمریہ

5- علم بیان عربی میں تحریر کیا پھر اس پر فارسی میں حاشیہ رقم کیا۔

وصال: حضرت مولانا قمر الدین اندھڑ کا سن وصال مجھے یاد نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن ضیائی نے مولانا صاحب کی وفات پر نظم کہی تھی اس میں وفات کی تاریخ بھی درج تھی۔ وہ نظم بھی محفوظ نہیں ہے۔ مولانا مرحوم کا مزار گوٹھ چیچڑے کے میان بگی شیر کے قبرستان (پنو عاقل) میں واقع ہے۔

(مولوی مظہر الدین اندھڑ شریعت سوانح نمبر ۱۹۸۱ء)

یہ کم المیہ ہے کہ بیٹے کو والد کے انتقال کی تاریخ ماہ سال یاد نہیں۔ فقیر نے اپنی طرف سے مختلف ذرائع سے سن وصال اور مولانا ضیائی کا نتیجہ فکر قطعہ تاریخ وصال حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن کہیں سے بھی سراغ نہیں ملا۔

--------✱--------

حضرت مولانا قمر الدین عطائی

مبلغ اسلام، استاد العلماء حضرت مولانا قمر الدین مہیسر اہل سنت و جماعت کا قابل فخر سرمایہ تھے، ان کا دماغ روشن اور دل منور تھا وہ ہر وقت مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کے لئے سوچتے رہتے تھے، وہ باشعور اور صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔

سلسلہ نسب یوں ہے: قمر الدین بن محمد اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن محمد صدیق مہیسر، ضلع لاڑکانہ کی تحصیل میرو خان کے گوٹھ "دگا نو مہیسر" میں فقیر محمد اسماعیل مہیسر کے گھر تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مولانا کا گھرانہ صالح گھرانہ تھا، اسی صالح ماحول میں مولانا کی تربیت ہوئی۔ مولانا نے ابتداء سے آخر تک پوری تعلیم حضرت مولانا عطا محمد صاحب کلہوڑو کے پاس اپنے گوٹھ میں حاصل کی۔

درس و تدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا نے درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا اپنے گوٹھ اور دیگر قریبی گوٹھوں میں پڑھاتے رہے اور اسی طرح سندھ میں تقاریر کے ذریعے

نیکی کی دعوت کو عام کیا۔ عمر کے آخری حصہ میں تحصیل شہداد کوٹ شفٹ ہو کر گئے جہاں عارف کامل استاذ العلماء حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف صدیقیہ کے مدرسہ میں تدریس کا عمل شروع کیا اور آخر عمر تک جاری رکھا۔

آپ اپنے استاد محترم مولانا عطا محمد کلہوڑو کے خاص شاگرد رشید تھے اس لئے استاد محترم سے دعائیں لیتے رہے اور اپنے استاد محترم سے والہانہ عقیدت تھی یہی سبب ہے کہ استاد کی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ ''عطائی'' بھی لگاتے تھے۔

شاعری: مولانا قمر الدین عطائی، عالم، مدرس، خطیب، صحافی کے ساتھ ساتھ بہترین قلمکار اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا شاعری میں تخلص ''قمر'' ہے۔ آپ کی عربی فارسی سندھی اور اردو میں شاعری مختلف اوراق پر منتشر ہے۔ ایک نعت چار زبانوں میں کہی ہے۔

صحافت: مولانا نے تین جرائد مختلف اوقات میں جاری فرما کر اہلسنت و جماعت کی تحریری خدمات انجام دیں۔ 1- المھیسرر 2- قمر الاسلام 3- ھدایتہ القمر

- مولانا قمر الدین مہیسر نے مفتی محمد صاحبداد خان کی کتاب ''الحق الصریح'' پر زوردار تقریظ بھی رقم کی تھی جو کہ دیوبندیوں، اہل حدیث، وہابیوں کی تردید میں لکھی ہوئی ہے۔
- مولانا قمر الدین کا اپنے معاصر علماء اہلسنت سے گہرے مراسم تھے، ان کا ایک خط میری نظر سے گذرا جو کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد صاحبداد خان سلطان کوٹی مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الھمایون'' کے نام ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں رقم فرمایا۔ جنہیں فقیر نے اپنی کتاب ''روشن صبح'' میں محفوظ کیا ہے۔ خط میں آپ نے مفتی صاحب کو شیعہ کے پانچ مسائل کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے اور گذشتہ محرم الحرام کا شمارہ جو کہ شیعیت کی تردید میں تھا اس کی تعریف کی ہے۔ مفتی صاحب نے آپ کے سوالات کے جواب میں کتاب ''سیف الرحمان علیٰ اعداء القرآن'' سندھی میں تحقیقی مقالہ لکھ کر الھمایون کے خصوصی شمارہ کے طور پر ۱۳۴۵ھ میں شائع کیا جو کہ ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ (روشن صبح ص ۱۱۹)
- کتاب ''الصوارم الہندیہ'' میں دیگر علماء کرام کے ساتھ مولانا قمر الدین مہیسر کی دستخط بھی ہے۔ (سندھ کے دو مسلک ص ۳۰)
- خواجہ محمد حسن جان سرہندی کی عظیم تالیف ''الاصول الاربعه فی تردید الوھابیه'' پر آپ کی بزبان فارسی تقریظ درج ہے۔

بیعت: عارف کامل حضرت خلیفہ محمد حسین مہیسر رحمۃ اللہ علیہ، امام العارفین غوث العالمین حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ ارشد اور ''صحبت نامہ'' کے مؤلف تھے۔ اسی

طرح میر و خان تحصیل کے میہیسر شروع سے راشدی بزرگان دین کے معتقد و مرید ہیں۔ اور مولانا قمر الدین مہیسر فقیر راقم راشدی غفرلہ الہادی کے جد امجد حاجی سید غلام قادر شاہ راشدی (۱۹۸۷ء) کے مرشد کریم، چچا جان، اور سسر عظیم زین العلماء شیخ طریقت حضرت مولانا حکیم پیر سید محمد حامد شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

مجھے اپنے خاندانی کاغذات میں سے ایک نایاب بوسیدہ خط ملا ہے جو کہ حضرت حامد شاہ کے صاحبزادے مولانا سید عثمان علی شاہ نے مولانا قمر الدین کو رقم کیا تھا۔

خورشید مروت و مہر فتوت مولوی محمد قمر الدین احمد سلمہ الصمد مہیسر شہر بجن سانگی

بعد السلام علیکم ورحمہ اللہ و برکاتہ کہ معلوم ہوا احوال طرفین بخیریت باد۔

مطلب کہ آپ سے بروز جمعہ تقدیراً نہ مل سکا، امید قوی ہے جلد آ کر ملاقات کروں گا۔ تازہ قلم کہ مجھے آپ کی زیارت کا بہت شوق ہے آئندہ جیسا خدا تعالیٰ نے چاہا۔

بتاریخ ۲۹ مئی ۱۹۲۷ء اتوار کو درگاہ ٹھلاہ شریف (نزد باقرانی اسٹیشن) پر ایک جلسہ منعقد ہورہا ہے مولوی صاحب.......... بھی تشریف لائیں گے۔ آپ کو دعوت دی جاتی ہے کہ اتوار کو گیارہ بجے والی ٹرین میں دونوں ساتھ تشریف لائیں گے تو نہایت مشکور ہوں گا۔ مجھے آرزو ہے کہ دعوت قبول فرمائیں گے۔

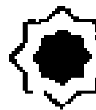
سید عثمان علی راشدی

از مدرسہ دار السلام سنہڑی

۲۵ مئی ۱۹۲۷ء

نوٹ: گوٹھ سنہری، لاڑکانہ کے قریب ایک سرسبز گوٹھ ہے ان دنوں میں اس گوٹھ میں مدرسہ دار السلام تھا جس میں مولانا حافظ محمد کامل صدر مدرس تھے اور مدرسہ کی سندھ بھر میں شہرت تھی۔ آج صرف اس کے آثار ہیں۔ عثمان شاہ کے دستخط کے ساتھ مدرسہ کا نام درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مدرسہ میں معلم یا متعلم تھے۔

وصال: مولانا قمر الدین شہدادکوٹ میں بیمار ہو گئے اور ۲۴، اگست ۱۹۴۷ء/۱۳۶۶ھ میں وصال کیا اور مزار شہدادکوٹ میں واقع ہے۔ (شہدادکوٹ جا قلمکار اور شاعر ص ۱۶۲)



خطیب اہلسنت مولانا قادر بخش قاسمی

خطیب اہل سنت مولانا علامہ قادر بخش بن محمد مٹھل سومرو گوٹھ لدھان نزد خیر پور ناتھن شاہ ضلع

دادو میں ۱۹۴۲ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آبائی گوٹھ میں اسکول سے فائنل کا امتحان پاس کر کے، حصول تعلیم کیلئے سفر اختیار کیا۔ ۱۹۵۴ء کو پٹی شریف (نزد خانپور ضلع دادو) کے مدرسہ میں داخلہ لے کر دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ناظرہ قرآن مجید، فارسی، صرف، نحو، منطق، فقہ، تفسیر و حدیث کی کتب کا درس لیا۔ غربت اور فاقہ کشی کے باجود ہمت صبر اور ثابت قدمی سے حصول علم کے لئے شب و روز محنت و مشقت سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۵۹ء کو مدرسہ پٹی شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس دوران درج ذیل اساتذہ سے استفادہ کیا:

1- مولانا عبدالرحمٰن جونیجو 2- مولانا محمد صالح جونیجو وغیرہ

خطابت: بعد فراغت، زمیندار حاجی محمد یوسف چانڈیو نے جامع مسجد غوثیہ سیتا روڈ (رحمانی نگر ضلع دادو سندھ) میں ۱۹۶۳ء کو آپ کو امام و خطیب مقرر کیا۔ وہ جمعہ کے روز تقریر کرتے مضافات کے علاوہ دور دراز علاقوں سے لوگ ان کا خطاب سننے کے لئے رحمانی نگر سویر پہنچ جاتے تا کہ اطمینان قلب کے ساتھ خطاب سن سکیں۔ وہ مجمعے میں کھڑے ہوتے تو اپنی خوش بیانی اور شیرین زبانی سے مجمع پر چھا جاتے۔ سندھی کے قادر الکلام خطیب اور پر جوش مقرر کے حوالہ سے سندھ بھر میں پہچانے جاتے تھے۔ مولانا کا خطاب، زور خطابت کا مرہون منت تھا بلکہ علمی فکری اعتقادی و نظریاتی دلائل کے حوالہ سے شہرت رکھتا تھا۔ وہابیت کے علاوہ شیعیت کے متعلق بھی دلیری و بہادری کے ساتھ احقاق حق و ابطال باطن کا حق ادا کرتے رہے۔ شیعیت کے باطل نظریات پر جس طرح وہ تفصیل سے بات کرتے تھے اس طرح بہت کم خطباء بول سکتے ہیں۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ کے علاوہ مخالفین کی بنیادی کتب کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔

درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف کے سالانہ جشن میلاد النبی ﷺ مع تقریب دستار فضیلت کے موقعہ پر رات کے وقت ہر سال آپ کا خطاب ہوتا تھا۔ ایک بار سردیوں کے موسم میں رات کے وقت کھڑے کھڑے مولانا نے چار گھنٹے کا خطاب کیا جو کہ اب بھی فقیر کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

مدرسہ کا قیام: جامع مسجد غوثیہ میں ۱۹۶۶ء کو "مدرسہ عین الفیوض" کی بنیاد رکھی۔ جس میں ناظرہ حفظ کے علاوہ درس نظامی کی کلاس کا اہتمام کیا گیا۔ جہاں سے کئی لڑکوں کے علاوہ لڑکیاں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ ۱۹۸۵ء کو مدرسہ کا نام تبدیل کر کے "مدرسہ عربیہ قادریہ قاسمیہ" تجویز فرمایا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں آپ کے پیر خانہ کے علاوہ سندھ کے نامور علماء و مشاہیر حضرات کو مدعو کیا جاتا تھا۔

بیعت: ۱۹۶۸ء کو آپ سندھ کے حضرت علامہ مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس اللہ سرہ الاقدس کے دست اقدس پر "سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ" میں بیعت ہوئے۔ بعد بیعت آپ نے حضرت قبلہ عالم کی صحبت کو زندگی کے ساتھ لازم کر دیا۔ دورۂ حدیث کے دوران بھی بڑی دلچسپی کے ساتھ شریک رہے اور بھرپور استفادہ فرماتے تھے اس کے علاوہ فقہی مسائل، نزاعی سائل، اعتقادی و نظریاتی مسائل میں بھی حضرت کے افادات سے اپنے دامن مراد کو بھرتے تھے۔

خدمت خلق: حضرت قبلہ کی صحبت سراپا نعمت نے آپ کو خدمت خلق کا جذبہ عطا فرمایا، آپ بعد فجر تا ظہر درس وتدریس کے شغل میں مصروف رہتے بعد ظہر تا عصر تعویذات دیتے۔ بعد نماز عشاء مسجد غوثیہ میں محفل ذکر شریف منعقد کرتے جس میں جماعت کے ساتھ ذکر جہر کا ورد ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ رات کو تقریباً تقریبات میں مدعو ہوتے۔ اس طرح موصوف دن رات اسلام وسنیت اور خدمت خلق کے عمل با مقصد میں مصروف عمل رہتے۔ اور یہ سارا کام فی سبیل اللہ کے جذبہ سے ہوتا، تقریر یا تعویذ کے لئے کسی سے کوئی رقم طے نہیں فرماتے تھے۔

ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی یاد میں "محفل گیارہویں شریف" بڑی عقیدت واحترام سے منعقد کرتے جس میں تقریر کے لئے مختلف علماء کو مدعو کیا جاتا اس کے بعد لنگر شریف کا اہتمام ہوتا تھا۔

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے تین بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

1- غلام مرتضیٰ 2- غلام عباس 3- مشتاق احمد۔

دوسری بیوی سے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- محمد عرف نالے مٹھا 2- عبدالعزیز 3- وقار احمد

4- محمد اویس

تلامذہ: آپ کے بعض شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

- مولانا محمد قاسم چنہ گوٹھ آندل تونیہ نزد شاہ پنجوا اسٹیشن
- مولانا کریم بخش سومرو گوٹھ خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو
- مولانا منیر احمد چانڈیو ضلع ٹھٹھہ
- مولانا حزب اللہ سولنگی گوٹھ وڑا ماچھی نزد ککڑ ضلع دادو
- مولانا برکت علی شر بلوچ خطیب مسجد غوثیہ پڈعیدن اسٹیشن ضلع نوابشاہ

وصال: ۱۹۹۶ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ شگر کا مرض تو پہلے سے لاحق تھا بیاری و علالت نے جسمانی طور پر کافی کمزور وضعیف کر دیا تھا لیکن مرض و تکلیف کے باوجود نماز کی پابندی رہی۔ تین سال کے بعد ۲۹، ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۷، اپریل ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ سول ہسپتال دادو میں ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ صاحبزادہ پروفیسر حافظ منظور احمد مشوری صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت صاحبزادہ قبلہ مولانا منیر احمد صاحب مشوری نے دعا کی۔ مدرسہ عربیہ قادریہ قاسمیہ رحمانی نگر میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔

[مولانا مرحوم کے صاحبزادے فقیر غلام عباس سومرو سے محترم قاری حمزہ بروہی (نیوسبزی منڈی کراچی) نے مواد حاصل کر کے بھجوایا اور راقم نے مضمون ترتیب دیا۔ فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے۔ راشدی]

سید محمد عظیم برخیا قلندر بابا

مشہور روحانی بزرگ اور سلسلہ عظیمیہ کے بانی حضرت حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیا، نام سید محمد عظیم، خطاب حسن اخریٰ، تخلص برخیا اور مریدین قلندر بابا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بابا صاحب رشتے میں حضرت بابا تاج الدین چشتی ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔ آپ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں اور آپ کا خاندانی سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ ۱۸۹۸ء کو قصبہ خورجہ، ضلع بلند شہر، یوپی (بھارت) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم محلے کے مکتب میں حاصل کی۔ ہائی اسکول تک بلند شہر میں پڑھا اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ میں قیام کے دوران آپ کی طبیعت میں درویشی کی طرف میلان پیدا ہوگیا۔ اسی اثناء میں آپ اپنے نانا بابا تاج الدین ناگپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا صاحب نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ آپ کے والد محترم کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ناگپور گئے اور بابا تاج الدین ناگپوری (یعنی اپنے سسر) سے عرض کی "بابا صاحب! اسے علی گڑھ واپس بھیج دیجئے، اس کی تعلیم نامکمل رہ جائے گی۔" بابا صاحب نے فرمایا: اگر اس سے زیادہ پڑھایا گیا تو جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔" آپ کے والد جب اپنے سسر کے جواب سے مایوس ہوئے تو آپ کو ایک مشفق باپ کی طرح سمجھایا اور جب دیکھا کہ بیٹے کا میلان فقیری کی طرف ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ "بیٹا! تم خود سمجھدار ہو جس طرح چاہو اپنا

مستقبل تعمیر کرو" انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

آپ نے بابا تاج الدین ناگپوری کے پاس ۹ نو سال رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس زمانے میں ہونے والے واقعات کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب "تذکرہ تاج الدین بابا" میں تحریر کیا ہے۔

شادی و اولاد: تربیت کے زمانہ میں آپ کی والدہ محترمہ چار بیٹیوں اور دو بیٹوں کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ آپ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی تربیت اور کفالت پر کمربستہ ہوگئے اور جب بچیوں کی تربیت کے سلسلے میں وقت پیش آئی تو بابا ناگپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے ایک عقیدت مند کی صاحبزادی سے دہلی میں آپ کی شادی ہوگئی شادی کے بعد آپ دہلی میں قیام پذیر ہوگئے۔

پاکستان آمد: تقسیم ہند کے بعد آپ اپنے والد بہنوں، بھائیوں اور اہل و عیال کے ساتھ پاکستان (کراچی) آگئے اور لی مارکیٹ میں ایک خستہ حال مکان کرائے پر لیا اور رہائش اختیار کی۔

بیعت و خلافت: ۱۹۵۶ء کو سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ حضرت علامہ ابوالفیض سید قلندر علی سہروردی (آستانہ عالیہ سہروردیہ لاہور) کراچی تشریف لائے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت ابوالفیض نے رات کو تین بجے آنے کو کہا۔ سخت سردی کے عالم میں آپ گراؤنڈ ہوٹل ایم اے جناح روڈ کی سیڑھیوں پر رات دو بجے جا کر بیٹھ گئے۔ ٹھیک تین بجے حضرت ابوالفیض باہر تشریف لائے اور آپ کو اندر بلایا، سامنے بٹھا کر سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں آپ کو داخل فرمایا اور تین ہفتے کے بعد خلافت عطا فرمادی۔

لیکن سلسلہ عظیمیہ کے اسباق طریقت سب سے مختلف ہیں غالباً اس کے حضرت قلندر بابا موجد ہیں۔ وہ رنگوں روشنیوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے روحانی تربیت کرتے تھے۔ ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی آپ کی تعلیمات کو ایک عرصے سے آپ کے تربیت یافتہ خواجہ شمس الدین عظیمی کے زیر ادارت عام کر رہا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے پیغام کو کافی وسعت دی ہے اب ہزاروں انسان آپ کے سلسلہ عظیمیہ سے منسلک ہیں۔ ملک بھر میں روحانی لائبریری اور مراقبہ ہال کھل چکے ہیں۔

صحافت: دہلی میں سلسلہ معاش قائم رکھنے کے لئے مختلف رسائل و جرائد میں صحافت اور شعراء کے دیوانوں کی اصلاح اور تربیت کا کام اپنے لئے منتخب کیا۔

کراچی میں قیام کے کچھ عرصے بعد آپ "اردو ڈان" میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوگئے۔ اس کے بعد عرصے تک ماہنامہ "نقاد" میں کام کرتے رہے۔ کچھ رسالوں کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے اور کئی مشہور کہانیوں کے سلسلے بھی قلم بند کئے۔

شاعری: آپ ایک نہایت اعلیٰ اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شعروسخن کا ذوق آپ نے بچپن ہی سے پایا تھا۔ آپ نے بہت سی رباعیات کہیں جن میں کائنات کی حقیقت اور انسانی زندگی کا مقصد و مقام اجاگر کیا گیا ہے۔

جس وقت کہ تن جاں سے جدا ٹھہرے گا
دوگز ہی زمین میں تو جا ٹھہرے گا
دو چار ہی روز میں تو ہوگا غائب
آکر۔ کوئی اوز اس جگہ ٹھہرے گا

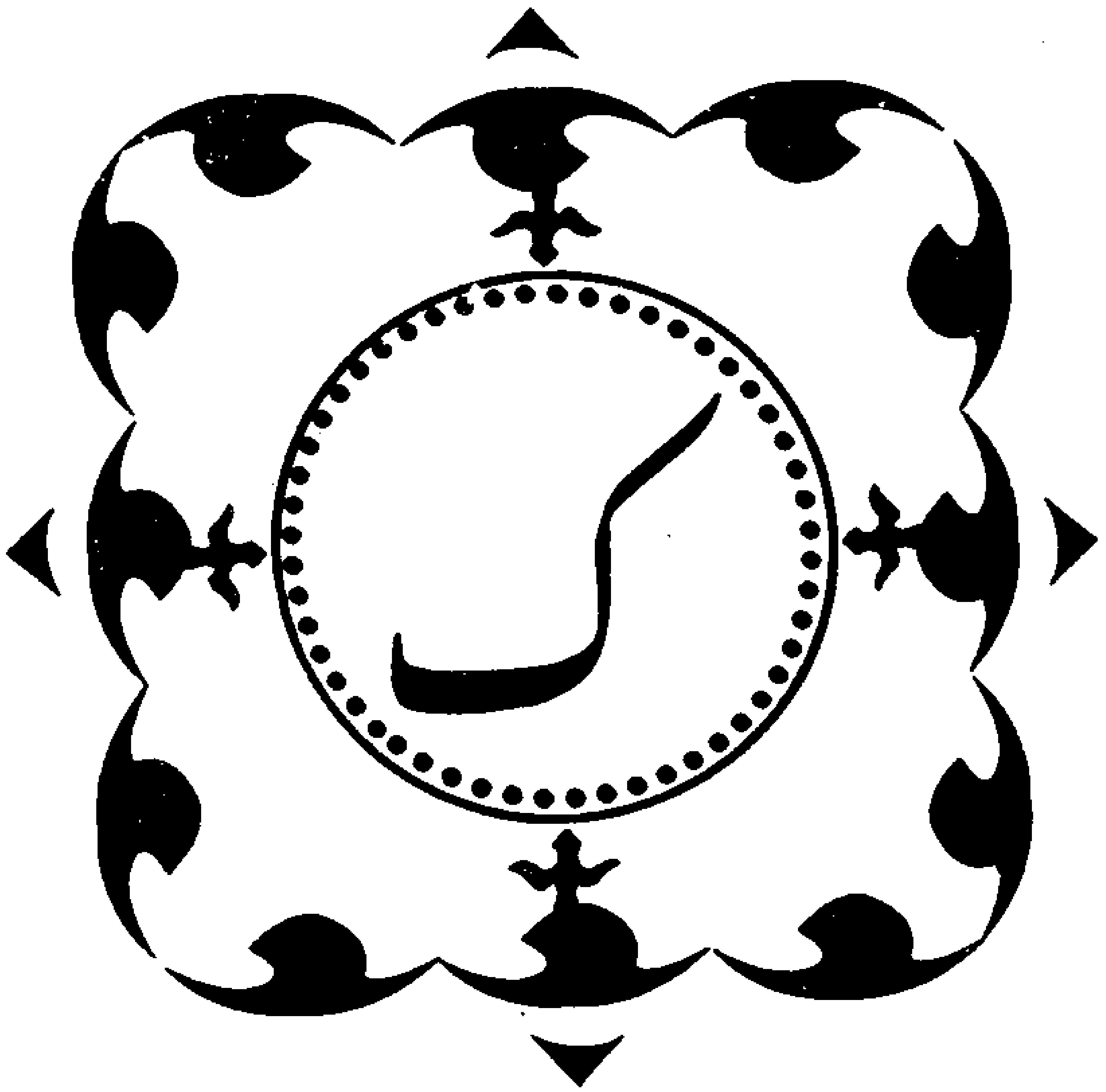
تصنیف وتالیف: آپ نے مضامین اور کہانیوں کے علاوہ درج ذیل کتب تحریر فرمائیں:

- تذکرہ تاج الدین بابا — مکتبہ تاج الدین بابا ناظم آباد کراچی
- رباعیات قلندر بابا — مکتبہ تاج الدین بابا ناظم آباد کراچی
- لوح وقلم — مکتبہ تاج الدین بابا ناظم آباد کراچی
- تذکرہ قلندر بابا — مرتبہ خواجہ شمس الدین عظیمی (آپ کے حالات ومقامات کے متعلق)

وصال: قلندر بابا نے ۲۷، صفر المظفر ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۷، جنوری ۱۹۷۹ء بروز ہفتہ بوقت ایک بجکر دس منٹ پر ۸۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو "عظیمیہ ٹرسٹ فاونڈیشن" کے شمالی حصہ (نارتھ ناظم آباد کراچی) میں مدفون کیا گیا۔ آپ کا عرس ہر سال جنوری میں متحدہ امارات، تھائی لینڈ، فرانس، ڈنمارک، برطانیہ، امریکہ، روس اور پاکستان کے چھوٹے بڑے شہروں میں منعقد کیا جاتا ہے۔ عرس کی مرکزی تقریب ۲۷ جنوری کو مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں خواجہ شمس الدین عظیمی (ایڈیٹر ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی) کی زیرنگرانی منعقد ہوتی ہے۔

[ماخوذ: سلسلہ عظیمیہ کے بانی۔ مضمون نگار: علم الدین، روزنامہ جنگ کراچی، ۲۸، جنوری ۲۰۰۵ء، ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی، جون 2000ء]




ک

مولانا حافظ محمد کامل قادری

مولانا حافظ محمد کامل بن تکیل داؤ لب دریائے سندھ کے گوٹھ گانگری (جو کہ عاقل اور سنہڑی گوٹھوں کے درمیان میں واقع ہے تحصیل وضلع لاڑکانہ) میں ۱۸۷۹ء کو تولد ہوئے۔ جب سات سال کی عمر کو پہنچے تو چیچک کے مرض میں مبتلا ہوئے جس کے سبب آنکھوں کی روشنی ضائع ہوگئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے کیا برادر اکبر مولانا خدا بخش داؤ کے پاس قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد گوٹھ سنہڑی کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ مدرسہ کے مدرس ومہتمم مولانا غلام نبی عباسی تھے جو کہ اس گوٹھ کے زمیندار بھی تھے، ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کے سارے اخراجات وہ خود ادا کرتے تھے۔

اسی مدرسہ میں مولانا محمد کامل نے درس نظامی مکمل کیا۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا جنون تھا، کسی نے نورنگ واہ جانے کا مشورہ دیا۔ وہیں پہنچ کر مولانا میر محمد نورنگی جا گیرانی سے استفادہ کیا اور دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

بیعت: فقیر راشدی کا 2003-7-3 کو لاڑکانہ جانا ہوا وہاں محلہ علی گوہر آباد کے ساکن ماسٹر محمد قاسم سومرو سے ملاقات ہوئی۔ ان کی عمر تقریباً ۹۰ سال ہے، وہ اصل میں دودو سنہری کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے بتایا: مولانا کامل اپنے استاد مولانا میر محمد نورنگی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ واللہ اعلم۔ مولانا غلام رسول عباسی مرحوم نے اپنے استاد محترم کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا میر محمد سلسلہ قادریہ میں حضرت فقیر فیض محمد صاحب لوڑھے شریف (تحصیل کنڈیارو) سے بیعت تھے۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء) بعض کا خیال ہے کہ حافظ کامل درگاہ قادریہ سوئی شریف (گھوٹکی) سے روحانی تعلق رکھتے تھے اور بعض نے بتایا کہ مولانا محمد عاقل کے ساتھ درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ حاضری دیتے تھے اور امیر شریعت حاتم وقت حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی "مسکین" کی سخاوت سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے تھے۔

درس وتدریس: مولانا محمد کامل بظاہر نابینا عالم تھے لیکن فہم وفراست میں اعلیٰ ذہانت وفطانت، قوی الحافظہ شخصیت کے مالک تھے۔ مستقل مزاج، صاحب الرائے، تاریخ پر دسترس اور حالات حاضرہ سے باخبر رہتے تھے۔ فلسفہ حکمت ومنطق میں نام کمایا۔ صرف ونحو کے درس میں شہرت رکھتے تھے۔ ساری زندگی مسجد ومدرسہ تک محدود رہی، درس وتدریس میں زندگی بسر کی۔ طب اور شاعری

سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔

۱۹۱۰ء کو مولانا کامل کے استادِ اول مولانا غلام نبی بن خدا بخش عباسی حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ ان کے دل کی آرزو پوری ہوئی وہیں وصال ہوا۔ جس کے سبب مدرسہ سنہڑی میں مسند تدریس خالی تھی اس لئے مدرسہ کے لئے اعلیٰ پائے کے مدرس کی ضرورت تھی۔ مولانا کامل جب فارغ التحصیل ہو کر اپنے گوٹھ آئے تو انہیں اس مسند کا اہل سمجھا گیا اور مسند تدریس پیش کی گئی۔ آپ نے تدریس کے ساتھ یہ بھی ایک اہم کام کیا کہ مسجد سے مدرسہ اٹھا کر ایک پلاٹ خرید کر دارالعلوم طرز پر قائم کیا اور ہر فن کے لئے جدا جدا مدرس مقرر کئے۔ دارالعلوم کے تمام اخراجات کے لئے مخلصین و محبین کی ایک کمیٹی بنائی تھی جنہوں نے جانی مالی امداد کے ذریعے دارالعلوم کی تمام ضروریات کو پورا کیا۔ دارالعلوم میں درج ذیل اساتذہ معلم مقرر تھے۔

عربی کے لئے: مولانا محمد کامل قادری۔ مولانا محمد اکرم جتوئی

فارسی کے لئے: مولانا عبدالرشید پیرزادہ۔ مولانا شیر محمد جتوئی۔ مولانا محمد بچل تونیہ

حفظ و ناظرہ: مولانا حافظ جمال الدین قادری

مدرسہ میں ایک شعبہ "بنات" کا بھی تھا جس میں لڑکیوں کو ناظرہ و حفظ قرآن کے علاوہ فارسی و فقہی مسائل بھی سکھائے جاتے تھے۔ اس شعبہ کی ناظمہ کے فرائض مولانا کامل کی بیٹی ادا کرتی تھی۔

نفاست پسندی: مولانا، صاحب تقویٰ تھے، نفاست کا یہ عالم تھا کہ روزانہ لباس کے تین جوڑے استعمال کرتے تھے۔

1- ایک جوڑا گھر کے کام کاج اور آرام کیلئے
2- درس و تدریس نماز و عبادت کیلئے
3- بیت الخلاء (باتھ روم) کیلئے

شاعری: مولانا شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے، فارسی گرامر کو طلباء کے لئے آسان بنانے کے لئے نظم تیار کی۔ جس کو طلباء سے لکھوا کر حفظ کرا دیا کرتے تھے۔

بعد حمد حق و نعت احمد و آل رسول
بشنو از حافظ مصدر چند باسمع قبول

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے درج ذیل نام معلوم ہوسکے:

- مولانا عبدالرشید پیرزادہ
- مولانا عبداللہ پیرزادہ
- مولانا حافظ جمال الدین قادری
- مولوی حافظ نور احمد جاگیرانی
- مولانا محمد اکرم جتوئی
- مولوی غلام محمد جاگیرانی
- مولوی علی محمد سومرو دیوبندی دودائی روڈ لاڑکانہ

[ڈاکٹر غلام علی سانگی (لاڑکانہ) کی ڈائری سے ماخوذ ہے۔]

بقول مولانا عبدالرشید پیرزادہ (گوٹھ سنہڑی) کہ مولانا حافظ محمد کامل (سندھ کو

سندھ دارالسلام: دارالسلام سمجھتے تھے اس لئے) افغانستان ہجرت کرنے کے مخالف تھے۔ ان کا موقف تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث شریف ہے لاھجرة بعد الفتح المكة (بخاری) یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ اس لئے افغانستان کو ہجرت کرنا (شرعاً) درست نہیں (اور معاشی حوالے سے بھی نہایت خطرناک عمل ہے)۔ اس موضوع پر مولانا محمد کامل کا پیر تراب علی شاہ قمر والے سے بھی مناظرہ (بحث ومباحثہ) ہوا تھا۔ (لاڑکانو ساہ سیبانو ص ۲۶۸)

حضرت مولانا محمد اسحاق جتوئی (لاڑکانہ) فرماتے ہیں: مولانا محمد کامل پرہیزگار بزرگ تھے، فی سبیل اللہ درس دیتے تھے۔ نحو وصرف کے ماہر استاد تھے، اسی لئے ان کے شاگرد بھی اس فن میں ماہر ثابت ہوئے ہیں۔ (ایضاً)

مولانا نے ایک شادی کی جس سے دو بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: 1- حافظ احمد رحمت اللہ 2- محمد نعمت اللہ۔

دونوں بھائیوں نے لاڑکانہ شہر کے محلہ علی گوہر آباد میں سکونت اختیار کی تھی اور سفید مسجد پر قابض تھے اور اعتقادی طور پر دیوبندی وہابی نظریہ رکھتے تھے۔ دو چار سال ہوئے انتقال کر گئے ہیں۔

حافظ محمد کامل نے ۱۷، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ بمطابق ۵، مارچ ۱۹۳۲ء کو انتقال کیا۔ آخری

وصال: آرامگاہ گوٹھ سنہڑی متصل لاڑکانہ میں واقع ہے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے استاد نورنگی نے نہایت افسوس کا اظہار کیا اور آپ کو "علم کا ذخیرہ" سے تعبیر کیا۔ (وصال کی تاریخ وتفصیل حافظ عبدالرزاق سومرو کے قلمی مضمون سے بذریعہ حافظ عبدالستار لی گئی، احقر تمام کا مشکور ہے)

مولانا حافظ نور احمد جیسر (احسان واہن تحصیل ڈوکری) کی روایت کے مطابق کہ حافظ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے مزار سے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آتی تھی"۔ اس سے معلوم ہوا وہ نام کے فقط کامل نہیں تھے بلکہ حقیقت میں بھی کامل تھے۔

مولانا شیخ کامل سندھی

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مسجد حرام میں امام حرم شیخ عبدالرحمٰن دہان مکی حنفی (متوفی ۱۹۱۹ء) مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال مکی (متوفی ۱۹۱۴ء) اور مفتی شافعیہ شیخ الاسلام محمد سعید باب صیل حضرمی مکی (متوفی ۱۹۱۲ء) سے تعلیم پائی۔

پھر مسجد حرام کی انتظامیہ میں ملازمت اختیار کی اور ائمہ و مؤذنین، مدرسین و ...ین کے معاملات پر نگران مقرر ہوئے۔

نیز حلقہ درس قائم کیا۔ آپ کے تین بیٹے ہوئے:

1- شیخ عبدالسلام 2- شیخ عبداللہ کامل 3- شیخ سعید۔

اول الذکر اپنے والد کی جگہ ملازم ہوئے جب کہ ثانی الذکر سعودی عہد میں ایوان شاہی میں مختلف اہم عہدوں پر تعینات رہے۔

شیخ محمد کامل نے ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء کو انتقال کیا۔

[سیر و تراجم (عربی) ص ۲۴۶۔ تصنیف: عمر عبدالجبار مکی طبع سوم ۱۹۸۲ء مکتبہ تہامہ، جدہ بحوالہ ماہنامہ معارف رضا کراچی جولائی ۲۰۰۴ء ص ۱۳]

--------۞--------

مولانا کریم بخش نقشبندی

استاد العلماء مولانا کریم بخش بن اللہ ڈنہ بن کریم ڈنہ دایو گوٹھ جروار نزد ریلوے اسٹیشن بھرگڑی تحصیل شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتداء تعلیم گوٹھ چانڈ کا نزد لاڑکانہ میں حاصل کی۔ بعد ازاں گوٹھ صدر جی بھٹیون (ضلع خیر پور میرس) کے مشہور عالم و بزرگ مولانا محمد موسیٰ کلہوڑو سے تعلیم حاصل کی۔ (مولانا محمد موسیٰ کا مزار اسی گوٹھ میں واقع ہے) اعلیٰ تعلیم گوٹھ آ گانی (ضلع لاڑکانہ) کے مدرسہ نعیمیہ میں ...س العلماء مولانا مفتی محمد صالح نعیمی بھٹو سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا اللہ ڈنہ سھتو ...ید پوری (ضلع خیر پور) اور حضرت علامہ مفتی اللہ ڈنہ جمارانی مدظلہ، آ گانی میں آپ کے ہم سبق تھے۔

...ت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت پیر عبدالرحمٰن فضلی (مدیجی ضلع شکار پور) سے دست بیعت ہوئے۔

...دی و اولاد: آپ، مفتی محمد صالح نعیمی بھٹو (فاضل جامعہ نعیمیہ مراد آباد، انڈیا) کے منظور نظر شاگرد تھے۔ مالی پوزیشن نہایت کمزور تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد استاد محترم مفتی محمد ...لح نے آپ کی شادی کرائی اور شادی کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ آپ کو دو بیٹیاں چار ...ے تولد ہوئے، ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

محمد اعظم دایو واپڈا سکھر

2- محمد قاسم منیجر نیشنل بینک گمبٹ ضلع خیر پور میرس

3- حافظ محمد ہاشم

4- محمد رفیق واپڈا

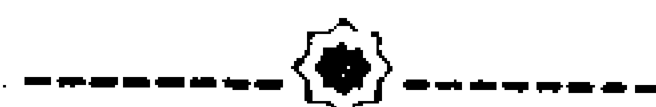
درس وتدریس: بعد فراغت سعید پور ضلع خیر پور سے تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد صالح مہر مہتمم جامعہ راشدیہ نے جامعہ راشدیہ درگاہ شریف راشدیہ پیر جو گوٹھ میں آپ کو مدرس مقرر کیا۔ آپ نحو اور کتب فقہ کی تدریس کے فرائض انجام دینے لگے اور برابر مستقل مزاجی سے ۳۵ سال کا طویل عرصہ جامعہ میں تدریس سے وابستہ رہے۔ متعلقہ موضوع پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ دوران درس ایسی بے مثال آسان تقریر فرماتے کہ دوبارہ معلوم کرنے کی طلباء کو ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

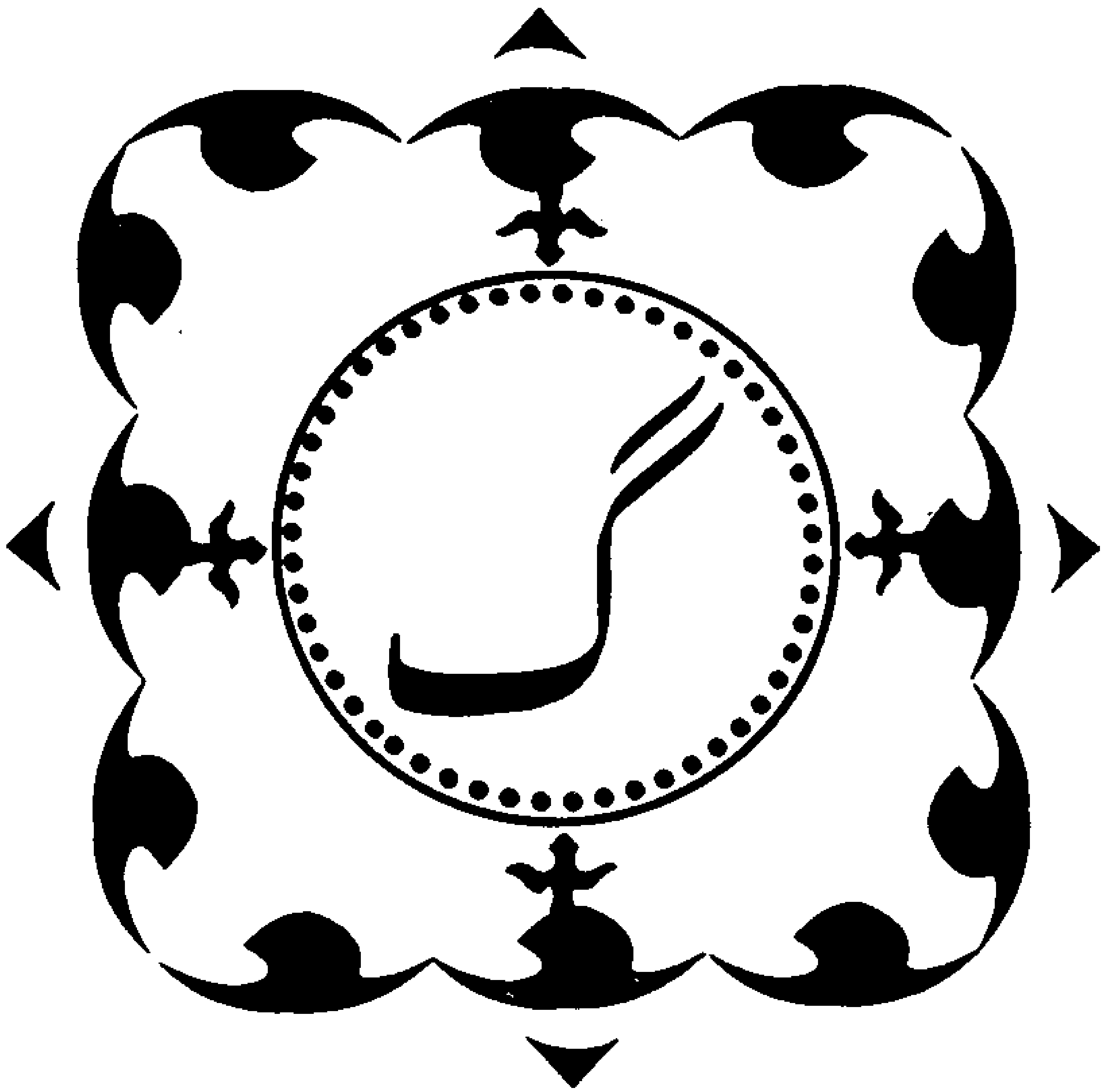
تلامذہ: جامعہ راشدیہ جیسی عظیم درسگاہ میں ۳۵ سال کے عرصہ طویل میں بے شمار طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا علامہ عبداللطیف سکندری خطیب جامع مسجد درگاہ جئے شاہ جیلانی سکھر
- مولانا مفتی عبدالرحیم سکندری شاہ پور چاکر
- مولانا علامہ محمد قاسم مصطفائی میر پور ماتھیلو
- مولانا مفتی غلام قادر سکندری کراچی
- مولانا حافظ کریم ڈنہ سکندری تحصیل گمبٹ
- مفتی محمد رحیم سکندری پیر جو گوٹھ
- مولانا عبدالرزاق سکندری شہداد پور
- مفتی عبدالکریم سکندری صوبائی خطیب محکمہ اوقاف سندھ
- مولانا عبدالکریم سکندری جھڈہ
- مولانا میر محمد قاسمی کراچی

وصال: مولانا علامہ کریم بخش دایو نے ۲۶، جولائی ۱۹۸۸ء/ ذوالحجہ ۱۴۰۸ کو انتقال کیا۔ مفتی محمد رحیم نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس) کی مقدس کی مقدس سرزمین کے قدیم قبرستان میں علامہ تقدس علی خان رضوی کے پہلو میں مدفون ہیں۔

[ذاتی معلومات کے علاوہ اکثر معلومات مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا عبداللطیف سکندری قادری پرانہ سکھر نے فراہم کی، فقیر سراپا معصیت مشکور وممنون ہے]




گ

مولانا گل محمد شہدادکوٹی

علامۃ الزماں مولانا الحاج گل محمد بن شیخ الاسلام علامہ مفتی نور محمد شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس کنڈو، تحصیل بھاگ، ریاست قلات (بلوچستان) میں ۲۱، رجب المرجب ۱۲۴۰ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: کنڈو اور شہدادکوٹ میں اپنے والد ماجد کے پاس جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں تحصیل کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس برس (۲۲) تھی۔

بیعت: سلسلہ عالیہ قادریہ میں عمدۃ العارفین مولانا میاں غلام حیدر قادری قدس سرہ (درگاہ کٹبار شریف بلوچستان) کے دست بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: آپ کے والد ماجد کنڈو سے شہدادکوٹ نقل مکانی کر کے آئے تھے لہٰذا والد ماجد کی قائم کردہ درسگاہ میں تمام عمر درس میں صرف فرمائی۔

علامہ الحاج حافظ گل محمد شہدادکوٹی کی تدریس کی برکت سے تمام سندھ میں علم پھیلا۔ سندھ میں کوئی ایسا گوٹھ نہیں تھا جس میں آپ کا شاگرد یا پھر اس کا شاگرد نہ ہو۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے فارغ التحصیل شاگردوں کی تعداد ۴۸۶ چار سو چھیاسی ہے اور وہ تمام اپنے وقت میں بڑے مدرس اور علامہ تھے۔ (مقالات قاسمی)

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست میں سے چند نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

- برادر اصغر مفتی اعظم علامہ مولانا خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی
- علامہ مولانا داد محمد قاضی آف مکران (بلوچستان)
- مولانا علامہ عبدالحکیم افغانی (کابل، افغانستان)
- جامع العلوم علامہ محمد حسن قریشی (حیدرآباد سندھ)
- مفتی اعظم علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی (پاٹ شریف ضلع دادو)

سفر حرمین شریفین: آپ کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم ﷺ کی حاضری وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

شاعری: آپ فارسی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے لیکن صد افسوس اپنوں کی غفلت اور لاپرواہی کے سبب علمی وادبی سرمایہ ضائع ہو گیا، جوہریوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے گوہر، نایاب ہی رہ گئے، ان کی تاریخ کو اپنوں نے ہی ملیامیٹ کر دیا۔ شاداب شہدات اور تجلیات صدیقیہ کے مصنفین نے اپنی

کتب میں آپ کا تذکرہ تک نہیں کیا کس قدر افسوس کی بات ہے، کس قدر احسان فراموشی ہے۔ محترم منظور احمد حلیمی نے آپ پر مختصر مضمون لکھ کر آپ کے حالات کو محفوظ کیا ہے رب کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو کہ حضرت امیر خسرو نظامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (دہلی) کی رباعی کی تضمین میں کہا تھا:

می سازم، می سازم، چوں خون بکباب اندر

می گویم می خندم چوں برق سحاب اندر

کرامت: حاجی سائیں داد مستوئی بلوچ ابتدا میں علامہ گل محمد شہداد کوٹی کا سخت مخالف تھا بلکہ وہ اہل علم سے چڑ کھاتا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے آ کر آپ سے عرض کی کہ قبلہ! آپ کا پڑوسی سائیں داد نے میرے دوسو (۲۰۰) روپے ہضم کر لئے ہیں لہٰذا آپ ان سے دلوادیں۔ آپ نے انہیں بلوانے کیلئے تین بار خادم بھیجا لیکن اس نے ہر بار ایک ہی جواب دیا کہ "میں ملا کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا"۔

چوتھی بار آپ نے یہ کہلا کر بھجوادیا کہ، اس ملا کے دروازے پر تمہارے بار بار چکر لگیں گے۔

اور ایسا ہی ہوا آپ کی زباں مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے کہ اسی رات سرد موسم کے باوجود آدھی رات کو سائیں داد چیختا چلاتا ہوا آپ کے مدرسہ میں پہنچا اور بوریہ نشین درویش حضرت گل محمد سے اپنی گستاخی کی معافی حاصل کی اور اس کے بعد آخر عمر تک حضرت کے صادق مرید و سچے خادم کی طرح خدمت میں ہی رہا۔ انتقال کے وقت اولاد کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اس درگاہ کی خدمت و محبت کو کبھی نہیں چھوڑنا اور بزرگوں کے عرس پابندی و عقیدت سے کرتے رہنا۔

وصال: علامۃ الزماں مولانا گل محمد شہداد کوٹی نے ۲۷، ذوالحجہ ۱۳۰۶ھ/ جولائی ۱۸۸۹ء کو ۶۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ برادر اصغر شاگرد رشید و جانشین مفتی اعظم غوث الزماں خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ الاقدس نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور درگاہ شریف صدیقیہ شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ سندھ) میں تدفین ہوئی دربار مقدس ہر دور میں مرجع خلائق رہی ہے اور رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ماخوذ: مہران سوانح نمبر مطبوعہ ۱۹۵۷ء)

علامہ حکیم گل محمد صدیقی

مولانا قاضی گل محمد بن مولانا غلام حسین صدیقی گوٹھ ترائی (تحصیل گڑھی یاسین ضلع شکارپور) میں تولد ہوئے۔ ترائی کے قاضی نامور علماء گذرے ہیں، مولانا گل محمد کے آباء واجداد میں نسل در نسل علماء پیدا ہوئے

ہیں۔شہباز خطابت مولانا قاضی دوست محمد صدیقی المعروف مولانا بلبل سندھ، مولانا گل محمد کے بھتیجے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں حاصل کی، اس کے بعد گوٹھ اسحاق ڈیرو (تحصیل گڑھی یاسین) میں مولانا محمد ہاشم کے ہاں تعلیم حاصل کی اور بقیہ کتب کی تکمیل مولانا میر محمد نورنگی کے ہاں نورنگ واہ میں کی۔

درس وتدریس: مولانا ایک متحرک شخصیت کے مالک تھے، مسلک حقہ اہل سنت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف جہاد میں بسر ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں لاڑکانہ شفٹ ہوکر آئے تو بعض احباب کے تعاون سے لاہوری محلہ میں "مدرسہ دارالاشاعت" قائم کیا۔ مدرسہ کا پلاٹ خان بہادر ایوب کھہڑو کے ذریعہ رعائتی دام میں خریدا تھا۔ مولانا گل محمد تقریباً ۱۳ (تیرہ) سال اس مدرسہ میں مسند تدریس پر رونق افروز رہے۔

مدرسہ آج بھی بفضلہ تعالیٰ قائم ہے درس نظامی اور حفظ قرآن کی تعلیم جاری ہے مختلف علماء کرام تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ مثلاً: مولانا حافظ رب ڈنہ پہنور، مفتی الہڈنہ جمارانی، مفتی عبدالرحمٰن قاسمی پھنور اور مولانا محمد قاسم کلہوڑو وغیرہ۔

بیعت: آپ حضرت خواجہ محمد عمر چشموی قدس سرہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

عادات وخصائل: مولانا بہترین مدرس، محقق، مناظر، مصنف، حق گو، دلیر بہادر اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے قیام لاڑکانہ کے دوران نواب امیر علی لاہوری جو کہ شیعوں کی صحبت میں شیعہ بن چکا تھا اور اس نے اپنے محلہ میں شیعہ مجالس کی ابتدا کی جس میں اسلام پر اعتراضات، قرآن کا تمسخر اور شان صحابہ میں گستاخیاں شروع ہوئیں تو مولانا نے بروقت تمام اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے، پرمغز تقریریں کی، مولانا نے دفاعی کردار ادا کر کے عوام الناس کو نئے فرقے کے فتنے سے بچانے کیلئے سعی بلیغ کی۔ "خلفاء رسول" کتاب تحریر فرمائی جس میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق کو قرآن مجید، احادیث صحیحہ، سنی تفاسیر اور شیعہ کی قدیمی مستند ومعتبر کتب سے ثابت کیا۔

اسی طرح جب وہابیوں نے نبی اکرم نور مجسم سیاح لامکاں ﷺ کے معراج جسمانی کا انکار کیا تو مولانا نے ان کے بیہودہ نظریہ کے رد بلیغ میں "معراج رسول" کتاب تحریر فرمائی۔ اور اس دور میں لاہوری محلہ سے حاجی محمد عثمان میمن نے شائع کی تھی۔ (لاڑکانہ ساہ سیانو، مضمون نگار: ڈاکٹر رحمت اللہ ابڑو)

حکمت: مولانا گل محمد تشخیص تجویز میں ماہر تھے، قلمی بیاض ورثاء کے پاس محفوظ ہیں۔ طب آپ کا خاندانی پیشہ تھا بڑے بھائی حکیم میاں محمد صدیقی نامور حکیم تھے ۱۹۴۶ء میں انتقال کیا، دوسرے بھائی

حکیم مولانا عطا محمد صدیقی اور تیسرے بھائی حکیم غلام نبی صدیقی سلف صالحین حکیموں کی یادگار تھے۔ حکیم گل محمد، دہلی کے مشہور نابینا حکیم کے گہرے دوست تھے۔ (سندھ کی طبی تاریخ، ج ۲، ص ۶۴۲)

تصنیف وتالیف: مولانا نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر بعض اہم ومفید کتابیں تحریر فرمائیں:

1- معراج رسول ﷺ

2- خلفاء رسول ﷺ محمد عبدالحلیم عادل پوری سے کتابت کرواکر، شیام آفسٹ پریس بندر روڈ کراچی سے چھپواکر، لاڑکانہ سے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں عام کیا۔ (دیکھئے: روشن صبح ص ۱۲۲)

3- حقوق الاسلام

4- بیاض گل محمد (قلمی)

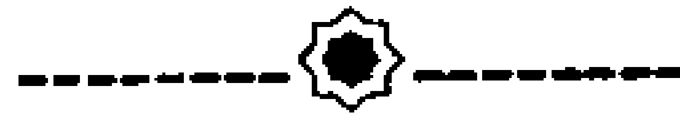
5- کتاب الوظائف (قلمی)

اولاد:

1- میاں نجم الدین قاضی 2- میاں بصیرالدین قاضی آپ کے بیٹے ہیں۔

وصال: علامہ حکیم گل محمد صدیقی نے گوٹھ ترائی میں ۷، جولائی ۱۹۷۷ء بمطابق ۱۹، رجب المرجب ۱۳۹۷ھ بروز جمعرات انتقال کیا۔ قبرستان میں مزار ہے۔

[وصال بیعت واولاد کے متعلق عبدالرشید قاضی ابن مولانا بلبل سندھ نے معلومات فراہم کیں۔]



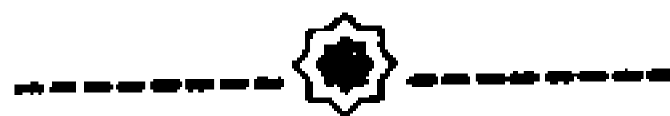
مولانا گل محمد ابڑو

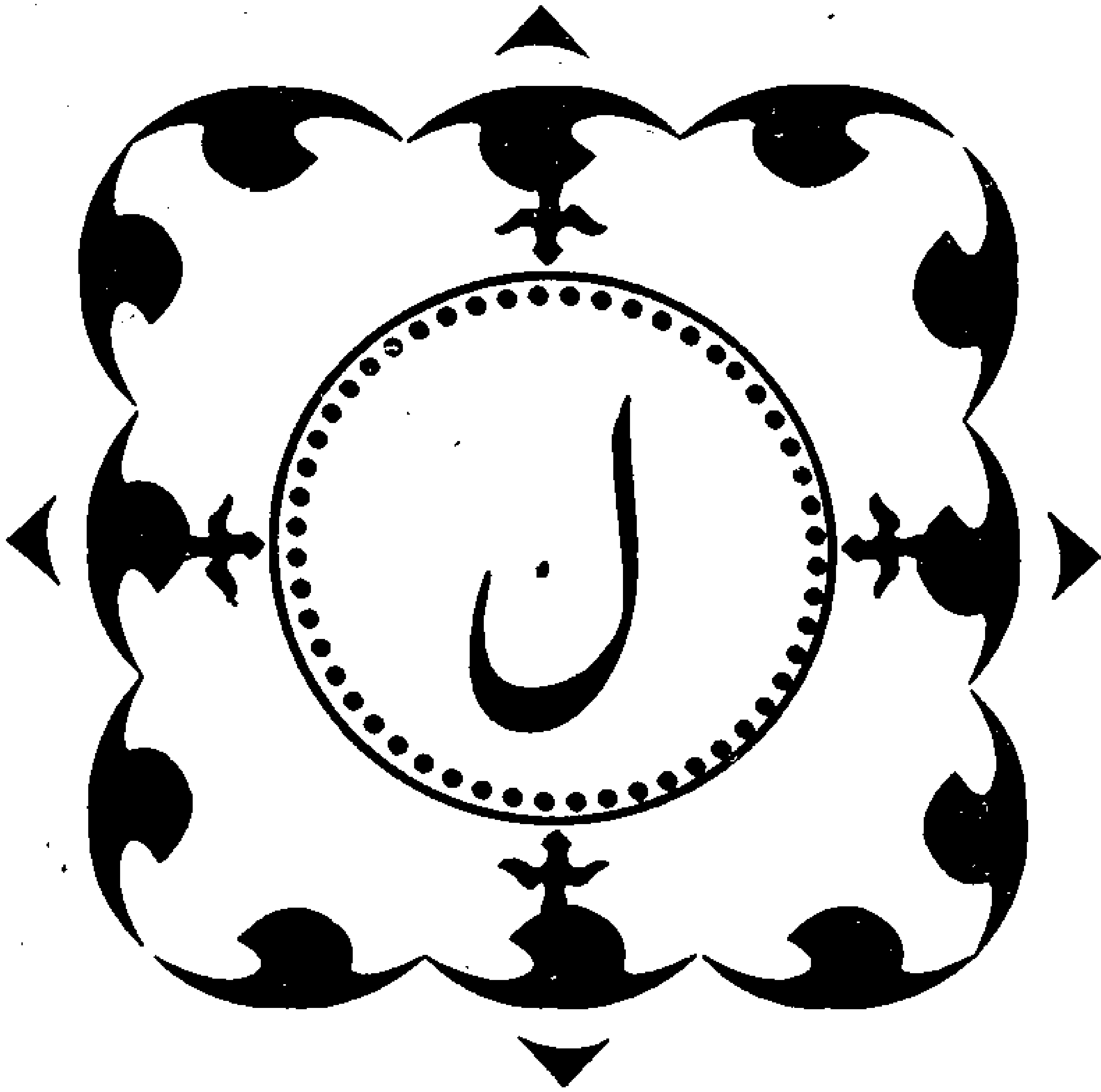
مولانا گل محمد بن میاں عبدالستار ابڑو، گوٹھ ملا ابڑا، اسٹیشن مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: اس وقت کی عظیم دینی درسگاہ دارالفیض سونہ جتوئی میں سرتاج الفقہاء حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قادری قدس سرہ سے اکتساب فیض کیا اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: پوری زندگی شادی نہیں کی مجرد رہے اور تاحیات درس وتدریس کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلاتے رہے، علم کے پیاسوں کی پیاس بجھاتے رہے۔ ابتداء میں درگاہ ٹھلا شریف پر درس دیا، اس کے بعد اپنے گوٹھ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

تصنیف وتالیف: فقیر راشدی کے استاد محترم حضرت مولانا محمد قاسم جتوئی مدظلہ العالی کی روایت کے مطابق آپ نے درسی کتاب "توضیح تلویح" پر (عربی میں) حواشی تحریر فرمائی تھی۔




ل

بحر العلوم علامہ قاضی لعل محمد ٹیاروی

استاد العلماء والفضلاء علامہ قاضی لعل محمد، ٹیاری (ضلع حیدرآباد سندھ) میں ۲۹ شوال ۱۲۷۴ھ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ٹیاری میں تعلیم و تربیت حاصل کی، آپ کی خوش نصیبی کہئے کہ ان دنوں ٹیاری میں رئیس العلماء حضرت علامہ حسن اللہ صدیقی (پاٹ شریف) تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے، اور آپ نے خوب ان سے استفادہ کیا۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۲۱۳ ص ۴۰۰)

قاضی صاحب نے میاں عبدالولی ٹیاروی سے بھی تعلیم حاصل کی جو کہ بے نظیر عالم، عظیم فقیہ، مخدوم محمد ٹیاروی کے شاگرد ارشد تھے اور وہ مخدوم عبدالکریم ٹیاروی بن مخدوم محمد عثمان ٹیاروی سے، مخدوم عبدالکریم اپنے والد محترم سے جو کہ عالم اور فقیہ تھے، فقہ کی جزئیات پر عبور رکھتے تھے اور اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ نصرپور کے مشہور عالم، محدث، فقیہ صوفی نور محمد نصرپوری کے اور وہ امام اہل سنت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے ہونہار شاگرد تھے۔ (ایضاً ص ۱۷۱ ص ۳۱۰)

درس و تدریس: اپنے وقت کے عظیم عالم، فاضل جلیل، محقق مفتی حضرت حاجی حافظ لعل محمد ٹیاروی یوں تو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے اور تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے لیکن علم فقہ اور علم فرائض میں آپ کو خصوصی شہرت اور مہارت حاصل تھی۔ بڑے بڑے علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم فرائض کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اس علم کا آپ کے پاس پڑھنا سند کمال اور سبب فخر شمار کیا جاتا تھا۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی جب سندھ تشریف لائے اور ٹکھڑ میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے اپنے صاحبزادگان خصوصاً حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد حسن جان سرہندی کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا قاضی لعل محمد کا انتخاب فرمایا اور حضرت مولانا کو ٹکھڑ بلا کر یہاں آپ سے صاحبزادگان کو تعلیم دلوائی۔

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی جب عرب شریف سے اپنی تعلیم مکمل کر کے واپس سندھ لوٹے تو آپ نے ٹنڈو غلام علی والے میر صاحبان کی استدعا اور گذارش پر ٹنڈو غلام علی کے مدرسہ میں تدریس کے لئے اپنے استاد محترم حضرت قاضی صاحب کا تقرر فرمایا۔ قاضی صاحب کے حسن اخلاق اور طریقہ تعلیم کے باعث وہ دارالعلوم اس مقام اور شہرت کو پہنچا کہ دور دراز سے طلباء تحصیل علوم و فنون کے لئے آنے لگے اور خوب اکتساب فیض کر کے اس خطہ کو علم کی روشنی سے منور کرنے لگے یہاں تقریباً بیس سال

آپ نے علوم وفنون کے جوہر لٹائے۔

ٹنڈو غلام علی (ضلع بدین) کے دارالعلوم کے سرپرست میر امام بخش خان جب فوت ہوگئے تو وہ مدرسہ تتر بتر ہوگیا، کوئی نگاہ داشت اور سرپرستی کرنے والا نہ رہا اس کی رونقیں ختم ہونے لگیں تو خواجہ محمد حسن جان سرہندی نے اپنے استاد محترم کو اپنے صاحبزادگان حضرت آغا عبداللہ جان مجددی وغیرہ کی تعلیم کے لئے ٹنڈو سائینداد (ضلع حیدرآباد) بلالیا۔ جہاں آپ نے دو سال قیام فرمایا اور صاحبزادگان کو تعلیم دے کر اپنے گوٹھ ٹیاری شریف تشریف لے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی اور آخر تک یہیں درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔ کثرت تعلیم کے باعث کتب درسیہ آپ کو زبانی یاد ہوگئیں تھیں۔ چنانچہ آخر عمر میں بغیر کتاب کے طلباء کو زبانی پڑھایا کرتے تھے۔
(سندھ کے صوفیائے نقشبند حصہ دوم ص ۲۷۲)

۱۳۰۰ھ میں مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ) میں ایک سال اعزازی طور پر حدیث کے مدرس رہے۔
(سندھو)

تلامذہ: آپ زندگی بھر درس وتدریس سے وابستہ رہے اس لئے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔

- قاطع نجدیت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی
- پیر طریقت آغا عبداللہ جان سرہندی
- رئیس العلماء مفتی اعظم تھر علامہ محمد عثمان قرانی
- صاحبزادہ غلام علی جان بن آغا عبداللہ جان سرہندی
- مشہور شاعر حافظ حامد ٹکھڑ
- مولانا میاں احمد نصر پوری ٹکھڑ
- علامہ مولانا محمد قاسم کالرو (عمرکوٹ)
- سید میران محمد شاہ
- مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی

نوٹ: پیر حاجی بقادار شاہ ٹیاروی مرحوم کی روایت کے مطابق قاضی صاحب کے تلامذہ کی تعداد ۱۷۰۰ ہے۔

بیعت: شیخ طریقت خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ بیعت تھے۔ (روزنامہ سندھو حیدرآباد ۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء، مضمون نگار: محبوب علی ٹیاروی)

تصنیف وتالیف: درس وتدریس کی مسلسل مشغولیت کے سبب تصنیف کی جانب کم وقت ملا ہوگا۔ ڈاکٹر جمن ٹالپر لکھتے ہیں: قاضی میاں لعل محمد متعلوی تیرہویں صدی کے اکابر علماء وفقہاء میں سے تھے۔ جن کے پاس سندھ اور بیرون سندھ سے شرعی مسائل اور وراثت کے متعلق

استفتاء آتے رہتے تھے۔ ٹھیاری شہر کے قاضی تھے، قاضیوں کی مسجد شریف میں تعلیم و فتویٰ دیتے تھے۔
آپ کا تحریر کردہ مجموعہ تقریباً دو ہزار فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۲۷۱)

آپ کی دو تصنیف کا علم ہوا ہے وہ آج بھی ٹھیاری میں قلمی صورت میں محفوظ ہیں:

- نور العینین فی افضلیت الشیخین: سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی افضلیت پر مشتمل اس کتاب میں ۱۶۳ احادیث مبارکہ درج کی گئی ہیں۔
- شروط الصلوٰۃ (سندھی) وضو غسل طہارت و مسائل نماز پر مشتمل ہے۔
- مولانا محمد معروف ٹھیاروی نے قاضی صاحب کے تقریباً ۸۳ فتاویٰ کی جمع و ترتیب کا کام کیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک قلمی صورت میں مولوی عبداللہ ٹھیاروی کے پاس ہے۔ خدا کرے اشاعت کی کوئی صورت نکل آئے۔ (روزنامہ سندھو)
- قاضی صاحب نے اپنے ہونہار شاگرد خواجہ حسن جان سرہندی کی وہابیت دیوبندیت غیر مقلدیت کے رد میں لکھی گئی کتاب "اصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ" پر عربی میں تقریظ تحریر فرمائی تھی وہ کتاب کے ساتھ ہندو پاک اور ترکی وغیرہ سے کئی بار چھپ چکی ہے۔

سفر حرمین شریفین: حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی جب ٹکھڑ سے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حرمین شریفین چلے گئے تو حضرت قاضی صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ لیکن آپ مکہ معظمہ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے بعد واپس سندھ تشریف لے آئے تھے۔ جب کہ حضرت نے وہاں پانچ سال قیام فرمایا۔

قاضی صاحب عشق رسول ﷺ سے سرشار دل رکھتے تھے اور آل رسول کے انتہائی ادیب تھے۔

وصال: حضرت قاضی لعل محمد نے ۱۰، ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء کو یعنی عین عیدالاضحیٰ کے روز ٹھیاری میں ۷۹ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(مونس المخلصین از: آغا جان۔ صوفیائے نقشبند)

--------◈--------

علامہ لطف اللہ قادری

شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا لطف اللہ قادری اگھم کوٹ ضلع حیدرآباد سندھ میں تولد ہوئے۔ اگھم کوٹ، حیدرآباد سے بیس پچیس میل کی مسافت پر تحصیل ماتلی (ضلع بدین) کے قریب واقع ہے۔

تعلیم و تربیت: اگھم کوٹ دسویں صدی ہجری میں بلکہ اس سے قبل بھی علماء، صوفیاء اور درویشوں کا مرکز رہا ہے، خصوصاً دسویں صدی کی نصف کے بعد نامور ولی کامل حضرت مخدوم محمد اسماعیل

سومرو (متوفی ۹۹۶ھ) اور دیگر معاصر علماء و مشائخ نے علمی و روحانی فیوض سے اگھم کوٹ کو چار چاند لگا دیئے جس کی وجہ سے یہاں بڑے بڑے دینی مدارس قائم ہوئے۔ ان مدارس دینیہ میں جید علماء اہل سنت نے درس دیا۔ علماء کے مدارس اور مشائخ کی خانقاہیں بارہویں صدی ہجری تک عروج پر رہیں۔ علامہ لطف اللہ قادری کی تعلیم وتربیت اگھم کوٹ کے ان ہی اعلیٰ درسگاہ میں برگزیدہ علماء اہل سنت کی زیر نگرانی ہوئی۔

بیعت: اگھم کوٹ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ قادریہ کے مشائخ کی تلقین وارشاد، فیوض و برکات کا مرکز تھا۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو عوام الناس کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ محبوب سبحانی غوث الثقلین شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) کی اولاد میں سے حضرت ابوالمناقب سید جمال الدین عبداللہ جیلانی کے مریدین میں سے حضرت شیخ محمد اسحاق بن سلطان بن بہلول قادری نے اگھم کوٹ میں سکونت اختیار فرمائی اور قادریہ سلسلہ کو پھیلایا اور آپ کی وفات بھی اگھم کوٹ میں ہوئی۔

اگھم کوٹ میں سلسلہ قادریہ کے فیض کا چشمہ جاری تھا۔ حضرت لطف اللہ تکمیل تعلیم کے بعد راہ طریقت پر گامزن ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہونے کے بعد سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد خلافت سے نوازے گئے، تبھی تو کاتب کتاب سندھی رسالو نے ص ۹۶ پر آپ کو "شیخ المشائخ" تحریر کیا ہے۔

تصنیف وتالیف: آپ کی فقط تین تصانیف کا علم ہوا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **تحفۃ السالکین:** غالباً آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ تصوف کے موضوع پر تفصیلی کتاب ہے۔
- **منہاج المعرفۃ (فارسی):** تصوف کے موضوع پر اکیس ابواب پر مشتمل کتاب ہے۔ ۱۰۷۸ھ کی تصنیف ہے۔
- سندھی رسالو (نظم): توحید و رسالت، شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت اور مرشد و مرید کے تعلق کے متعلق آگاہی دی گئی ہے۔

شاعری: سندھ کے علماء مشائخ و صوفیاء نے غالباً نو صدی ہجری (پندرہویں صدی عیسوی) سے سندھی شاعری کے ذریعہ حسن اخلاق، اصلاح معاشرہ اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ تزکیہ نفس، تصفیہ نفس، اخلاقی تربیت، خالق کی معرفت، محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عظمت، رفعت، نسبت اور مخلوق سے ہمدردی وغیرہ شاعری کے اہم باب وجود میں آئے۔ اس طرح سندھی شاعری "فکر و معنی" سے

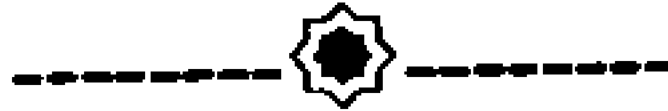
سرفراز ہونے لگی۔ قاضی قادن اور حضرت سید عبدالکریم شاہ بلڑی والے کے بعد حضرت لطف اللہ کی شاعری کا نمبر آتا ہے۔ حضرت عبدالکریم بلڑی والے، حضرت مخدوم محمد عثمان اگھم کوٹی اور حضرت مخدوم محمد اسماعیل سومرو اگھم کوٹی کا آپ کی شخصیت پر گہرا اثر تھا۔

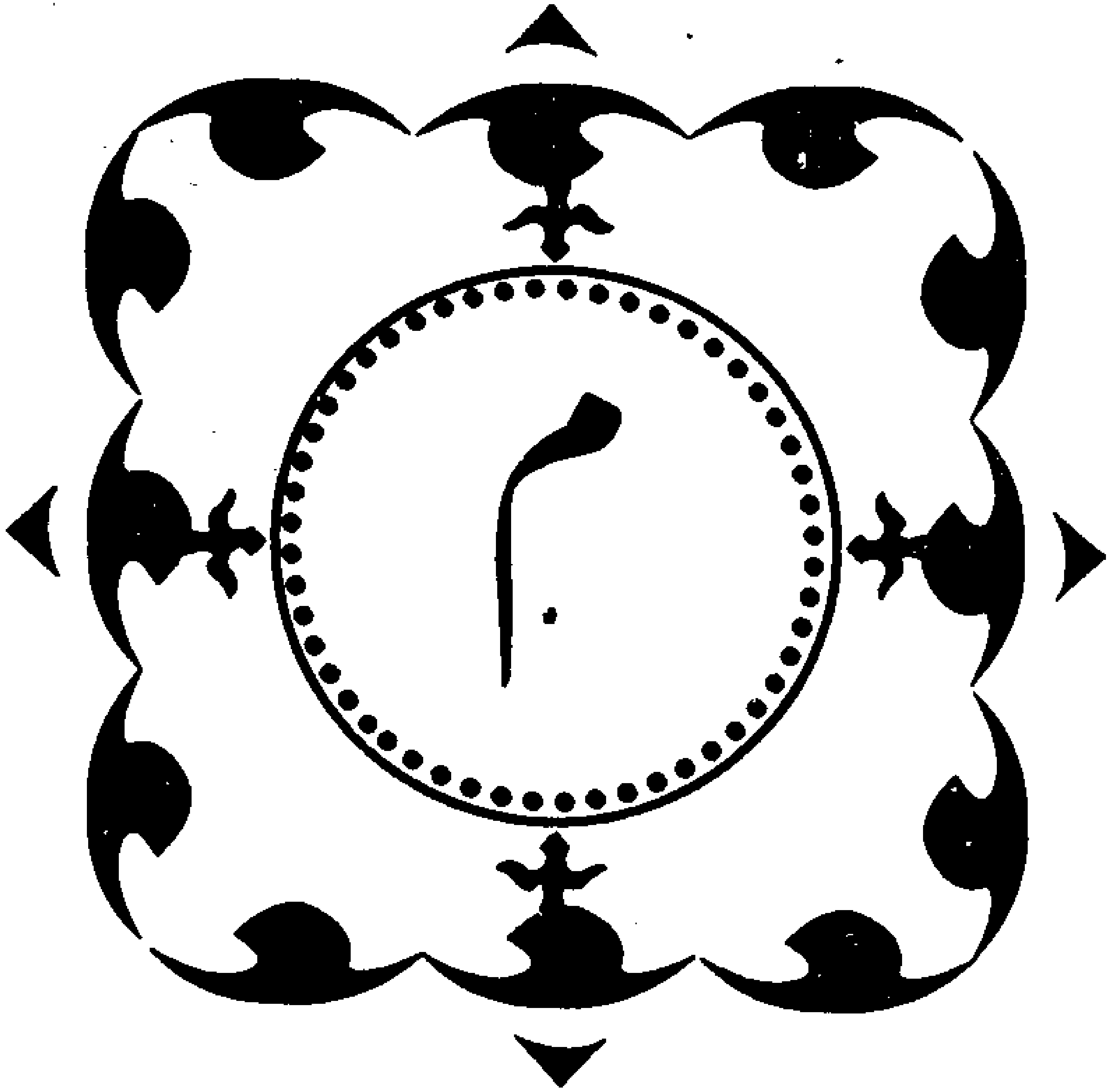
آپ کی تمام شاعری سندھی میں ہے، موضوع کے لحاظ سے تصوف و معرفت کے متعلق فکر انگیز و اثر پذیر ہے۔

وصال: شیخ المشائخ علامہ لطف اللہ قادری نے ایک اندازے کے مطابق ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء کو انتقال کیا۔ اور غالباً اگھم کوٹ میں مدفون ہوئے۔

حضرت کے حالات زندگی کے متعلق سندھ کی تاریخ خاموش ہے۔ یہ تو حسن اتفاق ہے کہ محترم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کو آپ کی دو قلمی کتابیں دستیاب ہوئیں جس کی بنیاد پر مختصر حالات مرتب ہو سکے اور سندھی کلام شائع ہوا ورنہ کوئی آپ کے نام سے بھی آشنا نہ ہوتا۔

[سندھی رسالو عرف لطف اللہ قادری جو کلام: مرتبہ تحقیق و مقدمہ: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ مطبوعہ انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی سندھ یونیورسٹی جامشورو ۱۹۶۸ء۔ بشکریہ جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد لاکھو صاحب جامشورو]




م

امام اہل سنت، شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

داستاں عہد گل را از نظیری می شنو

عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

شیخ الاسلام، حضرت، مخدوم المخادیم، سند الاقالیم، ملجاء افقہاء و المحدثین، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ العزیز نسباً حارثی (پنھور) مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً سندھی تھے۔

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کو علمی دنیا اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ وہ ذات فرشتہ صفات ایک رحمت کا خورشید تھا جو خلق کو روشنی پہنچاتا تھا...... اور رحمت کا ایک بادل تھا کہ دنیا اس عنایت کی بارش سے فیض حاصل کرتی تھی۔

تقریباً نصف صدی تک ان کی خانقاہ علم و فضل کا گہوارہ اور ارشاد و تلقین کا مرکز رہی۔ ہزاروں تشنگان علم نے وہاں آکر اپنی پیاس بجھائی اور سینکڑوں گم گشتگان علم نے وہاں آکر روشنی حاصل کی۔

سالہائے گوش جہاں زمزمہ زا خواہد بود

زیں نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است

ولادت باسعادت: شیخ الاسلام حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۰، ربیع الاول بروز جمعرات ۱۱۰۴ھ بمطابق ۱۶۹۲ء کو بھورہ شہر (ضلع ٹھٹھہ، سندھ) میں ہوئی۔

زندگی گفت کہ در کاک تپیدم ہمہ عمر

تا ازیں گنبد دیرینہ درے پیدا شد

آپ کا سن ولادت اس فقرہ سے نکلتا ہے۔

"انبت اللہ نباتاً حسنا"

۱۱۰۴ھ

نام ونسب: آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد ہاشم کنیت ابوعبدالرحمٰن اور القاب شیخ الاسلام، شمس الملت والدین، مخدوم المخادیم ہیں۔

شجرہ نسب: آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن خیرالدین حارثی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تعلیم وتربیت: حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مخدوم عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور تھوڑے عرصہ میں حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم مکمل کی بعد میں مزید تعلیم کیلئے آپ ٹھٹھہ تشریف لائے۔ اس وقت شہر ٹھٹھہ علم وادب، تہذیب وتمدن کا مرکز تھا۔ وہاں آپ نے حضرت مخدوم محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ تعلیم کو مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

اسی دوران ۱۱۱۳ھ میں آپ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث وتفسیر وتصوف میں کمال حاصل کرنے کا شوق تھا وہ سعادت آپ کو ۱۱۳۵ھ میں حرمین شریفین کے سفر کے دوران وہاں کے جید علماء کرام سے حاصل ہوئی۔

زیارت حرمین شریفین: ۱۱۳۵ھ بمطابق ۱۷۲۳ء میں تقریباً اکتیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ اس سعادت کے ساتھ ساتھ آپ نے وہاں کے اکابر علماء کرام سے علم تفسیر، حدیث، تصوف اور دیگر علوم وفنون میں استفادہ کیا اور سندیں حاصل کیں۔ مثلاً

- حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۳۸ھ
- حضرت شیخ عبد بن علی مصری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ علی بن عبدالمالک دراوی رحمۃ اللہ علیہ

کے اسماء سرفہرست ہیں۔

زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: اسی سفر میں آپ بتاریخ ۹، رجب المرجب شریف بروز جمعرات ۱۱۳۶ھ مدینہ طیبہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے جس کو آپ نے بطور یادداشت ایک کتاب کے حاشیہ میں تحریر فرمایا۔

علومرتبت: یہ روایت سینہ بسینہ منقول ہے کہ حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز جب روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

"وعلیکم السلام یا محمد ھاشم التتوی"

اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مرتبہ حاصل ہے۔

سیرت ہاشمیہ: حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کی سیرت اور خوف خدا کا اندازہ آپ کے ان فرمودات سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔

1- اے نفس! اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو کر، ورنہ اس کا رزق نہ کھا۔

2- اے نفس! جن چیزوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روکا ہے ان سے باز آ، ورنہ اس کی سلطنت سے نکل جا۔

3- اے نفس! قسمت ازلی سے جو تمہیں مل رہا ہے اس پر قناعت کر ورنہ اپنے لئے کوئی اور تلاش کر جو تیری قسمت زیادہ کرے۔

4- اے نفس! اگر گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں تجھے خدا تعالیٰ دیکھ نہ سکے، ورنہ گناہ نہ کر۔

تصنیف وتالیف: درس و تدریس، وعظ و نصیحت، رشد و ہدایت اور قضاء و افتاء کے علاوہ حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز نے تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔

آپ کی تصنیفات اکثر عربی و فارسی زبان میں ہیں اور بعض سندھی زبان میں بھی ہیں۔ جملہ تصنیفات کا احوال ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے جس کی وجہ سے جملہ تصنیفات کا احاطہ ممکن نہیں۔ مکتوبات وفتاویٰ کے علاوہ مختلف حوالہ جات سے آپ کی تصانیف کی مختلف تعداد منقول ہے۔

بعض نے ایک سو پانچ، بعض نے ایک سو چودہ، بعض نے ایک سو چالیس اور بعض نے تین سو سے بھی زیادہ آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

جنہیں دیکھ کر حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے علم ونظر کی وسعت، فقہی بصیرت، استدلال کی قوت، نگاہ کی جولانی اور بے پناہ قوت فیصلہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کی جملہ تصنیفات افادیت واہمیت کے اعتبار سے منفرد اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

علوم وفنون: حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کی تصنیفات وتالیفات فن وموضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت آتی ہیں۔

علم قرآن، علم حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ حنفی، اصول فقہ، فقہ مذاہب اربعہ، علم کلام، علم نحو، علم صرف، قراۃ وتجوید، علم فرائض، علم معانی وبیان، نحو، جدل، علم بیان، علم منطق، علم مناظرہ، علم فلسفہ، عروض وقوافی، جفر، علم حساب، تاریخ، اخلاقیات، سیر، ادب، نعت، اسماء الرجال، تصوف، نظم ونثر عربی، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر سندھی وغیرہ۔ جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف انواع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے تو حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمے ساختہ اند

بیعت وخلافت: حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ العزیز نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اس وقت کے شیخ کامل، آفتاب مکلی، حضرت مخدوم ابوالقاسم نورالحق درس نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۸ھ) کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔

حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا "مجھ سے تلقین لینے والوں (مریدین) کی صورتیں مجھ پر پیش کی گئیں ان میں آپ کا نام نہیں"

تو آپ نے عرض کیا کہ میرے شیخ کے متعلق رہنمائی فرمائیں تو حضرت مخدوم ابوالقاسم نے فرمایا کہ آپ کے مرشد قطب ربانی سید سعداللہ بن سید غلام محمد سورتی قادری (المتوفی ۱۱۳۸ھ) ہیں۔ آپ ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوں۔ حضرت سید سعداللہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم پیشوا تھے۔ ہندوستان میں الہ آباد قصبہ سورت کے رہنے والے تھے۔

لہٰذا حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز ۱۱۳۴ھ میں حرم شریف سے واپس ہوتے ہوئے ہندوستان کے شہر سورت کی بندرگاہ پر اترے۔

حضرت شیخ سعداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے اور کامل ایک سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر سلوک اور تصوف کی منزلیں طے کیں۔ اور شیخ نے حضرت مخدوم صاحب کو خرقہ خلافت پہنا کر بیعت کی اجازت سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹے۔

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کو مندرجہ ذیل سلاسل کی اجازت ملی تھی۔

1- قادریہ 2- نقشبندیہ 3- چشتیہ 4- سہروردیہ 5- شطاریہ 6- قشیریہ 7- شاذلیہ

لیکن حضرت کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ عالیہ قادریہ سے تھا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کی زندگی کا تخصص ہی عشق رسول اکرم تھا۔ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ جس کا اثر آپ کی زندگی پر نمایاں نظر آتا تھا۔ آپ کا سب کچھ سنت رسول کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ سنت مطہرہ کا بہترین نمونہ تھے۔

کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و فراق میں زبان حال سے باد صبا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجتے تھے اور اپنے دل کو تسلی دیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

ایــا نسیــم صبــا ان زرت روضة
سلم علی المصطفیٰ صاحب النعم

ترجمہ: اے نسیم صبا! اگر تو ان کے روضے کی زیارت کرے تو صاحب نعمت یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا۔

وقف عند مضجعه فی مواجهة
و بلغ صلواتی و تسلیمی علی روح اکرم

ترجمہ: اوران کے مواجھہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر روح پاک پر میرا صلوٰۃ وسلام پیش کر۔

و قل یارسول الله عبد مقصر
غریق فی بحار السیئات و مظلم

ترجمہ: اورعرض کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک کوتاہی کرنے والا غلام گناہوں کے اندھیرے سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

یلوذ الی جنابك مستغیثاً
و یشکو ذنوباً کالجبال الاعاظم

ترجمہ: آپ کی جناب میں پناہ کے لئے فریاد کر رہا ہے اور گناہوں کی شکایت کر رہا ہے جو کہ بلند پہاڑوں کی مانند ہیں۔

روحی فداك و انت حیاة روحی
و قرة عینی والشفاء من السقم

ترجمہ: میری روح تم پر فدا اور آپ میری روح کی زندگی ہیں۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میری بیماری کی دوا آپ ہی تو ہیں۔

اور کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں استغاثہ کرتے ہیں۔

اغثنی یارسول الله حانت ندامتی
اغثنی یا حبیب الله قامت قیامتی

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدد کیجئے میری ندامت کا وقت آیا، اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدد کیجئے میری قیامت قائم ہوگئی۔

ان اشعار سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں کس قدر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

دربار رسالت میں مخدوم صاحب کے فتوے کی مقبولیت: صاحب تکملہ لکھتے ہیں: ایک سائل کسی مسئلہ کے بارے میں آپ سے فتویٰ لکھوا کر پھر آپ کے استاد مکرم حضرت مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی کے ہاں برائے تصدیق لے گیا۔

حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوئے دستخط کرنے سے

انکار کردیا۔

پھر جب رات کو محو استراحت ہوئے تو خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

چنانچہ محمد ہاشم گوید شما برآں فتویٰ بدھید

یعنی جس طرح محمد ہاشم نے فتویٰ دیا ہے آپ بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔

چنانچہ مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ نے صبح ہوتے ہی اس سائل کو بلایا اور فوراً فتویٰ پر دستخط کردیا۔

اس کے بعد جب بھی حضرت مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی بھی سوال آتا تو آپ فوراً حضرت مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھیج دیتے اور فرماتے کہ......

فتویٰ در دست ایشاں دادہ اند

یعنی افتاء کا کام محمد ہاشم کے ہاتھ دے دیا گیا ہے۔

وصال شریف: جوں جوں سفر آخرت کا زمانہ قریب آتا رہا حضرت شیخ الاسلام پر علم و حکمت کی نئی نئی راہیں کھلتی جارہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیضان نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام کے نئے نئے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ بالآخر علم و عرفان، معرفت و ایقان کا یہ آفتاب جہاں تاب ۶، رجب شریف بروز جمعرات ۱۱۷۴ھ بمطابق ۱۷۶۱ء کو بظاہر غروب ہوگیا۔ شہر مکلی (ضلع ٹھٹھہ) میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

قطعہ تاریخ:

از: نتیجہ فکر۔ میاں محمد رحیم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

بو حنیفہ عصر خاذل اہل کفر
رخت خود بستہ سوئے جنت شتافت
سال فوتش ز خرد جستم بگفت
در جوار مصطفیٰ ماوای یافت
۱۱۷۴ھ

قطعہ تاریخ وصال:

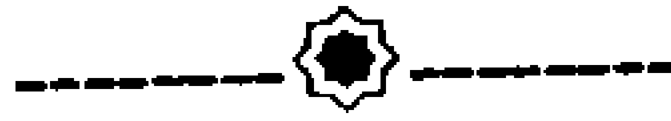
از: نتیجہ فکر۔ میاں محمد حسن خان ٹھٹوی

کرد رحلت ز عالم فانی
مقتدائے علوم ربانی
گفت تاریخ ہاتفم با آہ
جعل اللہ جنۃ مثواہ

۱۱۷۴ھ

(ماخوذ: باغ باغ مطبوعہ ملیر کراچی)

[مولانا ڈاکٹر عبدالرسول صاحب قادری نے بزبان سندھی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیقی مقالہ تحریر کر کے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اس مقالہ کو دارالعلوم امجدیہ نعیمیہ ملیر نے ۲۰۰۴ء کو شائع کیا ہے]



امام الاولیاء حضرت سید محمد بقاشاہ شہید

حضور امام الاولیاء، سرتاج السالکین، غواص معرفت، صاحب اسرار حقیقت، سید العارفین، مجمع البحرین سید محمد بقاشاہ لکیاری شہید المعروف پیر سائیں پٹ دھنی بن حضور قبلہ عالم، مرشد انس وجن خواجہ سید محمد امام شاہ لکیاری حسینی ۱۱۳۵ھ کو گوٹھ رسول پور تحصیل کنگری ضلع خیرپور میرس (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: پروفیسر لطف اللہ بدوی شکارپوری کی تحقیق کے مطابق آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کر کے نصاب مکمل کیا۔ (تذکرہ لطفی ج ا ص ۲۸۳)

لیکن تفصیل معلوم نہ ہو سکی کہ آپ نے کن اساتذہ و مدارس میں تحصیل علم کی۔

گھر کی منتقلی: آپ نے بعد میں رسول پور گوٹھ سے نقل مکانی کر کے گوٹھ رحیم ڈنہ (تحصیل پیر جو گوٹھ) میں مستقل رہائش اختیار کی۔ (ملفوظات شریف جلد اول مترجم)

صحبت صالح: آپ نے بعد تحصیل عارف کامل، شیخ المشائخ، حضرت مقتدا اہل مقبول دربار جلیل، مخدوم محمد اسماعیل جونیجو نقشبندی قدس سرہ (پریان لوء شریف ضلع خیرپور میرس) سے صحبت اختیار کی اور اس صحبت مبارکہ نے زندگی کے لئے اکسیر کا درجہ حاصل کر لیا اور آپ نے مخدوم صاحب کی زندگی مبارکہ تک صحبت جاری رکھی اور بعد وصال بھی مزار مقدس پر حاضری دیتے رہے۔ یہ وہ لازوال محبت تھی جس نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا بلکہ روحانیت کی بلندیوں تک پہنچایا تھا۔ اسی محبت کے سبب ایک روز بیعت ہونے کی درخواست کی۔

بیعت: حضرت مخدوم صاحب نے آپ سے فرمایا: سید صاحب! آپ کی بیعت قادری سلسلہ میں ایک پیر کامل سے ہوگی جس کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کے ہاتھ پر پکی ہوئی مچھلی زندہ ہوگی۔ حضرت کی روحانی تڑپ دن بدن بڑھتی جارہی تھی بالآخر آپ کی امید پوری ہوئی کہ آپ کے شیخ کامل پنجاب سے روہڑی شریف حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور ادھر سے آپ نے بھی بے کراری کے سبب موئے مبارک کی زیارت کے لئے حاضری دی، وہیں حضور پاک کے موئے مبارکہ کے وسیلہ جلیلہ سے طالب ومطلوب کا آمنا سامنا ہوا، نظر نظر سے ملی تو بے قرار دل کو قرار نصیب ہوا، اس لئے یقین ہوا کہ یہی مرشد مربی ہیں، یہی رہبر ورہنما ہیں لیکن مخدوم صاحب سے جو نشان ملا تھا، اس کا دیکھنا باقی تھا اس لئے سندھ کی عظیم ولذیذ ڈش تلی ہوئی مچھلی اور پکی ہوئی روٹی بزرگ کے سامنے پیش کی۔ بزرگ نے ہاتھ دھوئے اور دھلے ہوئے ہاتھوں کے چھینٹے تلی ہوئی مچھلی پر مارے تو مچھلی میں جان آ گئی دستر خوان سے زندہ اٹھ کر چھلانگ لگاتی ہوئی واپس دریائے سندھ میں چلی گئی۔ اب تو آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ وہی میرے پیر ہیں جن کے لئے دل تڑپ رہا ہے اور عرصہ سے متلاشی ہوں بس بغیر دیر کے بزرگ کے دست بوس ہوئے اور موئے مبارک کے مقام پر ساحل دریا سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت، فردحقیقت، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، حضرت سید عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ پھر وہیں سے مرشد کے ساتھ سفر اختیار کیا اور ایک عرصہ تک مرشد کامل کی صحبت میں درگاہ شریف پیر کوٹ (چناہ شریف) ضلع جھنگ صدر پنجاب گذارا۔

مرشد کا احترام اور اس کا انعام: حضرت، پیر خانہ پر کچھ عرصہ قیام کے بعد مرشد کریم سے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو مرشد کریم نے رخصت کی اجازت دے کر فرمایا: ''اپنے گھر سے جب واپس آنے لگیں تو راستہ میں ''راهتر'' (تحصیل روہڑی شریف) سے ہمارے لئے تازی مسواک ضرور لیتے ہوئے آئیے گا''۔ آپ پیر خانہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچے مگر ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ مرشد کریم کی یاد نے تڑپا دیا اور آپ حاضری کے لئے گھر سے پیدل روانہ ہوئے۔ غلبہ شوق و ذوق میں چلے جارہے تھے یہاں تک کہ آپ ''راهتر'' سے گذر کر تقریباً سات میل آگے بمقام رشید پور جا پہنچے تو حضرت مرشد کریم کا فرمان یاد آیا، آپ نے فوری طور پر الٹے قدم راهتر پہنچے تا کہ مرشد کریم کے فرمان کی تاخیر کا مداوا ہو سکے۔ راهتر میں چند مسواک بنوا کر دیوانہ وار درگاہ پیر کوٹ پہنچ کر حضرت مرشد کے حضور پیش کیں۔ حضرت جیلانی بچشم باطن اس محبت بھرے منظر کا مشاہدہ کر چکے تھے، فرمایا: ''محمد بقا شاہ! آپ کو ہماری خاطر بہت مشقت اٹھانی پڑی۔''

عرض کی: حضور! بندہ کے نزدیک تعمیل ارشاد میں راحت ہی راحت ہے۔ حضرت جیلانی نے

بکمال مسرت آپ کو سینے سے لگایا جو دینا تھا وہ دے دیا، مرید نے مرشد کا دل جیت کر بہت کچھ پالیا۔ آپ نے فرمایا: شاہ صاحب! اب میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو یہاں (پیرکوٹ) پہنچنے کے لئے دور دراز کا سفر معاف کرتا ہوں۔" حضور قبلہ عالم شہید بادشاہ سے لے کر آج تک آپ کے مبارک خاندان کا ایک فرد بھی وہاں حاضر نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ فقیر راشدی غفرلہ الہادی نے بار ہا حاضری دینے کی کوشش کی یہاں تک کہ جھنگ صدر بھی پہنچ گیا لیکن وہاں جانے میں بے شمار رکاوٹیں کھڑی ہو جاتیں کہ پندرہ منٹ کا سفر طے نہیں ہو پاتا پھر مجھے حضرت جیلانی کا یہ فرمان عالیشان یاد آتا اور سوچتا کہ مشیت الٰہی یہی ہے بغیر چوں و چرا کے قبول کرنا چاہئے ورنہ حاضری کی ضد میں کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اس طرح ہر بار جھنگ سے واپسی ہوئی۔ لیکن حضرت جیلانی کی اولاد و سجادہ نشین، حضرت کے خاندان کے ایک ایک گھر پر چاہے وہ سندھ کے کسی بھی مقام پر ہو شہر ہو چاہے دیہات سال میں دو بار تشریف لاتے ہیں۔ اور ہم بغیر مشقت کے گھر بیٹھے زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت جیلانی کا فرمان الہامی آج تک پورا ہو رہا ہے۔

حضرت جیلانی نے آپ کو خلافت کے ساتھ مختلف تبرکات بھی عنایت فرمائے۔

خلافت و تبرکات: ایک بار حضرت سید عبدالقادر جیلانی آخرین نے اپنے مرید خاص، خلیفہ اجل حضرت سید محمد بقا شاہ لکیاری سے بہت مسرور ہو کر فرمایا:

بابا! ہمارے جد امجد، غوث الثقلین، محبوب سبحانی قطب ربانی حضور شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) کے روح مبارک پر شب معراج حضور پرنور سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے قدم شریف رکھا تھا۔ اسی قدم شریف کی برکت سے حضرت غوث الثقلین کا قدم مبارک تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ کا فرمان عالیشان ہے:

قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔

یعنی، میرا یہ قدم (مبارک) تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

اس کے مطابق ہمارے خاندان میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس خاص الخاص منظور نظر مرید پر مخصوص توجہ اور شفقت فرماتے ہیں تو جدی سنت کے مطابق اس کی گردن پر اپنا قدم رکھتے ہیں اور یہ قدم پشت بہ پشت ہم پہ بھی آیا ہے۔ لیکن میں نے کسی مرید کے ساتھ یہ سنت و مطابقت پوری نہیں کی ہے۔ آج دل چاہ رہا ہے کہ آپ کی گردن پر اپنا قدم رکھوں۔ حضرت سائیں محمد بقا شاہ نے مرشد کے حکم کی تعمیل میں فوری طور پر اپنی گردن جھکا دی اور حضرت نے اپنا قدم مبارک آپ کی گردن مبارک پر رکھ کر اپنی خاندانی سنت سے سرفراز اور مشرف فرمایا اور اجازت عطا فرمائی۔ (آفتاب ولایت ص ۲۹)

وصیت میں فرمایا: مخدوم محمد اسماعیل میرے دینی بھائی ہیں ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہیے گا۔

بعد میں سورہ یاسین شریف کی تعلیم فرمائی اور زکوٰۃ نکالنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (الراشد)

حضرت مخدوم صاحب سے بھی آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔

حضرت مخدوم صاحب نے ۸، ربیع الاول ۱۱۷۴ھ کو انتقال فرما گئے۔ اس کے تقریباً ۱۷ برس بعد ۱۱۹۱ھ میں حضرت جیلانی کا انتقال ہوگیا۔ (مخزن فیضان ص ۳۹۲)

ان صدمات نے آپ کو چور چور کر دیا اور سات سال کے بعد آپ نے بھی انتقال کیا۔

علمی مقام: ایک بار گوٹھ کھہڑا (تحصیل گمبٹ) میں مخدوم احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علماء وصوفیاء کا مجمع جمع تھا کہ الفقر سواد الوجه فی الدارین (حدیث) کے مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آئی۔ استاد العلماء حضرت علامہ مخدوم احمدی عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ صاحب سے اس کا مفہوم سمجھا جائے گا۔ ایک بار سید العارفین حضرت لکیاری بادشاہ اپنے دوست مخدوم احمدی کے پاس تشریف لے گئے، مخدوم صاحب نے موقعہ ومحل کی مناسبت سے حدیث شریف کا مفہوم سمجھانے کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا: "حدیث شریف صحیح ہے۔" "سواد" سے آنکھ کے ڈھیلا کی سیاہی مراد ہے۔ جس طرح آنکھ کی روشنی سیاہ ڈھیلا کی وجہ سے ہے اسی طرح، "دونوں جہانوں میں چہرے کی روشنی فقیری سے ہے۔" (ملفوظات شریف ج ۵، ص ۲۸۶)

آپ مرشد کریم کی خدمت میں رہ کر اپنی ہستی کو مٹا چکے تھے، انا کو مار چکے تھے، تبھی تو سید اور کامل اکمل کے صاحبزادے ہونے کے باوجود مرشد کی خدمت کو معمول بنا رکھا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے خدمت میں عظمت ہے، جب تک خادم نہیں بنے گا تو مخدوم بھی نہیں بن سکتا۔ اور مخدوم بننے کے لئے خادم بننا ضروری ہے۔ ان دنوں کی بات ہے جب آپ مرشد خانہ پر عام فقیر کی طرح خدمت میں مشغول تھے۔ (غالباً ابتدائی دنوں کی بات ہے) مرشد کریم حضرت جیلانی کے صاحبزادے صاحب کو ایک مشکل تحریر استاد نے دی کہ حضرت جیلانی تک پہنچا دیں وہ کہیں سے حل کرا کر دیں گے۔ صاحبزادہ صاحب وہ لے کر جا رہے تھے کہ آپ راستے میں مل گئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ آپ کے دست مبارک میں کیا ہے۔ صاحبزادے نے کہا: فقیر صاحب! یہ استفتاء ہے جو کہ استاد محترم سے حل نہ ہوا، اب ابا جان کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا یہ پرچہ مجھے فقط ایک رات عنایت فرما دیں۔ صاحبزادہ صاحب بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ حضرت نے رات ہی میں لکڑیاں جلا کر بغیر

کتب کی مدد کے جواب تحریر فرما کر صبح سویرے صاحبزادے صاحب کو تحریر پیش کر دی۔ ایک سید ھے سادھے خادم سے لا ینحل مسئلہ کا حل دیکھ کر سب خادمین حیرت کا مجسمہ بن گئے۔ اس روز خادمین و مریدین کو پتہ چل گیا کہ یہ فقیر صاحب بہت بڑے عالم بھی ہیں جنہوں نے اپنے علم و فضل کو فقیری میں چھپا رکھا تھا گویا کہ گودری میں لال، لیکن مشک و عنبر چھپ سکتی کہاں!

شادی واولاد: ایک روز پیر خانہ پر مجلس میں شادی بیاہ کا ذکر تھا۔ آپ نے اس امر پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ حضرت جیلانی نے سن کر فرمایا: "آپ نکاح و شادی سے کس لئے اجتناب کرتے ہیں؟"

آپ نے عرض کی، حضور! محض اس خیال سے کہ شادی کے بعد اولاد خدا جانے کیسی پیدا ہو۔

یہ سن کر حضرت جیلانی نے فرمایا:

"آپ شادی کر لیں بفضلہٖ تعالیٰ تمہارے ہاں اولاد صالح تولد ہوگی جن میں غوث وقطب بھی ہوں گے۔"

اس کے بعد آپ نے اپنے خاندان میں جلد ایک عفیفہ سیدہ سے نکاح کیا۔ (مخزن فیضان) اس سے آپ کو چار صاحبزادے تولد ہوئے جو کہ عالم دین کے علاوہ کامل اکمل ولی اللہ تھے۔

- قدوۃ اہل صفاء، مقتدائے عارفان حضرت پیر سید عبدالرسول شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۶۸ھ وفات ۱۲۳۱ھ
- امام العارفین، مجدد برحق، آفتاب ولایت حضرت پیر سید محمد راشد شاہ پیر سائیں روزے دھنی قدس سرہ ولادت ۱۱۷۱ھ وفات ۱۲۳۴ھ
- تاج الاصفیاء، زین الاولیاء، حضرت میاں سید مرتضیٰ علی شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۷۲ھ وفات ۱۲۳۵ھ
- عارف باللہ، عالم علم علیم، حضرت پیر سید میاں محمد سلیم شاہ لکیاری قدس سرہ ولادت ۱۱۷۸ھ وفات ۱۲۴۱ھ

حضرت سید العارفین پیر سائیں پٹ دھنی اور آپ کے چاروں صاحبزادوں نے عین مطابعت حبیب کریم ﷺ کے مطابق ۶۳ سال کی عمر شریف میں انتقال کیا۔

عبادت وریاضت: آپ کے جانشین امام العارفین نے آپ کی زبان فیض ترجمان سے ایک واقعہ سماعت فرمایا جس کو روایت کیا اور آپ کی ملفوظات کے جامع نے محفوظ کیا جس سے آپ کے بچپن کی پاکیزہ زندگی اجاگر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "شروع سے عادت تھی کہ نماز

پنج گانہ، شب خیزی، تہجد، اشراق کے نوافل اور درود شریف میں پوری طرح مشغول رہتا تھا۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد مسجد میں ادا کرتا تھا اور فجر تک وظائف میں مشغول رہتا اور سنت کی ادائیگی کے بعد درود شریف کا ورد رکھتا اس کے بعد نماز فجر ادا کرتا اس کے بعد تلاوت کلام مجید سورج طلوع کے بعد اشراق کے نوافل ادا کر کے مسجد شریف سے باہر نکلتا اور رب کریم جل شانہ سے یہ دعا کرتا تھا کہ:

"یا الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے عبادت کی توفیق عطا فرمائی"۔

ان دنوں گوٹھ سائیدی (رسول پور) کی مسجد شریف کے دروازے پر ایک مجذوب شخص برہنہ سر، شب و روز آگ جلائے بیٹھے ہوتے تھے، وہ مجھے دیکھ کر فرماتے: "بیٹا! ہنوز دلی دور است"۔ دہلی ابھی دور ہے۔

اس وقت مجذوب کا کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور جب رب کریم جل شانہ کی طلب میں قدم بڑھایا تو پتہ چلا کہ مجذوب کا کہنا درست تھا۔ بے شک اللہ عزوجل کے عشق کے بغیر سب کچھ فضول ہے۔

(ملفوظات شریف ج ۳، ص ۹، مطبوعہ درگاہ عالیہ مشوری شریف)

ترک دنیا: اس سلسلہ طریقت میں مشائخ طریقت ترک دنیا کے عمل کے پابند رہے ہیں۔ حضرت مخدوم محمد اسماعیل تارک دنیا تھے، حضرت سید عبدالقادر جیلانی آخرین کیمیائے نظر ایسے تارک دنیا تھے کہ ساری زندگی سیر و سیاحت و تبلیغ میں بسر فرمائی بغداد شریف سے نکلے برصغیر کی سیاحت کی، گھر گھر حب رسول کا پیغام پہنچایا مردہ دلوں کو زندہ کیا اور زندگی کا آخری حصہ پیر کوٹ میں بسر کیا۔ وہ ہی تعلیم حضرت سید العارفین سید محمد بقا شاہ کو ملی اور پھر آپ کے ذریعے آپ کی اولاد اور خلفاء کرام کو پہنچی۔

ایک روز حضرت مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"شاہ صاحب! زمین کا تپہ (ٹکڑا) بھی ایک قسم کا تپ (بخار) ہے۔"

آپ نے مخدوم صاحب کی زبانی یہ ارشاد گرامی سن کر اپنی خاندانی جاگیر جو کہ آپ کو ورثہ میں ملی ہوئی تھی اور آپ کے خاندان کو مغل بادشاہ سے بطور نذرانہ ملی تھی۔ آپ نے وہ جاگیر بغیر دیر کے راہ خدا میں دے دی۔ (ملفوظات شریف ج ۴ ص ۷۰)

آج دنیا کا کیا عالم ہے کہ زن و زر کے حصول کے لئے خاندانی و قبائلی جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں اور برسوں تک بلاوجہ طرفین کا خون بہتا رہتا ہے۔ ترک دنیا اور حب دنیا میں اس قدر طویل خلیج و فرق ہے۔

پٹ دھنی کا مطلب: سندھی زبان میں پٹ، پدھر، دھرتی کو کہتے ہیں یعنی دھرتی والے یا خاک نشین۔ جس طرح مولائے کائنات، امیر المؤمنین، امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شاہ رضی اللہ عنہ کو "ابوتراب" کہا جاتا ہے۔ ابوتراب اس لئے کہا گیا کہ آپ انتہائی سادہ زندگی گذارتے تھے، اکثر فقر و فاقہ رہتا، مٹی پر بیٹھنے لیٹنے میں آپ کو کوئی قباحت نہیں ہوتی بلکہ مٹی

پر آرام فرمانا آپ کو مرغوب تھا اس لئے آپ کو ابوتراب (مٹی کے باپ/مٹی والے) کہا گیا۔

اسی طرح آپ کے لخت جگر، جگر گوشہ حضرت پیر سائیں پٹ دھنی (مٹی والے) بھی انتہائی سادگی پسند تھے، تارک دنیا تھے، فقر و فاقہ کی سنت سے سرفراز تھے۔ نہ کوئی مسند تھی اور نہ آرائش سے لدھا ہوا حجرہ بلکہ تکلف سے آزاد تھے۔ ساری زندگی کچی مسجد شریف کے کچے صحن پر مٹی پر رکوع و سجود کرتے ہوئے گذری۔ جب سفر پر جاتے گرمی ہو چاہے سردی، سر پر کتابوں کی گٹھڑی کا بارگراں اور پا پیادہ، کہیں ریتی کے ٹیلے جس پر پاؤں رکھتے ہی دب جاتا ہے، کہیں نوکیلے پہاڑی راستے کہ چلتے ہوئے جان نکل جائے، کہیں مٹی کا گرد و غبار اور ناہموار راستے پھر بھی اللہ کا شیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں نہ تھکتے تھے، نہ گرمی سردی سے گھبراتے، نہ سفر کی صعوبتوں سے دل برداشت ہوتے بلکہ شوق و محبت میں چلتے رہتے اپنے حدف پر ضرور پہنچتے۔ اس طرح آپ کی زندگی سخت جد و جہد سے عبارت ہے۔

نذر: آپ نے جب ترک دنیا اختیار کیا تو نذرانہ بھی قبول کرنا چھوڑ دیا۔ لیکن شیخ کامل سے مرید صادق کا حال کیسے چھپ سکتا ہے۔ ایک بار آپ، حضرت مخدوم صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو مخدوم صاحب نے پانچ پیسہ آپ کی چادر مبارک کی دامن میں باندھ دیئے اور فرمایا:

"میری اہلیہ محترمہ نے نذر مانی تھی کہ اگر گائے کو بچھڑا ہوگا تو پانچ پیسہ پیر دستگیر (شہنشاہ بغداد) کی نذر دوں گی اور نذر پوری ہوئی۔ یہ پانچ پیسہ بادشاہ پیر دستگیر کے نذر کے ہیں۔ اس کے بعد آپ نذرانہ قبول فرماتے"۔ (ملفوظات شریف جلد ۵، ص ۳۰۰، مطبوعہ درگاہ شریف راشدیہ)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت مخدوم صاحب جیسے کامل اکمل ولی اللہ بلکہ وقت کے غوث نے نہ فقط پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی نذر کو جائز بتایا بلکہ حل المشکلات کے لئے مجرب بھی سمجھتے تھے اور یہ بھی کہ پیران پیر دستگیر کی نذر کے بہتر مستحق سادات کرام ہیں۔ حضرت کے لئے یہ ارشاد تھا کہ نذرانہ رد نہ کریں قبول فرمائیں۔ جب بندہ محبت سے نذرانہ پیش کرتا ہے تو دراصل میں یہ رب کریم کی عطا و عنایت سے عطا ہوتا ہے اس لئے بندہ کا کام ہے کہ مالک پر نظر رکھے نہ کہ بندہ پر۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو مال تمہارے پاس بے مانگے اور بے طمع آجائے اسے لے لو اور جو نہ آئے اس کے پیچھے اپنے نفس کو مت ڈالو"۔ (بخاری و مسلم بحوالہ قاسم ولایت ص ۸۹)

رزق نہ رکھیں ساتھ پنچھی اور درویش
جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

حضرت مخدوم محمد اسماعیل جونیجو نقشبندی نور اللہ مرقدہ، سرکار غوث اعظم کے حضور درج ذیل شعر

میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

غوث	سراج	الاولیاء	قطب	المعارف	اصفیاء
سرمہ	بصائر	اتقیاء	بغداد	اوجائے	نگر

شوق مطالعہ: آپ کو دینی کتب کو جمع کرنے اور مطالعہ کرنے کا انتہائی شوق دامن گیر تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ آپ کے پسندیدہ موضوع تھے۔ تصوف میں مولانا جلال الدین عارف رومی قدس سرہ السامی کی بلند پایہ کتاب "مثنوی شریف" کو نہ صرف اپنے ساتھ رکھتے بلکہ اپنے صاحبزادوں کو اس سے درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کتابوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے: "کتاب مہنگی خریدنے میں فیض زیادہ ملتا ہے"۔ کتابوں کی گٹھڑی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا کرتی تھی، چاہے آپ گھر میں ہوں، چاہے مسجد شریف میں ہوں اور چاہے سفر پر ہوں۔ کتابوں کو ساتھ رکھنا آپ کو بہت مرغوب تھا، اس سے علم کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور علم دشمن جاہل صوفیوں کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس سے بھی آپ کے شوق علم کا پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنے چاروں صاحبزادوں کو دور دراز علاقوں لاڑکانہ، شکارپور کے دینی مدارس میں داخل کرا کے تحصیل علم کی لگن پیدا فرمائی۔ اور صاحبزادوں کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ انہوں نے آپ کو نا امید نہیں کیا بلکہ علم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کر کے آپ کو مسرور کیا۔ [۱]

مولانا اعجاز الحق قدوسی مرحوم (کراچی) رقمطراز ہیں:

وصال: حضرت سید محمد بقا شاہ نے قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ سلسلہ کے سرچشموں سے فیضیاب ہو کر سندھ میں عرفان و تصوف کی دولت کو عام کیا اور اپنی پوری زندگی رشد و ہدایت اور اعلائے کلمۃ الحق میں صرف فرمائی۔ وہ اپنے زمانے کے نہ صرف عارف کامل اور عظیم المرتبت عالم تھے بلکہ سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ، ص ۲۶۵، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی نومبر ۱۹۵۹ء)

پروفیسر لطف اللہ بدوی شکارپوری نے "تذکرہ لطفی" جلد اول میں آپ کی مختصر شاعری کو تبرکاً محفوظ کیا ہے۔

قدوسی لکھتے ہیں: سید العارفین حضرت سید محمد بقا شاہ لکیاری کتابوں کا ایک گٹھا سر پر رکھے ہوئے تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے اس گٹھے کو مال و دولت کا انبار سمجھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت شیخ طیب مجذوب قدس سرہ کے نام سے مشہور قبرستان (تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس سندھ) میں آپ مدفون ہوئے۔ ذیل کے قطعہ سے آپ کی تاریخ شہادت نکلتی ہے۔

چوں سید محمد بقاشد شہید　　حلاوت زرحمت الٰہی چشید
بسے بود نافع بہر خاص و عام　　کز و زود طالب خدا شد رسید

خرد سال تاریخ او درد لم بگفتا . بدرجہ شہادت رسید

۱۱۹۸ھ

(تذکرہ صوفیائے سندھ)

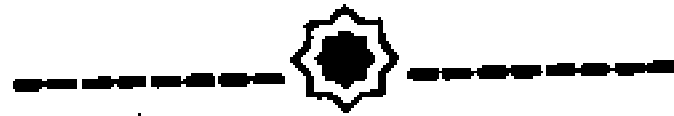
زخمی ہونے کے بعد ڈاکوؤں نے پہچان لیا، فوراً پشیمان ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ نے ڈاکوؤں کو معاف کر دیا۔ یہی ڈاکو آپ کو چارپائی پر لٹا کر آپ کے دربار پر لے کر آئے۔ مشہور ہے کہ آپ نے انہیں شربت پلا کر رخصت کیا کہ انہوں نے بے خبری میں زخمی کیا اور خوش تھے کہ مجھے شہادت کی نعمت عطا ہوئی۔

مخزن فیضان میں تاریخ وصال ۱۰ محرم الحرام (یوم عاشورہ) ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۷۹ لکھی ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری قدس سرہ السامی نے آپ کی ولادت اور وصال کا سن اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"آپ ۱۱۳۵ھ کو تولد ہوئے اور ۱۱۹۸ھ کو ۶۳ سال کی عمر مبارکہ میں شہادت کی خلعت پائی۔ مزار مقدس شیخ طیب کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے"۔

(نفحات الکرامات ج اول ص ۶ مطبوعہ مشوری شریف سن ۱۹۶۲ء)



امام العارفین سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہ

نام نامی اسم گرامی:

سید محمد راشد بن سید محمد بقا شاہ شہید بن سید محمد امام شاہ رحمہم اللہ

تاریخ ولادت:

۶ رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ بمقام گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو عرف پرانی درگاہ

القابات: محی السنۃ، ما حی البدعۃ، امام العارفین، غوث العالمین، آفتاب قادریہ، نائب رسول اللہ، شیخ الشیوخ، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، سادات راشدیہ کے مورث اعلیٰ وغیرہ

المعروف: حضرت پیر سائیں روضے دھنی / روزے دھنی

امام العارفین حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس اللہ سرہ الاقدس رمضان المبارک میں تولد ہوئے۔ مادر زاد ولی تھے۔ آپ بھی حضور غوث اعظم سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ

باسرارہ العزیز کی طرح ماہ صیام میں دن کے وقت شیر مادر نہ پیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب روزہ ونی (روزے والے) مشہور ہوا۔ (مخزن فیضان ص ۳۹۵)

کنیت:

آپ کی بعض تحریروں میں نام کے ساتھ کنیت "ابو یاسین" رقم ہے۔ (مشاہیر نمبر ص ۲۵)

حسب ونسب:

آپ صحیح النسب حسینی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب پینتیس (۳۵) واسطوں سے امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفہ رابع، داماد رسول مقبول، فاتح خیبر، شیر خدا، امام المشارق و المغارب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ لکیاری سادات کا خاندان اپنے شرف ومجد اور نجابت کے اعتبار سے تمام سندھ میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ لکیاری سادات کی شرافت ونجابت اور فضائل کا تذکرہ سندھ کے مورخین اور تذکرہ نگار نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کا ایک سندھی مورخ میرک یوسف جس نے ۱۰۴۴ھ میں سندھ کے شاہجہانی دور کے حالات پر شاہجہاں کے لئے "مظہر شاہجہانی" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی، اپنی اس بیش بہا تالیف سے لکیاری کے سادات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سادات لکیاری بسیار صحیح النسب اند

آگے چل کر اس نے ان کی "شرافت خاندانی" کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایسے صحیح النسب ہیں اور اپنے نسب پر اس قدر نازاں ہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ دوسرے سادات میں نہیں کرتے۔

(مظہر شاہجہانی ص ۲۸۴/ اخبار مہران حیدرآباد شاہ صدر نمبر ۱۹۵۸ء/ تذکرہ صوفیاء سندھ ص ۱۰۹)

سندھ کے نامور مورخ علامہ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی (متوفی ۱۲۰۳ھ) رقمطراز ہیں:

از بسیار صحیح النسب سادات است

(تحفۃ الکرام فارسی، جلد ۳، ص ۳۶۳)

تعلیم وتربیت:

آپ کے والد مکرم شیخ المشائخ حضرت سید محمد بقا شاہ لکیاری شہید قدس سرہ العزیز نے تمام مصروفیات کے باوجود اپنی اولاد کو پورا ٹائم دیا، ان کی تعلیم وتربیت نہایت احتیاط سے فرمائی اور اپنی نگرانی میں ان کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا حافظ محمد اکرم کھڑو سے حاصل کی (آگے جا کر موصوف کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی) مولانا موصوف بڑے عالم وفاضل تھے۔ ان کے علاوہ حضرت حافظ زین الدین مہیسر رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی جو کہ آپ کے والد مکرم حضرت پیر سید محمد بقا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مرید اور صاحب کمال شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن مجید

اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد بقاپور ضلع لاڑکانہ میں حضرت مخدوم محمد طیب پھنور رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم حاصل کی۔

ملفوظات میں منقول ہے حضرت نے بچپن میں مخدوم طیب پھنور کے ہاں بقاپور میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین منگریو، مخدوم طیب کے بڑے خلفاء سے تھے، مخدوم صاحب کے ہاں بقاپور میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے اور تیسرے چوتھے ہفتے اپنے مرشد معظم کی اجازت سے حضرت پیر سائیں اور آپ کے برادر اکبر حضرت سید عبدالرسول شاہ کو دعوت دے کر لاڑکانہ اپنے پاس لے کر آتے تھے۔ (ملفوظات شریف حصہ ۶)

تیسرے چوتھے ہفتے طالب علم سید کی خاص دعوت کا اہتمام کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس سوال کا جواب خود مخدوم منگریوں عنایت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات اس سید کی پیشانی میں چمک رہی ہیں اور قیامت تک روشن رہیں گی اور آپ کی اولاد ایک دوسرے سے اشرف واکمل ہوں گی۔ (ملفوظات شریف)

آپ مادر زاد ولی تھے، کاملین کو بچپن ہی سے آپ کی پیشانی میں ولایت کا نور نظر آیا تھا انہیں معلوم چل گیا تھا کہ تیرہویں صدی کا مجدد، غوث اور محی الدین یہی بچہ ہوگا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت کا بچپن میں لاڑکانہ میں کس جگہ قیام ہوتا تھا؟ اس سلسلہ میں فقیر کی معلومات یہ ہے کہ جامع مسجد شاہی بازار، لاڑکانہ کی قدیم مسجد ہے، سرہیہ قوم کے خان صاحب نے تعمیر کروائی تھی۔ اس مسجد میں مخدوم شہاب الدین منگریو امام و مدرس تھے، غالباً اسی مسجد میں حضرت نے قیام فرمایا تھا اور یہ وہی مخدوم ہیں جن کی مزار گوٹھ خیر محمد آریجہ میں مرجع خلائق ہے۔ مخدوم شہاب الدین سے پیشتر علامہ شیخ ابن یامین رحمۃ اللہ علیہ اسی مسجد میں مدرس و امام تھے، ان کی نامور علمی درسگاہ تھی، یہیں سے حضرت علامہ محمد محدث آریجوی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت پیر سائیں کے استاد) نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

افسوس کہ اس مسجد شریف پر وہابیت کا قبضہ ہوگیا ہے، قیام پاکستان کے بعد مولوی شفیق پٹھان چشتی سنی بن کر اسی مسجد کا امام بن گیا، حقیقت میں وہ وہابی تھا، اس کے بعد سے اسی فرقہ کے قبضہ میں ہے۔ قیام پاکستان سے قبل اس مسجد کے ساتھ میدان میں سرائے تھی ضلع لاڑکانہ کے علماء و مشائخ اور دیگر معززین جب شہر میں تشریف لاتے تو اسی سرائے میں قیام کرتے اور اسی مسجد میں نماز ادا فرماتے تھے۔ سرہیہ قوم کے اہل دل مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور ان کے سواری کے جانوروں کو بھی گھاس پوس دیتے تھے۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت کو اور آپ کے برادر اصغر حضرت سید مرتضیٰ علی شاہ کو جید

عالم اور کامل اکمل ولی حضرت علامہ حاجی فقیر اللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ واقع شکار پور (سندھ) میں داخل کیا گیا۔ حاجی صاحب کی درسگاہ سندھ کی نامور درسگاہ تھی۔ حاجی صاحب سندھ کے نامور فقیہ محدث و عاشق رسول حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ کے نہ صرف شاگرد رشید تھے بلکہ خلیفہ مجاز بھی تھے، اس کے علاوہ مخدوم صاحب کے استاد حدیث حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنفی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ (مشاہیر نمبر) ایک بار حضرت سید محمد بقا شاہ شہید اپنے فرزند ارجمند کو دیکھنے، تعلیم کا حال احوال لینے کے لئے شکار پور تشریف لے گئے اپنے خیال کے برعکس دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں، استاد صاب نہایت احترام سے پیش آ رہے ہیں اور نفیس و عمدہ طعام پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "جہاں طلباء کو اس طرح عمدہ کھانا ملتا رہے گا وہاں حصول تعلیم بمشکل ہے۔" آپ نے اسی وقت اپنے دونوں صاحبزادگان کو اس مدرسہ سے رخصت دلا کر حضرت مخدوم یار محمد قدس سرہ کی درسگاہ واقع کوٹری کبیر (ضلع نوشہرو فیروز) میں داخل درس کرایا۔ جہاں پر طلباء کے لئے فقر و قناعت کا سامان رہتا تھا۔ بعض اوقات فاقوں کی نوبت بھی آ جاتی تھی۔ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد منتہی کتب اور دورہ حدیث شریف کے لئے گوٹھ خیر محمد آریجہ ضلع لاڑکانہ میں استاد الکل حضرت علامہ محمد محدث آریجوی قدس سرہ کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ (اس مدرسہ میں حضرت شیخ العلماء علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری یوسف ثانی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ہالانی تحصیل کنڈیارو، آپ کے ہم درس تھے)۔ اور مقررہ نصاب کی تکمیل کے بعد فیض و فضیلت کی دستار حاصل کی اور رخصت یاب ہو کر درگاہ مقدس پر جلوہ افروز ہوئے۔ (ملفوظات شریف حصہ اول دیباچہ ص ۹)

آپ کے استاد علامہ آریجوی کا سلسلہ اساتذہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی تک اور اسی راستہ سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور پھر آگے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ (دیکھئے قاسم ولایت ص ۱۰)

بیعت و خلافت: حضرت پیر سائیں اور آپ کے برادر اصغر حضرت سید علی مرتضیٰ شاہ دونوں بزرگ کوٹری کبیر کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کے والد ماجد نے شیخ الشیوخ حضرت مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ کے صحبت یافتہ مرید حضرت مخدوم میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے پر دوران تعلیم مدرسہ کوٹری کبیر جا کر دونوں صاحبزادوں کو بیعت کیا اور ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی۔

حضرت فرماتے ہیں: (اسی مدرسہ میں دوران طالب علمی)، ذکر جہر نے مجھ پر اس قدر اثر کیا کہ از سرتا پا مو بہ مو، ذاکر بن گئے۔ (ملفوظات شریف حصہ ۳ ص ۲۲)

حضرت پیر سید محمد راشد سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد شیخ الاسلام والمسلمین، سید العارفین، واصل باللہ، امام الاتقیاء حضرت پیر سید محمد بقا شاہ لکیاری شہید المعروف پیر

سائیں پٹ ڈنی قدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف طیب مقام تحصیل کنگری) سے بیعت اور خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت پیر سائیں پٹ ڈنی بادشاہ (۱۱۹۸ھ) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں قطب الدوران شیخ المشائخ، سید الکاملین، حضرت حافظ مخدوم محمد اسماعیل جونیجو قدس سرہ الاقدس درگاہ پریان لوء شریف ضلع خیر پور میرس کے خلیفہ مجاز تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں مظہر غوث اعظم، قطب الارشاد، سید الاولیاء، حضرت سید عبدالقادر شاہ جیلانی کیمیائے نظر آخرین (خامس) درگاہ شریف پیر کوٹ (ضلع جھنگ صدر پنجاب) سے دست بیعت اور اجلہ خلفاء میں سے تھے۔

سجادہ نشینی: سید محمد راشد شاہ قدس سرہ اپنے والد ماجد مرشد مربی سید محمد بقا شاہ کی شہادت کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ کو سجادہ نشین بنے۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس (۲۸) برس تھی۔

(مخزن فیضان ص ۳۹۸)

خلفاء کرام و دیگر نامور مریدین: جس قدر آپ کے متوسلین اور مریدین کا حلقہ وسیع تھا اسی قدر آپ کے خلفاء کرام کی تعداد بھی کثیر تھی۔ آپ کا ہر خلیفہ اپنے مقام پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا۔ آپ کے خلفاء سے بھی مخلوق خدا بڑی تعداد میں فیضیاب ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے خلفاء کرام کی تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) تھی۔ (یدبیضاء ص ۴۴)

فقیر نے آپ کے متعلق کتب (ملفوظات شریف کبیر و مکتوبات شریف وغیرہ) سے کنگھال کر بعض خلفاء و اہل علم مریدین کے اسماء گرامی کی ایک لسٹ ترتیب دی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

1- حضرت خلیفہ سید حسن شاہ جیلانی بانی درگاہ سوئی شریف (ضلع گھوٹکی) اور آپ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ محمد صدیق قادری بانی درگاہ بھرچونڈی شریف تھے۔

2- حضرت خلیفہ سید جان محمد شاہ بخاری بانی درگاہ چھرائی شریف (اڈیرو لعل ضلع حیدرآباد) بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کے مریدوں کی کثرت علاقہ کیچ مکران میں ہے۔

3- حضرت عارف باللہ الودود خلیفہ محمود رحمۃ اللہ المعبود بانی درگاہ شریف محمودیہ (کڑیو گھنور تحصیل گولارچی ضلع بدین) آپ کے مریدین کی بڑی تعداد علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور بمبئی میں تھی۔ آپ ملفوظات شریف کے جامع ہیں۔

4- حضرت خلیفہ نبی بخش لغاری (مٹھی، ٹنڈو باگو ضلع بدین) آپ قادر الکلام صوفی شاعر تھے اور "خلیفہ نبی بخش جو رسالو" آپ کی نظم میں تصنیف ہے (مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)۔ آپ کے مریدین کی کثیر تعداد علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور دھوراجی میں آباد تھی۔ (مخزن فیضان)

5- خلیفہ محمد حسین مہیسر جامع "صحبت نامہ" مدفون گوٹھ دگا نو مہیسر تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ وغیرہ

وغیرہ تفصیل کے لئے رجوع کیجئے "آفتاب ولایت" احقر راشدی غفرلہ

تصنیف وتالیف: محترم ڈاکٹر سید خضر نوشاہی صاحب (ریسرچ اسکالر ہمدرد یونیورسٹی کراچی) حضرت کی تصانیف کے متعلق رقمطراز ہیں:

"آپ نے نہ صرف وعظ وتذکیر سے ظاہری علوم اور چشم فیض سے قلبی وروحانی اور باطنی عرفان کی دینی وعلمی خدمات انجام دیں بلکہ تصنیف وتالیف کے ذریعے بھی اس فریضہ کو بہ طریق احسن نبھایا۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات علم وعرفان کا بیش قیمت خزینہ ہیں جن سے صاحبان علم ودانش آج تک مستفیض ہورہے ہیں۔ یہ تصانیف علمی خزینے ہونے کے علاوہ اس دور کی تاریخ تہذیب وتمدن اور معاشرتی اقدار کی بھی آئینہ دار ہیں۔ جن سے آج کا طالب علم متذکرہ موضوعات کے لئے اخذ و استفادہ کرسکتا ہے۔ آپ کی تصانیف اب تک جو ہمارے علم میں آسکی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- مکتوبات شریف (فارسی): ارادت مندوں کی اصلاح وتعلیم کیلئے یہ طریقہ بہت مفید رہا ہے۔ مکاتب کے ذریعے مکتوب الیہ کو اہم امور کی تعلیم مختصر الفاظ میں دے دی جاتی ہے جو کہ تحریری شکل میں سند کا درجہ بھی رکھتی ہے اور ارادت مندوں کی طرف سے آنے والے سوالات کا جواب بھی .... چنانچہ اس طریق تعلیم سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ جہاں مختلف مسائل اور ان کا حل محفوظ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے نام اور مقام بھی محفوظ ہوگئے جو ان مکاتب میں مکتوب الیہ تھے۔ لٰہذا علمی وعرفانی اہمیت کے علاوہ ان مکاتب کی ایک حیثیت ادبی اور تاریخی بھی ہے"۔ مکتوبات شریف پر سندھی میں پروفیسر ڈاکٹر نذر حسین سکندری نے تحقیقی کام کرکے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

2- ملفوظات شریف (فارسی): آپ کی مجالس وعظ وتذکیر، سفر وحضر اور روزمرہ زندگی میں تبلیغ و تدریس اور تعلیم وتعلم ہی پیش نظر رہا۔ چنانچہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ نصیحت آمیز اور سبق آموز ہے۔ آپ کی زبان درخشاں سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ حقائق ومعارف کے گوہر آب دار ہیں۔ جنہیں آپ کے دو خلفاء نے انتہائی احتیاط اور عقیدت واحترام سے جمع کردیا تھا۔ چنانچہ خلیفہ محمود نظامانی اور خلیفہ محمد حسین مہیسر نے اپنے اپنے طور پر یہ باسعادت کام سرانجام دیا، اس طرح ملفوظات شریف کا یہ گراں مایہ گنجینہ محفوظ ہوگیا۔" اس ملفوظات شریف کا نام ہے "مجمع الفیوضات" فارسی میں دو جلدوں پر مشتمل، سندھ کے مختلف کتب خانوں میں قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ حضرت خواجہ علامہ مفتی محمد قاسم المشوری قدس سرہ نے پہلی بار اس ملفوظات کے نسخہ جات کو تلاش تحقیق تصحیح وتقابلی جائزہ کے بعد مستند نسخہ کے جلد اول کا سلیس سندھی

ادبی زبان میں ترجمہ کیا اور ۱۹۶۲ء میں حصوں کی صورت میں شائع فرما کر اس نعمت عظمیٰ کی اشاعت میں اولیت کا اعزاز حاصل کیا اور اس ترجمہ کا نام "نفحات الکرامات" تجویز فرمایا۔ "مجمع الفیوضات" مکمل اور صحبت نامہ کا ترجمہ آپ کے پروگرام میں تھا۔ لیکن مصروفیات کے ہجوم خصوصاً سوشلزم کے خلاف ملک گیر اور تاریخی تحریک چلانے کے سبب یہ کام ادھورے رہ گئے۔

ملفوظات شریف کی دوسری جلد کا ترجمہ محب اہل بیت مفتی در محمد سکندری مرحوم نے کیا۔ وہ بھی حصوں کی صورت میں شائع ہوا اور حال ہی میں "خانقاہ راشدیہ قادریہ" پیر جو گوٹھ سے تمام حصوں کو یکجا کر کے دو جلدوں میں اعلیٰ طباعت و کتابت سے مزین شائع کیا ہے۔ یہ جدید ایڈیشن کمپیوٹر پر کمپوز ہوا ہے۔

ڈاکٹر خضر نوشاہی صاحب لکھتے ہیں: "یہ ملفوظات شریف عرفان و تصوف اور علم و ادب کے طالب علم کی راہ نمائی کیلئے اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کے مطالعے سے روزمرہ زندگی کے معمولات سے لے کر دین و دنیا، ظاہری و باطنی اور معاشرتی و سماجی پہلوئے زیست کے ہر مسئلے کا حل مل سکتا ہے۔ یہ ملفوظات، صاحب ملفوظات کے حسن اخلاق، علمی تبحر اور باطنی کمالات کے بھی آئینہ دار ہیں اور ان کے فکر و عمل کی بھی عکاسی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ اس دور کی علمی و ادبی اور دینی تاریخ کو بھی اجاگر کرتے ہیں"۔

3- مخزن فیضان (اردو): صاحب طرز ادیب، نامور مصنف مولانا حکیم ابوالحسان محمد رمضان علی قادری صاحب (خطیب سنجھورو ضلع سانگھڑ سندھ) نے چھ حصوں (جدید ۲ جلدیں) کی تلخیص تیار کی، جس کو اردو کا جامہ پہنا کر بہت بڑا اعزاز حاصل کیا جو کہ "مخزن فیضان" کے نام سے موسوم ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ (طبع اول ۱۹۸۷ء)

4- صحبت نامہ (فارسی): یہ بھی حضرت قبلہ عالم کی ملفوظات شریف ہے، اس کو "ملفوظات صغیر" بھی کہتے ہیں۔ مؤلف آپ ہی کے فاضل خلیفہ حضرت میاں محمد حسین مہیسر رحمۃ اللہ علیہ (ضلع لاڑکانہ) تھے۔ یہ مختصر رسالہ ہے، خلیفہ صاحب نے ۸۳ (نقل) حکایات (ملفوظ) محفوظ کئے ہیں۔ سرمایہ اہل سنت محترم مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری (شاہ پور چاکر) نے سندھی ترجمہ کیا اور ابتدا میں حضرت قبلہ عالم کی سوانح حیات دینی ملی خدمات جلیلہ اور مسلک مبارک کو بڑی کوشش و کاوش سے تحریر فرمایا ہے جو کہ ۱۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

5- جامع الجوامع (فارسی لغت): ڈاکٹر نوشاہی صاحب رقمطراز ہیں:

"حضرت پیر سید محمد راشد شاہ، مورث اعلیٰ "خاندان راشدیہ" نے دینی و روحانی اور تبلیغی خدمات کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کا احصار کرنا بے حد مشکل اور ناممکن ہے۔

ان کی رفعت علمی کا کچھ اندازہ ان کی اس نادر روزگار لغات سے لگایا جاسکتا ہے جو اپنی نوعیت کی منفرد ترین لغت ہے، یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکی۔

جامع الجوامع ایک جامع ترین فارسی لغت ہے۔ اس میں کمال یہ ہے کہ ساتھ ساتھ بعض الفاظ کے مفاہیم کو سندھی زبان کے حوالے سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ کسی اور فارسی لغت میں یہ اہتمام نہیں ملتا۔ یہ نسخہ تین جلدوں میں محفوظ ہے۔ مصنف نے کتاب کو خاص ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ چنانچہ تمام الفاظ کو حروف تہجی کے تحت لکھا گیا ہے۔ اس میں پہلے دوسرے اور تیسرے حرف کی رعایت سے اس کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ حرف اول " کتاب " حرف ثانی کے لئے " باب " اور حرف ثالث کے لئے " فصل " کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔

ہمارے دور میں فارسی سے فارسی کی جامع ترین لغت " لغت نامہ دہخدا " ہے۔ ہم نے اس سے اس لغت " جامع الجوامع " کا موازنہ کر کے دیکھا تو الف ممدودہ کے الفاظ میں پہلے ہی صفحے پر ہمارے نسخے میں کئی زائد الفاظ موجود ہیں۔ مصنف نے الفاظ کے عربی، فارسی ہونے کی نشاندہی ع۔ ف سے کی ہے اور اپنے بتائے ہوئے مفاہیم اور معانی کی تائید اور تصدیق قدیم اساتذہ کے کلام، اشعار اور مصرعوں سے کی ہے، جس سے ان کی وسعت علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ لغت نویسی کے جدید ترین اصولوں کو اس دور میں انہوں نے ملحوظ رکھا ہے جو ایک اہم کارنامہ ہے ہر نئے حرف تہجی کے اعداد بہ حساب ابجد بھی بتائے ہیں۔ نیز الفاظ کے تلفظ کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ گویا کہ جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ سید حسام الدین راشدی مرحوم کے سندھی مقالات پر مبنی کتاب " ڳالهيون ڳوٺ و ٻن جون " مطبوعہ ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۶۰۲ پر اس کتاب کا نام " جمع الجوامع " بتایا گیا ہے۔ جب کہ اصل نسخے کی جلد اول کے ترقیمے میں کاتب نے اس کا نام " الجامع الجوامع " لکھا ہے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (سہ ماہی انشاء حیدر آباد سندھ ستمبر ۱۹۹۸ء)

ملفوظات شریف میں درج ہے کہ جب آپ جامع الجوامع کتاب پر کام کرتے تھے تو ساری ساری رات تحقیق فرماتے اور (روشنی کے لئے) دس موم بتیاں جلائی جاتی تھیں۔ (ملفوظات حصہ ۶)

6- شرح اسماء الحسنیٰ (فارسی): اس میں آپ نے باری تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کے ساتھ تعلق تخلق و تعبد بتایا ہے۔ سلوک کے موضوع پر ایک نادر الوجود کتاب ہے۔ حضرت قاضی فتح محمد نظامانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کا سندھی ترجمہ " تفسیر مفتاح رشد اللہ " میں شامل اشاعت فرمایا تھا۔ اس کے بعد اس پر کام نہیں ہوا حالانکہ قیام پاکستان کو ۵۶ سال گذر چکے ہیں۔ لہٰذا اس کا جدید ترجمہ اردو، سندھی میں آنا چاہیے۔

7- محبوبية المحمودية (فارسی): اس میں طریقت کے بیس (۲۰) مقامات و درجات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم امام العارفین کے افادات ہیں اور حضرت خلیفہ محمود نظامانی بلوچ قدس سرہ نے تحریر کئے ہیں اور قاضی فتح الرسول نظامانی نے سندھی ترجمہ کیا اور محمودیہ اکیڈمی درگاہ محمودیہ کڑیو گھنور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

8- کلام مرشد: آپ کی شاعری میں نعت اور عارفانہ کلام ہے جو کہ تمام سندھی زبان میں ہے۔ مولانا عبداللطیف قادری (پرانہ سکھر) نے ترتیب دے کر چھپوایا ہے۔ سندھی شاعری میں تخلص "سید"، "مرشد"، "راشد" اور فارسی میں "حسینی" تخلص استعمال فرمایا۔

جامعہ راشدیہ: حضرت امام العارفین، آفتاب ولایت، محی الدین، محی السنۃ، قاطع البدعۃ، حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی نور اللہ مرقدہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پرانی درگاہ شریف پر کھمڑ کے درخت کے نیچے درس و تدریس کا مشغلہ جاری فرمایا تھا۔ اس طرح "جامعہ راشدیہ" کی بنیاد پڑی اور نئی درگاہ (یعنی موجودہ درگاہ شریف) حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی نے تعمیر کروائی، درگاہ پر جامع مسجد وسیع و عریض صحن، خوبصورت باغ، عالیشان مہمان خانہ، اور عظیم مدرسہ آپ ہی کی یادگار ہیں۔ اور آگے جا کر اسی مدرسہ کا نام "جامعہ راشدیہ" معروف ہوا۔ اس سے ہمارے موقوف کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی مسجد شریف کی افتتاحی تقریب کے وقت آپ کے استاد محترم مخدوم یار محمد صدیقی نے بزبان فارسی تاریخی قطعہ کہا تھا اس میں بھی ایک مصرعہ میں مدرسہ کی جانب ارشاد ہے:

"مسجد و مدرسہ ذکر اشغال"

معلوم ہوا کہ مدرسہ راشدیہ کے بانی و مبانی حضرت پیر سائیں روزے والے خود ہیں یہ انہیں کا فیضان ہے جو کہ مدرسہ کی صورت میں آج بھی جاری و ساری ہے اور تشنگاہ علم کو خوب سیراب کر رہا ہے۔

جامعہ راشدیہ کی مسند تدریس پر وقت کے نامور اور جید علماء اہل سنت جلوہ افروز ہوئے اور اپنے اپنے دور میں مسلک حقہ اہل سنت کی خوب تبلیغ و اشاعت فرمائی اور آج اس درسگاہ کی تقریباً ستر (۷۰) شاخیں سندھ کے دیہات میں اپنے وسائل کے مطابق کام کر رہی ہیں۔

میروں کے دور حکمرانی میں قاطع شیعیت، مفتی اعظم خیر پور میرس، فخر اہل سنت حضرت علامہ محمد سعد اللہ انصاری نے جامعہ راشدیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ قیام پاکستان کے بعد قاطع نجدیت، مفتی اعظم پاکستان، سرمایہ اہلسنّت، حضرت علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی نے جامعہ میں درس و تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کا کام کیا اور شیخ الحدیث، پیکر تقدس، استاد العلماء، حضرت علامہ مفتی محمد تقدس علی خان قادری بریلوی نے جامعہ میں آخری عمر تک درس حدیث دیا۔ اس طرح افتخار اہل

سنت، سراپا فقیر، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صالح قادری مہر نے آخری دم تک درگاہ شریف کی مسجد شریف کی امامت، خطابت، جامعہ میں تدریس اور انتظامی امور باحسن طریقے سے ادا فرماتے رہے۔

جامعہ راشدیہ نے اپنے دور میں درس تدریس کے ذریعہ علماء اہل سنت کی ایک متحرک ٹیم تیار کی۔

حضرت امام العارفین کا فیضان جامعہ راشدیہ کی صورت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ تاقیام جاری رہے گا۔

وصال مبارک: امام العارفین، غوث العالمین، تیرہویں صدی کے مجدد برحق حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہ اقدس نے یکم شعبان المعظم ۱۲۳۴ھ بروز جمعة المبارک ۶۳ سال کی عمر میں واصل باللہ ہوئے۔ (ملفوظات شریف ج ۶ ص ۹۳)

آپ کا جسد پاک نورانی پرانی درگاہ شریف (گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو) میں دفن کیا گیا تھا لیکن بعد میں سیلاب کے خطرہ کے پیش نظر آپ کے پوتے حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶، جمادی الاول ۱۲۵۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۸۳۴ء کو یعنی ۱۶ سال کے بعد آپ کا تابوت منتقل کر کے نئی (موجودہ) درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ (پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس سندھ) میں دفن کیا گیا۔ (مخزن فیضان)

مزار مقدس پر ۱۹۶۹ء میں دوسری بار پیر پگارہ ہفتم کی زیر نگرانی ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی، عالیشان دلکش، قرآنی آیات سے مزین گنبد تعمیر ہوا۔ گنبد شریف اور مناروں پر خالص سونے کی چادر بچھائی گئی ہے۔ تاحال مزید تزئین و آرائش کا کام جاری ہے۔ (قاسم ولایت ص ۱۸۰)

حضرت خلیفہ محمود نظامانی قدس سرہ نے قطعہ تاریخ کہا اور "نــور هــادی مهــدی آخــر زمن" سے سن وصال نکالا۔ (ملفوظات شریف جلد ۶) فرماتے ہیں:

سال وصلش پر سیدم زجان
ساعتی درفکر ماند بعد ازان
گفت در تاریخ آن شافع بمن
نور هادی، مهدی آخر زمن

(۱۲۳۴ھ)

مولانا حکیم سید محمد شجاع لکیاری (لکی والے ضلع سکھر) نے تاریخ وصال اس طرح کہی ہے۔ جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا جس کے سبب شہادت ہوئی۔

واه محمد راشد راه نما شیخ و شباب
شد شهید از سم واصل گشت باحق درشتاب

سال تاریخ و مہ و روز وصال وقت گو
اول شعبان مرد طلوع آفتاب
(۱۲۳۴ھ)

(مشاہیر سندھ ص۲۴)

آپ کے وصال مبارک کے بعد درج ذیل سجادگان مقرر ہوئے۔ ان میں ہر ایک کو "پیر صاحب پگارہ" کہا جاتا ہے۔

1- حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی پیر صاحب تجر دھنی، پگارہ اول
2- حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر راشدی پیر صاحب بنگلہ دھنی ، پگارہ دوئم
3- حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ مسکین راشدی پیر صاحب تخت دھنی پگارہ سوئم بانی حرتحریک
4- حضرت پیر سید علی گوہر شاہ ثانی راشدی پیر صاحب مُھہ دھنی، پگارہ چہارم
5- حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی پیر صاحب کوٹ دھنی، پگارہ پنجم
6- حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید راشدی پیر صاحب پگ دھنی، پگارہ ششم، امام انقلاب

یہ وہی امام انقلاب پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید ہیں، جنہوں نے انگریز سپرنٹنڈنٹ جیل سے کہا تھا:
"شہادت تو ہمارے سر کا تاج ہے اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے"۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور، فروری ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۵)

حضرت پیر حزب اللہ شاہ راشدی (صاحب دیوان مسکین فارسی) کی مساعی جمیلہ سے جیسلمیر کی ہندو برادری "سلاوٹ" کے تمام افراد کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں آپ کے دست بیعت ہوئے۔ اس برادری کے بہت سے کنبے آج کل کراچی اور حیدرآباد میں رہائش پذیر ہیں۔ (مخزن فیضان) حیدرآباد سندھ میں اس خاندان کی جامع مسجد "سلاوٹ" بھی ہے جس پر وہابیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔

7- موجودہ پیر صاحب پگارہ ہفتم سید شاہ مردان شاہ عرف سکندر علی شاہ راشدی (صدر فنکشنل مسلم لیگ پاکستان و معروف سیاستدان) اسی دربار شریف کے سجادہ نشین ہفتم اور جامعہ راشدیہ کے چانسلر ہیں اور جامعہ راشدیہ کے فاضل علماء آپ ہی کی نسبت "سکندری" کہلواتے ہیں۔

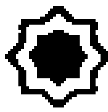
اس آستانہ، مرکز رشد و ہدایت، منبع فیوض و برکات پر موجودہ پیر صاحب کی سرپرستی میں "شرعی عدالت" بھی قائم ہے، جہاں قاضی حضرات شرعی فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ پیر صاحب کی طرف سے "حر جماعت" کو خصوصاً تاکید ہے کہ وہ اپنے ذاتی خاندانی تنازعات، جھگڑوں میں کورٹ کچہری و

تھانہ وغیرہ کے چکروں میں نہیں پڑیں، بلکہ وہ اپنے پیر خانہ پر علماء کی جانب رجوع فرما کر اپنا مسئلہ حل کرائیں اس طرح ہزاروں روپے ضائع ہونے سے بچتے ہیں اور وقت بھی۔

عرس مبارک: دربار مقدس "راشدیہ" (پیر جوگوٹھ ضلع خیر پور میرس) پر ہر سال ۲۷، رجب المرجب کی شب کو جشن معراج النبی ﷺ اور عرس مبارک امام العارفین نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے جو کہ بدعات خرافات وغیر شرعی افعال سے بالکل پاک خالص روحانی ماحول ہوتا ہے۔ جس میں لاکھوں فرزندان اسلام شریک ہوتے ہیں۔

۲۷، رجب المرجب کو بعد نماز فجر "جامعہ راشدیہ" کے فارغ التحصیل طلباء کی دستار فضیلت ہوتی ہے۔ عطا کردہ سند الفراغ پر اساتذہ واکابر علماء کے علاوہ چانسلر پیر صاحب پگارہ کی بھی دستخط ہوتی ہے۔

اس عظیم الشان روحانی وجدانی اور عرفانی محفل میں ملک بھر کے جید علماء نامور خطباء اور مشائخ اہل سنت شرکت فرماتے ہیں۔ رات بھر حمد ونعت، ذکر واذکار، وعظ ونصیحت اور صلوٰۃ وسلام کی گونج ہوتی ہے، جس میں روح کی خوب ترقی اور نفس کی اصلاح کا زبردست سامان ہوتا ہے، جو سالکان طریقت ایک بار شرکت کرتے ہیں، وہ سال بھر اس محفل پاک میں شرکت کے انتظار میں رہتے ہیں۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے راقم کا مقالہ "آفتاب ولایت")



تاجدار ولایت حضرت پیر سید محمد یاسین راشدی

شیخ المشائخ، سراج العارفین، قطب الاقطاب، مخزن علوم سبحانی، معدن فیوض ربانی، عارف باللہ حضرت سید محمد یاسین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب جھنڈے دھنی اول بن امام العارفین، آفتاب ولایت حضرت سید محمد راشد شاہ المعروف پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہ العزیز گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو عرف پرانی درگاہ تحصیل پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس (سندھ) میں ۱۲۱۲ھ کو تولد ہوئے۔ شجرہ مبارکہ کی رو سے امام العارفین کے صاحبزادوں میں آپ کا چوتھا نمبر تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام العارفین کی زیر سرپرستی میں آستانہ معلّی پر درسی تعلیم حاصل کی۔

بیعت وخلافت: اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے انہی کی صحبت میں پروان چڑھے۔ مقامات سلوک طے کئے، مجاہدے وریاضتیں کیں۔

جھنڈے دھنی کا مطلب: امام العارفین قدس سرہ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ اول رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے جس کے سبب "پیر پگارہ اول" کہلائے اور جھنڈا اپنے بھائی پیر سید محمد یاسین شاہ کے سپرد کیا جو کہ "پیر صاحب جھنڈے دھنی" کے نام سے موسوم ہوئے۔ افغانستان کے بادشاہ تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے یہ "جھنڈا" سندھ میں اشاعت شریعت و تبلیغ اسلام کے اعتراف میں امام العارفین قدس سرہ کی خدمت اقدس میں از راہ عقیدت و احترام پیش کیا تھا۔ (مہران نقش ۲۰۴)

پیر صاحب جھنڈے دھنی، صاحب العلم اول کے علاوہ "مکانات والے" بھی آپ کو کہا جاتا ہے جس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے مختلف دیہات (گوٹھوں) میں قیام کیا تھا۔ مثلاً: گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو، فرید آباد نزد ڈوکری اس کے بعد ٹھلاء شریف اور آخر میں سعید آباد (ہالا، حیدرآباد) کے نزد ایک گوٹھ قائم فرمایا جہاں مستقل سکونت اختیار کی جس نے آپ کے حوالہ سے "درگاہ شریف پیر سائیں جھنڈے دھنی" کے نام سے برصغیر میں شہرت حاصل کی۔

اولاد: آپ کو سات صاحبزادے تولد ہوئے:

1- سید امام الدین شاہ لاولد 2- سید محمد راشد شاہ لاولد

3- سید فضل اللہ شاہ شہید سجادہ نشین اول، جھنڈے دھنی دوئم لاولد

4- غوث الزمان حضرت پیر سید رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر سائیں بیعت دھنی، جھنڈے دھنی سوئم، مدفون درگاہ جھنڈا شریف

5- حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ راشدی جامع ملفوظات متوفی ۱۳۳۲ھ مدفون ٹھلاء شریف

6- حضرت پیر سید صدیق الرسول شاہ راشدی مدفون ٹھلاء شریف

7- حضرت پیر سید محمد فاضل شاہ راشدی (شجرہ مبارکہ سادات راشدیہ)

خلفاء: آپ سے ہزاروں کی تعداد میں عوام و خواص بیعت تھے۔ ان میں علماء و مشائخ، قاضی، سادات اور زمیندار وغیرہ سبھی شامل تھے۔ آپ کے خلفاء کے متعلق معلومات نہ مل سکی اس لئے فقیر نے آپ کی ملفوظات شریف کی ورق گردانی کی جہاں تک مجھے اسماء گرامی دستیاب ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

- حضرت خلیفہ مراد علی نظامانی بلوچ۔ ماتلی
- خلیفہ الہ داد نظامانی
- خلیفہ سید محمد یعقوب شاہ
- خلیفہ عبداللہ نظامانی گوٹھ راجو نظامانی ضلع بدین
- خلیفہ محمد ابوبکر
- خلیفہ محمد ذاکر
- سید شاہ رکن بن سید فیض محمد راشدی شاہ جو گوٹھ نودیرو ضلع لاڑکانہ

۞ مولانا قاضی عبدالرسول

تصنیف وتالیف: رات بھر عبادت اور دن میں مریدین کی تربیت اور اس پر مستزاد یہ کہ کئی کئی ماہ تک دور دراز علاقوں کا تبلیغی وروحانی دورہ کرنا، جس کے سبب آپ انتہائی مصروف رہا کرتے تھے۔ اس کے باوجود ایک کتاب تحریر فرمائی:

۞ صراط الطالبین (فارسی): آپ نے مرشد مربی کے وصال کے بعد سلوک اور روحانی تربیت پر مشتمل یہ بے مثال کتاب تحریر فرمائی۔ اس میں طالب حق کو ذکر شریف کے چھ اقسام اور فکر کے انیس (۱۹) اقسام بڑی تفصیل سے سکھانے کا اہتمام فرمایا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: " کسی کامل سے اجازت لے کر صراط الطالبین کا مطالعہ کریں اور وظائف میں مشغول ہوں تو سراپا فیض بن جائیں گے"۔
(ملفوظات شریف ص ۳۷)

میرے علم کے مطابق اس کتاب کا پہلا سندھی ترجمہ آپ کے صاحبزادے سید ہدایت اللہ شاہ نے کیا جو کہ قدیمی سندھی ہے، اس کے بعد حضرت قاضی فتح محمد نظامانی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا اور مفتاح رشد اللہ میں شامل کیا، اس کے بعد مفتی غلام محمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مدرس جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف نے ترجمہ کیا جسے درگاہ مشوری شریف کے شعبہ نشر واشاعت نے ۲۰۰۱ء کو شائع کیا اور اب ادارہ قاسم العرفان کراچی نے اردو ترجمہ کی نوید سنائی ہے۔

۞ ملفوظات شریف (سندھی): آپ کے احوال، ارشادات، آداب، اخلاقیات اور درس سنت نبوی پر مشتمل ہے۔ جس کے مطالعہ سے زندگی بنتی سنورتی نظر آتی ہے۔ پیر کامل کی عظمت بھی واضح ہو رہی ہے کہ انہوں نے مریدین کی کس نہج پر تربیت وتعلیم فرمائی۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت مختصر ہے۔ اس مجموعہ کے مرتب وجامع آپ کے صاحبزادے حضرت سید ہدایت اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شاعری: "ملفوظات شریف پیر سائیں جھنڈے دھنی اول" کے آخر میں بارہ صفحات پر آپ کی شاعری پھیلی ہوئی ہے جو کہ تمام سندھی زبان میں ہے۔ آپ کا پیغام صوفیانہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو پہچانے اور اپنی سوئی ہوئی صلاحیت کو اجاگر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ من کی دنیا سے لاتعلق ہو کر بیگانہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ شاعری میں سوز وگداز ومٹھاس دیدنی ہے۔ "سید" تخلص اپنایا ہے۔

عادات وخصائل: حضور سیدنا امام العارفین قدس سرہ العزیز پوری زندگی میں سنت مبارکہ پر سختی سے کاربندر ہے اور ہر حال میں سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنے عمل سے زندہ رکھا۔ آپ کی اسی ادا کو خلف رشید حضرت پیر صاحب جھنڈے دھنی نے زندگی بھر قائم

ودائم رکھا۔ اپنی زندگی کو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے بچا کر، انتہائی سادگی، سخاوت، توکلت علی اللہ اور فاقہ کشی سے سجایا۔ مسکینی کو سنت نبوی سمجھ کر سینے سے لگایا۔ نہ مسند تھی، نہ مخصوص قسم کا آرائش سے لدھا ہوا کمرہ تھا۔ سارا دن طالبان حق کے ساتھ معمولی چٹائی پر اللہ عزوجل کے گھر کچی مسجد شریف میں بسر کرتے تھے۔ جو ہوتا راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

ایک بار آپ نے تشکر نعمت کے طور پر فرمایا: "مجھ سے مرشد کریم کی تمام متابعت (پیروی) پوری ہوئی ہے"۔ (ملفوظات شریف ص ۲۲)

آپ فرماتے ہیں: "دین کے علماء وہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی متابعت نصیب ہوئی اور وہ جنہوں نے اسے ترک کر دیا وہ ظاہر کے علماء ہیں بلکہ در حقیقت وہ علماء نہیں ہیں"۔ (ص ۹۴)

ایک بار ایک ہزار روپیہ جمع ہوا تو آپ نے فرمایا: "دل پر گرانی محسوس ہو رہی ہے" یہاں تک کہ پوری رقم راہ خدا میں خرچ کر دی پھر فرمایا: "اب گرانی ختم ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے"۔ (ص ۶۲)

ایک بار ایسا وقت بھی آیا کہ ایک پورا ماہ فقر و فاقے میں بسر ہوا، مہینہ بھر گھر میں چولہا نہیں جلا، بلکہ چنے یا میٹھی روٹی یا پھر فاقہ پر وقت گذرتا تھا لیکن اس کے باوجود جماعت پر شوق و ذوق کا غلبہ تھا۔ (ص ۴۷)

ہے معرفت کا راستہ شمشیر برہنہ
کانٹوں کی راہ چلتا ہے ہر عاشق جلیل
خود سید الرسل پہ تھے کفار خشت زن
ڈالے گئے تھے آگ میں اللہ کے خلیل
اے رہروان راہ طریقت! خدا گواہ
ٹکرائے گا جو تم سے وہ ہو جائے گا ذلیل

ایسے مسکینی کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا اور طبیعت میں بے نیازی تھی۔ دین کا وہ درد و جذبہ تھا کہ اپنی فکر نہیں، احساس ہے تو امت مسلمہ کا کہ ان تک دین کا پیغام پہنچائیں، غافلوں کو بیدار کرنا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا، مالک کا در بھولنے والوں کو، مالک کی محبت کو جگانے کے لئے نہ معلوم کہاں کہاں تک دور دراز ریتی کے ان علاقوں میں قدم رنجہ فرمایا کہ انسانوں میں دہشت و بربریت تھی، کوئی نماز پڑھنے والا نہیں، کہیں پانی عدم دستیاب تو کہیں بھوک افلاس سے انسان نڈھال تھے۔ سب کی دلجوئی فرمائی اور محبت اکسیر سے بے مثال انسان تراشے۔ ان دنوں میں نہ پکے راستے تھے اور نہ ہی سفر کی سہولت کے لئے ٹرین و کوچ سرِ زمیں تھی لیکن آپ نے تاحیات دور دور علاقوں تک سفر کر کے انسانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا نہ صرف یاد دلایا بلکہ روحانیت کی چاشنی سے سرفراز فرمایا اور طالبان حق کی ایسی

تربیت فرمائی کہ انہوں نے بھی ہر آڑے وقت میں بھی ہمت مردان سے کام لیتے ہوئے بے مثال نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سائیں بیعت دھنی (آپ پر فقیر نے ایک جدا کتاب تحریر کی ہے جو کہ درگاہ مشوری شریف سے چھپ چکی ہے) کی ذات والا اس قدر فیاض تھی کہ سندھ کا اکثر حصہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو چکا تھا جس میں علماء کرام و مشائخ عظام کی کثرت تھی۔

دین محمد وفائی لکھتا ہے: "پیر صاحب ترک و توکل کے مالک تھے، تسلیم و رضا کے مجسمہ تھے، رضا الٰہی میں فنا کے مقام کو پہنچے ہوئے تھے۔ توکل کی یہ حالت تھی کہ مسلسل فاقوں (بھوک) کی کیفیت رہتی لیکن اس کے باوجود کسی کے سامنے سوال نہیں کرتے، جماعت کو یاد الٰہی کی تربیت دیتے اور اذکار میں مشغول فرماتے تھے۔ نماز کی پابندی اور قادری سلسلہ کے اذکار کا سختی کے ساتھ انتظام و اہتمام فرماتے تھے۔ سندھی زبان میں کبھی کبھی کافی (شاعری کی ایک صنف) گن گناتے تھے جس میں تصوف اور عشق الٰہی کی رموز بیان کی گئی ہیں۔ سندھ کے ٹالپر حکمران میر نور محمد خان ولد میر نصیر خان ٹالپر حیدرآبادی نے حضرت پیر صاحب سے گذارش کی کہ لنگر خانہ کے لئے جاگیر قبول فرمائیں۔ لیکن آپ نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا۔ آپ ہمیشہ کی طرح توکل پر گذارا کرتے تھے۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ: "مرشد کو چاہیئے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مالک عزوجل سے غافل نہ ہو"۔ (ملفوظات شریف ص ۷۲)

وصال: حضرت تاجدار ولایت پیر سائیں سید محمد یاسین شاہ راشدی نے زندگی کا آخری بار ساڑھے چار ماہ کا روحانی دورہ فرمایا لاکھوں بندگان خدا زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ اسی سفر کے دوران راجو خانانی گوٹھ میں ۱۵، رجب المرجب ۱۲۷۵ھ/فروری ۱۸۵۹ء، بروز ہفتہ، بوقت اشراق ۶۲ سال کی عمر میں مطابعت نبوی میں حقیقی سفر کا پیغام آیا اور آپ واصل باللہ ہوئے۔

اس وقت مریدین، خلفاء کے علاوہ آپ کے تین صاحبزادے حضرت پیر سید رشید الدین شاہ، حضرت پیر سید ہدایت اللہ شاہ، حضرت پیر سید صدیق الرسول شاہ اور خواہر زادہ (بھانجہ) پیر میاں سید عبدالرسول شاہ راشدی بھی موجود تھے۔ راجو نظامانی تحصیل گولارچی ضلع بدین میں تدفین عمل میں آئی۔ لیکن ایک سال گذرنے کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے و جانشین پیر سید فضل اللہ شاہ راشدی شہید نے جسم مبارک کو نکال کر لاڑکانہ لے کر آئے اور باقرانی اسٹیشن کے بالمقابل درگاہ ٹھلاء شریف (پیر جو گوٹھ) میں مسجد شریف کے شمال میں دفن کیا۔ آپ کی مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ (ملفوظات شریف ص ۱۰۵ مطبوعہ ۱۹۸۰ء)

ایک سال کے بعد جب آپ کا جسم مبارک قبر سے باہر لایا گیا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی تازہ وضو کر کے آرام فرما رہے ہیں، تر و تازہ نورانی چہرہ مبارک دیکھ کر دل باغ باغ ہو رہا تھا۔

وصال کے بعد: آپ کے وصال کے وقت آپ کے صاحبزادے حضرت پیر سید رشید الدین شاہ عمر کے چھوٹے تھے، بعد میں سلوک طے کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ ایک روز چچا جان کے پاس پہنچے، عرض کی، انہوں نے فرمایا: برخودار! جمعہ کو آنا۔ عشق و محبت کے غلبہ کے سبب بے آرام ہو گئے۔ عاشق صادق سے تاخیر برداشت نہ ہو سکی افسردہ ہوئے دل بھر آیا، مسجد شریف میں آ کر جی بھر کر گریہ فرمایا۔ جب نیت سچی تو منزل آسان ہوتی ہے یہاں بھی یہی ہوا، آنکھوں سے آنسوں کی جھڑی لگنے کی دیر تھی کہ آواز آئی: بیٹا رشید الدین شاہ! آپ فرماتے ہیں کہ آواز میں کشش و اپنائیت کے سبب دل کھینچا جارہا تھا سر اٹھایا آنکھیں صاف کر کے کیا دیکھتا ہوں کہ والد ماجد مرشد مربی حضرت پیر سائیں محمد یاسین شاہ راشدی مزار شریف سے کمر تک نمایاں کھڑے ہیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: بیٹا! کیوں رو رہے ہو؟ میں نے پوری حقیقت بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! کیوں اِدھر اُدھر بھاگتے ہو ہم اس کھڑکی سے اس طرح فیض تقسیم کرتے ہیں (یہ کھڑکی درگاہ ٹھلاء شریف میں مسجد شریف میں ہے، کھڑکی مزار شریف کی طرف کھلتی ہے) قریب آ تجھے طریقت ہم طے کرائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعد میں کتاب "صراط الطالبین" لے کر روزانہ مزار شریف پر حاضر ہوتا، مزار شریف کے سامنے کھڑکی کے پاس بیٹھ کر سبق لیتا تھا۔ اس طرح پوری طریقت مبارکہ چالیس روز میں طے کی۔ سبحان اللہ! (پیر سائیں جھنڈے دھنی ثالث ص ۹)

پیر کامل صورتِ ظلِ الٰہ   یعنی دید پیر دید کبریا
فیض حق اندر کمال اولیاء   نور حق اندر جمالِ اولیاء

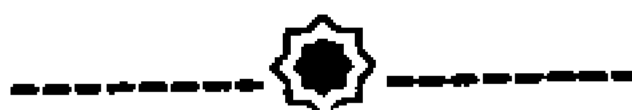
اس حکایت سے چند مسئلے واضح ہوئے کہ:

1- جب کوئی طالب حق آئے تو بغیر دیر کے تلقین کرنی چاہئے۔
2- حضرت پیر سائیں نہایت سخی ہیں کہ وصال کے بعد بھی فیض بانٹ رہے ہیں فقط کوئی لینے والا ہو۔
3- اللہ والوں کو اپنی اولاد کس قدر عزیز ہے کہ ان کا غم انہیں شاق گذرتا ہے۔
4- اولیاء اللہ بعد وصال بھی مزار شریف میں زندہ جاوید ہیں اور طالب حق کو فیض پہنچاتے ہیں اور مشکل کے وقت زائر کی مشکل کو حل کرتے ہیں باذن اللہ تعالیٰ۔

آخوند احمد ہالا والے مرحوم نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

دل باٰء و نالہ بعد البعد منہ
گفت: آہ باللہ رضی اللہ عنہ

۱۲۷۵ھ



شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد حسن جان مجددی فاروقی

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کے صاحبزادے سجادہ نشین اور ٹنڈو سائیں داد میں سرہندی مجددی آستانہ کے خورشید ضیاء بار، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر علم، ظاہری و باطنی کے شاہ سوار حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی۔

۶ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کو افغانستان کے شہر قندھار میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب آپ کے والد گرامی نے قندھار سے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ بھی اس سفر ہجرت میں ان کے ہمراہ تھے، اس سے قبل ۱۸۸۰ء میں جب افغانستان میں فرنگی استعمار کے خلاف علماء اور مشائخ نے جہاد کا اعلان فرمایا تو آپ نے بھی اپنے والد کے ہمراہ اس جہاد میں بھرپور طریقہ سے عملی طور پر حصہ لیا اور انگریزوں کے ایجنٹوں کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھرپور مردانہ وار مقابلہ کیا۔

تعلیم وتربیت: اپنی تعلیم کے متعلق خود آپ نے اپنی تصنیف " تذکرة الصلحاء " میں جو لکھا ہے اس کے مطابق سورۃ انا انزلنا آپ نے حضرت ملا میر اعظم افغان علی زئی معروفی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اس کے بعد چند فارسی کتب ان کے صاحبزادے حضرت ملا باز محمد سے پڑھیں اس کے علاوہ جب سندھ کے ایک گاؤں ٹکھڑ میں آپ نے ۱۲۹۷ھ میں ہجرت کے بعد قیام فرمایا تو یہاں کے مشہور عالم حاجی لعل محمد معلوی (مٹیاری والے) سے بھی کچھ عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد جب آپ اپنے والد کے ہمراہ گئے تو وہاں مکہ معظمہ کی مشہور دینی درسگاہ "مدرسہ صولتیہ" جس کے بانی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن کی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی، ضعف پیری کے باعث وہ خود نہیں پڑھاتے تھے، بلکہ شہر کے معروف اور مشہور علماء وہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے چنانچہ اس مدرسہ میں مولانا نور محمد صاحب سے آپ نے کچھ اسباق پڑھے۔ اس کے علاوہ مکہ معظمہ میں عرب شریف کی ایک بڑی اہم اور برگزیدہ شخصیت اور عالم اسلام کے ایک نامور عالم اور محقق حضرت علامہ سید شیخ احمد زینی دحلان (مصنف الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ) کی خدمت میں اپنے والد گرامی کے حکم سے حاضر ہو کر احادیث کا سماع کیا اور علم حدیث کا ان سے اکتساب کیا۔

سند حدیث: آپ نے حدیث کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری کا درس سبقاً سبقاً اپنے والد گرامی سے لیا اور انہی سے اس کی سند حاصل کی آپ کے والد گرامی کو سند حدیث حضرت خواجہ ابوسعید کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبدالغنی دہلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی، اس کے علاوہ ۱۳۲۰ھ

میں آپ کے والد ماجد کی ملاقات حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ایک متبحر عالم حدیث شیخ محمد ابونصر شامی دمشقی سے ہوئی ان سے بھی آپ نے حدیث مسلسل بالروایہ کی اجازت حاصل کی۔

حفظ قرآن: آپ کو بچپن سے حفظ قرآن کا شوق دامن گیر تھا، ایک روز اپنے اس شوق کا اظہار اپنے والد گرامی سے کر دیا، انہوں نے جواب میں حافظ شیرازی کا یہ مصرعہ پڑھا کہ

"عشق آساں نمود اول و لے افتاد مشکلہا"

اور فرمایا کہ یہ آسان کام نہیں تم اپنی تمام توجہ تحصیل علوم دینیہ کی طرف رکھو۔ لیکن اس ممانعت کے باوجود آپ کا یہ شوق کم نہ ہوا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا اور آپ نے خاموشی سے قرآن کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ باوجود اس کے کہ عربستان میں گھر کے کام کاج، سودا سلف لانے کی ذمہ داری، مدرسہ میں دینی تعلیم کے حصول اور بقیہ اوقات میں طواف اور عمرہ جیسی عبادات کی ادائیگی میں بے پناہ مصروفیت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب جب وقت تھوڑا سا ملتا آپ حفظ میں مصروف ہو جاتے اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک نشست میں تین تین چار چار رکوع بعض دفعہ آدھا آدھا سپارہ یاد کر کے اٹھتے۔ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں والد گرامی کو خبر نہ ہو جائے آپ نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں نے حفظ شروع کر دیا ہے، جب بائیس پارے آپ نے حفظ کر لئے تو اس وقت لوگوں کو خبر ہوئی جب یہ اطلاع آپ کے والد گرامی کو پہنچی تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جب آپ نے مکمل حفظ کر لیا تو انہوں نے اس خوشی میں ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا اور احباب کو کھانا کھلایا۔

درس مکتوبات: آپ نے علوم باطنیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی، چنانچہ اس سلسلہ میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا درس سبقاً سبقاً اپنے والد ماجد سے لیا، آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد حسین فرماتے تھے کہ ٹکھڑ کے قیام کے زمانے میں ہم دو بھائی اور حضرت عبدالقدوس (المعروف شیریں جاں) اور چوتھے سید حاجی اسد اللہ شاہ ٹکھڑ والے حضرت سے ایک ساتھ مکتوبات پڑھا کرتے تھے۔

مذہبی و علمی خدمات: آپ علم و معرفت کے ایک بحر ناپید کنار تھے۔ اپنے اس علم و حکمت سے آپ نے مخلوق کو وعظ و ارشاد کے ذریعہ بھی فائدہ پہنچایا اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی۔ آپ قلم برداشتہ بڑی فصیح اور سلیس فارسی اور عربی تحریر فرماتے تھے آپ کی بہت سی تصانیف کے علاوہ وہ بے شمار خطوط بھی ہیں جو آپ نے احباب کے خطوط کے جواب میں وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے اس میں بہت سے آپ کے صاحبزادے پیر ہاشم جان سرہندی نے جمع فرمائے تھے۔ یہاں آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی علمی، سماجی، سیاسی اور مذہبی خدمات کا بخوبی

اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

1- شفاء الامراض: عربی زبان میں لکھی گئی اس تصنیف میں آپ نے ابتداء سر سے لے کر پاؤں تک تمام امراض بدنیہ کا روحانی علاج یعنی تعویذات، وظائف اور ادعیہ ماثورہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد دیگر مشکلات اور قضائے حاجات کے لئے دعاؤں اور وظائف کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں بعض ایسے وظائف اور عملیات بھی ہیں جو آپ کو اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ سے حاصل ہوئے تھے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ابھی تک ٹنڈو سائیں داد کے تاریخی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت آپ نے ۲۳، جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ میں حاصل کی۔

2- انیس المریدین: آپ کی یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں سلوک طریقہ نقشبندیہ کے متعلق بڑی نفیس ابحاث کے علاوہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کے حالات و واقعات، معتقدات، کرامات، اخلاق و عادات، ملفوظات وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۶ھ میں آپ نے تصنیف فرمائی اور ۱۳۲۸ھ، ۱۹۱۰ء میں مطبع مجددی امرتسر سے شائع ہوئی۔

3- اَنسابُ الانجاب: یہ علم تاریخ کی کتاب ہے۔ جس میں آپ نے حضرت امام ربانی سے لے کر اپنے زمانہ تک کے تمام خاندان مجددیہ کے افراد کے شجرہ نسب ذکر فرمائے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہر ایک کے مختصر سے حالات اور سن وفات وغیرہ بھی تحریر فرمائے ہیں۔ ۲۶، رجب ۱۳۴۰ھ بروز اتوار اس کتاب کی تصنیف سے آپ فارغ ہوئے۔

4- اَلاصول الاربعہ: مونس المخلصین کے مصنف حضرت آغا عبداللہ جان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں جب وہابی، نجدی اور دیوبندی عقائد یہاں سندھ میں آنے لگے اور سندھ کے بعض علماء مثلاً دین محمد وفائی نے تقویت الایمان کا سندھی ترجمہ کر کے توحید الایمان کے نام سے شائع کر کے اس فرقہ کے عقائد کو پھیلانا شروع کیا تو آپ اس کے خلاف کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس فرقہ کے عقائد کے رد میں "الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ" کے نام سے یہ کتاب تصنیف فرمائی، جسے اپنے خرچ پر آپ نے چھپوا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرایا۔ اس زمانہ میں امرتسر سے "الفقیہ" اخبار نکلتا تھا۔ اس میں بھی اس کتاب کا اشتہار شائع ہوا۔ یہ کتاب نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے بہت سے ممالک میں مشہور و مقبول ہوئی اس کتاب کے دیباچہ میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے اور وہابی عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

" مخفی مباد کہ دریں زماں فرقہ از اہل ہوا در اسلام پیدا شدہ است کہ خود اہل حدیث می

نامندو در مقابلہ اہل سنت والجماعت خصوصاً مقلدین مذہب حنفیہ کارروائی ہائے مخالفانہ بہ پیمانہ اعلیٰ بعمل می آرند و در پیش اطفائے نور ملت و مذہب بجاں کوشاں اند بسا عوام را در دام فریب خود آوردہ ہم مشرب خود نمودہ اند الحاصل اصول ما بہ النزاع درمیان مقلدین و غیر مقلدین چہار چیز است التعظیم لغیر اللہ تعالیٰ، التوسل بارواح الصلحاء والاستمداد منھا، الندا للغائب وسماع الموتی الاتباع والتقلید لارباب المذھب الاربعۃ، این چہار چیز را وہابیہ شرک وکفر بدعت میدانند چناچہ در عقائد آنہا بحوالہ کتب آنہا ذکر یافت، واہل السنۃ والجماعت مقلدین مذاہب اربعہ این ھر چہار چیز را مباح ومسنون وواجب میدانند الحال بر ما مقلدان لازم است کہ دلائل اباحت وتسنن ووجوب امور معلومہ از روئے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ ﷺ واقوال وافعال سلف صالح وجمہور علمائے امت مرحومہ ثابت کنیم"۔

یہ تصنیف ۱۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ بروز پیر اختتام کو پہنچی۔ مولانا عبدالستار سعیدی (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے اس کا اردو ترجمہ کیا جسے حسن جان سرہندی اکیڈمی حیدرآباد نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا، اس کے بعد رضا دارالاشاعت، لاہور نے دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ اس طرح اصل عربی کے استنبول ترکی سے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس کتاب پر سندھ و بلوچستان کے ۱۳ جید و اکابر علماء اہل سنت نے زوردار تقاریظ رقم فرمائی، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- بحر العلوم علامہ مولانا حاجی لعل محمد صاحب ٹیاروی
2- علامۃ الدھر رئیس العلماء مولانا محمد حسن صاحب قادری سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف و مفتی بلوچستان
3- عمدۃ المحققین مولانا مفتی محمد قاسم صاحب گڑھی یاسین ضلع شکارپور
4- تقریظ منظوم علامہ مفتی حافظ محمد ابراہیم صاحب یاسینی ناظم جمعیۃ الاحناف صوبہ سندھ
5- علامہ مولانا خادم حسین صاحب جتوئی بھلیڈنہ آباد ضلع جیکب آباد
6- قدوۃ السالکین علامہ مخدوم بصر الدین صاحب سیوہانی سیوہن شریف
7- علامۃ العصر، رأس العلماء مولانا عبدالباقی صاحب قاضی بلاد سندھ و بلوچستان و سجادہ نشین درگاہ ہمایون شریف ضلع جیکب آباد
8- مولانا عبدالقیوم صاحب بختارپوری ناظم نظام العلماء صوبہ سندھ
9- فاضل محقق مولانا مفتی صاحبداد خان صاحب سلطان کوٹی مدیر رسالہ الھمایون
10- غواص بحر الحقائق، حضرت علامہ مولانا محمود صاحب سجادہ نشین درگاہ فضل الہیہ پاٹ شریف

ضلع دادو

11- جناب صاحبزادہ محمد معصوم صاحب خلف رشید حضرت سجادہ نشین صاحب درگاہ خنیاری شریف ضلع نواب شاہ

12- عالم مدقق مولانا مولوی عبدالستار صاحب صدر مدرس مدرسہ الہ آباد نزد صحبت پور ضلع سبی بلوچستان

13- عالم متین مولانا مولوی قمرالدین صاحب عطائی مہیسر مدیر رسالہ مہیسر ضلع لاڑکانہ

5- طریق النجات: اس زمانہ میں آزاد خیال لوگوں کا ایک فرقہ پیدا ہوگیا تھا جو اپنے آپ کو "نیچریہ" کہتے تھے، اور یونانی فلاسفر کی طرح ہر اسلامی بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے، اور اگر ان کی ناقص عقل میں کوئی چیز نہ آتی تو اس سے انکار کر دیتے تھے، چنانچہ انہوں نے حضور کی جسمانی معراج، عذاب قبر، میزان، اعمال اور دیگر بہت سے عقائد شرعیہ کا انکار کر دیا، اس فرقہ کے سربراہ ہندوستان میں سرسید احمد خاں تھے آپ نے اس فرقہ کے عقائد باطلہ کے رد میں یہ کتاب عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور معقول دلائل اور واضح مثالوں سے اس قسم کے عقائد عوام کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی، بعد میں اس کے فائدہ کو مزید عام کرنے کے لئے آپ کے صاحبزادے پیر محمد ہاشم جان نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو سیالکوٹ سے چھپ چکا ہے یہ کتاب کئی سال سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کے نصاب میں بھی شامل رہی ہے۔ اس کتاب کا سن تالیف ۱۳۴۹ھ ہے۔

6- العقائد الصحیحہ: اس زمانہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کے درمیان چند مسائل پر اختلاف اتنا بڑھ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگنے لگے۔ ان متنازعہ مسائل میں سے چند یہ تھے مسئلہ علم غیب، مسئلہ ایصال ثواب، مسئلہ بشریت، مسئلہ تعظیم غیر اللہ، مسئلہ سماع موتی، مسئلہ توسل، مسئلہ ندائے غائب، مسئلہ زیارت قبور، مسئلہ شفاعت، مسئلہ عرس، مسئلہ امکان کذب، وغیرہ آپ نے "**العقائد الصحیحہ فی بیان مذاھب اھل السنۃ والجماعہ**" کے نام سے یہ کتاب تصنیف فرمائی جس مین ان مسائل کا قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں جائزہ لیا اور اس سلسلہ میں اسلاف کے صحیح عقائد کو بھرپور دلائل سے بیان فرمایا۔ اس کتاب کا سن تالیف ۴، محرم الحرام ۱۳۶۷ ہے۔ یہ کتاب مطبع فقیہ امرتسر سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ خواجہ محمد حسن جان سرہندی اکیڈمی حیدرآباد نے سندھی ترجمہ شائع کیا۔

7- رسالہ تھلیلیہ: اس کتاب میں آپ نے کلمہ "**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ کلمہ کے پہلے جز کی تشریح کرتے ہوئے توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق

اعتقادات کا ذکر فرمایا ہے اور کلمہ کے دوسرے جز کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ کی ذات وصفات کے متعلق آپ کی نبوت ورسالت کے متعلق کیا کیا عقائد رکھنے چاہئے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آخر میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ، آپ کا ذکر ولادت، آپ کا ذکر بعثت، آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد امجاد، اصحاب وخلفاء اور آپ کے معجزات خصائص وشمائل وعادات کا ذکر فرمایا ہے۔

۳۰ صفحات کا یہ رسالہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور سے چھپ چکا ہے اس رسالہ کا سن تالیف، ۵، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ہے۔

8- **تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء**: خراسان، عربستان، سندھ، ہندوستان میں آپ جس جس عالم یا ولی اللہ سے ملے اور ان کی صحبت سے لذت یاب ہوئے، ان کے حالات اس کتاب میں آپ نے درج فرمائے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے تقریباً تیس (۳۰) اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے، سندھ سے تعلق رکھنے والے جن اصحاب کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ نام قابل ذکر ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن سکھر والے، مخدوم محمد مجذوب سہون والے، حاجی محمد عثمان شاہ میر پوری، آخوند سچیڈنہ بختیار پوری، حاجی محمد اسماعیل خان نظامانی، خلیفہ احمد خان نظامانی، درس محمد ہاشم کرلی والے، حاجی میاں عبدالواحد بوبکائی، میاں تاج الدین چوٹیاری والے، حاجی محمد احسان جروار، حافظ ابوبکر سدہانی، حاجی سلیمان ٹکھڑائی، مولوی عطاء اللہ سکھر والے، حاجی طیب میمن۔ فارسی زبان میں لکھی گئی یہ تالیف ۱۳۳۶ھ کی ہے۔ جو ۱۳۴۸ھ میں مطبع رئیس المطابع کانپور سے چھپ چکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد صاحبداد خاں سلطان کوٹی نے کیا یہ رسالہ کراچی سے شائع ہوا تھا۔

9- شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری: شیخ العارفین ابوالفضل تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری نے ایک کتاب "حکم" کے نام سے علم توحید پر عربی میں تصنیف فرمائی، آپ نے فارسی زبان میں اس کی مبسوط دو سو صفحات پر مشتمل شرح تحریر فرمائی، اس تالیف کی ابتدا آپ نے یکم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں کی اور اختتام ۲۹، صفر المظفر ۱۳۴۴ھ کو فرمایا۔

10- پنج گنج: جب آپ ۱۳۲۰ھ میں حرمین شریفین سے واپس تشریف لا رہے تھے تو دوران سفر آپ نے یہ پانچ رسالے تحریر فرمائے، پہلے رسالہ میں آپ نے ۱۳۲۰ھ میں اپنے سفر حجاز کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ اور دوسرے رسالہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مشہور قصیدہ چہل کاف کی فارسی میں شرح کی ہے۔ تیسرے میں حج کے مسائل دعائیں اور وہاں کے خاص خاص مقامات مقدسہ اور مزارات متبرکہ کا ذکر کیا ہے۔ اور چوتھے رسالہ میں وہ احادیث مسلسل جو آپ کو حضرت شیخ سید محمد ابونصر دمشقی سے ملی ان کو نقل فرمایا اور پانچویں رسالہ میں چھ سبق آموز نصائح

اور دینی دنیوی فلاح دینے والے اُمور کا ذکر فرمایا ہے۔

11- سفرنامہ عربستان: ۲۲ شعبان سے آپ نے حجاز مقدس، عراق اور شام کا سفر شروع فرمایا اور ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو وہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا اس سفر کے حالات اور اس میں مشاہدہ کئے گئے عجیب وغریب حالات ومشاہدات کا آپ نے اس سفرنامہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ انبیاء واولیاء کے مزارات اور ان پر حاضری اور وہاں حاصل ہونے والے فیوضات وبرکات کا بھی اس میں تذکرہ کیا ہے۔

12- الاشارہ الی البشارہ: نماز کے اندر حالت تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا، علماء کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے بعض اس کے قائل ہیں۔ مولانا حکیم علی نواز علوی شکار پوری نے ایک رسالہ "بشارت" کے نام سے لکھا جس میں اس کو ثابت کیا گیا۔ آپ نے اس کے جواب میں "الاشارہ الی البشارہ" کے نام سے یہ کتاب تحریر فرمائی یہ کتاب قلمی ہے اور ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

13- رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القریٰ: "تابستان" کے زمانہ قیام میں آپ کوئٹہ کے مضافات میں "ملک شابو" نامی ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے قبل یہاں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے، جب آپ نے تشریف لا کر جمعہ کی نماز کی ابتداء فرمائی تو بہت سے علماء نے اعتراض کیا جس کے جواب میں آپ نے کتب فقہاء کی مختلف عبارت سے، مصر کی یہ تعریف ثابت کی کہ "مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا" اور اس کے مطابق "ملک شابو" میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور اس کی تفصیل اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمائی۔ یہ قلمی نسخہ ہے جو ناپید ہے۔

14- لغات القرآن: اس کتاب میں آپ نے قرآن کے مشکل الفاظ کی آسان عربی الفاظ میں شرح فرمائی ہے۔

15- رسالہ در قواعد تجوید: اس رسالہ میں آپ نے فن تجوید وقرأت کے قواعد اور اصول قلمبند فرمائے ہیں یہ بھی قلمی رسالہ ہے۔ اس رسالہ کے آخیر میں آپ نے "ضاد" کے مخرج کی بڑی محققانہ تحقیق بھی فرمائی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو "ضاد" کے مخرج کو "ظا" کے مشابہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ اس کے متعلق یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بعضے متشدداں صریحاً "زا" یا "ظا" می خوانند ایں غلط صریح است گناہ عظیم است وتحریف قرآن است الخ"

اس رسالہ کا سن تالیف ۴، جمادی الاول ۱۳۴۹ھ اس کے آخر میں تحریر ہے:

16- رسالہ در سلوک نقشبندیہ: اس رسالہ میں آپ نے طریقہ نقشبندیہ کے لطائف خمسہ اور مراقبے وغیرہ کی تفصیلات ذکر فرمائی ہیں۔

17- رسالہ در تحقیق وحدت الوجود والشہود: اس رسالہ میں تصوف کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ وحدت الوجود والشہود کے متعلق دونوں فریقین کے دلائل اور آخیر میں حضرت امام ربانی کے مسلک اور مشرب کی تائید میں دلائل و براہین تحریر فرمائے ہیں۔

نادر کتب خانہ: آپ کو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح کتابوں سے والہانہ شغف تھا، بلکہ عشق کی حد تک کتابوں سے انسیت تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کتب خانہ میں وہ وہ نادر اور نایاب قلمی اور مطبوعہ کتابیں جمع فرمائیں جن کی مثال کسی اور کتب خانہ میں ملنی مشکل ہے۔ اس کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور دیگر علوم دینیہ کے بڑے نادر اور نایاب قلمی نسخے موجود ہیں۔ بالخصوص سندھ کے نامور علماء اور فقہاء اور صوفیاء مثلاً مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی، خلیفہ احمد خان نظامانی، محمد امین سندھی، مخدوم عبدالواحد سیوستانی، مخدوم محمد جعفر بوبکائی، حضرت فقیر اللہ علوی شکارپوری اور بہت سے سندھ کے محققین کے علاوہ سرہندی اور مجددی خاندان کے صوفیاء کی قلمی تصنیفات کا ایک لاجواب ذخیرہ ہے جو پہلے آپ نے ٹنڈو سائیں داد میں رکھا تھا لیکن جب ان کتابوں میں کیڑا لگنے لگا تو آب و ہوا کی مناسبت سے آپ نے قلمی رسالے اپنے کوئٹہ والے مکان میں منتقل فرما دیئے تھے جو آج تک وہاں موجود ہیں۔ ان نادر قلمی نسخوں میں سے چند نسخوں کی فہرست حضرت شاہ آغا نے اپنی تصنیف مونس المخلصین میں درج کی ہے۔

شعر و شاعری: شعر و شاعری کی طرف آپ کا طبعی میلان تھا، یہی وجہ ہے کہ ایک مخصوص بیاض میں آپ نے خیام، سعدی، جامی، صائب اور حافظ جیسے اساتذہ وقت کی اپنی پسندیدہ غزلیں نوٹ فرما رکھی تھیں اور کبھی کبھی ان اشعار کو آپ ایسے ذوق سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ اشعار ترنم سے ذوق لے کر پڑھا کرتے تھے اور کبھی تحت اللفظ پڑھتے تھے۔

اگرچہ شعر و شاعری میں آپ نے کبھی انہماک نہیں رکھا البتہ کبھی قلب پر کوئی کیفیت طاری ہوئی تو وہ خود بخود اشعار کا روپ دھار کر آپ کی زبان پر آ گئی۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک، تاریخ ولادت و وفات ایک شعر میں اس طرح کہی ہے۔

سینتیش کامل و عاشق تولد

۹۱ ۱۲۷۱

وفا تش داں تو مشعوق الہی

۱۳۴۲

عشق رسول: آنحضرت ﷺ کے عشق اور محبت میں آپ فنا تھے۔ صاحب مونس المخلصین نے آپ کے بہت سے خوابوں کا ذکر کیا ہے جس میں سے اکثر ایسے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ کی زیارت اور آپ پر آنحضرت کی شفقت وعنایت کا ذکر ہے۔

یہ محبت کا تقاضہ تھا کہ "دلائل الخیرات" آپ ہر روز پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ اکثر آپ کی زبان پر درود شریف ہوتا تھا۔ آٹھ بار آپ کو روضہ رسول کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیار رسول مدینہ منورہ کی اپنے اشعار میں تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

زاد صاف مدینہ ہرچہ گویم قطرہ از دریا است
عفاف آنجا کفاف آنجا صلوۃ آنجا زکوۃ آنجا
خداوند عطاء کن بندہ خود را بفضل خود
قیام آنجا مقام آنجا حیات آنجا ممات آنجا
اگر خواہی کہ بینی جنت الماویٰ دریں عالم
نشین در روضہ اطہر بخواہ از حق نجات آنجا

سیاسی خدمات: ۱۲۵۶ھ میں جب انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کیا تو وہاں کے تمام علماء اور مشائخ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا، اس وقت قندھار کے قریب "غزوہ میوند" کے نام سے جو مشہور جنگ ہوئی اس میں آپ کے والد گرامی نے بھی بھرپور حصہ لیا، اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی اس کم عمری کے باوجود آپ بھی اپنے والد کے شانہ بشانہ اس جہاد میں شریک تھے۔ صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں کہ آخری معرکہ میں، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور میں نے دیکھا کہ میدان جنگ میں تیروں اور گولیوں کی بارش میں جہاں بڑے بڑے سورما ہمت ہار گئے وہاں آپ خود بھی کمال استقامت کے ساتھ دشمن سے برسر پیکار رہے اور مجاہدین میں بھی جوش وجذبہ پیدا فرماتے رہے ترکوں کی حکومت کے آپ زبردست حامی تھے۔ اس وقت کے خادم الحرمین شریفین سلطان عبدالحمید خان کو آپ "خلیفۃ المسلمین" تسلیم کرتے تھے۔ جب انگریزوں نے سلطان عبدالحمید خان کا تختہ الٹا تو آپ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اس کے بعد جب اس کی جگہ محمد شاہ خان تخت

سلطنت پر متمکن ہوا تو آپ نے اس کو بھی خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا اور ہر طرح سے اس کی اعانت فرمائی حتیٰ کے جب جنگ بلقان ہوئی تو مجاہدین کی مالی مدد کے لئے آپ نے اپنے مخلصین اور اہالیان سندھ سے فنڈ جمع کر کے "ہلال احمر" کو مجاہدین کی مدد کے لئے ارسال فرمایا۔

تحریک خلافت: جب تحریک خلافت چلی اور "ہندو مسلم اتحاد" اس عروج پر پہنچ گیا کہ بعض مسلمان لیڈروں نے گاندھی کو اپنا مقتدا اور پیشوا حتیٰ کہ مہدی کہنا شروع کر دیا تو آپ نے اس کی سخت ممانعت کی اور فرمایا کہ: " تعجب ہے لوگ نصاریٰ سے ترک موالات کرتے ہیں اور جو نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں" یعنی مشرکین ان سے بھائی چارہ قائم کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ جب حیدرآباد میں آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے اس میں شرکت کی آپ سے اجازت طلب کی آپ نے بادل ناخواستہ ان کو شرکت کی اجازت دے دی، جب کانفرنس سے واپسی پر آپ کے صاحبزادگان نے کانفرنس کا حال سناتے ہوئے آپ کو بتایا کہ اس کانفرنس میں سندھ کے نامور علماء اور مشائخ مثلاً پیر صاحب جھنڈہ والے، مولانا سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی، مولانا عبدالکریم درس، مولوی محمد صادق کھڈہ والے بیٹھے ہوئے تھے، اور ان سب کے درمیان ایک بلند چبوترہ پر تخت بچھایا تھا جس پر گاندھی بیٹھا ہوا تھا تو یہ سن کر آپ کو اس قدر حزن و ملال ہوا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ کیا اتنے سارے علماء اور مشائخ میں ان کو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آیا جو صدارت کرتا، ایک ہندو کافر کو مشائخ کے مقابلہ میں یہ عزت دے کر انہوں نے قوم مسلم کو ذلیل و خوار کر دیا۔ اس طرح جب انہی لیڈروں نے یہ تحریک چلائی کہ سندھ، پنجاب اور ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں جا کر آباد ہو جاؤ تو آپ نے اس کی بھی ممانعت فرمائی، نہ آپ نے خود ہجرت فرمائی اور نہ اپنے متعلقین کو اس کی اجازت دی، آپ نے فرمایا کہ نہ وہاں اس ملک میں اتنے لوگوں کی گنجائش ہے اور نہ ہی وہاں کی سختیوں کو یہ سندھ اور ہندوستان کے لوگ برداشت کر سکیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ بہت سے قافلے جو کچھ اپنا ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ کر وہاں گئے ان کو جب وہاں جگہ نہ ملی تو واپس اس حال میں آئے کہ یہ اپنا ملک بھی ان کے لئے اجنبی بن گیا تھا۔

اسی طرح جب کانگریسی علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ انگریزوں کا بنایا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم

کا کپڑا پہننے میں شرعی لحاظ سے کوئی حرمت نہیں ہے۔اگر چہ اپنا بنایا ہوا کپڑا پہننا مستحب اور مستحسن ہے لیکن انگریز کے بنائے ہوئے کپڑے کو شرعی لحاظ سے حرام قرار دینا درست نہیں ہے۔کیوں کہ محض کسی کی مخالفت میں شرعی احکام کو بدل دینا جائز نہیں، حتیٰ کہ یہ مسئلہ اتنا بڑھا کہ حیدر آباد میں اس کے لئے ایک مناظرہ کی تاریخ طے ہوئی جس میں آپ کے ہمراہ مولانا عبدالقیوم بختیار پوری، علامہ حاجی لعل محمد متعلوی، مولانا محمد عثمان تھے، اور تحریک خلافت والوں کی طرف سے حاجی اسداللہ شاہ ٹکھڑائی، مولوی محمد صادق، حکیم شمس الدین نوشہرہ والے تھے جب کہ اس مناظرہ کے منصف اور ثالث مولانا معین الدین اجمیری تھے جو خلافت کمیٹی راجپوتانہ کے صدر تھے۔ جب مناظرہ ہوا تو آپ کے دلائل کو وزنی قرار دیتے ہوئے آپ کے حق میں مولانا معین الدین اجمیری نے فیصلہ دیا اور اس مناظرہ کی تمام روئداد ایک کتاب میں تحریر فرما کر اس کو شائع فرمایا اس کتاب کا نام "**القول الفیصل فی جواز الثیات من الحربی المقاتل**" رکھا۔آپ کے سوانح نگار آغا عبداللہ جان لکھتے ہیں کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں جب ہندوستان سے علماء کی سندھ میں آمدورفت ہوئی تو وہابی اور نجدی عقائد بھی سندھ میں آنے شروع ہوگئے۔حتیٰ کے دین محمد وفائی نے مولوی تاج محمود امروٹی کی سرپرستی میں "تقویۃ الایمان" کا سندھی ترجمہ، "توحید الاسلام" کے نام سے لکھ کے چھپوایا تو آپ ان عقائد کے خلاف جہاد کے لئے کھڑے ہوگئے اور سب سے پہلے آپ نے بھرپور کوشش کر کے شکار پور سے "**الحنیف**" کے نام سے ایک اخبار جاری کرایا اس کے علاوہ "اصول اربعہ" اور اس جیسی بہت سی کتابیں تصنیف فرما کر شائع کروائیں جس میں دلائل اور براہین سے ان کے عقائد کا رد کیا گیا، اسی طرح جب سعودی حکومت کی طرف سے گنبد خضراء کو منہدم کرنے کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ بے چین و بے قرار ہوگئے۔

چنانچہ صاحب **مونس المخلصین** رقمطراز ہیں کہ

"دایں میاں باز فتنہ نجدیت وتوہب در سندھ سر بالا کرد و مخفی نماند کہ در ملک سندھ تمام علماء و مشائخ وسلف صالحین از زمانہ قدیم ہمہ سنی مقلد و حنفی المذہب بودند و چوں نجدیہ بر بلاد حجاز مسلط شدند و مظالم آنہا از سفک دماو قتل نفوس ونہب اموال مسلمین و تکفیر مسلمانان و تخریب مقامات مقدسہ وہدم قبور وقباب شنیدند خیلے حسرت و افسوس خوردند و تمام مسلمانان عالم رادل سوختہ وجگر کباب گردید گو کہ بعضے ہم مشرباں اور خوشاں خوش شدند وشادمانی ہا کردند و تار مبارک بادی ہا فرستادند و بر مظالم آنہا پردہ انداختند تا آنکہ خبر ہدم گنبد خضرائے سرکار

مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام التحیۃ بسمع ایشاں رسید پس بے قرار و بے آرام شدند''

اس مسئلہ کے حل کے لئے سندھ کے تمام معززین اور علماء دین کو آپ نے شکارپور میں جمع فرمایا اور اس اجلاس میں روضہ نبوی ﷺ کی حفاظت کی تدابیر سوچی گئیں۔

سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ سندھ کے عاشقان رسول کی طرف سے ابن سعود کو ایک تار روانہ کیا گیا جو خان بہادر علی بخش خان محمد حسین جو ممبر کونسل تھے ان کے ذریعہ وائسرائے تک پہنچایا گیا اور وائسرائے کے توسط سے سعودی فرمانروا کو پہنچایا گیا، دوسرے ہی روز بادشاہ کی طرف سے اس کا جواب موصول ہوگیا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں روضہ اطہر کی بے حرمتی کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں۔

تحریک پاکستان: جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا اور ہندوستان کے اکثر مسلمان اپنی ایک جداگانہ حکومت حاصل کرنے کیلئے مل گئے تو بعض مسلمان کانگریس کے ساتھ مل کر ایک جداگانہ اسلامی مملکت کی مخالفت کرنے لگے لیکن سندھ کے مشائخ اور علماء اہل سنت نے حصول پاکستان کیلئے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی جس کی وجہ سے مسلم لیگ کو سندھ میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی، اس کامیابی کا سہرا جہاں سندھ کے اور مشائخ کے سر ہے وہاں سرہندی مجددی خانوادہ کے اس چشم و چراغ حضرت خواجہ حسن جان کے سر بھی ہے جنہوں نے سندھ میں کانگریسیوں کی بھرپور مخالفت کی اور مسلم لیگ کی بھرپور اعانت اور مدد فرمائی اور اس سلسلہ میں اپنے مریدوں کو اس کے لئے خصوصی ہدایت نامے جاری فرمائے، چنانچہ آپ کا ایک مکتوب گرامی یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے کی کس طرح ہدایت فرمائی۔

مخلصین مکرمین وڈیرہ محمد قاسم وڈیرہ عبداللہ و قاضی جان محمد سلمہم ربہم بعد از دعائے خیر شمایاں مخلصاں را بطیق نصیحت تحریر میشود کہ در قصہ خاص مقابلہ ہندواں است با مسلماناں و سید علی اکبر شاہ رانکٹ مسلم لیگ دادہ شدہ است بنا براں بر شمایاں لازم کہ از مخالفت او دستبردار شوید و حرقدر کہ بتوانید امداد بکنید والسلام۔

۶، ماہ صفر ۱۳۶۵ھ

۱۹۴۶ء

فقیر محمد حسن عفی عنہ

یہ آپ کا آخری خط تھا جس میں آپ نے اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کی مخالفت سے منع کیا اور اس کی ہر طرح سے مدد کرنے کا حکم دیا۔ اس خط کے پانچ ماہ بعد تقسیم پاکستان سے قبل آپ انتقال فرما گئے، لیکن آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور اسی سال پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

علمائے کرام کی عقیدت: بہت سارے علماء اہل سنت آپ سے دست بیعت کا شرف رکھتے تھے اور ہر تحریک و موڑ پر آپ کے ساتھ رہے۔ اور مسلک و مذہب اہلسنّت حنفیہ کی ترویج واشاعت، ردفرقائے باطلہ، تحریک آزادی اور ملی وفلاحی کاموں میں سرگرم عمل رہے۔ انوار علمائے اہل سنت (زیرنظر) کتاب کے مطالعہ سے بعض اسماء گرامی سامنے آئے جو کہ درج ذیل ہیں:

- مفتی اعظم تھر استاد العلماء علامہ محمد عثمان قرانی
- استاد العلماء مفتی محمد حسین ٹھٹوی
- استاد العلماء مولانا مفتی فتح علی جتوئی اکبر
- بحرالعلوم علامہ فتح علی جتوئی اصغر
- مولانا مفتی میر محمد جتوئی نزد آمری تحصیل جاتی
- مولانا مفتی محمد یوسف میمن مڑھی بولاخان تحصیل جاتی
- مولانا فقیر حامداللہ ساند بھ شریف تحصیل نگرپارکر
- مولانا اللہ بخش سیٹھر تحصیل کنڈیارو
- قاضی نذر محمد دیہاتی دیہات تحصیل کنڈیارو

شادی واولاد: آپ نے تین شادیاں فرمائی، پہلی زوجہ محترمہ سے پانچ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئی جن میں سے دولڑکے اور دولڑکیاں شروع میں فوت ہوئیں بقیہ تین لڑکے اور سات لڑکیاں بقید حیات رہیں۔ دوسری شادی آپ نے کراچی میں حضرت محمد فاروق کی صاحبزادی سے کی، جن کے بطن سے تین لڑکیاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن میں سوائے ایک صاحبزادے محمد حنیف کے باقی تمام ۱۳۵۴ھ میں کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوگئے۔ تیسرا نکاح آپ نے سادات کلی گل محمد کے علی جان آغا کی صاحبزادی سے کیا جن کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، پہلی بیوی سے جو صاحبزادے بقید حیات رہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1- عبداللہ جان عرف شاہ آغا 2- عبدالستار جان 3- محمد ہاشم جان

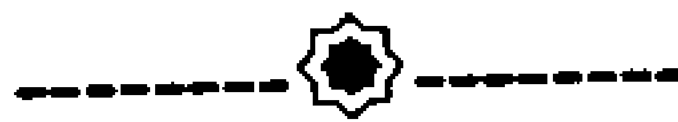
وصال: ۶، رجب المرجب ۱۳۶۵ھ/۲، جون ۱۹۴۶ء بروز پیر ظہر اور عصر کے درمیان ۸۷ سال کی عمر میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ ٹنڈوسائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر "کوہ گنجہ" نامی آپ کے آبائی قبرستان میں آپ کے والد ماجد کے پہلو میں آپ کو دفن کردیا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد مجددی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وفات پر اردو میں یہ قطعہ تاریخ لکھا:

عارف کامل اٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے
طالبان دین کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق

جس کے ایک ادنیٰ اشارے سے ہوا کرتے تھے حل
مسئلے علم طریقت کے ادق سے بھی ادق
ہو رہی ہے اہل عرفان میں یہ باہم گفتگو
ہوگیا کم اب کتاب معرفت سے اک ورق
فکر ہے تاریخ رحلت کی تو کہہ دو اے رشیدؔ
مرشد کامل امیر ملک معنیٰ قطب حق

۱۳۶۵ھ

(ماخوذ: سندھ کے صوفیائے نقشبند مطبوعہ حیدرآباد)



جامع العلوم حضرت علامہ محمد حسن قریشی

استاذ العلماء، چشمہ فیض، جامع العلوم، مرد کامل حضرت علامہ مولانا محمد حسن بن مولانا حاجی محمد بن محمد حسن قریشی نوشہرو فیروز (سندھ) میں ۱۲۴۹ھ کو تولد ہوئے۔ آپ کا خاندان پشت در پشت عالم، کامل اور فیاض گذرا ہے۔ آپ کے والد ماجد اور چچا بزرگ انگریزوں کے شروعاتی دور حکومت میں نوشہر و فیروز سے نقل مکانی کر کے گوٹھ کنڈی تحصیل دادو میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں ان کے مزارات ہیں۔

تعلیم و تربیت: مولانا محمد حسن جب تعلیم کے لائق ہوئے تو اپنے والد مولانا حاجی محمد صاحب کے پاس ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو شہداد کوٹ کی نامور دینی درسگاہ میں افتخار احناف، نور ملت، بحر العلوم حضرت علامہ نور محمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہو کر داخل کرایا۔ مولانا محمد حسن نے وہیں تعلیم مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: بعد فراغت اپنے استاد محترم کے دست اقدس پر بیعت ہو کر روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت علامہ نور محمد صاحب شہداد کوٹی سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں محمد حسن قادری خانقاہ کٹبار شریف (بلوچستان) سے بیعت و خلیفہ مجاز تھے۔

درس و تدریس: مولانا محمد حسن صاحب نے استاد محترم کی خدمت عالیہ میں ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد اپنے استاد محترم کے حکم پر اپنے گوٹھ کنڈی میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد گوٹھ بقاپور تحصیل لاڑکانہ کے معزز زمیندار میاں سید نور محمد شاہ جیلانی کی دعوت پر بقاپور شریف میں درس دیا۔

شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی اور قاضی فیض محمد ساکن ٹپٹا (تحصیل سیوہن شریف) جو کہ حیدرآباد کے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ ان دونوں صاحبان کی کوشش سے حیدرآباد شہر کی مرکزی جامع مسجد مائی خیری، میں دینی درسگاہ قائم ہوئی۔ منصب تدریس پر فائز ہونے کے لئے حضرت مولانا محمد حسن کا انتخاب ہوا اور انہیں مدرسہ میں صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ آپ نے بقیہ زندگی وہیں درس و تدریس میں صرف کی۔ سیکڑوں نفوس نے آپ کی خدمت میں رہ کر علم کی روشنی سے اپنی زندگی کو روشن کیا۔ رفتہ رفتہ مولانا محمد حسن قریشی کی علمیت کا سارے سندھ میں چرچا ہونے لگا اور دور افتادہ علاقوں سے علم کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے حیدرآباد کھچے چلے آتے۔

آپ کے تلامذہ کا شمار نہیں، نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

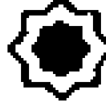
❁ استاد الاساتذہ علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی	درگاہ پاٹ شریف
❁ مولانا الحاج مخدوم غلام محمد ملکانی	درگاہ ملکانی شریف
❁ مولانا حافظ محمد صادق گلال	گوٹھ تھرڑی محبت، میہڑ
❁ مولانا خلیفہ عبداللطیف	ہالا نیو
❁ مولانا میاں شاہ محمد مجاور	ہالا
❁ مولانا عبداللطیف حیدرآبادی	
❁ مفسر قرآن مولانا سید محمد فاضل شاہ کاظمی	حیدرآباد
❁ علامہ قاضی سید اسد اللہ شاہ فدا	ٹکھڑ
❁ مولانا مفتی حاجی محمد	ہالا پرانہ
❁ مولانا قاضی ہدایت اللہ مشتاق	ٹیاری
❁ مولانا قاضی عنایت اللہ	ٹیاری

حافظ محمد احسن چنہ (دادو) رقمطراز ہیں: حضرت مولانا صاحب کی ولادت کی تاریخ حقیقی طور پر معلوم نہیں ہے۔ مگر وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی اور وفات ۱۳۰۹ھ میں ہوئی، اس طرح آپ کی ولادت کا سن ۱۲۴۹ھ ہوگا۔

اولاد: قاضی حاجی محمد قریشی آپ کے صاحبزادے ہیں، درویش صفت اور صاحب علم شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۵۷ء میں ان کی ۷۵ سال عمر تھی اور دادو شہر میں رہائش پذیر تھے۔

وصال: آخری عمر میں مائی خیری جامع مسجد محلہ فقیر جو پڑ حیدرآباد کے مدرسہ سے رخصت ہو کر موجودہ تالاب نمبر ۲ اور ۳ کے مقام پر مسجد شریف میں مدرسہ قائم فرمایا اور ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء کو وہیں انتقال

کیا اور اسی علاقے میں سیہیون کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (مہران سوانح نمبر)



حضرت سید محمد موسیٰ شاہ غوث گیلانی اول

حضرت سید محمد موسیٰ شاہ بن سید محمد عابد بن سید عبدالجلیل جیلانی گھوٹکی (سندھ) کے جیلانی سادات کرام کی حویلی میں تولد ہوئے۔

سلسلہ نسب یوں ہے: الشیخ ابو صالح سید موسیٰ شریف عارف باللہ بن سید محمد عابد بن سید عبدالجلیل بن سید کمال الدین بن سید مبارک شاہ عادلپوری بن سید حسین دہلوی بن سید محمد مکی العربی بن سید یونس بن سید احمد بن سید جعفر بن سید عبدالقادر بن سید حسین بن ابونعمان بن سید حمید الدین بن سید عبدالجلیل بن سید عبدالجبار بن شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ (آستانہ عالیہ قادریہ بغداد شریف)

حضرت سلطان باہو کا اثر: حضرت موسیٰ شاہ کم سنی میں یتیم ہو گئے تھے والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔ گھوٹکی میں ایک گلال شخص رہتا تھا، وہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ (متوفی ۱۱۰۲ھ) کے فیض یافتہ مرید تھے۔ اس پر ہدایت کے آثار اور فیضان الٰہی کے انوار متجلی ہوئے اور اس کے حالات اعلیٰ درجے کے ہو گئے، خلقت اس کی طرف رجوع کرنے لگی، وہ صاحب ارشاد شیخ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ شاہ کی والدہ نے یہ حالات دیکھ کر اس بزرگ درویش شخص سے بہت متاثر ہوئیں اور دریافت فرمایا: فقیر! آپ کو یہ نعمت عظمیٰ کہاں سے عطا ہوئی ہے"۔ معلوم ہونے کے بعد مزید سیدہ صاحبہ نے فرمایا: آپ جب اپنے شیخ کی زیارت کے لئے جائیں تو برائے کرم میرے لاڈلے بیٹے موسیٰ شاہ کو بھی ساتھ لے جایئے گا تاکہ ان کی زیارت وصحبت سے میرے بچے کی بھی قسمت سنور جائے"۔ جب درگاہ سلطانیہ شورکوٹ (ضلع جھنگ) فقیر جانے لگا تو سیدہ صاحبہ نے فرمایا: اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کیجئے گا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ تارک الدنیا ہیں اور ہر ایک مرید و طالب کو ترک دنیا کا حکم دیتے ہیں ہم چونکہ از حد مسکین ہیں اور فقر و فاقہ اور مسکینی کا بوجھ ہم عمر بھر اٹھاتے اٹھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ میرے بیٹے (موسیٰ شاہ) کو آپ دونوں نعمتیں عطا فرمائیں یعنی دینی اور دنیوی"۔

وہ درویش، نوجوان بچے (حضرت موسیٰ شاہ) کو اپنے ساتھ حضرت سلطان باہو کی خدمت شریف میں لے کر پہنچے، اور تمام معروضات عرض کر دیں، آپ نے فرمایا: سید موسیٰ شاہ کی والدہ کو ہماری طرف سے کہنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ دونوں نعمتیں تمہارے گھر میں رہیں گی۔ اور فرمایا: یہ بچہ چھوٹی

عمر کا ہے اس کی ماں سے کہنا کہ پہلے اسے ظاہری تعلیم دلوائے اور جب فارغ التحصیل ہو جائے تو پھر ہمارے پاس آئے، اس سیدزادہ کے لئے ہمارے پاس نعمت (امانت) ہے۔ (مناقب سلطانی)

تعلیم وتربیت: جب آپ گھوٹکی واپس تشریف لائے اور اپنی والدہ ماجدہ کو حضرت کا پیغام سنایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو فوری طور پر مدرسہ میں داخل کیا۔ (مناقب سلطانی) وہیں تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے لیکن ہمیں مدرسہ واساتذہ کا علم نہ ہو سکا۔

بیعت وخلافت: جب آپ فارغ التحصیل ہوئے تو پھر اسی گلال درویش شخص کے ساتھ حضرت موسیٰ شاہ کو حضرت سلطان باہو کی خدمت میں بھیجا۔ جب رنگ پور کھیڑ (پنجاب) میں پہنچے تو اچانک خبر معلوم ہوئی کہ عاشق غوث اعظم، سلسلہ قادریہ کے علمبردار، فنافی اللہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ الاقدس اس جہان فانی سے دارالبقا کو روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ جانکاہ واقعہ سنتے ہی وہ فنافی الشیخ درویش بھی ملک بقا کو روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موسیٰ شاہ، رنگ پور سے اکیلے ہی روتے دھوتے شکستہ حال گرتے سنبھلتے حضرت سلطان باہو کی دربار مقدس پر وصال کے دو تین دن بعد پہنچے۔

وصال کے وقت آپ نے فرمایا: موسیٰ شاہ نامی نوجوان جنوب کی طرف سے رب الارباب کی طلب کے لئے آرہا ہے، اسے خاص نعمت دینا۔ جناب صاحبزادے صاحب...... کی زبان سے نکلا کہ یا حضرت! اسے کیا دینا چاہئے۔ حضرت قدس سرہ نے اپنا دست مبارک بڑھا کر انگشت مبارکہ سے خود اسم ذات اللہ لکھا اور اس کے حق میں کچھ نہ کہا۔

صاحبزادہ صاحب (شیخ سلطان نور محمد قادری) نے وہی اسم اللہ کا نقش مٹی کی رکابی سے ڈھانپ رکھا۔ دو تین دن کے بعد موسیٰ شاہ پہنچے تو فوراً اس اسم اللہ کے نقش پر سے رکابی اٹھائی اور انہیں دکھایا۔ موسیٰ شاہ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور صاحبزادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔ حضرت موسیٰ شاہ تین دن ورات بے ہوش اور بے خبر پڑے رہے۔ بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم ذاتی کے نقش کو دیکھا تو پھر مست ہو گئے۔ دو دن ورات کے بعد ہوش میں آئے پھر تیسری بار جب دیکھا تو ایک دن ورات مست رہے۔ چوتھی بار دیکھنے کے بعد مستی غالب نہ آسکی یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا۔

جس مٹی پر نقش اللہ لکھا ہوا تھا وہ مٹی پانی میں گھول کر موسیٰ شاہ کو پلائی گئی۔ وہیں قیام کیا۔

صاحبزادہ حضرت شیخ سلطان نور محمد کی صحبت اختیار کی، سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ارشاد وتلقین کی اجازت ملنے کے بعد اپنے گوٹھ گھوٹکی (سندھ) میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ یوں ہے:

حضرت موسیٰ شاہ جیلانی گھوٹکی
حضرت شیخ سلطان نور محمد قادری شورکوٹ
حضرت سلطان باہو درگاہ سلطانیہ شورکوٹ ضلع جھنگ
حضرت سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی
شیخ سید عبدالجلیل
شیخ سید عبدالقادر
شیخ سید عبدالستار
شیخ سید عبدالفتاح
شیخ نجم الدین برہانپوری
شیخ محمد صادق یحییٰ
شیخ عبدالجبار
شیخ حضرت سید عبدالرزاق جیلانی بغداد شریف
غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی (مناقب سلطانی)

تعمیر مسجد: آپ گھوٹکی میں واپس تشریف لائے ارشاد و تلقین، وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں میں مجمع کثیر جمع ہوگیا، طالبانِ حق، مشتاقانِ دید آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس لئے ۱۱۴۸ھ کو ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کروائی جو کہ آج بھی بڑی شان سے قائم ہے اور جامع مسجد گھوٹکی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خوبصورت و شاندار جامع مسجد وسیع و عریض ہال و صحن پر مشتمل نہایت دلکش ہے۔ یہ مسجد ساٹھ (۶۰) ستونوں پر قائم ہے اس سے اس کی وسعت کا اندازہ لگایئے۔ (مذکورہ سن واحوال پاکستان ٹی وی کی رپورٹ سے لیا گیا ہے جو کہ سجادہ نشین سید مبارک علی شاہ جیلانی نے انٹرویو میں بتایا تھا)

اصلاح معاشرہ: حضرت موسیٰ شاہ نے سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد و تلقین فرمایا۔ آپ کے امر معروف (دعوت و تبلیغ) کے سبب ملک سندھ میں سو سو کوس تک کسی قسم کی بدعت مثلاً: بھنگ نوشی، حقہ کشی، ساز سرود، ڈھولک بانسری وغیرہ کچھ بھی استعمال نہ ہوتا۔ (مناقب سلطانی)

آپ کی کوشش و کاوش سے ایک لاکھ انسان گمراہی و بدعت سے محفوظ رہے اور سیدھے راستے پر گامزن ہوئے۔ مساجد و مدارس آباد ہوئے حلقہ ذکر سے ویران قلب آباد و زندہ ہوئے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کے ذریعے بدعات کا قلع قمع کیا اور سنت نبوی کا احیاء کیا۔

وصال: آپ کے دوستوں میں مخدوم الملک مخدوم عبدالرحمٰن شہید عباسی قدس سرہ (۱۱۴۵ھ) درگاہ مخادیم کھہڑا ضلع خیر پور میرس کا نام نامی اسم گرامی مشہور ہے۔ اور " محبوب الشہداء " کتاب میں دونوں بزرگوں کی دوستی عقیدت و محبت کا ذکر خیر درج ہے۔

شیخ المشائخ، عارف باللہ، سید الکاملین حضرت مخدوم حافظ محمد اسماعیل نقشبندی قدس سرہ (خانقاہ پریاں لوء شریف ضلع خیر پور میرس) اور امام اہل سنت، عاشق خیر الوریٰ، مجدد برحق، مفتی اعظم حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قادری قدس سرہ بھی آپ کے ہمعصر، ہم عقیدہ، ہم مذہب تھے اور دونوں بزرگوں کا سن وصال ۱۱۷۴ھ ہے۔

آپ نے ۸، ذوالحجہ ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء، بروز ہفتہ عصر کے وقت اس دنیا فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی مزار مقدس جامع مسجد گھوٹکی کے متصل مرجع خلائق ہے۔

بود موسیٰ شاہ اکبر پیر عالی قدر و شان — شد مقلب او ثانی محی الدین اندر جہان
عارفان را پیر کامل سالکان را رہنما — در ولایت ہم کرامت شہرہ آفاق دان

(تذکرہ سادات جیلانی ص طبع قدیم)

[میاں عبدالحی قادری صاحب کا ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے "مناقب سلطانی" طبع قدیم سے مضمون کی نقل بھجوائی جس سے دو حوالے مزید ملا کر یہ مضمون ترتیب دیا گیا ورنہ آپ کے حالات سندھ کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے حتیٰ کہ مشاہیر نمبر میں آپ کی اولاد و سجادگان کا احوال تو ہے لیکن آپ کا ذاتی احوال ندارد اور موجودہ سجادہ نشین کو بار بار متوجہ کرنے کے باوجود حصول مواد کے سلسلہ میں ناکامی ہوئی]

شیخ محمد حیات سندھی مدنی

علامہ شیخ محمد حیات بن ملا فلاریو چاچڑ گوٹھ عادل پور تحصیل گھوٹکی (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: علامہ مرادی کی روایت کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اس کے بعد علمی مرکز ٹھٹھہ کا رخ کیا اور وہاں مولانا محمد معین بن محمد امین ٹھٹوی کے پاس تعلیم حاصل کی۔ پھر وہاں سے نقل مکانی کر کے حرمین شریفین منتقل ہوئے اور مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنایا۔ وہاں علامۃ الفہامہ، شارح صحاح ستہ علامہ ابوالحسن کبیر ٹھٹوی سندھی مدنی کی صحبت بابرکت کو اپنے لئے لازم قرار دیا۔ علامہ سندھی کے علاوہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم بن حسن

کردی کورانی شافعی اور شیخ کبیر ابوالاسرار حسن بن علی عجیمی حنفی سے درسی نصاب میں تکمیل واجازت حاصل کی۔ (سلک الدرر، ج ۴، ص)

آپ کے شاگرد رشید میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:۔

عالم ربانی، محدث کبیر جامع العلوم مولانا شیخ محمد حیات سندھی مدنی قدس سرہ نوجوانی میں حرمین شریفین پہنچے پہلے مکہ مکرمہ میں حج کیا اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کے شہر مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کے سبب دنیاوی اسباب سے دور رہ کر حصول علم میں لگے رہے۔ خاتم المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے حدیث کی سند حاصل کی۔ (سبحة المرجان ص ۵۶)

درس وتدریس: غلام علی آزاد رقمطراز ہے: بعد فراغت، حدیث نبوی کا درس تاحیات جاری رکھا۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ روز نماز فجر سے قبل مسجد نبوی شریف میں وعظ دیا کرتے تھے۔

(سبحة المرجان فی آثار هندوستان ص ۵۶ طبع جدید حیدرآباد دکن)

شیخ عبدالحئی کتانی لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحسن کبیر سندھی کے انتقال کے بعد ان کی مسند پر محدث حجاز علامہ شیخ الحافظ محمد حیات سندھی نے مسلسل ۲۴ برس درس دیا۔ (فهرس الفهارس والاثبات ص ۲۶۴)

عرب وعجم کے لاتعداد علماء نے مولانا سندھی سے استفادہ کیا۔ (سبحة المرجان)

عادات وخصائل: شیخ مرادی لکھتے ہیں: "وہ ایک پرہیزگار انسان تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ عوام الناس میں نہیں بیٹھتے تھے (یعنی فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے) نماز پنج گانہ مسجد نبوی میں پہلی صف میں ادا کرنا آپ کا معمول تھا"۔ (سلک الدرر)

تصنیف وتالیف: مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں سارا دن تدریس کے سلسلہ میں مصروف رہتے۔ دنیا بھر کے علماء ومشائخ استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے۔ نماز تہجد کے بعد مسجد نبوی میں آپ کا واعظ سننے کے لئے کثیر تعداد میں علماء صوفیاء مشاہیر اور عوام الناس موجود ہوتے، اس کے علاوہ عبادات اور ورد ووظائف لہٰذا شب وروز مصروفیت کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا موقعہ بہت کم ملا لیکن اس کے باوجود بعض کتابیں تحریر فرمائی۔ قاسمی صاحب نے تصانیف کے سلسلہ میں درج ذیل اسماء تحریر کئے ہیں۔ ان میں اکثر آج بھی غیر مطبوعہ اور منتشر ہیں کہیں ایک جگہ پر جمع نہیں ہیں۔ ان کی تصانیف پر کام نہیں ہوسکا ہے ہوسکتا ہے کہ بعض کتابیں ان کے نام سے منسوب کی گئی ہوں، بہرحال یہ تحقیق طلب کام ہے۔

- شرح علی الترغیب والترهیب للمنذری ۲ جلدیں

- تحفة المحبين شرح الاربعين للنووی
(مدینہ منورہ میں مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت کی لائبریری میں قاسمی صاحب نے قلمی صورت میں مطالعہ کیا ہے)
- مختصر الزواجر لابن حجر مکی
- شرح الاربعين حديث امن جمع الملا علی القاری
- الایقاف علیٰ سبب الاختلاف ناشر مکتبہ سلفیہ لاہور
- رساله رد بدعت تعزيه (مولانا معین ٹھٹوی کے رسالہ کا رد)
- ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتهاد
- فتح الغفور فی النهی عن عشق المردان والنسوان (لڑکوں اور لڑکیوں سے عشق کرنے کے رد میں، مولوی وفائی نے اس رسالہ سے اقتباس درج کیا ہے)
- تحريم الدخان (تمباکو حرام ہے) مطبوعہ درگاہ مشوری شریف لاڑکانہ
- كراهية الاخضاب بالسواد (سیاہ خضاب کی کراہت)
- الجنة فی عقيدة اهل السنة
- اتخاذ الماتم من الماثم
- رد الرسالة الشيخ معين السندی فی مسئلة الفدك وارث الانبياء (معین ٹھٹھوی کا رد)
- رد قرة العيز علی البكاء علی الحين رضی الله عنه (اعزاداری کا رد)
- العطية العلية فی مسئلة الافضلة
- رد مواهب سيد البشر فی حديث الخلفاء الاثنیٰ عشر
- رسالة فی حرمة اخذ الاجرة علی القرآن
- مواهب الحكم شرح الحكم الهداية کا مخطوطہ دار الکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۲۴۶۸۵ ب میں موجود ہے۔ (مکہ مکرمہ کے عجمی علماء ص ۴۷)
- موقظ الهمم شرح الحكم العطائيه
- تحفة الانام فی العمل بحديث النبی عليه الصلوة والسلام

تلامذہ: علامہ محمد حیات سندھی مدنی سے عربستان، مصر، شام، مراکش، ہندوستان اور پاکستان سے سیکڑوں علماء و مشائخ اور حجاج کرام نے فیض حاصل کیا۔ ان میں بعض اہم نام درج ذیل ہیں:

- علامہ ابو الحسن صغیر بھوی محدث مدنی مؤلف: "انباء الانباء فی حياة الانبياء"

- علامه محمد قائم سندهي (متوفی ۱۱۵۷ھ مدفون مدینہ منورہ، تذکرہ علماء ہندص)
- شيخ احمد بن عبدالرحمن سندهي
- علامه سيد غلام على آزاد بلگرامي (متوفی ۱۲۰۰ھ مدفون انڈیا)
- شيخ محمد سعيد بن محمد امين سفر المدني متوفی ۱۱۹۴ھ
- شيخ عبدالقادر بن خليل بن عبدالله رومي مدني حنفي كرك
- شيخ سيد عبدالقادر بن احمد بن عبدالقادر
- شيخ عبدالكريم بن عبدالرحيم الداغستاني متوفی ۱۱۹۸ھ
- شيخ سيد على بن ابراهيم بن جمعة العيسي كيلاني حلبي حنفي
- شيخ على بن صادق الداغستاني حنفي ۱۱۹۹ھ
- شيخ عبدالكريم بن احمد الشراباتي
- شيخ على بن عبدالرحمن استنبولي
- شيخ على بن محمد الزهري الشرواني حنفي مدني ۱۲۰۰ھ
- مفتي محمد بن عبدالله الخليفتي حنفي فقيه مدني ۱۱۷۱ھ
- شيخ عليم الله بن عبدالرشيد حنفي لاهوري مدفون دمشق (شام)
- شيخ خير الدين بن محمد زاهد بن حسين محمد حنفي نقشبندی ۱۲۰۶ھ مدفون سورت (بهارت)
- سلسلہ فاخریہ کے سرخیل علامہ سید محمد فاخر زائر الہ آبادی متوفی ۱۱۶۴ھ مدفون برہان پور (انڈیا) کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے تذکار اولیاء ص ۱۳۱ مطبوعہ کراچی
- شیخ محمد بن عبداللہ فیروز احسائی (۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء کو بصرہ (عراق) میں وفات پائی)
- شیخ عبدالرحمٰن بن جعفر شافعی الکردی مدفون دمشق (شام)
- شیخ عبدالخالق بن ابی بکر زبیدی حنفی
- امیر یمانی محمد بن اسماعیل شارح "بلوغ المرام" ۱۱۸۲ھ
- شیخ ابراہیم بن مصطفیٰ حنفی حلبی مداری مدفون قسطنطنیہ
- حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی سنی حنفی
- محمد بن عبدالوہاب نجدی خارجی (بانی فرقہ وہابیہ نجدیہ)

نجدی کی تفصیلات جاننے کے لئے راقم الحروف راشدی کی دیکھئے کتاب: اصلی کون؟

مسلک: آپ کا مسلک کیا تھا؟ یہ سوال اس لئے اٹھا کہ مولوی دین محمد وفائی نے صاف صاف لکھا ہے: "شیخ محمد حیات "شخصی تقلید" کے قائل نہیں تھے"۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۲۱)

مشاہیر سندھ میں وفائی صاحب کی ایسی قیاس آرائیاں، بے تکی باتیں بے شمار ہیں جن کا فقیر راشدی نے مختلف مقامات پر نوٹس بھی لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وفائی کی اہل سنت احناف کے ساتھ بے وفائی اظہر من الشمس بن چکی ہے۔ اس کے علاوہ مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی فاضل دیوبند (ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد) علامہ سندھی کے مسلک کے متعلق غیر یقینی کیفیت میں مبتلا ہیں گویا کہ اہل حدیث وفائی کی عبارت کو فاضل دیوبند مزید تقویت پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں لیکن دوسری طرف ان کے قلم سے یہ بھی لکھا گیا ہے:

"عربی اور فارسی کے تمام سوانح نگار شیخ محمد حیات سندھی کے حنفی مذہب پر متفق ہیں"۔

اس کے باوجود قیاس آرائیوں کو جنم دینا چہ معنی دارد؟ اس کو زبردستی اپنے نظریات ٹھونسنے کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے فقیر یہاں آپ کے مسلک کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

شیخ الاسلام، مفتی مکہ، امام حرم سید احمد بن زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب نجدی (بانی فرقہ وہابیہ) ابتدائے عمر میں مدینہ منورہ میں طالب علم تھا۔ شیخ محمد بن سلیمان الکردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی یہ دونوں بزرگ اس میں الحاد و گمراہی کی علامت پاتے تھے اور فرماتے تھے یہ (طالب علم نجدی) عنقریب گمراہ ہو جائے گا اور اس کے سبب سے اور لوگ بھی گمراہ ہوں گے"۔

(الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ ص ۴۳ مطبوعہ ایشیق استنبول ترکی)

علامہ سندھی کی پیشن گوئی بالکل سو فیصد ثابت ہوئی، مرد کامل نے جو کچھ قبل از وقت نور بصیرت سے بتایا تھا وہ وقت آنے پر بالکل درست ثابت ہوا۔

علامہ محمد حیات سندھی کے ایک شاگرد شیخ محمد بن عبداللہ فیروز احسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبدالوہاب نجدی کے رد میں ایک کتاب "الرسالۃ المرضیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" تحریر فرمایا۔

(مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء ص ۶۸)

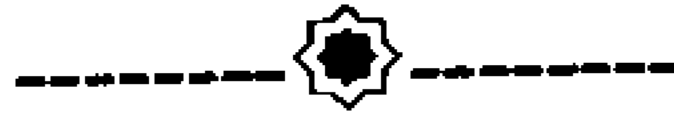
علامہ حیات سندھی کے شاگرد رشید مخدوم ابوالحسن صغیر سندھی حنفی محدث مدنی نے "انباء الانباء فی حیاۃ الانبیاء" (عربی) میں کتاب تحریر فرمائی۔

علامہ حیات سندھی کی دوررس نگاہوں پر قربان کہ فرقہ وہابیہ کی ابھی بنیاد بھی نہ رکھی گئی تھی، بانی فرقہ ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا کہ آپ نے پیشانی دیکھ کر نوشتہ دیوار پڑھ لیا اور سب کچھ بتا دیا۔ اس کا

مطلب آپ ابتداسے "وہابی تحریک" کے مخالف تھے بلکہ محاسبہ کرنے والے اولین میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور آپ کے تلامذہ نے بھی تحریراً و تقریراً اس کا رد بلیغ کیا۔ جس کو حضور پاک ﷺ نے قرن الشیطان (شیطان کے سینگ) قرار دیا۔ بھلا اس کی حمایت ایک عالم ربانی کیسے کرسکتا ہے۔ آج اگر کوئی ان دلائل کو نظر انداز کر کے انہیں غیر مقلد وہابی کہنے میں مصر ہو تو اس زبردستی و ناانصافی پر سوائے احتجاج کے اور کیا کر سکتے ہیں؟

وصال: سندھ کے فاضل جلیل، عظیم حنفی عالم، عاشق رسول محدث، عارف باللہ محمد حیات مدنی نے اپنا سرمایہ مدینہ منورہ کے غریب اور مسافر طلباء پر صرف کیا۔ روپیہ پیسہ کچھ بھی جمع نہیں کیا۔ صوفیائے کرام کی طرح ساری زندگی توکل علی اللہ میں بسر فرمائی۔ شب و روز قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ میں صرف کر کے ۲۶، صفر المظفر ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء بروز بدھ کو وصال کیا۔ حرم نبوی میں گنبد خضریٰ کے سایہ میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ (سبحة المرجان، سلك الدرر)

[زیادہ تر مواد مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی کے مجموعہ "مقالات قاسمی" مطبوعہ حیدرآباد ۲۰۰۰ء سے لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ باحوالہ مواد شامل کر کے مضمون ترتیب دیا گیا]



رئیس العلماء علامہ شیخ محمد عابد سندھی مدنی

شیخ محمد عابد بن شیخ احمد علی بن شیخ الاسلام محمد مراد بن حافظ محمد یعقوب بن محمود انصاری سیوھن شریف (ضلع دادو، سندھ) میں شہباز ولایت حضرت لعل شہباز قلندر قدس سرہ کی نگری میں علمی گھرانہ میں تولد ہوئے۔

آپ کے جد امجد شیخ الاسلام محمد مراد اپنے وقت کے نامور عالم دین و فاضل جلیل تھے اور امام اہل سنت، علامۃ الدھر، عارف باللہ، مجدد و فقیہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قادری قدس سرہ کے تلمیذ خاص تھے۔ شیخ محمد مراد اہل خانہ کے ہمراہ سیوھن شریف سے حجاز مقدس منتقل ہو گئے اور حدیدہ (یمن) میں مستقل سکونت اختیار کی اور حدیدہ میں شیخ محمد مراد نے انتقال کیا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم سیوھن شریف میں حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے چچا شیخ محمد حسین انصاری سے تعلیم و تربیت پائی۔ انہیں کی خدمت میں رہ کر درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ یہ تعلیم کا سلسلہ سیوھن شریف اور حدیدہ میں جاری رہا۔ انہیں اپنے چچا بزرگ سے سند حدیث حاصل تھی جو کہ اس طرح ہے:

شیخ محمد عابد سندھی حنفی عن شیخ محمد حسین انصاری حنفی عن مخدوم ابو الحسن صغیر بھوی مدنی حنفی سندھی عن مخدوم محمد حیات سندھی حنفی مدنی عن مخدوم ابو الحسن کبیر بھوی مدنی حنفی المعروف علامہ سندھی شارح صحاح ستہ عن شیخ عبداللہ السالم بصری مدنی رحمھم اللہ تعالیٰ علیہ۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ)

شیخ محمد عابد سندھی نے یمن کے علمی مرکز زبیدہ میں وہاں کے علماء و مشائخ اہل سنت سے استفادہ کیا۔ انہوں نے اپنے چچا محمد حسین انصاری سے علم طب میں بھی تحصیل کی۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہاں بھی علماء و مشائخ اہل سنت سے علمی و روحانی استفادہ کیا۔

بیعت: شیخ محمد عابد سندھی حنفی حدیدہ کے دوران قیام ان کی درگاہ لواری شریف (سندھ) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد زمان ثانی صدیقی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں روحانی تسکین پائی، متاثر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: تدریس کا آغاز زبیدہ (یمن) سے کیا۔ یمن کی دارالسلطنت صنعاء میں بھی درس و تدریس کی مسند پر جلوہ افروز رہے۔ یمن کے بادشاہ کے شاہی طبیب بھی رہے۔

ایک بار بادشاہ یمن کی جانب سے بادشاہ مصر کی جانب سفیر بن کر گئے، دونوں ملکوں کی طرف سے سفارتی تعلقات کو اپنی علمی بصیرت اور ذہنی صلاحیت سے بہتر بنایا۔ اس طرح علامہ محمد عابد سندھی کو دونوں ملکوں میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے علم و فضل سے فقط عام نہیں بلکہ خاص الخاص بھی استفادہ کرتے تھے۔

ان کی زندگی کا اکثر حصہ یمن میں گذرا غالباً اسی لئے مورخ ساباطی نے انہیں فہرست میں "زبیدہ کے علماء" میں شمار کیا ہے۔

تمام عزت و شہرت کے باوجود ان کا دل مدینہ منورہ کے لئے تڑپتا رہتا تھا۔ یہ سب کچھ شہنشاہ مدینہ حضور پر نور ﷺ کے عشق و محبت کی وجہ سے تھا۔ اسی محبت کی خاطر آپ نے تمام اعزازات و مناصب کی قربانی دے کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور بقیہ زندگی گنبد خضریٰ کے زیر سایہ درس و تدریس میں بسر کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس ارادے سے ۱۲۲۴ھ کو مدینہ منورہ پہنچے ان دنوں گورنر مکہ مکرمہ سید محمود بن محمد کا نجد (قرن شیطان: موجودہ نام ریاض) سے ابھرنے والی "وہابی تحریک" سے سخت اختلافات چل رہے تھے۔ اس لئے علامہ صاحب واپس حدیدہ (یمن) آئے وہاں بھی انقلاب آچکا تھا۔ وہاں قاضی حسین بن علی حازمی مقرر ہوئے تھے جو کہ زیدی شیعہ تھے۔ اس نے یہ بدعت نکالی کہ اذان فجر سے الصلوۃ

خیر من النوم کو نکالا جائے اور اس کی جگہ "حی علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کیا جائے۔ لیکن عام مسلمانوں نے قاضی کے حکم پر کوئی توجہ نہیں دی اور پاگل کی بڑ سمجھ کر اس خیال باطل کو سراسر ٹھکرا دیا۔ عدم عمل کی صورت میں قاضی نے چالیس حنفی علماء کو گرفتار کرنے کا آڈر جاری کیا ان چالیس میں سرفہرست علامہ محمد عابد سندھی تھے۔ علامہ سندھی کو جیل میں سخت اذیت ناک تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

جب سے آزادی ملی تو حالات ناسازگاری کی وجہ سے آبائی وطن سندھ واپس آنے کا پروگرام مرتب کیا۔ سندھ آنے کے بعد پیر خانہ حاضری دی کچھ روز حضرت خواجہ کی صحبت میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔ روضہ رسول ﷺ کی جدائی بہت شاق گذر رہی تھی، اندر ہی اندر دل مدینہ منورہ کے لئے پگل رہا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے عاشق مدینہ کی یہ کیفیت نور بصیرت سے محسوس کر کے انہیں مدینہ منورہ کے لئے واپسی کی اجازت اور ڈھیر ساری دعاؤں سے رخصت کیا۔ سندھ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اس بار کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔ اللہ کے ولی کی دعاؤں نے رنگ دکھایا، حالات ہر طرف سازگار تھے۔ محبین و معتقدین کے حلقہ میں اضافہ تھا۔ سندھ کے عظیم حنفی محدث شیخ محمد عابد نے اطمینان قلبی کے ساتھ مدینہ شریف میں درس و تدریس، تحریر و تصنیف، عبادت و ریاضت، ذکر و فکر، تہجد و نوافل، اور کثرت درود شریف کے معمولات میں مصروف و مشغول ہو گئے۔ انہیں مصروفیات میں مشغول تھے کہ بغیر کوشش و کاوش کے بادشاہ مصر نے آپ کو مدینہ منورہ کا "رئیس العلماء" کے مقام و منصب سے نوازا۔ آپ مدینہ منورہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) علماء کے رئیس قرار پائے۔ بے شک آپ اس مقام و منصب کے اہل لائق و فائق تھے۔ عرب و عجم، مشرق تا مغرب تک علماء و مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا اور یہ صدقہ جاریہ کا سلسلہ آج بھی عرب و عجم مشرق تا مغرب جاری و ساری ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس چیز کے پیچھے بھاگا جائے وہ دور ہی چلی جاتی ہے اور جب بندہ مکمل اللہ تعالیٰ عزوجل کا ہو جاتا ہے تو ہر چیز اس کی ہو جاتی۔

بقول اقبال:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست میں سے بعض کے اسماء گرامی بڑی کوشش و سعی کے بعد سامنے آئے ہیں۔ (حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر وہ کام کر سکتا ہے جو عرب کا عالم ہو یا عرب کی حالیہ تاریخی اشاعت اس کی نظر کے سامنے ہو۔ کیوں کہ آج کل عرب کے علماء و مشائخ و مشاہیر کی تاریخ و تذکرہ پر بہت ساری کتابیں حجاز مقدس، مصر، شام بیروت، یمن، دبئی، کویت،

اردن وغیرہ مقامات سے شائع ہوچکی ہیں۔مثلاً: نشر النور، نشر الدرر، نظر الدرر، معجم المؤلفين، هدية العارفين، اعلام الحجاز فى القرن الرابع عشر للهجرة للمحمد على مغربى مطبع جده، اهل الحجاز بعبقهم التاريخى حسن عبدالحئى قزاز، علماء العرب فى شبة القارة الهندية شيخ يونس ابراهيم، سير و تراجم، عمر عبدالجبار جده، فهرس الفهارس و الاثبات علامه سيد عبدالحئى كتانى مراكشى مطبوعہ بیروت ایسی کتب کے مطالعہ سے آپ کی جامع سوانح کے علاوہ تلامذہ کی طویل فہرست بھی تیار ہوسکتی ہے۔خدا کرے کوئی اہل علم حجاز مقدس کے علماء سندھ پر کام کرے)۔

1- امام مسجد الحرام کعبہ شریف شیخ حسین بن صالح جمل اللیل حنفی۔مکہ مکرمہ (ان سے امام احمد رضا خان بریلوی نے سند حدیث حاصل کی تھی)

2- شیخ سید عبداللہ بن علامہ سید محمد عبداللہ بخاری مشہور کوجک حنفی مکی متوفی ۱۲۹۷ھ

3- قاضی حسن بن احمد بن عبداللہ عاکش الضمدی ۱۲۸۹ھ

4- سیف المسلول شیخ طریقت علامہ فضل رسول بدایونی قادری قدس سرہ

5- شیخ طریقت حضرت علامہ خواجہ ابوسعید مجددی رامپوری مدفون دہلوی متوفی ۱۲۵۰ھ

6- شیخ طریقت علامہ عبدالغنی رامپوری مجددی ابن ابوسعید مدفون مدینہ منورہ ۱۲۹۶ھ

7- شیخ الاسلام شہاب الدین احمد حنفی حسینی — استنبول، ترکی

8- شیخ جمال بن عبداللہ مکی حنفی

9- شیخ داؤد بن سلیمان بغدادی خالدی شافعی نقشبندی المعروف بابن جرجیس

10- شیخ سلیمان بن محمد خطیب و امام مسجد نبوی — مدینہ منورہ

11- شیخ صدیق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ کمال حنفی مکی

12- مولانا علم الدین بن رفیع الدین عمری قندھاری — حیدرآباد دکن

13- مولانا شیخ ابوالفضل عبدالحق بن فضل اللہ عثمانی بنارسی — بھارت

14- شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام مالکی فاسی مدنی

15- مولانا محمد برہان الحق بن محمد نور الحق انصاری لکھنوی — بھارت

16- شیخ محمد بن خلیل ابوالمحاسن القاوقجی — طرابلس

17- مولانا محمد حیدر بن ملا محمد مبین انصاری — حیدرآباد دکن

18- شیخ غلام حسنین بن حسین علی بن عبدالباسط قنوجی

19- مولانا ابو علی محمد ارتضیٰ علی خان قاضی نجاری — مدراس بھارت

20- شیخ داؤد بن عبد الرحمٰن حجر مقبول الاهدل زبیدی

21- علامہ قاضی ابو الخیر عبد اللہ جتوئی — ضلع ٹھٹھہ سندھ

وغیرہ وغیرہ

تصنیف و تالیف: علامہ محمد عابد سندھی صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ تھے۔ ان میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

1- طوالع الانوار شرح الدر المختار (آٹھ جلدیں، قلمی)

اس کتاب کے بارے میں "ردمختار" اور "فتاویٰ" کے مصنفین کی رائے یہ ہے کہ شیخ محمد عابد، کی یہ معرکۃ الآرا تصنیف اگر ہمارے پیش نظر ہوتی تو شاید ہم اپنی مذکورہ کتابیں نہ لکھتے۔ (مقال الضمائر ص ۳۰۳) اس کا ایک نسخہ اپنے قلم سے لکھا ہوا شیخ محمد عابد نے اپنے پیر و مرشد خواجہ محمد زمان ثانی کو ہدیہ پیش کیا تھا۔ عصر حاضر کے محقق سید محمد عابد حسین شاہ کی عرب دنیا کی جدید اشاعت پر گہری نظر ہے۔ انہوں نے اس کتاب کی آٹھ جلدیں گنوائی ہیں۔ (معارف رضا کراچی)

2- المواهب اللطیفه شرح مسند الامام ابی حنیفه

مذکورہ کتاب فقہ حنفیہ میں بے نظیر کتاب ہے اور یہ کتاب علم حدیث میں ثانی نہیں رکھتی افسوس کہ اشاعت کے زیور سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

3- شرح تیسیر الوصول الیٰ جامع الاصول من احادیث الرسول لابن الربیع الشیبانی

4- شرح بلوغ المرام لابن حجر عسقلانی

5- حصر الشارد فی اسانید محمد عابد (عربی) ۲ جلدیں مطبوعہ

6- منحة الباری فی جمع مکررات البخاری صحیح بخاری کی مکرر احادیث کے متعلق عمدہ اور بہترین کتاب ہے۔

7- شرح مسند الامام الشافعی (دو ضخیم جلدیں)

8- رسالہ رد عقائد نجدیہ

9- کتاب الشمالی و یوم مولده ﷺ بحواله البشریٰ لمن احتفل بمیلاد المصطفیٰ

10- رسالة فی جواز الاستغاثة والتوسل و صدور الخوارق من الاولیاء المقبورین

11- رسالة فی تقبیل الصحابة ید رسول الله و رأسه الشریف و حکم التقبیل عامة

(بحوالہ مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء ص ٦٩)

12- شفاء قلب كل سؤول في جواز من تسمي بعبد النبي و عبدالرسول

13- رسالة في كرامات الاولياء والتصديق بها

14- رسالة في التوسل و انواعه واحكامه

علامہ سندھی کے مندرجہ بالا چار رسائل کا ذکر مورخ جناب سید عابد حسین صاحب نے "علماء اہل سنت نے وہابی افکار کے تعاقب میں رسائل و کتب قلم بند کیئے" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ (دیکھئے مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء ص ۶۹) اس سے واضح ہوا کہ مذکورہ رسائل وہابی افکار کی تردید میں لکھے گئے ہیں۔

16- جزء في تراجم مشائخ   17- كشف الباس عن سيد الناس

18- ترتيب مسند الامام ابي حنيفه برواية الحصكفي

19- ديوان عابد السندي   20- شرح مسند الحارثي

21- الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة

22- الكرامة والتقبيل   23- ترتيب مسند الامام الشافعي

24- حواشي السندي على البيضاوي   25- نفحات النسيم

26- مجموعة في اجازات مشائخه له و اسانيدهم نظماً و نثراً

ان کے علاوہ بھی چھوٹی بڑی بہت سی تصانیف یادگار ہیں جو کہ مختلف مقامات پر ذاتی و سرکاری لائبریری میں قلمی صورت میں موجود ہیں۔ خدا کرے کہ یہ علمی شہہ پارے جلد منظر عام پر آ کر سب کے لئے فیض عام کا ذریعہ بنیں۔

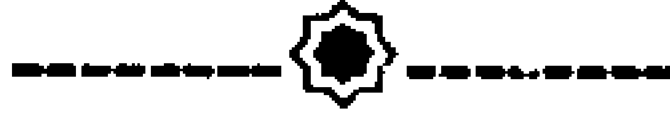
وصال: علامہ شیخ محمد عابد سندھی نے مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے زیر سایہ بروز دوشنبہ ۱۸ یا ۱۹ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء کو متاع جان کو جان آفرین کی جناب میں پیش کیا۔ جنت البقیع میں امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقبرہ شریف کے دروازہ سے متصل مدفون ہوئے۔

نجدی خارجی فرقہ کی غاصبانہ تحریک نے حجاز مقدس پر قبضہ کرنے کے بعد حجاز مقدس پر اپنا نام "سعودی عرب" مسلط کر کے احیاء بدعت کا آغاز کیا۔ عوام الناس خصوصاً علماء و مشائخ اہل سنت اور سادات کرام کا قتل عام کر کے اپنی بادشاہی قائم کی۔ اس کے علاوہ یادگار مساجد و مزارات مقدسہ کو بے دردی و بے جگری سے شہید کیا۔ اس لئے آج مزار شریف حضرت عثمان غنی پر مقبرہ شریف نہیں رہا جو کہ خارجی وہابی فرقے کے ظلم و بربریت کو یاد دلاتا رہے گا۔

[تذکرہ مشاهير سندھ، الرحيم مشاهير نمبر، فاضل بريلوى اور علماء حجاز سید عابد حسین شاہ، ارشاد القاری الی حیاۃ الشیخ محمد عابد

الانصاری (عربی) مؤلف عبدالغفور سندھی سے مواد اخذ کیا گیا]

نوٹ: حلب (شام) کے شیخ سائد بکداش مدنی نے کتاب "الامام الفقیہ المحدث الشیخ محمد عابد السندی الانصاری رئیس العلماء المدینۃ المنورۃ فی عصرہ" تصنیف کی ہے، جسے دار البشائر الاسلامیہ بیروت نے ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ۱۴۲۳ھ میں شائع کیا ہے۔



بدر العلماء علامہ محمد یعقوب ہمایونی

استاد العلماء حضرت علامہ خلیفہ محمد یعقوب بن محمد مبارک (پیچوھوا بڑو) ریاست قلات (بلوچستان) کے گوٹھ "جھٹ" میں تولد ہوئے۔ پیدائش سے قبل ایک درویش نے محمد مبارک کو آپ کی پیدائش کی بشارت دی کہ "ایسا کامل درویش پیدا ہوگا کہ علم خواہ عمل کے حوالہ سے بھی ممتاز مقام حاصل کرے گا"۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ولی کامل بحر العلوم علامہ عبدالحلیم کنڈوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے گوٹھ کنڈی (بھاگ ناڑی ریاست قلات) میں تعلیم و تربیت حاصل کی، وہیں درس نظامی کا نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ علامہ کنڈوی کے ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں۔ ابتدائی دنوں کا ایک خواب بتایا جاتا ہے کہ ایک روز علامہ عبدالحلیم خواب میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے فرمایا: عبدالحلیم! محمد یعقوب کا خیال رکھئے گا۔ خواب میں ہمایونی کی شکل بھی دکھائی گئی تھی۔ جب صبح ہوئی مولانا عبدالحلیم نے گوٹھ کنڈی سے باہر نکل کر محمد یعقوب طالب علم کا استقبال کیا اور عزت و احترام سے مدرسہ لے کر آئے داخلہ دے کر تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔

قلات کے والی میر نصیر خان بروہی کے وقت میں اپنے استاد محترم علامہ کنڈوی کے ساتھ کنڈی سے جیکب آباد (سندھ) کے نزدیک "آباد" گوٹھ میں سکونت اختیار کی، بعد میں ہمایون گوٹھ کے زمینداروں غازی خان سومرو اور رئیس موسو خان سدھایو کی استدعا و خواہش پر وہیں آکر مستقل رہائش اختیار کی۔

درس وتدریس: ہمایون شریف میں مدرسہ قائم فرما کر استاد محترم علامہ کنڈوی کی زیر نگرانی تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۲۵۴ھ میں علامہ کنڈوی کا روہڑی میں قاضی جان محمد کے گھر انتقال ہوگیا۔ لیکن علامہ ہمایونی تاحیات ہمایون میں درس سے وابستہ رہے اور آپ کے قدوم پاک کی برکت سے ہمایون گوٹھ "ہمایون شریف" بن گیا اور یہ قصبہ دنیا میں مشہور ہوگیا۔

۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۵ء میں ہمایون شریف میں ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کروائی جو کہ آج بھی بڑی شان سے قائم ہے اور اچھے ماضی کی خبر دے رہی ہے۔ تعمیر مسجد کی تاریخ اس طرح لکھی گئی:

بہر تاریخ بنائے پاس او
گفت حافظ، ثانی بیت الحرام
(۱۲۵۳ھ)

بیعت: علامہ محمد یعقوب ہمایونی اپنے استاد محترم ولی کامل حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم کنڈوی قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اور جانشین و خلیفہ تھے۔ اسی لئے "خلیفہ" آپ کے نام کا جزو بن گیا۔

علامہ کنڈوی کن کے مرید تھے؟ اس سلسلہ میں علامہ کنڈوی کے خاندانی رشتہ دار حضرت خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ کے داماد حضرت سید تراب علی شاہ راشدی کی روایت گھر کی روایت کے باعث مستند سمجھ کر نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

1- میاں عبدالحلیم، میاں محمد کامل (کٹبار شریف) کے دست بیعت تھے۔

2- میاں محمد کامل کے فرزند خواجہ محمد حسن کے ہاتھ پر مولانا خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی کے والد محترم علامہ نور محمد شہدادکوٹی بیعت تھے۔

3- خواجہ محمد حسن کے فرزند میاں غلام حیدر کے ہاتھ پر مولانا غلام صدیق شہدادکوٹی نے بیعت کی۔
(تذکرہ مشاہیر سندھ حواشی سید حسام الدین راشدی)

حضرت میاں محمد کامل قادری، حضرت شیخ کامل مخدوم محمد صدیق سکھرو (خانقاہ محمد پور، پنوعاقل ضلع سکھر) کے ہاتھ پر "سلسلہ عالیہ قادریہ سروریہ" میں بیعت تھے۔ اور حضرت محمد صدیق، سلطان العارفین، عاشق غوث اعظم جیلانی حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز (خانقاہ شریف سلطان باہو ضلع جھنگ صدر پنجاب) کے غالباً بلاواسطہ خلیفہ تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، بعض نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- حضرت عارف کامل علامہ مولانا عبدالرحمٰن — سکھر
2- حضرت مولانا عبدالغفار مہر — بانی درگاہ خانگڑھ شریف، گھوٹکی
3- حضرت مولانا عبدالقادر انڈھڑ پھنواری — پنوعاقل
4- حضرت مولانا علامہ سلطان محمود سیت پوری
5- حضرت مولانا قادر بخش مہاجر مکی
6- حضرت مولانا مفتی محمد ہاشم سومرو — گڑھی یاسین

7- مولانا عبدالستار رستم والے — رستم ضلع شکار پور

8- علامہ مولانا محمد اسماعیل میمن — تحصیل قمبر

اولاد: آپ نے غالباً ایک شادی کی جس سے ۱۲۶۱ھ کو ایک صاحبزادہ تولد ہوا جس کا نام عبدالغفور تجویز کیا گیا جو کہ آگے چل کر امام زمان، فخر الاتقیاء اور فقیہ اعظم کے منصب جلیل پر فائز المرام ہوا۔

وصال: حضرت علامہ خلیفہ محمد یعقوب ہمایونی نے شب جمعہ ۱۵، ذوالقعدہ ۱۲۷۳ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ وفات "چراغ دو جہان" سے نکلتی ہے۔ وصال پر آپ کے شاگرد مولانا محمد علی نے فارسی میں قطعہ تاریخ وصال کہا:

حضرت یعقوب نیکو نام بود — در تمامی علما علام بود
در ہمایون بدہمایون سایہ اش — ظل فیضش فرق خاص و عام بود
صدر تخت عالمان دین بگو — خاتم الخلفاء در اسلام بود
بیست و پنجم ازمہ ذی قعدہ بود — نیز لیل سید الایام بود
چونکہ من کردم سوال از پیر عقل — رحلت او در کدامین عام بود
اوز عام وصل او تاریخ گفت — وہ چہ دی دریای فیض عام بود

۱۲۷۳ھ

(ماخوذ: تذکرہ مشاہیر سندھ۔ تیرہویں صدی کے مشاہیر سندھ مطبوعہ)

علامہ سید محمد فاضل شاہ کاظمی

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد فاضل شاہ "فاضل" بن مولانا سید غلام حیدر شاہ کاظمی ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء میں حیدرآباد سندھ میں تولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے ددھیال میں ایک بزرگ سید علی حیدر استر آبادی کے نام سے ایران میں ہوگذرے ہیں جو کہ فارسی کے نامور اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا خاندان مرزا عیسیٰ ترخان کی حکومت میں ٹھٹھہ آیا۔ اس کے بعد نصر پور اور آخر میں حیدرآباد کے محلہ قاضی سادات میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے خاندان میں کئی علماء شعرا اور درویش ہوگذرے ہیں۔

تعلیم وتربیت: مولانا سید محمد فاضل شاہ نے قرآن مجید کی تعلیم مشہور درویش آخوند حافظ محمد صابر انصاری ہالائی سے حاصل کی۔ (شاہ صاحب کے جد کریم حضرت سید محمد اسماعیل شاہ نے مسجد

شریف کے حجرہ میں مکتب قائم کیا تھا جہاں آخوند صاحب تعلیم دیتے تھے)۔آپ کے دادا جان حضرت سید محمد اسماعیل شاہ درویشی کے حوالہ سے حیدرآباد شہر میں شہرت رکھتے تھے۔ختم قرآن کے بعد فارسی و عربی کی تعلیم کے لئے حضرت علامہ مولانا عبداللہ ولہاری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔مولانا ولہاری کنبھر و شریف (دھورو نارو ضلع عمرکوٹ) کے کامل بزرگ درویش صابر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے،جن کی بزرگی اور ان کی اولاد کے روحانی فیض کا ذکر تاریخ سندھ "تحفة الکرام فارسی جلد ۳ ص ۱۶۶ پر درج ہے۔

علامہ ولہاری حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے اور آپ کا عظیم الشان مدرسہ حیدرآباد شہر میں بھائی خان کی چاڑھی پر ہوا کرتا تھا،جہاں دور دراز علاقہ کے طلباء اکتساب فیض کے لئے اس مدرسہ میں داخلہ لیا کرتے تھے۔

مولانا فاضل شاہ "سراجی" کتاب پڑھ رہے تھے کہ علامہ ولہاری کی طبیعت ناساز ہوگئی جس کے سبب اپنے وطن چلے گئے۔حیدرآباد کی خوش قسمتی کہئے کہ استاذ العلماء حضرت علامہ محمد حسن ضلع دادو سے حیدرآباد تشریف لائے اور محلہ فقیر جو پڑ جامع مسجد مائی خیری میں مدرسہ قائم کیا۔مولانا محمد حسن کو علمائے سندھ نے "علم منطق" میں استاد کا خطاب دیا تھا۔وہ منطق کے بہت بڑے ماہر و قابل استاد تھے۔مولانا فاضل شاہ نے بقیہ کتب مولانا محمد حسن سے پڑھ کر کمال کو پہنچے۔مولانا محمد حسن کے ہونہار شاگردوں میں علامہ قاضی سید اسداللہ شاہ فدا (ٹکھڑ) اور مولانا میاں پیر محمد صاحب (ٹنڈو قیصر) شہرہ آفاق عالم دین ہو گذرے ہیں۔

بیعت: شاہ صاحب اور آپ کے والد حضرت سید غلام حیدر شاہ دونوں سلسلہ نقشبندیہ میں شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔فاضل شاہ متشرع صوفی اور روشن ضمیر فقیر تھے،آپ نے دیگر مشائخ طریقت مثلاً : حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب تخت دھنی پاگارہ اور حضرت مخدوم امین محمد صدیقی سہروردی (ہالا) کی صحبت سے روحانی بالیدگی حاصل کی۔

علمی مقام: سامی دیانند ہندوؤں کے پہلے جائے نشین پنڈت لیکھرام آریہ مسافر جب حیدرآباد دعوت پر آئے۔ایک روز حیدرآباد کے ہندوؤں مثلاً: دیوان نولرائے،دیوان میٹھارام وغیرہ نے دیوان نولرائے کے بنگلہ پر حیدرآباد کے علماء اسلام کو دعوت دے کر بلوایا کہ پنڈت کے سوالات کے جوابات دیں۔اس دعوت پر حیدرآباد و مضافات کے تقریباً بیس (۲۰) علماء اسلام تشریف لائے۔تمام علماء نے حضرت فاضل شاہ کو اپنا امیر مقرر کیا۔پنڈت لیکھرام نے پانچ سوالات کئے۔حضرت علامہ سید فاضل شاہ نے ہر سوال کا فوری طور پر مدلل و مفصل جواب دے کر پنڈت کو ساکت اور لاجواب کر دیا۔

تمام علماء اسلام نے مرحبا و ماشاء اللہ کہا۔

بحیثیت مفتی: برٹش گورنمنٹ کے عہد میں مسلمانوں کی کوششوں سے گورنمنٹ نے حیدرآباد شہر کے لئے مخدوم قاضی احمد ٹیاروی کو قاضی و مفتی مقرر کیا۔ لیکن انہوں نے تھوڑی مدت بعد استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد قاضی سید محمد یوسف شاہ مقرر ہوئے۔ جو کہ فاضل شاہ کے چچا تھے۔ قاضی حافظ محمد یوسف نے اگست ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی سید محمد ابراہیم شاہ قاضی اور فاضل شاہ مفتی مقرر ہوئے۔ اس سے قبل بھی قاضی کے ہوتے ہوئے سید فاضل شاہ فتویٰ جاری فرماتے تھے۔ آپ فتاویٰ نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مسلمان آپ کے فتویٰ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

مستجاب الدعوات: ایک روز حیدرآباد میں سخت قحط پڑا ایک تو سخت گرمی اور دوسرا یہ کہ پانی کے کوئی آثار نہیں تھے اس صورتحال نے غریب مسلمانوں کو بہت پریشان کیا۔ ان صورتحال میں حضرت علامہ سید فاضل شاہ نے عوام الناس کو جمع کیا، صبح گیارہ بجے قرآن شریف اٹھایا اور لشکر ساتھ لے کر حضرت شاہ اولیاء کی مزار شریف پر پہنچے فاتحہ خوانی کے بعد عوام الناس کو میدان میں جمع کیا اور پر درد و فکر انگیز تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے گناہ یاد دلائے اور انہیں توبہ تائب ہونے کی ترغیب دی۔ آپ کی رقت انگیز تقریر سن کر سامعین خوف خدا میں رونے لگے، چیخ و پکار بلند ہونے لگی۔ اس عالم میں نماز پڑھائی اس کے بعد ننگے سر ہو کر روتے ہوئے دعا میں مشغول ہی تھے کہ زوردار بارش ہونے لگی۔ حتیٰ کہ بارش کا پانی میدان گلی و کوچہ میں جمع ہو گیا۔ مجمع اللہ اکبر کے نعرے لگا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ ہندو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔

عادات و خصائل: علامہ سید فاضل شاہ عالم با عمل، شب خیز عابد، روکھی سوکھی کھانے والے زاہد، مفتی نکتہ دان، مصنف محقق، صوفی، شاعر، سخی، متوکل تھے۔ خود نقشبندی تھے خفی ذکر کرتے تھے لیکن طبیعت میں شدت پسندی نہیں تھی اس لئے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں ذکر خفی و جلی دونوں کو جائز لکھا اور دونوں کا مقصد، منزل مقصود تک پہنچانے کا سبب بتایا، جس کا دل جو ذکر چاہے وہ وہی ذکر کرے۔ سبحان اللہ!

جیسے جیسے عمر گذر رہی تھی آپ کی عبادت و توکل میں ترقی ہو رہی تھی۔ ایک بار مسجد شریف میں ایک سال معتکف رہے۔ دن رات عبادت، ریاضت، نوافل، تلاوت کلام پاک، ورد درود شریف، اوراد و وظائف ذکر فکر مطالعہ و تحریری کام میں مشغول رہے۔ سادہ لباس و سادہ خوراک پسند فرماتے تھے۔ اس ایک سال کے مجاہدہ کے بعد دن کا اکثر حصہ مسجد شریف میں گذارتے اور رمضان المبارک کا پورا مہینہ مسجد شریف میں معتکف رہتے تھے۔ تحریری کام مسجد شریف میں کرتے، امامت و خطابت بھی فرماتے تھے اور

روزانہ بعد نماز عصر تا مغرب درس دیا کرتے۔ جمعہ کے دن آپ کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا جس میں بیشمار نفوس علمی وروحانی بیان سننے کے لئے شہر ومضافات سے آتے تھے۔ اس کے ساتھ درس وتدریس کا عمل بھی جاری تھا۔ ماسٹر محمد صدیق مسافر مرحوم (مورخ سندھ) بھی شاہ صاحب کے آخری دور کے شاگرد تھے۔

شادی واولاد: بعد فراغت تعلیم آپ کی اپنے خاندان میں شادی ہوئی۔ بیوی کے بطن سے دو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سید دین محمد شاہ ۱۲۹۰ھ میں تولد ہوئے۔ جوان ہوئے شادی کی اور ایک بیٹی تولد ہوئی اس کے بعد ۲۲ سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ میں انتقال کیا۔ دوسرے بیٹے سید محمد شاہ نے بچپن میں انتقال کیا۔

دوسری شادی چچازاد بھائی قاضی حافظ سید محمد ابراہیم شاہ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ اس کے بطن سے فقط ایک بیٹا سید ہوندل شاہ تولد ہوئے۔

تصنیف وتالیف: فاضل شاہ کے والد ماجد سید غلام حیدر شاہ بھی عالم دین وشاعر تھے۔ کتاب "لیلیٰ مجنون" کو نظم میں تحریر کیا جو کہ بمبئی کے لیتھو پریس میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ "قصہ ہیر و رانجھا" بھی تحریر کیا تھا۔ جو کہ ۱۸۸۵ء میں کراچی سے شائع ہوا۔ اس کتاب کا ذکر J.F.Blumbardt نے سندھی زبان میں شائع شدہ کتب کے پہلے کیٹلاگ کے صفحہ ۸ پر کیا ہے۔ جو کہ ۱۸۹۳ء میں لندن سے شائع ہوا۔ (سندھی علماء اوران کی تصانیف ماہنامہ نئی زندگی جولائی ۱۹۹۶ء)

مولانا سید فاضل شاہ، صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ تھے۔ آپ کا اکثر منظوم ومنثور تحریری سرمایہ تقریباً تین بوریوں کی صورت میں ضائع ہوگیا۔ ان میں سے بعض کتب کے اسماء درج ذیل ہیں:

۞ تفسیر فاضلین (سندھی) قرآن مجید کا مکمل ترجمہ وتفسیر ہے۔ حسن اتفاق کہئے کہ تفسیر جلالین (عربی) کو دو علماء نے تحریر کیا اور دونوں کا نام جلال الدین تھا۔

1- علامہ جلال الدین سیوطی 2- علامہ جلال الدین محلی

اس لئے تفسیر پر نام جلالین پڑ گیا۔

اسی طرح تفسیر فاضلین کو بھی دو علماء نے تیار کیا۔

1- مولانا سید فاضل شاہ 2- مولانا سید فضل الدین

تفسیر فاضلین کا کامل نسخہ حضرت مولانا ابوالفضل مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹوی مدظلہ العالی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اور بعض اہل علم نے ان کی نقل حاصل کی ہے۔ اور کسی مرد مجاہد کے انتظار میں ہے جو کہ زر کثیر صرف کر کے علم وعرفان کے خزینہ، فیض کے نگینہ کو استفادہ عام کیلئے شائع کرے۔

۞ تفسیر بسم اللہ

- صفات باری تعالیٰ۔ ضخامت ۸۰۰ صفحات
- معراج الحبیب ﷺ نبی کریم ﷺ کے معراج۔ جسمانی شریف کے بیان و تحقیق پر مشتمل ہے۔
- شرح دلائل الخیرات (سندھی)
- الفوز الوفی فی ذکر الجلی والخفی۔ ذکر جلی و خفی کے ثبوت و دلائل قاہرہ پر مشتمل ہے۔
- حقیقۃ الفدک (عربی) باغ فدک کے متعلق شیعوں کے اعتراضات و الزامات کے شافی و کافی جوابات
- نفلی نمازیں (عربی)
- چونڈ کافیوں (انتخاب کافی) میں سندھ کے نامور شعراء کی مختصر سوانح مع کلام درج ہے۔
- میزان الشعر۔ علم عروض کے متعلق یہ رسالہ لیتھو پریس میں ۱۸۸۳ء میں کراچی سے شائع ہوا۔
- دیوان فاضل۔ ۱۸۸۳ء میں ورنیکولر لٹریچر کمیٹی نے شائع کیا۔ طبع ثانی ۱۹۲۸ء میں پوکرداس تھا نورداس نے شکار پور سے شائع کیا۔ طبع ثالث ۱۹۳۷ء میں سندھ مسلم ادبی سوسائٹی حیدرآباد نے شائع کیا۔ جس سے دیوان فاضل کی مقبولیت کا پتہ لگتا ہے۔

شاعری: آپ بلند پایہ صوفی شاعر تھے۔ فارسی و سندھی کلام پر مشتمل دیوان فاضل ہے۔ آپ نے شاعری کی ہر صنف حمد و نعت، غزل، قصیدہ، مخمس، اور مسدس وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔

آپ قدوۃ العارفین حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ مسکین راشدی المعروف پیر صاحب تخت دھنی پاگارہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت معتقدین میں سے تھے۔ حضرت کے وصال پر شاہ صاحب نے سندھی میں ایک دردناک طویل قصیدہ لکھا تھا جسے نامور دانشور ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے "دیوان مسکین" کے مقدمہ میں نقل و محفوظ کیا ہے۔ (دیوان مسکین فارسی و سندھی، مترجم مفتی محمد رحیم سکندری، مطبوعہ درگاہ راشدیہ پیران پاگارہ ۱۹۸۵ء)

وصال: علامہ فاضل شاہ دمہ کی تکلیف میں ۶۷ سال کی عمر میں ۱۹، شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ بمطابق دسمبر ۱۹۰۰ء کو انتقال کیا۔ حیدرآباد کے قبرستان میں مزار شریف واقع ہے۔ آپ کی شان میں آپ کے ہم عصر نامور عالم و شاعر آخوند محمد قاسم (ہالا) نے منقبت سندھی میں کہی جو کہ دیوان قاسم ص ... پر درج ہے۔ (ماخوذ: دیوان فاضل مرتبہ ماسٹر محمد صدیق مسافر مطبوعہ سندھ مسلم ادبی سوسائٹی حیدرآباد ۱۹۳۷ء)

مولانا مفتی محمد ہالا والے

مولانا مفتی حاجی محمد بن آخوند محمد اسماعیل بن آخوند دین محمد ۲۷، رمضان المبارک ۱۲۷۶ھ کو ہالا ضلع حیدرآباد میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: صرف ونحو کی تعلیم ہالانواں میں مولانا خلیفہ حاجی عبداللطیف سے حاصل کی، اس کے بعد پاٹ شریف جانا ہوا جہاں علامۃ الزمان، تاج الفقہاء مخدوم حسن اللہ صدیقی کے پاس بعض کتب کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے حیدرآباد کا رُخ کیا اور جامع العلوم استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد حسن قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جامع مسجد مائی خیری میں رہ کر بقیہ علوم وفنون میں تحصیل کی۔

سفر حرمین شریفین: ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو سفر حرمین شریفین اختیار کیا۔ حج بیت اللہ کے بعد روضہ اطہر، آرامگاہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لئے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ قیام کیا۔ اس دوران حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی ثم مکی (مصنف: **الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم**) سے اولیات احادیث پڑھ کر حدیث فقہ اور اصول فقہ میں سند حاصل کی۔

درس وتدریس: بعد فراغت استاد محترم کی نگرانی میں مدرسہ جامع مسجد مائی خیری میں ۲۔۳ سال درس دیا۔ اس کے بعد ہالا پرانہ میں واپس آئے اور "مدرسہ محمدیہ" قائم کیا۔ درس و تدریس

فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف جیسے اہم اور مفید کام میں مصروف رہے۔

بیعت: حضرت مولانا شیخ ولی محمد بن شیخ محمد اسحاق ساکن ملاکاتیار (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) سے آپ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ حاجی مولانا عبدالرحمٰن سرہندی مجددی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ دونوں بزرگوں سے سلوک طئے کیا اور طریقت کے رموز سیکھے اور معرفت حاصل کی۔

عادات وخصائل: مولانا کی طبع جلالی اور بے پرواہ تھی۔ بے ریا وحق گو عالم تھے۔ متقی پرہیزگار، تہجد گذار، شب خیز بزرگ تھے۔ مثنوی مولانا روم ومکتوبات امام ربانی پر عبور حاصل تھا۔ تصوف کے نکتہ دان ونکتہ سنج تھے۔ اللہ عزوجل کی رضا پر صابر وشاکر تھے۔ اللہ عزوجل کی ذات پر کامل بھروسہ رکھتے تھے اس لئے زمیندار و جاگیردار کے پاس زکوۃ عشر وخیرات کے لئے پھیرے نہیں لگاتے تھے۔ ان کو یقین تھا جو روزی مقرر ہے وہ مالک کی طرف سے ضرور ملے گی، اس لئے یکسوئی کے ساتھ دین اسلام ومذہب مہذب اہل سنت احناف کی تبلیغ ونشر واشاعت میں مصروف رہے۔

تصنیف وتالیف: مولانا، صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ درج ذیل کتب ان کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے:

- **الفتاویٰ المحمدیہ فی احکام الاحمدیہ** (عربی ۲ جلدیں)
- **فتاویٰ احمدیہ** (سندھی)

- خلاصة الآثار المحمديه والاخبار الاحمديه ﷺ (عربی)
- مسائل اربعین فی سنة سید المرسلین ﷺ
- المسائل الخمسة فی دفع توهمات الشيعه (سندھی) شیعیت کارد
- تمام العناية ترجمه بهداية الهدايه (سندھی)
- فيض الصمد ترجمه ايها الولد (سندھی) تصنیف: امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
- رموز الفرقان (سندھی)
- کشف الجان (سندھی)
- شرح ماة احاديث (سندھی)
- حقوق الزوجين (سندھی)
- قصه بی بی بلقیس (سندھی)
- حل التركيب منطق (عربی)
- دوو ایو (عربی وسندھی)
- خلاصة الاُصول
- عشرين مسائل (فارسی)
- رساله در اُمور طبيه
- رساله در معرفت نبض وقاروره وغیره

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام معلوم ہوسکے وہ درج ذیل ہیں:

- مولانا حاجی عبدالرحمٰن سمون ساکن نصرپور
- مولانا مولوی جان محمد بختیار پوری بختیار پور نزد ہوبک اسٹیشن تحصیل سیوہن شریف
- مولانا خلیفہ جان محمد بدین
- مولانا حکیم قاضی معین الدین ہالانیو
- مولانا خلیفہ حافظ حاجی محمد ہالانیو
- صاحبزادہ مولانا میاں احمد ہالانیو
- صاحبزادہ حکیم مولانا میاں عبداللہ ہالانیو دونوں مولانا مرحوم کے بیٹے تھے۔

وصال: مولانا مفتی حاجی محمد نقشبندی ۴، ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء کوشب جمعہ فالج کے عارضی مرض کے سبب ۶۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی مزار ہالا پرانہ میں مرجع خلائق ہے۔

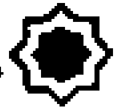
اسدملت حضرت مولانا قاضی سید اسداللہ شاہ "فدا" ٹکھڑ والے نے قطعہ تاریخ وصال کہا جو کہ لوح مزار پر درج ہے:

جناب مولوی حاجی محمد محمدت مظہر
مہ برج مکارم مطلع الانوار علامہ

بہ علم و حلم شرع و ورع و تقویٰ اوحد و اکمل
قیام دین محبّ ایزد غفار علامہ
بہ معقولات بے بدل، بہ منقولات بے ہمتا
بہ کشف معضلات علم گوہربار علامہ
بچہارم ربیع الآخر و شب جمعہ داخل شد
بجنت خلد تجری تحتھا الانہار علامہ
چو استفسار رفت از بھر سال وصل آن اقدس
"فدا" احقر رقم زد "مخزن الاسرار علامہ"

۱۳۳۶ھ

(مضمون نگار: علامہ کے شاگردِ رشید مولانا محمد (ہالا)۔ مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء۔ تذکرہ مشاہیر سندھ)



استاذ العلماء مولانا مخدوم محمد داؤد آگرو

استاذ العلماء مخدوم محمد داؤد آگرو ہالانی (تحصیل کنڈیارو) کے قریب گوٹھ محمد خان آگرا میں ۱۱۶۰ھ میں تولد ہوئے۔ مخدوم محمد داؤد کے والد کا اسم گرامی مخدوم عبداللہ ہے جس کا تذکرہ مورخ سندھ سرمایہ سندھ میر علی شیر قانع ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کی تاریخ "تحفة الکرام ص ۳۴۶" میں بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر قریشی حامد علی خانائی کی تحقیق کے مطابق عارف کامل حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کی مخدوم عبداللہ آگرو سے گہری دوستی تھی۔ مخدوم عبداللہ نے ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔

ایک روایت کے مطابق امام العارفین خواجہ سید محمد راشد پیر صاحب روضے دھنی، گیسوئے دراز یوسف ثانی حضرت علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری ہالانی اور مخدوم محمد داؤد آگرو تینوں بزرگوں نے اکٹھے عارف کامل، استاذ الاساتذہ مخدوم یار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوٹری کبیر (ضلع نوشہرو فیروز) میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ولی کامل، سند الکاملین محدث کبیر حضرت علامہ مخدوم محمد آریجوی کے ہاں گوٹھ خیر محمد آریجہ (ضلع لاڑکانہ) سے فارغ التحصیل ہوئے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مخدوم محمد داؤد نے ہالانی شہر میں مسجد شریف اور مدرسہ قائم کیا جہاں زندگی بھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور مجرد زندگی بسر کی۔

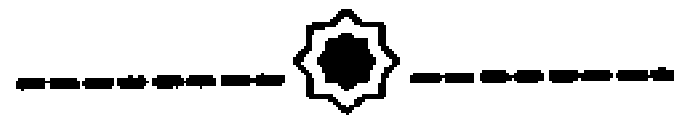
تصانیف: ولی نعمت حضرت مخدوم محمد داؤد آگرو صاحب بلند پایہ کے مدرس تھے۔ ہالانی کے محترم سید غلام نبی شاہ صاحب کے پاس ایک قلمی نسخہ ہے جو کہ مخدوم صاحب کی تصنیف ہے اور وہ

کتاب اس دور میں درس نظامی کے نصاب میں پڑھائی جاتی تھی۔ مخدوم صاحب سیکڑوں علماء کے استاد تھے، مصنف تھے، خوشخط تھے اور اعلیٰ پایہ کا کتب خانہ رکھتے تھے۔ جناب غلام ربانی آ گرو صاحب ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں: ایک آدمی سندھی ادبی بورڈ جامشورو کی آفس میں ایک کتاب بیچنے کے لئے لائے وہ قلمی نسخہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کا تھا اور خوشخطی مخدوم محمد داؤد آ گرو کی تھی وہ نایاب نسخہ میں نے خرید کر جلد بندی کرا کر بورڈ کے کتب خانہ میں محفوظ کرلیا۔

وصال: حضرت مخدوم علامہ محمد داؤد آ گرو نے ۶۴ سال کی عمر میں ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں وصال کیا۔ اور آپ کی مزار پر انوار ہالانی اور کنڈیارو کے درمیان قومی شاہراہ (نیشنل ہائی وے) پر جامع مسجد کے متصل ایک چار دیواری میں مرجع خلائق ہے۔ وہ مسجد آ گرا قوم کے سخی مرد رئیس محمد خان نے تعمیر کروائی تھی۔

مخدوم صاحب کی وفات کے بعد آپ کا مدرسہ آ گرا قوم نے عرصہ دراز تک قائم رکھا ان میں مخدوم عبدالکریم آ گرو مخدوم محمد معروف آ گرو اور مخدوم صاحبڈنہ آ گرو صاحب بہت مشہور ہیں۔

(ماخوذ: سندھ جابر بحر اور پہاڑ)



حضرت مخدوم حافظ محمد شفیع صدیقی

عاشق مصطفیٰ، سند الاتقیاء، حضرت علامہ حافظ قاضی مخدوم محمد شفیع بن قاضی احمدی صدیقی درگاہ پاٹ شریف (ضلع دادو) میں ۱۸۳۵ء میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم قاضی احمدی ٹالپروں کے عہد میں پاٹ کے قاضی تھے۔

تعلیم و تربیت: حافظ محمد شفیع صدیقی کے بچپن میں والد محترم داغ مفارقت دے گئے۔ جس کے سبب اپنے بڑے بھائی حاجی علی گوہر صدیقی کی شفقت و نگرانی میں حصول علم کی کوشش جاری رکھی۔ ابتداء میں حضرت مخدوم علامہ قاضی فضل اللہ سیوہانی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ بعد میں سیوہن شریف سے پاٹ شریف نقل مکانی کر گئے تھے) کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کئے اس کے بعد پھلجی (ضلع دادو) کے نامور مشاہیر سے تعلیم حاصل کی۔ غربت کے باوجود اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ حصول علم کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ علم حاصل کرنے کے لئے روزانہ سات میل پیدل جاتے تھے۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا پندرہ سال کی عمر میں عقلی نقلی علوم میں تحصیل کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے گوٹھ پاٹ شریف تشریف لائے۔ اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ اپنے گھر میں ایک سال میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔

بعد فراغت، روحانیت حاصل کرنے کیلئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت میاں محمد یوسف خنیاری

بیعت: شریف (ضلع نوابشاہ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ لیکن وہاں پیاس نہ بجھی تو عارف باللہ حضرت مخدوم بلال رحمۃ اللہ علیہ (۹۳۱ھ) کی درگاہ شریف پر حاضری دی اور مراقبہ کیا۔ جہاں سے مرشد پاک کا پتہ چلا، پھر بخارا شہر (روس) کے حضرت سید محمد شاہ بخاری سے ملاقات ہوئی ان کو اپنے گھر لے آئے جہاں انہوں نے ایک سال قیام فرمایا۔ آپ شاہ صاحب سے بیعت ہوئے اور ایک سال کے اندر سلوک کی تمام منازل طے کر کے اپنا مقصود پالیا۔

درس وتدریس: ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے بعد پاٹ شریف میں مدرسہ قائم کیا۔ جہاں زندگی بھر طلباء کو ظاہری و باطنی علوم کا درس دیا۔

تصنیف وتالیف: آپ نے تمام مصروفیات عبادت وریاضت کے باوجود تصنیف کی جانب بھی توجہ دی۔ اس سلسلہ میں ہمیں بعض کتابوں کا پتا چلا ہے ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

- قصیدہ بردہ شریف کا منظوم سندھی ترجمہ کیا جسے ادارہ پاٹ ہاؤس حیدرآباد نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا ہے۔ عشق ومحبت سوز وگداز اس منظوم ترجمہ کی پہچان ہے۔
- الم پارہ کا ترجمہ وتفسیر۔ مطبوعہ ادارہ پاٹ حیدرآباد
- رسالہ در بیاں اصول طریقہ تصوف (فارسی)

دعوت اسلام: تبلیغ دین آپ کا شیوا تھا۔ آپ کی زبان میں مالک الملک نے بلا کی تاثیر رکھی تھی اور بیان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی چاشنی تھی۔ یہی سبب ہے کہ آپ کا وعظ سن کر بے شمار انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی، سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا، انگنت انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر فسق وفجور سے توبہ اختیار کی۔ آپ شریعت مطہرہ کے پابند، اسلام کے نامور مبلغ، حضور علیہ السلام کے سچے ثناء خواں تھے۔ کلمہ حق کہنے میں بے باک واقع ہوئے وہ کسی وڈیرے، جاگیردار اور سرکاری افسر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

ایک بار دادو کے مختارکار مول چند ہندو کو اسلام لانے کی دعوت فارسی نظم میں دی شروع کا مصرعہ اس طرح ہے:

مولچند ! بیا مسلمان شو   آنچہ کردی ازاں پشیماں شو

ایک بار پارول ہندو ڈپٹی کلیکٹر سب ڈویژن دادو کو اسلام کی دعوت سندھی نظم میں دی۔ خط پڑھ کر انہیں غصہ آیا اور غصہ میں بکنے لگا اور حافظ محمد شفیع صدیقی کو بلوا کر اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا: "اسلام کی نشانی دے دی ہے۔ اب چاہے آپ مسلمان ہوں یا نہ"۔

ہوا یوں کہ جلد ہی اس کو شرمگاہ پر پھونسی نکلی علاج معالجہ سے افاقہ نہیں ہوا تو مجبوراً مسلمانوں کی طرح ختنہ کروایا۔ یعنی جو زبان مبارک سے نکلا وہ پورا ہو کر رہا۔ سبحان اللہ! (مہران سوانح نمبر)

چلہ کشی: حسن اخلاق زہد و تقویٰ اور چلہ کشی زندگی کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ تزکیہ نفس کے لئے بڑے بڑے مجاہدے کئے۔ ایک مرتبہ پاٹ شریف کی مسجد شریف میں گیارہ ماہ کا چلہ مکمل کیا۔ جس میں ۲۴ گھنٹے میں صرف ایک کھجور پر افطاری کرتے تھے۔ سندھ کے کئی نامور مساجد میں چلہ کشی کر کے نفس کو سخت سے سخت سزائیں دیں۔ وہ چلہ گاہ آپ کی یاد دلاتے ہیں۔ عامل لاثانی تھے، زبان کے سیفی تھے، جو منہ سے نکلا وہ ہو کر گذرا۔ لب مہران جامع مسجد موئے مبارک روہڑی شریف میں ایک بار دس دن کا چلہ کیا جس میں قصیدہ بردہ شریف کا منظوم سندھی ترجمہ عشق و محبت سے لبریز تحریر فرمایا۔ آپ کا دم و تعویذ بھی مشہور تھا جس کے ذریعے بھی بے شمار مریضوں کو شفا ملی۔

شاعری: آپ قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی شاعری حمد، نعت، مولود مناجات پر مشتمل ہے۔ ساری اسلامی و اصلاحی شاعری ہے۔ الفاظ میں روانگی و تاثیر ہے کہ الفاظ دل کے اندر اتر جاتے ہیں۔ عربی، فارسی، سندھی اور سرائیکی میں آپ کا کلام دستیاب ہے۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی ان کے بطن سے دو بیٹے محمد احسان اور عبدالواحد صدیقی تولد ہوئے۔ قریشی شفیع محمد ایم۔ اے گورنمنٹ کالج حیدرآباد میں عربی کے پروفیسر تھے وہ آپ کے پوتے تھے۔

وصال: حضرت مخدوم محمد شفیع صدیقی نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۶ھ کو انتقال کیا۔

(ماخوذ: کتاب قصیدہ بردہ شریف مع سوانح حیات ص ۶ مطبوعہ حیدرآباد سندھ)

--------❁--------

رئیس المتکلمین حضرت مولانا محمد عثمان قرانی

علامہ ابو سعید محمد عثمان قرانی بن حافظ جام قوم بھنبھرا ۲۷، صفر المظفر ۱۲۹۶ھ بروز جمعرات گوٹھ ڈھینگان بھرگڑی تحصیل جیمس آباد (کوٹ غلام محمد) ضلع میرپور خاص (سندھ) میں تولد ہوئے۔

قرانی کی وجہ تسمیہ: قرانی لفظ کے معنی "قریب شدن چیزے بچیزے" یعنی دو چیزوں کو آپس میں ملانا جیسے حج و عمرہ ملانا جس کو حج قران کہتے ہیں وغیرہ اور نجومیوں کی اصطلاح میں دو ستاروں کا ملنا، ایک وقت ایک برج میں۔ ان کو "قران السعدین" بھی کہتے ہیں۔ یعنی نیک بخت اور سعادت مند۔

تعلیم و تربیت: مولانا محمد عثمان کے والد حافظ جام نے آپ کو سات سال کی عمر میں گوٹھ امیر علی خان رند میں میاں حاجی سید احمد شاہ صاحب کے پاس قرآن شریف کی تعلیم کیلئے مکتب

میں داخل کرایا۔ حاجی سید احمد شاہ صاحب اس مکتب سے جلد رخصت ہوگئے جس کے سبب آپ واپس اپنے گھر آئے اور والد محترم کے پاس تعلیم قرآن جاری رکھی۔ فارسی کی تعلیم میاں محمد علی پٹھان (گوٹھ سید لاکھو شاہ) کے پاس حاصل کی۔ (میاں محمد علی مرحوم کو شعر گوئی اور نظم سنجی میں کافی دسترس حاصل تھی، استاد محترم کی صحبت بافیض میں مولانا محمد عثمان قرانی نے بھی شاعری میں ملکہ حاصل کیا)۔ اس کے بعد عربی کی تعلیم حضرت قدوۃ العلماء قاضی القضاۃ علامہ مولانا لعل محمد مٹیاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ٹنڈو میر غلام علی (ضلع بدین) میں شروع کی۔ صرف تمام، نحو، شرح جامی، علم فقہ میں ہدایہ شریف تک کتب پڑھیں اس کے بعد علم منطق و نحو خصوصی طور پر حضرت علامہ مولانا خیر محمد صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت علامہ قاضی لعل محمد مٹیاروی کی خدمت میں رہ کر بقیہ کتب احادیث و فقہ میں تکمیل پائی۔ فارغ التحصیل ہوئے اور علامہ لعل محمد سے سند حاصل کی۔ علامہ لعل محمد مٹیاروی، مخدوم اہل سنت، علامۃ الزمان، فہامۃ الدوران مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ الاقدس کے خاص شاگرد رشید تھے۔ مخدوم حسن اللہ کون؟ وہی مخدوم صاحب ہیں جنہوں نے علماء سلف کی ترجمانی کرتے ہوئے شفیع اعظم، نور مجسم، ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے اثبات میں اور انگریزوں کی دریافت، فرقہ جدیدہ وہابی دیوبندی نظریات کے اکابر علماء مثلاً:

- مولوی اسماعیل دہلوی ثم بالاکوٹی مصنف تقویۃ الایمان
- مولوی قاسم نانوتوی مصنف تحذیر الناس
- مولوی محمود الحسن دیوبندی مصنف جہد المقل
- مولوی اشرف علی تھانوی مصنف حفظ الایمان
- مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ثم سہارنپوری مصنف براہین قاطعہ
- مولوی رشید احمد گنگوہی مصنف فتاویٰ رشیدیہ
- مولوی حسین احمد مدنی مصنف شہاب الثاقب

کی تردید میں معرکۃ الآرا کتاب "**نور العینین فی اثبات علم غیب لسید المرسلین** صلی اللہ علیہ وسلم" رقم فرمائی۔ جس کی ضرب آج بھی باطل کے ایوانوں میں سنی جاتی ہے۔ اسی مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ قاضی لعل محمد تھے اور ان کے فیض یافتہ مولانا محمد عثمان قرانی تھے۔

بیعت: مولانا محمد عثمان قرانی کے دادا جان حضرت مخدوم ابو محمد عبداللہ ولہاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی مجددی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ (دیکھئے: مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن کے جانشین دلعت جگر علامہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تفصیلی حالات ان کے تذکرہ میں دیکھیں۔ انہوں نے وہابیت دیوبندیت و غیر مقلدیت کی تردید میں دو کتابیں رقم فرمائی۔ آپ کی ایک کتاب "الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ" ہے جس کا سلیس اردو ترجمہ استاد العلماء مولانا حافظ محمد عبدالستار صاحب سعیدی (ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) نے کیا ہے۔ شروع کتاب میں مصنف کا سوانحی تعارف از قلم: ادیب شہیر، سرمایہ اہل سنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ بھی شامل اشاعت ہے۔ جسے رضا دارالاشاعت چاہ میراں، محبوب روڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔

حافظ عبدالرزاق مہران صاحب سانگھڑ سے راقم کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: ۔مولانا محمد عثمان قرانی سنی حنفی نقشبندی تھے اور حضرت پیر طریقت، قاطع نجدیت و بدعت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خاص مقرب تھے۔ جس کا ذکر حضرت آغا عبداللہ جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے "مونس المخلصین" (فارسی) میں کیا ہے۔ (مکتوب ۱۶، جنوری ۲۰۰۲ء)

حضرت پیر ابراہیم جان سرہندی صاحب رقمطراز ہیں:

مولانا محمد عثمان بڑے عالم بزرگ ولی اللہ تھے۔ وہ صحیح العقیدہ سنی عالم دین تھے، وہابیوں سے مناظرے کئے۔ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت صاحب نے دیوبندیوں وہابیوں کے خلاف کتابیں لکھیں ان پر مولانا عثمان نے تقاریظ یا تائیدی نوٹ تحریر فرمائے۔ مگر ان کی اولاد وہابی نظریات کی حامل ہوگئی ہے۔ (مکتوبات خلیلی ۸۷)

دارالعلوم کا قیام: ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مولانا محمد عثمان قرانی نے اپنے گوٹھ عمر جھنجھرو نزد اسٹیشن شادی پلی (تحصیل سامارو ضلع عمر کوٹ) میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی نسبت مبارکہ سے "مدرسہ مجددیہ" قائم کیا۔

درس وتدریس: تھرجو کہ قحط مفلسی کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے، وہاں جہالت کی کالک بھی مختلف نہ تھی، جہاں پینے کے لئے صرف پانی نایاب نہیں بلکہ علم اس سے بھی کہیں زیادہ نایاب تھا۔ ایسے علاقہ میں جہالت کے بادل تار تار کرنے کے لئے مولانا قرانی نے تعلیم قرآن کو فروغ دیا، علم کی روشنی کو عام کیا۔ آپ تدریس کے بادشاہ تھے۔ آپ کے درس کی شہرت سن کر دور دراز افتادہ علاقہ سے علم کے پیاسوں نے پیاس بجھانے کے لئے مدرسہ مجددیہ کا رخ کیا۔

تصنیف وتالیف: روزانہ سارا دن درس وتدریس کی مصروفیت کے بعد تصنیف کا وقت کہاں ملتا ہے؟ لیکن آپ نے تدریس سے کچھ وقت نکال کر فتاویٰ تحریر فرمائیں اس کے

علاوہ کچھ کتابیں تحریر کی اور بعض درسی کتب پر حواشی رقم فرمائی۔ لیکن ہمیں ان کتابوں کے نام نہیں مل سکے۔ آپ نے مدرسہ مجددیہ سے ماہنامہ قرانی (سندھی) بھی جاری فرمایا تھا۔

شخصیت: مولانا محمد عثمان قرانی صاحب حدیث، تفسیر، فقہ، صرف، نحو، منطق صغریٰ و کبریٰ، علم حکمت، ہیئت، فلسفہ، ریاضی، علم ادب، سلوک، تصوف، طب، وغیرہ تمام علوم کا خود درس دیتے تھے۔ جامع العلوم اور کمال تفقہ کے سبب اپنے وقت کے "مفتی اعظم" تھے۔

مولانا قرانی نہایت پرہیزگار، شب خیز عابد، اوراد مجددیہ نقشبندیہ کے پابند، وسیع مطالعہ، مہمان نواز، سادہ طبیعت، حسن اخلاق وسادگی کے پیکر، ذہین، قوی الحافظ، صاحب الراء، جفاکش اور دن رات درس وتدریس ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ مسلسل جدوجہد سے صحرائے تھر میں علم کے پھول کھلائے۔

پیدائش سے پہلے درویشوں، مجذوبوں، اللہ لوک فقیروں نے آپ کی ولادت کی بشارت دی اور بعد ولادت دعائیں دیں۔ مولانا قرانی فقیروں درویشوں کی عطا تھے۔ درویشوں کی اس دین نے صحرائے تھر کو علم دین سے روشن کیا۔ اور یہ روشنی ابھی تک بجھی نہیں بلکہ اس روشنی سے مساجد و مدارس آج بھی روشن ومنور ہیں۔

ان دنوں میں (آٹا پیسنے کی فلورمل وغیرہ ابھی دریافت نہ ہوئی تھی) آپ کی والدہ محترمہ آٹا چکی پر خود پیس کر طلباء کے لئے روٹیاں پکایا کرتی تھیں۔

مناظرہ: آپ پیارے مصطفیٰ ﷺ کے نڈر سپاہی تھے، اہلسنت و جماعت کے نامور عالم وترجمان تھے اس لئے باطل کو ہمیشہ للکارتے رہے۔ آپ نے باطل مذاہب کے علماء سے کئی کامیاب مناظرے کئے جس میں مخالف کو منہ کی کھانی پڑی۔ آپ حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

ضلع بدین کے غیر مقلدین وہابیوں کے ساتھ "فاتحہ خلف الامام" کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ جس میں آپ کو کامیاب قرار دیا گیا۔ عیسائیوں کے پادریوں سے "حیات مسیح" کے موضوع پر "گوٹھ فقیر صوفی حاجی محمد صاحب" نزد عمرکوٹ میں کامیاب مناظرہ کیا جس میں مخالف کو شکست فاش ہوئی۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے پھانسی دے دی تھی اس لئے وہ "صلیب کا نشان" حضرت عیسیٰ کی وفات کے غم میں استعمال کرتے اور گلے میں لٹکاتے ہیں۔ جب کہ قرآن مجید کا اعلان حق ہے کہ مسیح حیات ہیں اور آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ حیات مسیح پر آپ نے مدلل روشنی ڈالی۔

شاعری: آپ نے زمانہ طالب علمی سے شعر گوئی شروع کر رکھی تھی۔ آپ کا کلام (نعت، غزل، نظم) عربی فارسی اور سندھی میں دیگر قلمی مواد کے ساتھ مدرسہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ تخلص

''قرانی'' تھا۔

مولانا قرانی کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: ❁ مولوی عبدالحئی ❁ مولوی محمد سعید

❁ مولوی عبدالحق

مولانا قرانی کے تلامذہ کا شمار مشکل ہے، یہاں بعض کے اسماء درج کئے جارہے ہیں:

تلامذہ: ❁ مولانا نور محمد بھنبھرو (قرانی صاحب کے برادر)

❁ مولانا احمد آریسر جودھپوری

❁ مولانا محمد صالح (قرانی صاحب کے برادر)

❁ مولانا عبداللہ ولھاری

❁ مولانا محمد حسن ریاست جودھپور (انڈیا)

❁ مولانا غوث محمد خان بھر گڑی (ان کے شاگرد پیر ابراہیم جان سرہندی، ساماروو والے تھے)

❁ مولانا محمد سلیمان ہالیپوتہ ریگستانی

❁ مولانا نور محمد سموں

❁ مولانا قاضی نور محمد پلی

❁ مولانا عبدالکریم مفتی ولہیٹ

❁ مولانا نبی بخش لغاری

❁ مولانا محمد علی صاحب مشائخ پوتہ

❁ مولانا علی محمد صاحب لسبیلہ بلوچستان

❁ مولانا حاجی محمد کھوسہ جیکب آباد

❁ مولانا یار محمد لغاری ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد

❁ مولانا حافظ عبداللہ میمن (نبیرہ حضرت مولانا مفتی حامد اللہ میمن گوٹھ بیلو، سجاول ضلع ٹھٹھہ)

❁ مولانا ولی محمد (نواسہ مفتی حامد اللہ میمن علیہ الرحمۃ)

❁ مولانا رسول بخش

❁ مولانا عبدالرحمٰن درس علاقہ کچھ (انڈیا)

❁ مولانا مرید علی ہالیپوتہ

❁ مولانا محمد یعقوب خاصخیلی بدین وغیرہ وغیرہ

مولانا قرانی کا مسلک: آپ کے مسلک کا ذکر مضمون میں ضمناً آ چکا ہے۔ یہاں مسلک مبارک کی مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے۔ مولانا قرانی نے ایک نعت شریف (سندھی) میں نبی کریم ﷺ کو "احمد مختار" ساری دنیا کے صاحب و سردار، محشر میں گنہگاروں کے ضامن اور شفاعت کرنیوالا، حضور کے سوا جائے پناہ نہیں۔ "بے وسیلوں کے وسیلہ" گمراہوں کے ہادی۔ لکھا ہے۔

(سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

یہ نظریات کسی وہابی دیوبندی مولوی کے ہرگز نہیں ہوسکتے اس سے ثابت ہوا کہ یہ نظریہ رکھنے والے مولانا قرانی خالص سنی عالم دین تھے۔ بابائے وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی ثم بالاکوٹی کا نظریہ باطل ہے: "محمد اور علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ (تقویۃ الایمان)

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی چیز کے مختار نہیں اور دوسرا یہ کہ نام مبارک انتہائی حقارت آمیز لہجے میں لکھا ہے۔ یہ گھٹیا سوچ، دلی نفرت اور رسول دشمنی وہابی کے سوا کسی مسلمان کی ہو نہیں سکتی۔ جب کہ مولانا قرانی کا نظریہ و مسلک ہے کہ حضور پرنور صاحب لولاک ﷺ احمد مختار، شافع محشر اور گمراہوں کے ہادی ہیں۔ مولانا نے اپنا نظریہ واضح بیان کر کے دیوبندیوں، وہابیوں کے امام کے نظریہ کی دھجیاں اڑا دیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عُدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

نعت کے سوا مولانا قرانی نے اصلاحی نظم بھی لکھی ہیں۔ ایک تنقیدی نظم میں گاندھی پر تنقید کی ہے۔ یہ گاندھی وہ ہے جس کو تحریک خلافت کے دور میں ہندوسندھ کے دیوبندی مولویوں نے اپنا رہبر و رہنما منتخب کیا تھا اور اس کے اشارے پر چلا کرتے تھے۔ اسی دور میں دارالعلوم دیوبند سے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ لگایا گیا تھا۔ ان حالات میں مولانا قرانی نے ان پر طنزیہ فرماتے ہیں:

امامن ء صحابن جو کیل تفسیر باطل تیو
سنایل حکم گاندی جو روایت رکٹ گھرجی

ائمہ اور صحابہ کرام کا قرآنی تفسیر باطل ہوا، گاندھی کا حکم روایت میں رکھنا چاہئے!!

وصال: مولانا قرانی ہمیشہ اپنا کفن ساتھ رکھتے تھے، کبھی بھی موت سے غافل نہ رہے۔ تقریباً ڈیڑھ سال بیمار رہنے کے بعد ۱۵، رجب المرجب ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء بروز پیر صبح کو ۵۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی کفن میں دفن کئے گئے جو کہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ آپ کی آخری آرامگاہ مدرسہ کا وہی کمرہ بنا جہاں آپ درس دیا کرتے تھے۔

فقیہ افخم حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ

عارف باللہ حضرت مخدوم نور اللہ نورنگ رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۴ھ) کے خاندان کے چشم و چراغ، رجال السند کے سرفراز موتی، نامور عالم دین، فقیہ افخم حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ سنی حنفی قادری کی ولادت گوٹھ کھورواہ (تحصیل گولارچی ضلع بدین) میں حافظ محمد کے گھر ہوئی۔

نورنگ کی وجہ تسمیہ: مخدوم نور اللہ کو کسی معترض نے طنزیہ کہا: پیری مریدی کے لئے شرط ہے کہ سید ہوں اور تم کون ہو؟ (یعنی تم سید نہیں ہو لہذا بزرگ نہیں ہو) مخدوم صاحب نے جیب سے مسواک نکال کر فرمایا: یہ میری پہچان ہے یہ کہہ کر مسواک کو زمین میں گاڑا تو ایک ہی دن ان میں نو (۹) رنگ دیکھنے میں آئے۔ اس کرامت کے بعد آپ نورنگ سے مشہور ہوئے۔ (السند)

مسجد کی بنیاد: امام العارفین پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ عارف باللہ حضرت محمود نظامانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۷ھ) کے مریدین میں سے ایک مرید بمبئی (انڈیا) کے بڑے تاجر تھے۔ چینی (شکر) سے بھرا ہوا جہاز بمبئی سے کراچی لا رہے تھے کہ جہاز کو ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ جس کے سبب اس نے نذر مانی کہ یا خدا! اگر جہاز ڈوبنے سے بچ گیا تو سات مساجد سات پکے کنویں فی سبیل اللہ بنواؤں گا۔ کھورواہ کے میمن، خلیفہ صاحب کے مرید تھے اور کھورواہ میں اس سے قبل مسجد نہیں تھی۔ تاجر کی منت پوری ہوئی تو اپنا وعدہ پورا کیا۔ خلیفہ صاحب کی نشاندہی پر مساجد اور کنویں بنوائے۔ خلیفہ صاحب کے کہنے پر کھورواہ میں ایک مسجد شریف اور پکا کنواں بنوایا۔ مسجد شریف کی امامت کیلئے خلیفہ صاحب نے مولانا محمد عثمان نورنگ کے والد حافظ محمد صاحب کو مقرر کیا جو کہ خلیفہ صاحب کے مرید خاص تھے۔ اس کے بعد اس خاندان نے ہمیشہ کیلئے کھورواہ میں سکونت اختیار کی۔

(السند ۳۷)

مخدوم نور اللہ نورنگ سہروردی ذات کے سومرہ اور ملتان شریف کے بزرگ کی طرف سے لاڑ میں خلیفہ تھے۔ پیدا اگھم کوٹ (ضلع حیدرآباد) میں ہوئے جہاں آپ کا مدرسہ تھا اور آپ کا روضہ شریف ٹنڈو غلام حیدر تحصیل گولارچی میں ہے۔ آپ کی اولاد نورنگ زادہ کہلواتی ہے۔

(جنت السند (سندھی) ص ۳۳۸)

تعلیم و تربیت: مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ نے وقت کے نامور جید علماء سے حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، تاریخ اور تصوف کی تعلیم حاصل کر کے مخدوم نورنگ کے تاریخی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تصنیف وتالیف: نیاز ہمایونی رقمطراز ہیں: مولانا محمد عثمان عالم دین کے ساتھ ساتھ طب، جفر اور نجوم سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ (سندھ کی طبی تاریخ جلد دوم ص ۶۱۲ مطبوعہ ۱۹۷۶ء)

مولانا محمد عثمان کثیر التعداد تصنیف بزرگ تھے، درج ذیل تصانیف معلوم ہو سکی ہیں:

- تحفة المسلمین (نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بیان ہے)
- تحفة الاسلام ۵ جلد توحید رسالت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل پر مشتمل
- کیمیائے کرامات یعنی کرامات غوث اعظم (سندھی)
- هدية الندية في جواز الخطبة بلسان الهنديه
- اکسیر الاحمر فی اسرار الجفر مطبوعہ ۱۸۵۱ء
- خطبات عثمانی جمعہ کے خطبات بزبان سندھی نظم
- قصیدہ غوثیہ کا سلیس سندھی میں ترجمہ کیا
- ترجمہ فتوح الغیب۔ سرکار غوث اعظم کی کتاب کا سندھی ترجمہ عرصہ پہلے شائع ہوا، اب نایاب ہے۔
- بینات القرآن لهداية العصیان (سندھی) مطبوعہ بمبئی طبع قدیم
- عجیب العجائب
- راہ نجات
- نماز اشراق (نفل) کی فضیلت

تفسیر تنویر الایمان (سندھی) آپ کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ حقیقت میں آپ نے چند پارے لکھے اور اس میں بھی ردوبدل ہوئی۔ اس سلسلہ میں راقم راشدی کا مضمون "مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ کا مسلک" ماہنامہ الراشد کنگری کے شمارہ جمادی الاول سن ۱۴۲۲ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

درس وتدریس: حسن علی آفندی نے مسلمانوں کی تعلیم وتنظیم کے لئے جب کراچی میں تاریخی درسگاہ "سندھ مدرسۃ الاسلام" کی بنیاد رکھی۔ تو مولانا صاحب نے آفندی کا ساتھ دیا اور سن ۱۸۵۰ء میں سندھ مدرسہ الاسلام کراچی کے "معلم الفقه" مقرر ہوئے۔

مولانا صاحب جید عالم، فقیہ، مفتی، صوفی، مفسر، مورخ، شاعر کے علاوہ علم طب، علم نجوم، رمل اور جفر کی بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ سندھ مدرسۃ الاسلام میں دوران تعلیم بے شمار فرزندان اسلام نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں سندھ مدرسۃ الاسلام سے ایک ماہنامہ جاری ہوا جس کے آپ پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مجلہ میں آپ کے فکر انگیز مضامین اور نعتیہ شاعری شائع ہوتی تھی۔

شاعری: آپ بلند پایہ کے شاعر تھے ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے "سندھی نعتیہ شاعری" میں آپ کی ایک نعت نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ خطبات عثمانی منظوم سندھی خطبات پر مشتمل ہے۔ سرکار غوث اعظم کی شان میں طویل منقبت، اپنے جد اعلیٰ مخدوم نورنگ کی شان میں طویل منقبت اور مرشد مربی پیر سائیں بیعت دھنی کی شان میں طویل مناقب وغیرہ آپ کی شاعری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپ اس طرح نظم میں اپنے نظریات احساسات جذبات کا بھی اظہار فرماتے رہے۔ یہ تو مطبوعہ مواد ہے اور غیر مطبوعہ مواد اکثر ضائع ہو گیا۔

بیعت: حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ، شمس العارفین، واقف اسرار و رموز حقیقت، غوث الزمان، حضرت خواجہ پیر سید محمد رشید الدین شاہ راشدی المعروف پیر صاحب بیعت دھنیقدس سرہ الاقدس (درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈے دھنی ضلع حیدرآباد) کے دست اقدس پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں داخل ہوئے۔ مولانا کو سرکار غوث اعظم اور اپنے پیرو مرشد سے بے پناہ محبت تھی، اسی محبت میں زندگی گذاری اور اسی محبت سے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اس کے ثبوت میں آپ کی تصنیف کیمیائے کرامات، خطبات عثمانی اور تحفۃ المسلمین پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور اپنے پیرو مرشد کو ان القابات سے یاد کیا ہے:

استغاثہ بدرگاہ عرش اشتباہ، ملجاء الغرباء، ماواء الفقراء، کہف الوریٰ، منظور نظر حضرت سید الانبیاء، محبوب رب العلاء، غوث الزمان، قطب الدوران، ہادی گمراہان، داعی الخلق الی اللہ حضرت مرشدنا و مولانا پیر سائیں صاحب العلم رشید الدین شاہ جھنڈے دھنی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ و فیوضاتہ۔ (مولانا محمد عثمان کا مسلک، الراشد)۔ دوسرے مقام پر اپنے مرشد کریم کیلئے درج ذیل القابات درج کئے ہیں:۔ ہادی گمراہاں، دستگیر بے کساں، مرشد ارشد دوران، مربی مکمل۔ (تنویر الایمان جلد اول دیباچہ)

آپ کا مسلک: اس موضوع پر فقیر نے مفصل مضمون رقم کیا ہے، یہاں ایک جھلک پیش خدمت ہے۔ مولانا محمد عثمان نے ایک نعت سندھی زبان میں رقم فرمائی جو کہ ۲۵ مصرعہ پر مشتمل ہے اس نعت میں ندا کے الفاظ بھی ہیں:

یا رسول اللہ! یا خیر النبی

یا حبیب اللہ! یا خیر الوریٰ

یا شفیع الخلق! یا نور الھدیٰ

(خطبات عثمانی)

اپنی ایک کتاب میں رقم فرماتے ہیں:۔ یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے مقدس نور سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مبارک پیدا کیا۔ (تحفۃ المسلمین ص ۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے گنہگاروں کو دوزخ سے نکلوا کے جنت کو لے جائیں گے (تحفۃ المسلمین ص ۶۱)۔ ایک مقام پر سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، مرشد حقانی، شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بغداد شریف) کی شان میں درج ذیل فارسی شعر ندا سے متعلق درج فرما کر اپنے مبارک مسلک کا اعلان فرمادیا:

یا غوث اعظم پاک وقت مدد است
شد سینہ زدرد چاک وقت مدد است
مہر چند کا وارہ و خستہ خاطریم
لاحد زلنا سواک وقت مدد است

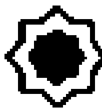
ایک سندھی منقبت میں دربار غوثیہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

المدد یاغوث اعظم دستگیر
الغیاث اے حضرت پیراں پیر

(کیمیائے کرامات)

وصال: حضرت مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ نے آخری عمر میں سندھ مدرسۃ الاسلام سے استعفیٰ دے کر اپنے گوٹھ کھوروا تشریف لے گئے، جہاں زیادہ وقت عبادت میں گذرتا تھا اور اپنے پوتے مولوی محمد کو تعلیم دیتے اور تفسیر تنویر الایمان کا کام شروع کیا جو کہ آپ کی آخری کوشش تھی۔ ۲۹، ذوالقعدہ ۱۳۳۶ھ/ 1918ء کو انتقال کیا۔ (السند، اسلام آباد)

آپ کا مزار شریف، عارف کامل حضرت خلیفہ محمود نظامانی قادری قدس سرہ کی درگاہ شریف (کڑیو گھنور ضلع بدین) میں روضہ شریف کے زیر سایہ صحن میں مرجع خلائق ہے۔ فقیر راقم راشدی نے حاضری دی ہے اور حاضری کے بعد آپ کا مطالعہ اور آپ پر لکھنے کی تحریک پیدا ہوئی۔



فقیہ اعظم علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری کی ولادت باسعادت درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف (پرانا نام گوٹھ صاحب خان مشوری) لاڑکانہ سندھ میں ۱۲، ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۶ء بروز پیر بوقت سحری ہوئی۔ (حیات امام اہل سنت)

حسب ونسب: حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری بن حاجی محمد عثمان بن نہال خان بن اللہ بخش بن یار محمد بن یارو خان بن شاہ محمد مشوری۔

شاہ محمد

پیارو خان

یار محمد

صاحب خان اللہ بخش دودو محمد پریل

نہال خان

حاجی محمد عثمان

خواجہ محمد قاسم

آپ نسب کے لحاظ سے "رند بلوچ" قبیلہ کی شاخ "مشوری" سے تعلق رکھتے تھے۔

عہد طفلی: حضور قبلہ عالم مادر زاد ولی اللہ تھے، بچپن میں بھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلے۔ آپ کے والد ماجد فرماتے تھے کہ حضرت کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا، دیگر بچوں سے بالکل مختلف تھا کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی ہمیشہ سنجیدہ، خاموش طبع، دکھ سکھ میں صابر وشاکر رہتے۔ بچپن سے پڑھنے اور لکھنے کا بہت شوق تھا۔ وقت کی بہت ہی قدر تھی فضول باتوں کھیل کود میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ لکھنے کی مشق کرتے جس کے سبب آپ کی تحریر دیدنی ہوتی خوش خطی ایسی دلکش ہوتی جیسے موتی دل کو بھاتے ہیں۔

تحصیل علم: آپ نہایت ہی ذہین تھے تعلیم کا دور شروع ہوا تو اپنی والدہ ماجدہ کے ہاں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ جو کہ نہایت عابدہ، زاہدہ اور شب خیز اور قرآن مجید کی عاملہ خاتون تھیں۔

اس کے بعد قریب ہی " گوٹھ ملا ابڑا" میں صوفی باصفا حضرت مولانا محمد عالم ابڑو رحمۃ اللہ علیہ سے فارسی کی تعلیم "بہار دانش" تک حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد کی مالی حالت نہایت کمزور تھی وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اس لئے ہاتھ بٹانے کے لئے اپنے صاحبزادے کو بھی لے جاتے تھے۔ اس طرح بچپن میں دو کام سرانجام دیتے تھے۔ بعد نماز فجر زمین پر کام کرتے سخت تھکاوٹ کے باوجود دوپہر کو گھر سے کتابیں اٹھا کر استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے، دن بھر پڑھائی ہوتی، مطالعہ کا شوق رات کو سونے نہ دیتا تو رات گئے تک مطالعہ جاری رہتا، پھر صبح کو وہی سارے کام ہوتے۔ جب آپ نے فارسی مکمل کی تو آپ کے والد ماجد حاجی محمد عثمان مشوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے کو اپنے خاندانی مرشد، عارف باللہ، سراج العارفین حضرت خواجہ سید امام الدین شاہ راشدی قدس سرہ الاقدس کے حضور دعا کے واسطے لے آئے اور عرض کی کہ حضرت قبلہ! میں اپنے بچے کو عالم دین بنانا چاہتا ہوں آپ اجازت بھی عنایت فرمائیں اور دعا بھی۔ حضرت قبلہ نے آپ کی طرف نظر کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بیٹا! علم دین پڑھ، لیکن خشک ملا نہ ہونا" یعنی علم دین کے ساتھ ساتھ راہ سلوک بھی طے

کرنا۔ آپ کی عمر تقریباً ۱۲ سال تھی کہ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء میں آپ کو اس وقت سندھ کی مشہور و معروف دینی درسگاہ " مدرسہ دارالفیض " گوٹھ سونہ جتوئی (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں داخل کروایا۔ اس درسگاہ سے سندھ بلوچستان، پنجاب، افغانستان و ایران کے سینکڑوں علماء نے علم کی تحصیل کی۔ آپ نے مدرسہ دارالفیض دارالافتاء شرعی میں حضرت علامہ مفتی غلام محمد جتوئی اور سراج الفقہاء استاد الاساتذہ عارف باللہ علامہ مولانا مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان سے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں تحصیل علم کی۔

جلسہ دستار فضیلت میں بیسیوں علماء کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی غوث الزماں، استاد الاساتذہ، سرتاج الفقہاء حضرت خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس اللہ سرہ الاقدس کے خلیفہ شیخ طریقت، مرد کامل حضرت خواجہ مفتی غلام محمد مھیسر (گوٹھ کمال دیرو، تحصیل گمبٹ) قدس سرہ خصوصی طور پر تشریف لائے دستار بندی اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ مبتدی طلبہ کو خود پڑھاتے تھے۔ سراج الفقہاء کے منظور نظر تھے مدرسہ دارالفیض کے عظیم الشان کتب خانہ کے منتظم اعلیٰ بھی آپ تھے۔ تحصیل علم کے بعد تقریباً ایک سال استاد محترم کی خدمت میں گذارا آپ کو سراج الفقہاء سے بے انتہا محبت تھی۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء سے سراج الفقہاء نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا تھا۔

ازدواجی زندگی: آپ نے دستار فضیلت سے پہلے ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں اپنے خاندان کے ایک نیک اور صالح شخص جناب اللہ بخش مشوری کی دختر نیک اختر سے درگاہ مشوری شریف پر نکاح کیا۔ اس مبارک موقع پر آپ کے مرشد مربی حضرت پیر سائیں ٹھلاء شریف والے اور استاد مکرم حضرت قبلہ سونہ جتوئی والے تشریف لائے تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نیک صالح اور صوم وصلوٰۃ کی پابند، قرآن شریف کی نہ صرف تلاوت کرتی تھیں بلکہ قرآن سے عشق تھا، درود شریف کثرت سے پڑھا کرتیں تھیں، سخاوت کی مالکہ اور مہمان نواز تھیں، مریدین و مدرسہ کے طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ لنگر خود پکاتی اور پھر خود ہی تقسیم فرماتیں تھیں اور اسی طرح سارا سارا دن لنگر خانہ میں گذر جاتا ابتدا میں آٹے کی مشین (فلور مل) نہیں ہوا کرتیں تھیں اس لئے چکی پر خود اپنے ہاتھوں سے آٹا پیستیں تھیں جس سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ تقویٰ کی صاحبہ امی جان نے ۲۶ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ/ ۲، اکتوبر ۱۹۸۶ء کو داغ مفارقت دے گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم کا قیام: آپ نے آستانہ عالیہ قاسمیہ درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف پر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء کو اپنے استاد مکرم کے حکم و ارشاد سے " مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم دارالافتاء الشرعی " قائم کیا۔ جس کا سنگ بنیاد اپنے استاد مکرم سراج الفقہاء علامہ ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ الاقدس سے رکھوایا۔

دیگر مدارس کے برعکس آپ کا طریقہ کار یکسر منفرد تھا۔ آپ کے ہاں طلبہ کے داخلے کا رجسٹر تھا نہ ہی روزانہ حاضری کا معمول، طلباء کا ششماہی یا سالانہ امتحان ہوتا تھا اور فارغ ہونے والے فضلاء کو سند بھی نہیں دی جاتی تھی اس کے باوجود نتیجہ سو فیصد ہوتا، وہاں سے فارغ ہونے والا ہر فاضل تدریس کے قابل ہوتا۔ سندھ کے اکثر علماء بلواسطہ اور بلاواسطہ آپ کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح آپ اپنے خلفاء کو بھی سند (سرٹیفکیٹ) نہیں دیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ داخلہ لینے والے نئے شاگرد کا سبق بدھ والے روز شروع کرواتے تھے۔ کیوں کہ بدھ کے روز ہر اچھا کام شروع کرنے سے جلدی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اسی لئے بعض مدارس میں نئی کلاس یا نئی کتاب کا آغاز بدھ کے روز کیا جاتا ہے۔

اس درسگاہ سے آج تک علم وعرفان کی نہریں جاری ہیں جس سے بے شمار تشنگان علم ظاہری و باطنی اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ بے شمار علماء فارغ التحصیل ہوئے اور اس جامعہ کی سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں کئی شاخیں سرگرم ہیں۔

بیعت وخلافت: امام العارفین، غوث العالمین، محی السنۃ، تیرہویں صدی کے مجدد برحق، آفتاب ولایت، سندھ میں سلسلہ قادریہ کے علم بردار، شیخ المشائخ حضرت خواجہ سید محمد راشد المعروف پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ وفات ۱۲۳۴ھ مزار پر انوار درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس سندھ) کے ملفوظات شریف فارسی مسمّٰی "مجمع الفیوضات" قلمی کے مطالعہ سے (جو کہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کا خزینہ ہے) آپ کو حضرت قبلہ عالم سے محبت پیدا ہوئی اس جذبہ کے تحت آپ نے اس نسخہ کیمیا کی تلاش و تحقیق کے بعد صحیح نسخہ کو سندھی سلیس زبان میں منتقل کیا۔ اور اسی شوق وذوق کی تکمیل کے لئے خاندانی مرشد کریم کا انتخاب کیا جن کی نظر کرم آپ پر بچپن سے تھی یعنی فیض گنجور، قطب الاقطاب، شمس العارفین، عارف باللہ، حضرت خواجہ سید محمد امام الدین شاہ راشدی قدس اللہ سرہ الاقدس (درگاہ شریف پیر جو گوٹھ المعروف ٹھلاء شریف متصل باقرانی اسٹیشن، لاڑکانہ) کے دست اقدس پر "سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ" میں بیعت ہوئے۔ پھر سلوک کی منازل طے کی اور صراط الطالبین فارسی قلمی (جو کہ سلوک ومعرفت کے موضوع پر سراج العارفین، عارف باللہ، سند الاصفیاء، سید الاتقیاء حضرت خواجہ سید محمد یٰسین شاہ راشدی قدس سرہ الاقدس المعروف "پیر سائیں جھنڈے دھنی اول" بن پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال تصنیف ہے) مرشد مربی سے حرفاً حرفاً پڑھی۔ مرشد مربی حضرت خواجہ سید محمد امام الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں آپ کو خلافت مع دیگر تبرکات سے سرفراز فرمایا اور اسی سال آپ نے رحلت فرمائی۔

حسن و جمال: آپ کے حسن و جمال میں کوئی چیز ایسی نظر آتی تھی جس سے دنیا کے صاحب حسن و جمال میں آپ ممتاز و منفرد نظر آتے تھے، گفتگو و تبسم میں چہرے پر ایسا نور چمکتا تھا کہ دلوں کی تاریکیاں ڈھل جاتی تھیں۔

روحانی طور پر ایسا جلال و جمال، آنکھوں میں حشمت و ہیبت تھی کہ بڑے سے بڑے جاگیردار، وزیر، مشیر، بیوروکریٹ بھی سامنے بات کرنے سے پہلے بار بار سوچتے تھے کہ کوئی ناگوار بات منہ سے نہ نکل جائے، اور بات کرنے کی ہمت نہ پاتے تھے اور بولنے میں ان کی زبان ان کا ساتھ نہ دیتی تھی وہ لڑکھڑاتے اور ڈرتے ڈرتے بات کرتے تھے۔

آپ کا سینہ اطہر تجلیات الٰہیہ کا مرکز تھا۔ آپ کا قلب مبارک معارف خداوندی کا گنجینہ تھا۔ نگاہوں میں حسن یار کے جلوے تھے، دل میں محبت خداوندی اور عشق نبوی کا دریا موجزن تھا۔ غرض یہ کہ آپ کا ہر عمل تسلیم و رضا کا گوہر نایاب تھا۔ آپ رحم و کرم اور عفو و درگذر کا پیکر جمیل تھے۔

حلیہ مبارک: آپ کا قد مبارک لمبا، جسم مبارک پتلا لیکن اعضاء مضبوط، رنگ سفیدی مائل گندمی، کندھے فراخ، سر مبارک درمیانہ، آنکھیں سیاہ، نظر اکثر سجدہ گاہ پر جھکی رہتی، چہرہ مبارک گول و پرنور و پرکشش دیکھنے والے مستانے ہو جاتے بار بار دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ دیکھنے سے دل اللہ اللہ کرتا تھا۔

داڑھی مبارک گھنی اور مٹھی سے دو چار انگلیاں زائد، سر اور داڑھی کے بال مبارک سفید دودھ کی مانند نورانی ہوتے تھے۔ مہندی نہیں لگاتے تھے، سر مبارک کے بال کانوں کی لو تک، مزاج شریف نرم، طبیعت رحیم و شفیق، گفتگو میں اپنائیت ایسی کہ پہلی بار آنے والا بھی گرویدہ ہو جاتا، اخلاق حسنہ سے آراستہ، گفتگو کم فرماتے الفاظ مختصر لیکن با مقصد اور سیدھے، آواز میٹھی اور اثر انگیز، صاف ستھری، جب بھی بولتے مخاطب کی اہلیت کے مطابق بولتے، سر پر تاج مبارک اس پر سفید رنگ کا عمامہ شریف آپ کا معمول تھا۔ لباس اکثر سفید رنگ کا پسند فرماتے، گرمی کے موسم میں دوپہر کو اگر تہبند استعمال میں لاتے تو اس کا رنگ نیلا ہوتا تھا۔ سردیوں میں سبز رنگ کی گرم شال اور سبز کلر کا کوٹ استعمال میں لاتے تھے۔

درس و تدریس: حضرت قبلہ عالم تاج العارفین کی ذہانت فطانت لیاقت صلاحیت اور تواضع کو دیکھ کر حضرت سراج الفقہاء نے آپ کو اپنا معتمد خاص اور نائب بنالیا۔ مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی میں درس کے دوران ابتدائی کتابیں مبتدی طلباء کو با آسانی پڑھاتے تھے۔ اس طرح پڑھنے والے زمانے میں تعلیم و تدریس کا ذاتی تجربہ خوب حاصل ہو گیا تھا۔ دستار فضیلت کے بعد تقریباً ایک سال مدرسہ دار الفیض میں استاد مکرم کی نگرانی میں درس و تدریس کے ساتھ دار الافتاء کا کام بھی حضرت

قبلہ کے سپرد تھا۔ اس کے بعد استاد مکرم سراج الفقہاء کے حکم خاص سے اپنے آستانہ عالیہ پر مدرسہ قائم فرمالیا اور ستر سال کا عرصہ طویل درس و تدریس قال اللہ و قال رسول ﷺ، تصنیف و تحقیق، تلقین وارشاد، خطابت و امامت میں بسر کیا۔

شرع انور کی مہک میں جھومتا سارا چمن
قیل و قال مصطفیٰ سے تھے منور بام و در

طالبان حق بزم میں بیٹھتے تھے صف بصف
جمگھٹا تاروں کا رہتا بیچ تھا ان کے قمر
کئی ذروں کو چمکنا آ گیا اس بزم سے
کئی سنگریزے بنے اس بزم سے عالی گہر

تلامذہ: یوں تو آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے لیکن یہاں چند نامور شاگردوں کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں۔

1- صاحبزادہ اکبر حضرت علامہ میاں علی محمد صاحب مشوری رحمۃ اللہ علیہ
2- صاحبزادہ اصغر حضرت حافظ "محمد" المعروف "نالے مٹھا" صاحب مشوری رحمۃ اللہ علیہ
3- حضرت مولانا مفتی عبید اللہ مشوری رحمۃ اللہ علیہ
4- حضرت مولانا مفتی نور محمد قاسمی باکرانی رحمۃ اللہ علیہ
5- حضرت مولانا مفتی محمد قاسم جتوئی مہتمم مدرسہ فیض القرآن لاڑکانہ
6- حضرت مولانا مفتی حافظ عبد القادر کلہوڑو سابق خطیب مرکزی جامع مسجد قاسمیہ لاڑکانہ
7- مولانا مفتی غلام محمد قاسمی بگھیو صدر مدرس درگاہ مشوری شریف
8- مولانا مفتی غلام محمد قاسمی لغاری صدر مدرس مدرسہ عربیہ خیر العلوم خیر پور ناتھن شاہ
9- مولانا مفتی علی بخش قاسمی مہتمم مدرسہ انوار الاسلام قاسمیہ نورانی مسجد دادو
10- خطیب اسلام شیر اہل سنت حضرت مولانا محمد صدیق قاسمی جتوئی لاڑکانہ
11- خطیب اہل سنت مولانا قادر بخش قاسمی خطیب جامع مسجد غوثیہ رحمانی نگر ضلع دادو
12- مولانا مفتی عبد الرحمٰن قاسمی پھنور لاڑکانہ
13- مولانا مفتی محمد صدیق قاسمی چنہ لاڑکانہ
14- مولانا مفتی محمد صالح نعیمی لاڑکانہ

وعظ نصیحت، درس وتدریس، فتویٰ نویسی، دعا وتعویذ، تلقین وارشاد، ورد ووظائف

تصنیف وتالیف: اور شب بیداری وغیرہ مشاغل اپنے ہاں نہایت وسیع وسعت رکھتے ہیں۔ اتنے مشاغل کثیرہ کے باوجود آپ نے درج ذیل عظیم دینی علمی تحقیقی وادبی تصانیف تحریر فرمائیں جو کہ اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں یہ آپ کی نگرانی میں درگاہ عالیہ مشوری شریف کے شعبہ نشر واشاعت کی جانب سے اکثر شائع ہوئیں۔

-1 فتاویٰ قاسمیہ ۲ جلد (عربی، فارسی، سندھی، اردو) فتاویٰ کا عظیم مجموعہ
-2 معلم الفرائض طبع اول ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
-3 مجموعہ رسائل قاسمیہ ۲ جلدیں
-4 مواعظ قاسمیہ
-5 هدية الابرار فی تحقيق ان المصطفیٰ نور الانوار طبع اول ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء
-6 البشریٰ لمن احتفل بميلاد مصطفى ﷺ طبع اول ۱۳۸۴ھ
-7 هداية الناس فی جواز الميلاد و الاعراس
-8 اشباع الكلام فی تحقيق مدة الرضاع والعظام طبع اول ۱۴۰۱ھ
-9 الحجة البيضاء فی حرمة الصدقات الواجبة على الشرفاء طبع اول ۱۳۸۴ھ
-10 فتح الودود فی تحقيق المرأة و المفقود
-11 ارشاد العباد الى تصحيح النُطق بالضاد طبع اول
-12 تقصيص اللحية و تسويد اللحية طبع اول
-13 فصل الخطاب فی لزوم الستر والحجاب محررہ ۱۹۴۷ء طبع اول ۱۹۹۰ء
-14 البينات الواضحات فی استجاب الجهر بالذكر بعدالمكتوبات طبع اول
-15 اتحاف الاشراف فی احكام تبديل الاوقاف طبع اول ۱۹۵۹ء
-16 نفحات الکرامات ترجمہ ملفوظات پیر سائیں روضے دھنی جدید ایڈیشن مطبوعہ درگاہ راشدیہ پیر جو گوٹھ
-17 مسائل زکوٰۃ میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب (سابق صدر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) کی تحریر اور تحقیقات پر ایک نظر (اردو)
-18 رحمتی رات شب برأت
-19 ارشاد طریقت (شاہ عبداللطیف بھٹائی کے ایک روحانی شعر کی روحانی ونورانی شرح) طبع دوم ۱۳۸۵ھ
-20 شمس الهدیٰ لعيون الاعمیٰ (ردشیعت) طبع اول ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء

21- ضیاء الهدی فی جواب نور الضحیٰ (ردشیعت)

22- اوضح البیان فی ان الشیعة اعداء القرآن

23- کتاب الناسخ والمنسوخ

24- الدلیل المنقول فی تحریم الطبول

25- نهج الصواب فی تحقیق الغراب (اردو) مطبوعہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۱۹۳۲ء

26- تحفة الاخوان فی منع شرب الدخان (سندھی میں ترجمہ کیا)

27- نهج السداد فی منع الخضاب بالسواد

28- رسالہ الرضاء۔ 29- خطبات سائین بادشاہ

30- خطبات قاسمیہ

31- نفحات الانس فی حضیرة العدس (آپ کی ملفوظات شریف) مفتی غلام محمد قاسمی

اولاد: حضرت قبلہ عالم کی محترم اللہ بخش مشوری کی صاحبزادی سے شادی ہوئی، جن کے بطن سے چار فرزند تولد ہوئے، جن میں سے دو فرزند بچپن میں فوت ہوئے، اسی طرح تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں سے دو صاحبزادیاں بچپن میں فوت ہوگئیں۔ یعنی کہ سات اولاد ہوئیں جن میں سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحب اولاد ہیں۔

حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری

میاں علی محمد محمد (لاولد) شفیع محمد (لاولد) حافظ محمد عرف نالے مٹھو

میاں حاجی محمد اسحاق مشوری مرحوم آپ کے داماد ہیں۔

وصال مبارک:

ضرورت تھی جتنی نورِ سحر کی اندھیرا اتنا بڑھتا جارہا ہے

حضور قبلہ عالم، تاج العارفین، قاسم ولایت، سرتاج الفقہاء، خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس وصال سے چند برس قبل مخلوق سے بے نیاز و بے تعلق ہوکر واصل باللہ اور باقی باللہ ہوچکے تھے اب صرف عالم فانی سے سفر کا انتظار باقی تھا سو وہ گھڑی بھی جلد آن پہنچی اور یکم رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/ ۲۸ مارچ ۱۹۹۰ء بدھ کے روز پیرانہ سالی، ضعیفی، نحیفی اور علالت کے باوجود سحری کے وقت روزے کے لئے دودھ نوش فرمایا اور صبح چھ بجے تقریباً ۹۴ سال کی عمر مبارک میں رب العالمین کے اسم ذات "اللہ اللہ" کی ضرب لگاتے ہوئے علم و عرفان کا یہ آفتاب درخشاں غروب ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وصال پرملال کے باوجود آپ کے جسم مبارک سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں، چہرے پر نورانیت، ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چارپائی پر چین وسکون سے آرام فرماتے۔ غسل وکفن کے بعد شام ۴ بج کر ۴۵ منٹ پر آپ کے عزیز شاگرد ومرید مولانا سید حاکم علی شاہ جیلانی (امام جامع مسجد درگاہ مشوری شریف) نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد آہوں سسکیوں اور ورد کلمہ شریف سے درگاہ عالیہ مشوری شریف میں تدفین عمل میں آئی۔ اور مزار شریف پر عالیشان ودلکش بلند وبالا گنبد شریف تعمیر ہوا ہے، تعمیر کا کام ۱۹۹۲ء کو اختتام کو پہنچا۔ روضہ شریف مرجع خلائق ہے ہر وقت عوام کی بھیڑ ہوتی ہے خصوصاً بروز جمعہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ خواتین وحضرات نیکی کمانے میں مصروف ومشغول ہوتے ہیں۔

مولانا مفتی علیم الدین نقشبندی (جہلم) نے قطع تاریخ وصال یوں کہا:

قاسم عرفان بجنت شادباد سنیت از فیض او آباد باد
ابن علیم خستہ گفتہ رحلتش مرقد او مظہر انوار باد
۱۴۱۰ھ

مولانا محمد حسن نوشاہی (بہاولپور) نے یوں تاریخ کہی:

چوں محمد قاسم عالی جناب کرد رحلت سوئے رب ذوالجلال
ہاتف غیبی حسن را از فلک "افتخار عابداں" گفتا وصال
۱۴۱۰ھ

(ماخوذ: کتاب قاسم ولایت مطبوعہ مشوری شریف اشاعت ۲۰۰۰ء)

فقیہ عصر حضرت مفتی محمد قاسم یاسینی

استاد الاساتذہ، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی بن استاد العلماء حضرت علامہ محمد ہاشم یاسینی ۱۶، ربیع الآخر ۱۳۰۵ھ بروز اتوار صبح کو تولد ہوئے۔ "صدر اعظم" سے ان کی تاریخ ولادت نکلتی ہے:

پرسش از میلاد او کردم سروش
"صدر اعظم" گفت تاریخش بگوش
۱۳۰۵ھ

تعلیم وتربیت: مفتی محمد قاسم صاحب نے اپنے والد ماجد علامہ محمد ہاشم یاسینی کے پاس درس نظامی کی تکمیل کی۔ اعلیٰ تعلیم اور فتویٰ نویسی کے لئے برصغیر کے فقیہ اعظم، امام اہل سنت، علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ الاقدس کی خدمت عالیہ میں ہمایون شریف میں رہ کر مہارت تامہ

حاصل کی۔

بیعت: حضرت خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (ٹکھڑ ضلع حیدرآباد) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوکر سلوک کی منازل طے کی۔

درس وتدریس: مولوی دین محمد وفائی لکھتا ہے: فقیر نے طالب علمی کے زمانہ میں ان سے کافیۃ النحو کے اسباق پڑھے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب علم وادب اور عربیت کے بہت بڑے عالم تھے کہ سندھ میں ان کے ہمعصر علماء میں کوئی ان کے مرتبہ کا نہیں تھا۔ فقہ کے مسائل کو حل کرنا اور فتویٰ نویسی میں زیادہ سے زیادہ استعداد اور مہارت تھی۔ علامہ ہمایونی کی وفات کے بعد وہ بلوچستان اور شمالی سندھ کے عوام الناس کا مرجع تھے فتاوی لئے جاتے تھے اس کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ بھی جاری تھا۔
(تذکرہ مشاہیر سندھ)

تصنیف وتالیف:
- فتاویٰ قاسمیہ جلد اول (فارسی) مرتبہ: مفتی محمد صاحبداد جمالی سلطان کوٹی طبع اول لاہور طبع ثانی قندھار (افغانستان) میں شائع ہوا۔
- رسالہ اہل سنت عقائد نامہ (سندھی) طبع ثانی جماعت اہل سنت پاکستان سکھر ۱۳۸۹ھ
- عمدۃ الآثار فی ذکر اخیار الکتبار (مطبوعہ) مشائخ درگاہ کٹبار شریف کے متعلق ہے۔
- دربارہ تقلید۔
- الفاظ القرآن بامعنی فارسی (نامکمل)
- مجموعہ اشعار (قلمی) وغیرہ وغیرہ

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں بہت سارے علماء کے نام آتے ہیں، ان میں بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی حافظ محمد ابراہیم یاسینی — برادر اصغر
- مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد صاحبداد خان ناصح جمالی — سلطان کوٹ
- مولانا احمد صاحب — قاضی مکران بلوچستان
- مولانا ولی محمد صاحب — قاضی مٹھڑی بلوچستان
- مولانا محمد حسین صاحب کھاوڑ — مدیر الحنیف جیکب آباد
- مولانا عبدالحکیم صاحب — شاہل سدایو
- مولانا غلام صدیق خجکی — خجک سبی
- مولانا محمد حسن صاحب مکرانی

- مولانا صدر الدین صحبت پوری
- مولانا صاحبڈنہ صاحب قرانی
- مولانا عبدالرحمٰن صاحب بلوچستانی ثم جیکب آبادی
- مولانا فضل محمد صاحب واعظ گڑھی یاسین
- مولانا حافظ محمد ہاشم صاحب اسحاق دیرائی
- مولانا محمد عابد صاحب اوستوی
- مولانا عبداللطیف اوستوی
- مولانا نصیر الدین صاحب سجادہ نشین درگاہ صدیقیہ — شہدادکوٹ
- مخدوم مولانا شفیع محمد صدیقی — پاٹ شریف
- مولانا قمر الدین مہیسر — دگانو مہیسر
- مولانا حافظ محمد موسیٰ — امام مسجد بخاری جیکب آباد
- مولانا میاں فخر الدین — سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف
- صاحبزادہ عبدالغفار جان سرہندی — ٹنڈو محمد خان
- صاحبزادہ غلام احمد جان سرہندی — ٹنڈو محمد خان

شعروشاعری: مولانا صاحب طالب علمی کے زمانہ سے جب فارسی پڑھتے تھے ان دنوں سے شعر کہتے تھے، آپ کا شعر نہایت شستہ اور برجستہ ہے۔ عارف کامل حضرت مولانا سید احمد خالد شامی رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی اعلیٰ پائے کے شاعر تھے، مولانا کا شعر سن کر داد دیتے تھے۔ عربی زبان نہایت فصاحت و بلاغت سے بولتے تھے اور خود اہل عرب بھی ان کے معترف تھے۔ "قاسمؔ" تخلص ہے سندھی مادری زبان کے علاوہ عربی اور فارسی میں شاعری کی ہے۔ ان کے فارسی اشعار کا ذخیرہ کافی ہے جو غزلیات، تواریخ، قطعات، منظومات، مناجات اور قصائد پر مشتمل ہے۔

وصال: حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب ۴۴ سال کی عمر میں ۱۸، ذوالقعدہ ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۲۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی مزار شریف گڑھی یاسین (ضلع شکارپور سندھ) کے قبرستان میں ایک کمرے میں زیارت گاہ خلق اللہ ہے۔ آپ کو "صاحب تکبیر" بھی کہا جاتا ہے وہ اس طرح کہ جب آپ کی نماز جنازہ پڑھی جارہی تھی تو جیسے ہی امام نے اللہ اکبر کی آواز بلند کی اسی وقت مفتی صاحب کے جنازہ سے بھی تکبیر کی آواز جاری ہوئی۔

عالم کی موت اصل میں عالم کی موت ہے، آپ کے وصال پر علماء و مشائخ کو نہایت افسوس ہوا

انہوں نے اپنے جذبات کو نظم میں قلمبند کیا۔ان حضرات کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

- شیخ الدلائل حضرت مولانا سید عبدالفتاح رضوانی صاحب مسجد نبوی شریف، مدینہ منورہ
- پیر محمد اسماعیل جان ''روشن'' سرہندی (صاحب دیوان روشن فارسی) ساماروضلع عمرکوٹ
- مولانا حکیم مطیع الرحمٰن صاحب مطیع ضلع فیض آباد انڈیا
- مفتی محمد صاحبداد خان ناصح جمالی (جامع فتاویٰ قاسمیہ)
- مولانا محمد عظیم ''شیدا'' سولنگی (مصنف سیرت مصطفیٰ سندھی) نصیر آباد
- مولانا قمرالدین مہیسر صاحب مدیر مہیسر ڈگانومہیسر
- قاضی محمد ابراہیم صاحب شہدادکوٹ
- ماسٹر جان محمد صاحب محسن
- مولوی نذیر حسین جتوئی رتودیرو

ان میں سے چند قطعات درج ذیل ہیں:

مفتی محمد صاحبداد خان ''ناصح'' جمالی:

آن امام محمد قاسم — کہ بحسن خصال بود فرید
کس نظیرش ندید در عالم — خلق حق را بخلق نیک خرید
گفت ''ناصح'' سنش بزیب جلوس — ''طائر روح او بعرش پرید''

۱۳۴۹ھ

قاضی محمد ابراہیم کارڑائی شہدادکوٹ:

آن فقید المثیل و حبر امین — مفتی عصر فاضل یاسین
بے سر وقف گفتش تاریخ — ''فخر احناف زیب زمرۂ دین''

۱۳۴۹ھ

پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی:

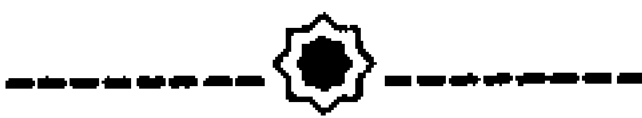
محمد قاسم آں علامہ دہر — نکو رو و نکو خو و نکو نام
ہزاراں طالبان نزدش رسانید — نصاب علم حقانی بانجام
زوصلش گفت ''روشن'' باصد آہ! — بگو کل گشت ''شمع اہل اسلام''

۱۳۴۹ھ

حکیم مطیع الرحمٰن ''مطیع'':

جو محمد قاسم اہل فیض تھے
عالم بے مثل ۔ یکتائے جہاں
دے کے داغ غم مہ ذیقعد میں
چل بسے وہ جانب باغ جناں
سال رحلت تم سناؤ اے ''مطیع''
''واصل رب ہوگیا فخر زماں''

(ماخوذ:۔تذکرہ مشاہیر سندھ۔مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء۔روشن صبح سندھی۔مختصر سوانح حیات سندھی طبع قدیم مرتبہ: مولانا محمد حسین کھاوڑ ایڈیٹر الحنیف)

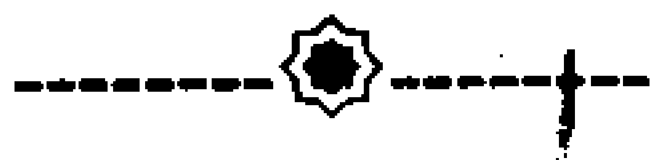


قطعہ تاریخ وصال

ضیائی قدر مولانا ضیائی — ''کہ بودش با محمد خوش دعائی
سر سرمایہ علم و ادب بود — معلی پایہ علم و ادب بود
منا جاتی اجل آمد برمن — بجنت رفت روح جلد ترمن
زمرّمن جھانے شد پراز غم — کہ موت عالِمِ آمد موت عالَم
بخلق احسن و فرخندہ روئی — ازیں عالم بخود بردہ نکوئی
چو بانگ اِرجعی در گوش من رفت — زفرط شادمانی ھوش من رفت
رواں جانم بہ جنت شد شتابی — بہ نعمتھائی حق شد بھریابی
بحمد اللہ کہ بودش رحم برمن — کہ اعلیٰ پایہ شد کرم برمن
کہ بود بسیت ھشتم ماہ صفر — ختم شد زندگی من باالمظفر
زصبح روز خمس جاں ازیں رفت — ''سن اُو سوئے فردوس بریں رفت''

۱۳۹۷ھ

''ضیائی''در حتش داعی است ھر دم — کہ در جنت بود بس شاد و خرم



مولانا مفتی محمد ابراہیم "ناظم" یاسینی

حضرت مولانا حافظ مفتی محمد ابراہیم بن حضرت مولانا مفتی محمد ہاشم گڑھی یاسین (ضلع شکار پور سندھ) میں ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۹۰ء کو تولد ہوئے۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمد قاسم یاسینی (صاحب فتاویٰ قاسمیہ) کے چھوٹے بھائی تھے۔

تعلیم وتربیت: مفتی محمد ابراہیم نے ناظرہ قرآن مجید اور فارسی کتب کا درس اپنے والد ماجد سے لیا۔ اس کے بعد والد ماجد کے شاگرد قاری حافظ نور محمد کے یہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد اسکول کی تعلیم مکمل کر کے عربی علوم وفنون کی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد قاسم یاسینی سے حاصل کی اور مدرسہ ہاشمیہ قاسمیہ گڑھی یاسین سے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی کے والد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ ٹنڈو سائینداد) سے بیعت تھے اور سلسلہ قادریہ میں اویسی تھے۔

درس وتدریس: آپ تعلیم وتدریس کو خدمت دین بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔ رحلت سے تقریباً ایک برس قبل ایک بار بیمار ہوئے بخار کی شدت سے جسم تپ رہا تھا۔ غالباً کمزوری کی وجہ سے لرزہ بھی طاری تھا۔ تکیوں کے سہارے بھی چین کے ساتھ بیٹھ یا لیٹ نہیں سکتے تھے۔ اس حال میں بھی درس دے رہے تھے۔ اس وقت آپ کے ایک شاگرد حافظ خیر محمد اوحدی بھی موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایسی کیفیت میں درس دینا ضروری نہیں ہے۔ آپ آرام کیجئے۔ طلبہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ "یہ امید لے کر میرے پاس آتے ہیں میں ان کو ناامید کیسے کروں" حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے عقیدت واحترام کے تمام لوازمات کو ملحوظ رکھتے تھے اور درس دیتے ہوئے اکثر اوقات روتے رہتے۔

تصنیف وتالیف: درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی سے آپ کو اگرچہ کم فرصت ملی تاہم تیں (۳۰) کے قریب آپ کی اہم تصانیف موجود ہیں جو کہ مختلف زبانوں میں ہیں۔ ان میں سے بعض مطبوعہ اور اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔

- ترجمہ مشکوٰۃ ربع اول (سندھی)
- ازالۃ الارتیاب عن الاحکام الصلوۃ الی القبور و القاب
- القول الصواب فی تحقیق قبور قبات
- البینات الواضحات فی حکم اعطاء الصدقات الی الشرفاء والسادات (سیدوں

کوز کوٰۃ دینے کے جواز میں)

- تمیز الحلال من الحرام الدفع اوھام الجھال والعوام۔ (مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء)
- ھدایۃ العباد فیما یتعلق بالضاد (سندھی)
- مامریدان (منظوم فارسی)
- دیوان ناظم (فارسی)
- مجموعہ تاریخ
- قوت ایمان (سندھی)
- مناسک حج (سندھی)
- لباس النبی ﷺ سندھی (کتابچہ)
- تعلیم المسلمین (سندھی)
- فتاویٰ ناظم (قلمی، غیر مرتب)
- سیف اللہ علیٰ من المنکر نداء بیا رسول اللہ
- نجات المومنین فی حکم عرس النبی الامین
- کشف الغمہ فی امداد النبی الامہ
- کشف القناع عن حکم السماع
- النظم المقبول فی آداب الرسول (منظوم فارسی)
- جمع القرآن فی زمان سید الانس والجان
- القول المبین فی عدم رفع الصوت الامین
- توضیح ما احل اللہ مما اھل بہ لغیر اللہ
- تفسیر حنفی پارہ الم وعم (سندھی)
- الحجۃ الکافیہ فی جواز الجماعۃ الثانیہ
- نھج الانصاف فی حکم مونو گراف
- فصل الخطاب فی حکم الغراب
- نوری نبی ﷺ
- فتاویٰ ہمایونی کا سندھی ترجمہ مع خلاصہ
- میلاد نامہ (منظوم سندھی) صفحات ۲۱
- معراج نامہ (منظوم سندھی) صفحات ۱۰ (دونوں کتابچے گڑھی یاسین سے شائع ہوئی ہیں)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے جن میں سے کئی ایک نے بڑی ناموری حاصل کی اور اپنے فضل وکمال کی وجہ سے بلند ترین مقام پر فائز ہوئے۔

- مولانا مفتی عبدالباقی ہمایونی سجادہ نشین درگاہ ہمایون شریف

- مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد صاحبداد خان سلطان کوٹی (سابق شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ)
- نامور ادیب وشاعر مولانا حافظ خیر محمد اوحدی شکار پور
- مولانا تاج محمد کنبار شریف۔ مولانا عبدالعزیز اوڈھو صدر مدرس مدرسہ مجددیہ، مولانا محمد حسین کھاوڑ، ایڈیٹر الحنیف جیکب آباد (تذکرہ شعراء سکھر ص ۲۶۸)

عہدۂ قضاء: آپ ۱۳۶۵ھ میں ریاست قلات کے عہدہ قضاء پر بھی فائز ہوئے اور کافی عرصہ تک افتاء کے ساتھ قضاء کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

سفر حرمین شریفین: آپ ۱۳۵۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے سعادت افروز ہوئے۔ حج کے بعد بلاد اسلامیہ کی سیاحت کی۔

عراق میں قیام: عراق میں کافی عرصہ قیام کیا۔ بغداد شریف کے ایک عالم وادیب شیخ صالح کرد کے مہمان تھے اور انہی کی دعوت اور مسلسل اصرار پر عراق تشریف لے گئے تھے۔ شیخ صالح، شاہ عراق الفیصل اول کے مصاحب تھے۔ مولانا محمد ابراہیم سے ان کی ملاقات کراچی میں ہوئی تھی۔ پھر دونوں کے درمیان ایک عرصہ تک خط وکتابت ہوتی رہی۔ شیخ صالح نے مولانا کے خطوط اپنے حلقہ احباب کے عراقی علماء اور ادیبوں کو دکھائے۔ انہوں نے خطوط دیکھ کر یہ بات ماننے سے انکار کردیا کہ یہ کسی عجمی نے لکھے ہیں کہ عجمی اتنی فصاحت وبلاغت اور بے تکلفی کے ساتھ عربی نہیں لکھ سکتا اور نہ ہی اس کی تحریر کردہ عربی میں اتنی گیرائی وگہرائی اور ادبیت ہوسکتی ہے یہ ضرور کوئی اہل عرب ہیں جو عرب سے نقل مکانی کر کے سندھ میں جاکر سکونت پذیر ہوگئے ہیں۔ اسی وجہ سے شیخ صالح اصرار کرتے رہتے تھے کہ آپ ایک بار عراق ضرور تشریف لائیں تاکہ یہاں کے اہل علم وادب کے ساتھ آپ کی ملاقات کرائی جائے اور میری بات کی تصدیق ہوسکے۔ علمائے عراق کے ساتھ مولانا محمد ابراہیم کی بڑی پرلطف اور یادگار صحبتیں ہوئیں۔ قیام عراق کے دوران نجف اشرف، کربلا معلّٰی، اور دیگر مزارات مقدسہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، شیخ معروف کرخی، شیخ سری سقطی، شیخ جنید بغدادی، شیخ شبلی اور حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔

شخصیت: آپ نہ صرف مدرس، مفتی اور قاضی تھے بلکہ ادیب، شاعر، محقق مصنف اور حاضر جواب مناظر تھے۔ عربی وفارسی زبان اور شعر وادب پر اس قدر دسترس رکھتے تھے جس قدر اپنی مادری زبان سندھی پر اور اس کے شعر وادب پر رکھتے تھے۔ زندہ دلی، شگفتگی، سخن فہمی اور نکتہ رسی میں اپنا

ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مزاج میں بے انتہا خودداری اور خود اعتمادی تھی۔ کتب متداولہ کا عمر بھر درس دیا ان کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ فقہ اور اصول فقہ میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے بے شمار فتاویٰ موجود ہیں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً ہر مسئلہ پر تحریر کئے ہیں۔ آپ کا ہر فتویٰ مدلل اور مستند حوالہ جات سے مزین ہوتا تھا۔ آپ اہل سنت و جماعت کے قابل فخر سرمایہ تھے۔ اہل سنت و جماعت سندھ کی تنظیم "جمعیت الاحناف سندھ" جو کہ سندھ کے نامور علماء نے فرقہ جدیدہ وہابیت دیوبندیت کے اصل کردار کو واضح کرنے اور عوام الناس کو ان کے عقائد باطلہ سے بچانے کے لئے بنائی تھی آپ اس تنظیم کے ناظم تھے اسی لئے اپنا پہلا تخلص "حافظ" ترک کر کے "ناظم" تخلص اختیار کیا۔

مولانا محمد ابراہیم انتہائی نیکوکار، متقی اور عبادت گذار تھے۔ سنت نبوی کے تابع اور حضور اکرم ﷺ کے عاشق زار، گھر کے قریب مسجد تھی نصف شب کے بعد مسجد میں جاتے تہجد ادا کر کے پہلے ذکر و فکر میں مشغول ہوتے اور پھر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر قصیدہ بردہ شریف پڑھتے اور جب اس شعر پر پہنچتے تو بار بار اس کی تکرار کرتے کہ:

هو الحبيب الذى تُرجىٰ شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم

اور زار و قطار روتے ہوئے اور اسی کیفیت میں پڑھتے اور قصیدہ بردہ شریف کا ختم فرماتے۔

سراج العاشقین حضرت خواجہ غلام فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن شریف) کے خلیفہ، عاشق رسول، بلبل چمن رسالت مولانا محمد یار گڑھی شریف والے مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب کے اوصاف بیان کرتے ہیں:

خلیل وقت ابراہیم نامے
امامے حجت ہر خاص دعائے

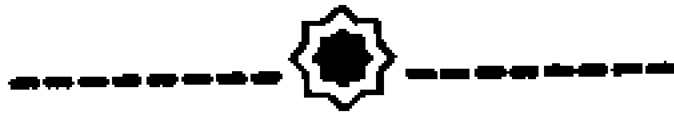
اولاد:

آپ کو اکلوتا بیٹا حاجی محمد احسان سومرو پیدا ہوا، ان کا آپ کی زندگی میں ۱۹۶۰ء کو انتقال ہوا۔

وصال: مفتی محمد ابراہیم نے ۷، شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲، دسمبر ۱۹۶۴ء کو ۷۷ سال کی عمر میں ندائے اِرجعی کو لبیک کہہ کر واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار شریف گڑھی یٰسین میں زائرین کیلئے حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ آپ نے اپنے وصال سے قبل خود اپنا قطعہ تاریخ وصال کہا جو کہ درج ذیل ہے: (مفتی محمد قاسم یاسینی اویسی کے ارسال کردہ مواد سے ماخوذ ہے)

ہر چہ آن دوست نمودہ است ہمہ دان کہ نکواست
باشد پسندیدہ دل آنچہ پسندیدہ اوست

خود بگفتا بدم آخر باطبع پاک
حمد اللہ کہ نمردیم رسیدیم بدوست
۱۲۷۷+۱۰۷ = ۱۳۸۴ھ



فاضل یگانہ مولانا سید محمد محسن شاہ بخاری

اوچ شریف (ضلع بہاولپور) کے بخاری سادات کے نامور بزرگ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری قدس سرہ (جو کہ سہروردیہ سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ الاقدس کے خلیفہ اجل تھے) کے خاندان ذی شان میں فاضل یگانہ، استاد العلماء، حضرت مولانا سید محمد محسن شاہ بخاری پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد اوچ شریف سے مٹھڑی (بلوچستان) منتقل ہوئے وہاں آپ کے خاندان کے بزرگوں کی مزارات میں حضرت سید عظمت شاہ کی مزار و خانقاہ مشہور ہے۔ مولانا محسن شاہ کے والد بزرگوار سید محمود شاہ کی پرانی نصیر آباد (نزد جھٹ پٹ بلوچستان) میں مزار ہے۔ سید محمود شاہ کو دو بیٹے ہوئے (۱) مولانا سید عبدالنبی شاہ (۲) مولانا سید محمد محسن شاہ۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد سید محمد محسن شاہ نے اپنے بڑے بھائی کے پاس کچھ عرصہ قیام کیا اس کے بعد علم کی تڑپ نے سفر کرنے پر مجبور کیا بالآخر آپ نے گھر کو خیر باد کہہ کر رخصت ہوئے اور پنجاب کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔

تعلیم و تربیت: شیخ طریقت حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ گولڑہ شریف (اسلام آباد) میں بھی زیر تعلیم رہے۔ اور سہارنپور (انڈیا) میں غالباً مولانا احمد علی سہارنپوری کے مدرسہ میں دستار فضیلت باندھی۔

تعلیم کا عرصہ ۱۴ سال بتایا جاتا ہے جس کے درمیان میں آپ کبھی گھر نہیں لوٹے۔ اس سے آپ کے جذبہ حصول تعلیم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حصول تعلیم کے بعد ڈگھ (بلوچستان) میں اپنے بھائی کے پاس آئے وہیں سکونت اختیار کی اور تدریس کا آغاز کیا۔

شادی و اولاد: میاں جو گوٹھ (ضلع شکارپور) میں دو سادات سید شاہ نواز شاہ اور سید نور محمد شاہ سکونت پذیر تھے جو کہ سلسلہ قادریہ میں جنید وقت حضرت حافظ محمد صدیق قادری رحمۃ اللہ علیہ درگاہ بھرچونڈی شریف کے دست اقدس پر بیعت تھے۔ سید نور محمد شاہ کے بیٹے سید قطب شاہ کی صاحبزادی سے مولانا محسن شاہ کا عقد ہوا۔ آپ کے یہاں دو بیٹے اور سات بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- سید غوث علی شاہ شان بخاری 2- سید شوکت علی شاہ

درس و تدریس: مولانا محسن شاہ کو حدیث، تفسیر، منطق اور فقہ میں مہارت حاصل تھی۔ ۱۹۔۱۹۲۰ء میں میاں جو گوٹھ کے مدرسہ کے متولی میاں آدم کے اصرار پر میاں جو گوٹھ میں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۶ سال تھی۔ ایک عرصہ کے بعد آپ نے میاں جو گوٹھ میں مسجد شریف، مدرسہ اور اپنا گھر تعمیر کروایا اس کے بعد اپنے مدرسہ میں تدریس کا کام کیا۔

ایک بار حضرت حافظ محمد صدیق قادری بھرچونڈی شریف والے "میاں جو گوٹھ" دعوت پر تشریف لائے تھے، جہاں آپ نے مسجد تعمیر کی اس سے یہاں قبل ریت کے ٹیلے تھے۔ ٹیلے پر بزرگ صاحب نے نماز پڑھی تھی اور بشارت دی تھی کہ عنقریب یہاں سے علم کا چرچہ ہوگا۔ آپ نے اللہ کے ولی کی اسی یادگار پر مسجد و مدرسہ قائم کیا اور برکتیں حاصل کی۔ آپ کی مہر پر یہ عبارت "خلق ایزدرا محمد محسن است" کنندہ تھی۔ (شریعت سوانح ص ۱۲۲)

آپ کا مسلک: درگاہ بھرچونڈی شریف (ڈھرکی سندھ) کے مدرسہ کے مدرس مولانا سید مغفور القادری نے مشائخ بھرچونڈی شریف کے حالات پر مشتمل کتاب "عباد الرحمن" لکھی تھی اس میں مولانا سید محسن شاہ کا مختصر تذکرہ درج ہے جس سے مولانا کی علمی و سیاسی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ مصنف رقمطراز ہیں:

"سندھ میں اس تحریک کا مرکز زیادہ تر مولانا تاج محمود امروٹی کی مساعی سے قرار پایا۔ اس وقت دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء سے سندھ کو دارالحرب قرار دے کر ہجرت کرنا واجب اور ضروری مشتہر کیا۔ ہمارے حضرت شیخ الثانی (حافظ عبداللہ قادری) قدس سرہ نے سندھ کے مشہور اور معتبر علماء اور بیرون سندھ سے فتوے منگوا کر خانقاہوں میں خوب نشر و اشاعت کی۔ سندھ کے لوگ جو عموماً خانقاہوں اور مشائخ کرام سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اس فتویٰ کے تحت سندھ کو دارالحرب تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور نقل مکانی کے نقصانات سے بچ گئے، لیکن وہ لوگ جو علماء ناعاقبت اندیشوں کے دام عبا میں پھنس گئے، بری طرح نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کا شکار ہوئے۔

اس زمانے میں سندھ کے چوٹی کے علماء میں سے مخدوم سید محسن علی شاہ صاحب ساکن پٹ میاں صاحب علاقہ شکارپور سندھ کا شمار ہوتا تھا بلاشبہ علمی دنیا میں آپ مخصوص مقام کے مالک تھے، آپ کا لکھا ہوا فتویٰ بعینہ موجود ہے جس میں آپ نے سندھ کو دارالاسلام قرار دیا۔ (عباد الرحمٰن مطبوعہ لاہور)

❁ حضرت مولانا سید محمد محسن علی ہاشمی نے ۱۳۳۵ھ میں ایک استفتاء بزبان فارسی بریلی شریف (انڈیا) ارسال کیا جس کا جواب امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی نے عربی میں دیا جو کہ

مطبوعہ فتاویٰ رضویہ میں محفوظ ہے اس کی نقل پیش کی جارہی ہے۔

مسئلہ: از مدرسہ اسلامیہ عربیہ ہمایون پوسٹ، پٹ میاں تعلقہ شکارپور ضلع سکھر مسئولہ محمد محسن علی ہاشمی مدرس اول ۸ شوال ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء

چہ می فرمایند علماء عظام دریں مسئلہ کہ مذبوح فوق العقدہ حلال ست یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب: قال ﷺ الذکاۃ ما بین اللبہ واللحیین ولا شک ان مافوق العقدۃ مما یلیھا بین المحلین و کلام التحفہ والکافی وغیرھما بدل علی ان الحلق یستعمل فی العنق کما فی ابن عابدین فتحریر العلامہ عندی ما افادہ فی ردالمحتار اذ قال والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدہ حصل قطع ثلاثہ من العروق فالحق ماقالہ شراح الھدایۃ تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافہ اذا لم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذاھب و یظھر ذالک بالمشاھدہ او سوال اھل الخبر فاغتنم ھذا المقال ودع عند الجدال۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جلد ۸ ص ۳۲۰)

❁ مولانا محمد قاسم اویسی یاسینی صاحب ایک مضمون میں حضرت مولانا سید محمد محسن علی شاہ کے صحیح العقیدہ سنی ہونے پر رقمطراز ہیں:

مولانا محسن علی شاہ، مولانا مفتی محمد ابراہیم کی طرح ہمایونی یا بریلوی مکتبہ فکر کے عالم تھے۔ جس کا ثبوت اس حقیقت سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جب امروٹی مکتبہ فکر کے عقائد باطلہ کے خلاف ہمایون شریف میں منعقدہ کانفرنس میں ''جمعیت الاحناف'' تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کانفرنس میں دیگر علمائے اہلسنّت کی طرح مولانا محسن علی شاہ نے بھی اول تا آخر تک گرم جوشی سے حصہ لیا۔

(الراشد ربیع الاخر ۱۳۹۹ھ)

ایک مسئلہ کی وضاحت: ۱۳۳۹ھ میں مولانا سید محسن علی شاہ اور مولانا مفتی محمد ابراہیم ناظم گڑھی یاسین کا آپس میں ذبح فوق العقدہ مسئلہ پر مناظرہ ہوا تھا۔

وہابیوں نے تحریری طور پر اس مناظرہ کو خوب اُچھالا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مذکورہ مناظرہ/ بحث مباحثہ عقائد پر نہیں تھا کیوں کہ دونوں کے عقیدے ایک تھے دونوں صحیح العقیدہ سنی بلکہ اہل سنت و جماعت کے قابل فخر سرمایہ تھے۔ (جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے) بلکہ یہ مناظرہ ایک فقہی مسئلہ پر تھا نہ کہ ایمان وعقائد پر۔ اس طرح بحث ومباحثہ علماء کرام کا آپس میں ہوتا رہتا ہے۔ ہر ایک عالم علم کے سمندر میں غوطہ زنی کرتا رہتا ہے اور ہر ایک اپنی خداداد صلاحیت، ذکاوت، بالغ نظری اور کھوج کے مطابق موتی پاتا ہے۔ جب تک یہ زمین قائم ہے اور علمائے کرام کے

وجود مسعود سے سرسبز و شاداب ہے علمائے کرام اپنی تحقیقات علمیہ سے عوام الناس کو فیضیاب کرتے رہیں گے۔ جیسا کہ فقیر راشدی نے اس کتاب کے مقدمہ میں تفصیل پیش کی ہے۔ جو صاحب ذوق اس مناظرہ کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں وہ رسالہ "تمیز الحلال عن الحرام الدفع اوھام الجھال والعوام" مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء اور مولانا محمد قاسم اویسی یاسینی کا مضمون "ذبح فوق العقدہ" (الراشد ربیع الاخر ۱۳۹۹ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔

تلامذہ: آپ کے طلباء کی تعداد بقول شان بخاری تین صد ہیں ان میں بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

- قاضی محمد بخش صاحب
- مولانا تاج محمد صاحب (خان قلات کے استاد)
- مولانا عبدالرب شاہ صاحب مکران
- مولانا اشرف شاہ صاحب. پیر پٹھ ضلع ٹھٹھہ
- مولانا الھداد لونی نزد سبی بلوچستان
- مولانا نور محمد کھوسہ بلوچ غالباً جوہی
- مولانا الٰہی بخش
- مولانا عبدالحی میاں جوگوٹھ
- مولانا یار محمد میاں جوگوٹھ

وصال: مولانا سید محمد محسن علی شاہ نے ۲۵، صفر ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء) میں انتقال کیا۔ مولانا مفتی محمد ابراہیم یاسینی نے تاریخ وفات کہی۔

گفت بہر سال وصلش ہاشمی صاحب جمال
"سید محسن علی در سایہ رحمان رسید"

۱۳۶۹ھ

(ماہنامہ شریعت سوانح نمبر سندھی)

--------۞--------

رئیس الفضلاء علامہ محمد ہاشم انصاری

مدینہ منورہ کے انصار صحابہ کرام کی اولاد امجاد میں ایک بزرگ حضرت خواجہ کرم اللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ کی سندھ کے نامور نقشبندی بزرگ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان صدیقی نقشبندی رحمتہ

اللہ علیہ (بانی درگاہ لواری شریف ضلع بدین) سے ملاقات مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً میں ہوئی۔ خواجہ کرم اللہ انصاری پہلی ملاقات میں بہت متاثر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت سلطان الاولیاء کے دست بیعت ہوئے۔ مرشد کریم کی محبت میں وطن کو خیر باد کہہ کر سندھ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت خواجہ صاحب کے ایک مرید بلال ملاح کی دختر سے خواجہ کرم اللہ کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ فقیر بلال ملاح پھلجی (ضلع دادو) میں سکونت پذیر تھے اس لئے خواجہ کرم اللہ انصاری نے پھلجی کو اپنا مستقل سکونت گاہ بنایا۔ حضرت خواجہ کرم اللہ انصاری کا حضرت سلطان الاولیاء کے بڑے خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک پھلجی میں مرجع خلائق ہے۔

خلیفہ کرم اللہ انصاری کو بلال ملاح کی دختر سے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی۔ (۱) حاجی ہدایت اللہ (۲) مولوی عبدالصمد۔ حضرت مولانا محمد ہاشم انصاری، مولانا عبدالصمد صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔ سلسلہ نسب خواجہ صاحب سے اس طرح ملتا ہے: مولانا محمد ہاشم بن ملا محمد بن حافظ الہ ڈنہ بن حاجی احمد بن مولانا عبدالصمد بن حضرت خواجہ کرم اللہ مدنی انصاری۔

رئیس الفضلاء عاشق خیر الوریٰ حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ہاشم انصاری ۱۲، ربیع الاول ۱۳۰۵ھ میں پھلجی شہر (ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدا میں پھلجی شہر میں قرآن پاک اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے نامور عالم دین و مدرس حضرت علامہ مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ کے مدرسہ میں جوہی (ضلع دادو) میں داخلہ لیا۔

کچھ عرصہ استاد العلماء سند المدرسین علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی کے پاس بھی تعلیم حاصل کی لیکن پھر امام المیراث حضرت مفتی محمد حسن کھوسہ کے پاس جوہی واپس آئے جہاں درس نظامی کی تکمیل اور دستار فضیلت باندھی۔

درس و تدریس: علامہ محمد ہاشم انصاری نہایت ذکی ذہین تھے اور کتب بینی کا جنون تھا۔ تحصیل کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ سب سے پہلے دادو شہر کی قاضی مسجد میں تدریس شروع کی۔ اس کے علاوہ سندھ کے مختلف مقامات پر درس و تدریس کے لئے تشریف لے گئے۔

- میاں جو گوٹھ نزد اسٹیشن ہمایون شریف ضلع جیکب آباد
- درگاہ مخادیم کھہڑا شریف ضلع خیر پور میرس
- گوٹھ قاضی کی کنڈی نزد اسٹیشن پھلجی
- مسجد میاں جیون شاہ دادو شہر

- شکار پور میں پیر ضیاء معصوم سرہندی کے پاس
- کھاہی کنڈا نزد نوشہرو فیروز
- درگاہ میاں سید نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نوشہرو فیروز، اس کے بعد
- جامع مسجد نوابشاہ کے امام مدرس وخطیب مقرر ہوئے۔

آپ اعلیٰ پایہ کے مدرس، طلباء پر بڑے شفیق تھے، اس لئے ان پر بڑی محنت کرتے تھے، تدریس کے لئے جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں طلباء کا جمع غفیر جمع ہو جاتا اور آپ سے خوب استفادہ کرتے رہتے۔ آپ کا مقصد بھی یہی تھا کہ ناخواندہ ہی ختم ہو۔ اس لئے جید علماء کی کھیپ تیار کی تاکہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائیں اور دینی تعلیم عام کریں۔ شاگرد کو سبق ذہن نشین کرانا یہ آپ کا خاصہ تھا، ذہین طلباء پر بہت محنت کرتے، سبق کی تقریر اس طرح آسان پیرا میں فرماتے کہ سبق آسانی سے طلباء کے دماغ میں نقش ہو جاتا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۳۴۱ھ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

مدینہ منورہ میں فرنگی محل لکھنو (انڈیا) کے نامور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے شاگرد ارشد حضرت مولانا عبدالباقی انصاری فرنگی محلی سے حدیث میں سند حاصل کی۔ مولانا ہندوستان کی ہنگامی زندگی (تحریک ہجرت وغیرہ) سے بیزار ہو کر مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور مسجد نبوی میں روزانہ درس حدیث دیا کرتے تھے۔

جب حجاز مقدس میں نجدیوں نے خون ناحق عام کر کے قابض ہوئے ان دنوں میں مولانا محمد ہاشم صاحب نے دوسری بار حج اور زیارت روضہ اقدس کی سعادت وحاضری سے فیض یاب ہوئے۔

حفظ قرآن: حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب تقریباً ۱۹۳۶ء سے نواب شاہ میں سکونت پذیر تھے۔ قیام نوابشاہ کے بعد قرآن شریف کے حفظ کا شوق دامن گیر ہوا اور خود اپنی محنت سے قرآن شریف حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر ہر سال تراویح میں سناتے رہتے۔ قیام نوابشاہ کے بعد ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

بیعت وخلافت: زمانہ طالب علمی سے علم تصوف اور سلوک طئے کرنے کا شوق رہا ہے اس لئے اپنے والد صاحب کے ہمراہ حضرت خواجہ محمد سعید صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین لواری شریف (ضلع بدین) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا علامہ خادم حسین جتوئی رحمۃ اللہ علیہ (بھلیڈنہ ضلع جیکب آباد) کی صحبت اختیار کی جہاں سے آپ کو خلافت عطا ہوئی۔

مولانا خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ چشمہ شریف (کوئٹہ) کے خلیفہ اجل تھے۔ یہی وہ مولانا خادم حسین جتوئی ہیں جنہوں نے مناظر اہل سنت علامہ حشمت علی خان بریلوی کی کتاب "الصوارم الہندیہ" پر تصدیق ثبت فرمائی اور یہ کتاب وہابی دیوبندی اہل حدیث علماء کی تردید میں لکھی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں راقم کا مقالہ "سندھ کے دو مسلک"۔

حضرت مولانا خادم حسین تمام دینی علوم میں ماہر تھے خصوصاً علم کلام میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اس دور کے طلباء میں ایک شعر مشہور تھا:

خیالات خیالی بس بلندست   برای حل آن خادم حسین ست

اصل شعر اس طرح ہے:

خیالات خیالی بس بلندست   کہ آنجائی نہ قل احمد نہ جندست

مولانا محمد ہاشم انصاری ایک سچے عاشق رسول تھے، عشق ومحبت کی جیتی جاگتی تصویر سادگی اخلاص کے سراپا پیکر تھے۔ حدیث، تفسیر اور فقہ سے خاص شغف وشوق رکھتے تھے۔ پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود طلباء کو درس برابر دیتے تھے۔ اس میں ناغہ نہیں کرتے اور لاپرواہی کو بالکل پسند نہیں کرتے، کیوں کہ لاپرواہی سے طلباء کی عمر عزیز کا وقت ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ بلکہ آپ تو دینی علوم کا درس دینا عبادت سمجھتے تھے پھر وہ اس میں لاپرواہی کس طرح کر سکتے تھے۔ حضرت مولانا کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں باعث نعمت تھا۔ آپ کی صحبت سراسر فیض وبرکت تھی اور صحبت میں بیٹھنے کے بعد اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

رب کریم نے آپ کی زبان میں ایسی تاثیر دی تھی کہ آپ کی تقریر سننے سے کئی بدکار اور ظالم لٹیرے پاکباز بن گئے۔ آپ کا خطاب سننے کے لئے قرب وجوار کے علاوہ دور دراز علاقوں سے لوگ آتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا اپنے وجود کو بھول جاتا اور وقت گذرنے کا احساس ہی ختم ہو جاتا۔ حضرت مولانا صاحب کامل واکمل تھے، خلیفہ مجاز تھے لیکن دینی علوم کی ترویج واشاعت کے سبب بیعت کی جانب کم توجہ دی اس لئے بیعت ہونے والوں کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ آپ سے بیعت رکھنے والے خاص اہل علم ہیں، کچھ بعض مریدین نے آپ کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کر چکے ہیں۔ آپ کے ایک مرید خلیفہ مولانا اکبر علی صاحب (کراچی) کا مکتوب درج ذیل ہے:

قبلہ دارین مدظلہ العالی

بعد از تسلیمات وآداب کہ عرض ہے کہ مدت ہوئی، بندہ حضور کی خدمت عالی میں اپنی درخواست

پیش نہ کر سکا۔ معافی کا خواستکار ہوں۔ ظاہری زیارت کے علاوہ اب کوئی خواہش باقی نہیں۔ آپ کی غائبانہ توجہ سے دل مسرور ہے۔ وہ کیفیت جو دماغ سے شروع ہوئی تھی، پاؤں تک پہنچ گئی ہے۔ حضور امام ربانی کا خوب ارشاد ہے کہ: ہر انتہا ایک اور ابتدا ہے۔ نہایت اور ہے اور نہایت النہایات اور ہے۔ آپ کی عالی توجہ سے نسبت خاصہ کا حصول نعمت عظمیٰ ہے۔ اور آئندہ امید ہے کہ حضور کے زیر قدم باری تعالیٰ رکھ کر خاص اپنی رحمت سے نوازیں گے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَّهٗ قَدَمٌ وَّاِنِّيْ   عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

مخدوما! یہ سب حضور کی ذرہ نوازی ہے ورنہ

''من معمولی مرد کمینہ بنجاھیم ولیکن صحبت آنجناب ایں من خام را کندن کردہ''۔

مکرمی جناب قاضی جان محمد صاحب بخیر و عافیت ہیں، انہوں نے علیحدہ عریضہ ارسال خدمت کیا ہے۔ غائبانہ توجہ میں شامل رکھ کر ممنون فرمائیں۔

خاکپائے اکبر علی عفی عنہ

حضرت مولانا صاحب ملک میں مروجہ گندی سیاست سے ہمیشہ دور رہے۔ البتہ ''خلافت تحریک'' (۱۹۔۱۹۲۰ء) میں خوب کام کیا۔ آپ کی تقریر و تحریر نہایت موثر تھی اور تمام کانفرنسوں میں شرکت کی۔ اس کے باوجود دیگر لیڈروں کی طرح اندھے جذبہ، خوامخواہ جوش کے کبھی شکار نہیں ہوئے۔ خلافتی مولویوں کے غلط اقدام کی بھرپور مخالفت کی۔ مثلاً:

اس دور میں انگریز کی مخالفت کے جوش میں خلافتی لیڈروں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور مسلمانوں کو افغانستان کی طرف ہجرت کے لئے باقاعدہ تحریک چلائی۔ ایک طرف خلافتی لیڈروں (ابوالکلام آزاد، مولوی محمود الحسن دیوبندی، عبیداللہ سندھی، تاج محمود امروٹی، رشد اللہ شاہ جھنڈائی، دین محمد وفائی مولوی صادق کھڈہ لیاری وغیرہ) نے فتویٰ جاری کیا کہ اگر ہندوستان سے ہجرت نہ کی تو کافر ہو کر مرو گے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کو سبز باغ دکھائے گئے کہ افغانستان میں یہ یہ فائدے حاصل ہوں گے۔

حضرت مولانا صاحب نے اس دور میں تحریک ہجرت کی زبانی خواہ عملی طور پر سخت مخالفت کی۔

اور آپ نے جو فرمایا وہی حق تھا اور ہوا بھی وہی کہ تحریک ہجرت سخت ناکامی سے دوچار ہوئی۔

اس دور میں ابوالکلام آزاد جیسے (عقل و خرد سے آزاد) ہندوستان کے جوشیلے و جذباتی مولویوں نے شرعی فتویٰ شائع کیا (جس میں قرآن حدیث و فقہ کے احکام میں خیانت کی گئی) کہ ''ولایتی کپڑے کا استعمال کرنا قطعی حرام ہے''۔

سندھ کے مولویوں کی اکثریت بھی ان جوشیلے واعظین کی ہمنوا بن گئی۔ مگر حضرت علامہ مولانا

الحاج محمد ہاشم انصاری نے بالکل صاف وواضح الفاظ میں اعلان فرمایا:

''شریعت محمدیہ کی کسی دلیل سے بھی ولایتی کپڑے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے خوانخواہ اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ پر افترا پردازی نہ کی جائے۔

البتہ! بے شک یہ بتانا چاہئے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی بہتری اس میں ہے کہ ولایتی کپڑا استعمال میں نہ لائیں''۔

آپ نے ایسا فتویٰ جاری فرما کر اس وقت کے (خلافتی) علماء کے سامنے پیش کیا۔ مگر مجموعی خواہ انفرادی کوششوں کے باوجود اس تحریر لاجواب کا جواب نہ دے سکے۔

(از:۔ علامہ مخدوم امیر احمد سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

اس کا مطلب اس دور میں کدھر پوش مولویوں نے اپنی بات کو منوانے کے لئے قرآن وسنت کا سہارا لیا اور قرآن وسنت کی غلط تاویلات کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور ان کے جذبات سے کھیلے۔

کدھر پوشوں کے صحیح خدوخال جاننے کے لئے راقم الحروف کی کتب برصغیر کی مذہبی تحریکیں، ناکام سیاستدان اور اصلی روپ کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علامہ مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری نے روایت کی کہ الحاج رحیم بخش قمر نوابشاہی نے اپنے استاد کے متعلق ایک واقعہ بتایا کہ ایک بار وہابیوں کے مشہور عالم مولوی غلام خان (مؤلف جواہر القرآن) راولپنڈی سے نواب شاہ مدعو تھے، رات کو شہر میں تقریر کی۔ مولانا محمد ہاشم انصاری کے ذہن میں آیا کہ دیوبندی اپنے مولوی کو ''شیخ القرآن'' کہتے ہیں اس لئے اس کی تقریر سنی چاہئے کہ آخر وہ کیا کہتے ہیں؟ (پوسٹر میں لکھے ہوئے بڑے بڑے خطابات القابات سے مرغوب ہو کر ہماری عوام بھی یہی کہتی ہے کہ آخر مخالف مولوی کیا کہتے ہیں؟ لیکن بیچاروں کو یہ پتہ نہیں گستاخ رسول وصحابہ کی مجلس میں جانا ہی نحوست ہے بلکہ حضور پاک ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہے، اس واقعہ کو پڑھ کر سبق حاصل کریں) جب رات ہوئی مولانا نے طلباء سے مدرسہ کی چھت پر چارپائی بچھوا کر تقریر سننے کے بعد وہیں سو گئے۔ مولانا کا دل مثل آئینہ صاف اور عشق رسول سے لبریز تھا، روز رات کو خواب میں نبی اکرم، جان رحمت، والی امت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے، اس رات سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ جس کو روزانہ حضور کی محفل میں آنا جانا نصیب ہو پھر یہ سلسلہ ٹوٹ جائے اس کی کیفیت کا کون اندازا لگا سکتا ہے بلکہ جس طرح مچھلی بغیر پانی کے تڑپتی ہے، مولانا بھی ساری ساری رات درود شریف پڑھتے رہتے، روتے رہتے، دل تڑپتا رہتا اور معافی مانگتے رہتے۔ آخر تیسری رات بعد نماز عشاء مسجد شریف میں درود شریف پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور قسمت جاگ اٹھی کہ رحمت العالمین شفیع المذنبین ﷺ کی زیارت سے

مشرف ہوئے مولانا کے لئے عید ہوگئی لیکن حضور پاک ﷺ کے چہرہ والضحیٰ پر ناراضگی کے آثار تھے اور حضور کے ساتھ دو شہزادے بھی تھے (یعنی حضرت سیدنا امام حسن المجتبیٰ اور سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما) شہزادوں نے عرض کی، نانا جان! ''مولوی محمد ہاشم بھی وہابیوں کی تقریر سننے لگے ہیں''۔

جان رحمت، والی امت ﷺ نے فرمایا: ''ہم اسی لئے تو ان سے ناراض ہیں''۔ شہزادوں نے عرض کی: ''نانا جان! آپ انہیں معاف فرمائیں یہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرے گا''۔ اس کے بعد سرکار دو عالم حبیب کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور مولانا صاحب پر راضی ہوگئے۔ (مفتی عبدالرحیم صاحب)

مولوی غلام خان اپنے دور کا نامور گستاخ رسول تھا اور اس حوالے سے کافی شہرت رکھتا تھا اس کی موت کا واقعہ بڑا حیرت انگیز ہے۔ دبئی میں دو گھنٹے تقریر کی، دوران تقریر سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتا رہا، چنانچہ تقریر کے دوران دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا، ہسپتال میں داخل ہوا، تکلیف و بدبو میں اس قدر شدت تھی کہ اس کی چیخ و پکار سے وہشت کا عالم تھا، ڈاکٹر نرس و دیگر اسٹاف خوف و دہشت سے کمرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جسم میں عجیب اچھل کود تھی۔ ایک گھنٹہ کے بعد کمرہ میں خاموشی ہوگئی۔ ڈاکٹر خوف کے مارے اندر جانے کے لئے تیار نہیں تھے، آخر کافی لوگوں کے جمع ہو جانے کے بعد ڈاکٹر اندر کمرہ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھا ایک گھنٹہ کی سخت سکرات، کشمکش کے بعد جان جسم سے نکل چکی تھی، جسم مردہ پڑا ہے، بدن پھول چکا ہے، شکل سیاہ ہو چکی ہے زبان منہ سے باہر لٹک رہی ہے اور آنکھیں ابھر کر باہر کو آگئیں ہیں۔

مجبوراً اسی حالت میں غلام خان کی میت کو صندوق میں بند کیا اور پاکستان بھجوا دیا گیا اور اس پر ہسپتال کا سرٹیفیکٹ لگا ہوا تھا کہ اور اس صندوق کو کھول کر لاش کو نہ دیکھا جائے اور یوں ہی دفن کر دیا جائے۔ میت کراچی سے راولپنڈی پہنچی، راستہ میں خواہش کے باوجود کسی کو بھی چہرہ نہیں دکھایا گیا یہاں تک کہ اس کے گھر والے اہل خانہ نے بھی اس کا آخری بار چہرہ نہیں دیکھا۔ اسی طرح شاگرد و معتقدین اور جماعت والے بھی محروم رہے۔ آخر نماز جنازہ کے بعد ان لوگوں نے شدید احتجاج کیا جس کے سبب مجبور ہو کر چہرہ دکھایا گیا۔ اس روئداد کو دوسرے روز اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا۔ دیکھئے روزنامہ نوائے وقت لاہور/ راولپنڈی ۲۹، مئی ۱۹۸۰ء و دیگر اخبارات۔ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی نے اس واقعہ پر اپنی نظم میں یوں تبصرہ کیا ہے:

ان کے دشمن پہ لعنت خدا کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
ہے یہ میت کسی بے ادب کی، منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

آپ کے شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

استاد العلماء حضرت مولانا سید امیر محمد شاہ الحسینی	امینانی شریف
علامہ مخدوم امیر احمد	کھہڑا شریف تحصیل گمبٹ ضلع خیر پور
شعلہ بیان مقرر مولانا پیر غلام مجدد سرہندی	ماتلی
مولانا مفتی محمد ابوبکر	لسبیلہ بلوچستان
مولانا محمد قاسم پہنور	اسٹیشن پھلجی
مولانا عبداللہ انصاری	برادر اصغر
مولانا امام الدین لغاری	ڈنڈو شہر ضلع بدین
مولانا قاضی حاجی محمد بن علامہ محمد حسن قریشی	کنڈی والے دادو
مولانا حکیم علی محمد	دادو
مولانا محمد صالح جمالی	گڑھی خیرو
الحاج رحیم بخش قمر لاکھو	نوابشاہ
مولانا کمال الدین خواجہ	کھہڑا
مولانا عبدالعزیز اوڈھو	
مولانا محمد عثمان جمالی	
مولوی محمد عظیم کتب فروش شکار پوری (الرحیم)	

شادی خانہ آبادی: مولانا صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی اپنے خاندان سے کی اس سے ایک صاحبزادہ میاں عمر الدین تولد ہوئے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی اس سے تین صاحبزادے تولد ہوئے۔

سفر حرمین شریفین: حضرت مولانا صاحب عاشق خیر الوریٰ ﷺ تھے، پیرانہ سالی، علالت، ضعف کے باوجود ہر سال حرمین شریفین کی زیارت کو جاتے تھے۔ ۱۹۵۷ء تک گیارہ حج کئے۔

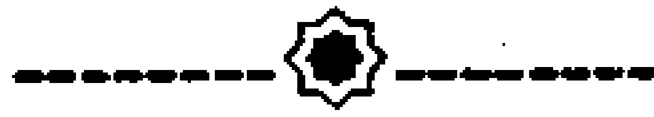
(مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

شعر و شاعری: شعر و شاعری سے کوئی خاص شغل نہ تھا لیکن نبی اکرم رؤف رحیم ﷺ کی محبت و عقیدت جب لبریز ہوتی تو الفاظ شعر کی صورت اختیار کر لیتے، اس طرح نعتیہ کلام مرتب ہوتا۔ یہاں صرف ایک نعت شریف (فارسی) ہدیہ قارئین ہے۔

نعت شریف

شدم در عشق تو حیران پریشان یارسول اللہ
فتادہ خشک لب در تب چومستان یارسول اللہ
کسی کز عشق تو عاری، بلاشک بیکس و ناری
نہ زائد زین زیاں کاری بدوراں یارسول اللہ
چو باغ حسن تو دیدم چولالہ داغ در دل شد
زگل و صفت بکن مارا تو خندان یارسول اللہ
زگریہ من چہ برخیزد کہ از صدمہ یکے شوید
شفاعت کن چو بیحد شد گناہاں یارسول اللہ
''عمردین'' رانشد دیگر بجز ''لاتقنطوا'' تکیہ
رھائی دہ تو ''ہاشم'' را از ہجران یارسول اللہ

وصال: جامع مسجد نواب شاہ (جہاں آپ امام خطیب و مدرس تھے) میں ۱۲، صفر المظفر ۱۳۸۲ھ/۱۴، جولائی ۱۹۶۲ء کو وصال کیا اور اسی جامع مسجد شریف کے احاطہ میں دفن ہوئے آج بھی آپ کی مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ)



پیر محمد ہاشم جان سرہندی

مولانا پیر محمد ہاشم بن شیخ طریقت قاطع نجدیت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ۱۳۲۲ھ کو ٹنڈو سائینداد (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم ٹنڈو سائینداد میں حاصل کی۔ حفظ قرآن اور مہارت تجوید کیلئے حافظ احمد قادری کی خدمات حاصل کی گئی۔ تیرا سال کی عمر میں "حفظ قرآن" کی سعادت حاصل کی اور حسن قرأت میں نمایاں مقام پر فائز ہوئے۔ بقول حکیم عبدالعزیز سرہندی، اسد ملت حضرت علامہ سید اسد اللہ شاہ فدا ٹکھڑ والے نے "حافظ ہاشم" سے حفظ قرآن کا مادہ تاریخ (۱۳۳۵ھ) نکالا۔
(فائق علیا فردوس ص ۶۸)

حافظ قرآن ہونے کے بعد عربی فارسی کی مزید تعلیم ٹنڈو سائینداد میں والد ماجد کی زیر نگرانی حاصل کی۔ اس کے بعد والد ماجد نے اعلیٰ تعلیم کے لئے اجمیر شریف (بھارت) بھیج دیا جہاں آپ نے

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے "دار العلوم معینیہ عثمانیہ" سے درس نظامی کی تحصیل اور سند حاصل کی۔ (تذکرہ علمائے سندھ ص ۱۶۹)

موصوف خیر آباد کے علمی خانوادہ کے "ارکان اربعہ" یا "اسطوانات اربعہ" میں سے رابع تھے۔ امام الہند علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کے شاگر دارشد و فرزند ارجمند علامہ عبد الحق خیر آبادی اور ان کے شاگرد رشید حکیم الامت علامہ سید برکات احمد ٹونکی اور ان کے بافیض شاگرد علامہ معین الدین اجمیری تھے۔ مذکورہ "علماء اربعہ" میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت میں علوم عقلیہ و نقلیہ میں ہندوستان کے اُفق پر ہزاروں علماء کی موجودگی میں بدور بازغہ کی طرح چمک رہا تھا۔ علامہ اجمیری کے پیر سرہندی کے علاوہ بعض نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- خواجہ قمر الدین سیالوی چشتی سیال شریف

2- پروفیسر علامہ منتخب الحق قادری بہاری کراچی

3- مولانا حکیم نصیر الدین ندوی نظامی دواخانہ شاہراہ قائدین کراچی (علامہ اجمیری کے بھتیجے ہیں)

4- مولانا غلام مرشد سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور

5- مولانا عبد الشاہد خان شروانی مترجم باغی ہندوستان۔ یہ سبھی حضرات دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے فاضل اور پیر سرہندی کے استاد بھائی تھے۔

مولانا ابراہیم جان سرہندی آپ کے متعلق رقمطراز ہیں:

میرے علم کے مطابق اندازاً تیس سال (۳۰) کی عمر میں (اجمیر شریف سے پڑھ کر آئے تو) ٹنڈو سائینداد میں ایک پروقار اور پر شکوہ تقریب منعقد ہوئی تھی۔ (کتابچہ علامہ محمد ہاشم جان سرہندی سندھی ص ۶)

حکمت وطب: درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ نے مولانا اجمیری کے بھائی شفاء الملک حکیم نظام الدین سے فن طب و طریق علاج میں سند حاصل کی۔

بیعت: اپنے والد محترم حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے اور حضرت محمد یعقوب بھوپالی مجددی سرہندی قدس سرہ کی صحبت اختیار کی اور حضرت قبلہ محمد صادق مجددی سرہندی کابلی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک طے کیا۔ (کتابچہ ص ۱۱)

شادی و اولاد: آپ نے طالب علمی کے زمانہ مین تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں ٹنڈو سائینداد میں شادی کی تھی۔ (کتابچہ) آپ نے دو شادیاں کی آپ کی پہلی شادی آپ کے والد کی بھانجی یعنی حضرت عبد القدوس عرف شیرین جان کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے (۱) فضل اللہ (۲) محمد زبیر (۳) محمد عابد۔ دوسری شادی آپ نے کوئٹہ میں کی جس سے آپ

کو ایک صاحبزادہ حامد جان اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔ (صوفیائے نقشبند ص ۱۶۰)

تصنیف و تالیف: آپ تقریر و تحریر کے شہسوار تھے، سندھی، عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔

1- العقائد الصحیحہ فی تردید الوھابیہ۔ اپنے والد صاحب کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ کیا۔ طبع اول الفقیہ پرنٹنگ پریس امرتسر ہند ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء

2- طریق النجات۔ یہ بھی آپ کے والد گرامی قدر کی تصوف کے موضوع پر عربی تصنیف ہے جس کا آپ نے سلیس اردو ترجمہ کیا۔ اس کتاب کے شیخ حسین حلمی کے زیر اہتمام استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۸ء کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔

3- رسالۃ التنویر فی بیان مسئلۃ التقدیر۔ یہ بھی والد ماجد کا عربی رسالہ ہے جس کا آپ نے اردو ترجمہ کیا اور طریق النجات کے آخر میں شامل ہے۔

4- اذکار معصومیہ۔ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا سندھی میں ترجمہ کیا۔

5- عمدۃ المقامات (تصنیف؟) پر بزبان فارسی مقدمہ تحریر فرمایا۔ یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔

6- معین المنطق۔ آپ کے استاد محترم علامہ معین الدین اجمیری نے اپنی اسیری کے زمانے میں قطبی پر اردو میں شرح لکھی تھی۔ اس کے کچھ اسباق مولانا نے اپنے شاگرد ہاشم جان کو قید فرنگ سے لکھ کر بھیجے تھے۔ یہ شرح تصورات کا حصہ ہے جسے ہاشم جان نے کراچی سے ۴۵ سال کے بعد معین المنطق کے نام سے مرتب کر کے غالباً ۱۹۶۵ء میں شائع کیا تھا اور مولانا نے اسے پسند فرمایا تھا۔

7- زیارت فیض بشارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی یادگار تصنیف ہے۔

8- جی ایم سید کمیونسٹ کے باطل نظریات کے خلاف ایک رسالہ تحریر کیا جو کہ سندھی اور اردو میں تقریباً ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کیا۔

زیادہ تر پمفلٹوں اور مکتوبات کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ بن سکتا ہے۔ (اکابر تحریک پاکستان)

عادات و خصائل: آپ کی تقریر عالمانہ و فاضلانہ ہوا کرتی تھی ایک بار لاڑکانہ شہر مین سفید مسجد علی گوہر آباد میں سورہ کوثر پر تین گھنٹہ تقریر فرمائی۔ ہمیشہ تبلیغ و وعظ کا فریضہ فی سبیل اللہ ادا کیا۔ تحریک پاکستان کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور اپنی تمام ترقوتوں کو مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیا۔ کمیونسٹ بلاک اور سوشلزم کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ مقابلہ کیا اور عوام الناس کو ان کے فریب و مکر سے بچانے کی سعی کی۔ آپ کے متبسم اور پرنور چہرہ دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا،

شخصی وجاہت، بے مثال حافظہ، وضعداری، صاف گوئی غرض بہت سی خوبیاں آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ گوٹھ سائینداد، نارتھ ناظم آباد کراچی اور شابوکلہ (کوئٹہ) میں اکثر قیام کرتے تھے اور تینوں مقامات پر کتابوں کا ذخیرہ جمع کر لیا تھا جو کہ آپ کے شوق مطالعہ وکتب بینی کا مظہر ہے۔

لباس، خوراک اور جائے رہائش امیرانہ تھی اور وضع قطع اور نشست وبرخاست فقیرانہ تھی۔ آپ کے وجود میں امیری اور فقیری آپس میں ہم آغوش نظر آتی تھی جو کہ امیری وفقیری کا حسین امتزاج کا درجہ رکھتے تھے۔

وصال: مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی ۲۱، رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ بمطابق ۲۸، ستمبر ۱۹۷۵ء کو ۷۲ سال کی عمر میں شابوکلہ نزد کوئٹہ میں انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ سرہندیوں کے خاندانی قبرستان مقبرہ شریف خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی قدس سرہ کوہ گنجہ (ضلع حیدرآباد سندھ) کے باہر برآمدہ میں جنوب کی جانب سے واقع ہے۔ مشائخ نقشبندیہ، اکابر تحریک پاکستان (محترم محمد صادق قصوری) اکابر اہل سنت (علامہ عبدالحکیم شرف قادری) نے آپ کے مدفون کی جگہ ٹنڈو سائینداد بتائی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ آپ کے وصال پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حکیم سید اکرام حسین شاہ سیکری چشتی (حیدرآباد) اور پیر ابراہیم جان سرہندی نے قطعات کہے۔

[ماخوذ: اکابر تحریک پاکستان۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، طریق النجات، سندھ کے دو مسلک، تذکرہ علمائے سندھ، کتابچہ علامہ محمد ہاشم جان سرہندی مطبوعہ انجمن طلباء اسلام صوبہ سندھ]

حافظ العلوم مولانا مفتی محمد ہاشم یاسینی

مفتی محمد ہاشم بن محمد بخش سومرو، شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ) میں ۱۲۵۹ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: شہداد کوٹ کی نامور دینی درسگاہ میں داخل ہوئے جہاں استاد الکل، سند الکاملین، حضرت علامہ نور محمد شہدادکوٹی قدس سرہ سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: شیخ طریقت، ولی کامل حضرت مولانا میاں تاج محمد صاحب قادری سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف (بلوچستان) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: شہداد کوٹ کی پسگر دائی میں گوٹھ بھرنی سے درس وتدریس کا آغاز کیا، اس کے بعد حضرت مولانا میاں تاج محمد قادری سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف کے اصرار کے پیش نظر ان کی درگاہ شریف پر تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد نواب اسد اللہ خان رئیسانی

برو ہی کے اصرار پر رئیسانیوں کے "گوٹھ محرم" میں کافی عرصہ تک فتویٰ و قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ پٹھان قوم کے سردار رئیس اللہ بخش خان درانی کی استدعا پر گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) کی جامع مسجد میں امام مقرر ہوئے، متصل "مدرسہ ہاشمیہ" قائم فرمایا اور بقیہ زندگی یہیں درس و تدریس، امامت و فتاویٰ نویسی میں بسر ہوئی۔

اس طرح آپ ساری زندگی علم کی روشنی کو پھیلاتے رہے اور ظلم و جہالت سے برسر پیکار رہے۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور افغانستان کے طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔

(سندھی ادب کا تنقیدی اپیاس، ص ۵۷۳، ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی مرحوم)

آپ کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

اولاد: (۱) مولانا محمد صالح (۲) صاحب تکبیر مفتی محمد قاسم یاسینی، صاحب فتاویٰ قاسمیہ (۳) مفتی حافظ محمد ابراہیم ناظم یاسینی

آپ سے کثیر تعداد میں طلباء نے استفادہ کیا، ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ: 1- قاضی القضاء مفتی میاں گل حسن قادری، سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف (مرشدزادہ)

2- علامہ مولانا عبداللہ نوناری، رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ (ان کے شاگرد علامہ خادم حسین جتوئی)

3- مولانا مخدوم غلام مصطفیٰ قادری، سجادہ نشین درگاہ محمد پور شریف (پنوعاقل ضلع گھوٹکی)

4- مولانا حاجی محمد مبارک مہر قادری میاں جو گوٹھ (ضلع شکارپور)

5- مولانا محمد اسماعیل ھلیڈنہ آباد (ضلع جیکب آباد)

6- مولانا جمال الدین صحبت پوری صحبت پور (بلوچستان)

7- مولانا تاج محمد تاج بلوچستانی گوٹھ حبیب خان لاشاری، ناڑی، (بلوچستان)

8- مولانا حافظ نور محمد الیاسینی گڑھی یاسین

9- مولانا کریم داد معارفانی چانڈیو مدفون گوٹھ ٹھوڑہی بجار، تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ

10- مولانا غلام عمر معارفانی چانڈیو گوٹھ ڈگھ سومر چانڈیو تحصیل قمبر

11- مولانا محمد جمیل عباسی (رہائش نزد جامع مسجد قاسمیہ) لاڑکانہ

12- مولانا الٰہی بخش گوٹھ کا کیپوتا

(مختصر سوانح حیات مولانا محمد قاسم یاسینی ص ۴، مرتبہ مولانا محمد حسین ایڈیٹر الحسیف، طبع قدیم سن ندارد)

13- مولانا پیر محمد (غالباً جونانی شریف والے) تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ

14- مولانا عنایت اللہ آگرو

15- مولانا گل محمد (سہ ماہی مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

مناظرہ: مفتی محمد ہاشم الیاسینی نے علم فقہ کی کتاب "ہدایہ شریف" (مؤلف علامہ شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی قدس سرہ متوفی ۵۹۳ھ) کی تدریس میں خاص نام حاصل کیا تھا۔ فارغ التحصیل علماء بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دوبارہ ہدایہ کا درس لیتے تھے۔ اسی طرح مولانا کو مناظرہ میں بھی کمال دسترس اور خداداد ذہانت حاصل تھی، اس لئے ہر مناظرہ میں بفضلہ تعالیٰ فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی۔

کوئٹہ کا مشہور مناظرہ جس میں مفتی ملا احمد بھاگ ناڑی والے (بلوچستان) اور علامۃ الزمان، مفتی اعظم، رئیس العلماء مفتی عبدالغفور مفتون ہمایونی قدس سرہ العزیز کے مابین مناظرہ ہوا تھا۔ علامہ ہمایونی کی طرف سے آپ کے ہمعصر دوست مفتی محمد ہاشم یاسینی مناظر مقرر تھے۔ جس مناظرہ میں ملا احمد کو شکست فاش نصیب ہوئی اور شکست کا صدمہ برداشت نہ کر سکے لہٰذا اسی رات دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ (ہما ہمایونی ص ۱۷)، یہ واقعہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کا ہے۔

تصنیف و تالیف: آپ نے زیادہ تر درسی کتب پر حواشی تحریر فرمائی ہے، لیکن اکثر تصانیف ضائع ہوگئی ہیں، ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1- رسالہ نذر و نیاز کے متعلق
2- حاشیہ مائۃ عامل
3- حاشیہ ہدایۃ النحو
4- حاشیہ بدیع المیزان
5- حاشیہ ایساغوجی
6- حاشیہ صرف بہائی وغیرہ

شاعری: شاعری میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ شاعری کا کچھ حصہ محفوظ ہے۔ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی کے انتقال پر قطعہ تاریخ وصال کہا۔ جس کے دو شعر درج ذیل ہیں:

شد فلک زاندوہ درخون شفق — شد ملک زافسوس پنہاں در شفق
بود خاص حضرت رب الفلک — "غفرلہ" تاریخ اوگفتہ ملک
(۱۳۱۰ھ)

وصال: مولانا مفتی محمد ہاشم نے ۱۹، شوال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ گڑھی یاسین کے قبرستان میں زیارت گاہ عام ہے۔ آپ کے وصال پر عارف و فاضل علامہ سید احمد شامی سیلانی (مدفون بمبئی انڈیا) نے عربی میں قطعہ تاریخ وصال کہا:

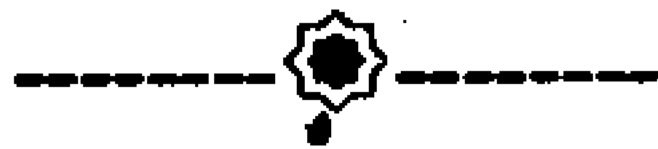
اسفا لفقد العالم الربانی
صدر العلوم و مفخر الاعیان

الکامل المفضال زبدة عصره
شیخ الکرام وزبة العرفان
اعنی محمد هاشم من قد بدا
ضیفا من الاضیاف للرحمن
بشراه قد فاز اسعادة بالرضا
تاریخه "فی معدل الرضوان"
۱۳۲۲ھ

ہندی شاعر نے کہا:

جست ہندی چوسال رحلت او
گفت ہاتف ''شد اندرون بہشت''
۱۳۲۲ھ

(بشکریہ: مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)



مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی

ٹھٹھہ کے صدیقی خاندان کے چشم و چراغ، علم و عمل کے روشن ستارے، نامور خطیب حضرت مولانا حافظ مفتی محمد حسین بن مولانا حافظ پیر محمد صدیقی ۱۳۱۷ھ میں ٹھٹھہ (سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مفتی محمد حسین نے اپنے والد ماجد حافظ پیر محمد صدیقی کے پاس قرآن پاک ناظرہ کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد حفظ کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ فارسی و عربی کی تعلیم کیلئے استاد العلماء فخر اہل سنت حضرت علامہ عبدالکریم درس مہتمم مدرسہ درسیہ کراچی کی خدمات حاصل کی۔ اس کے بعد ٹھیاری میں حضرت مولانا محمد عمر جان سرہندی اور استاد العلماء حضرت علامہ قاضی لعل محمد ٹھیاری سے نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ سلسلہ نقشبندیہ میں قاطع نجدیت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی فاروقی قدس سرہ سے دست بیعت تھے۔ (بروایت محترم حافظ حبیب سندھی)

درس وتدریس: بعد فراغت ٹھٹھہ شہر میں اپنے خاندانی مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا، اور جامع مسجد شاہجہانی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

جامع مسجد شاہجہانی: ٹھٹھہ (سندھ) کی شاہجہانی مسجد معماری کے نادر نمونوں میں سے ایک ہے۔ مسجد کی تعمیر مغل بادشاہ شاہجہان کے حکم سے ۱۰۵۴ھ بمطابق ۱۶۶۷ء میں تین سال کے عرصے میں مکمل ہوئی۔ مسجد کا رقبہ ۶۳۱۶ مربع گز ہے۔ مسجد کے تعمیراتی کام کی نگرانی اس وقت کے گورنر امیر خان نے کی۔ تعمیراتی کام پر نو لاکھ روپے خرچ ہوئے جو قومی خزانے سے ادا کئے گئے۔ جامع مسجد شاہجہانی کی بنیاد رکھنے کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ شاہجہان کسی بھی مسجد کی بنیاد رکھنے کے لئے ہمیشہ اس مسلمان کو کہتا تھا جس نے کبھی تہجد قضا نہ کی ہو۔ چنانچہ ٹھٹھہ کی شاہجہانی مسجد کی بنیاد رکھنے کے لئے بھی یہی اعلان کروادیا لیکن کوئی بھی آدمی سامنے نہ آسکا۔ اس بات کے پیش نظر کہ شاید کوئی تہجد گزار بندہ اپنا راز عیاں کرنا نہیں چاہتا۔ اعلان کرا دیا گیا کہ تہجد گزار رات کے اندھیرے میں مسجد کی بنیاد رکھ دے۔ دوسری صبح دیکھا گیا تو مسجد کی بنیاد رکھی جاچکی تھی اور یوں یہ بات اس مسجد کے لئے باعث امتیاز ہوگئی کہ اس کی بنیاد بوقت تہجد، تہجد گزار بندہ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ مسجد شریف کی گہرائی بھی اتنی ہی ہے جتنی مسجد کی کل اونچائی ہے۔ مسجد کا صدر دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا ہے کیوں کہ ساری زندگی مسجد کی خدمت کے لئے وقف کرنے والے عبدالرحمٰن صدیقی نے اپنی خدمات کے صلے میں مسجد کے صدر دروازے کے سامنے مدفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جہاں ان کی مزار ہے۔ (عبدالرحمٰن صدیقی شاہجہان کے دور میں جامع مسجد شریف کے کام کرنے والے مزدوروں کے نگران اعلیٰ مقرر تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ مفتی محمد حسین اسی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں) مسجد میں داخل ہونے کے لئے اب صدر دروازہ کے دائیں و بائیں بنے ہوئے چھوٹے دروازے استعمال ہوتے ہیں۔ دائیں طرف کے دروازے سے مسجد میں داخل ہوں تو دائیں طرف ایک دالان آتا ہے جسے عبور کریں تو سفید چونے سے بنا ہوا وضو کا حوض ہے بالکل اسی طرح کا ایک حوض مسجد کے بائیں دروازے کے بائیں جانب ہے البتہ ان دونوں کے درمیان مسجد کے صدر دروازے کا ہال نما کمرہ ہے جو شمالاً وجنوباً وضو خانہ جب کہ مغرب کی جانب مسجد کی مرکزی محراب کی طرف کھلتا ہے۔ صدر دروازے کے دائیں و بائیں جانب سے شروع ہونے والا دالان جو ۵ مربع فٹ کے ستونوں اور جن کی باہری جانب ۵ فٹ چوڑے اور ۷ فٹ لمبے جھروکے بنے ہوئے ہیں جو صحن کے دونوں جانب چلتے ہیں اور جا کر مسجد کے مرکزی حصے سے مل جاتے ہیں۔ مسجد کی تعمیر میں سندھ کی ثقافت کا حصہ اور سندھی تعمیرات میں نمایاں نیلے

رنگ کی کاشی کاری اگرچہ حوادث زمانہ کی وجہ سے اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے جگہ جگہ سے اکھڑ چکی ہے۔ لیکن آج بھی اتنی دیدہ زیب ہے کہ آج کے جدید دور کی سہولت بھی مسجد کے مختلف حصوں کی تعمیر نو میں وہ رنگ نہیں بھر سکی جو صدیوں قبل مشاق ہاتھوں نے اس میں بھر دیئے تھے۔

شاہجہانی مسجد کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ مسجد کے ستونوں کی تعداد ۹۴ ہے کہ اس کی ہر اینٹ حفاظ کرام کے ہاتھوں تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے نصب کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ مسجد کی تعمیر کے دوران ایک مزدور دن بھر میں صرف ۳۰ اینٹیں لگاتا تھا اور پھر کام ختم کر دیتا تھا، چنانچہ جب اس کو کسی کی شکایت کرنے پر شاہجہان نے طلب کر کے دن بھر میں صرف تیس اینٹیں لگانے کی وجہ دریافت کی تو اس نے الٹا شاہجہان سے سوال کر دیا کہ قرآن حکیم کے پارے کتنے ہیں؟ شاہجہان نے کہا ۳۰، تو مزدور بولا کہ ایک پارہ ایک اینٹ۔ مزدور کا جواب سن کر شاہجہان بہت مسرور ہوئے۔ مسجد کی خصوصیات میں یہ بات بڑی قابل ذکر ہے کہ مسجد کی مرکزی محراب میں کھڑے ہو کر تلاوت کرنے والے کی آواز پوری مسجد میں باآسانی سنی جاسکتی ہے جو کہ اس دور کے معماروں کی اپنے فن میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے اس مسجد کو اس انداز میں تعمیر کیا کہ اس پر بنے ہوئے ۱۰۰ گنبد کچھ اس طرح ایک دوسرے سے مربوط ہیں کہ آواز گردش کرتی ہوئی پوری مسجد میں پہنچتی ہے۔ یہ بات باعث امتیاز ہے کہ پوری دنیا میں کوئی مذہبی عبادت گاہ کہ جس میں ۱۰۰ گنبد بالترتیب ایک دوسرے سے مربوط ہوں۔ صرف ایک ہی ہے اور وہ صرف جامع مسجد شاہجہان ٹھٹھہ ہے۔ علاوہ ازیں مسجد کی تعمیر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے چاروں جانب بنی ہوئی کھڑکیوں کی تراش خراش کچھ ایسی ہے کہ مسجد کے کسی بھی حصے میں کھڑے نمازی کو گھٹن کا احساس نہیں ہوتا ہے اور ہر نمازی تک ہوا کا گزر ہوتا ہے۔ اور پوری مسجد میں پنکھے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مسجد میں کل بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) نمازی ایک وقت میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔

شاہجہانی مسجد کی خصوصیت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ ٹھٹھہ کی اس تاریخی مسجد میں عین بیداری کی حالت میں ایک شخص نے سرور عالم ﷺ کو امامت کرواتے دیکھا اور ان کی اقتدا میں حضرات حسنین کریمین کے علاوہ جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء امت علیہم الرحمہ کو بھی نماز پڑھتے دیکھا۔ یہ منظر دیکھنے والا مسجد شریف کا ایک خوش نصیب چوکیدار لاسی شیدی تھا۔ اسے تشویش لاحق ہوئی کہ یہ کون سی جماعت ہے جو اتنی رات گئے نماز ادا کر رہی ہے۔ بہر کیف اس نے جماعت کے اردگرد چکر لگایا تو کیا دیکھتا ہے کہ جماعت میں شریک ہر فرد کے چہرے سے ایک ایسا نور برستا ہے جیسا آج تک کسی کے چہرے پر نظر نہیں آیا تھا اور امامت کروانے والے صاحب کی تو شان ہی الگ تھی۔ سفید

لباس میں ملبوس، عمامہ شریف سجائے با آواز بلند تلاوت کلام پاک کرنے والے امام کے جیسا ذیشان اور جمیل تو آج تک کسی کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ لاسی شیدی نے بعد ازاں یہ بھی بتایا کہ مسجد سے اس طرح خوشبو کی لپیٹیں آتی تھیں گویا دنیا کے نایاب ترین عطر سے پوری مسجد کو غسل دیا گیا ہو۔ بہر کیف عین بیداری کی حالت میں یہ دلکش نظارے کرنے والے لاسی شیدی نے جب مفتی محمد حسین ٹھٹوی کو بھی جماعت میں حاضر پایا تو قدرے مطمئن ہو کر اپنی جگہ پر جا بیٹھا جہاں اسے نیند نے گھیر لیا۔ کچھ وقت بعد وہ بیدار ہوا تو مسجد شریف میں کوئی نہ تھا البتہ خوشبو بدستور آرہی تھی۔ صبح تک اس کشمکش میں گرفتار لاسی شیدی نے مفتی محمد حسین ٹھٹوی سے پہلا سوال ہی رات کے ماجرے سے متعلق کیا تو مفتی صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کا خاص کرم اور عنایت ہے جس نے مجھے جماعت صحابہ کرام اور حضرات حسنین کریمین علیہم الرضوان کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی سعادت بخشی۔

شاہجہانی مسجد کے صحن میں جس جگہ حضور پر نور ﷺ کو امامت کرواتے ہوئے دیکھا گیا تھا اس جگہ فرش سے تقریباً دو انچ اونچا مصلّٰی بنا دیا گیا ہے۔

سڑک کے دائیں جانب بنے ہوئے مسجد شریف کے دیدہ زیب تین دروازوں والے گیٹ سے اندر داخل ہوں تو ایک وسیع وعریض باغ نظر آجاتا ہے۔ جس میں کھجوروں کے بلند و بالا درخت قطار در قطار صفیں باندھے ہوئے ہیں اندر لمبے لمبے حوضوں میں فوارے لگے ہوئے ہیں۔ یہ باغ مسجد شریف کی تعمیر میں شامل نہیں۔ یہ باغ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان نے اپنے دور حکومت ۱۹۷۴ء میں تعمیر کروایا تھا۔ (جامع مسجد شاہجہانی ٹھٹھہ مطبوعہ مسجد کمیٹی ۲۰۰۲ء)

عادات وخصائل: مفتی صاحب عالم باعمل، علم میراث، قضا و افتاء کے ماہر، شریعت مطہرہ کے پابند اور ٹھٹھہ کی جامع مسجد شاہجہانی کے خطیب و امام تھے۔ خطابت میں بھی نام کمایا۔ اپنے خطاب کے ذریعے سندھ کے دیہی علاقوں خصوصاً ضلع ٹھٹھہ کے دیہات میں جا کر دین کا پیغام احسن طریقے سے پہنچایا۔ کتابوں کے جمع اور کتب بینی کا انتہائی شوق تھا۔ اہل سنت و جماعت کے زبردست مبلغ تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض نام درج ذیل ہیں:

- مولانا دوست محمد بروہی
- مولانا محمد ابراہیم سموں
- قاطع نجدیت حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹھوی مہتمم دارالعلوم مجددیہ عثمانیہ، ٹھٹھہ
- مولانا پیر غلام علی جان سرہندی
- مولانا پیر احمد جان سرہندی
- مولانا غلام محمد سرہندی

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے چار بیٹے اور دوسری سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

❁ مولانا عبداللطیف صدیقی سابق امام وخطیب شاہجہانی جامع مسجد ٹھٹھہ

❁ 1- عبدالقادر، 2- حزب اللہ، 3- صبغۃ اللہ، 4- عزیز اللہ۔

وصال: حضرت مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹھوی نے ۶۶ سال کی عمر میں ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء کو انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ مکلی (ٹھٹھہ) پر ہے۔ (ٹھٹھہ مدین کان)

آپ کے وصال پر مولانا پیر ابراہیم جان سرہندی نے عربی میں قطعہ تاریخ وصال کہا:

محمد حسین الذی حصل له النصیب من اسمه
فحصل فی العلم والفضل درجة عظیمة
قدراح منا الحبیب الذی کان وجوده
من الرحمان لاحباب رحمة و سکینة
وانه لما خلع الدنیا و نعیمها
فاعطوه فی الفردوس قصراً و حدیقة
الا ان اولیاء الله لایموتون موتة
بل ینقلون من دار الیٰ دار حقیقتاً
وفاز من العلماء فی السند واکنافة
علماً و عملاً و زاهداً و خُلقا و خلیفة
فان بلدة التته مولده و مسکنه
والصدیق جده نسباً وجده طریقة
ولما ان اردت ان اکتب ارخ وصاله
فوجدت مغفورا نجب بدیهة

۱۳۸۲ھ

❁

شیخ الحدیث مفتی محمد حسین قادری

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد حسین قادری بن محمد بہادر حسین کھتری ایک بلند پایہ عالم

دین اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی آراستہ کیا تھا۔ جو شخص ان سے ایک بار مل لیتا گرویدہ ہو جاتا تھا ان کی طبیعت میں حلم حوصلہ اور بلا کا صبر تھا۔ وہ ایک صاف دل صوفی منش انسان تھے انہیں ناراض کرنے والا بہت آسانی سے منالیتا تھا۔ وہ اپنوں پر مہربان اور دشمنان دین کے لئے شمشیر بے نیام تھے وہ سادہ مزاج تھے مگر دینی معاملہ میں بہت دانا و ہوشیار تھے، انہیں دنیوی معاملات میں نقصان پہنچانا ممکن تھا مگر دینی معاملات میں انہیں دھوکہ دینا ممکن نہیں تھا۔ جہاں وہ ایک بہترین مدرس تھے وہاں وہ خوش الحان مقرر بھی تھے۔ قصیدہ بردہ شریف ان کی خاص پہچان تھا، وہ جذب و مستی کے عالم میں جب قصیدہ بردہ شریف پڑھتے تھے تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ مفتی صاحب نے ۹، ستمبر ۱۹۳۲ء میں ریاست مالوہ (انڈیا) کے ایک قصبہ سمبلیا میں پیدا ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے سکھر (سندھ) وارد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم فارسی و عربی کی اندور۔ اجین (انڈیا) پھر سکھر میں حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ (آرام باغ) کراچی میں پڑھتے رہے پھر محدث اعظم پاکستان استاد الاساتذہ، صدر المدرسین حضرت علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فیصل آباد حاضر ہوئے جہاں انہوں نے کتب عالیہ موقوف علیہ تک پڑھنے کے بعد حضرت محدث اعظم پاکستان کے پاس دارالعلوم مظہر الاسلام فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ ۱۹۵۶ء میں علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت محدث اعظم، شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مفتی رضوان الرحمٰن، مولانا حمید اللہ، مفتی ابو سعید محمد امین فیصل آبادی، مولانا ولی النبی اور مفتی ظفر علی نعمانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

شادی خانہ آبادی: ۱۹۵۶ء میں پہلی شادی کی۔ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسری شادی کی۔ ۱۹۵۷ء میں محدث اعظم کے حکم پر آپ نے سکھر میں مدرسہ قادریہ میں درس کا آغاز کیا۔

جامعہ غوثیہ رضویہ کا قیام: ۱۹۵۸ء میں فریئر روڈ پر واقع اپنے ذاتی مکان میں جامعہ غوثیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ رفتہ رفتہ جب طلباء کی تعداد بڑھی اور مدرسہ کی مختصر عمارت طلبہ کی تعداد کے مقابلہ میں کم پڑنے لگی تو محلہ باغ حیات علی شاہ کی ایک بوسیدہ عمارت میں جامعہ غوثیہ کو شفٹ کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں اس قدیم عمارت کو گرا کر ایک نئے علمی گہوارہ کی بنیاد قائد اہلسنت عالمی مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی سے رکھوائی گئی۔ اس جامعہ سے ہزار ہا تشنگان علم نے فیض پایا اور آج کشمیر سمیت وطن عزیز کی تمام صوبہ جات میں جامعہ غوثیہ رضویہ کے فارغ التحصیل علماء، قراء،

حفاظ، دین متین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

سفر حرمین شریفین: چار بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی اور کئی عمرے کئے۔ پہلا حج ۱۹۶۸ء میں کیا۔ متعدد بار بیرون ممالک کا تبلیغی دورہ کیا۔ مثلاً یو کے، ساؤتھ افریقہ، مصر، ایران، افغانستان۔

دورہ مصر کے دوران صاحب قصیدہ بردہ شریف امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی جمعۃ المبارک کا دن تھا مزار شریف سے متصل جامع مسجد کے خطیب صاحب نے آپ کو نماز جمعہ کی امامت و خطابت کی دعوت پیش کی۔ آپ نے قبول کرتے ہوئے شرح قصیدہ بردہ عربی زبان میں بیان کیا اور ترنم سے اشعار بھی پڑھتے جاتے اور حاضرین بھی بیک آواز آپ کے ساتھ پڑھتے۔

بیعت و خلافت: زمانہ طالب علمی ہی میں شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۸۰ء) کے دست کریم پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اسی لئے ''قادری'' کہلائے۔ اس کے بعد اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت علامہ مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس (خانقاہ عالیہ مشوری شریف) کے نہایت عقیدت مند تھے اور اکثر آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے تھے اور اپنے فتاویٰ پر تصدیق لیتے رہتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ ملک کے چاروں صوبوں میں موجود ہیں جو آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- مفتی غلام سرور قادری — مہتمم: جامعہ غوثیہ لاہور، سابق صوبائی وزیر اوقاف حکومت پنجاب
- مفتی محمد اشفاق رضوی — مہتمم: مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال، حال مقیم برطانیہ
- مفتی غلام محمد قاسمی — مہتمم: جامعہ غوثیہ قاسمیہ کوئٹہ
- مولانا حبیب احمد نقشبندی — مہتمم: جامعہ اسلامیہ نوریہ کوئٹہ
- مفتی محمد شریف خان — خطیب جامع مسجد روہڑی
- مفتی محمد ابراہیم قادری — جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر
- مفتی عبدالحفیظ برکاتی — خطیب جامع مسجد صدر حیدرآباد
- مولانا نصر اللہ قادری — مہتمم جامعہ غوثیہ لطیفیہ شکارپور
- مولانا شمیم الحسن قادری — سوئی، بلوچستان
- مولانا محمد الیاس رضوی — مہتمم: نضر العلوم وخطیب حنفیہ مسجد رنچھوڑ لائن کراچی
- مولانا قاری خیر محمد قاسمی — خطیب جامع مسجد شیخ زید لاڑکانہ

سیاست: ۱۹۷۰ء میں سیاست میں قدم رکھا، ملک سے لاقانونیت، عدمِ انصاف، ظلم، مہنگائی، بے حیائی، عریانی، فسق و فجور کو ختم کر کے ملک کو امن و سلامتی، عدل و انصاف، اسلام کا بول بالا کرنے، نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے حجرے سے نکل کر میدان میں آئے اور زندگی بھر اپنے مقصد کے لئے کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور ۱۹۷۱ء میں جنرل ضیاء الحق کی ''مجلس شوریٰ'' کے ممبر ہوئے۔ زندگی بھر جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے اور مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ اور ۱۹۹۵ء سے تادمِ وصال جماعت اہلسنت پاکستان صوبہ سندھ کے امیر رہے۔

تصنیف و تالیف: مفتی صاحب کو مروجہ دینی علوم میں دسترس حاصل تھی، انہوں نے تقریباً ہر فن کی کتاب پڑھائی مگر انہیں زیادہ تر فقہ و حدیث سے لگاؤ تھا۔ درسِ حدیث شریف تو ان کی روحانی غذا تھی، وہ شدید علالت کے ایام میں بھی صحیح بخاری پڑھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فقہ میں ایک خاص بصیرت سے نوازا تھا۔ یہی وہ مصروفیات ہیں جن کے سبب انہیں تصنیف و تالیف کا وقت کم ملا۔ آپ نے کافی تعداد میں فتاویٰ تحریر فرمائے تھے، اگر ترتیب و تدوین کا کام کیا جائے تو ''فتاویٰ قادریہ'' کا ایک دفتر بن جائے۔ ان کے علاوہ ایک کتابچہ ''فاتحہ کا طریقہ'' آپ کی تالیف ہے جو کہ عرصہ سے مختلف مقامات سے سیکڑوں بار شائع ہوا ہے۔ ملک العلماء، علامہ ظفر الدین محدث بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفیہ کے متعلق کتب احادیث سے احادیث جمع و ترتیب کا کام کیا تھا وہ کتاب ''صحیح البہاری'' کے نام سے شہرت رکھتی ہے یہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کا آپ نے ترجمہ شروع کیا تھا۔

وصال: آپ ۱۸ برس سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے ۸ ماہ تک صاحبِ فراش رہنے کے بعد ۱۱، رمضان المبارک ۱۴۱۹ بمطابق ۳۱، دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بعد نمازِ فجر لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی میں وصال فرمایا۔ اگلے روز (جمعتہ المبارک) جامعہ غوثیہ رضویہ کے دارالحدیث میں ہزاروں عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں میں یہ آفتابِ علم و فضل غروب ہو گیا۔

بندہ خیرالوریٰ وہ عاشق غوث و رضا
نازش علم و عمل رشک زماں جاتا رہا

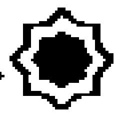
(ماخوذ: روزنامہ یادگار سکھر کا خاص شمارہ فروری ۱۹۹۹ء۔ القول الصحیح کے آخری صفحات)

محترم صابر براری قطعہ تاریخ یوں پیش کرتے ہیں:

وہ قادری و رضوی و شیخ الحدیث تھے
بے شک وہ اہل حق کے تھے محبوب رہنما

درس حدیث دیتے رہے ہیں وہ عمر بھر
ان کے تلامذہ ہیں جہاں بھر میں جابجا
باقی رہے گی خلق اس سے فیض مدتوں
دارالعلوم ان کا ہے سکھر میں پُرضیا
''صابرؔ'' ہے دل سے آج ہر اک شخص مدح گو
مفتی، چشم شاد محمد حسین کا

(۱۴۱۹ھ)



صدرالعلماء مولانا مفتی محمد صالح نعیمی

صدرالعلماء حضرت مولانا مفتی محمد صالح نعیمی بن حاجی فیض محمد بن حاجی لال بخش بھٹو نے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں گوٹھ آگانی تحصیل وضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مختلف اساتذہ سے علوم دین حاصل کیا۔ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم مشوری شریف میں فقیہ اعظم حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری، مدرسہ شمس العلوم گوٹھ خیر محمد آریجہ میں استاد العلماء مولانا تاج محمد کھوکھر، گھونکی میں مولانا محمد اسماعیل سے اور مدرسہ سراج العلوم خانپور ضلع رحیم یار خان میں سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خانپوری وغیرہم سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا اور فارغ التحصیل ہوئے۔ دورہ حدیث شریف کے لئے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد (انڈیا) تشریف لے گئے جہاں صدر الافاضل، شیخ الحدیث علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے حدیث شریف کا درس لیا اور ۱۹۴۶ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔

درس وتدریس: آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گوٹھ آگانی سے کیا، جہاں ۱۹۴۷ء میں مدرسہ نعیمیہ قائم فرمایا۔ اور آپ تقریباً نو سال وہیں پڑھاتے رہے۔ چار سال دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد۔ ۱۹۵۸ء میں مدرسہ قادریہ سکھر میں۔ ۱۹۶۸ء سے مدرسہ منظور الاسلام گوٹھ صدر جی بھٹی ضلع خیرپور میرس، ۱۹۷۳ء سے مدرسہ سید غلام مرتضیٰ شاہ جیلانی لاڑکانہ، ۱۹۷۴ء سے جامع مسجد قاسمیہ قدیم عیدگاہ لاڑکانہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۷۸ء میں محکمہ اوقاف کی جانب سے لاڑکانہ کے ڈسٹرکٹ خطیب مقرر ہوئے اور امامت وخطابت مسجد درگاہ قائم شاہ بخاری سے فرائض کا آغاز کیا اور تاحیات وابستہ رہے۔

لاڑکانہ شہر کے محلہ علی گوہر آباد میں احباب کے تعاون سے "مدرسہ عربیہ نعیمیہ منظور الاسلام" کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح زندگی بھر درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رکھا۔

بیعت: ۱۹۶۷ء میں آپ نے حضرت پیر طریقت منظور حسین خاص خیلی مدنی (خیر پور میرس) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

شادی واولاد: اپنے گوٹھ آگانی میں شادی کی اس میں سے ایک بیٹا نعیم الدین بھٹو اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔ سید سراج الاولیاء شاہ راشدی آپ کے داماد اور صاحب اولاد ہیں۔

حج وعمرہ: ۱۹۷۰ء میں آپ نے عمرہ شریف کی سعادت حاصل کی اور ۱۹۷۷ء میں حج بیت اللہ شریف کا فریضہ ادا کیا اور روضہ رسول اللہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت شریف سے مشرف ہوئے۔

(تعارف علمائے اہلسنت ص ۳۶۱)

تصنیف وتالیف: آپ تدریس اور فتاویٰ نویسی میں مشہور تھے، میراث میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے منتشر فتاویٰ کی ترتیب وتدوین کا کام ہوتا تو آپ کی تصنیف وجود میں آتی لیکن یہ کام نہ ہوسکا۔ چند اور رسائل بھی لکھے تھے لیکن منظر شہود پر نہ آسکے۔

رسالہ غفاریہ (سندھی): آپ کے نام سے شائع ہوا تھا باوثوق ذرائع سے پتہ چلا کہ وہ آپ کی تصنیف نہ تھا۔ آپ صحیح العقیدہ سنی عالم دین تھے ایسی غیر معتبر تحریر آپ کی نہیں ہوسکتی بلکہ آپ کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔

بہر حال اس رسالہ کا علماء اہل سنت نے نوٹس لیا اور کئی کتابیں اس دور میں مارکیٹ میں آئیں اس میں سے مولانا عبداللطیف دیہاتی کی کتاب "الهداية الضرورية لاصحاب الوجد الاختيارية" مشہور ہے جس پر وقت کے نامور وجید علماء اہل سنت کی تقاریظ رقم ہیں۔ مثلاً حضرت سرکار مشوری شریف۔ مفتی صاحبداد خان وغیرہ

شخصیت: آپ کی شخصیت پرکشش دلربا تھی جب اسٹیج پر تشریف رکھتے تو اسٹیج کا حسن دوبالا ہوجاتا اور جی چاہتا کہ آپ بیٹھے رہیں اور ہم دیکھتے رہیں۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

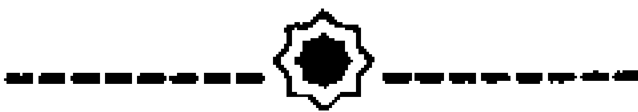
- مولانا مفتی الہ ڈنہ جمارانی صدر مدرس مدرسہ دارالاشاعت محلہ لاہوری لاڑکانہ
- مولانا مفتی عبدالرحیم رضوی — مہتمم دارالعلوم غوثیہ رضویہ خضدار بلوچستان
- مولانا کریم بخش داریو — صدر مدرس جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جوگوٹھ
- مولانا ہدایت اللہ آریجوی — مہتمم مدرسہ حسینیہ رضویہ خیر محمد آریجا

مولانا صوفی رضا محمد عباسی	شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد
مولانا مفتی کریم بخش نقشبندی	درچھانو چنہ ملیر کراچی
مولانا ابوالسعید خیر محمد رضوی	مہتمم جامعہ غوثیہ نزد لکی ہوٹل حب ریور روڈ کراچی ۵۱
مولانا قاری خیر محمد قاسمی،	خطیب جامعہ مسجد شیخ زید کالونی لاڑکانہ
مولانا عزیز اللہ الحبوی،	مہتمم جامعہ رضویہ مخزن البرکات لاڑکانہ
مولانا نثار احمد جھتیال،	صدر مدرس مدرسہ اللہ آباد کنڈیارو
مولانا خلیفہ نور محمد رتڑ،	بانی درگاہ نور پور صوبھو دیرو ضلع خیر پور میرس
مولانا عبدالکریم عباسی مرحوم،	صدر مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ

دیگر خدمات: جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی نائب صدر بھی رہے، اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان کے رکن بھی بنائے گئے۔ سیاسی طور پر ''پاکستان پیپلز پارٹی'' سے منسلک رہے، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان ان کے محبوب لیڈر تھے اور محترمہ بے نظیر بھٹو سابق وزیر اعظم کے ابتدائی دور میں ''پیپلز علماء و مشائخ ونگ'' میں کام کیا اور اسی ونگ کے زیر اہتمام اپنی مسجد (یعنی مسجد درگاہ قائم شاہ بخاری) جہاں امام و خطیب مقرر تھے وہاں ''شہید ذوالفقار علی بھٹو کانفرنس'' بھی منعقد کی تھی۔

آخری تقریر: مسجد شریف درگاہ حضرت قائم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں گیارہویں شریف کا جلسہ آپ کی صدارت میں منعقد تھا آپ نے علالت کے باوجود شرکت فرمائی۔ ان دنوں مولوی تاج محمود امروٹی کا مسئلہ بھی زیر بحث تھا۔ جلسہ سے مفتی الھڈ نہ جمارانی، مولانا محمد صدیق جتوئی اور قاری گل محمد قاسمی نے خطاب کیا اور خطاب کے دوران تاج محمود امروٹی کو وہابی قرار دیا۔ آخر میں سب کو آپ کی تقریر کا انتظار تھا کہ آپ فیصلہ کیا صادر فرماتے ہیں، آپ نقاہت و ضعف کے سبب زیادہ دیر تقریر نہیں کر سکے لیکن تاج محمود امروٹی کو کھلے الفاظ میں تین بار فرمایا: ''مولوی امروٹی وہابی تھے''۔

وصال: فالج کے سبب آپ بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ ۲۴، اکتوبر ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۶، ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ ہفتہ کی صبح ۵ بجے وصال فرمایا۔ مولانا احمد بخش قاسمی جمالی، مولانا حسین علی غفاری اور مولانا ہدایت اللہ آریجوی نے غسل دیا۔ اور ۴ بجے شام جناح باغ میں نماز جنازہ ہوئی۔ اور جامعہ نعیمیہ لاڑکانہ شہر میں آپ کی آخری آرامگاہ ہے جہاں ہر سال ماہ اکتوبر میں عرس و جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ (ماخوذ: تعارف علماء اہلسنت اور ذاتی معلومات)



رأس الافاضل حضرت مولانا محمد صالح قادری

مردِ مومن، فقیر حق، عالم گر حضرت مولانا محمد صالح مہر قادری بن میاں جی مصری فقیر مہر گوٹھ قاضی بادل مہر (ضلع گھوٹکی) میں ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد مرحوم کے شاگرد حاجی سہراب سے حاصل کی۔ میاں احمد فقیر کے پاس فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ قاطع رفض و بدعت مفتی اعظم خیر پور ریاست علامہ مفتی محمد سعد اللہ انصاری (مصنف توب محمدی) کو حضرت شمس العلماء پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ کوٹ ڈیجی نے درگاہ راشدیہ پیران پگارہ کے مدرسہ میں مدرس و مفتی مقرر کیا۔ مولانا محمد صالح نے ان کی خدمت بابرکت میں ڈیڑھ سال رہ کر بقیہ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔

مولانا محمد صالح کی زندگی ایک مجاہد کی زندگی تھی، کبھی جیل میں، کبھی سفر میں، کبھی مدرسہ میں، وہ دور تحریکی دور تھا حر تحریک اپنے جوبن پر تھی، اس لئے آپ کی تعلیم وقتی طور پر متاثر ہوتی رہی۔ لیکن آپ نے جوان مردی سے ایسے مراحل میں بھی تعلیم کو جاری رکھا۔ ان دنوں گورنمنٹ برطانیہ حر مجاہدین کو لوڑھوں میں قید کر رہی تھی مولانا صاحب بھی انگریز سامراج کے ظلم وستم سے بچ نہ سکے اور جوہی کے لوڑھے میں جب قید ہوئے تو وہاں حضرت مولانا محمد یوسف جیسا مشفق و مہربان استاد ملا پھر وہیں تعلیم کا سلسلہ جوڑ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد درگاہ راشدیہ کی بحالی اور صاحبزادگان کی آزادی کے سلسلہ میں جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے حکومت و گورنر سندھ دین محمد شیخ سے مذاکرات میں پیش پیش تھے اس لئے کراچی میں قیام کیا۔ ان دنوں کراچی میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی تدریسی مصروفیات میں مشغول تھے۔ مولانا محمد صالح نے تمام مصروفیات کے باوجود مفتی صاحب کے پاس فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ (الراشد صفر ۱۳۹۷ھ)

بیعت: مولانا محمد صالح، امام انقلاب، حر تحریک کے قائد، آزادی کے ہیرو، شیخ طریقت حضرت مجاہد ملت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی شہید المعروف پیر صاحب پگارہ ششم پگ د ہنی یعنی صاحب دستار، رحمۃ اللہ علیہ (۲۰، مارچ ۱۹۴۳ء) سجادہ نشین درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس، سندھ) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے اور مرشد کریم کی سربراہی میں تحریک آزادی میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

آپ کے شاگردوں کی فوج ظفر فوج میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

❁ مفتی محمد رحیم سکندری	مہتمم جامعہ راشدیہ درگاہ شریف راشدیہ پیر جو گوٹھ
❁ مفتی عبدالرحیم سکندری	مہتمم مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہ پور چاکر
❁ مفتی در محمد سکندری	مہتمم مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ
❁ مفتی غلام قادر سکندری	لیکچرار گورنمنٹ عبداللہ ہارون کالج لیاری کراچی
❁ مفتی عبدالکریم سکندری (میرپورخاص)	صوبائی خطیب محکمہ اوقاف سندھ
❁ مولانا سید غوث محمد شاہ جیلانی مرحوم	
❁ مولانا صوفی علی شیر	مدرس مدرسہ حزب الاسلام تلو بھانڈ و تحصیل کنگری
❁ مولانا مخدوم منورالدین	درگاہ دربیلو ضلع نوشہرو فیروز
❁ مولانا محمد قاسم مصطفائی	مہتمم مدرسہ انوار مصطفیٰ میرپور ماتھیلو
❁ مولانا غلام عباس قادری	پروفیسر سراج الدولہ کالج کراچی
❁ مولانا حافظ اسداللہ سکندری	پیر جو گوٹھ
❁ مولانا عبدالرزاق سکندری	مہتمم دارالعلوم قادریہ شہداد پور
❁ مولانا احمد علی سکندری	مدرس مدرسہ صبغۃ النور کھپرو
❁ مولانا غلام حیدر سکندری	
❁ مولانا عبداللطیف سکندری	خطیب درگاہ جئے شاہ جیلانی پرانہ سکھر
❁ مولانا عبدالواحد سکندری عباسی	خطیب منارہ مسجد غریب آباد سکھر
❁ مفتی نذیر احمد سکندری	مدرس مدرسہ انوار المجتبیٰ خیرپور میرس
❁ پروفیسر مولانا بشیر احمد سکندری منگریو مرحوم	حیدرآباد
❁ مولانا حافظ نور احمد جیسر سکندری	احسان واہن ضلع لاڑکانہ
❁ مولانا میر محمد قاسمی	کراچی
❁ مولانا نور محمد سکندری	خطیب جامع مسجد جیسلمیر ریاست (انڈیا)
❁ مولانا قائم الدین سکندری	خطیب ناچنہ تحصیل ریاست جیسلمیر
❁ مفتی الٰہی بخش ملاح سکندری	بھلیڈنہ آباد ضلع جیکب آباد
❁ مولانا علی محمد سمیجو سکندری	مہتمم مدرسہ صبغۃ الخیر تحصیل چھور ضلع عمرکوٹ
❁ مفتی محمد احمد صدیق نقشبندی سمیجو	مدرسہ انوار مدینہ عمرکوٹ

- مولانا عبدالجلیل سکندری — ٹنڈو رحیم خان کا چھو تحصیل جوہی
- مولانا عبدالکریم سکندری مرحوم — خطیب جامع مسجد شاہی بازار جھڈو
- مولانا حافظ کریم ڈنہ سکندری سونگی — تحصیل گمبٹ

خدمات جلیلہ: مولانا محمد صالح میں اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر خوبیاں بھری تھیں اور تعمیری ذہن سے نوازا تھا۔ ان کے سامنے اہل سنت و جماعت کے لئے وسیع و جامع پروگرام تھا۔ وہ درگاہ راشدیہ پیران پگارہ کی جامع مسجد کے صرف امام نہ تھے، وہ جامعہ راشدیہ کے صرف مدرس و مہتمم نہ تھے بلکہ وہ امام انقلاب کے تحریکی ساتھی تھے، حر جماعت کے امین، درگاہ شریف اور حضرات پیران پگارہ کی عظمت باکمال اور تاریخ کے حافظ بھی تھے۔ درج ذیل کارکردگی ان کی خدمات کا منہ بولتا چمکتا دمکتا ثبوت ہے۔

- بحیثیت مہتمم جامعہ راشدیہ کی تعلیم وترقی انتظام واہتمام کا اہم کام سرانجام دیا۔
- جامعہ راشدیہ میں درس وتدریس۔
- جامع مسجد راشدیہ میں امامت وخطابت
- امام انقلاب کی شہادت کے بعد یہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے حر جماعت کی صحیح رہنمائی کی اور ان کو متحد و منظم کیا۔
- حر جماعت انگریز کی مارشل لا ایکٹ کے تحت لوڑہوں (Concentration Camps) میں قید تھی ان میں تعلیم قرآن وتربیت کا سلسلہ شروع کرایا۔
- حر جماعت کے گوٹھوں (گاؤں) میں جامعہ راشدیہ کی شاخ قائم کرنے میں بڑی ہمت و جرأت کی ضرورت تھی آپ نے ایسی پچاس شاخیں اندرون سندھ میں قائم کی۔
- جامعہ کی تمام قائم کردہ شاخوں کے نام بزرگان پیران پگارہ کے اسماءِ گرام (☆صبغة الهدیٰ، صبغة الاسلام، صبغة العرفان، صبغة الفیض، حزب الاسلام، حزب الاحناف وغیرہ) پر تجویز کئے۔
- جامعہ راشدیہ مع شاخوں کے فضلاء کو متحد و منظم و متحرک رکھنے کے لئے "جمعیت علماء سکندریہ" نام سے تنظیم قائم کی۔
- جامعہ کے فضلاء کو "سکندری" کا خطاب دیا۔
- جامعہ راشدیہ میں "شعبہ نشر واشاعت" قائم کیا۔
- امام العارفین قدس سرہ کی ملفوظات شریف کے بقیہ حصوں کا سندھی ترجمہ اپنے ہونہار شاگرد مفتی

درمحمد سکندری سے کرایا۔

- قیام پاکستان کے بعد درگاہ راشدیہ کو بحال کرانے کے لئے بڑی جدوجہد کی۔
- قیام پاکستان کے بعد آپ جامعہ راشدیہ کے پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔

وصال: حضرت مولانا فقیر محمد صالح قادری کو پچیس سال سے ذیابیطس کی تکلیف تھی، چھ سات برس سے بے خوابی، خون کی خرابی اور ہچکی کی شکایت تھی۔ دو ڈھائی برسوں سے انتقال کو شدت سے محسوس کر رہے تھے بلکہ انہیں انتقال کے وقت کا بھی پتہ تھا۔ (الراشد شعبان ۱۳۹۷ھ)

بستر مرگ سے فرمایا: پس زندگی کی کوئی حسرت باقی نہیں (تمام آرزوئیں پوری ہوئیں) آخری آرزو یہ ہے کہ آخری گھڑیاں جامعہ راشدیہ میں نصیب ہوں اور یہیں سے میرا جنازہ اٹھایا جائے۔
(الراشد ۱۴۱۷ھ)

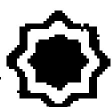
مولانا محمد صالح نے ۶، ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰، اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز ہفتہ ۸۹ سال کی عمر میں جامعہ راشدیہ میں وصال کیا۔ مفتی محمد رحیم سکندری نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ نماز جنازہ میں علماء مشائخ سادات، حفاظ اور جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ (الراشد صفر ۱۳۹۷ھ)

پیر جو گوٹھ کے قبرستان میں آپ کی مزار مرجع علماء ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن ضیائی نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

مولوی صالح محمد آنکہ بود از صالحاں — سکہ صدق و صفا ہر دل اہل جہاں
وارث علم نبی و عالم جملہ علوم — در تورع در برھد بود چوں پیشینیاں
صورتش چوں سیرتش بر سنت خیر البشر — یاد حق مے آمدے از دیدن او بیگماں
راشدیہ مدرسہ از حسن سعیش در وجود — از برائے خدمت دیں بود او بستہ میاں
باتصلب باتورع تابع دین حنیف — از برائے اہل حدث وخبیث بود از دشمناں
معتقد شاہ مرداں شاہ ثانی پیر خلق — زیں سبب جملہ جماعت بود از وبس شادماں
چوں ندائے ارجعی درگوش جان او رسید — باہزاراں شادمانی رفت درباغ جناں
ششم از ذوالقعد و وقت چاشت روز شنبہ بود — از تلامیذ و محباں کرد روئے خود نہاں
باسر جود ولیاقت ھـاتـفـتـم سالش بگفت — جنت الفردوس جائے مرد مانِ صالحاں
بادل پردرد مے خواہد "ضیائی" صد دعا! — بار دائم مسکن نیکوئے او اندر جناں

۱۳۹۶ھ



استاذالعلماء مفتی سید مسعود علی قادری

مولانا مفتی سید مسعود علی بن حافظ سید احمد علی بن سید قاسم علی بن سید ہاشم علی یو پی کے مشہور شہر علی گڑھ کی ایک ریاست بوڑھا گاؤں (یہ لفظ دراصل بھڑ گاؤں تھا بھڑ کے معنی ریت کے ہیں چونکہ یہ دیہات دریائی کنارے پر واقع ہے اس لئے اس میں ریتیلا علاقہ بہت زائد تھا پھر لفظ بگڑتے بگڑتے بوڑھا ہوگیا) میں ۱۹۰۹ء کو سادات کرام کے ایک علمی گھرانے میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: تعلیم کی ابتدا مارہرہ ضلع ایٹہ سے ہوئی، عربی کی تعلیم مدرسہ لطفیہ جامع مسجد علی گڑھ میں شروع کی، عربی کے پہلے استاد مولانا عبدالرحمٰن تھا۔ عربی کی تعلیم کا آغاز ۱۹۱۹ء سے ہوا، ۱۹۲۱ء کو نواب ابوبکر خان صاحب کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ روانہ ہوئے۔ یہاں آپ کو علامہ وجیہ الدین احمد خان رامپوری، مولانا نعمانی اور قاری محی الدین جیسے فاضل اور مشفق اساتذہ کا شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء تک مدرسہ عالیہ رامپور میں تعلیم حاصل کی، دیگر اساتذہ کے علاوہ علامہ فضل حق رامپوری اور ان کے صاحبزادے علامہ افضال الحق رامپوری سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ اپنے استاد محترم مولانا وجیہ الدین احمد خان رامپوری (متوفی ۱۴۰۷ھ، بانی جامعہ فرقانیہ رامپور، سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) کے پیر حضرت مکھن میاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید اور صاحب مجاز خلیفہ تھے۔ لیکن آپ نے زندگی میں بہت کم لوگوں کو مرید کیا۔

درس وتدریس: ۱۹۳۲ء کو استاد محترم مولانا وجیہ الدین کے حکم پر آپ مدرسہ نعمانیہ دہلی تشریف لے کر آئے اور یہاں ۱۹۳۴ء تک خدمت تدریس انجام دی۔ ۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۱ء تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایون میں مسند تدریس وافتاء پر فائز ہوئے ساتھ میں مدرسہ کا انتظام وانصرام بھی فرماتے رہے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۵۰ء تک مدرسہ عربیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں درس وتدریس وافتاء کے علاوہ مدرسہ کا انتظام وانصرام بھی سنبھالتے رہے۔ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۰ء تک بیس (۲۰) سال مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر تدریس وفتویٰ نویسی کے علاوہ نائب مہتمم کی حیثیت سے خدمات جلیلہ تاریخ میں رقم فرماتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کو آپ کے عارضہ ذیابیطس میں اضافہ ہوگیا اور ساتھ میں عارضہ قلب بھی لاحق ہوگیا۔ پھر آپ کے بڑے صاحبزادے خطیب اسلام ترجمان اہل سنت علامہ سید سعادت علی قادری بسلسلہ تبلیغ بیرونی ممالک کے سفر پر روانہ ہوگئے، ان تمام حالات سے مفتی صاحب گہرے متاثر ہوئے چنانچہ وہ اپنے چھوٹے صاحبزادے مفتی

سید شجاعت علی قادری کی گذارش پر مع اہل وعیال کراچی تشریف لائے اور دار العلوم امجدیہ میں مسند تدریس وافتاء سنبھالا اور جامع مسجد قصابان صدر میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مفتی صاحب نے ۴۵ سال تک جملہ علوم دینیہ کا درس دیا اس طویل عرصے میں بے شمار علماء و فضلاء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مفتی صاحب ابتداء ہی سے جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے اور تمام عمر اہل سنت و جماعت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل رہے۔

عادات وخصائل: مفتی صاحب عالم باعمل متقی پرہیزگار تھے۔ بے حد ذہین، محنتی استاد، ماہر علوم و فنون، نکتہ دان مفتی، باخبر فقیہ تھے۔ خوش اخلاق، خوش پوش، غیور، خوددار اور جسمانی طور پر تندرست وتوانا نیز بے حد حسین وجمیل اور چہرہ نورانی تھا۔

اولاد: آپ کی اولاد میں سے چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے آپ سے یادگار ہیں، صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1- علامہ سید سعادت علی قادری مؤلف تفسیر یایھا الذین امنوا (۲ جلدیں)

2- علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری بانی دار العلوم نعیمیہ کراچی

3- سید طارق علی ایم اے اکنامکس

4- سید خوشنود علی قادری 5- سید عتیق علی

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی کثیر جماعت میں سے بعض کے اسماء گرامی معلوم ہوسکے جو کہ درج ذیل ہیں:

- خطیب اہل سنت مولانا عزیز الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد)
- مولانا مفتی غلام سرور قادری مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور
- مولانا سید محمد فاروق القادری ایم اے گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان
- مولانا مفتی غلام مصطفیٰ رضوی رئیس دار الافتاء انوار العلوم ملتان
- مولانا محمد حسن حقانی مہتمم جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد گلشن اقبال نمبر ۵ کراچی

تصنیف وتالیف: مفتی صاحب نے ہندوستان ملتان اور کراچی میں دوران قیام فتاویٰ جاری فرمائے وہ بلند پایہ علمی شاہکار ہیں، انہیں "فتاویٰ مسعودیہ" کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا جا سکتا ہے لیکن نہ معلوم اس طرف متوجہ ہونے میں کیا چیز مانع ہے۔

وصال: مفتی سید مسعود علی قادری نے ۵ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ بمطابق ۹ فروری ۱۹۷۳ء مسجد قصابان صدر کراچی کے مکان میں نماز جمعہ پڑھانے کے بعد بعارضہ قلب وفات پائی۔ دومرتبہ نماز

جنازہ ہوئی ایک مرتبہ صدر میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے پڑھائی اور دوسری مرتبہ قبرستان میں صاحبزادے مفتی سید شجاعت علی قادری نے، آپ کے لئے سخی حسن قبرستان (نارتھ ناظم آباد کراچی) میں ایک الگ قطعہ زمین حاصل کیا گیا جہاں آپ آرام فرما ہیں۔

آپ کے انتقال پر حضرت صابر براری (کراچی) جناب جامی مارہروی اور مولانا سید حبیب احمد افق کاظمی سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار العلوم ملتان نے قطعات تاریخ وفات کہے۔ ان میں سے آخر الذکر "افق" اور عزیز کے قطعات درج ذیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عالم دیں مفتی شرع نبی — سید مسعود علی قادری
ماہر تدریس علوم و فنون — واقف اسرار و رموز خفی
حق بکند مغفرتش از کرم — اذن دہد "اُدخلی فی جنتی"
حق رفاقت بمودی او — ختم سخن کن "اُفق کاظمی"
فکر چو کر دم پئے تاریخ نقل — در سن اسلامی وہم عیسوی
درد و مصاریع بگوشم افق — آمدہ از غیب ندائے خفی
شد بسکوں داخل خلد بریں — مفتی با شرع مسعود علی
۱۹۷۳ء — ۱۳۹۳ھ

محترم عزیز حاصل پوری مرحوم نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

دے گئے داغ فراق آج اچانک ہم کو — آہ اک عالم دیں مفتی مسعود علی
ناگہاں آئی اجل ہوگئے آناً فاناً — عازم خلد بریں مفتی مسعود علی
موجزن سینے میں تھا قلزم انوار علوم — تھے اجالوں کے امیں مفتی مسعود علی
اپنے عرفان کی ضو چھوڑ گئے ذہنوں میں — علم کے ماہ مبیں مفتی مسعود علی
بچھ گئی عالم اسلام میں چادر غم کی — کر گئے سب کو غمگیں مفتی مسعود علی
ہوگئے گرچہ نگاہوں سے بظاہر اوجھل — ہیں دلوں میں تو مکیں مفتی مسعود علی
ملنے والوں سے ملا کرتے تھے ہنس ہنس کے سدا — خندہ لب خندہ جبیں مفتی مسعود علی
آج یوں محفل احباب ہے سُونی سُونی — آج محفل میں نہیں مفتی مسعود علی
یاس کے سر سے کہو مصرع تاریخ "عزیز" — واقف راہ یقیں مفتی مسعود علی
۱۳۹۳ھ

1 مفتی سید مسعود علی قادری مضمون نگار مفتی سید شجاعت علی قادری ماہنامہ ترجمان اہل سنت

کراچی مارچ ۱۹۷۳ء سے ماخوذ ہے]

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی

آپ کی ولادت ۲۷، ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ کو مراد آباد (یوپی، انڈیا) کے ایک متوسط خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد جناب محمد صدیق صاحب عمارتی لکڑی کے تاجر تھے۔ مفتی صاحب اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ اسی وجہ سے خاندان والوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے کئی بھائی صغر سنی میں انتقال کر چکے تھے۔ اس لئے آپ کے نانا جان نے منت مانی تھی کہ اگر میری بیٹی کے یہاں اولاد نرینہ زندہ رہی تو میں دین مصطفوی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ زندہ رہے لہٰذا حسب منت آپ کے نانا اور والدین نے زیور تعلیم سے آراستہ کرایا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت جناب منشی شمس الدین صاحب نے فرمائی۔ اس کے بعد آپ کو فخر اسلام، مرجع علماء اعلام، دافع اوھام، فاتح اعدائے رسول انام، صدر الافاضل، بدر المماثل، رأس المفسرین، رئیس المحدثین حافظ قاری مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا گیا۔ استاد محترم کی جوہر شناس نظر نے اندازہ لگا لیا کہ اس ہونہار اور ذہین بچے کی صحیح تعلیم و تربیت ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ لہٰذا استاد مکرم نے نہ صرف از اول تا آخر تعلیم و تربیت سے نوازا بلکہ اپنے پس ماندگان اور اولاد سے یہ فرما کر کہ محمد عمر کی محبت، امانت و دیانت میری آزمائی ہوئی ہے نہ صرف تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو تمام شاگردوں میں ممتاز کر دیا بلکہ سچا اور صحیح جانشین ہونے پر بھی مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

استاذ مکرم کا احترام و ادب: بالکل ابتدائی بات ہے جب کہ آپ کے نانا شیخ کرامت علی صاحب آپ کو لے کر صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے علمی صلاحیت جانچنے کے لئے آپ سے کوئی سوال دریافت فرمایا جس کا جواب مفتی صاحب موصوف اپنی صغر سنی کی وجہ سے درست نہ دے سکے تو صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا یہی تمہارے استاد نے پڑھایا ہے۔ تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ استاد محترم نے تو صحیح پڑھایا تھا مگر مجھے یہی یاد رہا۔ اللہ! اللہ! استاد مکرم کا یہ ادب و احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ الدین ادب

دین سراپا ادب ہے۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا:

ادب تاجیست از لطف الٰہی — بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

درس نظامی کی تکمیل اور دستار فضیلت: تقریباً انیس سال کی عمر شریف میں آپ نے علوم عالیہ اور علوم الٰہیہ کی تکمیل فرما کر سند فراغ حاصل کر لی۔ اس لئے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ جلسہ دستار فضیلت منعقدہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت امام اہلسنت احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے تاج العلماء کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

مسند درس پر آپ کا رونق افروز ہونا: آپ جب اپنی خداداد صلاحیت، ذہانت و ذکاوت کی وجہ سے تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ اور ملکہ کاملہ حاصل کرنے کے بعد استاد محترم کے ارشاد کے مطابق انہیں کے قائم کردہ مدرسہ میں جو اس وقت انجمن اہل سنت و جماعت کے نام سے موسوم تھا (بعد میں اس ادارہ کا نام تبدیل کر کے جامعہ نعیمیہ مراد آباد رکھا گیا) درس وتدریس کی خدمت سرانجام دی۔ یہ سلسلہ تعلیم و تربیت نصف صدی سے زائد عرصے تک جاری رہا اور اس مدت طویلہ میں ہزارہا تشنگان علوم دینیہ کو سیراب فرمایا۔ یوں کہنا چاہیے کہ آپ تمام نعیمی شاگردوں کے استاد مکرم ہیں۔

خدمت افتاء: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کیلئے جہاں قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال عطا فرمایا تھا وہیں آپ کو کتب فقہ میں بھی کمال مرحمت فرمایا تھا۔ اسی نعمت غیر مترقبہ کی بدولت آپ نے نصف صدی سے زائد یعنی آخری عمر تک مسند افتاء کو رونق بخشی۔ اور اسی وجہ سے آپ کو آپ کے استاد مکرم اور دیگر اکابر علماء اہل سنت نے "تاج العلماء" کے لقب سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانبخشد خدائے بخشندہ

اس سلسلے میں ناظرین کے لئے یہ واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں وائس پرنسپل کی جگہ خالی ہوئی تو حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کے بھتیجے اور فرزند نسبتی حاجی عبدالعزیز خاں صاحب نے مفتی صاحب موصوف کو اس جگہ کے لئے راضی کر لیا۔ لیکن جب مفتی صاحب موصوف نے حضرت صدر الافاضل سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا مولانا اگر آپ وہاں ایک کثیر مشاہرہ کی وجہ سے چلے گئے تو یہاں دین کی خدمت کرنے کے لئے کون آئے گا؟

ادھر آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا میاں اگر پتھر بھی ایک جگہ پڑا رہتا ہے تو وہ نشان راہ بن جاتا ہے۔تم نے عمر عزیز کے بیشتر سال اس ادارہ کی خدمت میں صرف کئے ہیں لہٰذا تمہارا یہیں رہنا زیادہ مناسب ہے رہا دنیا کا سوال تو وہ آتی جاتی ہے۔قدرت کو اگر دینا ہے تو یہیں انتظام کرائے گی۔ان مشوروں کے بعد آپ نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

استاد محترم سے والہانہ عقیدت ومحبت: اپنے استاد محترم سے والہانہ عقیدت ومحبت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے مادر علمی اور استاد مکرم کے قائم کردہ ادارہ (دار العلوم نعیمیہ) میں برسوں قلیل مشاہرہ پر درس وتدریس، افتاء واہتمام کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔باوجود اس بات کے کہ برصغیر کے مختلف دینی اور علمی اداروں کی طرف سے آپ کو خطیر مشاہروں کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے کمال استغنا سے ٹھکرا کر استاذ محترم کی محبت و محبت کو فوقیت دی تو دوران درس میں مفتی صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "میں تو جوتیوں میں بیٹھنے کے لائق تھا مگر صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی کفش برداری کا صدقہ ہے کہ میں آج اس مسند درس وتدریس اور رشد وہدایت پر متمکن ہوں"۔اس کے علاوہ اسباق شروع کرانے سے پہلے اپنے استاد محترم کی روح پر فتوح کے لئے ایصال ثواب فرماتے اور اس کے بعد اسباق کا آغاز فرماتے۔اللہ اللہ اس عقیدت ومحبت کی بھی کوئی انتہا ہے۔

شرف بیعت: آپ کو شرف بیعت وخلافت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین، واقف اسرار شریعت و طریقت، ماہر رموز معرفت وحقیقت، شبیہ غوث الاعظم، حضرت سید علی حسین صاحب اشرفی جیلانی قدس سرہ الربانی سے حاصل تھی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری وعلوم باطنی کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔شیخ المشائخ نے فرمایا تھا کہ مولانا نہ آپ کو مشائخ کی طرح عبادت وریاضت اور مجاہدوں کی ضرورت ہے نہ کسی اور عمل کی آپ کی عبادت وریاضت یہ ہے کہ درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہیں۔یہی بہت بڑی عبادت وریاضت ہے۔مگر اس کے باوجود احقر کے خیال میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم لوگوں کو شرف بیعت سے نوازا۔

ذہانت وذکاوت اور قوت حافظہ: قسام ازل نے کسی کو ذہانت کی دولت سے نوازا اور کسی کو قوت حافظہ کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔لیکن مبداء فیاض نے اپنی بے پناہ نوازشوں اور بیکراں عنایتوں سے تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو دونوں نعمتوں سے حصہ وافر مرحمت فرمایا۔تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے علاوہ بے شمار عربی وفارسی کے اشعار بھی آپ کو ازبر تھے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ۔۔۔ ان یجمع العالم فی واحد

حضور اکرم ﷺ سے تاج العلماء کی عقیدت و محبت: اللہ تعالیٰ نے مفتی محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیشار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان خوبیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیارے حبیب ﷺ سے بے پناہ عقیدت و محبت سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ احقر نے بارہا یہ منظر بھی دیکھا کہ تفسیر و حدیث شریف پڑھاتے وقت جب بھی حضور انور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا فرط عقیدت و محبت سے سر جھک جاتا تھا آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ یہی وجہ تھی کہ تنقیص الٰہی اور توہین رسالت پناہی کرنے والوں سے ہمیشہ تہذیب و اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کی اصلاح پر بھرپور توجہ فرمائی۔ اور ہمیشہ درس و تدریس، تحریر و تقریر کے ذریعہ شان الٰہی اور احترام رسالت پناہی سے مسلمانان اہلسنت کے قلوب و اذہان کو منور فرمایا۔ بقول شاعر مشرق:

محمد از تو میخواہم خدارا ۔۔۔ خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

برادر گرامی حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی کے بیان کے مطابق حج بیت اللہ کی حاضری سے قبل بھی جب کہ فقہ و حدیث کی کتابوں سے کتاب الحج پڑھاتے تو وہاں کے مناظر کی ایسی منظر کشی فرماتے جیسے کہ آپ نے یہ مقامات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حاجی احمد حسین صاحب جو مفتی صاحب کے حج پر جانے سے قبل ایک مرتبہ تنہا اور ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل کے ساتھ سفر حج کی سعادت حاصل کر چکے تھے، کہتے تھے مولانا آپ تو ایسی منظر کشی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان مقامات کی زیارت کی ہے۔ یہ سن کر مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے حاجی صاحب جب میں پڑھاتا ہوں تو میں بظاہر یہاں ہوتا ہوں لیکن میرا دل وہیں رہتا ہے۔

سفر حرمین شریفین: آپ دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ایک مرتبہ ۱۹۳۸ء اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۳ء میں۔ پہلا سفر حج ہندوستان سے جس میں استاذ محترم صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی معیت کا شرف حاصل ہوا اس کا کئی مرتبہ بطور تحدیث نعمت احقر اور دوسروں کے سامنے تذکرہ فرماتے تھے۔ اور دوسری مرتبہ جب پاکستان سے اس مبارک سفر پر تشریف لے گئے تو راقم الحروف کو آپ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ احقر نے ان گنہگار آنکھوں سے تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جو جذب و کیف اور وجد و سرور کا عالم دیکھا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا مکہ مکرمہ میں اور دیگر مقامات پر مناسک حج ادا کرتے ہوئے اگر تصویر حیرت نظر آئے تو مدینہ طیبہ میں

آپ کو بارگاہ نبوت و رسالت میں پیکر ادب و احترام پایا صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے آنکھوں کو پرنم اور زبان کو التجا کناں پایا۔ اللہ! اللہ حضور اکرم ﷺ سے ادب و احترام کا عالم کہ مسجد نبوی شریف میں رسول اکرم ﷺ کے مصلیٰ و محراب میں جب نفل ادا کرنے کے لئے تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوتے ہیں تو آپ اپنا سر مبارک سجدہ کی حالت میں اس جگہ پر رکھتے ہیں جہاں رسول مقبول ﷺ اپنے قدم میمنت لزوم رکھا کرتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ یہ بارگاہ عظمت پناہ وہ ہے جس کے لئے ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی پکار اٹھے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

خطابت: مولائے کریم نے جہاں آپ کو درس و تدریس میں مہارت سے نوازا تھا وہاں آپ کو تحریر و تقریر کی خوبی سے بھی سرفراز فرمایا تھا آپ کی تقریر فصاحت و بلاغت کا احسن و دلنشین مرقع ہوتی تھی۔ مترادف الفاظ اور نادر جملوں کا شاہکار ہوتی تھی۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ کہ مضامین کی آمد ہی آمد ہوتی تھی آورد کو بالکل دخل نہ تھا۔ اسی جوہر کی بنا پر آپ نے برسہا برس تک مراد آباد میں قلعہ والی مسجد میں اعزازی طور پر خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اور پاکستان میں تشریف لانے کے بعد اہلسنّت کی مرکزی جامع مسجد آرام باغ میں تقریباً پندرہ سال تک اعزازی طور پر مسند خطابت کو رونق بخشی۔ آج بھی آرام باغ کے در و دیوار اور جمعہ و عیدین کے اجتماعات میں شریک ہونے والے گواہی دے سکتے ہیں کہ آپ کی تقریر دل پذیر کلام الٰہی، احادیث نبوی اور مسائل فقہی سے پر ہوا کرتی تھی۔

تصنیف و تالیف: آپ کی تحریر بھی بڑی پاکیزہ شستہ اور شگفتہ ہوا کرتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موتیوں کو لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ میرے اس دعویٰ پر دلیل مراد آباد سے مسلسل گیارہ سال تک جاری رہنے والا اہلسنت کا بلند پایہ اور مایہ ناز دینی، علمی اور ادبی مجلّہ "ماہنامہ سواد اعظم" ہے۔ جس کے مدیر ہی نہیں بلکہ سب کچھ حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اکثر پرچوں میں کبھی ایک اور کبھی ایک سے زائد مضامین موصوف کے قلم گوہر بار سے تحریر شدہ ہوتے تھے۔ آٹھ دس پرچے جو احقر کے پاس ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شدھی کی تحریک، سیتارتھ پرکاش کے قرآن کریم پر اعتراضات اور دیگر فتنے جو اس وقت رونما ہوتے ان کا رد کیا جاتا۔ اس دور میں پیش آنے والے ملی مسائل پر بے لاگ تبصرہ کیا جاتا اور دینی مسائل پر تفصیلی بحث کی جاتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی بسیط کتاب تحریر نہیں فرمائی چند رسائل مرتب فرمائے۔ جن میں "تفرقہ اقوام" جو اس دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ جس میں ذات برادری کی لعنت کا سد باب کیا گیا تھا۔ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

درحقیقت ہندوستان میں آپ کو درس و تدریس، افتاء اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے دفتری مسائل

کی وجہ سے اتنا وقت ہی نہ ملتا تھا جو اس کام کے لئے دے سکتے۔ علاوہ ازیں میں نے حضرت مفتی صاحب کو پاکستان میں بہت سے مصنفین حضرات کے مسودوں پر نظر ثانی کرتے دیکھا ہے۔

کنز الایمان اور خزائن العرفان: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ترجمہ قرآن کنز الایمان تحریر فرمایا تو اس کو چھاپنے کا شرف بھی قبلہ مفتی صاحب ہی کو حاصل ہوا۔ اس کو پہلی مرتبہ اپنے نعیمی پریس مراد آباد سے تاج العلماء نے ہی شائع فرمایا۔ اس کے بعد جب صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز مختصر و جامع تفسیر خزائن العرفان کی تحریر میں بھی مفتی صاحب موصوف کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ آپ استاد کے مزاج شناس تھے۔ استاد مکرم کو آپ کی صحیح نویسی اور خوش نویسی پر اتنا اعتماد تھا کہ بے شمار تلامذہ کے ہوتے ہوئے نظر انتخاب تاج العلماء پر پڑی۔ انداز یہ ہوتا کہ صدر الافاضل بولتے جاتے تھے اور مفتی صاحب موصوف لکھتے جاتے اور مختصر سی مدت میں یہ بلند پایہ تفسیر زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قصہ شہود پر آئی۔ اور اب تک عوام و خواص اہلسنت اس سے مستفید ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

یلوح الخط فی القرطاس دھوا وکاتبہ رمیم فی التراب

برصغیر کی تقسیم کے بعد ۱۹۴۸ء میں حضرت محدث اعظم کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس اور حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس کی معیت میں پاکستان تشریف لائے۔ ان حضرات نے یہاں مختلف تبلیغی مراکز قائم فرمائے جو بعض ناگفتہ حالات کی وجہ سے بعد میں بند ہو گئے۔

تقسیم کے بعد آپ نے ہندوستان ہی میں قیام کو ضروری سمجھا اور انتہائی انہماک کے ساتھ دار العلوم نعیمیہ کی خدمت فرماتے رہے چونکہ اہل و عیال ۱۹۵۱ء میں کراچی آچکے تھے اس لئے مراد آباد سے بغداد شریف جانے کے لئے براستہ کراچی سفر اختیار فرمایا۔ کراچی میں قیام کے دوران ہندوستانی حکومت نے سرحدوں پر فوجیں ڈال دی تھی۔ اس لئے اعزہ و احباب کے علاوہ حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی کے اصرار پر ہندوستان واپسی کا ارادہ مضمحل ہوا۔ اور مولانا صدیقی نے مفتی صاحب کو پاکستان میں قیام کی اجازت دلوا کر واپسی کا ارادہ ختم کرادیا۔

مولانا صدیقی نے فرمایا "مفتی صاحب مجھے آپ کے آنے سے اپنے خواب کی تعبیر ظاہر ہوتی معلوم ہو رہی ہے۔ میری دیرینہ خواہش ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کروں جو ایسے مبلغ تیار کرے جو غیر ممالک میں میرے مدد و معاون ثابت ہوں میں اب تک اس سلسلے میں قدم اٹھاتے ہوئے اس لئے ہچکچاتا تھا کہ کوئی قابل اعتبار اور باصلاحیت شخصیت نظر نہ آتی تھی۔ آپ کے تشریف لانے سے میری

مشکل آسان ہوگئی"۔

افسوس ہے کہ مولانا صدیقی چند وجوہ کی بنا پر اس ادارہ کو نہ بنا سکے اور یہ کام بھی حضرت مفتی صاحب کے ہاتھوں انجام پایا۔

مخزن عربیہ بحر العلوم کا قیام: آپ جب کراچی تشریف لائے تو سب سے پہلا کام یہی کیا کہ بالکل بے سرو سامانی کے عالم میں محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء ایک مختصر سی جگہ واقع راپس روڈ عقب جامع کلاتھ مارکیٹ میں درس و تدریس کے لئے دارالعلوم مخزن عربیہ بحر العلوم کا قیام فرمایا۔ (اور تادم وصال جامع مسجد آرام باغ میں خطابت اور مخزن عربیہ بحر العلوم میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات خالصتاً لوجہ اللہ انجام دیتے رہے) دارالعلوم کی تشکیل فرما کر چند طلبہ سے درس نظامی کا آغاز فرمایا اور اس طرح کراچی میں اہلسنت کی معیاری دینی درسگاہ وجود میں آئی فللّٰہ الحمد احقر نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ مفتی صاحب اپنی کبر سنی کے باوجود ایک وقت میں میزان سے لے کر دورہ حدیث تک سولہ سولہ اسباق پڑھاتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد یہ مدرسہ ختم ہوگیا۔

کتابوں کی اشاعت: مفتی صاحب نے کراچی آنے کے بعد نہ صرف درس و تدریس، افتاء اور وعظ و خطابت تک ہی اپنی خدمت کو محدود رکھا۔ بلکہ عوام اہلسنت کو مسلک اہلسنّت سے باخبر رکھنے کے لئے علماء اہلسنت کی تصنیفات اور تالیفات سے روشناس کرانے کے لئے از ہر بک ڈپو قائم فرمایا۔ اردو، سندھی اور گجراتی میں کتابیں شائع کرائیں جن میں ترجمہ کنز الایمان اعلیٰ حضرت، اطیب البیان، الکلمۃ العلیاء، شان حبیب الرحمان، رحمت خدا بسلطنت مصطفیٰ، سوانح کربلا اردو، گجراتی۔ کتاب العقائد اردو و سندھی۔ کشف الحجاب اردو، سندھی، حدائق بخشش قابل ذکر ہیں۔

قید و بند کی آزمائش: خدمت دین انجام دیتے ہوئے کبھی کبھی ابتلاء و آزمائش کی کٹھن اور پرخار وادیوں سے گذرنا پڑتا ہے تاکہ زبانی جمع خرچ کرنے والوں اور خدا اور رسول کے راستے میں سردھڑ کی بازی لگانے والوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیا جائے۔ لہٰذا مفتی صاحب پر بھی ایسا آزمائش کا وقت آیا یعنی ۱۹۵۳ میں تحریک ختم نبوت کے پرآشوب زمانے میں جب کہ سیکڑوں توحید کے متوالوں اور شمع رسالت کے پروانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور ہزاروں نے قید و بند، طوق و سلاسل کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ آپ کی پوری زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ آپ نے کبھی بھی ملکی سیاست میں عملی حصہ نہیں لیا۔ لیکن جہاں تحفظ ناموس رسالت کا موقع آیا آپ نے ہر ممکن طریقے سے جان کی بازی لگا کر اسلام اور عظمت رسول کا تحفظ کیا۔ تحریک ختم نبوت کے موقع پر آپ نے انگریزوں کے خود کاشتہ پودے اور خود ساختہ نبی مرزا پر قرآن و حدیث اور اقوال علماء کی

روشنی میں تنقید کی۔اس وقت کے حکام کو یہ بات بری معلوم ہوئی اقتدار کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔اور اس کے نتیجے میں آپ کو حق گوئی کی سزا کراچی سینٹرل جیل میں قید و بند کی شکل میں دی گئی۔جس کو آپ نے شانِ نبوت اور ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں تمغہ ونجات و سعادت خیال کرتے ہوئے قبول فرمالیا اور کم و بیش ایک ماہ تک قید و بند کی تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں ایک رات خواب میں اپنے استاذ محترم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔استاد مکرم کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگالیا اور رفقاءِ جیل سے فرمایا کہ اب عنقریب اس قید و بند سے رہائی نصیب ہونے والی ہے۔اور ایسا ہی ہوا کہ ابھی اس خواب کو دیکھے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک دن اچانک پروانہ رہائی آیا اور آپ کو باعزت رہا کر دیا گیا۔اس وقت قبلہ مفتی صاحب کے حال پر یہ شعر صادق آتا ہے:

خون نکردہ ایم کے رانہ کشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

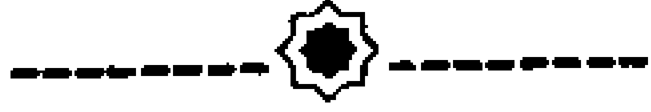
وصال: اب وہ منزل اور وہ وقت بھی آ گیا جس سے ہر ذی روح کو گذرنا ہے لہٰذا اسی قانون کے مطابق تاج العلماء، جانشین صدرالافاضل، مفتی محمد عمر نعیمی کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوتی ہے اور روز بروز ضعف و اضمحلال بڑھتا گیا تا آنکہ وہ وقت موعود بھی آ ہی گیا۔تقریباً ۷۴ برس کی عمر شریف پاکر یہ آفتاب علم و فضل، بروز جمعرات ۲۳، ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۷، مارچ ۱۹۶۶ء کو غروب ہوا۔آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر تھوڑی سی دیر میں پورے کراچی میں پھیل گئی۔دوسرے دن پورے پاکستان اور دوسرے ممالک میں پہنچ گئی، نماز جنازے میں ہزاروں افراد اشکبار شامل ہوئے۔

آپ کا جنازہ جلوس کی شکل میں آپ کے دولت کدہ سے اٹھایا گیا۔صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے عیدگاہ ناظم آباد نمبر ۳ پٹرول پمپ لایا گیا۔اور اس وسیع و عریض میدان میں ہزار ہا افراد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔نماز جنازہ کے فرائض آپ کے خلف اکبر مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب نے انجام دیئے۔اس کے بعد آپ کے جنازے کو، مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔پڑھتے ہوئے مسجد دارالصلوٰۃ جو کہ آپ کے دولت کدے سے قریب ہے اور جس میں ایک عرصے تک لوجہ اللہ امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے اس سے متصل ہی آپ کی تدفین کی گئی۔آج بھی آپ اپنے مرقد اقدس میں زبان حال سے مترنم ہیں۔

بعد وفات تربت ما در زمین مجو   در سینہ ہائے عارف مردم قرار ما

[الحاج حضرت علامہ جمیل احمد صاحب نعیمی مدظلہ نے اپنے استاذ محترم کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کی ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں]

ہائے افسوس! مسجد دارالصلوٰۃ (نزد گجر نالہ، ناظم آباد) جس میں آپ بر .. ں سے امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اب اس پر دیوبندیوں کا قبضہ ہے۔ اسی طرح .. سلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد اور جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر کی متصل مساجد پر بھی قبضہ گروپ کا قبضہ ہے۔



استاذالعلماء مولانا مفتی محمد محمود الوری

استاذالعلماء مولانا محمد محمود الوری بن حضرت مولانا رکن الدین الوری مجددی ۵، ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء شب جمعۃ المبارک انڈیا کی ریاست راجستھان کے ایک بڑے شہر "الور" میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ھدایۃ النحو تک عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا رکن الدین سے اور گلستان بوستان تک فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد مولانا فرید الدین سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے اجمیر شریف گئے وہاں "مدرسہ معینیہ عثمانیہ" میں قطبی، شرح جامی اور شافعیہ وغیرہ پڑھیں۔ بعد ازاں آپ دہلی چلے گئے، وہاں مدرسہ عالیہ فتحپورہ میں حضرت علامہ برکات احمد ٹونکی کے نامور شاگرد مولانا عبدالرحمٰن کے ہاں منطق میں صغریٰ، کبریٰ، المرقات، شرح تہذیب قطبی، میر قطبی اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ تک پڑھا۔ دوسرے اساتذہ سے شرح جامی، شرح وقایہ، اور مختصر المعانی وغیرہ کا درس لیا۔ پھر بھوپال گئے اور مدرسہ احمدیہ میں مولوی محمد حسن جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کے تلمیذ تھے ان سے کتب احادیث مشکوٰۃ، جامع ترمذی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد پھر اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں اصول فقہ میں نورالانوار، انوار حسامی، تلویح علی التوضیح، علم کلام میں شرح عقائد مع خیالی ادب میں سبعہ معلقہ، مقامات حریری، اور دیوان متنبی تفسیر میں مدارک اور جلالین، حدیث میں پھر دوبارہ صحاح ستہ، منطق میں رسالہ میر زاہد ملا جلال، ملا حسن، حمد اللہ، اور قاضی۔ ریاضی میں اقلیدس تصریح اور ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء کو مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے صدر مدرس صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) نے سند الفراغ عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ اپنے خسر حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی (والد پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد) سے علم فرائض وعلم توقیت میں مہارت حاصل کی۔ دہلی میں حکیم اجمل خان کے استاد حکیم جمیل الدین بانی طبیہ کالج دہلی کی خدمت میں حاضر ہو کر طب کی ادق اور اعلیٰ کتب کا درس لیا اور ۲۵، شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء کو سند تکمیل حاصل کی۔

بیعت وخلافت: بعد فراغت اپنے والد ماجد اور الور کے نامور عالم دین و شیخ طریقت مولانا رکن الدین انصاری الوری (مؤلف رکن الدین) کی صحبت اختیار کی، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں خلافت سے نوازے گئے۔

پاکستان میں قیام: ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت راجپوتانہ میں زبردست فساد پھوٹ پڑے تھے، چنانچہ آپ نے الور سے دہلی منتقل ہوئے، آپ کا عظیم خاندانی کتب خانہ جو علمی نوادرات سے معمور تھا، فسادات کی نذر ہوگیا۔ دہلی میں قیام کے لئے کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ یہ سرزمین بھی فسادات کے شعلوں کی لپیٹ میں آگئی اور یہاں کی وسیع وعریض فضائیں مسلمانوں کے لئے تنگ ہوگئیں۔ چنانچہ یہاں سے پاکستان نقل مکانی کر کے آگئے اور حیدرآباد سندھ میں محلہ ہیرآباد میں قیام فرمایا۔

خطابت: آپ نے بعد سند الفراغ سات برس الور کی جامع مسجد میں درس قرآن دیا اور نماز جمعہ میں خطبہ دیا۔ پاکستان تشریف لانے کے بعد حیدرآباد شہر میں واقع تاریخی مساجد، جامع مسجد مائی خیری محلہ فقیر جو پڑ اور مدینہ مسجد میں ایک عرصہ تک درس قرآن دیا۔ محلہ ہیرآباد میں اپنی رہائش گاہ کے قریب آزاد میدان کے نام سے زمین کا ایک وسیع وعریض قطعہ تھا وہاں مسجد شریف کی بنیاد رکھی جو کہ ایک نیک سیرت انسان حاجی محبوب الٰہی صاحب (مالک سندھ ٹینریز لمیٹڈ ٹنڈو یوسف حیدرآباد سندھ) نے زرکثیر صرف کر کے شاندار مسجد تعمیر کرادی جو کہ اب "جامع مسجد آزاد میدان" کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں ہر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے لیکن بعد میں اب تک یہ مسجد دیوبندیوں کے قبضہ میں ہے۔

جامعہ مجددیہ کا قیام: جامع مسجد آزاد میدان ہیرآباد شہر حیدرآباد کے وسط میں ہے اپنے والد و مرشد کی یاد میں مسجد شریف کے متصل ایک پرشکوہ مدرسہ "رکن الاسلام جامعہ مجددیہ" تعمیر کرایا۔ بقیہ زندگی اس دارالعلوم کی ترقی و تعمیر، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تعمیر انسانیت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دارالعلوم کے فضلاء آج بھی دین اسلام کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- صاحبزادہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر (رکن قومی اسمبلی، حکومت پاکستان)
- مولانا حافظ سعید احمد

تصنیف وتالیف: تصنیف وتالیف کے شعبہ میں بھی آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

- بہار مثنوی۔ حضرت مولانا روم کی مثنوی شریف سے منتخب حکایات پر سبق آموز فوائد عصر حاضر کے حالات کے مطابق لکھے گئے ہیں۔

- کتاب الصیام
- مصباح السالکین فی احوال رکن الملت والدین۔ اپنے والد ماجد مولانا رکن الدین کے حالات رقم فرمائے۔
- کتاب الحج
- کتاب الزکوٰۃ

آپ نے بعض حضرات کوخلافت سے نوازا،ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

خلفاء: حکیم مشتاق احمد مرحوم (کراچی)، حکیم احمد حسین، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)، پروفیسر حافظ محمد مقصود احمد (خیر پور میرس)، مولانا احمد خان (لطیف آباد)، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مفتی محمد ظفر احمد دہلوی وغیرہ۔

اولاد:

آپ کو دو بیٹیاں اور ایک بیٹا مولانا ڈاکٹر محمد زبیر نقشبندی (مہتمم رکن الاسلام) تولد ہوئے۔

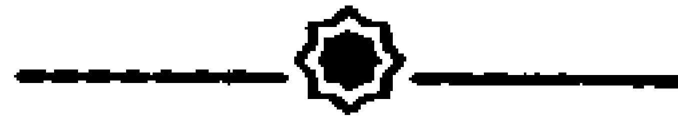
عادات وخصائل: آپ سادہ کھاتے سادہ پہنتے اور سادہ طبیعت کے مالک تھے، "استغناء اور بے نیازی" کی حسین تصویر تھے۔ ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ حضرت! اگر اجازت ہو تو آپ کے اس حجرہ کی پیائش کرا کے اس کے ناپ کا ایک عمدہ قالین پیش کروں۔ اپنے فقیرانہ حال میں مست رہنے والے اس فقیر بوریہ نشین کی شان استغناء نے یہ گوارا نہ کیا اور بڑی بے نیازی سے ان کی اس شاہانہ پیش کش کو یہ فرماتے ہوئے حقارت سے ٹھکرا دیا کہ "ہم تو اس اپنے پھٹے پرانے بوریہ میں خوش ہیں ہمیں اس دنیوی شان وشوکت کی کوئی ضرورت نہیں یہ زیبائش خدا آپ کو مبارک کرے"۔

سیٹھ ولی محمد اکبر جی آپ کا مرید تھا، وہ کہتے تھے آج تک میری آنکھوں نے ایسا بے نیاز پیر نہیں دیکھا۔ آج کے پیر تو ایسے ہیں کہ اگر کوئی دولت مندان کا مرید ہو جائے تو پھر پیر صاحب الٹے اس کے مرید ہو جاتے ہیں اور رات دن اپنے اس مرید کے پیچھے پھرتے رہتے ہیں لیکن یہ کیسا پیر ہے کہ جب میں ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا ہوں اس نے کبھی میرے گھر کا رخ بھی نہیں کیا۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

وصال: آپ نے ۱۲، شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۲، اپریل ۱۹۸۷ء ضلع قصور (پنجاب) میں پریم نگر اسٹیشن کے قریب گھینا کی کے مقام پر رحلت فرمائی۔ جہاں آپ ہر سال قوم میوات سے

تعلق رکھنے والے اپنے مریدین کو فیضیاب کرنے کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔آپ کے جسد مبارک کو دوسرے روز حیدرآباد سندھ لایا گیا۔آپ کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی۔آپ کا مزار شریف حیدرآباد میں جامشورو روڈ پر لب سڑک راجپوتانہ ہسپتال کے قریب مسجد شریف کے ساتھ واقع ہے۔مزار سے متصل جامعہ اسلامیہ کی تعمیر جلد شروع کی جانے والی ہے۔سالانہ عرس نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔(ماخوذ: یادِ محمود مطبوعہ کراچی)



استاذالعلماء مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی

استاذالعلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں بن عبدالجلیل خان بن اسمٰعیل خان لودھی جولائی ۱۹۲۰ء میں ضلع علی گڑھ کی مشہور ریاست دادوں سے ملحق موضع کھریری میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔عمر چھ روز ہی ہوئی کہ والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔دادا صاحب نے پرورش میں حصہ لیا۔لیکن وہ بھی جلد ہی رخصت ہوگئے جس کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنی ننھیال "مارہرہ شریف" تشریف لے آئے یہاں آکر والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں۔ابھی آپ عمر کے اس حصہ کو نہ پہنچے تھے کہ جہاں نیک و بد کا شعور ہو۔چنانچہ چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔مفتی صاحب موصوف مارہرہ شریف (ضلع ایٹہ، انڈیا) کے محلہ کمبوہ میں افغان روڈ پر اقامت پذیر ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مارہرہ کے دستور کے مطابق آپ نے بھی انگریزی تعلیم حاصل کی اور اوائل ۱۹۳۴ء میں انگریزی مڈل اچھی پوزیشن میں پاس کیا۔(سنی بہشتی زیور) مفتی صاحب مارہرہ شریف میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمانے کے بعد پھر اپنے مولد "دادوں" تشریف لے آئے اور مکمل تعلیم کے لئے نواب ابوبکر خان شروانی کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں ۱۳۵۴ھ/ ۹، مارچ ۱۹۳۵ء کو داخل ہوئے اور آخر تک وہیں رہے، دورہ حدیث شریف تک صدر الشریعہ فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی (مؤلف بہار شریعت) سے پڑھا ۱۹۴۵ء میں فارغ ہوئے۔مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے سند حدیث عطا فرمائی۔آپ کی سند حدیث کا سلسلہ مفتی امجد علی اعظمی کی وساطت سے بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی تک اور مارہرہ شریف کے قطب سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (امام احمد رضا خان کے پیر و مرشد) کے واسطے سے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔سند حدیث کے علاوہ مفتی صاحب کے پاس سند قرآن بھی تھی جس کا سلسلہ اکتیس (۳۱) واسطوں سے ساتوں قراۃ میں حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین، حضرت سیدنا علی

المرتضیٰ حیدر کرار، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے توسط سے حضور پرنور سید عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یہ سند آپ کو مرشد گرامی اولادِ رسول سے عطا ہوئی۔

بیعت و خلافت: زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۸، ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء میں تاج العلماء حضرت مولانا الحاج سید اولادِ رسول محمد میاں قادری قدس سرہ (رحلت ۱۳۷۵ھ) سجادہ نشین مارہرہ شریف کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

حضرت اولادِ رسول کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب برکاتی نے حضرت کے ایماء پر مفتی خلیل خاں کو سند خلافت عطا فرمائی۔ اس طرح آپ اولادِ رسول کے خلیفہ قرار پائے اور اسی لئے برکاتی کہلاتے تھے۔ حضرت جامع المعقول و المنقول شیخ طریقت علامہ الحاج مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ نے سلسلہ قادریہ رضویہ میں خلافت سے نوازا۔

پاکستان میں قیام: فراغت کے بعد آپ مارہرہ شریف میں رہے اور حالات کی کشاکش کی بناء پر ترک وطن کر کے ۲۳، شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ میر پور خاص اور پھر کراچی میں ایک سال تک رہے۔ بعد ازاں آپ نے ایک پیر بھائی حاجی محمد عمر صاحب برکاتی مرحوم کے مشورے پر حیدرآباد (سندھ) منتقل ہو گئے، جہاں حاجی صاحب موصوف نے مفتی صاحب کے لئے ایک مکان حاصل کر لیا تھا۔

احسن البرکات کا قیام: جولائی ۱۹۵۲ء میں سید جعفر حسین شاہ صاحب مرحوم کی نگرانی و سرپرستی میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی۔ دارالعلوم حیدرآباد شہر کے وسط میں ہوم اسٹیڈ ہال کی چاڑی پر آج بھی عروج پر ہے اور علم کے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے جہالت کی تاریک رات میں علم کی روشنی ہر سو عالم میں بکھیر رہا ہے۔

خطابت: تعلیم سے فراغت پاتے ہی تدریس و تبلیغ کے امور سونپ دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تنہا اور مرشد گرامی کی معیت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کئی شہروں کے تبلیغی دورے کئے، کچھ عرصہ میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت فوجی مبلغ بھی فرائض انجام دیئے۔ فراغت کے چار سال بعد ۲۹ سال کی عمر میں مرشد گرامی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے دارالافتاء میں اہم ذمہ داری دے کر منصب افتاء پر بٹھا دیا جہاں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔

دوران قیام کراچی میں جامع مسجد کھتری، میٹھادر میں بھی خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے تقریباً دس سال سے زیادہ عرصہ تک آپ کی تفسیر نشر ہوئی، جس کے مسودات، ریڈیو پاکستان

کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ بہت سے مختلف مواقع پر آپ کی تقریر اور مذاکرات بھی نشر ہوئے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- احسن العلماء حضرت علامہ حسن میاں برکاتی
- صاحبزادہ مولانا مفتی ابو حماد احمد میاں برکاتی مہتمم دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
- مفتی غلام محمد قاسمی مہتمم دارالعلوم غوثیہ قاسمیہ کوئٹہ
- مفتی محمد وارث قاسمی مہتمم دارالعلوم قاسمیہ خضدار
- مولانا صوفی رضا محمد عباسی شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
- مولانا حافظ سعید احمد قادری مدرسہ غوثیہ رضویہ سعیدیہ بکرا منڈی حیدرآباد
- مولانا قاری خیر محمد قاسمی خطیب جامع مسجد شیخ زید لاڑکانہ
- مولانا مفتی عبدالرحمٰن قاسمی صدر مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ
- مولانا محمد حسن قلندرانی قاسمی خطیب صدیق اکبر مسجد تلک چاڑی حیدرآباد
- علامہ ہدایت اللہ عاریجوی لاڑکانہ

تصنیف و تالیف: مفتی صاحب نے تقریباً ۵۸ تصانیف و تراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے نصف شائع ہو چکی ہیں ان میں سے بعض کتب کے اسماء درج ذیل ہیں۔

- خلاصۃ التفاسیر (جلد اول ۱/۶ پارے) مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ رضویہ حیدرآباد
- الفتاویٰ الخلیلیہ المعروف احسن الفتاویٰ (ساڑھے تین ہزار سے زائد فتاویٰ کا مجموعہ)
- نور علی نور ترجمہ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف از: حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ العزیز کا خوبصورت اردو ترجمہ جس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے فوائد و مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ (مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور سن اشاعت ۱۴۰۳ھ)
- سنی بہشتی زیور (۱تا ۸ حصے مکمل) — مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور
- ہمارا اسلام (مکمل نو حصے) — مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور
- ترجمہ سبع سنابل حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ — مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور
- عقائد الاسلام شیخ ولی اللہ محدث دہلوی — مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور
- تفسیر سورہ نور المعروف چادر اور چاردیواری — مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور
- شرح فیصلہ ہفت مسئلہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
- معراج المومنین
- حکایت رضویہ

- ہماری نماز
- الصلوٰۃ
- روشنی کی طرف (ترجمہ: المنقد من الضلال از: امام غزالی)
- موت کا سفر شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (ترجمہ: المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد)
- خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار۔ عنایت اللہ مشرقی کی خاکسار تحریک کے چوبیس نکات کی گرفت شدید
- دس عقیدے۔ امام احمد رضا خان بریلوی
- جمال خلیل دیوان (مجموعہ کلام)
- بہارنسواں (خواتین کی نماز مع مسائل)
- اسلامی گفتگو

شعروشاعری: مفتی صاحب حضور اکرم ﷺ کی یاد میں ان کی مدحت سرائی کرتے ہوئے نعتیہ شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، آپ کا نعتیہ دیوان "جمال خلیل" کے نام سے مطبوعہ ہے اور آپ کا تخلص خلیل ہے۔

سفرحرمین شریفین: آپ نے ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ ادا فرمایا اور روضہ حضور پرنور ﷺ پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔

اٹھارہ سال کے بعد جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ/ اپریل ۱۹۸۲ء کو ہندوستان کا تبلیغی دورہ کیا۔

شادی واولاد: آپ نے ۴، ربیع الاخر ۱۳۶۷ھ/ بمطابق ۱۵، فروری ۱۹۴۸ء کو سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ میں منشی حبیب احمد خان کی دختر نیک اختر نعیم جہاں سے شادی کی۔ جن سے آپ کو سات بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولانا مفتی احمد میاں حافظ برکاتی قادری ہیں مدرسہ کے مہتمم اور والد صاحب کے جانشین ہیں۔

تحریک پاکستان: آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان کا دور حضرت مفتی صاحب کے شباب و جوانی کا دور تھا۔ آپ مارہرہ شریف اور اس کے گردو نواح میں ہونیوالے مسلم لیگ کے جلسے جلوس میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ مسلم لیگ کا پرچم اٹھائے ہوئے جلوسوں کے آگے آگے چلتے تھے، کانگریس اور کانگریسیوں کا اپنی تقاریر میں ہمیشہ رد فرماتے اور یوں حصول پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

زمانہ طالب علمی میں جب کہ (کانگریسی بیلچہ) "خاکسار تحریک" زوروں پر تھی اور اس کا ہر سو چرچا کیا جارہا تھا جگہ جگہ شہر شہر اس تحریک کے کنوینئر اور اراکین گشت کررہے تھے، اکابر علماء، قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا۔ گمراہ کن لٹریچر کی بھرمار تھی، اس دور میں مفتی صاحب نے اس تحریک کے چوبیس نکات کی شدید گرفت کی اور ان کے رد میں رسالہ "خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار" تحریر فرما کر قوم کو خبردار کیا اور ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔ (خلیل العلماء ص ۱۸)

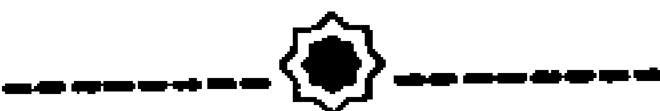
عادات وخصائل: مفتی صاحب، زمانہ کے ظاہری نمود ونمائش سے بہت متنفر رہتے۔ اپنی تعریف و ستائش (خودستائی) بالکل ناپسند تھی۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، غرور تکبر سے بہت دور، سادگی، علم سے محبت اور درس وتدریس میں بے حد محنت آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ نفاست پسند تھے لباس عمدہ اور صاف ستھرا زیب تن فرماتے تھے۔

مولانا محمد حسن قلندرانی اپنے استاد محترم کے متعلق لکھتے ہیں: حضرت انتہائی متقی پرہیزگار انسان تھے، ظاہری اور باطنی اعتبار سے آپ کی ذات گرامی قابل تقلید تھی، حدیث پاک پڑھاتے ہوئے وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً تازہ وضو فرماتے پھر اسباق جاری فرماتے۔ بندہ نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی گالی یا ایسا نازیبا لفظ کسی کو کہتے نہیں سنا۔ آپ کئی دنوں سے بہت علیل تھے ایک، روز راقم آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ حضرت ایک چھوٹے کمرہ میں استراحت فرمارہے تھے، ہمیں دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سلام وکلام کے بعد ہم طلباء پاؤں کو دبانے لگے۔ چند منٹ کے بعد آپ بے چین سے ہو گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: بیٹا! مجھے معاف کرنا ممکن ہے میں نے تمہیں کبھی ڈانٹا ہو۔ ہم نے عرض کیا حضرت! آپ تو ہمارے والدین سے بھی بڑھ کر ہمارے لئے عظیم ہیں آپ ہمارے استاد ہیں آپ ہمیں معاف کریں ہم سے ضرور کوتاہیاں ہوئی ہوں گی۔ (مجلہ خلیل علم ص ۸۸ گولڈن جوبلی)

مفتی صاحب اپنی رائے میں بڑے صائب تھے ایک بار جو قول فرمادیا کبھی اس سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی، امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ سے آپ کو والہانہ انسیت ومحبت تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں جگہ جگہ رضویت کی تازہ بہار دکھائی نظر آتی ہے۔ (سنی بہشتی زیور)

ایک مرتبہ حجام بال بنانے آیا تو مدرسے میں پانی نہ تھا حجام نے کہا ''میں مسجد سے پانی لے آتا ہوں'' فرمایا کہ نہیں مسجد کا پانی مسجد ہی میں استعمال کرنا چاہیے، اس لئے تم مسجد سے پانی نہ لاؤ بلکہ کل آنا کل مدرسے میں پانی ہوگا۔ (خلیل العلماء)

وصال: حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی نے ۲۸، رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۸، جون ۱۹۸۵ء وقت مغرب ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت مفتی محمد وقار الدین قادری، نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ۲۹، رمضان شریف کو ظہر کے وقت عارف کامل والئی حیدرآباد حضرت سخی سید عبدالوہاب شاہ جیلانی قدس سرہ کی درگاہ عالیشان کے صحن میں آپ کو مدفن نصیب ہوا۔ (موت کا سفر)



عالم ربانی مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی

مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی کی ولادت ۱۱، ربیع الاول ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت صبح صادق بمقام قندھار شریف ضلع ناندیڑ ریاست حیدرآباد دکن (انڈیا) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا غلام جیلانی ہے۔ جو بڑے عالم اور صوفی باصفا تھے ان کی تمام عمر خطابت و امامت میں بسر ہوئی۔ آپ کے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے اچھے اور گہرے تعلقات تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے، جامع مسجد سید معصوم شاہ بخاری پولیس چوکی کھارادر میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور اکثر میمن برادری کے افراد کو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پاک تجوید سے پڑھایا، آپ کا مزار شریف کراچی میں میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

قاری صاحب نے بعمر ۱۴ سال ۱۳۵۰ھ میں اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا اور آپ کے والد کے دوست حضرت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر آپ کی دستار بندی فرمائی۔ ان دنوں مولانا عبدالعزیز مبارکپوری مدرسہ معینہ عثمانیہ اجمیر شریف میں زیر تعلیم تھے۔ قاری صاحب نے اسکول میں ساتویں جماعت پاس کرنے کے بعد مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بعمر ۱۷ سال ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو۔ پی انڈیا) میں داخلہ لیا اور وہاں آٹھ سال تک زیر تعلیم رہے۔

۱۹۴۳ء میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ قصبہ مبارکپور کے دارالعلوم اشرفیہ سے بعض اختلافات کی وجہ سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو حضرت قاری صاحب بھی اپنے استاد محترم کے ساتھ جامعہ عربیہ ناگپور میں منتقل ہو گئے۔ اسی جامعہ میں فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

قاری صاحب کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری
- حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی
- صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی
- مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری
- مولانا ثناء اللہ اعظم گڑھی
- مولانا غلام جیلانی صدیقی (والد صاحب) وغیرہم

کتب متداولہ کی تکمیل کے بعد آپ علوم باطنی کی تحصیل و تکمیل کی جانب متوجہ ہوئے

بیعت وخلافت: اور آپ نے جامع شریعت و طریقت حضرت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) سے بیعت کی اور تیزی کے ساتھ منازل سلوک طے کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصہ میں

منزل تکمیل و کمال تک جا پہنچے۔ چنانچہ ایک دن آپ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ محفل نعت میں بیٹھے تھے کہ پیر و مرشد نے آپ سے نعت سنانے کی فرمائش کی آپ نے بڑے سوز و گداز کے ساتھ عارف باللہ مولانا جامی قدس سرہ کی فارسی نعت شریف پڑھی۔ اور اس شان سے نعت سنائی کہ تمام حاضرین پر عالم سوز و گداز میں وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ اس پر حضرت علامہ امجد علی اعظمی قادری رضوی نے اسی مجلس میں خلعت خلافت سے نواز کر اپنا خلیفہ بنالیا۔

اس کے علاوہ آپ کو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رضوی سے بھی خلافتیں عطا ہوئیں۔

شادی خانہ آبادی: آپ کی شادی خانہ آبادی ۲۴ سال کی عمر میں فاروقی قاضی خاندان میں انعقاد پذیر ہوئی۔ جس سے آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ دوسری شادی ۳۰ برس کی عمر میں بمقام جبل پور میں صوفی محمد حسین عباسی کی صاحبزادی سے منعقد ہوئی۔ جس سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہیں۔

1- صلاح الدین صدیقی
2- مصباح الدین صدیقی
3- معین الدین صدیقی

تینوں صاحبزادے فی الحال سعودی عرب کے شہر جدہ میں مقیم ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

پاکستان میں تشریف آوری: تقسیم ملک و قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے ۱۹۴۹ء میں کراچی تشریف لائے۔ ابتداء میں آپ کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ گاڑی کھاتہ میں مقیم رہے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ اخوند مسجد کھارادر میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ۱۹ سال خدمات سرانجام دیں۔ اسی دوران تقریباً ڈیڑھ سال آپ نے مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں فرائض امامت و خطابت سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ میمن مسجد مصلح الدین (کھوڑی) گارڈن میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں آپ نے چودہ سال خدمات سرانجام دیں۔

درس و تدریس: آپ امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم امجدیہ میں تقریباً پندرہ برس تک بطور مدرس بڑی مہارت کے ساتھ درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مولانا محمد حسن حقانی رقمطراز ہیں:

امجدیہ کے ہر طالب علم نے درجہ ثانیہ اور ثالثہ کے بعد قاری صاحب سے ضرور پڑھا ہے۔ ان

میں سے چند نام درج ذیل ہیں:۔

پروفیسر ڈاکٹر مولانا عبدالباری صدیقی ملیر اٹھٹھہ۔

- مفتی احمد میاں برکاتی حیدرآباد۔
- مفتی عبدالعزیز حنفی کراچی
- مولانا حبیب احمد مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی
- قاری مقصودالاسلام سابق خطیب وارثی جامع مسجد حسرت موہانی کالونی منگھو پیر روڈ کراچی

زیارت حرمین شریفین وادائیگی حج: آپ نے ۱۹۵۴ء میں پہلا حج ادا فرمایا۔ اس سفر حج میں عبدالشکور مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس حج کے دوران جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ سے پہلی مرتبہ آپ کی ملاقات ہوئی۔ مولانا ضیاء الدین مدنی آپ سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور قاری صاحب کو ساتھ لے کر سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دی، بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حضور نذرانہ عقیدت وسلام عرض کیا۔ قاری صاحب نے اپنی حیات دنیوی میں بارہ (۱۲) مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لئے سفر کیا، یعنی آپ نے کل بارہ حج کئے۔

ہر مرتبہ آپ حج کو روانہ ہونے سے قبل حضرت امام الاولیاء سید علی ہجویری غزنوی المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ الاقدس کے مزار پرانوار پر لاہور ضرور حاضر ہوتے تھے اور فرماتے کہ میرے حج کے لئے ویزا یہیں سے لگتا ہے۔

بغداد شریف حاضری: ۱۹۷۰ء میں سفر حج کے دوران آپ نے سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، مرشد حقانی، پیران پیر دستگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قدس اللہ باسرارہ کے مزار شریف پر حاضری دی اس سفر میں حاجی انور توکل اور جناب پیر عبدالعزیز عرفی ایڈوکیٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

خلفاء: آپ نے مسند رشد وارشاد پر فائز ہو کر سینکڑوں لوگوں کو فیضیاب کیا اور اپنے مریدوں اور محبت یافتہ میں سے دو حضرات کو چن کر انہیں اپنی خلافت سے سرفراز کیا جو کہ آپ کے توسط سے مخلوق خدا کو سیراب کر رہے ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:

1- حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ (خلیفہ، جانشین اور داماد)

2- مولانا عبدالعظیم صاحب قادری مدظلہ (فاضل دارالعلوم امجدیہ، کراچی، حال مقیم بنگلہ دیش)

انہوں نے اپنی حیات دنیوی میں اپنی زندگی کو درس توحید و رسالت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ہر لحہ

اشاعت دین میں مصروف رہے۔ بلا خوف لومۃ لائم اعلائے کلمۃ الحق کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور مذہب مہذب مسلک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ اور فروغ کے سلسلہ میں کوئی دقیقیہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ کی سیرت اور کردار سے صاف عیاں ہے کہ آپ کی نگاہ میں دنیاداروں کی کچھ بھی وقعت نہ تھی۔

آپ نے مال و زر اور مفادات دنیاوی کے حصول کی طرف ہرگز توجہ نہ کی۔ بلکہ ہردم رضائے خدا عزوجل و رضائے مصطفیٰ ﷺ حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ الختصر آپ نے عملی طور پر موجودہ دور کے جاہ پرست و دنیا طلب علماء و مشائخ کو بھی دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کا درس دیا اور اپنے ہر قول و ہر فعل کے ذریعہ

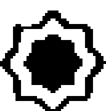
ولا تو طرز تعلق زمرغ آبی جو　　　اگرچہ عرق بہ دریاست خشک پر برخواست

کا مطلب سمجھانے کی جدوجہد کی۔ آپ مقبولیت و محبوبیت کا مقام حاصل کرنے کا طریقہ سکھا گئے اور طلب الدنیا مونث و طالب العقبیٰ مخنث و طالب المولیٰ مذکر، کی تشریح واضح کر گئے۔

انتقال پر ملال: ۷، جمادی الآخر ۱۴۰۳ھ/ بمطابق ۲۳، مارچ ۱۹۸۳ء بروز بدھ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا انتقال اچانک ہوا۔ منگل بدھ کی درمیانی شب بعد نماز عشاء آپ نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی محفل میں شرکت فرمائی۔ یہ محفل میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں منعقد ہوئی تھی۔ اس محفل میں قاری صاحب کے علاوہ بریلی شریف سے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان الازہری صاحب آئے ہوئے تھے اور علامہ شاہ تراب الحق قادری صاحب بھی شریک ہوئے۔

قاری صاحب نے خطاب فرمایا اور دیگر علماء کرام نے بھی تقاریر فرمائی۔ موضوع تھا ''روح اور موت'' اسی بدھ کے دن نماز ظہر کی امامت فرما کر اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور کاٹھیاوار ہال آدم جی نگر میں محفل گیارھویں شریف میں جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ اچانک آپ پر دل کا دورہ پڑا۔ آپ کو بغرض علاج لے جایا جارہا تھا کہ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر راستہ ہی میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے انتقال کے سانحہ کی خبر سن کر سب حیران رہ گئے اور پریشانی و اضطراب کے عالم میں آپ کے مکان پر جمع ہونے لگے۔ بروز جمعرات آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کم و بیش ۳۰ ہزار فرزندان اسلام مصلح الدین گارڈن پہنچ گئے۔ تقریباً ساڑھے دس بجے صبح، نماز جنازہ مفتی اختر رضا خان صاحب نے پڑھائی اور آپ کو مسجد سے ملحق مصلح الدین گارڈن میں سپرد خاک کیا گیا۔

(ماخوذ: عرفان منزل مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء)



خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

خطیب پاکستان، مقرر شیریں زبان حضرت مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی بن حاجی کرم الٰہی شیخ (جو کہ پنجاب کی معزز شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے) ۱۹۲۹ء کو کھیم کرن مشرقی پنجاب (بھارت) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے خاندان سے کھیم کرن سے اوکاڑا (پنجاب پاکستان) منتقل ہوگئے تو یہاں دارالعلوم اشرف المدارس میں شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور بعد میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم دینیہ اور حدیث کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

بیعت: چونکہ آپ کے والد گرامی آستانہ شرق پور شریف (ضلع شیخوپورہ) شیخ طریقت، ولی کامل حضرت میاں شیر محمد صاحب سے شرف بیعت رکھتے تھے اس لئے وہ آپ کو بھی کچھ بڑے ہونے پر اپنے مرشد خانہ لے گئے اور وہاں کے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت میاں غلام اللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی صاحب) کی خدمت میں پیش کیا اور بیعت کرنے کی درخواست کی جس کو آپ نے قبول فرماتے ہوئے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمالیا۔

امامت و خطابت: ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے والد کے ہمراہ کھیم کرن سے اوکاڑا آکر آباد ہوگئے یہاں آنے کے بعد جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں آپ نے نماز جمعہ کی خطابت شروع کردی اور ساتھ ہی ساتھ برلد ہائی اسکول اوکاڑہ میں دینیات کے معلم کی حیثیت سے تدریس کا کام بھی شروع کردیا۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے اصرار پر آپ کراچی تشریف لے آئے اور یہاں کی سب سے بڑی مرکزی مسجد نیومیمن (بولٹن مارکیٹ) میں ایک عرصہ تک بحیثیت خطیب و امام کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد تقریباً تین سال جامع مسجد عیدگاہ میدان (جامع کلاتھ) میں، سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ میں، اور بارہ سال جامع مسجد نور (نزد جوبلی سینما) میں آپ نے اپنی خطابت سے مخلوق خدا کو فیضیاب کیا۔

قیام مدارس: آپ نے علوم مصطفیٰ ﷺ کی نشر و اشاعت کیلئے کراچی میں مختلف مقامات پر مدارس دینیہ اور مساجد اہل سنت قائم فرمائی۔ جس میں ۱۹۶۴ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ (ٹرسٹ) سے ملحق دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم فرمایا۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ (سولجر بازار) جو اب گلستان اوکاڑوی کے نام سے موسوم ہے یہاں ایک قطعہ

زمین پر جو گذشتہ سو برس سے مسجد کیلئے وقف تھا آپ نے اس پر تعمیر مسجد کا آغاز فرمایا اور اسی مقام پر ہر جمعہ خطاب فرمانا شروع کر دیا۔ آپ نے وہاں ایک ٹرسٹ قائم فرمایا جس کا نام گلزار حبیب ٹرسٹ رکھا جس کے آپ بانی اور سربراہ تھے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام آپ نے جامع مسجد گلزار حبیب اور اس سے متصل مدرسہ جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب کے نام سے بنانے کا آغاز فرمایا۔

جامع مسجد بہار مدینہ (لیاقت مارکیٹ ملیر) کا سنگ بنیاد بھی آپ نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا۔

تبلیغی دورے: پاکستان کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو آپ کی خطابت کی سحر انگیزیوں سے مسحور نہ ہوا ہو حتیٰ کے مشرق اوسط اور خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ اور دیگر ممالک میں جلسہ عام میں خطاب کیا۔ لاڑکانہ میں مدینہ مسجد جیلس بازار اور ٹانگہ اسٹینڈ پر جلسوں میں خطاب کیا، عمر کے آخری حصہ میں لاڑکانہ کی سب سے بڑی مسجد جامع مسجد قاسمیہ قدیم عیدگاہ میں کنزالایمان کی اہمیت وانفرادیت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

بے مثال خطیب: آپ کی آواز صاف فصیح و بلیغ، انداز منفرد ہوا کرتا تھا جس موضوع پر بات کرتے عقلی و نقلی دلائل سے بات کو واضح کرنے کا خوب فن جانتے تھے اور بات سمجھانے کا طریقہ اثر انگیز دلپذیر ہوا کرتا تھا۔ میلاد شریف، رجب شریف، گیارہویں شریف، اعراس بزرگان دین اور دیگر مذہبی جلسوں کے علاوہ ماہ محرم میں مجالس ذکر شہادت بالخصوص شب عاشورہ سمیت مذہبی اجتماع میں آپ نے چالیس سال کے عرصہ میں تقریباً اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا جو کہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

یہی خوبیاں ہیں جن کے پیش نظر عوام الناس میں مقبول تھے۔ آج بھی اسی عقیدت واحترام سے ان کی وڈیو وآڈیو کیسٹ سنی جاتی ہیں۔

تحریک ختم نبوت: ۱۹۵۲ـ۵۳ء میں ملک پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف "تحریک ختم نبوت" علماء اہل سنت کی زیر قیادت چلی۔ آپ نے بھی محض حضور سید عالم ختمی مرتبت ﷺ کی عزت و ناموس کیلئے بھرپور حصہ لیا۔ حکومت نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری (ساہیوال) جیل میں رہے۔ اسیری کے ایام میں حضرت مولانا کے دو بیٹے تنویر احمد اور منور احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے بیٹے تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ "بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میرے پاس آپ کے لئے بہت

سی سفارشیں ہیں۔ آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے"۔ مولانا نے جواباً کہا کہ "میں نے عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کیلئے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا۔" اس جواب پر انتظامیہ برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی لگا دی۔ مولانا نے جیل میں صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

قاتلانہ حملہ: مخالف آپ کی تقریروں سے بوکھلانے لگے کیوں کہ ہزاروں بھٹکے ہوؤں کی اصلاح عقائد ہو رہی تھی اس لئے ۱۶، اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڈہ مارکیٹ (لیاری) میں ایک سازش کے تحت اختلاف عقائد کی بنا پر وہابیوں کے کچھ درندوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دوران تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔

انگریزی روزنامہ "ڈیلی نیوز" کا پہلا شمارہ ان ہی دنوں جاری ہوا جس کی بڑی سرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے سول ہسپتال کراچی میں زیر علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر بالخصوص کراچی میں شدید احتجاج ہوا۔

سفر حرمین شریفین: مولانا نے سولہ مرتبہ سفر حج و زیارت روضہ رسول ﷺ اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

تصنیف و تالیف: آپ کی مندرجہ ذیل محققانہ تصانیف ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر قبولیت عام پا چکی ہیں:

- **الذکر الجمیل فی حلیلة الحبیب الخلیل** (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی و ضیاء القرآن پبلشرز لاہور)
- **ذکر الحسین فی سیرۃ النبی الامین ﷺ** (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی و ضیاء القرآن پبلشرز لاہور)
- برکات میلاد شریف (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی و ضیاء القرآن پبلشرز لاہور)
- شام کربلا (مطبوعہ نورانی کتب خانہ کراچی و ضیاء القرآن پبلشرز لاہور)

- امام پاک اور یزید پلید
- ثواب العبادات الی ارواح الاموات
- تعارف علمائے دیو بند۔ درس توحید۔ راہ عقیدت (سفر نامہ)۔ نماز مترجم۔ سفینہ نوح ۲ حصے
- انگوٹھے چومنے کا ثبوت۔ مسئلہ طلاق ثلاثہ۔ نغمہ حبیب (منتخب کلام)۔ نجوم الہدایت۔ مسئلہ بیس تراویح۔ مقالات اوکاڑوی اور راہ حق (ندائے یارسول اللہ) وغیرہ

اولاد: آپ نے ایک شادی کی اس میں سے تین بیٹے تولد ہوئے۔

1- خطیب اسلام مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی: سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جو ماشاءاللہ والد صاحب کے بعد تقریر و تحریر میں اپنے والد کے صحیح جانشین اور شب و روز مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

2- ڈاکٹر محمد سبحانی بلجیئم سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند حاصل کی ہے۔

3- حامد ربانی قلم و ادب سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

وصال: ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ عارضہ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی۔ ۱۹۷۵ء میں دوران سفر دوسری بار دل کا دورہ پڑا اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۲۰، اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزار حبیب میں نماز جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراض قلب میں داخل ہوئے۔ تین دن بعد بروز منگل ۲۱، رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴، اپریل ۱۹۸۴ء کی صبح ۵۵ برس کی عمر میں اذان فجر کے بعد با آواز بلند درود شریف پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۲۵، اپریل کو نشتر پارک کراچی میں شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کی امامت میں ظہر کی نماز کے بعد بے شمار افراد نے خطیب پاکستان کی نماز جنازہ ادا کی۔ اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گلزار حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے اور اس کے بعد مزار کے اوپر ایک عالیشان گنبد بنایا گیا جو کہ مسجد گلزار حبیب (ہولی فیملی ہسپتال سولجر بازار کراچی) کے متصل مرجع عوام و خواص ہے۔

(ماخوذ: شام کربلا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

محترم ابوالطاہر فدا حسین فدا (لاہور) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

اے مبلغ! اے نقیب دیں! خطیب بے بدل! مفتخر تجھ پر نہ ہوں کیوں اہل دیں بے قیل و قال
تابع فرمان حق تھا اور مطیع شرع و دیں قاطع باطل رہا تیرا سدا فضل و کمال
لرز براندام تھا تجھ سے ہر اک باطل پرست اے کہ تیری ہر رگ و پے میں تھا جذب لازوال

ہو شفیعِ حق نوا پرنگہِ فیضانِ و کرم یا شفیع المذنبین! محبوب ربِ ذوالجلال

"داد" سے لکھا ہے "فدا" تو ان کا سال الوداع "خادم ختم رُسل" فرما گئی روح بلال

+۹=۱۹۸۴ء

--------❁--------

مفکرِ اسلام علامہ سید منتخب الحق قادری

مفکرِ اسلام، استاد العلماء والفضلاء، حضرت علامہ سید منتخب الحق قادری بن سید نور الحق ۱۰، جون ۱۹۱۴ء کو گورکھ پور (یو۔ پی) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ والدین کم سنی میں ہی داغ مفارقت دے گئے۔ محترم چچا نے تربیت وتعلیم کی ذمہ داری نبھائی یہی چچا بعد میں آپ کے سسر بھی بنے۔

تعلیم وتربیت: تعلیم کا آغاز اپنے علاقہ سے کیا۔ مختلف علماء ومدارس سے تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے اجمیر شریف (انڈیا) کی نامور دینی درسگاہ "دار العلوم عثمانیہ معینیہ" سے رجوع کیا۔ جہاں علامۃ الہند مولانا الحاج معین الدین اجمیری کی خدمت میں رہ کر علوم عقلیہ ونقلیہ میں سیراب ہوئے۔ آپ کا شمارہ علامہ اجمیری کے نامور وقابل فخر تلامذہ میں ہوتا ہے۔ علامہ اجمیری نے اپنے ہونہار شاگرد مولانا قادری کی استدعا پر ذبیحہ سے متعلق ایک فتویٰ جاری فرمایا جو کہ عرصہ دراز کے بعد "اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کے لئے مقرر کردہ ذبیحہ حلال ہے" کے نام سے بصورت رسالہ رضا اکیڈمی لاہور نے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا ہے۔

خدمات: ۲۸، جولائی ۱۹۴۷ء کو پاکستان آئے اور وفاقی گورنمنٹ اردو کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے منسلک ہو گئے۔ بعد ازاں ملک کی سب سے بڑی یونیورسٹی "جامعہ کراچی" میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پہلے عربک ڈیپارٹمنٹ سے متعلق تھے پھر شعبہ اسلامیات میں تدریس اور تنظیمی خدمات انجام دیں۔

جولائی ۱۹۶۳ء میں کراچی یونیورسٹی کے اس وقت کے عظیم شیخ الجامعہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی مساعی جمیلہ سے جامعہ میں ایک مستقل فیکلٹی " کلیہ معارف اسلامیہ " کے نام سے وجود میں آئی اور اس کے سب سے پہلے ڈین (سربراہ) حضرت مولانا سید منتخب الحق صاحب قادری ہی مقرر ہوئے۔ آپ تقریباً دس سال تک اس شعبے کے رئیس رہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، دار العلوم قادریہ (المرکز القادری) کے پرنسپل اور تادم زیست دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ (پنجاب کالونی) کراچی کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اس

طویل عرصہ میں سیکڑوں طلباء نے اکتساب فیض کیا آج بھی کراچی کے اکثر کالجوں میں اسلامیات کے لیکچرار آپ ہی کے تلامذہ ہیں۔ آپ نے دارالعلوم امجدیہ، دارالعلوم قادریہ اور تادم آخر دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ میں دینی علوم پڑھائے۔

علامہ سید منتخب الحق صاحب قادری علمی اور ادبی حلقوں میں بے حد مقبول اور معروف تھے۔ جن لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ہے وہ دل و جان سے ان کی تمام بیکراں عظمتوں کے قائل ہیں۔ وہ بیک وقت ایک مستند عالم دین، بے بدل مدرس، اصول فقہ کے بے مثل معلم، منطق و فلسفہ کے ماہر، تفسیر و حدیث کے عارف، منفرد اسلوب کے حامل ادیب، شیریں بیاں خطیب، خوش کلام شاعر، وسیع المطالعہ زبردست نقاد، مشہور مذہبی اسکالر اور بہت کچھ تھے، یعنی کسی نے انہیں کے لئے کہا تھا:

تیرا وجود فخر نظام حیات ہے
تو محض ایک ذات نہیں کائنات ہے

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید عبدالقادر گیلانی بانی المرکز القادریہ کراچی سے دست بیعت تھے۔ (بروایت جناب شہریار قدوسی صاحب)

شاعری: شاید بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کہ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، علم جعفر، رمل اور ادب کا یہ جلیل القدر عالم نہایت سادہ اور پاکیزہ شاعرانہ ذوق بھی رکھتا تھا۔ گو ان کا کوئی مجموعہ کلام چھپا تو نہیں تاہم دوران تدریس موقع محل کی مناسبت سے جہاں وہ باکمال شعراء کے خوبصورت شعروں سے اہل مجلس کو محظوظ کرتے وہاں کبھی کبھی اور کہیں کہیں اپنے عام فہم اور دلنواز اشعار سے بھی نوازتے۔ یہ بات ان کے تلامذہ بہت خوب جانتے ہیں اور بہت سے شاگردوں کے پاس ان کے متفرق اشعار نوٹ ہیں۔

تصنیف وتالیف: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ انہیں تادم آخر حالات نے اجازت نہ دی کہ وہ عظیم اور ضخیم علمی و تحقیقی تصنیف یادگار چھوڑتے۔ ان کے وصال سے علم کا گنج گرانمایہ منوں مٹی تلے دفن ہوگیا۔ ان کے مضامین، کتابچے، تقریظات اور حج پر لکھی ہوئی، پی آئی اے کے زیراہتمام چھپی ہوئی کتاب پڑھ کر آپ ان کے طرز تحریر کی خوبیوں کو خود بخود تسلیم کریں گے۔

آپ نے زندگی کے آخری سالوں میں محترم حکمت اللہ صدیقی پیامی مرادآبادی کی تصنیف "سعیٔ اتحاد" پر تقریظ رقم فرمائی اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کا علم غیب، حاضر و ناظر، میلادالنبی، وسیلہ، جسمانی معراج، تعظیم و عظمت رسول کو ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: "محترم پیامی صاحب کی نوازش سے مجھے ان کے تصنیف کردہ کتابچے "سعیٔ

اتحاد" کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ اس کی دلچسپی کی وجہ سے ایک ہی نشست میں اس کے متعدد ابواب کو انہماک کے ساتھ پڑھتا چلا گیا۔ اختلافی مسائل کو اس حسن وخوبی سے بیان کرنا بہت بڑی توفیق الٰہی ہے۔ پیامی صاحب نے اپنی کتاب میں اس امر کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ دلیل و برھان کے قائم کرنے میں قرآن کریم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور اس سلسلے میں انہوں نے ہمارے زمانے کے مشہور متکلم مولانا حافظ محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز استدلال سے بھرپور کام لیا ہے۔" (سعئ اتحاد مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء)

اولاد: آپ کو ۷ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے کا نام سید نعمان الحق اور بڑے صاحبزادے کا نام سید حسان الحق ہے یہ شادی شدہ ہیں اور امریکہ میں ملازمت کرتے ہیں۔ پروفیسر صبیحہ قادری گورنمنٹ کالج برائے خواتین میں شعبہ اسلامیات میں تدریسی فرائض انجام دیتی ہیں اور پی ٹی وی پر بھی کئی بار دینی پروگرام میں تشریف لا چکی ہیں۔ آپ کی صاحبزادی ہیں۔

تلامذہ: چند معروف تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- پروفیسر علامہ حافظ محمود حسین صاحب صدیقی چیئر مین سیرت چیئر جامعہ کراچی
- پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید
- جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (کراچی) سابق چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان
- علامہ مختار احمد قادری صدر مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی
- مولانا محمد صحبت خان کوہاٹی مدرس دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی
- صاحبزادہ امین الحسنات بھیروی مہتمم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا
- مولانا غلام مصطفٰی ہزاروی خطیب جامع مسجد مینارہ، صدر کراچی
- حاجی دوست محمد فیضی صاحب سابق صوبائی وزیر سندھ و مشیر گورنر سندھ
- حافظ محمد تقی صاحب سابق رکن قومی وصوبائی اسمبلی سندھ
- مولانا حافظ احمد بخش صاحب ایم۔ اے
- مولانا محمد طاہر کلہوڑو بخشی غفاری سجادہ نشین الہ آباد کنڈیارو
- مفتی ولی حسن ٹونکی دیوبندی دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی
- مولانا سعید الرحمٰن لیکچرار اسلامیہ کالج کراچی

وصال: شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد منتخب الحق قادری کا ۲۹، مئی ۱۹۸۸ء بمطابق ۱۳، شوال ۱۴۰۸ھ بروز اتوار ۷۵ سال کی عمر میں سہ پہر ۴ بجے امراض قلب کے قومی ادارے میں انتقال ہوگیا۔

دھڑکتے دل، کانپتے ہاتھوں اور چھلکتی آنکھوں سے ہم نے جنازہ اٹھایا دارالعلوم قادریہ (گلشن اقبال حسن اسکوائر) آئے۔ استادالعلماء مفتی ظفر علی نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر سفر آخرت عقیدتوں اور محبتوں، آہوں اور آنسوں، حسرتوں اور ناامیدوں کے ساتھ کراچی یونیورسٹی کے قبرستان کی جانب شروع ہوا۔ شہر خاموشاں پہنچے تو تدفین سے قبل آخری دیدار کے لئے آپ کے صاحبزادے سید حسان الحق نے چہرہ انور سے کفن کا کپڑا اٹھایا، وہ بالکل تروتازہ تھے، پیشانی اقدس پر یوں محسوس ہو رہا تھا، شبنم کے قطرے ہیں، چہرہ مبارک بہت صاف، خوبصورت اور حسین لگ رہا تھا، لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

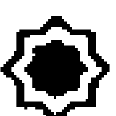
علم کی شمع کو روشن جو کیا کرتے ہیں
زندہ رہتے ہیں ہمیشہ، وہ کہاں مرتے ہیں

(ماخوذ: شعلۂ آواز)

جناب صابر براری (کراچی) نے قطعہ تاریخ کہا:

منتخب صاحب بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے — تھے وہ عالم اور فاضل خوش بیان و خوش کلام
ان کے سب شاگرد ہیں خدمات دیں میں منہمک — اسی طرح جاری رہے گا ان کا یہ فیض دوام
پائیں وہ تبلیغ دین حق کا یہ اجر جزیل — ان کی تربت پہ ہو یارب نور کی بارش مدام
سال رحلت ان کا اے صابر! ملا ہے غیب سے — اب ہیں جنت میں جناب منتخب والا مقام

۱۹۸۸



اُستاذ القراء مولانا قاری محمد طفیل نقشبندی

قاری محمد طفیل نقشبندی بن حاجی عبدالرحمٰن ۱۹۰۵ء کو امرتسر (پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حاجی عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی جماعتی، امیر ملت حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (علی پور شریف ضلع نارووال، پنجاب) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حیدرآباد (سندھ) میں ان کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ جدامجد حاجی اللہ رکھا جنت المعلیٰ قبرستان مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قاری صاحب نے دس سال کی عمر میں ڈیڑھ سال کے مختصر عرصے میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم قاری کریم بخش شاگرد قاری عبدالخالق

سہارنپوری، قاری خدا بخش اور قاری ظفر علی سے حاصل کی۔ روایت حفص قاری عبدالرزاق لکھنوی سے حاصل کی۔ جنگ جرمن (۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۱ء تک) کے عرصے میں قاری صاحب حرمین شریفین میں رہے اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مدرس شیخ حسن بن ابراہیم الشاعر سے روایت حفص کی تکمیل کی۔ آپ اپنے شاگردوں کو روایت امام حفص کی جو سند دیتے تھے وہ انہی کے واسطہ سے حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس سند کا خلاصہ یہ ہے:

"مجھے مدینہ منورہ کے شیخ القراء حسن بن ابراہیم الشاعر نے قرآن پاک پڑھایا۔ انہوں نے شیخ حسن محمد بیّومی سے انہوں نے شیخ محمد سابق سکندری سے، انہوں نے شیخ خلیل مطوبسی سے، انہوں نے شیخ علی ابیاری سے پڑھا اور ان کی سند نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ آپ نے جبرائیل علیہ السلام اور انہوں نے لوح محفوظ سے اور اللہ رب العزت سے حاصل کیا"۔

آپ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک جامع مسجد وزیر خان لاہور میں نائب خطیب اور مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس عرصے میں غازی کشمیر، مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور علامہ مفتی ابوالبرکات سید احمد قادری سے دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔

قاری صاحب نے اردو خطاطی منشی فیض احمد امرتسری سے اور عربی خطاطی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے قاری امین الدین سے سیکھی۔ فیروز سنز کے کاتب منشی عبدالرشید عادل گڑھی کے پاس بھی خط نسخ کی مشق کی۔ حدیث شریف غزالی زماں شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی سے پڑھی۔ قاری صاحب نے قرأت سبعہ مدرسہ فخریہ عثمانیہ مکہ مکرمہ میں قاری محمد اسحاق سے پڑھیں۔ قاری مجیب الرحمٰن سے بھی استفادہ کیا۔ (بقول قاری محمد سلیمان اعوان)، قاری صاحب نے قرأت عشرہ کی تکمیل شیخ حسن بن ابراہیم الشاعر سے کی۔

درس و تبلیغ قرآن:

قاری صاحب نے ابتداً امرتسر میں تجوید و قرأت کی تعلیم کے لئے "مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ" قائم کیا۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک جامع مسجد وزیر خاں لاہور میں رہے۔

۱۹۴۰ء/۱۹۴۱ء میں حرم مکہ شریف میں امام کعبہ ابو سمح مصری اور عبدالرحمن اظہر رئیس المعلمین تراویح پڑھاتے اور مذہب شافعی کے مطابق ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، جب کہ قاری محمد طفیل حنفی مذہب کے مطابق تین رکعت وتر پڑھاتے تھے، نیز ایک قرآن پاک ستائیس راتوں میں سناتے اور ایک تین راتوں میں، حاضرین کا جم غفیر جماعت میں شریک ہوتا۔ ہر روز پیدل چل کر عمرہ کرتے اور ہر روز عصر اور مغرب کے درمیان ایک گھنٹہ حرم مکہ میں تلاوت کرتے اور مدینہ منورہ حاضری دیتے تو مسجد نبوی شریف میں روزانہ ایک گھنٹہ تلاوت کرتے۔

آریہ اپنے جلسے کا آغاز ہارمونین اور طبلہ پر آرتی اتار کر کرتے۔ مسلمانوں کے جلسے میں قاری صاحب تلاوت کرتے۔ قرآن کریم کی برکت اور قاری صاحب کی سحر انگیز آواز کا یہ اثر ہوتا کہ بہت سے آریہ مسلمان ہو جاتے۔ انہیں پاک و ہند کے مختلف شہروں مثلاً دہلی، کلکتہ، مدارس، بمبئی، امرتسر، حیدرآباد دکن، بنگلور، میسور، لاہور، ملتان، حیدرآباد اور کراچی میں تراویح پڑھانے اور بڑی بڑی محفلوں میں تلاوت کرنے کا موقع ملا۔ ڈپٹی عزیز الدین کے صاحبزادے شیخ عبدالمجید وکیل کی دعوت پر قاری صاحب امرتسر سے لاہور تشریف لائے، ہر لاہور ریڈیو کے افتتاح کے موقعہ پر تلاوت کی۔ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں مسلم لیگ کا آخری جلسہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بھی قاری صاحب نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ قیام پاکستان کے موقع پر قاری صاحب تراویح پڑھانے کے لئے بنگلور گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ حیدرآباد سندھ تشریف لے گئے، جہاں مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ کے نام سے تعلیم القرآن کا کام شروع کر دیا۔

۱۹۵۰ء کو آپ جامع مسجد مائی خیری، فقیر کا پڑ حیدرآباد کے متولی مقرر ہوئے تو مدرسہ اس مسجد میں منتقل کر دیا۔ ۱۹۵۴ء کو آپ ملتان چلے گئے اور کپڑے کے کاروبار کے ساتھ جامع مسجد پتراں والی میں تدریس شروع کر دی۔

۱۹۵۸ء کو آپ پھر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ مسجد مائی خیری میں قائم مدرسہ کام کرتا رہا اور آپ ہی اس کے مہتمم تھے۔ ۱۹۶۰ء کو "محکمہ اوقاف" قائم ہوا جس نے مسجد و مدرسہ اپنی تحویل میں لے لیا۔ آپ کو اسٹیشن روڈ حیدرآباد میں ایک وقف بلڈنگ مل گئی۔

۵، مارچ ۱۹۶۲ء کو اس میں مدرسہ قرآنیہ رحمانیہ کا آغاز کر دیا۔ اس کے ساتھ جامعہ مجددیہ رکن الاسلام ہیرآباد حیدرآباد میں بھی پچیس تیس سال کا عرصہ پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۴ء کو جناح مسجد برنس روڈ کراچی میں تشریف لے گئے اور تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وصال سے دو ماہ پہلے الانہ مسجد رامسوامی رنچھوڑ لائن میں تدریس شروع کی اور اسی جگہ داعی اجل کو لبیک کہا۔

بیعت:

بچپن میں ہی حضرت امیر ملت کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر ملت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری ایک سو مریدین کے ہمراہ حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو قاری صاحب کو بھی مرشد گرامی کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

تجارت: اگر چہ کپڑے کی تجارت بھی کرتے رہے چار پانچ سال آڑھت بھی کی تاہم ان کی توجہ تحصیل علم کی طرف بھی باقاعدہ رہی اور فراغت کے بعد قرآن حکیم کی تدریس اور تلاوت میں مصروف رہے اور سینکڑوں حافظ اور قاری تیار کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

شادی واولاد:

ایک شادی کی جس سے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

تلامذہ:

آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- قاری عبدالرحمٰن بلوچستانی۔ انوار العلوم ملتان میں پندرہ برس پڑھاتے رہے۔
- قاری علی احمد روہتکی مدرس جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
- قاری خیر محمد چشتی — مدرس مدینۃ الاسلام ہالینڈ
- قاری محمد دین — جامعہ تحفیظ القرآن مکہ مکرمہ
- قاری محمود الحسن — مالدیپ
- ☆ قاری محمد اسحاق — کویت
- ☆ قاری محمد رفیق اشرفی — افریقہ
- قاری بشیر احمد ملتانی پانچ سال تک مدینہ منورہ میں پڑھاتے رہے
- زینت القراء قاری محمد بخش سندھی (لاڑکانہ) فاضل جامعۃ الازہر — قاہرہ، مصر
- قاری محمد افضل — چترال
- حافظ محمد یوسف سدیدی امام الخطاطین، لاہور
- قاری محمد سلیمان اعوان مدرس رکن الاسلام حیدر آباد سندھ

وصال: قاری محمد طفیل ۹، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء بروز جمعرات کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے رب کریم کی دربار مقدس میں حاضر ہو گئے۔ اگلے روز جمعہ بھی تھا اور عید الاضحیٰ بھی، جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غالباً مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی امامت میں ادا کی گئی اور انہیں حسن اسکوائر (گلشن اقبال) کراچی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ماخوذ: عظمتوں کے پاسبان)



عاشق خیر الوریٰ مخدوم محمد صالح وزیر آبادی

عاشق خیر الوریٰ حضرت مولانا مخدوم محمد صالح وزیر آبادی گوٹھ وزیر آباد (نزد لکھی ضلع سکھر) میں تولد ہوئے، اس لئے وزیر آبادی کہلائے۔ وہیں مشاہیر علماء سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔

مخدوم محمد صالح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ غلام محی الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت تھے۔ مخدوم صاحب، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت میں سرشار رہتے تھے۔ متقی، پرہیز گار عالم دین، فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ درس وتدریس سے وابستہ رہے اور تصنیف وتالیف سے خاص شغف تھا۔ آپ کی شاعری سے " حب رسول " کا درس مل رہا ہے، عمر بھر حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جام بھر بھر کر پلاتے رہے۔

آپ کی دو تصانیف 1- گلشن معجزات 2- دیوان نعتیہ معلوم ہو سکی ہیں۔ گلشن معجزات میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات مبارکہ کا بیان ہے جو کہ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل تصنیف ہے۔ آپ کی شاعری میں " پیغام حب رسول " کے علاوہ بیان کی قدرت، الفاظ کی مٹھاس، اثر انگیزی ایسی جیسے کہ دل کے اندر اتر کر ایک طوفان برپا کر رہے ہوں اور مسلک ونظریہ کی صاف صاف ترجمانی پائی جاتی ہے۔ دو تصانیف کے علاوہ بھی آپ کا کافی کلام منتشر ہے۔ تخلص " صالح " ہے۔

تیرہویں صدی کے بالکل آخر یا چودہویں صدی کے آغاز میں انتقال کیا آپ کی مزار شریف وزیر آباد میں مرجع عشاق ہے۔

آپ کی ایک غزل بطور نمونہ پیش کی جارہی ہے، پڑھیئے اور لطف اندوز ہوئیے:

دلکشا روضہ رسول اللہ — جان فزا روضہ رسول اللہ
یا الٰہی زلطف خویش مرا — بنا روضہ رسول اللہ
ہمچو معمور و کعبہ و عمرہ و حج — مدعا روضہ رسول اللہ
اہل دل رابود اگر دانی — دلربا روضہ رسول اللہ
آفتاب جہاں فروز و یقین — پُر ضیا روضہ رسول اللہ
کعبہ ہر دو عالم است یقین — " صالحا " روضہ رسول اللہ

(تذکرہ لطفی ص ۱۰۳ جلد ۲، طبع ثالث حیدر آباد ۱۹۶۸ء)

مولانا محمد صالح وزیر آبادی نے قطعات تاریخ پر مشتمل دیوان مرتب کیا تھا۔ جس میں ۷۹ قطعات اور ۱۵ اشعر درج ہیں اور یہ دیوان آغا بدر الدین خان درانی مرحوم کے کتب خانہ میں قلمی صورت

میں موجود ہے۔ سید حسام الدین راشدی مرحوم نے دیوان میں سے قطعات کو " تکملہ مقالات الشعرا" فارسی (مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۸ء) میں نقل کئے ہیں۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ، ج ا، ص ۲۶۱)

--------۞--------

آخوند محمد صالح بھٹی

حضرت مولانا آخوند محمد صالح بن چھٹو بھٹی ضلع دادو کے قدیم شہر سیتا ولیج عرف رحمانی نگر (اسٹیشن) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: چھٹو بھٹی نے اپنے بیٹے کو شروع سے دینی تعلیم دلوائی۔ پہلے اپنے گھر میں، اس کے بعد مکتب میں، اس کے بعد سندھ کی عظیم دینی درسگاہ ہمایون شریف تعلیم کیلئے بھجوایا۔ امام العلماء سید الاتقیاء حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سراپا فیض میں رہ کر محمد صالح نے علوم دین کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم پہلے والد اس کے بعد والدہ نے انتقال کیا۔ محمد صالح کو اس لئے اطلاع نہیں دی گئی تا کہ تعلیم کا سلسلہ نہ ٹوٹے۔ لیکن اسے کسی ذریعے سے معلوم ہو گیا وہ اس عظیم و شدید صدمہ سے دوچار ہوا، یتیمی کے صدمہ نے اندر پاش پاش کر دیا۔ اپنے گوٹھ واپس آئے۔

کچھ دنوں کے بعد احساس ہوا کہ غم منانے سے جانے والے واپس نہیں آتے، یہ دنیا فانی ہے، یہاں ہمیشہ کسی کو رہنا نہیں ہر ایک کو یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ اس لئے ادھوری تعلیم پر افسوس ہوا اور مزید تعلیم کے حصول کا ارادہ مصمم کر لیا۔ ایک روز تعلیم حاصل کرنے کے لئے "دربیلو شریف" (تحصیل کنڈیارو) میں مخادیم کی درسگاہ میں داخلہ لیا۔ اور اسی درسگاہ سے بقیہ کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

درس و تدریس: آخوند محمد صالح فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے گوٹھ سیتا واپس آئے اور مدرسہ قائم کیا اور درس و تدریس کے عظیم مشغلہ میں مصروف ہو گئے۔ وہ اپنے دور کے ماہر تعلیم اور باکمال استاد تھے۔ تدریس کے دوران کئی طلباء اس چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔

آخوند محمد صالح کے شاگردوں کے ضمن میں درج ذیل حضرات آتے ہیں:

تلامذہ: ۞ مولانا الھہ رکھیہ مارفانی تحصیل قمبر (بڑی عمر میں تعلیم حاصل کی)

۞ مولوی خان محمد سرکی ۞ مولوی علی نواز سرکی

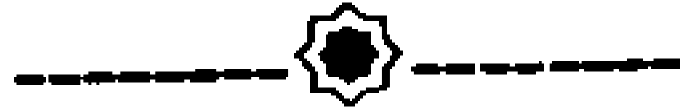
۞ آخوند عبدالرحمٰن ۞ آخوند محمد داؤد بھٹی

۞ آخوند محمد موسیٰ بھٹی وغیرہ

تصنیف وتالیف: آخوند محمد صالح کا فارسی تحریر کی طرح عربی خط بھی بہت نفیس تھا۔ اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے۔ انہوں نے تصنیفی وتالیفی کام کیا لیکن اس وقت فقط قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے جسے آخوند نے اپنے قلم سے خوشخطی میں لکھا جو کہ آپ کے قلم کا عظیم شاہکار ہے۔ آپ کے خاندان کے ایک فرد و مشہور شاعر بشیر سیتائی نے وہ قلمی نسخہ انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی جامشورو میں جمع کرادیا جہاں وہ نسخہ داخلہ نمبر ۹۹۰۳۹ کے تحت سندھ کے عظیم قلمی ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

آخوند محمد صالح بھٹی انتہائی سادہ طبیعت رکھتے تھے، فیاض، مہمان نواز اور پرہیزگار تھے۔ وہ خوامخواہ کسی سے اختلافی مسائل میں الجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، لیکن اگر کوئی ٹکراجاتا تو انہیں مسائل سلجھانے میں پورا پورا عبور حاصل تھا۔ ان کے منطقی انداز اور علمی استدلال لوگوں پر اس طرح اثر انداز ہوتا کہ نہ صرف وہ معترض مسائل اختلافیہ میں قائل ہوتے بلکہ پوری زندگی آپ کے گن گاتے رہتے تھے۔

وصال: آخوند محمد صالح نے ۷۳ سال کی عمر میں ۱۹۳۸ء/ ۱۳۵۷ھ کو انتقال کیا۔ اس حساب سے آپ کی ولادت کا سن ۱۸۶۵ء ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی آخوند محمد داؤد بھٹی نے آپ کے برپا کیے ہوئے مدرسہ کو قائم رکھا۔ (ماہنامہ السند اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۲ء)



واعظ اسلام مولانا محمد سلیمان نوناری

مولانا محمد سلیمان بن الہندو خان نوناری گوٹھ تھرڑی محبت (تحصیل میہڑ ضلع دادو سندھ) میں ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۰ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مولانا محمد سلیمان نے اپنے گوٹھ میں ایک بزرگ عالم دین مولانا حافظ محمد صادق گلال (شاگرد علامہ عطاء اللہ فیروز شاہی) اور مولانا عبدالعزیز گلال گوٹھ ملک متصل میہڑ کے پاس تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد رتو دیرو (ضلع لاڑکانہ) میں مولانا عبداللہ نوناری کے پاس نصابی کورس مکمل کرکے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس: کئی برس علاقہ کے مختلف گوٹھوں (بستیوں) میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد مستقل وعظ کے لئے اپنے کو وقف کرلیا۔

وعظ ونصیحت: مولانا محمد سلیمان نے بتایا کہ انہیں چار پانچ سو احادیث مبارکہ حفظ ہیں۔ فن خطابت فن میں یکتا تھے۔ وعظ ہمیشہ بلند آواز اور خوش بیانی سے کرتے تھے۔ عوام الناس کثرت سے ان کا وعظ سنتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ وہ خاص و عام میں مقبول ومحبوب تھے۔

انہوں نے اپنے کو دین کے لئے وقف کر لیا تھا، وعظ و نصیحت کے علاوہ خاندانی جھگڑوں نفرتوں اور قبائلی نفاق کو ختم کرانے میں بھی دینی جذبہ کے تحت بھرپور کردار ادا کرتے۔ اسی طرح وہ دین کے ساتھ سماجی کام بھی احسن طریقے سے سرانجام دیتے تھے۔

وعظ کے علاوہ وہ بلند پایہ کے نعت خواں بھی تھے۔

جی ایم سید لکھتے ہیں:۔ عارف کامل حضرت مخدوم بلال رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف پر سالانہ عرس مبارک میں مولانا سلیمان کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا۔ تقریر کی خاصیت یہ تھی کہ دل گداز بن کر آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ (جب گذاریم جن سین جلد اول)

بیعت: مولانا محمد سلیمان، حضرت خواجہ محمد عمر جان چشمہ شریف (کوئٹہ) سے سلسلہ نقشبندیہ میں دست بیعت تھے۔ (مشاہیر دادو)

یادگار تصدیق: تاج العارفین، فقیہ اعظم حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس کے رسالہ رضاء (قلمی) پر مولانا نے یوں تصدیق رقم کی ہے:

"ماحررہ العلامۃ المحقق فھو احق بالقبول ولا ینکرھا الا المشاجرۃ المجھول،
فقیر محمد سلیمان عفی عنہ الرحمٰن"

شادی و اولاد: مولانا محمد سلیمان نے دو شادیاں کی جن کے بطن سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔ 1- میاں عبدالرحیم 2- میاں عبدالرحمٰن تولد ہوئے۔ (جب گذاریم)

وصال: مولانا محمد سلیمان کی وصال سے قبل صحت ٹھیک ٹھاک تھی اور آپ کو اپنی وفات کا علم تھا اور قبرستان میں اپنی قبر کی نشاندہی بھی کر چکے تھے۔ (مہران سوانح نمبر)

مولانا محمد سلیمان نے ۱۵، شعبان المعظم (شب برأت) ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۴۸ء کو ۷۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (جب گذریم)

مولوی دین محمد ادیب نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

مائیم جہاں جہان پریشاں — از رحلت حضرت سلیمان
ای ذات تو بود فیض گستر — فیاض ہی عیال یزدان
درفکر "ادیب" مادہ آمد — از بھر سنت بخلد رفت آں
۱۳۶۷ھ

حضرت مولانا محمد عمر چنہ

حضرت مولانا محمد عمر چنہ گوٹھ ابراہیم چنہ نزد خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو میں ۱۲۸۸ھ کو تولد ہوئے۔

(مہران سوانح نمبر) سوانح میں نام عمر الدین ہے جب کہ مشاہیر دادو میں محمد عمر ہے واللہ اعلم۔

تعلیم وتربیت: مولانا محمد عمر نے ابتدائی تعلیم مولانا خیر محمد فیروز شاہی کے پاس حاصل کی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے علامۃ الزمان حضرت مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم حاصل کی اور مختصر مدت حضرت مولانا محمد آگرو کی خدمت میں رہے اور آخر میں حضرت علامہ قمر الدین اندھڑ سہروردی (گھوٹکی) کی خدمت میں رہ کر نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: مولانا محمد عمر فارغ التحصیل ہونے کے بعد عمر کا نصف حصہ لاڑ کے طرف مختلف مقامات و بستیوں میں تعلیم دینے میں بسر کیا۔ گوٹھ رتو کوٹ تحصیل کھپرو ضلع سانگھڑ میں ایک عرصہ تک درس دیا۔ تدریس کا مشغلہ آب وتاب سے جاری رکھا۔ ان علاقوں میں تعلیم قرآن عام کی، بچے بڑے بوڑھے بھی مولانا کے شاگرد تھے۔

بیعت: ظاہری علوم میں دسترس رکھنے کے بعد باطنی علوم کی ضرورت محسوس کی۔ اس کی تکمیل کیلئے مرد کامل اکمل، غوث الزمان، استاد العلماء و الفضلاء، مفتی اعظم حضرت خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس (صاحب فتاویٰ جنگ) کے حضور حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں دست بیعت ہو کر تھوڑے دنوں بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ انتہائی درجے کے متقی پرہیزگار تھے جس کی نظیر نہیں ملتی اور آپ کے ہاتھ پر کافی بندگان خدا مرید ہو کر فیضیاب ہوئے۔

تلامذہ: آپ کے بعض مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

- فقیر محمد ابراہیم ہنگورجہ چیف ایڈیٹر روزنامہ مہران حیدرآباد
- فقیر حاجی جمال الدین ہنگورجہ
- مولوی محمد اڑھوڑ گوٹھ احمد شاہ گروہڑی تحصیل کھپرو
- مولوی محمد یعقوب ہنگورجہ کھپرو
- مولوی عبدالحلیم پہنور میہڑ
- مولوی محمد علی لانڈر سانگھڑ
- مولوی غلام محمد ببر گوٹھ لدھان نزد ککڑ ضلع دادو
- مولوی نجم الدین ریگستانی ضلع تھرپارکر

اولاد: مولانا محمد عمر چنہ کو رب کریم نے تین بیٹے عطا کئے تھے جو کہ بفضلہٖ تعالیٰ علم دین کے زیور سے آراستہ ہیں۔ 1- مولوی محمد 2- مولوی نصیر الدین 3-..........

مولوی حافظ محمد عیسیٰ چنہ، مولانا محمد عمر کے پوتے ہیں، مدرسہ عربیہ اکبریہ دارالقرآن جامع مسجد میہڑ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آج تک مادر علمی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

وصال: مولانا محمد عمر چنہ نے ۱۶، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۲، نومبر ۱۹۵۴ء کو ۸۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (مشاہیر دادو، سندھی)

مولانا مفتی محمد داؤد بگھیو

مولانا مفتی محمد داؤد بن محمد احسان بگھیو گوٹھ دودو بگھیو (نزد شاہ پور جھانیہ ضلع نوابشاہ) میں تقریباً ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: بچپن میں چرواہے کا کام کرتے تھے، چنانچہ آپ کے جانوروں کو بیماری لگی جس کے سبب آپ کا دل اس فانی کام سے اٹھ گیا اور دل میں حصول علم کی تڑپ پیدا ہوئی۔ گھر والوں کو اطلاع دیئے بغیر مورو کے قریب گوٹھ "دونگھن" میں پڑھنے لگے۔ مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا محمد داؤد کھوکھر (متوفی ۲۳، صفر المظفر ۱۳۶۰ھ) دولت پور والے اور اپنے برادر بزرگ مولانا محمد صالح بگھیو کے پاس بھی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مدرسہ عین العلوم امینانی شریف (ضلع دادو) میں حضرت مولانا سید امیر محمد شاہ حسینی کے پاس مزید علم حاصل کیا۔ اس کے بعد سندھ کے نامور محقق ادیب و عالم علامہ مخدوم امیر احمد عباسی کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا اور جلد ہی مدرسہ عین العلوم واپس لوٹے وہیں درس نظامی میں تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

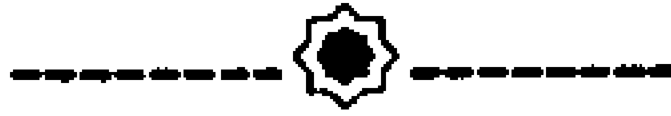
درس وتدریس: مفتی محمد داؤد نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد درگاہ خنیاری شریف (نوابشاہ) میں ایک سال درس دیا۔ اس کے بعد گوٹ صوبھوڈاہری (تحصیل دولت پور) میں دس سال درس دیا۔ اس کے بعد گوٹھ حاجی غلام حیدر ڈاہری میں مدرسہ قائم کیا اور گیارہ برس تک پڑھایا۔ آپ کے ہمراہ مولانا محمد تونیہ اکتو ائی اور مولانا تاج محمد بگھیو بھی اس درسگاہ میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد اپنا آباد کردہ " گوٹھ مولوی محمد داؤد بگھیو " (بھان پوتو) میں " مدرسہ عربیہ داؤدیہ " قائم کیا۔ بقیہ زندگی اس درسگاہ میں درس وتدریس، فتاویٰ نویسی و وعظ و نصیحت میں گذاری۔

بیعت: مولانا مفتی محمد داؤد بگھیو پہلے درگاہ خنیاری شریف کے سجادہ نشین سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علامہ الحاج مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس

بانی درگاہ عالیہ مشوری شریف کے بافیض مرید و خلیفہ حضرت حافظ علی مراد مست زرداری مورو (وفات ۱۴، شوال ۱۳۸۴ھ) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

اولاد: مفتی محمد داؤد کو تین بیٹیاں اور ایک بیٹا مولانا محمد عرف نالے مٹھو بگھیو تولد ہوئے۔ خطیب اہل سنت مولانا نالے مٹھو بگھیو صاحب، جامعہ راشدیہ کے فاضل، جامع مسجد تاج مورو کے نامور خطیب اور مدرسہ داؤدیہ کے مہتمم ہیں۔

وصال: مولانا مفتی محمد داؤد نے ۲۳، صفر المظفر ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء کو انتقال کیا۔ مدرسہ عربیہ داؤدیہ (گوٹھ مولوی داؤد نزد شاہ پور جہانیہ، مورو) کی مسجد شریف کے احاطہ میں آپ کی مزار شریف ہے۔ جہاں ہر سال عرس و جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے وصال پر منصور ویراگی (شاعر) نے سندھی میں قطعہ تاریخ وفات کہا۔ (ماخوذ: سہ ماہی الہدیٰ شاہ پور چاکر)



مولانا مفتی محمد یوسف میمن

حضرت مولانا الحاج مفتی محمد یوسف بن میاں خمیسو میمن دڑو (تحصیل میرپور بٹھورو ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۵ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مولانا عبداللہ ولہاری کے پاس حاصل کی۔ تفسیر جلالین کے آخری اسباق حضرت علامہ مفتی حامد اللہ میمن سے پڑھے۔ بعد میں گھر والے دڑو سے سجاول کے نزد گجو منتقل ہوئے۔ جہاں آپ کے چچا حاجی محمد اسحاق میمن نے مدرسہ قائم کیا اور اپنے ہونہار بھتیجے مولانا محمد یوسف کی مزید تعلیم کے لئے مولانا قاضی فتح علی اصغر جتوئی کو اسی مدرسہ میں مدرس مقرر کیا۔ مفتی محمد یوسف نے اسی مدرسہ میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: گجو میں مادر علمی سے تدریس کا آغاز کیا۔ اس کے بعد تحصیل جاتی، نزد آمری، گوٹھ مڑھی بولا خان میں مستقل رہائش اختیار کی۔ وہیں مدرسہ و مسجد شریف تعمیر کروایا اور درس و تدریس و فتاویٰ نویسی کے مشغلہ میں مصروف رہے۔ اسی طرح پوری زندگی شریعت و طریقت کی تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت میں بسر فرمائی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض نام معلوم ہو سکے، وہ درج ذیل ہیں:

1- پیر طریقت مولانا حاجی الٰہی بخش مندھرو (چوہڑ جمالی) وفات یکم شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

2- خطیب اہل سنت مولانا طفیل احمد ٹھٹوی مکلی شریف 3- صاحبزادہ حافظ ضیاء احمد میمن۔
4- مولانا محمد جت۔ 5- مولانا محمد امین میمن

تصنیف وتالیف: مستقل کسی تصنیف کا علم نہ ہوسکا۔ البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ عربی درسی کتابوں پر حواشی تحریر فرمائے تھے اور اسی طرح مجموعہ فتاوی یوسفی (قلمی) آپ کا یادگار ہے۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی ہر ایک بیوی سے ایک بیٹا تولد ہوا۔
1- مولانا حافظ ضیاء احمد صاحب میمن اپنے والد کے جانشین ہیں۔
2- مولانا حاجی عبدالستار میمن

وصال: مولانا مفتی محمد یوسف میمن نے ۲۵، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۸، اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ۹۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شریف مڑھی بولا خان (تحصیل جاتی ضلع ٹھٹھہ) میں واقع ہے، جہاں ہر سال آپ کے عرس کی تقریب منعقد ہوتی ہے۔ (ماخوذ: ٹھٹھہ صدین کان)

مولانا مفتی میر محمد جتوئی

علامہ الحاج مفتی میر محمد بن حضرت علامہ الحاج قاضی ابوالخیر عبداللہ جتوئی گوٹھ آمری (تحصیل جاتی ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۸۵۶ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت علامہ محمد ہاشم کھتری دھوبی اور علامہ خادم حسین جتوئی (رتو دیرو ضلع لاڑکانہ) سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں پیر طریقت حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ (بروایت مولانا عبدالحیٔ جتوئی)

درس وتدریس: اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد قضاء کے عہدے پر فائز ہوئے اور شرعی فتاویٰ جاری فرما کر امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی۔ والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔

عادات وخصائل: علامہ جتوئی انتہائی خدارسیدہ، پرہیزگار، سنت نبوی کے پابند، عشق رسول سے سرشار، کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا، سادہ لباس سنت کے مطابق اور حسن اخلاق کے مجسم تھے۔

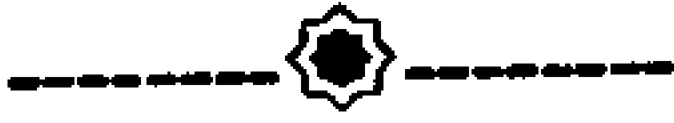
آپ کے تلامذہ میں سے چند نام معلوم ہوسکے وہ درج ذیل ہیں:

تلامذہ:

1- صاحبزادہ مولانا عبدالستار جتوئی (وفات ۱۹۸۲ء) 2- مولانا محمد تفہیم

3- مولوی عبدالرحمٰن جتوئی خطیب جامع مسجد چوہڑ جمالی 4- مولوی محمد خاصخیلی

وصال: مولانا الحاج مفتی میر محمد جتوئی نے بحالت روزہ بروز جمعۃ المبارک ۱۵، رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۰ء کو انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ گوٹھ مولانا حاجی عبداللہ جتوئی نزد آمری تحصیل جاتی میں واقع ہے۔ (بشکریہ حافظ حبیب سندھی)



مولانا مفتی سید میران شاہ لکیاری

حضرت مولانا حاجی میاں محمد میران شاہ لکیاری، استاد الکل، گیسوئے دراز، یوسف ثانی علامۃ الزمان حضرت مولانا سید محمد عاقل شاہ لکیاری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ تھے۔ مولانا میران شاہ، ہالانی (تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز) میں لکیاری سادات کے محلہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مولانا میران شاہ نے ابتدائی تعلیم ہالانی میں حاصل کی اس کے بعد شہداد کوٹ کی عظیم دینی درسگاہ میں داخلہ لیا۔ جہاں استاد الاساتذہ رئیس العلماء حضرت علامہ نور محمد شہداد کوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر بارہ سال کی عمر میں درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

اس کے بعد ہالانی سے رامپور (انڈیا) پیدل گئے۔ ان دنوں رامپور ریاست میں دینی علوم کی مرکزی درسگاہ تھی جہاں بڑے بڑے علماء کرام درس دیا کرتے تھے۔ مولانا میران شاہ نے ۱۸ سال مسلسل رامپور میں قیام کیا، عقلی نقلی علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے، سند حدیث لے کر وطن واپس تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر تیس برس تھی۔ (ان دنوں رامپور میں مقبولیت و شہرت کے عالم دین مولانا مفتی ارشاد حسین فاروقی رامپوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ صاحب "فتاویٰ ارشادیہ" تھے۔ اس لئے میرا گمان ہے کہ میران شاہ نے مفتی ارشاد حسین کے پاس تعلیم حاصل کی ہوگی اور ۱۸ سال کا عرصہ نہایت طویل عرصہ ہے جب کہ سندھ میں ۱۲ سال کی عمر میں نصاب کی تکمیل کر لی تھی، ہوسکتا ہے دوران تعلیم یا اس کے بعد تدریس کے فرائض انجام دیئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے وہاں تصوف کی کتابوں کا بھی درس لیا ہو۔ بہر حال اس حوالہ سے تحقیق کی ضرورت ہے۔ راشدی)

سفر حرمین شریفین: میران شاہ کو فارسی زبان پر کافی عبور حاصل تھا کہ رامپور کے مدرسہ میں "میران شاہ ایرانی" کے نام سے مشہور تھے۔ ہالانی پہنچے تو حج کا مہینہ تھا، حجاج کرام حرمین

شریفین کی تیاریوں میں مصروف تھے، لہٰذا آپ بھی ہالانی سے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ آپ کا نصیب وہ حج، حج اکبر ہوا۔ بلد الامین و دیار حبیب ﷺ کی حاضری و زیارت کا تمام سعادتوں سے بہریاب ہوکر وطن واپس آئے۔

مفتی اعظم: والی ریاست خیرپور میرس میر علی مراد خان ٹالپر نے ۱۲ محرم الحرام ۱۲۹۹ھ کو مولانا میران شاہ کو ریاست کا "مفتی اعظم" مقرر کیا۔ آپ نے خداداد ذہانت اور فقہی بصیرت سے مسائل حل کئے۔ اہل سنت و جماعت کی نشر و اشاعت کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔

پادری کا مسلمان: انگریز گورنمنٹ کے عہد میں حضرت مولانا سید میران شاہ سے عیسائیوں کے تین پادریوں نے مناظرہ کیا۔ اور شرط یہ رکھی کہ جو ہار جائے گا وہ جیتنے والے کا دین قبول کرے گا۔ رب کریم کے فضل و کرم سے حق واضح ہوا، شاہ صاحب فاتح مناظرہ قرار پائے تو تینوں پادریوں نے اپنے وعدے کے مطابق کلمہ شریف پڑھ کر دین اسلام قبول کرلیا۔ سبحان اللہ!

(شکست کھانے کے بعد پادریوں نے دیوبندیوں اہل حدیثوں وہابیوں کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی اختیار نہیں کی بلکہ حق واضح ہونے کے بعد فوراً ایمان لے آئے)

نئے مسلمانوں کے "اعلان اسلام" کی رسم کا اہتمام حضرت علامہ مخدوم محمد داؤد آگرو رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد شریف واقع ہالانی میں کیا گیا تھا۔

ہمایون شریف: مولانا میران شاہ نے ایک روز بیٹھے بیٹھے ہمایون شریف جانے کا پروگرام بنالیا اسٹیشن سے ٹرین میں بیٹھ کر ہمایون شریف اسٹیشن پر اتر کر مفتی اعظم سندھ و بلوچستان، فقیہ لاثانی، شیخ الحدیث و تفسیر، استاد الاساتذہ، عاشق خیر الوریٰ، امام اہل محبت حضرت علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ کے آستانہ عالیہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ علامہ ہمایونی دروازے پر اس طرح کھڑے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو۔ آپ سے خدام نے پوچھا تو علامہ صاحب نے فرمایا: "ہمارے استاد تشریف لا رہے ہیں" یہ حضرت ہمایونی کے کشف کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ حضرت کی زیارت سے سکون ملا۔ میران شاہ ایک تو علامہ ہمایونی کے دادا استاد محترم کے نواسہ دوسرا یہ کہ سید تھے پھر کیوں کرنہ انتظار ہو اس لئے فرمایا کہ میرے استاد تشریف لا رہے ہیں ورنہ حقیقی استاد نہ تھے یہ ہے نسبت کا احترام۔ علامہ ہمایونی نے احترام و محبت کی عظیم مثالیں قائم فرمائیں۔

حضرت ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ، حضور انور ﷺ کے نامور عشاق میں سے تھے۔ آپ کا سیدھا ہاتھ مبارک ہمیشہ کپڑے میں ملبوس رہتا تھا اور کسی سے بھی بغیر کسی کپڑے کے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے دست اقدس کے ملبوس ہونے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ حضرت ہمایونی کو حضور پرنور ﷺ سے بیداری

میں مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے ہاتھ مبارک سے خوشبو مہکتی تھی میران شاہ نے بتایا کہ ان سے علامہ ہمایونی نے بغیر کپڑے کے مصافحہ کیا۔ سبحان اللہ!

مولانا میران شاہ کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

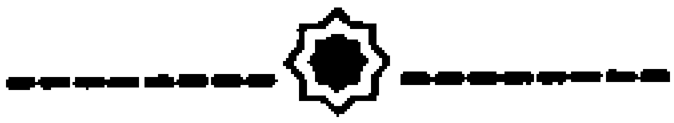
اولاد: 1- حاجی سید حسن علی شاہ لکیاری سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن، مصنف: " سالکین جو تحفو "

2- غازی سید غلام محمد شاہ سابق سب انسپکٹر پولیس

3- سید مدد علی شاہ سابق کلیکٹر، مضمون نگار: " ہالانی سندھ کا ایک قدیم تاریخی شہر " (نئی زندگی)

وصال: حضرت مولانا میران شاہ لکیاری نے ۸۱ سال کی عمر میں ۲۷، مئی ۱۹۲۵ء/۱۳۴۳ھ کو انتقال کیا۔ مولانا غلام دستگیر شاہ لکیاری بھی اسی خاندان کے نامور عالم وخطیب گذرے ہیں۔

(ماہنامہ نئی زندگی کراچی مارچ ۱۹۵۷ء مضمون نگار مدد علی شاہ)



مفتی قاری محبوب رضا خان رضوی

حضرت مولانا مفتی قاری محبوب رضا خان ۱۶، نومبر ۱۹۱۶ء کو بریلی شریف (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم بریلی شریف میں حاصل کی اور جب ۱۳ برس کی عمر کو پہنچے تو قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد مختلف اساتذہ کے پاس دینی و دنیوی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف بہار شریعت) اور دیگر اساتذہ سے علم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۴ء میں اعلیٰ نمبروں میں ڈگری حاصل کی۔

پاکستان میں قیام: قاری محبوب رضا خان نے عملی زندگی میں قدم رکھا، کچھ کرنا چاہا تو وہ دور قیام پاکستان کی تحریک کے جوش وخروش کا دور تھا۔ آپ نے بھی قیام سلطنت اسلامیہ کیلئے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اس جدوجہد میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد قاری صاحب ۱۸، مئی ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے شہر لاہور تشریف لائے۔ ذریعہ معاش کے لئے ایک دواخانہ قائم کیا۔ لاہور کے بعد عارف والہ تشریف لے گئے وہاں بھی ایک مطب کھولا۔ تقریباً دس برس تک انسانیت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کراچی تشریف لائے یہاں ۱۹۵۹ء میں مدرسہ حنفیہ رضویہ قائم کیا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۶۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا اور مدینہ منورہ کا سفر کیا، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مقدس میں حاضری دی اور درود وسلام کے گجرے پیش کیے۔ قیام مدینہ

منورہ کے دوران قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔

بیعت وخلافت: ۱۹۶۸ء میں سلسلہ قادریہ رضویہ میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ کے دست بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔

درس وتدریس: آپ کراچی میں اہل سنت و جماعت کی نامور دینی درسگاہ دارالعلوم امجدیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ درس وتدریس کے ساتھ دارالافتاء میں تقریباً ۸ (آٹھ) برس خدمات انجام دیں۔ اسی دوران آپ نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز پر فتویٰ جاری فرمایا جس پر تقریباً ۳۸ علمائے اہل سنت نے تصدیق وتوثیق فرمائی۔

خطابت: مولانا قاری محبوب علی خان نے میمن مسجد کھوڑی گارڈن (مصلح الدین گارڈن) میں ۱۹۶۰ء سے تقریباً دس برس تک امامت/خطابت اور درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ تبلیغ دین ترویج اہل سنت کے لئے ملائیشیا، سری لنکا اور کئی افریقی ممالک بھی تشریف لے گئے اور آپ کے ہاتھ پر متعدد غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔

تصنیف وتالیف: آپ نے فتاویٰ کے علاوہ متعدد رسائل تحریر فرمائے۔

- بہار شریعت۔ کے بقیہ ۳ حصوں کی تکمیل میں دیگر علماء کے ساتھ کام کیا۔
- نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا عدم جواز۔
- پروفیسر طاہر القادری کی علمی گرفت مطبوعہ ۱۴۰۸ھ کراچی جمعیت اشاعت اہل سنت
- فتنہ طاہری کی حقیقت مطبوعہ ۱۴۰۸ کراچی جمعیت اشاعت اہل سنت/ضیاء الدین پبلشرز کھارادر کراچی

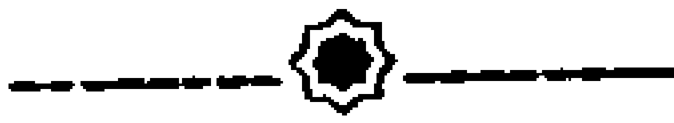
شاعری: وہ شاعری کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے۔ نمونہ کے طور پر منقبت کے چند اشعار حاضر خدمت ہیں۔ یہ منقبت محدث اعظم حضرت علامہ سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کہی ہے۔

حضرت سردار احمد رہنمائے سالکان
عالماں را ناوک انداز ادب شدٗ بے گماں
مہر اُوج چرخ علم و ماہ برج عقل و حلیم!
شاہ اقلیم فنون و واعظ شیریں بیاں
اے کہ تجھ پر آشکار ہے حقیقت اور مجاز
اے کہ راہ زندگی میں تو ہے خضر سالکاں

بلبل باغ مدینہ آفریں صد آفریں
یاد آئیں گی ہمیشہ تیری نغمہ سنجیاں
نور کے پھولوں کی بارش حشر ہو قبر پر
اور کرے نیسانِ خود اب گہر افشانیاں

مولانا قاری مفتی محبوب رضا خان دل کی تکلیف میں ادارہ امراض قلب میں داخل کئے گئے۔

وصال: جہاں زیر علاج رہنے کے دوران ہی انہوں نے ۹، دسمبر ۱۹۹۱ء جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ بروز پیر صبح سات بجے اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ نماز جنازہ کی امامت مولانا مفتی عبدالعزیز حنفی صاحب نے فرمائی۔ آپ کے خلیفہ حاجی عبدالغفار برکاتی میمن (برکاتی فاؤنڈیشن والے) نے کراچی کے تاریخی وقدیم قبرستان میوہ شاہ (لیاری) میں اپنے خاندان کی جانب سے زمین پیش کی اسی زمین میں آپ کی میت کو دفن کیا گیا، مزار شریف پر عالیشان گنبد بنایا گیا ہے۔ آپ کے گنبد کا عکس بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے گنبد شریف سے لیا گیا ہے جو کہ قابل دید و جاذب نظر ہے پہلا سالانہ عرس آپ کے مزار پر انوار پر ہوا اور اب ہر سال عرس شریف آپ کے گھر پر (واقع گلشن رضا نزد محمدی مسجد گلبرگ بلاک ۱۲ کراچی) نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔



علامہ محمد اسماعیل میمن

مولانا علامہ محمد اسماعیل میمن تحصیل قمبر (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ "جیئن ابڑو" میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم علاقائی مکاتب سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ہمایون شریف کی عظیم دینی درسگاہ میں داخلہ لیا۔ جہاں علامۃ الزمان، فقیہ الدوران مولانا محمد یعقوب ہمایونی (والد علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ) سے خصوصاً فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انڈیا کا سفر اختیار کیا، خیرآباد پہنچ کر مجاہد کبیر، بطل حریت، شہید جنگ آزادی، امام مناطقہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ الاقدس (جنہوں نے ہندوستان میں وہابیت کے قائد اول و معاصر مولوی اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ رسالہ "تقویۃ الایمان" کے رد میں "تحقیق الفتویٰ" جیسی عظیم شاہکار کتاب تصنیف فرما کر اہل سنت کے سر فخر سے اونچے کر دیئے اور ہندوستان میں وہابیت کو بے نقاب فرما کر بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا اہتمام فرمایا) سے منطق وفلسفہ کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس طرح سندھ کے یہ پہلے عالم دین ٹھہرے جنہوں نے علامہ فضل حق خیر

آبادی سے براہ راست اکتساب فیض کیا۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے گوٹھ واپس لوٹ کر آئے اور ۱۸۷۰ء یا ۱۸۸۰ء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور یہ تاحیات سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کی چالیس ایکڑ ذاتی زمین آباد تھی اس کی آمدنی سے مدرسہ کے تمام اخراجات خود ادا فرماتے تھے۔ اس سے مولانا کی للّٰہیت اور سخاوت کا انداز لگایا جاسکتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے پوری زندگی فی سبیل اللہ دین کی خدمت سرانجام دی۔ جو مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ، طلباء کی خورد ونوش اور موسم کے مطابق بستر کا اہتمام خود اپنی ذاتی آمدنی سے ادا فرمائے وہ بھلا خود تنخواہ کیا لے گا۔ اس طرح مولانا نے پوری زندگی دین کی بے لوث خدمت سرانجام دے کر سیدنا امام اعظم، امام ائمہ، حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ادا کو اپنے عمل سے زندہ رکھا۔

اولاد: مولانا کو ایک بیٹا مولانا سراج الدین میمن تولد ہوا، وہ بھی یگانہ عالم تھے لیکن والد کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1-	علامہ نذر محمد انڈھڑ	بھنگ شریف تحصیل صادق آباد
2-	مولانا سراج الدین میمن	صاحبزادے
3-	مولانا عبداللہ لاکھو	بنگل دیرو ضلع لاڑکانہ
4-	مولانا میر محمد نورنگی جاگیرانی	نورنگ واہ تحصیل قمبر
5-	علامہ خادم حسین جتوئی	رتودیرو

وصال: مولانا محمد اسماعیل میمن نے طویل عمر میں بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار آبائی گوٹھ میں واقع ہے۔ (ماخوذ: لاڑکانہ ماضی اور حال ص ۱۲۴)

--------❁--------

قاضی محمد فاضل ٹیاروی

مولانا قاضی محمد فاضل بن مولانا قاضی محمد شاکر بن قاضی لطف اللہ ٹیاروی، ٹیاری شہر (ضلع حیدرآباد سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: غالباً ابتدائی تعلیم اپنے گھر سے شروع کی اس کے بعد ٹیاری کے مشاہیر علماء کی خدمات حاصل کیں، ان کی خدمت میں تعلیم وتربیت حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

ہوسکتا ہے استاد العلماء علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا ہو۔ ان دنوں میں مخدوم صاحب ٹھیاری میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ (راشدی)

بیعت: درگاہ لواری شریف (ضلع بدین) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ (بروایت قبولائی)

درس وتدریس: کچھ عرصہ درگاہ نورائی شریف کے مدرسہ میں تدریس سے وابستہ رہے۔ (اخبار المسک ص ۴۰) ہوسکتا ہے کہ نورائی شریف سے قبل یا بعد میں لواری شریف اور ٹھیاروی میں تدریسی فرائض انجام دیئے ہوں۔ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی کے سبب تمام حالات مفقود ہیں۔ (راشدی)

اولاد: آپ کو ایک بیٹی تولد ہوئی جس کا عقد مسنون اپنے بھتیجے مولانا حکیم قاضی میاں احمد نصر پوری سے کرادیا تھا۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست میں سے فقط ایک نام معلوم ہوسکا ہے۔
1- مولانا پیر سید بجل شاہ جیلانی درگاہ نورائی شریف (ٹنڈو محمد خان)

وصال: قاضی محمد فاضل ٹھیاروی نے ایک اندازے مطابق ۱۹۳۱ء کو انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ حضرت سخی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان ٹھیاری میں واقع ہے۔ زندگی میں حضرت سخی بادشاہ کی مزار شریف کی حاضر، خدمت وجھاڑو وغیرہ دینا آپ کے معمول میں تھا۔

(مضمون نگار: محبوب علی سموں ٹھیاروی، روزنامہ عبرت حیدرآباد، ۲۲، نومبر ۱۹۹۳ء)

علامہ محمد ہاشم کھتری

حضرت مولانا الحاج محمد ہاشم بن میاں عبداللہ دھوبی نزد چوہڑ جمالی، گوٹھ " گونگانی " (تحصیل شاہ بندر ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۱، رجب المرجب ۱۲۵۰ھ بروز پیر کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا ابو اسحاق عبدالغفور دھوبی سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ اسکول میں پرائمری تعلیم بھی جاری رکھی۔ اس کے بعد گوٹھ کے پرائمری اسکول میں استاد مقرر ہوئے۔ ایک روز ان کی قسمت کا ستارہ چمکا، ہوا یوں کہ ان کے گوٹھ میں استاد العلماء حضرت علامہ ابوالخیر قاضی عبداللہ جتوئی کا آنا ہوا، انہوں نے آپ کے ماتھے کو دیکھ کر نوشتہ دیوار پڑھ لیا، گوہر نایاب کو پہچان لیا اور اپنے ساتھ اپنے گوٹھ لے گئے، جہاں تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا۔ وہیں سے درس نظامی مکمل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد ہندوستان کی سیاحت کو نکل گئے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی فاروقی قدس سرہ سے دست بیعت ہوئے۔

مدرسہ کا قیام: ۱۸۹۲ء کے سیلاب کے سبب مولانا نے گوٹھ گونگانی سے منتقل ہو کر تحصیل میرپور ساکرو (ضلع ٹھٹھہ) کے شہر غلام اللہ میں اپنا گوٹھ قائم کیا۔ جس میں ایک عظیم الشان مدرسہ "دارالعلوم فیض ہاشمیہ" اور ایک مسجد شریف تعمیر کروائی۔ اس کے علاوہ ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی مدرسہ میں قائم فرمایا تھا۔ جہاں سے بے شمار علم کے پیاسے سیراب ہو کر نکلے۔

آپ کی زندگی بھی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و نصیحت سے وابستہ رہی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں سے بعض نام معلوم ہو سکے ہیں:

1- مولانا میر محمد جتوئی 2- مولانا محمد عمر کھتری چوہڑ جمالی

3- مولانا غلام محمد بلوچ 4- مولوی نور محمد زنگیانی

5- مولوی محمد عمر جت (گھوڑا باڑی)

صاحب حضوری: مولانا محمد ہاشم جید عالم، شب خیز عابد، قناعت پسند زاہد، صاحب فتویٰ مفتی، پرہیزگار، مہمان نواز، علماء شناس، سادہ طبیعت، مشفق و مہربان، اور ولی اللہ تھے۔

درود شریف کے مبلغ، حضور پرنور ﷺ کے عاشق زار تھے اسی لئے تو کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے، ساری ساری رات درود شریف کا ورد کرتے، ایک بار تو ایک کروڑ درود شریف کا ختم کیا۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کا سینہ کھل جاتا ہے، آپ کے سینے کا بھی انشراح ہوا حضور ﷺ کی محفل پاک میں آنے جانے کی ٹکٹ جاری ہوگئی، اس لئے "حضوری" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

ایک بار فقیر محمد اسماعیل "خاطی" ٹھٹھوی کے والد صاحب کو مشکل کشائی اور سخت مصیبت میں حاجت روائی کے لئے ایک درود شریف بتایا اور فرمایا: "یہ درود شریف اسم اعظم ہے، اس کو ایک ہزار بار روزانہ اگر سات دن بھی پڑھا جائے تو جبل (پہاڑ) بھی اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔" وہ یہ ہے:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

خُذْ بِیَدِیْ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ۔ (برکات الصلوٰۃ، سندھی، ص ۲۶)

عادات و خصائل: مولانا نہ صرف عالم باعمل تھے بلکہ صاحب حضوری ولی اللہ تھے۔ چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی، ہر چھوٹے اور بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ عربی، فارسی، ہندی اور اردو پر دسترس رکھتے تھے، سندھی تو مادری زبان تھی۔ حافظہ قوی، حاضر جوابی میں ضرب المثل تھے۔ فقیہ و بہترین مفتی تھے۔ عارف کامل حضرت سید شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ کے کلام پر کامل

مہارت رکھتے تھے اور "شاہ جو رسالو" کے بہترین شارح تھے، رسالہ میں تمثیلی واقعات کے پس منظر سے بخوبی واقف تھے۔ آپ جب بھٹائی صاحب کا عارفانہ کلام پڑھتے تو ایک رقعت طاری ہو جاتی تھی۔

تصنیف و تالیف: آپ تقریر و تحریر دونوں پر عبور رکھتے تھے۔ ساٹھ سے زائد کتابوں کا مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں ترجمے کئے، ان میں فلسفہ حکمت تصوف فقہ اور علم جعفر وغیرہ موضوعات آجاتے ہیں۔ اسی طرح کئی درسی و دیگر عربی کتب پر حواشی لگائے۔ لیکن مضمون نگار نے ان کتب کے نام نہیں گنوائے ہیں۔

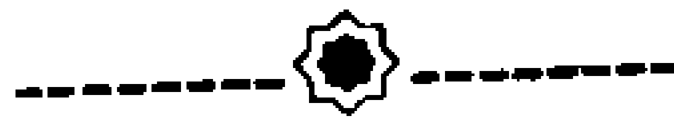
شاعری: اس کے علاوہ مولانا کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کا نعتیہ کلام آج بھی نعت خواں حضرات ٹھٹھہ و مضافات میں بڑے شوق و ذوق سے سناتے ہیں۔

اولاد: آپ کو تین بیٹے تولد ہوئے۔

1- مولانا محمد سلیم 2- میاں حافظ احمد 3- میاں حاجی عمر

وصال: حضرت مولانا محمد ہاشم نے ۱۳، رجب المرجب ۱۳۸۰ھ بمطابق ۲۱، دسمبر ۱۹۶۱ء بروز جمعرات ۱۳۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار غلام اللہ ضلع ٹھٹھہ (سندھ) میں مرجع خلائق ہے۔

[محترم حافظ حبیب سندھی، چوہڑ جمالی، نے مواد فراہم کیا۔ فقیر نہایت مشکور ہے]



حکیم مولانا میاں محمد عمر لاکھو

میاں محمد عمر بن حکیم مولانا میاں محمد حسین لاکھو گوٹھ دودو بگھیہ ضلع نواب شاہ میں ۱۳۱۹ھ کو تولد ہوئے۔ آپ کی ولادت پر ولی اللہ حضرت حافظ میاں محمد ابراہیم لاکھو بہت مسرور ہوئے۔ اور اپنے پوتے کو ہاتھوں میں اٹھا کر کانوں میں اذان و تکبیر کہی۔

تعلیم و تربیت: میاں محمد عمر نے ابتدائی تعلیم (قرآن مجید، فارسی اور بعض عربی کتب) اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک تعلیم کو موقوف کر دیا۔ ایک بار اپنے ہم درس اور رضائی بھائی مفتی محمد داؤد بگھیو سے ملاقات پر تعلیم کو جاری رکھنے کے سلسلہ میں مشورہ لیا اور پھر حصول علم کے لئے سفر پر روانہ ہو گئے اور علامہ مخدوم امیر احمد عباسی کے گوٹھ جا کر ان سے استفادہ کیا۔ اور اپنے والد محترم میاں محمد حسین لاکھو کے پاس نصاب کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

میاں محمد عمر نے اپنے نواسہ حکیم غلام رسول لاکھو کو بتایا کہ مخدوم امیر احمد صاحب عمر میں ہم سے اصغر تھے لیکن علوم میں اکبر۔

درس وتدریس: اپنے والد واستاد میاں محمد حسین کے ہاں دورانِ تعلیم، ان کے زیر سایہ درس کا عمل بھی جاری کئے ہوئے تھے۔ اور باقاعدہ تدریس کا عمل بعد فراغت جاری کیا۔ مدرسہ کے ساتھ ملا اسکول قائم کروایا جس کے ہیڈ معلم مقرر ہوئے اور آپ کے بھائی محمد صدیق لاکھو کام کاج میں ساتھی اور اسکول میں استاد تھے۔

آپ نے درس وتدریس کا عمل ساری زندگی جاری رکھا۔ اپنے مدرسہ کے علاوہ دیگر بستیوں مثلاً: گوٹھ مانک جو باغ، گوٹھ عاقلانی اور پڈ عیدن کے متصل ایک گوٹھ میں درس دیا۔ اور بروز جمعہ گوٹھ مانک جو باغ میں خطاب فرماتے اور جمعہ پڑھاتے تھے۔

بیعت: مولانا محمد عمر لاکھو، درگاہ خنیاری شریف (ضلع نواب شاہ) کے کسی پیر صاحب سے ارادت رکھتے تھے اور اکثر درگاہ شریف پر حاضری دیتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے درس سے مستفیض طلباء میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔

- مفتی محمود بگھیو
- مولانا محمد ابراہیم اوٹھو
- حاجی فیض محمد کوری
- حکیم مولانا محمد صالح لاکھو
- حکیم غلام رسول لاکھو شاہ پور جھانیہ
- اور اپنی بیوی کو فارسی کی تعلیم دی۔

تصنیف وتالیف: میاں محمد عمر نے درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام بھی کیا۔ بعض تصانیف کا علم ہوسکا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

- سرور کائنات ﷺ (سندھی) نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت میں ہے، مطبوعہ آرائچ احمد حیدرآباد سندھ
- سوانح حضرت بایزید بسطامی۔ مطبوعہ آرائچ احمد حیدرآباد سندھ
- منبهات ابن حجر عسقلانی۔ کا سندھی ترجمہ کیا اور بعد وفات وہ مسودہ گم ہوگیا کوئی ادب پرور ساتھ لے گیا اور دوبارہ پلٹ کر نہ آیا۔
- ببر کی خاصیت۔ ببر (ببول) درخت کی خاصیت پر رقم فرمایا۔
- مجموعہ کلام

شاعری: میاں محمد عمر نے فارسی اور سندھی میں شاعری کی۔ مثنوی، کافی اور غزل کی صنف میں بامقصد شاعری کی ہے۔ عمر، عمر الدین اور کبھی احقر ومفتون تخلص استعمال میں لائے ہیں۔

حرمین شریفین کا سفر: میاں محمد عمر نے دوبار حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی، پاک پیغمبر ﷺ کے آستانہ مبارکہ، سنہری جالیوں کے سامنے سراپا احترام بن کر درود وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ ۱۹۵۰ء میں دوسری بار حج کرنے کا ارادہ کرلیا ان دنوں گوٹھ

دودوبگھیہ میں قیام تھا اور سفر حج کے لئے اخراجات نہ ہونے کی صورت میں اپنی زمین بیچ دی، رشتہ داروں نے زمین بیچنے سے سختی سے منع کی لیکن اس متوکل بندے نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مقدس کی حاضری کو زمین پر ترجیح دی اور زمین بیچ کر سفر حرمین اختیار کیا۔ آقا علیہ السلام کے حضور حاضری دے کر یوں محسوس کیا جیسے بے قرار دل کو قرار مل گیا۔

شادی واولاد: میاں محمد عمر نے دو شادیاں کیں۔ اپنے والد کے حکم سے پہلی شادی ایک بیوہ عورت سے کی، اس کے بطن سے ایک بیٹی تولد ہوئی، اس بیٹی سے حکیم غلام رسول لاکھو (مہران طبیہ کالج مورو) تولد ہوئے۔ دوسری شادی خاندان میں سے کی اس کے بطن سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ چار بیٹے جوانی میں انتقال کر گئے۔ ایک بیٹا میاں عبدالرحمٰن لاکھو حیات اور صاحب اولاد ہے۔

وصال: میاں محمد عمر آخر عمر میں اپنے سسرال کے " گوٹھ بھار جی کور " نقل مکانی کر گئے۔ وہاں بھی درس وتدریس اور حکمت کا مشغلہ جاری رکھا۔ سارا دن مسجد و مدرسہ میں بسر کرتے تھے دین کے مخلص، ایک عالم باعمل اور عاشق رسول تھے۔

۲۰، صفر المظفر ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء کو ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا اور اسی گوٹھ میں مدفون ہیں۔

[حکیم غلام رسول صاحب لاکھو نے مواد مہیا کیا جس کیلئے فقیر مشکور ہے]

مولانا حکیم محمد ابراہیم لاکھو

حکیم مولانا حافظ محمد ابراہیم بن محمد عباس لاکھو (گوٹھ مٹھا خان جو کھیہ تحصیل دولت پور صفن ضلع نواب شاہ) تقریباً ۱۳۴۳ھ کو تولد ہوئے۔ میاں محمد ابراہیم کو بچپن میں چھرے پر ماتا ہوئی جس کے سبب آنکھوں کی روشنی ختم ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ بچپن ہی میں والدین انتقال کر گئے اس طرح سخت تکالیف میں پرورش پائی۔ کفالت کا ذمہ آپ کے چچا نے اپنے سر اٹھایا۔

تعلیم وتربیت: گوٹھ دودوبگھیہ میں آخوند ہارون کے پاس قرآن شریف ناظرہ پڑھا۔ اس کے بعد مورو میں نامور فقیہ عالم حضرت علامہ مفتی قاضی عبدالرؤف کے مدرسہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد فارسی وعربی کی کتابیں پڑھ کر درس نظامی مکمل کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی درسگاہ میں طب میں تحصیل کی۔ آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے رب کریم نے انہیں آنکھوں والی توانائی دماغ میں ودیعت فرمائی تھی، یہی سبب تھا کہ وہ قوی الحافظہ تھے اور تمام کتابیں حفظ تھیں۔

بیعت: حضرت میاں محمد ابراہیم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں درگاہ خنیاری شریف (ضلع نواب شاہ) کے کسی بزرگ سے دست بیعت تھے۔ مرشد سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ان کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو پابندی سے ورد میں رکھتے تھے اور اکثر مرشد خانہ حاضری دیتے تھے۔

درس و تدریس: بعد فراغت گوٹھ مٹھا خان جوکھیہ میں مدرسہ قائم کیا اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ لیکن رشتہ داروں کی اذیت و تکالیف کے سبب اپنے شاگرد مولانا تاج محمد بگھیو کے مشورے پر دودو بگھیہ میں اقامت کا فیصلہ کیا۔ گوٹھ دودو بگھیہ کے رئیس میاں احسان بگھیو (والد مفتی محمد داؤد بگھیو مرحوم) نے استقبال کیا اور قیام کے لئے تیار شدہ گھر دیئے۔ دودو بگھیہ میں مدرسہ قائم کیا اور دن رات درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا، بہت علم کے پیاسے پیاس بجھانے آئے اور سیراب ہو کر گئے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- حکیم مولانا میاں محمد حسین لاکھو (صاحبزادہ)
- مولانا میاں حبیب اللہ لاکھو (صاحبزادہ)
- مولانا محمد داؤد میمن (دولت پور صفن)
- مولانا محمد اسماعیل گچیرے والے
- مولانا محمد صالح بگھیہ
- مولانا محمد افضل ڈاہری
- مولانا تاج محمد بگھیہ
- حکیم حاجی الف جوکھیو
- قاضی محمد یوسف
- مولانا رضا محمد راہو وغیرہ

تصنیف و تالیف: آپ نے فتاویٰ، دینی و طبی کتابیں اپنے صاحبزادے میاں محمد حسین لاکھو سے املا کروائیں جو کہ زمانہ کی گردش کے سبب ضائع ہو گئیں۔

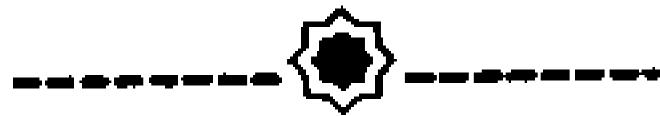
حکمت: میاں صاحب بیماروں کا جسمانی علاج بھی کرتے تھے اور شاگردوں کو علم طب بھی پڑھاتے تھے۔ اور خواتین کو دیسی طبی نسخے بتا کر چھوٹے بڑے مرض میں خود کفیل بناتے تھے۔ خواتین بھی نسخے یاد کر کے نیم حکیم بن گئی تھیں۔

شادی و اولاد: میاں صاحب نے تین شادیاں کی۔ صرف ایک بیوی سے دو بیٹے 1- مولانا میاں محمد حسین 2- مولانا حبیب اللہ تولد ہوئے جو کہ دونوں آپ کے شاگرد رشد اور عالم بھی دین و درویش صفت انسان تھے۔

ہمعصر: حضرت میاں محمد ابراہیم کے ہمعصر نامور علماء و مشائخ میں مولانا غلام محمد نقشبندی ملکانی شریف، مولانا عبدالرزاق بوبک (تحصیل سیوہن شریف) اور مولانا عبداللطیف (ہالا) وغیرہ مشہور ہیں۔

وصال: حضرت مولانا محمد ابراہیم، عالم باعمل، شریعت مطہرہ کے پابند، طلباء پر مہربان، سخی، مہمان نواز، اساتذہ ومرشد کریم کے نہایت ادیب یہاں تک کہ اساتذہ کرام کا احتراماً نام نہیں لیتے تھے بلکہ القاب سے یاد کرتے تھے۔ شب بیدار اور عشق مصطفی ﷺ میں لبریز دل رکھتے تھے۔ میاں محمد ابراہیم آخری دنوں میں بیمار ہوگئے اور ۱۸، شوال المکرم ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء کو انتقال کیا اور گوٹھ دودوبگھیہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے جہاں آج بھی آپ کا آستانہ آباد ہے۔

[مواد کے حصول کے سلسلہ میں حکیم غلام رسول لاکھو صاحب کے مشکور ہیں]



مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی

نامور نعتیہ شاعر اختر الحامدی بن سید محمد ایوب مرحوم کی پیدائش ۱۴، شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک اپنے ننھیال جودھپور (مارواڑ) میں ہوئی۔ موصوف کا تاریخی نام "محمد مرغوب" (۱۳۴۰ھ) ہے۔ آپ والد محترم کی طرف سے مودودی النسب سید اور مادری سلسلہ سے جیلانی سید ہیں۔ موصوف کے جد اعلیٰ، حضرت خواجہ سید قطب الدین محمد مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت خواجہ کی نسل سے ایک بزرگ خواجہ محمد خضر رحمۃ اللہ علیہ، سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کے عہد حکومت میں ہرات سے وارد ہند ہوئے تھے۔ خواجہ محمد خضر ایک باکمال بزرگ تھے جن سے سلطان کو بے حد عقیدت ہوگئی تھی اور اسی تعلق خاطر اور نیاز مندی کی وجہ سے بادشاہ نے مضافات اجمیر شریف سے چار مواضع (گوٹھ) یعنی ڈوڈیانہ، دلواڑی، ہاتھی کھیڑا اور آکہری ان کی نذر کئے تھے۔ جن پر موصوف کے خاندان کا قبضہ رہا اور تقسیم ہند کے وقت مذکورہ چاروں مواضع مولانا اختر الحامدی کے قبضے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ مولانا بفضلہ تعالیٰ فارغ البال تھے اور تقسیم ہند تک اس گھرانے کا شمار اجمیر شریف کے رؤسا میں ہوتا تھا۔

مولانا اختر الحامدی کے والد ماجد مولانا سید محمد ایوب "منش" مودودی اجمیری، حضرت خلش اجمیری کے شاگرد تھے جن کو حکیم مومن خان "مومن" دہلوی سے شرف تلمیذ حاصل تھا۔ والد مرحوم کو بہترین غزل گو شاعروں اور اساتذہ فن میں شمار کیا جاتا تھا۔ اجمیر شریف کی ادبی انجمنوں نے موصوف کی فنی خدمات کو سراہا اور فنی مہارت کے پیش نظر متفقہ طور پر انہیں "قادر الکلام" اور "تاج الشعراء" کے خطابات دے کر خراج عقیدت پیش کیا تھا۔

تعلیم وتربیت: اختر الحامدی کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے نانا جان مولانا مفتی سید راحت علی صاحب جیلانی راحت قادری رحمۃ اللہ علیہ جودھپوری سے پڑھیں

اور قرآن کریم ناظرہ بھی انہی سے پڑھا۔ اس کے بعد موصوف کو "دارالعلوم یادگار اسحاقیہ حنفیہ رضویہ" میں داخل کروایا گیا۔ وہاں حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الاعظمی اور علامہ غلام یزدانی اعظمی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں سے جی بھر کر علمی پیاس بجھائی اور درس نظامی کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی تحصیل علوم شرقیہ کی طرف بھی متوجہ رہے۔ فارسی میں منشی فاضل، اور اردو میں ادیب فاضل کے امتحانات پاس کر کے سندات حاصل کیں۔

بیعت: ۱۳۶۱ھ میں اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ کے خلف اکبر اور جانشین حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ قادریہ رضویہ بریلی شریف) جودھپور مارواڑ تشریف لے گئے تو اختر صاحب سلسلہ قادریہ میں ان سے بیعت ہو کر اختر سے اختر الحامدی ہو گئے۔ اسی سال بریلی شریف مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے مدرسہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی سے سند دے کر اختر کی تجدید کر دی اور ان پر اپنی مہر بھی ثبت فرما دی۔ مرشد برحق کی یہ ایسی نوازش تھی جو سعادت مندوں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اسی لئے تو مولانا اختر الحامدی یوں فخر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

اختر ازل سے حلقہ بگوش حضور ہوں
قسمت سے آ گیا مُور حامد رضا پسند

درس و تدریس: کسب معاش کے سلسلے میں موصوف نے ملازمت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اولاً اجمیر شریف کے ایک مڈل اسکول میں اردو فارسی کے استاد رہے اور کچھ عرصہ بعد اپنے ننھیال آ کر جودھپور میں "یادگار اسحاقیہ حنفیہ رضویہ" میں اردو فارسی کے مدرس مقرر ہو گئے۔ آخر میں رفیق الاسلام ہائی اسکول کی ملازمت اختیار کی اور قیام پاکستان تک اسی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ (نعت محل)

شہزاد احمد صاحب رقمطراز ہیں: "ہندوستان سے پاکستان منتقل ہوئے اور مستقل سکونت لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۱ حیدرآباد (سندھ) میں اختیار کی اور آخری وقت تک شعبہ درس و تدریس سے وابستہ رہے"۔ (لیلۃ النعت)

تلامذہ: مولانا اختر الحامدی کے تلامذہ کا یوں تو حلقہ بہت وسیع ہے مگر ان میں سے صرف چند کے نام پیش خدمت ہیں:

علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری (لاہور)، مفتی احمد میاں برکاتی (حیدرآباد)، راجا رشید محمود (لاہور)، قمر یزدانی (ضلع سیالکوٹ)، سرور بجنوری، صابر براری (کراچی)، مقبول الوری، شہزاد احمد

(کراچی) اور دیگر شعرائے کرام شامل ہیں۔

شادی واولاد: آپ نے ایک شادی کی اس کے بطن سے اکلوتا بیٹا نور الرضا تولد ہوئے۔

ہے دعا رب سے اختر کی پھولے پھلے نخلِ نور الرضا اختر الحامدی

(اختر شاہجہانپوری)

شاعری: علامہ عبدالحکیم اختر مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: شاعر بھی اکثر محنت شاقہ ہی سے بنا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس بعض حضرات پیدائشی شاعر بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کی شاعری کے آثار بچپن ہی سے نظر آنے لگتے ہیں۔ مولانا اختر الحامدی بھی ایک پیدائشی شاعر ہیں اور ایسے خوش نصیب شاعر ہیں کہ ان کی شاعری کا اول وآخر نعت گوئی ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے پہلی نعت لکھی جو ایک سو ایک اشعار پر مشتمل تھی۔ جب وہ نعت شریف لے کر اپنے ماموں مولانا حکیم سید اصغر علی اصغر رضوی حامدی جودھپوری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا احسن مارہروی کے پاس حاضر ہوئے تو پڑھ کر انہیں اتنی خوشی ہوئی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، معاً پیشانی کو بوسہ دیا اور اس ہونہار کی تیز ذہانت دیکھ کر فوراً اختر الحامدی کو سحر البیان استاذ الشعراء حضرت علامہ رضائے حسنین بیدل صدیقی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت بیخود بدایونی تلمیذ حضرت داغ دہلوی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل کروا دیا۔ حضرت بیدل بدایونی نے بھی جب نعت سنی تو باغ باغ ہو گئے اور موصوف پر خاص نظر کرم فرمانے لگے لیکن زیادہ دیر تک یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا کیوں کہ جلد ہی علامہ بیدل کا انتقال ہو گیا۔

موصوف کے وصال کے بعد مولانا اختر الحامدی نے پاک و ہند کے مشہور نعت گو شاعر، لسان الحسان علامہ یعقوب حسین المعروف ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمیذ حاصل کیا۔ ضیاء القادری، جناب احمد علی اسیر بدایونی کے شاگرد تھے اور وہ مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی کے، اختر الحامدی کا نعتیہ کلام ضیاء القادری کی ضیا پاشیوں سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ ۲۵، جنوری ۱۹۵۴ء کو استاد محترم ضیاء القادری نے اختر الحامدی کو سند فراغت دیتے ہوئے ایک بیج بھی عنایت فرمایا۔ (نعت محل ص)

میں ہوا اختر ضیاء القادری کا جانشین
میرا شغل نعت گوئی میرے کام آ ہی گیا

تصنیف وتالیف: آپ کا نعتیہ کلام ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں)، ماہنامہ سالک (راولپنڈی)، ماہنامہ رضوان (لاہور) وغیرہ رسائل اہل سنت میں شائع ہوتا رہا اور عوام الناس مستفیض ہوتے رہے۔

- نعت محل ۔مرتبہ اختر مجددی، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۷۴ء
- بہار عقیدت ۔تضمین بر سلام مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام، مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۴۰۴ھ
- انوار عقیدت ۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے "قصیدہ نور ۔صبح طیبہ میں ہوئی" پر تضمین رقم فرمائی۔ مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفیٰ ۱۳۹۲ھ
- جمال رسول ﷺ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد (سندھ) ۱۳۸۰ھ
- کمال رسول ﷺ بزم رضا حیدرآباد (سندھ) ۱۹۶۰ء
- امام نعت گویاں ۔مکتبہ فریدیہ ساہیوال ۱۹۷۷ء، اعلیٰ حضرت کے کلام کا مختصر مگر جامع تعارف اور اعلیٰ حضرت کے کمالات شاعری پر بھی روشنی ڈالی ہے۔
- فکر جمیل ۔اختر الحامدی کی نعتوں اور تضمینات پر مشتمل نیا کلام ۔غیر مطبوعہ
- نعت نگر ۔اختر الحامدی کا غیر مطبوعہ دیوان (لیلۃ النعت مطبوعہ گلبہار نعت کونسل کراچی ۱۹۹۵ء)

وصال: حضرت مولانا سید اختر الحامدی کا وصال یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق ۴، جولائی ۱۹۸۱ء شنبہ شام ۴ بجے اکسٹھ (۶۱) سال کی عمر میں حیدرآباد (سندھ) میں ہوا، اور لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۱ کے قبرستان میں انہیں دفن کیا گیا۔

(لیلۃ النعت مضمون "حیدرآباد کے نعت گو" از شہزاد احمد، نعت کونسل ۱۹۹۵ء)

اختر ہے شغل نعت عبادت مرے لئے
میری کتاب فکر کے عنوان ہیں مصطفیٰ

--------۞--------

مولانا حافظ مسعود احمد دہلوی

حضرت مولانا حافظ محمد مسعود احمد چشتی بن حضرت مولانا محمد کرامت اللہ خان دہلوی ۱۳۲۵ھ کو دہلی میں تولد ہوئے۔

آپ حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ذہانت و فطانت کا پیکر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال کے ساتھ حسن اخلاق کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ آپ کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ سب سے چھوٹے تھے لہٰذا والدین اور بہن بھائیوں کے لاڈلے بھی ہوئے۔ بڑے بھائی مولانا محمد حنیف صاحب جوانی میں ہی والدین کی موجودگی میں انتقال فرما گئے۔ دوسرے بھائی محمد احمد صاحب کا انتقال

کراچی میں ۱۹۵۷ء میں ہوا۔ لہٰذا ڈاکٹر حافظ فیوض الرحمٰن صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ مولانا محمد احمد صاحب ۱۹۴۷ء کے فسادات میں باڑے ہندوواڑ میں شہید ہوگئے، صحیح نہیں۔

(حوالہ کے لئے دیکھئے: حضرت حاجی امداداللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء ص ۲۶۸ وغیرہ)

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ حافظ قاری عبدالرحیم دہلوی سے قرآن حکیم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، شیخ الحدیث علامہ مفتی ابوالبرکات سید احمد قادری، اور تاج العلماء علامہ مفتی محمد عمر نعیمی سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔

علامہ ابوالبرکات صاحب سے مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں اس لئے پڑھتے رہے کہ سید صاحب آپ کو لاہور لے آئے تھے۔ کیوں کہ سید صاحب کے والد ماجد شیخ الحدیث علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد کرامت اللہ خان دہلوی سے بھی کچھ تلمذ رکھتے تھے، اس لئے سید صاحب "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" کے حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کو اپنے مدرسہ حزب الاحناف لاہور لے آئے تھے۔ بعد میں صدرالافاضل آپ کو لاہور سے مراد آباد لے گئے۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ بزرگوں صدرالافاضل اور سید صاحب کے آپ منظور نظر ارشد تلمیذ تھے۔ لاہور کے زمانہ تعلیم میں واعظ شیریں بیاں حضرت مولانا غلام دین لوکو شیڈ اور سلطان الواعظین حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی (مصنف کتب کثیرہ) آپ کے ہم درس تھے۔

حضرت مولانا مسعود احمد چشتی صابری نے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد واپس دہلی تشریف لے گئے اور اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد امامت وخطابت اور تحریر و تقریر کی صورت میں دینی خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔ پاک و ہند کی تقسیم کے بعد کچھ عرصہ آپ نے لاہور داتا کی نگری میں گذارا، اس کے بعد میں کیوں کہ اکثر عزیز واقارب اور مریدین و متوسلین کراچی میں تھے اس لئے مستقل قیام کراچی (سندھ) میں فرمایا۔

بیعت وخلافت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں اپنے والد ماجد، فاضل جلیل، عالم نبیل، خطیب ذیشان حضرت مولانا حافظ قاری محمد کرامت اللہ خان چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ سے دست بیعت تھے اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے تھے۔

خطابت وامامت: نہ صرف وعظ وخطابت کے لئے آپ نے کلکتہ اور بمبئی کے علاوہ دیگر شہروں کے دورے شروع کئے بلکہ "الرسالت" کے نام سے ایک ماہنامے کا آغاز بھی کیا۔ نیز یہ کہ عقائد ومعمولات اہل سنت، ایصال ثواب اور نذر و نیاز کے موضوع پر مناظرے بھی کئے۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں زبردست فتح ونصرت عطا فر... س کے علاوہ کراچی کے مشہور ومعروف علاقہ "رنچھوڑ لائن" میں "صابری جامع مسجد" کی بنیا... راس میں تاحیات امامت وخطابت کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت مولانا کے محرم شریف کے وعظ کی بڑی شہرت ہوا کرتی تھی۔ پنجاب کے بڑے بڑے مشہور ومعروف علمائے کرام کے وعظ اپنی جگہ لیکن محرم شریف میں حضرت مولانا کی تقریر کا انداز ہی کچھ اور ہوتا جو اپنے اندر سوز وگداز لئے ہوئے تھا۔ یہ محرم شریف کی محافل ومجالس دس روز تک نہیں بلکہ چالیس روز تک جاری رہتی تھیں۔ جس میں توحید ورسالت، شان اہل بیت اطہار ومقام صحابہ کبار کے علاوہ اولیائے ابرار کے فضائل ومناقب بھی بیان کئے جاتے تھے۔ جناح اسٹریٹ میں ایک طرف الفاروق ہوٹل اور دوسری طرف گوشت مارکیٹ تک سرہی سر نظر آتے تھے۔ خواتین کی بھی ایک بڑی تعداد ہوتی تھی۔ خاص طور پر جب جناح اسٹریٹ میں آخری تقریر ہوتی تو حکومت پاکستان کی کوئی نمائندہ شخصیت کی ضرور شرکت ہوا کرتی تھی۔ ہر شب میں تلاوت کا آغاز حضرت قاری حافظ ممتاز احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (مزار شریف احاطہ مدینہ مسجد ملیر) فرماتے اور نعت شریف نعت خواں حضرات پیش کرتے تھے۔

وصال: حضرت موصوف بھرپور زندگی گذارنے کے بعد اندازاً پچاسی سال کی عمر میں ۲۲، ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲۸، جولائی ۱۹۸۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔

وصال کے وقت آپ کی اہلیہ محترمہ کے علاوہ بیٹے وبیٹیاں اور تمام داماد موجود تھے۔ موصوف کی وفات رات میں ہوئی تھی اس لئے دوسرے دن ظہر کے بعد نماز جنازہ صابری مسجد کے باہر قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں ادا کی گئی۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد نیو کراچی کے قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی جہاں پر آپ آسودہ خاک ہیں۔

زندگی ان کی ہے جو مرتے ہیں حق کے نام پر! اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

[علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی سے حالات مذکورہ دستیاب ہوئے، جس کے لئے ان کے مشکور وممنون ہیں]

مولانا مفتی مظفر احمد دہلوی

مفتی مظفر احمد، حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے اور نامور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ دہلی میں تولد ہوئے۔ پاکستان

بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔

تعلیم و تربیت: مدرسہ عالیہ جامع مسجد فتحپوری دہلی میں قاری فضل الدین سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اسی مدرسہ میں نامور علماء سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں اسی مدرسہ سے سند الفراغ اور دستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ فن طب و حکمت کی جانب متوجہ ہوئے اور اس وقت کے نامور طبیب حکیم جمیل الدین خان سے آپ نے فن طب حاصل کیا۔

بیعت وخلافت: رسالہ رکن دین کے مصنف حضرت مولانا رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون الور، انڈیا) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور وہیں الور میں صحبت اختیار کی۔ پاکستان تشریف لائے تو آپ کے مرشد زادے حضرت مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ (ربانی جامعہ مجددیہ رکن الاسلام، حیدرآباد) نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی نے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ جب کہ حضرت خواجہ ضیاء معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت پیر غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ملیر کراچی میں رہائش پذیر تھے) سے بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔

فتاویٰ نویسی: آپ نے دہلی کے قیام سے لے کر کراچی کے زمانہ قیام تک تقریباً چالیس سال فتاویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے اور اس میدان میں بھی اپنے آباء واجداد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر فقہی جزئیات پر آپ کی دسترس، عقلی اور نقلی دلائل پر آپ کے عبور کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

امامت وخطابت: جامع مسجد فتحپوری دہلی کی شاہی امامت آپ کے جدامجد حضرت مولانا محمد مسعود دہلوی کے دور سے چلی آ رہی تھی جب کہ حضرت مولانا محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے سسرال سے ملی تھی، جن کے ہاں شاہان مغلیہ کے دور سے یہ منصب چلا آ رہا تھا۔

حضرت علامہ محمد مسعود کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کو یہ منصب ملا۔ اور ان کے دور میں حضرت مفتی مظفر احمد پندرہ سال کی عمر سے اس مسجد میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ نیابت کے علاوہ آپ فتاویٰ نویسی، بعد نماز جمعہ درس قرآن اور تبلیغ، رشد و ہدایت کے کام بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ تقریباً چھبیس (۲۶) سال جامع مسجد فتحپوری دہلی میں امامت وخطابت اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ بھی پاکستان تشریف لے آئے اور فریئر روڈ کراچی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

یہاں سب سے پہلے آپ نے کھوڑی گارڈن کی ایک چھوٹی سی مسجد سے خطابت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد جامع مسجد آرام باغ میں آپ نے امامت فرمائی۔ اس کے بعد عیدگاہ میدان میں بھی آپ برسوں آنریری خطیب کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔

"جمعیت اہل سنت" کے نام سے آپ نے ایک تنظیم بنائی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا، اس وقت کے مقتدر علماء صدر الافاضل کے بھتیجے مولانا مفتی غلام محی الدین نعیمی (ڈرگ روڈ) مولانا ضیاء الدین سہروردی اور مفتی غلام قادر کشمیری (ماڈل کالونی) وغیرہ کے ساتھ مل کر اسی پلیٹ فارم سے دینی ملی تحریکوں میں حصہ لیا اور مسلک حقہ اور دین متین کی ترویج و اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ختم نبوت کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، حتیٰ کہ مفتی محمد عمر نعیمی اور علامہ عبدالحامد بدایونی وغیرہ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے اور سینٹرل جیل کراچی میں ایک ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کے اوصاف و کمالات میں حق گوئی اور بے باکی آپ کی ایک امتیازی صفت تھی۔ صدر ایوب خان کے مارشل لاء میں جب ہر شخص حاکم وقت سے کانپ رہا تھا یہ مرد درویش علی الاعلان بغیر کسی خوف کے جلسوں میں ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہا تھا۔ کسی بڑے سے بڑے کا رعب و دبدبہ آپ کو حق بات کہنے سے کبھی باز نہ رکھ سکا۔

(سندھ کے صوفیائے نقشبند مطبوعہ ۱۹۹۷ء)

اولاد: آپ کو تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- حافظ قاری محمد ظفر احمد 2- حافظ محمد اظہر احمد

3- حکیم محمد نذر احمدؒ

تصنیف و تالیف: آپ نے بکثرت فتاویٰ تحریر فرمائے اگر جمع کئے جائیں تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہوسکتی ہیں۔ فتاویٰ کے علاوہ آپ کے علمی مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہوتے رہے اور تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ تیس پینتیس سال کا عرصہ جاری رہا۔ (تذکرہ مظہر مسعود ص ۳۶۹)

آپ کے بعض رسائل کے نام درج ذیل ہیں:

1- عقائد و اعمال 2- الجہاد

3- الدُّعاء للمجاھد و لغیر المجاھد

یہ رسائل محمد ابراہیم جاپان والے نے بندر روڈ کراچی سے آپ کی زندگی میں شائع کئے تھے۔

وصال: مفتی محمد مظفر احمد ۱۷ شوال المعظم ۱۳۹۰ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو انتقال کیا۔ مفتی محمد محمود الوری نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو پاپوش نگر (ناظم آباد کراچی) کے قبرستان میں

سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مولانا سید محمد چھٹل شاہ لکیاری

حضرت سید محمد چھٹل شاہ بن سید تاج محمد شاہ گوٹھ بدڑ (تحصیل سیوہن شریف ضلع دادو) میں ماہ ربیع الاول شریف ۱۵، جون ۱۹۲۷ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گوٹھ کی مسجد کے مکتب سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۲ بارہ سال کی عمر میں والد ماجد نے مدرسہ عین العلوم امینانی شریف میں داخلہ دلا دیا۔ جہاں مولانا سید امیر محمد شاہ حسینی سے درس نظامی کا نصاب مکمل کر کے ایک اندازے کے مطابق ۱۹۴۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

استاد العلماء مولانا محمد اکتر وائی (اکترو متصل بوبک) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا اور فتاویٰ نویسی کا کام فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری نور اللہ مرقدہ اور مفتی میاں احمد (گوٹھ مڈھ ضلع دادو) سے سیکھا تھا۔

بیعت: فقیہ اعظم، تاج العارفین، بحر العلوم والفیوض، امام المیراث، عاشق خیر الانام حضرت علامہ الحاج مفتی محمد قاسم مشوری نور اللہ مرقدہ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت ضلع دادو کے مختلف مدارس میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دوڑ شہر میں درس دیا، مستوئی گوٹھ میں دس سال، دادو شہر میں دو سال درس دیا۔ اس کے بعد خیر پور ناتھن شاہ (ضلع دادو) میں ایک بیوہ خاتون نے پلاٹ مدرسہ کے نام وقف کیا، آپ نے اپنے دوست خاص و پیر بھائی علامہ مفتی غلام محمد لغاری کی رفاقت سے ۱۹۵۶ء کو اس پلاٹ پر "مدرسہ خیر العلوم" کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ میں ۱۹۵۶ء تا ۱۹۹۶ء تک مسلسل چالیس سال بحیثیت مدرس و منتظم کے فرائض باحسن و خوبی سرانجام دیئے۔

کتب بینی کا بھی انتہائی شوق تھا، شوق کی تکمیل کے لئے کتابوں کا عظیم ذخیرہ جمع کیا تھا جس میں تقریباً ۳۰۰۰ تین ہزار کتب موجود ہیں اور یہ کتب خانہ مدرسہ کی زینت بنا ہوا ہے۔

دورہ تفسیر القرآن: شاہ صاحب کو دین کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، عدم وسائل کے باوجود مدرسہ خیر العلوم میں تقریباً ۱۹۸۴ء میں دورہ تفسیر القرآن کا انعقاد کیا۔ تدریس کے

فرائض کیلئے مصنف کتب کثیرہ شیخ القرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور) کی خدمات حاصل کی اور تشہیر کے لئے شاندار قسم کے بڑی سائز کے اشتہار چھپوا کر سندھ بھر میں تقسیم کئے گئے۔ ایک ماہ کے اس دورے میں تقریباً نوے (۹۰) علماء وطلباء نے شرکت کی۔ جن کی رہائش خورد ونوش کا انتظام مدرسہ کے ذمہ تھا۔ اختتام پر ایک عظیم الشان جلسہ حضرت فقیہ اعظم، امام اہل سنت، استاد الاساتذہ، علامہ مشوری سرکار قدس سرہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دادو اور لاڑکانہ اضلاع کے اکثر علماء ومشائخ اور لاتعداد عوام اہل سنت نے شرکت کی تھی۔ آخر میں حضرت سرکار مشوری قدس سرہ نے تاریخی وعظیم روحانی خطاب فرمایا تھا۔ اور طلباء کی دستار فضیلت بھی ہوئی اور اسناد بھی تقسیم ہوئی۔ فقیر راشدی کو یاد ہے کہ اس کام میں حضرت چھتل شاہ کے ساتھ مفتی غلام محمد لغاری اور مولانا سید تاج محمد شاہ نے بھرپور ساتھ دیا۔

تصنیف وتالیف: حضرت شاہ صاحب لاڑکانہ تشریف لاتے تو کبھی کبھار فقیر راقم الحروف کو بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا۔ تو فقیر انہیں تصنیف کی جانب توجہ مبذول کراتا آخر ایک بار خوش خبری سنائی کہ انہوں نے تین چار رسائل اختلافی مسائل پر تحریر کئے ہیں جس میں مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ فقیر نے جدید طریقہ اشاعت یعنی کمپوزنگ وآفسٹ اشاعت کے متعلق مشورے پیش کئے تو فرمایا: ''اکثر طبیعت ناساز رہتی ہے اسلئے کچھ وقت نکال کر فیئر کاپی بنا کر پھر آپ کے مشورے پر عمل کیا جائے گا''۔ بعد میں علالت کے سبب غالباً شاہ صاحب کو فیئر کاپی بنانے کا وقت نہ مل سکا اور شاہ صاحب کا انتقال ہوا اور ان رسائل پر ابھی تک کچھ کام نہ ہو سکا۔ یہ رسائل آپ کی آخری عمر کی یادگار تحریریں ہیں۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے ۴ حج، اور ۶ عمرے کئے۔ اس طرح دس بار خانہ کعبہ اور دربار رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کی، جس میں سے تین بیٹیاں اور تین بیٹے تولد ہوئے۔ (۱) مولوی سید احمد شاہ (۲) مولوی سید محمد شاہ (۳) سید محمود شاہ لکیاری

تلامذہ: آپ کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

1- مولانا محمد قاسم ببر	دادو، حال مدینہ منورہ
2- مولانا محمد مستوئی	دادو
3- مولانا غلام مصطفیٰ ڈیپر	تحصیل ٹنڈو محمد خان
4- مولانا محمد یوسف لغاری	خیر پور ناتھن شاہ

وصال: سید محمد چھٹل شاہ طبیعت کی ناسازی کے سبب علیل رہنے لگے، اس کے باوجود صوم صلوٰۃ اور ذکر شریف کی کثرت کی پابندی آخر دم تک جاری رکھی۔ ۱۱، ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ/ ۳۰ مئی ۱۹۹۶ء بروز منگل ۶۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

[حافظ عبدالستار ابڑو (لاڑکانہ) نے خیر پور جا کر مرحوم کے بیٹوں سے معلومات حاصل کر کے فقیر کو ارسال کی، فقیر نہایت مشکور ہے]

مولانا محمد عاقل "عاقلی"

مولانا محمد عاقل بن آخوند اللہ ڈنہ سومرو گوٹھ عاقل تحصیل لاڑکانہ میں ۵، ستمبر ۱۸۵۱ء کو تولد ہوئے۔ (لاڑکانہ ماضی وحال ص ۱۲۹)

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا نبی بخش عباسی سے تعلیم حاصل کی اور مزید اعلیٰ تعلیم اس وقت کی نامور و عظیم دینی درسگاہ "جامعہ صدیقیہ" شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ) سے حاصل کی۔ دوران تعلیم استاد العلماء غوث الزمان علامہ مفتی خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ کے علاوہ ان کے شاگرد ارشد خلیفہ ارشاد علامہ مولانا غلام محمد مھیسر (کمال دیرو) سے بھی شرف تلمیذ حاصل کیا تھا۔ (حافظ عبدالرزاق سومرو کے قلمی مضمون سے ماخوذ ہے)

بیعت: شیخ طریقت، عارف کامل، فارسی کے باکمال شاعر حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب تخت ڈنی پگارہ سوئم قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور کافی عرصہ پیر و مرشد کی خدمت میں گذارا۔ حضرت کے علماء و شعراء کا حلقہ وسیع تھا۔ حضرت علماء و شعراء کا بہت اعزاز فرماتے انہیں انعام و اکرام سے نوازنا حضرت کا معمول تھا۔ مولانا موصوف بھی وہاں سے خوب سیراب ہوئے۔ حضرت مصرعہ ارشاد فرماتے اور حاضر شعراء کرام کو حکم ہوتا کہ وہ مصرعہ پر شعر کہیں۔ ان میں مولانا عاقلی کا بھی خوب نام تھا۔ (ملاحظہ فرمائیں دیوان مسکین مطبوعہ پیر جو گوٹھ) عاقل کی سومرا قوم و دیگر افراد خاندانی طور پر درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ کے مرید و معتقد تھے۔

لاڑکانہ واپسی: ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء کو حضرت پیر صاحب پگارہ سوئم کے وصال مبارک کے بعد مولانا عاقلی درگاہ شریف سے واپس لاڑکانہ اپنے گوٹھ عاقل بذریعہ کشتی دریا پار کر کے آئے۔ لاڑکانہ شہر میں اسلامی کتب خانہ قائم کیا۔ اس طرح لاڑکانہ شہر میں سب سے پہلا اسلامی کتب خانہ تاجرانہ بنیاد پر ایک مسلمان عالم کے ذریعہ قائم ہوا۔ کتب بینی و گوشہ نشینی آپ کا وصف خاص تھی۔

علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ کی کتاب "تحفة اولی الالباب فی رد علیٰ طاعن الاصحاب" مطبوعہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء پر مولانا عاقلی کی تقریظ ثبت ہے۔ (روشن صبح)

حکمت وطب: مولانا حکمت پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ اس فن کے ذریعے بھی انسانیت کی خدمت انجام دی۔ لاڑکانہ کے نابینا حکیم حافظ عبدالوہاب مرحوم مولانا کے شاگردوں میں سے تھے۔ (سندھ کی طبی تاریخ ص ۶۵۸)

شاعری: مولانا عاقلی عالم فاضل اور فارسی وسندھی کے باکمال شاعر تھے۔ "عاقلی" تخلص استعمال میں لاتے تھے۔ آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں حضور پرنور صاحب لولاک ﷺ کی تعریف و توصیف، شان وعظمت، سیرت طیبہ، بلند مقام، میلاد شریف ومعراج النبی کا ذکر خیر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عاقلی صحیح العقیدہ سنی عالم دین اور صوفی تھے۔ ایک سندھی نعت شریف میں اپنی ترجمانی یوں کی ہے۔

مار محبت جی مزی جی گالھ کا دن کنئون پچ
عام کی کھری خبر، ھن عشق جی اسرار جی

اور ایک مقام پر صاف صاف بات کہی ہے کہ حضور پاک شفاعت فرمائیں باقی اپنے اعمال پر کوئی بھروسہ نہیں:

ناھ "عاقل" کی عبادت ء عقل تی آسرو
کر سفارش سیدا، ھن بی وری بیکار جی

(سندھی نعتیہ شاعری مرتبہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی)

اولاد: آپ کو تین بیٹے تولد ہوئے اور تینوں شاعر وعلم دوست گذرے ہیں:
1- عبدالفتاح عبد 2- غلام سرور مسرور 3- عبدالحق زیب عاقلی

وصال: مولانا محمد عاقل عاقلی نے ۱۰، شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ بمطابق ۳، ستمبر ۱۹۴۱ھ کو نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (لاڑکانہ ماضی وحال: میمن عبدالمجید سندھی)

آخری آرامگاہ عاقل کے قبرستان میں ہے۔

عاقلی کا قریبی شاگرد یا فرزند آپ کے حالات پر لکھتا تو آج تفصیل معلوم ہو جاتی کہ مولانا نے نثر ونظم میں کونسی کتابیں تخلیق کی تھیں۔ ہائے افسوس! ناقدری کے سبب تفصیلی حالات نہیں لکھے گئے۔ زر پرستی کا زمانہ ہے ہر ایک دنیا جمع کرنے کے چکر میں سرمست ہے الا ماشاء اللہ اس لئے اسلاف سے وابستگی کم ہوتی جارہی ہے جب اپنوں کا یہ حال ہو تو دوسروں سے کیا شکوہ!!!



الحاج مولانا محمد تھیم

حضرت الحاج مولانا محمد تھیم گوٹھ ٹنگو (تحصیل جاتی ضلع ٹھٹھہ) میں ۱۸۸۶ء کو تولد ہوئے۔

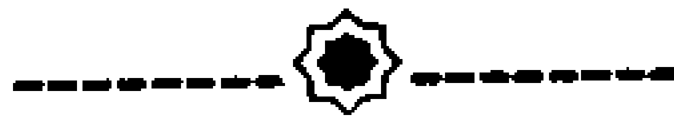
تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ میں اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ میں حاصل کی۔ جہاں مولانا یار محمد رپ والے، علامہ فتح علی جتوئی اصغر اور مولانا مفتی میر محمد جتوئی جیسے نامور وجید اساتذہ کی نگرانی میں تکمیل درس کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ ان دنوں بدین کے مشہور وہابی وشاعر حاجی احمد ملاح آپ کا ہم سبق تھا۔

درس و تدریس: بعد فراغت مادر علمی میں گوٹھ ٹنگو میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اس مدرسہ سے بے شمار طلباء نے استفادہ کیا اور آپ کی اولاد میں بھی کئی افراد مشرف بعلم ہوئے۔ یہ درسگاہ آج بھی علم کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے۔

عادات و خصائل: حق گو عالم دین تھے۔ عابد، زاہد، پرہیزگار، صابر و شاکر شخصیت کے مالک تھے۔ تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ متحرک وسرگرم زندگی گذاری۔

وصال:

حضرت مولانا محمد تھیم نے ۱۹۴۹ء کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (ٹھٹھہ صدین کان)



مولانا پیر محمد ابراہیم جان سرہندی

حضرت مولانا پیر محمد ابراہیم جان سرہندی بن حضرت پیر محمد اسماعیل روشن بن حضرت پیر حکیم محمد حسین بن خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی مجددی فاروقی رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء بروز دوشنبہ تولد ہوئے۔

نام محمد عرف ابراہیم تخلص "خلیل" اور کنیت ابو العلاء ہے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، عالم باعمل عابد و زاہد تھے زندگی بھر گلزار خلیل تحصیل سامارو (ضلع عمرکوٹ، سندھ) میں مجددی اور سرہندی مسند رشد و ہدایت پر جلوہ فرماتے رہے اور مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت فرماتے رہے۔ (صوفیائے نقشبند)

تعلیم و تربیت: آپ نے جدامجد، والد گرامی، مولانا عبدالرحیم دل، مولانا غوث محمد بھرگڑی (شاگرد مولانا علامہ محمد عثمان قرانی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) مولانا محمد قاسم کالرو اور مولانا عطاء اللہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سندھ مدرسۃ الاسلام

کراچی میں داخلہ لے لیا مگر جد امجد حضرت پیر محمد حسین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا انگریزی پڑھنا پسند نہ آیا اور فرمایا: اگر تم انگریزی پڑھنا چاہتے ہو تو ہم گاؤں میں ہی کسی استاد کو مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ آپ نے گاؤں میں ہی انگریزی زبان میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی لیکن جلد ہی اس زبان سے ایسی نفرت ہو گئی کہ اسے بالکل ترک کر دیا۔

اب آپ کو علم طب کا شوق چرآیا تو دہلی تشریف لے گئے لیکن حکیم محمد اجمل خان صاحب کی رحلت کے سبب طبیہ کالج انارکی کا شکار ہو چکا تھا، چنانچہ آپ نے حکیم کبیر الدین کے ہاں داخلہ لیا اور بڑی تندہی سے علم طب کی تحصیل شروع کر دی۔ وہاں سے آپ نے جد امجد کو خط لکھا کہ میں طب کی تحصیل کے لئے دور دراز کا سفر کر کے یہاں آیا ہوں اب آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے حضرت نے جواب میں لکھا کہ جس علم کے حصول اور جن کتب کی تکمیل کے لئے تم بھٹکتے پھر رہے ہو وہ مجھ سے بہتر تمہیں کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ لہٰذا آپ واپس وطن تشریف لے گئے اور جد امجد کے حضور علم طب کی آخری کتابیں قانون الشیخ و نفیسی وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی مزید تعلیم کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے اور علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا اور ساتھ ساتھ مولانا کے برادر اصغر مولانا حکیم نظام الدین اجمیری سے علم طب میں بھی اکتساب فرمایا۔ (اکابر تحریک پاکستان)

بیعت و خلافت: فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت خواجہ نور بخش رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ پھلن شریف (ضلع ملتان) کے دست حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور پھر مولانا فیض محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (فیض آباد تاندلیانوالہ تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد) سے بیعت ہو کر طریقت و معرفت کے مقامات طے کیے۔ اجازت و خلافت بھی انہیں سے پائی۔

قیام مدرسہ: گلزار خلیل میں آپ ایک طرف رشد و ہدایت اور طب و حکمت کے ذریعے مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہے اور دوسری طرف اسی گاؤں میں ایک مدرسہ بنام "مجددیہ سرہندیہ" قائم فرمایا۔ جس میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔

عادات و خصائل: آپ زندگی اس قدر سادہ گزارتے تھے کہ باوجود صاحب حیثیت زمیندار ہونے کے آخر تک پختہ مکان نہیں بنایا۔ چارپائی پر نہیں سوتے تھے۔ عیش و تنعم سے سخت نفرت تھی۔ خوراک بھی سادہ تھی اور مٹی کے تھلہ پر بیٹھتے تھے۔ آپ کی تقریر بڑی دل پذیر اور مرتب ہوتی تھی عیدین کے موقعہ پر آپ کا عام خطاب ہوتا تھا۔ خدمت دین کا بڑا جذبہ رکھتے تھے، لادینیت کے خلاف تحریک ہو یا سوشلزم و بدعقیدگی کے خلاف جہاد ہو یا وہابیت کے خلاف ملتان کی سنی کانفرنس ہو یا رائے ونڈ کی سنی کانفرنس الغرض ہر تحریک میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

شعروشاعری: شعروشاعری کا ملکہ آپ کو ورثہ میں ملا تھا، کیوں کہ آپ کے والد گرامی پیر محمد اسماعیل "روشن" ٹنڈو سائنداد (ضلع حیدرآباد) کے سرہندیوں کے واحد صاحب دیوان شاعر تھے اور شعروشاعری میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔ اسی لئے پیر ابراہیم جان خلیل بھی شروع ہی سے شعر کا ذوق رکھتے تھے۔ فارسی اور سندھی دونوں زبانوں میں بہت عمدہ اشعار کہتے تھے۔ سلاست، برجستگی، شگفتگی، رنگین بیانی آپ کے کلام کی بنیادی خوبیاں ہیں۔

جشن میلاد شریف: آپ ہر سال ۱۲، ربیع الاول شریف کو اپنے آستانہ گلزار خلیل میں جشن عید میلاد النبی ﷺ نہایت عقیدت واحترام سے مناتے تھے۔ صبح تا نماز ظہر تک علماء کرام کی تقاریر اور نعت خوانوں کی نعت خوانی ہوتی جس میں لاڑ اور تھر سے کثیر تعداد میں عوام الناس کی شرکت سے ایک عید کا سماں ہوتا۔ فقیر راشدی نے حضرت کی زندگی مبارکہ میں ایک بار شرکت فرمائی۔

شمشیر بے نیام: آپ نے سندھ میں لادینی عناصر کے خلاف جہاد کیا۔ آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ملحدوں، بھارت کے ایجنٹوں، کمیونسٹوں، قوم پرستوں اور راجہ ڈاہر پر ناز کرنے والوں کے خلاف قلمی جہاد ہے۔ آپ نے "سندھ سونہاری" کے نام سے سندھی زبان میں ایک وقیع کتاب لکھی تھی آپ نے اس کتاب میں لادینی عناصر، ملحدوں، قوم پرستوں اور نظریہ پاکستان کے دشمنوں کا اس انداز سے تعاقب کیا ہے کہ زبان سے مرحبا و ماشاء اللہ کی صدائیں بے ساختہ نکلتی ہیں۔ اس کتاب نے سندھ کی عوامی زندگی پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کئے ہیں۔ آپ نے مذکورہ حضرات کو نام بنام یہ کتاب رجسٹری بھجوائی تھی۔

سندھ میں اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر کے خلاف آپ شمشیر برہنہ بن کر میدان عمل میں مصروف جہاد رہے۔ سندھ کے نام نہاد ادیبوں کی تحریروں کے اقتباسات پر مبنی "قرطاس ابیض" رسالہ شائع کیا گیا تھا۔ حکومت سندھ نے اس پر بھی پابندی لگادی۔ (اکابر تحریک پاکستان)

وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت اور مودودیت کے سخت خلاف تھے اور اس کے خلاف اپنے مریدوں کو تلقین فرماتے رہتے تھے۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت: اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔ دونوں کتابیں فقہ الزکوٰۃ (دو جلدیں) فتاویٰ رضویہ ایک جلد ارسال خدمت ہے۔ فتاویٰ رضویہ سے پتہ چلا کہ علامہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بے مثال اور وحید الدہر عالم تھے۔ میں نے فتاویٰ رضویہ منگوالی ہے، چار جلدیں ملی ہیں پانچویں فی الحال نہیں ملی ہے۔ کتب خانہ والوں نے لکھا ہے کہ وہ بھی جلد بھیجیں گے۔ (صوفیائے نقشبند)

آپ نے ایک رسالہ "تصویروں کی لعنت" تحریر فرمایا اس میں اکثر احادیث اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسالہ "احکام التصویر" سے اخذ کی۔ آپ اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: مگر میں نے بڑی تگ و دو کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنتؐ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا لکھا ہوا رسالہ حاصل کیا"۔

ایک مقام پر مولانا محمد زبیر نقشبندی (حیدرآباد) پر لطیف طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ نے فرمایا ہے کہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا مقلد نہیں ہوں۔ جناب عالی! آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد کیسے ہو سکتے ہیں، جب کہ آپ ہر قسم کے علوم منقولات و معقولات میں اس سے بدرجا برتر و بالا ہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اس وقت ہوتے تو یقیناً آپ کے مقلد ہو جاتے۔ (ص ۵۵)

تصنیف وتالیف: آپ کو تصنیف سے بھی خاصی دلچسپی تھی، چند نام درج ذیل ہیں:

- سندھ سونہاری (سندھی) مطبوعہ گلزار خلیل سن ندارد، غالباً ۱۹۷۰ء
- قرطاس ابیض (سندھی) نام نہاد قوم پرستوں سندھی ادیبوں کے بے ادبیوں کا رد غالباً ۱۹۷۵ء
- حقوق الوالدین (سندھی) مطبوعہ گلزار خلیل ۲۰۰۱ء
- تصویروں کی لعنت (سندھی) مولانا زبیر کے موقف کے رد میں لیکن تنقید و طنز کا نشتر ہے، اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔
- رد وہابیت (سندھی)
- خطوط جواب الجواب
- گوہرن جو گنج
- مکتوبات خلیلی مرتبہ غلام رسول خلیلی (ٹنڈو الہیار)
- عصمتِ انبیاء (سندھی، اردو)
- سندھ سونہاری کے سات ستارے

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کی ایک گوٹھ پیر سرہندی ملیر کراچی سے دوسری پشاور سے کی ان سے پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

1- عطاء اللہ عطا سرہندی
2- حافظ محمد یعقوب سرہندی
3- محمد ایوب سرہندی
4- ڈاکٹر محمد موسیٰ سرہندی M.B.B.S
5- ولی اللہ سرہندی

وصال: آپ نے ۲۲، ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بمطابق ۴، جون ۲۰۰۲ء کو گلزار خلیل تحصیل سامارو ضلع عمر کوٹ میں ۸۶ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالوحید سرہندی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اور آخری آرامگاہ درگاہ مجددیہ ٹنڈو سائینداد ضلع حیدر آباد میں بنا۔

گلزار خلیل میں ۱۴، جولائی ۲۰۰۲ء کو چہلم شریف کی محفل منعقد ہوئی، جس میں لاڑ اور تھر سے علماء و مشائخ نے شرکت کی اور آپ کے صاحبزادے زمیندار حاجی محمد ایوب سرہندی صاحب کو سجادہ نشین مقرر کیا۔ دعا ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے مشن کو جاری رکھیں اور ان کی روایات کو برقرار رکھیں۔ آمین

قاضی محمد ابراہیم خلیل

مولانا قاضی محمد ابراہیم بن قاضی خدا بخش ۱۹۰۱ء/ ۱۳۱۸ھ میں تحصیل شہداد کوٹ (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ کارڑا میں تولد ہوئے۔ آپ کی ولادت پر حضرت غوث الزمان، مفتی اعظم، علامہ خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ کے شاگرد مولانا ہندی نے قطعہ تاریخ کہا:

چوں ابراہیم درگلزار دنیا — چوں گل آمد شگفتہ گل بناسا

"ہندی" اسرار دانش خرد سال — "زہے یک باغ ابراہیم گفتہ"

۱۳۱۸ھ

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: قاضی محمد ابراہیم خلیل بن مولانا قاضی خدا بخش بن قاضی محمد ابراہیم بن قاضی محمد بن حضرت علامہ قاضی محمد ابراہیم میرپوری حنفی (متوفی ۱۲۵۰ھ ایک اندازے کے مطابق) قاضی محمد ابراہیم میرپوری ریاست قلات (بلوچستان) کے نامور قاضی گذرے ہیں۔ آپ کا خاندان اصل میں عراق سے بلوچستان آیا تھا۔ قاضی محمد ابراہیم کے جد امجد شیخ احمد شافعی تھے جو کہ عراق کے شہر زبیدہ کے مکین تھے وہیں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کر کے ایک مقام حاصل کیا۔ میر نصیر خان بروہی خان آف قلات کے جد اعلیٰ میر عبداللہ خان، شیخ احمد شافعی کے خاص معتقد تھے ان کے علم و فضل کے معترف تھے اسی لئے وہاں سے یہاں لے کر آئے اور قلات کا قاضی مقرر کیا۔ آپ شافعی ہونے کے باوجود یہاں کی آبادی کا حنفی ہونے کی وجہ سے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ جاری فرمایا کرتے تھے۔ علامہ عبدالحلیم کنڈوی، قاضی میرپور کے شاگرد تھے۔ (الرحیم مشاہیر سندھ نمبر ۱۹۶۷)

تعلیم و تربیت: قاضی ابراہیم خلیل نے ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ کے مکتب میں والد صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد تحصیل قمبر (ضلع لاڑکانہ) کے گوٹھ کور سلیمان میں پیر سید تراب علی

شاہ راشدی کی قائم کردہ دینی درسگاہ مدرسہ دارالفیض میں مولانا عبدالکریم کورائی کے پاس درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: آپ عالم ابن عالم، حکیم ابن حکیم، شاعر، مدرس اور محرر تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ بعد فراغت اپنے گوٹھ میں درس وتدریس اور طب کا کام شروع کیا اور تاحیات قائم رکھا۔ حکمت آپ کا خاندانی پیشہ تھا، قدرت نے آپ کے ہاتھ میں شفا ودیعت فرمائی تھی جس کے سبب بے شمار انسان شفایاب ہوئے۔

دینی وطبی کتب کا مطالعہ اور جمع کرنے کا ازحد شوق تھا۔ جس کے سبب نادر ونایاب وقلمی کتابوں کا ایک ذخیرہ جمع کر رکھا تھا لیکن زمانے کے خرد برد کے سبب اکثر کتب تلف وضائع ہوگئیں۔

سفر حرمین شریفین: قاضی خلیل نے اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی تھی۔

تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں ایک ہی کتاب کا علم ہوسکا کہ انہوں نے اپنے استاد مولانا عبدالکریم کورائی کی شخصیت پر فارسی میں ایک کتاب بنام علامہ "عبدالکریم کورائی" تصنیف کی تھی جو کہ ایک بار زیور طباعت سے آراستہ ہوسکی۔

شاعری: قاضی خلیل شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے، تخلص "خلیل" استعمال میں لائے، اکثر شاعری فارسی میں ہے جب کہ سندھی اور اردو میں بھی شاعری ہے جو کہ ان کے لائق پوتے محمد یوسف قاضی کے پاس محفوظ ہے۔

فقیہ الاعظم تاج العارفین حضرت علامہ خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ کے سلسلہ اساتذہ کرام کے متعلق قاضی ابراہیم خلیل نے فارسی میں نظم کہی تھی جسے مفتی غلام محمد قاسمی نے "سلسلة الاساتذہ الکاملین" کے نام سے فتاویٰ قاسمیہ جلد اول (مطبوعہ مشوری شریف) میں نقل فرمایا ہے۔

حبر دانا محمد قاسم ۔۔۔ قاسم فیض باعمل عالم
درمشوری شریف درگاہ اوست ۔۔۔ درگاہ و درسگاہ ہر دو در اوست
درہمیں سلسلہ ہمہ علماء ۔۔۔ عارفانند کاملاں صلحا

مفتی محمد قاسم یاسینی کے وصال پر قطعہ تاریخ وصال لکھا وہ بھی ہماری اس کتاب میں اپنے مقام پر درج ہے اور حضرت حافظ امام بخش سومرو کے وصال پر سندھی میں منقبت کہی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست میں سے ایک نام معلوم ہوا ہے:

1- میاں محمد نصیر الدین، درگاہ شریف صدیقیہ شہداد کوٹ

وصال: قاضی محمد ابراہیم خلیل نے ۱۳، ستمبر ۱۹۸۷ء کو ۸۷ سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے انتقال کیا۔ آبائی گوٹھ کارڑا کے قبرستان میں آخری آرامگاہ ہے۔ (ماخوذ: شہدا کوٹ جاقلم کار اور شاعر ص ۲۲۴)

مولانا سید معشوق حسین "اطہر"

مولانا سید معشوق حسین بن سید امراؤ علی ۱۰، شعبان المعظم ۱۲۹۰ھ بمطابق ۳، اکتوبر ۱۸۷۳ء کو بمقام ہاپوڑ ضلع میرٹھ (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد حضرت سید ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ عابد شب زندہ دار اور زاہد و پرہیزگار بزرگ تھے۔ انہیں کی نسبت سے آپ کا خاندان "ثنائی" مشہور ہے۔

آپ جب بارہ سال کی عمر کو پہنچے تو والد ماجد وفات پا گئے تو بڑے بھائی سید اشفاق حسین نے پدرانہ شفقت کے ساتھ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے لی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی، ۱۸۸۷ء میں جب آپ قائم گنج ضلع فرخ آباد (بھارت) میں مولوی قمر الدین قمر ساکن سوروں ضلع ایٹہ (یوپی، بھارت) کے پاس زیر تعلیم تھے تو شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنی شاعری کو اپنے عمیق مطالعہ اور کثرت مشق کی بدولت عروج کمال تک پہنچایا۔

اس کے بعد لاہور جا کر مولانا اصغر علی روحی (مترجم: فضائل درود شریف للنبھانی) سے عربی کی چند کتابیں پڑھیں پھر جے پور پہنچے اور وہاں مولانا امیر حسینی محدث دہلوی سے مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب متداولہ کا درس لیا۔ عربی اور فارسی زبانوں میں اچھی استعداد کے مالک تھے۔ ابتداء میں معلمی کا پیشہ اختیار کیا اس کے بعد وکالت سے وابستہ رہے۔

(تذکرہ شعرائے میرٹھ ص ۲۰۳ نور احمد میرٹھی بحوالہ "اطہر ہاپوڑی: حیات و فن شاعری" ڈاکٹریٹ کا مقالہ، مصنفہ شاہدہ افضال مطبوعہ سندیلہ، بھارت، ۱۹۹۴ء)

زمانہ قیام لاہور میں عشرت اصفہانی کا تلمذ اختیار کیا۔ عشرت اصفہانی بڑے فاضل اور حاضر طبع شاعر تھے۔ ایک سال تک استفادہ کیا۔ اردو میں کسی سے اصلاح نہیں لی۔ ۱۸۹۱ء۔۱۸۹۰ء میں مین پوری شہر میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں حضرت محسن کاکوروی، منشی طاہر علی طاہر فرخ آبادی اور منشی حیات بخش رسا تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے ہم صحبت رہے۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۹ء تک علی گڑھ میں قیام رہا۔ ۱۸۹۹ء کو رام پور جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ملک الشعراء حضرت امیر مینائی کی خدمت میں شرف نیاز حاصل کیا۔ ۱۹۰۲ء کو دربار دہلی کے موقع پر فصیح الملک حضرت داغ دہلوی سے آغا شاعر دہلوی کی معیت میں ایک مرتبہ ملاقات کی اور اپنی غزل سنائی، جس کا مطلع ہے:

شب فراق یہ عالم تھا میرے نالوں کا
کلیجہ ہاتھوں اچھلتا تھا سننے والوں کا

مرزا داغ دہلوی نے داد دی کہ بہت بے تکلف مطلع کہا، اسی زمین میں حضرت داغ کا مطلع یہ ہے:

گیا ہے عرشِ معلیٰ پہ شور نالوں کا
خدا بھلا کرے آزاد رہنے والوں کا

ایک مرتبہ حضرت اطہر نے ایک نعت لکھ کر امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں بھیجی۔ جس کا مطلع تھا:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنون کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

امام احمد رضا نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۶ء تک رام پور میں وکالت کی، یہاں حضرت جلال لکھنوی اور منشی امیر اللہ تسلیم سے صحبت رہی۔ ۱۹۰۷ء تا ۱۹۱۰ء تک گوالیار میں بحیثیت وکیل رہے اور مضطر خیر آبادی کے ہم سخن بنے۔ اگست ۱۹۱۰ء کو جے پور آئے اور وکالت شروع کی، ۱۹۲۵ء میں منصف ہوئے اور ۱۹۳۰ء تک اس عہدہ پر فائز رہے یہاں سے سبکدوش ہو کر ریاست ٹونک چلے گئے اور دادِ سخن دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں جے پور کی سکونت ترک کر کے پاکستان (کراچی) آ گئے۔

آپ کی تخلیقات میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

تصنیف و تالیف:

1- اردو کے تین دیوان (چمنستان اطہر)
2- مجموعہ قصائد اردو
3- مجموعہ قصائد و غزلیات فارسی
4- رسالہ تحقیقات الفاظ
5- قطعات تاریخ
6- رسالہ اصلاح عروض
7- مکتوبات شعری
8- رسالہ جدید عروض و قوافی
9- اظہار اللغات

آخر الذکر تصنیف لغت کے متعلق ہے جس کے دو حصے ہیں، ایک حصے میں فارسی الفاظ ہیں، جن کو ہندوستانی فارسی نہیں سمجھتے اور تشبہ کرتے ہیں، دوسرے حصے میں وہ الفاظ ہیں جن کو ہندوستانی فارسی سمجھتے ہیں اور حقیقت میں وہ فارسی نہیں ہے۔ ہر لفظ کی سند "فرہنگ ناصری" سے دی گئی ہے اور دوسرے حصے میں محاکمہ ہے جو "برہان قاطع" اور مرزا غالب کی "قاطع برہان" کے متعلق ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے

کہ مرزا غالب کی رائے برہان قاطع کی نسبت اکثر غلط ہے اور اس کی تائید فرہنگ ناصری سے نہیں ہوتی، فرہنگ ناصری کا مؤلف ایرانی ہے اس کی رائے برہان قاطع اور قاطع برہان سے زیادہ مستند ہوسکتی ہے۔

آپ کو نثر نگاری میں بھی کمال تھا اس وقت کے رسائل میں آپ کے مضامین چھپتے رہتے تھے۔ رسالہ "ہمایوں" لاہور بابت ۱۹۲۲ء میں آپ نے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا جو مولانا شبلی نعمانی ندوی نے "شعر العجم" میں صوفی بزرگ حضرت امیر خسرو پر کئے ہیں۔

بیعت:

آپ مذہباً سنی حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔

اولاد: آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی، دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی سید شفیق حسین (ڈپٹی ڈائریکٹر پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف کراچی) کے عقد میں تھی۔ اور چھوٹی صاحبزادی کی شادی سید اظہار الحسن (جے پور، بھارت) سے ہوئی، چھوٹی صاحبزادی سے آپ کو بہت محبت تھی، ان کا انتقال جے پور میں ہوا۔ اس وقت سے آپ اکثر افسردہ و مغموم رہتے تھے۔

وصال:

حضرت اطہر ہاپوڑی نے ۲۵، فروری ۱۹۵۷ء کو کراچی میں انتقال کیا۔

[محترم خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی) کے مضمون بشمولہ ماہنامہ جہان رضا، لاہور، جنوری ۲۰۰۱ء سے اور تذکرہ شعرائے میرٹھ سے ماخوذ ہے]

مولانا محمد قاسم کالرو

مولانا فقیر محمد قاسم بن فقیر محمد سلطان کالرو گوٹھ صاحبن جو کوٹ تحصیل و ضلع عمر کوٹ میں ۱۲۹۹ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم آبائی گوٹھ میں مسجد کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد ٹنڈو میاری (ضلع حیدر آباد) میں حضرت علامہ قاضی لعل محمد متعلوی کے پاس تعلیم حاصل کی اور چند اسباق قاضی صاحب کے استاد محترم (یعنی اپنے دادا استاد) علامہ حسن اللہ صدیقی سے تبرکاً پڑھے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ آبائی گوٹھ کے مکتب میں مولانا عبدالرزاق کو معلم مقرر کیا گیا ہے اس لئے اپنے وطن واپس آکر بقیہ نصابی کتب مولانا عبدالرزاق کے پاس پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: ٹیاری میں طالب علمی کے دور میں خانقاہ مجددیہ ٹیاری کے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت عبدالحلیم جان سرہندی عرف حاجی آغا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت سرہندی حضرات کے اسرار کے پیش نظر ان کی دعوت پر گوٹھ "صاحبن جوکوٹ" کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے، جہاں دس سال درس دیا اور اس عرصے میں بہت سے طلباء مستفید ہوئے ان میں افغانی اور راجھستانی طلباء بھی تھے۔ گموری گوٹھ کے مشہور بزرگ حاجی حبیب اللہ پلی کی پر خلوص دعوت پر ان کے گوٹھ میں مسلسل تیرہ سال تک درس دیا۔ ۲۳ برس کے دور میں آپ نے کبھی بھی کسی طالب علم کو مارنا تو دور کی بات ہے ڈانٹا بھی نہیں۔

عادات وخصائل: آپ زندگی بھر مجرد رہے۔ ۲۳ سال جلوت کے بعد خلوت میں چلے گئے، گوشہ نشینی اختیار فرمائی، بلکہ صوفیائے کرام کے ایک طبقہ "ملامتی" کے گروہ میں سے ہوگئے۔ لوگوں سے چھپ کر عبادت کرنے لگے اس لئے جنگل میں رہنے لگے اور لوگوں کے سامنے اپنے کو برا بھلا کہتے تاکہ لوگ انہیں صالح متقی نہ سمجھیں بلکہ برا سمجھ کر دور ہو جائیں تاکہ وہ دل جمعی کے ساتھ خلوت میں دن رات مالک حقیقی کی بندگی کر سکیں۔ دن رات جنگل میں چھپ کر گذارتے تھے، جس طرح لوگ اپنے گناہ کو چھپاتے ہیں اسی طرح آپ اپنی نیکیوں کو چھپاتے تھے۔ کبھی کبھی دن میں شہر میں آتے تو لوگوں کو خوف خدا یاد دلاتے، عذاب قبر اور آتش جہنم سے ڈراتے ہوئے خود بھی روتے اور لوگوں کو بھی رلاتے، ہمیشہ توبہ کرتے رہتے، آپ کو دیکھ کر لوگ بھی توبہ کرتے، خوف خدا آپ کی نس نس میں رچ گیا تھا۔ آپ کی تبلیغ اور کوشش سے ہزاروں لوگ صراط مستقیم پر آئے اور صالح متقی انسان بن گئے۔

آپ کردار کے غازی، سادگی سچائی کی تصویر، بے نفسی کا پیکر، صوفی باصفا، فقیر کامل اور مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ جب آپ کو ڈھونڈ کر پاتے تو آپ خوب اپنی برائی بیان کرتے تو لوگ پھر بھی آپ سے دور نہیں ہٹتے تو انہیں محبت و درد بھرے انداز میں نصیحت فرماتے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں اور ان کے طریقے پاک پر عمل کریں، نماز پنجگانہ کی پابندی، رمضان المبارک کے روزے رکھیں، صاحب توفیق ہیں تو حج ادا کریں، صاحب نصاب ہیں تو زکوٰۃ دیں، سب سے محبت سے پیش آئیں، کسی پر ظلم نہ کریں، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کریں، غریبوں و مہمانوں کو کھانا کھلائیں، پیاسوں کو پانی پلائیں، مساجد آباد کریں، ذکر کے حلقہ قائم کریں، غفلت سے بچیں موت کو ہر وقت یاد رکھیں، تقویٰ اختیار کریں۔

نصیحت فرما کر پھر جنگل کی طرف بھاگ جاتے۔ زندگی رب کریم پر کامل بھروسہ ویقین پر بسر کی،

متوکل ایسے کہ جو کچھ نذرانہ ملتا وہ اسی وقت راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ پورا ہفتہ جنگل میں گذار کر جمعہ کے روز شہر آتے نماز جمعہ ادا فرما کر پھر جنگل کا رخ اختیار فرماتے۔ سفر و حضر میں دلائل الخیرات، مثنوی معنوی مولانا روم، کیمیائے سعادت امام غزالی، دیوان غوث الاعظم جیلانی اور مکتوبات امام ربانی وغیرہ کتب تصوف کی گٹھڑی آپ کے پاس رہتی۔

آپ کو لکھنے کا انتہائی شوق تھا، روزانہ ڈائری لکھنا آپ کے معمول میں شامل تھا۔

تصنیف وتالیف: لوگوں وطلباء کو حسب ضرورت وحسب فرمائش نصیحت وعظ کی باتیں نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے مسائل پر مشتمل مضامین تحریر کر کے دیتے تھے۔ تھر کے غریب و پس ماندہ علاقہ میں دینی کتب خریدنے کی وسعت کہاں تھی؟ آپ نے اس طرح دینی کتب لکھ کر غریب پروری کی، آپ کی اس خاموش تبلیغ سے بھی کافی لوگ دینی تعلیم سے بہرہ مند ہوئے۔ ایسا قلمی مواد آپ کے مریدین معتقدین و شاگردوں کے پاس محفوظ ہے۔ آپ دینی کتابوں کو بلا معاوضہ جلد بندی کر کے دیتے تھے۔

1- گوہرن جو گنج (ناصحانہ شاعری) مرتبہ مولانا پیر محمد ابراہیم خلیل سرہندی

2- لگا گھمن لوک میں (ناصحانہ آزاد سندھی شاعری) مرتبہ عبدالمالک پلی ضلع عمر کوٹ

آپ کے تلامذہ کے سلسلہ میں بعض نام معلوم ہو سکے ہیں:

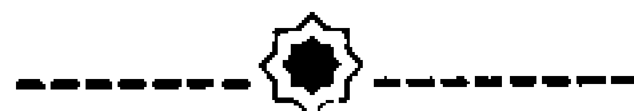
تلامذہ: 1- مولانا شفیع محمد پلی 2- حافظ جان محمد پلی

3- لطف اللہ پلی (ادیب وصحافی)

وصال: مولانا فقیر محمد قاسم کالرو نے ۳، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق ۳۱، اکتوبر ۱۹۵۴ء بروز اتوار گوٹھ محمد رحیم کالرو میں رشتہ داروں کے پاس تشریف لے آئے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی تلقین فرمائی، نیکی کی دعوت اور برائی سے منع فرمایا اس کے بعد بیٹھک میں آ کر لیٹ گئے کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہوا اور روح جسم نورانی سے پرواز کر گئی۔ دوسرے روز نماز جنازہ ہوئی جس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے، گنبد بنا ہوا ہے محمد رحیم کالرو اسٹیشن (تحصیل سامارو ضلع عمر کوٹ) سے ایک میل کی مسافت پر بچاء بند کے ساتھ آپ کا آستانہ مشہور ہے، سالانہ عرس مبارک نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے جس میں وعظ ونصیحت ونعت خوانی اور لنگر شریف کا اہتمام ہوتا ہے۔

آپ کے وصال پر حضرت پیر ابراہیم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی میں قطعہ تاریخ وصال کہا۔

(ماخوذ: لگا گھمن لوک میں (سندھی) مطبوعہ عمر کوٹ)



مولانا محمد طفیل

بیدار دماغ مولانا علامہ محمد طفیل بن حاجی احمد دین شیخ ۱۹۴۰ء کو قصور (پنجاب) کے مشہور قصبہ گوہر جا گیر میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آٹھویں جماعت کے بعد جامعہ حنفیہ قصور میں داخل ہوئے۔ علامہ مفتی محمد عبداللہ قادری اشرفی اور مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ لاہور تشریف لے آئے تو مولانا محمد طفیل بھی ساتھ آ گئے۔ یہاں دیگر اساتذہ کے علاوہ ملک المدرسین علامہ عطا محمد چشتی بندیالوی کے مایہ ناز شاگرد علامہ ابوالفتح اللہ بخش سے بھی کسب فیض کیا۔ ۱۹۵۷ء میں علامہ ابوالفتح شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے تو مولانا بھی اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ۱۹۶۳ء تک وہاں رہ کر تمام درسی نصاب مکمل کیا۔

۱۹۶۴ء کو استاد محترم ابوالفتح اللہ بخش کی رضامندی سے شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے دارالعلوم امجدیہ کراچی میں درس حدیث لیا اور سند فراغ حاصل کی۔ ان کی علمی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث شریف پڑھنے کے ساتھ فارغ اوقات میں اپنے ساتھیوں کو رسالہ قطبیہ اور ملا حسن جیسی منطق کی ادق کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔

شمس العلوم کی بنیاد: بعد فراغت اپنے دیرینہ ساتھی مولانا غلام نبی فخری کے ساتھ مل کر پسماندہ بستی بکرا پیڑی (لیاری) میں مدرسہ حامدیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ آج یہ مدرسہ مولانا فخری صاحب کی سرپرستی میں سچل گوٹھ یونیورسٹی روڈ شفٹ ہوا ہے اور خوب ترقی کر رہا ہے، دارالعلوم کا عظیم الشان وسیع وعریض گراؤنڈ ہے۔

۱۹۷۴ء میں استاد گرامی علامہ ابوالفتح کے مشورے سے این بلاک نارتھ ناظم آباد کراچی میں ایک نئے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جس کا نام "شمس العلوم جامعہ رضویہ" رکھا۔ استاد محترم کے دارالعلوم کی نسبت سے شمس العلوم اور امام احمد رضا خان بریلوی کی نسبت سے مدرسہ کا نام جامعہ رضویہ تجویز کیا۔ شمس العلوم نے ان کی انتھک مساعی کے نتیجے میں بہت جلد ہی تعمیر اور ترقی کی منزلیں طے کیں۔ کسی کی عظمت کا پیمانہ طویل عمر نہیں ہوتی بلکہ عمل ہوتا ہے۔ مولانا محمد طفیل نے کم سے کم مدت میں بڑا کام کر دکھایا۔ انھوں نے مدرسہ کی تعمیر کے ساتھ مسجد کی شاندار تعمیر بھی جاری رکھی۔ مدرسہ میں کتب خانہ کا قیام بھی عمل میں آ چکا تھا۔ کتب خانہ کے قیام سے بہت خوش تھے۔ مدرسہ میں ایک شعبہ تصنیف وتحقیق قائم کرنا چاہتے تھے (اس نعمت سے

اکثر مدارس محروم ہیں) اور ان کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا جس کا متعدد بار اظہار کیا، مگر افسوس کہ:

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا غلام نبی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (تھیم موڑ کھوڑل قصور، پنجاب) سے دست بیعت تھے۔ (بروایت صاحبزادہ محمد قاسم سیالوی)

شادی اولاد: مولانا نے اپنے محبوب استاد علامہ ابوالفتح اللہ بخش کی ہمشیرہ سے نکاح کیا جس سے دو بیٹے 1- مولانا محمد قاسم 2- محمد طاہر سیالوی تولد ہوئے۔

عادات وخصائل: مولانا محمد طفیل مرحوم بھی ان ہی قابل ذکر ہستیوں میں سے تھے، جنہوں نے اپنی زندگی ایک مقصد اور ایک نصب العین کے لئے وقف کر دی تھی، وہ ایک فعال شخصیت تھے۔ ان کی زندگی سرتا پا عمل تھی۔ انہوں نے عمر کم پائی۔ کام بڑے کئے ایسے کام کئے جن کا صدقہ جاریہ ان کے لئے ثواب آخرت مہیا کرتا رہے گا۔ وہ نامساعد وناموافق حالات میں کام کرتے تھے۔ مشکلات و مصائب کو لبیک کہتے تھے۔ انہوں نے مخالفتوں کے طوفان میں استقامت و پامردی کا ثبوت دیا اور کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

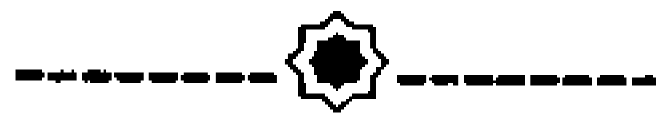
وہ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ تکبر وغرور نام کو نہ تھا۔ عجز وانکسار کا مظہر تھے۔ مخالفین کے لئے کبھی کوئی برا کلمہ ان کی زبان سے نہیں سنا گیا۔ انہوں نے کبھی سخت بات نہیں کہی۔ لوگوں نے مدرسہ کی تعمیر میں روڑے اٹکائے انہوں نے محبت کا پیغام دیا۔ تخریب کاروں نے مدرسہ کی اینٹیں توڑ دیں انہوں نے دل جوڑے۔ مفسدوں نے دیواریں ڈھائیں، مولانا نے عزم کے منارے بلند کئے۔ الغرض مولانا طفیل عزم وہمت اور عمل وکردار کا مثالی پیکر تھے۔

مولانا طفیل مرحوم کو رب کائنات نے بے شمار خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا۔ بچپن سے ہی وہ تعمیری ذہن کے مالک تھے۔ اگر کوئی طالب علم ترک تعلیم کا ارادہ کرتا تو مولانا اس وقت تک سمجھاتے رہتے، جب تک وہ قائل نہ ہو جاتا اور اس کی ہر ممکن مدد بھی کرتے۔ ایسا بھی ہوا کہ آپ کے بعض ساتھی تعلیم ترک کر کے گھر بیٹھ گئے تو آپ ڈیڑھ دو سو میل کا سفر گوارا کر کے ان کو واپس لائے۔ اساتذہ کرام کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی شان میں نازیبا بات سننے کے لئے وہ ہرگز آمادہ نہ ہوتے تھے اور ایسے آدمی سے تعلق تک منقطع کر لیتے جو اساتذہ کا احترام نہ کرتا۔ ان کے نزدیک "استاد اور کتاب" کا احترام نہیں ہوا تو علم کیسے آئے گا۔ بہرحال ہمہ تن مصروف رہتے تھے اپنے کام سے لگے رہتے تھے، فضولیات میں وقت ضائع کرنے کے قائل نہیں تھے۔

سنی کانفرنس: ۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کی طرف سے فقید المثال " کل پاکستان سنی کانفرنس " منعقد ہوئی۔ جس میں اخباری اطلاعات کے مطابق بیس پچیس لاکھ عوام اہل سنت اور دس ہزار سے زیادہ علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس اتنی بھرپور اور کامیاب تھی کہ اہل سنت کے دل زندہ ولولے سے لبریز ہو گئے ارباب حکومت اور مخالفین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، اس کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جن حضرات نے کئی مہینے شب و روز کام کیا۔ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دورے کر کے علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کو اس عظیم الشان کانفرنس میں نہ صرف دعوت دی بلکہ انہیں اکٹھے ہونے پر تیار کیا، ان میں مولانا محمد طفیل کا نام نمایاں ترین تھا۔

وصال: مولانا محمد طفیل نے تمام زندگی تعلیم وتدریس، تبلیغ و تنظیم اور تعمیر میں صرف کی اور ۷، محرم الحرام ۱۳۹۹ھ بمطابق ۸، دسمبر ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک انتقال کیا۔ شمس العلوم ہی کے ایک کمرے میں ان کا مزار بنایا گیا۔ ان کے چہلم کے موقع پر ان کے پانچ سالہ صاحبزادے محمد قاسم کی دستار بندی کی گئی۔ (ماخوذ: عظمتوں کے پاسبان)

یہ ایک اچھی رسم ہے کہ ان کی آخری آرامگاہ ان کی یادگار میں ہو یہ ان کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ بلکہ جائز حق بھی ہے۔



عارف کامل حضرت مولانا محمد ابراہیم سرحدی

استاذ العلماء، مرد حق آگاہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بھیو گوٹھ پرانی سرحد (تحصیل گھوٹکی) میں تولد ہوئے۔ والد انتقال کر چکے تھے۔ سر پر صرف والدہ کا سایہ تھا، غریبی، مسکینی کے سبب والدہ اپنے بیٹے سے بچپن میں چرواہے کا کام لیتی تھیں۔

ایک بار حضرت حافظ محمد سلیمان بھیو (جن کی ان دنوں سرحد میں دینی درسگاہ تھی) نے حضرت مولانا محمد ابراہیم کی صورت مبارک دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا: ''چرواہے کا کام اس بچے کی شان کے لائق نہیں اس کو میرے سپرد کر دے کہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دوں''۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے کہا: ''ہم غریب، میں بیوہ اور بچہ یتیم ہے گذر بسر کیسے ہوگا؟ حافظ صاحب نے کہا: اماں! جب تک میں زندہ ہوں آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں آپ کا کھانا پینا میرے ذمہ ہوگا''۔

تعلیم وتربیت: مولانا سرحدی، حافظ صاحب کے پاس رہ کر قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد عادل پور (گھوٹکی) کے قدیمی مدرسہ میں فارسی کی تعلیم حاصل کی، دوران تعلیم ایک بار کھہڑا شریف (ضلع خیر پور میرس) کے مخدوم صاحب عادلپور تشریف لائے تو مولانا سرحدی کا نورانی چہرہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اس لئے آپ کے استاد محترم سے اپنے مدرسہ کے لئے مولانا سرحدی مانگ لیا۔ مولانا سرحدی دربار مخادیم کھہڑا شریف پر طلباء کو فارسی کی تعلیم دی اور خود عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ایک روز ایسا خوش نصیب دن آیا کہ مولانا سرحدی دربار مخادیم کھہڑا شریف کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ استاد غالباً حضرت علامہ مخدوم محمد عاقل تھے۔

درس وتدریس: بعد فراغت وہیں مادر علمی کھہڑا میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک روز عارف کامل حضرت میاں محمد جامی اندھڑ رحمۃ اللہ علیہ کھہڑا شریف آئے اور مخدوم صاحب سے گزارش کی کہ انہیں ایک مولوی صاحب چاہئے جو کہ بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرے۔ چنانچہ حضرت میاں جامی کی نظر مولانا سرحدی پر پڑی تو انھوں نے حضرت مخدوم صاحب سے اسرار کیا کہ مولانا سرحدی انہیں دیا جائے تاکہ ان کے ہاں تعلیم کا سلسلہ جاری کر سکے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا:

''یہ ہمارا محبوب ہے''۔

بہر حال اسرار پیہم کے بعد مخدوم صاحب نے مولانا سرحدی کو اجازت دی کہ وہ میاں صاحب کی درگاہ پر جاکر درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمائیں۔ مولانا سرحدی نے برابر تین برس حضرت میاں جامی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر درس دیا۔

سفر حرمین شریفین: اس کے بعد حضرت مولانا سرحدی نے حضرت میاں صاحب سے اجازت لے کر حرمین شریفین کا پیدل سفر اختیار کیا۔ حرمین شریفین میں تین برس گذارے انہیں دنوں میں تین حج کئے۔ مدینہ منورہ میں روضہ شریف سے حکم ملا کہ میاں جامی سے خلافت حاصل کریں۔

بیعت وخلافت: وطن واپسی پر سیدھے حضرت میاں جامی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور انہوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت میاں صاحب کا آستانہ قبہ جامی (جھانیاں ضلع سکھر) کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا جامی سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت نواب الاولیاء پیر موسیٰ نواب سہروردی قدس سرہ (سنجر پور تحصیل صادق آباد) کے سلسلہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ مرشد پاک کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ آپ نے حضرت نواب الاولیاء کا عظیم الشان دربار شریف تعمیر کروایا جو کہ اب بھی مرکز تجلیات ہے۔

(سندھ کے سہروردی بزرگ)

مدرسہ کا قیام: وہاں سے سیدھے اپنے گوٹھ سرحد تشریف لے آئے اور مدرسہ کی بنیاد رکھ کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور تقریباً ۲۴ سال اپنے گوٹھ میں قال اللہ وقال رسول کا سلسلہ جاری رکھا۔

مولانا سرحدی کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو سرحد سے پیدل ''عادل پور'' جاتے تھے اور اپنے دادا جان اور حضرت میاں سمہ کی مزارات مقدسہ کی زیارت کر کے اپنے قلب وسینہ کو منور کرتے اور فاتحہ دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم سرحدی، حضرت حافظ محمد صدیق قادری بھر چونڈی شریف اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن سکھر والے تینوں ہم عصر بزرگ عارف کامل اور گہرے دوست تھے۔

تلامذہ: 1- استاد العلماء مولانا حافظ نظر محمد انڈھر (گوٹھ بھونگ والے تحصیل صادق آباد) آپ کے مکمل شاگرد اور خلیفہ تھے اور سندھ کے کئی علماء مولانا نظر محمد بھنگ والے سے شرف تلمیذ رکھتے ہیں۔

2- مولانا سید سلطان علی شاہ جیلانی (گوٹھ صادق نزد قادر پور)

وصال: مولانا محمد ابراہیم سرحدی نے ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء میں گوٹھ سرحد (ضلع گھوٹکی سندھ) میں انتقال کیا۔ ۲۲ سال کے بعد سیلاب کے سبب مولانا صاحب کو اپنی قبر سے نکال کر دوسری جگہ پر دفن کیا گیا۔ سرحد میں آپ کی مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ قبر سے نکالتے وقت مولانا سرحدی کا جسم بالکل صحیح سلامت، چہرہ بالکل روشن جیسا کہ ابھی تازہ وضو کر کے آرام فرما ہوں۔ (شریعت سوانح نمبر)

--------✵--------

مفتی محمد سلیمان چشتی

مولانا مفتی محمد سلیمان چشتی آزاد کشمیر ضلع پونچھ، تحصیل عباس پور، علاقہ چھاترہ، رقبہ بھنگوال میں ۱۹۳۵ء کو تولد ہوئے۔ آپ کی قوم گجروں کے مشہور قبیلے کالس راجپوت ہیں۔ آپ کے والد میاں شیر محمد گاؤں کے امام مسجد تھے۔ آپ کے پانچ بھائی تھے جو کہ اب سب کے سب انتقال کر چکے ہیں۔ جب آپ تین سال کی عمر کو پہنچے تو والد انتقال کر گئے اور کچھ عرصہ کے بعد والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم علاقے کے مشہور عالم حضرت مولانا علی محمد کلروی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ٹیچر عبدالرحیم سے اسکول میں پہلی جماعت پڑھی۔ اس دوران ۱۹۴۷ء میں عظیم انقلاب برپا ہوا۔ دنیا کے نقشہ پر پاکستان ابھر کر سامنے آیا۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۰ء میں آرام باغ کراچی میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی قائم کردہ درسگاہ بحر العلوم میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی ۱۹۶۲ء میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں زیر تعلیم رہے اور ۱۹۶۴ء

میں دار العلوم امجدیہ کراچی سے فارغ التحصیل ہوئے اور بعد میں اسی درسگاہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

درس تدریس: ۱۹۶۵ء میں مفتی سید شجاعت علی قادری مفتی دار العلوم امجدیہ، استاذ القراء قاری محمد طفیل احمد اور مفتی محمود احمد الوری حیدرآبادی وغیرہ اساتذہ کے مشورہ سے ٹنڈوالہیار کی جامع مسجد اسٹیشن روڈ کے محکمہ اوقاف کے امام و خطیب تعینات ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے ائمہ مساجد کا کورس کیا۔ ۱۹۶۷ء میں جامع مسجد ٹنڈوالہیار کے متصل "مدرسہ چشتیہ" کی بنیاد رکھی۔ ۷۳۔۱۹۷۲ء میں مرکزی عیدگاہ ٹنڈوالہیار کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۷۷ء میں عیدگاہ میدان میں دار العلوم حنفیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ ۸۵۔۱۹۸۴ء میں از سرِ نو جامع مسجد اسٹیشن کی تعمیر شروع کی۔ آخر وقت تک درس و تدریس اور دیگر دینی خدمات میں سرگرم عمل رہے۔ دورانِ تعلیم مختلف شہروں میں مثلاً: فیصل آباد اور کراچی کی مختلف مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔

شادی و اولاد:

۱۹۶۷ء میں شادی کی جس سے فقط ایک بیٹی تولد ہوئی۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۸۵ء میں برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ وہاں سے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ مکہ مکرمہ میں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

بیعت: سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت پیر طریقت سید غلام محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف "بابوجی" سجادہ نشین آستانہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی سے دست بیعت تھے اور ان کے وصال کے بعد پیر طریقت حضرت پیر ابراہیم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔

تلامذہ: آپ کے نامور شاگردوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- مولانا قاری معین الدین بدایونی خطیب شاہی مسجد حیدرآباد
- مولانا پروفیسر محمد افضل راولپنڈی
- مولانا محمد اعظم برطانیہ
- مولانا سید عبدالرحیم شاہ گوٹھ پیارو لنڈ
- مولانا محمد قاسم چشتی خطیب ٹنڈوالہیار
- مولانا قاری ضیاء الحق خطیب جامع مسجد ٹنڈوالہیار

وصال: مفتی محمد سلیمان چشتی کشمیری نے تقریباً ۳۶ سال ٹنڈوالہیار میں خدمت دین میں بسر کیے۔ اپنے خاندان کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ مسجد و مدرسہ بنوایا۔ جمعیت علماء پاکستان اور

جماعت اہل سنت پاکستان کی شاخ ٹنڈو الہیار میں قائم کی۔ میلاد النبی ﷺ کا سالانہ جلوس نہایت اہتمام سے نکالا کرتے سالانہ جلسہ و کانفرنس کا بھی انعقاد فرماتے۔ اس طرح ٹنڈو الہیار کی سرزمین پر سرگرمی سے دینی اور سیاسی کام سرانجام دیئے اور مسلمانوں کی دینی ضرورت پوری فرماتے رہے۔ آپ فتاویٰ بھی دیا کرتے تھے اس کی تدوین و اشاعت بھی ہونی چاہئے۔ ۱۸، جنوری ۲۰۰۲ء بمطابق ۳، ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ جمعة المبارك کے دن بھی طبیعت ٹھیک ٹھاک تھی جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا اور نماز جمعہ سے قبل کی چار سنتیں ادا کر رہے تھے کہ دو رکعت مکمل کرنے کے بعد تیسری رکعت کے پہلے سجدہ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

پہلی نماز جنازہ مرکزی عیدگاہ ٹنڈو الہیار میں بعد نماز عشاء ۹ بجے آپ کے بھتیجے مولانا محمد قاسم چشتی کی امامت میں ادا کی گئی۔ دوسری نماز جنازہ آپ کے آبائی گاؤں عباس پورہ میں آپ کے دوسرے بھتیجے مولانا مفتی منیر الزمان چشتی خطیب انگلینڈ کی امامت میں ادا کی گئی اور آزاد کشمیر عباس پور کے نواحی گاؤں کلراں میں اپنے سسر کی قبر کے برابر میں تدفین ہوئی۔

[آپ کے بھتیجے قاری ضیاء الحق صاحب بن مفتی امیر الزمان صاحب نے ٹنڈو الہیار سے مواد فراہم کیا، فقیر مشکور ہے]

حکیم مفتی محمد سلیمان "سلیم" ابڑو

مولانا حکیم مفتی محمد سلیمان ابڑو بن ابڑو فقیر، گوٹھ ملا ابڑا، اسٹیشن مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں ۱۸۹۴ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اس وقت کی نامور دینی درسگاہ مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی (ضلع لاڑکانہ) میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں تحصیل کی اور خدمت و احترام کے سبب اپنے استاد محترم، عارف باللہ، امام المیراث سرتاج الفقہاء، علامہ مفتی ابو الفیض غلام عمر جتوئی قادری قدس سرہ الاقدس کے منظور نظر تھے۔ استاد محترم کے سفر حضر میں ساتھ رہ کر علمی و روحانی فیوضات اخذ کئے۔

درس و تدریس: بہترین عالم، نبض شناس حکیم، نامور مدرس، اہل سنت کے مناظر، باریک بین مفتی، کئی کتابوں کے مصنف، مداح رسول، عاشق رسول اور عوامی مسائل سے باخبر شاعر تھے۔ تخلص "سلیم" تھا۔

ابتدا میں گوٹھ کارڑا میں امام و مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، اس کے بعد گوٹھ وڈا واہن اسٹیشن مشوری شریف میں امام و مدرس مقرر ہوئے۔

گوٹھ وڈا واہن میں شیعہ تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دیتے۔ شرارت

تصنیف و تالیف: وسازش ان کا وطیرہ رہا ہے۔ آپ نے تقریر و تحریر کے ذریعے ان کے عقائد باطلہ ونظریات رذیلہ کا مدلل رد کیا۔ جس سے شیعہ ساکت اور عوام الناس مضبوط و محفوظ ہوئے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے سلسلے میں کئی بار گوٹھ ملا ابڑا جانا ہوا، لیکن ہر بار ناکامی ہوئی جس کے سبب آپ کی تصنیفات کا بھی مکمل علم نہ ہو سکا۔

1- مسئلہ فدک (سندھی) ان دنوں یہ رسالہ شائع کیا تھا۔

تلامذہ:

مولانا حکیم مولا بخش "فنائی" ابڑو، طب میں آپ کے نامور شاگرد تھے۔

شاعری: آپ کا کلام شاعری کے مختلف اصناف پر مشتمل ہے اور غالباً اکثر کلام سندھی زبان میں ہے۔ کافی کے دو مصرعے بزبان سندھی دستیاب ہوئے جو کہ درج ذیل ہے:

اوھان جی عشق جو جھنجھ جانی تیو دل م اثر پیدا
بدن جی باغ م تھنجی محبت جو شجر پیدا
گذاریان تو ہمیشہ انتظاری بیقراری م
اکین مان اشکباری جا تیا دم دم گوہر پیدا

اولاد:

آپ لاولد تھے۔

وصال: مولانا مفتی محمد سلیمان ابڑو نے ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا حضور فقیہ الاعظم بحر العلوم غوث الزمان خواجہ محمد قاسم مشوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آبائی گوٹھ میں تدفین ہوئی۔

--------۞--------

مولانا محمد عالم ابڑو

بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا فقیر ابوالغنی محمد عالم بن فقیر محمد ابڑو گوٹھ ملا ابڑا اسٹیشن مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں ۱۸۸۹ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مدرسہ عربیہ دارالفیض سونہ جتوئی (ضلع لاڑکانہ) میں داخل ہوئے اور سرتاج الفقہاء حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قادری قدس سرہ الاقدس سے علوم عقلیہ ونقلیہ

میں تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ درگاہ چشمہ شریف (ضلع کوئٹہ) سے سلسلہ نقشبندیہ میں دست بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد آبائی گوٹھ ملا ابڑا میں مدرسہ قائم کیا اور تاحیات درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی استاد محترم کے حکم سے فارسی کے طلباء کو فارسی کی تعلیم پر مقرر تھے۔ اس لئے آپ فارسی کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے تھے بلکہ فارسی کی درسی کتب از بر تھیں۔

آپ انتہائی سادہ طبیعت، گوشہ نشین، فقیر صفت، نیک صالح شخص تھے، تدریس کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام خود کرتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے بہت شاگرد تھے لیکن تفصیل مہیا نہ ہو سکی:

1- فقیہ الاعظم حضرت علامہ مفتی محمد قاسم محدث مشوری قدس سرہ نے آپ سے فارسی کی کتب پڑھیں تھیں۔

2- ثانی سعدی مولانا محمد بن احمد کھوکھر ساکن سونہ جتوئی سابق مدرس عیدگاہ، محلہ لاہوری، لاڑکانہ

تصدیق: بحر العلوم علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رسول، کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کتاب "**تحفة اولی الالباب فی رد علی طاعن الاصحاب**" (مطبوعہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) تحریر فرمائی جس پر بہت سے علماء و مشائخ کے علاوہ ملا ابڑا کے مولانا ابو الغنی محمد عالم ملوی اور مولانا مفتی ابو الجمال خدا بخش ملوی کی بھی تصدیق ثبت ہے۔

(روشن صبح (سندھی) ص ۱۱۰ مطبوعہ السادات اکیڈمی لاڑکانہ)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۹۱۰ء کو اگرچہ آپ نو جوان عالم ہوں گے لیکن نامور تھے تبھی تو دادا استاد کی کتاب پر تصدیق کی اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی کنیت "ابو الغنی" تھی جو کہ کتاب میں آپ کے نام کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔

اولاد: آپ کو ایک بیٹا تولد ہوا جس پر اپنے دادا جان کا نام محمد ہارون رکھا۔ میاں محمد ہارون کو ایک بیٹا مولانا محمد محسن پیدا ہوا۔

وصال: حضرت مولانا محمد عالم ابڑو نے ۱۹۵۳ء کو انتقال کیا اور حضرت غوث الزمان فقیہ الاعظم حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آبائی گھ ملا ابڑا میں اپنے مدرسہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔ (بروایت ڈاکٹر حفیظ اللہ ابڑو گوٹھ ملا ابڑو)

مولانا محمد وسایا الخطیب

مولانا محمد وسایا بن غلام محمدؒ، صفر المظفر ۱۳۶۰ھ بمطابق ۳، مارچ ۱۹۴۱ء بروز پیر صوبہ پنجاب کے ضلع میانوالی کے گوٹھ موسیٰ خیل کے محلہ غورنیاں والا میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ۱۹۵۸ء میں آبائی گوٹھ موسیٰ خیل میں مڈل اینگلو ونیکر فائنل کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں میانوالی میں پاس کیا۔ آبائی گاؤں پھر میانوالی سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لیا ۲۸، ستمبر ۱۹۶۹ء کو فارغ التحصیل ہوئے اور شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی نے سند حدیث عنایت فرمائی۔ جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ سے اسی سال شھادۃ الفراغ (دورہ حدیث و تفسیر) کی سند شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی سے حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء کو جامعہ غوثیہ حنفیہ (طارق روڈ کراچی) میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی زیر سرپرستی دورہ تفسیر القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی نے پڑھایا آپ نے سند حاصل کی۔

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان (لاہور) سے ۱۰، مارچ ۱۹۸۶ء کو **شھادۃ العالمیہ فی علوم العربیہ والاسلامیہ** (ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات) کی سند حاصل کی۔

مدرسہ فیض نبوی کا قیام: آپ نومبر ۱۹۶۳ء کو میانوالی سے کراچی شفٹ ہوئے اور محبوب مسجد بکرا پیڑی کراچی میں خطیب مقرر ہوئے اور ایک سال کے بعد ۵، اکتوبر ۱۹۶۴ء کو مدرسہ فیض نبوی کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں مدرسہ میں ناظرہ، حفظ اور فیض نبوی پرائمری اسکول قائم کیا، مگر ۱۹۷۰ء کو پرائمری اسکول کی جگہ درس نظامی کی کلاسوں کا اجراء کیا گیا۔ دیگر علماء کے ساتھ آپ بھی مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تلامذہ: آپ کے مدرسہ فیض نبوی سے چند نمایاں فارغ التحصیل طلباء کے اسماء گرامی:

- صاحبزادہ قاری غلام رسول (کراچی)
- مولانا حافظ ظہیر احمد (لاہور)
- حافظ اللہ وسایا ثانی (میانوالی)
- مولانا حافظ مشتاق احمد نورانی
- مولانا محمد افضل۔ مولانا حافظ معین الدین
- حافظ عطاء اللہ

خطابت: آپ خطابت کے شہسوار تھے۔ کراچی کے مقبول واعظ تھے۔ جمعہ کے روز محبوب مسجد لیاری میں آپ خطبہ دیتے تھے۔ جماعت اہل سنت اور جمعیت علماء پاکستان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لئے عملی طور پر ان میں شامل ہو کر بھرپور کام کیا۔ تنظیم ائمہ مساجد اہل سنت کو بھی منظم کرنے

کی سعی کی تھی لیکن بار آور ثابت نہ ہوسکی۔ ورنہ تنظیم سازی کا پورے پاکستان میں جال بچھ جاتا۔

۱۹۷۴ء کو جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں بھی کام کیا۔

جب سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد ہوئی تو جمعیت کے قائدین نے تحریک نظام مصطفیٰ کے نام سے تنظیم قائم کی جس کے پلیٹ فارم سے کام کرتے تھے۔ ۱۹۷۷ء کو تحریک نظام مصطفیٰ میں خطیب صاحب نے ولولہ و جوش و جذبہ سے کام کیا یہاں تک اس وقت کے قانون D.P.R (ڈی، پی، آر) کے تحت وارنٹ گرفتاری بھی جاری ہوئے۔

۱۵، مئی ۱۹۸۳ء کو جب مولانا غلام دستگیر افغانی نے ذاتی وجوہات کی بناء پر جماعت اہل سنت کراچی کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو خطیب صاحب جماعت اہل سنت کراچی کے صدر نامزد ہوئے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ پاک و ہند میں مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی کی اپیل پر آپ نے ہزاروں روپے مالیت کے کپڑے وادویات وغیرہ امداد سے ٹرکیں بھر کر بھجوائیں۔

۱۹۷۱ء کے انتخابات میں عملی سیاست میں حصہ لیتے ہوئے مجاہد اہل سنت صوفی ایاز خان نیازی کے حلقہ انتخاب میں تقریریں کر کے عوام اہل سنت کو بیدار کیا کہ عوام اہل سنت فقط اپنے سنی نمائندہ کو ووٹ دیں۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت پیر سید محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت پیر سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ وندہ شاہ بلاول (تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال) سے دست بیعت ہوئے۔

اولاد: آپ نے ایک شادی کی جس میں سے دو بیٹے اور ۶ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بڑے بیٹے محمد ممتاز نے بچپن میں انتقال کیا۔ قاری غلام رسول صاحب آپ کے دوسرے بیٹے اور مدرسہ کے مہتمم ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ نے بعض کتب تحریر فرمائی ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

- سفر زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- تسکین الطائبین فی تبرکات الصالحین — مطبوعہ مدرسہ فیض نبوی لیاری، ۱۹۹۰ء
- حد رجم کی شرعی حیثیت — مطبوعہ مدرسہ فیض نبوی لیاری، ۱۹۸۹ء
- مسئلہ فاتحہ خلف امام — مطبوعہ مدرسہ فیض نبوی لیاری، ۱۹۹۲ء
- مسائل قربانی — مطبوعہ مدرسہ فیض نبوی لیاری

وصال: مولانا محمد وسایا الخطیب نے ۲۹، رجب المرجب ۱۴۲۴ھ/ ۲۷، ستمبر ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بوقت ظہر انتقال کیا۔ دوسرے روز یکم شعبان کو مولانا سید عمر دراز شاہ مشہدی (خطیب جامع مسجد فائر بریگیڈ سینٹرل نزد سول ہسپتال) نے نماز جنازہ کی اقتدا فرمائی اور کراچی کے قدیم و تاریخی قبرستان میوہ

شاہ میں حضرت میوہ شاہ کے مزار کے متصل تدفین عمل میں آئی۔

[صاحبزادہ قاری غلام رسول صاحب کے مشکور ہیں جنہوں نے اپنے والد کے متعلق مواد فراہم کیا]

--------۞--------

مولانا محمد اسحاق کھوڑھارو

مولانا محمد اسحاق بن علامہ حافظ تاج محمد کھوڑھارو ۱۳۰۶ھ کو گوٹھ کڑیو غلام اللہ تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: قرآن مجید ناظرہ اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا تاج محمد سے حاصل کی۔ اس کے بعد گوٹھ ماڑو میں مولانا محمد صالح گلال کے پاس، اس کے بعد گوٹھ باٹھوں لاکھیر میں مولانا الٰہی بخش کے پاس، اس کے بعد گوٹھ رضا محمد ڈیرو میں مولانا عبدالکریم ڈیرو ی، اس کے بعد گوٹھ بہاول پور تحصیل جوہی میں مولانا خدا بخش جمالی کے پاس تعلیم حاصل کی۔ آخر میں گوٹھ ستانی چانڈیو میں مولانا عبدالرحمٰن ستانی چانڈیو کے پاس نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت اپنے والد ماجد کے مدرسہ واقع کڑیو غلام اللہ میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ فن تدریس کے ماہر استاد تھے۔ بہت سے طلباء نے استفادہ کیا۔

اولاد: مولانا محمد اسحاق سادہ طبیعت، صاحب علم و حلم اور خوش مزاج انسان تھے۔ اولاد میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے تولد ہوئے۔

1- صاحبزادہ مولانا تاج محمد ثانی جوانی میں انتقال کر گئے۔

2- میاں سراج الدین

تلامذہ: تقریباً ساٹھ ستر طلباء نے آپ سے علم حاصل کیا۔

1- حکیم عبدالحمید چانڈیو گوٹھ ماڑو تحصیل خیر پور ناتھن شاہ (مؤلف کتاب ہذا)

2- مولانا نور احمد قاسمی خیر پور ناتھن شاہ 3- مولانا محمد ہاشم چانڈیو تحصیل میہڑ

وصال: مولانا محمد اسحاق کھوڑھارو ذیابیطس جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو کر ۸، شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۲ء بروز ہفتہ کو انتقال کیا۔ بارن شاہ شہید کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ: سندھ جو شالی کا چھو مطبوعہ ماڑو)

--------۞--------

مولانا حافظ محمد اسحاق نقشبندی

حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق بن......۱۹۱۷ء کو دہلی (انڈیا) کے مشہور محلّہ پہاڑ گنج میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے دہلی ہی سے تعلیم کا آغاز فرمایا سب سے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا اس کے بعد حضرت مولانا قاضی زین العابدین دہلوی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اپنے استاد کے چہیتے شاگرد تھے۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاضی زین العابدین دہلوی ثم کراچی سے دست بیعت ہوئے۔

شادی و اولاد: ایک شادی کی جس سے اولاد نہیں ہوئی۔ بیوی ہمیشہ بیمار رہتی جس کی تیمارداری کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دیئے۔ ایک بار فرمایا: اس عمر میں ہمیں خدمت کی ضرورت ہے لیکن بیوی کے بیمار ہونے کے سبب ہمیں ان کی خدمت کرنی ہوتی ہے، شاید قدرت ہمارا امتحان لے رہی ہے۔ (بروایت شہزاد احمد)

پاکستان آمد: قیام پاکستان کے بعد اپنے استاد محترم و مرشد کریم قاضی زین العابدین کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے اور انہیں کے ساتھ کراچی میں رہے۔ لیکن بعد میں حیدرآباد (سندھ) تشریف لائے اور مستقل رہائش اختیار کی۔

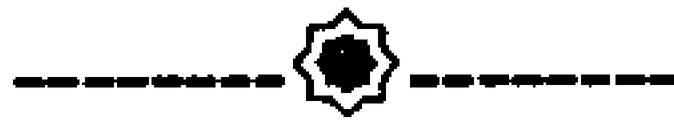
امامت و خطابت: حیدرآباد میں تقریباً پچپن (۵۵) سال خطابت و امامت اور تدریس کے ذریعہ اسلام و سنیت کی خدمت کی۔ حیدرآباد میں نماز جمعہ آپ کی مسجد میں تمام مساجد سے تاخیر میں ہوتی تھی۔ اگر حیدرآباد کی تمام مساجد سے نماز جمعہ نکل جائے لیکن آپ کے ہاں مل جاتی تھی اس حوالے سے بھی شہر میں شہرت رکھتے تھے۔

تعمیر مسجد: آپ نے اپنے وقت کے گورنر سندھ میر رسول بخش ٹالپور مرحوم کے تعاون سے حیدرآباد شہر میں ہوم اسٹیڈ ہال پر "جامع مسجد اسحاق" کی بنیاد رکھی اور بڑے جوش و جذبہ سے اپنی جیب خاص سے تعمیری مراحل طے کیے۔ اور اسی مسجد میں زندگی بھر تک خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مسجد شریف کے متصل مدرسہ بھی قائم کیا جہاں حفظ و ناظرہ کے علاوہ دینی تعلیم کا بھی اہتمام تھا۔ جہاں علاقہ کے بے شمار بچے اور بچیوں نے تعلیم حاصل کی۔ آپ مدرسہ و مسجد میں خدمت بلا معاوضہ ادا کرتے تھے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی گذر اوقات کے لئے برتنوں کی دوکان

چلاتے تھے، جس کی آمدنی تعمیر مسجد پر بھی خرچ فرماتے تھے۔ ایسی خلوص وللّٰہیت کی ہستیاں آج کہاں ہیں؟ آج تو قحط الرجال کا دور ہے۔

وصال: مولانا محمد اسحاق نقشبندی نے ۲۸، شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ بمطابق جنوری ۱۹۹۷ء ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ قبرستان حیدرآباد (سندھ) میں تدفین عمل میں آئی۔

[سید منیر احمد شاہ (حیدرآباد) کے توسل سے حافظ مطلوب احمد چشتی (حیدرآباد) سے رابطہ ہوا اور انہیں اور دیگر احباب کو تفصیلی حالات کے لئے بار بار متوجہ کیا لیکن کسی نے بھی توجہ نہیں دی چشتی صاحب نے نہایت مختصر مضمون مہیا کیا اس میں دیگر روایات کو شامل کر کے مضمون ترتیب دیا گیا ہے۔ فقیر دونوں حضرات کا ممنون ہے]



مولانا محمد صالح گلال

مولانا محمد صالح بن محمد یوسف گلال گوٹھ ماڈو (تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: گوٹھ ملک ضلع دادو کے مدرسہ میں درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے آبائی گوٹھ ماڈو میں مدرسہ قائم کر کے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہالت کے اندھیرے میں علم کی روشنی کے دیئے روشن کئے۔ اس طرح دیئے سے دیا روشن ہوتا چلا گیا دیہات اور پسگردائی میں علم کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔

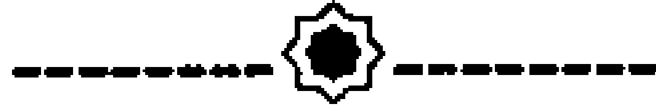
تلامذہ: مولانا محمد صالح کے بعض نامور شاگردوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

1-	مولانا محمد اسحاق کھوڑھارو	کڑیو غلام اللہ
2-	مولانا محمد عثمان رند	گوٹھ ولی محمد خان رند
3-	حکیم خلیفہ عبدالحمید خان چانڈیو	گوٹھ ماڈو
4-	حکیم خلیفہ عبدالمجید خان چانڈیو	گوٹھ ماڈو

عادات وخصائل: مولانا درویش صفت عالم دین، اہل دل سخی، پرہیزگار، متوکل، سنت رسول ﷺ کے پابند، عاشق رسول، فقیہ، علم کا دریا، حق گو، بے ریا، بڑے سے بڑے آدمی (جاگیردار، وڈیرے) کو حق کہنے میں دلیر تھے۔ ذکر وفکر کے پابند، کثرت سے درود شریف پڑھنا

عادت میں تھا۔الغرض پوری زندگی یادالٰہی میں بسر فرمائی۔

وصال: مولانا محمد صالح گلال،آخر عمر میں نحیف وضعیف زیادہ ہوگئے تھے۔حکیم عبدالمجید مرحوم نے علاج معالج کیا لیکن طبیعت نہ سنبھل سکی۔ذکر شریف ودرود شریف کاورد کرتے ہوئے ۲۱، رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء میں سحری کے وقت اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ آخری آرامگاہ، مدرسہ جامع مسجد ماڈو میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔(ماخوذ: سندھ جوشائی کا چھو مطبوعہ ماڈو)



مفتی محمد یونس

استاد العلماء مولانا مفتی محمد یونس بن حضرت مولانا محمد اسماعیل بن حضرت مولانا علامہ محمد صالح گوٹھ غیبی دیرو چانڈیو ضلع دادو میں تولد ہوئے۔ذات کے سموں تھے اور بعض روایت کے مطابق ملاح تھے۔

درس وتدریس: مفتی محمد یونس اپنے وقت کے بڑے عالم اور مفتی تھے۔تقویٰ اور سادگی کا مجسمہ تھے اخلاق واخلاص کے پیکر تھے۔پوری زندگی غیبی دیرو میں مسند تدریس پر جلوہ افروز رہے۔

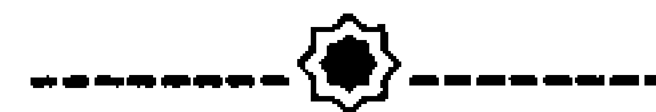
تلامذہ: آپ سے ایک جماعت نے استفادہ کیا لیکن ہائے افسوس! کہ تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہیں۔فقط ایک شاگرد کا نام معلوم ہوسکا:

- حکیم خلیفہ مرحوم محمد باقر چانڈیو ماڈو

اولاد:

آپ کو نرینہ اولاد نہ تھی۔

وصال: مفتی محمد یونس نے ۹، ذوالحجہ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء کو انتقال کیا۔غیبی دیرو میں مدفون ہوئے۔مزار شریف پر سردار غیبی اسحاق خان اوران کے بیٹے سردار غیبی داتا خان چانڈیو نے سائبان بنایا تھا۔مفتی محمد یونس کے بعد غیبی دیرو میں اس خاندان کا ایک فرد بھی نہ رہا۔پورا خاندان مختلف علاقوں کی طرف چلا گیا۔(ماخوذ: سندھ جوشائی کا چھو، مطبوعہ ماڈو، سندھ)



مفتی ابوالفیض محمد طفیل

مفتی ابوالفیض محمد طفیل نقشبندی بن صدر الدین ۱۹۳۷ء کو چک نمبر ۶۷ ضلع قصور (پنجاب) میں جٹ خاندان میں تولد ہوئے۔آپ کے والد چک ۶۷ میں کسان تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنی والدہ سے ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مختلف دینی مدارس میں مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ فخر العلماء علامہ مولانا اللہ بخش واں بھچراں (ضلع میانوالی) سے بعض کتب پڑھی اس کے بعد ملک العلماء علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی کی خدمات حاصل کی وہاں بھی بعض کتب پڑھی اس کے بعد کراچی کا رخ کیا دار العلوم امجدیہ میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔

شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی کے پاس دورہ تفسیر القرآن کی سماعت کی سعادت حاصل کی۔

بیعت: آپ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (شرق پور شریف) کے خلیفہ حضرت پیر میاں رحمت علی نقشبندی کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت دار العلوم قادریہ رضویہ سے تدریس کا آغاز کیا اس کے بعد قمر العلوم فریدیہ رضویہ (ماڑی پور) میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۹ء کو گرین ٹاؤن (شاہ فیصل کالونی، اسٹار گیٹ) کے علاقہ میں دار العلوم حنفیہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد ۱۹۷۰ء کو گلفشاں سوسائٹی (الفلاح، ملیر ہالٹ) میں ایک پلاٹ خرید کر جامعہ غوثیہ طفیلیہ (ٹرسٹ) کا سنگ بنیاد قائد اہل سنت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی سے رکھوایا۔

آپ نے دونوں مدارس میں درس دیا اور فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہاں سے بے شمار طالبان علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ آخری عمر میں شوگر و بلڈ پریشر جیسی جان لیوا بیماریاں لاحق ہوگئی، نقاہت حد سے زیادہ مگر آپ نے اس کے باوجود بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔

تصنیف وتالیف: آپ نے درس وتدریس کے ساتھ تحریری کام بھی کیا ہے۔ آپ نے جو فتویٰ جات جاری کئے تھے، انہیں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد فیض احمد قادری صاحب جمع فرما کر ترتیب کا کام کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں کی فہرست میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- مولانا مفتی عبدالعلیم قادری، ناظم اعلیٰ دار العلوم قادریہ سبحانیہ کراچی
- مولانا نور الہادی نعیمی، خطیب جامع مسجد غوثیہ شاہ فیصل کالونی
- مولانا صاحبزادہ فیض احمد قادری، مہتمم جامعہ غوثیہ طفیلیہ
- خطیب اہل سنت مولانا غلام یسین گولڑوی، خطیب لانڈھی کراچی
- مولانا سید جماعت علی شاہ اعظمی، خطیب نواب شاہ

- مولانا غیاث الدین سابق ممبر صوبائی اسمبلی سندھ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید، بانی و پرنسپل طارق بن زیاد کالج، شاہ فیصل کالونی نمبر ۳ کراچی
- مولانا مفتی محمد ولی اللہ

آپ نے دو شادیاں کی جس سے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں:

اولاد: 1- مولانا محمد فیض احمد قادری، مہتمم جامعہ غوثیہ طفیلیہ گلفشاں سوسائٹی کراچی

2- محمد احمد جوانی میں وفات پا گئے۔

3- مولانا علی احمد صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ حنفیہ رضویہ گرین ٹاؤن کراچی

4- طہور احمد 5- محمد صدیق 6- محمد عزیز

وصال: مولانا مفتی ابوالفیض محمد طفیل نقشبندی نے ۲۱، فروری ۱۹۸۷ء بمطابق ۱۴۰۷ء انتقال کیا۔ آپ کو جامعہ غوثیہ طفیلیہ کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(ماخوذ: مجلہ الطفیل کراچی، جمادی الثانی، رجب، شعبان ۱۴۲۵ھ)

مولانا حافظ محمد رفیق رضوی

مجاہد اہل سنت، پیکر اخلاق، ناشر سنیت حاجی حافظ محمد رفیق بن حاجی حافظ دین محمد چشتی مہروی ۱۹۳۵ء کو دہلی بلی ماران (انڈیا) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے گھر کا ماحول خالص دینی تھا گھر سے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس کے بعد دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور اسی چھوٹی سی عمر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و خلیفہ مولانا قاضی عبدالغفور رضوی کی صحبت اختیار کی اس کے بعد مولانا حکیم سیف الدین کی صحبت میں دینی تعلیم اور حکمت سیکھی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد رضوی محدث لائلپوری کی صحبت اختیار کی۔

پاکستان میں قیام: قیام پاکستان کے بعد انڈیا سے پاکستان تشریف لائے۔ شروع میں سرگودھا میں قیام کیا اور ۱۹۵۱ء کو آپ ایک نوجوان سید ظہور احمد شاہ کے ہمراہ حرمین شریفین کے سفر پر نکلے۔ لیکن دوران سفر سکھر (سندھ) آئے اور سکھر کی مشہور و مرکزی مسجد جامعہ قادریہ میں قیام پذیر ہوئے۔ سید صاحب کو ریلوے ہائی اسکول میں نوکری ملی اور آپ کو اسی مدرسہ قادریہ میں حفظ و ناظرہ کی کلاس کے لئے بحیثیت مدرس ملازمت ملی۔ اس طرح آپ نے ۱۹۵۱ء تا ۲۰۰۴ء تک ۵۲ سال کا طویل عرصہ سکھر میں بسر کیا۔ ان دنوں جامعہ قادریہ (آج اس مدرسہ کے نام سے بھی کوئی شناسا سکھر

میں مشکل نظر آئے گا) میں شیخ الحدیث کے منصب پر مولانا محمد شریف رضوی اور تدریس و فتاویٰ نویسی کی خدمات پر استاد العلماء مولانا مفتی محمد صالح نعیمی (لاڑکانہ) مامور تھے۔

بیعت: آپ لائلپور (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد سردار احمد رضوی بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں دست بیعت ہوئے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ طریقت کی صحبت بافیض سے بھی لطف اندوز ہوئے۔

سیاسی خدمات: آپ اول تا آخر اہل سنت و جماعت کی نمائندہ سیاسی جماعت "جمعیت علماء پاکستان سے منسلک رہے۔ تحفظ مقام مصطفیٰ اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے کوشش و جدو جہد کرتے رہے، سکھر میں دینی سیاسی ہر موڑ پر مولانا مفتی محمد حسین قادری کے ساتھ ساتھ رہے۔

خدمت خلق: آپ ایک عامل تھے، سکھر میں وجہ شہرت تعویذات کے حوالے سے تھی، کئی بزرگوں سے عملیات و وظائف لے رکھے تھے۔ کھڈہ (شمس آباد) میں محمدی مسجد کے برابر میں آپ کی رہائش تھی سارا دن تعویذات کے سائلین کا ہجوم رہتا ہے۔ اس طرح کافی خلق خدا نے فیض حاصل کیا۔

امامت و خطابت: شروع میں اللہ والی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے اس کے بعد محمدی مسجد عرف کھڈہ مسجد (شمس آباد محلّہ) سکھر میں تشریف لائے اور تاحیات اسی مسجد کے ساتھ منسلک رہے۔ مسجد شریف کے متصل مدرسہ تعلیم القرآن بھی قائم کیا۔ اس طرح شب و روز تبلیغ دین میں مصروف رہتے۔

شادی و اولاد: ۱۹۶۱ء کو آپ نے استاد العلماء علامہ غلام محمد گھوٹوی مہروی کے شاگرد خاص مولانا حافظ فضل کریم چشتی مہروی کی بڑی بیٹی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ نے گھر کا ایسا علمی روحانی ماحول پیدا کیا کہ آپ کی تمام اولاد دینی تعلیم سے آراستہ ہوئی نہ فقط لڑکے بلکہ لڑکیاں بھی علم و فضل سے آراستہ ہیں یہاں تک کہ سکھر کی اکثر بچیوں اور مستورات کے مدارس ان بچیوں کے فیض سے جاری ہیں۔ اور ایسے ماحول سے ہمارے اکثر علماء و مشائخ کے گھر خالی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کی اولاد والد کے اُلٹ چلتی ہے۔ ایک بار فقیر راشدی غفرلہ نے آپ کے صحبت یافتہ جناب قاری صلاح الدین صاحب سے دریافت کیا کہ قاری صاحب کی تمام اولاد دینی تعلیم سے آراستہ کیسے ہوئی؟ انہوں نے کہا میری نظر میں اس کے دو جوابات ہیں ایک یہ کہ وہ نماز تہجد کے بعد اپنی اولاد کے لئے حصول تعلیم کی گڑگڑا کر دعا کرتے تھے اور دوسرا وہ ہر ملنے والے فقیر درویش پیر مشائخ سے اولاد کے حق میں علم دین کی دعا ضرور کرواتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹیاں اور چھ بیٹے عنایت فرمائے۔

1- خطیب اہل سنت مولانا علامہ عارف حسین سعیدی مہتمم جامعہ انوار مصطفیٰ سکھر

2- قاری محمد آصف مصطفائی ناظم جامعہ انوار مصطفیٰ سکھر

3- محمد عابد سعیدی

4- مولانا حافظ قاری ساجد القادری مہتمم مدرسہ محمدیہ حنفیہ کوئٹہ

5- قاری محمد عالم سعیدی

6- قاری مولانا محمد شفیق سعیدی

عادات وخصائل: وہ انتہائی مخلص، خلیق، متواضع، متوازن اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ عجب واستکبار اور پندار نفس کی خو بوان میں بالکل نہیں تھی۔ تعمیری سوچ کے حامل، متحرک مستقل مزاج، عمل پیہم کے پیکر، مہمان نواز، علماء ومشائخ کے قدردان، اور دین کے درد سے سرشار تھے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۲ء کو سکھر سے حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ حرمین کا یہ پہلا سفر تھا۔

بنیادی کام: آپ ہالا رمیمن جماعت خانہ میں تعلیم قرآن دیا کرتے اور شوکت الاسلام اسکول میں ٹیچر تھے۔ صبح کو اسکول، نماز ظہر کی امامت کے بعد تعویذات کا سلسلہ، بعد نماز مغرب محمدی مسجد میں تعلیم قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس طرح اصل بنیادی کام کرنے کے لئے راہ ہموار کی عوام الناس سے تعلقات استوار کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سکھر میں اہل سنت و جماعت کی اہم و بنیادی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل مراکز کو قائم کیا:

- جامعہ انوار مصطفیٰ ٹرسٹ نزد ریلوے گراؤنڈ سکھر
- ابا عیسیٰ اسلامک سینٹر میانی روڈ سکھر (برائے خواتین)
- مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ انوار مصطفیٰ گوٹھ علی واہن تحصیل روہڑی ضلع سکھر
- مدرسہ تعلیم القرآن محمدیہ نیو پنڈ سکھر
- مدرسہ جامعہ محمدیہ حنفیہ کوئٹہ (بلوچستان)

وصال: وفات سے کچھ عرصہ قبل کار کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے کمزوری آچکی تھی اور تھوڑے عرصے کے بعد راہی جنت ہوئے۔ حافظ قاری حاجی محمد رفیق نے ۲۷، جمادی الاول ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۶، جولائی ۲۰۰۴ء بروز جمعة المبارك گیارہ بجکر اکیس منٹ پر ستر (۷۰) سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور مدرسہ انوار مصطفیٰ سکھر کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔

[ذاتی معلومات کے علاوہ رسالہ رفیق ملت مطبوعہ رفیق الملت ٹرسٹ سکھر سے حالات ماخوذ ہیں]

مولانا محمد محسن ابڑو

مولانا محمد محسن بن میاں محمد ہارون بن حضرت علامہ محمد عالم ابڑو گوٹھ ملا ابڑا اسٹیشن مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں ۱۹۳۰ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

اپنے جد کریم علامہ مولانا ابوالغنی محمد عالم اور دیگر مشاہیر علماء سے علم میں تحصیل کی۔

بیعت: غالباً حضرت شیخ عبدالحی سجادہ نشین درگاہ چشمہ شریف (کوئٹہ) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: جد کریم کے مدرسہ کو خوب ترقی دی اور مدرسہ کا نام "دار السعادت" تجویز کیا اور تاحیات مقامی و بیرونی طلباء کو مستفیض کرتے رہے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

1- مولانا احمد بن مولانا محمد بن مولانا حاجی احمد ابڑو ساکن مدینہ منورہ

2- مولانا شیر محمد قریشی خطیب و امام گوٹھ سگیون تحصیل گمبٹ

3- مولانا محمد چھتل مھر امام و مدرس گوٹھ وڈا مہر تحصیل لاڑکانہ

وصال: مولانا محمد محسن ابڑو نے ۱۹۸۰ء کو انتقال کیا اور حضور فقیہ الاعظم، غوث الزمان، بحر العلوم، حضرت خواجہ محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آبائی گوٹھ ملا ابڑا میں قائم کردہ مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

[حافظ عبدالستار ابڑو نے گوٹھ ملا ابڑا کئی بار حاضریاں دی تب جاکر یہ مختصر حالات دستیاب ہوئے]

مولانا حکیم مولا بخش "فنائی" ابڑو

مولانا محمد بخش "فنائی"، مولانا مفتی ابوالجمال خدا بخش ابڑو کے بڑے صاحبزادے تھے۔ گوٹھ ملا

ابڑا، اسٹیشن مشوری شریف میں ۱۹۰۱ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی ضلع لاڑکانہ میں سرتاج الفقہاء عارف باللہ حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ سے تکمیل نصاب کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

طب کی تعلیم مولانا مفتی حکیم محمد سلیمان ابڑو سے حاصل کی۔

بیعت: حضرت پیر سید غلام مرتضیٰ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (درگاہ جیلانیہ گمبٹ) سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: شروع میں گوٹھ گل محمد تونیہ میں درس دیا اس کے بعد گوٹھ دولت خان کھوکھر میں امام و مدرس مقرر ہوئے۔ عالم، مدرس، حکیم، امام، اور شاعر کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی دھرتی پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت بجالاتے رہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے رہے، حقیقت میں مولانا فنائی عشق رسول میں فنا تھے۔

شاعری: مولانا نامور شاعر تھے: آپ کی نعتیہ شاعری مولود ومداح پورے سندھ میں مشہور ہے۔ دینی تقاریب وجمعہ کے اجتماعات میں آپ کا کلام پڑھا جاتا، لوگ شوق وذوق سے سماعت فرماتے ہیں۔ مولانا نے شاعری کے ذریعہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار کیا۔ شاعری میں خصائص وفضائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔ نامور اسکالر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے سندھی لوک ادب پر کام کیا اور یہ کام چالیس (۴۰) جلدوں پر مشتمل ہے جس کی اشاعت کا اہتمام سندھی ادبی بورڈ نے کیا۔ اسی میں ایک جلد شاعری کی صنف "مولود" کے متعلق ہے اس میں ڈاکٹر صاحب نے مولانا فنائی کے سندھی مولود بھی درج کئے ہیں۔

فنائی کی فراقن م نہ ماریو یا رسول اللہ

(مولود ص ۵۴۴ مطبوعہ)

اولاد: آپ کو تین بیٹے تولد ہوئے

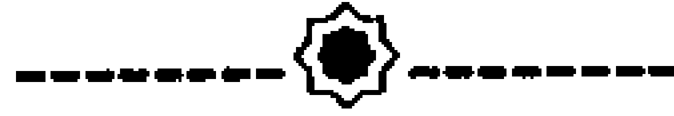
1- گل محمد 2- محمد حیات 3- ماسٹر عزیز اللہ

تصدیق: شیخ الادب مولانا تاج محمد آریجوی نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر ایک رسالہ "نور بصر" (سندھی، قلمی) تحریر کیا تھا، جس پر انہوں نے وقت کے نامور عالم مولانا فنائی سے بھی تصدیق حاصل کی تھی۔

وصال: مولانا مولا بخش ابڑو نے ۱۹۷۴ء کو انتقال کیا اور حضور فقیہ الاعظم بحر العلوم شمس شریعت حضرت خواجہ مفتی محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آبائی گوٹھ کے خاندانی

قبرستان میں مدفون ہوئے۔

[حوالہ جات کے علاوہ مختصر سے حالات کئی بار چکر لگانے کے بعد جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ ابڑو (گوٹھ ملا ابڑا) سے حافظ عبدالستار ابڑو کے توسل سے حاصل ہوئے]



حافظ قاری ممتاز احمد رحمانی

حضرت الحاج حافظ قاری ممتاز احمد بن محمد احمد بن سراج الدین بن صلاح الدین محلہ پہاڑ گنج دہلی (بھارت) میں ۱۷، رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ بمطابق ۲۵، فروری ۱۹۲۹ء بوقت فجر بروز پیر تولد ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب شریف سے نقل مکانی کر کے ہندوستان شریف لائے اور دہلی میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا ددھیال قریشی اور ننھیال صدیقی ہے۔

تعلیم و تربیت: حکیم حافظ افتخار احمد نقشبندی سے ۹ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ مسجد فتح پوری دہلی کے مدرسہ میں قاری حامد حسین دہلوی سے قرأت و تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی عربی فارسی اور چند درس نظامی کی کتب حضرت مولانا قاضی زین العابدین دہلوی سے پڑھیں۔

پاکستان آمد: جب دہلی شہر میں ہنگامے پھوٹ پڑے اور ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا تو فوج نے ان کو روکنے کے بجائے مسلمانوں پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ آپ کے والد ماجد ہندو مسلم فسادات میں شہید ہو گئے لہذا آپ اپنے خاندان دادا جان، ماں، تین بھائی ایک بہن کے ہمراہ اپنے استاد محترم حضرت قاضی زین العابدین کی قیادت میں پاکستان تشریف لائے، پہلے لاہور قیام کیا گذر اوقات کے لئے مختلف کام کئے ۱۹۴۸ء کو اپنے اہل خانہ کو لے کر کراچی تشریف لے آئے اور اپنے ماموں کے پاس زرگری کا کام صرافہ بازار کھارادر میں کرنے لگے۔

شادی و اولاد: ۱۶، مئی ۱۹۴۹ء کو آپ کی شادی جناب ذکر الرحمٰن کی بیٹی محترمہ حیات النفیس سے ہوئی۔ شادی کے وقت آپ کی عمر انیس (۱۹) سال تھی اور آپ کی رہائش رنچھوڑ لائن میں الفاروق ہوٹل کے قریب ڈاکخانہ والی گلی میں تھی۔ آپ کا نکاح صابری مسجد رنچھور لائن میں آپ کے استاد محترم حضرت قاضی زین العابدین نے پڑھایا اور حضرت پیر محمد فاروق رحمانی لڑکی کی طرف سے وکیل تھے اور وہ آپ کی اہلیہ کے پھوپھا بھی تھے۔

ایک بیٹا حافظ محمود اقبال اور ایک بیٹی آصفہ زرین تولد ہوئی۔ صاحبزادہ نے جوانی میں ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو کر فوت ہو گئے، اسی لئے آپ کے وصال کے بعد آپ کے نواسہ قاری محمد فرحان

ممتازی رحمانی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

بیعت وخلافت: حضرت بابا ولایت علی چشتی فریدی رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ مندر اسٹاپ ملیر سٹی) کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے ان کے وصال کے بعد حضرت حافظ غلام رسول قادری (سولجر بازار) سے صحبت اختیار کی اور شیخ طریقت حضرت محمد فاروق رحمانی (آستانہ فاروقیہ جہانگیر روڈ) سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ رحمانیہ میں بیعت ہوئے اور بعد میں ۱۹۶۲ء کو خلافت سے نوازے گئے۔ جو کہ آپ کی اہلیہ کے پھوپھا بھی تھے اور حضرت پیر فاروق صاحب، سلسلہ رحمانیہ کے بانی حضرت انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب تھے۔

امامت وخطابت: ککری گراؤنڈ (لی مارکیٹ) میں دو سال تراویح میں محراب سنائی اس کے بعد بابا ولایت علی کے آستانہ کے پاس محراب سناتے رہے۔ شروع میں حضرت فاروق رحمانی کی رہائش صابری مسجد رنچھوڑ لائن کے قریب تھی لہذا وہاں پارک میں بھی محراب سنائی۔ اس کے بعد حضرت نے رحمانی جہانگیر روڈ پر آستانہ قائم کیا تو وہاں بھی آپ تراویح میں قرآن پاک سناتے رہے۔ بابا ولایت علی شاہ کے وصال کے بعد آپ نے بابا صاحب کے آستانہ کے قریب اہل خانہ کے ہمراہ قیام کیا اور گھر میں مدرسہ انوار القرآن قائم کیا، قرآن پاک حفظ و ناظرہ کا سلسلہ جاری رکھا۔

مدینہ مسجد میں آمد: ۱۹۵۹ء سے قبل مدینہ مسجد بی ایریا ملیر میں صوفی احمد حسین امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد حافظ ممتاز احمد کو مقرر کیا گیا۔ آپ مندر اسٹاپ ملیر سٹی سے ملیر بی ایریا مدینہ مسجد سائیکل پر آتے جاتے تھے۔

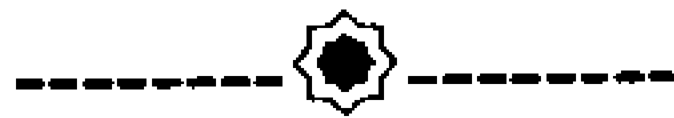
مدینہ مسجد کو آپ نے مرکزی حیثیت عطا کی، صبح کو حفظ و ناظرہ کا مدرسہ " مکتب رحمانی " خود پڑھاتے، ظہر تا شام تک سائلین کو دم درود و تعویذ دیتے تھے اور رات میں حلقہ ذکر مراقبہ محفل نعت وغیرہ برپا کرتے، آپ کے سارے کام فی سبیل اللہ ہوتے تھے اور شب و روز مسجد شریف میں دین اسلام اور دکھی انسانیت کی خدمت میں بسر ہوتے۔

مسجد کے متصل مدرسہ، لائبریری اور اس کے علاوہ اسکاؤٹ گروپ وغیرہ آپ کی یادگار ہیں۔ جمعہ کے روز خود وعظ کیا کرتے تھے۔ وسیع حلقہ آپ سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے۔ آپ کے مدرسہ کی شاخیں ملیر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ "اشاعت قرآن" کی خوب خدمت سرانجام دیں۔ آپ قرآن پاک کی جب قرأت کرتے تو اجتماع پر سکوت طاری ہو جاتا۔ سوز و گداز سے بھری ہوئی آواز سے مسلمانوں کے قلوب دھل جاتے تھے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۵۲ء کو حضرت بابا ولایت علی آپ کو اپنے ساتھ لے کر حج کیلئے حجاز مقدس روانہ ہوئے۔ یہ آپ کا پہلا حج تھا اس کے بعد ۱۹۸۶ء کو دوسری بار حرمین کا سفر اختیار کیا۔ ۱۹۸۷ء کو تیسری بار ۱۹۹۰ء کو چوتھی بار مدینہ طیبہ میں روضہ نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام پر حاضری دی۔

وصال: حضرت قاری ممتاز احمد رحمانی نے ۱۷، ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۱، جون ۱۹۹۰ء بروز پیر، بوقت عشاء ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دوسرے روز بعد نماز ظہر مفتی غلام قادر کشمیری صابری (امام وخطیب مدینہ مسجد ماڈل کالونی) کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کا آخری آرامگاہ مدینہ مسجد کے متصل بنا جہاں مریدین نے عالیشان گنبد تعمیر کروایا ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ۱۵، ۱۶، ۱۷ ذوالقعدہ کو نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔

[فیوضات قلندریہ سوانح حیات قاری ممتاز احمد رحمانی، تصنیف: حسین الدین ممتازی، مطبوعہ آستانہ ممتازیہ رحمانیہ مدینہ مسجد ممتاز نگر بی ایریا ملیر کراچی ۲۰۰۲ء سے مضمون کی تیاری میں استفادہ کیا گیا۔]



مولانا سید میر محمد احمد صدیق شاہ "قاتل"

حضرت مولانا سید محمد احمد صدیق شاہ بن حضرت سید میر یعقوب علی شاہ، ۱۴ جنوری ۱۸۸۵ء کو لکھنؤ (بھارت) میں تولد ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے ہمیشہ آپ کو باوضو ہو کر دودھ پلایا۔ عالم کم سنی میں بچوں میں کھیل کود کے دوران اکثر آپ پر سکوت طاری ہو جاتا اور آپ عالم تفکر کی گہرائیوں میں ڈوب جاتے۔ کافی دیر تک دنیا و مافیہا سے بے خبر رہتے۔ آپ کا نام محمد احمد صدیق، کنیت ابوالقاسم، تخلص: قاتل، خطاب ادبی سیف الکلام، نسب حسنی و حسینی سید، مسلکاً اہل سنت و جماعت، مذہباً حنفی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ کے والد محترم لکھنؤ کی سکونت ترک کر کے اجمیر شریف کے محلہ نکیری میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے اجمیر شریف میں حصول علم کا دوبارہ آغاز کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کے والد محترم کا تبادلہ (بسلسلہ ملازمت ریلوے گارڈ) آبو روڈ ہو گیا۔ ماؤنٹ، آبو، راجپوتانہ ہندوستان کا ایک مشہور و معروف پہاڑ ہے۔ موسم گرما میں یہاں امراء، روساء اور راجے مہاراجہ بغرض سیر و تفریح آیا کرتے ہیں۔ گویا یہ راجپوتانہ کا مقام سیر و تفریح ہے۔ یہیں آپ کے والد ماجد کے ایک دوست ڈاکٹر ولایت حسین کا مستقلاً قیام تھا۔ ڈاکٹر کے پاس اللہ

تعالیٰ کا دیا سب ہی کچھ تھا لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ آپ کو دیکھ کر ڈاکٹر آپ کو بے حد چاہنے لگے حتیٰ کہ ایک دن آپ کو آپ کے والد ماجد سے مانگ لیا۔ حضرت سید میر یعقوب علی نے مشیت ایزدی سمجھ کر اپنے لختِ جگر کو ان کے حوالے کر دیا۔

ڈاکٹر ولایت حسین نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ابتدائی طور پر انگریزی اور ڈاکٹری کی تعلیم خود دی۔ بعدازاں آپ کو بغرض تکمیل علوم بیرون ہندروانہ کر دیا۔ جہاں پہلے آپ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں دنیائے اسلام کی عظیم دینی درس گاہ **جامعۃ الازھر** (قاہرہ) سے علوم دینیہ پر دسترس حاصل کی اور سند حاصل کر کے یورپ روانہ ہو گئے۔ یورپ میں ڈاکٹریت کی بقیہ تعلیم حاصل کر کے عرصہ دراز بعد وطن عازم سفر ہوئے۔ یوں ان تمام مصارف کی سعادت محترم ڈاکٹر ولایت حسین صاحب کو عطا ہوئی۔

قیامِ اجمیر: تمام علوم ظاہری سے فارغ ہو کر آپ نے والد محترم کی طرح اجمیر شریف میں مستقل قیام کو ترجیح دی۔ ۱۹۰۴ء کو قیصر گنج اجمیر شریف میں ایک کلینک قائم کیا جس سے آپ کا منشاء خدمت خلق اور اکل حلال کمانا تھا۔ آپ اپنے دواخانے میں غریبوں مسکینوں اور ضرورت مند مریضوں کا علاج شافی فی سبیل اللہ کرتے تھے۔

بیعت وخلافت: ایک دن اشارہ غیبی پا کر نصیر آباد (ضلع اجمیر) پہنچے اور جناب خدا بخش کی معرفت حضرت قبلہ عالم عبدالشکور قدس سرہ الاقدس کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔

آپ کو سید ہونے کے ناطے وراثتاً برکات سیادت حاصل تھیں۔ حضرت مرشد کریم کے فیوض و برکات اور توجہ خصوصی سے آپ نے ریاضت ومجاہدات میں کافی محنت شاقہ کی اور دو سال کے قلیل عرصہ میں آپ کو وہ کمال حاصل ہو گیا کہ جو دوسرے برسہا برس میں بھی حاصل نہ کر سکے تھے۔ ایک روز حضرت نے اپنے دست فیض اثر سے کلاہ مبارک آپ کے فرق عالی پر رکھ کر سر بلند فرمایا۔ تین مرتبہ آپ کی پشت پر دست مبارک سے تھپکی دی اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو اپنے بزرگان سلسلہ عالیہ رحمھم اللہ تعالیٰ اور اپنی جانب سے بیعت کرنے کی اجازت دی اور آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اب کیا بتاؤں میں، مجھے مرشد نے کیا دیا | دل میں جو تھی امید کچھ اس سے سوا دیا
قاتلؔ اسی کو کہتے ہیں ذرہ نوازیاں | دم بھر میں اک مرید کو مرشد بنایا

شادی واولاد: ۱۹۰۴ء کو ہی آپ کی پہلی شادی آپ کے حقیقی ماموں الحاج سید علاء الدین قلعی گرگی دختر نیک اختر سیدہ سعیدہ خاتون سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا سید شہید احمد تولد ہوئے۔

بیٹے کی پیدائش کے کچھ ہی عرصہ بعد سیدہ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ بیٹے صاحب بھی نوجوانی میں ۱۸ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔ لاہور کا سکھ خاندان آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسی خاندان کی ایک صاحبزادی جن کا اسلامی نام رحمت بی بی تھا۔ پہلی شریک حیات کے وصال کے بعد آپ کے عقد میں آئیں۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔

۱۹۲۵ء کو حضرت مولانا جمال الدین رامپوری کی صاحبزادی تصویر النساء خاتون سے تیسری شادی ہوئی۔ اس کے بطن سے جو اولاد ہوئی اس کی تفصیل اس طرح ہے:

1- سید محمد رضاء الانبیاء شاہ رومی	2- سیدہ جمیلہ خاتون
3- سیدہ حسینہ خاتون	4- سید ضیاء الانبیاء شاہ
5- سیدہ رضیہ خاتون	6- سیدہ نسیمہ خاتون
7- سیدہ حبیبہ خاتون	8- سیدہ شکیلہ خاتون
9- سیدہ ساجدہ خاتون	10- سید ثناء الانبیاء شاہ

آپ کی تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے اجمیر شریف میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے۔ سیدہ حبیبہ خاتون چھ سال کی عمر میں سیدہ جمیلہ خاتون ۱۶ سال کی عمر میں سیدہ حسینہ خاتون ۱۳ ماہ کی عمر میں اور صاحبزادہ ضیاء الانبیاء ۱۸ ماہ کی عمر میں انتقال کر گئے۔ بمبئی میں قیام کے دوران دو صاحبزادیوں سیدہ نسیمہ خاتون اور سیدہ شکیلہ خاتون نے بالترتیب ۷ سال اور ۱۶ ماہ کی عمر میں انتقال کیا اور یہاں کراچی میں سیدہ رضیہ خاتون ۱۸ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ میوہ شاہ قبرستان میں مدفون ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے سید میر رضا الانبیاء شاہ قادری المعروف پیر رومی (۲) سید میر ثناء الانبیاء شاہ اور صاحبزادی سیدہ ساجدہ خاتون سید اسد علی کے حبالۂ عقد میں ہیں۔ تینوں صاحب اولاد ہیں اور اپنے سلسلہ کی ترویج میں مصروف رہے۔

آپ کی چوتھی شادی ۱۹۳۶ء کو جناب ماسٹر ابوالحسن خان صاحب کی صاحبزادی زہرہ خانم سے احمد آباد (بھارت) میں ہوئی۔ اس کے بطن سے سید نثار الانبیاء شاہ، بمبئی میں پیدا ہوئے۔ ان کے سوا ان کے بطن سے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

شاعری: آپ جن دنوں اجمیر شریف میں ہسپتال کے انتظام و انصرام میں مصروف تھے۔ اس زمانے میں ہندوستان کے مشہور و معروف شاعر حضرت سیماب اکبر آبادی کی شاگردی کو اپنی شاعری کیلئے ضروری سمجھا۔

آپ ایک شاعر باکمال اور استاد سخن کی حیثیت سے نہ صرف اجمیر شریف بلکہ ہندوستان کی ادبی محافل اور حلقوں میں شہرت خصوصی رکھتے تھے۔ اور محفل مشاعرہ میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ شاعری کا نمونہ پیش خدمت ہے:

شاہ دنیا و دیں محی الدین — مہر و ماہِ مبین محی الدین
آپ سن لیں کہیں محی الدین — داستان حزیں محی الدین
اپنے جد کے امین محی الدین — محی الدین مبین محی الدین
اب میں فریاد بھی کروں کس سے — کوئی سنتا نہیں محی الدین
آج آسان میری مشکل ہو — کوئی مشکل نہیں محی الدین
اک بھکاری پکارتا ہے تمہیں — کیا سنا ہی نہیں محی الدین
اس زمین پر اس آسماں کے تلے — تم سا قادر نہیں محی الدین
میرے ایماں مین تازگی دیدو — تاجدار یقیں محی الدین

کون ہے دستگیر قاتل کا
بس تمہیں ہو تمہیں محی الدین

(بحوالہ عین القادر ۱۹۹۰ء)

تصنیف و تالیف: آپ کے کلام کا بیشتر ذخیرہ اجمیر شریف میں ہی ضائع ہوگیا۔ آپ کی شعری تصانیف میں ایک "نظم دل پذیر" جو سیدنا غوث الاعظم جیلانی قدس سرہ کی ایک کرامت

پر مبنی ہے۔ کتابی صورت میں پہلے اجمیر شریف اور بار دیگر بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

2- روضۃ الرضا (مطبوعہ ملتان) 3- گلہائے عقیدت
4- کیف بغداد 5- مرقع قاتل

تبلیغ: دربار شیخ سے خلافت کا منصب جلیل عطا ہونے کے بعد آپ نے اپنی تمام زندگی تبلیغ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کیلئے وقف کردی اور تبلیغ سلسلہ عالیہ کے فرض کی ادائیگی میں ہمہ تن کوشش فرماتے رہے۔ اجمیر شریف مع گردونواح میں کمال سرگرمی سے سلسلہ عالیہ کی اشاعت فرمائی، رفتہ رفتہ پورے ہندوستان میں آپ کا سلسلہ پھیلا، مزید برآں غیر ممالک میں بھی سلسلہ عالیہ کی شاخیں قائم ہوئیں۔

خلفاء: آپ کے سوانح نگار نے آپ کے خلفاء کے ضمن میں ۱۴۶ اسماء گرامی درج کئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

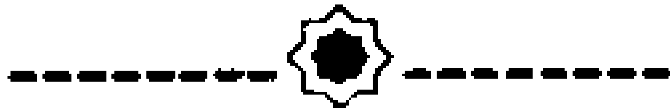
- صاحبزادہ سید رضاء الانبیاء شاہ پیر رومی کراچی
- حضرت ابوالرضا محمد عمر رضا روحی قاتلی متوفی ۱۹۷۷ء حیدرآباد سندھ

پاکستان آمد:

قیامِ پاکستان کے بعد آپ پاکستان آ گئے اور کراچی میں مستقل قیام فرمایا۔

وصال: حضرت سید محمد احمد صدیق شاہ قاتل نے ۲۸، صفر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۹، دسمبر ۱۹۵۰ء بروز ہفتہ بوقت ۹ بجکر ۵۵ منٹ پر ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی قادری نے نمازِ جنازہ کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت قبلہ عالم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قبہ میں (جامع کلاتھ مارکیٹ ایم اے جناح روڈ کراچی میں) تدفین ہوئی، جہاں آپ کی مزار مرجع خلائق ہے اور سالانہ عرس نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

[مرقع قاتل، مرتبہ و سوانح گار مولانا شمس بریلوی مطبوعہ کراچی سن ندارد .... کے ضروری صفحات کی نقل پاکستان ہاؤس نارتھ ناظم آباد کراچی سے محترم الحاج شمیم الدین صاحب نے مرحمت فرمائی جس سے فقیر نے مضمون ترتیب دیا]



قاضی حافظ محمد مسعود چوٹیاری

علامہ مفتی حافظ محمد مسعود بن مولانا عبداللہ بن علامہ محمد مبین، چوٹیاری شریف ضلع سانگھڑ سندھ میں علمی و روحانی گھرانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

درسگاہ چوٹیاری شریف سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں فراغت حاصل کی۔

مسندِ قضاۃ: آپ اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے۔ فقہ حنفیہ پر دسترس کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے اور فتاویٰ نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کے عہد میں سندھ پر ٹالپروں کی حکومت تھی۔ حکومت نے آپ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ اس دور میں سندھ کے نامور قاضیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء کو سندھ پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضہ کے بعد بھی عرصہ تک آپ شرعی فیصلہ جاری فرماتے اور عملی نفاذ کے لئے فتویٰ کی نقل ڈپٹی کلیکٹر کو بھجوا دیتے تھے۔

درس و تدریس: جامعہ چوٹیاری شریف میں زندگی بھر درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ اور لاتعداد علم کے پیاسوں نے فیضِ علم سے پیاس بجھائی۔

قاضی محمد مسعود اور علامہ سید علی محمد شاہ دائرہ شریف والے دونوں بزرگ ہم عصر تھے اور آپس میں خط وکتابت کے ذریعے رابطہ تھا۔ شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں قاضی صاحب کو "فاضل میاں مسعود بن مخدوم عبداللہ بن المخدوم محمد مبین" لکھا ہے اور آپ کے فتاویٰ سے استفادہ کیا ہے، نہ فقط آپ نے بلکہ اس وقت کے جید علماء آپ کے فتاویٰ پر اعتماد کرتے تھے۔

آپ کے شاگردوں کی کثیر جماعت میں سے ایک نام معلوم ہوسکا ہے:

تلامذہ: ۞ مولانا عبدالرسول بن عبدالولی

کتب خانہ:

آپ نے جامعہ میں کتب خانہ کے لئے جدا کمرہ تعمیر کروایا اور کتب خانہ کو وسعت دی۔

وصال: قاضی حافظ محمد مسعود چوٹیاری نے ۱۱، ربیع الآخر ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء کو وصال کیا اور چوٹیاری شریف کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

[ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب کے مضمون "درسگاہ چوٹیاری شریف" بشمول سہ ماہی مہران جامشورو ۱۹۸۰ء ومجلہ "سانگھڑ جی سرحان" مطبوعہ سانگھڑ ۱۹۹۲ء سے ماخوذ ہے]

---۞---

علامہ محمد مبین

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد مبین بن اوبھایو، چوٹیاری شریف ضلع سانگھڑ (سندھ) میں ایک اندازے کے مطابق ۱۱۰۰ھ تا ۱۱۱۰ھ تک کسی سال میں تولد ہوئے ہوں گے۔

تعلیم وتربیت: طالب علمی کے زمانہ میں مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عنایت رضوی نصرپوری سے فیض یاب ہوئے۔ اس کے علاوہ ٹھٹھہ میں غالباً استاد الاساتذہ علامہ مخدوم محمد ضیاء الدین ٹھٹھوی سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں تکمیل کے بعد غالباً ۱۱۳۵ھ تا ۱۱۴۰ھ تک کے عرصے میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی درسگاہ میں شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی آپ کے ہم درس تھے۔

درسگاہ کا قیام: آپ نے بعد فراغ ۱۱۳۵ھ تا ۱۱۴۰ھ تک کے عرصہ میں اپنے گوٹھ میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور جس کو درسگاہ چوٹیاری کہا جاتا ہے۔ پچاس پچپن سال کا طویل عرصہ خاموشی سے بغیر نام نمود کے مسلسل تدریس سے وابستہ رہے۔

شادی واولاد: آپ نے شادی کی۔ بڑے صاحبزادے محمد بروز جمعرات ۲، ربیع الاول ۱۱۴۶ھ کو تولد ہوئے۔ آپ نے خود بیٹے کی تاریخ ولادت اپنے قلم سے یوں رقم فرمائی ہے:

"یوم الخمیس ثانی ربیع الاول ۱۱۴۶ھ"

2- صاحبزادہ مولانا عبداللہ

آپ کے کثیر تعداد تلامذہ میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

تلامذہ: ❁ صاحبزادہ مولانا محمد

❁ مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی گرہوڑ شریف تحصیل کھپرو ضلع سانگھڑ

عادات وخصائل: مولانا محمد مبین صاحب علم وحلم تھے۔ انکساری وعاجزی کی تصویر تھے۔ سادگی اور سنت نبوی سے سرشار تھے۔ فقہ میں مطالعہ وسیع تھا۔ فقہ حنفی کے علاوہ دیگر تین فقہ پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ فتاوٰی فقہ حنفیہ پر جاری فرماتے تھے۔ صرف ونحو پر بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ تقوٰی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی جس کو حاکم سندھ نور محمد کلہوڑو کی بیگم نے تعمیر کروائی تھی آپ کے معاصر شیخ الاسلام فقیہ الاعظم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ الاقدس نے آپ کے نام ایک مکتوب مین درج ذیل القاب تحریر فرمائے ہیں جس سے آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازا لگایا جاسکتا ہے:

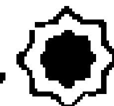
"الشیخ الجلیل، ...... المثیل، صاحب الفضل الجزیل، والشرف الاصل والمجد الاثیل"

وصال: مولانا علامہ محمد مبین ۵ محرم الحرام ۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۱ء کو پچاسی یا نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔ چوٹیاری شریف کے قبرستان مین تدفین عمل میں آئی۔ وہیں مزار شریف یادگار ہے۔ دو فقروں سے تاریخ وصال نکلتی ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

عامل مخلص امین محمد مبین ۱۱۹۶ھ

استقـــامة مــحــمــد مبيــن ۱۱۹۶ھ

[آپ کے حالات زندگی سے متعلق سندھ کی تاریخ خاموش ہے۔ خدا بھلا کرے بین الاقوامی اسکالر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب کا کہ انہوں نے سب سے پہلے علماء کے حالات کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی اور عرصہ قبل ۱۹۶۸ء کو انہوں نے چوٹیاری شریف کے متعلق قلم اٹھایا اسی خاندان کے ایک فرد میاں عبدالحکیم سے مدینہ منورہ میں ملاقات کرکے ایک انٹرویو لیا اس کے علاوہ چوٹیاری کے دیگر بزرگوں کی روایات اوران کے قلمی کتب وبیاض سے بڑی کوشش وکاوش سے حالات وواقعات قلمبند کئے اور پہلی بار مجلہ مہران جامشورو میں ۱۹۸۰ء کو شائع ہوئے۔ اسی سے یہ مضمون ماخذ وترجمہ ہے]

----------------

مظہر تجلیات خفی وجلی مولانا محبّ علی سندھی

حضرت علامہ محب علی سندھی کے حالات زندگی کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ ملا عبدالحمید لاہوری کا بیان ہے کہ "سب سے پہلے مولانا محبّ علی کے جد بزرگوار علی بیگ، بابر بادشاہ کے ساتھ آئے اور افغانوں کی جنگ میں شہید ہوئے۔"

اگر یہ بیان درست ہے تو سمجھنا چاہئے کہ علی بیگ نے ۱۵۲۴ء اور ۱۵۲۶ء کے درمیان پنجاب کی کسی جنگ یا پانی پت کے میدان میں لڑتے ہوئے جان دی ہوگی، لیکن ماثر رحیمی میں مولانا کے جد بزرگوار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ عبدالباقی نہاوندی کے ماثر رحیمی اور خوشگو کے سفینہ میں مولانا کے والد کا نام مولانا حیدر علی مرقوم ہے۔ قرائن بھی موید ہیں اس لئے کہ مولانا محبّ علی، مصنف ماثر رحیمی کے دوست اور رفیق خاص تھے، اس لئے ان کی روایات زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ مولانا کے والد اگر مرزا باقی ترخانی کے عہد میں آئے تو یہ واقعہ سن ۹۷۵ھ/ ۶۸۔۱۵۶۷ء کے بعد کا سمجھنا چاہئے۔

مولانا محبّ علی کس قبیلہ سے تھے، ماثر رحیمی اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔ ملا عبدالحمید لاہوری لکھتے ہیں:

اوخودرا بہ گروہ" کوہ بر" کہ قبیلہ است از قبائل چغتا، منسوب می سازد۔

(بادشاہ نامہ جلد اول ص ۲۳۵)

ملا محمد صالح کنبوہ لکھتے ہیں:

ازاویماق چغتا است از نسل قوم مصروف" کوہ بر"۔ (عمل صالح ج ۳ ص ۳۶۷)

چونکہ اور کوئی بیان ان کے متعلق نقل نہیں ہے اس لئے ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ چغتائی ترکوں کے قبیلہ " کوہ بر" سے تھے اور ان کے والد سمرقند (روس) سے سندھ کے شہر سیوہن شریف پہنچے۔

ماثر رحیمی میں واضح طور پر مرقوم ہے کہ مولانا محبّ علی سیوہن میں تولد ہوئے۔ (ماثر رحیمی ج ۳ ص ۴۸۹)
لیکن کب پیدا ہوئے؟ سن ولادت کسی نے نہیں لکھا ہے لیکن بعض قرائن کی روشنی میں مولانا کی ولادت ۹۷۵ھ سے ایک آدھا برس بعد ہوئی ہوگی۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم کے متعلق ضروری تفصیلات کسی کتاب میں مذکور نہیں ہیں لیکن دو حقیقتیں بالکل واضح اور روشن ہیں:

اول یہ کہ مولانا نے زیادہ تر تعلیم ٹھٹھہ (سندھ) میں پائی جو اس وقت دارالسلطنت ہونے کے باعث علوم وفنون کا گہوارہ تھا، نہ فقط سندھ میں اسے مرکزی حیثیت حاصل تھی بلکہ مختلف فنون میں اس کی

شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔

دوم دوسری حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے رسمی علوم کو بالاستیعاب حاصل کیا پھر اپنے ذوق سلیم اور جودت طبع کے باعث ابتدائے عمر ہی میں مرجع کمال بن گئے تھے۔

دربار سے وابستگی: مرزا عبدالرحیم خان خاناں نہ محض اکبری دور کے یگانہ امیر تھے بلکہ علم و کمال کے مربی اور سرپرست کی حیثیت سے اسے تاریخ میں وہ بلند مقام حاصل ہے جس پر بادشاہوں کیلئے بھی رشک زیبا ہے۔ اکبر بادشاہ نے سن ۱۵۹۱ء (۹۹۹ھ) کو انہیں ملتان کا حاکم بنا کر حکم دیا تھا کہ سندھ کو جلد سے جلد مسخر کیا جائے۔

خان خاناں منزل بہ منزل ٹھٹھہ پہنچے، ۶، محرم الحرام ۱۰۰۰ھ (مطابق ۱۴، اکتوبر ۱۵۹۱ء) جو جمعرات کے دن شہر فتح ہوا، ترخانی حکومت کی بساط لپیٹی گئی اور سندھ پھر اپنی مستقل حیثیت کھو کر تخت گاہ دہلی سے وابستہ ہوا۔

خان خاناں نے فتح سندھ کے بعد کچھ مدت تک ٹھٹھہ میں قیام کیا۔ اس کے وابستگان بھی ساتھ تھے، ان میں سے شکیبی اصفہانی جیسا باکمال شاعر بھی تھا، قیام ٹھٹھہ کے زمانہ میں مولانا محب علی سندھی کا سراغ لگایا اور ان کے فضل و کمال کا ذکر خان خاناں سے کیا۔ خان خاناں ہر وقت اہل کمال کا جویا رہتا تھا اور پاک نفوس درویشوں سے اسے بڑی محبت تھی، مولانا کا ذکر سنتے ہی انہیں فوراً بلوایا۔ خان خاناں نے آپ کو اپنے ساتھ رکھنے پر اصرار کیا، مولانا کو ملازمت پسند نہ تھی لیکن خان خاناں کے حسن سلوک اور اخلاق حسنہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی طبیعت کے خلاف وابستگی اختیار کر لی۔

یہ محرم ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء کا واقعہ ہونا چاہیے، اس وقت سے لے کر خان خاناں کے ندیمان خاص میں شامل ہوئے اور جب تک اس کا سلسلہ امارت انقلابات کی گردش میں نہ آیا اس وقت تک نہ خود الگ ہوئے اور نہ قدر شناس خان نے ان کے اعزاز و اکرام میں کمی آنے دی۔

سفر حرمین شریفین: خان خاناں نے مولانا کو اپنے خرچہ پر حج پر بھیجا۔ مولانا کو علم و فضل اور ادب و شعر میں جو رتبہ حاصل تھا اس سے کہیں بلند تر مرتبہ انہیں زہد و تقویٰ میں حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے معاصرین انہیں شاعر و ادیب و عالم کے بجائے زاہد و عارف اور شیخ طریقت سمجھتے تھے، وہ محض ایک رسم ادا کرنے کے لئے حجاز مقدس نہیں گئے تھے بلکہ ان کا سارا وجود خدا پرستی کے ترانوں سے معمور تھا۔ ماثر رحیمی میں درج ہے کہ سفر حج کے دوران ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔

حرم پاک میں پہنچتے ہی لوگوں سے گریز و انقطاع کا ذوق اس قدر غالب آیا کہ گویا دنیا کی ہر شے سے رشتہ توڑ کر الگ ہو گئے، اکثر کسی گوشے میں بیٹھے ہوئے ذکر و فکر میں لگے رہتے، باہر نکلتے تو اکیلے نکلتے، رفقاء

سے ہر دس دن میں صرف ایک بار ملتے تھے۔ یعنی نہایت عاجزی سے عبادات میں مصروف رہتے تھے۔

حج سے واپس آئے تو پھر خان خاناں کے پاس پہنچ گئے لیکن اب ان کے طریق زندگی میں اور بھی تغیر آ چکا تھا۔ ماثر رحیمی کا بیان ہے کہ:

"دن کو برابر روزے رکھتے اور رات نوافل میں گزارتے تھے"۔

بیعت وخلافت: ملا عبدالحمید لاہوری رقمطراز ہیں: زیارت حرمین شریفین کے قصد میں مولانا سورت پہنچے تو کاشف اسرار حقیقت شیخ محمد فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی "صحبت فیض منقبت" سے مشرف ہوئے، وہیں بیعت کی، انہیں سے خرقہ خلافت ملا، پھر حج کے لئے حجاز گئے۔ (بادشاہ نامہ ج اص ۳۳۶)

روحانی مقام ومرتبہ:

عبدالباقی نہاوندی لکھتے ہیں:

"درویش نہاد وفانی مشرف واقع شدہ در طرز تصوف وتذکیر وتحقیق جنید وبایزید وقت و زمانہ خود است"۔ (ماثر رحیمی)

جس بزرگ کا مقام ومرتبہ خان خاناں کے ندیموں کے نزدیک شیخ جنید بغدادی وخواجہ بایزید بسطامی وقت کا تھا، اس کی بزرگی کا اندازہ خوانندگان کرام خود لگا سکتے ہیں۔

علم وفضل: تمام سوانح نگاروں نے مولانا کے علم وفضل کا ذکر بڑے احترام اور عزت سے کیا ہے۔ عبدالباقی نہاوندی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"درفن طالب علمی بے نظیر وبے مثال وفریدہ عصر ویگانہ وہر است"۔

خان خاناں کے فرزند شاہنواز خاں کے سوانح میں اس کے مصاحبوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ازاں مولانا محبّ علی سندھی است کہ از افاضل داعیان روزگار ہست وطبع نظم عالی دارد، انیس وجلیس ایشاں است"

خان خاناں کے پاس جو علماء وفضلاء تھے، ان کے ذکر میں لکھتے ہیں:

"مثل مولانا محبّ علی سندھی کہ امروز از مشاہیر روزگار است"۔

وصال: عالم ربانی علامہ مولانا محبّ علی سندھی کے سن ولادت کی طرح سن وفات میں بھی اختلاف ہے۔

جناب سید حسام الدین راشدی مرحوم لکھتے ہیں: مولانا نے ۱۰۴۷ھ تا ۱۰۶۵ھ کے درمیان کسی سال میں وفات پائی ہوگی، اگر ملازمت کے وقت ان کی عمر ۲۵ برس کی فرض کی جائے تو ۱۰۴۷ھ کو وہ ۷۲

برس کے ہو چکے تھے، میرا خیال ہے کہ اس سے چند برس بعد وہ واصل بحق اور غالباً خاک برہان پور (انڈیا) کی آغوش میں محو آرام ہوئے جہاں کی آب وہوا انہیں زندگی میں بھی بطور خاص مرغوب تھی۔

(ماخوذ: مقالات راشدی: سید حسام الدین راشدی)

مولانا محمد محسن فقیہ الشافعی

مولانا ابوالمحاسن محمد محسن فقیہ الشافعی بن شیخ الوقت مولانا محمد یوسف صاحب فقیہ شافعی چشتی قادری اشرفی ۱۹۰۷ء کو سوداگر محلہ، بھیمڑی تھانہ بمبئی (انڈیا) میں تولد ہوئے۔ آپ مسلکاً سنی، مذہباً شافعی، مشرباً چشتی اشرفی تھے۔ یعنی آپ کے والد ماجد اور آپ کے بھائی اس طرح تقریباً خاندان "شافعی فقہ" پر عامل تھا۔ مولانا محمد حامد فقیہ شافعی بمبئی والے آپ کے بھائی تھے۔

تعلیم وتربیت: تعلیم کا آغاز گھر سے کیا اس کے بعد بمبئی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے صاحبزادے اعجاز صاحب نے بتایا کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۱ء) کے مدرسہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف سے ۱۹۳۶ء کو فارغ التحصیل ہوئے تھے۔

اس طرح انہوں نے امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے صاحبزادوں علامہ حامد رضا خان بریلوی، مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور دیگر اساتذہ سے استفادہ کیا ہوگا۔

بیعت: اپنی کتاب "سامان آخرت" میں اپنے نام کے ساتھ "چشتی قادری اشرفی" تحریر کیا ہے اور آپ کے والد محترم کے نام کے ساتھ بھی یہی درج ہے۔ جس سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ میں خاندان قادریہ جیلانیہ کچھوچھہ شریف (انڈیا) کے کسی بزرگ سے یا خلیفہ اعلیٰ حضرت مفسر قرآن علامہ سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھہ شریف سے دست بیعت ہونے کا شرف رکھتے تھے۔

تصنیف وتالیف: آپ نے ایک مقام پر تحریر کیا ہے کہ: "جب یہ فقیر نصاب نظامی سے فارغ ہو کر اپنے اساتذہ کرام کے حکم سے مشغول تصنیف ہوا تو حضرت (والد صاحب) نے اس اعلیٰ خدمت کا حکم صادر فرمایا کہ سب سے پہلے فقہ شافعی (میں) تصنیف کروں"۔ (سامان آخرت ص۴)

اس سے واضح ہوا کہ طبیعت زیادہ تر تصنیف وتالیف کی طرف مائل تھی اور غالباً ۱۹۳۶ء سے انہوں نے قلمی جہاد کا آغاز کیا تھا۔ نہ معلوم کتنے مضامین، کتابچے، پمفلٹ اور رسائل تحریر فرمائے جس کا اس وقت کوئی محفوظ ریکارڈ نہیں اور نہ ہی آج تک موصوف کے حالات زندگی پر قلم اٹھایا گیا، اس کا

اولین ذمہ دار اپنے ہی ہیں، جن کی غفلت کی وجہ سے آپ کے تفصیلی حالات اس وقت دستیاب نہیں۔

آپ کے صاحبزادے نے آپ کی دو تصانیف دکھائیں جن کا تعارف درج ذیل ہے۔

1- سامانِ آخرت (۱۳۵۳ھ) طبع اول دررفاہ عام پریس آگرہ۔

کتاب کے پیش لفظ میں وہ تحریر فرماتے ہیں: "اس کتاب کے سلسلے میں پہلے مجھے عقائد کا حصہ لکھنا تھا کہ اس کی ضرورت اعمال سے بھی زیادہ ہے لیکن اس بارے میں اپنے فقہاء کرام کی ترتیب کو پسند کیا۔ جب باب الردۃ کے مسائل کا بیان آئے گا تو تمام ضروری عقائد اہل سنت و جماعت کے درج کردیئے جائیں گے۔"

پیش لفظ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اس ابتداء کا انجام بخیر کرے اور اپنے اس عاجز بندے کے قلم سے تمام حصص کی تصنیف کامل و مکمل فرمائے"۔ (ص ۵)

ان اقتباسات سے واضح ہوا کہ (1) وہ فقہ شافعی کے متعلق آسان اردو میں ایک مکمل کتاب تیار کرنا چاہتے تھے۔ پہلا حصہ انہوں نے تاریخی نام "سامان آخرت" ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء سے آگرہ سے شائع کروایا۔ اس میں غسل تیمم حیض ونفاس کے تفصیلی مسائل درج کیے ہیں جو کہ ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ (2) وہ عقائد اہل سنت و جماعت کو تفصیل سے لکھنا چاہتے تھے۔ (3) پہلے حصہ کے بعد مزید حصے تیار کرنا چاہتے تھے تاکہ ہندوستان میں قیام پذیر شافعی فقہ کے پیروکار آسانی سے عمل کرسکیں۔ لیکن اعجاز صاحب کا خیال ہے کہ وہ مزید کام نہیں کرسکے اور اس کے بقیہ حصے میدان میں نہ آسکے۔ اس کی کیا وجہ ہوئی؟ کچھ پتہ نہیں کہ پذیرائی نہ ہونے کے سبب یا پھر عدم مصروفیات آڑے آئی۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو آپ مزید حصے تحریر نہیں کرسکے حالانکہ اس کے بعد بھی چالیس سال سے زائد عرصہ آپ حیات تھے اور اس درمیاں دیگر تحریری کام ضرور کیا۔

2- حقیقۃ النسیکۃ (مسئلہ عقیقہ) پمفلٹ: طبع اول دررفاہ عام برقی پریس آگرہ۔

3- مسجد نبوی اور مآثر مبارکہ کے بقاء وتحفظ کا مطالبہ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۲ء

شادی واولاد:

آپ نے ایک شادی کی اس سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں:

1- محمد کاظم 2- محمد ناظم مرحوم 3- محمد طارق

4- محمد شاہد 5- اعجاز احمد فقیہ (مشہور کھلاڑی)

1- رفعت محسن شیخ 2- طلعت منصور خان۔

حج وعمرہ: آپ نے ۱۹۷۹ء کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔

خدمات: ۱۹۴۸ء کو پاکستان (کراچی) تشریف لائے۔ اس سے قبل (کتابچہ حقیقۃ النسیکۃ کے مطابق) مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی میں درس وتدریس اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی قادری کے ساتھیوں میں سے تھے انہیں کے ساتھ تحریک پاکستان میں کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں انہی کے ساتھ استحکام پاکستان، نفاذ اسلام اور دینی تبلیغی کام کئے اور انہی کی رفاقت میں بیرون ممالک تبلیغی دورے پر گئے۔ وہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر تھے تو مولانا محسن نے ناظم مرکزی جمعیت علماء پاکستان (J.U.P) کی حیثیت سے کام کیا اور انہی دنوں علامہ بدایونی کی تصنیف "اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم" کو جمعیت علماء پاکستان کے دفتر واقع پیر کالونی ٹین ہٹی کراچی سے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا۔

دارالعلوم امجدیہ کراچی سے بھی برابر تعلق قائم رہا۔ جامع مسجد شافعی کوکن سوسائٹی کراچی کے بانی رکن، پہلے امام وخطیب اور نکاح رجسٹرار کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دیں۔ وہ ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو پابندی کے ساتھ پیران پیر دستگیر غوث اعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (بغداد شریف) کی گیارہویں شریف (فاتحہ) کا اہتمام بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔

ہوں گی آسان ساری تیری مشکلیں　　　صدق دل سے غوث کی کر دے نیاز

شافعی مسجد میں سالانہ جشن عید میلاد النبی ﷺ، ۲۷، رجب المرجب کو معراج النبی ﷺ اور ۲۷، رمضان المبارک کو ختم قرآن حکیم وشب قدر اور اختتام محفل ونماز جمعہ کو کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کا نہایت عقیدت ومحبت سے اہتمام فرماتے تھے۔

وہ اہل سنت وجماعت کے مستند عالم دین اور صاحب بصیرت مفتی تھے، انہیں فقہ شافعی پر خوب دسترس تھی جس کے ثبوت میں ان کی کتاب "سامان آخرت" پیش کی جاسکتی ہے۔

وصال: مولانا محسن فقیہ شافعی نے ربیع الاخر ۱۴۰۰ھ بمطابق ۸، فروری ۱۹۸۰ء ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی نے نماز جنازہ کے فرائض انجام دیئے اور میوہ شاہ قبرستان کراچی میں کوکن برادری کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

[مولانا مرحوم کے صاحبزادے قومی کرکٹ ٹیم کے سابق نامور کھلاڑی اعجاز احمد صاحب سے ان کے گھر پر ایک ملاقات میں ان کے والد مرحوم سے متعلق انٹرویو لیا، جس کو مضمون کی شکل دی، اس وقت میرے ساتھ کاشف بھائی (نارتھ کراچی) بھی تھے]

1- اہل سنت و جماعت کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) حق ہیں۔ چاروں اپنے اپنے امام کے مقلد (پیروکار) ہیں۔ عقائد میں چاروں ایک، مسائل فقہ میں فرق ہے۔ اصول میں ایک لیکن فروع میں فرق ہے۔ غسل، وضو، تیمم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی اور جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق چاروں مذاہب مختلف فیہ ہیں۔ ہر ایک کے مسائل جداگانہ ہیں۔ چاروں کا بنیاد قرآن سنت اجماع امت اور قیاس پر مبنی ہے۔ شافعی حضرات فقہ میں حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں، ان کے بتائے گئے فقہی مسائل پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جب کہ پاکستان ہندوستان میں اکثریت بلکہ اسی سیکڑوں مسلمان فقہ حنفیہ پر عمل کرتے ہیں۔ برصغیر کے تمام اکابر مشائخ عظام، علماء کرام، صوفیائے ملت اسلامیہ، فقہ حنفیہ پر عمل کرتے تھے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائے۔

وضاحت:

(انوار امام اعظم ابو حنیفہ مطبوعہ مکتبہ امام غزالی پرانی سبزی منڈی کراچی)

میری ناقص معلومات کے مطابق پاکستان میں فقط دو عالم شافعی فقہ رکھتے تھے ایک کراچی میں مولانا محسن شافعی اور دوسرے فیصل آباد کے استاد العلماء مولانا محمد معین الدین قادری شافعی اور اس وقت دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب جو شخص فقہ شافعی پر عمل کرے گا تو رہنمائی کن سے لے گا جب کہ ان کے علماء ملک میں دستیاب نہیں اور فقہ شافعی کی کتابیں بھی ملک میں عدم دستیاب ہیں۔

2- دوسری بات یہ کہ مولانا محسن اور ان کے والد گرامی دونوں عالم دین تھے لہٰذا نام کے ساتھ "فقیہ شافعی" لکھتے تھے اور مناسب بھی تھا۔ مولانا محسن کے پانچوں بیٹوں نے علم دین حاصل نہیں کیا اسی طرح دیگر خاندانی افراد بھی تحصیل علم سے دور رہے لیکن اس کے باوجود مذکر و مؤنث دونوں نے اپنے نام کے ساتھ "فقیہ شافعی" کو جز بنا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں مخلصانہ گذارش کروں گا ذرا ٹھنڈے دل سے سنیئے: فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو کہ فقہ میں انتہائی دسترس رکھتے ہوں، اس کا مطلب ہر مسجد کا امام و خطیب بھی فقیہ نہیں ہوتا۔ فقیہ مفتی سے بھی سپر ڈگری ہوتا ہے۔ جب کہ مفتی بھی عام طور پر ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتا شہر میں ایک اور بڑی مشکل سے دو ملتے ہیں لیکن کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک جاہل، بے نمازی، داڑھی منڈا، اپنے نام کے ساتھ فقیہ شافعی کو جز بنا لے۔ لہٰذا ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو جائز نہیں کہ اپنے نام کے ساتھ فقیہ لکھے۔ اگر مولانا سے نسبت رکھنے کا جذبہ ہے تو بہت اچھی بات ہے اس سلسلہ میں مودبانہ مشورہ ہے کہ "محسنی" نام کے آخر میں لگا لیا کریں جیسے اعجاز احمد محسنی وغیرہ۔

3- تیسری گذارش ہے کہ فقہ شافعی پر عوام کو چلانے کے لئے علماء و مدارس ہوں، پڑھنے کے لئے

کتابیں ہوں لیکن پاکستان میں یہ چیزیں دستیاب نہیں۔ فقہ شافعی کی امہات الکتب کے نام تک کسی کو معلوم نہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ذہنی وسعت کو قبول کرتے ہوئے وہ فقہ حنفی اس طرح قبول کریں جس طرح سرکار غوث اعظم پیران پیر دستگیر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فقہ حنبلی رکھتے تھے لیکن آپکے تمام صاحبزادوں نے فقہ حنفی کی کثرت دیکھ کر شمولیت اختیار کر لی۔ اس میں ان کیلئے آسانیاں رہیں گی اور ان کی آسانیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقیر نے مخلصانہ مشورہ دیا ہے ورنہ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

4- بقول اعجاز احمد کہ مولانا کے انتقال کے فوراً بعد ان کی لائبریری دارالعلوم امجدیہ کے سپرد کر دی گئی۔ نہ معلوم امجدیہ میں مولانا محسن کی طرح کتنے اور علماء ہوں گے جن کے ورثاء نے ان کی کتابیں امجدیہ میں جمع کرائی ہوں گی لیکن دارالعلوم کی انتظامیہ اس قدر بے حس ہے کہ دارالعلوم کی لائبریری میں کسی عالم کی یاد میں کوئی گوشہ (گوشہ محسن، گوشہ منتخب، گوشہ امیر احمد، گوشہ ناصر، گوشہ ازہری) قائم نہیں کیا۔

مولانا حاجی محمد قریشی

استاد العلماء مولانا حاجی محمد بن خان محمد قریشی تحصیل سیوہن شریف، اسٹیشن بوبک، کے نزد گوٹھ اکثرو میں غالباً ۱۳۲۱ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے قرآن مجید ناظرہ اپنے گوٹھ میں پڑھا۔ مولانا محمد صادق (گوٹھ پارد جوکوھ) اور مولانا عبدالرؤف بختیار پوری کے پاس فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عین العلوم امینانی شریف (ضلع دادو) میں علامہ سید امیر محمد شاہ کے پاس درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ علم میراث کے لئے تھر تشریف لے گئے جہاں استاد العلماء حضرت علامہ محمد عثمان قرانی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے "دورہ سراجی" کیا۔ دورہ حدیث کے لئے اجمیر شریف (راجستھان، انڈیا) تشریف لے گئے جہاں علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت مادر علمی عین العلوم میں کچھ عرصہ پڑھایا۔ دورہ حدیث کے بعد مستقل طور پر سندھ کے مختلف مقامات پر تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ٹنڈو آدم (ضلع سانگھڑ) کے نزد کسی گوٹھ میں ایک سال، حیدرآباد سندھ میں جامعۃ العربیہ میں علامہ مخدوم امیر احمد عباسی کی زیر نگرانی کچھ عرصہ، اس کے بعد درگاہ نورائی شریف (ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں، گوٹھ غلام حیدر ڈاھری (تحصیل مورو) میں سات سال، اسی گوٹھ کے قریب گوٹھ مقیم ڈاھری کے مدرسہ "افضل

المدارس " میں اٹھارہ سال درس دیا۔ اس کے بعد گوٹھ راج محمد ساھیہ میں دو برس بسر کئے۔ اس طرح ساری زندگی علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔

بیعت: مولانا عبدالوحید قریشی (دادو شہر، مولانا مرحوم کے رشتہ دار ہیں) کی روایت کے مطابق آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شیر اہل سنت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری مجددی قدس سرہ (خانقاہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ) سے دست بیعت تھے۔

تلامذہ: آپ کے نامور تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- حضرت مولانا پیر سید بچل شاہ جیلانی — درگاہ نورائی شریف
- مفسر قرآن مولانا محمد ادریس ڈاھری — شاہپور جھانیہ
- مولانا محمد منٹھار — ٹنڈو آدم
- مولانا خان محمد ڈاھری
- مولانا محمد وارث ملاح
- مولانا رضا محمد غفاری

تصنیف و تالیف: درس و تدریس کی مصروفیت کی وجہ سے شاید تحریری کام کیلئے وقت کم ملا، اس سلسلہ میں فقط ایک نام ملتا ہے۔

- فتاویٰ محمدی (قلمی) آپ کی یادگار ہے۔

شادی و اولاد:

لاولد تھے۔

وصال: مولانا حاجی محمد قریشی نے ۱۲، ربیع الاخر ۱۳۹۶ھ بمطابق اپریل ۱۹۷۶ء کو ۷۵ سال کی عمر میں انتقال کیا اور دادو شہر کے قبرستان لاھندی میں مدفون ہیں۔

[مولانا الحاج محمد ادریس صاحب ڈاھری نے اپنے استاد محترم کے متعلق حالات زندگی مہیا کئے۔ فقیر مشکور ہے]

مولانا سید محمد شاہ مصطفائی

استاد العلماء حضرت مولانا سید محمد شاہ مصطفائی بن حاجی سید محمد عبداللہ شاہ کاظمی لکیاری، آمری اسٹیشن ضلع دادو (سندھ) میں ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء کو تولد ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام ظہیر العلم (۱۲۸۶ھ) رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد ہالا کے مدرسہ میں داخل ہو کر درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ آمری ریلوے اسٹیشن کے ماسٹر سے آپ کی

دوستی ہوگئی جس سے آپ نے انگریزی سیکھی۔

درس وتدریس: آپ نے مختلف مقامات پر درس دیا۔ایک روایت کے مطابق آپ نے درگاہ نورائی شریف (ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد) میں درس دیا اور حضرت مولانا سید بچل شاہ جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی طور پر شرف تلمذ حاصل کیا۔(اخبار المسك والعنبر ص ۴۰)

اس کے علاوہ اپنے گوٹھ میں بھی درس دیا۔

تصنیف وتالیف: آپ عالم دین، نڈر صحافی اور روح پرور شاعر بھی تھے۔آپ نے نثر و نظم میں تحریری کام کیا۔اخبار "معاون اسلام" سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی سے نکلتا تھا آپ کچھ

عرصہ اس کے ایڈیٹر بھی رہے۔

شاعری: آپ عمدہ شاعر تھے، "مصطفائی" تخلص تھا۔حمد، نعت، مولود، منقبت اور غزل وغیرہ اصناف سخن مین خوب طبع آزمائی کی۔آپ کی شاعری عالمانہ ہے۔

شادی واولاد: آپ کے خاندان کے افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔سید ظفر کاظمی (سندھ میوزیم حیدرآباد سندھ) آپ کے لخت جگر ہیں۔

وصال: حضرت مولانا سید محمد شاہ مصطفائی نے ۱۹۱۸ء کو ۴۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔(ڈاھاڈات دھنی ص ۱۶۲) اپنے آبائی قبرستان آمری میں مدفون ہوئے۔

[جناب عزیزی شاہ انجم بخاری نے فقیر راقم کی تحریک پر ظفر کاظمی صاحب (میوزم کالونی حیدرآباد) سے اس سلسلہ میں ملاقات کی لیکن انہوں نے اپنے والد مرحوم کے حالات زندگی سے متعلق کوئی تعاون نہیں کیا۔خدا بھلا کرے جناب بشیر سیتائی (دادو، سندھ) کا کہ انہوں نے موصوف کے متعلق مختصر حالات "سندھی غزل جی اوسر" (ڈاکٹر ایاز قادری) سے نقل کر کے بھجوادیئے، فقیر مشکور ہے، ورنہ حالات زندگی اس کتاب میں رہ جاتے]

پیر محمد عمر روحی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر ابوالرضا محمد عمر روحی ۷ اصفر المظفر ۱۳۱۸ھ/ ۱۶ مئی ۱۹۰۰ء کو تولد ہوئے۔

ملازمت: مارچ ۱۹۱۷ء میں آپ جودھپور ریلوے میں بطور تار بابو ملازمت اختیار کی اور اس سلسلہ میں مختلف مقامات پر تعینات رہے۔جون ۱۹۱۹ء میں انہوں نے مستقل ملازمت محکمۂ تار

وڈاک میں اختیار کی اور مختلف مقامات پر بطور پوسٹ ماسٹر تعینات رہے۔ مارچ ۱۹۲۳ء کو ان کا تبادلہ ان کے آبائی وطن ''ناوہ کچامن'' میں ہوا۔

بیعت وخلافت: ناوہ کچامن میں جب ان کا تبادلہ ہوا تو یہیں ۱۹۲۳ء کے اواخر میں ان کی ملاقات حضرت میر سید محمد احمد صدیقی المتخلص بہ قاتل شاہ لکھنوی (مدفون دربار عالم شاہ بخاری جامع کلاتھ کراچی) سے ہوئی جو محکمہ ریلوے میں ملازم تھے اور اکثر اجمیر شریف سے قصبہ ناوہ آتے رہتے تھے۔ ان سے ملاقاتیں ہونے لگیں، صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا، رنگ چڑھا اثر ہوا اور بالآخر ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۷ جولائی ۱۹۲۵ء کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی شاخ جہانگیری میں حضرت قاتل شاہ سے دست بیعت ہوئے اور ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ/ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۸ء کو انہیں خلافت واجازت سے نوازا گیا۔ یوں انہوں نے ملازمت کے ساتھ ساتھ سلسلہ کا کام بھی جاری رکھا۔

صدر الشریعۃ سے عقیدت: انہیں خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے جو تعلق ومحبت تھی وہ انہیں کے الفاظ میں درج ہے۔

وہ انہوں نے خودنوشت سوانح ''روئے کتابی'' میں یوں لکھتے ہیں:

(۶ مئی ۱۹۴۰ء کو) پالی پہنچنے پر وہاں کے مسلمان خصوصاً چھیپے ملنے کیلئے آئے اور انہوں نے ہم سے کہا کہ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب (صاحبِ بہارِ شریعت) جب تک اجمیر شریف میں درگاہ شریف میں درگاہ کے مدرس تھے، ہر سال گیارہویں شریف میں تقریر کیلئے پالی تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن اب وہ دادون ضلع مظفر پور چلے گئے ہیں ہم نے انہیں گیارہویں شریف پر بلانے کیلئے خط لکھے ہیں لیکن انہوں نے آنے سے انکار کردیا۔ ہم نے کہا کہ ہم ان کو بلائیں گے، ان سے پتہ لے کر ہم نے انہیں تار دیا کہ اس جواب میں مولانا نے پالی آنے کا اقرار کرلیا...... بڑی گیارہویں شریف پر مولانا امجد صاحب پالی تشریف لے آئے اور شام کو چھیپوں کی بڑی مسجد کے سامنے پیارا چوک میں ان کی تقریر ہوئی، ہم نے بھی اور لوگوں کے ساتھ سامعین میں تقریر سنی، تقریر ختم کرنے کے بعد مولانا چھیپوں کی بڑی مسجد کے اوپر حجرہ میں جائے قیام کیلئے تشریف لے گئے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے اوپر گئے۔ وہ جب جا کر چارپائی پر بیٹھ گئے تو ہم نے ان کو سلام کیا اور دست بوسی کی، انہوں نے ہمارے حضرت قبلہ (قاتل شاہ) اور دادا قبلہ (حضرت عبدالشکور) کی خیریت معلوم کی اور دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے آئے؟ میں نے عرض کیا کہ پوسٹ ماسٹر کی جگہ تبدیل ہوکر یہاں آیا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے یہاں کچھ سلسلہ کا کام کیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اگر میرے حضرات کا کرم اور آپ کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ سلسلے کا کام شروع ہوجائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کل صبح کا ناشتہ

ہمارے ساتھ کرنا...... لہٰذا دوسری صبح فجر کی نماز کے بعد مولانا کے ساتھ ناشتہ کیا دوسرے روز شام کو پھر محلہ ناڑی میں مولانا کی تقریر بھی عام سامعین کے ساتھ سنتے رہے۔ وعظ ختم ہونے کے بعد ہم السلام علیکم کر کے مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کہاں بیٹھے تھے؟ یہاں میرے ساتھ تخت پر آ کر بیٹھنا چاہیے تھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے سامنے بیٹھ کر ہی سننے میں مزا آتا ہے"۔ (روئے کتابی صفحہ 141 مطبوعہ حیدرآباد)

پاکستان آمد:

قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لائے اور حیدرآباد سندھ میں سکونت اختیار کی۔

وصال: حضرت ابوالرضا محمد عمر روحی یکم محرم الحرام ۱۳۸۹ھ/ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۰ء ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

[جناب حسن نواز شاہ صاحب (اسلام آباد) کے مقالہ سے یہ مضمون ماخوذ ہے۔]

مخدوم قاضی محمد عاقل فاروقی

آپ کے آباؤ اجداد مغل دورِ حکومت میں عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت محبوب اللہ الصمد مخدوم نور محمد تھے۔ شاہجہان کے وزیر ارادت خان آپ کے نہایت عقیدت کیش تھے۔ شاہجہاں کی طرف سے لنگر خانہ کیلئے پانچ ہزار ایکڑ زمین بطور جاگیر دی گئی تھی۔ آپ کا حسب نسب یوں ہے: "شیخ عالم، صالح محمد عاقل بن محمد شریف بن محمد یعقوب بن نور محمد بن محمد زکریا عُمری"۔

آپ کوٹ مٹھن میں تولد ہوئے جو کہ سندھ و بہاولپور کی سرحد پر واقع ہے اسی لیے آپ کو سندھی کہا گیا اور سندھ کی کوریجہ قوم سے رشتہ داری تھی۔

تعلیم و تربیت: سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد قرأت میں دلچسپی لی اس کے حصول کے بعد اپنے والد ماجد مخدوم محمد شریف کے پاس درسی نصاب سے فراغت پائی۔ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی سے بعض صوفیانہ کتب کا درس لیا اور خواجہ نور محمد مہاروی سے سند حدیث حاصل کی۔

درسگاہ: بعد فراغت مٹھن کوٹ میں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں زندگی بھر درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ چولستان ریگستان میں جہالت کے خلاف سینہ سپر ہو کر علم کے چراغ اپنے خون پسینہ سے چلاتے رہے۔ (الرحیم مشاہیر نمبر ۱۹۶۷ء)

بیعت و خلافت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شیخ المشائخ خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ (مہار شریف ضلع بہاولنگر) سے دست بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔

مخدوم صاحب عالم باعمل اور صاحب برکت تھے۔ (مناقب المحبوبین صفحہ ۱۱۹)

عادات وخصائل: خواجہ گل محمد احمد پوری فرماتے ہیں: مخدوم صاحب زہد و ورع میں لاثانی تھے۔ (تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۳۸)

آپ انتہائی سخی تھے شب وروز لنگر جاری تھا۔ مدرسہ کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔

حافظ جمال لکھتے ہیں: ''مخدوم صاحب جیسے مجاہدات شاید کوئی بزرگ کر سکے''۔

نواب غازی الدین خان ''اسماء الابرار'' میں لکھتے ہیں: ''قاضی صاحب کے ذکر شریف کی آواز مہار شریف سے باہر فرید گوٹھ تک پہنچتی تھی جو کہ تین میل کی مسافت پر تھا۔ (مناقب المحبوبین)

انتقال سے قبل آپ نہر رحمت مقصودِ کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: تو مارا بسیار خوش کردی کہ ھمگین سنتہائے مارا زندہ کردے۔ (مناقب المحبوبین)

حضرت خواجہ جلال پوری فرماتے ہیں: خواجہ محمد عاقل فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ (ذکرِ حبیب صفحہ ۸۰)

آپ نماز باجماعت ادا فرماتے بعد نماز مغرب ذکر شریف میں مشغول ہوتے۔ بعد فراغت کھانا تناول فرماتے اس کے بعد عشاء ادا فرماتے۔ اس کے بعد فقراء طالبانِ حق کے حلقہ قائم ہوتے جس میں باطنی تربیت کا سامان ہوتا۔ آدھی رات کو اٹھ کر نماز تہجد ادا فرماتے۔ اس کے بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوجاتے۔ نماز فجر تا عصر مدرسہ کے طلباء کو درس دیتے تھے۔ اس طرح شب وروز عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

مغل بادشاہ وشہزادے آپ کے نہایت عقیدت مند تھے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو بھی آپ سے انتہائی عقیدت تھی وہ اس عقیدت کا ایک شعر میں اظہار کرتے ہیں:

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پر اے ظفر
ہم ہیں عاقل ربط ''عاقل'' سے دل رکھتے ہیں (مناقب فریدی)

تلامذہ: آپ کی عظیم ومشہور درسگاہ کے سینکڑوں فارغ التحصیل ہوں گے ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

- خواجہ محمد سلیمان پٹھان چشتی رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ تونسہ شریف۔ (شمیم ولایت صفحہ ۲۵۸)

خلفاء: آپ کے خلفاء کرام میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں:

- خلیفہ اکبر: خواجہ محمد عاقل کے پہلے خلیفہ ''اکبر'' تھے۔
- مولانا عبداللہ احمد پوری
- مولانا محمد اعظم

- میاں محمد شریف الدین
- مولانا گل حسن، شاعر خوش گو تھے۔ قاضی عاقل کو ان کا کلام پسند تھا۔ وحدت الوجود ان کا خاص موضوع تھا۔
- خواجہ گل محمد احمد پوری (ضلع رحیم یار خان)، بڑے عالم و عارف تھے۔ ''تکملہ سیر الاولیاء'' آپ کی یادگار تصنیف ہے۔
- میاں تاج محمود

مخدوم عاقل کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔

اولاد: خواجہ احمد علی کو دو فرزند ہوئے۔ 1- میاں خواجہ خدا بخش 2- خواجہ تاج محمود

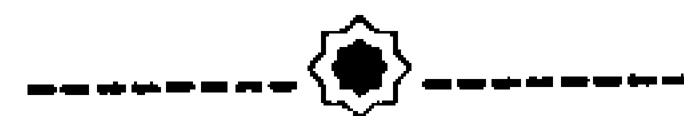
میاں خدا بخش کے بعد ان کے بڑے فرزند میاں غلام فخر الدین سجادہ نشین ہوئے۔ میاں غلام فخر الدین کے بعد ان کے چھوٹے بھائی بحر عشق سراپا درد و سوز خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز چاچڑاں شریف۔ (شمیم ولایت صفحہ ۲۸۰)

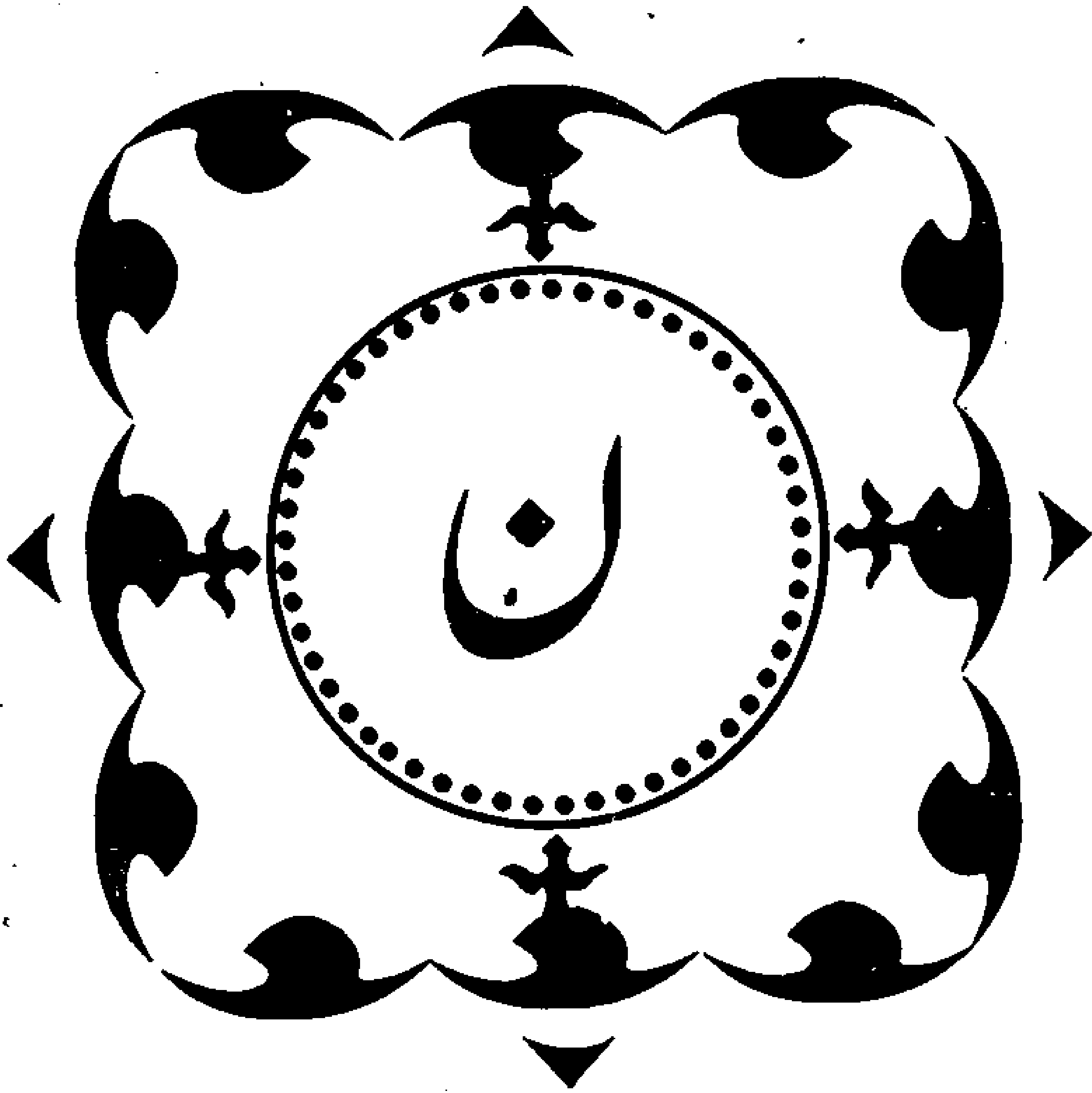
وصال: مخدوم محمد عاقل ۸ رجب المرجب ۱۲۲۹ھ/ جون ۱۸۱۴ء کو انتقال کیا اور دربار مٹھن کوٹ میں تدفین ہوئی۔ خواجہ گل محمد احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وصال کہا:

دل ز داغ درد پُرسوز و لھب — جان بلب شد چوں سخن گوید بلب
رفت از دار فنا سوئے بقا — رہبر دینِ ھدیٰ، عالی نسب
مظہر نور محمد، فخر دین — شیر محمد عاقل محبوب رب
ھادی خلقِ خدا رفت از جہاں — حسرتا درد دریغا صد عجب
آہ واویلا و صد افسوس و درد — کز جہاں نور جہاں شد محتجب
خم تہی گشت و نمانده صاف درد — درد باقی بھر انسان مضطرب
چونکہ تاریخ و مہ سال وصال — از دل پردرد خود کردم طلب
سرز حبیب بیخودی بر کرد و گفت — روز ہشتم بود از ماہ رجب

(تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۵۵)

[اس مضمون کے سلسلہ میں ڈاکٹر قریشی حامد علی خانائی کے مضمون بشمولہ سہ ماہی مہران جام شورو مارچ ۱۹۷۵ء سے استفادہ کیا گیا ہے۔]




ن

شیخ الاسلام علامہ نور محمد شہداد کوٹی

مولانا علامہ نور محمد شہداد کوٹی بن مولانا میاں غلام محمد فاروقی ۱۲۰۶ھ کو گوٹھ کنڈا تحصیل بھاگ ناری ضلع کچھی (بلوچستان) میں تولد ہوئے۔

آپ کے آباء واجداد تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں عرب سے عراق پھر ریاست بہاولپور میں سمرسٹہ سے ہوتے ہوئے بلوچستان آئے۔

تعلیم وتربیت: تعلیم کا آغاز گھر سے کیا۔ اپنے والد ماجد کی درسگاہ میں والد ماجد سے اور مدرسہ کے شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحلیم کنڈوی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون روہڑی) سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

قاضی القضاۃ: وہیں اپنی درسگاہ میں درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی سے وابستہ رہے آپ کی علمی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی، اس سے متاثر ہو کر والی قلات خدائیداد خان بروہی جو کہ آپ کے شاگرد بھی تھے آپ کو قلات کا قاضی القضاۃ (اسلامی عدالت کے چیف جسٹس) کا منصب جلیل عطا کیا۔ آپ نے اس منصب پر رہ کر ثابت قدمی کے ساتھ ہاریوں، کسانوں، مزدوروں، محنت کشوں اور خواتین کو انصاف دلایا اور شرعی احکامات کو ریاست میں عملی جامہ پہنایا۔

ترک وطن: ایک بار خان قلات نے آپ کو ایک ناجائز مسئلہ پر دستخط کرنے کو کہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ لیکن خان کے تیور دیکھ کر اپنے منصب سے استعفیٰ دے کر ۱۲۷۲ھ کو سندھ کی طرف نقل مکانی کی۔ میرو خان (ضلع لاڑکانہ) کے ولی کامل حضرت میاں حامد حضوری تونیہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دوست تھے، جنہوں نے میرو خان میں استقبال کیا اور اپنے مرید زمینداروں کو بلا کر فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب مہمان بن کر آیا ہے، کون خدمات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

ہر ایک نے اپنی اپنی خدمات پیش کی لیکن رئیس الحاج پیر بخش خان کھاوڑ (شہداد کوٹ) نے کہا: جوار کی روٹی اور لسی کا پیالہ پہلے حضرت صاحب اور ان کے طلباء تناول فرمائیں اس کے بعد ہم۔"

حضرت نے پیر بخش خان کے نان شیراز اور دلی خدمات کو قبول فرمایا۔ اس طرح حضرت میاں حامد حضوری کی کوشش سے حضرت نے شہداد کوٹ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ الحاج پیر بخش ۱۴۰ بیل گاڑیوں میں ۶۳ خاندانوں کو شہداد کوٹ لے آئے۔ حضرت کے ہمراہ اہل خانہ، رشتہ دار، مرید، احباب، مدرسہ کے طلباء اور ہندو دوکاندار بھی ترک وطن کر کے آئے تھے، جنہوں نے بعد میں

اسلام قبول کیا اور ان شیخ صاحبان کی اولاد شہداد کوٹ میں آج تک پھل پھول رہی ہے۔

حضرت نے علمی روحانی مرکز قائم فرما کر اس شہر کو اطراف عالم میں چار چاند لگا دیئے۔

بیعت وخلافت: عارف کامل حضرت میاں محمد حسن قادری (۱۲۷۴ھ) سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف (بلوچستان) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اور صاحب مجاز خلیفہ تھے۔ کٹبار شریف، بیل پٹ ضلع کچھی صوبہ بلوچستان میں واقع ہے۔

درس وتدریس: حضرت شیخ الاسلام شہداد کوٹی کا استادی سلسلہ اس طرح ہے۔ آپ اپنے رشتہ دار اور وقت کے بہت بڑے عالم و عارف علامہ عبدالحلیم کنڈوی قدس سرہ (مدفون روہڑی) سے گوٹھ کنڈہ میں تحصیل علم کی جو کہ یوسف ثانی گیسوئے دراز حضرت علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری حسینی ہالانی قدس سرہ الاقدس کے شاگرد ارشد تھے۔ (علامہ ہالانی، گوٹھ خیر محمد آریجا میں امام العارفین حضرت سید محمد راشد شاہ المعروف حضرت پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ کے ہم درس تھے) اور یہ سلسلہ اساتذہ کرام، امام المعقول والمنقول، آفتاب پنجاب، حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی تک پہنچتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے فقیر راشدی کی کتاب " قاسم ولایت " مطبوعہ مشوری شریف۔

حضرت نے گوٹھ کنڈو میں والد ماجد اور استاد محترم علامہ عبدالحلیم کی نگرانی میں درس وتدریس کا کام کیا، دور دراز سے علم کے پیاسے پیاس بجھانے آئے، آپ نے پہاڑی علاقہ میں علم کی روشنی عام کی۔ اسی طرح سندھ میں شہداد کوٹ کے مقام پر رئیس پیر بخش خان کھاوڑ اول کی عطیہ کردہ زمین پر مسجد شریف، مدرسہ اور گھر تعمیر کروائے۔ یہاں بھی مدرسہ نے یونیورسٹی/ جامعہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی دور دراز کے مسافر طلباء زیر تعلیم تھے۔ طلباء کی رہائش اور خوراک کے تمام اخراجات رئیس صاحب ادا کرتے تھے۔ انہوں نے آباد زمین مدرسہ کے اخراجات کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام سے سندھ و بلوچستان میں علماء کی کثیر جماعت نے علم کی تحصیل کی۔ لیکن بلوچستان والی درس گاہ میں استفادہ کرنے والے طلباء کی فہرست محفوظ نہیں۔ آپ کی درسگاہ میں ہمیشہ تقریباً ۳۰۰ سو مسافر بیرونی طلباء زیر تعلیم رہے اور چھ مدرس مقرر تھے۔ ہندو پاک ایران اور افغانستان سے طلباء نے آکر شہداد کوٹ میں آپ سے فیض یاب ہوئے۔

اس خاندان علمی کے سندھ پر بڑے احسانات ہیں اکثر علماء کرام اس خاندان ذی وقار کے خوشہ چین ہیں۔ ۲۰

یاد رہے علامہ نور محمد محدث شہداد کوٹی، شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۲۹ھ) کے ہم عصر ہیں

اولاد: حضرت شیخ الاسلام شہدادکوٹی کو تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1- استاذ العلماء علامہ گل محمد شہدادکوٹی (متوفی سن ۱۳۰۶ھ)

2- استاذ العلماء علامہ خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی

3- مولانا میاں غلام عمر شہدادکوٹی (جوانی میں انتقال کیا)

4- آپ کی صاحبزادی میاں عبدالحلیم کنڈوی کے عقد میں آئیں (جو کہ کنڈہ میں مقیم تھے) جس سے آپ کو نواسہ میاں نصیر الدین اول تولد ہوئے جو کہ حضرت غلام صدیق کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

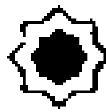
تلامذہ: آپ نے ۲۴ سال قدومت میمنت لزوم سے شہدادکوٹ کو سرفراز و شاداب فرمایا اور اس مختصر عرصہ میں بھی کثیر جماعت علماء نے استفادہ کیا۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- ولی کامل استاذ العلماء علامہ عبدالرحمٰن سکھر، سندھ
- استاذ العلماء علامہ گل محمد فاروقی شہدادکوٹی
- استاذ العلماء غوث الزمان علامہ غلام صدیق شہدادکوٹی
- استاذ العلماء علامہ مفتی محمد حسن قریشی جامع مسجد مائی خیری فقیر جو پڑ حیدرآباد
- استاذ العلماء مولانا مفتی محمد حسن کھوسہ بلوچ جوہی ضلع دادو
- استاذ العلماء مولانا مفتی محمد ہاشم یاسینی گڑھی یاسین
- استاذ العلماء مولانا عبدالقادر اندھڑ پھنواری تحصیل پنوعاقل ضلع سکھر
- استاذ العلماء مولانا نور محمد بھٹی قاضی میرپور بھاگ ناڑی ڈویزن قلات
- حضرت مولانا سید عباس علی شاہ لواری شریف ضلع بدین
- حضرت مولانا حاجی احمد ابڑو گوٹھ ملا ابڑا تحصیل لاڑکانہ
- حضرت مولانا محمد علی اوڈھو تحصیل گڑھی خیرو جمالی
- حضرت مولانا خیر محمد انڈھڑ پنوعاقل ضلع سکھر
- حضرت مولانا سید عبدالحق شاہ جانی بند تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ
- حضرت مولانا عبدالستار رستمی تحصیل شکارپور
- مولانا عبداللہ بیروالے
- مولانا حاجی احمد بوہڑ تحصیل قمبر وغیرہ

تصنیف وتالیف: روایت ہے کہ آپ نے فتاویٰ نویسی کے علاوہ مستقل کتابیں بھی تحریر فرمائی اور اس کے علاوہ درسی کتب پر حواشی کا اہم ومفید کام بھی کیا جس کی تفصیل یوں ہے:

- فتاویٰ نور محمدیہ
- حاشیہ توضیح تلویح
- حاشیہ جامع تعلیلات
- حاشیہ ہدایہ شریف
- حاشیہ ایساغوجی
- حاشیہ زرادی
- حاشیہ قطبی
- حاشیہ بدیع المیز ان
- حاشیہ عبدالغفور
- حاشیہ جامی
- حاشیہ شرح ماۃ عامل
- حاشیہ مسلم
- حاشیہ بیضاوی
- وغیرہ

وصال: شیخ الاسلام علامہ مفتی نور محمد شہداد کوٹی نے نوے سال (۹۰) کی عمر مبارک میں ۱۲، ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء کو انتقال کیا۔ آپ کا مزار مقدس شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ میں درگاہ صدیقیہ میں مرجع خلائق ہے۔ (تجلیات صدیقیہ، الرحیم مشاہیر نمبر ۱۹۶۷ء وغیرہ)

----------------

استاد الکُل حضرت علامہ مخدوم نور محمد آریجوی

استاد الکل، عارف صمدانی، حضرت علامہ مخدوم نور محمد عرف مخدوم محمد آریجوی گوٹھ خیر محمد آریجہ (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۱۳۰ھ/ ۱۸۱۷ء کو تولد ہوئے۔ ان دنوں سندھ پر کلہوڑوں کی حکمرانی تھی۔

تعلیم وتربیت: مخدوم نور محمد نے ابتدائی تعلیم آبائی گوٹھ کے مدرسہ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے لاڑکانہ شہر کے مدرسہ جامع مسجد محلہ سرہیہ میں داخلہ لیا اور علامہ شیخ ابن یامین رحمۃ اللہ علیہ سے نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: مخدوم نور محمد مانے ہوئے عالم دین، اعلیٰ مدرس، فقیہ، محدث، لاثانی حکیم، مفسر، مبلغ، مصنف، شاعر اور سب سے بڑھ کر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ صرف سندھ نہیں بلکہ پنجاب، افغانستان، بلوچستان، قلات، ایران، خلیج کی ریاستیں اور مصر وغیرہ سے طلباء آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے آتے تھے۔ آپ تدریس کے بادشاہ تھے اور اسی حوالہ سے شہرت رکھتے تھے۔ تدریس کے شعبہ میں لاجواب خدمات انجام دینے کے سبب آپ "استاد الکل" خطاب کے صحیح مصداق قرار پائے۔ آپ نے زندگی بھر درس وتدریس کی مسند کو زینت بخشی۔ آپ کے سلسلہ تلامذہ کا

فیضان آج بھی سندھ میں جاری وساری ہے۔

گوٹھ خیر محمد آریجہ میں آپ سے پہلے بھی مدرسہ قائم تھا، جس کو آپ نے بامِ عروج پر پہنچایا۔

تلامذہ: آپ کی درسگاہ سے بے شمار علماء کرام قطار در قطار فیضیاب ہو کر نکلے ان کی فہرست طویل ہے۔ ان میں سے چند نام معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

- امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد المعروف پیر صاحب روضے دھنی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ
- رئیس العلماء علامہ مولانا سید محمد عاقل شاہ لکیاری ہالانی تحصیل کنڈیارو
- استاذ العلماء مفتی محمد بن مولانا عبداللہ قریشی گوٹھ بیر تحصیل قمبر۔
- مولانا محمد ابراہیم مشوری وفات ۱۸۰۲ء
- مولانا محمد صالح بن سائیں رکھیو ملوی ابڑو وفات ۱۲۰۵ھ

وصال: حضرت علامہ محمد آریجوی نے گوٹھ خیر محمد آریجہ (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۶ء کو انتقال کیا۔ گوٹھ خیر محمد آریجہ کے عام قبرستان میں آپ کی قبر گم نام ہے۔

(ماخوذ: تھیسز: ڈاکٹر غلام علی سانگی سال ۱۹۸۵ء)

تحدیث نعمت: بعض اہل علم ودانشور، علمائے کرام اور اہل دل نے اپنے اپنے طریقہ سے مزار مقدس تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن شاید نہ پا سکے۔ فقیر سراپا تقصیر راقم الحروف کو حضرت پیر سائیں کے استاد محترم ہونے کے سبب مزار شریف پر حاضری دینے کی بڑی تمنا و آرزو تھی پیر سائیں کا وسیلہ کام آ گیا آرزو پوری ہوئی لیکن فرمایا گیا کہ "راز کو راز رہنے دیں" اس کے بعد فقیر نے کھوج لگانا بند کر دی۔ (راشدی)

مولانا پیر سید نجی اللہ شاہ راشدی

پیر طریقت حضرت مولانا سید نجی اللہ شاہ بن حضرت مولانا پیر سید نور الحق شاہ راشدی ۲۶، جون ۱۸۹۳ء/ ۱۴، صفر ۱۳۱۳ھ درگاہ پیر جو کوٹ (نور آباد) نزد وگن (تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ سندھ) میں تولد ہوئے۔ مولانا پیر سید نور الحق شاہ کے روحانی فیض کی چمک سندھ کے علاوہ بلوچستان تک پھیلی ہوئی ہے خود خان آف قلات بھی ان کے خاص معتقد تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد علاقہ کے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی۔ مولانا کریم داد چانڈیو، مولانا غلام عمر چانڈیو (گوٹھ قائم

خان شیخ تحصیل قمبر)اور گڑھی محمد حسن کرٹیہ کے مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔مولانا غلام رسول عباسی (مہتمم مدرسہ دارالفیوض متصل اللہ والی مسجد لاڑکانہ شہر) سے بیڑو چانڈیو میں مولانا سید محمد حسن شاہ عودی (سکھر) سے اور آخر میں مولانا میر محمد جاگیرانی (نورنگ واہ تحصیل قمبر) سے بقیہ کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔بعد فراغت مدرسہ دارالرشاد درگاہ شریف پیر صاحب جھنڈہ دھنی سے دورہ حدیث کیا۔

بیعت: اپنے والد ماجد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے ان کے انتقال کے بعد شیخ طریقت حضرت مولانا سید احمد خالد شامی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون بمبئی) کے ہاتھ پر سلسلہ شاذلیہ میں بیعت ہوئے۔

تصنیف وتالیف: پیر نجی اللہ شاہ نے ۱۴ گھنٹے روزانہ کے حساب سے تقریباً ساٹھ برس تک مطالعہ کیا۔آپ نے وسیع کتب خانہ جمع کیا تھا۔کتب بنی اور تصنیف و تالیف ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ان کی چند قلمی تالیفات کے نام درج ذیل ہیں۔

- عدیم المثل۔مختلف سندھی شعراء کا کلام جمع کیا گیا۔
- عدیم النظیر۔مختلف فارسی شعراء کا کلام جمع کیا گیا۔
- تھذیب الرجال فی خیر الخصال، چار جلدیں، چار ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔
- ایھا العلماء الخیر۔ ایھا العلماء السوء۔ ایھا الامراء۔ ایھا الغرباء۔ ایھا المساکین

ان کتابوں میں قرآن واحادیث اور اقوال سلفؒ صالحین کے موضوع کے مطابق مواد جمع کیا گیا ہے۔ترتیب وتسہیل کا کام باقی تھا کہ پیر صاحب کا انتقال ہو گیا۔

شادی واولاد: آپ نے تین شادیاں اپنے ہی خاندان میں کیں،ان میں سے چھ بیٹے تولد ہوئے۔سید صفی اللہ شاہ مرحوم۔سید محمد راشد شاہ۔سید اقبال احمد شاہ۔سید عصمت اللہ شاہ۔سید ولی اللہ شاہ۔سید کلیم اللہ شاہ

عقیدت: سالانہ رجبی شریف کے موقعہ پر درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پاگارہ حاضری دیتے تھے، حضرت شاہ مردان شاہ اول پیر صاحب کوٹ دھنی، حضرت سید صبغت اللہ شاہ شہید اور موجودہ پیر صاحب پگارہ تینوں کے دور دیکھے اور برابر ہر سال معراج النبی ﷺ کے اجتماع میں شرکت فرماتے تھے اور درگاہ عالیہ مشوری شریف بھی کئی بار شرکت فرمائی حضرت فقیہ اعظم خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے اور ان سے شرعی فتویٰ حاصل کرتے رہتے تھے۔

عادات وخصائل: پیر صاحب کم بولنا،کم کھانا اور کم سونا کے اصول پر عمل پیرا تھے، مستجاب الدعوات تھے۔محترم امام راشدی رقمطراز ہیں: پیر صاحب مجلس کے دلدادہ تھے ان کی محفل میں قرآن وسنت تصوف اخلاقیات ومسائل فقہ کی باتیں ہوتی تھیں۔آپ کی محبت سے لبریز باتیں سن

کر حاضرین بہت لطف اندوز ہوتے اور روحانی سرور پاتے۔ مریدین و معتقدین آپ کی صحبت با فیض سے دلوں کو منور کرتے۔ آپ کی تمام عمر یادِ الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں بسر ہوئی۔ وہ فرماتے تھے کہ قرب و محبت غریب و امیر سے ہے لیکن دوستی زندگی بھر علماء سے کی ہے۔ جن کی نہ صرف قدر کرتا ہوں لیکن ان کی خدمت بھی کی ہے۔ وہ زندگی پر کبھی بھی افسردہ نہیں رہے، وہ فرماتے تھے کہ جس انسان نے اپنی زندگی دنیاداری اور نفس پرستی میں بسر کی وہ مرتے دم تک اپنے کھوئے ہوئے وقت پر افسوس کرتا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی) جسم ضعیف نحیف، داڑھی شریف سفید، سر پر عمامہ، کرتہ پر واسکوٹ پہنتے تھے جس کی جیب میں گھڑی رکھتے تھے، گھڑی کلائی پر نہیں باندھتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے نامور شاگرد درج ذیل ہیں:

1- مولوی جان محمد عباسی وہابی (نائب امیر جماعت اسلامی)

2- سید صفی اللہ شاہ راشدی

3- سید محمد راشد شاہ

4- سید اقبال احمد شاہ

5- سید عصمت اللہ شاہ اور آپ کے پوتے

6- سید نور الحق شاہ بن سید محمد راشد شاہ

7- مولوی محمد خان بن مولانا محمد قاسم کلہوڑو (تحصیل قمبر) وغیرہ

وصال: مولانا پیر سید نجی اللہ شاہ راشدی نے ۳۱، جنوری ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ بوقت نماز فجر تسبیح پر ورد پڑھتے ہوئے انتقال کیا۔ اسی روز بعد نماز ظہر، نماز جنازہ ادا کی گئی۔ فقیہ اعظم شیخ المشائخ غوث الزمان تاج العارفین حضرت علامہ مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کی آخری آرامگاہ درگاہ پیر جو کوٹ (متصل وگن ضلع لاڑکانہ) میں مرجع خلائق ہے۔ جہاں ہر سال عرس مبارک کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ جس میں مریدین معتقدین و احباب کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ چہلم کے موقعہ پر علماء و مشائخ و سادات نے آپ کے تیسرے صاحبزادے محترم سید اقبال احمد شاہ راشدی صاحب کو سجادہ نشین مقرر کیا جس کی رسم دستار فضیلت ہوئی۔

[آپ کے پوتے سید نور الحق شاہ راشدی صاحب نے مواد مہیا کیا]

--------❁--------

مفتی سید نور علی شاہ بخاری

حضرت سید علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد قندھار (افغانستان) میں

سکونت اختیار کی۔ ان کے تین فرزند تھے۔

1- سید اسد اللہ شاہ بخاری 2- سید عبدالحمید شاہ بخاری

3- سید عبدالجبار شاہ تھے۔

آخر ذکر کا بچپن میں انتقال ہوا۔ اول ودوم نے اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سندھ کے ایک دیہات خانگڑھ (موجودہ نام جیکب آباد، سندھ) ہجرت کر کے مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ حضرت سید اسد اللہ شاہ بخاری المعروف پیر بخاری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۷۷ھ) جیکب آباد میں ایک مسجد شریف تعمیر کرائی، وہیں دین کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ آج بھی آپ کا مزار شریف جیکب آباد شہر میں جامع مسجد پیر بخاری کے متصل مرجع خلائق ہے۔

حضرت پیر بخاری لاولد تھے اور آپ کے بھائی سید عبدالحمید شاہ کو صرف ایک بیٹا سید نظام الدین شاہ بخاری تولد ہوا۔ جو کہ درگاہ شریف پیر بخاری کی مسجد شریف میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، آخر بعض وجوہات کی بنا پر شہر چھوڑ کر قریب میں ایک گوٹھ جروار میں سکونت اختیار کی۔ سید نظام الدین شاہ کو تین بیٹیاں اور چھ بیٹے تولد ہوئے ان میں سید نور علی شاہ نامور عالم ہوئے۔

سید نور علی شاہ گوٹھ جروار (جیکب آباد) میں ۱۷، رجب المرجب ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو سید نظام الدین شاہ کے گھر تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: مفتی سید نور علی شاہ بخاری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سید نظام الدین شاہ کے ہاں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۰ھ کو سندھ کی عظیم وقدیم دینی درسگاہ ہمایون شریف میں داخلہ لیا اور حضرت علامہ مفتی عبدالباقی اول ہمایونی علیہ الرحمۃ کے ہاں تعلیم حاصل کی اور ۱۳۵۸ھ کو فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت:

اور بیعت بھی حضرت مفتی عبدالباقی علیہ الرحمۃ سے ہوئے۔

درس وتدریس: اپنے استاد مکرم ومرشد کریم کے حکم سے جیکب آباد شہر کے محلہ غریب آباد میں واقع مدرسہ یتیم خانہ سے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس طرح آپ نے جیکب آباد شہر میں سکونت اختیار کی۔

شادی واولاد: اس کے بعد شادی کی، پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی، پہلی بیوی سے ایک لڑکی دوسری بیوی سے چار لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہوئے۔

امامت وخطابت: اپنے پیر و مرشد کی کوششوں سے جامع مسجد پیر بخاری کے ۱۹۴۸ء میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جامع مسجد پیر بخاری میں تقرر کے بعد پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی مسجد کی بنیاد ۱۹۵۰ء میں اس وقت کے گورنر سندھ شیخ دین محمد (گوجرانوالا) سے رکھوائی۔ ۱۹۵۱ء میں جامع مسجد پیر بخاری پائے تکمیل کو پہنچی تو گورنر جنرل پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب سے افتتاح کروایا۔ مسجد شریف کے ساتھ غیر آباد پلاٹ پر مدرسہ اور اپنا گھر تعمیر کروایا۔ بقیہ زندگی اسی مسجد شریف میں امامت وخطابت، درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور تعویذات میں گذاری۔

تلامذہ:
- میاں عبدالباری ہمایونی
- میاں عبدالباقی ثانی ہمایونی
- مولوی صاحبزادہ سید امیر علی شاہ (آپ نے والد کی سوانح انوار نور علی شاہ بخاری لکھی ہے)
- مولوی عبداللطیف کھوسہ
- مولوی حاجی مہر علی عمرانی
- مولوی نظر محمد جکھرانی
- مولوی نبی بخش بروہی
- مولوی مولاداد بروہی خطیب مکرانی مسجد بندر روڈ سکھر

سفر حرمین شریفین: ۱۹۸۲ء میں محکمہ اوقاف کی طرف سے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

آپ ہر سال رجبی شریف کے موقعہ پر درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ حاضری دیا کرتے تھے۔

وصال: حضرت مولانا مفتی سید نور علی شاہ بخاری نے پوری زندگی دین کی خدمت میں گذار کر ۳، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۱۴ جون ۱۹۹۴ء میں بوقت نماز عصر تقریباً ۷۳ سال کی عمر میں وصال کیا اور مسجد پیر بخاری کے متصل آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ (ماخوذ: انوار نور علی شاہ بخاری مطبوعہ ۱۹۹۷ء)

حضرت علامہ نذر محمد اندھڑ

استاذ العلماء مولانا علامہ نذر محمد ساکن بھونگ شریف (تحصیل صادق آباد) ایک عظیم المرتبت عالم دین، علم منطق ومعانی کے بڑے ماہر تھے۔ تاریخ ماہ سن اور مقام ولادت معلوم نہ ہوسکا۔

تعلیم وتربیت: چھوٹی عمر میں اپنے گوٹھ سے باہر مال ومویشی چرا رہے تھے کہ اس طرف عارف باللہ حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بھیو رحمۃ اللہ علیہ ساکن گوٹھ سرحد ضلع گھوٹکی کا گذر ہوا۔

ان کی نگاہ کیمیا اثر اس لڑکے پر پڑی اور اسے علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دلائی، تو نذر محمد نے تمام مال مویشی وہیں چھوڑ کر مولانا سرحدی صاحب کے ساتھ چل پڑے اور ان کے مدرسہ میں داخل ہو گئے اور رات دن حصول تعلیم میں لگ گئے۔ اور ان پر لنگر کے کام کی ذمہ داری بھی ڈال دی گئی اور پھر وہ اپنے استاد محترم کے گھریلو کام بھی کیا کرتے تھے۔ مولانا نذر محمد فارسی پڑھنے لگے۔ لیکن دوسرے کاموں کی وجہ سے پریشان رہتے کیوں کہ وہ حصول علم میں زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ ان کے ہم درس طلباء ان سے مذاق اور طنز کرتے۔ نذر محمد کو اپنے ہم مکتب طلباء کا یہ طور طریقہ دل پر اثر کرتا۔ بالآخر ایک روز پریشان ہو کر استاد محترم سے مدرسہ سے اجازت چاہی تا کہ کسی دوسرے مدرسہ میں جا کر اطمینان قلب سے حصول علم کی کوشش کروں۔ حضرت مولانا سرحدی نے فرمایا: "ہماری خدمت کا صلہ ضرور ملے گا" آج تم یہاں ٹھہرو صبح دیکھا جائے گا۔ مولانا نذر محمد کا بیان ہے کہ میں رات کو سو گیا کہ ایک بزرگ صاحب نے آ کر مجھے نیند سے جگایا اور اپنے مدرسہ میں لے آیا۔ مدرسہ میں جو بھی فارسی، عربی کتب رکھی تھیں ان میں سے ہر ایک کی پہلی اور آخری سطر پڑھاتے گئے۔ اس کے بعد فرمایا: اب جا کر سو جاؤ۔ صبح ہوئی طلباء مطالعہ میں مصروف ہو گئے جو بھی غلط پڑھتا، میں اس کی غلطیاں پکڑتا وہ پھر بھی مذاق کر کے ٹال دیتے اور کہتے یہ جانتا تو کریما بھی نہیں ہے اور ہم عربی والوں کی غلطیاں کیسے نکالتا ہے۔ طلباء کا یہ شور سن کر حضرت مولانا سرحدی تشریف لائے۔ طلباء نے حقیقت حال عرض کی۔ آپ نے حکم دیا: کہ سب کے سب اپنی اپنی کتاب یہاں لاؤ۔ نذر محمد کو اپنے پاس بٹھایا۔ طلباء پڑھنے لگے مگر جب نذر محمد نے پڑھنا شروع کیا تو سارے کے سارے حیران رہ گئے۔ اور عالم حیرت میں کہنے لگے کہ یہ ہم سے کس طرح آگے بڑھ گیا ہے اور کس طرح اس نے تحصیل علم کی ہے۔

مولانا نذر محمد بتاتے ہیں: دوسری رات مجھے پھر ایک بزرگ صاحب سفید ریش خواب میں آئے اور فرمایا: بیٹا! اٹھو اور قرآن پاک سناؤ۔ نذر محمد نے عرض کیا کہ مجھے قرآن مجید یاد نہیں ہے۔ بزرگ صاحب نے فرمایا: نہیں چند چھوٹی سی سورتیں ہی سنادو۔ مولانا نذر محمد کہتے ہیں کہ وہ میں نے پڑھ لیں۔ پھر بزرگ صاحب نے اپنا لعاب دہن نکال کر میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: اب سو جاؤ۔ میرے قلب میں بڑا ذوق پیدا ہوا اور یہ دیکھنے میں آیا کہ کلام پاک اور سب کتابیں میرے سامنے رکھی ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر ایک مجھے کہہ رہی ہے کہ مجھے پڑھو۔ اس حال میں رات گذر گئی۔

اسی کشمکش میں گذری میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی، کبھی پیچ و تاب رازی

صبح ہوئی تو استاد محترم حضرت مولانا سرحدی نے فرمایا: قرآن حکیم کے سات حصے کر لو اور روزانہ

ایک حصہ سناتے رہو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح ایک ہفتہ میں قرآن پاک حفظ ہو گیا۔

بیعت: آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے استاد محترم حضرت علامہ محمد ابراہیم سرحدی نوراللہ مرقدہ سے دست بیعت و خلیفہ مجاز تھے۔ (شریعت سوانح نمبر)

درس و تدریس: آپ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کی آمد قریب تھی پیر صاحب غوث پوری نے استاد محترم کو لکھا کہ جس نے علم لدنی حاصل کیا ہو وہ طالب علم ہمارے پاس بھیج دو۔ تاکہ ہمارے مدرسہ میں درس دے اور رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم بھی سنائے۔

استاد محترم نے فرمایا: مولوی نذر محمد تم جاؤ تم آج سے غوث پور کے پیر صاحب کے حوالے ہو۔ میں غوث پور پہنچا، پیر صاحب نے مسجد، مدرسہ، جماعت اور امامت میرے سپرد کر دی۔ پیر صاحب کے صاحبزادے اور گرد و نواح کے کافی لڑکے میرے حلقہ درس میں داخل ہو گئے۔ اس طرح کافی عرصہ غوث پور (کندھ کوٹ، ضلع جیکب آباد) میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔

حضرت پیر شاہ حسین کی رحلت کے بعد یہ معدن علم و فضل نواب امام بخش خان مزاری کے اصرار پر "روجھان مزاری" چلے گئے۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد سردار رئیس ولی محمد خان اندھڑ کے اصرار پر آپ بھونگ شریف تشریف لے گئے اور اس کے بعد آپ نے تاحیات بھونگ شریف میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

شادی اور اولاد: مولانا نذر محمد جامع کمالات شخصیت تھے، بھونگ کے نامور سردار رئیس اعظم، سخی مرد، انسان دوست، علم پرور، محب علماء، فقیر صفت غازی محمد خان اندھڑ کی معراج ارتقاء میں اس ولی کامل کی دعا اور شفقت کا خاصہ عمل دخل تھا۔

سردار رئیس ولی محمد خان نے مولانا نذر محمد کی یکے بعد دیگرے تین شادیاں کرائیں۔ آپ کی اولاد نرینہ میں دو صاحبزادے 1- مولانا دوست محمد اندھڑ 2- مولانا محمد ابراہیم تھے۔ مولانا کے پسماندگان میں حاجی عبدالغفور اور خلیل احمد اچھے خاصے نیکوکار آدمی تھے۔

تلامذہ: حضرت علامہ حافظ نذر محمد کے شاگردوں کی تعداد بے حساب ہے۔ جن میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

- پیر سید شاہ حسین جیلانی — غوث پور جیلانی تحصیل کندھ کوٹ
- رئیس غازی محمد خان اندھڑ — بھونگ شریف
- پیر محمود شاہ — تختہ ہزارہ صوبہ سرحد
- مخدوم محمود صدیقی — پاٹ شریف ضلع دادو

- حضرت علامہ خادم حسین جتوئی — رتو دیرو
- مولانا میر محمد نورنگی — قمبر
- مولانا نور محمد چاچڑ — راجن پور (اوباوڑو)
- استاد العلماء علامہ قمر الدین اندھڑ — پنو عاقل
- مولانا عبدالرحمن ضیائی بیتانی — میر پور ماتھیلو
- مولانا میاں محمد صالح بھیو — سرحد (گھوٹکی)
- مولانا محمد فاضل بروہی — جھٹ پٹ بلوچستان
- مولانا میر حسان الحیدری چانڈیو سہروردی — اوباوڑو ضلع گھوٹکی
- مولانا عبدالرزاق ڈھر — سابق خطیب جامع مسجد بھونگ

وصال: آپ کی قبر مبارک بھونگ شریف (صادق آباد ضلع رحیم یار خاں) کی عیدگاہ والے قبرستان میں ہے۔ (ماخوذ: تاریخ قبیلہ اندھڑ ص ۲۰۱، بشکریہ جناب محمد نعیم طاہر سہروردی سنجر پور)

آپ کے تاریخ ماہ و سالِ وصال کے سلسلہ میں مختلف اہل علم سے رابطہ کیا، غازی جامع مسجد بھونگ کے موجودہ خطیب مولانا مفتی محمد عبدالقادر سعیدی صاحب کو بھی خط لکھا، لیکن کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ لیکن ایک اندازے کے مطابق آپ نے ۱۹۵۰ء کو انتقال کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حضرت علامہ نذر محمد نظامانی

آپ کا تعلق سندھ کی نظامانی بلوچ قوم سے ہے۔ بڑے عالم عارف اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کے علم کا شہرہ پورے سندھ میں پھیلا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے دور دور سے آپ کے پاس فتاویٰ آیا کرتے تھے۔ آپ کو حضور سرکار دو عالم، فخر موجودات ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنتے تو آنکھوں سے اشک جاری ہو جایا کرتے تھے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ کے پاس ایک فتویٰ آیا جس میں "محمد" نامی شخص کو کسی جرم کی سزا سنائی گئی تھی اور آپ نے اس پر تصدیق کرنی تھی۔ جب آپ نے فتویٰ کو دیکھا تو آپ کی طبیعت غیر ہوگئی اور روتے ہوئے فرمایا کہ جس کا نام محمد ہو اس کو کبھی سزا ہو ہی نہیں سکتی۔

آپ کے شاگردوں میں سے حضرت مناظر اسلام علامہ پیر غلام مجدد جان سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ماتلی والے کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ کو تیرہویں صدی ہجری کے اولیاء و علماء میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

آپ کا مزار پر انوار ماتلی شہر ضلع بدین میں مرجع خلائق ہے۔ (تذکرہ اولیائے سندھ ۳۶۴)

لاڑ (سندھ) کے نامور حکیم و عالم تھے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا) میں بحیثیت استاد کے پڑھاتے رہے۔ بھوراسنگھ ماتلی (سندھ) کے بڑے زمیندار تھے۔ انہیں چھوت کا مرض لاحق ہوا۔ جس موذی مرض سے نجات کے لئے بہت علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوسکا۔ آخر یہ کیس آپ کے پاس آیا آپ نے کامیاب علاج کیا وہ بھی بالکل سستا جس سے زمیندار جلد صحت یاب ہوگیا۔ تقریباً ۱۹۳۶ء میں اسی (۸۰) کی عمر میں انتقال کیا۔ (سندھ کی طبی تاریخ جلد ۲ ص ۶۲۷)

کوشش کے باوجود تفصیلی حالات دستیاب نہ ہوسکے اسی طرح مولانا علی محمد درس (ماتلی) مولانا اللہ بخش مگسی (بدین) مولانا محمد عیسیٰ زنبور (بدین) حضرت سید محبوب علی شاہ راشدی (ماتلی) مولانا عبداللہ انصاری (ماتلی) وغیرہ کے حالات نہ مل سکے۔ بعض لوگوں نے حصول مواد کے سلسلہ میں یقین دہانی کرائی لیکن افسوس کہ انہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔ اللہ کرے ان کے متوسلین دوسرے ایڈیشن کے لئے مواد بھجوا کر اپنی ذمہ داری پوری کر کے سرخرو ہوں۔

مولانا قاضی نذر محمد دیہاتی

مولانا حکیم حافظ نذر محمد بن قاضی حکیم عبدالرحمٰن سومرو نے آبائی گوٹھ دیہات (تحصیل کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز) میں ۱۳۰۴ھ کو تولد ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن زہد و ورع، قناعت و توکل میں یگانہ روزگار تھے، عالم باعمل اور صاحب برکت بزرگ تھے۔ آپ کا مدرسہ علم و شریعت کا ایک سرچشمہ تھا۔ جہاں سے بے شمار طالبان شریعت نے اکتساب فیض کیا۔

تعلیم وتربیت: قاضی نذر محمد نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے زیر سایہ انہی کے مدرسہ میں حاصل کی۔ سندھی و فارسی کیساتھ قرآن مجید حفظ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اسکے بعد گوٹھ محبت دیرو سیال اور گوٹھ سیٹھار جا کے مدارس میں عربی کی مختصر تعلیم حاصل کی، اس کے بعد والد ماجد نے جلد ہی اپنے پیر خانہ درگاہ مجددیہ ٹنڈو سائینداد کے مدرسہ دارالارشاد میں داخل کروادیا۔ ان دنوں مدرسہ دارالارشاد میں مولانا میاں عبدالقیوم بختیار پوری مسند نشین تھے۔ اور مولانا آغا عبداللہ جان سرہندی انہیں کے پاس زیر تعلیم تھے۔ آغا جان نے مولانا نذر محمد کو صرف ونحو کی تعلیم دی لیکن مولانا نذر محمد ذہانت وقوی حافظہ کے سبب جلدی کتب پڑھ کر بڑی کتب تک پہنچ کر آغا جان کے ہم سبق ہوگئے۔ اس زمانہ میں دہلی کے مولانا عبدالرب صاحب کے مدرسہ کی شہرت سن کر قاضی صاحب نے دہلی کا سفر اختیار کیا

اور مولانا عبدالرب دہلوی کے مدرسہ میں داخلہ لے کر ان سے بڑی کتب کے اسباق لئے، اس کے ساتھ علم طب میں بھی تعلیم حاصل کی۔ بقیہ نصابی کتب کی تکمیل دہلی سے واپسی پر دارالارشاد میں مولانا خیر محمد بگسی کے پاس کی۔

بیعت: علم ظاہری کی فراغت کے بعد علم باطنی کی جانب بھرپور توجہ دی۔ بچپن میں طالب علمی کے زمانہ میں شیخ طریقت خواجہ عبدالرحمن جان سرہندی قدس سرہ (ٹکھڑ) سے بیعت ہوئے اور بعد فراغت جوانی میں ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی نور اللہ مرقدہ (ٹنڈو سائینداد) سے سلوک کی منازل طے کیں۔

(ماخوذ: ڈاکٹر قریشی حامد علی خانزئی کا مضمون مطبوعہ الرحیم، حیدرآباد ۱۹۶۸ء)

درس وتدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ دیہات میں "مدرسہ مجددیہ" قائم کیا۔ جہاں تاحیات درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ بلند پایہ کے عالم، ادیب، شاعر اور حاذق حکیم تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کے بحر ذخار تھے۔ بحث مباحثہ اور مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

(سندھ کی طبی تاریخ)

حکمت: سندھ کے نامور حکیم شاعر و عالم تھے۔ دہلی میں علم طب حاصل کیا۔ اپنے گوٹھ میں درس وتدریس کے ساتھ حکمت کے ذریعے افسانیت کی خدمت کرتے تھے۔

رد مذاہب باطل: آپ نے بہت سے قادیانیوں وہابیوں دیوبندیوں اور شیعوں سے مناظرہ کئے اور ان کو مغلوب کیا، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے اور آپ کو ایذاء اور نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ لیکن کسی کی مخالفت، دھمکی، دھونس آپ کو مرغوب نہ کر سکی اور آپ کو آپ کے مقصد سے باز نہ رکھ سکی۔ (مونس المخلصین، صوفیائے نقشبند)

اولاد: آپ نے اپنے بعد دو لڑکے چھوڑے، بڑا لڑکا غلام مجدد عرف مولانا غلام حسین تھا جو بڑا نیک اور صالح، نیک صورت اور نیک سیرت تھا۔ دوسرا لڑکا نور احمد تھا جو بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا، علم ظاہر کا بھی فاضل تھا۔ (ایضاً)

تصنیف وتالیف: آپ نے تصنیف کے سلسلہ میں کافی کام کیا۔ ان میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:

- تحفہ قادیاں — رد قادیانیت
- انوار احمدیہ در حالات مشائخ نقشبندیہ
- مجموعہ نظم دیہاتی

❁ احسن التقریر فی جواب التحریر (سندھی مطبوعہ)

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت وقدم شریف کی فوقیت و برتری کے ثبوت میں مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ نے فتویٰ مبارکہ تحریر فرمایا تھا جس کے رد میں قاضی صاحب نے یہ رسالہ تحریر کیا اور سرکار کی افضلیت کا صاف انکار کر کے ایک علمی غلطی میں مبتلا ہو گئے لیکن فتویٰ کا جواب قطعاً نہیں ہے۔ (راشدی)

آپ کی اکثر تصانیف قلمی ہیں جو کہ لواحقین کے پاس محفوظ ہیں۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ)

وصال: مولانا قاضی نذر محمد دیہاتی نے ۴۱ سال کی عمر میں ۹، جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء کو وصال کیا اور آپ کا مزار گوٹھ دیہات کے قبرستان میں ہے۔

(ایضاً۔ الرحیم ۱۹۶۸ء مضمون نگار ڈاکٹر حامد علی قریشی)

--------❁--------

مولانا مفتی نجم الدین یاسینی

استاد العلماء مفتی محمد نجم الدین بن میاں امام بخش سومرو ۲۶، رجب المرجب ۱۳۲۶ھ کو سندھ کے علمی و ادبی شہر گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) میں تولد ہوئے۔ مفتی نجم الدین، مفتی محمد قاسم و مفتی محمد ابراہیم یاسینی کے بہنوئی تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید ناظرہ اپنے سالے مولانا حافظ محمد ابرہیم کے پاس پڑھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب کے پاس فارسی میں سکندر نامہ تک، صرف ونحو میں کافیہ تک، منطق میں مرقاۃ تک، فقہ میں کنز تک حدیث میں مشکوٰۃ تک، اصول فقہ میں اصول الشاشی اور ترجمہ قرآن پاک پڑھا۔ ابھی تعلیم جاری تھی کہ حضرت مولانا محمد قاسم کا ۱۸، ذوالقعدہ ۱۳۴۹ھ کو انتقال ہو گیا۔ ان کے وصال کے بعد بقیہ نصابی کتب (درس نظامی) حضرت مولانا محمد ابراہیم کے پاس پڑھیں، ان میں جلالین، شرح تہذیب، شرح وقایہ، ہدایہ مکمل، جامی، مطول، توضیح تلویح، بیضاوی سورہ بقر اور صحاح ستہ بھی شامل ہیں۔ نصابی کتب کی تکمیل کے بعد ۱۸، ذوالقعد ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء کو گڑھی یاسین کے دارالعلوم ہاشمیہ قاسمیہ سے دستار فضیلت اور سند حاصل کی۔

درس وتدریس: مولانا نجم الدین طالب علمی کے دوران مبتدی طلباء کو اپنے اساتذہ کی نگرانی میں درس دیا کرتے تھے جس کے سبب ان میں خوب استعداد پیدا ہوئی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد باقاعدگی سے درس وتدریس کا سلسلہ مادر علمی میں شروع کیا اور درس نظامی کی تمام کتب

بغیر کسی رکاوٹ کے خود پڑھاتے تھے۔ ۱۹۴۷ء قیام پاکستان کے وقت بعض مسائل کی بنا پر آپ نے مادر علمی کو الوداع کہا اور جیکب آباد کے ہائی اسکول میں عربی کے استاد مقرر ہوئے؛ دو سال وہیں پڑھایا۔ اس کے بعد مادر علمی کی جانب واپس آئے اور بقیہ زندگی وہیں دارالعلوم قاسمیہ میں درس وتدریس میں گذاری۔

بیعت: مفتی نجم الدین، سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت آغا عبداللہ جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو سائینداد) کے دست بیعت ہوئے۔

اولاد: آپ کو دو بیٹے تولد ہوئے۔

1- مولانا مفتی محمد قاسم اویسی مدرس مدرسہ قاسمیہ و پیش امام جامع مسجد گڑھی یاسین

2- مولانا حکیم محمد عاصم سومرو بی۔ اے۔

تصنیف: درس وتدریس کے سبب تصنیف وتالیف کی جانب زیادہ وقت نہ دے سکے۔

- مجموعہ فتاویٰ
- آغاز فارسی
- سوانح حیات حضرت مولانا محمد ابراہیم یاسینی

نشرواشاعت: مولانا نجم الدین نے متحرک زندگی گذاری، بعض دینی کتابوں کو شائع کیا، مناظرے کروائے، عوام الناس کی رہنمائی کے لئے ہندوستان کے نامور سنی علماء کو مدعو کر کے اپنے علاقوں میں جلسے منعقد کراتے تھے۔ آپ نے وقت کے نامور علماء سے ملاقاتیں کی اور فقہی تحقیقات میں تبادلہ خیالات پر مشتمل محافل کا انعقاد کیا۔ ایک انٹرویو میں اس کی تفصیل یوں بتاتے ہیں۔

1- فتاویٰ ہمایونی (دو حصے سندھی مترجم مفتی محمد ابراہیم)

2- مامریداں (فارسی نظم) مصنف مفتی محمد ابراہیم یہ رسالہ تقلید شخصی کے جواز میں ہے۔

3- الحجة الكافيه في جواز الجماعة الثانيه (عربی وفارسی) مفتی محمد ابراہیم

4- بیاض واحدی (فارسی) امام مخدوم عبدالواحد سیوہانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفقہی تحقیقات کا عظیم شاہکار ہے۔

5- فتاویٰ قاسمیہ (فارسی) مصنف حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب جلد اول وغیرہ شائع کروائی۔

اس کے علاوہ مولانا نجم الدین نے سفیر اسلام، عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (والد مولانا شاہ احمد نورانی) کو مدعو کیا اور شکارپور شہر میں جلسہ میں خطاب کروایا، شکارپور وہابیت کا مرکز تھا لیکن کسی مخالف کو علامہ صاحب سے مناظرہ کرنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ اسی طرح مناظر اسلام، شیرِ اہل سنت حضرت علامہ محمد عمر صدیقی اچھروی رحمۃ اللہ علیہ (والد مولانا عبدالتواب صدیقی لاہور) کو بھی شکارپور مناظرہ کے لئے مدعو کیا مگر وہابی آپ کا نام سن کر سن ہوگئے اور میدان میں آنے کی کسی کو

جرأت نہ ہوسکی۔ مولانا محمد ہاشم فاضل شمسی پراونشل لائبریری کی طرف سے گڑھی یاسین میں مولانا نجم الدین کا خاندانی کتب خانہ دیکھنے آئے تھے۔ وقت کے نامور خطیب وصوفی بزرگ مولانا محمد یار چشتی گڑھی اختیار خان (ضلع رحیم یار خان) کو بھی دعوت دے کر گڑھی یاسین بلوایا تھا۔ حضرت مولانا احمد یار مہر خان گڑہ شریف والے کی زیارت کی تھی۔ انہوں نے مشکوۃ المصابیح کا سندھی ترجمہ وحاشیہ لکھا تھا، جس کو مفتی محمد ابراہیم صاحب نے شائع کیا تھا۔

1- مولانا محمد خان چانڈیو (دڑی ضلع جیکب آباد)

2- مولانا قاضی حبیب اللہ (رتوڈیرو)

3- مولانا حکیم عبدالرحمٰن گوٹھ بھائی خان گھانگھر و تحصیل رتوڈیرو، دارالعلوم قاسمیہ کے فاضل علماء میں سے تھے۔

حضرت پیر سید تراب علی شاہ راشدی (قمبر) کے توسل سے عارف کامل، عاشق رسول حضرت مولانا سید احمد شامی سے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو جب وہ ہندوستان تشریف لائے تو ان کی زیارت ہوئی وہ گڑھی یاسین بھی تشریف لائے تھے۔ مولانا سید احمد خالد شامی کے نانا کے بھائی مفتی اعظم شام علامہ سید محمد امین بن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (صاحب ردالمختار) تھے۔

مولانا سید محمد محسن شاہ اور مولانا محمد ابراہیم کا ایک فقہی مسئلہ میں اختلاف ہوا تو (۱۳) علماء اہلسنت کا اجلاس ہوا، دونوں حضرات نے ان میں سے مندرجہ ذیل تین علماء کو امین مقرر کیا۔

1- حضرت مولانا پیر گل حسن قادری سجادہ نشین درگاہ کٹبار شریف

2- مولانا مفتی عبدالباقی ہمایوں شریف

3- حضرت مولانا نذر محمد ساکن بھونگ تحصیل صادق آباد

مولانا تاج محمد عاریجوی اور مولانا عطا محمد مہیسر اپنے علاقہ کے مانے ہوئے علماء تھے۔ مولانا قمر الدین مہیسر (گوٹھ دگانو مہیسر تحصیل میرو خان) "المھیسر" نام سے ایک مجلّہ کے ایڈیٹر بھی تھے اور یہ مجلّہ اہل سنت وجماعت کا بے باک ترجمان تھا جو اپنے گوٹھ سے شائع فرماتے تھے۔ مولانا محمد حسن کھاڑو مدیرو مالک اخبار "الحنیف" جیکب آباد (جس کے ممبر اس وقت کے نامور علماء تھے) اخبار، اہل سنت احناف کے تعاون سے شائع ہوتی تھی اور ان کے پاس اپنی پریس تھی وہ بھی "الحنیف" کے نام سے موسوم تھی۔

وہابی مولویوں سے بھی بحث مباحثہ ہوتے رہے جس میں مولوی محمد ہاشم (گوٹھ رک اسٹیشن) مولوی نبی بخش عودی اور مولوی عبدالکریم چشتی شکارپوری وغیرہ شامل ہیں۔

(مولانا نجم الدین یاسینی کے انٹرویو سے مضمون اخذ کیا گیا ہے۔ الراشد صفر ۱۳۹۷ھ)

آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے اسماء معلوم ہو سکے جو کہ درج ذیل ہیں:

تلامذہ: ❁ مولانا محمد قاسم اویسی یاسینی امام جامع مسجد گڑھی یاسین

❁ مولانا مفتی احمد صدیق میجو نقشبندی عمر کوٹ

وصال: مفتی نجم الدین نجم یاسینی نے ۲۶، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۹، اکتوبر ۱۹۷۹ء شب جمعہ کو ۷۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کی آخری آرامگاہ آپ کے استادِ محترم حضرت مفتی محمد قاسم یاسینی قدس سرہ کی مزار کے برابر میں گڑھی یاسین (ضلع شکارپور) میں ہے۔ فاضل امجد حافظ خیر محمد اوحدی شکارپوری نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا:

چون ندائے ارجعی در گوش نجم الدین رسید ۔ رخت بر بست از جہاں بے مدار و بے بقا
خندہ رو رفت و مسرت در دل او موجزن ۔ در اعز او احبا گریہ و ماتم بپا
شیوۂ او ذکر و فکر و شغل او علم و عمل ۔ مدعائے او نجات و قربت و وصل خدا
قلب او معمور تر از عظمت رب جلیل ۔ جان زار او فدائے ذات پاک مصطفیٰ
سیرت و کردار او بے داغ بود و بے مثال ۔ عمر خود کردہ بسر درخدمت دین ہدی
عشق او شد مستفیض از جلوہ حسن ازل ۔ شوق بردش چون بزیر سایہ عرش علا
باسرز ہداست تاریخ الوداعش "اوحدی" ۔ وصل رب شادان نمودہ روح نجم الدین را

۱۳۹۲............۱۳۹۹ھ

[قطعہ تاریخ وصال جناب محمد سالم صاحب سومرو نے گڑھی یاسین سے ارسال فرمایا]

--------❁--------

مولانا مفتی نجم الدین چھجڑو

استاذ العلماء مفتی نجم الدین بن مولوی حاجی محمد موسیٰ چھجڑو گوٹھ جھلو ضلع دادو سندھ میں ۱۹۴۱ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مدرسہ عین العلوم امینانی شریف (ضلع دادو) میں حضرت علامہ مفتی سید امیر محمد شاہ حسینی سے نصاب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے والد بھی علامہ امیر محمد شاہ کے شاگرد تھے۔

بیعت:

آپ غالباً اپنے استادِ محترم سید امیر محمد شاہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دست بیعت تھے۔

درس وتدریس: درس وتدریس کا آغاز مادرِ علمی سے کیا اس کے بعد کنری (ضلع عمر کوٹ) کے مدرسہ میں درس دیا۔ بعدازاں اپنے گوٹھ جھلو میں قیام کیا جہاں امامت، خطابت، درس وتدریس اور فتویٰ نویسی جیسی علمی خدمات سے تاحیات وابستہ رہے۔

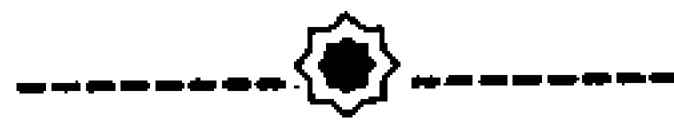
تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں فی الحال فتاویٰ کا علم ہوا ہے جو کہ مجموعہ کی صورت میں جمع ہے ترتیب وتدوین کا کام ابھی باقی ہے۔

شادی واولاد: آپ نے ایک شادی کی جس میں سے ایک ہی بیٹا تولد ہوا جو کہ والد کی مسند سنبھالے ہوئے ہیں۔

❁ مولانا قمر الدین چھجڑو

وصال: مفتی نجم الدین نے ۳۰، جمادی الاول ۱۴۲۳ھ/ ۱۱، اگست ۲۰۰۲ء بروز پیر بوقت دوپہر ۶۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (ڈاھاڈات دھنی ص ۲۰۰)

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے استاد محترم کے صاحبزادے مولانا سید نذیر احمد شاہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور جھلو میں تدفین ہوئی۔



مولانا مفتی نور محمد قاسمی

استاد العلماء مولانا نور محمد قاسمی بن فقیر لعل بخش دایو گوٹھ پرانہ آباد (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) میں ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۰ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم (ناظرہ قرآن) گوٹھ کی مسجد میں ملا محمود سے حاصل کی۔ ان دنوں گوٹھ انڑ آباد میں حاجی غلام قادر انڑ نے مدرسہ قائم کیا اور مولانا عبدالحیٔ مہر کو مدرس مقرر کیا۔ آپ نے ان سے فارسی "بہار دانش" تک پڑھی۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ یا ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۳۴۵ یا ۱۳۴۶ھ میں سندھ کی عظیم دینی وروحانی درسگاہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم درگاہ عالیہ مشوری شریف میں داخلہ لیا۔ وہیں ۸۔۹ سال تک عربی کی ابتدائی کتب سے لے کر آخر تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی دستار فضیلت درگاہ شریف کے سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر ہوئی تھی۔ جہاں تک یاد آرہا ہے آپ کے ساتھ دیگر کے علاوہ مولانا محمد عثمان مشوری مرحوم کی بھی دستار بندی ہوئی تھی۔ اس اہم موقعہ پر سراج الفقہاء، قطب دوران، استاد الاساتذہ، حضرت علامہ مفتی ابوالفیض غلام عمر جتوئی نور اللہ مرقدہ بھی جلوہ افروز تھے۔

بیعت: حضرت علامہ الحاج مفتی محمد قاسم مشوری نور اللہ مرقدہ کے دست پاک پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: آپ نے جب جامعہ عربیہ قاسم العلوم میں داخلہ لیا تھا اسی روز سے استاد محترم کے حکم سے فارسی کا درس دینا بھی شروع کیا تھا۔ بعد فراغت مادر علمی جامعہ عربیہ میں دو سال مدرس رہے۔ اس کے بعد استاد محترم کے حکم سے اپنے گوٹھ پرانہ آباد میں ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں مدرسہ قائم کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بیس پچیس سال کی درسی خدمات کے بعد باقرانی شہر میں مدرسہ قائم کیا اور وہاں بھی درس وتدریس کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا۔

سفر حرمین شریفین: ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں ماہ شعبان المعظم میں بحری جہاز میں بغداد شریف پہنچے، وہاں سرکار غوث اعظم، غوث الثقلین، محبوب سبحانی، قطب ربانی، پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل کی، سیدنا امام الائمہ، سید المجتھدین، سراج الامۃ، سید الاولیاء حضور امام اعظم ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ عنہ کے دربار مقدس کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے اس کے علاوہ دیگر مزارات مقدسہ کی حاضری کے بعد مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا، رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مدینہ منورہ پہنچے۔ وہیں شوال المعظم اور ذوالقعدہ دو ماہ قیام کرنے کے بعد ذوالحجہ میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر حج بیت اللہ ادا کیا اس کے بعد الخُبر پہنچے وہاں سے لانچ کے ذریعے بحرین اور وہاں سے کراچی بندرگاہ پہنچے۔ اس طرح محرم الحرام/ اگست کے ماہ میں لاڑکانہ واپس تشریف لائے۔

عادات وخصائل: مولانا الحاج نور محمد قاسمی متوکل فقیر، سادہ طبیعت، مالی پوزیشن کمزور اس کے باوجود درس وتدریس کا عمل بلا معاوضہ جاری رکھا۔ خوش مزاج، خوش الحان تھے، مرشد کریم کی محبت میں فنا تھے۔ شریعت مطہرہ کے پابند، خلوص وللٰہیت کی تصویر، بااخلاق، صابر وشاکر تھے۔ اپنے پیر ومرشد کی سوانح حیات پر سب سے پہلے غالباً انہوں نے قلم اٹھایا تھا جب فقیر راشدی قاسم ولایت پر کام کر رہا تھا ان دنوں چند اوراق نظر سے گذرے استفسار پر بتایا گیا کہ تحریر نور محمد کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مولانا، حضرت قبلہ عالم پر مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر وہ خاکہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

شادی واولاد: ۱۷، شوال ۱۳۵۸ھ کو باقرانی شہر (تحصیل ڈوکری) کے محمد ابراہیم دایو کی بیٹی سے آپ کا عقد ہوا۔ نکاح پیر ومرشد استاد محترم مخدوم ملت حضور قبلہ عالم نے پڑھایا۔ حضرت حافظ امام بخش سومرو علیہ الرحمۃ نے بھی شرکت فرمائی۔ ان کے بطن سے مولانا کو پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تولد ہوئیں۔ ان میں سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے 1- حافظ احمد 2- عبدالغفور کلرک دفتر سول ہسپتال لاڑکانہ،

حال حیات وصاحب اولاد ہیں، باقی اولاد تین بیٹے اور دو بیٹیاں بچپن میں انتقال کر گئے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی طویل فہرست ہے ان میں سے بعض کے نام معلوم ہو سکے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1- مولانا حافظ قمر الدین مغیری قاسمی سابق ڈسٹرکٹ خطیب لاڑکانہ۔ امام مسجد درگاہ حضرت عظیم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ لاڑکانہ

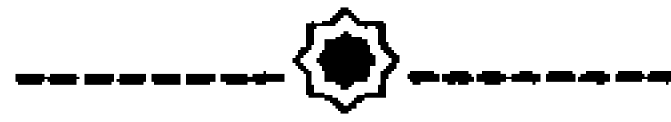
2- مولانا محمد ہاشم گوٹھ تھرڑی محبت

3- مولانا خان محمد پیرزادہ

4- مولانا عرض محمد (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۵۲۸)

وصال: مفتی الحاج نور محمد قاسمی نے ۳، جمادی الآخر ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۸ء بروز اتوار انتقال کیا۔ اسی روز بعد نماز مغرب حضرت قبلہ عالم سرکار مشوری قدس سرہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور اپنے دستور کے مطابق حضرت نے میت کی استقاط وچہل قدمی کی اور اس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا آخری آرامگاہ پرانہ آباد میں واقع ہے۔

[مولانا قمر الدین قاسمی کی عنایت سے مذکورہ مواد دستیاب ہوا، فقیر مولانا کا مشکور ہے]



علامہ سید نظام الدین ٹھٹھوی

"فتاویٰ عالمگیری" کے مؤلفین کی کمیٹی میں سے ایک سندھی عالم وفقیہ علامہ سید نظام الدین ٹھٹھوی بھی تھے۔ سلسلہ نسب یوں ہے:

سید نظام الدین بن سید نور محمد بن سید نظام الدین اول بن سید نور محمد بن سید شکر اللہ ثانی بن سید ظہیر الدین والاسلام عرف سید جادم اول بن علامہ قاضی سید شکر اللہ اول بن سید وجیہہ الدین بن سید نعمت اللہ بن سید عرب شاہ بن سید امیر نسیم الدین محمد المعروف بہ میرک شاہ بن امیر عطاء اللہ جمال الدین المحدث بن سید فضل اللہ بن سید میر عبد الرحمٰن بن سید عبد اللطیف حسینی انکی شیرازی۔

ان کے اجداد شیراز میں رہتے تھے بعد میں ہرات میں رہنے لگے۔ جہاں سے قاضی سید شکر اللہ اول بن سید وجیہہ الدین ۹۰۶ھ کو قندھار (افغانستان) تشریف لائے۔

قاضی سید شکر اللہ نے قندھار میں اکیس برس تک قیام کیا، اس کے بعد مرزا شہ بیگ ارغون کے ایما پر بسلسلہ تجارت ۱۹۲۷ء کو سندھ وارد ہوئے اور ٹھٹھہ میں قیام فرمایا۔ وہ صاحب علم وفضل ہونے کے علاوہ بڑے متقی وپرہیزگار تھے۔ مرزا شہ بیگ کے بعد جب مرزا شہ حسن ارغون آرائے سلطنت ہوا، اس

وقت قاضی صاحب کوٹھٹھہ (سندھ) کی مسند قضا پر فائز کیا تھا۔

مورخ سندھ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی رقمطراز ہیں:

''سید نظام الدین ثانی در فقہ اوفق انام در علوم اعلم کرام برآمدہ وبجذبہ طبع گرائیدہ، سوئے جہاں آباد شدہ، درفتاوی عالمگیری بسا مشکل حل سائر علماء کردہ از نظر بادشاہ بگذشت و استدعائے منصب کرد، بادشاہ مطابق ضابطہ کہ اہل فضل را باسم نوکری نخواندندی ازاں آبا فرمودہ تکلیف قبول معاش نمودہ سید رضا ندادہ عن قریب آنجا سفر آخرت گذید''۔

(تحفۃ الکرام فارسی، قلمی ص ۵۴۳)

ترجمہ: سید نظام الدین ثانی تمام علوم کے بڑے عالم تھے لیکن فقہ میں پلہ بھاری تھا۔ طبیعت میں جذب و حال طاری تھا (اس کا مطلب شریعت وطریقت کے جامع تھے) ٹھٹھہ سے منتقل ہو کر جہان آباد (ضلع دہلی) کو آباد کیا۔ اس دور میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی زیر نگرانی علماء کا بورڈ فقہ حنفیہ کا انسائیکلوپیڈیا یعنی "فتاویٰ عالمگیری" کے اہم کام میں مصروف تھے۔ انہوں نے سید صاحب سے علمی امداد چاہی آپ نے کئی مشکل مقامات پر لاینحل مسائل میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کے علمی مقام کا چرچہ بادشاہ تک پہنچا انہوں نے آپ کے علمی وروحانی مقام و مرتبہ کے پیش نظر عہدہ (منصب) قبول کرنے کی پیشکش کی لیکن آپ نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ نے وظیفہ قبول کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد جلد ہی (جہاں آباد میں) واصل باللہ ہوئے۔

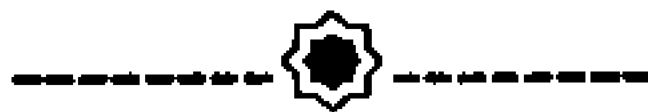
اولاد: آپ کے دو فرزند تھے:

1- ایک سید عرب شاہ 2- دوسرے سید احمد

سید عرب شاہ آخری زمانے میں مجذوب ہو گئے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ سید احمد کو ایک بیٹا سید عطاء اللہ ہوا جس نے شادی کی اور صاحب اولاد بھی ہوئے لیکن عین جوانی میں یہ بھی مجذوب ہو گئے۔

وصال: جیسا کہ تحفۃ الکرام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عہد عالمگیری میں علامہ سید نظام الدین ٹھٹھوی نے انتقال فرمایا۔ مزید معلومات تاریخ میں محفوظ نہیں۔

(ماخوذ: مقالات راشدی، سید حسام الدین راشدی مطبوعہ ۲۰۰۲ء)



مولانا سید محمد ناصر جلالی

دہلی (انڈیا) میں ایک درویش کامل، عالم باعمل گزرے ہیں، جن کا اسم گرامی عم محترم رسول اللہ

ﷺ کے نام نامی پر مخدوم سید حمزہ نقوی جلالی بخاری چشتی صابری تھا۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ، حضرت مخدوم جہانیاں گشت اور حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ (اوچ شریف، پنجاب) تھے۔ آپ، پیر طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور انہی کے ساتھ انگریز کے عہد میں ہند سے حرمین شریفین ہجرت کی۔

(سہ ماہی علم و عرفان اکتوبر ۱۹۷۰ء)

آپ کے بڑے صاحبزادے ناصر ملت، خطیب اہل سنت، نامور ادیب و شاعر علامہ سید محمد ناصر جلالی ناصر دہلوی تھے۔ مولانا ناصر ۱۸۸۷ء/۱۳۰۴ھ میں دہلی میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: فرنگی محل (لکھنو، بھارت) کے علماء سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی خانوادہ سے اکتساب علم و فیض کیا۔

پاکستان میں قیام: آپ دہلی سے ۲، دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان مستقل تشریف لے آئے۔ یہاں آنے کے بعد کتاب لکھی "فغان مہاجر" جس میں ان تمام مصائب و ظلم و ستم کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو پاکستان بنتے وقت ظہور پذیر ہوئے نیز ہندوؤں سکھوں کے بے پناہ مظالم حقیقی پیرائے میں بیان کئے۔ (تبرکات ناصر)

بیعت و خلافت: اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید حمزہ نقوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دست بیعت تھے اور انہیں کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جیلانیہ کچھوچھ شریف (فیض آباد، انڈیا) سے بھی چشتیہ نظامیہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی۔

خطاب لینے سے انکار: کنور ہندو بتاتے ہیں: انگریز گورنمنٹ نے خطاب دینا چاہا لیکن مولانا ناصر جلالی نے یہ کہہ کر خطاب لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے میں اسے خدمت سمجھتا رہا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ اس کا اجر مجھے اللہ تعالیٰ ضرور دے گا تو مجھے حکومت سے کیا لینا۔ (تبرکات ناصر ص ۲۱)

خطابت: آپ کا شمار ہندوستان کے نامور خطباء میں ہوتا ہے۔ آپ نے قیام پاکستان سے پہلے ہند میں اور بعد میں پاکستان کے تمام مقامات پر خطابت کے جوہر دکھائے۔

کنور بتاتے ہیں: ناصر جلالی ایسے شعلہ بیان مقرر تھے کہ ان کی تقریر کے انداز اور اظہار پر یہ شعر صادق آتا تھا کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا!
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ایسا لگتا تھا کہ شاعر نے یہ شعر ناصر جلالی ہی کے لئے کہا ہے ایک ایک لفظ جوان کے منہ سے نکلتا تھا دل پر اثر کرتا تھا۔ وہ صرف شعلہ بیان مقرر ہی نہیں تھے بلکہ ایک بڑے ادیب اور اچھے شاعر بھی تھے۔ (تبرکات ناصر)

کہتے ہیں دوست حضرت ناصر کی یاد میں
محفل میں آہ! رونق محفل نہیں رہا

تحریک پاکستان: تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء میں شرکت، مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کے لئے پرخلوص جدوجہد کی۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیت علماء پاکستان میں بھرپور کام کر کے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔

تصنیف وتالیف: آپ ہندوستان و پاکستان کے نامور جرائد و رسائل میں مضامین لکھا کرتے تھے اور نعتیہ کلام چھپتا رہا۔ اس کے علاوہ بھی کتابیں و کتابچے تحریر فرمائے لیکن ہماری ناقص معلومات میں نہ آسکے یا یوں کہئے اپنوں کی غفلت وسستی کی وجہ سے آپ کی شخصیت پر کام نہ ہو سکا جس کے سبب آپ کی تفصیلی سوانح دستیاب نہ ہو سکی۔ آپ سندھ آنے کے بعد مہاجر بن کر نہیں رہے بلکہ یہاں کے باشندے بن کے رہے سندھ سے خاص تعلق قائم کیا سندھی سیکھی اور سندھ کے علماء و مشائخ سے تعلقات کو مستحکم بنایا۔

- تفسیر۔ قرآن مجید کی سندھی زبان میں ترجمہ و تفسیر تحریر فرمائی، سندھ کے ایک نواب نے اشاعت فرمائی۔
- فغان مہاجر
- تبرکات ناصر۔ علامہ ناصر کے بھانجے کمال اظہر نے آپ کے کلام کو ترتیب دے کر ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔

صحافت: آپ نے کراچی سے ماہنامہ "اذان" کا اجراء کیا تھا۔ آپ اس میں فکر انگیز اداریے لکھتے تھے۔ قوم کو بیدار منظم و متحرک بنانے کے لئے بھرپور کوشش فرمائی۔ ۱۹۵۲ء کا اداریہ تبرکات ناصر میں محفوظ ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سید حامد جلالی نے اپنے بڑے بھائی کی یاد میں سہ ماہی علم و عرفان کراچی سے جاری فرمایا۔

شاعری:

جو ملتا نقش پا ان کا، جو ملتی خاک پا ان کی
اسے دل کا سکون کہتا اسے دل کی دوا کہتا

(ناصر)

مولانا ناصر جلالی کی شاعری حمد نعت و منقبت پر مشتمل ہے۔ وہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

سمجھتا اپنا رب کس کو کسے مشکل کشا کہتا
خدا کو تم نہ سمجھاتے تو میں کس کو خدا کہتا؟

ناصر کاسگنجوی رقمطراز ہیں: حضرت مولانا مردانہ حسن و وجاہت کا بڑا حسین مرقع تھے۔ وہ نامور عالم دین تو تھے ہی مگر مطالعہ کلام سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت تصوف و عشق کے دلدادہ و لذت چشیدہ بھی تھے۔ ان کی نعتیں میرے اس قول کی تائید کے لئے بہت کافی ہیں۔ مولانا محمد عربی ﷺ کے والہ و شیدا ضرور ہیں مگر اپنے مطلب اور اظہار جذبات میں دیوانہ بکار خویش ہشیار بھی ہیں۔ محبت کے بڑے بڑے نازک اور خوبصورت مقامات سے مولانا بہ آسانی گذر جاتے ہیں مثلاً میرے سامنے جو نعت شریف ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جو تاریخی پس منظر رکھتے ہیں:

ذمہ لیا دنیا کے بُرے اور بھلے کا
احسان ہے عالم پہ رسول عربی کا
میں نام محمد جو سنوں روح نکل جائے
یارب ہو عطا ذوق بلال حبشی کا
جھوما کروں میں ہند میں، طیبہ میں رہیں وہ
گر دل کو ملے کیف اویس قرنی کا

(تبرکات ناصر ص ۶)

غازی عبدالقیوم شہید: ایک متعصب ہندو کافر لعین نے نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی شان اقدس کی تنقیص میں کتاب "رنگیلا رسول" لکھ کر شائع کی۔ مولانا ناصر نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا، بڑے بڑے جلسوں میں اس کتاب کی سخت تنقید و تردید کی، اس کے علاوہ گستاخ رسول کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری فرمایا۔ آپ کے ہونہار شاگرد و مرید غازی عبدالقیوم شہید نے اس ہندو کو انگریز کی کورٹ میں واصل جہنم کیا۔ وہ خنجر آپ ہی نے انہیں عطا فرمایا تھا۔

سفر حرمین شریفین: ایک بار حرمین شریفین کا سفر کیا حج بیت اللہ اور روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

خلفاء: آپ کے خلفاء میں دو حضرات نامور ہیں:

- مولانا سید حامد جلالی نقوی سرپرست: سہ ماہی علم و عرفان کراچی
- مولانا سید مسعود احمد نقوی ازہری ایڈیٹر: سہ ماہی علم و عرفان کراچی

شادی واولاد: آپ نے پہلی شادی بنارس (انڈیا) میں ایک علمی گھرانے کی دختر سے کی جو خود بھی عالمہ تھیں۔ بعد میں اس سے علیحدگی ہوگئی۔ اس کے بعد دو نکاح اور کئے لیکن نرینہ اولاد نہ ہوئی۔

غوث اعظم سے عقیدت: مولانا ناصر، عاشق رسول، محب صحابہ، غلام اہل بیت اور خوشہ چیں غوث اعظم ہیں۔ آپ نے سرکار غوث اعظم، شیخ محی الدین، سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان میں منقبت کہی ہے۔ لیکن نہ معلوم "تبرکات ناصر" میں کیوں درج ہونے سے رہ گئی امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں شامل کی جائے گی اور مولانا کی تمام نگارشات کی ترتیب واشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔

محفل غوث میں حاضر ہیں عقیدت والے
پھول چنتے ہیں محبت کے محبت والے
خاک بوسی کے لئے آتے ہیں عزت والے
سر جھکاتے ہیں ترے در پہ حکومت والے
شاہ کونین کے دلبر ہیں علی کے فرزند
کون؟ وہ غوث زماں تاج شرافت والے
قدرتِ قادر قیوم کے مظہر ہیں وہ
کیوں نہ عالم میں وہ مشہور ہوں قدرت والے
کور باطن کو نظر خاک نہیں آسکتا
دیکھتے ہیں تیرے جلووں کو بصیرت والے
غوث اعظم کا رہے گا یوں ہی چرچا تا حشر
سر پٹکتے رہیں غصے میں عداوت والے
جائیں گے خلد میں جب ہم علم غوث کے ساتھ
کس قدر رشک سے دیکھیں گے ندامت والے
بگڑی بن جاتی ہے صدقہ میں تمہارے یاغوث
کیوں پکاریں نہ مصیبت میں مصیبت والے
دل سے جو ہیں شہ بغداد کی محفل میں شریک
ان پر رحمت ہے خدا کی وہ ہیں رحمت والے

تا درِ خلد جو پہنچیں گے تمہارے طالب
خیر مقدم کے لئے آئیں گے جنت والے

ہاں پلا دے مئے عرفاں کا کوئی جام انہیں
دیکھتے ہیں تجھے حسرت سے تیرے متوالے
ہم سیہ بخت غم ہجر سے روتے ہی رہے
لطف دیدار اٹھاتے رہے قسمت والے
نفس و شیطان کے بندوں سے غرض کیا ناصر
ہیں مخاطب میرے، عرفان کی دولت والے

(سہ ماہی علم وعرفان کراچی نومبر ۱۹۶۹ء ص ۳۰)

وصال: حضرت مولانا پیر سید ناصر جلالی نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳۱، دسمبر ۱۹۶۵ء بروز جمعہ کو ۸۷ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ مزار خاموش کالونی قبرستان لیاقت آباد کراچی میں واقع ہے۔ (علم وعرفان کراچی اکتوبر ۱۹۷۰ء)

جناب صابر براری نے قطعہ تاریخ یوں کہا:

کراچی کے مولانا ناصر جلالی
ہوئے آج دنیائے فانی سے رخصت
وہ فاضل تھے عربی کے اور فارسی کے
تھے سحر البیاں، بادشاہِ خطابت
تھے ماہنامہ آزاد کے بھی وہ بانی
ہوئی جس سے دین وادب کی اشاعت
کہو سر جدا کر کے ابجد کا "صابر"
یہ ناصر جلالی ہیں یہ باغ جنت
(۱۹۶۶ـ۱ء)

مولانا نسیم احمد دہلوی

مولانا نسیم احمد صاحب کے دادا جان مولانا حسن علی صاحب نے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالقادر سے علوم دینی کی تعلیم حاصل کی تھی اور دہلی میں فوت ہوئے۔ مولانا حسن علی کے بیٹے مولانا حبیب احمد تھے جو دہلی میں ۱۲۷۰ھ کو پیدا ہوئے۔ مولانا محمد کرامت اللہ دہلوی سے تکمیل علوم کے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرس دوئم ہوئے۔ بعد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ دہلی میں

آپ کا انتقال ہوا۔ مولانا حبیب احمد کے چار صاحبزادے 1- بشیر احمد، 2- مولانا نسیم احمد، 3- حافظ جمیل احمد اور 4- شفیق احمد ہوئے۔ بشیر احمد پہلے دہلی میں ملازم ہوئے، دہلی سے ملتان میں تبادلہ ہوا۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد دلی واپس چلے گئے۔ ملک کی تقسیم کے بعد ۱۹۴۷ء میں ملتان چلے گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔

حافظ جمیل احمد نقشہ نویس تھے۔ اسی کام میں زندگی بسر کی۔ شفیق احمد، مولانا مفتی مظہر اللہ دہلوی امام مسجد فتحپوری کے داماد تھے۔ اور یہ بھی نقشہ نویس تھے۔ یہ دونوں بھائی ملک کی تقسیم کے بعد ۱۹۴۷ء کو کراچی چلے گئے۔ وہیں شفیق احمد ۱۹۶۷ء اور حافظ جمیل احمد ۱۹۷۱ء کو انتقال کیا۔

تعلیم وتربیت: حضرت مولانا نسیم احمد نے قرآن حکیم اپنے والد ماجد مولانا مفتی حبیب احمد صاحب دہلوی سے حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ فتحپوری دہلی میں اپنے والد کی نگرانی میں پائی۔ دہلی سے لاہور چلے گئے تو وہاں ایک مقامی کالج میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے دہلی تشریف لے گئے تو آپ کے والد ماجد نے اپنی جگہ شاہی سنہری مسجد چاندنی چوک دہلی کی امامت آپ کے سپرد کر دی۔ مثنوی شریف کا درس آپ نے اپنے مرشد مولانا محمد کرامت اللہ خان سے لیا تھا۔

امامت وخطابت: اس سنہری مسجد کی امامت کا سلسلہ حافظ اسلام صاحب کے پردادا محمد معظم اور دادا حافظ عبدالرزاق کے زمانے سے چل رہا ہے۔ یہ حضرات اس مسجد کے امام رہے جو بعد میں مولانا مفتی حبیب احمد کو منتقل ہو گیا۔ مولانا حبیب احمد، حافظ اسلام کے پھوپھا تھے۔ حافظ اسلام پہاڑی املی کی ایک برج کی مسجد کے قریب رہتے تھے جہاں ان کا رہائشی مکان ہے۔ ان کے مکان کے نزدیک مولانا نسیم احمد کا مکان تھا عرصہ تک مولانا نے اس میں قیام کیا۔ آپ نے ایک برج کی مسجد میں ۳۰۔۳۵ سال تک محرم کے مہینے میں ۱۵، محرم تا ۲۵، محرم الحرام تک دس روز شہادت کا ذکر فرمایا۔ آپ سے پہلے اس مسجد میں حضرت مولانا قاری محمد کرامت اللہ دہلوی نے انہی دنوں میں عرصہ تک شہداء کربلا کا بیان فرمایا۔ ۱۹۴۷ء کے پرآشوب زمانہ میں مولانا نسیم احمد دہلی سے کراچی چلے گئے تو اس وقت سے حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی کے صاحبزادے مولانا مشرف احمد نے یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے جو آج تک جاری ہے۔

تاریخ: ایک برج کی مسجد ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۸ء سے قبل شاہی زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی جس میں ایک مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ میں تین مزار ہیں۔

1- ایک مزار حضرت شاہ محمد علی کا ہے۔

2- دوسرا ان کے بھائی حضرت اسد اللہ کا ہے

3- تیسری قبر زمین کے برابر ہوگئی ہے وہ نہ معلوم کس کی ہے غالباً شاہ صاحب کے کسی معتقد کی ہوگی۔

حضرت شاہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد وعظ و تلقین ہی رکھا تھا۔ آپ گجرات میں وعظ فرمایا کرتے تھے، گجرات کے صوبیدار چنیت سنگھ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ مع اپنے ساتھیوں کے دہلی چلے آئے تھے۔ یہاں آنے کے بعد چنیت سنگھ کے اشتعال دلانے اور غلط قسم کی اطلاع دینے پر فرخ سیر نے آپ کو قلعہ کی چوبی مسجد میں قید کر دیا تھا۔ بادشاہ کو اس ناشائستہ حرکت کرنے پر خواب میں عتاب ہوا۔ اس سے متاثر ہو کر بادشاہ فرخ سیر نے آپ کو آپ کے ساتھیوں سمیت فوراً باعزت رہا کر دیا۔ اس کے بعد آپ جامع مسجد دہلی میں رہنے لگے اور وہیں درس و تدریس اور وعظ کا سلسلہ جاری کیا۔ سیکڑوں لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر سیدھے راستے پر آئے۔ شاہ صاحب، عالمگیر ثانی کے مرشد بھی تھے۔ ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

بیعت و خلافت: سلسلہ صابریہ چشتیہ میں آپ حضرت مولانا محمد کرامت اللہ خان دہلوی کے دست بیعت ہوئے۔ اور بعد میں خلافت سے بھی نوازے گئے۔

شادی و اولاد: مولانا کرامت اللہ دہلوی کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ مولانا نے اپنی منجھلی صاحبزادی سے (اپنے مرید یعنی) آپ کا نکاح کر دیا تھا۔

تبلیغ و تدریس: ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء کو دہلی میں "انجمن موئید الاسلام" قائم ہوئی۔ جس کے بانی منشی کرم اللہ خان، مولانا عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی، حافظ عبدالغنی اور حافظ محمد اسحاق صاحبان وغیرہ تھے۔ اس انجمن کے مقاصد یتیم خانہ قائم کرنا، لڑکیوں اور لڑکوں کو تعلیم دلانا، نومسلموں کو تربیت دلانا اور اس کی نگرانی کرنا اور لاوارث مسلمان میتوں کو اپنے ہاتھوں دفنانا تھا۔ یہ انجمن، اسلام کی تبلیغ کے لئے مبلغ بھی رکھتی تھی، اس کام کے لئے مولانا نسیم احمد نے بھی خدمات انجام دیں۔ انہوں نے کافی عرصہ تک تبلیغ کا کام کیا۔ مبلغ کی حیثیت سے انجمن کی طرف سے آپ رنگون و برما وغیرہ میں بھی تشریف لے گئے تھے۔ والد صاحب کی علالت کی وجہ سے آپ نے باہر کے تبلیغی دورے منسوخ فرما دیئے اور دہلی تک تبلیغی کام محدود کر دیا اور مستقل طور پر سنہری مسجد کی امامت کی ذمے داری لے لی۔

مولانا محمد کرامت اللہ کے انتقال کے بعد چھوٹی مسجد بارہ ہندوراؤ میں مسلسل بیس سال تک بعد نماز فجر ترجمہ قرآن مجید اور مثنوی شریف کا درس دیتے رہے۔ آپ روزانہ بعد نماز عشاء مسجد نواب دوجانہ ہاؤس بازار مٹیا محل میں درس دیا کرتے تھے اور بعد نماز عصر شاہی مسجد سنہری چاندنی چوک متصل فوارہ اپنے حجرہ میں مخصوص حضرات 1- مولانا احمد غزالی جو بنگالی کوارٹر کی ایک اونچی مسجد میں مقیم تھے 2- دوسرے مولانا عبدالرحمٰن کاملی 3- اور مولانا عبدالحق کاملی وغیرہ کو مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا درس دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ دہلی میں سخت بیمار ہوئے تو آپ نے اپنے بھتیجے اور چھوٹے داماد مولانا حافظ شبیر

احمد دہلوی کو اپنی جگہ سنہری مسجد کی امامت سپرد کی تھی۔

۱۹۴۷ء کو پاکستان تشریف لے آئے، کراچی میں سکونت اختیار کی یہاں مارٹن روڈ پر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اس کا نام "موتی مسجد" رکھا اور وہاں تقریباً دس سال امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے اور خان صاحب محمد اشرف خانی کے ساتھ اس مسجد کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا۔

اس مسجد میں بھی بعد نماز فجر درس قرآن حکیم اور درس مثنوی شریف دیتے رہے۔ اس طرح ساری زندگی اسلام و سنیت کی تبلیغ، ترویج و اشاعت میں بسر فرمائی۔

وصال: انتقال سے ایک سال قبل آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ حکیم سید اشفاق احمد اشرفی نے علاج کیا۔ قدرے طبیعت سنبھلی۔ آپ نے پھر اس مسجد کی امامت کے فرائض اور درس کا کام شروع کر دیا، چھ ماہ بعد دوبارہ فالج کا حملہ ہوا۔ آپ اپنے بھتیجے اور چھوٹے داماد مولانا شبیر احمد دہلوی کے مکان پاکستان کوارٹرز چلے گئے۔ ڈاکٹر میجر حسن، ڈاکٹر عبدالصمد اور ڈاکٹر عبدالرحیم پراچہ وغیرہ نے آپ کا علاج کیا۔ کمزوری بے حد بڑھتی چلی گئی۔ بیماری کے ایام میں بھی مثنوی شریف کا مطالعہ کرتے رہے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے۔ آپ کی یکم ربیع الاول ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۷ء کو طبیعت قدرے زیادہ خراب ہوگئی۔ گیارہ اور بارہ ربیع الاول کی درمیانی شب صبح صادق چار بجے کر دس منٹ پر اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ خاموش کالونی (فردوس کالونی) کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

[علامہ جمیل احمد نعیمی صاحب نے مذکورہ حالات مہیا فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے]

مولانا نور احمد قاسمی

حضرت مولانا ابو عبدالغفار نور احمد قاسمی ملاح ۱۹۳۷ء میں رحیم کے گوٹھ (خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مولانا محمد انور لغاری سے حاصل کی۔ اس کے بعد استاد العلماء حضرت مولانا مفتی غلام محمد قاسمی لغاری (خیر پور ناتھن شاہ) سے تعلیم حاصل کی۔ مفتی صاحب نے حج بیت اللہ کیلئے سفر اختیار کیا تو آپ نے مولانا محمد اسحاق کھوڑاروکی جانب رجوع فرمایا، علم کی تڑپ نے آپ کو فارغ بیٹھنے نہ دیا، ان کی خدمت میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے سندھ کی نامور دینی درسگاہ "جامعہ عربیہ قاسم العلوم" درگاہ عالیہ حضرت مشوری شریف (لاڑکانہ) میں داخلہ لیا۔ فقیہ اعظم، تاج العارفین، بحر العلوم و الفیوض استاد الاساتذہ حضرت علامہ الحاج مفتی خواجہ محمد قاسم مشوری

قدس سرہ الاقدس کی خدمت عالیہ میں رہ کر علوم عقلیہ ونقلیہ میں تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ سلسلہ قادریہ راشدیہ میں حضرت قبلہ عالم، فقیہ اعظم سرکار مشوری قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت پوری عمر عزیز درس وتدریس میں صرف کی، بالکل سادہ، بناوٹ سے آزاد، نرم طبیعت، اخلاق حسنہ سے مزین، سراپا محبت وادیب تھے، سادات کرام کا نہایت احترام فرمایا کرتے تھے۔ رحیم کے گوٹھ، میانی کے گوٹھ (دادو)، خانپور، دادو شہر میں احمد خان سیال کی مسجد شریف میں، مدرسہ چراغ الاسلام بوبک (تحصیل سیوہن شریف)، کرمپور کے مدرسہ شمس العلوم قاسمیہ، مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ شہر اور درگاہ مرتضائیہ جیلانیہ گمبٹ وغیرہ مقامات پر درس وتدریس، امامت وخطابت کی خدمات انجام دیں اور عوام وخواص کو مستفیض کیا۔

آخر عمر میں خیر پور ناتھن شاہ (ضلع دادو) میں "مدرسہ انوار الہدیٰ قاسمیہ" اور مسجد شریف قائم فرمائی۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست میں سے تین نام معلوم ہوسکے جو کہ درج ذیل ہیں۔

- خلیفہ قاضی جمال اللہ — میانی کے گوٹھ
- حکیم عبداللطیف عباسی (نے بخاری وہدایہ پڑھی) — بوبک اسٹیشن
- مخدوم زادہ عبدالفتاح عباسی — بوبک اسٹیشن

اولاد: رب کریم نے آپ کو پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں ان میں سے تین بیٹے حافظ القرآن ایک بیٹا مولوی اور ایک بیٹی حافظ القرآن ہے۔

حرمین شریفین: ۱۹۸۰ء میں حکومت کے خرچہ پر حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت سے فیضیاب ہوئے۔

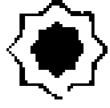
اوراد ووظائف: آپ اپنے پیرو مرشد سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے اور مرشد کریم سے نسبت پر ناز کرتے تھے اور ان کی تعلیمات پر زندگی گذارتے تھے اور ان کے بتائے گئے اوراد ووظائف، ذکر واذکار، تسبیح وتہلیل، حزب البحر اور دلائل الخیرات کا روزانہ پابندی سے ورد کرتے تھے۔

وصال: انتقال سے قبل خواب میں دیکھا کہ مرشد کریم، قبلہ عالم، فیض گنجور، حضرت سرکار مشوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا: بیٹا آپ کے وصال کیلئے محرم شریف کا مہینہ مقرر ہے"۔ اور ہوا بھی ویسا ہی ۱۸، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۹، جون ۱۹۹۴ء میں وصال ہوا۔

انتقال سے قبل مسجد شریف میں طلباء کو صرف کے صیغے یاد کرارہے تھے کہ اچانک دل میں درد ہوا علاج معالجہ سے افاقہ نہ ہوا اور تاریخ مذکورہ پر اس دنیا فانی سے عالم برزخ کی جانب رحلت فرمائی۔

آپ کی آخری آرام گاہ خیر پور ناتھن شاہ میں مدرسہ انوار الہدیٰ قاسمیہ کے متصل مسجد شریف کے احاطہ میں ہے۔ انتقال کے بعد اس طرح خواب میں نظر آئے کہ قبر میں سر جھکا کر بیٹھے ہیں اور تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

[حافظ عبدالغفار ملاح بن مولانا نور احمد قاسمی نے ۱۹۹۴ء میں سکندر علی چانڈیو کی تحریک پر مواد بھجوایا تھا اسی سے یہ مضمون ماخوذ ہے]



مولانا میاں نصیر الدین شہداد کوٹی

مولانا حافظ میاں نصیر الدین اول بن میاں عبدالحلیم ۱۲۹۸ھ کو گوٹھ کنڈو بلوچستان میں تولد ہوئے۔ حضرت غوث الزمان علامہ مفتی غلام صدیق شہداد کوٹی قدس سرہ الاقدس کے رشتہ میں بھانجے تھے۔

تعلیم و تربیت: میاں نصیر الدین، حضرت قبلہ شہداد کوٹی کے منظور نظر تھے، سعادت ابدی ان کی پیشانی سے عیاں تھی۔ بچپن ہی میں بہن سے اجازت لے کر انہیں کنڈو سے اپنے پاس بلوا لیا، خود تربیت فرمائی اور اپنی نگرانی میں تعلیم دلوائی۔ تعلیم کے لئے اپنے نامور شاگرد حضرت علامہ مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی کو بلوا کر درگاہ شریف پر مدرس مقرر کیا۔ میاں نصیر الدین انہیں سے درس نظامی مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

جانشینی: حضرت شہداد کوٹی نے اپنی زندگی میں میاں نصیر الدین کو جانشین مقرر کیا۔ فرمایا: "میری ظاہری باطنی وراثت کا وارث میاں نصیر الدین ہے۔" حضرت شہداد کوٹی کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت و خلیفہ مجاز تھے اس طرح درگاہ صدیقیہ کے آپ سجادہ نشین اول قرار پائے۔

درس و تدریس: آپ نے دربار صدیقیہ پر درس و تدریس، ارشاد و تلقین اور امامت و خطابت کے معمولات جاری رکھے۔ اس طرح بے شمار طلباء ظاہری و باطنی طور پر مستفیض ہوئے۔

عادات و خصائل: آپ عامل قرآن، عالم باعمل، شیخ باکمال اور شب خیز بزرگ تھے۔ اخلاق کریمانہ، سچائی سادگی کی تصویر، غریبوں یتیموں پر شفیق و مہربان تھے۔ شب و روز شریعت و طریقت کے فروغ میں بسر کئے۔ فقراء کو معرفت الٰہی کے اسباق پڑھائے۔ سنت و توکل کی تعلیم دی۔ آپ کی صحبت بافیض سے کئی بے دین، بے نمازی، چور، ڈاکو، بدعمل لوگ توبہ تائب ہو کر تہجد گذار اور پرہیزگار بن گئے۔

درس و تدریس کے بعد ختم قرآن حکیم اور درود شریف کے ورد میں مشغول رہتے تھے۔ دونوں

کاموں میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ فقراء کو بھی تلاوت قرآن کریم اور کثرت درود شریف کا حکم دیتے تھے۔ آپ تن تنہا تین کروڑ بار درود شریف کا عظیم تحفہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار مقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔

روزانہ رات کو تین بجے اٹھ جاتے، مسجد شریف میں تہجد کی نماز ادا کر کے، مرشد کریم کے مزار پرانوار کے پاس آ کر بیٹھتے، قرآن مجید، درود شریف کی تلاوت میں مصروف رہتے، اس کے بعد مراقبہ کرتے اور بعد میں نماز فجر کی امامت فرماتے۔ اس کے بعد اوراد و وظائف کا ورد، اس کے بعد اشراق کے نوافل ادا کر کے اپنی نشست سے اٹھتے تھے۔ یہ آپ کا روز کا معمول تھا۔

ہر ماہ کو دس ختم قرآن کا ثواب اپنے مرشد مربی کی روح مبارک کو بخشتے تھے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ کس قدر محنت و لگن سے تلاوت قرآن کرتے تھے۔

تعمیرات: آپ نے اپنے عہد میں درگاہ شریف پر کافی تعمیری کام کروائے مثلاً: زنانہ مقبروں کی دیواریں، مسجد شریف کا برآمدہ، کنواں (جو کہ لنگر خانہ میں واقع ہے) لکڑی کی چھت اور کمرے تعمیر کروائے۔ اس کے علاوہ درگاہ شریف کے باہر والی ٹنکی، درگاہ شریف اور مسجد شریف کے صحن کے فرش بھی آپ کی خدمات کی یادگار ہیں۔

وصال: حضرت مولانا حافظ میاں نصیر الدین اول نے ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء بروز بدھ وصال کیا۔ آپ کا مزار درگاہ صدیقیہ شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ میں واقع اور مرجع خلائق ہے۔

کئی بار فقراء سے حضرت خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی رحمۃ اللہ علیہ الباری نے خواب میں فرمایا:

"اگر مجھے راضی کرنا ہے تو پہلے میرے فرزند میاں نصیر الدین کو راضی کرو"۔

اس لئے فقراء سب سے پہلے آپ کو فاتحہ دیتے ہیں پھر آگے بڑھتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے میاں عبدالحلیم سجادہ نشین ہوئے۔ (ماخوذ: تجلیات صدیقیہ ص ۳۸)

مولانا نور اللہ ھیسبانی

مولانا میاں نور اللہ بن محمد ابراہیم ہیسبانی، گوٹھ بھا گودیرہ (تحصیل کنڈیارو) کے نزد سندھو دریا کے کنارے (لب مہران) اپنے آبائی گوٹھ "دیھ لدھو بشارت" میں ۱۹۰۳ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم اپنے گوٹھ کے نزد "سیال گوٹھ" میں حاصل کی۔ بچھری (ضلع نواب شاہ) کے عالم مولانا سید نور محمد شاہ کے پاس بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ

دارالفیوض گوٹھ کورسلیمان (تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ) میں داخلہ لے کر مولانا عبدالکریم کورائی کے پاس نصاب کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن جان سرہندی قدس سرہ (ٹکھڑ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: والد کے انتقال کے بعد آبائی گوٹھ کو ترک کر کے گوٹھ ٹھارو خان ہیسبانی (تحصیل کنڈیارو) میں رہائش اختیار کی، بعد میں یہ گوٹھ آپ کے نام "گوٹھ مولوی نوراللہ ہیسبانی" سے مشہور ہوا۔ مولانا قوم کی ترقی کا راز علم میں سمجھتے تھے اس لئے ساری زندگی علم کی روشنی کو پھیلانے اور جہالت کی تاریکی کو مٹانے میں بسر کی۔ ۱۹۳۴ء میں اپنے گوٹھ میں پرائمری سندھی اسکول کو منظور کروایا۔ بکھری، سامٹیہ، اور سیال جیسے دیہاتی پسماندہ گوٹھوں میں کئی برس درس دیا۔ ۱۹۶۷ء میں سیلاب سے متاثر ہو کر کنڈیارو شہر میں ہمیشہ کے لئے رہائش اختیار کی۔

۱۹۶۸ء میں کنڈیارو شہر میں ایک دینی درسگاہ "مدرسہ نورالاسلام" قائم کیا، جس کا سنگ بنیاد حضرت پیر عبداللہ جان سرہندی عرف آغا جان (ٹنڈو سائینداد) سے رکھوایا۔ جو کہ آج بھی قائم ہے اور مولانا کے لئے تاقیام صدقہ جاریہ ہے۔

تصنیف وتالیف: آپ کی کسی مستقل کتاب کا علم نہیں۔ البتہ لکھنے سے دلچسپی رکھتے تھے اور اسی دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ ٹریننگ کالج حیدرآباد سندھ کے مجلّہ "ملا مخزن" میں آپ کے مضامین چھپتے رہتے تھے۔ آپ نے کافی کتابوں کا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ لکھنا پڑھنا، درس وتدریس اور کتابوں کی خریداری آپ کے محبوب مشغلے تھے۔

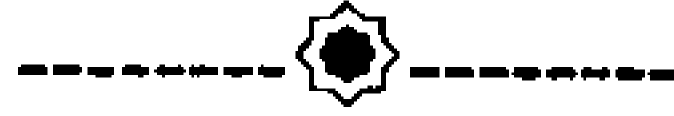
وصال: ۱۹۷۳ء کو مولانا نوراللہ ہیسبانی نے حج بیت اللہ و دیارِ حبیب ﷺ کی حاضری کے شرف سے مشرف ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں مولانا کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفن نصیب ہوا۔ اس طرح مولانا کی برسوں کی آرزو پوری ہوئی۔ مدینہ منورہ میں انتقال بتاتا ہے کہ وہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔

مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال اس شعر اور دعا کا مصداق بن گیا۔

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
(حدائق بخشش)

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں
مدفن میرا محبوب کے قدموں میں بنا دے

(ماخوذ: نواب شاہ تاریخی شہر اور شخصیات، ص ۱۳۹، مطبوعہ ۱۹۸۷ء، از: ڈاکٹر قریشی حامد علی)



مجاہد اہل سنت مولانا نصر اللہ برڑو

مولانا نصر اللہ برڑو، گوٹھ محمد صلاح برڑو (تحصیل شکار پور) میں ایک غریب کسان کے گھر ۱۹۴۶ء کو تولد ہوئے۔ دادا جان علی مراد برڑو نے "نصر اللہ" نام تجویز کیا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے گوٹھ کے مکتب سے کیا۔ اس کے بعد مولانا فضل احمد نقشبندی آپ کو عظیم دینی درسگاہ مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی شریف (تحصیل لاڑکانہ) میں داخل کروادیا۔ جہاں آپ نے عالم باعمل، صوفی باصفا حضرت مفتی محمد قاسم جتوئی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا محمد عیسیٰ سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دار العلوم غوثیہ رضویہ سکھر میں داخلہ حاصل کیا جہاں پر شیخ الحدیث مفتی محمد حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اہل سنت مولانا حبیب احمد نقشبندی (حال کوئٹہ) مولانا محمد ابراہیم سیالوی، مولانا منیر الزمان اور مولانا محمد یعقوب سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۹۷۰ء میں دار العلوم غوثیہ میں جلسہ ہوا جس میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔

بیعت: ۱۹۶۲ء کو پیر طریقت حضرت سید زین العابدین شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ درگاہ نورائی شریف (تحصیل ٹنڈو محمد خان) کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ واپس آئے اور امامت خطابت و تعلیم دین میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ کے دیرینہ دوست مولانا پروفیسر عبد الغفور سومرو مرحوم کی دعوت پر ان کی مسجد غوث اعظم شاہی باغ روڈ شکار پور میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ چند ماہ کے بعد آپ کے والد کی طبیعت علیل ہوگئی جس کے سبب انہیں سول ہسپتال لاڑکانہ داخل کرایا گیا وہاں والد کی خدمت میں پانچ ماہ صرف ہوئے۔ گوٹھ واپس پہنچے تو مسجد چھوٹ چکی تھی لیکن جلد ہی مولانا مفتی عبد الفتاح صدیقی مرحوم کی دعوت پر شکار پور تشریف لائے اور شکار پور کی مرکزی جامع مسجد لکھی در میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ مسجد محکمہ اوقاف میں ہونے کی وجہ سے مخالفین نے آپ کی سخت مخالفت کی اور اپنے امام کو کھڑا کرنے کا بھرپور زور لگایا لیکن اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور آپ تاحیات اس کے امام و خطیب رہے۔

مدرسہ کا قیام: آپ نے بعض احباب کے ساتھ مل کر شکار پور شہر میں درگاہ شریف حضرت حاجی سید عبد اللطیف شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ پلاٹ پر ۱۹۸۰ء میں "دار العلوم غوثیہ لطیفیہ" کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا حافظ قاری گل محمد قاسمی (لاڑکانہ) اور آپ نے مدرسہ میں درس

وتدریس کا آغاز کیا۔ شکار پور کو وہابیت کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور وہاں اہل سنت و جماعت کو کام کرنے میں بڑی رکاوٹیں پیش آتی تھیں، لیکن اس مرد مجاہد نے صبر و ہمت سے تمام مشکلات کا مقابلہ کیا اور استقامت وجہد مسلسل سے دین کا کام جاری رکھا۔ نہ مخالفین سے دبے نہ ان کے سامنے ہتھیار ڈالے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم کامیابی سے ہمکنار کیا۔ آج دار العلوم کی وسیع و عریض عمارت شکار پور شہر کے وسط میں بڑی شان سے کھڑی ہے جو کہ آپ کے خلوص اور انتھک محنت ولگن کا نتیجہ ہے۔

عادات وخصائل: مولانا ہمارے دوست تھے، ان کو قریب سے دیکھا، ساتھ تنظیمی کام کئے لاڑکانہ شکار پور کوئی دور نہیں قریب کے دو شہر ہیں۔ محبت ہو تو دوری نظر نہیں آتی۔ مولانا علم دوست، وعدے کے سچے، زبان کے پکے، وقت کی قدر و قیمت جانتے تھے اس لئے وقت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے، کام کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے، مستقل مزاج، پُر جوش لیکن باہوش، سادگی پسند، اخلاق ومحبت کے پیکر تھے۔ شکار پور میں کئی مساجد و مدارس کو قائم فرمایا۔ شکار پور میں جماعت اہل سنت پاکستان اور جمعیت علمائے پاکستان کا تنظیمی کام کیا، انجمن طلباء اسلام پاکستان کی شاخ قائم کی۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں سکھر شکار پور لاڑکانہ کے تمام نامور علماء اہل سنت و مشائخ اہل سنت کو مدعو فرماتے تھے، سب کے ساتھ رہتے اور سب کے ساتھ مل کر تنظیمی و مسلکی کام سرانجام دیتے تھے۔

سفر حرمین شریفین: ۱۹۹۷ء میں آپ نے حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

تلامذہ: آپ کے نامور تلامذہ درج ذیل ہیں:

- مولانا عبدالوہاب بروہی — کنا شاخ تحصیل ٹھل
- مولانا لے مٹھو پنہور — گڑھی یاسین
- مولانا عبدالرحمن پنہور — گڑھی یاسین
- مولانا عطاء اللہ ابڑو — ڈیرہ مراد جمالی (بلوچستان)

شادی واولاد: آپ نے دو شادیاں کی ان کے بطن سے تیرہ (۱۳) بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ چار بیٹے عالم دین، آپ کے شاگرد، آپ کے قائم کردہ مدرسہ کے فاضل اور آپ کے مشن کو جاری کئے ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یقیناً مولانا کی روح خوش ہوتی ہوگی۔ پانچ بیٹوں کے نام درج ذیل ہیں:

1- ابوالطاہر مولانا شفیق احمد قادری، سابق صدر انجمن طلباء اسلام، پاکستان

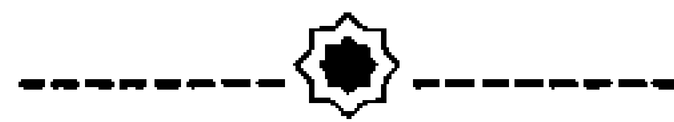
2- مولانا قاری محمد صدیق قادری

3- مولانا ابوالفضل لطف اللہ قادری

4- مولانا حبیب احمد قادری 5- حافظ محمد احمد قادری

وصال: مولانا نصر اللہ قادری کو سحری کے وقت پیٹ میں معمولی درد کی شکایت ہوئی اس کے بعد بلند آواز سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی صدائیں بلند کی اور اس دوران جسم سے روح پرواز کر گئی۔ ۳۰، ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۶، اپریل ۲۰۰۰ء بروز جمعرات ۵۴ سال کی عمر میں انتقال کیا اور اسی روز بعد نماز عصر صاحبزادے مولانا شفیق احمد کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ مجیدیہ تعلیم القرآن میں آخری آرامگاہ بنی۔

[مولانا شفیق احمد شکار پوری نے حافظ عبدالستار ابڑو کی وساطت سے مواد بھجوایا اسی سے مضمون ترتیب دیا گیا ہے]



مولانا نور محمد منگلو

مولانا نور محمد بن اللہ بخش منگلو بروز بدھ ۱۸۸۲ء کو گوٹھ منگلہ (تحصیل گمبٹ، ضلع خیر پور میرس سندھ) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم آبائی گوٹھ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ دارالفیض سونہ جتوئی میں داخل ہوئے اور سراج الفقہاء مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ سے استفادہ کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت:

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں پیر عبدالغفار صاحب سے بیعت تھے۔

درس و تدریس: زندگی بھر درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ کتب بینی کا انتہائی شوق تھا۔ جس کے سبب کافی تعداد میں کتابیں جمع کر لی تھیں۔ آج بھی چھ سات بوریاں کتابوں سے بھری ہوئی گھر کے ایک اسٹور نما جگہ میں بے یارو مددگار پڑی ہیں۔ افسوس اب ان کا کوئی قدردان نہ رہا۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی سے 1- عبدالحمید دوسری بیوی سے 2- خلیل الرحمٰن اور ایک بیٹی تولد ہوئی۔

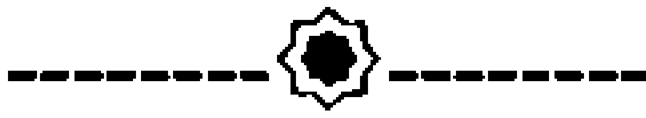
تلامذہ: آپ کے بعض شاگردوں کے نام:

1- مولوی محمد اسماعیل کھہڑو میرو واہن تحصیل گمبٹ

2-	مولوی حبیب اللہ رتڑ	ستابو تحصیل گمبٹ
3-	مولوی نور محمد رتڑ	نور پور تحصیل گمبٹ
4-	حافظ محمد یعقوب سولنگی	گوٹھ ابوبکر ماچھی تحصیل گمبٹ
5-	حافظ رشید احمد منگلو	گوٹھ منگلہ

وصال: مولانا نور محمد نے ۲۵، ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ/ ۳، مئی ۱۹۶۴ء کو ۸۲ سال کی عمر میں صبح سویرے انتقال کیا۔ آخری آرامگاہ گوٹھ منگلہ کی جامع مسجد کے احاطہ میں واقع ہے۔

[حاجی محمد جام منگلو، گوٹھ اگڑا تحصیل گمبٹ نے مواد مہیا کیا]



علامہ مفتی نبی بخش کولاچی

استاذ العلماء مولانا مفتی بخش کولاچی مٹھڑی (بلوچستان) کے ایک گوٹھ "حاجی" میں تولد ہوئے۔

نسب نامہ: قاضی نبی بخش بن قاضی عبدالعزیز بن قاضی غلام مصطفیٰ بن قاضی ملا محمد بن میاں عبدالرحیم بن حسن خان بن احمد خان بن قالو خان بن بھنبھا خان بن عبدالعزیز خان بن عبدالغفور خان بن عبدالستار خان بن محمد خان بن میر کلاچ خان بلوچ۔

آپ کے آباء و اجداد اصل میں شہر کولاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) کے تھے۔ آپ کے اجداد میں حسن خان، کولاچی سے نقل مکانی کر کے ناڑی (بلوچستان) میں مقیم ہوئے اور آپ کے پوتے مولانا محمد کو وہاں کا سرکاری قاضی مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد پورا خاندان قاضی کے خطاب سے مشہور ہوا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم بھاگ ناڑی میں مفتی ملا احمد سے (ملا احمد کا مفتی محمد ہاشم یاسینی سے مناظرہ ہوا تھا دیکھئے اسی کتاب کی ردیف ھ حالات مفتی ہاشم) سے حاصل کی اس کے بعد شہداد کوٹ کی عظیم دینی درسگاہ میں استاذ العلماء والفضلاء شیخ العلماء علامہ گل محمد شہداد کوٹی سے نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق امام العلماء، عاشق خیر الوری مفتی اعظم علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

علامہ ہمایونی کے معاصر اور آپ کے والد ماجد کے شاگرد ارشد شیخ کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن مجددی سکھر والے سے بھی مفتی نبی بخش نے استفادہ کیا تھا۔

بیعت: خاندانی روایت کے مطابق آپ سلسلہ عالیہ قادریہ سلطانیہ میں درگاہ محمد پور شریف (تحصیل پنو عاقل) کے سجادہ نشین میاں پیر بخش یا مولانا میاں غلام مصطفیٰ قادری سے دست بیعت تھے۔

(مولوی عبدالحق کولاچی، اوستہ محمد)

درس وتدریس: شیخ طریقت، حاتم وقت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ سوئم تخت دھنی علیہ رحمۃ اللہ الباری نے حضرت شیخ عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی (سکھر) سے ایک قابل قدر عالم دین طلب کیا۔ آپ نے اپنے قابل فخر شاگرد مولانا نبی بخش کو بھجوا دیا۔ آپ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں مدرس مقرر ہوئے۔ تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کے بھی فرائض انجام دیئے۔ کچھ عرصہ درگاہ شریف پر قیام کیا۔ اس کے بعد اوستہ ملا محمد کی استدعا پر بلوچستان واپس ہوئے اور اوستہ محمد میں مدرسہ قائم کیا اور پوری زندگی وہیں درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی سے وابستہ رہے۔ اوستہ محمد اصل شکار پور کے نجار (کارپینٹر) تھے۔ انہوں نے جمالی سرداروں کی زمینوں کو پانی دیا اور نیا شہر آباد کیا جو کہ آپ کے نام سے "اوستہ محمد" مشہور ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلے شہر میں جامع مسجد تعمیر کروائی جس کے پہلے امام وخطیب، مفتی نبی بخش مقرر ہوئے۔

قاضی عدالت: خان آف قلات (بلوچستان) کی طرف سے آپ نصیر آباد کے سرکاری قاضی اور سبی ضلع کے مفتی اعظم تھے۔

امام وخطیب:

جامع مسجد اوستہ محمد کے امام وخطیب تھے، جمعہ کو مدلل خطبہ دیتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا حلقہ وسیع تھا اور سندھ وبلوچستان میں پھیلا ہوا ہے:

- حضرت پیر سید علی گوہر شاہ ثانی المعروف پیر صاحب پگارہ چہارم
- حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی پیر صاحب پگارہ پنجم
- مولانا غلام مصطفیٰ کولاچی (برادر اصغر)
- مولوی عبدالوہاب کولاچی غیر مقلد وہابی (بھانجہ)
- مولوی غلام رسول شیخ بھاگ ناڑی (استاد: مولوی عبدالحکیم شاہل سدھایو، مولوی خوش محمد میروخانی)
- مولانا عطاء محمد کلہوڑو پنھوں وسایو (استاد: مولانا قمر الدین عطائی مہیسر)
- مولوی عنایت احمد خوش نویس بھاگ ناڑی

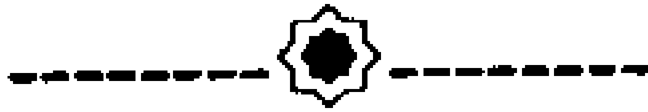
شاعری: محترم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے آپ کو "فارسی کا ادیب اور شاعر" لکھا ہے اور حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی کے صحبت یافتہ میں شمار کیا ہے۔

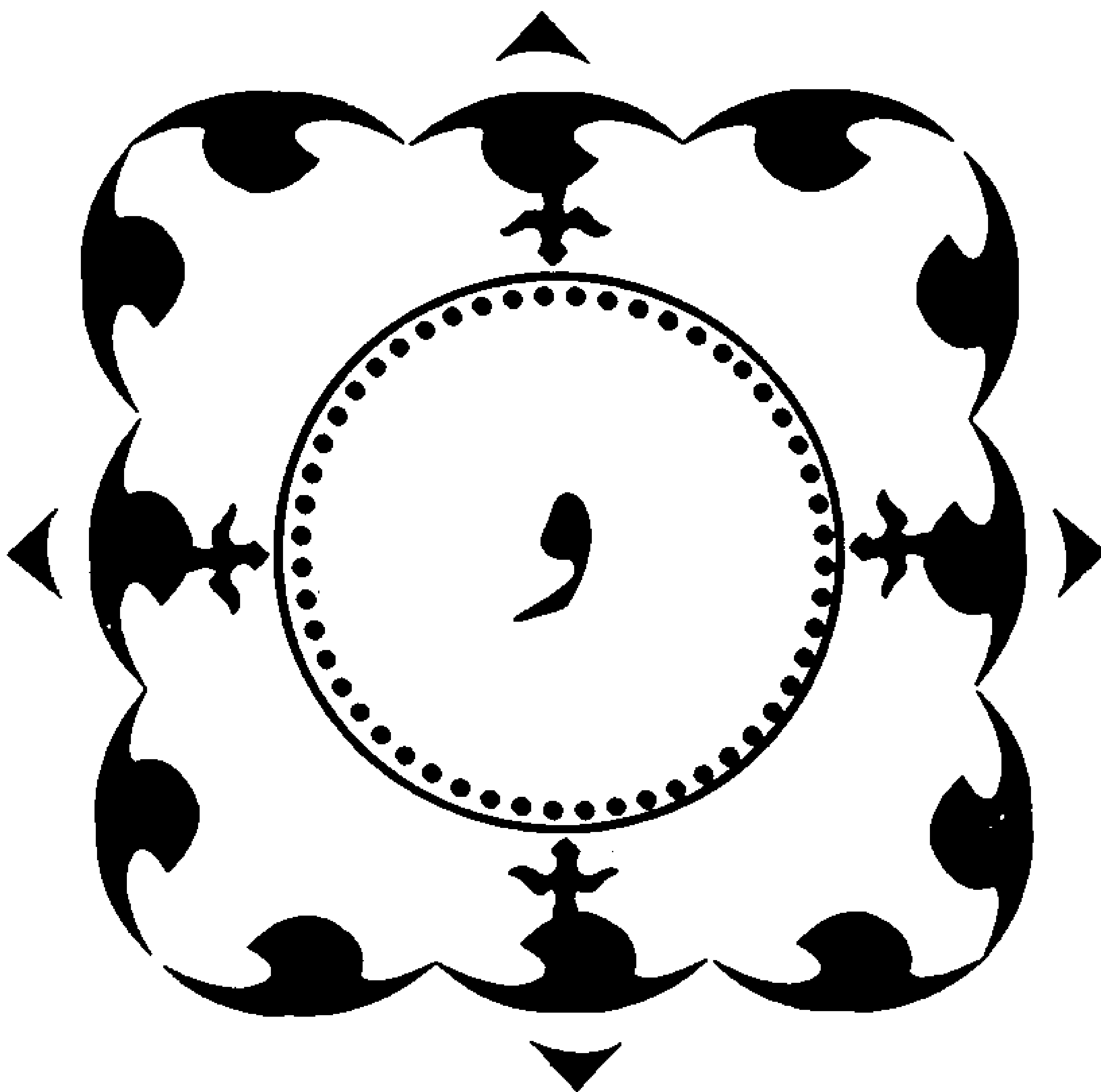
(دیوان مسکین، مقدمہ ص ۳۶ درگاہ شریف)

ہوسکتا ہے کہ مولانا نبی بخش کولاچی نے فارسی کے علاوہ سندھی سرائیکی بلوچی اور عربی میں بھی شاعری کی ہو کیوں کہ آپ علامہ ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بے مثال عالم، لاثانی شاعر اور عشق رسول میں غوطہ زن بزرگ کے شاگرد رشید تھے۔

وصال: مولانا مفتی نبی بخش کولاچی اوستہ محمد کے مدرسہ میں تاحیات درس وتدریس فتاویٰ نویسی اور جامع مسجد میں امامت وخطابت سے وابستہ رہے، اپنے پیغام کے ذریعے دلوں میں عشق رسول کی قندیلیں روشن کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء کو انتقال کیا۔

(الرحیم (سندھی) اپریل ۱۹۷۸ء، قاضی محمد ابراہیم کارڑائی)




و

مولانا قاضی ولی محمد ٹیاروی

مولانا قاضی ولی محمد بن علامہ قاضی عزیز اللہ ٹیاروی ایک اندازے کے مطابق ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کوٹیاروی میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: اپنے والد گرامی قدر سے تعلیم حاصل کی اوران کی نگرانی میں درسی نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: درگاہ لواری شریف کے سجادہ نشین چہارم خواجہ محمد حسن صدیقی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد پیر خانہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ مسند تدریس کی زینت رہے، زندگی بھراسی شغل سے وابستہ رہے۔ عالم، فاضل، متشرع، عابد شب بیدار اور اپنے مرشد کی محبت میں خود رفتہ تھے۔ اپنے مرشد سے سلوک کے اسباق بھی پڑھے تھے۔ اس کے علاوہ بہترین خوش نویس تھے۔ اسی خوشنویسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے من پسند کتابوں کو اپنے قلم سے نقل کر کے پیر خانہ کی لائبریری کی وقعت بڑھائی۔

تلامذہ: درگاہ لواری شریف کے سجادہ نشین پنجم خواجہ احمد زمان صدیقی آپ کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔

تصنیف وتالیف: اس سلسلہ میں آپ کی ایک کتاب سامنے آئی ہے:

❁ حکایات الصالحین (فارسی)

سندھ پر کلہوڑا عہد کے بعد میر ٹالپروں نے سندھ پر حکومت کی۔ اسی عہد میں ملا عبدالحکیم نے ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء کو کتاب حکایات الصالحین کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب میں اولیاء اللہ کی نصیحت افروز حکایات وکرامات سے پُر واقعات نقل ہیں اس لئے گھر گھر میں پڑھی جاتی تھیں۔ فارسی سرکاری زبان تھی اس لئے ہر ایک آسانی سے پڑھتا تھا۔ اس کتاب نے کردار سازی اور عمل صالح کے جذبہ کو اجاگر کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ انگریز سامراج کے عہد میں فارسی کا اثر ضائع ہونے لگا۔ فارسی کی جگہ انگریزی زبان سرکاری زبان قرار پائی۔ ان دنوں قاضی ولی محمد کے دل میں خیال آیا کہ اس کتاب کے اثر کو باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا سندھی میں ترجمہ کیا جائے۔ ایک طرف مصروف زندگی دوسری طرف اس خیال سے دل تڑپتا رہتا۔ اس لئے بالآخر فیصلہ کیا اور اس عظیم کتاب حکایات الصالحین کا فارسی سے سندھی نظم میں ترجمہ

کیا۔ اس کتاب کی مقبولیت کے پیشِ نظر حکومت سندھ نے ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء کو کراچی سے شائع کیا۔

بقول پروفیسر قاضی اسرار احمد کہ ہمارے بچپن میں ہماری نانی اماں (یعنی قاضی ولی محمد کی پوتی) حکایات الصالحین کا طویل سندھی نظم زبانی یاد سنایا کرتی تھیں۔

سفرِ حرمین شریفین: آپ نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں پہلا اور ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو دوسرا حج بیت اللہ ادا کیا اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول مقبول ﷺ کی حاضری و زیارت کی سعادت اپنے مرشد خواجہ صاحب کی رفاقت میں حاصل کی۔

اولاد: آپ کے دو بیٹے تھے، وہ بھی نامور عالم ہوگذرے ہیں۔

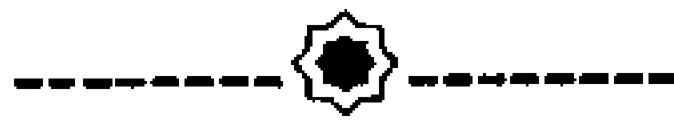
1- قاضی حافظ ابوالحسن ٹیاروی 2- مولانا قاضی محمد ذاکر ٹیاروی

وصال: قاضی ولی محمد ٹیاروی نے ایک اندازے کے مطابق ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو مدینہ منورہ مدینۃ الرسول میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

[محترم سائین بخش جونیجو (ڈوکری) کے قلمی سندھی مضمون سے ماخوذ ہے]

بقول شاعر:

عاشقو! عشق میں اتنا اثر پیدا کرو
معشوق خود مجبور ہو، تمہیں بلانے کے لئے



حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین قادری

مولانا مفتی محمد وقار الدین بن حافظ حمید الدین یکم جنوری ۱۹۱۵ء بمطابق ۱۴، صفر المظفر ۱۳۳۳ھ پیلی بھیت (انڈیا) میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اسکول کی ابتدائی تعلیم چوتھی کلاس تک اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پانچویں کلاس میں بریلی شریف کے اسکول میں داخلہ لیا۔ پانچویں کلاس کا امتحان ہوا تو ضلع بھر میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور انعام بھی ملا۔ آپ کے بے حد اصرار پر آپ کے والد صاحب نے آپ کو پیلی بھیت میں مدرسہ "آستانہ شیریہ" میں دینی تعلیم کے لئے داخل کروایا۔ اس مدرسہ میں آپ کے اساتذہ میں ایک مولانا حبیب الرحمٰن تھے جو کہ حضرت مولانا مفتی وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور دوسرے مولانا عبدالحق تھے جن کو اکثر کتابوں کی عبارات زبانی یاد تھیں۔ چار سال اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ ایک روز آپ کے استاد محترم مولانا حبیب الرحمٰن نے آپ کو

مشورہ دیا کہ مزید تعلیم کے لئے بریلی شریف چلے جائیں، چنانچہ مولانا حنیب الرحمٰن نے آپ کو خانقاہ رضویہ بریلی شریف کے مدرسہ "جامعہ رضویہ منظر الاسلام" میں داخلہ دلوایا۔ وہیں آپ نے صدر الشریعة مفتی امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) شیخ الحدیث علامہ سردار احمد فیصل آبادی، شیخ الحدیث علامہ تقدس علی خان رضوی، مولانا سردار علی خان رضوی، مولانا احسان الٰہی وغیرہ اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی۔ مفتی امجد علی اعظمی بریلی شریف سے ضلع علی گڑھ کے ایک گاؤں "دادوں" چلے گئے تو آپ بھی کچھ عرصہ کے بعد مزید تعلیم کے لئے صدر الشریعة کی خدمت میں دادوں حاضر ہوگئے اور مزید تین سال تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کیا اور اسی سال دستار بندی ہوئی۔

بیعت وخلافت: آپ بعد فراغت حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے خلافت سے نوازا۔

درس وتدریس: بعد فراغت منظر الاسلام بریلی شریف میں مدرس مقرر ہوئے اور ساتھ ہی ناظم تعلیمات کا عہدہ بھی سونپا گیا۔ اس طرح آپ تقریباً دس سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۵۴ء کو دار العلوم احمدیہ سنیہ چٹاگانگ (بنگال) میں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا۔ وہیں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اسلام وسنیت کی اشاعت فرماتے رہے۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے حالات زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے ۲۲، مارچ ۱۹۷۱ء کو پاکستان تشریف لائے۔ اور اسی سال کراچی میں اہل سنت وجماعت کی مرکزی درسگاہ دار العلوم امجدیہ میں ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ درس وتدریس کے ساتھ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے ذمہ تھی۔ آپ آخر تک دار العلوم امجدیہ سے وابستہ رہے اور تدریسی وفتاویٰ کی خدمات جلیلہ سرانجام دیتے رہے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے کیوں کہ آپ نے تین ملکوں کے تین مرکزی دار العلوم میں تدریس وفتاویٰ کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ چند تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

- مولانا افتخار احمد قادری مرحوم سابق شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ
- مولانا مفتی عبدالعزیز حنفی مدرس دار العلوم امجدیہ
- مولانا مفتی احمد میاں برکاتی، شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد، سندھ
- مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری شیخ الحدیث دار العلوم غوثیہ رضویہ سکھر

- مولانا عبدالحلیم ہزاروی مہتمم دارالعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی
- مولانا محمد شعیب قادری خطیب جامع مسجد گلفشاں بلاک نمبر ۴ گلستان مصطفیٰ فیڈرل بی ایریا کراچی

تصنیف وتالیف: مدرسہ کے انتظام و اصرام، درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیات کی بنا پر آپ کو تحریری کام کرنے کا موقعہ بہت کم ملا۔ ترجمان اہلسنت کراچی میں درس قرآن و درس حدیث کے عنوان میں چند مضامین شائع ہوئے۔

- وقار الفتاویٰ ۳ جلدیں مرتبہ مولانا محمد شعیب قادری وقاری
- مواعظ وقار الملت۔ مرتبہ مولانا محمد شعیب قادری وقاری
- حیات وقار الملت۔ مرتبہ مولانا محمد شعیب قادری وقاری

شادی واولاد: ۱۹۴۵ء میں ایک مذہبی گھرانے میں شادی کی۔ اس کے بطن سے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تولد ہوئیں جو کہ تمام شادی شدہ ہیں۔

1- جمیل وقار 2- مظہر وقار 3- نیر وقار 4- سرور وقار

اشاعت: بنگال میں اہل سنت و جماعت کی خوب اشاعت کی، عوام اہل سنت کو بیدار کیا، ہندو پاک سے بڑے بڑے علماء کو مدعو کر کے بڑی کانفرنسوں کا اہتمام کیا، عقائد اہل سنت کو علمی دلائل سے جلسوں میں پیش کیا اور مذاہب باطلہ کا کھل کر رد کیا۔ اس طرح عوام اہل سنت میں کتب بینی کا شوق پیدا ہوا اس لئے وہ ہندوستان سے علماء اہل سنت کی کتابیں منگوانے لگے، ڈھاکہ کے ایک مولانا صاحب نے اس تحریک سے متاثر ہو کر مفتی احمد یار خان نعیمی کی بعض کتابوں کا بنگالی میں ترجمہ کیا اور وہ کتب چھپ کر عام ہوئیں۔ دوسری طرف تدریس کے ذریعہ علماء تیار کر کے بنگال کو دیئے۔

وصال: وصال سے چند دن پہلے آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا، ہسپتال ہی میں طبیعت زیادہ بگڑی تو انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں منتقل کر دیا گیا۔ چند دن آپ ہسپتال میں رہے طبیعت کچھ سنبھلی تو ڈاکٹر نے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ ہسپتال سے گھر منتقل ہوگئے۔ تیسرے دن آپ نماز فجر کے لئے اٹھے، وضو فرما رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس طرح علم و عمل کا یہ آفتاب اپنی طویل ضیاء پاشیوں کے بعد غروب ہوگیا۔ آپ نے ۲۰، ربیع الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۹، ستمبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ بوقت نماز فجر اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

آپ کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عصر دارالعلوم امجدیہ کے متصل عالمگیر روڈ کی چورنگی پر مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب حنفی کی امامت میں ادا کی گئی۔ آپ کو دارالعلوم امجدیہ میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (ماخوذ: وقار الفتاوی جلد اول مطبوعہ ۱۹۹۷ء کراچی)

مفتی وارث بھٹو

مولانا مفتی محمد وارث بن والی ڈنہ بھٹو ۱۸۷۷ء کو بنگل دیرو ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مولانا خدا بخش بھٹو کے پاس رتو دیرو میں حاصل کی۔ اس کے علاوہ مولانا عبداللہ لاکھو بنگلہ دیرائی سے بھی بعض کتابیں سبقاً پڑھیں۔ آخر میں استاد العلماء مولانا عبداللہ نوناری کے پاس رتو دیرو میں نصابی کورس مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: مولانا عبداللہ نوناری (مدفون مسجد رتو دیرو) کو عارف کامل مفتی اعظم خواجہ غلام صدیق شہداد کوٹی اور مولانا مفتی محمد ہاشم یاسینی سے شرف تلمیذ حاصل تھا اور غالب گمان ہے کہ چشمہ شریف (ضلع کوئٹہ) کے حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ علامہ خادم حسین جتوئی، مولانا عبداللہ لاکھو بنگل دیرہ اور مفتی محمد وارث بھٹو آپ کے نامور شاگرد تھے۔ آپ صحیح العقیدہ سنی عالم دین اور لاولد تھے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۱۸ء کو رتو دیرو ضلع لاڑکانہ میں انتقال کیا۔ (راشدی)

ایک روایت کے مطابق مفتی وارث بھٹو اپنے استاد محترم مولانا عبداللہ نوناری سے دست بیعت تھے۔

درس و تدریس: بعد فراغت اپنے گوٹھ بنگل دیرہ میں ۱۹۱۳ء کو مدرسہ قائم کیا۔ جہاں سے درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور زندگی بھر اس عظیم مشغلہ سے وابستہ رہے۔

مولوی محمد عیسیٰ بھٹو (بنگل دیرو) نے ایک ملاقات میں فقیر راشدی کو بتایا کہ استاد محترم فتاویٰ نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور جو بھی فتویٰ تحریر فرماتے تھے وہ فقیہ الاعظم، غوث الزمان، بحر العلوم والفیوض حضرت علامہ مفتی محمد قاسم مشوری قدس سرہ الاقدس کی خدمت میں تصدیق کے لئے ضرور بھجواتے تھے اور زمانہ طالب علمی میں وہ خود بھی تصدیق کے لئے فتویٰ لے جایا کرتے تھے اور حضور تقریباً ہر فتویٰ پر تصدیق کی مہر ثبت فرماتے تھے۔

ان کے مسلک کے حوالہ سے ایک اور وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ۱۹۵۴ء کو بنگلہ دیرو میں ہونے والے مناظرہ میں مفتی وارث سنی علماء کے ساتھ تھے اور جندہ دیرو (ضلع لاڑکانہ) کے مشہور مناظرہ ۱۹۴۰ء میں بھی علماء اہل سنت کے ساتھ تھے۔ جس سے ان کا صحیح العقیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بنگلہ دیرو کے سنی مناظر علامہ محمد نواز اویسی تھے اور جندہ دیرو میں سنی مناظر شیخ الحدیث سلطان المناظرین علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں فقیر راقم راشدی غفرلہ کی کتاب "زین الایمان"۔ (سندھی)

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی کثیر جماعت میں سے ایک شاگرد مولوی محمد عیسیٰ بھٹو عرف بھورو (بنگل دیرو) کا نام خود ان کی زبانی معلوم ہوا۔ انہوں نے اپنے استاد محترم کے تفصیلی حالات دینے

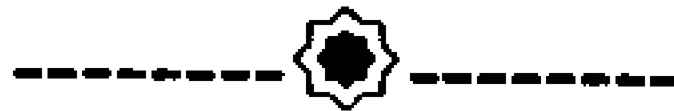
کے مکرر وعدے کئے لیکن تقریباً دو سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود وعدہ پورا نہیں کیا۔

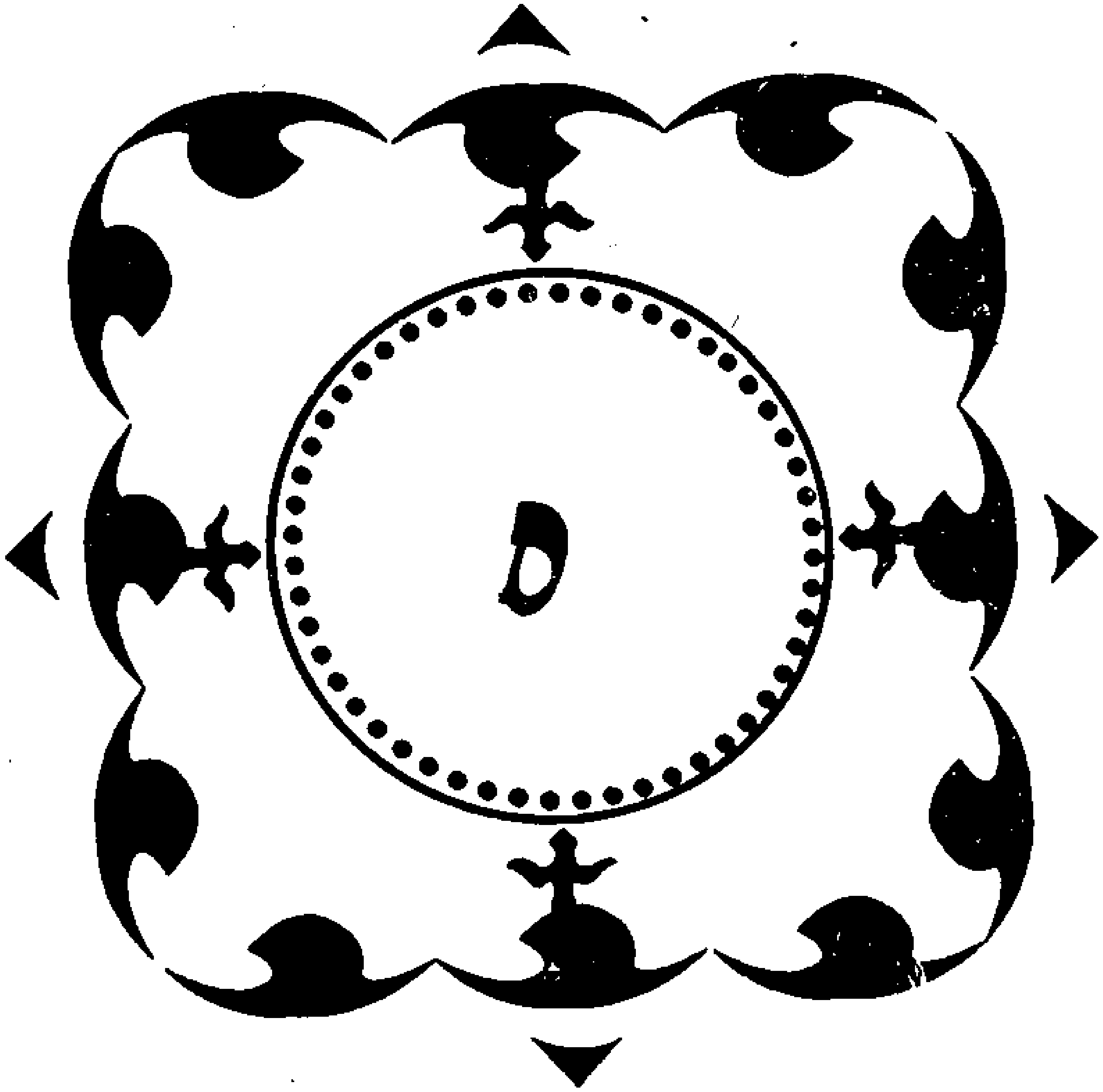
اولاد:

آپ کی اولاد میں سے ایک بیٹے مولوی حکیم سراج الدین بھٹو کا نام معلوم ہوسکا ہے۔

وصال: مولانا مفتی محمد وارث بھٹو نے بنگل دیرو (ضلع لاڑکانہ) میں ۱۹۷۷ء/۱۳۹۷ھ کو انتقال کیا۔ بنگل دیرہ کے عام قبرستان میں آپ کی مزار واقع ہے۔

[بعض حالات ڈاکٹر غلام علی صاحب سے معلوم ہوئے، مزید حالات درج کرکے مضمون ترتیب دیا گیا]





قاضی ہدایت اللہ "مشتاق" ٹیاروی

سندھی زبان کے نامور انشا پرداز مولانا قاضی ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید صدیقی ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو مردم خیز شہر ٹیاری (ضلع حیدر آباد) میں تولد ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ مخدوم فیروز ٹھٹوی مکہ مکرمہ میں ۸۷۵ھ کو تولد ہوئے اور ۹۰۱ھ کو جام نظام الدین سمہ کے عہد حکومت میں سندھ تشریف لے آئے اور یہیں زندگی رشد وہدایت میں بسر کی آخر انتقال کیا اور مکلی میں مدفون ہوئے۔
(سندھ کی تاریخی کتب تحفۃ الکرام اور معیار سالکان طریقت وغیرہ میں آپ کا ذکر خیر درج ہے)

قاضی مشتاق کا ۳۶ ویں پشت میں نسب کا سلسلہ **امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، جانشین مصطفی،** یار غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صدیقی ہیں نہ کہ میمن، جیسا بعض نے گمان کیا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم ٹیاری میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مشہور ومعروف درسگاہ جامع مسجد مائی خیری حیدر آباد میں داخلہ لیا اور علامۃ الزمان حضرت مولانا محمد حسن قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی مدرسہ کے مدرس مولوی حاجی احمد بن فضل محمد ابڑو (لاڑکانہ والے) سے بھی استفادہ کیا۔

بیعت: ٹیاری (ضلع حیدر آباد) کے نامور نقشبندی بزرگ حضرت آغا عبدالرحیم فاروقی مجددی بن حضرت ضیاء الحق مجددی قندھاری کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور مرشد کے حالات ومناقب میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۲۲۷)

درس وتدریس: اپنے برادر اکبر قاضی عنایت اللہ "بیراگی" (متوفی ۱۳۲۲ھ) کے ساتھ ٹیاری کے محلہ باقی پوتا میں سخی شاہ وریل کی مسجد میں درس وتدریس سے وابستہ رہے۔

اولاد: آپ نے ایک شادی کی اس سے ایک بیٹی تولد ہوئی جس کا عقد اپنے چچازاد بھائی میاں عبدالباقی سے کیا۔ آپ کو نرینہ اولاد نہ تھی۔ (روز نامہ سندھو حیدر آباد ۲۱ ستمبر ۱۹۹۲ء)

تصنیف وتالیف: قاضی مشتاق انشاء پرداز، مصنف، شاعر، کاتب، امام مسجد، مدرس تھے۔ لیکن انہوں نے زیادہ شہرت سندھی ادیب وشاعر کی حیثیت سے حاصل کی اور یہ ہی ان کا دل پسند محبوب شعبہ تھا۔

- **ھدایۃ الانشاء** (سندھی) ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء کو تحریر کیا۔ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو ۱۹۷۲ء

- مناقب حضرت پیر آغا صاحب ۞ خلاصة المناقب
- مقامات الصوفية الطريقة القادريه۔ عربی نسخہ مطبوعہ بغداد شریف کا سندھی ترجمہ کیا۔
- گنج حیدری۔ حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے مناقب بزبان سندھی
- مناقب غوثیہ۔ سرکار غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب بزبان سندھی
- بیاض مشتاق
- خطبات مشتاق (سندھی) جمعہ کے خطبات سندھی نظم میں
- مناقب السادات (سندھی)
- کواکب السعادات فی شرح مناقب السادات (سندھی) ۷ جلدیں
- دیوان مشتاق۔ حمد، نعت، مناجات، مدح، منقبت، قصیدہ، سلام وغیرہ پر مشتمل ہے۔

آپ کے تلامذہ میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

تلامذہ: حاجی سید محمد شاہ، سید مولاڈنہ شاہ، سید صالح محمد شاہ، سید فضل علی شاہ، سید ٹھارو شاہ، سید محمد نعیم شاہ، سید علی اصغر شاہ، سید علی اکبر شاہ، سید زین العابدین شاہ، سید علی محمد شاہ، میاں مولوی عزیز اللہ، حافظ حکیم محمد صالح میمن ٹیاروی وغیرہ

سفر حرمین شریفین: قاضی مشتاق جوانی میں حاجی سیڈ میراول شاہ کیساتھ حجاز مقدس گئے وہاں مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا۔ اس عرصہ میں غالباً دو حج کئے۔ گذر اوقات کیلئے کسی پریس میں کتابت کرتے تھے۔

(ماخوذ: مضمون نگار، محبوب علی سمون ٹیاروی، روزنامہ ہلال پاکستان کراچی، ۲۸، جون ۱۹۹۶ء)

حرف آخر: بعض لوگ حب اہل بیت کا نہ صرف دعویٰ کرتے ہیں بلکہ مبلغ و ترجمان بھی کہلاتے ہیں۔ لیکن وہ بغض معاویہ کے بغیر حب اہل بیت مکمل نہیں سمجھتے۔ حقیقت میں یہ ان کی بھول ہے۔ اہل سنت و جماعت کا نظریہ جو کہ اول سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے وہ یہ ہے کہ ایک آنکھ اہل بیت اور دوسری آنکھ صحابہ کرام کو سمجھنا چاہئے۔ یہی سچے سنی کی پہچان ہے۔ بعض لوگ حب اہل بیت کا پرچار کرتے ہیں لیکن ان کے دل بغض صحابہ کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں ایسے حضرات اہل سنت و جماعت کہلوا کر اہل سنت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

قاضی مشتاق صاحب اسی انتشار کا سبب بنیں۔ انہوں نے "مناقب السادات" کتاب بظاہر حب اہل بیت میں لکھی لیکن حقیقت میں خال المؤمنین، کاتب وحی، صحابی رسول حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کئے مختلف الزامات کی بوچھار کردی۔ سندھ کے علماء اہل

سنت نے انہیں سمجھایا لیکن انھوں نے ایک کی نہ سنی۔ ان کے اساتذہ نے انہیں تنبیہ کی لیکن ضد و ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، اسی ضد میں "کواکب السعادات فی شرح مناقب السادات" ۷ جلدوں میں چھپوا کر منظر عام پر لائے۔ علماء اہل سنت نے بروقت اس کا نوٹس لیا اور رئیس العلماء، استاد الفضلاء، فقیہ الاعظم، بدر طریقت حضرت علامہ مفتی مخدوم حسن اللہ صدیقی قدس سرہ نے اس کے جواب میں مدرسہ دار الفیض سونہ جتوئی کی لائبریری میں بیٹھ کر ایک عظیم الشان شاہکار مدلل و مفصل کتاب "تحفۃ اولی الالباب فی رد علیٰ طاعن الاصحاب" تحریر فرمائی جو کہ قاضی مشتاق کے استاد مولانا احمد ابڑو کے نام سے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔

جس پر اس وقت کے اکابر علماء اہل سنت نے زبردست تائیدی و تصدیقی تقاریظ رقم فرمائیں جو کہ متن کے علاوہ چالیس (۴۰) صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان حضرات میں سے بعض کے اسماء گرامی یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کے علمی مقام و مرتبہ کے سبب اس کتاب کی عظمت و اہمیت کا اندازلگایا جا سکتا ہے۔

1- امام اہل سنت بحر العلوم شیخ طریقت علامہ مفتی عبد الغفور ہمایونی قدس سرہ
2- مخدوم اہل سنت مفتی اعظم علامہ مولانا مفتی ابو الفیض غلام عمر جتوئی قدس سرہ
3- شیخ الاسلام ترجمان اہل سنت علامہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی
4- سرمایہ اہل سنت شیخ الحدیث علامہ عبد الکریم درس مہتمم مدرسہ درسیہ صدر کراچی
5- جامع معقول و منقول استاد العلماء علامہ نذر محمد اندھڑ بھونگ شریف صادق آباد
6- شیخ طریقت حضرت مولانا مخدوم بصر الدین صدیقی سیوہن شریف ضلع دادو
7- مولانا مفتی عبد القیوم بختیار پوری مدرس مدرسہ ٹنڈو سائینداد ضلع حیدر آباد
8- حضرت مولانا محمد یعقوب گوٹھ خجک متصل سبی صوبہ بلوچستان
9- مولانا قاضی محمد عثمان قاضی سبی بلوچستان
10- استاد العلماء مولانا مفتی ابو الجمال خدا بخش ابڑو ضلع لاڑکانہ
11- مولانا مفتی ابو الفضل سید عباس شاہ راشدی درگاہ ٹھلاء شریف ضلع لاڑکانہ
12- مولانا محمد عثمان نورنگ زادہ معلم الفقہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی (مدفون کڑیو گھنور)
13- حضرت علامہ مولانا پیر غلام مجدد سرہندی فاروقی مٹیاروی
14- مولانا محمد عاقل العاقلی لاڑکانہ
15- مولانا عبد الرزاق بوبکائی، بوبک اسٹیشن تحصیل سیوہن ضلع دادو وغیرہ وغیرہ

اس اجتماعی و متفق علیہ فیصلہ کے باوجود وہ خاموش نہ ہوئے بلکہ اپنے اکابر علماء و اساتذہ کے

خلاف ایک رسالہ بنام "رد الهفوات" لکھ کر ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں شائع کیا۔

اس مسئلہ کو یہاں تفصیل سے لانے کا مقصد تاریخ کو درست رکھنا اور اصل مسئلہ کی حقیقت پر مبنی وضاحت ہے بعض حضرات جیسے جناب محبوب علی سمون نے اخبارات میں اس مسئلہ کو غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ "بغض معاویہ" کا مسئلہ اب سر نہ اٹھائے اس لئے کہ سندھ کے اکابر علماء اہل سنت نے متفقہ فیصلہ دے دیا اور یہ وہ علماء ہیں جن کے آج بھی سندھ بھر میں تلامذہ کی ایک فوج ظفر موج موجود ہے اور ان کا فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میرے خیال میں آج کا کوئی بھی سمجھ دار عالم گذشتہ اکابر علماء کے متفقہ فیصلہ کو چیلنج نہیں کرے گا۔ اور قاضی مشتاق بھی ان اکابر علماء کے سامنے طفل مکتب تھے لیکن انہوں نے خواہ مخواہ ضدیت اختیار کی۔ لیکن ان کی ضدیت کی وجہ سے ایک عظیم علمی تحقیقی اجتماعی و متفقہ تحریر سامنے آئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ (آمین)

اس مسئلہ کے متعلق سرکار غوث اعظم، محبوب سبحانی، شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ مسلمانوں کے نزدیک حرف آخر ہے۔ وہ یہاں نقل کیا جارہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اصلاح ہوگی وہ بغض معاویہ کے مرض میں مبتلا نہ ہوں گے۔ ذرا توجہ سے اس مسئلہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

> "حضرت علی کی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، ام المومنین حضرت عائشہ اور امیر معاویہ سے جنگ ہوئی تو امام احمد بن حنبل نے اس سلسلہ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام جھگڑوں اختلافات اور نزاعات کے بارے میں خاموش رہا جائے جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے کیوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کردے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہوکر امور خلافت حضرت امیر معاویہ کو سونپنے کے بعد ثابت و صحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہوگیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔"

امام حسن کے صلح کرنے سے امیر معاویہ کی خلافت واجب ہوگئی۔ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہوگیا اور سب نے امیر معاویہ سے رجوع کرلیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا۔

امیر معاویہ کی خلافت کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: "میرے بعد ۳۵، ۳۶ یا ۳۷ سال اسلام کی چکی گھومے گی۔" چکی سے مراد دین کی قوت ہے۔ تیس سال سے اوپر کی جو پنج سالہ مدت ہے وہ امیر معاویہ کی مدت خلافت میں آتی ہے۔ (یہ خلافت ۳ سال

چند ماہ باقی رہی) تیس سال تو حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر پورے ہو گئے۔

اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہے ان سے زبان کو روکا جائے۔ اس میں بحث و گفتگو نہ کی جائے۔ صحابہ کرام کی بدگوئی سے زبان کو بند رکھا جائے۔ ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے باہمی اختلافی معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے۔ ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو تم زبان روکو (یعنی کسی کو برا نہ کہو) حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں: "میرے صحابہ کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچائے رکھو" (یعنی کسی کو برا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص بھی احد (پہاڑ) کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کر دے گا جب بھی صحابہ کے ایک مد بلکہ آدھے مد کا بھی ثواب نہیں پا سکے گا"۔

ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔ (غنیۃ الطالبین مترجم ص ۱۶۵ تا ۱۶۸ مطبوعہ کراچی)

❁ اس سلسلہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی قدس سرہ النورانی کی ایک حکایت نقل کر رہا ہوں اس امید پر کہ ہدایت کا سامان مہیا کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ایک سید طالب علم کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے لڑے مجھے ان سے بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نفرت اور بدظنی تھی۔ ایک روز میں " مکتوبات احمدیہ " (امام ربانی) کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ان میں یہ لکھا دیکھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرات شیخین (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) رضی اللہ عنہما کی شتم کرنے والے جو حد لگاتے تھے۔ وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر شتم کرنے والے (بدزبانی کرنے والے) پر جاری کرتے تھے۔ میں نے یہ نقل دیکھ کر غصہ کی حالت میں کہا کہ یہ کیسی بے مزہ نقل ہے جو اس مرد (امام ربانی) نے یہاں ذکر کی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے مکتوبات امام ربانی کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا۔

خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ (امام ربانی) غصہ کی حالت میں آئے اور اپنے ہاتھوں سے میرے دونوں کان پکڑ کر فرمانے لگے: "اے طفل نادان! تو بھی ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اسے زمین پر پھینکتا ہے۔ اگر تو میرے قول کو معتبر نہیں سمجھتا تو آ تجھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کے پاس لے چلوں۔ جن کی خاطر تو ان کے بھائیوں یعنی صحابہ کرام کو برا کہتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ (امام ربانی) مجھے کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے اور مجھے اس باغ کے کنارے پر ٹھہرا کر خود ایک محل کی طرف جو اس باغ میں نظر آ رہا تھا چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نہایت نورانی صورت بزرگ تشریف

فرمایا ہیں حضرت شیخ نے بڑی تواضع سے ان کو سلام کہا، وہ بھی بڑی خوشی سے آپ کو ملے...... کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ نے اٹھ کر مجھے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ یہ بزرگ جو بیٹھے ہوئے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ سنو! کیا فرماتے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے زبان گوہر افشاں سے فرمایا:

خبردار! حضرت پیغمبر ﷺ کے اصحاب سے کوئی کدورت دل میں نہ رکھو اور ان کی ملامت زبان پر نہ لاؤ۔ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی (صحابہ) کہ کن نیک نیتوں سے ہمارے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ اور حضرت شیخ کا نام لے کر فرمایا: ''ان کی تحریر سے ہرگز سر نہ پھیرنا''۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مطبوعہ گجرات)

صحابی کا مقام و مرتبہ تمام دنیا جہاں کے اولیاء اللہ سے بلند و بالا و اعلیٰ ہے۔ اس لئے ضد و ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کے فرامین و ارشادات کو حق و سچ سمجھ کر دل کے یقین کے ساتھ ماننا چاہئے، اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی ہے۔

مذکورہ بیانات کے علاوہ عارف کامل مولانا رومی قدس سرہ السامی نے ''مثنوی شریف'' میں، امام الاولیاء حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ النورانی نے ''کشف المحجوب'' میں اور امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد روضے دھنی قدس سرہ الاقدس نے ''ملفوظات شریف'' میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کمالات و کرامات بیان کی ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ ''امیر معاویہ'' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گجرات کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

قاضی مشتاق اور امام احمد رضا بریلوی:

یہ حالات مکمل کرنے کے کافی دن بعد ذہن میں خیال آیا کہ وہ سندھی عالم جنہوں نے ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھی ہے ان کا بھی تو نام ہدایت اللہ ہے کہیں ایک تو نہیں ابھی جیسے ان کی تقریظ دیکھی تو نام مع ولدیت و مذہب ایک نظر آیا، نزہۃ الخواطر نے ٹیاری لکھا ہے اس حوالے سے مولد اً بھی ایک ہی ہے اور جو سن لکھا ہے وہ بھی کچھ فرق سے ہے اور ہو سکتا ہے یہی سن درست ہو۔ اس حوالے سے کافی مماثلت ہے اور قادری اس لئے لکھا ہے ہو سکتا ہے انہیں قادری سلسلہ میں بھی خلافت حاصل ہو باقی رہا بکری اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ بہر حال تمام تحقیق کو درج کیا جا رہا ہے۔

مولانا ہدایت اللہ نے تقریظ میں اپنا نام اس طرح رقم کیا ہے:

''ھدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری نسباً،

والحنفي مذهباً والقادري مشرباً"۔

یعنی ان کے والد کا نام محمود جد کریم کا نام محمد سعید، علاقہ وزبان سندھی، خاندان بکری، مذہب حنفی اور سلسلہ طریقت قادریہ رکھتے تھے۔ یہ مختلف تعارف انہوں نے اپنی تقریظ کے دستخط میں کرایا۔

قاضی ہدایت اللہ نے امام احمد رضا خان بریلوی کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف "الدولة المكية بالمادة الغيبيه" کا جب مطالعہ کیا تو اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، چنانچہ آپ نے اس عربی تصنیف پر آٹھ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں تقریظ رقم فرمائی جس میں امام احمد رضا کی جہاں پذیرائی کی وہیں آپ نے امام احمد رضا کو "مجدد دین وملت" بھی تسلیم کیا۔

آپ نے یہ تقریظ مدینہ منورہ میں ۱۴، ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء کو لکھی تھی۔ اس پوری تقریظ کا عربی عکس اور اس کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی تالیف "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں دیا ہے۔ یہاں اردو ترجمہ کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے:

"بندہ ضعیف جب ۹، محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارت روضہ مبارکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہہ شریف میں جامع الفضائل و الخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجدد ماۃ حاضرہ، موید ملۃ طاہرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ شیخ احمد رضا خان حنفی قادری کی تالیف میں "الدولة المكيه" کا ذکر کیا، میں عرصہ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا، یہ میری دیرینہ آرزو مولانا مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی، میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا، اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان وقلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق وتدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہوگیا کہ شنید، دید کی مانند نہیں۔

جو کچھ حضرت مؤلف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مؤلف علامہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد وبغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل مرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے۔

(ترجمہ: علامہ مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹوی، امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۱۷۳، ادارہ مسعودیہ کراچی)

ہندوستانی کتاب سے مختصر حالات معلوم ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

"شیخ ہدایت اللہ بن محمود حنفی ٹیاروی سندھی ۱۲۸۱ھ کو حیدرآباد سندھ کے گوٹھ ٹیاری شریف میں تولد ہوئے۔ آپ نے ابتدائی کتب (برادر اکبر) مولانا عنایت اللہ بن محمود اور مولانا محمد علی ٹیاروی سے پڑھیں۔ فقہ وحدیث کی کتب مولانا ولی محمد ملا کاتیار سے پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے جہاں "مدرسہ صولتیہ" میں مولانا عبدالسبحان سے ہدایہ شریف پڑھی اور سند حدیث شیخ

عبدالحق الہ آبادی ثم مکی (مصنف الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم) اور کئی علماء سے حاصل کی۔

آپ نے کئی حج کئے اور کئی رسائل بھی تصنیف کئے جس میں سے چار رسائل عربی زبان میں بھی لکھے۔ آپ کی تاریخ وفات کا سراغ نہیں مل سکا۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۸ص ۵۲۲ مطبوعہ کراچی بحوالہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۴ء)

وصال: قاضی ہدایت اللہ مشتاق نے یکم ربیع الآخر ۱۳۵۴ھ بمطابق ۲۱، جون ۱۹۳۵ء کو ۶۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ وصیت کے مطابق بڑے بھائی قاضی عنایت اللہ کی قبر کے برابر میں پیر تخی سید رکن الدین شاہ بادشاہ کے قبرستان ٹیاری میں دفن کئے گئے۔

(سندھی انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ ۱۹۹۰ء میمن عبدالغفور سندھی)

علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی

فاضل متبحر علامہ سید محمد ہاشم فاضل شمسی بن سید محمد قاسم ۹، رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۲ اگست ۱۹۱۴ء کو محلہ چاند پورہ، موضع کاندھیا (صوبہ بہار، بھارت) میں تولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے سیدنا امام علی نقی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت: تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے کیا پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (بھارت) میں داخل ہوئے، جہاں آپ کے چچا مولانا سید معین الدین زیر تعلیم تھے اور نصاب کے آخری مرحلہ میں تھے۔ آپ مدرسہ میں ممتاز طلباء میں شمار کئے جاتے تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کا نصاب تعلیم پندرہ سال پر محیط تھا، جسے فاضل شمسی نے گیارہ سال میں مکمل کرلیا۔ پھر پٹنہ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ مادر علمی کی نسبت سے "فاضل شمسی" کہلائے۔ آپ نے تحصیل علم کے لئے جن علماء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا وہ سب علم دین کے بحر بیکراں تھے مثلاً مولانا سید عبیداللہ قادری، مولانا محمد سہول بھاگلپوری۔ مولانا دیانت حسین۔ ملک العلماء علامہ ظفر الدین محدث بہاری (صاحب صحیح البہاری) وغیرہ (انوار حدیث، المرکز الاسلامی کراچی)

درس و تدریس: ابتداً مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد ضلع گیا صوبہ بہار میں عربی ادب اور حدیث کے استاذ مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں مادر علمی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تفسیر و حدیث کی تدریس کی مسند پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں مشہور زمانہ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں ماہر

مخطوطات اور ریسرچ کیٹلاگ کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں اسی عہدے پر مامور ہوئے۔

۱۹۴۸ء میں کلکتہ سے پاکستان تشریف لے کر آئے اور حیدرآباد سندھ میں پراونشل لائبریری اور میوزیم کی بنیاد رکھی اور ۱۹۶۹ء تک اس سے وابستہ رہے۔ اسی عرصہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں "شیخ التصوف" کی حیثیت سے مقرر کئے گئے، ابھی چھ ماہ ہی گذرے تھے کہ حکومت سندھ نے آپ کو واپس لائبریری میں بلوالیا کیوں کہ لائبریری کے انتظامی معاملات بہت دگرگوں ہو رہے تھے۔ دسمبر ۱۹۶۹ء کو آپ نے لائبریری سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

۱۹۵۹ء میں آپ ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے وابستہ ہوئے جہاں آپ نے محفل "درس قرآن" کا سلسلہ شروع کیا اور پانچ پاروں کی تفسیر پیش کی۔ لائبریری سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۷۰ء کو مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی آپ کو اپنے مدرسہ دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد میں بحیثیت "شیخ الحدیث" لے گئے، جہاں آپ نے چار سال تک درس حدیث دیا۔ بعد ازاں ۱۹۷۴ء کو علیمیہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (المعروف جامعہ علیمیہ المرکز الاسلامی) شمالی ناظم آباد کراچی تشریف لے گئے اور لیگل ایڈوائزر کی حیثیت سے تاحیات وابستہ رہے۔ یہیں سے جاری ہونے والے انگریزی ماہنامہ "دی منارٹ" کے ایڈیٹوریل بورڈ سے بھی منسلک رہے۔

۱۹۸۱ء کو گورنر سندھ نے آپ کو سندھ یونیورسٹی اور سنڈیکیٹ کا ممبر نامزد کیا۔

شادی و اولاد: ۱۹۴۷ء کو رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے تولد ہوئے۔

1- سید محمد عبدالرحمٰن شمسی
2- سید محمد عبدالرب شمسی مرحوم
3- سید محمد منور احمد شمسی مرحوم

امامت و خطابت: فاضل شمسی کم و بیش پچیس سال (۲۵) حیدرآباد کی نئی عیدگاہ کے خطیب و امام رہے۔ جس دوران ہزاروں لوگ آپ کی تقریر کے ذریعے علوم دینیہ سے مستفیض ہوئے۔ جن دنوں کراچی تشریف لائے تو جامع مسجد المرکز الاسلامی میں جمعہ کے دن ان کی تقریر مختلف عنوان پر خطبہ سے قبل ہوتی تھی۔ پھر اپنے عربی خطبہ میں مضمون سے متعلق، خصوصی نکات کو قرآن و حدیث کی اسناد کے ساتھ عربی میں پیش کرتے اور اس برجستگی اور عام فہم انداز میں کہ دونوں زبانوں سے واقف طلباء اور حاضرین لطف اندوز اور مستفید ہوتے تھے۔ (انوار حدیث ص ۱۴)

تصنیف و تالیف: فاضل شمسی تحریر و تقریر دونوں میں صاحب کمال تھے۔ درج ذیل کتب و رسائل آپ کے یادگار اور صدقہ جاریہ ہیں اور بعض رسائل کئی بار چھپ کر عام ہوئے ہیں۔

- قرآن اور الہامی فیصلے
- توحید یا تثلیث (عیسائیوں کے نظریہ تین خدا کا رد) مطبوعہ جمعیت قادریہ سکھر طبع ثانی ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء
- اسلام کا آخری اور ابدی پیغام ہدایت
- اسلام میں نظام اطاعت
- اسلام ایک عملی مذہب ہے
- عالمگیر نبوت (حضور سب کے نبی ہیں)
- صلوٰۃ وسلام مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
- انوار حدیث مطبوعہ المرکز الاسلامی، کراچی
- اسلام میں دستور کی تلاش
- وثیقۂ خلافت
- جہاد وقتال
- ایصال ثواب
- بیمار قوم اور اس کا علاج
- سکون کا راستہ
- اقلیت واکثریت
- فلسفہ نماز
- شیطان کے فریب
- تلاش حق
- گناہ وتقدیر
- روسی راکٹ قرآن کی نظر میں
- عید قربان اور مسلمان
- تنشیط الاذھان یعنی تنقید حفظ الایمان (مولوی اشرف تھانوی کے کتابچہ کا رد شدید)
- اس کے علاوہ جدید انداز میں قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی جس میں عقلی دلائل سے بحث کی گئی۔ ابتدائی پانچ پاروں کی تفسیر آپ کی زندگی میں زیر طبع تھی۔ (عظمتوں کے پاسبان ص ۲۸۸)

اب صاحب ذوق کی ضرورت ہے جو کہ ان رسائل کو "مقالات فاضل شمسی" کے نام سے ترتیب دے کر جدید معیار کے مطابق شائع کرے۔

عادات وخصائل: فاضل شمسی کے متعلق خوشہ چین اہل علم کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ کی شخصیت کے مختلف گوشے نمایاں ہوں گے۔

مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب (لاہور) رقمطراز ہیں: "فاضل شمسی اپنے دور کے یگانہ روزگار فاضل تھے۔ قرآن وحدیث کا انہوں نے بہت ہی عمیق نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ انداز بیان منطقی اور معقولی تھا۔ تحریر وتقریر پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ان کا خطاب فاضلانہ اور علمی نکات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اہل علم تو ان کی گفتگو سے مسحور ہوتے ہی تھے۔ عوام الناس بھی ان کے خطاب سے فیض یاب ہوتے تھے۔ تحریر میں بھی منطقی استدلال سے کام لیتے اور عقلی دلائل کے ساتھ سلسلہ کلام اس طرح آگے بڑھاتے کہ قاری پر محویت طاری ہو جاتی۔ اول سے آخر تک مربوط اور مسلسل گفتگو کرتے کیا مجال کہ کسی

جگہ جھول محسوس ہو یا غیر ضروری تفصیل سے واسطہ پڑے۔(عظمتوں کے پاسبان)

پروفیسر ڈاکٹر علامہ حامد حسن بلگرامی مرحوم (صاحب تفسیر فیوض القرآن) رقمطراز ہیں:

مجھے مولانا سے شرف نیاز اس زمانہ میں حاصل ہوا جب مجھے جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی تشکیل کا کام سپرد ہوا اور حضرت مولانا شمسی کو جامعہ میں بطور صدر شعبہ تصوف و اخلاق کی دعوت حکومت کی جانب سے پیش کرنے کا موقعہ ملا۔

حضرت مولانا نے ہماری استدعا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے ساتھ اقامت گاہ میں رہنا قبول فرمایا۔ ادارے کی غرض یہ تھی کہ حضرت مولانا کی ذاتی خوبیوں سے جس میں علم کے ساتھ انکسار، تواضع، ایثار، حلم اور محبت کی فراوانی ہے، طلباء کو اس سے متاثر ہونے کا موقع ملے۔ حضرت مولانا کے اقامت گاہ میں قیام کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ طلباء کو ان سے کس درجہ لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور علوم دینیہ تفسیر، حدیث، علم کلام، فقہ، تقابل ادیان، ادب وغیرہ ہر شعبہ سے متعلق کتب پر ان کو کتنا عبور ہے۔ جامعہ کی شہادت عالیہ اور تخصص (B.A-M.A) کے طلباء اپنے اپنے مضامین کی کتب لے کر ان کے پاس حاضر ہوتے اور وہ بے تکلف ان کی مشکلات حل کرتے رہے۔ ہر چند اس کا اثر ان کی صحت پر پڑ رہا تھا لیکن کبھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہ آیا۔

مولانا کے تبحر علمی کی ایسی ہی مثالیں حیدرآباد کے ان جلسوں میں دیکھنے میں آئیں جن کا انعقاد مسیحی مشن کے جواب میں "تعلیم فروغ دین" کے تحت کیا جاتا۔ بے شمار لوگ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ان پر سوالات کی یلغار کاغذ پر لکھ کر کرتے اور حضرت مولانا بے تکلفی سے نہایت جامع اور مختصر انداز سے ان کا جواب دیتے جاتے۔ حضرت مولانا سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ جب بھی انہیں کسی میلاد شریف میں تقریر کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اپنے سامعین سے خود دریافت فرماتے ہیں کہ کس عنوان پر کچھ سننا پسند فرمائیں گے پھر اس عنوان پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اسناد کے ساتھ جس بے تکلفی اور قادر کلامی سے وہ تقریر فرماتے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔ (انوار حدیث ص ۱۳)

محترم سید منیر احمد (حیدرآباد، سندھ) فاضل شمسی کے حالات زندگی پر کام کر رہے ہیں وہ رقمطراز ہیں:

آپ کو لطیف آباد (حیدرآباد) میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات بارہ روز سے زائد کا اعزاز حاصل کرنے والی تنظیم انجمن شیدایان رسول کے قیام تا حیات سرپرستی حاصل رہی۔ آپ اس کے روح رواں تھے۔ آپ کو عید میلاد کی سالانہ تقریبات کے انتظامات کے سلسلے میں بڑی فکر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے آپ نے انجمن کے عہدے داران کے سامنے یہ پیش کش رکھی کہ اگر وسائل میسر نہ آئیں تو پریشان نہ ہوں میرا بنگلہ فروخت کر کے عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات ضرور منعقد کرنے کا اہتمام کر

لیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ مالی وسائل کا بندوبست ہو گیا اور عید میلاد کی تقریبات میں کسی قسم کا تعطل نہیں ہوا۔

(روزنامہ خفیہ حیدرآباد۔ مئی ۱۹۹۷ء)

اقتباسات: مولانا کی تصانیف سے چند اقتباسات بغرض استفادہ عام کے لئے یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان چھ ورقی پمفلٹ مین تین مسائل پر گفتگو کی تھی۔

1- سجدہ تعظیمی 2- طواف قبور 3- علم غیب

حضرت فاضل شمسی نے رسالہ "تنشیط الاذھان" میں ان تینوں مسائل پر گفتگو کی ہے اور حفظ الایمان پر مناظرانہ انداز میں نہیں بلکہ خالص علمی اور تحقیقی انداز میں تنقید کی ہے۔ اپنی گفتگو کا انداز متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ (علم غیب) کو اپنی دینی بصیرت اور قرآن و سنت کی مدد سے حل کریں اور استدلال میں لغزشیں دوسروں سے ہوئی اور ہماری نگاہ وہاں تک پہنچ گئی ہے، ان غلطیوں کو طالب حق کی حیثیت سے ظاہر کر دیں۔ اس سے دوسروں کو یہ فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ نزاعی مسائل میں اعتدال کی راہ معلوم ہو جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اہم مسائل میں بھی لب ولہجہ کے تشدد سے کس طرح اجتناب کیا جا سکتا ہے ہماری یہ تحریر ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے"۔

(تنشیط الاذھان ص ۲۲)

تنقید کا انداز بھی ملاحظہ ہو، "طواف قبور" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

اس مسئلہ کے سلسلہ میں مولانا (تھانوی) نے نقطہ اول ہی سے قلم کو غلط سمت دوڑایا ہے اور آخر تک یہ توسن بے لگام اسی راہ پر دوڑتا چلا گیا اور تھک ہار کر جہاں رکا تو معلوم ہوا کہ ساری دوادوش (دوڑ دھوپ) کے نتیجہ میں بھی منزل غلط ملی، حدیث سے استدلال بھی غلط، شاہ ولی اللہ کے ارشاد کی توضیح بھی غلط اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی بے محل فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے ذریعے نقص غلط، کرامت واستدراج کی بحث فضول اور قول الجمیل سے کشف وقائع کا حوالہ بے کار وغیرہ وغیرہ۔ اھ

(تنشیط الاذھان ص ۱۷ بحوالہ عظمتوں کے پاسبان)

ایک دوسرے مقام پر عیسائیوں کے "تین خداؤں کے نظریہ" کی خبر لیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" تین خداؤں کو ماننا اصل میں آریہ مذہب کا عقیدہ ہے۔ ہندو، یونانی اور مصری تین خداؤں کے قائل تھے۔ مصری تو خدائی خاندان باپ بیٹا اور ماں کی تصویریں بنا کر پوجتے تھے۔ سامی و عبرانی قومیں جن میں بنی اسرائیل اور ان کی دونوں شاخیں یہودی اور عیسائی ہیں ایک خدا کو مانتی رہیں۔ پرانے

عہد نامے میں ہر نبی کا اعلان یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو اور انہی نبیوں کی زبانی خدائے واحد نے یہ بھی کہا کہ جو کوئی کسی کو خدا کا ساتھی اور شریک بنائے گا اور ان کی عبادت کرے گا۔ ان کے نام کی قربانیاں، نذر اور تپاون دے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر میں مبتلا ہوگا۔ آریہ قومیں مفرک ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر دیا۔ بنی اسرائیل بھی جب کبھی مشرکوں کی دیکھا دیکھی میں دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تو ان پر خدا کا عذاب آتا۔ وحدانیت کا یہی عقیدہ مسیح علیہ السلام نے بھی دنیا کو سکھایا۔ نہ پرانے نبیوں کی تعلیم میں تین خدائی (تثلیث) عقیدہ ہے اور نہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کی زبانی تثلیث کی تعلیم ہے بلکہ ان کے بعض جملوں کو توڑ مروڑ کر بعد والوں نے قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساڑھے تین سو سال بعد ہوا تثلیث کا عقیدہ گھڑا اور انجیل کے ان دو معنی والے لفظوں کو تثلیث کے لئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اشارہ سمجھا حالانکہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے صاف اور واضح طور پر وحدانیت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ان سے پہلے تمام نبیوں نے جن کا ذکر بائبل میں ہے ایک خدا کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ پرانے عہد ناموں اور قدیم نبیوں کو غلط ٹھہرا کر ان کو بے دین و گمراہ کہا جائے۔

قرآن مجید بھی تمام نبیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی زبانی وحدانیت کی تعلیم کی صاف خبر دیتا ہے۔ لہٰذا خدا کے بارے میں جو عقیدہ شروع سے آج تک تمام نبیوں کا متفقہ عقیدہ رہا ہے۔ اس کو قسطنطین کے دباؤ اور حواریوں کی طرف منسوب جھوٹے بیانات کی وجہ سے ٹھکرا دیا گیا اور تثلیث کی بھول بھلیوں میں پڑ کر عیسائیوں نے مذہب اور عقل کا گلا گھونٹ دیا...... صحیح حقیقت یہ ہے کہ اصلی انجیل مسیح علیہ السلام کے بعد گم ہوگئی۔ مسیح کے پیروکار کسمپرسی میں پڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ آریائی قوموں نے جن کا بہت بڑا تمدنی مرکز یونان تھا، قصہ کہانی کے طور پر لوگوں سے سن سنا کر اپنی زبان میں مسیح کے حالات جمع کئے اور اس طرح ایک انجیل کی بہت سی انجیلیں بن گئیں جو مختلف راویوں کے نام سے منسوب ہیں اور ان کے بیانات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جس زبان میں انجیل کا پیغام سنایا ان کے حواریوں نے جس زبان میں انجیل کے پیغام کو دھرایا دنیا میں اس اصلی زبان میں انجیل ناپید ہے۔

آج جو کچھ بھی ہے وہ محض لوگوں کی زبانی قصے کہانیاں جو یادداشت سے بیان کی گئیں اور ترجمہ در ترجمہ ہو کر شائع ہوئیں۔ سب سے پرانی انجیل یونانی زبان میں جو زبان عیسیٰ مسیح کی نہیں تھی بلکہ یونانی آریوں نے اپنے خیال کے تحت جمع کیا ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوتی ہوئی موجودہ انجیل ہے۔ (توحید یا تثلیث ص ۶ مطبوعہ جمعیت قادریہ سکھر طبع ثانی ۱۳۸۷ھ)

وصال: یکتائے روزگار فاضل مولانا سید محمد ہاشم فاضل شمسی یکم محرم الحرام ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۵، اگست ۱۹۸۸ء بروز پیر کراچی میں رحلت فرما گئے علامہ مفتی قاری محبوب رضا خان رضوی (سابق رئیس دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ کراچی) نے المرکز الاسلامی میں نماز جنازہ پڑھائی اور حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۹ میر فضل ٹاؤن سے متصل قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔

[حوالہ جات کے علاوہ مواد محترم سید منیر احمد صاحب حیدرآباد سے پروفیسر شاہ انجم بخاری صاحب کے توسل سے موصول ہوا، فقیر دونوں کرم فرماؤں کا مشکور ہے]

مولانا ہادی حسن نعیمی

خطیب اسلام مولانا محمد ہادی حسن نعیمی بن صوفی مسافر علی ایوبی انصاری غیاث پور ضلع چھپرا صوبہ بہار (انڈیا) میں تولد ہوئے۔ اور ضلع ہگلی (بنگال) میں زمینداری کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم کلکتہ ۲۴ پرگنہ جگدل کی جامع مسجد میں مولانا عبدالستار ہاشمی سے حاصل کی، پھر یوپی اور بہار کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لیا، جہاں صدر الافاضل، مفسر قرآن، نعیم ملت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت: آپ سلسلہ قادریہ اشرفیہ میں حضرت صدر الافاضل سے بیعت ہوئے اور ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کے قیام کے دوران حضرت پیر مولانا عبدالسلام نقشبندی سے متاثر ہوئے تو ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

اولاد: آپ کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔

1- مولانا محمد مظاہر حسن ایوبی نعیمی خطیب جامع مسجد ایئر پورٹ

3- مختار حسن 3- مرغوب حسن 4- منظور حسنین

5- حکیم محمد اختر الحسنین عطاری، مالک قادری دواخانہ، اسٹار گیٹ شاہراہ فیصل، کراچی

تحریک پاکستان: آپ نے تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا، قیام پاکستان کی تحریک کو مضبوط بنانے کیلئے ملک گیر دورے کئے، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی صدا گھر گھر پہنچانے کے لئے تن من دھن کی قربانیاں دیں۔ آپ کی انہی قربانیوں کے پیش نظر آپکو ۲۴ پرگنہ کے مسلم لیگ کا صدر اور آرگنائزر مقرر کیا گیا۔

۲۱ مارچ ۱۹۵۰ء کو مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے سید پور ضلع رنگ پور میں انڈیا سے نقل مکانی کر کے آئے۔ یہاں بھی آپ چین سے نہیں بیٹھے دینی علمی اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ سردار عبدالرب نشتر آپ کے لیگی دوست تھے۔ تحریک پاکستان کے دوران مل کر کام کیا تھا۔ سید پور کے علاقہ میں آپ نے نشتر صاحب سے مل کر ۵۰۰ پانچ سو گھروں کی آبادکاری کرائی۔ یہ گھران مہاجرین کو دلائے جو کہ انڈیا سے سید پور (بنگلہ دیش) نقل مکانی کر کے آئے تھے۔

پاکستان: جب ہندوؤں بنیئے کی سازش کے تحت پاکستان کا بازو ٹوٹا، مشرقی پاکستان جداگانہ ملک کا نعرہ لگا کر بنگلہ دیش بن گیا تو مولانا ۱۹۷۲ء میں کراچی تشریف لے آئے اور ڈرگ کالونی میں کرایہ کے مکان میں رہائش اختیار کی اور چند ماہ کے بعد سی، اے، اے کی جامع مسجد (ایئر پورٹ) میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے اور یہاں پر سرکاری کوارٹر میں رہائش اختیار کی۔

امامت وخطابت: آپ نے ۲۴ پرگنہ عادل پور (انڈیا) کی جامع مسجد سے خطابت وامامت کا آغاز کیا۔ مسجد کے متصل مدرسہ کو چلاتے تھے۔

سید پور ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش) میں بھی امامت وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیئے۔ آگے چل کر سید پور بانس باری میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ذریعہ دینی علمی وفلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے ان خدمات میں سرفہرست دینی درسگاہ ہے جو کہ آپ نے "جامعہ رضویہ اہل سنت وجماعت" کے نام سے قائم فرمائی جو کہ آج بھی دینی خدمات میں پیش پیش ہے اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

جس وقت آپ نے جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی تو اس علاقہ میں وہابیت کا راج تھا، ان کا مدرسہ تھا۔ مدرسہ کے لئے انہوں نے ڈھیر سارے ڈبے چندے کے لئے بنوائے تھے پھر ہر ایک گھر پر دو ڈبے رکھوا کر انہیں ترغیب دی گئی کہ آپ لوگ روزانہ روٹی و چاول کھاتے ہیں لہٰذا روزانہ ایک ڈبہ میں ایک مٹھی بھر چاول کی اور دوسرے ڈبے میں ایک مٹھی آٹے کی ڈال لیا کریں اس طرح مدرسہ کو بہت کافی امداد مل جاتی تھی۔

آپ نے مدرسہ قائم کیا تو جلسہ کیا جس میں دور دراز علاقوں سے عوام اہل سنت جمع ہوئے۔ آپ نے یہ اعلان کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا کہ ہمیں مدرسہ کے لئے آپ کے آٹے اور چاول کی ضرورت نہیں، ہم آپ غریب لوگوں پر بھاری ذمہ داری عائد نہیں کریں گے، لیکن صرف ایک گذارش ہے کہ آپ ہفتہ میں دو دن اتوار و جمعہ گھر میں گوشت پکاتے ہیں ہم جامعہ رضویہ کے ڈبے آپ کے گھر رکھواتے ہیں آپ وہ ہڈیاں دھو کر ڈبہ میں ڈال لیا کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے ہڈیوں کے کارخانے سے بات کی اور وہ تمام ہڈیاں بیچ کر اس سے حاصل کردہ رقم سے مدرسہ کی دیواریں بنوائیں یہ جذبہ دیکھ کر حاجی عابد حسین اور دیگر احباب اہل سنت نے خطیر رقم پیش کی جس سے مدرسہ کے سات کمروں پر چھت ڈالی گئی۔

اس طرح جہاں بھی آپ رہے ایک مجاہد کی طرح رہے اور بھرپور بیدار مغزی سے اہل سنت و جماعت کی ترقی و ترویج کے لئے خلوص و جذبہ کے ساتھ کام کرتے رہے۔

کراچی میں آپ نے تقریباً گیارہ سال کا مختصر عرصہ گذارا اس دوران بھی خاموش نہیں بیٹھے۔ سول ایوی ایشن کی چھوٹی مسجد کو شہید کرا کے خوبصورت جامع مسجد بنانے میں کامیاب ہوئے جہاں آج آپ کے صاحبزادے امام و خطیب ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ کا تمام اثاثہ اور کتب خانہ انڈیا اور بنگلہ دیش میں رہ گیا۔ آپ جیسے صاحب درد عالم دین، جادو بیان خطیب، باذوق شاعر، حاذق حکیم اور تعمیری سوچ کے حامل شخصیت سے بعید نہیں ہے کہ بھارت کے قیام کے دوران اور بنگلہ دیش میں بارہ سال کے قیام کے دوران تصنیف و تالیف کے میدان میں کام نہ کیا ہو اور یقیناً جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے ترجمان ''سواد الاعظم'' میں آپ کے علمی و فکری مضامین بھی شائع ہوئے ہوں گے۔ بہر حال تمام مواد محفوظ نہیں حالات کی نظر ہو گیا، اپنوں کی غفلت کا شکار ہو گیا۔

آپ کے صاحبزادے مظاہر حسن صاحب کے پاس آپ کے دو قلمی رسائل محفوظ ہیں۔ انہوں نے مجھے دکھائے جس کے مطالعہ سے مولانا کی علمی شخصیت اور اجاگر ہوئی، کیونکہ تحریر انسان کا عکس ہوتی ہے۔ اللہ کرے مولانا مظاہر صاحب ان رسائل کی اشاعت میں کامیاب ہوں۔

1- فیض سرکار فضائل ابرار — محررہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

2- فیض سرکار زیارت مزار — محررہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء

سن سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے مذکورہ دونوں رسائل سید پور قیام کے دوران تحریر فرمائے تھے۔

شاعری: مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی پر رب کریم کا خاص فضل و کرم تھا کہ ان کے تربیت یافتہ شاگرد تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ عالم، فاضل، مدرس، خطیب، حکیم، مناظر، مدبر، سیاستدان، شاعر، صحافی، محقق، مصنف وغیرہ تمام خصائل پر حاوی تھے مثلاً: مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی غلام محی الدین نعیمی، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، تاج العلماء محمد عمر نعیمی وغیرہ وغیرہ اسی طرح مولانا ہادی حسن نعیمی بھی اسی دریائے نعیم سے سیراب تھے، لہٰذا مولانا شاعری کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے لیکن آپ کا کلام بھی حالات کی نذر ہو گیا۔

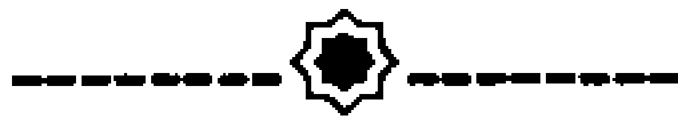
انہوں نے سید پور کے نوجوانوں کے اسرار پر ایک نظم لکھی تھی اور نوجوان رمضان المبارک میں سحری کے وقت یہ اشعار پڑھ کر مسلمانوں کو جگاتے تھے۔ جس کے دو مصرعے آپ کے صاحبزادے کو یاد ہیں وہ نذر قارئین ہے!

حسن خوباں چلا، ماہ تاباں چلا، حق کا مہماں چلا
الوداع الوداع الوداع الوداع
آوت کی تو آدر کیو ہو جاتلیو منہ بھر
دل سپتا، سوَد، چشم گریاں، نالہَ برلب، کند ہر مسلمان
حسن خوباں چلا، ماہ تاباں چلا، حق کا مہماں چلا
الوداع الوداع الوداع الوداع

وصال: حضرت مولانا ہادی حسن نعیمی نے ۲۱، جمادی الآ خر ۱۴۰۴ھ/ ۲۵، جنوری ۱۹۸۴ء بروز بدھ ۷۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور شاہ فیصل کالونی گیٹ والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

وہ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے، وہ قیام پاکستان کے چشم دید گواہ تھے ان کے سینہ میں نہ معلوم کتنے راز، حقائق اور مشاہدے پوشیدہ تھے، لیکن ان کے انتقال سے وہ سب کچھ مرحوم کے ساتھ دفن ہو گیا۔ کاش! ان کی زندگی میں ان کی شخصیت پر کام ہوتا۔

[مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا مظاہر حسن ایوبی خطیب جامع مسجد سولیشن ایئرپورٹ اسٹار گیٹ کراچی سے ۱۲، جولائی ۲۰۰۴ء کو مندرجہ بالا معلومات ایک نشست کے انٹرویو میں فقیر راشدی نے حاصل کی]



علامہ ہدایت اللہ عاریجوی

استاذ العلماء مولانا الحاج محمد ہدایت اللہ بن مولانا عبداللہ عاریجوی (متوفی ۱۹۶۵ء) ۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/ ۱۷، مئی ۱۹۳۸ء کو گوٹھ ٹھارو واہن متصل خیر محمد عاریجہ ضلع لاڑکانہ میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: پرائمری اسکول عاریجہ سے چار جماعت پاس کی۔ ناظرہ قرآن مجید و فارسی بوستان تک کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا خلیفہ عبداللہ سے حاصل کی۔ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں علامہ عبدالصمد میتلو کے پاس علم صرف کی کتب پڑھیں؛ اس کے بعد گوٹھ آگانی متصل لاڑکانہ میں مدرسہ نعیمیہ میں داخلہ لے کر حضرت صدر الافاضل کے تلمیذ رشید علامہ مفتی محمد صالح نعیمی کے پاس چار سال میں شرح وقایہ اور شرح نور الانوار تک درسی کتب میں تکمیل کی۔ اس کے بعد گوٹھ پٹھان تحصیل ڈوکری میں علامہ محمد حمید اللہ انڑ کے پاس دو سال قیام کر کے تفسیر و حدیث کی کتب کا درس لیا۔

مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد میں علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی کے پاس علم معانی، فلسفہ کلام و منطق کا نصاب ڈھائی سال میں مکمل کیا۔ مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف میں غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آٹھ ماہ میں دورہ تفسیر مکمل کیا۔ آخر میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا محمد سردار احمد رضوی لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورہ حدیث شریف مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت علمی والد ماجد کی قائم کردہ درس گاہ جامعہ حسینیہ رضویہ خیر محمد عاریجہ میں درس کا آغاز کیا اور ایک عرصہ تک تدریس سے وابستہ رہے۔

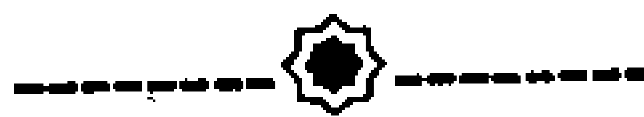
تلامذہ: آپ کے بعض تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

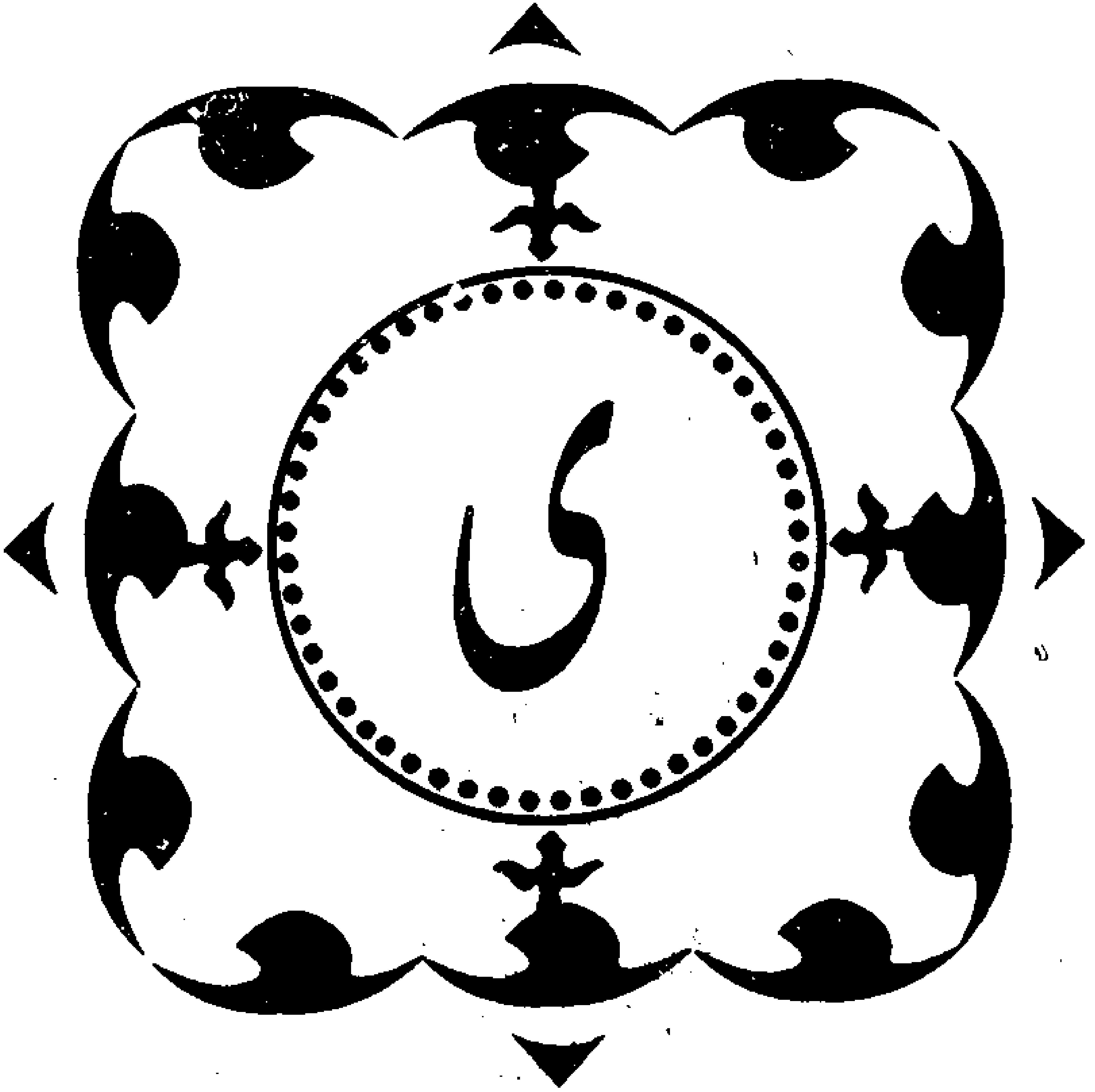
- مولانا محمد وارث قاسمی — خضدار بلوچستان
- مولانا محمد حسن قلندرانی قاسمی — خطیب صدیق اکبر مسجد حیدرآباد
- مخدوم زادہ مولانا منورالدین — دربیلو شریف ضلع نوشہرو فیروز
- مولانا قاری گل محمد قاسمی — مدرسہ قاسم الانوار لاڑکانہ
- مولانا گل حسن ابڑو — مدرسہ.................گوٹھ بگی تحصیل ڈوکری
- مولانا غلام مجتبیٰ سندیلو — مدرسہ لطیفیہ رضویہ لاڑکانہ
- مولانا محمد ادریس سومرو — چھتو واہن تحصیل ڈوکری

وصال: مولانا ہدایت اللہ عاریجوی نے ۵، ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ/۱۴، مئی ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ بوقت صبح صادق ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

گوٹھ خیر محمد عاریجہ (تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ) سندھ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

[مختصر حالات زندگی احسان واہن تحصیل ڈوکری کے ماسٹر غلام شبیر جیسر کے توسل سے موصول ہوئے۔ موصوف نے بڑی جفاکشی سے مولانا مرحوم کے لواحقین سے حاصل کیے ہیں]




ی

حضرت علامہ مخدوم یار محمد صدیقی

نوشہرو فیروز سے تقریباً ۳۰ میل دور جانب سکھر قومی شاہراہ پر گوٹھ " کوٹری کبیر " واقع ہے۔ یہ گوٹھ مشہور زمانہ بزرگ حضرت مخدوم شیخ محمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ ان کے جدامجد حضرت اسحاق بن قیس اسدی صدیقی فاتح سندھ مجاہد اسلام غازی محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ میں آئے تھے۔ کوٹری کبیر قبل مسیح بھی آباد تھا۔ رائے سہاسی اول کے دور میں اسے " رائے گڑھ " کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور اس وقت یہ دریائے سندھ پر ایک " پتن " تھا۔ رائے گڑھ کے علاقہ میں رائے سہاسی اول نے رائے کوٹ یا راور کوٹ کے نام سے ایک قلعہ بھی بنوایا تھا۔ حضرت محمد بن قاسم نے اسے فتح کر کے " اروڑ " کا رخ کیا اور رائے گڑھ کی فتح کے بعد اسحاق بن قیس اسدی صدیقی کو اس علاقہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا۔ اسحاق بن قیس کو خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے " نواب " کا لقب عطا کیا گیا مگر ان کے لائق فرزند حضرت ہارون بن اسحاق نے جاگیر اور نوابی کو مسترد کر کے فقیری اختیار کی۔ حضرت ہارون بن اسحاق بن قیس کا مزار شریف " سوالاکھ " قبرستان میں ہے۔ لوح کی تختی پر سن وفات ۱۷۱ھ درج ہے۔ ان کی آٹھویں پشت میں مخدوم محمد کبیر پیدا ہوئے۔ (خانزادہ مسیح الوریٰ: تزئین ساہتی ص ۱۴)

علامہ محمد کبیر نے مدرسہ قائم کیا جہاں دسویں صدی ہجری کی ابتدا سے تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ علامہ محمد کبیر بلند پایہ کے عالم و عارف تھے۔ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم تاریخی کتاب " تحفۃ الکرام " میں فرماتے ہیں:

" شیخ کبیر ایضاً از بزرگان اینجا است مرقدش مرجع اہل اللہ واقع بھلانی برابر ہالانی است "

حضرت علامہ مخدوم یار محمد صدیقی (بن مخدوم محمد قاسم بن شیخ مخدوم محمد کبیر صدیقی رحمہم اللہ تعالیٰ) اس عظیم علمی و روحانی خانوادہ میں ۱۹، ذوالقعدہ ۱۱۴۹ھ مطابق ۱۷۳۷ء کوٹری کبیر میں تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: مخدوم یار محمد نے مدرسہ کوٹری کبیر میں اپنے والد ماجد سے تعلیم و تربیت، علوم ظاہری و باطنی حاصل کر کے ۱۱۶۸ھ کو فارغ التحصیل ہوئے۔

بیعت:

آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم محمد قاسم صدیقی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: مخدوم یار محمد بعد فراغت مادر علمی درسگاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے دور میں مدرسہ عروج پر پہنچا۔ ملک و بیرون ملک سے بے شمار تشنگان علم آپ کے

حضور زانوئے تلمذ طے کرتے اور فیضیاب ہو کر جاتے۔ مخدوم یار محمد جلیل القدر عالم دین، قابل فخر مدرس، بے مثال مفتی، شاعر اور کامل اکمل ولی اللہ تھے۔ آپ نے ۵۱ برس مسند تدریس پر رونق افروز رہے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا سلسلہ طویل ہے، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی دریافت ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

- امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ درگاہ راشدیہ پیران پگارہ
- حضرت پیر سید مرتضیٰ علی شاہ لکیاری (پیر صاحب کے برادر)
- حضرت علامہ سید محمد عاقل شاہ لکیاری ہالانی تحصیل کنڈیارو
- حضرت مولانا مخدوم قاضی محمد عاقل رابع عباسی کھہڑا ضلع خیر پور میرس
- حضرت مخدوم محمد جعفر ثانی عباسی بوبک تحصیل سیوہن شریف

تصنیف و تالیف: مخدوم یار محمد دن رات درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ طلباء کی آسانی کیلئے درسی کتب کے کئی نسخے اپنے قلم سے تیار کئے تھے اور مشکل مقامات پر حواشی بھی رقم فرمائی تھی۔ شرعی فتاویٰ بھی جاری فرماتے تھے۔ لیکن تمام تحریرات محفوظ نہیں البتہ آپ کے موجودہ سجادہ نشین میاں غوث محمد گوہر کے پاس ایک قلمی بیاض ہے جس میں بعض تحریرات کا نمونہ اور عربی و فارسی میں شاعری دستیاب ہے۔

شاعری: مخدوم یار محمد، نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق تھے، حضور پرنور ﷺ کی محبت و سوز میں عربی و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ تبرکاً ایک فارسی قطعہ درج کیا جاتا ہے، جس میں نعت اور خلفائے راشدین اور حسنین کریمین اور سیدہ خاتون جنت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مناقب بیان کئے گئے ہیں:

بحق سروری زو شرف لولاک	کہ آمد علتی تکوینی افلاک
بقدرت قادر صانع فلک و فاک	نضادرۃ بخش زاغ و باغ غمناک
بخدمت راشدین خلفاء و حسنین	ببرکتہ فاطمہ زہراء تن پاک
کہ الکی خلق اکہتر و بہتر	بدر فاخرز الماک فتراک
حصاری شد مرتب سنگ بنیاد کوہ	الٰہی آنچنا معمور کردان
کہ باید خوری ہر شخص غمناک	ذہن قاصری تاریخ جسم

بگفتا قلعہ محفوظ ہے پاک

۱۲۱۶ھ

آپ نے قطعہ تاریخ، قلعہ کی سنگ بنیاد پر کہا تھا جس سے قلعہ کا سن تعمیر استخراج ہوتا ہے۔

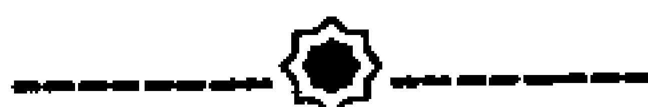
گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑو (پرانی درگاہ) میں مسجد شریف تھی جہاں امام العارفین حضرت خواجہ سید محمد راشد پیر صاحب روضے دھنی قدس سرہ نے اپنے والد ماجد و مرشد مربی کے حکم سے امامت و تبلیغ، تلقین و ارشاد کے فرائض انجام دیتے تھے، دن بدن طالبان خدا میں کثرت ہونے لگی جس کے سبب مسجد شریف کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے حضرت پیر صاحب نے جامع مسجد تعمیر کرائی جس کی تکمیل پر حضرت، پیر صاحب نے افتتاح و دعائے خیر کیلئے اپنے استاد مکرم مخدوم یار محمد کو مدعو کیا۔ مخدوم صاحب نے اس موقعہ پر درج ذیل تاریخی قطعہ رقم فرمایا:

حمد حق راکنم نخستین یاد ۔۔۔ کہ نمودار از عدم ایجاد
ھم درود حبیب بعد اذان ۔۔۔ مع صحبہ والہ الامجاد
از خدا خواھم از طریق نیاز ۔۔۔ شغل حمد و صلوٰۃ دردم باد
ذکر حق در زبان و جوارح ہم ۔۔۔ قلب من ھمچنین بود آباد
پس اذان میشوم مکر کستاخ ۔۔۔ صفحہ دل کنم زغم مکر آزاد
زانکہ دیدم مکان بشرف مکین ۔۔۔ مرد مان بھریاب از ارشاد
پیشوائے خدام "راشد" شاہ ۔۔۔ بو العجب این چنین سدا دور شاد
در ازل چون رشید بود سعید ۔۔۔ اسم ھم جسم را وفا کہ نہاد
مسجد و مدرسہ ذکر اشغال ۔۔۔ ھم معمور بر دوام کسفاد
اکثیری سعیہ صالحات بوذ ۔۔۔ بیخ ہر سیئات شد برباد
دین نبوی درین زمان فتود ۔۔۔ رونقش عشرہ گشت از آباد

سال تاریخ مسجد ش گفتم
مسجد ذاکران حق و داد

۱۲۱۲ھ

وصال: حضرت مخدوم یار محمد صدیقی نے کوٹری کبیر میں ۲۲، ذوالقعدہ ۱۲۱۹ھ/ ۱۸۰۵ء بروز اتوار ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یہ تاریخ آپ کی مزار شریف کے کتبہ پر درج ہے۔ آپ کا روضہ اقدس کوٹری کبیر میں مرجع خلائق ہے۔ (ماہنامہ الراشد شعبان ۱۴۱۷ھ)



الحاج حافظ سید یوسف علی "عزیز" چشتی

حضرت سید محمد یوسف علی ۱۴، مارچ ۱۸۸۹ء بمطابق رجب ۱۳۰۶ھ بروز جمعرات محمد آباد (ریاست ٹونک، راجستھان، بھارت) میں تولد ہوئے۔ دس ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ پدر بزرگوار سیف زبان سید افضل علی شاہ جعفری صواتی کا انتقال ہوگیا۔ ڈھائی برس کے یتیم کو لاولد خالو محمد فیاض خان یوسف زئی بنیری صوبے دار توپ خانہ نے جے پور لا کر پالا۔

تعلیم و تربیت: نویں سال میں اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن مجید کی نعمت سے نوازا۔ دینیات، اردو اور فارسی کی تحصیل گھر میں کرنے کے بعد مہاراجہ کالج جے پور میں تعلیم پائی اور فن حرب و ضرب توپ خانہ کے حاصل کی۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں: عربی، فارسی، اردو، ہندی اور سنسکرت کے فاضل تھے اور قادر الکلام مقرر و شاعر سید احمد مرزا خان "آگاہ" شاگرد مرزا غالب کے تلمیذ رشید تھے اور نظم و نثر دونوں میں مہارت رکھتے تھے"۔

میدان عمل: ستمبر ۱۹۰۹ء سے ۲۰، دسمبر ۱۹۲۰ء تک ریاست کی فوج میں اکاؤنٹنٹ، صوبیدار میجر، میجر اور پھر ترقی کرتے ہوئے مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۱ء میں دلی جا کر خلافت کمیٹی کے ارکان کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ پھر واپس آکر صاحبزادے افتخار علی خان صمصام جنگ کے مشیر سخن ہو کر چار مہینے ٹونک رہے اس کے بعد جے پور آکر مسلم اسکول میں ناظم دینیات رہے۔ مئی ۱۹۲۹ء میں موٹر ڈپارٹمنٹ کی تشکیل کی۔ ۶ برس تک ٹریژرار و ریڈر رہے۔ ۱۹۳۵ء میں سینٹرل ریکارڈ میں تعیناتی ہوئی۔ اس دفتر کی ۹ لاکھ مثلوں (فائلوں) کے ساتھ مہاراجہ کے پرائیویٹ دفتر سے آئے ہوئے کاغذات کی داشت اور تلف کا کام انجام دیا۔ ۱۹۳۷ سے ۱۹۳۹ء تک ہسٹوریکل ریکارڈ میں ان ہندی فارسی ڈائریوں اور فرمان اور نشان مکتوبات وغیرہ کی تدوین کی جو مان سنگھ کی نابالغی و غیر موجودگی میں امیر کے تہہ خانے کھدوا کر برآمد کرائے تھے۔ ان ہی نادر دستاویزات کی مدد سے آپ نے صحیح تاریخ عالمگیر مرتب کرنے کا کام سرانجام دیا۔ آپ کو اپنی علمی استطاعت و لسانی قابلیت کی وجہ سے بطور خاص (اسپیشل برانچ) میں تعین کیا گیا جہاں اسٹینوگرافر بھی مقرر ہوئے۔ آخر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک دیوانی حضوری میں پرانے تاریخی کاغذات کے محافظ و مترجم رہ کر ۱۹۵۱ء میں پینشن یاب ہوئے۔ سرٹیفیکٹ ملا اس کے بعد حکومت پاکستان کو درخواست دے کر پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ (نغمہ عندلیب)

بیعت و خلافت: آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ (خانقاہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب) سے بیعت تھے۔ (تذکرہ عزیز الاولیاء)

اور صاحب مجاز بھی تھے زندگی بھر فیض رساں رہے۔

عادات وخصائل: سادگی سچائی اور وقت کی پابندی آپ کا شعار رہا۔ حلیم الطبع اور رقیق القلب ہونے کے ساتھ عابد، زاہد، تعلیم تفہیم اور حکمت سے لبریز زندگی گذاری۔ ساری عمر تبلیغ دین اور اشاعت دین مصطفوی میں گذاری۔ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کے لئے خاموشی سے دامے درمے قدمے سخنے ہمہ وقت مصروف رہے۔ وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی تمام تصانیف خود اپنی مدد آپ کے اصول پر شائع کرائیں اور بیشتر کتب مفت تقسیم کیں۔

شعروشاعری: عزیز آپ کا تخلص، مریدین ومعتقدین عزیز الاولیاء اور باواجی سے اور اہل علم " محقق پاکستانی " سے یاد کرتے ہیں۔

آپ کو شاعری کی تمام اصناف سخن پر عبور حاصل تھا۔ مثلاً حمد، نعت، غزل، نظم، قصیدہ، قطعہ، رباعی، سجع، مثنوی، مرثیہ، خمسہ، مستزاد، مثلث، مربع مخمس، مسدس، مسبع مثمن، فرد، معشر وغیرہ وغیرہ۔
بقول آپ کے صاحبزادے جناب سید صداقت علی جگر عزیز کہ مختلف اصناف سخن میں حضرت عزیز الملک نے تقریباً ۹ لاکھ اشعار کہے ہیں۔

ہے ہم عدد حب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان   گر حب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ایمان نہیں

تصنیف وتالیف: مغلیہ تاریخ خصوصاً عہد عالمگیری پر آپ کی گہری نظر تھی۔ تاریخ سے متعلق آپ کی تصانیف کو جامعہ کراچی کے وائس چانسلر پروفیسر اے بی حلیم نے تاریخ کے طلبہ کیلئے لائق مطالعہ قرار دیا۔ حضرت عزیز الملک بیک وقت مذہب تاریخ اور ادب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

"افتاد طبع کی بدولت شوق اتم نے ادب، تاریخ اور مذہب سے ربط وتعلق رکھا"۔ (عالمگیری کی اصلی تصویر ص ۲)
آپ ادب وتاریخ کی چھ درجن (۷۲) کتابوں کے مصنف ومؤلف تھے، ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل:

- عالمگیری کی اصل تصویر
- تصویر کے حقیقی خدوخال
- اخلاق عالمگیر
- انسانی زندگی کا اخلاقی دستور
- نوادر عزیز
- دین عزیز
- فقہ کے امام اعظم
- اسلام
- تصدیق شہید

ایمان عزیز (نور وبشر، توسل رسالت، فیضان اہل قبور اور اقتدار محمدی پر مشتمل ہے)۔ معجز نما سیرت پاک، مبشرات حق آیات (۵۲ سورتوں کا ترجمہ)، نغمہ عندلیب (نعتیہ کلام کا مجموعہ)

زندگی کے آخری ایام تک گلزار مسجد (نزد سندھ مسلم لاء کالج) سندھ سیکریٹریٹ

امامت وخطابت: پر امامت وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔

اولاد: آپ کے صاحبزادے سید صداقت علی جگر صاحب اس وقت سجادہ نشین ہیں۔ فقیر راقم نے ان سے ملاقات کی اور مزار پر بروز جمعہ حاضری دی اور معلومات جمع کی۔ کافی ضعیف ہو چکے ہیں ذہنی توازن صحیح نہیں ہے اس لئے ان کے صاحبزادے جو کہ ملازمت بھی کرتے ہیں تمام معاملات سنبھالتے ہیں اور بروز اتوار تعویذات بھی لکھتے ہیں۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ عصمت عزیز شاہ فیصل کالونی میں رہائش پذیر ہیں اور نامور شاعرہ ہیں ان کے کلام پر مشتمل کتاب "حرفوں کی پکار" مطبوعہ ۲۰۰۰ء چھپ کر داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔

وصال: ایک بار بعد نماز عصر ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا: "مسلمان قوم نے مجھ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ استفسار پر فرمایا: پاکستان کا اسلامی آئین ہی لکھوا لیتے"۔ اور خود اپنے لئے فرماتے ہیں:

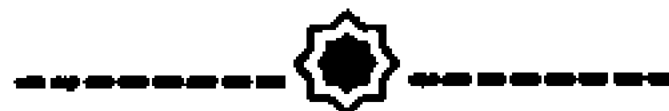
وہ کون سی خوبی ہے کہ جو مجھ میں نہیں ۔۔۔ بس عیب یہی ہے کہ ابھی زندہ ہوں

یہ حقیقت ہے کہ اہل علم کی قدر نہیں ہے اور علماء وخطباء کو ان کی زندگی میں یاد کیا جاتا ہے بعد وصال اس طرح بھول جاتے ہیں گویا کہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اسی طرح اولیاء کو بعد وصال یاد کرتے ہیں ان کی زندگی میں ان سے کم لوگ فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح پاکستانی قوم مجرم ٹھری، اپنے محسنین کی ان کی زندگی میں قدر کرو، ان کے علمی تاریخی کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کرسکیں۔ ان کی صحبت اختیار کریں تاکہ ان کی برکتیں تمہیں بھی حاصل ہوں۔

ہمارے ملک میں جس طرح انسانیت کی تذلیل ہے ایسا کہیں بھی نہیں ہے۔ دفتروں میں دیکھیں، رفاہی اداروں میں دیکھیں۔ انسان کی تذلیل، خالق کائنات کے غیض وغضب کو دعوت دینا ہے کیوں کہ یہ اس کی اعلیٰ تخلیق ہے۔ ہمارے ملک کے ہر ادارے میں غریب ونادار ویتیم و بیوہ خواتین ومرد کی بددعاؤں کا اثر ہے۔ یہ اثر نحوست ہے زحمت ہے اس اثر سے بچنا خیر وبرکت اور رحمت ہے۔

حضرت حافظ الحاج سید محمد یوسف علی عزیز سلیمانی نے تمام عمر خانہ خدا (مسجد) میں قیام کیا اور آخری سانس تک اللہ کا گھر (گلزار مسجد متصل ایس ایم لاء کالج) نہ چھوڑا۔ اور وہیں ۷، ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۲، نومبر ۱۹۷۵ء کو بروز بدھ انتقال کیا۔

آپ کی آخری آرامگاہ ریڑھی قبرستان متصل لانڈھی کراچی میں واقع زیارت خاص وعام ہے۔ جہاں ہر سال عرس نہایت عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ مزار سے متصل مسجد شریف اور مدرسہ زیر تعمیر ہے۔



مخدوم جعفر بوبکائی

شیخ الاسلام، دسویں صدی کے مجدد مخدوم محمد جعفر بوبکائی کے والد محترم مخدوم میراں بھی عالم دین اور جامع المعقول و المنقول شخصیت کے حامل تھے۔ کچھ عرصہ تک والی سندھ مرزا شاہ حسن ارغون کو بھی تعلیم دیتے رہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور میں مشہور و معروف تھے۔ آپ کا انتقال ۹۴۹ھ کو ہوا۔ کسی نے "علامۃ وارث الانبیاء" سے سن وصال نکالا اور مزار مکلی ٹھٹھہ میں واقع ہے مخدوم صاحب کا نسبی تعلق عباسی خاندان سے ہے، سلسلہ نسب یوں ہے:

مخدوم محمد جعفر بن مخدوم میراں بن محمد یعقوب بن نور الدین بن مرزوق بن شیخ قلندر بن مروہ بن میراں بن عاری بن شیخ ابوبکر بن شیخ محمد بن شیخ ابوبکر بن سلطان خلجی خاں بن تارک بن سالار خاں بن بزدار خاں، بن سلطان بن ہاشم بن حضرت عبداللہ بن حضرت عباس۔

مخدوم محمد جعفر کے ابتدائی و تفصیلی حالات مفقود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ ۹۳۰ھ کو بوبک میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے بوبک (اسٹیشن خود تحصیل سیوہن شریف ضلع دادو) میں والد ماجد کی قائم کردہ درسگاہ سے تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۹۵۸ھ کو حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا۔ وہاں حج و زیارت کے علاوہ شیخ محمد بن محمد البکری شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں علم و سند حدیث حاصل کی۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص ۱۵۰)

بیعت: اس سلسلہ میں کوئی مصدقہ روایت نہیں ملی۔ بعض حضرات نے چار صدیوں کے بعد بلا سوچے سمجھے یہ فیصلہ دیا کہ آپ حضرت مخدوم نوح سرور کے مرید تھے، یہ ان کا ذاتی خیال اور قیاس آرائی ہے کوئی تاریخی روایت نہیں ہے۔ بلکہ تاریخی روایت تو وہ ہے جس کو تحفۃ الکرام نے روایت کیا ہے اور بتایا کہ آپ نے مخدوم نوح کی ایک اہم مسئلہ میں اصلاح کی تھی۔ اس سے تو مخدوم جعفر، مخدوم نوح کے روحانی رہنما ثابت ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بہرحال اس سلسلے میں مزید تفتیش اور تلاش کی ضرورت ہے۔

علمی مقام: آپ اپنے دور کے نابغہ روزگار شخصیت تھے، استفادہ کیلئے ہر وقت درسگاہ طلباء سے بھری رہتی۔ تدریس، تصنیف و تالیف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علوم دینیہ کے علاوہ حکمت، نجوم جفر اور رمل وغیرہ پر بھی دسترس رکھتے تھے۔

مؤرخ سندھ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی لکھتے ہیں: "مخدوم محمد جعفر بن مخدوم میراں جامع کمالات اور زبردست عالم دین ہو گذرے ہیں، مخدوم نوح سرور سہروردی قدس سرہ (ہالا والے) کے معاصر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت مخدوم نوح نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ سن کر مخدوم جعفر نے فرمایا: معاملہ ایسا نہیں ہے، آپ نے اپنے رب کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے، اپنے خادم کو حکم فرمایئے کہ آپ پر جب یہ حالت طاری ہو تو وہ آپ کی آنکھوں کو بند کردے پھر بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار باقی رہے تو یقین کرلیں یہ دیدار دل کی آنکھوں سے ہے۔ آپ نے جب اس نسخہ کو آزمایا تو آپ پر حقیقت واضح ہوگئی تو مخدوم جعفر کے متعلق فرمایا:

لَوْ لَا جَعْفَرَ لَصَارَ النُّوْحَ كَافِراً۔

ترجمہ: "اگر جعفر نہ ہوتے تو نوح کافر ہو جاتے"۔ (تحفۃ الکرام جلد ۳، ص ۳۷۴)

مخدوم جعفر اپنی کتاب عجالۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: مجھے (مخدوم جعفر کو) عبدالقادر بن ابراہیم بن محمد مدنی نے مدینہ منورہ کے اماموں میں سے یہ روایت سنائی ہے کہ محرم الحرام ۹۵۹ھ کو مکہ مکرمہ کے گورنر نے "کوہ طور سینا" میں اس جگہ سے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے ہم کلامی کی ہے ایک بڑا پتھر لے کر آیا۔ اس کو جتنا بھی توڑا گیا تو اس کے ٹکڑوں کے اندر سے سیاہ رنگ کے قدرتی پتھر میں سفید نورانی رنگ میں لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا قدرتی قلم سے دیکھا گیا۔ اس پتھر کے بڑے ٹکڑے میں پورا کلمہ طیبہ اور چھوٹے ٹکڑے میں کچھ حصہ موجود تھا۔

اس نے مزید یہ بھی بتایا کہ اس جگہ کے سب پتھروں میں یہی خاصیت ہے۔ یہ واقعہ سن کر حضرت مخدوم جعفر بوبکائی نے راوی سے فرمایا: یہ شاید اس مقدس آیت قرآنی کا راز ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ (طٰہٰ ۲۰/۲۱)

ترجمہ: (اے موسیٰ!) تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔

(تحفۃ الکرام ص ۳۷۵)

عربی میں صوفیانہ تفسیر مجمع البحار قلمی کے مصنف شیخ محمد طاہر محدث سندھی برہان پوری اور مولانا حکیم محمد عثمان بوبکائی حضرت مخدوم کے والد ماجد مخدوم میراں کے شاگرد تھے۔ اور محمد غوثی برہان پوری (مصنف تذکرہ گلزار ابرار) قاضی نصیر الدین سالی، شیخ صالح سندھی، قاضی عبدالسلام سندھی (جس نے فقہ میں الوقایہ کی شرح لکھی) اور شیخ سکہ (جو کہ شیخ یوسف بنگالی کے داماد تھے) اور دیگر علماء

حضرت حکیم عثمان بوبکائی کے شاگرد تھے۔ گلزار ابرار کے مصنف حضرت مخدوم جعفر قدس سرہ کے متعلق رقمطراز ہے کہ:

"مخدوم جعفر کی زبان کو فضیلت علم حاصل تھی اور ان کے قلب کو معرفت حقیقہ حاصل تھی اور وہ دلوں کے اسرار پر مطلع تھے۔ نفوس کائنات کے رموز سے واقف تھے"۔

حضرت مسیح الاولیاء شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے شیخ محمد عثمان بوبکائی سندھی کو فرماتے سنا: حضرت مخدوم جعفر نے اپنی آخر عمر میں کتب منطق وغیرہ دریا برد کر کے زیادہ تر تصوف کے متعلق کتب کا مطالعہ فرماتے تھے مثلاً: احیاء العلوم (امام غزالی) عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی) اور فصل الخطاب وغیرہ۔

تصنیف و تالیف: آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے، آپ کی کتب سے سندھ کے اکابر علماء و مشائخ نے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ آپ کی اکثر تصانیف سے دلائل اخذ کرتے ہیں۔ بعض کتابوں کا تعارف درج ذیل ہے۔

1- المتانة فی مرمة الخزانة (عربی) مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس پر کام کیا اور مقدمہ و حواشی عربی میں تحریر کر کے سندھی ادبی بورڈ جام شورو سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۲ء کو شائع کیا۔ مخدوم امیر احمد لکھتے ہیں: یہ کتاب فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب کتاب خزانة الروایات کی تنقیح و شرح ہے۔ (حواشی تحفۃ الکرام)

2- عجالة الطالبین۔ مخدوم ٹھٹھوی نے "حیات القلوب فی زیارت المحبوب" میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

3- حل العقود فی طلاق السنود۔ مخدوم ٹھٹھوی نے "تمام العنایت" میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

4- الصادق المنصف المحق بالدلا ئل التی هی بالتقدیم احری واحق۔ مخدوم عبداللطیف ٹھٹھوی نے "ذب ذبابات الدراسات" میں اس سے حوالے اخذ کئے ہیں۔

5- فهج التعلم (عربی) سندھ یونیورسٹی نے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیق و مقدمہ سے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا۔

6- حاصل النهج (فارسی) علامہ پیر سید منور علی شاہ صاحب جیلانی نے اردو ترجمہ کیا ہے۔

7- رسالہ فتح الدین تصوف کے متعلق ہے۔

8- البشارة فی العمل بالاشارة

9- قرنہ فی مرنہ و بونہ

نھج التعلیم کے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے "بیاض ہاشمی" میں بکثرت حوالے نقل کئے ہیں۔

حاصل النھج نھج التعلیم کا خلاصہ و تلخیص ہے اصول تعلیم پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ محقق عصر جناب ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیق کے مطابق علامہ مخدوم جعفر بوبکائی زبردست عالم دین، عظیم معلم، اور اعلیٰ قسم کے صوفی تھے۔ وہ صحیح طریقہ تعلیم سے محبت، فرد اور اصلاح معاشرہ میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے درس تدریس کے دوران جو تعلیمی مشکلات درپیش ہوتی ہیں انہیں حل کرنے کے لئے رموز تعلیم تحریر فرمائے۔ وہ اس جہت میں تعلیم کے مسائل اور مقاصد بھی سکھلاتے ہیں اور یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ تعلیمی میدان میں تجربات و مشاہدات کیسے حاصل کئے جائیں۔ (حاصل النھج: مقدمہ) علامہ بوبکائی کی تصنیف حاصل النھج کو اگرچہ سوا چار سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے لیکن عبارت کی پختگی، اعلیٰ اخلاقی اقدار، اعلیٰ معیار کی تربیت، نصیحت آموز نکات اور تعلیمی اصولوں کی وجہ سے وہ آج بھی جدید تصنیف معلوم ہوتی ہے اور موجودہ تعلیمی نظام میں قابل تقلید ہے۔

آپ مذہباً حنفی اور مسلکاً سنی تھے۔ ایک مقام پر خود رقمطراز ہیں:

نظریات: اجتہاد کا مقام حاصل کرنا اگرچہ ناممکن تو نہیں ہے، لیکن مشکل ضرور ہے۔ اس کیلئے دین کے بنیادی عقائد، شرعی احکام، قوائد اور اصولوں پر دسترس ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مجتہد کو ہمیشہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنا، اہل سنت و جماعت کے عقائد پر راسخ ہونا ضروری ہے۔ بدعات کے تمام اقسام سے، مال حرام اور ظلم سے اپنے آپ کو بچانا لازم ہے۔ (حاصل النھج ص ۶۸)

دوسرے مقام پر فرماتے:

"بے شک لوگوں کو صفت ایمان کی تعلیم دینا اور اہل سنت و جماعت کے خصائص کو بیان کرنا (دین اسلام کے) اہم ترین امور میں سے ہیں"۔ (المتانۃ باب فی الاسلام ص ۵۸۲)

ان الصحیح ان الانبیاء یعلمون الغیب لانہ یعرض علیھم الاشیاء۔

ترجمہ: صحیح یہ ہی ہے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام غیب کا علم رکھتے ہیں کیوں کہ ان پر تمام اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ (المتانۃ ص ۴)

۞ اور تحقیق یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ اذان میں حضور پاک ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگانا، اندھے پن کا علاج ہے۔ بلکہ بعض لوگوں سے یہ بھی روایت ہے کہ بعض نابینا افراد اس مبارک عمل کی وجہ سے بینا ہو گئے (یعنی اندھوں کو انگوٹھے چومنے کی وجہ سے بینائی واپس مل گئی) (المتانۃ باب الاذان ص ۱۴۷)

وصال: عارف باللہ حضرت مخدوم محمد جعفر عباسی بوبکائی کے سن وصال کے متعلق حتمی رائے کا علم نہیں ہوسکا۔ لیکن حاصل النہج تصنیف کو آپ نے ماہ صفر ۹۷۶ھ کے اختتام میں تحریر فرمایا۔ اس سے واضح ہے کہ ۹۷۶ھ کے بعد وصال کیا ہوگا۔

آپ کا مزار پرانوار بوبک (اسٹیشن بوبک تحصیل سیوہن شریف) میں معروف اور پتھر سے بنی ہوئی ہے۔

[علامہ پیر سید منور علی شاہ جیلانی القادری مدظلہ نے مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ترجمہ اور آپ کے حالات زندگی مع عقائد و نظریات بھی دلائل سے تحریر فرمائے ہیں۔ اس مضمون میں آپ کے قلمی مقالہ سے اکثر استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے آمین]

امام انقلاب سید صبغت اللہ شاہ دوم شہید

حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی راشدی بن حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول بن حضرت، پیر سید حزب اللہ شاہ بن حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اصغر بن حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ اول بن امام العارفین آفتابِ ولایت حضرت پیر سید محمد راشد شاہ المعروف پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سید صبغت اللہ شاہ دوم ۱۳ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۸ء کو درگاہِ عالیہ راشدیہ پیرانِ پاگارہ (پیر جو گوٹھ، ضلع خیر پور میرس، سندھ) میں تولد ہوئے۔ والد ماجد شمس العلماء والعرفاء حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ پنجم کے وصال (۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ ۹ نومبر ۱۹۲۰ء) کے بعد سید صبغت اللہ نومبر ۱۹۲۱ء کو فقط بارہ سال کی عمر میں مسند نشین ہو کر پیر صاحب پاگارہ ششم کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

تعلیم و تربیت: خانقاہ شریف میں اپنے والد ماجد و پیر و مرشد کی تربیت میں پروان چڑھے۔ بعد مسند نشینی کے بھی تعلیم و مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ حافظ خدا بخش سومرو اور مولانا امام بخش مہیسر اساتذہ میں سے تھے۔

خطابات: پیر صاحب پاگارہ ششم، صاحب دستار (پگ دھنی)، امام انقلاب، سورھیہ بادشاہ شہید بادشاہ، بطل حریت، مجاہد اعظم۔

سفرحرمین شریفین: ۱۹۳۷ء کو آپ نے حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضۂ رسول ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے منشی محمد پریل کی روایت مطابق خیر پور ریاست کے سابق وزیر محمد یعقوب کے لڑکے محمد لقمان بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جہاز قاہرہ سے ہو کر جدہ پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ عبدالعزیز نے آپ کو شاہی محل میں دعوت پر مدعو کیا تھا۔ واپسی بحری جہاز میں ہوئی اور رفیق سفر مخدوم شفیع محمد ہاشمی (کھہڑا شریف) تھے۔

شخصیت: مسلم لیگی رہنما جناب قاضی محمد اکبر مرحوم (برادر اکبر قاضی عبدالمجید عابد، بانی روزنامہ عبرت سندھی حیدرآباد) آپ کی شخصی وجاہت کے متعلق رقم طراز ہیں:

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے پیر صاحب کو اپنی چشم گنہ گار سے دیکھا ہے۔ یہ انسانی حُسن کا نادر نمونہ تھے اور روحانی عظمت نے ان کے چہرے پر بلا کا نور اور جلال بکھیر دیا تھا کہ کوئی شخص خواہ وہ کس قدر بھی مضبوط دل رکھتا ہو ان سے آنکھیں ملانے کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ بڑے بڑے انگریز، سر، اور خان بہادر اس مجاہد اعظم کے سامنے جاتے تو یک بارگی لرز جاتے تھے لیکن یہ کس قدر شرمناک حقیقت ہے کہ اس عظیم انقلابی مجاہد کے خلاف جھوٹا مقدمہ گھڑنے والے اور شہادتیں دینے والے بیگانے نہ تھے خود اپنے ہی تھے۔ اس طرح انہوں نے غداری کی روایت یہاں بھی قائم رکھی بہرحال انگریز ''حُر جماعت'' کو کچل نہ سکا اور نہ اس کا شیرازہ منتشر کر سکا۔ (بحوالہ تذکرہ پیران پاگارہ از تبسم چوہدری)

عادات وخصائل: آپ کی ذاتی زندگی کے متعلق مندرجہ ذیل حقیقتیں معلوم ہوسکی ہیں:

1- بسا اوقات اپنا کھانا خود اپنے ہاتھ سے تیار کرتے۔

2- فجر سے پہلے اٹھ کر ورزش کرتے اور اس کے بعد نماز فجر جماعت سے ادا کرتے۔

3- اکثر اوقات اپنے مریدوں کے ساتھ مل کر کام کرتے چنانچہ ایک مرتبہ کھیتی کو باڑھ دینے میں بھی فقیروں کا ہاتھ بٹایا۔

4- اگر کوئی مرید نقد نذرانہ پیش کرتا اور عرض کرتا کہ قبول فرمائیں تو آپ فرماتے ''قبول''۔ لیکن کوئی ایک لاکھ بار درود شریف کا ہدیہ پیش کرتا تو فرماتے۔ ''قبول ہے اور تم پر آفرین ہو'' اور اس کیلئے دعا کرتے۔

5- آپ کا دستور تھا کہ نقد نذرانہ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے لیکن اگر کوئی فقیر مسواک پیش کرتا تو (سنت نبوی کی وجہ سے) ہاتھ بڑھا کر وصول فرمالیتے۔

6- ایک بار سیٹھارجہ (ضلع خیر پور) سے دور بھرتلی کے گوٹھ میں ایک دعوت پر تشریف لے گئے وہاں ایک خاتون چنوں کی ایک چھبی (ٹوکری) لیکر حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اماں! اس کو تم ہی

اچھی طرح پکا سکتی ہو۔ لہٰذا اسے پکا کر لاؤ اور اس کے ساتھ جوار کی روٹی بھی لاؤ میں تمہاری دعوت کھاؤں گا اور باقی جماعت میزبان کی دعوت کھائے گی۔

7- ایک بار گڑنگ کے بنگلے (سانگھڑ) میں ایک ڈپٹی کلکٹر نے آپ سے پوچھا کہ آپ برطانوی حکومت کے کارندوں کی خاطر خواہ عزت کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں کی عادات واطوار دیکھ کر جب کبھی میں یہ ارادہ بھی کرتا ہوں کہ ان کی عزت کروں تو مجھے اپنے حُسینی ہونے پر شک ہونے لگتا ہے"۔ (تذکرہ پیران پارگاہ صفحہ ۱۹۰)

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

آپ نے رتنا نگری جیل میں مریدین کی دینی وروحانی تربیت کے سلسلہ میں کتاب بھی لکھی جس کا خلاصہ ڈاکٹر بلوچ نے مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء میں درج کیا ہے اس میں سے بعض باتیں درج ذیل ہیں:

- اے دوست! حریص نہ بن، حرص قاتل ہے۔
- ہزار عبادت ایک گناہ کے مقابلہ میں نیست ہے۔
- اے دوست! اپنے نفس کا شکار کر جو کہ عجب شکار ہے (یعنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر)
- علم، حیا، فیاضی اور رحم کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ (یعنی ان کو اپنائے رکھ)
- اے دوست! پیٹ تمہارا دشمن ہے اس لیے زیادہ روزے رکھ کر پیٹ کا علاج کر، جو یہ تکلیف (گناہ سے) بہتر ہے۔
- اے دوست! حساب اپنا صاف رکھ، پھر کوئی غلطی نہ کرنا، یہ کہنا یاد رکھ۔
- اے دوست! زمانہ اچھا ہے خود کو اچھا بننا چاہیے۔ زمانہ کو خراب کہنے والا خود وہ خراب ہے۔

(مہران سوانح نمبر)

رتنا نگری جیل میں ملنے آنے والے مریدین سے فرمایا:

- فقیرو! جماعت کو سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ ذکر (قادری چار تسبیح) ونماز کی پابندی کریں۔
- جیسے پہلے نمازِ عید درگاہ شریف راشدیہ پر ادا کرتے تھے، ویسے ہی وہیں جا کر ادا کریں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔ (سانگھڑ جی شریان ۵۸)

ماہر فنون: حضرت پیر صاحب شریعت مطہرہ کی پابندی، حقوق العباد کی پاسداری، جذبہ خدمت خلق، ذکر وفکر، شجاعت (دلیری، بہادری) ہمت مرداں، عسکری فکر سے سرشاری، آداب جہاد سے بیداری، ذہانت کی بلندی، دور اندیشی، بردباری، تکنیکی دماغ، نظم وضبط تنظیم سازی، توکل علی اللہ،

جہد مسلسل اور فہم وفراست ایمانی وغیرہ سے سرشار تھے۔ اس دور میں بھی آپ کے پاس جدید ہتھیار، اسلحہ اور موٹر گاڑیاں وغیرہ سبھی کچھ تھا اور اس کی مشینری کی خرابی کیلئے آپ کو کسی مکینک کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اس لیے کہ یہ سارا کام آپ خود کرتے تھے، جدید مشینوں کی ریپیرنگ پر آپ پوری دسترس رکھتے تھے اور مجاہدین کو بھی سکھاتے تھے، اس طرح آپ ماہر فنون تھے۔

جیل سے آزادی کے بعد آپ نے پریس کے سامنے سکھر پل (برج) کی تین فنی خامیاں بتا کر اپنے، پرائے، دوست، دشمن سب کو حیرت میں ڈال دیا بلکہ انگریز ماہر تعمیر وانجینئر بھی حیرت واعتراف کا مجسمہ بن چکے تھے۔ آپ نے فرمایا:

1- پل طویل ہونے کی صورت میں اس پر سائبان ہونا چاہیے تھا تاکہ بارش یا برف باری کی صورت میں آنے جانے والوں کی حفاظت ہوسکتی تھی۔

2- پل کی چوڑائی کم رکھی گئی ہے، مستقل قریب میں ٹریفک کے بڑھنے کے باعث؟ تکالیف کا سامنا ہوگا۔

3- دریا میں جو دروازے بنائے گئے ہیں وہ تنگ وچھوٹے ہیں جس کے باعث بڑی کشتی یا جہاز کے گزرنے کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ کم از کم ایک دروازہ بڑا رکھا جاتا۔ (امام انقلاب صفحہ ۸۶)

کانگریس سے برأت: نامور صحافی، روزنامہ مہران کے سابق ایڈیٹر جناب سید سردار علی شاہ رقمطراز ہیں: اگر حضرت شہید کا کانگریس سے کوئی تعلق ہوتا تو سندھ پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر چوئتھرام کی سرکردگی میں سندھ اسمبلی کانگریس پارٹی کے چند ممبران کا وفد ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کانگریس میں شمولیت کی دعوت کیوں دیتا اور پھر حضرت شہید وفد کو یہ جواب کیسے دیتے کہ:

''ہم کسی کی سیادت اور قیادت قبول کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں کیونکہ ہمارے رہنما ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہمارا دستور العمل قرآن ہے''۔

حضرت شہید اگر کانگریس سے وابستہ ہوتے یا ڈاکٹر چوئتھرام کی دعوت کے بعد وابستہ ہوجاتے تو انہیں گاندھی کی قیادت اور ان کے نظریۂ عدم تشدد کو قبول کرنا پڑتا جو ظاہر ہے کہ حضرت شہید جیسی بلند و بالا شخصیت اور شمشیر وسناں سے کھیلنے والے غازی ومجاہد کیلئے ناممکن تھا۔

(مقدمہ تذکرہ پیران پاگارہ صفحہ ۴۰)

جو حضرت محمد عربی ﷺ کو اپنا ہادی ورہنما سمجھتا ہو وہ بھلا گاندھی جیسے متعصب ہندو اور کٹر قسم کے بت پرست کی قیادت وسیادت کو کب قبول کرسکتے تھے۔ ایک کافر (انگریز) سے جہاد کرنے والے دوسرے کافر (ہندو مشرک) سے کیسے اتحاد کرسکتے تھے؟

قرآن حکیم کا فیصلہ:

﴿ترجمہ﴾ ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بُری چیز ہے اپنے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر وہ ایمان لائے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے اُن میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ (المائدہ آیت ۸۰۔۸۱)

﴿ترجمہ﴾ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں (کافروں، مشرکوں) کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔ (سورہ الممتحنہ آیت ۱)

﴿ترجمہ﴾ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں، مسلمانوں کے سوا۔ اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ اور اس کے رسول سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ (آل عمران آیت ۲۸)

''یادر ہے کہ حروں کے غیور علمبردار (پیر صاحب) نے کانگریس کا منت کش ہونا کبھی بھی گوارا نہیں کیا''۔ (روزنامہ قربانی ۹ فروری ۱۹۴۷ء بحوالہ امام انقلاب صفحہ ۴۴)

انگریز سے برأت: یہود و نصاریٰ اہل کتاب نہیں۔ اہل کتاب تو وہ تھے جو اپنے نبی اور آسمانی کتاب پر سچے دل سے ایمان لائے، وہ بہت ہی قلیل تھے بالآخر وہ ختم ہو گئے۔ کثیر تعداد ان کی تھی جنہوں نے اپنے نبی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی ایک نہ سُنی بلکہ نیکی کی دعوت پر انہیں طرح طرح سے ستایا گیا، اذیتیں دی گئیں، نبوت کا، کتاب کا انکار، پیغمبر کو قتل کرنے کی کوشش بلکہ کتاب میں طرح طرح کی خیانتیں و تحریفیں کیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج توریت، زبور و انجیل میں سے ایک نسخہ بھی دنیا کے کسی بھی حصے میں اصل حالت میں موجود نہیں۔ ایسے لوگ مومن مسلمان ہی نہیں ٹھہرے تو اہلِ کتاب کیسے بن گئے؟ بلکہ ایسے منکرینِ رسالت و کتاب کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کفار کے زمرے میں شمار فرمایا ہے۔

اس وضاحت سے واضح ہوا کہ انگریز کافر ہیں اور دوسرا یہ کہ انہوں نے ہمارے ملک پر ناجائز قبضہ جمالیا تھا جس سے ہمارے ایمان جسم و جان عزت و آبرو کو نقصان تھا، ایسی صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا تھا۔ حضرت پیر صاحب نے ایسوں سے جہاد کا اعلان کیا لیکن اس سے عرصہ قبل بچپن ہی سے آپ کو انگریز سے شدید نفرت تھی۔

روایت ہے کہ آپ نے لڑکپن میں ہی جب کہ آپ پیر پاگارہ بن چکے تھے اپنے چچا مرحوم پیر علی

گوہر شاہ ثانی کے نام پر انگریزوں کا دیا ہوا ایک "آفرین نامہ" بنگلے کی دیوار پر آویزاں دیکھ کر فرمایا:

"ہمارے بزرگ بھی کس قدر سادہ لوح تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو بڑی عزت بخشی تھی لیکن پھر بھی یہ آفرین نامہ موجود ہے"۔

اور اس کے بعد فریم توڑ کر آفرین نامہ پرزہ پرزہ کر دیا۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

یہ آپ کی خودداری، عزتِ نفس، حریت پسندی اور خاندانی وجاہت کا مُنہ بولتا شاہکار ہے۔

ایک روز کلکٹر سکھر کی طرف سے آپ کو ملاقات کرنے کا پیغام پہنچا۔ آپ نے اپنی فراست سے آنے والا خطرہ بھانپ لیا۔ اپنے خلیفہ احمد کو سکھر بھیجا تاکہ وہ کلکٹر سے ملاقات کرے۔ خلیفہ احمد نے کلکٹر سے ملاقات کی اور گجراتی زبان میں گفتگو کی۔ کلکٹر پارسی تھا اور گجراتی اس کی مادری زبان تھی۔ وہ خلیفہ احمد کی گفتگو سے متاثر ہوا اور پیر صاحب کے نام پیغام دیا کہ حکومت آپ کو ہندو مسلم فسادات رکوانے کے صِلے میں ایک تلوار، بندوق اور خطاب دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ خلیفہ احمد نے کلکٹر سے اپنی ملاقات، گفتگو کی تفصیلات اور حکومت کی پیشکش سے پیر صاحب کو آگاہ کیا۔ آپ نے خلیفہ احمد کے ہاتھ کلکٹر کو پیغام بھیجا:

"ہمارے لیے ہمارا خاندانی خطاب "پیر پاگارو" ہی کافی ہے، ہمیں کسی دوسرے خطاب یا القاب کی ضرورت نہیں"۔

انگریز حکومت کی طرف سے حضرت پیر صاحب کے نظریات، رجحانات اور عزائم کو جانچنے کی یہ آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد انگریز حکومت کو یقین ہو گیا کہ پیر صاحب کی وفاداری مشکوک ہے۔

(مردانِ حُر مضمون نگار: سید ارشاد احمد عارف، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۸۰ء)

ان تاریخی شواہد کے باوجود من مانی رکھنا اور یہ کہنا کہ پیر صاحب شہید کانگریسی تھے یا کانگریس کے حمایتی تھے۔ بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ کانگریس کے ساتھ پیر صاحب کا رشتہ جوڑنا تاریخی شواہد کا خون کرنا ہے بلکہ اپنے مفادات کو تحفظ دینے کے مترادف ہے۔

انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد: حضرت پیر صاحب شہید کی تحریک کا نام "حُر تحریک" ہے اور ان کا ولولہ انگیز پُر جوش نعرہ تھا "بھیج پاگارہ"۔ اس تحریک کے دو مراکز تھے۔

1- خانقاہ راشدیہ پیران پاگارہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور میرس۔

2- گڑنگ کا بنگلہ عرف پیر صاحب کا بنگلہ سانگھڑ سندھ۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

حروں کی یہ جماعت جو پیرانِ پاگارا کی روحانی فرمانروائی کو تسلیم کرتی ہے: "اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم" کے قرآنی حکم پر پوری طرح کاربند رہتی آئی ہے، وہ اپنے مرشد کریم کو "اُولی الاَمر" کی حیثیت سے دیکھتی ہے اور اُس کے ہر حکم کو جو اسلام کے خلاف نہ ہو، قبول کرنے اور اُس پر عمل کرنے کو اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔

اس جماعت کیلئے صوم وصلوٰۃ کی پابندی لازمی ہے۔ اسے چنگ ورباب (موسیقی) کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ اس کے افراد رنگین کپڑا (زنانہ شعار) نہیں پہن سکتے۔ اُن کیلئے ننگے سَر چلنا ممنوع ہے۔ انہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہمیشہ پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور جھوٹ نہ بولنے، منشیات سے پرہیز کرنے، شرافت، بردباری، حق گوئی، نیک نیتی اور اس قسم کی تمام اسلامی اقدار کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے"۔ (روحانی ڈائجسٹ لاہور)

شہادت: مقدمہ کے دوران انگریزی حکومت نے اپنے کئی ایجنٹوں کو پیر صاحب کے پاس بھیجا کہ وہ حکومت سے معافی مانگ لیں تو انہیں معاف کیا جاسکتا ہے اور اس طرح وہ پھانسی سے بچ سکتے ہیں لیکن حضرت پیر صاحب نے ان سب کو ایک ہی جواب دیا اور بلاشبہ آزادی کا پرستار اور سادات کا سپوت ایسے ہی جواب دے سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

"شہادت ہمارا تاج ہے۔ اسے آگے بڑھ کر پہن لینا ہمارے لیے عبادت ہے۔ ہم نے صرف آزادی کو چاہا ہے اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ ظالم سے معافی مانگنے کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم تو صرف اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں"۔

ملٹری کورٹ میں جب آپ پر مقدمہ چلایا گیا تو آپ نے اس سے بیزاری اور بے رُخی کا اس انداز سے اظہار کیا جو حریت پسندوں اور مجاہدوں کی شایانِ شان ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے پھانسی کا پھندہ گلے میں ڈالنا پسند کرلیا لیکن کافر کی غلامی اور جابر سے معافی طلب کرنے کو ہرگز گوارا نہ کیا۔ (تذکرہ پیران پاگارہ ۱۸۸)

انگریز سُپر نٹنڈنٹ جیل پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید کے ساتھ جیل میں شطرنج کھیلنے آیا کرتا تھا جس رات آپ کو پھانسی دی جانی تھی اور اس کی اطلاع بھی پیر شہید کو دے دی گئی تھی۔ سُپر نٹنڈنٹ جیل آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے شطرنج کھیلنے کی دعوت دی۔ اس سے پہلے پیر صاحب ہمیشہ بازی جیت لیا کرتے تھے۔ اس رات سُپر نٹنڈنٹ جیل کو توقع تھی کہ پیر صاحب اپنے انجام کو مدنظر رکھتے ہوئے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں گے، مگر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب پیر صاحب نے یکے بعد دیگرے اُسے

تین دفعہ شہہ مات دے دی، پھر فرمایا:

''شہادت تو ہمارے سر کا تاج ہے، اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے''۔

بہر حال ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء/۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو فجر کے وقت سینٹرل جیل حیدرآباد میں فقط ۳۵ سال کی عمر میں آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح آپ ۲۳ سال مسند نشین رہے۔ چونکہ آپ حق پر تھے، اس لیے نہایت سکون قلب سے موت کا ذائقہ چکھا، چہرے پر سکون کے آثار تھے اور کرب و بے چینی کی کوئی علامت موجود نہ تھی۔ (تذکرہ پیران پاگارہ صفحہ ۱۸۸)

آپ نے اپنے جدِّ اعلیٰ ریحانۃ الرسول شہید حق وصداقت حضرت سیدنا امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ کو اپنے عمل سے تقریباً ۱۴ سو سال کے بعد زندہ کیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کی تدفین کہاں ہوئی؟ آپ کا مزار پُر انوار کس مقام پر ہے۔

بے باک صحافی سید سردار علی شاہ مرحوم لکھتے ہیں:

''انگریز نے اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے حضرت سید صبغت اللہ شاہ اور ان کی جماعت (حروں) کے ہزاروں بے گناہوں کے خون ناحق سے ہاتھ رنگے تھے۔ لیکن قدرت نے سید صبغت اللہ شاہ کے بعد اس کو پانچ برس کی بھی مہلت نہیں دی اور جس سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اس کے عروج کا سورج چار سال چار مہینے میں غروب ہو گیا۔ نہ صرف اس برصغیر میں بلکہ اس کے تمام ممالک محروسہ میں اور ایسا غروب ہوا کہ مستقل میں پہلے کی سی آب وتاب کے ساتھ اس کے دوبارہ چمکنے کا امکان ہی نہیں رہا اور وہ سلطنت جو کبھی کرۂ ارض پر درجۂ اول کی سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی اب ایک زوال پذیر سلطنت ہے اور تیسرے درجہ کی سلطنتوں میں شمار ہونے لگی ہے''۔ (تذکرہ مقدمہ صفحہ ۳۵)

کراچی کے ایک نامور عیسائی شہری مسٹر آر ڈی روچا (جو کسی زمانے میں کراچی میونسپل کارپوریشن میں افسر تھے اور آج کل ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں) نے بتایا: پیر صاحب کو حیدرآباد سینٹرل جیل میں پھانسی دی گئی۔ اس کے بعد ان کے جسم نورانی کو کوٹری کے سامنے دریائے سندھ پر لایا گیا جہاں اسے ایک لانچ میں رکھ کر دریائے سندھ کے ذریعے سمندر تک پہنچایا گیا۔ سمندر میں ایک چھوٹا سا بحری جہاز لنگر انداز تھا۔ جس کے ذریعے پیر صاحب کو کراچی کے مغرب میں واقع ایک جزیرہ ''استولا'' پہنچا کر وہاں سپردِ خاک کیا گیا۔ (پیر سید صبغت اللہ شاہ شہید مضمون نگار: علی حسن جمالی، روزنامہ جنگ ۱۸ مارچ ۱۹۸۷)

لیکن قرائن اور میرا وجدان کہتا ہے کہ بہادر آباد کی پہاڑی پر نزد باغ و بہار لان آپ کی مزار شریف ہے جس کو عرف عام بسم اللہ بابا کی مزار کہا جاتا ہے۔ قرائن میں سے بعض اہم نکتے یہ ہیں:

1- پیر صاحب پاگارہ کی رہائش کنگری ہاؤس وہاں سے قریب ہے۔

2- پیر صاحب مع فیملی وہاں حاضری اکثر دیتے ہیں۔

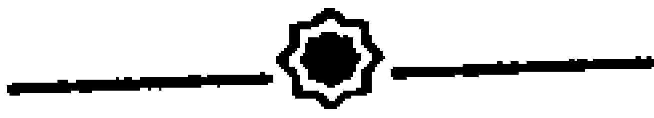
3- پیر صاحب کے برادر اصغر سید نادر علی شاہ راشدی مزار شریف کے متولی تھے اور اب ان کے صاحبزادے اکبر شاہ ہیں۔

4- مزار کے خدام فقیر عمر کوٹ کے حُر فقیر ہیں۔

5- بہادر آباد کے عمر رسیدہ زائرین نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔

6- ۹،۸،۷ ذوالحج آپ کے عرس مبارک پر مرد حضرات کے علاوہ خواتین بھی تصدیق کی اور حضرت کی بے شمار کرامات سنائیں۔

7- وہاں آپ کی شان میں مناقب پڑھے گئے اور مزار شریف پر آویزاں بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
فقیر بھی اکثر اوقات حاضری کی سعادت حاصل کر کے لطف و سرور پاتا ہے۔



مولانا ابراہیم محمد عمر بختار پوری

آپ گوٹھ بختیار پور اسٹیشن بوبک تحصیل سیوہن شریف (ضلع دادو) کے ساکن تھے، حالات زندگی بہت کوشش و بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ مولانا سنی عالم دین اور بہترین خوشنویس تھے۔ ان کے پاس تفسیر تنویر الایمان (سندھی) کتابت کیلئے آئی۔ دورانِ کتابت جس جس مقام پر جمہور اہلِ سنت کے مسلک کے خلاف مسائل لکھے ہوئے پائے، حاشیہ پر ان کا مدلل جواب تحریر فرمایا۔ ایک مقام پر سماع موتی کا انکار کیا گیا تو اس موضوع پر مدلل کتاب "**المذهب الماثور فی سماع الموتٰی فی القبور**" بزبان فارسی تحریر فرمائی اور اس کتاب کی تلخیص "تنویر الایمان" پارہ ۲۰ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء کے حاشیہ پر درج فرمائی۔ اسی (۸۰) سال سے زائد عرصہ کے بعد اس تلخیص کو فقیر نے استفادہ عام کیلئے "زین الایمان" میں محفوظ کر لیا ہے، مطالعہ فرما کر مسرور ہوں۔

شکار پور میں وہابیوں کے کتب فروش مولوی عظیم اینڈ سنز کی دیانت و امانت ملاحظہ فرمائیں کہ تنویر الایمان کی جدید طباعت میں یہ مضمون ہضم کر لیا اور تنویر الایمان پارہ ۲۹ کی تفسیر لاڑکانہ کے جید عالم مولانا غلام رسول عباسی نے لکھی تھی وہ بھی جدید طباعت میں حذف کر کے مولوی محمد عثمان مدرس مدرسہ

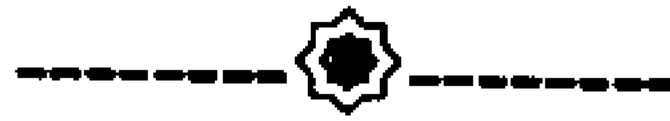
عربیہ غریب زادہ تحصیل پنو عاقل کی تفسیر شامل کر لی گئی ہے۔ اسی طرح انہوں نے نامور سندھی شاعر عاشقِ رسول حضرت مولانا غلام رسول جتوئی محراب پوری علیہ الرحمہ کے خطبات اور نعتیہ کلام میں تحریف ورد و بدل جیسی گھناؤنی حرکت بھی کی ہے۔

تفسیر کوثر شاہ مردان (سندھی) کی پانچویں جلد (مطبوعہ حیدر آباد) سامنے ہے اس کو عربی آیاتِ کریمہ کی کتابت مولانا محمد عمر نے کی اور اس نے خدمت سے ۱۵، شعبان المعظم (شب برأت) ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء کو فارغ ہوئے۔ وار آخر میں مولانا نے تفسیر کی مدح سرائی میں طویل نظم (سندھی) تحریر فرمائی ہے جو کہ ۱۵۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ (تفسیر کوثر طبع اول، جلد ۵، ۱۹۶۳ء)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا بہترین کاتب کے علاوہ بہترین مضمون نویس بھی تھے اور شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔

اولاد میں محمد ابراہیم آپ کا بیٹا تولد ہوا اور ان کا بیٹا محمد اسماعیل آپ کا پوتا ہے۔ مولانا محمد ابراہیم نے اینانی شریف کی درسگاہ عین العلوم سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔

[بختیار پور کے حافظ عطاء اللہ اور ان کے والد حافظ عبدالواحد کو بارہا اس جانب متوجہ کیا لیکن وہ مواد مہیا نہ کر سکے]



علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری

شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری بن صدر الشریعۃ علامہ الحاج حکیم امجد علی اعظمی (مصنف فتاویٰ امجدیہ و بہارِ شریعت) ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۸ء کو بریلی شریف (یوپی۔انڈیا) میں تولد ہوئے۔ بعد پیدائش والد گرامی نے آپ کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے اپنا نام ''عبدالمصطفیٰ'' آپ کیلئے تجویز فرمایا۔

تعلیم و تربیت: علامہ ازہری نے قرآن حکیم کی تعلیم اپنے مولد بریلی شریف کے دارالعلوم منظر اسلام میں مولانا احسان علی مظفر پوری سے حاصل کی۔ جو کہ ان دنوں دارالعلوم میں ابتدائی کتب پر معمور تھے۔ انہی دنوں آپ کے والد ماجد بریلی شریف سے منتقل ہو کر جامع عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر مدرس مقرر ہونے پر علامہ ازہری نے اپنے آبائی وطن قصبہ گھوسی اعظم گڑھ میں محلہ کریم الدین کے مکتب میں اردو کی ابتدائی کتب پڑھیں۔

علامہ ازہری کو ۱۹۲۶ء میں آپ کے والد ماجد مفتی امجد علی اعظمی نے جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف بُلا

لیا۔ جہاں پر آپ نے کتب فارسی مولانا محمد عارف بدایونی سے پڑھیں۔ عربی کی ابتدائی کتب والد ماجد کی نگرانی میں مولانا حکیم عبدالمجید مفتی امتیاز احمد اور مولانا عبدالحیٔ سواتی سے حاصل کی اور احادیث مبارکہ کی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔

جامع الازہر: جب حضرت مفتی امجد علی اعظمی قادری رضوی دوبارہ بریلی شریف جانے لگے تو علامہ ازہری کو اعلیٰ تعلیم کیلئے جامعہ الازہر قاہرہ (مصر) بھیج دیا۔ چنانچہ حج کی ادائیگی اور زیارت روضہ رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا سے فراغت کے بعد جامع ازہر تشریف لے گئے اور تین سال جامعہ ازہر میں زیر تعلیم رہے بعد فراغت آپ نے وہاں کی دو سندیں (سرٹیفکیٹ) (1) شہادۃ الاہلیۃ۔ (2) شہادۃ العالیۃ حاصل کریں۔

دورہ حدیث: جب جامع ازہر سے واپس ہوئے تو ان دنوں حضرت صدر الشریعہ علی گڑھ کے قصبہ ''دادوں'' میں نواب ابوبکر کے مدرسہ سعیدیہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ چنانچہ علامہ ازہری نے دوبارہ والد ماجد سے دورہ حدیث شریف لیا۔

درس و تدریس: علامہ ازہری نے بعد فراغت دادوں میں ہی اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۹ء کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

۱۹۴۴ء کو دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کا آغاز کیا اور تقسیم ہند تک اسی مدرسہ سے منسلک رہے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء کو پاکستان تشریف لائے تو جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ سن ۱۹۵۳ء میں ہارون آباد ضلع بہاولنگر میں مدرس مقرر ہوئے۔

سیاسی خدمات: علامہ ازہری جمعیت علماء پاکستان کے صوبہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے قائد اہلسنّت عالمی مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے دست راست و معاون رہے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں علامہ ازہری نے صحیح نمائندگی کا حق ادا کیا۔ سن ۱۹۷۳ء کے آئین کے وقت جب آئین کی تعریف میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مرحلہ آیا تو علامہ شاہ احمد نورانی کی تحریک کے جواب میں حکومتی ممبر اسمبلی کوثر نیازی نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ آپ نے (علامہ ازہری نے) ایک متفقہ تعریف مرتب کی جو تمام مکاتب فکر کے علماء و دیگر اراکین قومی اسمبلی کے دستخطوں سے اسمبلی میں پیش کی گئی۔ تحریک ختم نبوت کے دوران علماء و مشائخ اہلسنّت کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۷۷ء کو تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں جب علامہ شاہ احمد نورانی کو گرفتار کر کے ملک کے گرم ترین

علاقے گڑھی خیرو (ضلع جیکب آباد سندھ) میں جیل کی کوٹھڑی میں بند کردیا گیا۔ جہاں آپ کو انتہائی تکالیف اٹھانی پڑیں کیونکہ وہاں کوئی بھی سہولت میسر نہیں تھی مثلاً لائٹ، پنکھا، صاف پانی، بلکہ اس کوٹھڑی کی چھت بھی نہیں تھی۔ تو علامہ ازہری نے حق نیابت ادا کیا اور جمعیت علماء پاکستان کے قائم مقام صدر کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دیئے۔

۱۹۸۵ء کو دوسری مرتبہ غیر جماعتی الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جنرل ضیاء کے دور میں مجلس شوریٰ کے ممبر مقرر ہوئے۔

بیعت وخلافت: علامہ ازہری نے بچپن میں امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ کے دست پاک پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا تھا اور جوانی میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی کی طرف سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت حاصل کی۔

عادات وخصائل: علماء کے قدردان چھوٹوں پر مشفق و مہربان، سادگی میں سلف الصالحین کے نقش قدم پر تھے مساکین کے دکھ درد، خوشی و غمی میں ساتھی تھے۔ حقوق العباد کی فکر تھی، پڑوسیوں سے اخلاق و مروت سے پیش آتے تھے سماجی فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ تدریس کو عبادت سمجھتے تھے لہٰذا طلبہ کی تعلیم و تربیت پر نہایت توجہ فرماتے تھے۔ وقت کی قدر ٹائم کی پابندی رکھتے تھے۔ درس تدریس میں ناغہ نہیں کرتے روزانہ بلاناغہ وقت سے پہلے پہلے پہنچ جاتے تا کہ پورا وقت طلبہ کی تعلیم پر صرف کیا جائے۔

تصنیف وتالیف: علامہ ازہری کو تدریس سے فرصت کم ملی جس کی وجہ سے تصنیف میں زیادہ کام نہیں کر سکے۔ درج ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں:

1- تفسیر ازہری (پانچ جز) مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی

2- تاریخ الانبیاء (قلمی)

تلامذہ: آپ سے ایک جماعت نے استفادہ کیا یہاں پر بعض کے کے اسماء درج ذیل ہیں:

- مولانا خلیل اشرف اعظمی (مصنف طمانچہ) بانی مدرسہ فیض رضا بہاولنگر (پنجاب)
- خطیب پاکستان مولانا قاضی دوست محمد صدیق المعروف بلبل سندھ (لاڑکانہ)
- مولانا مفتی غلام یٰسین امجدی اعظمی بانی دارالعلوم قادریہ سعود آباد چورنگی، ملیر کراچی
- مفتی فضل سبحان قادری ؟؟ دارالعلوم نعیمیہ، کراچی
- مولانا غلام نبی فخری بانی دارالعلوم حامدیہ رضویہ بچل گوٹھ یونیورسٹی روڈ، کراچی

- مولانا محمد طفیل بانی دار العلوم شمس العلوم این بلاک نارتھ ناظم آباد، کراچی
- پروفیسر ڈاکٹر مولانا عبدالباری صدیقی خطیب جامع مسجد شاہجہاں ٹھٹھہ سندھ
- مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی محمود آباد، کراچی
- صاحبزادہ مولانا انوار المصطفیٰ قادری مرحوم

جامع مسجد طیبہ: آپ کی رہائش سعود آباد ملیر کراچی میں ایک کوارٹر میں تھی ممبر قومی اسمبلی سے پہلے بھی وہی رہائش تھی اور بعد میں بھی وہیں قیام پذیر رہے۔ بعد تدریس آپ کا وقت یہیں پر گزرتا یہاں پر آپ نے جامع مسجد طیبہ کی بنیاد رکھی تھی جو کہ آج بھی اہلسنّت و جماعت کا مرکز ہے اور ہزاروں لوگ علاقے کے آپ کے اخلاق و مروت کے معترف و گواہ ہیں۔

وصال: علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری پر دورانِ درس فالج کا اٹیک ہوا۔ نو ماہ تک آپ بسترِ علالت پر رہے اور بغرض علاج سانگلہ ہل (پنجاب) شریف لے گئے جہاں پر ۱۶، ربیع الاول ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۸، اکتوبر ۱۹۸۹ء کو انتقال فرمایا۔

نعش مبارکہ کراچی لائی گئی ان دنوں قطب مدینہ عالمگیر روڈ کے چوک پر صاحبزادہ الشیخ فضل الرحمٰن مدنی قادری مدینہ منورہ سے پاکستان کراچی تشریف لائے ہوئے تھے لہٰذا انہوں نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور ہزاروں شاگردوں عقیدت مندوں علماء و مشائخ کرام کے جلوس میں دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی کی ''مسجد امجدی'' کی مشرق جانب دفن کیا گیا۔

نوٹ: اس قدر جلیل القدر عالم جو کہ عالم گر تھے ان کی حیات مع خدمات جلیلہ پر اب تک سالوں میں تفصیلی کتاب مارکیٹ میں نہیں آسکی حالانکہ آپ کے بیٹے، پوتے، برادران، شاگرد اور عقیدت کش سبھی موجود ہیں اور ہم نے ان سے بارہا درخواست کی کہ علامہ ازہری اور ان کے صاحبزادے مولانا انوار مصطفیٰ قادری کے حالات زندگی کے متعلق آگاہی دیں۔ انہوں نے وعدہ تو کیا لیکن وفا نہیں کیا۔ خدا کرے کوئی پُر عزم شخص اس طرف متوجہ ہو۔

[مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ وقار الفتاویٰ مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی۔ مع دیگر اخبارات و رسائل سے مواد اخذ کیا گیا]

علامہ حاجی فقیر اللہ علوی

عارف باللہ حضرت علامہ حاجی فقیر اللہ علوی بن عبدالرحمٰن بن شمس الدین گیارہویں صدی ہجری کے

بالکل اوائل میں گاؤں ''روتاس'' ضلع جلال آباد (افغانستان) میں تولد ہوئے۔ آپ سلسلہ نسب میں علوی ہیں یعنی امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

تعلیم و تربیت: علوم ظاہریہ کی تکمیل آپ نے افغانستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کی اور اپنے تبحر علمی کی بدولت آپ کا شمار اس دور کے ممتاز ترین علماء اور فضلاء میں ہوتا ہے۔

(تذکرہ صوفیائے سندھ)

شیخ الاسلام فقیہ الاعظم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ الاقدس سے خوب استفادہ کیا۔ علامہ محمد صادق حصاری افغانی، شیخ عبدالقادر مکی، شیخ سید محمد عمر مکی، شیخ طیب خطیب بن عمر الناشری یمنی، شیخ محمد حیات سندھی مدنی حنفی وغیرہ اساتذہ علم وفن سے فیضیاب ہوئے۔ (سندھ جا اسلامی درسگاہ ص 263)

بیعت وخلافت: علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد علامہ فقیر اللہ علوی ایک طویل عرصہ تک مختلف ممالک کا سفر کرتے رہے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اسی زمانے میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت محمد مسعود دائم پشاوری کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جو اپنے زمانے کے اکابر اولیاء میں تھے، آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے:

حاجی فقیر اللہ علوی عن شیخ محمد مسعود دائم عن شیخ محمد سعید لاہوری عن شیخ محمد آدم بنوری عن حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی سرہندی۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ)

سلاسل طریقت کے متعلق ''قطب الارشاد'' (عربی) حضرت علامہ حاجی فقیر اللہ علوی پر نظر کرتے ہیں تو آپ نہ صرف چاروں سلاسل کے نقشبندیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ میں صاحب اجازت تھے بلکہ شطاریہ، قشیریہ، شاذلیہ اور اس دور کے کئی مروجہ سلاسل طریقت میں بھی صاحب اجازت تھے۔ حضرت فقیر اللہ علوی شکار پوری نے قطب الارشاد میں آپ نے سلاسل گنواتے ہوئے تقریباً ہر سلسلے میں اپنے مشائخ عظام میں حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر کیا ہے۔ (تحفۃ الزائرین ص 334)

قندھار میں قیام: آپ ایک طویل عرصہ تک قندھار میں مقیم رہے۔ قندھار میں آپ نے تعلیم بھی پائی اور خود بھی تعلیم دی۔ قندھار میں اب تک ایک مسجد آپ کے نام سے موسوم ہے۔

شکار پور میں قیام: مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد آپ 1150ھ کو شکار پور (سندھ) میں تشریف لائے۔ اور یہاں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں پر امامت، خطابت، درس وتدریس، رشد وہدایت اور تصنیف وتالیف کے اہم کام میں سرگرم رہے۔

تلامذہ: آپ سے کثیر مخلوق نے استفادہ کیا جن میں سے ایک قابلِ قدر اور عظیم الشان شخصیت امام العارفین حضرت پیر سائیں روزے دھنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ہیں۔

عادات وخصائل: آپ کی ذات گرامی علم وفضل، زہد وورع، عرفان وتصوف کا وہ سرچشمہ تھی کہ سندھ، پنجاب، سرحد، افغانستان اور ہرات سے لوگ آپ کی خدمت میں کھینچ کھینچ کر آتے، ظاہری وباطنی علوم کی تعلیم حاصل کرتے اور عرفان کے نور سے منور ہو کر جاتے تھے۔

آپ پیکر اخلاق واخلاص تھے، سادگی پسند تھے، اور سادات کرام کا نہایت احترام کرتے تھے۔

آپ کی سعی مشکور سے شکار پور میں ہندو خاندان مسلمان ہوئے۔

سفر حرمین شریفین: آپ نے سات (7) بار حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ (سندھ جا ما اسلامی درسگاہ)

کتب خانہ: شکار پور کے دورانِ قیام میں آپ نے ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد رکھی جس میں متعدد نادر اور نایاب کتابیں تھیں لیکن افسوس ہے کہ آپ کے بعد پچاس سال ہی میں اخلاف نے اسلاف کی اس گنج گراں مایہ کو تلف کر دیا جو خدا ہی جانتا ہے کہ کس محنت سے جمع کیا گیا تھا۔ (صوفیائے سندھ)

آج بھی آپ کی خانقاہ شریف پر مدرسہ، کتب خانہ ریسرچ سینٹر وغیرہ کے احیاء کی ضرورت ہے اور آپ کے تبرکات (تصنیفات) کے حفاظت واشاعت کی بھی اہمیت ہے۔ اللہ کرے کوئی مجاہد اس طرف متوجہ ہو۔

تصنیف وتالیف: حضرت علامہ حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوری نے تصنیفات کا ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا جن کی تعداد سترہ (17) ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- فتح الجمیل فی المدارج التکمیل (عربی) تصوف اور سلوک کے موضوع پر ہے۔

2- براہین النجات من مصائب الدنیا والعرصات

3- فیوضات الٰہیہ

4- طریق الارشاد فی تکمیل المومنین والاولاد

5- منتخب الاصول (اصول فقیہ پر ہے)

6- وثیقة الاکابر (عربی) آپ نے ۱۱۶۰ھ کو اس کتاب کو تحریر فرمایا جو کہ اسناد علم حدیث پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے اور ایک قلمی نسخہ حافظ خان محمد صاحب کاکڑ کے پاس کوئٹہ میں تھا۔

7- قطب الارشاد (عربی) تصوف اسرار ورموز واخلاق پر ہے، قاہرہ (مصر) سے طبع ہو چکی

ہے۔کوئٹہ سے بھی شائع ہوئی۔اس کا ایک قلمی نسخہ پشاور لائبریری میں بھی موجود ہے۔

8- فتوحات الغیبیۃ فی شرح عقائد الصوفیہ (عربی) اس ضخیم کتاب کا موضوع فلسفہ، تصوف، اخلاق اور صوفیائے کرام کے عقائد و نظریات کی توضیح و شرح ہے۔اس کا ایک قلمی نسخہ مؤرخ و دانشور سید حسام الدین راشدی مرحوم کے کتب خانے میں موجود ہے اور اس نسخہ کو بجا طور پر تصوّف کا انسائیکلوپیڈیا کہا جا سکتا ہے۔

9- جواہر الاوراد (عربی)

10- قصیدہ مبرورہ (عربی) یہ وہ قصیدہ ہے جو ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۳ھ کو آپ نے روضہ رسول ﷺ کے زیر سایہ مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھ کر دل کی کیفیات کو نظم میں قلمبند کیا تھا۔

11- کتاب الازھار فی ثبوت الآثار (عربی)

12- شرح قصیدہ بانت السعاد (فارسی) صحابی رسول حضرت کعب بن زُبیر رضی اللہ عنہ کے مشہور و معروف عربی قصیدہ بانت السعاد کی فارسی میں شرح لکھی جو کہ ضخامت کے حوالے سے تقریباً ۸۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

13- فوائد فقیر اللہ (پشتو) طب و وظائف پر ہے۔

14- ملفوظات شریف یہ کتاب ۳۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کا ایک نسخہ حافظ خان محمد صاحب کے پاس کوئٹہ میں تھا۔

15- مکتوبات علوی (عربی و فارسی) مرتبہ: مولانا محمد فاضل، مطبوعہ: لاہور

یہ خطوط تصوف و عرفان، اخلاق و فقہ اور اسرار اسمائے الٰہی کے باریک نکات پر مشتمل ہیں۔ان مکاتیب کے مطالعہ سے علامہ فقیر اللہ علوی علیہ رحمۃ اللہ الباری کی علمیت، تبحر اور روحانی مقام و مرتبہ اور آپ کی تبلیغی و اصلاحی سرگرمیوں کا پورا نقشہ سامنے کھینچ جاتا ہے۔

16- ملفوظات و عملیات اس کا ایک نسخہ حافظ خان محمد صاحب کے پاس تھا۔

17- شرح ابیات مشکل مثنوی (فارسی) یہ نسخہ ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ کابل میں پایا گیا۔

وصال: حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ علوی ۳ صفر المظفر ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء کو واصل باللہ ہوئے۔آپ کا مزار شریف شکار پور (سندھ) میں ہاتھی گیٹ کے اندر مرجع خلائق ہے۔مزار شریف پر عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اس کے متصل مسجد شریف ہے۔آج بھی دربار مقدس کے منتظمین آپ کے اخلاف ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے نقش قدم پر چلائے۔آمین۔(تذکرہ صوفیائے سندھ)

علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ

میاں محمد عالم شکارپوری مرحوم نے قطع تاریخ وصال کہا:

بود آں حاجی فقیر اللہ بابرکت و نُور
در درج معرفت میمون لقا محسن امُور
از شہر صفر مظفر بود تاریخ سیم
کرد از دنیا بہ جنت روز یکشنبہ مسرور
سال تاریخ وصالش را بہ جستم از خرد
گفت در گوش دلم صاحبدلِ اہل حضور
۱۱۹۵

مولانا گل محمد شہدادکوٹی

علامۃ الزماں مولانا الحاج گل محمد بن شیخ الاسلام علامہ مفتی نور محمد شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس کنڈو، تحصیل بھاگ، ریاست قلات (بلوچستان) میں ۲۱، رجب المرجب ۱۲۴۰ھ کو تولد ہوئے۔

تعلیم و تربیت: کنڈو اور شہدادکوٹ میں اپنے والد ماجد کے پاس جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں تحصیل کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس (۲۲) برس تھی۔

بیعت: سلسلہ عالیہ قادریہ میں عمدۃ العارفین مولانا میاں غلام حیدر قادری قدس سرہ (درگاہ کٹبار شریف بلوچستان) کے دست بیعت ہوئے۔

درس و تدریس: آپ کے والد ماجد کنڈو سے شہدادکوٹ نقل مکانی کر کے آئے تھے لہذا والد ماجد کی قائم کردہ درسگاہ میں تمام عمر درس میں صرف فرمائی۔

علامہ الحاج حافظ گل محمد شہدادکوٹی کی تدریس کی برکت سے تمام سندھ میں علم پھیلا۔ سندھ میں کوئی ایسا گوٹھ نہیں تھا جس میں آپ کا شاگرد یا پھر اس کا شاگرد نہ ہو۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے فارغ التحصیل شاگردوں کی تعداد ۴۸۶ چار سو چھیاسی ہے اور وہ تمام اپنے وقت میں بڑے مدرس اور علامہ تھے۔ (مقالات قاسمی)

آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست میں سے چند نام معلوم ہوسکے وہ درج ذیل ہیں:

تلامذہ: ❁ برادر اصغر مفتی اعظم علامہ مولانا خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی

❁ علامہ مولانا دادمحمد قاضی آف مکران (بلوچستان)

❁ مولانا علامہ عبدالحکیم افغانی (کابل، افغانستان)

❁ جامع العلوم علامہ محمد حسن قریشی (حیدرآباد سندھ)

❁ مفتی اعظم علامہ مخدوم حسن اللہ صدیقی (پاٹ شریف ضلع دادو)

سفرحرمین شریفین: آپ کو حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اکرم ﷺ کی حاضری و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

شاعری: آپ فارسی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے لیکن صد افسوس اپنوں کی غفلت اور لاپرواہی کے سبب علمی وادبی سرمایہ ضائع ہوگیا، جوہریوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے گوہر، نایاب ہی رہ گئے، ان کی تاریخ کو اپنوں نے ہی ملیامیٹ کردیا۔ شاداب شہداث اور تجلیات صدیقیہ کے مصنفین نے اپنی کتب میں آپ کا تذکرہ تک نہیں کیا کس قدر افسوس کی بات ہے، کس قدر احسان فراموشی ہے۔ محترم منظور احمد حلیمی نے آپ پر مختصر مضمون لکھ کر آپ کے حالات کو محفوظ کیا ہے رب کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو کہ حضرت امیر خسرو نظامی چشتی علیہ الرحمہ (دہلی) کی رباعی کی تضمین میں کہا تھا:

می سازم، می سازم، چوں خون بکباب اندر
می گویم می خندم چوں برق سحاب اندر

کرامت: حاجی سائیں داد مستوئی بلوچ ابتدا میں علامہ گل محمد شہدادکوٹی کا سخت مخالف تھا بلکہ وہ اہل علم سے چڑ کھاتا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے آکر آپ سے عرض کی کہ قبلہ! آپ کا پڑوسی سائیں داد نے میرے دوسو (۲۰۰) روپے ہضم کرلئے ہیں لہٰذا آپ ان سے دلوادیں۔ آپ نے انہیں بلوانے کے لئے تین بار خادم بھیجا لیکن اس نے ہر بار ایک ہی جواب دیا کہ "میں ملا کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا"۔

چوتھی بار آپ نے یہ کہلا کر بھجوادیا کہ "اس ملا کے دروازے پر تمہارے بار بار چکر لگیں گے"۔

اور ایسا ہی ہوا آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے کہ اسی رات سرد موسم کے باوجود آدھی رات کو سائیں داد چیختا چلاتا ہوا آپ کے مدرسہ میں پہنچا اور بوریہ نشین درویش حضرت

گل محمد سے اپنی گستاخی کی معافی حاصل کی اور اس کے بعد آخر عمر تک حضرت کے صادق مرید و سچے خادم کی طرح خدمت میں ہی رہا۔ انتقال کے وقت اولاد کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اس درگاہ کی خدمت و محبت کو کبھی نہیں چھوڑنا اور بزرگوں کے عرس پابندی و عقیدت سے کرتے رہنا۔

وصال: علامۃ الزماں مولانا گل محمد شہدادکوٹی نے ۲۷، ذوالحجہ ۱۳۰۶ھ/ جولائی ۱۸۸۹ء کو ۶۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ برادر اصغر شاگرد ارشد و جانشین مفتی اعظم غوث الزماں خواجہ غلام صدیق شہدادکوٹی قدس سرہ الاقدس نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور درگاہ شریف صدیقیہ شہدادکوٹ (ضلع لاڑکانہ سندھ) میں تدفین ہوئی دربار مقدس ہر دور میں مرجع خلائق رہی ہے اور رہے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔ (ماخوذ: مہران سوانح نمبر مطبوعہ ۱۹۵۷ء)

--------❁--------

علامہ مفتی نبی بخش کولاچی

استاذ العلماء مولانا مفتی نبی بخش کولاچی مٹھڑی (بلوچستان) کے ایک گوٹھ "حاجی" میں تولد ہوئے۔ نسب نامہ: قاضی نبی بخش بن قاضی عبدالعزیز بن قاضی غلام مصطفیٰ بن قاضی ملا محمد بن میاں عبدالرحیم بن حسن خان بن احمد خان بن قالو خان بن بھنبھا خان بن عبدالعزیز خان بن عبدالغفور خان بن عبدالستار خان بن محمد خان بن میر کلاچ خان بلوچ۔

آپ کے آباء و اجداد اصل میں شہر کولاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) کے تھے۔ آپ کے اجداد میں حسن خان، کولاچی سے نقل مکانی کر کے ناڑی (بلوچستان) میں مقیم ہوئے اور آپ کے پوتے مولانا محمد کو وہاں کا سرکاری قاضی مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد پورا خاندان قاضی کے خطاب سے مشہور ہوا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم بھاگ ناڑی میں مفتی ملا احمد سے (ملا احمد کا مفتی محمد ہاشم یاسینی سے مناظرہ ہوا تھا دیکھئے اسی کتاب کی ردیف ھ حالات مفتی ہاشم) سے حاصل کی اس کے بعد شہدادکوٹ کی عظیم دینی درسگاہ میں استاذ العلماء والفضلاء شیخ العلماء علامہ گل محمد شہدادکوٹی سے نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق امام العلماء، عاشق خیرالوری مفتی اعظم علامہ مفتی عبدالغفور ہمایونی قدس سرہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء)

علامہ ہمایونی کے معاصر اور آپ کے والد ماجد کے شاگرد ارشد شیخ کامل حضرت مولانا عبدالرحمن

مجددی سکھر والے سے بھی مفتی نبی بخش نے استفادکیا تھا۔

بیعت: خاندانی روایت کے مطابق آپ سلسلہ عالیہ قادریہ سلطانیہ میں درگاہ محمد پور شریف (تحصیل پنو عاقل) کے سجادہ نشین میاں پیر بخش یا مولانا میاں غلام مصطفیٰ قادری سے دست بیعت تھے۔(مولوی عبدالحق کولاچی، اوستہ محمد)

درس وتدریس: شیخ طریقت، حاتم وقت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب پاگارہ سوئم تخت دھنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالرحمٰن نقشبندی مجددی (سکھر) سے ایک قابل قدر عالم دین طلب کیا۔ آپ نے اپنے قابل فخر شاگرد مولانا نبی بخش کو بھجوادیا۔ آپ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ میں مدرس مقرر ہوئے۔ تدریس کے ساتھ فتاویٰ نویسی کے بھی فرائض انجام دیئے۔ کچھ عرصہ درگاہ شریف پر قیام کیا۔ اس کے بعد اوستہ ملا محمد کی استدعا پر بلوچستان واپس ہوئے اور اوستہ محمد میں مدرسہ قائم کیا اور پوری زندگی وہیں درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی سے وابستہ رہے۔ اوستہ محمد اصل شکارپور کے نجار (کارپینٹر) تھے۔ انہوں نے جمالی سرداروں کی زمینوں کو پانی دیا اور نیا شہر آباد کیا جو کہ آپ کے نام سے "اوستہ محمد" مشہور ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلے شہر میں جامع مسجد تعمیر کروائی جس کے پہلے امام وخطیب، مفتی نبی بخش مقرر ہوئے۔

قاضی عدالت: خان آف قلات (بلوچستان) کی طرف سے آپ نصیر آباد کے سرکاری قاضی اور سبی ضلع کے مفتی اعظم تھے۔

امام وخطیب: جامع مسجد اوستہ محمد کے امام وخطیب تھے، جمعہ کو مدلل خطبہ دیتے تھے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا حلقہ وسیع تھا اور سندھ وبلوچستان میں پھیلا ہوا ہے:

- حضرت پیر سید علی گوہر شاہ ثانی المعروف پیر صاحب پگارہ چہارم
- حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ راشدی پیر صاحب پگارہ پنجم
- مولانا غلام مصطفیٰ کولاچی (برادر اصغر)
- مولوی عبدالوہاب کولاچی غیر مقلد وہابی (بھانجہ)
- مولوی غلام رسول شیخ بھاگ ناڑی (استاد: مولوی عبدالحکیم شاہل سدھایو، مولوی خوش محمد میروخانی)
- مولانا عطاء محمد کلہوڑو وٹھوں وسایو (استاد: مولانا قمرالدین عطائی مہیسر)
- مولوی عنایت احمد خوش نویس بھاگ ناڑی

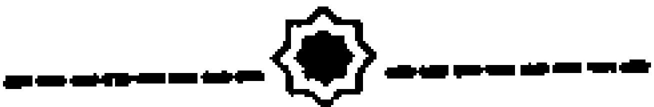
شاعری: محترم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے آپ کو " فارسی کا ادیب اور شاعر " لکھا ہے اور حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی کے صحبت یافتہ میں شمار کیا ہے۔

(دیوان مسکین، مقدمہ ص ۳۶ درگاہ شریف)

ہوسکتا ہے کہ مولانا نبی بخش کولاچی نے فارسی کے علاوہ سندھی سرائیکی بلوچی اور عربی میں بھی شاعری کی ہو کیوں کہ آپ علامہ ہمایونی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بے مثال عالم، لاثانی شاعر اور عشق رسول ﷺ میں غوطہ زن بزرگ کے شاگرد رشید تھے۔

وصال: مولانا مفتی نبی بخش کولاچی اوستہ محمد کے مدرسہ میں تا حیات درس و تدریس فتاویٰ نویسی اور جامع مسجد میں امامت و خطابت سے وابستہ رہے، اپنے پیغام کے ذریعے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی قندیلیں روشن کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء کو انتقال کیا۔

(الرحیم (سندھی) اپریل ۱۹۷۸ء، قاضی محمد ابراہیم کارڑائی)



تاریخی شعور اور تذکرہ نویسی

نامور قلمکار جناب خواجہ رضی حیدر آباد
(ڈائریکٹر قائداعظم اکیڈمی، کراچی۔ حکومت پاکستان)

مولانا سید زین العابدین راشدی ایک صاحب علم شخصیت ہیں۔ انہوں نے کم عمری میں نہایت وقیع موضوعات پر اردو اور سندھی میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے جس سے اُن کی علمی سنجیدگی اور اپنے موضوعات سے گہری ذہنی وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ علماء کی تاریخ سے اُن کو خصوصی دلچسپی ہے اور اِس حوالے سے ایک نہایت مفصل تحقیقی کام ان دنوں وہ کر رہے ہیں اور یہ کام ہے صوبہ سندھ کے علماء اہلسنّت کا تذکرہ...... میں نے جزوی طور پر اِس تذکرہ کے مسودہ کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے ازحد خوشی ہوئی کہ ابھی ہمارے درمیاں ایسے افراد موجود ہیں جو اپنے اسلاف کی حیات و خدمات کو محفوظ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ مجھے سید زین العابدین راشدی نے بتایا کہ اِس تذکرہ میں تین سو سے زائد علماء کے حالات جمع کیے گئے ہیں اور اِن حالات کو دریافت و یکجا کرنے کیلئے اُن کو گیارہ سال کا عرصہ لگا۔ بلکہ انہوں نے احوال و تذکار کے جمع و انضباط کیلئے جو سفر اختیار کیے وہ کئی ہزار میل سے زائد ہو گئے ہوں گے۔ علمائے کرام یقیناً ہمارے مذہبی ڈھانچہ میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان پر مذہب و ملّت کی جانب سے جو ذمہ داریاں عائد ہوئی ہیں وہ اتنی اہم ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کے سے رتبہ کے حامل ہوں گے"...... لیکن یہ بات افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ جوں جوں وقت گزر رہا ہے شاید معاشرے میں علماء اپنی عزت کھو رہے ہیں۔ ان کا اعتبار زائل ہو رہا اور ایسا اس لیے نہیں ہے کہ اُن کے پاس علم کی کمی ہے۔ نہیں علم تو اُن کے پاس بہت موجود ہے مگر عمل نہیں ہے۔ وہ جو بات زبان سے کہتے ہیں اُس کی اپنے عمل سے تصدیق نہیں کرتے۔ مصلحت اور معاندانہ روش نے اُن کی شخصیت کو گہنا دیا ہے۔ آج مذہب سے جو بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کا بھی واحد سبب یہ ہے کہ علماء اپنی منہاج سے نہ صرف ہٹ گئے ہیں بلکہ وہ خود کو ایک مثالی مسلمان کے طور پر پیش کرنے میں کسی حد تک ناکام ہو گئے ہیں۔ ایسی صورت میں علماء کی تاریخ کو منضبط کرنیوالے افراد کی ذمہ داری شاید اب زیادہ ہو گئی ہے۔ یعنی اب

اُن کو اپنے درخشاں ماضی کی تاریخ ہی رقم نہیں کرنا ہے بلکہ ماضی سے حال کیلئے ایسے اصول اخذ اور وضع کرنا ہیں جو پیش آمدہ صورتحال کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوں۔

علماء کی تاریخ منضبط کرنے والوں پر فی زمانہ ایک اور ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے اور وہ یہ کہ علماء کے علمی توفّق کے اظہار کے ساتھ ہی ساتھ اُن کی اسلام کی سربلندی، انسان دوستی اور اخلاقی صورتحال کو بھی واشگاف الفاظ میں تحریر کیا جائے تاکہ وہ طالب علم جو علماء کے منصب پر فائز ہونے والے ہیں ان کو علم ہو سکے کہ ہمارے علماء کیسے پاکیزہ سیرت، علائق دنیوی سے بے نیاز، عزت نفس کے پاسدار، مجاہدانہ کردار کے حامل، دلنواز سخن کے مالک، امانت دار، دیانت، صداقت اور شرافت کا پیکر ہوتے تھے۔ وہ معاشرے میں روحانی انقلاب کے داعی تھے اور اس دعوت کے حوالے سے انہوں نے خود کو ایک مثالی انسان کے طور پر معاشرے کے سامنے پیش کیا۔ وہ حصول تشہیر کیلئے دربدر پھرتے تھے اور نہ ہی اہلِ ثروت اور صاحبانِ اقتدار سے قرب کے تمنائی رہتے تھے۔ عزّت نفس کا پاس ولحاظ اُن کا مذہبی امتیاز تھا۔ ان کی انا اور احتیاط دین کے حوالے سے تھی اور ایسا شاید اس لیے تھا کہ وہ تبلیغ دین اور تدریس دین کی اُجرت کے نہیں اَجر کے طلبگار تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اُن کے تذکرہ کو آج بھی زندہ رکھا ہوا ہے اور آج بھی مغفرت کی دعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔

اِس ضمن میں ایک بات اور بڑی اہم ہے اور وہ یہ کہ تذکرہ نویسوں کو معروضی انداز میں سوچنا چاہیے۔ ہر شخصیت کے اچھے اور برے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ جہاں اچھے پہلو رہنما ہوتے ہیں وہاں برے پہلو آئندگاں کو اصلاح پر آمادہ کرتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ تذکرہ نویس مدح وستائش میں زیادہ انہماک کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی بناء پر اُن کا ممدوح یک رُخا ہو جاتا ہے۔ جدید تذکرہ نویس میں ایسے رجحان کو معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ مزید برآں تذکرہ نویسی کیلئے بنیادی طور پر تاریخی شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ جو کچھ بھی شعوری طور پر تاریخ سمجھ کر لکھ دیا وہ تاریخ کہلائے گا بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ تذکرہ نویس کیلئے تاریخی شعور کا شعور ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ یعنی اُسے یہ ادراک واحساس ہو کہ وہ تاریخی شعور کا مکمل طور پر حامل ہے۔ علماء اور صوفیا کے تذکرے مرتب کرنے والے بیشتر افراد عقیدت کے حصار میں بیٹھ کر لکھتے ہیں اس لیے وہ تاریخی شعور سے صرف نظر کرتے ہیں یا یہ اُن کو تاریخی شعور کا احساس وادراک ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اُن کی تحریروں میں نہ تو کوئی قوت استدلال ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نتیجہ خیزی۔ مؤرخ کا کام معروضی حقائق کا بیان ہی نہیں بلکہ اُس کا اصل کام وہ تجزیہ ہوتا ہے جس تک وہ اِن حقائق سے گزر کر پہنچتا ہے۔ اس لیے تاریخی شعور کو تاریخ نویسوں کیلئے ضروری تصوّر کیا جاتا ہے۔ محض حقائق جمع کرنا اور اُن کی تصدیق وتوثیق ہی تاریخ نہیں ہوتی بلکہ جدید تعریف کی رو سے تاریخ

واقعات کی کوکھ میں موجود انسانی رویّوں کی دریافت ہے اور اس کام کیلئے تاریخی شعور اور تجزیاتی صلاحیت کا ہونا بہت ضروری قرار پاتا ہے۔ مولانا حسن مثنیٰ ندوی فرماتے تھے کہ فی زمانہ تذکرہ نویسی ایک روحانی مشقت کی متقاضی ہے اور یہ روحانی شقت صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو اپنی عینیت اور انانیت کو حقیقت نہائی سے ہم وجود کرسکے صرف واقعاتی اظہار تذکرہ نویسی نہیں ہے۔ تذکرہ نویسی واقعاتی اعمال نامہ سے خیر و شر کو اُن کی اصل حالت میں برآمد کرنا ہے۔

سید زین العابدین راشدی نے جس کام کا آغاز کیا ہے وہ اگر چہ ایک عمومی افادیت رکھتا ہے لیکن اس کی حیثیت ایک علاقائی تاریخ کی ہے...... اور علاقائی تاریخ نویسی کو اُن معاشروں میں فروغ حاصل ہوتا ہے جہاں کسی یکجہتی کا تصور معدوم ہو گیا ہو۔ تاریخ دانوں نے ہمیشہ قومی تاریخ یعنی کسی ریاست کی مکمل تاریخ کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ قومی تاریخ سے کسی بھی قوم یا گروہ کے مجموعی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ بہر حال راشدی صاحب نے ایک علاقہ کے اُن علماء کے تذکرہ کو یکجا کر دیا ہے جن کے فقہی موقف اور رسم و رواج ایک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قیامِ پاکستان کے بعد اب تک ایسا کوئی تذکرہ منظرِ عام پر نہیں آیا جس میں فقہی موقف کے حوالے سے کسی صوبہ کے علماء کا انتخاب کیا گیا ہو۔ سندھ کی سرزمین سے نامی گرامی علماء پیدا ہوئے۔ ایسے علماء جنہوں نے حجاز مقدس کو ہی اپنے علم کی روشنی سے معمور کیا۔ میں نے سید حسام الدین راشدی کی مرتب کردہ کتاب ”برہان پور کے سندھی اولیاء“ دیکھی ہے اور مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اُس دور میں جبکہ رسل و رسائل اور آمد و رفت کے ذرائع محدود اور راستے دشوار گزار تھے سندھ کے علماء و صوفیاء نے ترویجِ علم کیلئے دور دراز کے سفر اختیار کیے اور قیام کیا۔ اٹھارویں اور ستر ویں صدی میں مولانا محمد حیات سندھی اور مولانا محمد عابد سندھی کا معروف علمائے حجاز میں شمار ہوتا ہے۔ سید زین العابدین نے جن علماء و مشائخ کے تذکار کو یکجا کیا ہے اُن میں بیشتر اپنے علمی توفق میں نمایاں ہیں اور یقیناً وہ آسمانِ تاریخ میں جگمگاتے اور جویانِ دشتِ علم کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ میں اِس تذکرہ کی تدوین پر سید زین العابدین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تذکرہ کو قبول فرمائے اور سید زین العابدین کو دنیا و آخرت میں بہتر اَجر سے نوازے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

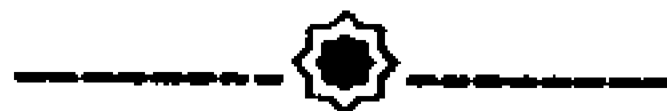
احقر العباد

خواجہ رضی حیدر

نبیرہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷ جولائی ۲۰۰۶ء

۳۰ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ



مولانا عبدالمجید ساند

مولانا حاجی عبدالمجید بن ولی محمد ساند ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو تھرپارکر کے گوٹھ واگھی جی دیرہ (تحصیل نگرپارکر) میں تولد ہوئے۔ ایک سال کی عمر کو پہنچے تو شفیق والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پرورش والدہ ماجدہ اور چچا وغیرہ کے زیر سایہ ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

تعلیم قرآن مجید کیلئے والدہ نے اپنے ہی گوٹھ میں مائی مراد خاتون کے پاس بٹھایا۔ وہیں پر قرآن مجید ناظرہ مکمل کیا اور کتاب ابوالحسن سندھی پڑھی۔ گوٹھ بھے شریف (ضلع تھرپارکر) میں میاں حامد اللہ ساند نقشبندی کے صاحبزادہ مولانا انور علی کے پاس فارسی مثلاً گلستان، بوستان، یوسف زلیخا اور عربی میں نحو میر تک کتب پڑھیں ان دنوں مولانا انور علی ساند کی طبیعت ناساز ہوگئی اور جلد ہی انتقال کیا۔ نوجوان عالم دین بیٹے کے اچانک انتقال پر مولانا حامد اللہ کو شدید صدمہ پہنچا لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔ مولانا انور علی نے انتقال سے قبل اپنے والد ماجد کو وصیت کی تھی کہ عبدالمجید جیسے سعادت مند شاگرد کو وہ خود بھی پڑھائیں۔ اُس کے بعد عبدالمجید نے مولانا حامد اللہ اور مولانا محمد عالم جونیجو کے پاس ہدایۃ النحو، شرح جامی، کافیہ، کتابیں پڑھیں۔ آپ کے چچا محمد قبول ساند نے آپ کو گجرات ریاست (انڈیا) کے قصبات راندیل اور ڈابھیل کے مدارس میں داخل کروایا وہاں بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد نبی سر (ضلع عمرکوٹ) میں مولانا محمد خان درس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ ڈیپلو (ضلع تھرپارکر) میں مولوی محمد عمر کے مدرسہ پہنچے لیکن وہاں جا کر معلوم ہونے پر کہ وہ مولوی عبدالرحیم پچھی غیر مقلد کے زیر اثر غیر مقلد بن چکے ہیں وہاں سے بدین چلے گئے جہاں پر مولانا غلام علی گوپانگ نقشبندی اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد سعید گوپانگ کے پاس بقیہ کتب پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے یہیں پر آپ کی دستار فضیلت ہوئی اس وقت آپ کی عمر فقط (17) سال تھی......

حکمت:

بعد فراغت، طب پڑھنے کا شوق دامن گیر ہوا اس لئے اجمیر شریف (انڈیا) پہنچے جہاں پر حکیم عبدالمجید صاحب کے پاس دو سال کا کورس چھ ماہ میں مکمل کر کے سند حاصل کر کے واپس ہوئے۔ حکیم عبدالمجید، نامور حکیم اجمل خان دھلوی کے شاگرد تھے۔

ایک بار بھے شریف میں حکیم حاجی محمد صدیق حجام ڈیلھو والے کا آنا ہوا، میاں حامد اللہ نے ان

سے کہا مولوی عبدالمجید حکمت پڑھ کر آیا ہے ذرا ان کا امتحان تو لیں...... حاجی صاحب نے آپ سے آنکھ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے آنکھ، اس کے پردے، بیماریاں اور اس کے علاج پر ایک گھنٹہ تفصیلی لیکچر دیا۔ یہ سن کر حاجی صاحب نے میاں صاحب سے کہا: ''مولوی صاحب (دینی مصروفیات کی بنا پر) حکمت کرے گا تو نہیں لیکن اگر کی تو لاثانی حکیم بنے گا''...... حکیم صاحب کی بات بالکل صحیح ثابت ہوئی کہ آپ نے حکمت کو پیشہ نہیں بنایا۔

مدرسہ و مسجد کا قیام:

خواجہ محمد حسن جان سرہندی علیہ الرحمہ کے ایماء پر گوٹھ واگھی جودیرہ میں ''مدرسہ صوفیہ حنفیہ'' قائم کیا اور اس کے متصل ایک خوبصورت مسجد شریف تعمیر کروائی۔ جس کی تعمیر کیلئے لاہور (پنجاب) سے مستری کو بلوایا تھا جو کہ مولوی بھی تھا وہ صاحب اس دور میں تعمیر کے حوالہ سے مشہور تھے۔ آپ نے خود ہی قطعہ تاریخ مسجد قلمبند کیا:

بنائے مسجد گنبد مکرم بفضل اللہ کہ شُد کارش متمم
بگفتا خیر تاریخش ملک غیب کہ ایں مسجد زہے عالی معظم

1961ء کو آپ نے گوٹھ کنڈی میں زمین خریدی تو وہاں بھی مسجد شریف تعمیر کروائی جس کی تکمیل 1390ھ/1970 میں ہوئی۔ پیر ابراہیم جان سرہندی نے جب وہاں مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے اپنی جگہ مدرسہ کے نام وقف کر دی۔

درس تدریس:

مدرسہ صوفیہ حنفیہ میں بے شمار طلباء متحدہ ہندوستان کے پڑھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد راجستھان کے قصبات سے رابطہ منقطع ہوا اور طلباء واپس چلے گئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے دیگر علماء کو مدرس مقرر کیا تھا۔ حافظ عبداللطیف چنہ حفظ و ناظرہ، مولانا حبیب اللہ دل، مولانا عبدالحق بریلی مبتدی طلباء کو اور منتہی طلباء کو خود پڑھاتے تھے۔

تلامذہ:

آپ کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں ان میں اکثر کا ضلع تھرپارکر سے تعلق ہے:

1- مولانا محمد چنہ
2- مولانا محمد عالم ساند
3- مولانا علی محمد ساند
4- مولانا غلام علی ساند

5- مولانا عبدالرشید
6- مولانا عبدالحق ڈیتھائی شیخ الحدیث لونی شریف
7- مولانا دین محمد ساند
8- مولانا عبدالواحد گجو
9- مولانا محمد عاقل ساند
10- مولانا محمد امین درس
11- مولانا تاج محمد

آپ کے انتقال کے بعد 1980ء کے دہائی میں مولانا عبدالحق انڈیا سے پاکستان استادِ محترم کی تعزیت کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کی لیکن چند یوم کے قیام کے بعد اچانک ان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا صاحب نہایت ادیب تھے...... مولانا پروفیسر عبدالباقی صاحب (کا چھیلو فارم P.O، تحصیل جیمس آباد ضلع میر پور خاص) آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

تعلقات:

متحدہ ہندوستان کے دور میں آپ اپنے فاضل طلباء کو مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ کے مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف بھجواتے تھے مثلاً: مولانا عبدالحق بریلوی، مولانا عبدالواحد گجو، مولانا دین محمد ساند وغیرہ۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالفضل سردار احمد رضوی قدس سرہ کے مدرسہ دارالعلوم مظہر اسلام فیصل آباد کو دورہ حدیث شریف کیلئے طلباء کو بھجواتے تھے۔ مثلاً: مولانا محمد عالم ساند، مولانا علی محمد ساند، مولانا محمد عاقل ساند وغیرہ۔

آپ کو محدث لانکپوری سے محبت تھی اور وہ بھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے...... آپ اپنے طلباء کی خیریت معلوم کرنے فیصل آباد بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ محدث لائکپوری آخری دور علالت میں جب کراچی میں ہاسپٹل میں داخل تھے آپ کو جب پتہ چلا تو آپ عیادت کیلئے تھر سے کراچی تشریف لائے۔ آپ کو دیکھ کر محدث صاحب نے فرمایا: آپ جیسے عالم کو دیکھتا ہوں تو ٹھیک ہو جاتا ہوں اور جب ڈاکٹروں کو دیکھتا ہوں تو بیمار ہو جاتا ہوں"۔

لائبریری:

آپ نے عظیم الشان کتب خانہ قائم فرمایا تھا جس میں نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے دورانِ سفر بھی کافی تعداد میں کتب لاتے تھے لیکن 1971 کی پاک بھارت لڑائی میں بھارتی افواج نے آپ کے کتب خانہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ خطوط کا ذخیرہ، اسناد علمی وغیرہ تباہ ہو گئے۔

تصنیف وتالیف:

آپ قلمکار تھے، شاعر تھے شاعری کے بیاض کے علاوہ کئی تصانیفات کتب خانہ میں ضائع ہو گئیں۔

مکتوبات شریف۔ (خواجہ محمد حسن سرہندی کے خطوط کر جمع کیا تھا وہ بھی ضائع

حقیقت محمدی ﷺ (شیخ عبدالرحیم گرہوڑی قدس سرہ) کی شرح وہ بھی ضائع

اِعلاء الحقِ المعروف بہ مناظرہ ڈونجھ...... 1363ھ / 1943ء کو گوٹھ ڈونجھ تحصیل ڈیپلو ضلع تھرپارکر سندھ میں اہل سنت و جماعت اور اہل حدیث غیر مقلدین کے مابین مناظرہ ہوا تھا...... اہل سنت کی جانب سے مناظرہ حضرت مولانا پیر غلام مجدد سرہندی علیہ الرحمہ (ماتلی) تھے...... آپ نے مناظرہ میں جو مدلل تقریر فرمائی اس کو پوری روئداد کے ساتھ مولانا عبدالمجید صاحب نے قلم بند کیا اور کراچی سے لیتھو پریس سے چھپوا کر سندھ میں تقسیم کیا۔ مناظرہ کی تفصیلات جاننے کیلئے پیر صاحب کے حالات دیکھئے: اسی کتاب کے ردیف ''ع'' میں۔

سفر حرمین شریفین:

قیام پاکستان سے قبل دو حج بیت اللہ کئے اور قیام پاکستان کے بعد 4 بار اس طرح آپ نے ٹوٹل 6 حج بیت اللہ اور اسی تعداد میں مدینہ منورہ میں روضہ رسول پاک ﷺ کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اپنی والدہ دو بیویاں اور بیٹی کو بھی حج کرایا۔

مزاراتِ مُقدسہ:

متحدہ ہندوستان کے دور میں آپ نے مزارات مقدسہ کی حاضری اور فیوض و برکات کے حصول کے سلسلہ میں اکثر شہروں کا دورہ کیا۔ مثلاً: اجمیر شریف، سرہند شریف، بریلی شریف، دہلی بمبئی وغیرہ...... اجمیر، سرہند اور گرہوڑ شریف (سندھ) تینوں درباروں پر حصول فیض کیلئے چلہ کاٹا۔ دہلی سے خاصی تعداد میں کتابیں بھی خریدیں تھیں۔

سیاست:

سیاست شرعیہ کے حامی تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اہل سنت و جماعت سیاست میں بھرپور حصہ لیں کیونکہ یہ ملک ہم نے بنایا ہے لہٰذا اس کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہے اور وہ ذمہ داری بغیر سیاست کے نہیں پوری ہوگی بلکہ اپنے جائز کام بھی نہیں ہو پاتے۔ وہ علماء کو سیاسی میدان میں لانے میں کوشش کرتے رہتے بلکہ الیکشن میں ان کے فارم بھی جمع کرائے اور فیس بھی خود ادا کرتے تھے۔

شاعری:

آپ کو شاعری میں دلچسپی تھی بلکہ فارسی اور سندھی کے بہترین شاعر تھے اور تخلص "باقی اور خیر" تھے۔ آپ کی شاعری کتب خانہ میں ضائع ہوگئی۔ آپ کی شاعری میں سے ایک جھلک یہاں پیش کرتے ہیں:

غزل کہ دروقت رویت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کردہ بودم فی مدینۃ المنورہ 6 ذوالقعدہ 1378ھ/1959ء

درد فراق بس شدید	انتظاری شد مدید
ناگھاں آمد پدید	روئے از روزن کشید
گفت بالطف مزید	مرحبا یا عبد المجید
گفتم بے ویرانہ ام	سوبسو حیرانہ ام
دربدر مستانہ ام	بابیہ وصال خوش سعید
گفت بالطف مزید	مرحبا یا عبد المجید
گفتم چہ عالم شد خراب	جانا و جگر جملہ کباب
روئے را ازمن متاب	تابد بینم ابرو خمید
گفت بالطف مزید	مرحبا یا عبد المجید
آمد گدائے کوئے تو	گشتہ فدائے موئے تو
عاشق شدہ بہ روئے تو	بے چارہ عبد المجید
گفت بالطف مزید	مرحبا یا عبد المجید

ایک بار موجودہ پیر صاحب پاگارہ سید شاہ مرداں شاہ راشدی تھرپاکر مریدین کی دعوت پر تشریف لائے تھے تو آپ نے انہیں اپنے مدرسہ صوفیہ حنفیہ میں مدعو کیا۔ آپ نے پیر صاحب کی شان میں سندھی میں منقبت لکھی تھی جو کہ کپڑے کے بینر پر لکھوا کر اس وقت آویزاں کی گئی تھی۔ جس کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

"قلت عند قدوم میمنت لزوم حضرت پیر صاحب پاگارہ دامت برکاتھم عالیہ فی صوفیہ حنفیہ فی تاریخ 10 رجب المرجب 1375ھ/ 1956ء"۔

اعراس بزرگان دین:

قیام پاکستان سے قبل آپ سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ سید معین الدین حسن چشتی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس کے دربار مقدس اجمیر شریف سالانہ عرس مبارک پر 6 رجب المرجب کو

حاضری دیتے تھے۔ خواجہ صاحب کی آپ پر خصوصی نظرِ عنایت تھی۔

1- مدرسہ صوفیہ حنفیہ میں سالانہ 6 رجب پر خواجہ صاحب کی چھٹی شریف۔

2- ماہانہ غوث الاعظم پیران پیر دستگیر شہنشاہ بغداد قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس کی گیارہویں شریف۔

3- 28 صفر المظفر پر سالانہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کا سالانہ عرس مبارک نہایت عقیدت ومحبت سے منعقد کرتے تھے اور حصول فیوض کا ذریعہ بناتے تھے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ سالانہ 12 ربیع الاول شریف کو دھوم دھام سے انعقاد کرتے تھے۔

عادات وخصائل:

مالی طور پر مضبوط خاندانی رئیس تھے لیکن طبیعت میں سادگی پسند تھے۔ سخی ایسے تھے کہ سائل کو خالی نہیں بھیجتے تھے، مدارس ومساجد اہل سنت کی اعانت، غرباء کی امداد، طلباء کو نوازنہ آپ کی عادت تھی۔ دینی، سیاسی لوگ حاجت مند، سائل، مہمان سب کیلئے لنگر جاری رہتا۔ حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کے عاشق زار تھے، اولیاء اللہ سے خصوصی طور پر عقیدت رکھتے تھے اور حصول فیض کیلئے ان کی حاضری بھی دیتے تھے۔ رات کو تین بجے اٹھا جاتے تہجد ذکر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے...... نماز فجر مسجد شریف میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے اس کے بعد اوراد وظائف میں مشغول رہتے 9:30 یا دس بجے اشراق کے نوافل ادا کر کے مسجد شریف سے باہر نکلتے تھے۔ یہ روز کا معمول تھا۔ اس کے بعد متصل اوطاق (بیٹھک) میں آتے جہاں پر ہر طبقہ کے لوگ آپ کے منتظر ہوتے ان سے ملتے ان کے مسائل حل کرتے، ان کو کھانا کھلانے کے سوا واپس جانے نہیں دیتے۔ اخلاق واخلاص محبت ومروت کے اوصاف سے مزین تھے۔

بیعت وخلافت:

بعد فراغت علمیہ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت میاں عبدالرحیم درگاہ ملا کاتیار سے دست بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی فاروقی قدس سرہ کے دست بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت بزرگوں سے صحبت حاصل کی اور فیض یاب ہوئے...... 1978ء میں آپ نے خود ان بزرگان دین کی فہرست تیار کی تھی جن سے فیض اجازت و خلافت حاصل کی:

1- حضرت میاں حامد اللہ نقشبندی سانند یھ شریف۔

2- حضرت علامہ غلام علی نقشبندی گوپانگ بدین۔

3- حضرت میاں عبدالرحیم درگاہ ملا کاتیار حیدرآباد۔

4- حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی ٹنڈو سائینداد۔

5- حضرت مولانا عبدالعزیز حیدرآباد دکن۔

6- حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی درگاہ چشمہ شریف کوئٹہ۔

7- مولانا عبدالمجید دہلوی بن مولانا مسعود احمد مفتی جامع مسجد فتح پور دہلی (انڈیا)۔

8- حضرت مولانا محمد امین چشتی مزرنگ بھونڈ پور (لاہور)۔

9- حضرت پیر فیض محمد قندہاری نقشبندی تاندلیانوالہ (فیصل آباد)۔

10- حضرت مولانا حبیب اللہ محلہ گیان پور گجرات (انڈیا)۔

11- حضرت خواجہ عبدالودود نقشبندی شکارپوری بازار قندھار افغانستان۔

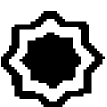
12- حضرت مجذوب عباس علی پتوکی (پنجاب)

وصال:

حضرت علامہ المجید نقشبندی مجددی 1978ء کے آخر میں فالج کا اٹیک ہوا۔ 14 جمادی الاولیٰ 1399ھ بمطابق 12 اپریل 1979ء بروز جمعرات 61 سال عمر میں راجپوتانہ ہسپتال حیدرآباد سندھ میں انتقال کیا۔ جمعۃ المبارک کے روز گوٹھ واگھی جودیرہ میں آپ کے استاد محترم حضرت مولانا محمد عالم جونیجو علیہ الرحمہ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ حضرت پیر ابراہیم خلیل سرھندی علیہ الرحمہ (گلزار خلیل سامارو) نے سندھی میں قطعہ تاریخ وصال کہا:

یاد حق کان کونہ غافل تی رہیو کا ہک گھری
عُمر پن "یاد الاہی" جی اکرمان تی عیان
سال میلاد ان جو ابراہیم لک "حمد غفور"
سال رحلت آیی "آغوش محمد" 1399ھ بیگمان

"جناب مولانا نور نبی صاحب نعیمی (شاہ پور چاکر) تھرپارکر کے دورے کے دوران گوٹھ واگھی جودیرو گئے تو وہاں پر مولانا مرحوم کے کسی صحبت یافتہ سے مرحوم کے حالات زندگی تفصیلی لکھوا کر لائے جس پر مصوف کا نام درج نہیں اور فقیر نے ترجمہ کے ساتھ مضمون ترتیب دیا...... فقیر دونوں حضرات کا مشکور ہے"۔



حصہ نظم

قطعات تاریخیہ

(نتیجۂ فکر: مولانا پیر سید امین علی شاہ صاحب نقوی)

(1)

کہہ رہے ہیں اہل دانش آپ کو
مرحبا اے زین شاکر و امتناں
کارنامہ ہے عظیم المرتبت
یاد رکھے گا زمانہ جاودانہ
ارمغانِ اسلام کے ہیں اور حسن خیر و ظفر
۱۴۲۴ھ ۲۰۰۴ء
مُلک و ملت میں بھلا ان کا کوئی ثانی کہاں

(2)

رکھے گی دنیا یاد محبت کا تبصرہ
ہوتا رہے گا اہلِ گواہی کا تذکرہ
۱۴۲۴ھ

قطعہ تاریخ اشاعت

از قلم: حضرت صابر براری (کراچی)

"علامت سن اشاعت" ۱۴۲۳ھ

"کتاب پاکیزہ انوار علماء اہل سنت" ۱۴۲۳ھ

"مصنف محقق معقول صاحبزادہ سیدزین العابدین شاہ راشدی" ۲۰۰۲ء

مرحبا زین راشدی صاحب — کی ہے تصنیف بے مثال کتاب
اہل سنت کے نامور علماء — ہیں جو خلد بریں میں محو خواب
صوبہ سندھ کے بزرگانِ دیں — اس میں شامل ہیں گوہر نایاب
کیسے کیسے اکابر ملت — ہائے! فرما گئے جہاں سے حجاب
یہ مرقع ہے ان کی سیرت کا — جن سے گلزار دیں ہوا شاداب
ہے یہ معمور نور ایماں سے — یہ مہکتا رہے گا مثل گلاب
ہے یہ احسان اہل سنت پر — پائیں گے آپ اس کا اجر وثواب

اس کا سال طبع کہو صابر
"صبح دلکش ہے شمع عالمتاب"
(۱۴۲۳ھ)

قطعہ تاریخ

نتیجہ فکر: محترم طارق سلطانپوری صاحب

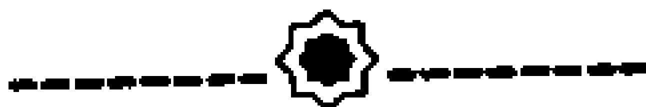
کتاب فیض ماب "انوار علمائے اہل سنت سندھ" ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء

از قلم: حقیقت رقم مورخ اہل سنت مکرمی صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی مدفیوضہ

ذخیرہ دانش اسلام	۲۰۰۲ء
شاہراہ جمال و عظمت	۲۰۰۲ء
کتابِ جہاں فیضان	۱۴۲۳ھ
باغ ہدایت	۱۴۲۳ھ

خلوص و خدمت دین جس کا ہے نام — وہ اس میخانے کا ہے بادہ آشام
قلم سے راشدی مرد حق آگاہ — مسلسل کر رہا ہے خوب تر کام
شب و روز اس کا جاری کار تخلیق — طبیعت میں نہیں ہے اس کی آرام
کتابیں اس نے کیں تحریر عمدہ — جنہیں مقبولیت حاصل ہوئی عام
ہے اُونچا پایہ تحقیق اس کا — خدا کا اس پہ ہے یہ خاص انعام
خدا کا مصطفیٰ کا اولیاء کا — جو ہے بابرکت و پرفیض پیغام
بہ شرق و غرب وہ پھیلا رہا ہے — بہ غایت حکمت و دلسوزی تام
مجالس ہیں جو علم و معرفت کی — اس عبد حق کا ان میں ہے بڑا نام
دوائر میں صفا و اہتدا کے — لیا جاتا ہے نام اس کا بہ اکرام
کتاب خوب کی تحریر اس نے — خوشا یہ اہتمام و ذوق ارقام
کیا جن پر، سعید اختر وہ بندے — خدا نے نعمت دانش کا اتمام
دیار سندھ کے، جو نامور ہیں — مکرم عالمان دین اسلام
وہ جن کی دانش و حکمت کی شہرت — تھی ارض سندھ سے تافارس و شام
کیا ہے اس نے ان کا ذکر جو تھے — رجال علم و مجد و عزو اکرام
قلوب خلق ان مردان حق نے — کیے تابانی کردار سے رام

یہ اس کا منفرد ہے کارنامہ
حقیقت میں خوشی کا ہے یہ ہنگام
مبارک باد کا ہے مستحق وہ
کیا ہے واقعی اس نے بڑا کام
کرے اس کام کی اس کے ستائش
نہیں لائق یہ میرا خامہ خام
صلہ دے اس کو اس خدمت کا "طارق"
وہ جو ہے معطی افہام و اعلام
کتاب خوب کا سال طباعت
کہا "طارق" "فروغِ بابِ اسلام"
۱۴۲۳ھ



قطعاتِ تاریخیہ

نتیجہ فکر: مولانا پیر سید امین علی شاہ صاحب نقوی (فیصل آباد)

(۱)

کہہ رہے ہیں اہل دانش کو
مرحبا! اے زین شاکر و امتناں
کارنامہ ہے عظیم المرتبت
یاد رکھے گا زمانہ جاوداں
ارمغان اسلام کے ہیں اور حسن خیر و ظفر
۱۴۲۴ھ ۲۰۰۴ء
ملک و ملت میں بھلا ان کا کوئی ثانی کہاں

(۲)

رکھے گی دنیا یاد محبت کا تبصرہ
ہوتا رہے گا اہل گواہی کا تذکرہ

کتابیات

اس کتاب کی تیاری میں جن جن حضرات سے انٹرویو لیا گیا اس کے علاوہ درج ذیل کتب جرائد رسائل واخبارات سے بھی استفادہ کیا گیا۔

۱) تذکرہ مشاہیر سندھ (۳ جلدیں، سندھی) — مولوی دین محمد وفائی وہابی

۲) تذکرہ صوفیائے سندھ — اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ ۱۹۵۹ء کراچی

۳) تذکرہ علماء سندھ — ڈاکٹر وفا راشدی بنگالی کراچی

۴) تذکرہ اولیائے سندھ — قاضی اقبال حسین نعیمی کراچی

۵) تذکرہ صوفیائے بلوچستان — ڈاکٹر انعام الحق کوثر (کوئٹہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۶) تذکرہ اکابر اہل سنت — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

۷) تذکرہ شعراء ٹکھر (سندھی) — ڈاکٹر اسد اللہ شاہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

۸) تذکرہ سید احمد خالد شامی — خلیفہ احمد یار خان۔ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ

۹) تذکرہ لطفی (جلد ۲، سندھی) — پروفیسر لطف اللہ بدوی

۱۰) تذکرہ مخادیم کھہڑا (سندھی) — مخدوم اللہ بخش عباسی

۱۱) تذکرہ مخدومان ہالا (سندھی) — جمیل الزمان جمیل صدیقی

۱۲) تذکرہ مشائخ سیوستان — میاں عبدالغفور سن تالیف ۱۰۳۹ھ

۱۳) تذکرہ الصلحاء فی بیان الاتقیاء (فارسی) — خواجہ محمد حسن جان سرہندی مترجم اردو، مفتی محمد صاحبداد خان جمالی طبع قدیم کراچی

۱۴) تذکرہ شعراء سکھر (سندھی) — ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ادبی سوسائٹی اسلامیہ کالج سکھر ۱۹۶۵ء

۱۵) تذکرہ مولانا بلبل سندھ (قلمی) — صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

۱۶) قاسم ولایت — صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

۱۷) آفتاب ولایت — صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

۱۸) انوار ولایت — صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

۱۹) روشن صبح (سندھی)	صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی
۲۰) سندھ کے دو مسلک (اردو)	صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی
۲۱) سندھ جا اسلامی درسگاہ (سندھی)	ڈاکٹر جمن ٹالپر، مطبوعہ محکمہ سندھ ثقافت، حکومت سندھ ۱۹۸۲ء
۲۲) سندھ میں فقہی تحقیق جو ارتقاء (سندھی)	ڈاکٹر قاضی یار محمد، سندھی لینگویج اتھارٹی حیدرآباد ۱۹۹۲ء
۲۳) سندھ کے اردو نعت گو	شاکر کنڈان، مطبوعہ ماہنامہ نعت لاہور ۲۰۰۰ء
۲۴) سرزمین سندھ میں علم حدیث (قلمی)	مخدوم امیر احمد عباسی
۲۵) اولیائے سندھ اور اردو	ڈاکٹر وفا راشدی بنگالی
۲۶) سندھ میں اردو شاعری	ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
۲۷) سندھ جا عربی درسگاہ (سندھی)	سید یعقوب شاہ
۲۸) تاریخ باب الاسلام (سندھی)	ڈاکٹر حبیب اللہ صدیقی
۲۹) برہان پور کے سندھی اولیاء	راشد برہان پوری
۳۰) سہ ماہی مہران جامشورو (سندھی)	سوانح حیات نمبر ۱۹۵۷ء، مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
۳۱) روزنامہ مہران (سندھی)	سالگرہ نمبر ۱۹۶۲ء، ایڈیٹر سید سردار علی شاہ ذاکر لکیاری
۳۲) ماہنامہ الرحیم (سندھی)	تیرہویں صدی کے مشاہیر سندھ نمبر ۱۹۶۷ء، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد
۳۳) ماہنامہ شریعت روہڑی (سندھی)	سوانح نمبر ۱۹۸۱ء، مرتبہ عبدالوہاب چاچڑ وہابی
۳۴) تجلیات صدیقیہ	حاجی ہیبت خان حلیمی سابق ڈپٹی سپرینڈنٹ پولیس، مطبوعہ کوئٹہ
۳۵) ماہنامہ الوحید کراچی (سندھی)	آزادی نمبر
۳۶) انوار الرحمن لتنویر الجنان	سوانح مولانا عبدالرحمٰن سندھی لکھنوی، مرتبہ مولانا نور اللہ بچھڑ الوی مطبوعہ نولکشور لکھنو
۳۷) انوار احمدیہ (سندھی)	مولانا احمد مجتبیٰ غالب ملکانی شریف
۳۸) شہاب ثاقب	مولانا احمد مجتبیٰ غالب ملکانی شریف
۳۹) خیرپور کے میروں کا ادب سیاست اور ثقافت میں حصہ (سندھی)	ڈاکٹر عطا محمد حامی مطبوعہ سندھ الاجی جامشورو
۴۰) تحفۃ الزائرین (علماء و مشائخ ٹھٹھہ کا تذکرہ)	مولانا طفیل احمد ٹھٹوی
۴۱) ریاض الفتاویٰ	علامہ مفتی سید ریاض الحسن جیلانی۔ حیدرآباد
۴۲) فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ	علامہ مفتی عبداللہ نعیمی۔ کراچی

۴۳)باغ ہی باغ	مترجم مفتی محمد جان نعیمی۔ کراچی
۴۴)امام احمد رضا بریلوی کے خاندان درسیہ سے مراسم	مولانا محمد اصغر درس۔ کراچی
۴۵)امام احمد رضا بریلوی کاملین کی نظر میں	سید صابر حسین شاہ بخاری۔ اٹک
۴۶)الفیوضات الحامدیہ فی تعمیر المساجد بجلود الاضحیۃ	مفتی سید ریاض الحسن جیلانی
۴۷)کشف الستور من کراھۃ الاجمار علی القبور	مفتی سید ریاض الحسن جیلانی
۴۸)الیواقیت المھریہ (عربی)	مولانا غلام مہر علی چشتی، مکتبہ مہریہ چشتیاں شریف ۱۹۶۴ء
۴۹)رفیق علم	دارالعلوم امجدیہ۔ کراچی
۵۰)خلیل علم	دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
۵۱)پیکر تقدس	صاحبزادہ نورالمصطفیٰ رضوی، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۸۹ء
۵۲)تذکرہ فضل الرحمٰن انصاری	خلیل احمد رانا، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور
۵۳)مہران نقش	ڈاکٹر وفا راشدی بنگالی
۵۴)جنب گذاریم جن سین (سندھی) ۳ جلدیں	جی ایم سید
۵۵)سندھ کے صوفیائے نقشبند (۲ جلدیں)	ڈاکٹر محمد زبیر نقشبندی، رکن الاسلام پبلشرز، حیدرآباد سندھ
۵۶)تذکرہ علماء اہل سنت	مولانا محمود احمد قادری (انڈیا)
۵۷)وقار الفتاویٰ	مفتی وقار الدین قادری، بزم وقار الدین، کراچی
۵۸)البلاغ المبین	مفتی محمد صاحبداد خان جمالی، مطبوعہ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء
۵۹)سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی و دینی خدمات	صاحبزادہ فریدالدین قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء
۶۰)یادِ محمود	فاروق احمد خان یوسف زئی، مطبوعہ کراچی
۶۱)مفتی غلام محمد نعیمی شہید	مولانا محمد اسلم نعیمی۔ کراچی
۶۲)انوار حدیث (مقدمہ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی)	علامہ محمد ہاشم فاضل شمسی، المرکز الاسلامی کراچی
۶۳)مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء جلد اول	مولانا شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
۶۴)سندھ جابر، بحر اور پہاڑ (سندھی)	غلام ربانی آگرو، سندھی ادبی بورڈ جامشورو
۶۵)شہدادکوٹ جا قلمکار، شاعر (سندھی)	پروفیسر گل محمد شاہ مطبوعہ شہدادکوٹ
۶۶)شاداب شہدادکوٹ (سندھی)	محمد اسلم شیخ ایڈووکیٹ، اسلم شیخ اکیڈمی شہدادکوٹ ۱۹۹۲ء
۶۷)بزرگان قادریہ	ڈاکٹر ناصرالدین صدیقی، نارتھ ناظم آباد کراچی
۶۸)خطبات سائیں بادشاہ حصہ دوئم	علامہ مشوری رحمۃ اللہ علیہ، درگاہ مشوری شریف لاڑکانہ

۶۹) حیات سید جلال الدین چشتی	محمد نسیم خان سوری
۷۰) عظمتوں کے پاسبان	مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور
۷۱) فوائد جامعہ	مولوی عبدالحلیم چشتی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء
۷۲) تعارف علماء اہل سنت	مولانا محمد صدیق ہزاروی، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۹ء
۷۳) شعلہ آواز	مولانا صحبت خان کوہاٹی مدیر اعلیٰ ماہنامہ کاروان قمر پنجاب کالونی کراچی
۷۴) تاریخ قبیلہ انڈھڑ	محمد حسن انڈھڑ، مطبوعہ رحیم یار خان ۱۹۹۷ء
۷۵) ویالعل لذی (سندھی)	مرتبہ محمد سلطان نعیمی، دارالعلوم غوثیہ دھاکلو ۲۰۰۲ء
۷۶) گلدستہ عقیدت (عبدالحامد بدایونی کی شخصیت)	مرتبہ عابد القادری، جامعہ تعلیمات اسلامیہ کراچی ۱۹۷۱ء
۷۷) کلیات گدا	مولانا سید غلام محمد شاہ گدا، مرتبہ رشید احمد لاشاری مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ دسمبر ۱۹۵۷ء
۷۸) نذرانہ عقیدت	مرتبہ شاہد القادری
۷۹) جذبات حامد	مرتبہ شاہد القادری
۸۰) دیوان فاضل	مولانا سید محمد فاضل شاہ، مرتبہ محمد صدیق مسافر، مطبوعہ مسلم ادبی سوسائٹی حیدرآباد ۱۹۳۷ء
۸۱) کلیات علوی	علامہ میر علی نواز علوی، مرتبہ ڈاکٹر عبدالخالق راز سومرو
۸۲) ٹھٹھہ صدین کان	رسول بخش تمیمی
۸۳) لاڑکانہ صدین کان	ڈاکٹر بشیر احمد شاد
۸۴) لاڑکانہ ماضی اور حال	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی
۸۵) شکارپور ماضی اور حال	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی
۸۶) گھڑیوں گھاریم جن سین	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی
۸۷) مکتوبات خلیلی	پیر ابراہیم جان سرہندی، مرتبہ غلام رسول خلیلی ٹنڈو والہیار
۸۸) تبرکات ناصر (شاعری)	ناصر ملت علامہ سید ناصر جلالی، کراچی ۱۹۹۹ء
۸۹) شام کربلا	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
۹۰) مرقع یادگار شہادت (شاعری)	مولانا ضیاء القادری بدایونی طبع دوئم انجمن امانت الاسلام، کراچی ۱۹۵۱ء

۹۱) ہماہمایونی (سندھی)	مولانا محمد قاسم یاسینی ثانی
۹۲) ماہ حق	مطبوعہ دعوت ایمانیہ رضویہ کورنگی ۱۹۹۵ء
۹۳) رسالو مولانا غلام محمد خانزئی (سندھی)	مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ۱۹۸۵ء
۹۴) لاڑکی ادبی وثقافتی تاریخ (سندھی)	ڈاکٹر غلام علی خواجہ
۹۵) وہابی، علمائے سندھ کی نظر میں (کتابچہ)	مولانا محمد جان نعیمی
۹۶) وہابیت کے انوکھے انداز (سندھی)	مفتی عبدالرحمٰن ٹھٹھوی
۹۷) سندھی ادب کا تنقیدی اپیاس (سندھی)	ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی مرحوم
۹۸) اخبار المسك والعنبر (سندھی)	مولانا پیر سید منور علی شاہ جیلانی، کراچی ۲۰۰۲ء
۹۹) نغمہ عندلیب	الحاج سید یوسف علی عزیز، لانڈھی کراچی ۱۴۱۹ھ
۱۰۰) تذکرہ عزیز الاولیاء	الحاج سید یوسف علی عزیز، مرتبہ سید صداقت علی جگر ۱۴۱۷ھ
۱۰۱) نوابشاہ تاریخی شہر اور شخصیات (سندھی)	ڈاکٹر قریشی حامد علی خانائی مطبوعہ نوابشاہ ۱۹۸۷ء
۱۰۲) لاڑکانہ ساہ سیاتو	مرتبہ: گل محمد گاد، مطبوعہ لاڑکانہ
۱۰۳) سندھ کی طبی تاریخ (۲ جلدیں)	حکیم نیاز ہمایونی مطبوعہ
۱۰۴) امام ابوالحسن کبیر سندھی	مولوی عبدالرشید نعمانی، کراچی ۱۹۶۱ء
۱۰۵) خطہ پاک اوچ	سید مسعود حسن شہاب، بہاولپور ۱۹۶۷ء
۱۰۶) فاضل بریلوی اور علماء حجاز	تحقیق: سید عابد حسین شاہ
۱۰۷) سوانح حیات قاضی زین العابدین دہلوی	مؤلف: مولانا طفیل احمد سلامی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء
۱۰۸) لکا گھمن لوك میں (سندھی)	عبدالمالک بلی محمود اکیڈمی گوٹھ، حاجی منعم ضلع عمرکوٹ ۲۰۰۱ء
۱۰۹) مناقب سلطانی	سلطان حامد قادری، طبع قدیم
۱۱۰) گلدستہ نعت	مولانا ریاض الدین سہروردی
۱۱۱) علم لدنی	مولانا ریاض الدین سہروردی
۱۱۲) نذر کاوش (سوانح حیات پروفیسر فیاض احمد کاوش)	مرتبہ: قدرت اللہ بیگ، میرپورخاص
۱۱۳) تاریخ رفتگان (۳ جلدیں)	حضرت صابر براری
۱۱۴) رموز الاطباء	مطبوعہ لاہور ۱۹۱۴ء
۱۱۵) سندھ جو شالی کا چھیلو	حکیم عبدالحمید چانڈیو، مطبوعہ ماڑو ضلع دادو ۲۰۰۰ء
۱۱۶) لغت نیر (کلام)	مفتی سید ریاض الحسن جیلانی

۱۱۷)نعت محل (کلام)	مولانا اختر الحامدی
۱۱۸)لوح محفوظ	علامہ سیماب اکبرآبادی، سیماب اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء
۱۱۹) ارشاد القاری الی حیاۃ الشیخ محمد عابد الانصاری (عربی)	عبدالقیوم بن عبدالغفور سندھی، مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد
۱۲۰) الاصول الاربعۃ فی تردید الوھابیۃ	خواجہ حسن جان سرہندی، مترجم مولانا عبدالستار سعیدی، خواجہ حسن اکیڈمی حیدرآباد ۲۰۰۱
۱۲۱)تاریخ وہابیہ	علامہ حکیم محمد رمضان علی قادری، شرکت قادریہ سنجھورو
۱۲۲)مخزن فیضان	علامہ حکیم محمد رمضان علی قادری، جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ
۱۲۳)تبصرہ بر تذکرہ پیران پگارہ	علامہ حکیم محمد رمضان علی قادری، شرکت قادریہ سنجھورو ضلع سانگھڑ ۱۹۸۰ء
۱۲۴)جو گیڑا جھان میں عرف مشاہیر دادو (سندھی)	محمد امین مگسی، علامہ آئی آئی قاضی اکیڈمی میہڑ ۱۹۹۷ء
۱۲۵) مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء	تحقیق: سید عابد حسین شاہ، بہاء الدین زکریا لائبریری ضلع چکوال ۲۰۰۳ء
۱۲۶)تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	پروفیسر نور بخش توکلی مرحوم
۱۲۷)فائق ھلیا فردوس (سندھی)	حکیم عبدالعزیز سرہندی
۱۲۸)علامہ محمد ہاشم سرہندی (کتابچہ، سندھی)	پیر ابراہیم جان سرہندی، ناشر انجمن طلباء اسلام صوبہ سندھ
۱۲۹)عظیم سندھی انسان (سندھی)	میمن عبدالغفور سندھی
۱۳۰)سندھی انسائیکلوپیڈیا	میمن عبدالغفور سندھی، مطبوعہ ۱۹۹۰ء
۱۳۱)مولانا نورانی ایک عالم ایک سیاستدان	سید محمد حفیظ قیصر (بہاولپور)، النور پبلی کیشنز کراچی ۲۰۰۱ء
۱۳۲)کتاب مولانا شاہ احمد نورانی	مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی، مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ
۱۳۳)نورانی میاں کی تبلیغی سرگرمیاں	خلیل احمد رانا، نعمان اکیڈمی جہانیاں منڈی
۱۳۴)برکات الصلوۃ (سندھی)	فقیر محمد اسماعیل خاطی ٹھٹھوی
۱۳۵)الصوارم الھندیہ	مولانا حشمت علی خان لکھنوی
۱۳۶)حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء	
۱۳۷)تذکرہ مظہر مسعود	ڈاکٹر مسعود احمد، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۱۳۸)اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
۱۳۹)مختصر حالات زندگی میاں تاج محمد مہر	میاں عبدالحی قادری، میاں جوگوٹھ ۱۹۹۳ء

۱۴۰)تحفة اولی الالباب فی رد علی طاعن الاصحاب	مخدوم حسن اللہ صدیقی، لاڑکانہ ۱۳۲۸ھ
۱۴۱)غنیة الطالبین	سرکار غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی، مترجم شمس بریلوی کراچی
۱۴۲)امام احمد رضا اور عالم اسلام	ڈاکٹر مسعود احمد، ادارہ مسعودیہ کراچی
۱۴۳)امام احمد رضا اور علماء سندھ	پروفیسر مجید اللہ قادری، کراچی مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کراچی
۱۴۴)امیر معاویہ	مفتی احمد یار خان نعیمی، نعیمی کتب خانہ گجرات
۱۴۵)مقالات ایوبی (۳ جلدیں)	علامہ محمد ایوب دہلوی، مکتبہ رازی کراچی
۱۴۶)ختم نبوت	علامہ محمد ایوب دہلوی، مکتبہ رازی کراچی
۱۴۷)مقصود کائنات	علامہ محمد ایوب دہلوی، مکتبہ رازی کراچی
۱۴۸) خزانة المعرفة (سندھی)	مترجم محمد رحیم سکندری، مقدمہ نگار ڈاکٹر نبی بخش بلوچ جامعہ راشدیہ درگاہ شریف
۱۴۹)ذکر جمیل	خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
۱۵۰)معارف الحفیظ ذاکرین تنظیم	سید عبدالحفیظ شاہ گجو والے
۱۵۱)سیر و تراجم (عربی)	شیخ عمر عبدالجبار مکی، مکتبہ تہامہ جدہ ۱۹۸۲ء
۱۵۲)سوانح عمری صوفی ایاز خان نیازی	مولانا بشیر قادری، کراچی
۱۵۳)رفیق ملت (سوانح حافظ محمد رفیق رضوی سکھر)	مولانا عارف حسین سعیدی، مدرسہ انوار مصطفی سکھر
۱۵۴) کتابچہ مقبول نماز مع احوال اباجی	پروفیسر اشفاق احمد صدیقی، کراچی ۱۹۷۹ء
۱۵۵) صراط الطالبین (سندھی)	مترجم: مفتی غلام محمد قاسمی، درگاہ مشوری شریف
۱۵۶)ملفوظات شریف پیر سائیں جھنڈے دھنی (سندھی)	سید ہدایت اللہ شاہ راشدی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد ۱۹۸۰ء
۱۵۷)پیر سائیں جھنڈے دھنی ثالث (سندھی)	صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی، درگاہ مشوری شریف
۱۵۸)تفسیر تنویر الایمان پارہ ۲۰ (سندھی)	مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ۱۹۱۵ء
۱۵۹)تفسیر کوثر جلد ۵ (سندھی)	مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۶۳ء
۱۶۰)زین الایمان (سندھی)	صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی
۱۶۱)تاریخ سکھر (سندھی)	مورخ سندھ رحیم داد مولائی شیدائی
۱۶۲)پاکستان کے نعت گو شعراء	سید محمد قاسم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء
۱۶۳)انسائیکلو پیڈیا پاکستان کا	سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۹۸ء

۱۶۴)دیوان ذوق تصوف	مولانا عبدالشکور کمبل پوش
۱۶۵)ظرف المحبوب	شفیق احمد قریشی
۱۶۶)مرقع قاتل	مرتبہ: مولانا شمس بریلوی کراچی
۱۶۷)گلدستہ نعت	عاقل اکبرآبادی مرتبہ مولانا اسد طبع اول ۱۹۵۲ء
۱۶۸)سازحجاز	سیماب اکبرآبادی، سیماب اکیڈمی کراچی
۱۶۹)ارمغان نعت (انتخاب کلام)	مرتبہ شہزاد احمد، اردو بازار کراچی
۱۷۰)حیات سمندروالی سرکار	سلیم احمد، فیڈرل بی ایریا کراچی
۱۷۱)بزرگان کراچی	پروفیسر ناصر صدیقی
۱۷۲) نبی الحرمین	صوفی رہبر چشتی
۱۷۳)شخصیات میرٹھ	نوراحمد میرٹھی، تنظیم احباب میرٹھ
۱۷۴)تذکرہ شعرائے میرٹھ	نوراحمد میرٹھی، تنظیم احباب میرٹھ
۱۷۵)کلام ارمغان سیفی	مولانا شمس بریلوی کراچی
۱۷۶)دبستانوں کا دبستان (حصہ اول)	احمد حسین صدیقی مطبوعہ کراچی ۲۰۰۳ء
۱۷۷)اسلامی انسائیکلوپیڈیا	سید قاسم محمود
۱۷۸)اردو میں میلاد النبی ﷺ (تحقیق، تنقید، تاریخ)	ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی لاہور ۱۹۹۸ء
۱۷۹)مقالات قاسمی (سندھی)	مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی دیوبندی حیدرآباد
۱۸۰)لطف اللہ قادری جو کلام	ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ سندھالاجی ۱۹۶۸ء
۱۸۱)دردمندی جو دیس (سندھی)	ڈاکٹر غلام محمد لاکھو، نوابشاہ ۲۰۰۴ء
۱۸۲)تاریخ فقہاء ہند	مولوی محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد
۱۸۳)تذکرہ شعرائے بدایوں	مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء
۱۸۴)بادشاہ نامہ (فارسی)	ملاعبدالحمید لاہوری
۱۸۵)عمل صالح (فارسی)	ملا محمد صالح کنبوہ
۱۸۶)مآثر رحیمی	عبدالباقی نہاوندی
۱۸۷)زاد آخرت	مرتبہ قدیر صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء
۱۸۸)سہ ماہی مہران جامشورو	۱۹۸۰ء
۱۸۹)تذکرہ محدث سورتی	خواجہ رضی حیدر

۱۹۰)مجلہ سندھ (سندھی) — انور جوکھیو حیدرآباد کے مختلف شمارے

۱۹۱)سانگھڑ جی سرحان — مطبوعہ سانگھڑ ثقافت میلہ ۱۹۹۲ء

۱۹۲)کلام گرہوڑی — مرتبہ وتحقیق علامہ ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ طبع اول سندھی ادبی سوسائٹی کراچی ۱۹۵۶ء

۱۹۳)سانگھڑ صدین کان — عبداللہ مطبوعہ سانگھڑ ۱۹۹۲ء

۱۹۴)مخدوم بلال باغبانی — میمن عبدالغفور سندھی لاڑکانہ ۱۹۸۲ء

۱۹۵)تقدیم تاریخی — عبدالقدوس ہاشمی ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۶۵ء

۱۹۶)تحفۃ الکرام (سندھی) — قانع ٹھٹوی / امیر احمد مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء

۱۹۷)تاریخ معصومی (سندھی) — میر معصوم مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۳ء

۱۹۸)حدیقۃ الاولیاء — شیخ عبدالقادر ٹھٹوی

۱۹۹)مقالات الشعراء — قانع ٹھٹوی مرتبہ حسام الدین راشدی، سندھی، ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء

۲۰۰)مقالات الشعراء (فارسی) — مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی ۱۹۵۸ء

۲۰۱)دلیل الذاکرین (قلمی) — فقیر حاجی پہنور

۲۰۲)سید قلندری (قلمی) — خضر علی سیوہانی

۲۰۳)قدیم سندھ اور اس کے لوگ (سندھی) — مرزا قلیچ بیگ

۲۰۴)میر محمد معصوم بکھری (سندھی) — سید حسام الدین راشدی سندھی ادبی بورڈ ۱۹۷۹ء

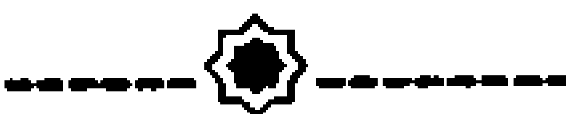
۲۰۵)مقالات راشدی (اردو) — سید حسام الدین راشدی کراچی یونیورسٹی ۲۰۰۲ء

۲۰۶)شاہ عنایت جو کلام (سندھی) — مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سندھی ادبی بورڈ

۲۰۷)لب تاریخ سندھ (سندھی) مترجم — مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سندھی ادبی بورڈ

سندھ میں پی ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ) کے مقالات

۱) مولانا غلام محمد عمر جتوئی جون دینی اور فقہی خدمات	ڈاکٹر رحمت اللہ ابڑو
۲) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی	ڈاکٹر عبدالرسول قادری
۳) مکتوبات حضرت سید محمد راشد جو سندھی ترجمہ اور سوانح	ڈاکٹر نذر حسین سکندری
۴) ساہتی جا قدیم مرکز	ڈاکٹر قریشی حامد علی خانائی
۵) بذل القوۃ مخدوم محمد ہاشم کا سندھی ترجمہ مع تعلیقات	ڈاکٹر اسرار احمد علوی مہران اکیڈمی
۶) نور العینین تصنیف مخدوم محمد ہاشم	ڈاکٹر مولا بخش سکندری
۷) مظہر الانوار تصنیف مخدوم محمد ہاشم	ڈاکٹر منور الدین سکندری
۸) علماء دین جون سندھی میں ادبی خدمات	ڈاکٹر ادریس آزاد
۹) ضلع لاڑکانہ کے علماء دین کا اشاعت دین میں حصہ	ڈاکٹر عبدالرزاق
۱۰) تذکرہ علماء لارکانہ و مساعیھم للعلوم العربیة وللاسلامیة (عربی)	ڈاکٹر عبدالغنی شیخ
۱۱) ضلع شکارپور کے علماء دین جون علمی ادبی خدمات	ڈاکٹر انور فگار ہکڑو
۱۲) بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے سندھی علماء کی عربی علم وادب میں خدمات	ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری کراچی یونیورسٹی
۱۳) ضلع سکھر کے مدارس اور ان کی دینی خدمات	ڈاکٹر محمد اسحاق بھیو
۱۴) علامہ علی نواز علی شکارپوری اور ان کا کلام	ڈاکٹر عبدالخالق سومرو
۱۵) سندھی میں فقہی تحقیق جو ارتقاء	ڈاکٹر قاضی یار محمد سندھی لینگویج اتھارٹی حیدرآباد
۱۶) مخدوم محمد حیات سندھی حنفی مدنی	ڈاکٹر رفیق احمد بازید پوری
۱۷) مورو کے قاضی خاندان کی علمی دینی وادبی خدمات	ڈاکٹر شمشاد احمد سومرو
۱۸) تاریخ باب الاسلام (سندھی)	ڈاکٹر حبیب اللہ صدیقی حیدرآباد
۱۹) سراج المصلی تصنیف مخدوم ابوالحسن ڈاہری	ڈاکٹر حافظ غلام محمد ڈاہری
۲۰) بارہویں صدی ہجری کے سندھی محدثین کی علمی خدمات	ڈاکٹر محمد اشرف سموں
۲۱) شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری میں قرآن وحدیث کی تعلیم	(مقالہ پی ایچ ڈی) ڈاکٹر نشاط فاطمہ بنت ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسنگجوی حیدرآباد سندھ



علامہ راشدی صاحب کی تصانیف

بزبان اردو

1- انوارِ امامِ اعظم ابوحنیفہ (52 مقالات پر مشتمل مجموعہ)
2- انوارِ علماءِ اہلسنّت (سندھ) 300 (تین سو) سے زائد علماء سندھ کے حالات وخدمات
3- شہبازِ ولایت (حضرت لعل شہباز قلندر)
4- قاسمِ ولایت (حضرت خواجہ مشوری سرکار)
5- آفتابِ ولایت (حضرت پیر روزے دھنی)
6- شہکارِ ولایت (حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی احوال وافکار)
7- حیات امام اہلسنّت (حضرت امام مشوری سرکار مطبوعہ 1990ء)
8- شہبازِ خطابت (تذکرہ مولانا بلبلِ سندھ)
9- سندھ کے دو مسلک (اہلسنّت اور وہابیت ایک جائزہ)
10- مسلمان عورت (پردۂ عورت ودیگر ضروری مسائل)
11- اسلام اور جہاد
12- مسلمانو! نیک اور ایک ہو جاؤ (عصبیت ونفرت کا آپریشن)
13- جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں (تیس سالہ اخباری کٹنگ اور مضامین کے آئینہ میں مودودی کا مطالعہ)
14- قصیدہ بردہ اور علماء سندھ
15- قصیدہ غوثیہ اور علماء سندھ
16- شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علمائے سندھ
17- زین الوظائف
18- مقالاتِ راشدی
19- مرنے کے بعد زندگی
20- عقیدت کے پھول (انتخاب کلام)
21- برصغیر کی مذہبی تحریکیں (ایک ہزار سالہ تاریخ)
22- آلِ رسول (سادات کرام کی عظمت)
23- اسلام اور ریاست (اسلام کا نظامِ حکومت)
24- ناکام سیاستدان
25- اصلی کون؟ (اتحاد بین المسلمین کا داعی)
26- تحریک بالاکوٹ تاریخ کی نظر میں
27- آئینہ حقیقت (اسلام اور شیعیت)
28- فرقہ مسعودیہ کے امیر کے کرتوت
29- محرم اور اس کے تقاضے

بزبانِ سندھی

-30 عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

-31 پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت

-32 ختمِ نبوت کی شرعی حیثیت

-33 آفتابِ نبوت (سیرت طیبہ)

-34 قرآنی عقیدہ

-35 تفسیر آیۃ الکرسی

-36 سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مسلک مبارک

-37 روشن صبح (حضرت امام حسین اور ردِّ شیعیت)

-38 سوانح امام المسلمین (امام اعظم ابوحنیفہ)

-39 شہنشاہ ولایت (تذکرہ غوث اعظم)

-40 رفع یدین آخر کیوں؟

-41 قلم جو بادشاہ

-42 زین الایمان (ردِ غیر مقلدین)

-43 زین العرفان

-44 زین الواعظین

-45 اقیموا الصلوٰۃ

-46 حضرت پیر صاحب بیعتِ دھنی کا مسلک مبارک

-47 اہلسنّت اور حُبِ اہلبیت

-48 اہلسنّت اور اہلِ جنت

-49 سندھ میں اہلسنّت اور اہلِ شیعیت ایک جائزہ

-50 میلاد شریف پر عربی میں تحریر کردہ کتابوں کا تعارف

-51 امروٹی کا اصلی روپ (مولوی تاج محمود امروٹی دیوبندی)

-52 تفسیر تنویر الایمان کا مصنف کون؟

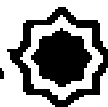
-53 دینی مدارس کی اہمیت

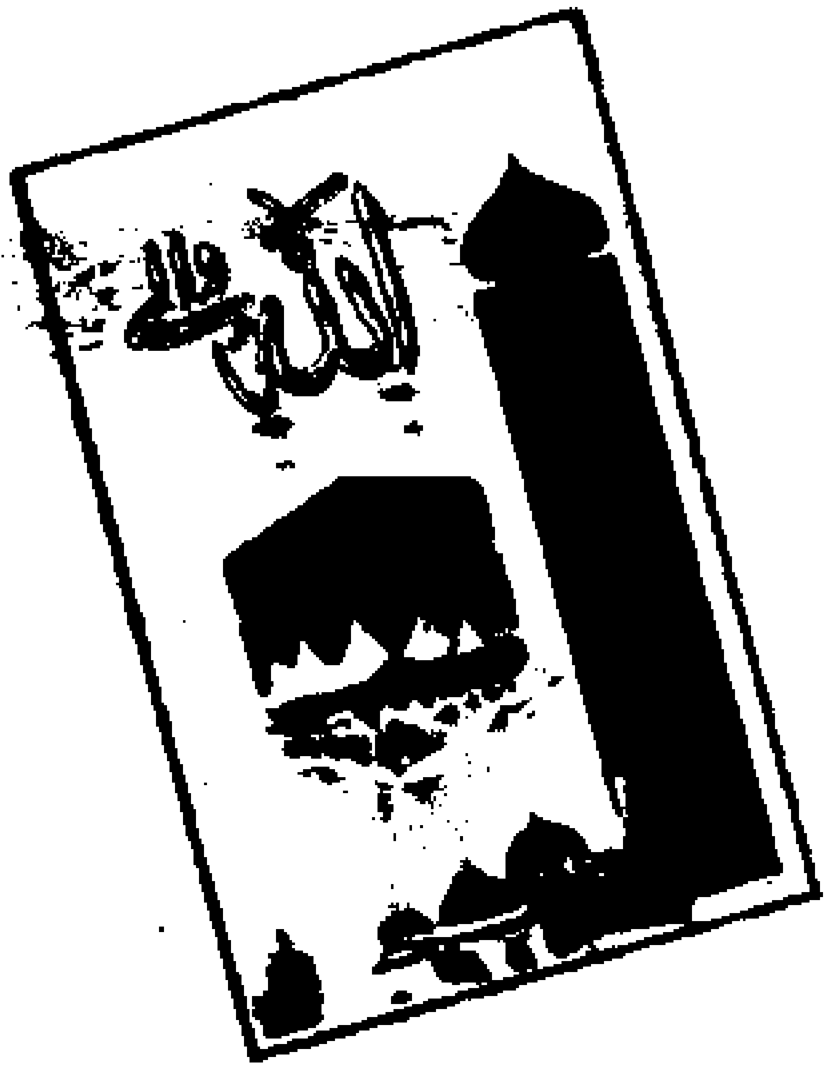
-54 حضرت سید صبغت اللہ شاہ اول اور سید احمد رائے بریلوی

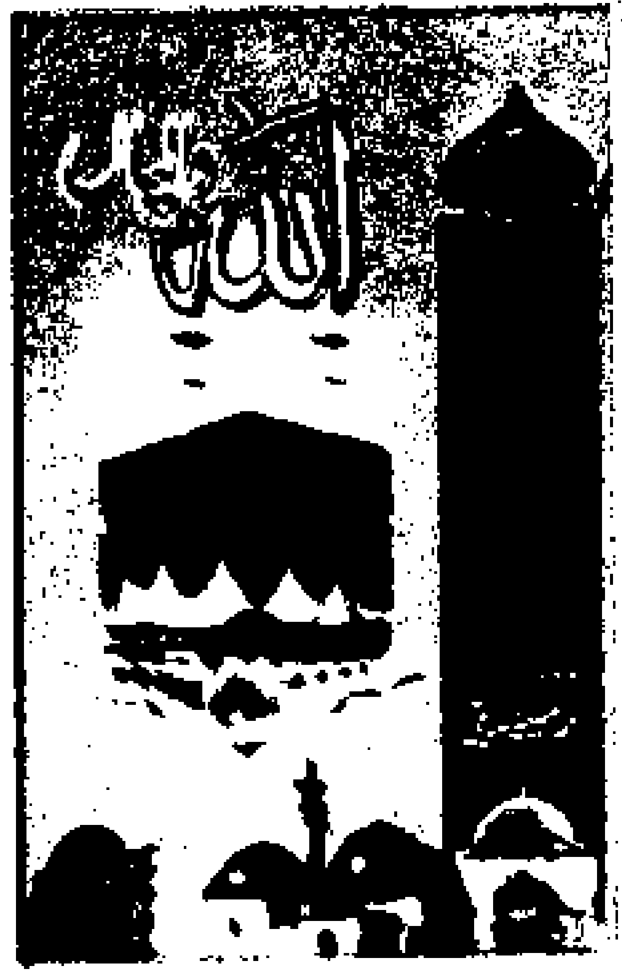
-55 ادب کی آڑ میں گستاخی

-56 عبید اللہ سندھی اپنے آئینہ میں

-57 امام مشوری رحمۃ اللہ علیہ کی اخباری تقریریں



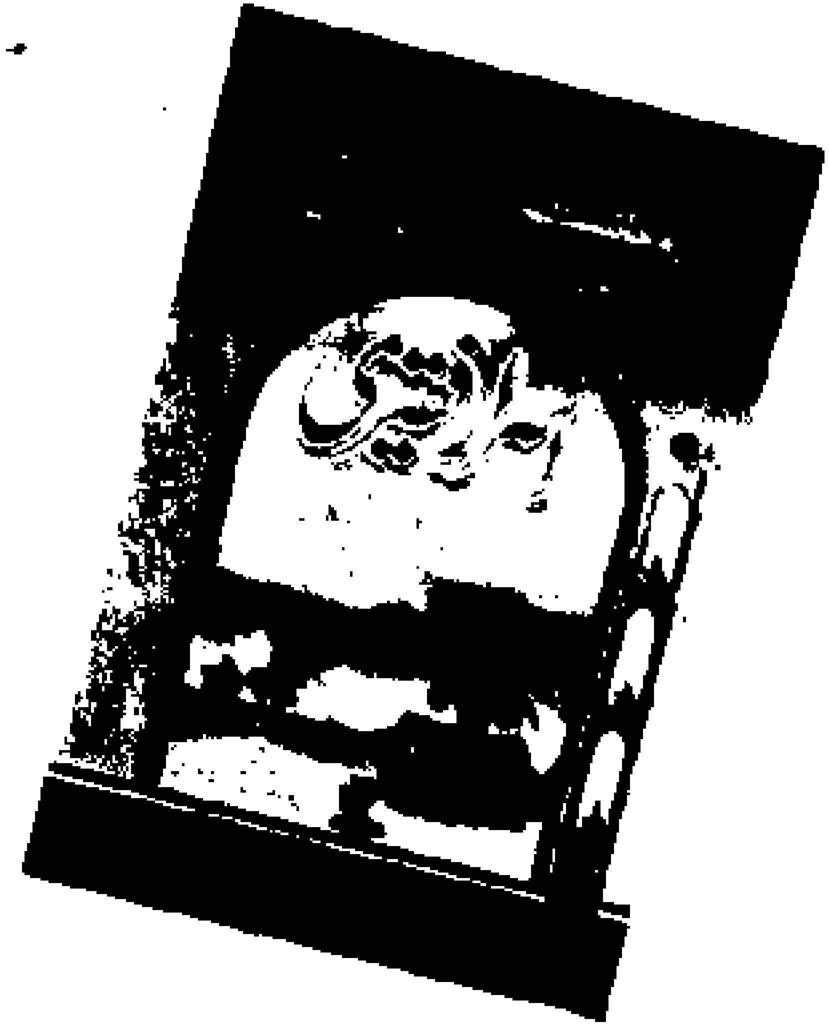





شاہراہ ہدایت
کیمیائے سعادت

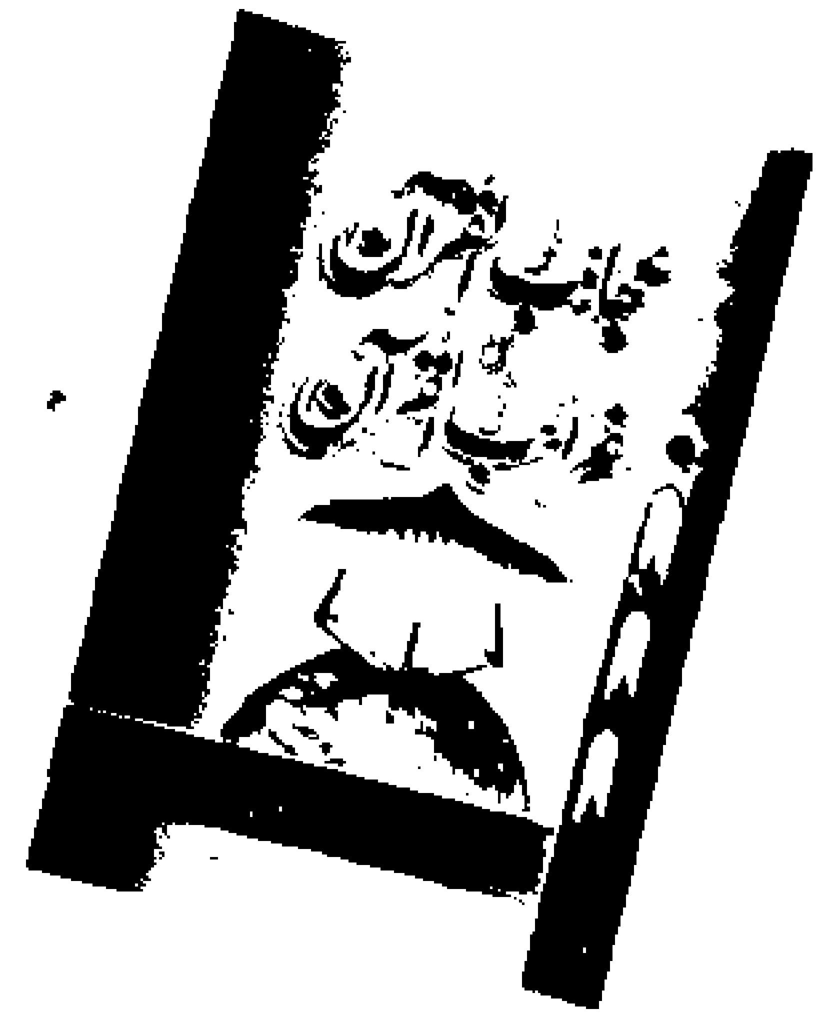



نظامی بنسری




شریعت محمدی کے بڑے مسائل




عجائب القرآن
مع غرائب القرآن

